UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222800

UNIVERSAL
LIBRARY

آئینہ حسن و نزاکت شوق و دلداری کی کیفیت
من گل یک گلستان نالۂ کوکب خانہ

نغمۂ عنادل

Checked 1976

(یعنی)

چار سو سے زائد متقدمین و متاخرین شعرائے اُردو کے کُلیات و دواوین کے ادبی، علمی۔ تمدنی۔ اخلاقی۔ رُوحانی۔ مُلکی۔ قومی۔ اور نیچرل اشعار کا بیش بہا اور نادر ذخیرہ اور اُن کے کلام کے انتخاب کا بے نظیر اور کارآمد گنجینہ

(جسمیں)

تقریباً پچیس ہزار دلچسپ اور منتخب اشعار نہایت خوبی اور طرزِ جدید کے ساتھ درج کیے گئے ہیں

(جسکو)

راجہ راجیسور راؤ اصغر خلف اکبر راجہ اوما پتی راؤ بلونت بہادر (ورما) والی سمستان دوکنڈہ مؤلف و مترجم کتب متعددہ نے نہایت محنت و قابلیت سے مدون فرمایا

مُرتبۂ سنہ ۱۳۲۷ھ۔ مطبوعہ سنہ ۱۳۵۴ھ

مطبع نظام دکن و اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

آخر آرسٹ انبوکس ادارہ ثقافت اسلامیہ
Checked 1969.

قاموس الہند

یہ اردو (فارسی، عربی و ہندی) کا نہایت ہی معتبر مستند و جامع اور ادبی و علمی لغت ہے جو بہ ترتیب ہجائی، اساسِ تاریخی پر عام فہم اور اردو زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس میں ہر ہر لفظ کے صحیح اعراب و تشکیل، تلفظ بالحروف (چہرہ لسانی تصحیح (اردو، فارسی، عربی، ہندی، سنسکرت، ترکی، انگریزی، پہلوی، مورد، مفرس، معرب، ہند اور مولد و دخیل وغیرہ) اقسامِ کلام (اسم، صفت، فعل، حرف، متعلق فعل وغیرہ) اور ان کی ذیلی تقسیم (اسم کی صورت میں مذکر، مونث، واحد یا جمع فعل کی حالت میں لازم، متعدی، حقیقی یا جعلی وغیرہ)۔ اصلیت و حقیقت (لغوی تحلیل و ترکیب مادہ ماخذ، اشتقاق صوری تبدل و تغیر وغیرہ) حقیقی و مجازی معانی (اور ان کے مختلف مفاہیم) کے علاوہ مرکبات، محاورات، مقولات، امثال وغیرہ کا بیان نہایت تحقیق و تدقیق اور توضیح و تصریح کے ساتھ کیا گیا ہے۔ علمی، ادبی، و اصطلاحی، اصطلاحات اور قانونی، سیاسی و صحافی الفاظ کی تعریفات صحیح و موجز ہیں۔ الفاظ کی تشریح میں تمام متمدن و مترقی قدیم و جدید السنۂ عالم کا تقابل تماثل و توافق، لسانی تخطیط اور لغوی فلسفہ کے اصول کے بموجب کیا گیا ہے۔ الفاظ کا تولد، تدریجی ارتقا و تنزل بہت حسن و خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اردو، فارسی، وعربی اصطلاحات کے مترادفات، ہندی و سنسکرت میں اور اس کے بالعکس بتائے گئے ہیں، فصیح و غیر فصیح، مبتکر و مبتذل اور مستعمل و متروک الفاظ کا امتیاز اچھی طرح ذہن نشین کرایا ہے۔ صرفی قواعد اور لسانی ضوابط کے لحاظ سے ہزارہا اغلاط و تسامحات کی تصحیح و تصویب کر دی گئی ہے۔ الغرض قاموس الہند پہلا لغت ہے جو لسانی استقرا اور ادبی انتقاد کے بعد، اردو، فارسی، ہندی میں اس قدر کثرتِ الفاظ اور غزارتِ مواد کے ساتھ تالیف ہوا ہے۔

اس لغت کی تدوین سے پہلے لغوی، ادبی، علمی، فنی و اصطلاحی مباحث کے متعلق تمام معتمد و موثق کتابیں فراہم

بقیہ مضمون ٹائیٹل کے تیسرے اور چوتھے صفحہ پر ملاحظہ ہو

تقریظ

شمس العلماء ڈاکٹر سید علی مرحوم بلگرامی ایم۔ اے۔ ڈی۔ لٹ بیرسٹر ایٹ لا

یہ ایک نئی طرز کا مجموعۂ اشعار اردو ہے یعنی جذباتِ رُوحانی، واقعاتِ دُنیوی، خصائص انسانی اور کُل وہ چیزیں جو انسان اور انسانی زندگانی سے وابستہ ہیں اور جن کو شعرائے اُردو نے ابتدائے شاعری سے آج تک باندھا ہے اُن کی سُرخی قرار دیکر ہر ایک مضمون کے متعلق عُمدہ اور منتخب اشعار جمع کیے گئے ہیں۔ یہ نہ صرف جدید خیال ہے بلکہ یہ مجموعہ نہایت درجہ مفید بھی ہے۔ زمانۂ قدیم میں جبکہ ہمارے ملک کی تعلیم صرف مشرقی علوم تک محدود تھی ہر تعلیم یافتہ شخص اپنی ابتدائے عمر میں ہر مضمون کے سیکڑوں اور ہزاروں شعر یاد کیا کرتا تھا۔ اور موقع پر ان اشعار کو پڑھکر اپنی خوش تعلیمی کا ثبوت دیتا تھا۔ اسی وجہ سے عربوں اور دوسری مشرقی اقوام میں علمِ محاضرات ایک اہم علم تھا اور اس کی خاص طرح پر تعلیم ہوا کرتی تھی اور امراء اور سلاطین کی صحبت میں ایسے اشخاص کثرت سے ہوا کرتے تھے اور ان کی بے انتہا قدر و منزلت ہوا کرتی تھی لیکن موجودہ زمانے میں دائرۂ تعلیم اس درجہ وسیع ہوگیا اور نہ صرف علوم جدیدہ سے واقفیت لازم ہوگئی ہے بلکہ کئی السنۂ غربیہ کا جاننا بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔ اس لیے جو توجہ ہم پہلے اپنی مادری زبان کے کلام کی طرف کر سکتے تھے وہ اب محال ہوگئی ہے اور بجز اس قسم کے مجموعہ کے جیسا کہ **نغمۂ عنادل** ہے ایک معمولی تعلیم یافتہ آدمی کو اپنی مادری زبان کی شاعری سے واقفیت بھی ناممکن ہے۔ نہ تو اس کلام کے مطالعے کا وقت ہی ملتا ہے نہ ان شعرا کے کلام ہی عام طور پر ہر شخص کو مل سکتے ہیں۔ پس ایسے زمانے میں اس قسم کے مجموعہ کا جمع کر دینا گویا قوم پر اور زبان پر احسان اور کلام کو گمنامی سے بچا لینا ہے۔

زیادہ تر قدر کی یہ بات ہے کہ اس مجموعہ کے مؤلف امراء اور راجگانِ دکن میں سے ایک امیر ہیں جن کا خاندان ہمیشہ بہادری اور [illegible] رہا ہے۔ اس دودمانِ عالی کے موجودہ قائم مقام جناب راجہ **راجیسور راؤ** بہادر نے یہ بات ثابت کر دی کہ جیسا ان کا خاندان میدانِ جنگ میں سربرآوردہ رہا ہے ویسا ہی تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی وہ فخرِ دکن ہیں۔ ہم راجہ صاحب کے تہِ دل سے مشکور ہیں کہ انہوں نے زورِ قلم سے ملک سخن کو ویسا ہی مُسخّر کیا ہے جیسا کہ ان کے آبا و اجداد نے زورِ شمشیر سے سرزمین دکن کو مُسخّر کیا تھا فقط ۱۴ امرداد ۱۳۱۸ف

سید علی بلگرامی

تقریظ

ناظم بمثال ناشر باکمال مولوی حافظ جلیل حسن صاحب المخاطب بہ نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل

جانشین حضرت امیر مینائی مرحوم

یہ مجموعہ اشعار کیا ہے؟ انسانی جذبات وخیالات کا ایک نہایت روشن آئینہ، اخلاق کا معلّم، تہذیب کا مشعر، نیکی اور بھلائی کا رہنما ہے، کہیں تدبیر منزل کا وعظ ہے اور کہیں سیاست مدن کی تعلیم ہے غرضکہ اس مجموعہ کا مطالعہ نہایت دلچسپ، فرحت بخش بشاشت آگین ہے کیوں نہ ہو شعرائے ہند کی جولانی طبع کے بوقلموں خیالات ہیں، رنگارنگ پھول گلستان سخن کے ہیں جن کی شادابی اور خوشبو سے دماغ معطر ہوتا ہے۔

اس بیش بہا مجموعۂ اشعار کے مرتب جناب راجہ راجیسور راؤ صاحب بہادر [illegible] صعر امرے ملک ی چیدہ [illegible] نیّر رخشاں ہیں جنھوں نے علمی خدمات کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیا ہے اور دماغی محنت کے نتائج سے ملک قوم اور زبان پر احسان کرتے ہیں۔ اس مجموعۂ اشعار کو ایک جگہ جمع کرکے حقیقت میں انھوں نے بڑا کام کیا ہے۔ یعنی ایک طرف تو پڑھے لکھے لوگوں کے مطالعہ کا سامان مہیا کیا ہے دوسری طرف شعرائے اُردو کی قدر افزائی کی ہے کہ ان کے اشعار انتخاب کرکے ملک میں ایک جدید حیثیت سے پیش کیا ہے تیسری طرف انھوں نے یہ بڑا احسان کیا کہ اس عام اعتراض کو اٹھا دیا کہ ہمارے ملک کے شعراء کا کلام قابل مطالعہ نہیں۔ اس میں سوا معمولی باتوں عشق ومحبت کی حکایتوں کے کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن اب اس ضخیم مجموعہ کو دیکھ کر کون ہمارے شعراء کو ایسا الزام دیسکتا ہے اور کس کی مجال ہے کہ ان کی نغمہ سنجیوں پر حرف لائے۔

راجہ صاحب ممدوح نے اس مجموعہ کی تالیف سے ہمارے خیال میں ایک نفیس کتاب کا اضافہ کیا ہے جو بہت جلد پبلک سے قبولیت عامہ کی سند حاصل کریگی۔ اس کی خوبیوں اور فائدوں کا ذکر اس مقام پر بے کار ہے۔ بہتر ہے کہ لوگ دیباچہ کے صفحات میں خود مؤلف کی زبان سے سنیں اور ان کی محنت وجستجو کی داد دیں۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ایک معقول مدت اس کتاب کی ترتیب میں صرف ہوئی ہے۔ اس میں شک ہی کیا ہے۔ ایسے ضخیم مجموعہ کی تالیف کچھ ایک دو دن کا کام نہیں ہے۔ اور پھر اشعار کا انتخاب جس نہج پر کیا گیا ہے وہ مؤلف کے مذاق سلیم پر ایک عمدہ روشنی ڈالتا ہے۔ فقط ۲۶ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

جلیل حسن جلیل

تقریظ

مولانا مولوی سید علی حیدر (المخاطب بہ نواب حیدر یار جنگ) نظم طباطبائی لکھنوی
عربی پروفیسر نظام کالج سرکار عالی

کتاب **نغمۂ عادل** راجہ راجیسور راؤ بہادر اصغر دکن کے ایک امیرذی توقیر کی تالیف ہے شعرائے غزل گو کے کلام سے اخلاقی اشعار ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کیے ہیں۔ اور غزل اصناف نظم میں سے ایک ایسی صنف ہے جسے مکالے نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ "غزل کا جزء اعظم یہ ہے کہ شاعر آنکھ بند کرکے اپنے جوش طبع کو ظاہر کردے"۔ اردو کہنے والے شعرا بھی ایسا ہی کیا کرتے ہیں لیکن زیادہ تر جوش طبع ان کو کسی منظر حسن یا معشوق حسین ہی کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اور جدھر یہ جوش طبع ان شعرا کو لے جاتا ادھر یہ بے تامل چلے جاتے ہیں۔ حاصل یہ کہ اردو کی غزلوں میں حسن و عشق، بہار خزاں اور شراب و کباب کا ذکر اکثر ہوتا ہے۔ یہ صنف نظم اخلاقی مضامین کیلیے نہیں وضع ہوئی ہے ہاں کبھی زمین غزل یعنی اس کا قافیہ اور ردیف ایسی ہوتی ہے کہ اس میں اتفاق سے ایک آدھ شعر اخلاقی بھی نکل آتا ہے۔ یہ حال تو غزل کا ہے اس میں سے اس قدر کثرت سے اخلاقی شعر نکالنا راجہ صاحب ہی کا کام تھا۔ غرض کہ یہ کتاب ان کی قابل داد و لایق صاد ہے۔ ایسی کتابوں کی ملک کو بہت ضرورت ہے۔ نثر میں اس کتاب کے اشعار کا صرف کرنا نثر کے حسن کو دوبالا کردے گا۔ اور اس کا مطالعہ شعرا کو شعر کے مختلف میدان دکھائیگا اردو کی نظم ہو کہ نثر دونوں کو اس کتاب سے فائدہ پہنچے گا۔ اور کچھ عجب نہیں کہ اردو کی شاعری پر جو ایک بڑا الزام ہے کہ غزل کے سوا اور کسی صنف شعر کی طرف یہ لوگ توجہ نہیں کرتے۔ اس کتاب کا مطالعہ اس الزام کو دفع کردے۔ اور ہر ہر باب میں مضامین کا ذخیرہ دیکھ کر محض ایک ہی باب میں کبھی کبھی طبع آزمائی کرنے کا ذوق اردو کہنے والوں کو پیدا ہو جائے فقط

۲۶ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

علی حیدر طباطبائی لکھنوی

تقریظ

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم مرحوم شرر (مشہور ناولسٹ)

جملہ دولتمند اور عالی مرتبہ ہند و مصنفینِ اُردو میں راجہ راجیسور راؤ صاحب اصغر کو ایک خصوصیت حاصل ہے، جس کے اعتبار سے وہ بہت کچھ تحسین و آفریں کے مستحق ہیں۔ اردو پبلک میں وہ نئے نہیں ہیں کہ ہمیں تعارف کی ضرورت ہو کیونکہ ان کی کتب نجم اللغات، افسر اللغات، قران السعدین اور محبوب الاخلاق وغیرہ نے انہیں بہت کچھ شہرت دے رکھی ہے۔

فی الحال انھوں نے ایک نئی اور بہت بڑی ضخیم کتاب تالیف فرمائی ہے جو قابلِ قدر ہے۔ اس کی تالیف میں ان کو مدتوں دواوین اور کتب نظم اردو کی ورق گردانی کرنی پڑی ہوگی کیونکہ انھوں نے کچھ اوپر (۱۶۳) سبجکٹ جو اخلاق وجذبات، مذہب وفلسفہ، شاعری ومضمون آفرینی سے تعلق رکھتے ہیں بہ ترتیب حروف تہجی جمع کردے ہیں اور ہر ایک کے متعلق مستند شعرائے اُردو کے جتنے اشعار مل سکے ہیں ان کو اس سبجکٹ کے تحت میں جمع کر دیا ہے۔

فارسی میں اس نوعیت کی ایک کتاب بنام "گلستانِ مسرت" مرتب کی گئی تھی جس میں بہت سے شاعرانہ سبجکٹ قائم کیے گئے تھے اور ان کے تحت میں اساتذۂ نظم فارسی کے مشہور اور متداول اشعار جمع کر دیے گئے تھے۔ مگر اردو میں یہ پہلی کوشش ہے اور گلستانِ مسرت کے مقابلہ میں بہت زیادہ مستوعب اور مکمل ہے جس کا نام راجہ صاحب نے نغمۂ عنادل رکھا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ راجہ صاحب کی یہ کوشش اردو کی دنیا میں نہایت مقبول ہوگی اور جو لوگ اُردو میں رنگین عبارت لکھنے کا شوق رکھتے ہونگے ان کو اس وسیع ذخیرہ سے بہت مدد ملے گی۔ میں راجہ صاحب کو ان کی اس مفید اور عام پسند کوشش پر مبارکباد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ بہت جلد اسے چھپوا کے شائع کرینگے فقط

محمد عبدالحلیم شرر اڈیٹر دلگداز

۳۰ خورداد ۱۳۱۵ف

ایں چمن در منظر شوق و وداد ہر دلی کہ چیست

یک شمن گل یک گلستان نا یک گنجینہ

نغمۂ عنادل

یعنی

چار سو سے زائد متقدمین و متاخرین شعرائے اُردو کے کلیات و دواوین کے ادبی۔ علمی۔ تمدنی۔ اخلاقی۔ رُوحانی۔ ملکی۔ قومی اور نیچرل اشعار کا بیش بہا اور نادر ذخیرہ اور اُن کے کلام کے انتخاب کا بینظیر اور کارآمد گنجینہ

(جسمیں)

تقریباً پچیس ہزار دلچسپ اور منتخب اشعار نہایت خوبی اور طرز جدید کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔

(جسکو)

راجہ راجیسور راؤ اصغر خلفِ اکبر راجہ وماپت راؤ مہابلونت بہادر (ورما) والی سمستان و مکنڈہ

(مؤلف و مترجم)

محبوب الاخلاق۔ حدیقۃ الاخلاق۔ گلبن دانش۔ گلزار دانش۔ ریاض دانش۔ کشف الاسرار۔ ہدیۃ الملوک۔ مفتاح العارفین۔ تاریخ ہند تاریخ جہانگیری۔ طبقات اکبری (اردو) معالجات الکلب۔ تشریح الفرس۔ انتخاب بہار دانش۔ انتخاب نوراسپیلی۔ کارنامہ (ترجمہ جنگنامہ) نجم اللغات۔ مفتاح اللغات۔ افسر اللغات۔ گنجینۂ لغات۔ مجمع الالفاظ۔ فرہنگ فارسی جدید۔ فرہنگ عربی جدید۔ فرہنگ الفاظ ہندی تصحیح الاغلاط۔ مصطلحات علمیہ انگریزی و اُردو۔ قران السعدین۔ مجمع البحرین۔ گنجینۂ امثال مجموعہ ضرب الامثال (در چہار زبان) گلدستہ مصوری۔ رامائن (اردو) رامائن (فارسی)۔ ادھیاتمہ رامائن (اُردو) مہابھارت (اردو) فسانۂ زہرہ (فارسی) فرحتکدۂ آفاق۔ الخط العثمانی۔ کشکول اصغر۔ قاموس الہند۔ وغیرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے مدوّن فرمایا

مرتبۂ ۱۳۲۷ھ مطبوعہ ۱۳۵۴ھ

مطبع نظام دکن واقع سلطان بازار حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جدھر میں دیکھتا ہوں اسطرف اے جانِ جاں تو ہے
حریمِ دل میں ساکن ہے مکینِ لامکاں تو ہے
برہمن دیر کو جائے نہ جائے شیخ کعبے کو

عیاں اُن پر جو ہو جائے کہ ہر دل میں نہاں تو ہے
حجر میں ہو شجر میں ہو ترا جلوہ نمایاں ہے
شمیمِ گل تو ہی ہے اور رنگِ بوستاں تو ہے

تجھے پہچانتا ہوں خوب تجھکو جانتا ہوں میں
ہوا کیا سات پردوں میں جو آنکھوں کے نہاں تو ہے
دلوں میں تیری الفت ہے سروں میں تیرا سودا ہے

نگاہوں میں ترا جلوہ ہے سینوں میں نہاں تو ہے
تجھی پر لوگ مرتے ہیں تجھی پر جان دیتے ہیں
تو ہی محبوبِ عالم کا ہے مطلوبِ جہاں تو ہے

نہ کیوں مستیوں کا دور دورہ ہو زمانے میں
مُریدِ باصفا ہے اک جہاں پیرِ مغاں تو ہے
تری الفت مے ناب اور مستی بے خودی میری

ہا نوش ایک میں بھی ہوں اگر پیرِ مغاں تو ہے
غلط ہے ماومن کہنا تشخص سب باطل ہے
فقط پردہ پڑا ہے اور پردے میں نہاں تو ہے

رہے اوجِ تصور صوفیوں نے خاکساری میں
نکالا ڈھونڈ کر آخر تجھے دیکھا جہاں تو ہے
کہاں تک کر سکے اضعر بیاں نیرنگیاں تیری

عیاں تو ہی نہاں تو ہی نہاں تو ہی عیاں تو ہے

ناظرین ! فی زمانہ قومی و ملکی ہمدردی کا احساس ترقی پذیر ہے ۔ ہر شخص اپنی حیثیت و حوصلہ کے موافق کسی نہ کسی طریقہ سے کوئی نہ کوئی خدمات انجام دے رہا ہے ۔ راقم آثم کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ جو کوئی کام کیا جائے خواہ وہ تصنیف و تالیف ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو مفیدِ ملک ہو چنانچہ میں نے اُردو لٹریچر کی ترقی کو اپنا خاص مقصد قرار دے رکھا ہے کیونکہ اگر کسی قوم کے اخلاق و عادات تہذیب و تمدن اور خیالات و جذبات کی حقیقت معلوم کرنی چاہیں تو اس کے لیے بجز لٹریچر کے اور کوئی معیار نہیں ہو سکتا اور نہ اس کی زندگی کی حقیقت کسی طرح معلوم ہو سکتی ہے ۔

اس کا اندازہ کرنا تو بہت مشکل ہے کہ اپنے اپنے خیال کے مطابق ہر شخص کس قدر کامیاب ہوا ہے ۔

یہ ملک کے ارباب بصیرت ہی کا کام ہے کہ وہ تنقیدی نظر مصنفین و مؤلفین کے کتب پڑھ لیں اور کامیابی اور ناکامی کا تصفیہ کریں ؎

گل سے بلبل کی خوش بیانی پوچھو ذی فہم سے لطف نکتہ دانی پوچھو

قبل ازیں کہ میں اصل مطلب کی جانب رجوع ہوں آپ سے خواستگار معافی ہو کر کچھ عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس وقت میری عمر کوئی پندرہ سال کی ہوگی فارسی و اردو کی متداولہ کتابیں پڑھتا تھا اثنائے درس میں جب کبھی کوئی شعر اخلاقی آجاتا تو اس کا دل پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا تھا اور میں اس کو بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ بلکہ جداگانہ کتاب میں ان اشعار کو ایک جگہ لکھ لیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مدت میں جا کر ایک خاص بیاض تیار ہوگئی۔ مگر اس میں جب دیکھا تو یہ نقص پایا کہ نہ تو یہ بیاض ادب کے کل اخلاقی اشعار پر حاوی تھی اور نہ مضامین اشعار کے عنوان قائم کیے گئے تھے حتی کہ شعراء کا تخلص بھی درج نہ ہو سکا تھا۔ اس کمی کی تکمیل اور کتاب کو بڑے پیمانہ پر تیار کرنے کی خواہش نے مجھے از سر نو اس پر مجبور کیا کہ زمانۂ موجودہ کے رنگ اور ڈھنگ کے موافق زبان اردو کے قدیم و جدید مشہور و ممتاز اساتذہ کے کلام کا وہ حصہ جو ادبی اور اخلاقی حیثیت سے ہمارے بہت کام کا حصہ ہے ایک جگہ جمع کر کے ملک کے سامنے پیش کروں۔ اور ساتھ ہی اس کے اس بات کو بھی خوب جانتا تھا کہ اس قسم کا مہتم بالشان کام کرنے کے لیے ایک بڑے دماغ طبع نقاد اور ذہن وقاد کی ضرورت ہے تاہم اس کی تکمیل کے شوق کا جن میرے سر سے نہ اترنا تھا نہ اترا اور اس کی اشاعت کی دھن عاشقانہ دھن بنکر میرے دل و دماغ کو ابھارے رہی پس مجبوراً عزم بالجزم کر کے دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے اس کام کو شروع کیا اس اثناء میں حضرت حافظ شیرازیؒ کے اس شعر کو ہر وقت اپنا رہبر بنا رکھا۔ ؎

در بیاباں گر بشوق کعبہ خواہی زد قدم سرزنش ہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

پس شعراء ماضی و حال کے کلیات و دواوین کی فراہمی اور غور و تعمق کے ساتھ مطالعہ کرنے پر آمادہ ہوا اشعار کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلیات و دواوین جو ہم پہنچ سکے ہر ایک کو بالاستیعاب پڑھا اور خذ ما صفا دع ما کدر کے اصول پر وہ کل اشعار جو ادب اخلاق اور پند و نصیحت اور خطابت وغیرہ کے متعلق تھے نہایت تہذیب کے ساتھ انتخاب کیا۔

غرض یہ کتاب (مجموعہ اشعار) جو ناظرین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے [illegible] مزید کی دلچسپی کا نتیجہ اور جان توڑ کوششوں کا بہترین ثمرہ ہے جس کا اظہار میں ابھی کر چکا ہوں ؎

مائدۂ تازہ بروں آمدہ چاشنیے گیر کہ [illegible] آمدہ

اس عرصہ میں میری چند دیگر متفرق چھوٹی اور بڑی کتابیں اور رسالے از قبیل کتب اخلاقی، ادبی، وعلمی شائع ہوتے رہے۔ مگر پھر بھی میرا یہ کام کچھ نہ کچھ خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم سے برابر ہوتا ہی رہا بلاشک یہ بات میرے لیے کچھ کم باعث مسرت نہیں ہوسکتی کہ اُن کتابوں کو پبلک نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ بعض تو اس قسم کی ثابت ہوئیں کہ متعدد بار چھپنے پر بھی ضرورت پھر اشاعت کی پائی گئی جس کی نسبت میں تہ دل سے پبلک کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اگرچہ بادی النظر میں یہ خدمت کچھ ایسی اہم نہ سمجھی جائے۔ لیکن ذرا ناظرین کو اس خیال کے قایم کرتے وقت زمانۂ موجودہ کے اس رنگ کو بھی بغور ملاحظہ کرلینا چاہیئے جو پبلک اور خصوصاً تعلیم یافتہ جماعت کے دماغوں پر چڑھا ہوا ہے۔ یعنی عموماً ایشیائی شاعری اور خصوصاً ہمارے ملک کے شعرائے سلف کے دواوین وکلیات جو عمر بھر کے نتیجے ہیں اور جن کو بلحاظ اثر ونتیجہ کے ہم لٹریچر کی رُوح رواں کہہ سکتے ہیں نظرانداز کردیے جائیں۔

میں نے اس جدید رجحان کو نہایت مہذب الفاظ میں بیان کیا ہے تاہم میں یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ یہ خیال سراسر لغو ہے۔ البتہ اس کا وہ حصہ جہاں تک کہ مبتذل شاعری سے متعلق ہے ضرور نظرانداز کردینے کے قابل ہے لیکن اس حکم کو عام کردینے کی گنجائش مطلق نہیں پائی جاتی۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے بھی مذکورۂ بالا جدید خیال کو ہم مان لیں تو اس ایک بڑی نعمت سے محروم ہوئے جاتے ہیں جو شعرائے سلف نے دماغی اور روحانی مسرت کے لیے دسترخوان انواع نعمتوں سے تیار کر رکھا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شعرائے سلف کے کلام کو بہ حیثیت مجموعی قبولیت عام کی سند مل چکی ہے لیکن میں خاص طور سے باذوق طبیعتوں اور انشاپردازوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ان کے کلام میں نہ صرف گل وبلبل کے قصے، زلف خال کی داستانیں، وصل وعشق کے مشغلے، ہجر ووصل کے ولولے، جوانی کی گرم جوشیاں، شباب کے رنگیں جنوں، حسن کی سرد مہریاں، شام عیش کے مزے، اور صبح حرمان کی اداسی، اور مایوسی وغیرہ کی چاشنی ہی موجود ہے بلکہ اخلاق کے وہ عمدہ عمدہ مقولے اور ضرب الامثال درج کیے ہیں اور انسانی خیالات ورجحانات اور زمانہ کی نیرنگیوں کی وہ بے مثل تشریح کرچکے ہیں کہ انہیں کا حصہ تھا۔

حاصل کلام ہر زبان کے شعراء علمی دُنیا میں مقدمۃ الجیش سمجھے جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بہ نسبت نثر کے نظم زیادہ موثر اور دل گداز ہوتی ہے اور اس نظمی حصہ سے لذت حاصل کرنے والے طبایع کے لیے شاعر کا کلام خوان نعمت سے کم نہیں ہے جن مختلف ذائقوں کے دلکش طعام اس خوان یغما پر چنے ہوئے ملیں گے کسی شاہی دسترخوان پر بھی نظر نہ آئیں گے۔ کیونکہ یہ لطیف غذائیں صرف زبان کے حدود میں نہیں مگر شاعری غذائے روحانی ہے، جو انسان کے باطنی احساسات کو بیدار اور روح کو لذت وسرور بخشتی ہے۔ مصداق اس کے اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْراً۔

پس یا یک طرح میں نے ان کے اخلاقی اور روحانی وفلسفیانہ اشعار کے انتخاب کا مقصد نوعیہ قایم کیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے درحقیقت لوگ ایک بہترین معلمِ اخلاق اور شیریں ترین کلام ناصح کو اپنا ہم جلیس بنا سکیں گے اور یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے کہ واعظوں، اسپیکروں، انشاپردازوں، مضمون نگاروں، ایڈیٹروں وغیرہ کے لیے یہ کس قدر بیش بہا وبکار آمد ذخیرہ ہے وہ اپنے حسب مذاق وضرورت عمدہ سے عمدہ اخلاق کے اشعار مؤثر اور دردانگیز انتخاب کر سکتے ہیں۔ غرض جو شخص اسکا مطالعہ کریگا، اس کی طبیعت نہ صرف عمدہ پیرایۂ بیان ہی سے دوچار ہوگی بلکہ بہ نسبت خشک اور تلخ کلام کے وہ اس سے اثر بھی زیادہ قبول کر سکیگی ؎

خوشبو ہر ایک رنگ کی عطرِ سخن میں ہے
ہر پھول کی بہار ہمارے چمن میں ہے

اب میں ناظرین کو اس ذخیرہ کی طرز ترتیب کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس مجموعۂ انتخاب میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ متقدمین ہوں، یا متاخرین، طرز قدیم کے دلدادہ ہوں یا طرز جدید کے دلدادہ، خواہ وہ لکھنوی ہوں، یا دہلوی، خواہ کسی اور شہر کے متوطن ہوں، جس کا اخلاقی کلام مجھے ملا اور اچھا معلوم ہوا اُسے جانے نہیں دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں نے استخراج یا تخریج اور ادنیٰ واعلیٰ سے مطلق واسطہ نہیں رکھا اور تختۂ منسلکہ سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ کس قدر شعرا، کا کلام بالاستیعاب دیکھا گیا ہے جو ردیف وار تحریر ہے ؎

وہ گلچیں ہیں کہ ہم باغ سخن سے پھول چن چن کر
بنایا کرتے ہیں گلدستہ گلرویوں کی محفل کا

میر سے لیکر آخر تک جس قدر کلام مل سکا ہے ہر ایک کا انتخاب ایک اصول کے مطابق بہتر سے بہتر طریقہ پر کیا گیا ہے۔ اور جہاں تک کلام پر نظر ڈالی جاتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شعرائے اردو نے ابتدا ہی سے یہ مدنظر رکھ لیا تھا کہ اپنی شاعری کو ایک گلدستہ مختلف گلہائے مضامین کا بنائیں۔ اگرچہ انہوں نے زیادہ تر غزلوں ہی پر جودت طبع دکھلائی ہے مگر درحقیقت ہم مضامین کو دیکھتے ہوئے غزل کو اس کے تنگ صنف کلام پر محمول نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم بلحاظ مضمون اس کو خوش خیالی کا ایک وسیع زینہ پاتے ہیں۔

غالباً یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ برائے نام چند خاص خاص رنگ کے پھول چنے اور اُن کے گلدستے بنا لیے ہیں مگر جبھی چمنستان سخن کے صدہا خوشنما پھول یا تو گلچیں کی کم توجہی یا تغافل کی بدولت اپنی اپنی شاخوں پر پژمردہ ہو کر رہ گئے۔

اور جبکہ ناظرین کے سامنے ایک مکمل مجموعہ پیش کیا جاتا ہے تو اب اس کی ضرورت نہیں پائی جاتی کہ میں خود اس کتاب کے نقطۂ خیال سے شعرائے ماضی و حال کا مرتبہ قایم کروں یا ایک کا دوسرے سے مقابلہ کروں یا ایک کو دوسرے پر فوقیت دوں۔ ناظرین کلام کو دیکھکر خود اس کا مجھ سے بہتر اندازہ کر سکتے ہیں۔

البتہ ایک بات میں عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ابتدائی زمانہ کی شاعری میں اخلاقی ادبی اور پُراز نصیحت اشعار نہایت کثرت سے پائے جاتے ہیں زمانۂ وسطی کی شاعری میں نسبتاً یہ رجحان کم پایا جاتا ہے لیکن جو کچھ موجود ہے وہ بہتر سے بہتر ہے اس لیے کہ اس زمانہ میں اردو بھی نہایت صاف ہوگئی تھی اور ترکیب و بندش عروج پر تھی اور آخری دور کے شعرا تو زمانۂ وسطی کے شعرا کے مقابلہ میں زیادہ وقیع و ممتاز نظر آتے ہیں۔ یہ بات کم تعجب خیز نہیں ہے کہ جدید شعرا کے کلام میں جو رنگ قدیم کے دلدادہ ہیں، بہت ہی کم یہ حصہ پایا جاتا ہے مگر پھر بھی اخلاقی نیچرل اشعار اپنے اپنے مختلف رنگوں کے امتیاز سے قابل قدر ہیں۔

جن شعرا کا کلام ماہوار شعر و سخن کے رسالوں یا دیگر کتب سے انتخاب کیا گیا ہے۔ ان میں اکثر و بیشتر شعرا کا نام، بجز تخلص کے، معلوم نہ ہوا اور بعض دواوین غیر مطبوعہ نیز مطبوعہ ایسے دستیاب ہوئے کہ ان میں بھی شاعر کا نام نہ پایا گیا۔ اس لیے فہرست میں صرف تخلص ہی لکھدیا گیا۔ ؎

دل جس کا چاہے سیر کرے آ کے دو گھڑی
دروازے سب کھلے ہوئے بیت سخن کے ہیں

ناظرین کی زیادہ سمع خراشی مجھے پسند نہیں ہے۔ اس لیئے اب اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں ساتھ ہی اپنی اس محنت کا ذکر کرنا بھی بالکل بیکار سمجھتا ہوں جو ایک معقول مدت تک کلام کے انتخاب اور جمع و مرتب کرنے میں صرف ہوئی خصوصاً جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ دنیا کے کسی کام کا نتیجہ بغیر محنت و مشقت کے ہو ہی نہیں سکتا تو اس امر کے اظہار کے لیے طول کلامی کرنا بالکل بے سود بلکہ فضول ہے ؎

تا شانہ صفت سر نہ نہی در رہ ازہ — ہرگز بہ سر زلف نگارے نہ رسی
تا خاک ترا کوزہ نسازند کلالاں — ہرگز بہ لب لعل نگارے نہ رسی
تا پیچو حنا سودہ نہ گردی تہ سنگ — ہرگز بہ کف پائے نگارے نہ رسی

البتہ جو کلام دستیاب ہی نہ ہو سکا اس کے لیے تو بندہ ہر طرح معذور ہے۔ یہ بھی قصد ہے کہ اگر دوسرے ایڈیشن کی نوبت آجائے (خدا وہ دن دکھلائے) تو اس میں مناسب اضافہ بشرط غلبۂ شوق ناظرین کر دیا جائیگا۔ اور باقی شعرا کا

جس قدر کلام آئندہ میسر ہوگا (جس کی تلاش جاری ہے) اس سے بھی اس مجموعہ کو زینت دینے میں ہرگز دریغ نہ کیا جائے گا۔

بارے خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج مجھے یہ دن نصیب ہوا کہ ناظرین باتمکین کے حضور میں ایک دلکش گلدستہ جو چمن چمن کے پھول، باغ باغ کی پتیوں، اور ڈال ڈال کی کلیوں سے چن چن کر تیار کیا گیا ہے، پیش کروں۔ اگر ناظرین اس گلدستہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کے اشعار پُر بہار کو اپنے دل ودماغ میں جگہ دیں تو میں سمجھوں گا کہ میری اس قدر عرصہ کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔

مخفی نہ رہے کہ اس گنجینۂ دانش وبینش کی ترتیب کی نسبت یہ بہترین طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ بلحاظ مضمون شعران کے عنوان قائم کیے گئے اور وہ کل عنوان بطریق حروف تہجی لکھے گئے ہیں۔ اور ابتدا میں ایک مکمل فہرست عنوان شعر مع صفحہ کتاب دی گئی ہے تاکہ ناظرین کو تلاش عنوان شعر میں دقت واقع نہ ہو۔ اسی اصول کو مدنظر رکھکر کتاب مکمل کردی گئی۔

یہ مجھے معلوم ہے کہ یہ سارا مرقع تو کس کو پسند آئیگا۔ اگر ایک آدھ تصویر بھی دلِ دانا کو عبرت انگیز اور چشم بینا کو حیرت خیز معلوم ہو تو میرا دل بڑھانے کے لیے کافی ہے۔ جس طرح ہر گل کے ساتھ خار لازم ہے اسی طرح اس گلدستہ میں کچھ فروگذاشتیں ہوگئی ہوں تو ناظرین کی ذات ستودہ صفات سے امید ہے کہ مجھے جملہ لغزشوں اور کوتاہیوں سے آگاہ فرمائینگے تاکہ طبع ثانی کے وقت یہ مجموعہ نقائص سے پاک ہوکر حسب دلخواہ نکل سکے ؎

ہماری سینہ فگاری کوئی تو دیکھے گا ∴ نہ دیکھے اب تو نہ دیکھے کبھی تو دیکھے گا

آخر میں ایک امر قابلِ گزارش یہ ہے کہ فارسی اشعار کا بھی ایک معقول ذخیرہ اسی ترتیب کا جمع کرلیا گیا ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو وہ بھی آئندہ ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا ؎

پھرتا ہوں پھول پھول کو گلشن میں سونگھتا
یارب! گل مراد مرا کس چمن میں ہے

راقم خادم الملک

راجیسور راؤ اصغر

(اماباغ) حیدرآباد دکن۔ سنہ ۱۳۲۰ ہجری

اعلان

کشکول

(یعنی)

بیاضِ اصغر

(جسمیں)

اردو اور فارسی کے مفید اور نصیحت خیز مصاریع۔ ابیات و افراد۔ قطعات و رباعیات ردیف وار درج ہیں۔ جو روز مرہ (بول چال) اور علم ادب میں بکار آمد ہوتے ہیں

(منتخبہ)

راجہ راجیسور راؤ اصغر خلف راجہ اماپت راؤ مہابلونت بہادر (ورما)

والی سمستان دوملکنڈہ۔ مؤلف و مترجم کتب متعددہ

سنہ ۱۳۵۳ھ

قیمت ..... (عہ)

ملنے کا پتہ۔ راست مؤلف سے یا غلام دستگیر صاحب تاجر کتب و مکتبۂ ابراہیمیہ دکن بک اسٹیشنری مصطفےٰ بازار (عابد روڈ) و علیم الدین صاحب تاجر کتب (اسٹیشن روڈ)

فہرست عنوان مضامین اشعار مستفیدہ متقدمین و متاخرین وغیرہ اردو زبان متعلقہ کتاب ہذا

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱	دیباچہ	۱۹
۲	حمد باری[1]	۱
	الف	
۳	آبرو	۲۶
۴	اتفاق	۲۷
۵	احسان	۲۸
۶	اخفائے راز	۳۱
۷	ادنیٰ و اعلیٰ	۳۲
۸	آرزو	۳۴
۹	آزادی	۳۵
۱۰	استغناء	۳۸
۱۱	استقلال	۴۰
۱۲	استعداد	۴۱
۱۳	اطاعت	۴۱
۱۴	اعتماد	۴۲
۱۵	افسردہ دلی	۴۲
۱۶	امید	۴۶
۱۷	انسان	۴۷
۱۸	انصاف	۵۵

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱۹	انجام	۵۶
۲۰	انقلاب	۶۴
۲۱	انتقام	۷۵
۲۲	اولاد	۷۵
	ب	
۲۳	بخل	۷۶
۲۴	بدخلقی	۸۰
۲۵	بدقسمتی	۸۱
۲۶	بقائے نام	۹۲
۲۷	بے تمیزی	۹۴
۲۸	بے خودی	۹۴
۲۹	بے قدری	۹۵
۳۰	بیکسی	۹۷
۳۱	بے دردی	۱۰۰
۳۲	بے ثباتیٔ دنیا[2]	۱۰۰
۳۳	بے وفائی	۱۰۶
	پ	
۳۴	پاکدامنی	۱۰۶
۳۵	پریشانی	۱۰۷
۳۶	پشیمانی	۱۰۷

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۳۷	پند و نصیحت	۱۱۰
۳۸	پیری	۱۱۳
	ت	
۳۹	تجربہ	۱۲۲
۴۰	تجسس مقصود	〃
۴۱	ترکِ دنیا	〃
۴۲	ترکِ وطن	۱۲۶
۴۳	تربیت	۱۲۸
۴۴	ترقی و تنزل	〃
۴۵	تعلیم	۱۳۰
۴۶	تعمیر	〃
۴۷	تقلید	۱۳۱
۴۸	تندرستی	〃
۴۹	توکل و قناعت	۱۳۳
۵۰	تواضع	۱۴۲
۵۱	تہذیب	۱۴۳
	ج	
۵۲	جستجو	۱۴۴
۵۳	جوانی	〃

[1] یہ عنوان بموجب ردیف حاے حطی میں درج ہونا تھا مگر تبرکاً و تیمناً اول قائم کیا گیا۔ [2] نیز ملاحظہ ہو عنوان "دنیائے فانی"۔

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۴	جہالت	۱۴۹
	چ	
۵۵	چشم بینا	۱۵۱
	ح	
۵۶	حاجتمندی	۱۵۳
۵۷	حب دنیا	۱۵۴
۵۸	حب وطن	۱۵۵
۵۹	حرص	۱۵۸
۶۰	حسد	۱۶۶
۶۱	حسرت	۱۶۸
	خ	
۶۲	خاکساری	۱۶۹
۶۳	خاموشی	۱۷۸
۶۴	خُلق	۱۸۰
۶۵	خوشی وغم	۱۸۳
۶۶	خود غرضی	۱۸۷
۶۷	خوشامد	۱۸۸
۶۸	خوش مزاجی	۱۸۹
۶۹	خوف خدا	〃
	د	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۷۰	دروغگوئی	۱۹۰
۷۱	دشمنی	〃
۷۲	دل	۱۹۱
۷۳	دنیا	۱۹۸
۷۴	دنیائے[1] فانی	۲۲۳
۷۵	دور اندیشی	۲۴۰
۷۶	دوست	۲۴۲
۷۷	دوستی	۲۴۵
۷۸	دورنگیٔ[2] زمانہ	۲۴۹
۷۹	دولت	۲۵۳
	ر	
۸۰	راستی	۲۶۳
۸۱	راضی برضا	۲۶۶
۸۲	رزق	۲۶۹
۸۳	رنج وغم	۲۷۴
۸۴	ریاکاری	۲۷۹
	ز	۲۸۱
۸۵	زبان	
۸۶	زندگی	۲۸۲
	س	
۸۷	سخت بات	۲۹۱
۸۸	سخاوت	۲۹۲
۸۹	سرکشی	۲۹۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۹۰	سعی	۲۹۸
۹۱	سوال	۲۹۹
	ش	
۹۲	شاعری	۳۰۱
۹۳	شجاعت	۳۰۳
۹۴	شرم	〃
۹۵	شراب	〃
۹۶	شکر	۳۰۴
۹۷	شکایت[3] زمانہ	۳۰۶
	ص	
۹۸	صبر	۳۱۱
۹۹	صحبت	۳۱۳
۱۰۰	صفائے باطن	۳۱۸
۱۰۱	صلح کل	۳۲۴
	ض	
۱۰۲	ضبط وتحمل	۳۲۶
۱۰۳	ضعف	۳۲۷
	ط	
۱۰۴	طمع	۳۲۷
	ظ	
۱۰۵	ظاہر و باطن	۳۲۹
۱۰۶	ظلم	۳۳۰
	ع	

[1] نیز ملاحظہ ہو "بے ثباتیٔ دنیا" ۱۲۔ [2] نیز ملاحظہ ہو "شکایت زمانہ" ۱۲۔ [3] نیز ملاحظہ ہو "دورنگیٔ زمانہ" ۱۲

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۰۷	عاجزی	۳۳۳
۱۰۸	عبادت	۳۳۵
۱۰۹	عبرت	۳۳۷
۱۱۰	عدم	۳۵۰
۱۱۱	علم	۳۵۴
۱۱۲	عمر ناپایدار	۳۵۹
۱۱۳	عید	۳۶۶
۱۱۴	عیش	۳۷۱
۱۱۵	عیب وہنر	۳۷۳
	غ	
۱۱۶	غرور	۳۷۶
۱۱۷	غربت	۳۸۳
۱۱۸	غصہ	۳۸۷
۱۱۹	غفلت	۳۸۷
۱۲۰	غور وفکر	۴۰۰
	ف	
۱۲۱	فراق	۴۰۱
۱۲۲	فضل خدا	۴۰۲
۱۲۳	فعل بد	۴۰۹
۱۲۴	فقر	۴۱۰
۱۲۵	فکر عقبیٰ	۴۲۶
۱۲۶	فلک کجرفتار	۴۲۸
۱۲۷	فنا	۴۳۶
	ق	
۱۲۸	قدرت خدا	۴۴۲
۱۲۹	قدردانی	۴۴۶
۱۳۰	قسمت	۴۴۷
	ک	
۱۳۱	کدورت	۴۵۵
۱۳۲	کمظرفی	۴۵۷
۱۳۳	کمال	۴۵۸
	گ	
۱۳۴	گناہ	۴۵۹
۱۳۵	گوشہ نشینی	۴۶۳
۱۳۶	گورغریباں	۴۶۶
	ل	
۱۳۷	لڑکپن	۴۶۷
	م	
۱۳۸	محنت	۴۶۸
۱۳۹	مساوات	۴۷۰
۱۴۰	مصائب	۴۷۰
۱۴۱	مصیبت میں کوئی بھی ساتھی نہیں	۴۷۸
۱۴۲	مصیبت کے بعد راحت	۴۸۱
۱۴۳	معرفت	۴۸۱
۱۴۴	مفلسی	۵۲۳
۱۴۵	مکاری	۵۲۵
۱۴۶	ملاقات	۵۲۶
۱۴۷	موذی	۵۲۷
۱۴۸	موت	۵۲۸
	ن	
۱۴۹	ناموری	۵۴۶
۱۵۰	ناامیدی	۵۴۸
۱۵۱	نااتفاقی	۵۴۹
۱۵۲	نفس امارہ	〃
۱۵۳	نفاق	۵۵۳
۱۵۴	نقل واصل	۵۵۴
۱۵۵	نیکی	〃
	و	
۱۵۶	وضعداری	۵۵۸
۱۵۷	وفا	〃
۱۵۸	وقت	۵۵۹
	ہ	
۱۵۹	ہرکمالے راز والے	۵۶۱
۱۶۰	ہمدردی	۵۶۲
۱۶۱	ہمت	۵۶۴
۱۶۲	ہوس	۵۶۷
	ی	
۱۶۳	یاد خدا	۵۷۰
۱۶۴	یاد رفتگاں	۵۷۴

تمت

فہرست اسمائے گرامی شعرائے باکمال و سخنوران ماضی و حال جن کے کلام سے یہ کتاب مرتب ہوئی ہے

نمبر شمار	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	آصف	اعلیحضرت نواب میر محبوب علیخان بہادر	ہز ہائنس نواب افضل الدولہ بہادر	حیدرآباد دکن	داغ دہلوی	اعلیٰ حضرت مظفر الممالک فتح جنگ ہز ہائنس نواب میر محبوب علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ سلطان دکن غفران مکاں طاب ثراہ۔
۲	آبرو	منشی گوہر علیخان صاحب	..	ڈھاکہ	ثاقب بدایونی	
۳	آتش	خواجہ حیدر علی مرحوم	خواجہ علی بخش	لکھنو	مصحفی	
۴	آثم	چودھری محمد ابراہیم صاحب	..	..	ثاقب	
۵	آرام	حکیم امیر الدین صاحب	..	سورت	..	
۶	آزاد	مولوی محمد حسین صاحب	مولوی باقر علی مرحوم	دہلی	ذوق	مخاطب بہ شمس العلماء مصنف آب حیات وغیرہ
۷	احسن	سید حسین صاحب	..	..	سالک	
۸	احمد	منشی امجد علی صاحب	..	بنارس	رحمت	
۹	احمدی	نواب غلام احمد خانصاحب مرحوم	..	کنجپورہ	..	رئیس کنجپورہ سابق ممبر کونسل ریاست گوالیار۔
۱۰	اختر	واجد علی شاہ مرحوم	امجد علی شاہ	لکھنو	برق	شاہ اودھ ۱۳۰۵ھ میں بمقام مٹیا برج فوت ہوئے
۱۱	اختر	مولوی لطیف احمد صاحب	امیر احمد صاحب مینائی	..	امیر مینائی	
۱۲	اختر	منشی رمضان علی صاحب	..	سہارنپور	ظہیر	
۱۳	اختر	منشی اختر حسین صاحب	..	بریلی	حسن	
۱۴	اختر	حکیم سید یوسف حسین صاحب	..	لکھنو	اسد	
۱۵	اختر	منشی نبی احمد صاحب	..	بریلی	ثاقب	
۱۶	اسرار	شیخ فدا علی صاحب	..	لکھنو	وزیر	
۱۷	اسمٰعیل	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب	..	میرٹھ	..	آپکی کتابیں اردو کی پہلی دوسری وغیرہ مدارس میں رائج ہیں
۱۸	امیر	نواب مظفر علی خاں مرحوم	سید مدد علی	لکھنو	مصحفی	المخاطب بہ مظفر الدولہ ۱۲۹۹ھ میں بعمر (۸۴) سال فوت ہوئے ۱۲۔
۱۹	اشرف	..	..	..	..	
۲۰	اشک	..	..	بلند شہر	..	
۲۱	اشک	میر قطب الدین صاحب	سید علیم الدین صاحب	دہلی	داغ	
۲۲	اشہری	..	..	..	..	
۲۳	اصغر	مولوی اصغر علی صاحب	..	گوالیار	ثاقب	
۲۴	اظہر	سید احمد علی صاحب	..	کانپور	انعام	
۲۵	اعجاز	لکھوی میر کرامت اللہ حسینی صاحب	سید شاہ سعید الدین صاحب	حیدرآباد	..	فارسی میں رونق تخلص ہے ۱۲۔

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۶	افسر	حکیم محمود حسین صاحب	..	سہسوان	ثاقب	
۲۷	افسر	مولوی عبدالکبیر صاحب	..	گیا	کوثر	
۲۸	افسر	" محمد ابراہیم صاحب	..	بمبئی	منت	
۲۹	افسوس	..	..	..	..	
۳۰	افسوں	حافظ محمد یوسف صاحب	..	بنارس	فائز	
۳۱	افسوں	مرزا محمد کاظم حسین صاحب	..	مراد آباد	..	
۳۲	افضل	سید افضل علیخان صاحب	اسیر	لکھنو	اسیر	
۳۳	اکبر	..	..	دانا پور	..	
۳۴	اکبر	..	..	میرٹھ	..	
۳۵	اکبر	مولوی سید اکبر حسین صاحب	..	الہ آباد	وحید	پنشنر جج الہ آباد
۳۶	امانت	سید آغا حسن مرحوم	میر آغا رضوی	لکھنو	دلگیر	۱۲۷۵ھ میں بمقام لکھنو فوت ہوئے ۱۲
۳۷	امجد	منشی امجد علی صاحب	..	بنارس	رحمت	
۳۸	امیر	مفتی امیر احمد صاحب مینائی	مولوی کرم محمد صاحب	لکھنو	امیر	سنہ ۱۹ء میں بمقام حیدر آباد دکن بعمر ۷۴ سال فوت ہوئے
۳۹	امین	سید امین الدین حسن صاحب	..	میرٹھ	منت	
۴۰	انجم	مرزا آسمانجاہ	واجد علی شاہ	لکھنو	نظم	
۴۱	انجم	منشی شہاب الدینخان صاحب	..	کلکتہ	ثاقب	
۴۲	انشا	سید انشاء اللہ خاں مرحوم	میر انشاء اللہ خاں	دہلی	..	۱۲۳۳ھ میں بمقام لکھنو فوت ہوئے ۱۲
۴۳	انور	سید امراد مرزا صاحب	سید جلال الدین حیدر	"	ذوق و غالب	
۴۴	انور	مہابلی صاحب	..	..	..	
۴۵	انیس	میر ببر علی صاحب	حضرت خلیق	لکھنو	خلیق	۱۲۹۱ھ میں بعمر ۷۳ سال بمقام لکھنو فوت ہوئے ۱۲
۴۶	اوج	..	..	..	..	
۴۷	بارق	مرزا مظفر حسین بیگ	..	..	داغ	
۴۸	بادشاہ	قادر بادشاہ صاحب	..	مدراس	..	
۴۹	باقی	راجہ گردھاری پرشاد	راجہ نرہری پرشاد	حیدر آباد	افق	
۵۰	بختاور	بختاور سنگھ	..	جلال آباد	..	
۵۱	بحر	میر امداد علی مرحوم	شیخ امام بخش	لکھنو	ناسخ	سنہ ۱۳۰۰ھ میں بعمر ۷۵ سال بمقام رامپور فوت ہوئے ۱۲
۵۲	بدر	مولوی بدرالزماں صاحب	..	کلکتہ	..	
۵۳	برتر	" نادر علی صاحب	..	غازی پور	ظہیر	
۵۴	برق	مرزا محمد رضا مرحوم	مرزا کاظم علی	لکھنو	ناسخ	المخاطب بہ فتح الدولہ ۱۸۹۷ء میں بمقام کلکتہ فوت ہوئے
۵۵	بشیر	سید شاہ محمد صاحب	..	دیوا	..	

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	٦	۷
۵٦	بیچین	قاضی عبدالحی صاحب	..	بدایون	داغ	
۵۷	بیخود	نواب میر محمد حسین خانصاحب	..	بڑودہ	ظہیر	
۵۸	بیخود	مولوی عبدالحی صاحب	..	بدایون	داغ	
۵۹	بیدل	مولوی سید حامد حسین صاحب	..	شاہجہاں پور	ظہیر	
٦۰	بیدل	" حبیب الرحمن صاحب	..	سہارنپور	غالب	
٦۱	بیدل	" عبدالسمیع صاحب	..	میرٹھ	..	
٦۲	بیدم	میاں بیدم صاحب	..	اٹاوہ	..	
٦۳	پرتو	..	..	..	..	
٦۴	تراب	سید شاہ تراب علی صاحب	..	کاکوری	..	
٦۵	تاباں	..	..	..	..	
٦٦	تائب	حافظ نثار احمد خانصاحب	..	شاہجہانپور	غلام حسین اکبرآبادی	
٦۷	تجمل	حاجی سید تجمل حسین صاحب	..	جلال پور	تائب	
٦۸	تحقیق	حکیم محمد عبدالحق صاحب	..	حیدرآباد	..	
٦۹	ترکی	ترک علیشاہ صاحب	..	پنجاب	..	
۷۰	تسلیم	منشی امیر اللہ صاحب	مولوی عبدالصمد صاحب	لکھنو	نسیم	
۷۱	تعشق	..	..	"	..	
۷۲	تقی	..	..	..	..	
۷۳	تمنا	..	..	..	..	
۷۴	تیغ	منشی فقیر محمد صاحب	..	احمدنگر	..	
۷۵	ثاقب	مولوی نجم الدین احمد صاحب	..	بدایون	ظہیر	
۷٦	جادو	میر احتشام علیخان صاحب	..	بڑودہ	"	
۷۷	جاہ	..	..	..	..	
۷۸	جاہ	منشی سکندر جاہ صاحب	..	لکھنو	ثاقب	
۷۹	جرأت	شیخ قلندر بخش	حافظ امان	اکبرآباد	حسرت	۱۲۲۵ھ میں بمقام لکھنو فوت ہوئے۔
۸۰	جرار	..	..	..	..	
۸۱	جعفر	..	..	..	..	
۸۲	جگر	منشی افتخار علی صاحب	..	بسوان	امیر	
۸۳	جلال	میر ضامن علی صاحب	..	لکھنو	رشک	
۸۴	جلیل	حافظ جلیل حسن صاحب	حافظ عبدالکریم صاحب	مانکپور	امیر	
۸۵	جنون	..	..	..	..	

نمبر شمار	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۸۶	جنون	مولوی محمد عمر صاحب	مولوی محمود میاں صاحب	منگرول	جلال	
۸۷	جوش	..	..	..	..	
۸۸	جوش	نواب احمد حسن خانصاحب	..	..	..	
۸۹	جوہر	منشی عبداللہ خانصاحب	..	..	تیغ	
۹۰	جویا	محمد علی	نجف علی حکیم	مرادآباد	..	
۹۱	حاتم	شیخ ظہورالدین صاحب	..	دہلی	..	
۹۲	حافظ	قاضی خلیل الدین صاحب	..	پیلی بھیت	..	
۹۳	حافظ	شیخ لعل صاحب	..	احمدنگر	..	
۹۴	حافظ	حافظ نصیرالدین صاحب	..	بھوپال	ثاقب	
۹۵	حالی	مولوی الطاف حسین صاحب	..	پانی پت	غالب	المخاطب بہ شمس العلماء
۹۶	حسرت	سید فضل الحسن صاحب	..	موہان	تسلیم	اڈیٹر رسالہ اردوئے معلےٰ
۹۷	حسرت	مرزا جعفر علی	مرزا ابوالخیر	دہلی	دیوانہ وآتش	
۹۸	حسن	سید غلام حسن	میر غلام حسین ضاحک	〃	ضیا	
۹۹	حسین	محمد حسین خاں صاحب	..	لوہارو	..	شاطر بھی تخلص ہے ۱۲
۱۰۰	حفیظ	حافظ محمد علی صاحب	..	جونپور	امیر	
۱۰۱	حکیم	چھوٹے بھیا صاحب	اسیر	لکھنو	اسیر	
۱۰۲	حمید	مولوی حمیدالدین صاحب	..	بدایون	ثاقب	
۱۰۳	حیرت	محمد جان خان صاحب	..	..	..	
۱۰۴	خادم	منشی عبدالکریم صاحب	..	بمبئی	تجمل	
۱۰۵	خاطر	سید ظفر حسن	..	لکھنو	جلیل	
۱۰۶	خاکی	منشی محمد اسمٰعیل صاحب	منشی محمد خان صاحب	..	..	
۱۰۷	خاموش	..	..	حیدرآباد	..	
۱۰۸	خلیل	نواب ابراہیم علیخان صاحب	..	ٹونک	مضطر	
۱۰۹	خلیل	شیخ ابراہیم	..	لکھنو	آتش	
۱۱۰	خوشدل	..	..	..	..	
۱۱۱	خیال	مولوی ریاض حسن خاں	..	مظفرپور	جلال	
۱۱۲	داغ	نواب مرزا خانصاحب	..	دہلی	زوق	فصیح الملک۔ جہاں استاد۔ بلبل ہندوستان ناظم یار جنگ۔ استاد آصف حضور نظام۔
۱۱۳	درد	حضرت خواجہ میر صاحب	خواجہ ناصر صاحب عندلیب	〃	عندلیب	۱۱۹۹ھ میں بمقام دہلی فوت ہوئے ۱۲
۱۱۴	ذاکر	شیخ محمد برکت اللہ	..	〃	..	

نمبر شمار	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۱۵	ذائق	منشی عبدالعزیز صاحب	〃 ..	بنارس	تائب	
۱۱۶	ذائق	〃 محمد ہاشم صاحب	..	بمبئی	منت	
۱۱۷	ذوق	شیخ محمد ابراہیم صاحب	شیخ محمد رمضان	دہلی	نصیر	المخاطب خاقانی ہند ۱۲۷۱ھ میں بعمر ۶۰ سال فوت ہوئے
۱۱۸	راحت	..	..	..	..	
۱۱۹	راسخ	مولوی عبدالرحمٰن صاحب	حضرت فقیر صاحب	دہلی	فقیر	
۱۲۰	رافت	رؤف احمد خانصاحب	..	بریلی	..	آپ کا انتقال ۱۳۰۳ھ میں ہوا ۱۲
۱۲۱	راکب	منشی محمد نبیر صاحب	..	..	..	
۱۲۲	رحمت	〃 رحمت علیصاحب	..	لکھنو	ثاقب	
۱۲۳	رازق	..	..	..	..	
۱۲۴	رشک	میر اوسط علی صاحب	میر سلیمان صاحب	لکھنو	ناسخ	
۱۲۵	رضا	مولوی احمد رضا خانصاحب	..	بریلی	..	
۱۲۶	رضی	〃 رضی الدین صاحب	..	مراد آباد	..	
۱۲۷	رعنا	سید محمد ہاشم صاحب	..	دہلی	شاعر	
۱۲۸	رفعت	منشی اسمٰعیل داؤد صاحب	..	بمبئی	امیر	
۱۲۹	رمز	سید محمد صاحب	..	دہلی	ثاقب	
۱۳۰	رند	نواب سید محمد خاں مرحوم	نواب غیاث الدین محمد خاں	لکھنو	آتش	
۱۳۱	رنگین	..	..	..	..	
۱۳۲	رونق	منشی محمود میاں	..	احمد نگر	منظور	
۱۳۳	زکی	سید محمد زکریا صاحب	..	دہلی	غالب	
۱۳۴	سالک	مرزا قربان علی بیگ	..	〃	〃	
۱۳۵	سالک	سلطان محی الدین بادشاہ	..	..	..	
۱۳۶	سحر	..	..	..	..	
۱۳۷	سخن	سید محمد فخر الدین حسین	..	دہلی	غالب	سروش سخن آپ کا لکھا ہوا مشہور قصہ ہے ۱۲
۱۳۸	سراج	سراج الدین قادری	..	..	..	
۱۳۹	سرمست	شاہ عزیز الرحمٰن صاحب	..	..	..	
۱۴۰	سرور	حکیم سید سرور علی	..	..	قدر	
۱۴۱	سرور	مرزا رجب علی بیگ	مرزا اصغر علی	لکھنو	نوازش	مصنف "فسانۂ عجائب"
۱۴۲	سرور	غلام احمد خاں	..	..	..	
۱۴۳	سطوت	..	..	..	..	
۱۴۴	سعید	منشی محمد سعید صاحب	..	کیا منٹی	تجمل	

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۴۵	سعید	سید سعادت علی	..	اکبرآباد	..	
۱۴۶	سفیر	نواب میرشائق حسین خانصاحب	نواب میرزین العابدین خانصاحب	حیدرآباد	نظم	
۱۴۷	سمجھو	منشی غلام محمد صاحب	..	سورت	مومن	
۱۴۸	سودا	مرزا محمد رفیع مرحوم	مرزا محمد شفیع	دہلی	حاتم	
۱۴۹	سوز	سید محمد میر مرحوم	میر ضیاء الدین	"	..	
۱۵۰	سید	سید حسین صاحب	..	باس بریلی	..	
۱۵۱	شاد	مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر	راجہ ہری کشن	حیدرآباد	آصف	یمین السلطنۃ پیشکار و مدار المہام سابق سرکار عالی۔ آپ کے نظم و نثر میں متعدد تصنیفات اردو دنیا میں مشہور ہیں ۱۲ مدار المہام دکن
۱۵۲	شاد	حاجی محمد صاحب	..	بمبئی	یکتا	
۱۵۳	شاداں	مہاراجہ چندو لعل	..	حیدرآباد	نصیر	
۱۵۴	شاطر	منشی محمد شفیع صاحب	..	بمبئی	یکتا	
۱۵۵	شاعر	آغا ظفر علی بیگ صاحب	..	دہلی	داغ	
۱۵۶	شاغل	آغا مرزا مرحوم	..	"	..	برادر فصیح الملک داغ مرحوم ۱۲
۱۵۷	شاغل	حکیم علی محمد صاحب	..	بمبئی	تائب	
۱۵۸	شاکر	سیٹھ عبد القادر صاحب	..	وانمباڑی	..	
۱۵۹	شائق	مولوی سید بدر الدین	..	بدایون	افضل	
۱۶۰	شائق	حافظ الٰہی بخش	..	..	..	
۱۶۱	شرر	مولوی سید اسحاق حسن	..	مارہرہ	وزیر	
۱۶۲	شرم	شمس النسا بیگم	..	..	..	
۱۶۳	شعلہ	..	..	..	..	
۱۶۴	شفق	حافظ علیم الدین صاحب	..	اکبرآباد	مخلص	
۱۶۵	شفق	سید حسن مرتضےٰ	..	عماد پور	امیر	
۱۶۶	شمشاد	مولوی عبد الاحد صاحب	..	لکھنو	قلق	
۱۶۷	شمیم	میر حیات علی صاحب	..	حیدرآباد	منت	
۱۶۸	شوق	چودھری مصطفےٰ حسین	..	..	ثاقب	
۱۶۹	شوق	نواب مرزا	..	دہلی	..	
۱۷۰	شوق	سید اشتیاق حسین	..	"	ظہیر	
۱۷۱	شہید	مولوی غلام امام صاحب	..	الہ آباد	..	
۱۷۲	شہیدی	" کرامت علیخانصاحب	..	اکبرآباد	..	
۱۷۳	شیدا	بخشی میرزین الدین خانصاحب	..	سورت	ثاقب	رئیس سورت
۱۷۴	شیدا	..	..	..	..	

نمبر شمار	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۷۵	شیر	..	..	..	..	
۱۷۶	شیفتہ	نواب مصطفےٰ خاں	نواب مرتضےٰ خاں	دہلی	مومن	۱۲۸۶ھ میں فوت ہوئے ۱۲
۱۷۷	شیفتہ	مولوی کاظم حسین صاحب	..	کنتور	قدر کنتوری	
۱۷۸	صابر	منشی صابر علی	..	شملہ	ثاقب	
۱۷۹	صابر	شیخ محمد یعقوب صاحب	..	بمبئی	عارف	
۱۸۰	صادق	..	..	..	..	
۱۸۱	صبا	میر وزیر علی مرحوم	میر بندہ علی	لکھنو	آتش	۱۲۷۱ھ میں فوت ہوئے ۱۲
۱۸۲	صبر	عبدالکریم خاں	..	دہلی	منت	
۱۸۳	صفدر	..	..	..	..	
۱۸۴	صولت	اکبر حسین صاحب	..	بریلی	امیر	
۱۸۵	صولت	محمد اسمٰعیل خاں	..	بمبئی	رشید	
۱۸۶	صید	..	..	لکھنو	..	
۱۸۷	ضمیر	حافظ محمد یٰسین	..	میرٹھ	..	
۱۸۸	طالب	ونایک پرشاد صاحب	..	بنارس	داغ	ڈراما ٹسٹ
۱۸۹	طاہر	مولوی طاہر علی	..	فرخ آباد	..	
۱۹۰	ظافر	محمد ابراہیم	..	پونہ	..	
۱۹۱	ظفر	ابوظفر بہادر شاہ	اکبر شاہ	دہلی	ذوق	آخری تاجدار مغلیہ
۱۹۲	ظہیر	ظہیر الدین حسین صاحب	جلال الدین صاحب	"	"	المخاطب بہ راقم الدولہ
۱۹۳	عاجز	..	..	..	..	
۱۹۴	عارف	..	..	..	..	
۱۹۵	عاشق	صاحبزادہ احمد سعید خانصاحب	..	ٹونک	ظہیر	رئیس ٹونک
۱۹۶	عاشق	محمد عبدالغفور	..	چتور	..	
۱۹۷	عاشق	مرزا والاجاہ بہادر	..	..	..	
۱۹۸	عاشق	شمس الدین علیخانصاحب	..	اجمیر	ظہیر	
۱۹۹	عاشق	پنڈت کنھیالعل صاحب	..	..	..	
۲۰۰	عاشق	اقبال حسین صاحب	نورالدین احمد	دہلی	..	
۲۰۱	عاصی	..	..	..	..	
۲۰۲	عاقل	..	..	..	..	
۲۰۳	عالم	..	..	..	..	
۲۰۴	عالم	عالمگیر محمد خان صاحب	نیاز محمد خان بہادر	جاورہ	حبیب	

نمبر شمار	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۰۵	عالم	ملکہ نواب بادشاہ محل صاحبہ	ملکہ واجد علی شاہ	..	..	
۲۰۶	عزیز	مرزا محمد ہادی صاحب	..	لکھنو	صفی	
۲۰۷	عزیز	حافظ عبدالعزیز خان بہا	..	بریلی	..	
۲۰۸	عشقی	..	..	..	..	
۲۰۹	عطا	محمد عطاء اللہ خاں	..	شاہجہانپور	طاہر	
۲۱۰	علم	..	..	..	..	
۲۱۱	علی	بو علی صاحب	..	..	..	
۲۱۲	علی احمد	علی احمد صاحب	..	..	اکبر	
۲۱۳	عیش	منشی خادم علی	..	..	..	
۲۱۴	غافل	..	..	..	..	
۲۱۵	غالب	نواب مرزا نوشہ اسداللہ خاں	عبداللہ بیگ خاں	دہلی	..	المخاطب بہ نجم الدولہ۔ اسد بھی تخلص تھا ۱۲
۲۱۶	غرق	..	..	..	..	
۲۱۷	فدا	..	..	..	..	
۲۱۸	فرحان	..	..	..	..	
۲۱۹	فرخ	حکیم عبدالمجید صاحب	..	دہلی	..	مالک پنچ بہادر و سلطان الاخبار ۱۲
۲۲۰	فروغ	سید امیر حسن صاحب	..	لکھنو	فصاحت	
۲۲۱	فقیر	بابو صاحب	..	..	..	مصنف روضۃ البکاء
۲۲۲	فوق	محمد الدین صاحب	..	..	..	اڈیٹر کشمیری میگزین لاہور
۲۲۳	فیض رح	حضرت فیض صاحب رح	..	حیدرآباد	..	
۲۲۴	قاسم	منشی قاسم علی	..	اورنگ آباد	کیتا	
۲۲۵	قائم	محمد قیام الدین	..	سنبھل	سودا	
۲۲۶	قبول	آزاد خاں	..	..	..	
۲۲۷	قدر	سید غلام حسین صاحب	سید خلف علی	بلگرام	بحر و غالب	
۲۲۸	قربان	سید قربان حسین شاہ	..	اکبرآباد	..	
۲۲۹	قطب	قطب الدین	محمد نصیر الدین	..	..	
۲۳۰	قلق	خواجہ اسداللہ	خواجہ بہادر حسین	لکھنو	وزیر	المخاطب بہ نواب آفتاب الدولہ ۱۲
۲۳۱	قلق	حکیم مولا بخش	..	میرٹھ	مومن	
۲۳۲	قمر	..	..	..	..	
۲۳۳	قول	غلام محمد خان	..	دہلی	شیفتہ	
۲۳۴	قیس	..	..	..	..	

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۳۵	کافی	مولوی کفایت علیخانصاحب	..	مرادآباد	..	
۲۳۶	کامل	..	..	..	..	
۲۳۷	کشتہ	سید افتخار عالم صاحب	..	مرادآباد	رضوان	
۲۳۸	کمال	سید مہدی حسن صاحب	حضرت جلال	لکھنو	جلال	
۲۳۹	کوثر	حکیم عابد علی صاحب	..	خیرآباد	امیر	
۲۴۰	کوثر	..	..	..	..	
۲۴۱	کیف	شیخ عالمگیر صاحب	..	ٹونک	اسد	
۲۴۲	گویا	فقیر محمد خاں	..	لکھنو	وزیر	
۲۴۳	لطف	لطف علی خاں	..	بریلی	..	
۲۴۴	ماہ	..	..	..	..	
۲۴۵	ماہر	سید مہدی حسین صاحب	..	لکھنو	اسیر	
۲۴۶	مجروح	میر مہدی حسین صاحب	..	..	..	
۲۴۷	محب	محب حسین صاحب	..	اٹاوہ	داغ	
۲۴۸	محبوب	شیخ محبوب	..	..	..	
۲۴۹	محسن	مولوی محمد محسن صاحب	..	کاکوری	..	
۲۵۰	محروم	..	..	..	..	
۲۵۱	محو	مقبول احمد صاحب	..	کاکوری	..	
۲۵۲	مذاق	سید دلدار علی	..	بدایون	ذوق	
۲۵۳	مرزا	..	..	..	..	
۲۵۴	مزیب	..	..	..	..	
۲۵۵	مست	مولوی نوازش علیخانصاحب	مولوی امداد علیخانصاحب	حیدرآباد	..	
۲۵۶	مسکین	میاں مسکین صاحب	..	بھوپال	..	
۲۵۷	مشتاق	..	..	..	..	
۲۵۸	مصحفی	شیخ غلام ہمدانی	..	لکھنو	امانی	
۲۵۹	مضطر	سید افتخار حسین صاحب	..	خیرآباد	امیر	المخاطب بہ افتخار الشعراء
۲۶۰	مضطر	..	..	دہلی	..	
۲۶۱	مظہر	مظہر حسن	معصوم علی	دھولانہ	رسوا	
۲۶۲	منت	غلام غوث خاں	حضرت قول	دہلی	قول	
۲۶۳	منتہی	..	..	..	..	
۲۶۴	میر	محمد اسمٰعیل	..	شکوہ آباد	اشک	

نمبر شمار	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۶۵	موجد	کالکا پرشاد	..	لکھنو	نسیم	
۲۶۶	مومن	حکیم مومن خاں مرحوم	..	دہلی	ممنون	
۲۶۷	مونس	میر نواب صاحب	حضرت خلیق	لکھنو	خلیق	
۲۶۸	مہتاب	مہتاب رائے صاحب	..	..	..	
۲۶۹	مہر	مرزا حاتم علی بیگ	..	اکبرآباد	ناسخ	
۲۷۰	مہر	منشی سورج نرائن صاحب	..	دہلی	..	
۲۷۱	میر	میر تقی مرحوم	..	"	خان آرزو	
۲۷۲	میکش	شمس الحق صاحب	..	"	..	
۲۷۳	ناسخ	شیخ امام بخش مرحوم	شیخ خدا بخش	لکھنو	..	سنہ ۱۲۵۴ھ میں فوت ہوئے ۱۲
۲۷۴	ناصر	..	..	..	..	
۲۷۵	ناظم	نواب یوسف علیخاں	..	رامپور	غالب	فرمانروائے رامپور
۲۷۶	نزہت	..	..	..	..	
۲۷۷	نساخ	مولوی عبدالغفور صاحب	..	جونپور	جرأت	
۲۷۸	نسیم	نواب اصغر علیخان	نواب آغا علی خان	دہلی	مومن	سنہ ۱۲۸۲ھ میں بمقام لکھنو فوت ہوئے ۱۲
۲۷۹	نسیم	پنڈت دیا شنکر	..	لکھنو	..	مصنف "گلزار نسیم"
۲۸۰	نشاط	..	..	..	..	
۲۸۱	نصیر	شاہ نصیر الدین	شاہ غریب اللہ	دہلی	مائل	
۲۸۲	نظر	منشی نوبت رائے صاحب	..	لکھنو	..	
۲۸۳	نظم	مولانا علی حیدر صاحب طباطبائی	سید مصطفےٰ حسین صاحب	"	..	مصنف شرح دیوان غالب و ساقی نامہ شقشقیہ وغیرہ
۲۸۴	نظیر	مولوی ولی محمد صاحب	..	اکبرآباد	..	
۲۸۵	نفیس	میر خورشید علی	حضرت انیس	لکھنو	انیس	
۲۸۶	نمود	..	..	..	..	
۲۸۷	نواب	نواب کلب علیخاں	..	رامپور	امیر	فرمانروائے رامپور
۲۸۸	نوح	منشی محمد نوح	..	تارہ	داغ	
۲۸۹	واسطی	..	..	..	..	
۲۹۰	وجاہت	وجاہت حسین صاحب	..	جہنجہانہ	داغ	
۲۹۱	وجد	غلام غوث صاحب	..	بدایون	مذاق	
۲۹۲	وحشت	مولوی رضا علی صاحب	..	کلکتہ	..	
۲۹۳	وحشی	..	..	..	..	
۲۹۴	وزیر	خواجہ محمد وزیر	خواجہ محمد فقیر	لکھنو	ناسخ	سنہ ۱۲۷۰ھ میں فوت ہوئے ۱۲

نمبر	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۹۵	وزیر	شیخ وزیر	"	لکھنو	حکیم	
۲۹۶	وسیم	"	"	"	"	
۲۹۷	وقار	"	"	"	"	
۲۹۸	وہبی	منشی دیبی پرشاد صاحب	"	لکھنو	"	
۲۹۹	ہدایت	مولوی ہدایت رسول صاحب	"	"	"	
۳۰۰	ہرچند	"	"	"	"	
۳۰۱	ہزبر	مرزا محمد ہزبر علیخان بہادر	واجد علی شاہ لکھنو	لکھنو	"	
۳۰۲	ہمدم	رائے گلاب سنگھ	"	"	"	
۳۰۳	ہوس	"	"	"	"	
۳۰۴	ہوش	"	"	"	"	
۳۰۵	یکتا	منشی فتح محمد صاحب	"	مرزا پور	ظریف	
۳۰۶	یکتا	شاہ فرید الدین صاحب	"	بہار	"	
۳۰۷	یم	منشی فیض الدین احمد صاحب	"	لاہور	ثاقب	

فہرست اسمائے شعرا جن کا کلام مختلف رسالوں اخباروں اور کتابوں وغیرہم سے انتخاب کیا گیا

(الف)

آباد اثر احد احمد احقر اخگر ارم
ارشد ازلی آسمان اسلم آسی اسد
آصف الدولہ آغا آفاق اقبال اکمل
امیر آہ امین۔

(ب)

بارق بازغ باسط بخاور برکت برہم
بزمی بزم بلاغت بہار بیان بیتاب۔

(پ)

پاسخ۔

(ت)

تجلی ترجمہ تسلی توفیق تہور۔

(ث)

ثابت۔

(ج)

جری جعفری جعفر زٹلی جلالی جمیل
جوہری جوگی۔

(چ)

چکبست

(ح)

حامد حشم حق نما حلیم حیدر۔

(خ)

خواجہ دل محمد

(د)

داور دبیر دستگیر دل دلاور۔

(ر)

راضی راز رحمت رشید رعب
رغبت رفیق رنجور رنگ رہبر ریاض۔

(ز)

زور

(س)

ساحر سجاد سخاوت سرور سرو
سرشار سعادت سلام سلیمان سہیل
سفیر سیفی

(ش)

شاہ شروانی شوکت شہید شہیر
شہرت شیریں۔

(ض)

ضبط ضیا۔

(ظ)

ظہور۔

(ع)

عادل عرش عرشی عشرتی عشق عنبر
عیشی عید۔

(غ)

غریب غریق غلام جیلانی غنی۔

(ف)

فاروق فائز فاخر فرخ فصاحت فصیح
فقیہ فلک

(ق)

قادر قدرت قدیر قلزم قنبر قوس

(ک)

کاشف۔

(گ)

گہر۔

(ل)

لائق۔

(م)

متین مجروح مجبور محشر محوی مخمور
مقدور مدار مذنب مسیح مسلم
مشرقی مصور مضطر معصوم مفتون
مقبول ممنون موج مونس۔

(ن)

ناثر ناز نامی ناشاد نذیر
نذیر احمد نشتر نصرت نعیم نفیس
نمود نور نیاز نیر نیرنگ۔

(و)

واصل وارث واقف واہ واجد
واصف وضاحت وفا ولی وہبی۔

(ہ)

ہجر ہمایوں ہنر۔

(ی)

یقین یوسف

تمت

*

حمد باری

نہیں تیرے کرم کو قید کچھ ادنیٰ و اعلیٰ کی — سکندر تشنہ رہ جائے پئے خضر آب حیواں کو — آتش
چشم بینا چاہئے تو جلوہ گر ہے ہر طرف — پردہ ہے اے شمع رو پردہ ترا فانوس کا — "
خدا پنہاں ہے عالم آشکارا — نہاں ہے گنج ویرانہ عیاں ہے — "
ماسوا تیرے نہیں رہنے کا کچھ یا باقی — جو ہے فانی ہے تری ذات ہی الّا باقی — "
کچھ نظر آیا نہ پھر جب تو نظر آیا مجھے — جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا مجھے — "
خدا کے خوانِ کرم سے ہو سیر جو چاہے — نہ مُہر ہوتی ہے اس پر نہ ہے نشاں ہوتا — "
کام رہنے کا نہیں بندا اپنا — بندہ پرور ہے خداوندا اپنا — "
ہوئی محتاج منظوری نہ تجھ کو اپنے سائل کی — بنایا کاسۂ سر واژگوں کاسہ گدائی کا — "
دکھایا حُسن سے اعجازِ موسےٰ کلک قدرت نے — یدِ بیضا بنایا چور انگشتِ حنائی کا — "
عنوانِ نامہ نام ہے ربِّ کریم کا — دیواں یہ عفو نامہ ہے جرم عظیم کا — آبرو
سرنامہ لکھا مطلع جو حمد کبریائی کا — مرے دیوان میں آیا نظر جلوہ خدائی کا — آشم
کیا وصف کر سکوں میں خدائے جلیل کا — اور اُس کے خاص نور جمیل و نبیل کا — "
بہر ثنا قلم ہو پر جبرئیل کا — پانی دوات کے لئے ہو سلسبیل کا — "
نمرود نے جو ڈالدیا اُنکو آگ میں — تیرے بغیر کون تھا حامی خلیل کا — "
کیا منہ مرا کہ حمد مقدس کروں رقم — دعوےٰ قلم کو ہے نہ زباں کو دلیل کا — "
دل کو مرے ذرا نہیں خوف عذاب حشر — ہے آسرا مجھے وہاں تجھ سے کفیل کا — "
آثم کی آبرو رہے دونوں جہان میں — مالک ہے یا الٰہ تو ہی عبد ذلیل کا — "
یارب کہیں زمین نہ تھی آسماں نہ تھا — بس تو ہی جلوہ گر تھا کسی کا نشاں نہ تھا — "
تعریف تیری کرنی سراسر یہ تھا محال — قابل تری صفت کے ہمارا دہاں نہ تھا — "
ہر سمت سے آرہی ہے آواز — اللہ بھلا بشر بُرے ہیں — آہ
اللہ ہماری شرم رکھ لے — تیرے ہی تو ہیں اگر بُرے ہیں — "
جسے جانچو تری ناچیز مخلوقات میں داخل — نہ ارواح اس سے مستثنےٰ نہ ذرات اس سے مستثنےٰ — آزاد
بڑا کہنا تجھے شایاں خدا کہنا تجھے زیبا — بڑائی بھی ترا حصہ خدائی بھی ترا حصہ — "
جسے دیکھو تری برحق خدائی کا بدل قائل — موافق بھی ترا بندہ مخالف بھی ترا بندہ — "
بہرحالت کوئی معبودِ برحق ہے تو وہ تو ہے — یہ وہ دعوےٰ ہے جس کو کوئی باطل کر نہیں سکتا — "
وہ قومیں جو ترے انکار کی خوگر ہیں قاصر ہیں — تری قدرت کے نظاروں نے اندھا کر دیا ہوگا — "
بظاہر مادّہ کی بحث موزوں بھی ہے دلکش بھی — مگر جب غور سے دیکھا ترا جھانسا کھلا ہوگا — "
یہ ثابت ہو چکا ہے مادہ بے جان و بے حس ہے — جب ایسا ہے تو ذات حق امادی اور وہ پیدا — "
اگر ہم فرض کر لیں مادہ خلاق عالم ہے — جب امر حق یہی ہے دل گواہی کیوں نہیں دیتا — "
کہو تو ہم بھی کہہ دیں تین ملکر ایک ہوتے ہیں — مگر اے کاش یہ دھوکا دلوں کو مطمئن کرتا — "
تری ذات گرامی خالق دنیا و مافیہا — ترا اسم مبارک قادر قیوم بے ہمتا — "

حمد باری

منادر میں تری مسیوا مساجد میں تری پوجا — مناظر سب ترے جلوے مظاہر سب ترے جلوے — "
جو کاشی میں تراشش تو کعبہ میں ترا جلوہ — جدھر ڈھونڈھا تجھے پایا جدھر دیکھا تجھے دیکھا — "
تری ہیکل دھرمیوں کے دل آئینے ہیں جلوؤں کے — تری توحید کا سکہ جبل جبل نکلا تو جبل جبل نکلا — "
تری توحید کا کامل عیاں اعداد کا مجموعہ واحد ہو — یہ ممکن ہے کہ تین اعداد کی تثلیث کا دعوےٰ — "
اگر تثلیث راضی ہو کہ روح اللہ انساں ہے — غلط بالکل غلط توحید فی التثلیث کا منشا — "
اگر توحید کا مطلب وہی تثلیث ہے ثابت بھی — تو توحید و تثلیث اک مصنوع ظاہر ہی ہے ثابت بھی — "
جو تو خالق تو ہم مخلوق آمنا و صدقنا — جو تو صانع تو ہم مصنوع ظاہر ہی ہے ثابت بھی — "
ترے منکر کی بابت عقل و دانش کا یہ فتوےٰ ہے — جو تو خالق تو ہم مخلوق آمنا و صدقنا — "
وہ دجال اور زرداجال کا بطلان نا ممکن — ترے برحق وجود پاک کا یہ فتوےٰ ہے — "
نہیں ہستی کی قدرت نے طبیعات لغو قصے ہیں — وہ دجال اور زرداجال کا بطلان نا ممکن — "
کہاں کا مادہ کیسی کی مادیت کس کو ہستی ہے — نہیں ہستی کی قدرت نے طبیعات لغو قصے ہیں — "
کہاں کا مادہ خلاق عالم کس کو ہستی ہے — کہاں کا مادہ کیسی کی مادیت کس کو ہستی ہے — "
کوئی نسبت ہو ذات الٰہی و اقدس تری شان ارفع و اعلےٰ — کہاں کا مادہ خلاق عالم کس کو ہستی ہے — "

تری ذات الٰہی سے ہو حمد و ورد ہر لب پر
تری یاد و تصور سے ہو دل معمور اے باری

آزاد

ہمارا رزق		ہماری کشتِ تمنا ہری ہوئی آخر	ابر سحابِ رحمتِ پروردگار کے باعث	امیر
نہ مکاں میں نہ لامکاں میں ہے کچھ		عاجز ہیں سب غرور کسی کا بجا نہیں	آفاق میں خدا سا کوئی دوسرا نہیں	〃
جلوہ فرما ہیں لامکاں میں وہاں تو ہے		اندوہ کیا اٹھائے وہ جس کو خدا بچائے	محفوظ چاندنی سے ہیں زخمِ گلِ چمن	〃
رنگ دیکھا تو باغباں میں تو ہے		حفاظت سے رہی یوسف کنوے میں نوحِ طوفاں میں	اُسے کیا خوف ہے جسکا خدا آفت میں حامی ہے	〃
خوب دیکھا تو ہر مکاں میں تو ہے		کسی پر رحم ہے اُس کا کسی پر قہر ہے اُسکا	کہیں گوہر برستے ہیں کہیں پتھر برستے ہیں	〃
واقف دلوں سے بھید کسی کے نہیں		آرائشِ جہاں ہے دلیلِ وجودِ رب	بے باغباں کبھی نہیں ہوتا چمن درست	〃
کیا حال سب کا تو ہی عیاں جانتا ہے		اللہ کی عطا نہیں دنیا میں بے محل	کیا طفلِ شیر خوار کو دنداں کی احتیاج	〃
تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا		تری اے ناخدا ہے کس کو پروا	خدا کشتی کا اپنی ناخدا ہے	〃
کیسی زمیں بنائی کیسا آسماں بنایا		بقا تجھی کو ہے اے مالکِ زمین و زماں	نہ جاوداں ہے زمانہ نہ جاوداں ہو نہیں	〃
کیا خوش نما بنائے کیا خوشنما بنایا		دہر میں لاکھوں سکندر ہیں سلیماں سیکڑوں	فی الحقیقۃ کارخانہ ہے عظیم اللہ کا	〃
اس خاک کے پتلے کو کیا خوب آدمی کیا		بے زبان و بے دہن ہے نطق کام اللہ کا	سب کلاموں سے ہے بالاتر کلام اللہ کا	〃
مٹی سے بیل بوٹے کیا کیا نکالے تو نے		دہیان بندوں کو ہے لازم صبح و شام اللہ کا	دل میں یاد اللہ کی ہو لب پہ نام اللہ کا	〃
پہنا کے سبز خلعت ان کو جواں بنایا		کون جانے ہست کس کس کو کیا کس کس کو نیست	کارخانہ یوں ہی جاری ہے مدام اللہ کا	〃
میوے لگائے کیا کیا شیریں و خوشگوار		تابع فرماں نجوم و چرخ و ذراتِ زمیں	دونوں عالم میں ہے کیسا انتظام اللہ کا	〃
چکھنے سے جن کے مجھ کو شیریں دہاں بنایا		آسماں پر بھی کوئی فارغ عبادت سے نہیں	مہر و مہ کرتے ہیں سجدہ صبح و شام اللہ کا	〃
پیاری پیاری چڑیاں پھرتی ہیں چہچہاتی		باغ میں ہل کر ہوا سے جو صدا دیتے ہیں رگ	فی الحقیقۃ ذکر کرتے ہیں تمام اللہ کا	〃
پیدا کئے ہیں تیری خلقت کو خوش نما سب		مفلسی مفلس کی منعم کی بجا ہے منعمی	مصلحت سے کب کوئی خالی ہے کام اللہ کا	〃
قدرت نے تیری کیا کیا رونق جہاں بنایا		ہے یہ ظاہر وہ کسی سے ہے نہ اس سے ہے کوئی	لم یلد ہے اور و لم یولد کلام اللہ کا	〃
سورج بنا کے تو نے روشن جہاں بنایا		بطن میں کودک تو کیڑا اسنگ میں پاتا ہے رزق	پرورش کرنا زمانہ کا ہے کام اللہ کا	〃
رہنے کو یہ ہوا سے اچھا مکاں بنایا		دیکھتا سنتا ہے سب لیکن نہیں ہے چشم و گوش	سب جگہ ہے پھر نہیں کوئی مقام اللہ کا	〃
سورج		مغفرت کی روز محشر کیوں نہ ہو ہم کو امید	سنتے ہیں مدت سے ہم غفار نام اللہ کا	〃
		نخلِ ہستی سے نمودار ہے قدرت تیری	اصل وحدت ہے تری فرع ہے کثرت تیری	〃
		شعلۂ نارِ سقر سے جو ڈرے اہلِ گناہ	ابر بن بن کے برسنے لگی رحمت تیری	〃
		اس سے موافقت ہے تو سب سے موافقت	وہ برخلاف ہے تو جہاں برخلاف ہے	〃
		نہ تو آغاز ہے تیرا نہ تو انجام تیرا	تھی ہمیشہ سے ہمیشہ ہے خدائی تیری	〃
		یہ آفتاب ہے گرم اس کی کبریائی کا	کہ ذرہ ذرہ ہے آئینہ خودنمائی کا	امیر
		بشر سے حمد الٰہی امیر کیا ممکن	پہاڑ اٹھائے کہاں حوصلہ یرائی کا	〃
		آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا	دروازہ سے ہے گھر تک سارا ظہور تیرا	〃
		جو حد سے ہو باہر کوئی کیونکر اُسے دیکھے	روشن ہے کہ جاتی ہے نظر حد نظر تک	〃
		دوسرا کون ہے جہاں تو ہے	کون جانے تجھے کہاں تو ہے	〃
		لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ	سو نشانوں پہ بے نشاں تو ہے	〃
		تو ہے خلوت میں تو ہے جلوت میں	کہیں پنہاں کہیں عیاں تو ہے	〃
		نہیں تیرے سوا یہاں کوئی	میزباں تو ہے میہماں تو ہے	〃

سورج سے ہمنے پائی گرمی بھی روشنی بھی — کیا خوب چشمہ تو نے اے مہرباں بنایا — اسمٰعیل
رحمت سے تیری کیا کیا ہیں نعمتیں میسر — ان نعمتوں کا مجھ کو بھی قدرداں بنایا — "
پیاسی زمیں کے منھ میں مینھ کا چوایا پانی — اور بادلوں کو تو نے مینھ کا نشاں بنایا — "
آب رواں کے اندر مچھلی بنائی تو نے — مچھلی کے تیرنے کو آب رواں بنایا — "
ہر چیز سے ہے تیری کاریگری ٹپکتی — یہ کارخانہ تو نے کب رایگاں بنایا — "
پاؤں تلے بچھایا کیا خوب فرش خاکی — اور سر پہ لاجوردی اک آسماں بنایا — "
خدایا کوئی یار و یاور نہیں — مگر تو کہ موجود ہے ہر کہیں — "
خدایا نہیں کوئی تیرے سوا — اگر تو نہ ہوتا تو ہوتا ہی کیا — "
تصور تیری ذات کا ہے محال — کسے یہ سکت اور کہاں یہ مجال — "
نہیں موج طوفان کا کچھ خطر — کہ تو آپ ہے راہ اور راہبر — "
کوئی تیرا ہمجنس و ہمتا نہیں — گماں کا یہاں پاؤں جمتا نہیں — "
ہوا کو دیا تو نے کیا خوب رنگ — سراسیمہ ہے عقل اور فکر دنگ — "
دئے تو نے ماں باپ کیسے شفیق — مہیا کئے تو نے کیا کیا رفیق — "
یہ تیری ہی قدرت کا نیرنگ ہے — کہ نابود میں بود کا ڈھنگ ہے — "
سمندر ہے قدرت کا تیری بڑا — اور اس بحر میں یہ سفینہ پڑا — "
جو ملاح تو ہے تو گھبرائیں کیا — نگہبان تو ہے تو چلائیں کیا — "
کیا تو نے آراستہ یہ مکاں — بلایا کرم سے ہمیں میہماں — "
دیا جسم بھی تو نے اور جان بھی — دیا زندگانی کا سامان بھی — "
ازل سے ابد تک ہے بس تو ہی تو — ترا جلوہ ہے عالم رنگ و بو — "
سبھی آفتوں سے بچایا ہمیں — کھلایا پلایا پڑھایا ہمیں — "
نہ تھا عہد طفلی میں کچھ بھی وقوف — تو ہی پالتا تھا ہمیں اے رؤف — "
ہماری نہ کوشش نہ تدبیر تھی — ترا حکم تھا تیری تقدیر تھی — "
نہ ہوتا اگر تیرا لطف نہاں — تو ہم بزم ہستی میں ہوتے کہاں — "
ہیں تیری حمایت میں محفوظ سب — ہیں تیری عنایت سے محظوظ سب — "
ہے خداوند حقیقی کو سزاوار سپاس — جان نے تن میں کیا حکم سے جسکے اجلاس — "
تیری قدرت ہے قوی حکم ترا ناطق ہے — ہے بھلا نقد بقا تیرے سوا کس کے پاس — "
تیری رحمت کے طلبگار ہیں شاہ و گدا — تیری حکمت نے دیا اسکو حریر اس کو پلاس — "
کون کر سکتا ہے پر ذائقہ کھانے تیار — کون بن سکتا یہ پر زیب ردا اور لباس — "
تو نہ مٹی سے اگاتا جو چنے اور گیہوں — خاک سے کرتا مہیا نہ سن اور کپاس — "
تا کہ دامان زمیں تازہ و شاداب رہے — تو نے رکھا کمر کوہ پہ چشموں کا نکاس — "
شاخ اشجار میں لٹکائے ثمر رنگا رنگ — جس میں حکمت نے کیا جمع مٹھاس و کھٹاس — "
دشت و کہسار کو دی سبزہ و گل سے زینت — سامنے جسکے لگیں لعل و زمرد بھی اداس — "
صحن عالم میں کیا خیمۂ اطلس برپا — جس میں قدرت نے جڑے گوہر و لعل و الماس — "

حمد باری

مالک الملک ہے تو اور عزیز و جبار
تو ہی خلاق ہے رزاق ہے اور رب العالمین
ازل سے تا ابد ہے ایک ہی شان
ترا لطف اب ہے آلان کما کان
کھلا جتنا ہوا اتنا ہی مستور
چھپا جتنا رہا کھلتا ہے مین اظہر
ترا اخفا ہے گویا عین اظہار
ترا اظہار ہے اخفا سراسر
ہے تو باطن میں ظاہر بلکہ اظہر
بظاہر ہے تو باطن عین مخفی
جو ظاہر ہے تو باطن کا پتہ کیا
جو باطن ہے تو ہے تیرے سوا کیا
جو اول ہے تو پیچھے تیرے رو کیا کون
جو آخر ہے تو ہے تیرا اول و آخر سابق
نہ تیرے ساتھ لاحق ہے نہ سابق
جو آخر ہے وہی اول بھی تھا تو
وہی جو آج ہے سو کل بھی تھا تو
نہیں اول کو آخر سے جدائی
ورائے عقل ہے تیری خدائی

وہ اول

حمد باری			
اس نے پیدا کی ہے عالم کی		وہ اول تو کہ نامحرم ہدایت	وہ آخر تو کہ ناپیدا نہایت	اسمٰعیل
اس نے سمجھائی ہے کاموں میں		وہ اول تو کہ ہے آخر سے آخر	وہ آخر تو کہ ہے اول سے فاخر	"
اپنی مرضی سے کام کرتا ہے		مسلم ہے تجھی کو حکمرانی	کہ تیری سلطنت ہے جاودانی	"
جسکو چاہے اس کو کرتا ہے		ہو موجود ہے تجھ سے عبارت	ہو مقصود ہے تجھ سے اشارت	"
وہ جو چاہے کرے کون کیا ہے		احد ہے تو نہیں زنہار معدود	صمد ہے تو نہ والد ہے نہ مولود	"
کسکو ہے اسکی جا نا جا نہیں ہے		خدایا اول و آخر بھی تو ہے	خدایا ظاہر و باطن بھی تو ہے	"
وہ ہمتا کبھی نہیں ہوتا		سوا تیرے نہیں موجود کوئی	نہ عابد ہے نہ ہے معبود کوئی	"
اونچا ہے اور سب سے اونچا ہے		ازل سے دائم المعروف ہے تو	ابد تک خود بخود موصوف ہے تو	"
سب اسی کے ہیں زندگی کا مالک ہے		تری رحمت ہے یہ جلسہ دکھاتی	ہے قہاری تری سب کو مٹاتی	"
زندہ ہے اسکے سوا سو ایک ہے		تجھے نسبت ہے لاشے سے نہ شے سے	غنی ہے تو نہیں سے اور ہے سے	"
جو ہے اسکے سوا نہیں بنایا		یہ ہنگامہ اور اس پر بے نشانی	ہوا ہے عقل کل کا خون پانی	"
اس نے یہ آسمان بنایا ہے		پتا لگتا نہیں تنزیہ میں بھی	خبر ملتی نہیں تشبیہ میں بھی	"
اس نے فرش زمیں بچھایا ہے		اگر جبروت میں بانگِ انا ہے	صف ارواح میں حمد و ثنا ہے	"
اس نے بادل سے بوند ٹپکائی		زمین و آسمان کا نور ہے تو	مگر خود ناظر و منظور ہے تو	"
اس نے پانی پیا و نہلائی		مبرا قید اور اطلاق سے تو	منزہ انفس و آفاق سے تو	"
مردہ مٹی میں اس نے جان		تو ہی ہے علم و عالم بلکہ معلوم	تو ہی ہے رحم و ارحم بلکہ مرحوم	"
اسکھائے تم کو ہر ہنر سے بہرہ		ذات حق اپنی آپ ہے موجود	کوئی اس کے سوا نہیں معبود	"
اس نے دنیا میں انبیا بھیجے		اسکی ہستی سے سب کی ہستی ہے	خلقت اس کی بسائی بستی ہے	"
اس نے رستہ کئے رہنما بھیجے		اسکا جو وصف ہے سو کامل ہے	نہ کسی سے جدا نہ شامل ہے	"
اپنے رستہ کے رہنما ہے وہ		بزم جہاں میں رونق ہے تجھ سے	اس میکدہ میں ہو حق ہے تجھ سے	"
		بے حس کو بخشا احساس تو نے	دی مشتِ گل کو بو باس تو نے	"
		ہے ترے دم سے اے عالم آرا	بزم عروسی آفاق سارا	"
		بس اک آستانہ ہے سجدہ کے قابل	زمانے میں گو آستانے بہت ہیں	"
		ہے وصف ترا محیطِ اعظم	یاں تاب کسے شناوری کی	"
		خاکِ نمناک اور تابندہ نجوم	اس ایک ہی قانون کے یکسر محکوم	"
		یکسانیٔ قانون کہے دیتی ہے	لاریب کہ ہے ایک ہی ربّ معلوم	"
		اس کا ساجھی نہیں شریک نہیں	اور کو مانئے تو ٹھیک نہیں	"
		جانتا ہے وہ ان ہوئی باتیں	دیکھتا ہے ڈھکی چھپی گھاتیں	"
		تری توحید کے اسرار پھیلیں کیوں نہ بو ہو کر	زباں بن بن کے کہتا ہے ہر اک پتا گلستاں کا	"
		اس کی ثنا میں ہر دم مصروف رکھ زباں کو	اک روز بے صدا ہے آخر یہ ساز تیرا	"
		ملے جو رتبہ ترے در کی جبہہ سائی کا	تو ایک سلسلہ ہو شاہی و گدائی کا	"
		ہے مسلّم اُسی کو سلطانی	عرش اعظم ہے تخت ربانی	"
		جسکو چاہے کرے وہ ملیامیٹ	نہیں اسکو کسی سے لاگ لپیٹ	"

ہے وہ بے آنکھ دیکھتا سب کو	ہے وہ بے کان سنتا مطلب کو	اسمٰعیل	
اس کا احسان و فضل ہے دن رات	اس پہ واجب نہیں ہے کوئی بات	"	
اس کا جوڑا نہیں ہمال نہیں	اس کو گھاٹا نہیں زوال نہیں	"	
لطفِ ایزدہی سے امید ہے یہ انشا کی	کچھ نہیں رکھتے ہیں ہم فضل و ہنر کا تکیہ	انشا،	
ہے ذات حق جواہر و اعراض سے بری	تشبیہ کیا ہے اس کو وجود و عدم کے ساتھ	"	
داورا! سچ، کہ سزاوار پرستش کیوں ہے	بے شک و شبہ سمعنا و اطعنا الحق	"	
روز و شب حضرت خلاق ترے حکم میں ہے	عرش و لوح و قلم و شش جہت و ہفت طبق	"	
ہرگز جہاں پہنچ نہ سکے طائر خیال	ہے کارخ فضل کا یہ ترے عظم و ارتفاع	"	
نشان کیا کیا دکھائے تو نے یارب بے نشاں ہو کر	عیاں کیا کچھ کیا ہے تو نے اے خالق نہاں ہو کر	احمدی،	
سمک سے تا سما اقرار ہے تیری خدائی کا	ازل سے تا ابد ہے جوش تیری کبریائی کا	"	
وہ خالق جو کہ ہے بے شبہ بے شک دائم و قائم	وہی حاکم زمینوں پر وہی عرش معلے پر	"	
جہاں دیکھو وہاں اقرار ہے تیری خدائی کا	ہر اک موجوش زن ہے بحر تیری کبریائی کا	"	
کوئی انسان اس کی قدرت کا بیاں کیا کرسکے	ایک قطرہ کو اگر چاہا تو دریا کر دیا	اشک	
زمین و آسماں لوح و قلم کا راز کھل جائے	مگر ممکن نہیں کھلنا ترے اسرار قدرت کا	اسرار	
صفاتِ حق تعالےٰ فہم منکر میں نہیں آتے	وہ کہتا ہے کہ گویا کچھ نہ ہونا ہے خدا ہونا	اکبر	
ترے پرتو سے مہر و ماہ روشن	ترے جلوہ سے ضو کون و مکاں کو	"	
ارض و سما میں ہے شور تیرا	سنتے ہیں کانوں سب کان والے	"	
خدا دانا بینا ہے ہر نیک و بد کا	کہ ہے ذات اس کی سمیعاً بصیرا	"	
تیرا قائل بوٹا بوٹا تجھ پہ مائل پھول پھول	تیرا عاشق پتا پتا تیری شیدا شاخ شاخ	"	
اے بے نیاز مالک مالک ہے نام تیرا	مجھ کو ہے ناز تجھ پر میں ہوں غلام تیرا	"	
ہو شوق مرتے دم بھی اے خوشخرام تیرا	آنکھوں میں دم ہو اپنا لب پر ہو نام تیرا	"	
رٹ ایسی لگ گئی ہے جو بھولتی نہیں ہے	وردِ زباں ہے ہر دم اے جان نام تیرا	"	
ہر مرغِ باغ تیری تسبیح پڑھ رہا ہے	ہر برگ کی زباں سے سنتا ہوں نام تیرا	"	
داغ عاشقوں کا اے جاں جام جہاں نما ہے	مخفی رہے گا کیونکر ہم سے مقام تیرا	"	
دونوں مکان تیرے تیری ہی خلوتیں ہیں	ہے آنکھ بھی ترا گھر دل بھی مقام تیرا	"	
دل وہ کیا ہے کہ نہ ہو جس میں محبت تیری	ہر وہ کس کام کا جس میں نہ ہو سودا تیرا	افسر	
ہم کرتے ہیں گناہ وہ دیتا ہے ہم کو رزق	ادنےٰ یہ اک کرم ہے ہمارے کریم کا	انجم	
بندہ نوازیوں پہ تری کب کلام ہے	اک بات میں بڑھا دیا رتبہ کلیم کا	"	
کیونکر نہ اپنی خلق پہ یکساں ہو تیرا لطف	رحمت احاطہ ہے ترے فیض عمیم کا	"	
انجم ہماری آنکھیں کھلی ہیں جو بعد مرگ	ہے رحم دیکھنا ہمیں اپنے رحیم کا	"	
تری رحمت ہے غضب پر غالب	روزِ محشر سے ڈرانے والے	"	
کس میں ہیں ایسی قدرتیں، صدقے میں تیرے باغباں	باغ کو تو بنائے دشت، دشت کو تو بنائے باغ	"	
اُسی پہ مرتے ہیں ہم اور اُسی کو چاہتے ہیں	وہی ہے عالم و دانا، وہی گواہ بھی ہے	"	

حسابی

روانہ کر کہ جہاں میں ذلیل و خوار نہیں	انجم
جو ہوں سو ہوں پہ تیرے در کا خاکسار ہوں میں	"
نہ پوچھ مجھ سے دل میں جو اقرار خدا کا	"
حشر میں نظر آئے گا مجھے انکار خدا کا	"
جنت میں ہوا اس لعب انوار خدا کا	"
دیکھوں گا وہاں ہوتی ہے نیرنگی قدرت	"
ہر ذرہ سے جلوہ ہے نمودار خدا کا	"
ذرہ کا تصور بھی پہنچنے سے ہے معذور	"
عارف کا تصور ہے کیا جوہر انوار خدا کا	"
جو کون سے بچھے گا جو اسرار خدا کا	"
دنیا میں بچھے گا نہ کسی بار خدا کا	"
کی جمع ہوا کرتا ہے بازار خدا کا	"
کی گرم مصیبت کسی بازار خدا کا	"
ہے ورد زباں نام جو ہر بار خدا کا	"
مقدور کیا ہو وصف خدائے علیم کا	"
پایا نہیں جو شرح الف لام میم کا	"
دوست اپنا ہے پروردگار اپنا	"
وہی پروردگار ہے اپنا	"
سائے عالم	

حمد باری	زور	سارے عالم میں نور ہے تیرا	ہر جگہ پر ظہور ہے تیرا	انجم
سنہ ہجری سے ہیں دو سو سال بعد		شرق سے غرب قاف سے تا قاف	تذکرہ دُور دُور ہے تیرا	"
عجب کارخانہ ہے اور انیس دو سو ہے		میں کہاں اور تیرا نام کہاں	سب کرم کا وفور ہے تیرا	"
خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا کرے کہ یہ		تیرا ہر ذرہ میں یا رب نور ہے	اس قدر قربت پہ بھی تو دور ہے	اعجاز
کون پائے گا نہ بنائی انیس کی		تیری قدرت میں ہے کار دو جہاں	ہوگا وہ، جو کچھ تجھے منظور ہے	"
چشم بینا میں بھی دھندلا گیا زبان کا		منتظر تیری تجلی کا ہوں اب	میں ہوں موسےٰ اور مرا دل طور ہے	"
کرے خالق ہے وہ اس زمین و زمان کا	احسن	کل ملے گی لذتِ دید اسکو واں	جو مئے عرفاں سے یاں مخمور ہے	"
عجب کارخانہ ہے قدرت کی ہاں کا		تو ہی مختار اے پروردگار	ماسوا تیرے جو ہے مجبور ہے	"
اعاظم نہیں اس جہاں کا		اب نہیں ویرانہ دل آعجاز کا	یاد سے یارب تری معمور ہے	"
ہر اک اس جہاں میں جہاں کا	ارشد	ثنا خدا کی بشر سے ہو یہ نہیں ممکن	بشر ثنا کے نہ قابل نہ ہے زبان بشر	"
وہی پالنے والا ہے سارے جہاں کا		لے رہا ہے غنچہ غنچہ کھل کے نام اللہ کا	بھر رہا ہے پتا پتا دم مدام اللہ کا	اخگر
وہ رزق پہنچاتا ہے پرندے چرند کو		ہے جو لینا تجھ کو خوانِ فیضِ عام اللہ کا	وردِ لب رکھ اے دلِ خستہ مدام اللہ کا	"
پہاڑوں اور غاروں میں کیڑے کو روزی		طائرِ عرشِ بریں بنکر جو ڈھونڈھے مرغِ عقل	پر نہ پائے وہ کسی صورت مقام اللہ کا	"
وہ دریا میں ہے کچھ خبر اپنی		چاہتا ہے دین و دنیا میں بھلائی کچھ اگر	ذکر تو اے دل کیا کر صبح و شام اللہ کا	"
نہ لے سکتے تھے کچھ خبر اپنی		کیوں نہ مشکل ہو ہر اک آسان دم بھر میں مری	دمبدم جاری ہے میرے لب پہ نام اللہ کا	"
کیا سانپ کو بھی پالا اور نیش بخشیں		آدمی ہو یا پری ہو جن ہو یا وحش و طیور	رزق ہر اک کو پہنچتا ہے مدام اللہ کا	"
نہیں ہے کسی کو بھی یارا جہاں کا		کہتے ہیں عرش بریں جسکو ہر اک پیر و جواں	ہے وہ اک ادنےٰ سے ادنےٰ تر مقام اللہ کا	"
قفیہ میں		چاہیئے انسان کو ہر وقت اٹھتے بیٹھتے	نام لیتا ہی رہے دل سے مدام اللہ کا	"
		دیکھنا ہو دیدۂ باطن سے جس کو دیکھ لے	خانۂ دل میں ہے ہر اک کے مقام اللہ کا	"
		حضرت یوسف بچے افتادِ غم سے چاہ میں	گرتے گرتے لے لیا جس وقت نام اللہ کا	"
		ٹل گیا اخگر ہمارے سر سے کوہ رنج و غم	صدق دل سے لے لیا ہم نے جو نام اللہ کا	"
		کیا کیا ہے کرم مجھ پہ خدائے دو جہاں کا	شکر اُس کا ادا کر سکے کیا منہ ہے زباں کا	امانت
		تازہ ہے چمن بسکہ خدائے دو جہاں کا	کچھ دخل نہیں گلشنِ قدرت میں خزاں کا	"
		جو آگیا اس راہ میں سالک وہی ٹھیرا	گمراہ ہوا جو نہ یہاں کا نہ وہاں کا	"
		دریائے کریمی میں ہیں سو طرح کے جلوے	دیکھو صدفِ جسم میں عالم دُرجاں کا	"
		صحرا میں نہ دریا میں زمیں پر نہ فلک پر	موجود ہے پر نام نہیں اس کے نشاں کا	"
		دیکھے تو کوئی غور سے قدرت کے کرشمے	شادی کہیں بچے کی کہیں غم ہے جواں کا	"
		دریائے غضب جوش میں آئے تو غضب ہو	غرقاب سفینہ ابھی ہو جائے جہاں کا	"
		بلبل کی طرح عشق میں نالاں ہوئیں اسکے	ہے جو گل یکتا چمن ہر دو جہاں کا	"
		پوشیدہ بھلا کر سکے اس سے کوئی کیا بات	دانندہ و واقف ہے وہ ہر راز نہاں کا	"
		دم مارنے کی جا نہیں اے صاحبِ ادراک	حقا کہ وہاں دخل نہیں وہم و گماں کا	"
		قدرت خالق میں ہے عاجز نوازی کا ظہور	یاں سلیماں بھی ہوا ممنون خوانِ مور کا	انور
		ہے بیاضِ صبح قدرت کے سیاہہ کی کتاب	مطلعِ خورشید طغرا ہے ترے منشور کا	"

غنچہ میں رنگ گل میں بو تیری ہے
سارے شجر و برگ ہیں مشکل زباں
دونوں عالم میں نمودار ہے قدرت تیری
آسماں اپنی بلندی پہ خمیدہ کیوں ہے
کیوں زمیں پھیلی ہے اطراف جہاں میں خاموش
کیوں سمندر میں ہر اک موج ہے مشکل زباں
بسکہ ہر گل سے ادا ہوتے ہیں تیرے نئے رنگ
یوں تو ہر صورت انساں میں ہے آئینہ ترا
صاف ہر فرد سے پیدا ہے تری منفردی
خاک سے تو نے بنایا ہمیں تیری مرضی
پاک کر کے ہمیں ایمان دیا دین دیا
یا الٰہی میں تری حمد و ثنا کیونکہ کروں
نا لمقہ سر بگریباں تری مدحت کیا ہو
ذات میں تیری صفت اور صفت مظہر ذات
احدیت کو تیری جاننا ناممکن ہے
عقل سمجھی نہ تجھے دل نے تجھے جان لیا
جان لینا تجھے بالکل یہ خطا ہے میری
عذرِ لاعلم لنا جب کہ فرشتوں نے کیا
تو مجھے اپنا بنا اور مرا تو بن جا
تری تحمید ادا ہوتی ہے چپ رہنے میں
اے کل جہاں کے مالک ہر شئے بنانیوالے
وہم و گمان پائیں کیا آن بان تیری
آتا نظر نہیں ہے گو آستان تیرا
قدرت کے ہیں کرشمے ہر سو ترے ہویدا
ہر ایک کو عطا کی اِک شان خاص تو نے
عشاق کو دیا ہے سوز و گداز تو نے
جس دل کو جیسا چاہا اس رنگ کا بنایا
اک بندۂ رضا ہے جا بندۂ وفا ہے
بلبل کو گلستاں میں آہ و فغاں ملی ہے
دی سرو کو بلندی نرگس کو چشمِ حیراں
سبزہ کو کر دیا ہے خوابیدہ سو رہا ہے
پروانوں کو ہوا ہے سوز دروں عنایت
رکھا ہے شمع محفل کو تو نے وقف زاری

گلزار جہاں میں جستجو تیری ہے
ہر ایک زباں پہ گفتگو تیری ہے
ذرّہ ذرّہ میں ہے پھیلی ہوئی صنعت تیری
سر جھکا کے یہ بیاں کرتا ہے رفعت تیری
عجز سے کرتی ہے ہر وقت فضیلت تیری
جاری ہر ایک زباں ہی ہوئی مدحت تیری
پھر یہ نیرنگ کسی میں نہیں رنگت تیری
کسی آئینہ میں ممکن نہیں صورت تیری
اتنی کثرت سے عیاں ہوتی ہے وحدت تیری
خاک کو پاک کیا عین عنایت تیری
اس عنایت پہ ہوئی خاص رحمت تیری
جو ادا ہو نہیں سکتی وہ ادا کیونکہ کروں
سخت پیچیدہ گرہ ہے اسے وا کیونکہ کروں
ایک کو ایک سے حیراں ہوں جدا کیونکہ کروں
غیر ممکن میں بھلا عقل رسا کیونکہ کروں
اس کا کہنا نہ کروں اسکا کہا کیونکہ کروں
گر نہ جانوں تجھے بالکل یہ خطا کیونکہ کروں
تری توصیف میں اے پاک خدا کیونکہ کروں
یہ دعا کیوں نہ کروں اور یہ دعا کیونکہ کروں
سو خطائیں ہیں زباں کے لئے کچھ کہنے میں
نیرنگیوں سے بزم ہستی سجانے والے
اس سے بہت زیادہ اونچی ہے شان تیری
لیکن بنا ہے سب کے دل میں نکان تیرا
جلوہ ترا ہے سب میں جو کچھ ہوا ہے پیدا
رکھا ہر اک طبیعت میں اختصاص تو نے
بخشے ہیں مہوشوں کو انداز و ناز تو نے
اک موم کا بنایا اک سنگ کا بنایا
اک بانیٔ ستم ہے آمادۂ جفا ہے
پا کر ہنسی چمن کی ہر اک کلی کھلی ہے
لالہ نے داغ پایا سنبل نے زلف پیچاں
گریاں اسے بنایا ہے ابر رو رہا ہے
سینوں میں رکھ دیا ہے انکے شرارِ الفت
رہتی ہے صبح تک وہ مصروف اشکباری

ارشد
"
"
"

	ہر ایک وصف ترا اے خدا ہے وجدانی	کہ ایک کو بھی میں الفاظ میں بتا نہ سکا	اثیم
	ہر اک ہے محو تماشائے قدرت قادر	پر آج تک وہ کسی کی سمجھ میں آ نہ سکا	"
	اثیم نے جو ترا نام سن لیا ہے کریم	خوشی سے پھول گیا جامہ میں سما نہ سکا	"
	وہ غنی بے مثل ہے محتاج ہے اسکا ہر ایک	کونسا بندہ ہے جو اللہ سے سائل نہیں	"
	اے مہر یہ سب ہے نور تیرا	ہر ذرہ میں ہے ظہور تیرا	باقی
	بھولو نہ وظیفہ سحر و شام خدا کا	ہر وقت رہے وردِ زباں نام خدا کا	بحر
	افسوس کہ غافل رہیں ہم یاد سے اُسکی	ہر وقت کریں ذکر دَد و دام خدا کا	"
	شان ہے جوش کرم کی ترے اے ابرِ کرم	بے گناہی سی برستی ہے گنہگاروں پر	بیدل
	ستایش کے قابل تو وہ ذات ہے	مگر منھ ہے چھوٹا بڑی بات ہے	بشیر
	لکھوں کیا حمد میں اسکی وہ لاثانی ہے رب میرا	بس اس میدان میں اسپ قلم چلتا ہے کب میرا	بختاور
	نہیں طاقت زباں کو بھی اگر کر تا ثنا خوانی	کہوں کیا وصف کھلتا ہی نہیں زنہار لب میرا	"
	خدایا پاک تو، میں خاک، تو خورشید میں ذرہ	میں ہوں بندہ ترا، صاحب تجھے کہتے ہیں سب میرا	"
	رہا ہوں بھول میں تجھ کو رجا و بیم میں پھنس کر	مٹے یہ زنگ بالکل صاف آئینہ ہو تب میرا	"
	جہاں میں گرچہ روشن ہے ترا جلوہ ہر اک جا پر	مگر آئے نظر اس دم مٹے یہ وہم جب میرا	"
	کرم فرما کے صیقل گر نمط اس کو مجلا کر	گیا ہے اب زنگار میں آئینہ دب میرا	"
	ہے یار مرا وہ ایزدِ پاک	دل اس کے ہی غم میں ہے مرا چاک	"
	پانی پہ بچھایا ارض کا فرش	برپا کئے بے ستون افلاک	"
	بختاور اُسی کا کل ہے جلوہ	کیا پھول ہے کیا یہ خار و خاشاک	"
	اس کا ادائے شکر بیاں کیونکہ ہو سکے	جس نے اٹھا کے خاک سے انساں بنا دیا	بیان
	ڈالے گا اپنے سر پہ خاک ٹھوکے گا اپنے ماتھے کو	وہ کہ اس آستانہ پر جس کی جبیں نہیں رہی	"
	کیا کیجیے بیاں اس کے وجوب اور قدرم کا	طاقت نہ زباں کی ہے نہ مقدور قلم کا	"
	دین میں کیا، دنیا میں کیا، اللہ بس باقی ہوس	دونوں عالم میں سوا اللہ بس باقی ہوس	پرتو
	تو ہی شاہ کونین ہے یا خدا	ہیں محتاج تیرے ہی شاہ و گدا	ناسخ
	نہیں کوئی مختار تیرے سوا	جو چاہے کرے اور جو چاہا کیا	"
	تو خالق ہے ہر شئے پہ قادر ہے تو	ہے مخلوق امور آمر ہے تو	"
	ہیں سب تیرے محکوم حاکم ہے تو	ہیں مفلس سبھی اور منعم ہے تو	"
	نہیں شک کہ جبار و قاہر ہے تو	نہیں شک کہ وہاب و غافر ہے تو	"
	یہ کسکی ہے طاقت یہ کس کی مجال	ترے سامنے کچھ کرے قیل و قال	"
	عذاب اپنا تو چاہے جس پر کرے	جسے چاہے اک لحظہ میں بخشدے	"
	تجھے ہے بقا اس میں کچھ شک نہیں	ہمیں ہے فنا اس میں کچھ شک نہیں	"
	ہے اول تو ہی اور آخر ہے تو	ہے باطن تو ہی اور ظاہر ہے تو	"
	تو معبود ہے اکرم الاکرمین	تو موجود ہے ارحم الراحمین	"
	ہے تو مہربان و لطیف و رحیم	ہے تو منعم و دستگیر و کریم	"

میں کہتا ہوں سچ تیری سوگند ہے	نہیں کوئی تجھ سا خداوند ہے	تراب	
تیری چمک سے پیارے روشن ہیں سب ستارے	خورشید میں پڑا ہے اک ذرہ نور تیرا	"	
جہل ہے تہمت ہلاکو پر کرو مت قتل کی	شان قہاری خدا کی صورت جلاد ہے	"	
چار سو جلوہ ہے اس کا لیکن	دیکھتے ہم جو بصیرت ہوتی	تسلیم	
میں کیا جو اس کی کنہ حقیقت کو پاسکوں	گل ہے چراغ ہوش یہاں ہر فہیم کا	"	
تری ہے ذات ہر صورت سے لائق فضل و احساں کے	مری ہستی ہے یارب زشتی تقصیر کے قابل	"	
خدا نے ہیں دی نعمتیں کیسی کیسی	بشر دیکھو دنیا میں کھاتا ہے کیا کیا	تجمل	
کرتا ہے پرستش تری ہر گبر و مسلماں	کونین میں معبود تو یکتا نظر آیا	"	
بلبلِ دل گر کرے تقریرِ حمدِ کبریا	مسکرا دے غنچۂ تصویرِ حمدِ کبریا	"	
دیکھیں ارباب نظر تاثیرِ حمدِ کبریا	پھیلی ہے قرطاس پر تنویرِ حمدِ کبریا	"	
آسماں سے آرہے ہیں لیکے مضموں جبرئیل	ہے نزولِ آیۂ تطہیرِ حمدِ کبریا	"	
کیوں نہ شیطانِ لعیں وقتِ سخن ہو جائے قتل	ہے زباں منھ میں مرے شمشیرِ حمدِ کبریا	"	
کس کو ہے معلوم ذکر حق تعالیٰ کا شرف	جانتا ہے کب کوئی توقیرِ حمدِ کبریا	"	
کس قدر اللہ اکبر ہے یہ ہیبت کا مقام	کانپتا ہے دل دمِ تقریرِ حمدِ کبریا	"	
سپاس خداوند کون و مکاں	کیا جس نے موجود سارا جہاں	تائب	
کریموں کو وصف کرامت دیا	لئیموں کو غرق ملامت کیا	"	
فلک اسکی قدرت کے گلشن کا پھول	سب اس کے ہیں تابع نبی و رسول	"	
زبانِ قلم کی کہاں یہ مجال	کہ لکھے بیان جلال و جمال	"	
مجھ سے لاکھوں خاک کے پتلے بنا سکتا ہے تو	میں کہاں سے ایک تیرا سا خدا پیدا کروں	تعشق	
کیا کشادہ ہے اس کا خوان کرم	رزق پاتے ہیں مسلم اور مجوس	تشنہ	
تشنہ کی التجا ہے یا غفار	مجھ کو بخشش سے تو نہ رکھ مایوس	"	
کیا ہوا گر وقت پر کوئی نہ تمھارے لئے	اور سب اپنے لئے ہیں اک خدا میرے لئے	"	
تیری رحمت کے آسرے پہ کریم	جرم بندوں سے کیا نہیں ہوتا	"	
فکر بخشش کی ہے کس واسطے تشنہ دل کو	ہم نے لَو رحمتِ خالق سے لگا رکھی ہے	"	
الٰہی نام تیرا ہے وظیفہ دوست دشمن کا	ترے ہی ذکر میں ہر دم چلے منکا مرے من کا	تحقیق	
فدا کردوں میں تیری راہ میں سر یہ تمنا ہے	کسی ڈھب سے اتر جائے خدایا بوجھ گردن کا	"	
حمدِ خدا و نعت نبی کس سے ہو بیاں	انسان کیا ملک کی بھی یاں گنگ ہے زباں	"	
لکھا ہے رو بقبلہ ہو کے مطلع حمدِ یزداں کا	نہ کیوں ہو آفتاب صبح محشر نام دیواں کا	ثاقب	
کلیم اللہ سے پوچھو مزہ دیدار بازی کا	کہ ناز حسن میں عالم ہے کیا کیا بے نیازی کا	"	
آنکھیں وہی ہیں بینا دیکھیں جو راہ تیری	وہ کام کی زباں ہے جس پر ہو نام تیرا	"	
اللہ رے بے نیازی یہ ناز تجھ میں پایا	بیگانوں سے یگانہ اپنوں سے تو پرایا	"	
ثاقب تم اور حمد اس کی	بندہ بندہ خدا خدا ہے	"	
توصیف ذات پاک مجال بیاں نہیں	ساکت دہن ہے حمد کے لائق زباں نہیں	جنوں	

حق باری

ذات ہے ذات کو تیری فنا ہے سب کے لئے — بقا ہے ذات کو تیری فنا ہے سب کے لئے — جرار

ہزاروں نامہ وروں کے نہیں نشاں ہاتی — ہزاروں نامہ وروں کے نہیں نشاں ہاتی — "

کسی کی طاقت ہے جو تیرا مدح خواں ہو اے کریم — کسی کی طاقت ہے جو تیرا مدح خواں ہو اے کریم — "

آپ ہی عامد ہے تو اور آپ ہی محمود ہے — آپ ہی عامد ہے تو اور آپ ہی محمود ہے — "

تو ہی تھا تو ہی ہے اور تو ہی رہے گا ہمیشہ — تو ہی تھا تو ہی ہے اور تو ہی رہے گا ہمیشہ — "

تو ہی ہاں تو ہی نار میں بھی تھا — تو ہی ہاں تو ہی نار میں بھی تھا — "

تو ہی تھا تو ہی ہے اور تو ہی رہے گا ہمیشہ — تو ہی تھا تو ہی ہے اور تو ہی رہے گا ہمیشہ — "

تو ہی نور میں تو ہی شرار میں بھی تھا — تو ہی نور میں تو ہی شرار میں بھی تھا — "

جو ہر طرف ہے اور نہیں ہے کسی طرف — جو ہر طرف ہے اور نہیں ہے کسی طرف — "

پھر کیا بتائے وہ کدھر ہے کدھر نہیں — پھر کیا بتائے وہ کدھر ہے کدھر نہیں — "

عدو ہو اسکے واسطے کیا اسے کرے کوئی تو کیا پروا — عدو ہو اسکے واسطے کیا اسے کرے کوئی تو کیا پروا — "

ہے جو عقل آدم کو نہیں منصب رسالی کا — ہے جو عقل آدم کو نہیں منصب رسالی کا — "

بندہ اس درجہ بام قصر ہے شان خدائی کا — بندہ اس درجہ بام قصر ہے شان خدائی کا — "

کیوں نہ لیکھا آئے کیجئے جب سنے — کیوں نہ لیکھا آئے کیجئے جب سنے — "

اپنا ثانی کوئی پیدا نہ کیا — اپنا ثانی کوئی پیدا نہ کیا — جوہر

تجھ میں مفقود ہے نہ قال و قیل کا — تجھ میں مفقود ہے نہ قال و قیل کا — "

ہے کسی کو نا طاقت ذکر جمیل شاہ کا — ہے کسی کو نا طاقت ذکر جمیل شاہ کا — "

جلوہ ہے ہر رنگ میں خلاق بے انباز کا — جلوہ ہے ہر رنگ میں خلاق بے انباز کا — "

ہے ہر آں بلبل میں عالم مرغ بسمل اللہ کا — ہے ہر آں بلبل میں عالم مرغ بسمل اللہ کا — "

ہے ہر عارف رنگ و بو توحید کی ہر گل میں ہے — ہے ہر عارف رنگ و بو توحید کی ہر گل میں ہے — "

ہے ہر احد ہے ہر صمد میں لا الہ الا اللہ کا — ہے ہر احد ہے ہر صمد میں لا الہ الا اللہ کا — "

نور عرفاں — نور عرفاں

	نورِ عرفاں ہو تو سینہ بارگاہِ عرش ہے	دل کلس ہے اسکی اک درگاہ عالیجاہ کا	جوہر
	تو جسے چاہے گھٹائے جب جسے چاہے بڑھائے	تیری قدرت سے ہے روشن گھٹنا بڑھنا ماہ کا	"
	بحرِ رحمت کے کنارہ سب کو پہنچاتا ہے وہ	مرتبہ یکساں وہاں ہے خضر کا گمراہ کا	"
	کس زباں سے شکرِ لطفِ عام ہو یارب ادا	ہے فقیروں کو لقب تیرے کرم سے شاہ کا	"
	حاصلِ گدائے دہر کو رتبے ہیں شاہ کے	ذرے ہیں رشکِ مہر تری خاک راہ کے	جوہری
	بجلی جو گری چرخ سے پھر پہنچی سرِ چرخ	لیکن وہ نہ سنبھلا جو گرا تیری نظر سے	جلیل
	پھر کیوں نہ خاص بندے ہوں ظلِ عنایتیں	جاری ہے دو جہاں میں جب فیضِ عام تیرا	جلالی
	بچایا کجروی سے اور بتایا راستہ سیدھا	کہاں تک شکر ہو مولا ترے انعامِ بیحد کا	"
	کروں پہلے توحید یزداں رقم	جھکا جس کے سجدہ کو اول قلم	حسن
	سرِ لوح پر رکھ بیاضِ جبیں	کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں	"
	قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا	ہوا حرف زن یوں کہ رب العلا	"
	نہیں کوئی تیرا نہ ہوگا شریک	تری ذات ہے وحدہ لاشریک	"
	پرستش کے قابل ہے تو اے کریم	کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم	"
	رہِ حمد میں تیری عزوجل	تجھے سجدے کرتا چلوں سر کے بل	"
	وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے	قلم جو لکھے اس سے افزود ہے	"
	نہیں ایک صورت پہ کوئی مدام	اسی کی غرض ذات کو ہے قیام	"
	زباں کو نطق بخشا اور عطا کی ہم کو دانائی	حسیں از بسکہ ممنوں ہے تری رحمت کے احساں کا	حسیں
	کیا عالم سے پہلے تو نے پیدا نورِ انساں کو	بھلا کیا وصف مجھ سے ہو تری اس شانِ شایاں کا	"
	ہے مسلم تری کونین میں بے ہمتائی	تیری ضد دیکھی نہ تیرا متماثل دیکھا	حمید
	تجھ کو ہر گام میں دل کا متکفل پایا	دل کو ہر حال میں تیرا متوسل دیکھا	"
	تری تعریف کا دعوے کروں میں کیا مری ہستی	بقائے جاوداں ہے تجھکو میں اک نقشِ باطل ہوں	حیرت
	تو نے لباسِ گل ہی معطر نہیں کیا	خوشبو ترے کرم کی ہر اک خار و خس میں ہے	"
	دائم ہے بقا تجھ کو اک نقشِ فنا ہوں میں	تجھ سے جو محبت ہے یہ بھی تری قدرت ہے	"
	مقدور کسے ہے تری قدرت کے بیاں کا	ادراک تو کیا دخل نہیں وہم و گماں کا	"
	جلوے ترے نیرنگ کے ہیں ارض و سما میں	لاریب کہ خالق ہے تو ہی کون و مکاں کا	"
	ہر جزو میں ہر اک کل میں تو ہی تو نظر آیا	سر ڈالکے جب پردۂ توحید میں جھانکا	"
	خود جلوہ نما آکے ہوا پردۂ گل میں	باعث ہوا خود بلبلِ شیدا کے فغاں کا	"
	تو وہ گلِ بے خارِ دو عالم ہے کہ جس کو	کمھلانے کا ہے خوف نہ کھٹکا ہے خزاں کا	"
	دنیا سے گیا جس نے کہ عقبےٰ پہ نظر کی	جو تجھ سے پھرا وہ نہ یہاں کا نہ وہاں کا	"
	ہر جا ہے ترا نام تو کس جا نہیں موجود	کونین میں ڈنکا ہے ترے نام و نشاں کا	"
	طبعِ انسان کو دی سرشتِ وفا	خاک کو کیمیا کیا تو نے	حالی
	قبضہ ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا	اک بندۂ فرماں ہے حر سرا تیرا	"
	عظمت تری مانے بن کچھ بن نہیں آتی یاں	ہیں خیرہ و سرکش بھی دم بھرتے سدا تیرا	"

چھوٹے ہوئے ہیں گو جی پر دل بند ہی ہوئے ہیں — حالی
ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ — ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا
ہے پور زال سے دل اس کا قوی زیادہ — ہر دل پہ چھا رہا ہے رعب جمال تیرا
کاوش میں ہے الٰہی دگدا میں ہے طبیعی — رکھتی ہے آسرایاں جو پیر زال تیرا
ہے پاس دوستوں کے تیری یہی نشانی — جو حل ہوا نہ ہوگا وہ ہے سوال تیرا
گو حکم تیرے لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں — یارب کبھی نہ پائے زخم اندمال تیرا
رخ جہاں سوز تیرا دیکھا نظارہ افروز جس چمن میں — لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا
سلوک ہیں تیرے سب سے یکساں وہ گبر و ترسا ہوں یا مسلماں — نہ بلبل و گل میں واں تعلق نہ سرو قمری میں پیار دیکھا
سپر بھی دی تو نے تیغ بھی دی مگر دئے ہاتھ باندھ سب کے — نہ اُن سی کچھ تیرا ہیر پایا نہ ان سے کچھ تیرا پیار دیکھا
نہ جی رکھائی سے تیری چھوٹے نہ بے نیازی سے آس ٹوٹے — جنھیں تھا یاں اختیار سب کچھ انھیں بھی بے اختیار دیکھا
ہیں اور عزم وصف خدائے جلیل کا — سدا رہے نامراد جو یاں انھیں بھی امیدوار دیکھا
مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا — یہ حوصلہ نبی کا نہ ہے جبرئیل کا — خاطر
اس مسند عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے — حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا — درد
بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن — کیا تاب گزر ہوے تعقل کے قدم کا — "
ہے خوف اگر جی میں تو تیرے ہی غضب سے — آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا — "
جوں نور نظر ترا تصور — اور دل میں بھروسا ہے تو تیرے ہی کرم کا — "
جگ میں آکر ادھر اُدھر دیکھا — تھا پیش نظر جدھر گئے ہم — "
دنیا بھی اک بہشت ہے اللہ رے کرم — تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا — "
وہ سر ہے سرفراز جو اے داغ تابہ بست — کن نعمتوں کو حکم دیا ہے جواز کا — داغ
اے دہن تیرے لئے حرف دعا بہتر ہے — درگاہ بے نیاز میں صرف سجود ہے — "
سبق ایسا پڑھا دیا تو نے — اے زباں تیرے لئے ذکر حبیب اچھا ہے — "
جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی — دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے — "
لاکھ دینے کا ایک دینا ہے — اُس سے مجھ کو سوا دیا تو نے — "
مجھ گنہگار کو جو بخش دیا — دل بے مدعا دیا تو نے — "
داغ کو کون دینے والا تھا — پھر جہنم کو کیا دیا تو نے — "
اک جہاں مہرباں ہوا تو کیا — جو دیا اے خدا دیا تو نے — "
کیا بیاں وصف کرے بندۂ ادنے تیرا — مہربانی تری مقدم ہے — "
معرفت جس کو ہو وہ دیکھے تماشا تیرا — نہ ہوا حال فرشتوں پہ ہویدا تیرا — دستگیر
کونسا دل ہے کہ جس میں نہیں جلوا تیرا — ایک اک ذرہ میں موجود ہے جلوا تیرا — "
تو ہے شہرگ سے بھی انسان کے نزدیک مگر — کونسا سر ہے کہ جس میں نہیں سودا تیرا — "
کرم سے تیرے ہوتے خاک سے ہیں پاک سب بندے — نہیں معلوم فرشتوں کو ٹھکانا تیرا — "
جمایا نقش کس نقاش کی صنعت نے پتھر پر — ادھر بھی ابر رحمت ہم بھی ہیں امیدواروں میں — دُر
اسی کا جلوہ ہے جو ذرہ ذرہ میں چمکتا ہے — کہ رنگا رنگ گل بوٹے ہیں پیدا کوہساروں میں — "
اسی کی روشنی ہے چاند میں سورج میں تاروں میں — "

جمہاری

اسی کے بادۂ الفت سے سرشار — اسی کا نشہ ہے جس کی ہیں لہریں آبشاروں میں
بلند و پست عالم میں اسی کی شان قدرت ہے — وہی ہے دشت و صحرا میں وہی ہے کوہساروں میں
وہی رزاق منہ چیونٹی کا بھی شکر سے بھرتا ہے — وہی لاتا ہے جو شیر ژیاں خونخواروں میں
نیاز عشق و ناز حسن اسی کی دو شعاعیں ہیں — وہی جانان جاں سب کا وہی ہے جان جاں سب کا
وہی ہے شمع ہر محفل وہی ہے جلوہ ہر محفل — اسی کے ہیں یہ سب حسن بتاں کی گرمِ بازاری
اسی کی آتش افروزی ہے یہ چقماق شاعر میں — اسی کی آتش افروزی ہے یہ چقماق شاعر میں
اسی کی آتش افروزی ہے یہ چقماق شاعر میں — اسی کی آتش افروزی ہے یہ چقماق شاعر میں

جھلکیاں			
تو وہ کریم ہے کہ تری بارگاہ میں		تیرا ہی گر نہیں جلوہ تجلی گاہ عالم میں	ذاکر
پیدا بلند ہے جو ہوا سب میں نور تیرا		عجب الطاف ہے بندوں پہ صدقے کبریائی کے	"
ہر شکل و وضع میں ہے تری آب و تاب جلوہ		جب اس نے آیت لاتقنطوا فرمائی قرآں میں	"
دل میں جگہ ہے ہر شے میں تو ہی تو نور تیرا		ہر گل میں دیکھتا ہوں رنگِ ظہور تیرا	"
بکار جستجو ہے ہر ذرے میں نور تیرا		گردوں پہ بھی فرشتے کرتے ہیں ذکر ہر دم	"
پھولوں میں تو ہی تو ہے ہر شاخ میں ہے تو ہی		تیرا ہی آسرا ہے تیرا ہی ہے سہارا	"
پیشانیوں میں سجدے تیرے ہیں نور تیرا		ہر رنگ میں نہاں ہے ہر شکل میں عیاں ہے	"
اے کعبہ و کنشت میں ہے جلوہ گر تیرا		کیا جگمگا رہے ہیں اللہ رے کوہ و صحرا	"
پیدا زمین سے بھی کی جب آسماں بنایا		دن رات کا تقابل ہے مہر و مہ سے روشن	"
جس گل کو دیکھتا ہوں خوش اپنے رنگ میں ہے		عشاق کی زباں پر رہتا ہے نام تیرا	"
تو نے عجب چمن یہ اے باغباں بنایا		کعبہ میں بتکدہ میں ڈھونڈھا ہے خوب تجھکو	"
تو وہ فنا نہیں ہے جسے بھی لگا ہے		فاتوا بسورۃٍ کے دعوے سے ہی یہ ظاہر	"
حرفِ مطلب کو زباں پہ بھی نہ لگا سکے		روزِ الست سے اک سرشار ہم نہیں ہیں	"
تھا شانِ جلوہ جس پہ وہ دامن عجب ملا		ہر قطرہ میں نہاں ہے ہر ذرہ میں عیاں ہے	"
بہار ہے گل ہے تو ہی ہے بلبل ہے تو ہی ہے		تسبیح ہے فلک پر توحید ہے زمیں پر	"
چراغ ہر دل میں تو ہی تو ہے		جن و بشر ملائک پاتے ہیں رزق تجھ سے	"
رگِ گل سے بلبل کے پر تک ہے تو ہی تو		شان ارفع ہے تری مرتبہ اعلیٰ تیرا	"
نہیں اس کی شوخی سے کوئی مکاں خالی		عقل کیا دخل کرے کنہِ حقیقت میں تری	"
جس شمع سے سرایا ہو اگر روشن زباں کا		ہر اک زبان پہ تو حاصلِ کلام آیا	"
منہ تکا دے		تری ہی ذات کریم و رحیم ہے یارب	"
		وفورِ شوق سے اے رند ضبط ہو نہ سکا	"
		وحدہٗ لاشریک لہ ہے تو	رند
		جستجو میں جو نہ دوڑیں تری ٹوٹیں وہ پاؤں	"
		تو ہی نے اس کو بنایا ہے یدِ قدرت سے	"
		ایک عالم کو ترے نام کا ہے وِرد ایدوست	"
		پاکدامانی میں تری کچھ نہیں پڑنے کا خلل	"
		تیرے سوا سنا ہی نہیں ان صفات کا	"
		یا الٰہی ہو کرم تیرا تو شاید کچھ لکھے	سودا
		واری میں تیرے جاؤں خالق ہے تو خلقت کا	"
		کون ہمتا ہے خداوند تعالےٰ تیرا	"
		مجھ کو پہچانتے ہیں جانتے ہیں سب تیرا	"
		آدم و جن و ملک حور و پری وحش و طیور	"
		نہ بندہ بھلا کچھ برا چاہتا ہے	زکی
		تری وحدت کا شاہد کیوں ہے نقطہ نقطہ قرآں کا	ذاکر
		سوا ہوتی ہے رحمت پلہ جب جھکتا ہے عصیاں کا	"
		گراں بندوں کو کیوں ہے یاس ہی پھر بارِ عصیاں کا	"
		پھیلا ہوا ہے ہر سو عالم میں نور تیرا	"
		چرچا ہے اللہ اللہ کیا دور دور تیرا	"
		تھامے ہوئے ہیں دامن اہل قبور تیرا	"
		آنکھوں میں بس رہا ہے نور ظہور تیرا	"
		وہ نورِ دشتِ ایمن وہ نور طور تیرا	"
		جلوہ دکھا رہے ہیں کیا نار و نور تیرا	"
		کرتے ہیں ذکر ذاکر ہر صبح و شام تیرا	"
		آخر کو دل میں پایا ہم نے مقام تیرا	"
		مشہور ہو گیا ہے قرآں کلام تیرا	"
		عالم ہے مست پی کر وحدت کا جام تیرا	"
		جس شئے میں ہم نے دیکھا پایا مقام تیرا	"
		دونوں جہاں میں روشن دیکھا ہے نام تیرا	"
		سب کے لئے ہے یکساں یہ فیض عام تیرا	"
		تو ہے یکتا کوئی ثانی نہیں حقا تیرا	رند
		حوصلہ پست مرا مرتبہ اعلےٰ تیرا	"
		وہ رٹتا ہے جسے جس طرح تیرا نام آیا	"
		سوا ترے کوئی مشکل میں کس کے کام آیا	"
		زباں پکار اٹھی جب دل میں اسکا نام آیا	"
		دوسرا تجھ سا اے وحید نہیں	"
		سر وہ کٹ جائے کہ جس میں نہ ہو سودا تیرا	"
		تو ہی چاہے گا تو بگڑے گا یہ پتلا تیرا	"
		میں ہی کچھ ذکر نہیں کرتا ہوں تنہا تیرا	"
		اپنے مشتاقوں سے ناحق ہے یہ پردا تیرا	"
		حقا کوئی شریک نہیں تیری ذات کا	"
		ورنہ تیری حمد یارائے بشر سے دور ہے	رحمت
		کب مجھ سے بیاں ہووے ذرہ تری قدرت کا	رنگین
		کر سکے حمد تری کیا کوئی بندہ تیرا	راکب
		میرا مالک ہے تو بندہ ہوں میں یارب تیرا	رنج
		نام ہر وقت لیا کرتے ہیں یہ سب تیرا	"
		وہ ہوتا ہے جو کچھ خدا چاہتا ہے	زکی

منھ لگاوے کون مجھ کو گر نہ پوچھے تو مجھے
اس جہاں میں غرض ترا محتاج
خاک سے جس نے بنایا حضرت انسان کو
اللہ رے تیرے وصف بیاں مجھ سے ہو سکیں
قدیم تو ہے سوا تیرے جو ہے حادث ہے
ہر اک ملتجی ہے تری بارگاہ میں
جاتا ہے میرا طائر وہم و خیال واں
ہر ایک تیرے فضل کا محتاج ہے کہ تو
مختار ہے وہ چاہے جسے دے نعیم خلد
منعم کبھی نہ خانۂ دل کو گرائے تو
عالم تمام آئینہ خانہ اسی کا ہے
کیا مجھ کو خوف روز جزا ہو کہ ہوں سخن
سب جگہ اللہ ہے ہر شئے اسی کی ذات ہے

ہر ذرہ میں ہے جمال تیرا
ظاہر میں جمال کا ہے جلوہ
منصور نے جو کہا انا الحق
ظاہر سے خفی خفی سے ظاہر
ہے غیب کبھی کبھی ہے حاضر

دعوے کروں میں حمد خدائے کبار کا
اول و آخر و ہم ظاہر و باطن تو ہے
جاں آفریں کی حمد لکھے تاب جاں نہیں
کیوں نہ ہو مقبول خاطر ہر خدا آگاہ کا
جان و دل سے ہوں میں بندہ دلبر دلخواہ کا
واقعی ہے عکس افگن سایۂ رخسار یار
اسکے دل پر مفت بھی سودائے یوسف ہے گراں
عشق کا تیرے تحمل کیا کرے یہ ناتواں
بادشاہِ ہفت کشور سے ہے سودا رجہ بزرگ
شایاں ہے اسکو شان خداوندی اے سعید
حلقۂ طاعت سے تیرے کوئی کب باہر ہوا
اے دل نیاز مند ہوں اس بے نیاز کا
ہے یہ بارگاہ ایسے رب علا کی
عجب نہیں ہے جو کوئی بشر بشر سے پھرے
کیا وصف ہو قدرت کا ترے ہم سے خدایا

عکس بھی دیتا نہیں اب آئینہ میں رو مجھے — سودا
ہے تو نگر سے لیکے تا مسکیں — "
فیض گر چاہے تو کر اس باغباں سے اختلاط — سوز
کیا حوصلہ ہے عبد حقیر و ذلیل کا — سخن
فنا ہے سب کو خدایا مگر ہے تو باقی — "
ہے ایک سا معاملہ شاہ و گدا کے ساتھ — "
جس جا گزر ہوا نہ کبھی جبرئیل کا — "
حافظ ہے تندرست کا شافی علیل کا — "
خواہاں نہیں کسی سے ثبوت و دلیل کا — "
قصہ جو یاد ہو تجھے اصحاب فیل کا — "
پرتو فگن جمال ہے میرے جمیل کا — "
امیدوار رحمت رب جلیل کا — "
غیر ہے معدوم اس سے کیوں ہے انجان دیکھکر — سالک
ہر رنگ میں ہے کمال تیرا — "
باطن کو کہے جلال تیرا — "
تھا اصل میں قیل و قال تیرا — "
اک رنگ پہ کب ہے حال تیرا — "
کیا کیا میں کہوں کمال تیرا — "
توبہ سعید ہے یہ مقام انکسار کا — سعید
تیری موجودگی پوشیدہ و پیدا دیکھی — "
دعوے کرے یہ حوصلہ انس و جاں نہیں — "
نامۂ اعمال میں میرے ہے ذکر اللہ کا — "
ہے میرے بیت الصنم میں ذکر الا اللہ کا — "
ظاہرا جو ہے گماں لوگوں کو مہر و ماہ کا — "
اے عزیزو جو کہ ہے محبوس اس کی چاہ کا — "
کب اٹھا سکتا ہے بار کوہ پتا کاہ کا — "
بندۂ ناچیز اس درگاہ عالی جاہ کا — "
برلائے جو فقیہ و تونگر کی احتیاج — "
تو ہی ہے معبود برحق ہر گدا و شاہ کا — سرمست
کیونکر ادا نہ شکر ہو اس کارساز کا — سرور
جہاں سرکشوں نے بھی سر کو جھکایا — "
سیاہ بخت وہی ہے جو تیرے در سے پھرے — سراج
اک کن سے یہ ہستی کا چمن تو نے کھلایا — "

جہاں ہے تیرے جلوہ سے روشن
ہر ایک

ہر ایک طرف گرم ہے بازار خدا کا	ثنا سرا	افسوس نہیں کوئی خریدار خدا کا	سید
جو معرفت آگاہ ہوا اس کو وہی جانے	"	قدرت کا تماشا ہے ہر اک کار خدا کا	"
موسےٰ کو تجلی جو دکھائی تو عجب کیا	"	ہے نور ہر اک شئے میں نمودار خدا کا	"
ہر پھول میں ہر رنگ میں خوشبو ہے اسی کی	"	کیا کیا نہ ہے پھولا ہوا گلزار خدا کا	"
کام کی ہے تو خدا کی جستجو	"	دوسرے کی جستجو اچھی نہیں	شہید
خدا ہے دوست بندہ کا تو ہو اعدا سے کیا ہوتا	"	ہو اسکا فضل تو دشمن کے ہے اغوا سے کیا ہوتا	"
حمد بے حد اس خدائے پاک کو	سید	نور ایماں جس نے بخشا خاک کو	"
خاک کو پرنور سرتاپا کیا		قطرۂ ناچیز کو دریا کیا	"
دن رات مہر و مہ سا روشن ہے نور تیرا		موسےٰ کہے ہے مظہر ہے کوہِ طور تیرا	"
ہے سرو اور سمن میں نسرین و نسترن میں	شہید	خار و گلِ چمن میں رنگِ ظہور تیرا	"
مشتاق دل ہے میرا تو کب ملیگا جاناں		ہے ایک دن اگرچہ ملنا ضرور تیرا	"
رو بر زمیں ہے پایا سر بر فلک ہے دیکھا		عجز و نیاز اپنا ناز و غرور تیرا	"
اے حامیٔ دو عالم کیا ہے شہید کو غم	صادق	جب آسرا ہو اس کو روز نشور تیرا	"
وہ کون جگہ ہے کہ نہیں واں ترا جلوہ		حقا کہ خداوند ہے تو کون و مکاں کا	"
جس میں عاجز رہ گئے جن و ملک اور انبیا		وصف اسکا لکھ سکے مقدور کیا انسان کا	شفق
سب کی معین و یاور و حامی ہے ذات پاک		کرتا ہے کون چرخ سے امداد کی ہوس	"
جو چیز ہے یہاں کی حادث ہے فی الحقیقت		اُس کے سوا کسی کو ہرگز نہیں قدامت	"
ہر چیز یاد اُس کی سب کو دلا رہی ہے		ہر چیز یاد اس کی دل سے بھلا رہی ہے	"
معبد کی قید کیا ہے ہر جا ہے اس کا جلوہ		میں کیا بتاؤں تم کو کیسا ہے اس کا جلوہ	"
کس زباں سے کروں صفاتِ خدا		کیا بشر سمجھے کنہ ذات خدا	شوق
ہے وہ مجمع جمیع صفات		لائق سجدہ ہے اسی کی ذات	"
وہی اول میں ہے وہی آخر		وہی باطن میں ہے وہی ظاہر	"
کونسی جا ہے جس جگہ وہ نہیں		چاہئے ہے نگاہ وحدت بیں	"
منکشف اس کی کیا حقیقت ہو		وہی دیکھے جسے بصیرت ہو	"
بنایا تو نے قدرت سے ملک کو اور انساں کو		بیاں ہم سے تری اب شان قدرت ہو تو کیونکر ہو	شاطر
مقر ہوں روز ازل سے میں تیری قدرت کا		نہ کیوں ہو ورد مجھے کلمۂ شہادت کا	شرم
سنا ہے شور جو عالم میں تیری رحمت کا		امیدوار ہے ہر پُر گناہ جنت کا	"
بشر کے واسطے کیں خلق نعمتیں کیا کیا		کروں میں شکر ادا کونسی عنایت کا	"
تو چاہے تو اک آن میں دے رتبۂ شاہی		بندوں سے بیاں ہو نہ ترے جود و سخا کا	شاہ
کہنا زباں سے حالت دل کیا ضرور ہے		اللہ تو علیم بذات الصدور ہے	شائق
شجر سے گل سے جلوہ ہے نمایاں تیری صنعت کا		لطافت کا دیا جامہ اسے اُسکو نزاکت کا	"
خورشیدِ درخشاں میں جھلک تیری ہے		اور گوہر لامع میں الک تیری ہے	شاکر
ہیں کون و مکاں نور سے تیرے معمور		ہر ذرۂ تاباں میں چمک تیری ہے	"

کوئی شریک تیرا یارب نہیں جہاں میں	نیرنگیاں ہیں تیری دنیا کے گلستاں میں	ضبط	عاشق
پیک نظر کا جس جا ممکن گزر نہیں ہے	صنعت گری کا تیری راز نہاں وہیں ہے	〃	
یہ پھول یہ شگوفے یہ شاہدانِ رعنا	کتم عدم سے تو نے ان کو کیا ہے پیدا	〃	
تیرے کرم سے قائم ہے یہ حیات عالم	زیر نگیں ہے تیرے سب کائنات عالم	〃	عارف
گلشن میں ہر شجر پر قمری کی ہے یہ کو کو	عظمت کا تیری جلوہ آتا نظر ہے ہر سو	〃	
سو سو تجلیاں ہیں اک اک ادا میں تیری	اہل خرد ہیں حیراں مدح و ثنا میں تیری	〃	
گلشن میں ہے نضارت گل میں تری ادا ہے	ہر مرغِ خوش نوا کے لب پر تری ثنا ہے	〃	
ہر رفعت و بلندی ہے تیرے آگے پستی	کیا حمد تیری لکھے کیا ضبط کی ہے ہستی	〃	
یوں ضیا بخش دو عالم اس کی یکتائی ہوئی	جیسے دو آنکھوں کو کافی ایک بینائی ہوئی	طاہر	
کوئی حکمت سے نہیں خالی ہے ظلمت ہو کہ نور	رات دن دیکھا ہے میں نے انتظام اللہ کا	〃	
جو ذکر کیجئے کچھ اے ظفر تو ذکر خدا	بغیر اس کے ہیں باتیں تمام بیہودہ	ظفر	
ہشیار اے ظہیر کہ یہ راہِ حمد ہے	پھسلا ہے پاؤں حامل عرشِ عظیم کا	ظہیر	
حافظ اگر خدا ہے تو بندہ کو خوف کیا	خالق وہ روح کا ہے وہ صانع بدن کا ہے	عاشق	
تیرے سوا نہیں ہے کوئی فرد اے خدا	تجھ میں نہیں ہے کام شریک و سہیم کا	〃	
تو سب جگہ ہے سب سے نرالا ترا مقام	عاجز جہاں خیال عقیل و فہیم کا	〃	
تو چاہئے جسے اُسے پھر کچھ نہ چاہئے	مل جائے تو تو فخر ہے پھر وہ کلیم کا	〃	
شاہان دہر کو ہے تمنائے پائے بوس	اللہ رے مرتبہ ترے در کے مقیم کا	〃	
شایاں ہے تیرے واسطے زیبا تجھی کو ہے	اللہ رے مرتبہ ترے عز و غرور کا	〃	
جب نہیں تجھ سا کوئی خالق کوئی رازق تو پھر	آستانہ کیونکہ چھوڑوں تجھ سے شاہنشاہ کا	〃	عاجز
بے عدیل و بے نظیر و بے مثال	اک خدائے لم یزل کی ذات ہے	〃	
تو وہ بڑا کہ نہیں حد تری بڑائی کی	تو وہ خدا کہ نہیں انتہا خدائی کی	〃	
کیا شان ہے اللہ تری شان کے قربان	تقریر سے بیروں ہے تو تحریر سے باہر	〃	
جبیں فرسائی لازم ہے تو واجب عجز و زاری ہے	جھکالے سر قلم اپنا کہ لکھنی حمد باری ہے	〃	
ادا جب حمد کا حق ہو نہ اے عاشق رسولوں سے	زباں میں کب یہ طاقت ہے حقیقت کیا ہماری ہے	〃	
کسی گھر سے ملے مانگے نہ اسکو بھیک دنیا میں	پھرے سائل ترے در سے جو اے باب کرم خالی	〃	
تجھ سے سب اور تو کسی سے نہیں	یہ فقط تیری شان ہے گویا	〃	
گو طاقت بیانیہ عاشق کو ہے عطا	وصفِ خدا میں اسکی بھی گویا زباں نہیں	〃	
اللہ رے مرتبہ ترے عز و جلال کا	انس و ملک کو عجز ہے جس کے مقال کا	〃	عاجز
کیا شکر ہو ادا کرم ذوالجلال کا	خالی نہیں رہا کبھی کاسہ سوال کا	〃	
غایت نہ ابتدا کی ہے نے انتہا کی حد	عاجز سبھی ہیں اک تو ہی واقف ہر حال کا	〃	
اندازہ سے پرے بھی وہ تو ہی تو ہے آہ	امکان دم زدن نہیں وہم و خیال کا	〃	
دیکھا کہ تاب حضرت موسےٰ نہ لاسکے	وہ دبدبہ جلال کا پرتو جمال کا	〃	
کتنی فراخ نعمت و بخشش ہے بے حساب	کتنا وسیع فیض ہے جود و نوال کا	〃	

	گرم و تر میں ترا جلوہ نظر آیا مجھ کو	بجلی ہے شکل تجلی صفت نور گھٹا	قدر
	تیرے در پر عابد و زاہد ہوا	کوئی بھی جب فاسق و فاجر گیا	"
	موجِ دریائے کرم نے کی مدد	ڈوبتے ہی ڈوبتے وہ تر گیا	"
	جہاں میں جہاں آفریں کا ہے جلوہ	اس آئینہ میں ہے سکندر کی صورت	"
	خدا کی ذات ہے دریا کے آب کی مانند	اٹھے ہیں حضرتِ آدم حباب کے مانند	"
	غرور مجھ کو نہیں شیخ بے گناہی کا	امیدوار ہوں میں رحمتِ الٰہی کا	قائم
	تو وہ ہے نخلبند گلشنِ ایجاد اے صانع	ریاضِ دہر گلدستہ ہے تیرے باغ صنعت کا	قلق
	تو وہ کریم ہے اک ہم تو کیا ہیں در پہ ترے	کسے کسے نہیں امیدوار دیکھتے ہیں	"
	لکھے حمدِ الٰہی خامۂ معجز رقم میرا	گھڑی بھر کے لئے گر ساتھ دیں لوح و قلم میرا	قاسم
	ہر آنکھ تیرا مسکن ہر قلب بام تیرا	سنتا ہوں ہر زباں سے پیارے کلام تیرا	قرباں
	آنکھوں میں تیرا جلوہ سر میں ہے تیرا سودا	دل میں ہے تیری الفت لب پر ہے نام تیرا	"
	کعبہ ہو بتکدہ ہو دل ہو کہ چشمِ عاشق	ہر سمت تیرا جلوہ ہر جا مقام تیرا	"
	دونوں جہاں سے اسکو پھر کچھ رہا نہ مطلب	بیخود ہوا جو پی کر اے شوخ جام تیرا	"
	خالق ہیں ہوں ترا جاں ہے تری دل ہے ترا	تو ہی فرما دے مجھے کون مقابل ہے ترا	"
	پرسشِ روزِ قیامت کا کچھ اندیشہ نہیں	خوف کیا ہے مجھے جب فضل ہی شامل ہے ترا	"
	خاتمہ ہوگا مرا نام پہ تیرے بالخیر	ابتدا سے ہی مرا دل بھی تو مائل ہے ترا	"
	ہے یہ ادنےٰ وصف اس خلاق کا	باغبان ہے گلشنِ آفاق کا	کافی
	حمد لائق داورِ اکبر کو ہے	خالقِ اشیائے بحر و بر کو ہے	"
	ہے عجب وہ صانعِ رنگیں نگار	جس نے پیدا کیں بہاریں بے شمار	"
	یہ نگارستانِ عالم کا چمن	ہے نسیمِ لطفِ حق سے خندہ زن	"
	اس نے دکھلائیں بہاریں بے شمار	گل کھلائے سیکڑوں لاکھوں ہزار	"
	تیرے سوا نا ہی نہیں ان صفات کا	حقا شریک کوئی نہیں تیری ذات کا	"
	غنچوں میں نضارت ہے پھولوں میں ادا تیری	ہر مرغِ خوش الحاں کے لب پر ہے ثنا تیری	گہر
	نہیں محروم دنیا میں کوئی تیری سخاوت سے	ورم ہے پشتِ ماہی پر صدف میں نقد گوہر ہے	لائق
	ہر ذرہ میں ہے ظہور تیرا	ہے برق و شرر میں نور تیرا	لا اعلم
	افسانہ ترا جہاں نہیں ہے	چرچا ہے قریب و دور تیرا	"
	ہر ذرۂ خاک میں ہے لمعاں	مخصوص نہیں ہے طور تیرا	"
	گاتے ہیں شجر ہوا میں کیا کیا	دم بھرتے ہیں سب طیور تیرا	"
	تو جلوہ فگن کہاں نہیں ہے	وہ جا نہیں تو جہاں نہیں ہے	"
	الحمد لواہب العطایا	اس شور نے کیا مزہ چکھایا	مومن
	والشکر لصانع البریۃ	جس نے ہمیں آدمی بنایا	"
	سبحانک یا الٰہ العالم	عالم ترا عجز نے دکھایا	"
	تجھ ہی کو سزا رہے کبریائی	کرسی نہ ہے عرش کا یہ پایا	"

جو چاہے کرے وہ تو اے مصحفی مالک ہے	بندہ کی خدا سے تو زنہار نہیں چلتی	مصحفی	
کس کی مجال جو کوئی شاکی ہو اے کریم	پنہاں ہزار لطف ہیں تیرے عتاب میں	محب	
رحمت کا تری کونسی جا دخل نہیں ہے	نمرود کی آتش میں بھی گلزار ہے تیرا	میکش	
کس منہ سے کروں میں حمد تیری	اس منہ سے نہیں زبان میری	〃	
ہر طرح سے بے نیاز ہے تو	معبود ہے کارساز ہے تو	〃	
تو جب تھا یہاں یہ کچھ نہیں تھا	اب جو ہے یہ سب ظہور تیرا	〃	
کی تو نے جو زلفِ کون برہم	اک تار میں باندھا سارا عالم	〃	
پھیلائے ہیں تو نے بے بہا دُر	کل ارض و سما ہے نور سے پُر	〃	
ہر جسم میں جان گو رواں ہے	پر تیرا مکان لامکان ہے	〃	
بندگی اور خدائی کے سبب	عجز مجھ میں ہے غنا تجھ میں ہے	〃	
گر جائے وہ نظر سے جسے تو اُتار دے	اس کو بگاڑے کون جسے تو سنوار دے	〃	
ہر ذرہ کر رہا ہے ترا وصف حال سے	کچھ شکر گو فقط نہیں میری زباں ہے خاص	〃	
بیاں کیا وصف ہووے مجھ سے تیری قدردانی کا	بنایا مجھ کو قلزم میں تو یک قطرہ تھا پانی کا	〃	
دوزخ جسے کہتے ہیں تری نارِ غضب ہے	اک نام ہے جنت ترے کوچہ کی زمیں کا	〃	
سب فنا ہو جائینگے باقی رہے گی تیری ذات	تجھ کو سب زیبا ہے جتنا ہو خدائی پر گھمنڈ	〃	
کیا وصف ہو سکے تری شانِ مجید کا	موقع ہی کچھ نہیں یہاں گفت و شنید کا	〃	
پتہ عقلِ رسا کو کیا لگے تیری سکونت کا	شکستہ کر دیا رفعت نے بالکل پر ذہانت کا	〃	
مایۂ شکر ہے مخلوق پہ احسان تیرا	نام لکھا ہے قلم نے سر دیواں تیرا	〃	
نظر انداز کرے کون کو حیراں تیرا	پھینکدے خلعتِ ہستی کو بھی عریاں تیرا	〃	
سامنے عام کے پھیلا ہوا ہے خواں تیرا	صاحبِ خانہ ہر اک بن گیا مہماں تیرا	〃	
تیرے ملنے کی تمنا ہی رہی عالم کو	لے گئے صاحبِ دل قبر میں ارماں تیرا	〃	
جو ترے سایہ میں آجائے نہیں اسکو زوال	نہیں بجھتا ہے چراغِ تہِ داماں تیرا	〃	
عقل میں تیری احاطت نہ کبھی ہو محدود	مل رہا ہے سرِ آغاز سے پایاں تیرا	〃	
کونسا دل ہے تری یاد سے خالی ایجان	کلمہ پڑھتا ہے ہر گبر و مسلماں تیرا	〃	
موت بھی ہے ترے فانی کی حیاتِ ابدی	اے صنم زندۂ جاوید ہے بے جاں تیرا	〃	
کبریائی اسے کہتے ہیں کہ اللہ اللہ	زیرِ لب حرف انا ربکم اعلا ہے درباں تیرا	〃	
یہ بھی اک شانِ جلالی و جمالی ہے تری	عشق پیدا ہے مرا حسن ہے پنہاں تیرا	〃	
ربطِ باطن نہیں معلوم مگر باطن میں	یار دم بھرتا ہے عالم میں ہر انساں تیرا	〃	
بن بن کے بگڑتی ہے ہر اک چیز جہاں کی	باقی ہے اگر تو وہی اک ذات ہے باقی	مسیح	
سجدہ میں ہو کر قلمِ گلفشاں	لکھ صفتِ خالقِ باغِ جہاں	منت	
ہے ماسوا کے فہم سے برتر وہ ذات پاک	حادث محیط ہو نہیں سکتا قدیم کا	نیر	
کیا سیر اس کی وادیٔ حکمت کی کر سکے	اسپ گلی سمند ہے طبعِ حکیم کا	〃	
چاہتا ہے جب مسبب آپ ہوتا ہے سبب	دخل اس عالم میں کیا ہے عالم اسباب کو	میر	

جلوہ اس کا سارا جہاں ہے یعنی	میر
ساری ہے وہ حقیقت جاوے نظر جہاں تک	〃
نکلا ہر اک کا ہاتھ اول کر انتہا سے	〃
اللہ اللہ وہ ہی تری طرف ہے	〃
منظور جب طرف کو وہ ہی تری ہے اے خدا تو	〃
کیا کچھ نہیں ہے پیدا کیا کچھ ہوا نہیں ہے تجھ سا کوئی نہیں ہے	〃
ہر شے سوائے میرا کچھ مدعا نہیں ہے	〃
تیرے سوائے ذات مقدس میں دخل کیا ہے	〃
اور اک کو تجھ سے کرداں و ہمسر ہے کیا ہے	〃
اوروں کو نہیں ہے گزار صنعت اپنا	〃
واجب کا ہو ممکن سے کیا ہے پایا	〃
قدرت سے اسکی ہے یہ پیدا ہوئیں سارا	〃
کرتا ہوں اللہ اللہ ورد شب و روز	〃
سر کا ہے تو ہی ضامن تو نے ہی اسے نکالا	ناجی
اوروں کو ہے فنا کو جو دیا ہے وہ ابد ہے	〃
کوئی ہے کوئی قادر ہے تجھ سے تو نکالا	〃
جس نے پیدا کیا ہے رنگ ہر گل	〃
عشق نے ہم کو	〃
خونِ بلبل	〃
غزل ہے	

	عزت ہے فقیروں کی امیروں کے برابر	کیا تاج گدا افسر کسرے سے نکالا	ماہ
	جلوہ ہے مہر و ماہ میں بس تیری ذات کا	تو باعثِ وجود ہے کل کائنات کا	"
	تو ہے غفور بندہ عاصی ہوں میں کریم	مجھ کو تو آسرا ہے فقط تیری ذات کا	"
	قدرت خدا کی ہے کہ ہر اک کور و کر تلک	قائل ہے ذات پاکِ سمیع و بصیر کا	"
	اسی کو ہستیٔ مطلق سزاوار	ہوا ہے ہست جس سے ہیچ در ہیچ	محو
	رقم ہم سے جب نام حق ہو گیا	تو سورج چمکنے کو ورق ہو گیا	"
	ہو سکے کس سے بیاں خوبیٔ صنعت تیری	عقل حیران ہوئی دیکھ کے قدرت تیری	محبوب
	ہے وہی کام کا جس شخص کی حالت یہ ہو	لب پہ ہو نام ترا دل میں محبت تیری	"
	یہ کسی کی نہیں طاقت کہ تجھے دیکھ سکے	ورنہ تو چھپ کے رہے یہ نہیں عادت تیری	"
	وہی جنت ہے جسے کہتے ہیں تیری قربت	وہی دوزخ ہے جسے کہتے ہیں فرقت تیری	"
	ہے تو ہی عیاں نہاں خدایا	جز تیرے کوئی کہاں خدایا	"
	ہر شئے میں وہ تجھ کو دیکھتے ہیں	ہیں تیرے جو رازداں خدایا	"
	معمور ہیں نور سے ترے سب	ارض و شجر آسماں خدایا	"
	حیرت میں ہیں سب کہ تو کہاں ہے	لے پیر سے تا جواں خدایا	"
	پایا نہ نشان کسی نے تیرا	ہر شئے میں ہے تو عیاں خدایا	"
	جو راہ میں تیری خود کو میٹے	پائے نہ وہ کیوں اماں خدایا	"
	نہ ہو جس سر میں سودا سر وہ کیا	نہ ہو جس میں تو وہ کس کام کا دل	"
	تو بے مثال ہے تیرا کوئی مثال نہیں	جو دیکھ لوں ترا جلوہ مری مجال نہیں	"
	جنھیں سلطنت ہے نصیب اس جہاں میں	انھیں تیرے در پر گدا دیکھتے ہیں	"
	وہی موجود ہے محبوب سمجھ کر دیکھو	سب نظر آتے ہیں ظاہر میں مگر کچھ بھی نہیں	"
	تو جس کو چاہے اسے آشنا بناتا ہے	تو جس کو چاہے اُسے دربدر پھراتا ہے	"
	وصف میں اسکے کسے یارا یہاں تقریر کا	جب زبانِ شمع نکلی منھ کھلا گلگیر کا	مسکیں
	یونکہ بحرِ حمد میں اپنا قلم ہو تر زباں	جسکے آگے خشک ہے منھ خامۂ تقدیر کا	"
	تیرا بیانِ واقع اب کس سے ہو سکے ہے	تو پاک ہر ہنر سے ہر عیب سے بری ہے	"
	ہے صوفیوں کے لب پر یارب کلام تیرا	اور عارفوں کے دل میں بستا ہے نام تیرا	مہر
	فمری ہے گلستاں میں حق سترہ سناتی	اور شاخِ گل پہ بلبل جپتی ہے نام تیرا	"
	کونین کا ہے حاکم دارین کا ہے مالک	کیسی تزک ہے کیسا ہے احتشام تیرا	"
	تو وہ کہ سدا قیام تیرا	تو وہ کہ قدیم نام تیرا	"
	تو چشم میں خواب بیں ہے اس میں	ہے خواب کا سب نظام تیرا	"
	تجھ سے ہے ہر اک شئے کی ہستی	ہر شئے میں وجود نام تیرا	"
	امکان کا وجود میں نے دیکھا	اس میں ہے چھپا دوام تیرا	"
	کہتے ہیں تجھ کو سچدانند	پھبتا ہے تجھی کو نام تیرا	"
	نیرنگ حدوث ہے تجھی سے	اس میں ہے چھپا دوام تیرا	"

حمد باری
حمد نور
اس ذات کی ہی ذات ہے نور
جس کی نہیں نہایت جس کی کوئی حد
دو ہے ذات صمدی اس میں نہیں دخل صفات
فضل کی حد سے پرے دور تر از وہم و گماں
ذرہ ذرہ میں ہر حالت میں کس آبداری کا
تیرا جلوہ ہے مرے وہم و گماں کی حد
جس جا نہ ہوں قیود زمان و مکان کی
میں نے دیکھا ہے منظر میں فضا تیری ہے
سب کو خورشید کے پرتو میں ضیا تیری ہے
برق میں چمک کس کی اور تیرا نور
آب گوہر میں نہیں اس میں جھلک ہے تیری
نور اختر میں نہیں اس میں کرن ہے تیری
رنگ میں پھول کے شوخی میں شگوفہ کے ہے
پیش پا چیز میں موجود ہے یارب کیسے
تو ہر اک جا ہے تو ہر اک جا ہے
تو ہر اک جا ہے تو ہر اک جا ہے

تو مرا گوہرِ مقصود ہے یارب کریم	جز ترے مجھ کو نہیں اور کوئی شئے درکار	مہر	
خلق تو نے کیا موجود ہے عالم سارا	آدمی جن و پری حور و ملک ارض و سما	〃	
چاہتا تو ہے تو ہوتی ہے قیامت برپا	تیری مرضی پہ ہے اس خلقت و محشر کا مدار	〃	
حکم تیرا نہ ہو تو ہل نہیں سکتا پتّا	تو چلاتا ہے تو چلتی ہے زمانہ میں ہوا	〃	
تو رواں کرتا ہے تو آب رواں ہے ہر جا	حرکت کا یہی دنیا میں ہے مخفی اسرار	〃	
یا الٰہی تجھے کہتے ہیں رحیم و غفار	تیری رحمت ہے وہ شئے جسکا حساب اور نہ شمار	〃	
تیری وہ کنہِ حقیقت کہ ہے عاجز گفتار	اور صفات ایسے کہ قاصر ہے زبان اظہار	〃	
تیرے سب کام نرالے ہیں کوئی کیا جانے	ہاں جو جانے تو کوئی عارفِ یکتا جانے	〃	
وہ بھی پورا نہیں جانے تو ادھورا جانے	بسکہ ہے عقل کا اور فہم کا محدود حصار	〃	
تجھ سے بادل بنے اور کھیت کو شاداب کیا	تجھ سے دریا بہے اور ملک کو سیراب کیا	〃	
خلق تو نے ہی صدف میں دُرِ خوش آب کیا	آب سے جس کے خجل لعلِ بدخشاں سو بار	〃	
یہ دو رنگی تری قدرت کے کرشمے ہیں سب	سال ہو ماہ ہو موسم ہو کہ ہو روز و شب	〃	
گرمی و سردی و شادی و غم و رنج و تعب	رنج کی بادِ خزاں یا کہ ہو رحمت کی بہار	〃	
آنکھ میں چونکہ سمائی ہے حقیقت تیری	مجھ کو زحمت بھی نظر آتی ہے رحمت تیری	〃	
سِرّ مخفی ہے ہر اک کام میں حکمت تیری	یہ وہ ہے بحر کہ دیکھا ہی نہیں وار اور پار	〃	
سرِ تسلیم ہے خم مجھ کو شکایت نہیں کچھ	میں ہوں راضی برضا حرف و حکایت نہیں کچھ	〃	
تری رحمت ہے وہ دریا کہ نہایت نہیں کچھ	کیا ہوا عیب اگر مجھ میں ہیں تو ہے ستار	〃	
تیرا جو کام ہے حکمت ہے نہاں اسمیں سدا	یہی باعث ہے کہ رہتا ہوں میں راضی برضا	〃	
مجھ کو کیا فکر ہے جب فکر ہے تجھ کو میرا	میرے دل میں کبھی آنے نہیں پاتے افکار	〃	
ترا ہی شور ہے بادل میں رعد ہو کے عیاں	تیرا ہی زور ہے طوفان ہوا میں پنہاں	〃	
جھڑی ہے تیری ہی رحمت کی بارش و باراں	چمک میں برق کی تیرا ہی نور ہے تاباں	〃	
صدائے رعد کہ برقِ جہاں کی چشمک ہے	نگاہِ حق سے تری جلوہ گاہ بے شک ہے	〃	
فلک رفیع نہیں اس میں تیری رفعت ہے	خلا وسیع نہیں اس میں تیری وسعت ہے	〃	
ہوا سریع نہیں اس میں تیری سرعت ہے	بشر نہیں کوئی صناعِ تیری صنعت ہے	〃	
جگہ جگہ وہ کرشمے ہیں دست قدرت کے	کہ ہوش ہی نہیں قائم نگاہ حیرت کے	〃	
نہاں ہے ہو کے جمادات بحر و کان میں تو	عیاں ہے بنکے نباتات گلستاں میں تو	〃	
تجھی سے زندہ ہے حیواں ہے اسکی جان میں تو	بشر کے نطق میں ہے وہم میں گمان میں تو	〃	
بتاؤں کیا کہ ہیں جلوے کہاں کہاں تیرے	وہ بے نشاں ہے تو ہے جا بجا نشاں تیرے	〃	
نہ جلوہ گاہ ہے باہر ہی اے خدا تیری	دلوں میں بھی بخدا جا بجا ہے جا تیری	〃	
خلا محال ہے بھرپور ہے جہاں تجھ سے	ترا وہ رنگ شرابور ہے جہاں تجھ سے	〃	
ترا وہ نور کہ پُرنور ہے جہاں تجھ سے	تجلیاں وہ تری طور ہے جہاں تجھ سے	〃	
زماں ہے حادثِ دیروزہ ایک تو ہے قدیم	مکاں تجھ سے ہے محدود اور تجھ میں مقیم	〃	
علل سے تو ہے پرے جملہ علتوں کا علیم	نہ تیرے کنہ کو پہنچا ہے فلسفی نہ حکیم	〃	

جھلک باری

تو نے صدف کو گوہر دیا اور گہر کو آب دی
گلشن کو پھول پھول کو بوئے گلاب دی
معدن کو لعل لعل کو رنگِ شفق نما
جو چیز دی کسی کو رنگ رنگ مخمل علی دیا
پھولوں کو تو نے نکہت جسکا جدا جدا
پتوں کو پھل کو ذائقہ بخشا جسا جسا
ہر اک پھل کو تو نے بھی ساد و خوان کو
حق یہ کوئی ادا نہیں کر سکے بجز شکر
نعمت سے تو نے کر دیا مالا مال سب کو
اور سب سے فزوں نوازشیں ہیں رکھا
جو جو نعمتوں کا تو نے عطا کیا
اور خاصہ نوعِ انساں کو عقل و دانش
زباں کو تو نے فیض کو گویائی بخشی
گویا کہ بحرِ فیض کو کوزہ میں بھر دیا
دیکھے جو تو نے فیض ہو چھپ کر چھپا کے
وہ جس چیز کو نور سے پیدا کی ارض و سما
آنکھ تیرے نور سے بینا و خاور کی نیا
پرتو ترا ہے عالم میں واجب ہے تو ہیں تیرا وجود
عالم امکان میں سب نقوش ما سوا
اور باقی سب ہیچ ہے تو ہیں تیرا وجود
شعور ہے

مہر

ہماری			
بھرپور ہے ہر اک سقف و در میں تیرا	مہر	شعور ہے کون و مکاں کا قل ہو اللہ احد	کون ہے یاں کون ہو سکتا ہے یاں تیرے سوا
گرچہ تو سب میں ہے سب ہے اور سب پر ہی محیط		صانع بے منت اسباب بے چون و چرا	
اک کرشمہ تیری قدرت کا ہے ساری کائنات		اک کرشمہ تیری صنعت کا ہے یہ ارض و سما	
ہے مکاں تجھ میں مقیم افلاک سے لے تا بہ خاک		ہے زماں پر تو محیط از ابتدا تا انتہا	
تیرے ایوانِ شہی کا کمتریں چاکر قدر		تیرے دیوانِ مہی کا کارکن ادنےٰ قضا	
تابع فرماں ہیں تیرے سب جواہر اور عقول		ہیں مطیع حکم تیرے سب عناصر اور قوےٰ	
خوف سے تیرے تپاں ہے مہر روشن مار ہے		خوف سے تیرے رواں ہے آب چلتی ہے ہوا	
اپنی قدرت میں نہیں خواہش تجھے اسباب کی		اپنی صنعت میں نہیں محتاج تو آلات کا	
ترا جلوہ اے جلوہ گر کو بکو ہے		حضوری ہے ہر وقت تو روبرو ہے	
ہر اک گل میں بو ہو کے تو ہی بسا ہے		صدا ہائے بلبل میں تیری نوا ہے	
چمن فیض قدرت سے تیرے ہرا ہے		بہار گلستاں میں جلوہ ترا ہے	
نباتات میں تو نمو ہے شجر کی		جمادات میں آبرو بحر و بر کی	
تو حیواں میں طاقت ہے سیر و سفر کی		تو انساں میں قوت ہے نطق و نظر کی	
گھٹا تو ہی اٹھتا ہے گھنگھور ہو کر		چھپا تو ہی ہے بحر میں شور ہو کر	
نہاں تو ہے طوفان میں زور ہو کر		عیاں تو ہی موجوں میں جھک جھور ہو کر	
تری ہی صدا رعد میں گرکڑک ہے		تری ہی ضیا برق میں گر چمک ہے	
نہ قوسِ قزح ہی میں تیری جھلک ہی		جواہر کے رنگوں میں تیری ڈھلک ہے	
مہ و خور میں تیری ضیا ہے درخشاں		ستاروں میں تیری جھلک ہے نمایاں	
حرارت ہے تیری ہے آتش فروزاں		ترے نور سے ذرہ ذرہ ہے تاباں	
زمیں آسماں تجھ سے معمور ہے سب		زمان و مکاں تجھ سے بھرپور ہے سب	
تجلی سے کون و مکاں نور ہے سب		نگاہوں میں میری جہاں طور ہے سب	
زمین و زماں نور سے ہیں منور		مکین و مکاں ذات کے تیرے مظہر	
جو عرفاں سے عارف شناسا ہے تیرا		تو عابد عبادت سے جویا ہے تیرا	
ریاضت سے مرتاض شیدا ہے تیرا		غرض جو ہے رستہ وہ رستا ہے تیرا	
کیسی دوئی کہ تیرے سوا ما سوا نہیں		تیرا عدیل روزِ ازل سے عدیم تھا	
یا رب لب پر ہے نام تیرا		کانوں میں بھرا کلام تیرا	
از بسکہ دلوں میں تو ہے معمور		ہے ذکر یہاں مدام تیرا	
رکھتے ہیں خواص تجھ سے اخلاص		بھرتے ہیں دم عوام تیرا	
انسان پہ حصر کچھ نہیں ہے		عالم میں بچھا ہے دام تیرا	
حیوان کی ہے نگاہ تجھ پر		وحشی ہے دل سے رام تیرا	
ملتی ہے روشنی تجھی سے		ممنون ہے مہ صیام تیرا	
وحدت میں یہ جلوہ ہائے کثرت		اللہ رے اثر دحام تیرا	
تو ذات بسیط ہے خدایا		ہر جا پھیلا ہے دام تیرا	

انسان نے عقل سے جو دیکھا	عالم میں یہ انصرام تیرا	مہر	
گایا تری حمد کا ترانہ	دل میں تھا احترام تیرا	"	
کونین میں تو محیط اس طرح	ذرہ ذرہ مقام تیرا	"	
عارف، عابد، حکیم، مرتاض	سب کو دیکھا غلام تیرا	"	
ہاں مہر وہی ترانہ گا تو	بھاتا ہے مجھے کلام تیرا	"	
کیوں حمد میں سب نہ تر زباں ہوں	پھیلا ہے فیضِ عام تیرا	"	
کوئی اس سے نہیں ہے خالی	اللہ رے اہتمام تیرا	"	
حصہ ہر اک کو ہے پہنچتا	دیکھا وہ انتظام تیرا	"	
قائم ترے فیض سے نباتات	جھکتی یہ ہے سلام تیرا	"	
حرکت حیواں کو تو نے دی ہے	کیوں ہو نہ غریب رام تیرا	"	
انسان کو تو نے نطق بخشا	ہر دم لیتا ہے نام تیرا	"	
انعام دئے ہیں تو نے کیا کیا	کیا خوب ہے انتظام تیرا	"	
لیکر انعام اپنا اپنا	ہر اک ہے اسیر دام تیرا	"	
پھولا نہیں جامہ میں سماتا	خوش یوں ہے ہر اک غلام تیرا	"	
تیرا ہے رنگ رنگِ گل میں	اور بو میں اشتمام تیرا	"	
بلبل کی صدا صدا ہے تیری	انساں کا سخن کلام تیرا	"	
دریا میں ہوا ہے تو روانی	حرکت میں ہے تیز گام تیرا	"	
تو بحر کی ساحت و فضا ہے	اور شہر میں جلوہ عام تیرا	"	
تجھ سے جوفِ ملا ہے معمور	اور جو خلا تمام تیرا	"	
مہرِ روشن میں تو ہے روشن	ہے چرخ بلند بام تیرا	"	
ظاہر صوفی بنے ہوئے ہیں	ہے زمزمہ صبح و شام تیرا	"	
برگ اشجار ہیں زبانیں	ان پر جاری پیام تیرا	"	
کوہ و دریا و بحر و بر سب	کہتے ہیں ہم ہے کام تیرا	"	
دی تو نے زبانِ حال ان کو	کرتے ہیں سب کلام تیرا	"	
یارب یہ مہر بھی ہے مدہوش	پیکر الفت کا جام تیرا	"	
دیدار سے اس کو بہرہ ور کر	رہ جائے نہ تشنہ کام تیرا	"	
اے خداوندِ کارساز و کریم	ملک و صانع و قدیم و حکیم	معصوم	
نقش پرداز کارگاہِ جہاں	کاتب نسخۂ زمین و زماں	"	
تو نے برپا کئے ہیں یہ افلاک	خاک کو تو نے دی یہ صورتِ پاک	"	
تیری صناعی کا یہ سب ہے اثر	نخل میں شاخ، شاخ میں ہے ثمر	"	
سب کو تجھ سے ملی وجود کی راہ	تیری قدرت پہ تیری صنع گواہ	"	
شکر صد شکر اے خدائے ذوالجلال	اے کریم بے مثال و بے زوال	"	
کس زباں سے ہو ادا تیری ثنا	پہنچے کیا بندہ کی عقلِ نارسا	"	

تو نہیں محتاجِ توصیف جہاں — جھلکاری
ہم سے کیا ہو تیری قدرت کا بیاں
ذات تیری بے عدیل و بے مثال
پاک ہے تو اپنی قدرت و الجلال
ایک پتا بھی نہیں ہلتا ترے حکم اے الٰہ العالمیں
تجھ سے روشن ہے زمین و آسماں
تیری قدرت کی ہیں سب یہ نیرنگیاں
کس کے بس کی ہے کہ تیرا کر سکے وصف بیاں
اور جب چاہے تو گویا کر دے
خاک کے پتلے کو تو دریا کر دے
قطرۂ ناچیز کو گلشن تو کر دے
مور کو دم میں سلیماں تو کر دے
بے قوت و زر تیرا جن و بشر ملک کا
پیدا ہیں تیرے ہی فرمان پہ سب اس جہان والے
سب اس جہان والے کر جھک اس کی میں تکلوں
ہے کی ہے مری مجال کہ جھک نہ تجھ کو سجدہ
موے آوے نہ بجا ہے تجھ کو سجدہ
چون و چرا

حمد باری		
ترے ہاں کی ثنا میں سبز ہوائے خشک و تر	چون و چرا کو دخل نہیں تیرے حکم میں	حکمت سے خالی فعل نہیں ہے حکیم کا
حمد میں اس کی ہے گویا ہر ورق اشجار کا	حیراں ہے کنہ ذات میں فہم و ذکاء و وہم	دم بند ہے ہر ایک عقیل و فہیم کا
تو نظیر ہے تو نظیر ہے تو نظیر ہے	یہ جتنا خلق ہیں اب جا بجا تماشا ہے	جو غور کی تو یہ سب ایک کا تماشا ہے
تری حمد اور مری زباں تری شان جل جلالہ	ادنیٰ کوئی اعلیٰ کوئی سوکھا کوئی دنڈ پیل	جب غور سے دیکھا تو اسی کے ہیں یہ سب کھیل
ترے ہاں سے زباں پہ تو اول اول	جس نے یہ زر دیا ہے پھر وہ ہی دھن بھی دیگا	مال و مکاں حویلی باغ و چمن بھی دیگا
ترے ہاں سے خدا سے خلق و جل	سب روپ ہیں اسی کے جو چاہے سو کرے	چاہے جواں ہو چاہے لڑکین سے من بھرے
حمد کیا ہے اس میں بن اور	کیا ہدہدوں کی حق حق کیا فاختوں کی ہو ہو	سب رٹ رہے ہیں تجھ کو کیا پنکھ کیا پنکھیرو
لائق حمد میں ہے اس میں	دونوں جہاں میں ذات اسی کی کریم ہے	یعنی اسی کا نام غفور و رحیم ہے
منتظر	جو نظر آتا ہے ناسخ ہے وہی	ڈھونڈھتا ہے جو اُسے وہ کور ہے
اس میں آپ ہے سب کچھ	ہے تو ہی غنی ہر ایک محتاج	جو ہے ترے آگے ملتجی ہے
یاد اس کی ہے بعد ہے	ہے وہی بس قابل حمد و ثنا	جس کی ہے نے ابتدا نے انتہا
شکر اس کے سے ہیں	حمد کیا لکھوں طبیعت دنگ ہے	خامہ میدانِ ثنا میں لنگ ہے
آسماں اور زمین	کس سے اس کی قدرتوں کا ہو حساب	جس کے دریا کا فلک ہے اک حباب
یاد کرتے ہیں اس کے	کیا ہے دستگیری کا جو وعدہ تیری رحمت نے	کلیجا ہاتھ بھر کا ہو گیا امیدواروں کا
شکر اس کا ہے	وہ حاضر ہے جدھر چاہے اُدھر سجدہ کرے نسلا	وہ ناظر ہے جدھر چاہے اُدھر دست دعا رکھے
وہ ہے	کرم ادنے سے اعلےٰ پر زیادہ ہے تعالی اللہ	گلوں سے بیشتر نشو و نما ہوتا ہے خاروں کا
اس کے	زہے رحمت پسند آئے جو اس کو	سر سجدہ خم گردن کسی کا
سزاوار	سزاوارِ رحمت ہوں میں اے کریم	کہ آیا ہوں تیرا بلایا ہوا
بخشندے	بخشندے خلد کا گلزار وہ ایسا ہے کریم	اک پرِ کاہ کی پرسش کرے عادل ایسا
بندہ	بندہ کسی طرح نہ سزائے جحیم تھا	یارب میں روسیاہ سہی تو کریم تھا
زاہد	زاہد تجھے کیا اس کی کریمی سے عجب ہے	توبہ کا ہو در بند تو کھل جائے درِ فیض
کیونکر	کیونکر گلا کروں ترا دوزخ میں اے کریم	تعزیر دی تو لائق تعزیر دیکھ کر
دوزخ	دوزخ میں ہیں بلک کے پکاروں گا یا کریم	آئے نہ تجھ کو رحم یہ ہرگز یقیں نہیں
	ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری	ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
	قادر وہی کبریا وہی ہے	آخر وہی ابتدا وہی ہے
	صدقے اس پروردگار پاک کے جس نے کیا	بہرِ طفلِ غنچہ پیدا شیرِ بے پستانِ صبح
	کہتے ہیں جس کو باغ ارم اور بہشت خلد	نقشے بنے ہوے ہیں تری جلوہ گاہ کے
	ذکر کس جا پہ کہاں پر نہیں آتا تیرا	ہے بشر کون جو کرتا نہیں چرچا تیرا
	رازق ہے رزق کیڑے کو دیتا ہے سنگ میں	صادق اسی پہ لفظ ہے پروردگار کا
	حمد رب سے ہو گئی تعظیم دیواں یک قلم	ظرف پر مٹی کے سونے کا ملمع ہو گیا
	زیب انساں سے زمیں کو چرخ کو انجم سے دی	دُرجک عالم کا ہر پہلو مرصع ہو گیا
	آنکھ ڈالے نہ کہیں چاہنے والا تیرا	اپنی پہچان سے گزرے ہے شناسا تیرا
	کون سا دل ہے کہ جس کو نہیں الفت تیری	کونسا سر ہے کہ جس کو نہیں سودا تیرا

ہر ذرۂ عالم میں ہے خورشیدِ حقیقی	یوں بوجھ کہ بلبل ہوں ہر اک غنچہ دہاں کا	ولی
کیا بیم ہے آفات قیامت ستی اس کو	کھایا ہے جو کوئی تیر تجھ ابرو کی کماں کا	〃
کیتا ہے ولی دل ستی یو مصرعِ رنگین	ہے یاد تری مجھ کو سبب راحت جاں کا	〃
تنہا نہ ولی جگ میں لکھتا ہے تری وصف	دفتر لکھے عالم نے تری مدح وثنا کے	〃
تری تعریف کرتے ہیں ملائک	ثنا تیری کہاں حدِ بشر ہے	〃
کیا ہے میں نے بسم اللہ سے آغاز دیواں کا	یہی طغرا سبب ہو جائیگا اجرائے ایماں کا	واسطی
نشانِ لطف ہے آتش کا ابراہیم پر بجھنا	دلیلِ قہر آنا نوح کی امت پہ طوفاں کا	〃
ذرا کی سرکشی جس نے جہنم میں ہوا داخل	ذرا کی بندگی جس نے ملا باغ اسکو رضواں کا	〃
جو جہل احکام سے ہوتا جہالت کسطرح ہوتی	دلیلِ رحمتِ رب ہے نزول آیاتِ قرآں کا	〃
جو کانٹا ہے بیاباں میں زبانِ شکرِ منعم ہے	دہانِ حمدِ خالق ہے ہر اک غنچہ گلستاں کا	〃
نہیں لازم سیہ مستی میں بھی قطعِ امید اس سے	ملا ہے خضر کو ظلمت میں چشمہ آبِ حیواں کا	〃
نہ دکھلاتا اگر وہ کافروں کو شانِ قہاری	عصائے دستِ موسیٰ سے نہ ہوتا کام ثعباں کا	〃
ہوا جب دن کھلا خورشید کا گل اسکے فرماں سے	ہوی شب قمقمہ روشن کیا مہتاب تاباں کا	〃
نسیم لطف اس کی ہے نشاط افزا گلستاں میں	نہیں بے وجہ ہنستا ہر سحر گلہائے خنداں کا	〃
میانِ چاہ یوسف کی کبھی اس نے حفاظت کی	مصیبت میں ہوا مونس کبھی وہ پیر کنعاں کا	〃
اسی کا کام ہے یہ کب کسی سے اور ممکن ہے	ملانا چار عنصر کا بنانا جسمِ انساں کا	〃
جو وہ چاہے گدا کو ہفت کشور کا کرے سلطاں	جو وہ چاہے تو بخشے مور کو رتبہ سلیماں کا	〃
نہ چمکے برق اگر اس کو چمکنے کا نہ ہو ایما	نہ برسے ابر اگر اسکو اشارہ ہو نہ باراں کا	〃
اسی کے شوق میں آنکھیں کھلی ہیں اصطی لاکھوں	نگاہ نور سے دیکھا تماشا نرگستاں کا	〃
کیا ہو بیان قدرت پروردگار کا	ہے برگ برگ دفترِ عرفان یار کا	وہبی
جو کچھ عیاں ہے عرش سے تحت الثریٰ تلک	شمہ ہے اسکی صنعت افزوں شمار کا	〃
خالق ہے لوح وکلک وزمین وسپہر کا	اور مہر وماہ دگردش لیل ونہار کا	〃
جامع ہے وہ صفاتِ جمال وجلال کا	مختار لایزال ہے ہر اختیار کا	〃
واحد ہے لاشریک ہے وہ بے مثال ہے	قادر قرار بخش ہے ہر بے قرار کا	〃
بخشا ہے ربط خاک کو کیا خوب آب سے	اور باد کو خلوص دیا خوب نار کا	〃
پایہ بہت کیا بلند اس نے حریم ناز کا	تا نہ پہنچ سکے غبار رہگزرِ نیاز کا	وحشت
خورشید وماہ وبرق ستارے چمکتے ہیں	ہر چند سب میں نور ہے اس کے ظہور کا	ہر چند
عقل حیراں ہو گئی محو تماشا ہو گیا	کیا کہوں اک لفظ کن سے خلق کیا کیا ہو گیا	ہزبر
قادر مطلق اسی سے نام اس کا ہو گیا	نیہ اُسی پر ختم ہے جو امر چاہا ہو گیا	〃
در سے اس کے فیض برہیں یاں سبھی شاہ وگدا	سلطنت۔ جم کو ملی اور مور کو خرمن ملا	ہمدم
ایکہ ہر ایک جگہ پر ہے جھکڑا تیرا	شعلۂ نور سے روشن ہے ترے دیر وحرم	〃
کیا مرا منھ کہ زباں حمد میں تیری کھولے	لیک عاجز ہیں ترے وصف میں خاقانِ عجم	〃
تو وہ صاحب ہے کہ بندوں کے رہی ہے ہمراہ	آسرا تیرا ہی رہتا ہے بہر کوہ و اجم	〃

وہی گلشن وہی غنچہ وہی گل	وہی ساقی وہی ساغر وہی مُل	ہنر
اسی کے وصف میں بلبل غزل خواں	اسی کے وصف میں قمری ہے نالاں	"
عیاں ذرہ میں ہے جلوہ اسی کا	اسی کا نور ہے اختر میں پیدا	"
کیا پتھر میں اس نے لعل پیدا	ہوا گوہر صدف میں جلوہ آرا	"
اسی کے نور سے مسجد ہے روشن	وہی بت خانہ میں ہے جلوہ افگن	"
اسی کا حکم ہے انسان و جن پر	ملائک تابع فرماں ہیں یکسر	"
ہنر چپ ہو نہیں ہے تاب تیری	کرے وصفِ خدائے پاک کچھ بھی	"
حمد کی راہ میں سیدھا کسے چلتا دیکھا	پائے خامہ بھی ہر اک گام پھسلتے دیکھا	یکتا

آبرو

چاہے جو آبرو تو وطن سے سفر ہے شرط	ہے قدرِ مشکِ چین خطا و ختن میں خاک	اسیر
عزت کا ہم کو تنگیٔ افلاس کا ہے پاس	کس سے بیان کیجیے ہر دم کی احتیاج	"
آبرو شرط ہے انساں کے لئے دنیا میں	نہ رہی آب جو باقی تو ہے گوہر، پتھر	"
اٹھائے رنج تو بڑھ جائے آبروے بشر	عزیزِ خلق کہاں گوہرِ یتیم نہیں	"
عاقل ہے تو اس پند کو حکمت ہی سوا جان	ہے مال فدا جان پہ، عزت پہ فدا جان	"
ہیں جلیل القدر عقبےٰ میں جو دنیا میں ذلیل	ہے ادھر کی جتنی ذلت ہے اُدھر کی آبرو	"
آج کل دنیا میں ہے ذلت کا وہ بازارِ گرم	اے زہے فرخندہ طالع وہ جو عزت لے چلے	"
ذلت سے ہاتھ آئے جو نعمت تو خاک ہے	ناخواندہ میہماں نہ ہو فاقہ قبول کر	"
وہ صاحبِ عزت ہے خدا دے جسے عزت	تعظیم کرے خلق تو تائیدِ خدا جان	"
موتی کی طرح جو ہو خداداد	تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہے	امیر
کیا غم ہے امیر اگر نہیں مال	اس وقت میں آبرو بہت ہے	"
آبرو کھو نہ پیئے دولتِ دنیا غافل	رکھ حفاظت سے اسے آبِ گہر کی صورت	اشک
دنیا میں آبرو ہے بڑی چیز اے امین	اس کا رہے خیال یہ موتی کی آب ہے	امین
بغیر لطفِ خدا آبرو نہیں ملتی	کبھی نہ اشک کے قطرے بکے گہر کی طرح	برق
بے زری کا نہیں کچھ غم یہ بڑی دولت ہے	آبرو اپنی سلامت رہے ایمان رہے	بحر
خدا آبرو اہلِ جوہر کی رکھے	وگرنہ خزف ہے گہر ہے تو کیا ہے	"
ننگ جس سے ہو وہ خلعت نہ گوارا کیجے	کمل اچھا ہے دوشالے سے کنارا کیجے	"
بے طلب ساتھ کسی کے نہ کہیں جائے بحر	کہ طفیلی کی حقیقت نہیں مہمانوں میں	"
نہ چشمِ خلق سے گر اشکِ بے اثر کی طرح	گرہ میں آبرو اے بحر رکھ گہر کی طرح	"
بلند قدر جو ہیں کب وہ پست راہ چلے	کبھی زمیں پہ اتر کر نہ مہر و ماہ چلے	"
دارِ فنا میں صاحبِ غیرت خراب ہیں	بے غیرتوں میں کوئی نہیں آشنائے رنج	"
یوں تو خرمن کو میں کوڑی کے برابر سمجھا	آبرو سے جو ملا دانہ تو گوہر سمجھا	"

جو آبرو ہیں بخدا آبرو پہ مرتے ہیں
جو آبرو پہ بلا آئے جان پر لینا
بلا سے جان جہاں جل جائے آبرو رہ جائے
کسی کی چشم و ابرو پر گزارا ہی سہی
زندگانی سے اسے جب وقت کہ بہتان ہوا
آبرو والے پہ جب عاشق ہے اعتبار سے
دولت فقط ہے عاشق اعتبار سے
بندوں کو اپنے رکھے خدا اعتبار سے
جہاں میں قدر فقط آبرو کی ہے ناداں
زیادہ سیم سے اتنا ہے مول گوہر کا
عزت در چشم سے گرے بن سے گرے خون ہے
اشک آنکھوں سے گرے جھک کے ملتا اہل دولت
امیر لطف کیا جھک کے اسطلب آبرو ملتا
میں کیونکر آبرو کے واسطے بلند و پست
خاصان حق کو آبرو ہوئی یوسف کی چاہ میں
کچھ عزت بخت نے محتاج مجھ کو کر دیا
دیکھے عزت جو آبرو باقی نہیں
پاس ناموس بڑھا سکتے ہیں اپنی قدر کو
اپنی کی عزت صدف آب گہر نے نہیں
آبرو بخشی ہوا موتی

پاس ناموس جس میں کچھ بھی نہ ہو
ننگ کو نام سے ہے ربطِ قدیم
صفا شعار ہیں کچھ اور چیز پاس نہیں
چشمۂ بے آب کی کرتا نہیں کوئی بھی چاہ
جان آبرو پہ وقف ہے اور جان کیلئے
آدمی آبرو نہ کھو کے رہے
دنیا میں آبرو سے گزر جائے کوئی دن
دانہ و آب مقدر ہے تجھے مثلِ گہر
عزت جسے خدا دے وہ کیونکر ذلیل ہو
عزت خدا کے دینے سے ہوتی ہے خلق میں
ہے نانِ خشک تر، جو ملے آبرو کے ساتھ
آبرو خالق نے جس کو دی ہے پھر جاتی نہیں
حرصِ قیمت میں پڑی گردِ یتیمی اے گہر
خاک اس کی زندگی ہے نہ ہو جسکی آبرو
دعا ہے یہ عالم کو تجھ سے خدایا
ہے دعا سے یہ شب و روز دعا عالم کی
آج کل دنیا میں ہے ذلت کا وہ بازار گرم
درباروں میں خاک اڑتی ہے جایا نہیں جاتا
گہر کی طرح سے بحرِ جہاں میں
رہتی ہے اپنی عزت اپنے ہاتھ
کٹے ہے زیست یوں تو ہر طرح حیلہ حوالے سے
جو آبرو سے ملے نانِ جو وہ بہتر ہے
کر دیا ادبار نے افسوس کیا ذلت پسند
پیاسے ہیں ایک دوسرے کی آبرو کے لوگ
عزت نہیں لباسِ تکلف کے واسطے
جو ہوا با آبرو دنیا میں وہ ہے دل فگار
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
ہم تو اسی کو شاہ کہیں اور جہاں پناہ
دولتیں ہیں جتنی سب ان دولتوں سے ہیں تلے
عزت و حرمت بڑی دولت ہے اللہ سب کو دے
آبرو دنیا میں یارو موتی کی سی آب ہے
وہ کھیل کھیلو جس سے ہو تم جگ میں سرخرو
بات اپنی یہ سنکے کان میں ڈال

کیوں نہ ہو بات اس کو نا مانوس
نام عزت کا کیوں نہ ہو ناموس
گرہ میں رکھتے ہیں ہم آبرو گہر کی طرح
آبرو جس کی نہیں ہے وہ بشر انساں نہیں
ہرگز نظر نہ چاہیئے انساں کو مال پر
کیا رہے گر حقیر ہو کے رہے
سب کچھ رہا بشر کی اگر بات رہ گئی
آبرو کر نہ تلف گرچہ ہو بھوکا پیاسا
خط جبیں کو خاک کوئی نقشِ پا کرے
نادانوں کو ہے جامۂ زرتار پر گھمنڈ
بے آبرو اگر ہو تو وہ تر بھی خشک ہے
خشک منہ میں ایک دم آبِ دہن ہوتا نہیں
آبرو کو خاک میں تو نے ملایا کس لئے
کہتے ہیں سچ کہ آب سے سب کی حیات ہے
رہے دین و دنیا میں عزت ہماری
رہیں آباد جہاں میں جو ہیں عزت والے
اے زہے فرخندہ طالع وہ جو عزت لیچلے
مٹی میں تو عزت کو ملایا نہیں جاتا
بسر کی اب تلک کس آبرو سے
عیب بھی کیجے تو ہنر کے ساتھ
وہی انسان ہے لائق جو نام و ننگ پر ہووے
پلاؤ چاہیئے رازق نہ شیر مال مجھے
نام کو بھی اب کوئی باقی نہیں عزت رہی
کس درجہ خشک دیکھئے دریائے دہر ہے
الو سے رخت اہل ہوس بورئے ہوے
جیسے پڑتا ہے گہر بننے سے روزن آب میں
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست
اب جس کا تن درست ہو حرمت سے ہو نباہ
آبرو اللہ رکھے اور حرمت سے کٹے
ہر گھڑی ہر آن ہر دم خلق میں پیارے مرے
تندرستی اور بھی پھر عیش کا اسباب ہے
سنتے ہو اے عزیز و اسی سے ہے آبرو
آبرو مثلِ آبِ گوہر ہے

تشنہ
"
توفیق
جویا
"
داغ
"
شہید
"
طاہر
ظفر
عاشق
عزیز
"
عالم
"
فدا
قدر
"
قلق
لائق
محب
"
منیر
"
ناسخ
نظیر
"
"
"
"
"
"
"

اتفاق

اگر آبرو ہے تو دولت بھی ہوگی
کہ ہوتا ہے قطرہ سے گوہر ہویدا
حفظِ عزت کے لئے دشمن دوست ہوں دونوں سے ڈرنا چاہیئے
جس سے دشمن گھر کی عزت کے ساتھ
آبرو ہے گھر کی عزت کے ساتھ
کر تحمل میں رہے خواہش سبی کی نعمت پر
آبرو کی ہے یہی دیدوں کو قانع کے مانند
جیسے در در نہ مانگ اے نادان
نام سے لے کے اب دار و رسن

اتفاق

اتفاق اس سے نہ کر جسکی روش اہو برخلاف
کہ نہ بیٹھے گی برہمن کی دوستی قصاب سے
کہ رہا ہے مطلع مانی سے پھر جدا نہ ہوا
کر دیا ہے کیا اس سے کیا اس طرف زمانہ ہوا
ملاپ جس سے ایک طرف اک طرف زمانہ سے
ہوا میں ایک طرف اک طرف خلا جیسا
وجود اپنا ہوا جیسا کہ چار سے پیدا
بشر میں

واسطی
"
وفا
ولی
"
یکتا
"
اسیر
ارشد
"
بحر
"
"
"
"
"
"
"

احسان

بشر میں مثلِ عناصر کب اتحاد ہے بحرؔ
نہ دو میں بھی نظر آیا جو چار میں دیکھا

امیر

بچایا سختیوں سے دشمنوں کی ملنے جلنے نے
رہا محفوظ دانتوں میں ہمیشہ میں زباں ہو کر

"

رکھے مضبوط جو شیرازۂ الفت زمانہ میں
نہ ہو بے قدر اجزائے پریشاں کی طرح ہرگز

"

متفق ہوں انگلیاں جب مٹھ کو لقمہ ہو نصیب
ہے وسیلہ رزق کا غافل جہاں میں اتفاق

"

پروتے ہو جو تم زنار میں تسبیح کے دانے
جلیلؔ اچھا ہے رشتہ جوڑ دو شیخ و برہمن میں

"

ہونا پیدا جس ملک میں اتفاق
ہیں آبادیاں واں کی ویرانیاں

حالی

اتفاق قوم ہے اقبال و دولت کی دلیل
رائی کو کرتی ہے جو پربت وہ قوت ہے یہی

"

آپس میں بھول کر بھی نہ کیجے کبھی نفاق
ہے یارو اس جہاں میں بڑی چیز اتفاق

شفق

جمعیت اپنی جنس کی ہوتی ہے فیض عام
خوبی ہے اتفاق سے اجزائے آب کو

صابر

اے اتفاق تجھ کو عجب افتخار ہے
دولت جہاں کی تیرے قدم پر نثار ہے

ضیا

روز مولود سے عاشق ہے عناصر میں نفاق
چار دن لطفِ وفاق اٹھا نہ بیچاروں کو

عاشق

بس لطف یہی عمرِ دو روزہ کا ہے حاصل
دو چار سے الفت ہو تو دو چار سے اخلاص

عزیز

کیا کیا ہم نے خرابات میں شامل ہو کر
کام کرنا ہے اگر کیجئے یک دل ہو کر

فرخ

عزیزِ خلق گر ہونا ہے منظور
تو رکھو دوستی ہر نیک و بد سے

"

آدمی میں آدمی تم کیوں نہ ہو باہم ملاپ
حرف کو دیکھو تو کیا ہم جنس سے مدغم ہوا

ناسخ

مثالِ دانہ ہائے سبحہ باہم چاہئے الفت
دلوں میں راہ پیدا کر کہ دانا دل سے ملتے ہیں

نفیس

جو دانا ہو رکھو شیخ و برہمن کو نہ مذہب کی
کہ سر رشتہ رکھے ہیں سبحہ و زنار آپس میں

ہمدم

پانی کا قطرہ مل کے صدف سے گہر ہوا
شبنم کے اتفاق سے ہر نخل تر ہوا

ہنر

پانی سے میل کر کے شجر بارور ہوا
غنچہ نسیم صبح سے گل پھول کر ہوا

"

دل مست رکھو بوئے گل اتفاق سے
دامن الجھنے پائے نہ خارِ نفاق سے

"

اعضا کا اتفاق جو باہم دگر نہ ہو
معذور چلنے پھرنے سے انساں ہو دیکھ لو

"

ہے اتفاق باغِ جہاں کے لئے بہار
اس سے رہے ہمیشہ ہرا باغِ روزگار

"

ہیں نفع اتفاق کے عالم میں آشکار
اسفل کا اتفاق سے اعلےٰ ہو کاروبار

"

تلِ اتفاقِ گل سے بنے عطرِ پر بہار
خوشبو سے جس کی مست ہو ہر ایک ذی وقار

"

باہم جو متفق نہ ہوں انسان حیف ہے
مشکل کریں نہ میل سے آسان حیف ہے

"

اس اتفاق کے نہ ہو قربان حیف ہے
ان سے تو اچھے ہیں کہیں حیوان حیف ہے

"

بے اتفاق زیست بشر ناگوار ہو
بلبل کو سیرِ باغ کی بے گل کے خار ہو

"

دوستی سب سے چاہئے یکتاؔ
کوئی اپنا ہو یا پرایا ہو

یکتا

احسان

آصفؔ کا یہ ہے قول سنیں صاحبِ غیرت
احسان نہ لے ہمتِ مردانہ کسی کا

آصف

منحصر اس پہ ہے کچھ راہ خدا میں دینا — ہاتھ اس واسطے بائیں سے ہے دہنا بہتر — اسیر
شریک حال عالم ہے جو انساں نیک سیرت ہو — رعیت کم نہیں ہے فوج سے سلطان عادل کی — "
نہیں ہوتے وہ احساں مند جنکا قلب روشن ہے — چراغِ مہر عالمتاب کب محتاجِ روغن ہے — "
احسانِ خلق سے ہوں بری مثلِ اشک آسیر — جب میں گرا کسی نے سنبھالا نہیں مجھے — "
ہیں جو روشن طمع کب لیتے ہیں وہ احسانِ غیر — خنجرِ خورشید کو سنگ فساں سے کیا غرض — "
ممنوں نہ تھا کسی کا جہاں میں تو تھا سبک — احسان اٹھا کے منت گراں بار ہو گیا — "
عجب دولت ہے یہ احسان اس سے — بشر کو بھی ہے لے لیتا بشر مول — آتش
عدو پر بھی جو اچھے لوگ ہیں احسان کرتے ہیں — نوازش خاک پر بھی قطرۂ باراں کی ہوتی ہے — افسوں
پست کر دیتا ہے انسان کو بارِ احساں — بدلے احساں کے لگائے کوئی سر پر پتھر — انور
ہے یہاں نصرت کا سہرا اس کے سر — جس سے پہنچے نفع سب کو بیشتر — اسمٰعیل
احسان کے پھندے سے چھٹ ائیگا مجھے کون — مانا کہ غلامی سے تم آزاد کرو گے — "
بارِ احساں کب اٹھا سکتے ہیں ہم نازک مزاج — غیر نے تنکا اتارا دردِ سر ہونے لگا — بحر
مر گئے پر بھی نہ ہو بوجھ کسی پر اپنا — روح کے ساتھ ہوا ہو تنِ لاغر اپنا — "
ایک تنکے کا بھی احسان بہت بھاری ہے — پلہ جھک جاتا ہے آنکھوں کا ترازو کی طرح — "
عجب احسان ہے دنیائے دنی کا اے بحر — شکر جو منہ سے نکلتا ہے تو شکوا ہو کر — "
کون ہے جن کو گوارا ہے کسی کا احسان — اپنے سر کو تو پر و بالِ ہما آرے ہیں — "
مر جائیے کسی کا نہ احسان لیجئے — اک قطرہ مانگئے نہ جمن سے نہ گنگ سے — "
احسان ناکسوں کا نہ لے احتیاج مند — سر پر چلیں گے آرے سخاوت کے سین سے — "
برنگِ تیر صیدِ مدعا پر پا بپر دی کر — نہ جھک مثلِ کماں ہرگز کسی کے بارِ احساں سے — "
احساں تنکے کا بھی نہ منظور کیجئے — جاتی نہیں کھٹک یہ مروت کی آنکھ سے — "
نہ مدد کی جو کسی نے تو نہ احسان ہوا — شکر کرنے کا یہ موقع ہے شکایت کیسی — "
حق تعالےٰ جو عنایت کرے بے منت خلق — خشک روٹی، من و سلویٰ، نہ، استبرق ہے — "
اپنے محسن کو سمجھتا ہوں میں صاحب کثیر — وقت پر خاک کی چٹکی مجھے زر ہوتی ہے — "
گل سے نہ ہوے طالبِ زر باغِ جہاں میں — احسان اٹھایا نہ کسی اہلِ دول کا — "
خوانِ نعمت پر تصرف ہو اگر — دوست کیا دشمن پہ بھی احسان کر — "
دے خدا ناخن تو عقدے کھول خلق اللہ کے — دست شفقت رکھ سروں پر زور اگر بازو میں ہے — برق
آبِ حیات سم ہے جو لیں غیر کے سبب — رکھتے نہیں ہیں خضر پیمبر کی احتیاج — "
جھک جھمک کے شیشہ کیوں نہ رکھے سر کو جام پر — حاجت روا جو ہو اُسے شکرانہ چاہئے — "
احسان رزق غیر سے میں آشنا نہ تھا — اپنا میں آپ مثلِ گہر آب و دانہ تھا — تسلیم
فاطلب ہیں سلدوش بار احساں سے — سرِ حباب کو حاجت نہیں ہے خنجر کی — "
بار احساں کا نہیں لیتے کبھی رنگیں مزاج — پاک ہے لوثِ رفو سے پیرہن تصویر کا — "
مل گئے ہم خاک میں کم ظرف کے احسان سے — بوجھ تنکے کا اتارا سر پہ چھپر رکھ دیا — "
نعمتِ کونین سے تسلیم بہتر جانئے — ہو اگر نانِ جویں گھر بیٹھے بے منت نصیب — "

احسان

درد مندانِ ازل رکھتے نہیں درماں کا غم — نسیم
منتِ صحت طبیبوں کی کبھی مت کھینچ — "
خستہ جاں رفوزِ ازل سے ہیں — "
زخمِ دل کو احتیاجِ نمک نہیں ہوتی — "
نہیں ہے خاک میں اے ہیں ہاں ورنہ مجھ — "
کلائی خاک میں مل کر ہوئے ہیں سرخرو اس — "
بنا نیاز ازانہ بہ کسب طلب زر دامن — تاب
بنا خدا نے مجھے کو نہ بہر خلق — "
رہے خدا کبھی ہوا احسان کسی پر — "
جہاں کہیں ہوا احسان کسی پر — "
نہیں اس میں چھپے نہیں — "
نہیں ہیں نکیاں کسی کی کل نہیں — "
جزا اچھی نہیں کسی کے قابل نہیں — توفیق
کبھی احسان اٹھایا نہ کسی سے — "
کبھی نہ ہوئے — "
کسی سے نہ ہوئے — "
کسی نہ ہوئے — "
کسی نہ ہوئے — "
کسی

احسان

احسان کر کسی پہ کیا اور جتا دیا	میر	اپنے کئے پر آپ ہی پانی پھرا دیا
کیوں خالق و مخلوق کا پیارا نہ ہو محسن		خود حسن سے احسان میں دوبالا ہے زیادہ
جنازہ دوش پہ رکھتے ہیں کسلئے احباب		اٹھائے کون یہ احساں کہ مجھ میں جان نہیں
اہلِ دنیا کو کروں کیونکر سلام		ہاتھ کا احسان سر کو بار ہے
خوش ہوں نہ ملا گور و کفن دشت میں لیکن	مہر	احسان رہا سر پہ غریب الوطنی کا
احسانِ غیر ہے کہیں طوفان سے گراں		ممنون ہوں خدا نہ کرے ناخدا کے ہم
جس کو غیرت ہے نہ منت کشِ دوناں ہوگا		لاکھ خس پوش کرو شعلہ کو عریاں ہوگا
مثلِ قاروں مجھے ڈر ہے نہ زمیں میں لیجائے	میہ	بارِ احساں ہے فقط وجہِ گرانباریٔ دل
جس نے کچھ احساں کیا اک بوجھ سر پر رکھ دیا		سر سے تنکا کیا اتارا سر پہ چھپر رکھ دیا
زخم ہنستے ہیں کہ مفت احسان بخیہ کا لیا		داغ جلتے ہیں کہ کیوں شرمندۂ احساں ہوا
محسنوں پہ کردے جان اپنی فدا	صب	کام اُن کے آجو حاجت آپڑے
ایک رنجش میں بھلا دیتے ہیں سب		ہوں کسی کے ہم پہ لاکھ احساں اگر
آدمی وہ ہے کہ جو حضرتِ آدم کی طرح		شیر مادر کا بھی شرمندۂ احساں نہ ہوا
خوب روکا شکایتوں سے مجھے	رام	تو نے مارا عنایتوں سے مجھے
بیٹھ رہ سودا تسلی دل کو دے		دربدر منت سے کیا حاصل پھرا
بھلائی کرلے کسی سے کہ آج کی تاریخ		بھلا زمانہ بھلے دن ہیں اور بھلی تاریخ
یوں تو سب انسان ہیں پر آدمیت شرط ہے	محو	وقت پر جو کام دے دشمن وہی ہے کام کا
خدا کی راہ میں دے بھر لے دامن اپنا نعمت سے		شجرِ احسان کا رہتا نہیں ہے بے ثمر ہرگز
غیر کا احساں نہ لوں میں نفسِ سرکش کے لئے	"	تیغ کا پھل کھاؤں میں پانی پیوں تلوار کا
غضب ہے زیرِ بارِ منتِ اہلِ جہاں ہونا		اتارا جس نے تنکا بوجھ رکھا اس نے سو من کا
لاکھ سرکش ہو دبا ہی وہ رہے گا اے ظفر		بارِ احساں سے اگر رکھے سرِ دشمن پہ بوجھ
لباسِ عاریتی سے سفید پوش نہ ہو	سکیب	نہ سر پہ اور کا احسان لے قمر کی طرح
سرمۂ مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے		کہ رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا
حرزِ بازوے بنی آدم ہے نام اللہ کا		ہر بشر پر ظلِ الحساں ہے مدام اللہ کا
کون ہے وہ جو نہیں شرمندۂ احساں ترا	نصیر	سب ترے محتاج ہیں ابدال بھی اوتاد بھی
ہمیشہ سبز رہتا ہے گلستاں جود و بخشش کا		کبھی بادِ خزاں چلتی نہ دیکھی باغِ احساں پر
ہے تنفر منتِ نامرد سے ہر مرد کو		موت ہے احسان نالائق کا غیرت دار کو
اٹھانا بارِ احساں جانتا ہوں ننگِ دنیا سے	"	وہ مفلس ہوں کہ میں ملتا نہیں دیکر تو نگر سے
منعموں کا نہیں دریوزہ گروں پر احسان		آپ کیا دینگے وہ خالق کا دیا دیتے ہیں
تو نے بدلا قطبِ اعدا سے نہیں اب تک لیا		دشمنوں کے سر پہ تیرا بارِ احساں ہی رہا
احساں طرح طرح کے کئے تو نے عمر بھر		کیونکر ادائے شکر ہو تیرا کسی طرح
بار ور نخل سے سیکھے کوئی احساں کا طریق		سنگ مارے ہے جو اس کو وہ ثمر دیتا ہے
نخلِ دل کھائے سدا خونِ جگر میں نے پیا	واجب	بہر یک ناں کبھی منت کشِ دوناں نہ ہوا

احسان کرنے کا ثاقب	ثاقب
خود حسن سے احسان میں دوبالا ہے زیادہ	"
اٹھائے کون یہ احساں کہ مجھ میں جان نہیں	"
ہاتھ کا احسان سر کو بار ہے	"
احسان رہا سر پہ غریب الوطنی کا	"
ممنون ہوں خدا نہ کرے ناخدا کے ہم	"
لاکھ خس پوش کرو شعلہ کو عریاں ہوگا	جنوں
بارِ احساں ہے فقط وجہِ گرانباریٔ دل	جرار
سر سے تنکا کیا اتارا سر پہ چھپر رکھ دیا	جلال
داغ جلتے ہیں کہ کیوں شرمندۂ احساں ہوا	"
کام اُن کے آجو حاجت آپڑے	جمیل
ہوں کسی کے ہم پہ لاکھ احساں اگر	حالی
شیر مادر کا بھی شرمندۂ احساں نہ ہوا	خلیل
تو نے مارا عنایتوں سے مجھے	زوق
دربدر منت سے کیا حاصل پھرا	سودا
بھلا زمانہ بھلے دن ہیں اور بھلی تاریخ	سرور
وقت پر جو کام دے دشمن وہی ہے کام کا	سفیر
شجرِ احسان کا رہتا نہیں ہے بے ثمر ہرگز	شیدا
تیغ کا پھل کھاؤں میں پانی پیوں تلوار کا	"
اتارا جس نے تنکا بوجھ رکھا اس نے سو من کا	طاہر
بارِ احساں سے اگر رکھے سرِ دشمن پہ بوجھ	ظفر
نہ سر پہ اور کا احسان لے قمر کی طرح	عاشق
کہ رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا	غالب
ہر بشر پر ظلِ الحساں ہے مدام اللہ کا	فدا
سب ترے محتاج ہیں ابدال بھی اوتاد بھی	قوس
کبھی بادِ خزاں چلتی نہ دیکھی باغِ احساں پر	قلق
موت ہے احسان نالائق کا غیرت دار کو	"
وہ مفلس ہوں کہ میں ملتا نہیں دیکر تو نگر سے	"
آپ کیا دینگے وہ خالق کا دیا دیتے ہیں	قدر
دشمنوں کے سر پہ تیرا بارِ احساں ہی رہا	قطب
کیونکر ادائے شکر ہو تیرا کسی طرح	قربان
سنگ مارے ہے جو اس کو وہ ثمر دیتا ہے	قائم
بہر یک ناں کبھی منت کشِ دوناں نہ ہوا	گویا

واجب ہے ادائے حق مہماں
جو کرے احسان اس کو چاہئے افتادگی
غیر کا احسان لیتے ہی نہیں روشن ضمیر
احساں نہ کبھی غیر کا لے صاحب جوہر
اہلِ جوہر کو نہیں ہے غیر کے احساں سے کام
فقیروں پر کرو بخشش جزا احساں کی احساں ہے
دیکھا نشتر کوئی کاری تو زبانِ منت
لایا ہے کوئی ساتھ نہ لے جائے گا کوئی
احسان لے نہ ہمت مردانہ چھوڑ کر
لقمۂ غم ہے گوارا ترک دعوت کا طعام
مرگیا لیکن نہ میں منت کشِ گردوں ہوا
بارِ احساں ہو جو سر پر استخواں ہو چور چور
شکایت کیا کروں ان قہر آلودہ نگاہوں کی
منتِ سیرِ چمن طوقِ گلوئے قمری
احساں کسی کا اٹھ نہیں سکتا ہے ضعف سے
یکتا یہ کسی شخص نے کیا خوب کہا ہے

احساں کا عوض نہیں جز احساں — نسیم
پیشِ پائے شمع دیکھا ہے سرِ گلگیر کو — ناسخ
پھاہے کا محتاج کب ہوتا ہے داغ آفتاب — ناسخ
کیا کام فساں سے ہو بھلا تیغ زباں کو — "
ابر کا محتاج سبزہ کب ہوا شمشیر کا — نفیس
خزانے یاں دعائے خیر سے سائل کو ملتے ہیں — نظم
دیکھا پتھر کوئی بھاری تو وہ احساں دیکھا — "
دولت ہوا اور عادتِ احساں نہ ہو تو کیا — "
رستہ بھی چل تو سبزۂ بیگانہ چھوڑ کر — واسطی
فرطِ غیرت سے ہے ہم کو رزقِ بے منت پسند — وزیر
خاک سے پیدا ہوا اور خاک میں مدفوں ہوا — "
سنگ ہے سایہ ہما کا مجھ گدا کے واسطے — وحشت
ابھی بھولا نہیں احساں تری چشمِ عنایت کا — "
اے دل و دیدہ نہ شرمندۂ احساں ہونا — وقار
ہم کیا سمجھ کے خواہشِ ظل ہما کریں — یکتا
بے فیض اگر یوسفِ ثانی ہو تو کیا ہے

اخفائے راز

جب تک ہے منہ میں بات تو اخفائے راز ہے
کیا کہئے وہ کسی سے جو صدمہ ہے جان پر
راز ہے سن لو اسے تم سے کہے رکھتے ہیں ہم
مرا رازِ دل آشکارا نہیں
کیا حالِ دل کسی کا کھلے باغِ دہر میں
بات جو حلق سے نکلی وہ ہوئی خلق پہ فاش
آدمی بھید دیکھے روتا ہے
چھپاتے راز اپنا آپ سے بھی ہم تو پھر کہو کیونکر
ہے زرِ گل کی قدر غنچے میں
گر خاک بھی ہوں میں تو ہوں مٹھی بندھی ہوئی
کسی کے لوٹ کا کیونکر زباں پر تذکرہ لائیں
کسی کا راز ہے برسوں سے دل میں
جب سے سنا ہے راز کھلیں گے جہان کے

وہ بات کیا چھپے جو پڑے منہ ہزار کے — آصف
لازم ہے دل کی بات نہ آئے زبان پر — اسیر
انجمن میں بات خلوت کی نہ آتش عام ہو — آتش
وہ دریا ہوں جسکا کنارا نہیں — انیس
ہر غنچہ اس کا گویا کہ سربستہ راز ہے — توفیق
دے کبھی بھید نہ انسان کو انساں اپنا — ثاقب
راز کا عکس زار ہوتا ہے — "
گواہی حشر میں دیتا ہر اک عضو بدن اپنا — "
راز وہ راز ہے جو دل میں رہے — "
پردہ ڈھنکا ہی رہنے دو مشتِ غبار کا — جرار
کہ تر آلائشِ دنیا سے داماں ہم بھی رکھتے ہیں — جلیل
اب اس کو کیا نکالیں ہم زباں سے — خاطر
لرزاں ہیں دل میں نام سے روزِ جزا کے ہم

اخفائے راز

جو پیٹ کے ہلکے ہیں پچتے ہیں بہت کہہ کر — ذوق
رو میں ہیں تو ایسے جائے شکم اور زیادہ — رند
زنداں سے جب راز چھپایا نہیں جاتا
دیکھا ہے کسی کا نہ کسی پر اثر اے — شفق
مجھ سے کہتے ہیں وہ جو کچھ کہ کسی سے نہ کہا
نبضِ بیمار بھی اک چین دہر میں رہ خفتہ صفت — صفیر
اے صبا بات کا بنانا کیا
آہ جس بات کو وہ چھپائیں ہم — شہید
اب تو وہ چھپ کے بھی پردہ نہیں کرتے ہیں
کانوں میں بھی یہ بات نہ ڈالی گئی تھی — "
آپ کا راز دوست دشمن تک
چھپایا تھا راز عشق چھپاؤں مگر یہ اشک — "
آخر چھپے نہ وصل میں افشا نہ ہو گیا
دل میں جب تک رہی تو اچھی تھی
منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات — منت
راز داری عاشق و معشوق کی آساں نہیں
راز داری عاشق و معشوق کی ہے کار صعب — میر
کہہ دیا سب کچھ مگر اک بات کہنی رہ گئی
سچ ہے کہنے نے افشائے راز کیا
کچھ پتے کی نے کہی
اسرارِ دل

	اسرار دل کے کہتے ہیں پیر و جوان میں	مطلق نہیں ہے بند ہماری زبان میں	میر مصحفی
	از بسکہ خون دل کا کھاتا ہے جوش ہر دم	مشکل ہوا ہے ہم کو اخفائے راز کرنا	"
	رازِ دل اس سے کہا ہے مگر اسکا ڈر ہے	کہ مرے راز کو کہدے نہ وہ نادان کہیں	"
	رازِ دل اپنا کس سے کہوں ہائے مصحفی	ملتا نہیں ہے مجھ کو کوئی رازدارِ دل	"
	جو رازِ دل سے زباں تک آیا تو اسکو قابو میں پھر نہ پایا	زباں سے نکلا کلام بنکر کماں سے چھوٹا خدنگ ہوکر	نظم
	تیری زباں سے آگ لگی شمعِ انجمن	میری زباں کو دخل نہیں میرے راز میں	"
	یہ رازِ عشق و محبت کو ہے چھپائے ہوئے	ہم اپنے دل کو کلیجے سے ہیں لگائے ہوئے	یکتا
	رازِ دل کہکر کسی سے تو نہ کھو اپنا بھرم	بند مٹھی لاکھ کی ہے کھل گئی تو خاک کی	یوسف

ادنیٰ و اعلیٰ

	رتبۂ اعلےٰ نہ پائے لاکھ ادنےٰ ہو بلند	خاک اڑکر کب پہنچتی ہے سرِ افلاک پر	اسیر
	سفلہ چمک کے ہمسرِ اعلےٰ نہ ہوسکے	ممکن نہیں چراغ میں تنویرِ آفتاب	"
	اسفل کو جہاں میں نہ ملا رتبۂ اعلےٰ	کب زاغ کے پر میں سے بنا ہے پرِ طاؤس	"
	فیضِ کامل سے نہیں ہوتے ہیں ناقص بہرہ مند	جان ڈالی کب مسیحا نے کسی تصویر میں	"
	رتبۂ اعلیٰ کب اسفل کو ملے پرواز سے	ماہ کا جلوہ کہاں ہے کرمک شب تاب میں	"
	جو ناقص ہیں جہاں میں کام کب ان سے نکلتا ہے	دمِ جنگ ایک دن چلتے نہ دیکھا تیغ چوبیں کو	"
	کارِ اعلیٰ ہوسکے ادنےٰ سے ہے امرِ محال	لطف خیمہ کا کبھی سایہ میں چادر کے نہیں	"
	سعادتمند کا فیض ایک ہے اعلےٰ و اسفل پر	سرِ شاہ و گدا میں فرق کیا ظلِّ ہما سمجھے	"
	اسفل کی قدر خاک ہو اعلےٰ کے سامنے	لہریں کنواں نہ لے کبھی دریا کے سامنے	"
	اسفل بلند بھی ہے تو اعلےٰ سے پست ہے	جاتا ہے کوئی دودِ چراغ آسمان پر	"
	اسفل کو نہ دیکھا کبھی اعلےٰ کے برابر	بے قدر کنویں ہوتے ہیں دریا کے برابر	"
	زمانہ میں ہے بعدِ رنج حاصل رتبۂ عالی	یتیمی کے سبب دُر کی جگہ ہے تاج شاہی پر	"
	اسفل و اعلےٰ ہیں دونوں ایک سے حاجت ہی شرط	کام خندق کرتی ہے گردِ چمن دیوار کا	"
	تفوق ہر طرح دنیا میں ہے اعلیٰ کو اسفل پر	کبھی چھائے نہ کملی بھیگ کر باراں میں بادل پر	"
	ادنےٰ کو نہ حاصل ہو کبھی رتبۂ اعلےٰ	نقشِ پرِ طاؤس کہاں بالِ مگس میں	"
	کبھی اسفل سے ہوسکتی نہیں تقلید اعلیٰ کی	بگولا لاکھ چکرائے نہ پہنچے دورِ گردوں کو	"
	طلاپ شاہ و گدا کا جہاں میں مشکل ہے	کہیں گلیم میں پیوندِ شال ہوتا ہے	"
	نبھتا ہے کوئی ساتھ امیر و فقیر کا	دیکھے نہیں گلیم میں پیوند شال کے	"
	ادنےٰ کے دوڑ دھوپ سے اعلیٰ کو ہے فروغ	رہ جائیں پاؤں تھک کے تو کیونکر بدن چلے	"
	سامنے اعلےٰ کے کب رہتا ہے ادنےٰ کو فروغ	روبرئے مہرِ عالمتاب ہے بیکار، شمع	"
	؟ بورے سے ہاتھ بھر اونچا ہے	فرق کتنا ہے گدا و شاہ میں	"
	بلند رتبہ جو ہیں ان کو کچھ ملال نہیں	چمن میں سبزۂ دیوار پائمال نہیں	"

کب توجہ نہیں اعلےٰ سے ہے اسفل کی طرف	بحر	گل ہے آنکھوں میں چھپا خار کو دیکھیں کیونکر
امیر شال دوشالوں میں گرم راحت و عیش	"	غریب کے لئے جاڑوں میں زندگانی دبھوپ
جو ہے قلیل مایہ کب اس نے اوج پایا	"	قطرہ نے سر اٹھایا تو کیا حباب ہوگا
کبھی ادنےٰ کو نہیں رتبہ اعلیٰ ملتا	برق	سر جگہ پھولوں کی ہے پانوں جگہ خاروں کی
نہیں امکان میں کبھی رتبۂ اعلیٰ بے مزج	"	دستِ بیمار میں چلنے کو عصا دیتے ہیں
وہ جو ادنےٰ ہے سو ہے اور وہ جو اعلےٰ ہی سو ہے	پرتو	حسنِ اختر کب ہو حسنِ ماہِ انور کا جواب
نہیں ہے ادنےٰ و اعلےٰ پہ اس نصیب کا پھیر	"	جہان میں ہے ہر اک خاص و عام گردش میں
اسفل و اعلےٰ بہم اک ایک کا محتاج ہے	"	روح تن کو چاہیئے اور روح کو تن چاہیئے
اعلےٰ کو احتیاج ہے ادنےٰ کی دہر میں	تسلیم	اڑتا ہے بادشاہ کا جھنڈا سیاہ سے
پست اعلےٰ نہیں ہوتا ہے کبھی خست سے	"	اونچی ہیں عضوِ قدم سے قدِ آدم آنکھیں
اعلےٰ کے ارتباط سے ادنےٰ کو ہے فروغ	تجمل	کیا چاندنی زمین کو پر نور کر گئی
نہیں اعلیٰ کو کبھی پس روی ادنیٰ عیب	تراب	آگے روباہ کے کب شیر نیستاں نکلے
شامتِ اعلےٰ کے باعث ہوتے ہیں ادنیٰ ہلاک	توفیق	ہے مثل مشہور پس جاتے ہیں گھن دانے کے ساتھ
مل گیا اعلےٰ سے جو ادنےٰ وہ اعلےٰ بن گیا	"	شاملِ دریا ہوا قطرہ تو دریا بن گیا
پہنچتا ہے ہر اک انسان خردی سے بزرگی کو	جاہ	ہوا کرتا ہے استخراج برسوں کا مہینوں میں
ہے جو ادنےٰ اسکو اعلےٰ کے ہوں جوہر کیا نصیب	جرار	لائق پرواز مرغِ گلشن قالی نہیں
جو عالی رتبہ ہیں کب التجا کرتے ہیں ادنیٰ کی	جوش	چراغِ آسمانی کب ہوا محتاج روغن کا
جو مادر زاد ناداں ہے وہ دانا ہو نہیں سکتا	حسن	ازل کے دن سے جو ادنیٰ ہے اعلیٰ ہو نہیں سکتا
پیرہن پہنے اگر کتنے ہی ارذل تو بھی	سحر	گفتگو سے نہ چھپے اسکی تو بُو پیاز کی طرح
اعلےٰ سے نہیں ہوتا ہے اسفل کو کبھی اوج	سراج	ہاتھوں سے کبھی نقشِ کفِ پا نہیں مٹتا
حقیقت میں ہے ہستی ایک ہی ادنیٰ کی اعلیٰ کی	صابر	ملینگے خاک میں اکدن زمیں چرخِ کہن دونوں
نہ ہو ادنےٰ کی ہمرنگی مضر کچھ رجمندوں کو	عاشق	وہی سرخی ہے مرجاں میں وہی لعل بدخشاں میں
ہے جو کم مایہ نہیں پاتا وہ اعلےٰ کا فروغ	"	کچھ شہابِ چرخ بڑھکر کہکشاں ہوتا نہیں
سفلوں سے نہ ہو پرورشِ اہلِ سعادت	عرش	امکان نہیں بوم کے بیضہ سے ہما ہو
اسفل کا کیا فروغ ہو اعلےٰ کے سامنے	عاقل	چڑھتا نہیں پیادہ نگاہِ سوار میں
ادنےٰ بڑھے تو پہنچے نہ اعلےٰ فروغ تک	عزیز	اڑکر کبھی نہ خاک ملے نورِ ماہ میں
الٹ کر کاسہ ہو جاتا ہے افسر	غافل	یہی بس فرق ہے شاہ و گدا میں
اسفل کبھی نہ پہنچے اعلےٰ کے مرتبہ کو	فیض	کب شہد کی حلاوت پاتا ہے گڑ کا شیرہ
نہیں نسبت اسفل کو اعلیٰ کیساتھ	قلق	کہاں سحر اور معجزہ ایک ہے
کبھی ادنےٰ نہ اعلےٰ ہو مقدر لاکھ چمکائے	"	چمک مہتاب کی پیدا نہیں ہونے کی جگنو میں
فروغ سے ہوئے ادنےٰ جہاں میں کب عالی	لائق	بنے نہ ماہ جو ہو کرمِ شب ہزار بلند
کہاں غم عالی ہمت کا ہے لائق پست فطرت کو	مصحفی	نہیں یہ سرخراشی کا ہے عہدہ ناخنِ پا کا
عجب کیا کام بے قدروں سے نکلے گر امیروں کا		رخوے شال ہے موقوف اک ادھی کی سوزن پر

اردو زبان اور اہل

زبان کبھی ہاں اسفل نہیں ہوتے

گروہوں کے بیان خاص مطلق بے زوال

حسن متقیٰ حسن مطلق کمال میں ہے

فرق بین اس قدر ہر قوس فضیلت اعلےٰ سے

ادنیٰ کو عالی چاہیئے ادنیٰ کو عالی نہ ہو زنہار

ادنےٰ بھی کام آتے ہیں اعلےٰ کے ایک سے ایک

اچھوں کے منہ کو لگتا ہے بُرا بھلا

جو اس میں خاک رہتا ہے وہ مخدوم ہوا آخر

جو کرنا خاکساری سے کرا ہے کسب فضیلت

اسفل ہے زمین اعلےٰ و ادنےٰ سے

زمین

	زمین، خاک نشاں، آسمان، آب فشاں	یہی تو فرق ہے ادنےٰ میں اور اعلےٰ میں	ناسخ
	ادنےٰ جو ہیں نہ ہونگے وہ اعلےٰ کسی جگہ	ہر جا زمین پست ہے اور آسماں بلند	"
	اعلےٰ جو ہیں وہ کب ہوے ادنےٰ سے ملتجی	سیراب کیا ہوا ابر بھلا آب چاہ سے	"
	جو اعلےٰ ہے سو اعلےٰ ہے جو ادنےٰ ہے سو ادنےٰ ہی	نہیں کچھ قدر سایہ کی بڑھے گو قد انساں سے	"
	کریں اعلےٰ و ادنےٰ پر قیاس	نہریں شیریں ہیں سمندر شور ہے	"
	کم حقیقت کے لئے پرسش کبھی ہوتی نہیں	کون استفسار کرتا ہے فرودِ مور کا	نسیم
	اعلےٰ جو ہیں وہ مائلِ پستی نہیں کبھی	اتریں زمیں پہ حور و ملک آسماں سے کیا	واسطی
	جو عالی رتبہ ہیں درکار کیا امدادِ غیراں کو	فتیلہ ہے نہ روغن ہے چراغِ آسمانی میں	"
	عجز اسفل کو تو اعلےٰ کو ہے لازم سرکشی	صحن کو پستی، بلندی چاہئے دیوار کو	"
	جہاں میں ہے خرابی سب سے بڑھکر اہلِ رفعت کی	ہمیشہ معرکہ میں کاٹتے ہیں تن سے سر پہلے	"
	مفلس اشراف کو پہنچے نہ کمینہ پر مال	ارض سے اونچا سما ہو کے رہا پھر نیچا	وقار
	روبرو اعلےٰ کے ادنیٰ کو نہیں ہوتا فروغ	مہر کے آگے ہے مہ اک ابر کا ٹکڑا سفید	وزیر
	صاحب تاثیر ہوتا ہے فرومایہ کہاں	ہمسرِ بالِ ہما ہووے نہ پر سرخاب کا	ہرچند
	صاف دل کو ہے فرومایہ سے فیضِ آبرو	قطرۂ نیساں صدف میں گوہرِ تر ہوگیا	"
	پائے نہ عالی پایہ فرومایہ سے ضرر	طوبےٰ کا نخل آتا ہے زیرِ تبر کہاں	"
	سربلندوں کو نہ پہنچے پست ہمت سے گزند	قصرِ گردوں کی بھی دیوار کب سیلاب میں	"
	کب میسر مرتبِ عالی فرومایہ کو ہو	ہمسرِ فرشِ مشجر بوریا ہوتا نہیں	"
	کب کسی ادنےٰ سے لیتے ہیں مدد عالی وقار	بے ستوں استادگی ہے چرخ کے خرگاہ کی	"
	پاک بازانِ فروتن بے مدد پائیں نہ اوج	سربلندی ابر سے حاصل ہوئی ہے آب کو	"
	ادنےٰ کی قدر کچھ نہیں اعلےٰ کے سامنے	دریا کے آگے کیا ہے حقیقت حباب کی	ہزبر

آرزو

	ہماری آرزوئیں دل کی پوری ہو نہیں سکتیں	جسے چاہا کہ مل جائے اُسے نایاب دیکھا ہے	اوج
	باغِ جہاں میں غنچۂ تصویر کی طرح	ہنسنے کا عمر بھر مجھے ارمان ہی رہا	تسلیم
	مجھ کو دنیا کی نہ خواہش ہے نہ عقبےٰ کی ہوس	دونوں عالم میں فقط ہے مجھ کو اک تیری ہوس	"
	جلیل انسان کرتا ہے ہزاروں خواہشیں لیکن	نکلنے کے جو ہوتے ہیں وہی ارمان نکلتے ہیں	جلیل
	ارمان کس کے زیرِ فلک نکلے ہیں جنوں	بہتر وہی ہے دل کہ جو بے آرزو رہے	جنوں
	چاہتا ہے دل کہ دھو جائیں دمِ آخر گناہ	بے سبب کیوں آنسوؤں کی ہے رُوانی وقتِ نزع	جرار
	اے زمیں جور و جفائے فلکِ ظالم سے	لاش کے ساتھ گیا گور میں ارماں میرا	جوش
	قلت و کثرت سے میری جان کس مشکل میں ہے	کچھ نہ ہونے پر تمنا ہی تمنا دل میں ہے	"
	دنیا میں کب انسان کی حاجت نکلی	حسرت ہی رہی کوئی نہ حسرت نکلی	داغ
	کیوں عندلیب کہہ تو بھلا اب کہاں ہے گل	جز یہ کہ دلخراشی ہے حسرت کے خار سے	سودا

بہتر ہے جل ہی جائے جو یہ نخلِ آرزو
بس اتنی تمنا ہے جس وقت یہ دم نکلے
جو خواہش نہ ہوتی تو کاہش نہ ہوتی
ہمیں بے تاب رکھتی ہے ہوائے آستاں بوسی
اک دل نہیں آرزو سے خالی
آرزو بس یہ رہے ہرگز نہ ہو کچھ آرزو

کم بخت وہ شجر ہے کبھی جو پھلا نہیں
عریاں تنِ میکش ہو دامن تری رحمت کا
ہمیں جی سے مارا تری آرزو نے
ہماری وحشتِ خاطر کا مقصد یار کا در تھا
برجا ہے محال اگر خلا ہے
گر دعا مانگے تو ترک مدعا کے واسطے

میکش
"
میر
وحشت
ولی
وزیر

آزادی

مجھ کو کیا کوئی پھنسائیگا ازل سے ابتک
ہم کیا کہیں کسی سے کیا ہے طریق اپنا
جہان و کارِ جہاں سے ہوں بے خبر میں مست
ہوش و خرد ہے باعثِ تکلیف آدمی
آزادگی خوش آئی انشا کو جب سے یارو
ہادی اللہ مشرب و ملت سے کچھ مت پوچھئے
رند آزاد ہوے چھوڑ علاقہ سب کا
ہر طرح رہتے ہیں ہم خوش فضلِ مولا سے مدام
کب وہ آزاد بھلا موردِ تحسین ہوے
انبیا تک رہے پابند شریعت کے امیر
آزاد رہ کے ہم نے ایام عمر کاٹے
محبوس بلا ہیں جو زمانہ کے ہیں ساکن
خودی گم کر چکا ہوں اب خوشی و غم سے کیا مطلب
لاکھ نعمت ہے اتنی آزادی
میں رہا قیدِ تعلق سے ہمیشہ آزاد
جسے کہتے ہیں آزادی وہ اٹھنا ہے تعین کا
مثلِ بوئے گل سفر ہوگا مرا
قرار در کفِ آزادگان نگیرد مال
نہیں آزاد پہ ہوتا اثر سختیٔ دہر
نہ الجھا ایک دن خارِ چمن بھی میرے دامن سے
تجرید حصارِ عافیت ہے
عقبے کی نہ کچھ فکر نہ دنیا کا تردد
جما نہ رنگ تعلق ریاضِ عالم میں
آزاد ہوں نشاط و الم سے برنگِ سرو

دل تو آزاد رہا میرا گرفتار نہ تھا
مذہب نہیں ہے کوئی ملت نہیں ہے کوئی
زمیں کدھر ہے کہاں آسماں نہیں معلوم
دیوانہ آشنا نہیں دامن کے بوجھ سے
وہ سب کو چھوڑ بیٹھا سب اسکو چھوڑ بیٹھے
قید سے دونوں جہاں کی یہ فقیر آزاد ہے
ڈھونڈھتے کب ہیں پدر اور پسر کا نکیہ
خاک منہ میں انکے، جو کہتے ہیں، ہیں ایام بد
بھول جو سب کو گئے دین سے بے دین ہوے
ظاہری قید سے گھبراتے ہیں آزاد عبث
دو چار دن سفر میں دو چار دن وطن میں
آزاد کسی وقت نہیں قیدِ مکاں سے
تعلق ہوش سے چھوڑا تو پھر عالم سے کیا مطلب
سانس لیتا ہوں بات کرتا ہوں
دامن آلائشِ دنیا سے مرا پاک رہا
وہ ہے قیدی کہ ہو دلبستگی جس شخص کو گھر سے
وہ نہیں میں جو کسی پر بار ہوں
جو ایک پائے تو کیا اور ہزار اڑائے تو کیا
نہیں پڑتے ہیں کبھی سرو کے اوپر پتھر
رہا بے رنج مثلِ بوئے گل میں اس گلستاں میں
عریاں کو کہیں بھی لوٹتے ہیں
بے فکر وہ ہیں فکرِ دو عالم نہیں رکھتے
ہے بو کی طرح کب آزاد کو مکاں سے غرض
یکساں ہے اس چمن میں بہار و خزاں مجھے

آصف
آتش
"
"
انشا
"
"
"
"
امیر
"
اسیر
اکبر
"
اشک
افسوں
انیس
آزاد
انور
"
"
بحر
باقی
تسلیم

آزادی

قفس میں زندانیٔ مدفن کی آزادی محال
قفسِ خاک آدمی کا ہے تنِ خاکی قفس
قفسِ خاک سے آزاد ہے چھوٹا باغ دہر کو
شوقِ آزادی اگر ہے چھوڑ باغِ چین کی آرزو
دامِ صورت میں بلبل کو لائی ہے چمن کی آرزو
صورتِ تصویر ہوں ہر نقش حسرتِ بیدلی
کیوں غرض ہوں میں کسی تصویر کی تصویر سے
کیا کہوں جس کا کہ ہوں تصویر حیرانی ہے
نقشِ حیرت ہوں مجھے آئینہ نے بھیجا ہے یہاں
نقش حیرت ہوں مجھے آئینہ نے بھیجا ہے یہاں
نقشِ

آزادی			
اے نظیر جس نے کیا قطع تعلق سب سے	نظیر	پیروئی خضر بھی اک قید ہے	ناقب
جا بتا اس کو کسی سے نہیں پیوند مزاج	"	سیر نیرنگیٔ گلزار جہاں کرتا ہوں	جنوں
فارغ ہوتا نہیں اپنی تنہا سے کبھی غم نہیں		اہلِ جہاں سے رکھ تو تعلق برنگِ سرو	جویا
دنیا میں عزیز اپنی تنہا سے کبھی		جلیل آزاد ہوں میں بوے گل کیطرح گلشن میں	جلیل
آزاد کسی سے ہوتا ہے نہ کوئی اس کا ہوتا ہے	عزیز	تو رہ باغِ عالم میں آزاد بس	حیرت
شوق کی خوشی جس کو ہے کہ ہو آزاد سبھی		پاک ہیں آلائشوں سے بندشوں سے بے لگاؤ	حالی
پھر نہ ایسا کوئی ہوگا کہ کرے موت کا کرب سبھی		عالم آزادگاں ہے اک جہاں سب سے الگ	"
شوق سے آزاد ہو جو ہے ہوا کا طالب	عاشق	یوں علائق میں یہاں جکڑا ہوا ہے بند بند	"
جس کو ہے شوق وہ ہے موت کا طالب سبھی		سب کی سن لیتے ہیں لیکن اپنی کچھ کہتے نہیں	"
آزاد ہو جو ہے ہوا کا طالب		حال ہے نایاب پر گاہک ہیں اکثر بے خبر	"
آزاد ہو جو ہے ہوا کا طالب		پروائے تعلق نہیں رکھتے جو ہیں آزاد	خوشدل
آزاد ہو جو ہے ہوا کا طالب		وہ کیا کر سکے سیر آزادگی	"
آئے چمن دہر میں جوں سرو خراماں		آئے چمن دہر میں جوں سرو خراماں	خاموش
رہتا ہوں نیک و بد سے زمانہ کے دور دور		رہتا ہوں نیک و بد سے زمانہ کے دور دور	دبیر
آزاد کسی کی بھی اٹھاتے نہیں منت		آزاد کسی کی بھی اٹھاتے نہیں منت	درد
پئیں مے آشکارا ہم کو کس کی ساقیا چوری		پئیں مے آشکارا ہم کو کس کی ساقیا چوری	ذوق
بے فائدہ ملال ہے انساں کو چاہئے	ضعف	بے فائدہ ملال ہے انساں کو چاہئے	سخن
کیا تم کو وطن بتائیں اپنا		کیا تم کو وطن بتائیں اپنا	"
میں بھی دنیا میں عجب طرح بسر کرتا ہوں	غالب	ہے مجھے عیش و خوشی حزن و الم چاروں ایک	"
نہ ضرر کفر کا نے دین کا نقصاں مجھ سے		باعث دشمنی اے گبر و مسلماں مجھ سے	سودا
کہاں ہے عالم ارواح کی وہ آزادی		نصیب اب تو عناصر کا قیدخانہ ہوا	سراج
رہ کے آزادی میں سیرِ لامکاں کرنے لگا		جال دنیا کا مجھے مکڑی کا جالا ہوگیا	"
ان کی خوشامدیں ہیں نہ ان سے ہی کچھ غرور		رکھتا ہوں ایک بات فقیر و امیر سے	سفیر
وہی دنیا میں ہے بیشک خردمند		زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند	سوز
سرو پا برہنہ گلیوں میں پھرے ہم بے فکر		بادشاہوں کو غمِ افسر و اورنگ رہا	شہیدی
دین سے مطلب نہ ہم کو دنیا سے		سب سے آزاد ہیں خدا کی قسم	شفق
آزاد وضع بزمِ جہاں میں رہا شریف		صرفِ رسوم تھا نہ میں رہنِ قیود تھا	شریف
اک عمر شمع بزمِ تجرد رہا شریف		روزی کی فکر تھی نہ غمِ روزگار تھا	"
فکر رنج و راحت کیسی		دوزخ کیسا جنت کیسی	صبا
کہاں رکھے گی ہمیں بے تعلقی یارب		کہ دل کو دونوں جہاں سے ہم اٹھائے ہوئے	صابر
مثلِ حباب خانہ بدوشی ہے خوب شئے		ہر دم زبانِ حال سے سنئے بیان موج	"
ہوں نہ پابندِ تعلق ہیں جو وارستہ مزاج		نام میں بھی ہے جدا ایک ایک حرف آزاد کا	"
کارِ دنیا کوئی مجھ سے متعلق نہ رہا		یوں جہاں میں ہونگہ گویا ہوں جہاں سے باہر	"

آزادی

آزادگی اگر غم دنیا سے ہے نصیب	نانِ جویں بھی تیرے لئے شیر مال ہے	فدا
آوارہ مزاجوں کو نہیں قیدِ مکاں کی	نالہ کبھی پابند سلاسل نہیں ہوتا	"
ہیں وہ سروِ باغِ وجود ہوں میں وہ گل ہوں شمعِ حیات کا	جسے فصلِ گل کی خوشی نہیں جسے رنجِ بادِ خزاں نہیں	قدر
اپنی خودی سے آپ سے باہر ہیں اہلِ دل	پابندیوں میں رکھتے ہیں آزاد کا مزاج	"
آس سے کچھ آس ہے نہ یاس سے کچھ آس	ہم کو خوشی کی خوشی ہے غم ہے نہ غم کا	"
اندیشۂ پرواز سے فارغ ہے مرا دل	آزاد کیا ہے مجھے بے بال و پری نے	گہر
میں جو کچھ ہوں سو ہوں کیا کام ہے ان باتوں سے	کوئی کافر کہے یا کوئی مسلماں مجھ کو	مصحفی
گرمِ سفر رہے پر منزل کو ہم نہ پہنچے	یاں آشیاں بنایا واں آشیاں بنایا	"
عجب مزہ ہے زمانہ میں بے نشاں رہنا	ہم اپنا صفحۂ ہستی سے نام پھیلیں گے	"
غرض دونوں جہاں سے ہم ہیں آزاد	غمِ دنیا نہ ہم کو فکر دیں کچھ	"
غلامی نفس کی چھوڑی تو آزادی ہوئی حاصل	محب کب بندۂ زر دامِ رہزن سے نکلتے ہیں	محب
فردا کی فکر آج نہیں مقتضائے عقل	کل کی بھی دیکھ لیویں گے ہم کل اگر رہے	میر
ہے زیست کی خوشی نہ مجھے رنجِ موت کا	یکساں ہے اس جہاں میں سود و زیاں مرا	منتہی
دوست سے واسطہ رکھا نہ کبھی دشمن سے	ما بدولت تو ہمیشہ یونہیں آزاد رہے	مضطر
دل سے دعا یہی مری لیل و نہار ہے	بندہ کے بس میں بندہ نہ پروردگار ہو	میکش
ہم تو آزاد اس کو سمجھیں گے	جو نہ رکھتا ہو ماسوا سے غرض	"
ہم نام و نشاں میٹ کے اٹھیں گے جہاں سے	آزاد ہیں کیا خواہشِ اولاد کریں گے	"
ابھی حاصل ہو تجھ کو آزادی	قیدِ ہستی کو توڑ تاڑ کے دیکھ	"
بند دنیا میں کوئی چیز ہے آزاد رہو	خوش رہو خوش رہو ہاں خوش رہو آباد رہو	مہر
کیا جنت و دوزخ کے سناتا ہے فسانے	آزاد ہوں میں بستۂ زنجیر نہیں ہوں	"
کیوں جامہ و نان کا فکر ہے دامنگیر	کیوں ہے زن و فرزند کی الفت میں اسیر	"
اے مہر یہ باتیں نہیں آزادوں کی	پا میں ہے ابھی ما و منی کی زنجیر	"
اے مہر کھڑا ہے حوض میں نیلوفر	ہوتے نہیں پانی سے گرہ پتے تر	"
دنیا میں رہے تو بھی تو اسطرح سے رہ	زنگِ وابستگی نہ آئے دل پر	"
خانہ بربادوں سے پوچھو نہیں منزل کا پتہ	ہم جہاں بیٹھ گئے وہ ہی ہوا گھر اپنا	ماہ
جو آزادِ ازل ہیں قید سے انکو تنفر ہے	جدھر سے چاہئے موجود ہے رستہ بیاباں کا	نسیم
روشن ہوا یہ محفلِ عالم میں شمع سے	پروائے سر نہیں جسے وہ سرفراز ہے	ناسخ
نادان بندِ عقل سے زنجیر خوب ہے	دانہ وہی ہے جو کوئی دیوانہ ہوگیا	"
سایۂ سرو میں بیٹھے ہیں کہ آزاد ہیں ہم	کاٹ دینگے اسی کملی میں زمستان و چار	نظم
دل نہ دنیا سے لگایا کہ ہیں آزادہ روش	چمنستاں میں بسے بھی تو بسے بو ہو کر	"
تیر جستہ ہوں میں غربت ہے سدا اپنا وطن	جس جگہ جا ل گئی بستر ہوا آزاد کا	"
شکنجہ میں مجھے کھینچا ہے ابعادِ ثلاثہ نے	رہے پابند وہ کیونکر سدا کا ہو جو ہرجائی	"
باغِ دنیا میں مقید نہیں وارستہ مزاج	نکہتِ گل کو نہ دیکھا کوئی یکجا ٹھیرے	"

آزادی

دنیا کے تئیں ترک و رہا کر نہیں سکتے	نہاں
ہم کام جو کرتے ہیں سو کام نہیں آتا	
آپ سے جو گزر گیا پھر اسے کیا جو ہو سو ہو	
پھنسے نہ قید تعلق میں جو کہ ہے آزاد	وزیر
چین میں کاہے کو ہے بلبل اسیر دام نہیں	
رفاہِ عمر کا سبب ہے جہاں میں آزادی	واسطی
خزاں میں سرو چمن کی وہی بہار رہی	
آزاد و خضر ہے ہمسر آبِ آزادگی	ولی
نفع و ضرر ہے یکساں گو شاہ ہو گدا ہو	
جن نے پکڑا ہو بوریا شیشہ	
اس کو موجِ بلا نظر آوے	
سرو کی وار سیکھی قدر آزادگی	
باوجود خود نمائی گر ہوا ہے کالعدم	وقار
بند ہستی ہو سبک جو نیک مطلب	
بسے نہ رکھوں کا سر کروں میں	
ہے آرزو کہ آئینہ ساں دیدہ آزادی ہے	
حالِ اسیر قید مکاں سے ہمیں نہ پوچھ	
ہر زماں قید مکاں سے ہمیں آزاد رکھتے ہیں	
نکہتِ گل کی روش روش پیرہن صاف	ہوشیں
جو علائق سے چھٹے پائے رہِ توحید صاف	
ہے یہی مطلب خط پیشانی آزاد کا	
ہوشیں ہم	

ہوش	ہوش ہم دیر و حرم دونوں سے ہیں بیگانے ہے سبکروح تو آفاتِ جہاں سے کیا ڈر کششِ دامِ تامل کی بلا سے چھوٹو روئے بحر آب پر دائم رہے پائے حباب بند رہتے ہیں کبھی آزاد بھی	شیخ کعبہ ہے نہ اپنا نہ برہمن اپنا طائرِ نکہت گلشن کبھی بسمل نہ ہوا ہو کے آزاد تجرد کی بہاریں لوٹو سربسر عالی ہے رتبہ مردمِ آزاد کا کب ہوا کو ہے مکاں کی احتیاج
	استغنا	
اسیر	آنکھوں میں بے ثبات یہ دولت ہے اے اسیر گل کی طرح کسی سے نہیں مانگتے ہیں نور دل غنی ایسا ہمارا ہے اگر لیتے فقیر کبھی زمانۂ تاریک کا خیال نہیں ہم تو سر پر ان امیروں کا نہ لینگے احسان محتاج نہیں ہوں میں اسیر اہلِ دول کا روئے منعم کو نہ دیکھا بھر کے آنکھ	مخمل کی مسندوں کو سمجھتے ہیں خواب ہم آئے ہیں ساتھ لیکے عدم سے خزانہ ہم بانٹ دیتے اپنے داغوں کے بھی سب دینار ہم میں وہ فقیر ہوں کاسہ میں جسکے بال نہیں بوجھ اٹھواتے ہیں کس سے کوئی مزدور نہیں ہر لختِ جگر لعل ہے ہر اشک گہر ہے خوئے استغنائے سائل مرحبا
رنجور	عشرتِ دنیا سے حیرت نے مجھے فارغ کیا ہوں وہ درویشِ غنی دل ہے مجھی عیش میں رنج وہ گدا ہوں کہ نہیں دولتِ دنیا کی طمع	بلبلِ تصویر ہوں میں بوستاں سے کیا غرض بسترِ خار نہ ہو بسترِ قاقم مجھ کو لعل و گوہر ہیں مرے سامنے کنکر پتھر
آتش	جو وسعت رزق کی چاہے تو استغنا کی عادت کر بڑی دولت ہے جسکا نام ہے عالم میں استغنا غنی ہیں ہم غرض بخل و سخاوت سے نہیں رکھتے فاقہ میں بھی مانگوں نہ کبھی چرخ سے نعمت طبع مستغنی ہوی میری فقیری کے سبب خانہ و اولاد فانی مال و دولت کو زوال غیر کی محتاج اپنی کشتِ استغنا نہیں دولتِ دنیا کی کیا پروا مجھے	زیادہ دیتے ہیں حصہ اُسے جو کم نہیں لیتا گدا اس کوچہ میں آتا تو شاہنشاہ ہو جاتا ہماری بزم میں ہے ذکر قاروں کا نہ حاتم کا مفلس ہوں مگر عادتِ سائل نہیں رکھتا کیا نہ ملتی میں اگر دنیا کی دولت مانگتا سب سے بہتر تھا جو میں سب سے فراغت مانگتا تازہ اپنی آب سے مثلِ گہر ہر دانہ ہے حق نے بخشا گنجِ استغنا مجھے
	نظر میں ایک سی ہے پستی و بلندیٔ دہر رازق خدائے پاک ہے اے طائرِ قفس نعمت کی اے فلک مجھے پروا نہیں رہی کیا رنج طعنِ خلق سے مجھ بے گناہ کو زن و فرزند کی خواہش نہ تلاشِ زر و مال اے فلک دے جسکو ہو جتنی جہاں میں احتیاج جسے کہتے ہیں استغنا عجب جائے فراغت ہے	فلک ہوے تو ہوے ہم زمیں ہوے تو ہوے صیاد سے نہ تو طلبِ آب و دانہ کر کھایا ہے غم یہ گرسنگی کا کہ چھک گیا کہتے ہیں پیٹھ پیچھے برا بادشاہ کو سب بلاؤں سے بچایا ہے خدا نے مجھ کو قدِ کوتہ کو نہیں درکار پیراہن دراز اسی سرکار میں ہے ایک عالم بندہ و حر کا

بدلے دولت کے ہم استغنا سے مالامال ہیں	ہاتھ خالی ہو تو ہو دل تو یہاں معمور ہے	بحر	
اللہ نے دیا ہے دل ایسا غنی ہمیں	قارون کا ہمارے بغل میں خزانہ ہے	"	
دل غنی رکھتے ہیں درویش امیروں کیطرح	بوریا چاہئے مسند کے برابر اپنا	"	
وہ عالم ہے نہ غم سے غم نہ شادی ہے مجھے شادی	برابر میری میزاں میں ہے پلہ رنج و راحت کا	"	
وسعت کونین ہے نظروں میں اپنی قصر تنگ	سیر چشمی سے یہ دل اپنا کشادہ ہوگیا	برق	
کیا کریں ہم یہ تاج لے کوئی	جھوٹی دنیا کا راج لے کوئی	پرتو	
محتاج ہوں غنی سے نہیں مرتبہ میں کم	نظارگی ہوں حلقۂ باب کریم کا	تسلیم	
ہاتھ پھیلائیں کسی کے سامنے کیوں بہر رزق	آب و دانہ پاس مانند گہر رکھتے ہیں ہم	توفیق	
ناز ہے توفیق خوے بے نیازی پر مجھے	میری بے ارمانیاں صد شکر ارماں ہوگئیں	"	
جو ازل سے ہیں غنی رکھتے نہیں پروائے غیر	پانی سے سینچا نہیں جاتا چمن تصویر کا	جاہ	
یہ مانا زمانہ بہت بے وفا ہے	جلیلؔ آپ کو کیا زمانہ سے مطلب	جلیل	
کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے	ان کا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے	ذوق	
نہ پکڑیں دامن الیاس گرداب بلا میں ہم	کہ بدتر ڈوب کر مرنیسے جینا ہے سہارے کا	"	
احسان ناخدا کے اٹھائے مری بلا	کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں	"	
نظر میں انکی جن کو دولت استغنا بخشی ہے	مگس سے ہے ہما بہتر ہما سے ہے ہما بہتر	سودا	
حباب آسا کیا ہے کار استغنا تمام اپنا	رکھا محروم اس قطرہ سے میں دریا میں جام اپنا	"	
نہیں ہوں طالب رزق آسمان سے کہ مجھے	یقیں ہے کاسۂ داتروں میں کچھ نہیں ہوتا	"	
بخشش پہ دوجہاں کی آئی نہ تھی ہمت دہر	لیکن نہ یاں زباں تک حرف سوال آیا	"	
غلام اس کی میں ہمت کا ہوں کہ جو اپنے	جگر کے خون کو خوان تونگری جانے	"	
پھیلاوں ہاتھ اہل دول کے نہ روبرو	بندہ کا بندہ ہووے یہ بندہ کی خو نہیں	سعید	
گدائی کے خواہاں نہ طالب شہی کے	ہم ایسی بلندی و پستی سے گزرے	سوز	
نہ مجھ کو خاص سے مطلب ہی کچھ نہ عام سے کام	کوئی ہزار کہے مجھ کو اپنے کام سے کام	"	
نہیں پروا خوشی آئی نہ آئی	نہیں اندیشہ غم آیا نہ آیا	شہید	
ہاتھ نہ کیجے دراز غیر کے داماں تلک	ہووے اگر دسترس اپنے گریباں تلک	"	
مردم غیرت شعار غم نہ کریں جاں تلک	دردسے دیں جاں مگر جائیں نہ رماں تلک	"	
خدا شگفتہ کرے میرے دل کو یا نہ کرے	یہ یہ غرض ہے کہ منت کش صبا نہ کرے	"	
ہم اس کو کہتے ہیں غیرت کہ خاک میں ملجائے	یہ دستگیری احباب کو عصا نہ کرے	"	
کسی کے کھل جواہر سے مرد اہل نگاہ	جو آنکھیں پھوٹ کے بہ جائیں تو تیا نہ کرے	"	
گدا کو سایۂ بال ہما سے کیا مطلب	درخت خشک کو نشو و نما سے کیا مطلب	"	
مریض عشق کو دار الشفا سے کیا مطلب	ہمارے درد کو عیسےٰ دوا سے کیا مطلب	"	
نہیں ہے خضر کی حاجت طریق الفت میں	ہوں رہ شناس مجھے رہنما سے کیا مطلب	"	
مثال نقش قدم ہمکو خضر سے کیا کام	فتادگوں کو بھلا رہنما سے کیا مطلب	"	
عبث تو حال مرے دل کا پوچھتا ہے شہید	بتا کہ تجھ کو مرے مدعا سے کیا مطلب	"	

استغنا

طلعت کی تنا ہے نہ ملبوس کی پروا — شائق
عریانی کا جامہ ہے فقط پیرہن اپنا
جو شوق قناعت سے ہیں مائل نہیں ہوتا — شہید
میری ہمت عالی سے ہیں مائل نہیں ہوتا
کیا ہے ملتی جھکی دولت کی دولت سے نصیب — شاہ
میری گدائی ہے گر مالک سے نصیب
کیا ہے استغنا نے گدا و شاہ سے — صابر
شاہ کو حاجت گدا کو ہے حرص و آز سے
آتا ہے استغنا ہی کیا ہے ہمارے کیا — "
ہم نے بارہا دیکھی ہیں ہمارے کیا
ہے استغنا سے ملا در ہر کس کا حاجب — نظیر
جنکیوں سے ملا در فخری سے گدا یا نہ ہوا
دولت الفقر فخری ہے رحمت غنی میں — "
طلعت شاہ کلاہ ہے رحمت غنی میں
کیا وقعت گلزار جہاں ہے دنیا کی نظر میں — شائق
جز خاک نہیں خاک بھی دنیا کی نظر میں
جز زر نہ جہاں ہے کوئی مطلب کا نظر میں — "
غرض نہیں ہے کسی موج حادث کا نظر میں
راحت طلب ہوئے نہ ہوئے آشنا رنج — "

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا ابن مریم ہوا کرے کوئی	رسیخ	گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی	غالب "
گو جہاں میں ہے جہاں سے ہے مگر بے پروا		دیکھنے والا ہے دنیا سے نرالا تیرا	فدا
شکر ہے ہم نہ جھکے اہلِ دول کے آگے پیری میں بھی فلک سے کرونگا میں التجا	"	خلق کی ٹھوکروں سے چور کہیں سر ہوتا منھ صبح کو خدا نہ دکھائے بخیل کا	فیض قدر
نہ دیکھوں سوئے دریا تشنگی میں بید ماغی سے اسبابِ جہاں جتنے تھے موجود تھے لیکن		اگر میں غرق ہوں دامن کبھی پکڑوں نہ ساحل کا ہمت مری سائل نہ ہوی چرخِ دنی سے	گویا مصحفی
ہر چند کہ گم گشتۂ صحرائے جنوں ہیں	رکھیو	خضر آئیں نظر ہم کو تو اُن کو نہ پکاریں	"
ہیں جو کچھ ہوں سو ہوں کیا کام ہے ان باتوں سے دربار ہو یا نہ ہو غرض کیا		کوئی کافر کہے یا کوئی مسلماں مجھ کو اپنا تو سلام ہو چکا اب	" "
ایسا یہ دل غنی ہے کہ جھوٹوں بھی مصحفی	سمیعی	کرتا نہیں کبھی میں نظر زر و مال پر	"
مفلسی میں رہا ہوں مستغنی		کیا گدائی میں بادشاہی کی	منتہی
چینِ جبینِ شاہ مبارک ہو شاہ کو		میں جانتا ہوں موج ہے میرے حصیر کی	"
خاک و زر دونوں کا رتبہ ایک سا سمجھا کیا	توصیفی	خاکسی میں نے ملائی شربت دینار میں	مہر
مستغنی و وارستہ ہیں مردِ متوکل ہائے استغنا بجز تیرے جہاں میں وہ ہما		کچھ کام نہیں ہمکو فلاں ابن فلاں سے جس کو کہتے ہیں سعادت انتما ملتا نہیں	" "
دل غنی رکھ کہ ترے دل میں یہی استغنا		ایک دن بڑھ کے زر و سیم سے دولت ہوگی	"
سمجھے ہو جسے ذہن میں تم اپنے ہما سایہ میں اسی کے آکے محتاج گدا		استغنا ہے وہ غافلو استغنا رتبہ پاتا ہے ظلِّ سبحانی کا	" "
خود پسندانِ فرومایہ کے آگے ممنوں	ضیائی	میں نہ زنہار پئے عرض ہنر جاؤنگا	ممنوں
وہ سیر ہو چکے ترے جود و عطا سے ہم مطلب امیر سے نہ غرض بادشاہ سے		جل جائیں ہاتھ مانگیں جو اہلِ عطا سے ہم تیرے گدا کو کام تری بارگاہ سے	میکش محب
گنج قاروں بھی ہو تو ٹھکرا دوں		میرے خالق نے وہ بنایا دل	مضطر
گرچہ ہیں درویش لیکن اے فلک نیم ناں کے واسطے کب جوں ہلال	حسن	تجھ کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں ہم تیرے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں ہم	نصیر "
منت کشِ طبیب ہوں کس واسطے نصیر		ہے چین دردہی میں دل دردمند کو	"
فقیروں کو نہیں ہوتی ہوس کچھ سیر دریا کی غم نہیں ہے فلک جو تاج نہیں		زمیں پر دیکھتے ہیں موج نقشِ بوریا بیٹھے ہم کو سر کی بھی احتیاج نہیں	" ناسخ
سیم و زر سے خبر اے گردشِ افلاک نہیں	زوقی	کیسہ بھی اپنا کم از کیسۂ دلاک نہیں	"

اِستقلال

طبعِ بشر کو چاہئے دائم ہو ایک حال	اس واسطے دوام سے ہیں ہم عدو مزاج	امیر

عمر بھر پھر نہ زباں سے کبھی اقرار کیا
جس کسی بات کا ناچیز نے انکار کیا

استقامت ہے عجب شے نہیں اس میں لغزش
سنگل کا پاؤں زمیں پر نہ پھسلتے دیکھا

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

جنوں کے ہاتھ سے گو ناتواں ہوں
گریباں تک تو میرا دسترس ہے

ہاں شیفتہ پھر اس میں نصیحت ہی کیوں نہ ہو
سنتے ہیں حرف تلخ کو سمع رضا سے ہم

لاکھ آفت ہو تو انساں نہ ہراساں ہووے
کام مردوں سے بنے ہے مگر اوسان کیساتھ

سو کوس اشتیاق میں دوڑا چلا گیا
چھوڑا نہ ساتھ فیس نے پرساربان کا

سو بار اس پہ برق گری ہمصفیر باغ
پرخار و خس جلا نہ مرے آشیان کا

اٹھیں کب شکل نقش پا مٹے تک تیرے کوچہ سے
ٹلے گو آسماں لیکن کوئی ہم یاں سے ٹلتے ہیں

جو ہوں اوسان تو لکڑی نہیں شمشیر سے کمتر
نہ ہوں اوسان تو بدتر ہے پھر شمشیر لکڑی سے

جنکو استقلال ہے پاتے ہیں روزی غیب سے
پھرتے ہیں بے صبر در در ٹھوکریں کھاتے ہوئے

چھوڑونگا میں نہ اس بت کافر کا پوجنا
چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

جاں مطرب ترانۂ ہل من مزید ہے
لب پردہ سنج ترمزۂ الامال نہیں

بدلا کرے جو رنگ بدلتا ہے آسماں
اپنا کبھی نہ رنگ طبیعت بدل گیا

ایک دن مرنا ہے پھر کرنا ہے کیا
موت آجائے میں گھبراتا نہیں

چاہئے مضطر نہ ہو ہرگز کسی تکلیف میں
آدمی پیدا ہوا ہے رنج و راحت کیلئے

وہ شیر ہے جو خوف میں ثابت قدم رہے
رہتے نہیں حواس بجا اضطراب میں

پائے ثبات بھی ہے نام آوری کو لازم
مشہور ہے نگیں جو بیٹھا ہے گھر میں گر کر

سر کے قدم نہ لاکھ پڑے سر پہ تیغ ظلم
شکر خدا کہ تھیرے رہے امتحاں میں ہم

کچھ غم نہیں منزل پہ پہنچ جائیں گے ہم بھی
گو راہ ابھی دور ہے جی کا ہیکو ہاریں

کام یہ تیرے جبیں کا ہے نہ بل آئے کبھی
بات سہہ لینے کی تجھ میں ہو وہ خوشتر عادت

شکن و چیں سے مکدر نہ جبیں ہو ہرگز
دل پہ لاری بھی ہو گر غیظ و غضب کی حالت

نہ داغ یاس سے گھبرا برآئے گی امید
گلوں کے بعد ہوا کرتے ہیں ثمر پیدا

فرہاد وار غم کا وہ سر پر اٹھائے کوہ
بیٹھے جو جسم کے خاک پہ مانند پائے کوہ

اِستعداد

ممکن نہیں کہ جوہر ذاتی نہاں رہے
واقف ہے کب نیام سے شمشیر آفتاب

جن کو استعداد کامل ہے وہ ہیں آفت سے دور
داغ، مثل ماہ، خورشید درخشاں میں نہیں

غیر استعداد فطری کب دوا ہو سودمند
سرمہ ہے بیکار چشم کور مادرزاد میں

سپہر کا چاند ہمیشہ ہے ایک صورت پر
جسے کمال نہیں ہے اُسے زوال نہیں

فہم معنی کے لئے ہے شرط استعداد علم
ہو جو زائل زور بازو تیغ ہے کس کام کی

رند
سودا
"
"
شیفتہ
شہید
"
"
"
ظفر
غالب
"
"
فروغ
فوق
میکش
محب
میر
مصحفی
"
مہر
"
ناسخ
وقار
اسیر
"
"
"
"
"

	ماں باپ کی بجا ہے، بیجا نہیں نصیحت	واجب ہے تم کو انکی ہر وقت میں اطاعت
	خدمت اساتذہ کی بیجا نہیں ہے خدمت	باعث یہ اوج کا ہے ملتی ہے اس سے عزت
	غافل ہو بے خبر ہو مطلق خبر نہیں ہے	ہاں خیر خواہ کوئی مثلِ پدر نہیں ہے
	ماں باپ شاد ہونگے ان کا کہا کرو تم	ہرگز نہیں مناسب ان کو خفا کرو تم
	سب سے بڑی سعادت ماں باپ کی ہے خدمت	سب سے بڑی عبادت ماں باپ کی ہے خدمت
	ہو جسکو یہ سعادت بس خوش نصیب وہ ہے	دنیا میں لاکھ نعمت ماں باپ کی ہے خدمت
	بالا انھوں نے ہم کو سو آفتیں اٹھاکر	لازم ہمیں نہایت ماں باپ کی ہے خدمت
	تکلیف اس میں کیسی کہنا نہ بات ایسی	اے دوست عین راحت ماں باپ کی ہے خدمت
	دنیا میں نام پائے عقبےٰ میں سرخرو ہو	دیکھو تو کیا کرامت ماں باپ کی ہے خدمت
	منھ پر کبھی نہ لانا ہاتھوں سے کر دکھانا	سچی دلی محبت ماں باپ کی ہے خدمت
	خدمت سے ہی شرافت خدمت سے ہی سعادت	اور وہ شریف خدمت ماں باپ کی ہے خدمت
	جس کو ہے فخر اس کا محتاج ہے وہ کس کا	سچی جو چاہو عزت ماں باپ کی ہے خدمت
	اچھے وہی ہیں بچے ماں باپ کو جو مانیں	سرمایۂ سعادت ماں باپ کی ہے خدمت
	بچوں کا فرض کیا ہے اسکا جواب یہ ہے	ماں باپ کی ہی خدمت ماں باپ کی ہے خدمت
	سب سے بھلی کمائی مانے جسے خدائی	اے مہر تجھ کو رحمت ماں باپ کی ہے خدمت
	تم اختیار اطاعت کرو دل و جاں سے	مطیع حکم رہو والدین و آقا کے
	جہاں میں اس سے بڑی ایک بھی نہ نعمت ہے	اطاعت اس کو نہ تم جاننا سعادت ہے
	سرکشی بھول کر نہ کرنا مہر	نوکری ہے کہ بھائی بندی ہے

اعتماد

	خلق میں روح نے بھی ساتھ جسم کا چھوڑا	کسی کا زیست میں ہم اعتبار کرتے ہیں
	جہاں میں حالی کسی پہ اپنے سوا بھروسا نہ کیجئے گا	یہ بھید ہے اپنی زندگی کا بس اسکا چرچا نہ کیجئے گا
	ہر وقت میں ہر کام میں، ہر بات میں خوش ہیں	ہم کو جو بھروسا ہے سخن اپنے خدا کا
	کیونکر نہ مشکلیں مری آساں ہوں غیب سے	یارب بھروسا ہے ترے افضال عام کا
	خوش رہ اے دل اگر تو شاد نہیں	یاں کی شادی پہ اعتماد نہیں
	تم بھروسا کرو خدا پہ فقط	جز خدا آسرا ہے سب پہ غلط

افسردہ دلی

	وہ سینہ جو عشرت کدہ تھا ہمیشہ	اسے دیکھئے اب تو ماتم سرا ہے
	سرو کا نکہت گل سے کیا مجھے اے نسیم بہار چل	بطبیعت اپنی ہی حاضر اب شگفتہ ہے یہ دماغ و دل
	نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی	تجھے اٹکھیلیاں سوجھے ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

	کمال
	"
	"
	مہر
	"
	"
	"
	"
	"
	"
	"
	"
	"
	"
	"
	جرار
	حالی
	سخن
	فدا
	قائم
	محب
	آصف
	انشا
	"

ہمصفیرو دو نہ تم تکلیف گلگشتِ چمن	مجھ سراپا داغ کو کیا سیر گلشن چاہیئے	انور
دل میں مرے نقش آرزو کیا ہوگا	جڑ جس کی کٹی اس میں نمو کیا ہوگا	امجد
مقراض قضا نے جب کیا چاک اسے	پیراہنِ ہستی کا رفو کیا ہوگا	اسمٰعیل
اظہار حال کا بھی ذریعہ نہیں رہا	دل اتنا جل گیا ہے کہ آنکھوں میں نم نہیں	بحر
سلطنت بھی جو ہو ہم مردہ دلوں کو تو کیا	نہ ہوس ہے کوئی جی میں نہ تمنا دل میں	"
خزاں رسیدہ کو باغ و بہار سے کیا کام	نہ اب وہ جوش طبیعت نہ ولولہ دل کا	"
جی خوش نہ ہو تو زہر ہیں دنیا کے سب مزے	برداشتہ ہو دل تو سمجھئے فنائے عیش	"
کدھر جاؤں کہاں بیٹھوں اداس اپنی طبیعت ہے	نہ گھر میں جی بہلتا ہے نہ دل لگتا ہے محفل میں	"
جہاں کی سرد مہری سے بھجا یوں دل کہ اب ہم کو	نہ مرنے ہی کی پروا ہے نہ جینے ہی کے لالے ہیں	بارق
دل شکستہ ہوں میری ہو کیا قدر	کام آتا نہیں گھر ٹوٹا	بیان
دل ہے مردہ خلد میں جانے سے کیا ہوجائیگا	ہم جہاں ہونگے وہ گھر ماتم سرا ہوجائیگا	تعشق
یاد غم دل سے کبھی جاتی نہیں	اب تو بھولے سے ہنسی آتی نہیں	"
صفت گرد ہوں یکساں ہے مجھے عیش و نشاط	نہ کبھی شکوۂ غربت نہ وطن کی خواہش	تسلیم
لبریز غم جو ہیں انھیں کیا گفتگو سے کام	دیتا نہیں صدا کبھی ساغر بھرا ہوا	تائب
میں وہ افسردہ خاطر ہوں کہ جب کھینچا مصور نے	مرا چہرہ بھی اترا چہرۂ بیمار کی صورت	توفیق
کیا ہوا خواہِ پریشانی کو جمعیت سے کام	ہوں وہ بلبل دوش بوئے گل مرا مسکن رہا	"
ہوں ازل سے بادہ پیمائے پریشاں خاطری	موج زلفِ منتشر ہے خط پیمانہ مرا	"
اے خضر کس طرح سے تو جیتا ہے ابتلک	اتنی ہی زندگی سے مرا جی خفا ہوا	جرأت
شوق سے کر نظارۂ گلزار	ہم تو گلشن سے عندلیب چلے	"
اب کے جو یہاں سے جائینگے ہم	پھر منھ نہ کبھی دکھائیں گے ہم	"
اپنے پہلو میں دلِ بیتاب ہے وہ غمزدہ	جسکے ہاتھوں سے کہیں آرام پا سکتے نہیں	"
کہتے ہے اشتیاقِ صحنِ گلشن	مرے رہنے کی جا کنج قفس ہے	جوش
گرداب ہو نشیب تہ آب سے عیاں	چین جبیں ملال ہے دل کے ملال پر	جویا
دل بہار گل میں بھی اپنا تو پژمردہ رہا	کونسا غنچہ ہے جو اس فصل میں خنداں نہیں	"
دل کو بہلائیں کونسی شئے سے	کیا کریں جاکے ہم گلستاں میں	"
کہاں ہے وہ طبیعت جسکی خاطر چرخ سے مانگیں	رہی خواہش نہ اب دل میں ہمارے تاج و افسر کی	"
چرخ مجھ کو سلطنت بھی دے تو اب ہرگز نہ لوں	وہ ارادہ اب کہاں وہ حوصلہ جاتا رہا	"
ہائے ری افسردگی اس دل کی جسکا قول ہے	ہو نہ کوئی پھول پامال خزاں میری طرح	جلیل
بتائیں ہمصفیرو کیا نشیمن کیا وطن اپنا	قفس بیت الحزن اپنا قفس ہی ہے چمن اپنا	جوہری
گرچہ اس خاک سے ہر دانہ کی ہے نشو و نما	خاک میں مل کے ہوا سبز نہ دانہ دل کا	"
کہوں کیا میں حالت جوہری کہ عجیب اسکی ہے زندگی	نہ وہ دن ہی خوش نہ وہ شب ہی خوش نہ وہ اسکے شام و سحر کی خوشی	"
اس دن کی اب طلب ہے کہ دیکھیں سحر کی شب	کچھ ایسے روز و شب کے ہیں رنج و محن سے تنگ	"
حاصل نہ ہو جو غنچۂ دل کو شگفتگی	پھر فرق کیا ہے فصل خزاں و بہار میں	"

افسردہ دلی

بتائیں ہمصفیرو کیا ہم جہاں سے دل میں کیا کیا ہے — جوہر
بھرا ہے جسقدر دل میں ہوا ہے سب وہ ہی ظاہر — "
سوچئے نکلے ہے کیا دل کی تہ سے اور ہوا کیا نکلے — حیرت
ہیں جہاں میں حیرت آرا ہم — "
رنج جہاں ہیں دل گرفتار کس لئے ہیں تو یکساں — "
سب ہیں دل شگفتہ ہوئے گلشن میں جب سے بلبل نے — "
سوچئے کیا مرے دل سے بھی ہنگامہ زا — حسن
سینے کا مرے داغ ہے اس بن کیا — "
سیر گلشن کریں ہم اس بن کیا — "
اب جو چھیڑے بھی ہمیں نہ وہ دماغ رہا — "
ہو چکی واں بہار بھی اور کیا رہا — "
کیا ہنسے اب کوئی ہو سب کچھ ہوئے — "
دل ہی نہ رہے اپنا تو کیا — "
دل ہی نہ رہے اپنا تو کیا — "
سبزہ ہے جسکی خاک سے ایسی ہستی کا — "
رہے جسکی خاک سے ایسی ہستی کا — "
بس اسے دل کو نہیں ہے انقلاب جسے — حسن
راحت اس دل کو نہیں ہے انقلاب جسے — "
غمزدہ دیکھا جہاں میں شاد وہاں ملتا نہیں — "

ملاحظہ

ملا نہ غنچۂ دل چھٹ ہمیں ہو پژمردہ	شہید	حسرت
بار لائے گا نہ پھر نخل تمنا دیکھو	"	"
غنچۂ دل جو ہے پژمردہ تو شبنم کی طرح	"	"
مدت ہوئی غنچۂ دل خشک ہو گیا	"	حالی
حاضر ہو جب نہ دل ہی ہو باغ و راغ یکساں	"	"
ہم کو بہار میں بھی سر گلستاں نہ تھا	"	"
اک یہاں جینے سے بیزار ہمیں ہیں یارب	"	"
غیروں کو لیں گے آخر اپنا بنا کے کیا ہم	"	"
اپنی صورت دیکھ جب دل اپنا گھبرانے لگا	خاموش	داغ
عالم یاس میں گھبرائے نہ انسان بہت	"	"
سنتے ہیں خوشی بھی ہے زمانہ میں کوئی چیز	"	"
دل کی کلی نہ تجھ سے کبھی اے صبا کھلی	"	"
اے گل تو رخت باندھ اٹھوں میں آشیاں	"	درد
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے	"	"
افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف	ذوق	
وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہیں دل میں	"	
مجھ کو مرنے کا نہ کچھ غم ہے نہ جینے کی خوشی	رنج	
حاصل رہی ہے گلشن عالم میں بیکلی	رہبر	
کب دل شکستگاں سے کر عرض حال آیا	سودا	
نہ غم خزاں کا مجھے نے بہار کی شادی	سوز	
جام مے بزم میں گو بادۂ کوثر ہووے	"	
خواب و خور کیا اب تو دم لینا بھی دل پر بار ہے	"	
دو روز کا مہماں ہوں کیوں مجھ سے الجھتا ہے	"	
نہ پھولا پھلا پھر کبھی ایک دن بھی	سہیل	
دائم بزمگہ سبزۂ پامال ہوں نسیم	محسن	
نہ امنگیں ہی رہیں دل کی نہ وہ جوش شباب	سراج	
اسیر دام ہوں اٹکھیلیاں نہ کر مجھ سے	شاد	
کبھی نہ اپنا ستارہ چمکا کبھی نہ دیکھا فروغ رخ کا	"	
شجر وہ ہوں جو ہے نخل ماتم ثمر وہ جس کا ہے ذائقہ سم	"	
زمان نشو و نما سے پہلے تباہ جس کو کیا خزاں نے	"	
صورت برگ خزاں دیدہ ہیں پامال جہاں	شاکر	
افسردہ خاطری وہ بلا ہے کہ شیفتہ	شیفتہ	
ہے تاسف یہاں میں کیوں آیا	شہید	

ہزار گلشن دوراں میں گل کھلے نکلے	حسرت	
غنچۂ دل کو کسی طرح نہ کملانے دو	"	
رو دیا ہم نے جو کوئی گل خنداں دیکھا	"	
کچھ غم نہ اب خزاں کا نہ عشرت بہار سے	"	
ہم دوستو گئے بھی تو کیا گئے چمن میں	حالی	
یعنی خزاں سے پہلے ہی دل شاداں نہ تھا	"	
یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہیں	"	
اپنوں ہی سے ہے حالی کچھ دل مکدر اپنا	"	
پھر تو ملنا کیوں کسی کا ہم کو خوش آنے لگا	خاموش	داغ
دل سلامت ہے تو حسرت بہت ارمان بہت	"	"
ہم ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کدھر ہے یہ کہاں ہے	"	
چمپا کھلا گلاب کھلا موتیا کھلی	"	
گلچیں تجھے نہ دیکھ سکے باغباں مجھے	درد	
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے	"	
لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ	ذوق	
لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے	"	
کچھ نہیں پروا جو دشمن آسماں ہو جائے گا	رنج	
دیکھا کبھی نہ غنچۂ خاطر کھلا ہوا	رہبر	
ہے بے صدا وہ چینی جس میں کہ بال آیا	سودا	
خزاں میں خاک ہے سر پر بہار میں رونا	سوز	
کس کو خوش آئے اگر طبع مکدر ہووے	"	
خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے	"	
جاتا ہوں یہاں سے میں مت مجھ سے ہو رنجیدہ	"	
مرا گلشن دل خزاں سے اجڑ کر	سہیل	
باغ جہاں میں مجھ کو بہار و خزاں ہے کیا	محسن	
گل پژمردہ میں کب رہتی ہے رنگت باقی	سراج	
صبا سے کہدو نہ میرے گلے کا ہار بنے	شاد	
فسردہ طبعوں کی بزم غم کا بجھا ہوا سا چراغ ہو میں	"	
جو ہوں شگفتہ تو غنچۂ غم جو گل سمجھئے تو داغ ہو میں	"	
کبھی نہ لطف بہار دیکھے وہ گل وہ گلشن وہ باغ ہو میں	"	
کیا غرض ہم کو بہار گلشن ایجاد سے	شاکر	
طاعت میں کچھ مزہ ہے نہ لذت گناہ میں	شیفتہ	
اس جہاں میں مجھے نہ آنا تھا	شہید	

افسردہ دلی

افسردہ دل کو چرب زبانی سے کیا حصول	مُردہ کو کیا جو شمع بھی روشن ہو گور پر	عاشق
سیر گلشن ہو تو کیا باد نسیم سحری	لاکھ کھولے نہیں کھلتا جو ہوا بند مزاج	〃
افسردہ دلوں کی نہیں طینت میں عداوت	مردوں میں تہ خاک کدورت نہیں ہوتی	〃
ہم آ کے گلشنِ ہستی میں کیا پھلیں پھولیں	دلِ حزیں و تنِ داغدار رکھتے ہیں	〃
گو سلطنت ملی مگر افسردگی رہی	میرا سریر تختۂ چوبِ قبور تھا	〃
میں ہوں وہ نخلِ خشک گلستانِ دہر میں	نے مژدۂ بہار نہ خوفِ خزاں مجھے	〃
ہجوم خانۂ دل میں ہے نامرادی کا	نہیں عزیز جگر اس میں آرزو کے لئے	عزیز
ہوں میں وہ بیدل کہ جانِ دل ہی ہے بیگانگی	ہوں وہ سرگشتہ کہ پروائے سر و ساماں نہیں	〃
کیا انقباضِ غنچۂ تبسم سے ہو نہاں	چھپتا نہیں ہزار میں چہرہ اُداس کا	〃
خانۂ دل میں مرے بار نہیں عشرت کو	کبھی آئی تو پھرا کرتی ہے باہر باہر	〃
نام و نمود کا نہیں ہم کو عزیز شوق	پژمردہ پھول کیا ہو جس رنگ و بو کرے	〃
آرزوئیں دل کی ساری مر گئیں	اب یہ بستی ہو سکے آباد کیا	〃
دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا	شورِ سودائے خط و خال کہاں	غالب
جہاں میں ہوں غم و شادی بہم ہمیں کیا کام	[illegible] کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں	〃
یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں	[illegible] وفا طاقِ نسیاں ہو گئیں	〃
گنجایشِ عداوتِ اغیار یک طرف	یاں دل میں ضعف سے ہوسِ یار بھی نہیں	〃
غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو	مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا	〃
شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش	صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں	〃
اپنا ہے جی خفا تو سبھی جائے ہے خفا	راحت وطن میں ہے نہ حلاوت سفر میں ہے	قلق
کہتے ہیں خوشدلی ہے جہاں میں مگر غلط	رنج و تعب ہی ہم نے تو دیکھا جدھر گئے	قائم
گرفتہ خاطروں کو زخم کاری ہے کشادِ دل	کرے وا ناخنِ دل عقدہ یہ اب میری مشکل کا	گویا
یارب نسیمِ لطف سے تیرے کہیں کھلے	دل اس چمن میں غنچۂ ساکت تک رہا کرے	میر
کیسی ہوا کہاں کا گل ہم تو قفس میں ہیں اسیر	سیرِ چمن کی روز و شب تجھ کو مبارک اے صبا	〃
آئے بھی گر بہار تو کیا ہم کو اے صبا	ہم سے تو آشیاں بھی گیا اور چمن گیا	〃
ہم اسیروں کو بھلا کیا جو بہار آئی نسیم	عمر گزری کہ وہ گلزار کا جانا ہی گیا	〃
اس گلشنِ دنیا میں شگفتہ نہ ہوا میں	ہوں غنچۂ افسردہ کہ مردود صبا ہوں	〃
کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہگیں نہیں	اس عمکدہ میں آہ دلِ خوش کہیں نہیں	〃
آزردہ خاطروں سے کیا فائدہ سخن کا	تم حرف سر کرو گے ہم گریہ سر کریں گے	〃
تا دمِ مرگ غم خوشی کا نہیں	دلِ آزردہ گر سلامت ہے	〃
اک آن اس زمانہ میں یہ دل نہ واہوا	کیا جانئے کہ میر زمانہ کو کیا ہوا	〃
میں تو افسردہ ہر چمن میں پھرا	غنچۂ دل مرا کہیں نہ کھلا	〃
اب تو افسردگی ہی ہے ہر آن	نہ وہ ہم ہیں نہ وہ زمانے ہیں	〃
غنچے چمن چمن کھلے اس باغ دہر میں	دل ہی مرا ہے جو نہیں ہوتا ہے وا ہنوز	〃

[illegible]	میر
[illegible]	〃
[illegible]	〃
[illegible]	〃

امید

امید

ہجر میں آرزوے باغ کسے		نکہت گل کا ہے دماغ کسے	مصحفی
دماغ اس شورمستی کا کہاں نازک دماغوں کو		مگر اب خواب راحت زیر دامان عدم کیجے	ممنوں
جیوں یا مرچکوں یہ نزع کب تک		ادہر ہوجاؤں یارب یا اُدہر میں	مومن
ابر بھی کھلجائے ہے دریا بھی گہ تھم جائے ہے		دیدۂ پرنم کبھی تو بھی تو دم بھر خشک ہو	"
زندگی میں مزہ نہیں ہے نہیں		زہر سا تلخ شہد ہستی ہے	نیر
ہم کو یکساں ہی رہا یاں کیا خزاں اور کیا بہار		بے مزہ دل ہو تو دنیا میں مزہ کچھ بھی نہیں	مہر
چارہ ساز اندوہ اور حرماں کا کیا کرتے علاج	انیس	میرے پہلو میں دل اندوہگیں تو کب نہ تھا	"
دل افسردہ تجھ کو یکساں ہے		یہ خزاں و بہار کیا باعث	"
باغ میں پھولوں سے کر اٹکھیلیاں جا کر یہاں		جز دلِ افسردہ اے باد صبا کچھ بھی نہیں	"
غمگیں ہوں میں ایسا ہوس عیش جہاں سے		شادی میں مزہ پاتا ہوں میں رنج و محن کا	ماہ
جب دیکھئے اے ماہ نیا داغ ہے موجود		دل سینہ میں کس وقت مکدر نہیں ملتا	"
دل مردہ ہماری زندگانی تلخ کرتا ہے		جو عالم یاد آتا ہے اُسے گور غریباں کا	"
رنج سے کتنی ہے مانوس طبیعت اے ماہ		دل میں ہم اپنے خوشی سے اسے گھر دیتے ہیں	"
جو نہیں جلسے میں باغ جہاں میں ہمارے دل ہی کا رنگ کبھی نہ جما		چلی اک طرح سے نسیم و صبا یہ وہ غنچہ ہے جو کہ کھلا ہی نہیں	میکش
دل گرفتہ ہو کے خوش عالم سے ملتے ہی نہیں		جو ٹھہر جاتے ہیں غنچے پھر وہ کھلتے ہی نہیں	"
جو دل ہی ٹوٹ گیا کیا ہو شعر تر پیدا		ہوئے ہیں شاخ شکستہ سے کب ثمر پیدا	ناسخ
باغ ہستی میں ہمیں بس نخل ماتم چاہیئے		دے خوشی اوروں کو اے گردوں ہمیں غم چاہیئے	"
جان دے کر بھی نہ افسردہ ہوے اہل کرم		ملک الموت کو سمجھے کوئی سائل آیا	نظم
اک دل جو ہے اداس تو محفل اداس ہے		جام شراب تلخ ہے شور رباب تلخ	"
وہ دن ہے کونسا کہ میں اندوہگیں نہیں		دل تو ہے سب کے پاس یہ آفت کہیں نہیں	"
بھلا ہوا فسردہ خاطری کا کہ حسرتوں کو دبا کے رکھا		بچایا وارفتگی سے اس نے لحاظ ناموس ننگ ہو کر	"
مٹی نہ کاہش جاں رنج میں نہ راحت میں		خزاں سے غم مجھے حاصل ہوا بہار سے غم	"
ہوس نظارۂ گل کی نہیں اے باغباں ہم کو		محبت خار کی دامن کشاں لائی ہے گلشن میں	نصیر
یاس کی آس نہ ٹوٹے جسمیں		آس کو پاس نہ آنے دیجے	نسیم
نہ ہے میر صحرا نہ گلگشت باغ		رہا جب نہ دل تو رہے کیا دماغ	وحشت
خانہ خرابیاں دل ناکام کی نہ پوچھ		اتنی ہے خستگی کہ غم یار بھی نہیں	"
عالم پہ ہے چھایا ہوا اک یاس کا عالم		یعنی کہ تمنا کے گرفتار بہت ہیں	"
بزم نشاط سے کبھی مجھ کو بھی تھی مناسبت		آج ہوئی ہے چشم تر ابر بہار دیکھ کر	"
دیکھ آئے آج وحشتِ خاطر شکستہ کو		بیچارہ زندگی سے تو اب ناامید ہے	"
مثل گل ہنس کے میں کبھی نہ کھلا		غنچہ ساں زیست سے خفا ہوں میں	وقار
کوئی کسی طرح کی نہیں ہے اسے ہوس		سینہ میں میرے دل ہے کہ مردہ مزار میں	"
کبھی نہ میری تمنائے دل ہوئی حاصل		یہ نخل وہ ہے کہ جس میں ثمر نہیں آتا	"
اس وقت میں صیاد نے کی میری رہائی		اے دل نہ رہا سیر گلستاں کا مزہ جب	ہربز

امید
امید
کہو دیکھا صاف حشر میں پوچھے گا جب خدا
کہیں گے کہ تیری رحمت کے زور پر
نشیمن سبھی دیکھا وہ فروس میں
تراجس نے ویراں مکاں کر دیا
فقط امید فردا ہے وعید و وعدہ کا جو ترا
کسی پیدا خدا نے ہے وعید و وعدہ کا جو ترا
کسی لطف و کرم کی امید پوری ہو جائے
اے آفتاب کبھی ذرہ پر بھی توقف ہے
زندگی انسان کی امید پر موقوف ہے
کچھ تو فرما دیجئے بندے کے وعدہ کے لئے
راحت و رنج تمام اہل تعلق کے لئے
جسے امید نہیں کوئی اے ہمیں نہیں
جسے ہے وعدۂ لاتقنطوا جو رحمت نے
کیا ہے امید پر اے کردگار رحمت بھی ہے
اسی امید پر اے شمع سبھی بلبل کی نکالی
محل نے نہیں شمع امید رکھے صاحب زر نے
مفلس نہ امید رکھے صاحب زر سے
مفلساں

عصیاں کے ولولے کچھ گھٹتے چلے تھے لیکن
کریم تیرے کوم پر غرور میں نے کیا

آغوش کرم دیکھ کے خالی سر محشر
کریم اپنے کرم کا شمار کرلے آپ

مار ڈالا ہائے جس امید نے
تھامنے والی دلِ ناکام کو

ہوگیا فرہاد کا قصہ تمام
چھوٹ گئے سارے قریب اور بعید

دیکھ اے امید ہم سے کیجو نہ تو کنارا
ناؤ ڈوبے یا کہیں کھیوا ہو پار

ہر سخن میں گرچہ سو پہلو بچاتا ہوں مگر
نہ رکھو چرخ دنی سے عروج کی امید

صلائے عام ہے درگاہ کبریا میں سفیر
پھر بہار آتی ہے تجھ میں اے گلستاں غم نہ کھا

اس کے دینے کے ہیں ہزاروں طریق
اٹھیں گے مزے زندگانی کے اب تو

کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ
منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید

اے فدا در پے ہر رنج ہے راحت موجود
زاہد تو بخشے جائیں گنہگار منہ تکیں

سعی کس کس امید کی کیجے
سدا بہار ہے باغ جہاں میں نخل امید

ناکامیوں سے گو ہوئے رسوائے خلق ہم
مختصر مرحلۂ طولِ امل کیا ہوگا

طولِ امل پہ دل نہ لگانا کہ اہلِ بزم
گریز چاہیئے طولِ امل سے سالک کو

اسی امید پہ ہم دن خزاں کے کاٹے ہیں
بچھڑ کے اس سے نہ کیوں ہو امید ملنے کی

یکتا یہاں نہ زہد، نہ تقوے، نہ بندگی

لاتقنطوا سنا کر پھر حوصلہ بڑھایا
کیا قصور تو کیا کچھ قصور میں نے کیا

مچلا ہے بری طرح گنہگار کسی کا
حساب پوچھ نہ مجھ سے مرے گناہوں کا

اور کہتی ہے کہ جینا چاہیئے
کاٹنے والی غمِ ایام کو

پر ترے فقروں پہ رہا خوش مدام
ایک نہ چھوٹی تو نہ چھوٹی امید

تیرا ہی رہ گیا ہے لے دیکے اک سہارا
تیری حد بھی ہے کچھ اے طولِ امل

آرزوئیں ٹپکی پڑتی ہیں مری تقریر سے
جو توڑ لاؤں سحر عرش کے بھی تارے تم

بشر کو چاہیئے امیدوار بن کے رہے
وہ چلی آتی ہے فوجِ عندلیباں غم نہ کھا

رحمت حق سے ناامید نہ ہو
زباں پر تری صرف لاتقنطوا ہے

ہم کو جینے کی بھی امید نہیں
ناامیدی اس کی دیکھا چاہیئے

توڑ ناداں نہ توقع کرم یزداں سے
اے رحمت خدا تجھے ایسا نہ چاہیئے

آدمی ایک اس لئے کیا ہو
ہر ایک شاخ گر بار و ر نہیں ہوتی

اشکوں سے ہے امید کہ وہ آبرو کریں
قطع یہ سلسلہ بے تیغ اجل کیا ہوگا

جائیں گے ناتمام یہ افسانہ چھوڑ کر
سنا ہے راہ یہ جاتی ہے راہزن کی طرف

کبھی تو بادِ بہار آئے گی چمن کی طرف
سنا ہے روح کو آنا ہے پھر بدن کی طرف

امید مغفرت ہے فقط اس کی ذات سے

انسان

اشرف المخلوق گر دانا اسے اللہ نے
ورنہ آدم کی حقیقت کیا تھی مشتِ خاک تھا

آصفؔ

ثاقبؔ
"
"
جلیلؔ
حالیؔ
"
"
"
"
داغؔ
سحرؔ
سعیرؔ
سوزؔ
شمیمؔ
صابرؔ
غالبؔ
"
فداؔ
مضطرؔ
مجروحؔ
مہرؔ
نوابؔ
نظمؔ
"
"
"
یکتاؔ

انسان

حکمت سے ہے یہ خاک کا پتلا بنا ہوا
نورِ خدا ہی اپنی کرامت سے ہے عیاں
ملعون خلق صوفی ہے حال خراب سے
بھیجے آتش نہ کوئی حضرت آدم کو تھے
نہیں اس سا کوئی انسان خاکی کا پتلا خاکی
خطہ دریا سے ہے جب شبنم ہوا
ان کو کیا کہیے جو انسان میں نہیں
جو ہر وہ کون ہے جو انسان میں نہیں
دیکھ خدا نے بخشی ہے تجھ کو خاکی کا خاکی
نہیں اسرار ہے جس سے سوا آخر وہاں ہوگا
ہی وہ اگر حقیقت آدم سے ملا ہے
ہووے منفعل جس سے نامِ انسان پر
شیطاں ہو مجھ کو حضرت انسان پر
ہنسی آتی ہے ہولفت کریں شیطان پر
فعل بد تو ان سے ہو لعنت ہے انسان پر
ہوا و ارض خلاق ذالمنن کا بوجھ

۴۸

انسان

انشا	نسل بڑھی آدم کی انشا کون کسی کو پہچانے	باعث کثرت ہمدیگر کے ناتے رشتے بھول گئے
اسیر	بزم حیرت میں نہیں مردم بے ننگ کا کام	بحر تصویر میں کس روز شناور اترا
"	دیا خدا نے یہ اس مشت خاک کو رتبہ	سپہر قدر ہوا، آسماں جناب ہوا
"	آدمی خاکی طلسم قدرت اللہ ہے	عرش کیا، تا لامکاں اسکا گزارا ہوگیا
"	عجب بخشا خدا نے ایک مشت خاک کو رتبہ	ہوے ساجد فرشتے سر جھکا کر پائے آدم پر
"	دشمنی اس آدم خاکی سے کفر محض ہے	کی جو سجدے سے ابا، ابلیس مرتد ہوگیا
"	حال انساں نہ کھلے اہل نظر پر کیونکر	استخواں قرعۂ رمال ہے پیشانی کا
"	طبیعت کوئی خالی ضد سے ہو یہ غیر ممکن ہے	تن انساں ہے پتلا خاک و آب و باد و آتش کا
"	ترکیب بدن کم نہیں ترتیب غزل سے	ہیں پانچ حواس اپنے مخمس کے برابر
"	مرد ناداں کو نہیں ہوتی تمیز خوب و زشت	دیو ہے شکل معلم دیدۂ اطفال میں
"	رحم آئے خلق کو خالق کرے عصیاں معاف	سچ ہے دیوانے سے دنیا میں کوئی عاقل نہیں
"	خود نمائی کرتی ہے انسان کو مردود خلق	مور ہے رقاص لیکن قابل محفل نہیں
"	کیسا کیا خدا نے عناصر سے تن درست	کیا باغ ہے کہ جس میں ہیں چاروں چمن درست
"	کیا ہوائے کبر ہے دعوائے خدائی کا کیا	فتنۂ عالم حقیقت میں یہ مشت خاک ہے
"	اتفاق انساں میں کیونکر ہو سوائے اختلاف	ہے طبیعت مختلف بے شبہ چار اضداد کی
"	عجب نافہم ہیں ڈرتے ہیں جو انسان مردوں سے	کہاں جوہر برش کا اس میں جو تلوار بیدم ہے
"	اپنے نزدیک کہیں رگ سے وہ بدتر ہی اسیر	ہاتھ اٹھائے اگر انسان وفاداری سے
"	رسم حیواں اور ہے آئین انساں اور ہے	چشم جاناں اور ہے چشم غزالاں اور ہے
"	کیا چشم کم سے چار عناصر کو دیکھئے	پنہاں ہے خاک و آتش و آب و ہوا میں روح
"	جسم خاکی پھر نہ نکلا گور میں جا کر اسیر	کیا کھلونے کی طرح سانچے میں ڈھل کر رہ گیا
"	بڑے ناداں ہیں وہ بندوں کو جو معبود کرتے ہیں	ملا ہے اختیار ان کو امور اختیاری کا
"	چار عنصر سے بشر بنکے ہوا فتنۂ دہر	یہ عجب نسخۂ معجون مرکب نکلا
"	سہو و نسیاں سے خمیر گل آدم ہے اسیر	آدمیت کا کیا کام جو انساں بھولا
"	نیک ہے کوئی بد اطوار دہر میں، ہے کوئی بد	رخ کی سیدھی چال ہے فرزیں کی ہے رفتار کج
"	تن خاکی میں ہے یوں روح پابند	حباب آب میں جیسے ہوا بند
"	بڑا رتبہ ہے انساں کا نہ مشت خاک اسے سمجھو	یہی ہے دخل ہے جسکو خدا کے کارخانہ تک
"	تجھے ہی ہر کس و ناکس سے آدمیت شرط	جہاں میں دیدۂ مردم شناس ہو کہ نہ ہو
"	انساں کو کیسے کیسے خدا نے دئے شرف	ہر گنج کا طلسم یہ مشت غبار ہے
"	جو عدو اسکا ہے شیطاں کی طرح مردود ہے	خاک ہے انساں، ملائک کا مگر مسجود ہے
"	اس سے بھی یہ آدمی ہے بدتر	شیطاں کا جہاں میں نام بد ہے
"	مرد جو ہیں ان کو کیا آرائش ظاہر سے کام	عورتوں کو چاہئے طبوس و زیور کی طمع
"	آفاق میں سب کو نہ سمجھ سفلہ طبیعت	شاید ہو ہما بھی کوئی انبوہ مگس میں
"	بدلے گا کیا طبیعت انسان کا خاصہ	شیریں نہ ہو کبھی وہ ترش جو انار ہے

مختار خیر و شر کا کیا ہے ہمیں مگر	ہے اختیار اسکو ثواب و عذاب میں	بحر
کیا خبر تھی مجھے اے بحر کہ دریا ہے سراب	جسکو سمجھا ہوں میں سب کچھ وہ بشر کچھ بھی نہیں	"
کس نور کی ہے جلوہ گری مشت خاک میں	پریوں کے ہوش اڑتے ہیں انساں کو دیکھ کر	"
کچھ سمجھ بوجھ کے انسان سے انسان ملے	کوئی سمجھا جو اسے موم وہ پتھر سمجھا	"
کوئی لباس بشر کے لئے نہ زیبا تھا	پسند خاص عناصر کا چار جامہ ہوا	"
نسباً فرق نہیں ایک ہیں ابنائے جہاں	ایک ہی ماں کی اور اک باپ کی اولاد ہیں سب	"
چار سو ہے انھیں کا لکھ پڑا	یہ عناصر کے ہیں جو چار درخت	"
کوئی چشم حقیقت کھولکر دیکھے تو اے بیدل	تماشا خاک کے پتلے میں پنہاں ہے خدائی کا	بیدل
خدا ہی بدلے تو ممکن ہے رنج راحت ہو	ہمارے قابو کی راتیں نہ اختیار کے دن	بیدم
انساں جو فرشتہ ہو لباس بشری میں	وہ آ نہیں سکتا ہے قیاس بشری میں	بازغ
مو مرتب جانچیں جو تری کنہ حقیقت	سو تفرقے پڑ جائیں حواس بشری میں	"
میں جس کا فدائی ہوں وہ انسان ہے لیکن	اک نور مجسم ہے لباس بشری میں	"
الفت ہی کی بنیاد پہ قائم ہے یہ دنیا	الفت ہی کی مٹی ہے اساس بشری میں	"
کہتے نہیں دیتا بشریت کا تقاضا	کیا کہئے کہ کیا کیا ہے قیاس بشری میں	"
انساں نہیں وہ کبر میں جو مبتلا ہوا	شیطاں کہیں خلیفۂ رب العلا ہوا	پرتو
حقیقت میں خدا ہی جانے تسلیم	بظاہر تو سراپا ہے بشر ہیچ	تسلیم
بے حقیقت نہ جان اے تسلیم	مظہر قدرت خدا ہوں میں	"
جامہ میں بشر کے بھی جو سرمست ہوا ہیں	کیا سمجھیں گے ذی فہم یہ انسان ہیں کیا ہیں	تشنہ
دیکھے تو کوئی چشم بصیرت سے تماشا	کونین کے ہر ذرہ میں ہم جلوہ نما ہیں	"
گو خاک کے پتلے ہیں پہ ہمت بھی تو دیکھو	مخلوق الٰہی کے ہمیں کام روا ہیں	"
نور خدا کو لائے زمیں پہ اتار کے	پتلے تو خاک کے ہیں مگر کس بلا کے ہیں	تحقیق
جہاں میں نقش و نگار خیال کی صورت	رہا ہیں یا نہ رہا میرا اعتبار نہیں	توفیق
سمائیں خواہشیں کیسی بشر کی فطرت میں	یہ جزو خاک ہوا شامل ہوا کیونکر	"
چار دن کے واسطے ٹھہرے سرائے دہر میں	میں جو تھا بھی صورت مہمان کیا تھا کچھ نہ تھا	"
تھا ہماری ذات سے وابستہ یہ رنگ ظہور	گر نہ ہوتے ہم تو یہ امکان کیا تھا کچھ نہ تھا	"
تہمت ہستی ہے مجھ پر صرف مانند سراب	ورنہ ہوں معدوم محض اور مفت میں بدنام ہوں	"
مرغ قدسی ہوں اسیر عالم اجسام ہوں	ہوں اگر آزاد بھی تو پائے بند دام ہوں	"
رات دن جو خواب و خور میں کرتے ہیں اوقات صرف	آدمی ان کو نہ کہئے وہ تو گاؤ و میش ہیں	تراب
مثل حیواں خواب و خور میں جسکی ہو اوقات صرف	آدمی اس کو نہ کہئے وہ تو پورا بیل ہے	"
آدم کو ملک کہتے تھے کیا خاک بنے گا	سمجھے نہ کہ سر تا قدم ادراک بننے گا	"
انسان بہت کم نظر آتے ہیں جہاں میں	حیواں تو بھرے ہیں سبھی اس دیر کہن میں	"
کھول کر آنکھ کر کے صاف نگاہ	دیکھ کیا بنا ٹھنا ہوں میں	"
اس میں کچھ شک نہ بوجھو واللہ	مظہر ذات پاک انساں ہے	"

انسان

کوئی دیکھے ہیں تو ہم ایسا ان تیری
اگر دیکھے ہیں انسانیت نہ ہوتی ہیں
جس میں انسانیت مجسم آدمی ہے
وہ تو حیوان ہیں زیادہ کہیں
نہیں اس سے زیادہ ظلم جانے
جو بنائے مختار کے اللہ
فعل بیچارہ کچھ نہیں کرتا
بندہ مجبور کو کہتے ہیں
کیا ہیں ہم کیا ہیں
وہ جادو کا تماشا نہ
دست صانع کا ہے
خاک اس کی ابتدا ہے
جب مرکب ہے

انسان			
تو نے انسان کو دیا کیا کیا شرف	نہ کرتا گر فلک مجبور اس کو	خدا جانے یہ بندہ کیا نہ کرتا	جنوں
خدا تیری شان کے صدقے	گنہ کرتا ہے اور ابلیس پر الزام دھرتا ہے	کرو انصاف تو انساں ہی خود استاد شیطاں کا	"
ارے جب سے ہوئی ہے انساں کی ہم جنگ	لپٹ جاتا ہے وہ جن بنکے جسکو آدمی کہئے	طریقہ اٹھ گیا دنیا سے کیسا آدمیت کا	جرار
گر آنکھ وہ ہوئی دنیا میں جہاں انساں	بیکار مشک و عود ہیں خوشبو اگر نہیں	انسانیت سے ہے جو بری وہ بشر نہیں	جوش
جو کام جب خدا نہ ہوا تب سے بشر ہوا	حامل بار عشق یہ ٹھیرا	اے ملک طاقت بشر کو دیکھ	"
واشد عجب ہے جنس بشر بھی دنیا میں	بندہ نوازیاں تو یہ دیکھو کہ آدمی	جز وضعیف محرم اسرار کل ہوا	جرأت
آدمی سب ایک صورت ایک میں حق کا وجود	حور و غلمان و پری میں وہ کہاں ناز و ادا	دلربا ہوتے ہیں یہ حضرتِ انساں کیا کیا	جوہری
جنسِ انساں کی طرح بھی میں ہیں بری	لے گئے خاک کے پتلے ہیں ملائک پہ شرف	کیا فرشتوں میں ہے جو حضرت انساں میں نہیں	"
کر رہے جس طرح بھی میں ہیں بری	کیا خلاق نے ہے اشرف المخلوق انساں کو	ملائک سے کہیں بڑھکر تھے بے شر گر بشر ہوتے	"
مجاز و حقیقت سے ہم ہیں بری	کیسی خطا، کہاں کے گنہ، خیر ہیں تمام	یاں ایک ذرا سا دل ہی نہیں اختیار میں	جویا
ہے بستی ہماری شان اور طراز کسی کا	میں عبادت کے لئے پیدا ہوا اور دہر میں	میں نہیں سمجھوں تو کیا سب کچھ ہوا میرے لئے	"
کو جو ہر کو دیکھا وہ جو بشر کو دیکھا	کس قدر مجبور کرکے اس نے رکھا ہے ہمیں	سو رہی ہے اپنی قسمت ہم جگا سکتے نہیں	جلیل
ایسا کوئی نہ دیکھا کسی کا	جبھی تک عکس قائم ہے کہ آئینہ مقابل ہو	ہماری یہ حقیقت ہے ہماری اتنی ہستی ہے	"
نہ فکر ہے دنیا کی نہ دیں کا	قدسیوں سے کون بازی لیگیا	یہ بشر ہے یہ بشر کا کام ہے	"
اس ہستی موہوم میں کیا کیا ہوں میں	عکس ہے آئینۂ دھر میں صورت میری	کچھ حقیقت نہیں اتنی ہے حقیقت میری	"
یا حقیقت تھی مری کیا ہو گیا	انسان کمی کچھ نہیں کرتا ہے بدی میں	بدنام عبث نام ہے شیطانِ لعیں کا	حیرت
بھر تنگی	کبریائی کا بھی جلوہ ہے بشر میں شاید	کرتا ہے پردۂ انساں میں وہی نور گھمنڈ	"
	فرشتہ سے بہتر ہے انسان بننا	مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ	حالی
	باغ کثرت میں نظر آتی ہے وحدت کی بہار	دیکھے انسان اگر اپنی حقیقت کیا ہے	حق نما
	جو نہ سمجھا آپ کو ہوگا وہ کیونکر آدمی	آدمی ہوتا ہے اپنے کو سمجھکر آدمی	"
	اتارا شان میں لولاک جسکی وصف خالق نے	ملک سے بڑھکے رتبہ ہوگیا ہے دیکھو انساں کا	حسین
	سنگ چکی کا ٹھہر جاتا ہے چلتے چلتے	جستجو سے نہ کبھی تھک کے یہ انساں بیٹھا	خلیل
	ساتھ خلقت کے ہی دنیا کا ضرر پیدا ہوا	جو بشر پیدا ہوا ساتھ اُسکے شر پیدا ہوا	خوشدل
	آدمی بنکر ہوا فخرِ زمین و آسماں	اس قدر دی حق نے خوبی فطرۂ ناپاک میں	"
	ظاہرا مخلوق کل آدم کی صورت ہی ولے	غور کر باطن سے کوئی دیکھے تو انساں اور ہے	خاموش
	دنیا و دیں کے کاروبار اپنا نہیں ہے اختیار	ہستی ہماری ہے عدم عقل کہاں ہی ہم کہاں	"
	کیا غضب ہے نہیں انسان کی انساں کو قدر	ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انساں ہوتا	داغ
	اخوان شیاطیں ہیں یہ مست مے پندار	کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہے	ذوق
	اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے	کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے	"
	بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف	اور اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کے لئے	"
	آدمیت اور شئے ہے علم ہے کچھ اور چیز	کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا	"
	یاد رکھنا شرط اور مشروط ہے	آدمیت آدمی کے واسطے	رند
	ہوں اعتبار ہستیٔ ناپائدار کا	یا چاند نا چراغ سرِ رہگزار کا	راحی

بھر بینگی قاف میں کس طرح پریاں دم نہ انساں کا
چشمِ بالمن سے گر کوئی دیکھے
حضرتِ عشق کی بنا ہیں ہم
کیا ہوں میں پیشِ خدا اے سید
آدم کی ہے وہ شان کہ سجدہ نہ کرتے
ہژدہ ہزار خلق پہ تجھ کو دیا عروج
نام اپنا ہے اشرف المخلوق
ہم ہیں اسرار خلق عالم کے
مسئلہ ہم سے پوچھو وحدت کا
اپنی ہی شکل دل میں دیکھتے ہیں
مجبور ہیں ہم مالک و مختار ہے وہی
یقیناً آدمی وہ ہے کہ جس میں آدمیت ہو
پیدا اللہ نے کی میرے لئے ہر نعمت
قصۂ حضرت آدم ہے جہاں میں تازہ
آدمی کو خاک سے پیدا کیا
ہیں ملائک زیرِ فرماں دیو جن کیا چیز ہیں
آدمیت جسے کہتے ہیں یہی معنے ہیں
جوں حباب اس خاک کے پتلے کا کیا ذکر ثبات
میرے طالع کو جو استاد ازل نے لکھا
قدرت حق کہ ہے اک حسن عمل کا پتلا
طائرِ باغِ قدس ہوں لیکن
گرچہ کہنے کو تو ممکن ہے مگر تو نے ہمیں
جو فرشتے سے نہ ہو اس سے بن آتے ہیں وہ کام
عابد ہوا زاہد بھی ہوا شیخ زمانہ
ہے خیر و شر سرشت میں انساں کے لازمی
ہوتا ہے وہی جو کہ مشیت ہے خدا کی
کچھ مصلحتِ حق میں نہیں چارۂ انساں
غفلت اپنی دوستو حاشا کہ یہ عمداً نہیں
پایا نہ اک وضع پہ فرد بشر کوئی
سہو و خطا سے کیا کوئی محفوظ ہو سکے
آدمی کو خاک سے پیدا کیا
علم و تواضع و ہنر و داد و دیا دحق
ہوا مدِ نظر جلوہ جو تجھ کو دیکھنا اپنا

یہ مشت خاک آئینہ ہے حسنِ پاکِ یزداں کا
مظہرِ ذاتِ کبریا ہیں ہم
جلوۂ کن کی ابتدا ہیں ہم
ہے صدف ہیچ گہر کے آگے
شیطاں کا بارگاہ سے جاتا رہا عروج
اس سے زیادہ پائیگا تو اور کیا عروج
اور پھر کیا کہیں کہ کیا ہیں ہم
مظہرِ ذاتِ کبریا ہیں ہم
ابتدا اور انتہا ہیں ہم
فارغ از فکر ماسوا ہیں ہم
ہم کو تو اعتقادِ قضا و قدر کا ہے
مودب ہو مہذب ہو خلیق و بامروت ہو
اور بنایا پے شکرانۂ نعمت مجھ کو
بس میں ابلیس کے ہیں حضرتِ انساں اب تک
دیکھئے ادنےٰ کو کیا اعلےٰ کیا
حق نے دنیا میں کیا کیا مرتبہ انساں کا
چاہئے رکھے بکردار و بگفتار لحاظ
ہو گیا دم میں ہوا گویا طلسم باد تھا
انہٗ کان ظلوماً و جہولاً نکلا
سچ ہے انساں حقیقت میں ہے کل کا پتلا
یاں بھی اک چند آب و دانہ تھا
قدرت واجب کا نقشہ اے بشر دکھلا دیا
کیا طلسمات ہے یہ خاک کا پتلا دیکھو
سب کچھ ہوا پر حضرتِ انساں نہیں ہوتا
کیونکر نہ ہووے اسکو صواب و خطا سے ربط
ہو اس میں تصرف نہ نبی کا نہ ولی کا
واقف ہے وہ اسرارِ خفی اور جلی کا
ہم کو خلاقِ ازل نے بے خبر پیدا کیا
آئے نظر جہان میں انساں نئے نئے
وہ کونسا بشر ہے کہ جو بے قصور ہے
دیکھئے ادنےٰ کو کیا اعلےٰ کیا
جس شخص میں یہ وصف نہیں وہ بشر نہیں
بنایا خاک کے پتلے کو تو نے آئینہ اپنا

سراج
سید
"
"
"
سعید
"
"
"
"
"
"
"
سفیر
شیریں
شفق
شاداں
شہید
"
"
"
"
شاہ
"
شائق
"
"
"
"
"
"
شیر
صابر

انسان

کیا دیکھیں اپنی شکل کہ اس جیسا کیسا ہے
مٹی کے ڈھیر میں مری خوبی نہاں ہے اب
پیدا اور مرکر و اٹھکر دیکھیں ہیں ہم
ہم عرش معلےٰ سے بھی بالا ہیں ہیں ہم
قدرت کی کارگاہ کو دستِ قضا ہی روکے
انساں کی کوششیں ہیں بیکار اور معطل
جس طرح پھول ہے کانٹوں میں زبان انتوں میں
بشر اس طرح بروں میں ہے رہے اچھا بنکر
ظاہر اسکی وہی ہے جو ہے زینت عقل و دانش کا
پیکر خاکی کا مقصد ہے بجز رنگ و روغن کا
کون تھا بار امانت کا اٹھانے والا
گر یہ دنیا میں نہ ہوتا نظر انساں پیدا
گرچہ دنیا میں ہے قدرت ہی اسی نام چیز میں
یہ کرامت ہے جو انساں اٹھاتے ہیں
فلک سے جو نہیں اٹھا سکے وہ بار امانت کا
جب بنا ہوئی آنکھ کھلا حال کہ میں بھی تھا
جب پرتو انوار تجلی سے ہوئی ہے
کب یہ ممکن تھا کسی جنس میں انساں باقی
آدمیت کسی میں نہیں اس عہد میں عزت بخشی
صیف کو کوئی نہیں خالق نے ہے عزت بخشی
واہ کیا خاک کو خالق نے ہے عزت بخشی
جس سے انسان جب ماہ تقا بنتے ہیں

نظمیہ
"
"
قصیدہ
"
"
"
"
"
"
"

انسان	قرباں	برائے نام بنا گرچہ فاعلِ مختار	عالم
		ہوں خاک کے پردے میں چراغِ تہِ دامن	عزیز
		نہ یہ مجبور نہ مختار نہ عاجز نہ قوی	"
		کیا سے کیا اللہ اکبر رتبۂ آدم ہوا	عاجز
		جو بے مروت و بے مہر ہے وہ ہے حیواں	"
		پہنچا یہ وہاں تک کہ ملائک رہے عاجز	عاشق
		ہیں ملائک جن سے حیرت میں سدا	"
		پہنچا نہیں جس جا کوئی اس جائے یہ پہنچا	"
		بشر کا حال یہی ہے طلسم دنیا میں	"
		کیا فرشتہ ہے کہ یہ باز رہے عصیاں سے	غافل
		مجبوری بشر ہے انساں کی ہے خطا کیا	"
		بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا	عالب
		کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل	"
		ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند	"
		اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو	"
		یک بینی و دوگوشی نہیں معنیٔ انساں	فیض
		آج کل جامۂ انساں میں ہیں شیطاں اکثر	خدا
		حیف کی جا ہے کہ پھر بندۂ شیطاں ہو جائے	"
		رنج اٹھاتا ہے زمانے میں بشر بھی کیا کیا	فروغ
		خاک و باد و آب و آتش سے بنایا ہے اسے	"
		یہ قوت رکھ کے بچتا ہے گنہ سے	فوق
		دیکھیں ذرا ملائک رفعت تو خاکیوں کی	"
		اگر کچھ بھی نہیں ہے آدمیت	"
		قدم کے قدموں سے میں جدا ہوں حدوث کے ہاتھ سے فنا ہوں	قدر
		ارم کی ہستی کا میں مکیں ہوں بقا جہاں ہوں فنا وہیں ہوں	"
		لاحول ولا قوۃ انسان کی کیا قدرت	"
		یوں تو پتھر بھی کچھ پسیجتا ہے	قلق
		سچ تو ہے حضرت انساں ہیں بڑے خود مطلب	"
		جوہر انسان کا ہے سہو و خطا	"
		دیکھو بشر میں صنعت خلاق روزگار	قرباں
		قید تعینات سے آگاہ ہے وہی	"
		اٹھا سکے نہ ملائک بھی جس امانت کو	"
		مسجود قدسیاں ہوا محبوب کبریا	"
جانِ دنیا	مرتبہ بالا ہے حضرت انساں کا	مگر نہ دخل مجھے کوئی خیر و شر میں رہا	
		ظاہر ہوں نہاں ہوں نہ کھلا ہوں نہ چھپا ہوں	
		نظرِ غور سے دیکھا تو بشر کچھ بھی نہیں	
		درحقیقت دیکھئے تو ایک مشت خاک تھا	
		ہے آدمی وہی جس میں ہو کچھ مروت بھی	
		پیدا کیا اللہ نے کیا چیز بشر بھی	
		کام بن آئے ہیں وہ انسان سے	
		خالق نے کیا رتبہ اعلےٰ وہ بشر کا	
		کبھی بقا کے لئے ہے کبھی فنا کے لئے	
		بشریت ہے جو ہوتی ہے خطا انساں سے	
		مختار اور کوئی ہے اس نے گنہ کیا کیا	
		آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا	
		انساں ہوں میں پیالہ و ساغر نہیں ہونمیں	
		گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں	
		جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں	
		انسان جنھیں کہتے ہیں وہ لوگ جدا ہیں	
		گو ہیں انسان مگر جامۂ انساں میں نہیں	
		یہ وہ انساں ہے ملائک کا جو مسجود ہوا	
		غم کا پتلا یہ ہوا خاک کا پتلا نہ ہوا	
		حق نے مجمع کر دیا انسان میں اضداد کا	
		ملک سے بڑھ کے رتبہ ہے بشر کا	
		اہلِ زمیں کے تابع ہیں آسمان والے	
		تو پھر انسان بھی ہے جانور صاف	
		جما ہوں پر خاک سے ملا ہوں و نقش ہوں بنائے کن فکاں کا	
		ہزاروں اٹھوں میں تو کچھ نہیں ہوں غبارِ ہوں صحن لامکاں کا	
		خم کرنہ سر خدمت شاگرد ہو شیطاں کا	
		چاہئے ہے دل بشر میں درد	
		جب دئے رنج ہتوں نے تو خدا یاد آیا	
		ایک بے عیب ہے تو ذات خدا	
		سب ایک ہیں مگر ہیں شمائل الگ الگ	
		عارف کے دل سے پوچھئے جا کر بشر کا حال	
		رکھا وہ سر پہ مرے حق نے کوہِ غم مخصوص	
		قدرت خدا کی ہے کہ یہ رتبہ بشر کا ہے	

جان دنیا کی ہے یہی انسان	اور انسان کی ہے جان دماغ	محب
خلقت آدم نہ تھا بچوں کا کھیل	فائدہ تھا کچھ تو اس ایجاد میں	〃
کس کام کا دنیا میں ہے جاہل انساں	جو ان میں بھی بے علم ہے سافل انساں	〃
ہے سگ دنیا ہی یہ انسان کی حد سے جدا	نوع عالی اور ہے حیوان سافل اور ہے	〃
فتنہ و شر میں بھی اس انساں سے بڑھکر ہے کون	جو نہ شیطاں سے ہوئے تھے کام وہ ہم سے ہوئے	〃
فرشتہ سے یہی انساں ہے بہتر	جو دل ہے پاک نیت بھی نظر بھی	〃
اور حیوانوں کے ہیں افعال و فطرت مستقل	ہیں مگر کتنے مخالف فعل آدم زاد کے	〃
مردہ وہ زندہ ہے جو ہے بیکار	چوب ہے وہ شجر جو لائے نہ بار	〃
کیا نیک و بد عمل سے بدلتی ہیں صورتیں	شیطاں ہیں ہم فرشتہ ہیں ہم انس و جاں ہیں ہم	〃
کوئی اس دور میں جیئے کیونکر	ملک الموت ہے ہر ایک بشر	مومن
یہ سارے آب و گل کی صورتیں ہیں مورتیں اسکی	خدا نے خلق انساں کو کیا ہے اپنی صورت پر	میکش
بشر وہی ہے کہ برداشت ہو ہر اک شئے کی	جہاں میں چاہئے انساں کو بردبار بننے	〃
غافل کبھی تو غور سے شکل بشر کو دیکھ	کچھ اور شکل ہے یہ فقط ماد تو نہیں	〃
ایک سے خلق میں پیدا نہیں ہوتے ہیں بشر	ہے برا کوئی تو اے جان کوئی اچھا ہے	〃
بشر کا رتبہ ملائک پہ گر عیاں ہوگا	زمیں یہ سر پہ چڑھیگی کہ آسماں ہوگا	〃
وہ ہی جانے گا خمیر آب و گل کیا چیز ہے	جو کوئی اصل بشر کا رازداں ہو جائیگا	〃
ہم تو سمجھے تھے کہ انساں ہے سراسر مٹی	غور سے دیکھا تو اک نور کا پتلا نکلا	〃
فقط مٹی کا پتلا ہے نہ سمجھو اسکو انساں ہے	کسی خورشید نے چھپ چھپ کے دکھلایا ہے یہ مثل کو	〃
ظاہر میں دیکھنے کو ہیں گو دھان پان سے	ہم ڈھونڈھ ڈھونڈھ لائیں تمھیں لامکاں سے	〃
انسان کو لازم ہے کہ فرعون نہ بنجائے	ہر شخص کبھی موسئے عمراں نہیں ہوتا	〃
انساں نہیں جس میں نہ ہو خاصیت انساں	یک بینی و دو گوش سے انساں نہیں ہوتا	〃
نہ مجھ سے پوچھو تم انسان کیا ہے	کوئی شکل بشر میں آگیا ہے	〃
نہیں آسان کسی علم کا آساں ہونا	تربیت پاتا ہے انسان بڑی مشکل سے	〃
وہی تو احسن تقویم میں ہوں	فرشتوں نے جسے سجدہ کیا ہے	〃
اسیر چاہ بابل وہ ہوے یہ عرش تک پہنچا	فرشتے فخر کیا منہ ہے جو لیجائینگے انساں پر	〃
ظہور نور عیاں ہر بشر سے دیکھتے ہیں	خدا کو ہم بخدا اس نظر سے دیکھتے ہیں	〃
غافل کبھی تو غور سے شکل بشر کو دیکھ	کچھ اور شکل ہے یہ فقط مادہ و طین نہیں	〃
جب کبھی مصنوع میں صانع کا عقدہ کھلتا ہے	سکتے میں رہتا ہوں پھروں شکل انساں دیکھ کر	〃
ہیں فلک پر ماہ و اختر دیکھنے کے واسطے	اور انساں ہیں زمیں پر دیکھنے کے واسطے	〃
تکبر علم کا ابلیس کو تھا ہو گیا ملعوں	امانت اپنی بخشی ہے خدا نے کیسے جاہل کو	〃
لباس آب و گل سمجھو نہ میرے جسم خاکی کو	منور اسمیں اک خورشید ہے اور اسکا میں ظل ہوں	〃
وہ ہی جانے گا خمیر آب و گل کیا چیز ہے	جو کوئی اصل بشر کا رازداں ہو جائے گا	〃
مجھ سے مت پوچھئے اک بھید ہے کیا بتلاؤں	قابل بار امانت ہوا انساں کیا	〃

انسان

ریاضی داں محاسب منطقی کیا جانکر سمجھیں گے
نہیں شیطان بھی سمجھا جس کو وہ مشکل ہوں
نہیں ہے بہتر انسی سے کہ کیجئے نفس کا مارا گرو ان میں
کسی نے باندھ کر کیا ہے تیرت ہے بھی
عقل جو حق کی طلب کرتے ہیں تیرت ہے بھی
چیف ہے صورت انساں کو نہیں دیکھا کسی
ہوگا گر جھوٹ میں آب اور گل سے
گویا ہوں میں آب اور گل سے
کچھ تو اس کو صورت انساں میں آتا ہے نظر
بجھ سے کرتا ہے کہ ہر کون تھا واقف بھی
عقل ہستی ہے یہ ویرانہ بھی آباد ہوا
میرے ہی دم سے ہے وقت میرے
وہ میرے پوجھے ہے جو اٹھا
فرشتوں سے بھی جو اٹھا
ممکن نہ تھا جو اوتا نہ سجود ملائک
کوئی جلوہ نما
اس خاک کے پتلے میں کوئی شکل حسن میں
اس خاکی کو خالق کی تصویر کہوں کیا
کرتا ہے کیوں کرتا ہے کسی نقاش نے
فرشتے بھی سجدے کیوں کرتے ہیں
نقش اپنی شکل ہیں اس تصویر کے
خاک کے پتلے یہ سب خاکی ہیں
وہ انساں

انسان				
اشرف المخلوق اس کے فیض سے ہیں ورنہ خاک	محبوب	وہ انساں جو بار امانت اٹھائے	غضب ہے کہ اس کا ہو بودا مزاج	میکش
تجھ میں ہر اک شے ہے نہاں تو ہے تو ہی ظاہر میں		آسماں کیا لامکاں تک انکا ہوتا ہے گزر	اک خدائی کرتے ہیں پتلے یہ خاک و باد کے	"
دیکھیں وہ جانے جسکو خود ہے عیاں		اگر معلوم ہوتا وہ چھپے بیٹھے ہیں انساں میں	نہ پھرتے چھانتے ساری خدائی دیکھنے والے	"
نام موجود مگر اس کا پتہ کچھ بھی نہیں		نور ذات پاک نے انساں کو آئینہ کیا	آب و آتش کی نہ یہ طاقت نہ خاک و باد کی	"
نام انسان ہے کس کا یہ خبر کچھ بھی نہیں		قدر کے قابل نہیں کیوں یہ شبیہ آب و گل	میں نہیں ہوں یار پوشیدہ ہے اس تصویر میں	"
مدعا ہے ہر دو عالم کس کا کون		آب و گل ہی پہ نہیں اپنی نظر	اور کچھ اس کے سوا دیکھتے ہیں	"
وہ خود ہی ہے آئینہ میں دل کے		مرے دم سے ہوا جو کچھ ہوا ہے	ظہور خلق کی بنیاد ہوں میں	"
کر تجھ سا کون دنیا میں عجب کیا		قابل سجدہ ہیں یہ جتنے ہیں تصویر گلی	کوئی آیا ہے یہاں خاک کا پتلا ہو کر	"
کرے مدعی کو گر زندہ عجب کیا		نہ جانے خاک میں کیا کیمیا تھی	فرشتوں کو حسد آیا بشر پر	"
بھری قدرت خدا کی ہے بشر میں		فقط اک نام کا مجبور ہے جو چاہے کر بیٹھے	لیا حق سے بشر نے اختیار آہستہ آہستہ	"
جو روحانی کہیں دونوں سے تری قرآن کا حل ہے		ہیں مشت خاک لیکن جو کچھ ہیں میر ہم ہیں	مقدور سے زیادہ مقدور ہے ہمارا	میر
بجا ہے ذات دونوں سے تو بندہ ہو نہیں سکتا		آدم خاکی سے عالم کو جلا ہے ورنہ	آئینہ تھا یہ مگر قابل دیدار نہ تھا	"
خدا تو ہو سکے کیونکر تو بندہ ہو نہیں سکتا		یہ مشت خاک یعنی انسان ہی ہے رونق	ورنہ اٹھائے کس نے اس آسماں کے ٹکر	"
نہیں ہوتا کبھی خسرا خدا دیکھا		مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں	تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں	"
کہا کر حق کو حق بندہ کو بندہ		آدمی سے ملک کو کیا نسبت	شان ارفع ہے میر انساں کی	"
بجا ہے محبوب گر لازم ادب ہے		حقیقت نہ میر اپنی سمجھی گئی	شب و روز ہم نے تامل کیا	"
		خاک کو آدم کر کے اٹھایا جسکو دست قدرت نے	قدر نہیں کچھ اس بندے کی یہ بھی خدا کی قدرت ہے	"
		نہیں ہے مرجع آدم اگر خاک	کدھر جاتا ہے قد خم ہمارا	"
		گرچہ انسان ہیں زمیں سے دلے	ہیں دماغ ان کے آسمانوں پر	"
		مرتے ہیں ہم تو آدم خاکی کی شان پر	اللہ رے دماغ کہ ہے آسمان پر	"
		ہے حباب لب دریا انساں	جب ذرا سر کو اٹھایا بیٹھا	"
		ہم نے اس خاک کے پتلے میں نہاں	قدرت حق کا تماشا دیکھا	"
		تو وہ خاک ہے انسان کا جسم خاکی	ایک جھونکے سے ہوا کے وہ ہوا ہوتا ہے	"
		پاتے ہیں اپنے حال میں مجبور سب کو ہم	کہنے کو اختیار ہے پر اختیار کیا	"
		کھلے تو انگلیاں اٹھ جائیں سب کی	بندھی مٹھی ہے انساں کی حقیقت	منت
		ہیں فرشتے بھی بے خبر اس سے	سر مخفی ہے جو کہ انساں میں	مجروح
		حامل بار امانت فقط انساں ٹھہرا	سچ ہے یہ بار کسی سے نہ اٹھایا جاتا	"
		آدمی جامۂ خاکی میں ہے پر نوری ہے	قطرہ پانی میں رہا گرچہ ہوا یم سے الگ	مہر
		ہے مرجع بشارت غیبی یہ مشت خاک	انسان کو بشر نہ کہو وہ بشر نہیں	"
		کہیں بڑھکر ہیں شیاطیں سے فرشتوں سے کہیں	کوئی دیکھے تو ذرا حضرت انساں کی طرف	"
		یہ تماشا دیکھنے لائق ہے مہر	خاک کے پتلے میں پنہاں نور ہے	"
		آدمی کا وجود ہی کیا ہے	دیکھئے تو حباب دریا ہے	"
		آنکھوں سے اٹھے پردۂ غفلت تو کھل جائے	انسان جسے کہتے ہیں وہ حق کی ہی شان ہے	محبوب

کوششوں سے آدمی دنیا میں کیا ہوتا نہیں
حقیقت ہے جو ہر شئے کی مبدل ہو نہیں سکتی
تجھ سے جو ہوتے ہیں صادر فعل وہ تجھ سے جانا
میں وہ بشر ہوں جسکی طبیعت میں شر نہیں
اتنی سی بات پہ راندھا گیا شیطان لعیں
فرشتوں کو بھی وہ ہرگز میسر ہو نہیں سکتا
اللہ نے انساں کو حبیب اپنا بنایا
گر آنکھ ہے تو بالمن انساں کی سیر کر
ہے آدمی کی ذات کا اس جا بڑا ظہور
کل آدمی کا حسن و قبح میں ہے یاں ظہور
یاں آدمی ہی لعل و جواہر ہیں بے بہا
اشراف تا کمینہ سے شاہ تا وزیر
کیوں نہ کہیں بشر کو ہم آتش و آب و خاک و باد
خاک کے پتلے کو بخشا کیا شرف اللہ نے
فرشتہ کی طرح سے پاکدامن ہو تو کیونکر ہو
دل کے آئینہ میں ہم نے رخ جاناں دیکھا
انساں کا دل تھا بار امانت کے واسطے
ساتوں فلک نہ بار امانت اٹھا سکے
پیکر خاک کجا اور کجا عقل و حواس
زمین سخت، فلک دور ہے، بشر مجبور
کچھ نہ سمجھے اصلیت انساں کی گر سمجھے یہ ہم
ناز انساں کیا کرے اس ہستئ موہوم پر
انسان کی عقل اگر نہ ہو گم
عشق کے رتبے کے آگے آسماں بھی پست ہے
دیکھتے ہیں سارے عالم کا تماشا آپ میں
جو خاص بندے ہیں وہ بندۂ عوام نہیں
عجیب فتنۂ عالم ہے مشت خاک بشر
یہ جسم جو ہے بشر کا خاکی ہے جام جمشید سے بھی بڑھکر
آدمی وہ نہیں ہیولے ہے
واسطے انسان کے ہے آدمیت عین شرط
تیری صناعی کا پھر کون موصف ہوگا
جو دیکھے کوئی تو کس جا نہیں ہم
پیدا کیا جو حور و ملک جن و انس کو

لیکن اتنی بات ہے بندہ خدا ہوتا نہیں
نہ جانو خود کو حق کو ایک ایسا ہو نہیں سکتا
ہے وہی ہر فعل کا مختار تو مجبور ہے
ہوں خیر محض مجھ سے امید ضرر نہیں
خاک کو حضرت آدم کی جو سجدہ نہ کیا
خدا نے مرتبہ بخشا ہے جو فرزند آدم کو
اچھی ید قدرت نے یہ تیار کی صورت
کیا کیا طلسم دفن ہیں مشت غبار میں
لے عرش تا بہ فرش چمکتا ہے اس کا نور
شیطاں بھی آدمی ہے جو کرتا ہے مکر و زور
اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہے ہو گیا
ہیں آدمی ہی صاحب عزت بھی اور فقیر
قدرت حق سے ہیں ہم آتش و آب و خاک و باد
سب سے زائد خلق میں رتبہ ہے آدم زاد کا
کہ دل رکھتا ہے انساں اور دل بھی ایک آفت کا
طور پر آپ نے کیا موسیٰ عمراں دیکھا
اس درد کا کوئی متحمل نہیں ملا
ہم نے اٹھالیا وہ جو بار عظیم تھا
اترے ہیں منزل خاکی میں یہ مہماں دو چار
مزہ ہے جان بھی دینے پہ اختیار نہیں
ہے طلسم اک آب و آتش اور باد و خاک کا
خاک میں مل جائیگا اک دن یہ پتلا خاک کا
ہے چشم پری میں جادے مردم
سر جھکایا ہے فرشتوں نے بشر کے سامنے
جسم فانوس خیالی ہے دل روشن چراغ
ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں
پیمبری کا ہے دعوے کبھی خدائی کا
اگر حقیقت کو اپنی دیکھے تو حال کھلجائے دو جہاں کا
جس کو پاس سخن و قار نہیں
ورنہ کیا انسان میں ہے جو نہیں حیوان میں
ہم جب عالم میں نہ او صانع ایجاد رہے
گر ہیں ساری دنیا میں ہمیں ہم
انساں کو سب پہ شرف دیا اقتدار کا

محبوب
"
"
مظہر
مضطر
"
ماہ
ناسخ
نظیر
"
"
"
نصیر
نساخ
نظم
"
"
"
"
نظر
"
نسیم
"
وزیر
"
واسطی
"
وقار
"
"
"
وہبی

انصاف

آدم کو جب خلافت ارضی عطا ہوئی
نکلی یہ تیری فکر سے تدبیر ملک الملک
انسان ایک مجمع اضداد و مختلف
جغرات سر و خلق ہے اور شر سے مختلف
خاکیوں میں ہوں ہیں کچھ اس سے میں نہیں ہیں کچھ تو ہے
فخر کرتا ہے شرف سے ملائک پہ تیرا خاک کا
جسکے ہیں ہیں کچھ تو ہے
ہے کرتی ہیں میری خطا میں آدمیت کا ثبوت
ہے خطا جو بے اظہار اسے اپنی خدائی کا
ہوا منظور جب بشر کو خود نمائی کا
نبا یا آئینہ حسن

انصاف

انصاف کی ہوا ہے اگر باغ دہر میں
ہوتے ہیں سب گلزار شجر سرو قمر پیدا
صاحب انصاف اگر ہوتا مزاج روزگار
مشتی دروغ چینی مونیوں کی آب پر
حرف انصاف

وہبی
"
"
"
"

حرف انصاف کہیں صفحۂ ہستی میں نہیں	سر قلم ہوتا ہے خامہ کا زباں دانی سے	اسیر
حق تلف حقدار کا ہووے نہ دور نیک میں	چاندنی میں رزق ہوتا ہے عسل زنبور کا	آتش
دو روزہ نوجوانی ہے دو روزہ تاجداری ہے	مروت حسن کو اللہ دے انصاف سلطاں کو	"
کس طرح کہئے اس کو بھلا سایۂ خدا	گر عدل وجود و مہر نہ ہو بادشاہ میں	تراب
مجبور کی بھی داد کو غافل پہنچ ضرور	تجھ کو خدا جہاں میں اگر اختیار دے	سخن
عاصی کو ڈر عدالت عادل کا چاہئے	انصاف ہر گھڑی حق و باطل کے ساتھ ہے	ماہ
عالم ہے مکدر کوئی دل صاف نہیں ہے	اس عہد میں سب کچھ ہے پہ انصاف نہیں ہے	مونس
سلطنت عدل سے قائم رہے آباد رہے	دل رعایا کا بھی خرسند رہے شاد رہے	ہنر
کوئی مظلوم نہیں بر سر فریاد رہے	عدل سے نام نکو ورد رہے یاد رہے	"
عدل سے شاہ نکو نام ہوے دنیا میں	کہنے کو مر گئے وہ زندہ رہے دنیا میں	"
روبرو عدل کے ہیں شاہ و گدا گر یکساں	دوست کو فائدہ ہو اور نہ دشمن کو زیاں	"
زال پر ظلم نہ رستم کی مروت ہو یہاں	پاس ہندو کا مسلماں کی رعایت ہے کہاں	"
اپنے بیگانے ہیں اس عدل کی سرکار میں ایک	یار و اغیار ہیں اس عدل کے دربار میں ایک	"
جھوٹ کا سکہ نہیں عدل کی سرکار میں ہے	راستی کا چلن اس عدل کے بازار میں ہے	"
نام رشوت کا نہیں عدل کے دربار میں ہے	خوف اللہ کا ہر بات میں ہر کار میں ہے	"
عدل کی تیغ جہاں چمکی وہاں ظلم مٹا	نہ رہا ملک میں کچھ جور و ستم کا کھٹکا	"

انجام

شکل جسمانی کا جبتک ہے نشاں زندہ ہیں ہم	مل گئی یہ خاک میں جب خاک پھر کیا خاک تھا	آصف رح
تکیہ میں آدمی کو لازم کفن ہے رکھنا	بیٹھا رہے مسافر رخت سفر سنبھالے	آتش
طفلی کے گریہ کا یہ کھلا حال وقت مرگ	آخر ہی میں روتے تھے انجام کے لئے	"
گل کی قبا نہ لالہ کی دستار لے چلے	عریاں بدن جو لائے تھے وہ یار لے چلے	"
ہستئ فانی ہے آتش چار دن میں نیستی	فکر عقبیٰ کی کرے دنیا کو انساں چھوڑ کر	"
ہر قبر پر اڑائے علی الاتصال خاک	سمجھے جو آدمی کہ ہے میرا مآل خاک	"
آخر کار تہ خاک ہے مسکن سب کا	اہل دولت کو بلند آج مکاں کرنے دو	"
صرف نقد مآل دنیا کر	مرد ہے کچھ تو بہر عقبیٰ لوٹ	"
انجام کار کا نہیں آتا ہے کچھ خیال	غربت میں بھولے بیٹھے ہیں یاد وطن ہنوز	"
مآل کار کا اپنے نہیں خیال آتا	ملایا کرتے ہیں مٹی میں گور کن مٹی	"
باغ عالم میں ہے بے فہموں کو بے برگی کا غم	سبز پتے اس چمن سے زرد صورت لے گئے	"
کون ہے تیرا بہی خواہ زیادہ تجھ سے	خویش و بیگانہ کو انصاف سے جانچا بھی کر	احمدی
فکر کر آج کی اندیشۂ فردا بھی کر	اب بھی کر عیش اور آیندہ تمنا بھی کر	"
ہوتی امیر انجام پہ کچھ بھی اگر ان کو نظر	آنکھوں سے جاتے دوڑ کر حاجت روا مائل کے پاس	امیر

بناتا ہے مکاں منعم عبث برسوں کے رہنے کو
فکر انجام جہاں گزراں رکھتے ہیں
پہنکر رخت فوجامہ سے باہر تھے جو یاروں میں
اسیر آخر تو اکدن گوشۂ عزلت میں جانا ہے
فکر امروز میں مصروف ہیں سب اہل جہاں
ہر بشر کو چاہیئے خوف جہنم دہر میں
خیال انجام کا آغاز میں لازم ہے انساں کو
ہر ایک چیز کی طرف اصل ہے رجوع
خاکبازی کھیل تھا میرا لڑکپن میں اسیر
دیکھتا ہے ایک دن آخر زمیں ہر شہسوار
شوخیٔ ابلقِ ایام یہی ہے جو اسیر
جو مکاں ہے وہ گھروندے کیطرح مٹ جائیگا
گنج دنیا میں جو ہم کو نہ ملا تو نہ ملا
آئینہ ہے جام ہے جمشید و اسکندر نہیں
منزلِ ہستی میں جانا اور آنا ایک ہے
ظاہری لذت ہے یہ باطن میں ہے پیغام مرگ
آبلے کو خار نے چھیڑا ہوا پامالِ خلق
فائدہ طول عمارت سے زمانہ میں اسیر
چاہیئے آغاز میں سوچے بشر انجام کو
مآل کار ارباب دول کا سب سے بدتر ہے
مآلِ کار دنیا کچھ سوائے غم نہیں منعم
الم میں غافلوں کو سوجھتی ہے عاقبت بینی
جامہ زیبی میں خیال مرگ بھی کچھ چاہیئے
اسیر اب ہرزہ گردی چار دن کر لیں زمانہ میں
تربت میں مجھ کو موت یہ دیتی ہے تہنیت
آغاز میں کبھی ہم انجام کو نہ بھولے
سست بنیاد عمارت کو ہو کیا خاک ثبات
آیا کفن کا ذکر اگر رنگ اڑ گیا
آغاز میں ضرور ہے انجام کا خیال
جمع اسباب کا انجام پشیمانی ہے
پہلے آغاز سے انجام کی ہے فکر ضرور
بری جو بات ہے ہرگز نہیں اچھا کام اس کا
وہ کون ہے جسے نعم البدل نہیں ملتا

قیام روح پہلے تو سمجھ لے خانۂ تن میں
نام رکھتے ہیں ہم انکو جو نشاں رکھتے ہیں
کفن پہنے ہوئے سوتے ہیں کیا غافل مزار میں
خوشا وہ لوگ جو چپ چپکے خود بیٹھے ہیں غاروں میں
اے اسیر ان میں ہے اندیشہ فردا کس کو
قطع ہو کر نخلِ گلشن صرف آتشخانہ ہے
مکان سے مقبرہ اپنا بنایا چاہیئے پہلے
پیدا ہوا جو خاک سے آخر وہ خاک ہے
ہے خیال انجام کا دل کو مرے آغاز سے
کس کو آتی ہے سواری ابلقِ ایام پر
گور اک روز جھکائیگا یہ تو سن مجھ کو
منعمو شوق عمارت بازیٔ طفلانہ ہے
شکر ہے اس کے عوض دولت عقبیٰ پائی
جمع اسباب جہاں کس زندگانی کے لئے
روز مولد شادیانہ کوچ کا نقارہ ہے
نعمت دنیائے دوں حلوائے زہر آلود ہے
ہے بُرا انجام دنیا میں غریبِ زار کا
ساتھ کب لیکے گئے قیصر و فغفور محل
گور نے دیکھا شکار آخر کیا بہرام کو
کہ وقت نزع حسرت بیشتر ہوتی ہے سلطاں کو
سمجھ غمہائے رنگا رنگ نعمتہائے الواں کو
مرمت بیشتر قبروں کی کرتے ہیں محرم میں
غافلو قطع کفن لازم ہے پیراہن کیسا تھ
کہ آخر ایک دن تہ خانۂ گنج قناعت ہے
خوش ہو کہ تجھ کو آج مقام اماں ملا
پہلے لحد بنائی پیچھے مکاں بنایا
جس کا آغاز خراب اسکا ہے انجام خراب
شق ہو گیا جگر جو سنی داستان گور
بنوائیے جواب مکاں میں جواب گور
جس میں ہو خانہ فروشی وہ دکاں پیدا کر
چاہیئے گور بھی تعمیر ہو تعمیر کے ساتھ
چرانا زخم کے حق میں مضر ہوتا ہے پانی کا
درخت میں نہ رہے گل تو میوہ دار ہوا

اسیر
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"

انجام
آیا جو ہے عدم سے عدم کو روانہ ہے
دو دن کی زندگی کا عجب کارخانہ ہے
آخر کو خاک ہونگے یہ اندیشہ ناک ہیں
بشر نہیں ہے جسکا ٹھکانہ قبر میں
آخر کو آکے بیٹھ رہے جسکے سایہ میں
سارے جہاں سے آخر خالی ہاتھ جانا ہے
کر لیں کوئی دو دن کو مثل خضر زندگانی
گر میں ہیں کیا رہے گا تک ساتھ کس کا
قالب خاکی کیا پاؤ تو سن ہیں ہارا
ساتھ دیگا کیا نے ہیں ہارا
دل ناکام نے ہیں ہارا
فکر انجام کو کافی ہے دنیا ہی تو نہیں
غافلوں کے لطف عقبیٰ مزا ملتا نہیں
غافلوں کو بے غم عقبیٰ ہوتی ہیں
کھل کھلا کے آج خاک ہوا
پھول کملا کے آج خاک ہوا
آخر عمر میں آیا ہیں خیال کام
بہت دنوں میں ہوئے واقف اپنے کام

آمین

آئینہ رکھدے بہارِ غفلت افزا ہو چکی	دل سنوار اپنا جوانی خود آرا ہو چکی	اکبر
خانۂ تن کی خرابی پر بھی لازم ہے نظر	زینت و آرائشِ قصرِ معلےٰ ہو چکی	〃
کام کی بات جو کہنی ہو وہ کہہ لو اکبر	دم میں چھن جائے گی یہ طاقتِ گویائی بھی	〃
لحد کی فکر بھی لازم ہے منعم قصرِ عالی میں	مآلِ کار بھی کچھ سوچ لے اے بے خبر اپنا	〃
زندگی میں تو رہا کرتے تھے کیا کیا سامان	قبر میں بعد فنا آئے تو اب کچھ بھی نہیں	〃
نہ وہ احباب، نہ وہ لوگ، نہ وہ شمع، نہ بزم	صبحدم وہ اثرِ جلسۂ شب کچھ بھی نہیں	〃
کوئی نہ ہوا روح کا ساتھی دمِ آخر	کام آیا نہ اسوقت میں یارا نہ کسی کا	〃
کفنی میں ہو کر مدفن میں سو کر	بھولو گے کمخواب اور کامدانی	〃
وائے حسرت کچھ نہ دنیا میں کئے اعمالِ نیک	ہاتھ خالی ہم چلے اپنے خدا کے سامنے	انیس
کس مصیبت میں دیا ہے چرخ نے دو گز کفن	عالم اسباب سے کیا خاک پتھر لے چلا	اشک
ہاتھ خالی ہی چلے ملک عدم کے سفری	جمع دو روز میں سامان سفر کیا ہوتا	〃
جو کمایا تھا یہیں چھوڑ گئے بعدِ فنا	مال دنیا سے بہت اور نہ کم ساتھ رہا	〃
مآلِ کار کا جس وقت ہم کو دھیان آتا ہے	گناہوں کے سبب اے اشک کیا محجوب ہوتے ہیں	〃
ابھی سے چاہئے کر رکھیں زادِ راہ کی فکر	جہاں کے سارے یہ نقش و نگار دور ہوئے	〃
عمر کھوئی مال و دولت کی ہوا و حرص میں	کیا ہوا حسرت کہ یہ سب اہلِ دنیا لے گئے	〃
فکرِ انجام کی منعم کو نہیں کچھ اے اشک	مقبرہ کوئی بنائیں یہ عمارت کیسی	〃
یادِ خدا میں سیم تنوں کا خیال کیا	عقبےٰ ملے تو دولتِ دنیا ہے مال کیا	امانت
عقبےٰ کی بھی کچھ فکر ہے انسان کو لازم	مرغی کی طرح بیٹھ کے انڈے ہی نہ تو سے	انشا
اے منعمو کب تک طلبِ جاہ میں کوشش	مرجاؤ گے اک دن غمِ دنیائے دنی میں	اوج
ہوا مرکے ہم کو یہ تجربہ کہ یہ زندگی کا مآل تھا	جسے عمرِ خضر عطا ہوئی اُسے یک نفس بھی وبال تھا	انجم
بنوائے عمارت تو رہے یاد لحد میں	بھولے نہ خرابہ کبھی عبرت کے محل کا	انور
تن خاکی کا بھروسا ہے کسے بعدِ فنا	خاک کا ڈھیر ہے بس خاک میں مل جائے گا	〃
زمیں پہ آئے ہیں جو جائینگے زمیں کے تلے	خدا کی ذات کو لیکن کبھی زوال نہیں	〃
چھٹے نہ ربطِ فغاں طفلِ شیر خوار کی طرح	جوان و پیر جو فکرِ مآلِ کار کریں	〃
جوانی میں مرے دل کو ہے رنجِ پیری کا	خزاں کے آنے کا کھٹکا مجھے بہار میں ہے	〃
سب یہیں چھوڑ کے اک روز چلے جائیں گے	کیوں عبث لوگ کہا کرتے ہیں میرا تیرا	انگر
نتیجہ کیونکر اچھا ہو نہ ہو جب تک عمل اچھا	نہیں بویا ہے تخم اچھا تو کب پاؤ گے پھل اچھا	اسمٰعیل
نہ اے شمع رو کے مرشام ہی سے	ابھی تجھ کو آنسو بہانے بہت ہیں	〃
ہم لوگوں کی جو بات ہے وہ بے سر و پا ہے	آغاز کسی کا ہے نہ انجام کسی کا	بحر
دنیا سے بھی عقبےٰ سے بھی شرمندہ رہے ہم	کچھ ہو نہ سکا بحر سرانجام کسی کا	〃
امورِ خیر میں کچھ اہتمام ہو نہ سکا	مآل نیک ہو جس کا وہ کام ہو نہ سکا	〃
زار زار اب جو بیٹھے روتے ہو	بحر کیوں تم نے ایسا کام کیا	〃
بشر کو چاہئے انجام کار کی کچھ فکر	جہان میں کوئی بار دگر نہیں آتا	〃

انجام
جس کا انجام بلندی ہو وہ پستی اچھی
ڈوبنے والے کو خوف سے دن رات تنکا سہارا اچھا
اس سرائے کا بھروسا نہیں ہوگا کوئی
خار و خس ہوں کہ چمن زار سے نکلا اچھا
ہمیشہ لوں اس پر ہی نظر رکھ
مآل کار کا تم کو کبھی نہ دھیان ہوگا
فرش زمیں ہے گور سے دنیا ہے صحنِ خاک
ہر وقت لب پہ آپ کے ہے ورد خاک خاک
اس خاک کے انبار سے تھا اپنا خمیر بھی
کچھ اپنی حقیقت نہیں ماسوا خاک
ہم خاک سے پیدا ہوئے ہیں خاک میں ملیں گے
ہم خاک کے پتلے ہیں ہماری ہے خدا خاک
نتائج

تلاش اب تو ہے گور و کفن کی دنیا میں	بہت دنوں رہے سامان اب سفر کے ہیں	بحر	
سمجھے خلعت بشر اسکو جو کفن بھی مل جائے	یاس و حسرت کے سوا اور یہاں کچھ بھی نہیں	〃	
اے بحر غمزدہ ہوں نہ روؤں تو کیا کروں	دل میرا آب آب ہے فکرِ مآل میں	〃	
ہے خزاں ہر بہار کا انجام	خار و خس ہے مآل کا رحمن	〃	
روئے انسان جو ہنسنے کا نتیجہ سمجھے	پھول کھلتے ہیں چمن زار میں مرجھانے کو	〃	
چار بالشت امارت جائے آسائش نہیں	چار تختوں کے تلے ہے خوابگہ تیمور کی	〃	
سینہ کو بی کر چکے غم کر چکے	جیتے جی ہم اپنا ماتم کر چکے	〃	
سو گھر گرا کے ایک اٹھایا محل تو کیا	منعم سقر تجھے تری تعمیر ہو گئی	•	
دیکھیں منزل پہ کیا گزرتی ہے	زادِ راہِ عدم نہیں رکھتے	〃	
رکھتے تھے جو مزاج میں بل تار کی طرح	وہ لوگ جنتری میں کھنچے گور تنگ سے	〃	
لے گئے حسرت و افسوس سلاطین جہاں	کچھ نہ حاصل ہوا دارائی و دارابی سے	〃	
ملا نہ دین نہ دنیا ملی تباہ چلے	اسے بھی چاہ چلے اور اُسے بھی چاہ چلے	〃	
کفن میں اس لئے مردے کے منہ چھپاتے ہیں	کہ رو سفید ہم آئے تھے روسیاہ چلے	〃	
حصول کچھ نہیں نشو و نمائے دنیا سے	درخت پھل کے بہت زیر بار ہوتا ہے	〃	
ثمر کا ثمرہ زمانہ میں سنگساری ہے	درخت پھل کے یہاں کیا نہال ہوتا ہے	〃	
نہ تو دنیا مجھے ملتی ہے نہ عقبیٰ مجھ کو	میری خلقت کا خدا جانے نتیجہ کیا ہے	〃	
پاس کافور و کفن چاہیئے تو مسافر	کیا خبر کب ہو سفر کوچ کا سامان رہے	〃	
مر گئے آخر علاج اپنا نہ ان سے ہو سکا	دیکھ یہ ہے بو علی سینا یہ جالینوس ہے	〃	
اٹھ گئے پھول جھاڑ کر دامن	خاک باغِ جہاں سے حاصل ہے	〃	
کبھی نہ دنیا میں چین پایا ہمیشہ رنج و الم اٹھائے	یہاں کے رہنے سے ہاتھ اٹھایا چلے عدم کو قدم اٹھائے	〃	
زادِ راہ کی فکر کر سامانِ کر و فر نہ ڈھونڈھ	کیا سواری چاہیئے دنیا سے جانے کے لئے	〃	
خاک پر جس کو نہ سونا ہو اُسے زیبا ہے فرش	گور میں جس کو نہ رہنا ہو اُسے گھر چاہیئے	〃	
کسی کے ساتھ نہ جائیگا نام اے منعم	زمیں میں آپ گئے مہر پر خطاب رہا	〃	
یہ تیری مسند زریں ہے جیتے جی منعم	فقیر کا ہے لب گور بوریا موجود	〃	
جو کنواں کھودیگا اے دل وہ گریگا چاہ میں	گور کن کے واسطے اک روز آخر گور ہے	برق	
انجام پہ لوح سر تربت سے نظر کر	ایسا تجھے آئینہ سکندر نہ ملیگا	〃	
وہ تو پائے گا وہاں راحت و آرام سوا	جس نے یاں صبر کیا رنج و الم کھائے گا	تراب	
جو یہاں بوئیگا تخم اس کا وہاں پھل پائیگا	وہ جہاں دار الجزا ہے یہ جہاں دار العمل	〃	
یارو تم آگے کہاں تھے و کہاں سے آئے	پھر وہیں جاؤگے آخر کو جہاں سے آئے	〃	
رکھتے تھے بدن کو جو تر و تازہ بہت سا	مٹی میں وہی مل گئے بوسیدہ ہو گل کے	〃	
عاقبت کام نہ آئے گا کوئی حق کے سوا	خلق سے تجھ کو تراب اتنی محبت ہے عبث	〃	
کیوں نہ پیری کی دعائیں مانگیں ہم وقت شباب	خوب ہیں آگاہ اس آغاز کے انجام سے	تسلیم	
دہر میں سب کا مآلِ زندگانی گور ہے	وقت آخر کون ہے جس سے یہ منزل رہگئی	〃	

انجام	
نوجوانی میں خیال عہد پیری خوب ہے	تسلیم
فکر کرنا چاہیئے آغاز میں انجام کی	ثاقب
دل پژمردہ پر ہنسنا عبث ہے اے گل تازہ	
وہ پھل مرجھا چکا ہے آج تو مرجھانے والا ہے	
گر مآل کار دنیا تو نے سوچا بھی نہ کیا	〃
عاقبت کی فکر کر جب عاقبت اندیش ہے	
فکر اس کی دل نا عاقبت اندیش کیا کیجئے	〃
عاقبت کا مرغ ایک تشال خیالی ہے	
فکر اس کا مرغ ایک تشال خیالی ہے	بیدار
شمع کافوری جلا کرتی تھی جن کے روبرو	
دیکھ چشم عبرت آئینہ ہے گور کی منزل نصیب	
شمع و داراب انجام کا خوب وزشت	جوش
دیکھ چشم عبرت آئینہ ہے گور کی منزل نصیب	
کسی شمع بزمی کا ملتا کرنہ ہوتے بہ بہشت	
حال کل کا جو کہ ہے کل کی سروں پر لا دے	جنوں
حال کل کا جو کہ ہے کل کی سروں پر لا دے	
کیا ہے اعمال کی کا پتلا بن لے جائیگا	
خاک میں جب خاک اور رنج و محن لیجائیگا	جلالی
خاک ہوگا خاک کے سنگ میں اجلا پیرہن	
کیا دیا اور کیا لیا فقط خالی ہاتھ	
خاک میں تو اک مشت استخوں ہے کہ یہ بھی نہ لیجائیگا	
مٹی میں مل کر یہ پیری لے جائیگا	
لگا نہ دل	

انجام			
چھوڑ خزاں آئے کو ہے گلزار میں		لگا نہ دل نہ اے بلبل چمن سے	جویا
ہے جوانی اور لڑکپن چند روز	ذکا	ہوا ہو جائے گی فصلِ بہاری	″
کیوں خاک سے رکھتا نہ ملی اصل بشر خاک		نظر انجام پر شبنم کی ہے کہتی ہے رو رو کر	جلیل
جب غور سے دیکھا تو وہی خاک ہے سب		مثلِ غنچہ ہے یہاں انجام پر اپنی نظر	″
پھر وہی کنج قفس ہے وہی صیاد کا حصہ	زہ	رنج کیا اس کا اگر کھلا گئی دل کی کلی	″
چار دن اور ہوا باغ کی کھائے بلبل		لامکاں تک ہو رسائی جو بشر کی تو کیا	حفیظ
جن کا اقبال نہیں ان کو ہے فکر اقبال		جو یار تھے محفل کے وہ سب اٹھ گئے یارب	حیرت
اہلِ اقبال کو دن رات ہے اوبار کا خوف		کیوں بچھائیں تخت پر کرتے ہیں بہتر خاک میں	″
دنیا کے ہر و بیع مکانوں سے بازار کے		فکر کچھ ایوان عقبےٰ کی بھی ایدل چاہئے	″
مٹی تو آپ ہی بنا کے لحد کیا خسر و رہے		کرتے ہو عبث خانۂ خاکی کی عمارت	″
فکر زر یا بہ لحد کیا ہے منوز		کس بھروسے پر کرے انساں جہانیں سرکشی	″
قصہ و ایوان تلک ہے بوریا کا		خاک کا پتلا ہے اکدن خاک میں ملجائے گا	″
گور تک لاکھوں برس آخر فنا کا		انجام بخیر اپنا گزر جائے تو جانیں	″
ہے تخت نشیں کوئی کوئی خاک نشیں ہے		کہ نادم ہو کے زیرِ خاک پنہاں ہوتے جاتے ہیں	″
انجام سر غرض ایک کیا کچھ سامان کرنا		دل میں سمجھے تو کہ آخر ہے وہی گھر اپنا	″
چار دن کے واسطے ہر کام کا کوئی ٹھکانا		بعد مرنے کے کھلا یہ سب طلسم خاک تھا	″
آغاز میں		گل کے انجام پہ شبنم ہوئی گریاں کیا کیا	″
		حیرت ہمیں تو فکر ہے لوحِ مزار کی	″
		اب پھر وہیں بسیگی یہ بستی جہاں کی ہے	″
		ہنستی ہے خزاں دیکھ کے مرغانِ چمن کو	″
		تمھیں جلد تر خاک ہونا پڑے گا	حالی
		خلیل یاد مجھے گوشۂ مزار آیا	خلیل
		نہ گہر جاتے ہیں ہمراہ نہ زر جاتا ہے	″
		جو کہا جس کو وہی مجھ کو صدائیں آئیں	″
		تو چھوڑ جاوے گا سب ایک بار مٹی میں	خاکی
		آئے جس جا سے اُسی جائے ہے جانا اپنا	خاموش
		جس کا انجام ہوا اچھا وہ مصیبت اچھی	داغ
		جس کو ہم سہل سمجھ لیتے ہیں مشکل ہے وہی	″
		ہوتا ہے وصال ایک دن انجام جدائی	″
		ہوتا جو نہ انصاف تو محشر بھی نہ ہوتا	″
		تم اس میں جو اندیشۂ فردا نہیں رکھتے	″
		مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے	ذوق
		ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے	″
		کیا وہ دنیا جس میں ہو کوشش نہ دیں کے واسطے	″
		واسطے واں کے بھی کچھ یا سب یہیں کے واسطے	″

آغاز میں ہر امر کا انجام سوچ لے	انساں کو گر خیال ہو اپنے مآں کا	سخن
کام وہ کیجیے کہ آخر میں پشیمانی نہ ہو	سوچ لینا خوب ہے آغاز میں انجام کا	〃
جس کو دنیا میں ہے کچھ فکرِ مآل اندیشی	اے سخن اس کو پھر اندیشۂ فردا کیسا	〃
برا کہو نہ کسی کو سخن خدا سے ڈرو	خبر نہیں کہ تمہارا مآل کیا ہوگا	〃
دین و دنیا کا کوئی کام نہ انجام ہوا	کھوئی بس تم نے سخن عمر یہاں ہائے عبث	〃
اکڑ اکڑ کر کیوں نکلتے ہو غرور و کبر و نخوت سے	زمیں پر غافلو رکھو قدم آہستہ آہستہ	〃
گزرا کبھی نہ وہم میں وہ اہل ہوش کے	دنیا سے لطفِ زیست ہو دیوانہ لے گیا	سودا
تلاش زیست میں اتنا نہ مر کہ ہستی کی	خبر جنھوں کو ہے سمجھے ہیں وہ عدم جینا	〃
ابھرے ہے کیا حباب نمط اے حریر پوش	یاں جس کو دیکھئے سو ہے آخر کفن بدوش	〃
منزلیں ہیں ہمیں معلوم سفر سے پہلے	کہ وہیں جانا ہے آئے ہیں جدھر سے پہلے	سفیر
دیکھکر اس سرو ساماں کو نہ خوش ہو غافل	چار گز سے جو زیادہ ہے کفن کس کا ہے	〃
کہتی ہے عشرتکدہ سے میری عبرت اے سراج	ایک دن اہل عدم کا تو مکاں ہو جائے گا	سراج
کہتی ہے موج صبا کر کے فنا نقش حباب	ایک دن حضرت انساں کی حالت ہی یہی	〃
اہل عدم یہ کہنے لگے دیکھ کر مجھے	نکلا تھا جس سے تو وہی آخر ولن ہوا	〃
کیا وہ دنیا کہ ضرر جس میں ہو عقبےٰ کا شہید	وہ نہ کر کام ہو جس کام کا انجام قبیح	شہید
جو ہو تا ہستیٔ فانی سے واقف	نہ ہنستا کھل کھلا کر گل چمن میں	〃
اسلئے کہتے ہیں تجھ کو مزرعِ عقبےٰ سنبھال	کل اُسی کے ہاتھ ہو زر ہا تھ میں جسکے ہو پھول	شاداں
تخم جیسا بوئیگا شاداں وہی پھل پائے گا	چاہتا ہے کیا چمن میں شاخ جس تس کے پھول	〃
فردا کا فکر چاہیئے دنیا میں اے شفق	تیار جا کے کیجئے کنج مزار آج	شفق
ملی سب خاک میں عزت مٹی سب شان و شوکت	جو تھے عالی مکاں وہ ہو گئے بے خانماں کیونکر	〃
لازم ہے آدمی کو کرے فکر عاقبت	کیا اعتبار ہستیٔ ناپائدار ہے	〃
نہ کر عجلت کہ عجلت کا نتیجہ ہے پشیمانی	بشر کو چاہیئے سب کام کرنا سوچ کر پہلے	〃
ہے مآلِ زندگی اک روز تلخی نزع کی	سیر دنیا سے ہوئے ہم رنج و راحت دیکھکر	شائق
اک دن ضرور زیر زمیں ہوئیگا مقام	پھر امتیاز کیا ہے سریر و حصیر کا	〃
صفائی سے بدن کی فائدہ کیا غور کر غافل	جب اک دن جسم کو سب لوگ مٹی میں ملا دینگے	〃
سرکش ہو کوئی گر کبھی برپا نہیں ہوتا	انجام برے کام کا اچھا نہیں ہوتا	صبا
طالب تھا اس نمود کا انجام خوشنما	انجام کو جو غور سے دیکھا تو خواب تھا	طالب
عطر کیا چاہیئے اے مشفق من مٹی کا	لوگ بھر دیتے ہیں مٹی سے دہن مٹی کا	طاہر
جانو اسی کو عاقبت اندیش اے ظفر	دنیا میں جس کو فکر ہو روز نشور کی	ظفر
یاں آئے کہاں سے ہیں کہاں جائینگے یاں سے	حیراں ہیں ظفر ہم یہ نہ ہمیں کھلنا	〃
عقبےٰ کی ظفر چاہیئے کچھ فکر بشر کو	بیہودہ ہے دنیا کی ہوا میں تشویش	〃
کرتے ہو کیا کیا یہاں کے تم مکاں آراستہ	غافلو واں کی بھی کچھ تو خانہ آرائی کرو	〃
انجام پہ موقوف ہے ہر چیز کا آغاز	مفتوح رہیں عیش کے ابواب کہاں تک	ظہیر

انجام

برہموں کا کیوں ہے سالا ں عنان جی یہاں
حسن فنا ہوا زاں ہے انجام کا کسی
تشویش مجھ کو رہتی ہے انجام کار کی
میں اپنے طول فکر سے ہر ایک دن اس جا
ہر شخص کو یقیں ہے کہ ایک دن مرنا ہے
خلعت جو بخشتے تھے وہ سامان ہے یہاں
بشر کو ماقبت کی فکر کرنا چاہیئے
بخیر و خوبی انجام کی راحت کی تمنا ہے
فکر انجام کر زیست ہے جہاں میں بے کار
عمارت جو بنائی ہے اس عرصہ میں کیا کیا
فکر انجام کر کس زمانہ میں تو غافل ہے
قصہ کوتاہ ہے عدم بھی جانا ہے
دیکھنا ہے کہ کیا ہے انجام
سیر دنیا ہے جس جا سے سرا ہے
وہیں جانا ہے جس جا سے آیا ہے
فنا ہونا ہے جس جا سے بنا ہے
خاکسار

انجام			
	محب	ہے جسم سست بنیاں دل ہے بہت پریشاں دو دن ہے روح مہماں پھر کوچ ہے وطن کا	عاشق
		زیست کا آخر نتیجہ ہے فنا گو زیادہ یاں رہا یا کم رہا	″
		عریاں تنی ازل سے ہے سرنوشتِ انساں دو روز جسم خاکی مہماں ہے پیرہن کا	″
		اگر ہے عاقبت اندیش دیکھ آئینہ عبرت کہ جس میں عکس ہستی ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا	عزیز
		جو بنے ہیں ایک دن دنیا میں بگڑینگے ضرور اے دل ناداں نہ تو خوش ہو نئی تعمیر سے	عاجز
		ہوگا دنیا سے سفر مل جائیگا تو خاک میں ایک دن تجھ سے ترا خالی وطن ہو جائیگا	علی احمد
		جز کفن قبر میں کیا جائے گا ہمراہ ترے بوالہوس تو نے کیا اتنا یہ ساماں کس پر	″
		قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے	غالب
		عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا	″
		اے غریب وہ ہے عاقل جس کو فکر آغاز میں انجام کی ہے	غریب
		لوگ اس دنیا میں پاتے ہیں عوض اعمال کا اپنی کرنی سب کو بھرنی ہے یہاں پر بے گماں	فاروق
		جو کرتے ہیں یاں گھر بنانے کی باتیں وہ کرتے ہیں مٹی میں جانے کی باتیں	فیض
		ہے کمال زندگی آخر زوال یاں ہر اک آغاز کا انجام ہے	″
		بہت خاک چھانی کھلا جب یہ گل تہِ خاک شاہ و گدا ایک ہے	″
		ہر حال کا ہے مآل یکساں دنیا میں غنا ہے یا ہے افلاس	فدا
		کیوں نہ پیری کی دعائیں مانگیں ہم وقتِ شباب خوب ہیں آگاہ اس آغاز کے انجام سے	″
		بود میں نابود ہے اور نیستی ہستی میں ہے جاگتے ہیں ہم جہاں میں آہ سونے کے لئے	فوق
		قبر میں بھی تم ساتھ کیا لیجاؤ گے اے غافلو آہ یہ جھگڑے زمیں کے ایک کونے کے لئے	″
		جسم تھا اک کوزۂ گل ٹوٹ کر گل ہو گیا خاک سے پیدا ہوے ہم خاک ہونے کے لئے	″
		انجام کار آکر دیکھا جہاں میں یکسر ظلِ ہما تھا جن پر وہ مشتِ استخواں تھے	قدر
		آغاز میں بھی ہم کو ہے انجام کا خیال دھڑکے شباب میں بھی ہیں روز شمار کے	″
		یوں تو جو بوتا ہے انسان وہی کاٹتا ہے مزرعِ دہر کے لیکن ہیں محاصل افسوس	″
		انجام کار ہوئیں گے سب فرش خاک پر اے قدر ہے یہ مسندِ شاہانہ چند روز	″
		دنیا میں کارخانۂ عقبےٰ کی فکر کر آباد ہے جہان کا ویرانہ چند روز	″
		قلق جب دوستگان رفتگاں کو یاد کرتے ہیں مآلِ کار اپنا سوچ کر فریاد کرتے ہیں	″
		مسافر کے لئے ہے فکر گور اے منعمو لازم عمارت کیا سرائے دہر میں تعمیر کرتے ہیں	″
		سب ہونگی سہل و آساں جتنی کہ دقتیں ہیں ہو جاتی ہیں عیاں وہ پنہاں جو صورتیں ہیں	کمال
		عطر مٹی کا لگایا چاہیے پوشاک میں خاک سے رغبت رہے ملنا ہے اکدن خاک میں	گویا
		دیکھ کہہ دیتے ہیں ہو جائیگا کل طعمۂ مور آج بالفرض جو تو مثل سلیماں ہوگا	″
		یہ تو کہاں کہ فرشِ مشجر ہے اور ہم انجام کار خاک کا بستر ہے اور ہم	مصحفی
		انجام کار کچھ نظر آتا نہیں دریغ حیرت سے آنکھ رہتی ہے دو دو پہر کھلی	″
		جو آب و گل سے بناتے ہیں خام طبع مکاں وہ چند روز کے قصر و حصار ہوتے ہیں	محب

دو گز کفن ہے کل تو سوا گز زمین ہے
پوشاک بیکلف پہ جو مرتے ہیں سڑی ہیں

راجع اصل ہر اک چیز ہے جسم خاکی
بنے ہیں خاک سے سب کالبد اور خاک ہیں اک دن

سب زر و مال کے دعووں کی نہایت ہے یہ
کیا کرتا ہے جمع چھوڑ جانا ہے سب

آیا تھا تو کچھ ساتھ نہ لایا تھا یہاں
مٹی میں جبکہ مل گئی مٹی تو اے امیر

درپیش سب کو منزل آخر ہے قبر کی
خاک سے ہے ابتدا جسکی وہ آخر خاک ہے

تماشا گاہ عالم میں بہت پردوں کے بعد آخر
بنا ہے خاک سے جو خاک ہے وہ ایک دن آخر

نعیم و ناز لاحاصل ہیں غسل و وعظ لاحاصل
اطبا اولیا شاہ و گدا کو ایک دن آخر

فقط دو گز کفن ملتا ہے بہر آخری منزل
ہمیشہ یاد رکھ جس وقت توڑے لقمہ ہائے تر

ہمیشہ چاہئے ہر کام اپنا سوچ کر کرنا
فکر عقبےٰ چاہئے میکش تجھے ہر حال میں

جس کو لباس ہستی سمجھے ہو دوستو
بیٹھکر مسند پہ منعم خوگر راحت نہ بن

جیتے بھی خاک تھے اور مر کے بھی ہم خاک ہوئے
فکر کر زادِ آخرت کا بھی

توشۂ آخرت کا فکر رہے
نہ کھلتیں آنکھیں تمہاری ٹک کہ مآل پر بھی نظر کرو

اندیشہ زادرہ کا رکھئے تو ہی مناسب
پست و بلند دیکھیں کیا میر پیش آئے

یاں قدم چاہئے رکھیں گن کر
مکے گیا مدینے گیا کربلا گیا

تھوڑا کفن زمین بھی تھوڑی سی چاہئے
بشر اس کا رکھئے ہمیشہ خیال

کام کرنے سے پہلے سوچ لو تم
نیک کاموں میں سعی لازم ہے

یہی اپنی دعا ہے اے مجبور

کس زندگی پہ خلعت و جاگیر چاہئے
سامان جو کرتے ہیں تو ہشیار کفن کا

ایک دن خاک میں مل جائیگا یہ گت ہوگی
تجلی ان میں ہو انوار کی یہ وہم بیجا ہے

صرف دو گز کفن آخر میں ہے ساز و ساماں
تنہا چلنا ہے تجھ کو سوے منزل

جائیگا تو پھر بے سر و سامانی ہے
دیکھیں گے شان ہم بھی ترے عز و شان کی

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے
اس تن خاکی کی ہے اول فنا آخر فنا

تماشا آخری یہ ہے کہ اس دنیا سے رخصت ہے
نہ ترکیب عناصر کو بقاے جاودانی ہے

کہ غافل ایک دن مٹی میں مٹی مل ہی جاتی ہے
فقط دو گز کفن پر چادر راحت بچھانی ہے

بھرے رکھے رہیں گے یونہی سب جنڈ و ق والماری
کسی دن کھائینگے کیڑے بھی جبڑا توڑ کر تیرا

نتیجہ کیا برا ہوتا ہے نا انجام بینی کا
آؤگے چکر میں ورنہ دور ساغر کی طرح

اک دن وہ تار تار ہے آنکھوں کے سامنے
چلنا ہے اس گھر جہاں تکیہ نہیں بستر نہیں

نفع کیا خاک ہوا تھا کہ جو نقصاں ہوگا
میر اگر تو ہے عاقبت اندیش

جی سے جانے کا ہے سفر نزدیک
یہ جو وہم کی سی نمود ہے اسے خوب دیکھو تو خواب ہے

چلنے کو یاں سے اکثر تیار قافلے ہیں
اس دشت سے ہم اب تو سیلاب سے چلے ہیں

میر لے ہے کوئی حساب شتاب
جیسا گیا تھا ویسے ہی چل پھر کے آگیا

شاہ و گدا کو اور یہاں کیا ضرور ہے
ہے برے کام کا برا انجام

اس کا آخر کو ہوگا کیا انجام
نیک ہے نیک کام کا انجام

نیک سب کا کرے خدا انجام

مہر
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
مسیح
میکش
"
"
"
"
"
میر
"
"
"
"
"
منتہی
مجبور
"
"
"

انجام

وہی اک کو بھی بعد مرگ ہوگا
اپنا فخر کرتے ہیں جو یاں کفن ہوگا

فرش خاک آخر ہیں اہل دولت کا
خاک آخر کرنا ہیں تکیہ و بستر کا

ایک دن قبر میں ہے تکیہ سر کا
کھا گیا ہے جو جانے کتنوں کا

نہ چھوڑ جا خاک پر سونا چاندی اہل دولت کا
لحد میں خاک پر سے گوشۂ چشم تک نہیں ہوتا

اٹھے جاہ و حشم سے کس کو نہیں پڑتا
ہیں گے خاک میں کیسے کیسے سرخ سرخ

جو ہو ناز میں گریبان چاک سرخ
زیب تن گریبان ہوگا کفن

لیکن انجام ہے منصور بالا ہوا
عاقبت ہوتا ہے چڑھتے کا بلند

عاقبت منزل ہے ہر ایک کا منصور بالا ہوا
عاقبت بھی منعم ایک دن ہوگا

فرش خاک آخر کرنا ہے اہل دولت کا
منعم زر میں بچھا مت اور نہ کر ایوان سفید

اک دن

انقلاب

انقلاب

اک دن وہ ہائے فرشِ زمیں پر کریگے خواب — پا بوس جن کے مسند مخمل ہے سرخ و سبز — نصیر
فریدوں کوئی یا کہ بہرام ہوگا — ولے عاقبت گور سے کام ہوگا — "
عاقبت لے نہ گیا یاں سے تہ خاک نصیر — گنج قاروں کی طرح حاتم طائی سر پر — "
پھیلا کے پاؤں گور میں آخر کو سو رہا — کیا لے گیا جہان سے بہرام گور چیز — "
کل کی خبر کسے ہے گلستان دہر میں — جو مل ہے مغتنم ہے جو گزرے خوشی سے آج — "
اجل سر پر کھڑی ہے خواب غفلت میں ہے تو ناسخ — چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنانا ہے — ناسخ
بعد مردن اسکو راحت اسکو حسرت ہے نصیب — فرق اتنا ہی نظر آیا گدا و شاہ میں — "
ذکر کیا شاہ و گدا کا اصل میں دونوں ہیں ایک — فرق مرجانے کے بعد انساں و حیواں میں نہیں — "
خاک سے کیوں ہے اجتناب ایسا — ایک دن غیر خاک خاک نہیں — "
خاک ہے او سخت جاں اک دن ترا تن خاک میں — خاک ہوجاتا ہے آخر دیکھے آہن خاک میں — "
تین عنصر کرتے ہیں اپنے مراکز کو رجوع — خاک کا بعد از فنا ہوتا ہے مدفن خاک میں — "
خاک اڑتی ہے اگر گھر میں تو کچھ پروا نہیں — ایک دن مل جائے گا یہ خانہ تن خاک میں — "
گو پہنتا نہیں جز جامۂ رنگیں تو آج — کفن اک روز ملے گا تجھے خود کام سفید — "
کیا بخیر انجام ہو جب ہو بدی آغاز میں — ہو مکاں تیڑھا بنے معمار اگر دیوار کج — نساخ
جو اور کی بستی رکھے اس کا بھی بستا ہے پرا — جو اور کی مارے چھری اسکے بھی لگتا ہے چھرا — نظیر
جتنا یہ خاک کا ہے طلسمات بن رہا — پھر خاک اسکو ہونا ہے یارو جدا جدا — "
ہم کو تو خاک پہ سونا ہے نظر میں اپنی — قصر کسریٰ کا فریدوں کا محل کیا ہوگا — نظم
جہاں میں آئے ہیں تنہا ہی اور تنہا ہی جانا ہے — بشر کا ہے کو دو دن کے لئے جھگڑے لگا رکھے — "
وہ مآل اندیش ہیں آغوش مادر میں نمود — یاد آغوش لحد میں کرتے ہیں فریاد ہم — نمود
جھکے گی پیٹھ ضرور انکی بار عصیاں سے — کھینچے شباب کے عالم میں جو جواں گستاخ — نواب
گور میں جانا پڑے گا ایکدن سب کو ضرور — فائدہ کیا قصر جمشیدی کی گر تعمیر ہے — "
دل میں سوچ اپنے ذرا بعد فنائے منعم — نہ یہ دولت نہ یہ شوکت نہ یہ حشمت ہوگی — "
تھی میسر عرش یا اب ہے اسیر پشت خاک — واہ کیا آغاز تھا اور کیا ہوا انجام روح — وزیر
ہے اگر قصد عدم کر مجتمع زاد سفر — اے مسافر دور ہے یہ راہ یہ منزل دراز — واسطی
عقبیٰ کی فکر چاہئے انساں کو واسطی — کس واسطے عبث غم دنیا اٹھائیے — "
انسان گو کہ حاکم افلاک ہوگیا — آغاز میں جو خاک تھا پھر خاک ہوگیا — "
کل گور میں مٹی پہ پڑا ہوگا تو منعم — کیوں آج دکھاتا ہے یہ جاہ و حشم اپنا — وہبی
کیا کیا کھلے تھے گل چمن روزگار میں — کھٹکے فلک کی آنکھوں میں وہ بنکے خار حیف — وقار
جانا ہے تہ خاک بس اے تارک دنیا — کیا باندھ کے بیٹھا ہے مکاں کوہ کے اوپر — ہمدم
اسباب و مال دنیا ہے یونہی سب کچھ اکدن — جانا ہے یاں سے آخر سوئے عدم جریدہ — "
ساتھ ہی سو چکے انجام کو شبنم روئی — گل شگفتہ جو ہوے صبح کو خنداں ہوکر — ہنر بر
لاش دشمن پر بھی اے یکتا نہ ہنس — جو ہنسے گا وہ ہنسایا جائے گا — یکتا
مآل اندیش انکو دیکھکر ہنستے ہیں اے یکتا — زمیں جو گھر بنانے کو تو گھر مول لیتے ہیں — "

انقلاب

مسلسل گریں جو صورتیں کبھی کہیں کبھی کہیں
چرخ کا یہ انقلاب دیکھتے رہیں سبھی
کبھی یہ جیتے ہیں یہ صورتیں کبھی یہ ہیں نہیں
یہی فلک میں ہے صفت یہی زمانہ کا ہے ڈھنگ
اب زمانہ کا کوئی کیا خوشی کا رنگ ہے
جہاں نے رنگ بدلا ہے نئے نئے ڈھنگوں کی گت بدلی
کتنوں نے وہ دن کہ یاروں سے بھی انجمن
چل بسے وہ آج صورت آشنا ملتا نہیں
ہائے افسوس اب وہ چار آنکھ کا ہے
رکتی نہیں انقلاب چار آنکھ کا ہے
جہاں میں ملک بشر بیچارا ہی دیکھا
جہاں کا کارخانہ انقلاب ہی دیکھا
ہمیشہ ہم نے یہاں انقلاب ہی دیکھا
فلک کے دور میں ہارے ہیں بازی اقبال
اگر چہ چاہتے بہتر ہیں اب غلام سے ہم

زندگانی

انقلاب

زندگانی کا مزہ ملتا تھا جن کی بزم میں	اکبر	ان کی قبروں کا بھی اب مجھکو پتہ ملتا نہیں
اکبر ہمارے عہد کا اللہ رے انقلاب	"	گویا وہ آسمان نہیں وہ زمیں نہیں
انقلاب روشِ چرخ کو دیکھ اے اکبر	"	کل جو تھے دوست مرے آج عدو بن بیٹھے
اس انقلاب کو حیرت سے دیکھتا ہوں میں	"	زمانہ کہتا ہے دیکھا کرو ابھی کیا ہے
خرابی خانہ ہائے عیش کی ہے اور گردوں میں	"	جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی ویراں ہوتے جاتے ہیں
خزاں میں بلبل و گل کا نشاں تک نہ رہا	"	ہوا بدل گئی دو روز میں گلستاں کی
جہاں کل تھا غلغلۂ طرب وہاں ہائے آج ہی یہ غضب	"	کہیں اک مکاں ہے گرا ہوا کہیں اک شکستہ مزار ہے
تمھیں اس انقلاب دہر کا کیا غم ہے اے اکبر	"	بہت نزدیک وہ دن ہیں کہ تم ہونگے نہ ہم ہونگے
رنگ عالم دیکھئے اب زیب و زینت اور ہے	امیر	کل تو تھی کچھ اور صورت آج صورت اور ہے
اہل زمانہ بن کے بگڑتے ہیں کیسے جلد	"	ہے ماہ کو زوال و کمال ایک رات میں
یہ چرچے، یہ صحبت، یہ عالم کہاں	"	خدا جانے کل تم کہاں، ہم کہاں
کیا زمانہ ہے نہیں صاف کسی سے کوئی	"	دوست کے دل میں وہ ہے جو دل دشمن میں نہیں
امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے	"	پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے
دور فلک سے ان کو نہیں بوریا نصیب	"	جن کے لئے تھی مسند پُرزر لگی ہوئی
منظور چرخ ہے کہ امیر سیاہ مست	"	دل کا کباب کھائے جگر کا لہو پئے
روشن تھے جن کے قصر میں سو بتیوں کے جھاڑ	"	محتاج ہیں وہ ایک چراغ مزار کے
جن جوانوں کے سر افلاک پر تے تھے قدم	"	اب زمیں پر ٹھوکریں کھاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے
امیر اک روز یہ گل سوکھ کر ہو جائینگے کانٹے	"	چمن کی جو روش ہے آج کل جھاڑی ہی جنگل کی
اب دیکھیں کیا دکھائے نشیب و فراز دہر	"	اب تک تو جس زمیں پہ رہے آسماں رہے
برخلاف ایسی ہوا باغ جہاں کی ہے امیر	"	پھول کو ہاتھ لگاتا تو شرارا ہوتا
نہ راستی کا نشاں سرو میں نہ گل میں ہے بو	"	بدل گئی چمن روزگار کی صورت
جو آبادی ہے ویرانی ہے آخر	"	بھرے جنگل ہزاروں شہر اجڑ کر
عجب انقلاب زمانہ ہے کہ ہے اقربا میں بھی تفرقہ	"	نہ پدر ہے کوئی پسر سے خوش نہ پسر ہے کوئی پدر سے خوش
ہوں بڑا بہروپیا ہے پیر فلک	"	صورتیں تازہ نئی روز دکھاتا ہے رنگ
زمین قصر سلاطیں سے آرہی ہے صدا	"	کہ آج منزل عشرت ہوں کل مزار ہوں میں
دکھایا انقلاب تازہ عالم کے حوادث نے	"	جو مرنے ہیں وہ جیتے ہیں جو جیتے ہیں وہ مرتے ہیں
اللہ رے انقلاب محل ہے نہ قصر ہے	"	تربت فقط عمارت شاہی میں رہ گئی
ذرہ و پروانہ آسا گردش ایام سے	"	ہیں پریشاں حال دن بھر ہم تو سوزاں رات بھر
نیرنگیاں دکھاتا ہے کیا انقلاب دہر	اشک	یہ کاسۂ گدائی ہے سر بادشاہ کا
کسی کی نہیں پوچھتا بات کوئی	"	ہوی یہ زمانہ کی حالت بگڑ کر
رہی عزت وجاہ و تمکیں نہ قائم	"	ملے خاک میں پھول پھل برگ جھڑ کر
انقلاب دہر سے ممکن نہیں تمکل ثبات	اثر	شام کو بگڑی ہوئی آئی نظر تعمیر صبح
دنیا کو آتش ایک کے اوپر نہیں قیام	آتش	یہ آج، کل وہ صاحب طبل و علم ہوا

انقلاب

زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا	بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے	آتش
بدلتی رہتی ہے ہر دم ہوا زمانے کی	کبھی صبا، کبھی صرصر، کبھی ہے گرد آتی	آزاد
گدا سلطاں ہوے سلطان درویش	عجائب کارخانہ ہے خدا کا	اسیر
سپید موے سیہ اپنے ہو گئے کیا جلد	دورنگیٔ چمنِ روزگار کے باعث	"
نہیں پست و بلند دہر سے نیکوں کو بھی فرصت	نمایاں ہو کہ یوسف چاہ میں عیسیٰ ہیں گردوں پر	"
پیری میں ہو سفید جوانی میں ہیں سیاہ	رہتا نہیں زمانہ کبھی ایک رنگ پر	"
تھوڑے دنوں میں طفلِ جواں ہیں جوان پیر	نظارۂ تغیرِ اہلِ زمانہ کر	"
خورسند کیا عدو ہیں ہمارے ملال پر	رہتا نہیں زمانہ کبھی ایک حال پر	"
کبھی تو کم ہو جہانِ تباہ کی گردش	کہو سپہر کرے راہ راہ کی گردش	"
کیسی ہوا بدل گئی ہے باغ دھر کی	ہے زاغ کو بھی بلبلِ گلزار کا دماغ	"
امید عیش کیوں نہ ہو ہم کو ملال میں	سو سو جو انقلاب ہیں ایک ایک سال میں	"
مکاں آباد تھے جتنے ہوئے ہو کے مکانِ آخر	نہ کوئی طاقِ کسریٰ میں نہ ایوانِ فریدوں میں	"
انقلاب دہر ظاہر ہے عیاں تغیرِ حال	آج جو ہے کل نہ تھا، جو آج ہے وہ کل نہیں	"
ایسا بھی اے سپہر کبھی انقلاب ہو	درویش کے قدم پہ سرِ بادشاہ ہو	"
اسیرؔ اس زمانہ ہے بڑے نافہم ہیں مردم	کہ خوش ہوتے ہیں سنکر مثل نے یہ میرے شیون کو	"
کیا دیکھتا نہیں ہے زمانہ کا انقلاب	پھیرے ہوے گدا سے ہے کیا بادشاہ آنکھ	"
ظاہر دورنگیٔ چمنِ روزگار ہے	فصلِ خزاں کبھی کبھی فصلِ بہار ہے	"
کس کا گلہ ہے آنکھیں اگر تم نے پھیر لیں	یہ مقتضائے گردشِ لیل و نہار ہے	"
زیرِ زمیں پڑے ہیں وہ آج کیسے غافل	کل تک دماغ جن کے بالاے آسماں تھے	"
دورِ فلک سے اہلِ زمیں کو نہیں فرار	ہر مہرہ اس بساط کا خانہ بخانہ ہے	"
انقلابِ عالمِ فانی تماشا ہے اسیرؔ	زن لباسِ مرد میں ہے مرد رختِ زن میں ہے	"
ایک صورت پر نہ دیکھی نعمت خوانِ فلک	مہرِ نانِ گرم ہے مہتابِ نانِ سرد ہے	"
کیا انقلاب ہے کہ زمانہ میں ہر زمیں	دریا ہے گاہ، گاہ بیاباں ہے، گاہ، راغ	"
لازم ہے انقلاب زمانے کے واسطے	آئے ہیں سب جہان میں جانے کے واسطے	"
قسمت نے بوریے سے جگہ دی جو تخت پر	سمجھا یہ میں فقیر کہ بستر بدل گیا	"
ثابت ہے بے دلیل دورنگی جہان کی	کچھ حاجتِ گواہی جو زاہی نہیں مجھے	"
رہتا ہے مجھے خوف یہ نیرنگ جہاں سے	اڑتا ہے مرا رنگِ تفائے پر طاؤس	"
سرسبز اس چمن میں ہمیشہ رہا ہے کون	چرتے ہیں گور تربتِ بہرام گور پر	"
کس طرح ہو انقلاب دہر کا عالم بیاں	چشم ہے دیکھا جو کل ہے گوش کو افسانہ آج	"
کیا دورِ چرخ سے ہے پسِ مرگ تفرقہ	شہرِ فنا میں جسم ہے ملکِ بقا میں روح	"
رنگ کیسا جہان کا بدلا	تھے جو توری ہوے وہ ناری آج	"
پاؤں پھیلانے کی جان کو نہیں زنداں میں بھی	زندگی میں کارخانہ جن کا عالیجاہ تھا	"
کبھی یوں منقلب ہوتا زمانہ	فقیروں کی دہائی شاہ دیتا	"

تاج

انقلاب

تاج شاہی کیلئے تھا انقلاب دہر سے	ٹھوکریں کھاتے سرِ فغفور کو پاتے ہیں آج	احد
انقلابِ دہر سے پیشِ نظر	دیکھتے ہیں دیدۂ بیدار رنگ	"
ہوگیا دورِ فلک سے حال دنیا کا خراب	جائے شادی جو جگہ تھی جائے شیون بن گئی	"
منایا خواہش دنیا نے ایسا ڈھونڈھنے پر بھی	نشان ملتا نہیں اسکندر و فغفور و خاقاں کا	"
خدا جانے کدھر راہی ہوے یارانِ صحبت بھی	نشاں ملتا نہیں ہے اب کہیں محفل کی محفل کا	"
صدا برباد کی قصرِ فریدوں سے یہ آتی ہے	کسے آباد تو نے گردشِ چرخِ کہن چھوڑا	"
ہے خوشی سب طرح کی ماحی کا	خطرہ انقلاب باقی ہے	انشا
دو رنگی باغِ عالم کی دکھاتی ہے سماں کیا کیا	کہیں کھلتا ہے گل لالہ کہیں جیغے کے لالے ہیں	اختر
انقلابِ زمانہ کی تصویر	پھر رہی ہے ہماری آنکھوں میں	"
حادثاتِ دہر پر پتھر پڑیں	چور ہو کر دل کا شیشہ رہ گیا	انیس
چھٹتا ہے کون گردشِ لیل و نہار سے	ہم بھی تو آ گئے ہیں اسی انقلاب میں	افسر
ہمارے دوست لڑکپن کے ہو گئے دشمن	عجیب طرح کا نیرنگِ روزگار ہوا	انجم
ہو چکی میعاد ایامِ بہار	غنچہ و گل رو رہے ہیں پھوٹ پھوٹ	اسمٰعیل
زمانہ کی بگڑی کچھ ایسی ہوا	کہ بے غیرتی بھی ہنر ہو گئی	"
افسوس بلبلیں تھیں جہاں نغمہ سنج کل	آج آشیاں وہیں پہ تو زاغ و زغن کے ہیں	باقی
کوئی یہاں رہیگا نہ اک حال پر کبھی	یہ حال ہے کہ شام کبھی ہے سحر کبھی	بحر
تکیہ کی یاد چاہیے مسند پہ بیٹھکر	نمگیرہ سر پہ آج ہے کل شامیانہ ہے	"
وہ زمانہ ہے کہ باپ عیش و عشرت بند ہے	خانۂ زنداں ہے دنیا آدمی محبوس ہے	"
آج یہ آغوش خالی مجھکو بغلی گور ہے	انقلابِ دہر سے کچھ غم نہ کھا اے طفلِ خو	"
اکدن وہ تھا گلوں سے شاخیں ہری بھری تھیں	ایکدن یہ ہے کہ کل کیا پتا نہیں شجر میں	"
کہاں نجات سپید و سیاہ عالم سے	نہ چین دیگی یہ شام و پگاہ کی گردش	"
نصیب پست ہمارے نہ اوج پر آئے	غلط پکارتے ہیں لوگ انقلاب ہوا	"
گلشنِ عالم کی نیرنگی سے ہوتا ہے یقین	پھر شگوفہ پھیلتا ہے پھر بدلتی ہے ہوا	"
دنیا پرست مسندیں پر مقیم ہیں	دیکھا بلند و پست جہانِ خراب کا	"
دن رات دیکھتا ہوں نشیب و فراز دہر	کیا دولتِ بخت کوزۂ دولاب ہو گیا	"
بحرِ عالم میں رہی کشتیٔ امید تباہ	دمبدم موجِ حوادث نے طمانچہ مارا	برق
گردشِ پیرِ فلک سے وہ ہوئے خاک سیاہ	دن میں پوشاک بدلتے تھے جو سو بار سپید	"
برق روتے ہوئے گردش میں رہا کرتے ہیں	کم نہیں حلقۂ دولاب سے دورہ اُن کا	"
گردشِ ایام سے جاتی رہی حرص و ہوا	آسیائے آسماں سنگِ قناعت ہو گئی	"
نہ گل کے دن رہے باقی نہ گلعذار کے دن	گزر گئے دل ناشاد جب بہار کے دن	بیدم
جب بدلتی ہے زمانہ کی ہوا	رنگ کس کس کا بدلجاتا نہیں	پرتو
ستاروں کے جب پھیر کا وقت آوے	ہوں نامہرباں، مہرباں کیسے کیسے	"
دشت و گلزار کی قسمت ہے پر و خالی میں	کوئی آباد ہوا اور کوئی ویران ہوا	"

انقلاب

دنیا میں باقی ہے تمناؤں کی خواہش
باقی مزاروں میں ان کا نشان ہے
دیکھا ہے اس سے دیکھا ہوں میں اس سے
زمانہ سبھی سے کھیلا ہے کھیلا ہے
ہم ورنہ میں نوحہ گر زمانے کی کیا
زمانہ سبھی سے کھیلا ہے کھیلا ہے
کیا آسمان ہمیں انقلاب کیا
ہیگا ہمارا ہمیں انقلاب کیا
ہیگا ہمارا ہمیں انقلاب کیا
ہیگا ہمارا ہمیں انقلاب کیا

انقلاب

دیکھا ہے خواب نے ہمارا	شاقب	کیوں نہ حسرت باکہوں میں گردوں کو	تجمل
بنے اس انقلاب نے ہمارا		جس جا پہ بچھا کرتی تھی کل مسند شاہی	″
جس جگہ تھے نصرتی ہی اب وہاں ویرانہ ہے	جنون	لائق دید ہے نیرنگ جہان فانی	″
شمع بجھ کے جہاں کا پتنگا مسکن ہوا		نفس چند ہے یہ لالہ و گل کا عالم	تسلیم
گردشوں میں ہے چرخ چہارم کہکشاں		آج ہے زیر قدم کل اے فلک	″
کیوں نہ پیوں میں انقلاب سے	=	تسلیم اضطراب کے بدلے ہو دل کو چین	″
ہر دم میں ہے فراق گھڑی دن وصال کے		کسی کا ہے دور آج کل تھا کسی کا	″
آتی شب فراق کبھی نہیں رہتا زمانہ ہے	=	انقلاب آسماں سے خاک ہو عبرت مجھے	″
کیا حال پوچھتے ہو جنوں کے زوال کا		آگئی فصل خزاں اڑتی چمن میں خاک ہے	″
قصہ ہمارے حال سے جن کے ہے رنگ جاں	=	فلک کرتا ہے کیا پاجی پرستی اس زمانہ میں	تراب
وہ ہمکناں اور وہ ہمکناں نہ رہے		اک قدم جو بے سواری چل نہ سکتے تھے کبھی	″
وہ میں ہے نام و نشاں امیروں کے	=	قیام عمر دو روزہ جانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر	مہر
نہ ہو میں ہے نام و نشاں فقیروں کے		قیام عمر دو روزہ جانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر	″
جو قصر شاہ تھے کبھی زمانہ میں عزت	=	مآل کار جہان فانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر	″
ملک کوئی وہ کس سے ہوتا ہے عالم و بالا		گئے وہ عیش و نشاط کے دن زمان رنج و ملال آیا	″
اس دہر میں جو ہوتا ہے ہوتا ہے یہ ہوتا	جا۔	کل تھا چہرے پہ جو سر پیچ مرصع باندھے	″
جس مکاں میں کہ رات بھر رہتا تھا	=	جو مسہری پر سدا سوتے تھے وہ افلاس میں	تراب
صبح واں گھاس کھودتے دیکھا		نال طفلی، نوجوانی، پیری تینوں دیکھ لو	″
سیر دنیا کی ہے جہاں ہم کو	=	اب کے دنیا دار کیا کرتے ہیں دولت پر گھمنڈ	″
ہے دو روزہ بہار عالم میں		جن کو نہ میسر تھی کبھی دمڑی اودھی	″
سیر کر دل کی اے جنوں جب تک	جنوں	عجب دور گردوں کے ہیں انقلاب	″
مند نشیں ہوئے تو کبھی بوریا نشیں		ہے خزاں باغوں میں روتے ہیں یہ کہہ کر باغباں	″
بگولے کی صورت بیاباں میں پھر کر		کبھی مجنوں سے قائل نہ کوئی تحکیم ہوتا	″
پیش نظر ہے رنگ خزاں و بہار کا	=	زمانہ کی روش ہر ہر قدم پر مجھ سے کہتی ہے	″
کیا انقلاب دہر سے اللہ کی پناہ		بعد مردن بھی کہاں سنگ حوادث سے نجات	″
انقلاب بخت سے راحت کہاں زیر زمیں		مٹانے کو مرے سنگ حوادث اڑ کے آتے ہیں	″
		مر کر بھی ہے نشیب و فراز جہاں وہی	″
		دیکھ ناداں سایۂ دیوار	تسلیم
		مند نشیں ہوئے تو کبھی بوریا نشیں	″
		بگولے کی صورت بیاباں میں پھر کر	″
		پیش نظر ہے رنگ خزاں و بہار کا	″
		کیا انقلاب دہر سے اللہ کی پناہ	″
		انقلاب بخت سے راحت کہاں زیر زمیں	″
		ہر دم اک رنگ یہ بدلتا ہے	تجمل
		واں آج نظر آتے ہیں خاشاک کے ٹکڑے	″
		کل جو بے سیم تھے وہ آج ہیں زردار بنے	″
		کچھ نہ ہوگا جو خزاں کا کوئی جھونکا آیا	تسلیم
		یہ زمین بالائے سر ہو جائیگی	″
		آئے زمانہ جلد کہیں انقلاب کا	″
		نہیں ساتھ دیتا زمانہ کسی کا	″
		میں کوئی اہل دول ارباب حشمت میں نہیں	″
		اب زر گل کے عوض گل کے دہن میں خاک ہے	″
		نہ ہوا بار شرفا جو ہوا قبال ارذل کا	تراب
		کام وہ کرنے لگے ہیں آج کل سائیس کا	″
		بہار گل، لطف نوجوانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر	مہر
		تعلق عیش زندگانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر	″
		بہار گل، لطف نوجوانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر	″
		شباب نے شیب سے بدل کی عروج گزراز وال آیا	″
		آج دیکھا اسے اک پگڑی سڑی ہے سر پر	تراب
		خاک پر سونے لگے منہ پر ڈوپٹہ تان کے	″
		دن بدن تبدیل ہے اور دمبدم تغیر ہے	″
		ہو گئے اس وقت میں تو سینکڑوں ناداروزار	″
		اس وقت میں وہ پہنتے ہیں سونے کی بدھی	″
		کہ آباد ہے کوئی کوئی خراب	تائب
		گل یہاں تھے، اس جگہ تھا آشیان عندلیب	تعشق
		جو یہ حادثے نہ ہوتے تو جہاں قدیم ہوتا	شاقب
		یہاں گور غریباں تھا، یہاں گنج شہیداں تھا	″
		پھینکتے ہیں قبر میں پڑھ پڑھ کے پتھر آشنا	″
		قدم دوش صبا پر ہے پے تعذیر پتھر کا	″
		زیر زمین ہے جسم تو بالائے چرخ روح	″
		ہے نشیب و فراز کی تصویر	•
		دیکھے بہت نشیب و فراز جہاں کے رنگ	″
		نشیب و فراز جہاں دیکھتے ہیں	″
		آنکھوں میں ہو سماں چمن روزگار کا	″
		کرنے لگے پسند خودی کو خدا پسند	″
		یا زمیں بالائے سر یا آسماں زیر زمیں	″

اس چمن

انقلاب

اس چمن زار میں ہیں زاغ و زغن کے اب شور	جوش	وارسی
کیا انقلاب گردشِ لیل و نہار ہے		
باغ کو ایسا خزاں نے آکے ویراں کر دیا		
وہ انقلاب سے اہلِ زمیں نے پائے رنج		
کل تک اسی سے خلق کی حاجت روا ہوئی		
مبتلا انقلاب گردوں میں		
شانِ خالق ہے وہ اب دیتے ہیں لاکھوں گالیاں		
عبث بیٹھی ہوئی ہیں بلبلیں ڈالوں پہ سر ڈالے	جویا	
فقیر کو نہ حقارت سے دیکھ اے مغنم	جمیل	
خانۂ انس و محبت میں غضب آگ لگی	حیرت	
دکھائے ہیں کیا کیا زمانہ نے ڈھنگ		
رہیگی گردش دکھا کے نیچا جو ہوگے تارے تم آسماں کے	حالی	
نہ ہو بلبل کا ٹھکانا نہ کہیں گل کا پتہ	حیرت	
ہوا بدل گئی کچھ ایسی باغِ عالم کی		
دکھلایا خزاں نے تری قدرت کا تماشا		
شبنم کے حالِ زار پہ ہنسنا نہ چاہیے		
باغ ہستی سے گئے جانبِ صحرائے عدم		
ذرہ ہے دلوں کے سا تھ امیدیں بھی پس نہ جائیں		
کس قدر یار وہوا ہے انقلاب		
کبک و قمری میں ہے جھگڑا کہ چمن کس کا ہے		
رہیں گے نہ ملاح یہ دن سدا		
سماں کل کا رو رو کے آتا ہے یاد		
کھولی ہیں تم نے آنکھیں اے عاد تو ہماری		
یوں خزاں آئی چمن پر ہانے بلبل کیا ہوا		
یہ جس کے لئے تنکے چنتی ہے بلبل		
تشنۂ خوں دوست دشمن کی طرح رہنے لگے		
وہ زمانہ ہے نہیں کوئی کسی کا پرساں		
دنیا سے رسم مہر و محبت کی اٹھ گئی		
پستی سے اوج اوج سے پستی ہوئی نصیب		
عجب ہے عالمِ فانی کا انقلاب خلیق		
گزروں میں جس خرابہ پہ کہتے ہیں واں کے لوگ		
یہ چالیں آسماں کی کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتیں		
اے فلک ہے کیا زمانہ کی ساط		

قسمیاں دیتی تھیں آوازیں جہاں کو کو کی	جوش	وارسی
وہ کیا کہ آدمی نہیں آتا خبر کو اب	"	
چند پھرتے ہیں روشِ پر اب بجائے آفتاب	"	
نہیں ہے خاک کوئی زیرِ آسماں محفوظ	"	
پہنچا رہا ہے آج یہ دستِ سوال رنج	"	
مثلِ لیل و نہار ہم بھی ہیں	"	
جو کبھی کہتے نہ تھے اپنی زباں سے تو مجھے	"	
بہت گل باغ میں بادِ خزاں نے خاک کر ڈالے	جویا	
جہاں میں سنتے ہیں بعد از عروج ہی ہے زوال	جمیل	
بھائی کو بھائی کے بس خون کا پیاسا دیکھا	حیرت	
گئی راہ سب زندگانی کے سنگ	"	
صدا کسی کی بنی رہی ہے نہ یاں کسی کی بنی رہے گی	حالی	
اے خزاں تو نے اجاڑا ہے گلستاں کیا کیا	حیرت	
نہ باغباں میں مروت نہ گل میں بو باقی	"	
گلزار میں جو گل تھے وہی گل نظر آئے	"	
اے گل خزاں بھی رہتی ہے پیچھے بہار کے	"	
لالہ رو غنچہ دہاں سرو گلستاں کیا کیا	"	
اے آسیائے گردشِ لیل و نہار بس	حالی	
آگیا یاروں کے اقراروں میں فرق	"	
کل بتا دے گی خزاں یہ کہ وطن کس کا ہے	"	
کوئی دن میں گنگا اتر جائے گی	"	
ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا	"	
احسان یہ نہ ہرگز بھولیں گے ہم تمہارا	حسرت	
لالہ و سوسن کہاں ہیں سنبل و گل کیا ہوا	حفیظ	
بکھر جائے گا وہ نشیمن اجڑ کر	خلیل	
رنگ بگڑا ہے زمانہ کی ہوا اچھی نہیں	"	
قید یوسف ہو تو لکھیں نہ برادر نامہ	"	
کم اتفاق ہے تو بہت سا نفاق ہے	خاطر	
گزری تمام عمر اسی اوج نیچ میں	خلیق	
جو کل تھی باغ میں بلبلِ قفس میں آئی آج	درد	
ہے کوئی دن کی بات "یہ گھر تھا" "یہ باغ تھا"	داغ	
کسی کی سرفرازی ہے کسی کی پامالی ہے	"	
دمبدم کے انقلاب اچھے نہیں		

انقلاب

اس ہنڈولے پہ ہر اک اہلِ جہاں کی ہے بنا	شائق	کیوں نہ چکر میں رہیں گردشِ ایام سے ہم
مالکِ نوبت و نشاں تھے جو کل		آج تو بت یہ ہے نشان نہیں
ہر مرتبہ زمانہ کو ہوتا ہے انقلاب	"	لاتی ہے سانگ گردشِ دوراں نئے نئے
ہوا پھر گئی چار دن میں چمن کی	"	نہ اب گل میں رنگت نہ غنچے میں بو ہے
بغض و حسد سے مہر و محبت بدل گئی	"	کیسی ہوا کریم زمانہ میں چل گئی
یاد رکھ دیکھ لے دنیا کے نشیب اور فراز	"	اب بلندی ہے جہاں پھر وہیں پستی ہوگی
غافل نہ ہو نشیب و فراز زمانہ سے	"	ادنے پہ بھی کبھی نہ حقارت سے ڈال آنکھ
سکھایا ہے مجھے یہ انقلاب دہر نے راسخ	راسخ	مقابل کا موافق ہوں موافق کا مقابل میں
اس کا زمانہ آج تو کل اسکا دور ہے	سرشار	یہ ہتکھنڈے قدیم سے چرخِ کہن کے ہیں
ہمیشہ یونہیں زمانہ میں انقلاب رہا	سحر	کسی کا کام نکلا تو کامیاب رہا
بلند مرتبہ والوں کو کب ہے چین کبھی	صفدر	فلک کو روز نیا انقلاب رہتا ہے
اک رنگ پہ رہتا ہی نہیں حالِ زمانہ		بدتر کبھی دیکھا کبھی دیکھا بہت اچھا
گردشِ لیل و نہاری ہے عجب بوقلموں	"	ہر دم و لحظہ اسے رنگ بدلتے دیکھا
دنیا کا رنگ ڈھنگ قیامت سے کم نہیں	"	دختر ہے ماں سے اور پسر ہے پدر سے دور
خزاں نے کر دیئے وہ پھول پائمال افسوس	سراج	ہمیشہ باغ میں جو نئے سوار بن کے رہے
گئے بادشاہانِ نامی جہاں سے	"	ہوئے نامور بے نشان کیسے کیسے
تھی کیا خبر یہ گلشن بے برگ و بار ہوگا	"	یوں چرخ کی نظر ہیں ہر پھول خار ہوگا
کیسا یہ چرخِ پیر نے ڈالا ہے تفرقہ	"	رہنے لگا ہے اب تو بشر بھی بشر سے دور
منقلب ایسا ہے زمانہ سراج	"	تھا جو بھلا وہ بھی برا ہو گیا
رنج کیوں اس کے تغیر پہ کریں اہلِ صفا	"	حال دنیا کسی وقت میں یکساں نہ رہا
دل میں ہے کاوشِ خار غم و حسرت باقی	"	نہ وہ گل ہیں نہ وہ گلشن نہ وہ صحبت باقی
فصلِ گل کچھ دن ہی کچھ دن رہا دورِ خزاں	شفق	آشیاں اپنا ہوا آباد بھی ویران بھی
اس زمانہ میں ہوا کیا انقلابِ روزگار	"	دوستی کی جس سے ہم نے وہ ہی دشمن ہو گیا
زمانہ کی ہوا بدلی ہوئی ہے	"	فلک نیرنگیاں دکھلا رہا ہے
گلشنِ دہر کا یکساں نہیں رہتا عالم	"	رنگ کیا کیا یہ نئے چرخ بدلتا کیا ہے
برنگِ شیشۂ ساعت ہے انقلاب زماں	شہید	کبھی چڑھاؤ رہا اور کبھی اُتار رہا
انقلابات زمانہ سے جہاں میں دیکھا	"	دم میں کشکولِ گدا افسرِ دارائی تھا
گردشِ چرخ سے شکلِ مہ نو عالی قدر	"	در بدر پھرتے ہیں بہرِ طلبِ ناں محتاج
بہتر کبھی ہو جائے ہے تدبیر سے بدتر	"	بدتر کبھی ہو جائے ہے تقدیر سے بہتر
ہے بہار اک ہفتہ گلشن میں خزاں ہے اس کیساتھ	"	کیا ہمیشہ جلوۂ گل اے صبا رہ جائے گا
رکھتے ہیں یاں کے طرفہ خزاں و بہار رنگ	"	رکھتا ہے یعنے بوقلموں روزگار رنگ
یکرنگی اس چمن سے ہے روپوش اے بہار	"	بے رنگ سے رکھے ہے یہاں اعتبار رنگ
ازل سے رنگ اس گلزارِ عالم کے نرالے ہیں	شیفتہ	کہیں میں قہقہے گل کے کہیں بلبل کے نالے ہیں

انقلاب

کبھی ایسی بھی ہو جاتی ہے گردش بزم عالم میں	کہ کشکولِ گدائی کاسۂ فغفور ہوتا ہے	ظاہر
بادشاہوں کو ملا گھر نہ تو خاک اچھا	جس میں سندھی نہ تکیہ ہی نہ بستر اچھا	〃
ظفر کیا زمانہ برا آگیا ہے	جہاں دیکھو واں ہیں برائی کی باتیں	ظفر
بدلا ہے روزگار کا کچھ اس طرح سے رنگ	ڈنڈ پیلتا ہے کوئی تو پیلتا ہے کوئی بھنگ	〃
گلشنِ دہر میں ہے گاہ خزاں گاہ بہار	اک روش پر نہیں رہتی ہے کبھی یاں کی ہوا	〃
گاہ گرمی، گاہ سردی، گاہ دن ہے، گاہ رات	اے ظفر رہتا نہیں دائم زمانہ ایک سا	〃
کسی کو پست کرے ہے فلک کسی کو بلند	کہ اس ہنڈولے میں ہے ہر زماں نشیب و فراز	〃
باغ عالم میں مناسب ہے بشر کو احتیاط	اے ظفر چلتی ہوا یاں دمبدم ہے مختلف	〃
رنگ بدلا ہے یہ کیا پست و بلند دہر کا	آج ویرانہ جو ہے تھا ایک دن آباد بھی	عرشی
ہاتھ اٹھتا تھا نہ جن کا اب وہ کرتے ہیں سلام	سر جھکایا اس زمانہ نے ہر اک سرہنگ کا	عاشق
طفلی گئی، شباب گیا، پیر ہو گئے	اک انتقالِ دہر میں ہے انقلاب دو	〃
گزری ہے، گزرتی ہے گزر جائیگی یونہی	کیا ہو گیا، کیا ہوتا ہے، اب دیکھیے کیا ہو	〃
دورِ گردوں سے ہے انساں کی نمود	چاک پر بنتے ہیں پتلے خاک کے	〃
نہ وہ بلبل اور نہ وہ گل رہے نہ وہ ساقی اور نہ وہ مے	نہ صراحی اور نہ سبو رہی اور نہ پیالا سادہ دیار ہے	〃
بدلتا ہے زمانہ رنگ عاشق	جو تھی کل آج وہ صورت نہیں ہے	〃
ہوائے گلشنِ دنیا پہ ابدال پھولتا کیوں ہے	بدل جاتا ہے دم بھر میں یہاں رنگ اس گلستاں کا	〃
انقلاب دہر سے اکثر کی حالت دیکھنا	سنگ تو بالش بنا ہے اور یہ بستر ہے خاک	〃
کیا انقلاب ہے کہ مکدر ہوئے ہیں دوست	جن کو غبار تھا وہ ہوئے بر خلاف صاف	〃
کہتی ہے عمر پیر و جواں انقلاب میں	مٹتی ہے لطف زیست جہانِ خراب میں	〃
جو بے وقار تھے کل ہیں آج شان والے	بڑھ چڑھ کے ہو گئے ہیں نام و نشان والے	عشرتی
دوست بھی ہو گئے عدو افسوس	کیا زمانہ کا انقلاب ہوا	〃
جو دوست تھے وہ دشمن جانی نظر پڑے	سب کا خدا نے ہم کو تماشا دکھا دیا	〃
کل خزاں ہوگی، گو بہار ہے آج	یہی گلزار میں پکار ہے آج	〃
جو یار تھا مرا دہی اغیار ہو گیا	کیا کیا تماشا چرخ دکھاتا ہی واہ وا	〃
ہوا وفا کے عوض بے وفائیوں کا رواج	یہ کیسا زمانہ کی بدلی ہوا کہو تو سہی	〃
یارب وہ بزم اور وہ راحت کدہ گئی	باتیں تمام شب کی وہ صحبت کدہ گئی	〃
ایک حالت نہیں زمانے کی	روزیاں انقلاب ہوتے ہیں	عابد
حیف تاراج ہو یوں مملکت فصل بہار	باغ میں بلبل و قمری کی جگہ بوم پھرے	عزیز
آئیگی جب خزاں نہ رہیگا یہ رنگ روپ	خوش ہو عندلیب گلوں کی بہار سے	عاجز
نہیں آتیں سمجھ میں یاروں کی	گردشِ روزگار کی باتیں ؎	〃
عاجز سنبھلنے دیتی نہیں اس کی شوخیاں	دم ناک میں ہے گردشِ لیل و نہار سے	〃
ہیں آج تو گل و بلبل ہنسی خوشی سے بہم	چمن میں کل بھی پھر ایسی بہار ہو کہ نہ ہو	غنی
گلہ ہو کس کا زمانہ کا انقلاب ہے یہ	کہ غیر اپنے ہیں اپنے جو تھے پرائے ہوئے	خدا

انقلاب

پہلے اس کی اور عالم تھا اور اب کچھ اور ہے	فدا
دورِ گردوں اک نہ اک صدمہ کسی پر ڈالتا	〃
ہے خدا کا عہد سے ہی دنیا کا دستور ہی	〃
بود و نابود ہوا، ہوتا ہوا، ہو جائیگا	فیض
انقلاب دہر کا جب رنگ دیکھا غور سے	〃
پیر کا آئینہ ہوا ہے کیا	〃
چرخ کی دونی کا ہے	〃
سب کی آج اور کل ہے	〃
کبھی گردا ہے کبھی	〃
جہاں میں حال اوری کا	قلق
دونی ہے نہیں	〃
اب وہ مفقود ہے	〃
ہے زمانے کا	〃
دونی ہے نہیں	〃
ہے زمانہ کا	〃
سجدے میں سونی ہیں	〃
ہے انقلاب عالم	〃
ہے جو زمیں کے	〃
ہے کشتِ فیض	〃
ہیں جا	〃
کس کا خاک	〃

انقلاب			
کیا خاک جاؤں جانب گلشن میں اے صبا	سیمیں	وہ گل نہیں رہے وہ گلستاں نہیں رہا	قربان
ہر دم نئی ہے صورت ہر دم نیا ہے نقشہ		کیا ایک کو بنایا اور ایک کو بگاڑا	کمال
نہ گل ہیں اب نہ وہ ساقی نہ مے پرستی ہے		چشمِ حسیں میں مینہ کے عوض بیکسی برستی ہے	گویا
کوئی شے نہیں ایک صورت پہ رہتی		برابر حدوث و قدم دیکھتے ہیں	منتہی
جس جگہ چلتے تھے کل جامِ شراب		آج واں الٹا ہوا پیمانہ ہے	〃
یہی ہے انقلاب عبرت افزا		یہی جو پیر ہیں پہلے جواں تھے	مہر
کل وہاں ہوگا گورِ غریباں کا مقام		آج جس جا پر بنا قصرِ امیر انہ ہوا	〃
جہاں پہ جشن تھا کل شب کو، صبح کے ہوتے		وہاں نہ چنگ نظر آیا نے رباب ملا	〃
اس قدر خونِ سفید اب تو زمانہ کا ہوا		کچھ تعجب نہیں پیدا ہوں اگر بالِ سفید	〃
جمشید کا بھی جام ہے کسریٰ کے طاق پر		کس کس کے دورِ چرخ میں ساغر چھلک گئے	〃
ساقی وہ آج ہے نہ وہ پیمانہ آج ہے		جو کل کا ماجرا تھا سو افسانہ آج ہے	〃
کل پہنے ہونگے وہ کفنی صورتِ گدا		جن کے گلوں میں خلعتِ شاہانہ آج ہے	〃
مرغانِ چمن آج جو قیدی قفس میں ہیں		افسوس کہ کل رونقِ گلزار یہی تھے	
بہتیرے پھول رونقِ باغِ جہاں ہوئے		لیکن بہار آج ہوئے کل خزاں ہوئے	〃
تیمور و نغفور سے ہیں بے سر و پا سیکڑوں		پایۂ تخت اب کہاں ہے کس کے سر پر تاج ہے	〃
رہی نہ یاروں میں مہرباری نہ دوستداروں میں دوستداری	سیمیں	بدل گیا ہے نظامِ عالم نہ وہ فلک ہے نہ وہ زمین ہے	〃
یہ ٹھوکریں ہیں انھیں کے سنبھالنے کے لئے		غلط ہے جو گلۂ روزگار کرتے ہیں	〃
بیگانہ سمجھا تھا ہم نے جن کو وہ آج دشمن بنے ہوئے ہیں		عزیز جانا تھا جن کو کل تک وہ آج رہزن بنے ہوئے ہیں	〃
قیام اصلا نہیں ہے ایک حالت پر کسی شے کو		ابھی کچھ جان ہے اور دم کے دم میں اور حالت ہے	مہر
بہت دیکھے امیر اب بھیک بھی مانگے نہیں ملتی		بہت دیکھے فقیروں کو امارت اور صدارت ہے	〃
جنھیں عزت کے دعوے تھے وہ ہیں خاک مذلت میں		ذلیل و خوار تھے جو آج ان کو جاہ و عزت ہے	〃
جہاں تھی شہر پہلے اب ہیں وحشت خیز ویرانے		جہاں میدان تھے واں آج شہروں کی عمارت ہے	〃
بزرگ اب وہ کہاں ہیں جن کو پہلے تو نے دیکھا تھا		جواں وہ اب کہاں ہیں یا جن کا قد و قامت ہے	〃
احبا، اقربا، خویش و یگانہ، دوست اور دشمن		جہاں دیکھو وہاں تبدیلِ صورت اور ہیئت ہے	〃
زمانہ اس طرح بدلا ہے پہچانا نہیں جاتا		ہوا پلٹی ہے ایسی دیکھنے والوں کو حیرت ہے	〃
کبھی خود تو بھی بچہ تھا جوانی تو نے پھر دیکھی		ضعیفی اب ہے آگے اور بھی تغیرِ حالت ہے	〃
آنکھوں کے سامنے سے وہ احباب اُٹھ گئے		پہلے جو تھے بزرگ وہ باقی نہیں رہے	〃
کچھ آگے جا چکے ہیں تو پیچھے ہیں کچھ چلے		بدلے ہیں رنگ دھرنے کیا کیا نئے نئے	〃
صبح عشرت ہے وہ نہ شامِ وصال		ہائے کیا ہو گیا زمانے کو	مومن
منقلب ہوتے چلے جاتے ہیں ہر شام و سحر		کون پہنچا تا ہے یہ گردشِ دوراں کو فیض	میکش
کیا خزاں ہے کیسی ہے فصلِ بہار		یاں بہت سے آئے موسم چل بسے	〃
کل جو کہلاتے تھے شاہِ ہفت کشورِ خلق میں		بے نشاں ہیں آج وہ نام و نشاں چھوڑی ہوئے	〃
جن کے نشاں بلند تھے کل اس زمین پر		ڈھونڈھو تو نام کو بھی نہ باقی نشاں رہے	〃

کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سے گئیں	دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا یکبارگی	میر	
اہلِ زمانہ رہتے اک طور پر نہیں ہیں	ہر آن مرتبہ سے اپنے انھیں سفر ہے	〃	
رہی نہ بیخبری عالم میں دورِ خامی ہے	ہزار حیف کمینوں کا چرخ حامی ہے	〃	
ایک سا عالم نہیں رہتا ہے اس عالم کے بیچ	اب جہاں کوئی نہ تھا یاں ایک عالم ہو گیا	〃	
ہیں مکان و سرا و جا خالی	یار سب کوچ کر گئے شاید	〃	
اس عہد کو نہ جانیئے اگلا سا عہد میر	وہ دور اب نہیں وہ زمیں آسمان نہیں	〃	
ہر آن کیا عوض ہے دعا کا بدی ولے	تم کیا کرو بھلے کا زمانہ نہیں رہا	〃	
بنی صورتیں کیسی کیسی بگاڑیں	سمجھتے نہیں ہم فلک کیا کرے ہے	〃	
ہنستے رہتے تھے جو اس گلزار میں شام و سحر	دیدۂ تر ساتھ لے دے لوگ جو شبنم گئے	〃	
باد کے گھوڑے پہ تھے اس باغ کے ساکن سوار	اب کہاں فرہاد و شیریں خسرو و گلگوں کہاں	〃	
چشم و فا خوان زماں سے سادہ ہو سو رکھے میر	قصہ ہے مشہور زمانہ پہلے دونوں بھائی کا	〃	
رسم اٹھ گئی دنیا سے اک بار مروت کی	کیا لوگ زمیں پر ہیں کیسا یہ سماں آیا	〃	
رنگینیٔ زمانے سے خاطر جمع نہ رکھہ	سو رنگ بدلے جاتے ہیں یاں ایک آن میں	〃	
ہوا رنگ بدلے ہے ہر آن میر	زمین و زماں ہر زماں اور ہے	〃	
اک رنگ پر نہ رہنا یاں کا عجب نہیں ہے	کیا کیا نہ رنگ لائے تب یہ جہاں بنایا	〃	
عجب نہیں ہے کمینہ جو کج کلاہ ہوا	اڑھائی روز کو سقا بھی بادشاہ ہوا	مصحفی	
ہزار حیف کہ اب وہ زمانہ آیا ہے	کہ آشنا کو نہیں پاس آشنائی کا		
ہر ایک لحظہ ہے رنگ اس کا مصحفی کچھ اور	زمانہ ایک روش پر علی الدوام نہیں	〃	
زمانے کا چلن یکساں نہیں کچھ	کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ	〃	
لڑکے جواں ہوئے تو جواں پیر ہو چکے	کیا دیکھتا ہے یاں کے تو نقشے بدل گئے	〃	
آج گلزار میں کیا جانے ہوا کیسی ہے	خود بخود رنگ گل و لالہ اڑا جاتا ہے	〃	
دورِ فلک میں سب سے ہنڈولے کی چال ڈھال	کس دن زمانہ باز رہا انقلاب سے	〃	
ہم بھی اس انقلابِ عالم سے	آن میں کچھ ہیں آن میں کچھ ہیں	〃	
کہاں اب وہ فروغِ شمعِ اقبال	پڑا ہے خانہ سلطان اندھیرا	〃	
پست رتبہ بڑھتے ہیں گھٹتے ہیں عالی منزلت	دفترِ ارض و سما زیر و زبر ہونے کو ہے	نیر	
روز بڑھتی جاتی ہے تخفیفِ رزق و عمر میں	دفترِ تقدیرِ عالم مختصر ہونے کو ہے	〃	
اب رنگ تغیر سے بنگیر ہے عالم	مل جاتے تھے سب جس میں وہ صحبت نہیں ملتی	〃	
اہلِ غفلت کہتے تھے یوں ہی رہے گا دورِ عیش	جس کے ضامن مست تھے وہ کارخانہ کیا ہوا	〃	
زمانہ خود یہ بقا و فنا کے پھیر میں ہے	بتا رہے ہیں یہی روز و ماہ و سال مجھے	محب	
جو پار سال سماں تھا کہاں وہ اب کے سال	نئے دکھاتے ہیں کیا رنگ ماہ و سال مجھے	〃	
ایک دن وہ تھا کہ ہم سا نہ مہذب تھا کوئی	آج وحشت میں ہیں بے مثل جہالت کیسی	〃	
پیدا کیا علوم جدیدہ نے انقلاب	دنیا کی دیکھ لیجئے کایا پلٹ گئی	〃	
کہوں کیا انقلاب اس وقت میں یارو زمانہ کا	جسے سب عیب سمجھے تھے سو نظروں میں ہنر ٹھہرا	〃	

انقلاب

اب کہاں وہ وضعِ قوم و قبیلہ دیکھیے جو سنا افسانہ تھا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
نہیں ممکن رہیں اک حال پر ہم
زمانے کو نہیں ہے ایک حالت ہر گھڑی ہے
بدلتے ہیں جہاں کی کل ہندی تھی دھاک
شیری جانی کی ثابت ہوا
انقلاب دہر ہے کس خانہ برباد کا
کہ ہے چین آرہی اختلاف سے زمانہ کا
اس چین کی شاد کس کو ہے دہر میں
دنیا میں کب کسی کو ہے کہ نہ ہے
مخمور نہیں ہے ایک حال پر انسان کہیں
دولاب کی مانند یہ چرخی ہے زمیں
کس چیز کو عالم میں ہے ثبات قسم
گردش میں ہیں ذرات سب سے
محفل جہاں تھے بہار کے جلسے
ہیں ریزہ خزاں کا ہے آج
رنگ اہل جہاں کا ہے
سب ہی دشمن ہے جگر یار ہے آج
وہاں نعیم

انتظام			
	نصیر	وہاں منعم کو ہے فکرِ قیام جاوداں ہر دم چھوڑتی ایک کو یہ گردشِ ایام نہیں عزیزوں کو نا آشنا دیکھتے ہیں محفوظ جو بادِ خزاں سے ہو یک قلم	یہاں رنگت زمانے کی بدل جاتی ہے ہر دم میں روئے جام کو کیا جم ہی کا اب نام نہیں زمانے کی بے ڈھب ہوا دیکھتے ہیں ایسا نہ کوئی باغِ جہاں میں شجر ہوا	مجروح 〃 〃 ماہ
	〃	فصلِ بہار گزری غرض بوستاں سے کیا گل و بلبل کا دو دن میں مٹا نام و نشان کیسا	اے عندلیب باغ سے اب آشیاں اُٹھا بہار آتے ہی گلشن میں ہوا دورِ خزاں کیسا	〃 〃
	〃	باغ عالم میں چلی کیسی ہوائے انقلاب یاد آجاتی ہے پیری میں جوانی مجھ کو	عیب کہتے تھے جسے یاروں کا جوہر ہو گیا جب کہیں نام بہار اور خزاں آتا ہے	〃 〃
	〃	آ گئے اب دن خزاں کے ہو گیا پت جھڑ تمام زیست میں اپنے ہوئے مقبول کیا کیا انقلاب	بوئے گل کچھ بھی نہیں رنگ خزاں کچھ بھی نہیں تھے جو شیدا کل کسی پر آج واں کچھ بھی نہیں	مقبول 〃
	〃	دو دن میں خزاں باغ کی کر دے گی صفائی ایک ہی گردش میں کیا کیجئے جہاں کا اعتبار	اچھا نہیں آپس میں ملال گل و بلبل کاسۂ سر تھا کہیں افتادہ جامِ جم کہیں	مضطر مسکین
	نور	انقلابِ دہر کا یارو گلہ کیا کیجئے یہی گردش رہی گر آسمان کی	دوست اپنا جسکو جانا صاف دشمن ہو گیا بدل جائیں گی تقدیریں جہاں کی	〃 نواب
	منکسر	دیکھتے دیکھتے بدلتا ہے کیا پست مکاں کیا یہ ہوا دار مکاں ہے	کچھ عجب رنگ ہے زمانے کا ایک اینٹ بھی ڈھونڈھے کہیں آنے کی نہیں ہاتھ	نظیر 〃
		کہاں وہ کیقبادی کا خزانہ رہتی نہیں ہمیشہ دنیا کی ایک حالت	کہاں وہ مے وہ جام خسروانہ دو دن کی چاندنی ہے پھر اس کے ظلمت	〃 نوح
		نشاط دیکھ لو تم انقلابِ دوراں کو	ہے روز شب کیلئے شام ہے سحر کیلئے	نشاط
	〃	بلبل کبھی نالاں ہے تو گل ہے کبھی خنداں کبھی خنداں ہے گل اس میں کبھی گریاں ہے بلبل	دیکھا ہے سدا رنگ نیا باغ جہاں کا حال یکساں نہیں رہتا چمن دنیا کا	ناسخ 〃
		تعجب کچھ نہیں ہے انقلابِ دہر سے اس کا کل جہاں چاوش کرتے تھے صلائے دور باش	بنائیں کاسۂ سائل اگر سلطان کی گل کا غیر شیر و گرگ آج اس جا کوئی دربان نہیں	ناسخ 〃
	نسیم	کل تلک آراستہ دیکھی ہے جس جا بزم رقص دم دبا جاتے تھے جن کے سامنے شیر ژیاں	آج واں کوئی بگولوں کے سوا قصان نہیں غیر روباہ و شغال اب ان کے ایواں میں نہیں	〃 〃
		دو روز ایک وضع پہ رنگ جہاں نہیں خرابی ایک کی تو دوسرے کی یاں ہے آبادی	وہ کونسا چمن ہے کہ جس کو خزاں نہیں بناتا ہے فلک تربت گرا کر خانۂ تن کو	〃 〃
	وزیر	خاک سر پر ہے مہر و مہ پامال طاقِ کسریٰ میں تزلزل آگیا ہے ایک بار	اے فلک روز انقلاب ہوا تربتِ کسریٰ میں اب کے زلزلہ ہو جائیگا	〃 〃
		ہو گیا کیوں زر و ناسخ کیا کہوں ہر قوی کو چرخ کرتا ہے ضعیف	ہے زمانہ کا عجب اے یار رنگ مار بھی اک دن غذائے مور ہے	〃 〃
		مثلِ سبوئے بادہ خرابات دہر میں گردش چرخ نہیں کم ہے ہنڈولے سے کہ مہر	خالی وہ گھر ہیں آج جو تھے کل بھرے ہوئے شام کو ماہ ہے اونچا وہ سحر ہے نیچا	〃 نصیر

گردش میں آسیائے فلک کی جو آگیا
ناداں و دانا دانہ کے مانند دَل گیا

گردشِ گردوں سے اب امید راحت ہے عبث
پی گئے سب بادہ کش خالی یہ مینا ہو گیا

کیا انقلاب ہے کہ جو تھے صاحبِ کلاہ
پھرتے ہیں دربدر لئے کاسہ سوال کا

کیا انقلاب ہے کہ جو تھے صاحبِ نشان
باقی نہیں ہے ان کا نشان مزار آج

کیا پیرِ آسماں ہے کوئی طفل واسطی
کیا کیا بنا رہا ہے گھروندے بگاڑ کر

وہ تاجور کہ جن کے مکاں تھے فلک شکوہ
باقی نہیں ہے ان کے نشانِ مزار تک

کل تک تھا تاجِ دولت جن کے سر پر واسطی
آج وہ کاسہ لئے پھرتے ہیں در در ہاتھ میں

عجب دَورِ فلک ہے واہ کیا الٹا زمانہ ہے
ہوئے بیگانے اپنے آشنا نا آشنا ٹھہرے

پوچھتا کوئی نہیں دَردِ بٹانا کیسا
نہیں معلوم یہ آیا ہے زمانہ کیسا

غور سے دیکھ ذرا یہ کہیں حربا تو نہیں
دمبدم رنگ بدلتا ہے زمانہ کیسا

پوچھتا کوئی نہیں بات بھی ان کی افسوس
قیس اس عہد کے جن کا تھا زمانہ کیسا

کیا دہر میں ہے گردشِ گردوں سے انقلاب
آباد تھا جو کل ہے وہی گھر خراب آج

اے واسطی اللہ ری افلاک کی گردش
ہر دم ہے نئی عالمِ ایجاد کی صورت

منعم فقیر ہوتے ہیں درویش بادشاہ
دورِ فلک سے دیکھتے ہیں انقلاب روز

معلوم ہوا ہم کو کہ حسرت ہے زمانہ
ہر وقت بدلتا ہے یہ کم بخت نیا رنگ

گریہی ہے گردشِ افلاک سے نیرنگیاں
ہم تو کیا ہیں سیکڑوں سلطان گدا ہو جائینگے

ہوا صاف گلشن خزاں سے اجڑ کر
ملے خاک میں پھول پھل پات جھڑ کر

نہ دی زمانہ نے گردش سے ایک دم مہلت
ہر ایک سانس قدم ہے رہِ فنا کے لئے

ناموافق ہے زمانہ کی ہوا ہر ایک سے
آج تک تو یہی ہم نے سنا ہر ایک سے

گاہے بہار گاہ ہے خزاں گل کے بعد خار
عبرت نہ کیوں ہو رنگِ گلستان کو دیکھکر

رنگ رہتا ہے بدلتا یہ جہاں کیا باعث
ہے گہے موسمِ گل گاہ خزاں کیا باعث

اعتبار رنج ہے کچھ ہے نہ راحت کو قیام
ہے تغیر راست دن اے دل زمانے کے لئے

دوستوں میں نہ رہی مہر و محبت ہمدم
خون عالم ہوا از گردشِ ایام سفید

دورۂ روز و شب سے ظاہر ہے
ہے زمانے کا انقلاب ہنوز

ملے ہیں آج دَورِ چرخ سے سب خاک میں کل تک
کوئی اورنگ زیبی تھا کوئی دارا شکوہی تھا

کل جو تھے دوست آج ہیں دشمن
کچھ عجب دَور ہے زمانے کا

انتقام

ستانے والے بھی آخر ستائے جاتے ہیں
میں بیقرار ہوں کیا چرخ بیقرار نہیں

کام آئے گا نہ کچھ زور جوانی وقت نزع
انتقام آخر کو لے گی ناتوانی وقت نزع

گل سینہ چاک خندۂ بے جا سے ہو گیا
موجود ہے جہاں میں سزا ہر قصور کی

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کر اس ہاتھ ملیاں سودا دست بدستی ہے

وقار
واسطی
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
وجاہت
وفا
ہوش
〃
〃
ہنر ور
ہمدم
یکتا
〃

برق
جرار
فدا
نظیر

بخل

اسیر	انما اموالکم کو بھول بیٹھے ہیں مگر توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی خدا دیوے پسر تو قابلِ تحسین دے ورنہ فرزند اس زمانے میں کب ہو پدر سے صاف	وہ بشر جو پاے بند مال اور اولاد ہیں دنیا میں گرانبار ئی اولاد غضب ہے پدر ہو مور و لغزیں جو ناہنجار پیدا ہو آئینہ کو ہے سنگ سے ہونا صفا عجیب
خوشدل ذوق سودا 〃		

بخل

اسیر 〃 〃 〃

بات ہی رہ گئی سچ ہے یہ دنی کیا دیتا — اشک
کوڑی خدا کی راہ میں دیتے نہیں بخیل — ″
دولت جو ہے بخیل کی اوروں کا مال ہے — ″
کم بضاعت سے خیالِ خام ہے کثرت کو فیض — ″
افسوس اٹھا کے سر پہ نہ لے جائے گا کوئی — افسوس
کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے — انشا

ہر چند اس کے مال سے کچھ واسطہ نہ ہو — اسمٰعیل
جس سے نہ انتفاع ہو انبائے جنس کو — ″
دیکھے مال کار بخیلاں جو زیرِ خاک — بحر
خزانہ جمع نہ کر حال دیکھ قارون کا — ″
کسی ممسک سے نہ رکھ داد و دہش کی امید — ″
بخیلی اس سعادت میں مقدر کی ہے محرومی — ″
آج تک نعمتِ افلاک سے محروم ہوں میں — ″
اژدھا بن کے خزانے پہ نہ بیٹھ اے ممسک — ″
جمع زر کس واسطے تقلید قارون کس لئے — ″
کیوں باندھے ہو مال کے پشتارے بخیلو — ″
فائدہ کیا ہے جو ممسک کو ہو دنیا میں عروج — ″
کھلا رہا ہے مجھے میرا گوشت پیرِ فلک — ″
اگر جہاں سے تیرا سفر ہوا اے ممسک — ″
ممسک کے لئے بار ہے زر صورتِ قارون — ″
کام جو آئے نہ اپنا مال وہ بے کار ہے — ″
منعم بے فیض کی یارو ہے کچھ ایسی مثال — ″
خبر ہو سب کو کہ مر کے مال جمع کیا — ″
گو زندگی میں ہاتھ اٹھا کر دیا نہیں — ″
بخیلوں سے دنیا نہیں چھوٹتی — ″

مالدار بے کرم سے روح کو راحت محال — تجمل
یک رنگ بخل چرخ سے فرشِ زمیں نہیں — ″
قطع کے قابل ہے باغِ دہر میں دستِ بخیل — ″
مالِ دنی سے کوئی کیا فیض یاب ہوگا — ″
جو ایک حبہ کسی کو نہ دے بخیلی سے — ″
غنچہ سے مت امید کشائش کوئی رکھے — ″
جمع قارون نے کئے تھے مال سے چالیس گنج — ″
کیوں نہ ہو اے مسک باراں کیوں نہیں دیتا زکوٰۃ — ″

آسماں سے ہیں کسی چیز کا سائل نہ ہوا — تراب
رکھ جاتے ہیں زمیں میں خزانوں کو گاڑ کر — ″
لے جائیں گے زمیں سے خزانے اکھاڑ کر — ″
اکتفا کرتا نہیں لشکر کو پانی چاہ کا — ″
ہو مانہ ہونا ایک ہے دنیا کے مال کا — ″
وہ تو بیچاری آپ ننگی ہے — ″

پھر بھی برا ہی کہتی ہے خلقت بخیل کو — ″
فردِ ردی ہے دفترِ لیل و نہار میں — ″
قارون کرز کرز کے خزانہ اچھال دے — ″
زمانہ وہ ہے کہ بے گار بادشاہ چلے — ″
کھولنا اپنی گرہ گانٹھ گھر کیا جانے — ″
خدا کے ہاتھ میں دنیا ہے دنیا دستِ سائل میں — ″
میرا حصہ نظر آتا نہیں ان خوانوں میں — ″
ہاتھ میں زر نہیں رہتا ید بیضا ہو کر — ″
بوجھ لیتے ہیں عبث اہلِ جہاں بالائے سر — ″
کل زادِ سفر بھی ہے تمہیں وقتِ سفر بار — ″
خرمنِ مہ سے کبھی حاصل نہ اک دانہ ہوا — ″
عجب بخیل کے گھر میں میں میہمان ہوا — ″
خزانہ سر پہ اٹھا بغل میں گھر لینا — ″

سر پر جو اٹھاتا ہے اٹھانا نہیں ملتا — برق
خاک سے بدتر زمین میں گوہرِ شہوار ہے — ″
صورتِ مزدور اس نے بوجھ اٹھا کر رکھ دیا — پرتو
مزار چاہئے ممسک کو سنگِ مرمر کا — ″
دنیا سے خالی ہاتھ ہی زردار اٹھ گیا — ″
لگی رہتی ہے مر کے دولت میں روح — تجمل

بوے نافہ دے نہیں سکتا ہرن تصویر کا — ″
دیکھا تو چاندنی بھی کہیں ہے کہیں نہیں — ″
واقعی شاخِ نہال بے ثمر سے کم نہیں — ″
طالب نہیں فلک سے میں خلعتِ کفن کا — ″

وہ مال و ملک فراواں کیا کسی کو دے — تراب
کیا دے گا وہ کسی کو جو خود تنگ دست ہے — ″
بخل نے غارت کیا کیسا ہوا برباد ہے — ″
ہے برا انجام بخل و مالداری ہائے ہائے — ″

بخل

بخل کے مارے ہوا ہے مفلسی میں مبتلا — تراب
بخل کیا قارون میں میں نے سیم و زر دیئے — ″
دیکھ لی قارون نے بخل خزانہ کا امیر — ″
بخل اور حرص نے جب دست کر مفلس کئے — تباقب
بخل کا انجام ہے تنگی و محنت کاٹنا — ″
گر زمین و دور میں برابر کا ہے شریک — ″
ممسک کے مال و زر میں ہے غنیم بھی — ″
بیکار لفظ غیر ہے کس کے باقی بعد وں بھی — ″
نشانی جمع و دولت کی ہے صندوقی بنانے میں — ″
جہاں میں بر تبک منعم کی ہے ممسک — ″
زر تھا جب اس کے جمع کرایا اس کو — جنون
ہوش میں آ کے کرتے ہیں جو ممسک صورت قارون — ″
فراہم مال کرتے ہیں سمیٹ پیار دولت کا — ″
گئے دنیا سے دنیا ہے سمیٹ طینت ہوئی — جنون
بخیل کی طرح خلقت طینت ہوئی — ″
جب کی قارون کی طرح سمیٹی دولت ہوئی — جویا
خاک بھی صرف نہ ہوئی ممسک کا دولت — ″
مال کا رکھ ممسک ہے بیچیں سے — ″
ممسک کو چھوڑتے ہیں اب سے — حیرت
ممسک کو چھوڑتے ہیں اب سے — ″
سرد و دور خست نبو نا بدار — ″
کہیں تا جہاں میں قسمیں کا گلزار — ″
رکھتا نہیں

بخیل			
	فدا	رکھتا نہیں چھپا کے تہ خاک مال وزر	ملتی ہے خاک میں یہ کمائی بخیل کی	خلیل
		جو خود نہ کھا سکے وہ کھلائے کسی کو کیا	رہتا ہے رات دن درِ گنج لئیم بند	داغ
		قارون کے مزاج میں کس درجہ بخل تھا	دولت سے فائدہ نہیں ہوتا بخیل کو	〃
		قاروں اٹھا کے سر پہ سنا گنج لے چلا		
		دنیا سے کیا بخیل بجز رنج لے چلا		ذوق
	قدر	نہ بڑھا سامنے اعلیٰ کے کبھی دست سوال	پنجۂ مہر نہیں دینے کا سونا اپنا	سحر
		جب چلی ارسال کچھ تحصیل ملک دہر سے	ایک بیگاری ملا قارون اٹھانے کے لئے	〃
		تعریف لاکھ کیجئے خوانِ بخیل کی	ہے آشنائے بخل طبیعت بخیل کی	سفیر
		زیں ٹوٹتا جاتا ہے پاؤں سے قارون	ہوس نہ بعد فنا بھی گئی دفینوں کی	〃
		امید ہو تو کیا ہو امیروں سے اے سفیر	سب کچھ ہی پر یہ صاحب جود و کرم نہیں	〃
	〃	کیا غم ہے جو بخیل کو دست عطا نہیں	دینے کے واسطے ہیں ہزاروں خدا کے ہاتھ	سعید
		دانہ دانہ پہ نظر رکھتا ہے کم بخت بخیل	خوشہ جس نے دیا پانی اسے خرمن دیکھا	〃
		دانہ دانہ پہ نظر رکھتا ہے کم بخت بخیل	غور کر اس کو کہ جو سیکڑوں من دیتا ہے	〃
	حق	قارون کا حال اہلِ جہاں پر ہے منکشف	ہرگز نہ جمع کیجئے مال اور درم بہت	شہید
		نہ سخاوت میں اٹھے اور نہ شجاعت میں بڑھے	محض بیکار رہے بخل سے زردار کے ہاتھ	شفق
		واقعی ہے بتر بہائم سے	کام میں جو بشر نہیں آتا	〃
	قاسم	خدنگ بخل نے ایسا بخیلوں کے کیا زخمی	دل سائل نگینہ ہو گیا ہے نام حاتم کا	صابر
		داغ دے گا وہی درہم تجھے محشر میں بخیل	کہ جو گوہر دہن کاسۂ سائل نہ ہوا	〃
		سائل جواب پاتے ہیں فوراً بجائے زر	سچ پوچھئے تو نام سخی ہے بخیل کا	طاہر
	〃	مال بخیل سے ہے امید بھی عبث	کچھ کیسۂ فلک میں نہیں ہے سوائے داغ	ظہیر
		غنچہ کی مٹھی میں زر ہے پر نہیں دستِ کرم	تنگیٔ دل اور ہے اور تنگدستی اور ہے	ظفر
	=	خزانوں سے صدا ای ممسکو آتی ہے یہ ہر دم	سخی کے ہاتھ آکر ایک دن ہو جائیں ہم خالی	عاشق
		قدر ممسک کو سولہ ہے جان سے بھی مال کی	باغ میں دیکھو گلوں کے پاس زر ہے دل نہیں	〃
		تنگدل سے غیر کو راحت نہیں ہوتی کبھی	غنچۂ گل بلبلوں کا آستاں ہوتا نہیں	〃
		الٰہی دور بخیلوں کا جائے دنیا سے	کریں جو ایک ملازم ہزار ہا موقوف	〃
	-	پھر نکلتا ہے بخیلوں کا بھلا کیسہ سے	رکھتے ہیں داغ بنا کر یہی پیسہ دل میں	〃
		عاشق ان کو چشمِ رحمت سے نہ دیکھیگا کریم	چشم پوشی کرتے ہیں سائل سے جو مقدور پر	〃
		چیرا صدف کے پیٹ کو موتی کے واسطے	جان عزیز کھوئی ہے ممسک کے مال نے	〃
	نمیر	پھٹتا ہے دل بخیل کا کھلتی ہے جب گرہ		
		یہ مثلِ غنچہ فائدہ ہے جمع مال کا		عزیز
گنج قاروں		تہیدستی کا وقتِ مرگ کر ہرگز نہ اندیشہ	بہت سا جمع زیرِ خاک قاروں کا خزانہ ہے	فیض
		دشمنِ جان بخیلاں ہے محبت مال کی	گڑ گیا مٹی میں قارون گنج و سیم و زر سمیت	〃
		قارون فدا بخیل تھا بدنام مر گیا	تحت الثرے کے واسطے سب گنج دھر گیا	فدا

بخل

گنج قارون کا سایاں کس کے کنے تھا سو میر
خاک میں ملتا ہے اب تک اپنے مال و زر سمیت
میر

رنج و تعب میں مرتے دیکھے ہم نے ممسک و دولتمند
جی کے بھی عبث جاتے ہیں ان لوگوں کے زر کے زر
〃

یاں تک رواج بخل ہوا ہے زمانے میں
اب اعتبار قصۂ حاتم نہیں رہا
مہر

بخیل اب کے زمانے کے بے حیا بھی ہیں
وگرنہ صورت قارون ہر ایک گڑ جاتا
〃

قارون کو آج تک سوئے پستی رجوع ہے
ہوں گے بلند حوصلہ یہ مالدار کب
〃

حال قاروں کا سب کو ہے معلوم
خاک منعم تلاشِ زر کیجئے
〃

مثال سرو جو بے فیض و بے ثمر ہیں محب
کریں گے خاک وہ اس باغ میں نہال مجھے
محب

افسوس ہیں یہ اہل و دل کیا ہی دنی
دیتے نہیں یہ قوم کو پھوٹی کوڑی
〃

کیا فائدہ تو صاحبِ دولت ہے کہ تخت
بے فیض سے ہو جاتی ہے نفرت یک لخت
〃

بخیل کو نہیں گنج سے جز رنج نصیب
غیروں کے لئے جوڑ کے دھر جاتا ہے
〃

ملنے کو خاک ہی میں بخیلوں کا مال ہے
دیکھو تو ہو کسیکو بھی غنچہ کے در سے فیض
مومن

ہے چرخ سے امید کشایش ہمیں عبث
کس کو ہوا ہے خانۂ وابستہ در سے فیض
〃

فیض کی امید رکھ اس سے نہ جو کنجوس ہے
شہد کیا دے اور کو جو آپ مکھی چوس ہے
شرقی

کوڑی کوڑی پہ کبھی دانت نہ رکھنا اے دل
ہڈیاں تو نہ چبانا سگ دنیا ہو کر
منتہی

حال قاروں پہ نظر کر تو ذرا او منعم
خاک حاصل نہ ہوا مائلِ دنیا ہو کر
〃

تہیدست جانے کا یاں سے نہ غم کھا
زمیں کے تلے تو خزانے بہت ہیں
مصحفی

ان منعموں کے ہاتھ سے طرز دہش گئی
چشم حیا اندھی ہوئی مکھیں مروت مر گئی
〃

ہوا یہ حضرتِ قارون کے بخل کا انجام
کہ نقد ذات تلک داخلِ خزانہ ہوا
ماہر

ہیں بخیلانِ جہاں بھی کوئی غنچہ شاید
ٹکڑے دل ہوتے ہیں مٹی سے جو زر دیتے ہیں
〃

بیکار ہے قارون کی طرح ہو جو زر و مال
دولت ہی تو کس کام کی ہے دل تو نہیں ہے
ماہ

اس نے قارون کو ذلیل کیا
مال دنیا نہ کر تو ناداں جمع
مضطر

قارون حرص بخل سے سمجھا نہ ہائے یہ
تحت الثرا مقام بنا ہے بخیل کا
〃

جیسے بے فیض پا تو اس کا سر کاٹ
نہال بے گل و برگ و ثمر کاٹ
محو

او تنگ دل یہ ہاتھ خزانے کا سانپ ہے
افعی کی کیچلی ہے تری آستیں نہیں
نظمی

ہے گرہ میں قابل نقصان متاعِ ممسکاں
تنگ چشمی سے نہ کیونکر آبِ گوہر خشک ہو
ناسخ

زینتِ ظاہر کے جو پابند ہیں بے فیض ہیں
کس کو دنیا میں ملا سونا دُمِ طاؤس کا
〃

جو خونریزی کی عادت رکھتے ہیں بے فیض ہوتے ہیں
کہاں ملتی ہے سائل کو کبھی کوڑی کٹاری سے
〃

اگر ایسی ہے ان اہل و دل کی پستیٔ ہمت
یقین ہے رفتہ رفتہ لیں گے سر پر گنج قاروں کو
〃

پستیٔ ہمت سے بچتا ہے کوئی مال بخیل
زد رسے اہل جہاں لیتے ہیں آبِ چاہ کو
〃

کوئی مر جائے تو ممسک ہاتھ سے مٹی نہ دے
خود جو ہو بیمار تو اکر ورق کھا جائے زر
〃

چلے دنیا سے عبث گاڑ کے زر خاک میں آپ
آئے گا خاک نہ میراث میں اولاد کے ہاتھ
〃

بخل جتنا ہے زیادہ جود اتنا کم ہوا
آج تک پیدا نہ کوئی دوسرا حاتم ہوا
〃

بخل سے کام نہ لے جود و سخا اختر ہے
بخل سے ہاتھ اٹھا لینا ہی بہتر ہے
ناسخ

بخل سے ہاتھ اٹھا لینا ہی بہتر ہے
بخل سے ہاتھ اٹھا لینا ہی بہتر ہے
〃

بد طبعی

شفق	گو جام جسم و کاسۂ نغفور گئے آ ۔	قارون بھی گیا لے زر و دینار کی حسرت	نصیر
	اس کی دولت سے کوئی ہوتا نہیں ہے منتفع	منعم بے فیض گویا ابر ہے تصویر کا	نواب
	قاروں تو لے گیا مگر اس عہد کے بخیل	جائیں گے اپنا اپنا یہیں سب خزانہ چھوڑ	وقار
مضطر	جس کی گات اچھی نہ ہو وہ گل تر کچھ بھی نہیں	گر شجر میں نہ ہوں خوشرنگ ثمر کچھ بھی نہیں	"
	جمع مال و زر سے کیا اے منعمو تم پاؤ گے	مثل قارون ایک دن یہ بار سر ہو جائیگا	واسطی
	اے حریصو جمع مال و زر سے توبہ چاہیے	صورت قاروں نہ تم کو بھی کرے معتوب گنج	"
	فیض ناممکن ہے دولت لاکھ منعم کو ملے	دل اگر نامرد ہے تلوار سے کیا فائدہ	"
عاجز	کسو کے کام نہ آوے بخیل کا پیسہ	کہ گنج قارون کا ہے رائیگاں زمین کے تلے	ہمدم
	زراندوزی سے اے منعم یہ کہہ کیا حاصل	ابد تک تو نہ ملعون خلائق مثل قارون ہو	"
	مال ہی جی میں رکھے ہے بعد مرنے کے بخیل	کیا عجب گر گنج کے ہمراہ ہو قارون کی روح	"
غافل	کہاں ہو فیض بر مفلس کوئی ممسک تو نگر سے	نہ رشتہ کا کبھی ہو خشک لب تر آب گوہر سے	"
	کیوں نہ روشن ہو کہ ہیں بے فیض کل اہل فلک	جب ہمیشہ چشمۂ خورشید خاور خشک ہو	ہوش
	تمام روشن جس کا دنیا میں ہے وہ بے فیض ہے	چشمۂ خورشید میں دیکھا نہ بہر نام نم	"
فدا	جو سر بلند ہیں بحر جہاں میں ہیں بے فیض	مدام آب سے خالی حباب ہوتا ہے	"
	منعم ممسک سے ہو کس طرح مفلس فیض یاب	آب گوہر تشنہ کو کب آب جو ہو جائیگا	"

بد خُلقی

	بدمزاجوں کو صفائی کبھی کی کیا پسند	ہو دہن جب تلخ پانی کا مزہ ملتا نہیں	اسیر
	خود جو کج ہیں تو کبھی سے محبت ان کو	کج اداؤں سے بدلتی نہیں تیور ابرو	"
	جمع ہوں اک جا جو بد باطن تو پیدا ہوں فساد	درد پیدا ہو جو معدہ امتلا پیدا کرے	"
	حبیب بے مروت سے ہے عرض حال لاحاصل	نہ بخشے نفع ہرگز کوٹنا کچھ سر دآہن کا	آتش
	جس میں کہ خشونت ہو کبھی اس سے نہ ملیے	ملے تو کیجئے حرف خشن نذر پکڑ کر	انشا
	کجی طبیعت کج فہم سے ہو تب منفک	کسی دوا سے دم کج کی گر کجی نکلے	"
گویا	بات جو کہنی ہو منہ پر کہے پیچھے نہ کہے	آدمی چاہیے آئینہ کی خصلت رکھے	بحر
	دوستوں سے ہے جنہیں بغض عجب لوگ ہیں وہ	ہم تو دشمن سے بھی رکھتے نہیں کینہ دل میں	"
	کانوں سے سینگے نہ کبھی ہم سخن بد	جب تک ہے زباں اپنی بری بات سے محفوظ	"
ناسخ	نیک ممتاز جہاں ہے بد ذلیل خلق ہے	خاک کی جا زیر پا گل کا مکاں بالائے سر	"
	بد میں جو کوٹ کوٹ کے نیکی بھری تو کیا	چینی کی آب و تاب نہ ہوگی سفال میں	"
	وہ بے تمیز ہے نا اہل ہے بلاشبہ	جسے تمیز نہ ہو اہل امتیاز کے ساتھ	تراب
	اس چمن میں پھولتے پھلتے نہیں وحشی مزاج	خام کو بھی شاخ آہو بار ور ہوتی نہیں	تسلیم
	سمجھے اس سے کیا جس کی رگ رگ میں ہے	حسد، بغض، کینہ، عداوت، عتاب	جنون
	خبث چھپ سکتا نہیں ہرگز خبیثوں کا کبھی	پیٹ میں جیسے نہیں رہتی غذا بگڑی ہوئی	حیرت

کج طینتوں کو خاک ہو صحبت سے استی
عادت بے سود کھو دیتی ہے آنکھوں سے وقار

ناسخ

تھا اثر دعا بھی ساتھ پیمبر کے غار میں
کچھ اثر رکھتا نہیں خنداں لب سوفار کا

نسیم

بد قسمتی

نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو
رنج لکھا ہے نصیبوں میں مرے راحت سے
اس قدر مجھ سے زمانہ کی ہوا ہے برخلاف
کہوں کیا ہوی عمر کیونکر بسر
مزہ ملتا نہیں نعمت سے اپنی بدنصیبوں کو
کیا کیا بہاریں آئیں کیا کیا درخت پھولے
دوست جو اپنا تھا دشمن ہوگیا
ساتھ وسعت کے ہے ہر چند جہاں رہنے کو
باغ جہاں میں کیا کہوں کیا حال ہے مرا
جلا میں شمع کے مانند عمر بھر خاموش
مزرع عالم میں مجھ سا سوختہ قسمت کہاں
عیش میں سوختہ بختوں کو ہے اندوہ نصیب
ازل سے ہے یاں تیرہ بختی امیر
باغ جہاں میں سیر کو آئے لیکن ساتھ ہے قسمت بد بھی
چرخ مخالف بخت ہے واثروں کوئی نہیں امید کی صورت
بری ہو نہ قسمت الٰہی کسی کی
نہ چونکا مرا بخت خفتہ امیر
جہاں کو فیض ہے مجھ سے میں قید کلفت میں
مرگ کے بعد بھی ہے تیرگی بخت ایسی
پھینکدو کاٹ کے جڑ نخل تمنا کی امیر
واثر و فی قسمت کی یہ ہے نام میں تاثیر
طالع واثروں سے دکھلاتی دعا الٹا اثر
جستجو رہتی ہے دولت کا پتہ ملتا نہیں
تھی مگر ساعت مریخ میں خلقت میری
شور بختی کے سبب عیش سے واقف نہیں ہم
رکھتے نہیں تمیز بد و نیک خفتہ بخت
ہوں وہ بدقسمت کہ کوئی خاک کے مولوں نہ لے
کیا ہوا مجھ کو اگر حاصل خوش اقبالی نہیں

آتش

ہمیشہ خواب ہی دیکھا کئے چھپر کھٹ کا
خواب میں بھی ہوس مار لئے پھرتی ہے
کیا عجب بوئے حنا ڈالے کفن میں آبلہ
میں جاگا کیا بخت سویا کیا
نہ دیکھا لالۂ داغی کو اک دن نشہ افیوں کا
نخل امید ہم نے پر بار و ر نہ دیکھا
راہبر قسمت سے رہزن ہوگیا
پر ہمیں تو نہیں ملتا ہے مکاں رہنے کو
سوکھی ہوی ہو جیسے درخت کہن کی شاخ
تمام عمر کٹی قصہ مختصر خاموش

امیر

جل گیا قسمت کا میرے خاک میں جو دانہ تھا
شمع کو محفل شادی میں بھی روتے دیکھا
بھلا ہم کو کیا آزمائیگی رات
ہاتھ ہے کوتہ شاخ ہے اونچی پائینگے کیونکر کوئی ثمر ہم
ہاتھ اٹھائیں خاک ڈھاکو بند جو پائیں ب اثر ہم
کہ جو سوجھتی ہے بری سوجھتی ہے
پھنکا صور محشر زمانہ ہوا
مکان میں تو اندھیرا ہے زیر پائے چراغ
کہ کفن کی بھی سفیدی مرے مدفن میں نہیں
پھول کمبخت میں آئے نہ کبھی پھل آئے

امیر

چھپا میں بھی تو الٹا ہی اٹھے نقش نگیں کا
برق گرتی میں اگر باران رحمت مانگتا
سر پھرا کرتا ہے پر ظل ہما ملتا نہیں
دوستی جس سے بڑھائی وہی جلاد ہوا
مے بھی آئے کبھی ساغر میں تو زہر کہ ہوکر
کیا فرق خواہ شال ہو تکیہ میں خواہ پر
بیچنے آئیں زر طالع جو ہم بازار میں
مصلحت سے کوئی کام اللہ کا خالی نہیں

امانت

بد قسمتی
باغ عالم میں ہے مجھ سا کون برگشتہ نصیب
سانپ پیدا ہو جو جڑوں بیخ گلاؤں کو
شکست فاش پر گروں شکست فاش میں
ستارہ ہے ہمارا گردش مستقل مخالف میں
ازل کے دن سے آرام کیا ہے محو حیرانیوں
سیہ غوش پور میں تھا نہ میں دامان مادر میں
آسیا ہوں آسماں ہوں چاک ہوں گردش میں ہوں
گردش ہی گردش ہے مری قسمت میں
دیکھا کئے جہان کے روز انقلاب ہم
ذرہ سے ایک دن نہ ہوئے آفتاب ہم
کی یاراں طلب ہم سے بجلی گری
عجب طالع ہمارے ہیں عجب قسمت پسند ہے
بعد فنا بھی گردش قسمت پسند ہے
مٹی کو میری شیشۂ ساعت پسند ہے
تاج شاہی سے سر فرق جہاں میں محروم
نہ ہوا کام کسی کا نہیں احساں مجھ پر
اپنی قسمت میں سوا غم کے نہیں کچھ شادی
اپنی خلقت ہے کہ جھوٹا بھی نگوں ہو نہ ملا
ہوں وہ بدبخت کہ تو کفن بھی نہ ملا
ہوں وہ بدبخت کہ تو بیچنے بھی نہ ملا

اے سیہ بختی تری تاثیر کے قائل ہیں ہم	بحر	آنکھ ڈالی جس دوشالے پر وہ کمل ہوگیا
محتاجی تقدیر نے آفت سے بچایا		اس باغ میں دیکھی نہ کبھی دام کی صورت
کیا کیا اسے چرخ نے مٹایا		جس چیز کی ہم نے آرزو کی
اشک قسمت جو بری ہو تو ہے بیکار کمال		ہو نہ انسان ہنر پر کبھی نازاں دل میں
راتدن ہے درپے ایذا رسانی چرخ دوں		کر رہا ہے مجھ سے بل میرا مقدر اکطرف
فائدہ کچھ نہیں دنیا میں جو بد قسمت ہیں		اشک ہوتے بھی جو ہم اہل ہنر کیا ہوتا
شومئی قسمت سے شادی مرگ ہو جاؤنگا میں		دیگا خلعت گر کوئی مجھ کو کفن ہو جائے گا
نامرادی جو یہی ہے تو خدا حافظ ہے		بیدلی کا ہے یہی دور تو دنیا کو سلام
رنج و غم کا ہے کو ہستی کے اٹھائے ہوتے		ہم نہ اے کاش عدم سے ادھر آئے ہوتے
باغ کیا شئے ہے کسے کہتے ہیں پرواز چمن		پر نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ صیاد آیا
کلک دبیر چرخ نے اپنے نصیب میں		شادی کا ایک لفظ نہ لکھا سوائے رنج
ہائے اس دار فنا میں کیا اسی صورت سے ہیں		عمر کھوتا جاؤں گا برباد ہوتا جاؤں گا
لطف گلگشت چمن ہم سے نہ پوچھ اے ہمدم		آنکھ جس دن سے کھلی خانۂ زنداں دیکھا
چنگ و مطرب بادہ و ساقی شب مہتاب و یار		ایک دن بھی اے فلک ممکن نہ یہ ساماں ہوا
باغ دنیا میں جب سے کھولی آنکھ		نہیں دیکھی بہار کی صورت
ہر اک کی ٹھوکریں افتادگی نے کھلوائیں		تمام عمر کٹی سنگ رہ گزر کی طرح
سخت رہتا ہوں مکدر جو زمانہ میں ہم		میری تقدیر ہے خاک اور مقدر پتھر
کوئی دنیا میں نہیں میرے برابر تیرہ روز		بخت کا میرے ستارہ خال رخ شام ہے
نہ ہوگا مجھ سا کوئی نامراد دنیا میں		تمام عمر ہوئی پر نہ کامیاب ہوا
کام الجھا کوئی سلجھ نہ سکا		ناخن اپنا گرہ کشا نہ ہوا
افلاک تو یوں پھرنے کو پھرتے ہیں شب و روز		میرا ہی کوئی کام روا ہو نہیں سکتا
دہر سے اے دل عبث ہے شکوۂ رنج و محن		ہے ابھی کیا کیا خدا جانے مری تقدیر میں
خوشی کے بعد گر غم ہو بجا ہے		رہے ہم لمحہ بھر بھی شادماں کب
پھرتے ہیں سات آسماں لیکن		کام اپنا کوئی روا نہ ہوا
ہنسی آتی ہے اب بدقسمتی پر		سیہ بختی کا ہو میری بیاں کب
بدقسمتی سے تو ہی نہ دوڑا و گرنہ یاں		دن رات خوان نعمت الوان لٹا کئے
ہوی یہ برباد زندگانی رہی نہ ہستی کی کچھ نشانی		صبا نے ہر چند خاک چھانی نہ ہاتھ مشت غبار آیا
مری طرف سے یہ غفلت ہے ہم صفیروں کو		چمن سے اڑ کے کبھی ایک پر نہیں آیا
پست بختی نے مجھے محفوظ رکھا شکر ہے		ٹوٹ پڑتا آسماں سر پر جو رفعت مانگتا
خدا جہان میں روز سیہ نہ دکھلائے		ہنوز دور ہے شب رنگ آفتاب گھٹا
برشتہ بخت ہوں میں لطف عیش کیا مجھ کو		شراب آگ رہی کوئلہ کباب رہا
نہیں نا شاد نظر آتے ہیں دلشاد یہاں سب		نہیں اس دور میں برباد ہیں آباد ہیں سب
مجھی کو گردشیں دیتا ہے ہر پھر کر زمانے میں		بنا ہے میری مٹی کے لئے کیا چاک گردوں کا

	امانت
	"
	اشک
	"
	"
	"
	اخگر
	افضل
	انجم
	"
	اکبر
	الور
	"
	"
	"
	"
	آزاد
	احسن
	"
	"
	"
	"
	"
	اسمٰعیل
	بحر
	"
	"
	"
	"
	"
	"
	"

خدا کسی کو نہ روز سیاہ دکھلائے — بحر
ایسی قسمت ہے جو اپنا جو پڑا روشن کروں — "
ہمیں ہیں خار تہی دست باغ عالم میں — "
بدنصیبوں کو جواہر بھی ہیں کنکر پتھر — "
کیا کیا نہ انقلاب کئے آسمان نے — "
رہی عمر بھر بحر طوفان میں — "
تقدیر میں آگ لگ گئی ہے — "
زندگی تلخ ہے برگشتگیٔ قسمت سے — "
آدمی ناسازیٔ تقدیر سے ہے لاعلاج — "
کلیجا چھان ڈالا ہے ستارہ کی نحوست نے — "
لڑکپن سے یہ ہے سرگشتگی اپنے نصیبوں میں — "
بحر کیونکر نہ جھکیں ہر کس و ناکس کے حضور — "
اڑ گئی ٹوپی بھی سر سے جب چلی باد وبال — "
جس طرف جاتا ہوں تقدیر یہی کہتی ہے — "
زمانہ لاکھ بدلے رنگ پر قسمت نہ بدلیگی — "
دکھائے ہم کو مقدر نے سخت لیل و نہار — "
ہو گئے سلطاں گدا جس وقت قسمت پھر گئی — "
اسے کہتے ہیں قسمت کی برائی — "
باغ عالم سے تہی دامن چلے مثل نسیم — "
جو قسمت میں ہو ناکامی کسی سے کام کیا نکلے — "
مرے بوستان دل میں رہی خاک ہی ہی اڑتی — "
رُلاتی ہیں ہمیں اگلی بہاریں آٹھ آٹھ آنسو — "
اپنا سا دیکھا ہم نے نہیں کوئی کم نصیب — "
اپنا تو بخت سویا ہے مُردوں سے شرط باندھ — "
نہ تھی مقسوم ہی میں سیر ورنہ زور بختاور — بختاور
دور فلک میں رنگ زمانہ بدل گیا — "
تدبیر سے تقدیر کی ظلمت نہیں جاتی — "
باغ جہاں میں ایک سی گزری بر رنگ سرو — پر تو
محرومیٔ تقدیر سے اس باغ جہاں میں — "
نہ کیونکر آئے رونا کشت دل کی شورِ بختی پر — تسلیم
ہم اس چمن میں سدا مثل شاخ خشک رہے — "
کیوں نہ پامال رکھے پستیٔ طالع مجھ کو — "
گلچیں نے سب کو پھول دئے ہم کو داغ دل — "

گہن میں چاند ہے تارے شریک حال نہیں — بحر
پھونکدے اڑکر پتنگے کی طرح کاشانہ شمع — "
کسی کے پاس تو گل ہیں ثمر کسی کے پاس — "
جو خوش اقبال ہیں پارس ہوا انھیں ہر پتھر — "
سیدھا ہوا نہ اپنا نصیبا کسی طرح — "
نہ کشتی کبھی رو بہ ساحل ہوئی — "
عالم سے جگر جلا بھنا ہے — "
زہر ملتا ہے جو شکر کی طلب ہوتی ہے — "
ہو وہی مہلک مرض جسکی دوا پیدا کرے — "
ہمارا پیکر خاکی ہے تودہ تیر گردوں کا — "
ہنڈولے میں تماشا دیکھتا تھا چرخ گرداں کا — "
تیغ کھینچے ہوئے سر پر ہے مقدر اپنا — "
تاج سر کو موجھل آندھی کا جھونکا ہو گیا — "
آرزو کیوں لئے آتا ہے ادھر کچھ بھی نہیں — "
ہمارے دن نہیں پھرتے پھرے گو آسماں برسوں — "
کیا ہے سنگ ستارہ ہمارے اختر کو — "
سب امور سلطنت خواب پریشاں ہو گئے — "
صدف دریا میں اک قطرہ کو ترسے — "
پھول ہاتھ آیا نہ گلبن سے نہ خوشہ تاک سے — "
یہ آنسو بے اثر نکلے یہ نالے نارسا نکلے — "
مرے نخل آرزو میں کبھی پھول پھل نہ آئے — بیدم
گزرتی تھی ہماری بھی کبھی عیش و مسرت میں — "
لیکر کے آئے خوب ہی دنیا میں ہم نصیب — بختاور
جیتے وہی ہیں جن کا نصیبا ہے جاگ رہا — "
بہت جنت کی تیاری میں تھا شداد نے مارا — "
بدلی نہ قسمت اس مرے چشم پر آب کی — پر تو
دھونے سے سیہ بال کی رنگت نہیں جاتی — "
سوکھے نہ ہم خزاں میں نہ پھولے بہار میں — تسلیم
جس رنگ میں دیکھو ہمیں بے برگ و نوا ہیں — "
کبھی تو پھوٹتا پھلتا جو نخل آرزو ہوتا — "
ہرے ہوئے نہ کسی روز برگ و بار آیا — "
ذرۂ خاک گزرگاہ ہے اختر میرا — "
باغ جہاں میں ایسی بھی قسمت ہوئی تو کیا — "

بہ قسمتی
ہیں وہ محروم ازل تھا کہ بنا گویا
نہ کبھی لب پہ مرے حرف تمنا آیا
لاکھوں ارمان تھے اور ایک بھی پورا نہ ہوا
برباد پھر رہا ہوں میں جان خراب کا
کھویا بچپن کی تقدیر میں بگاڑ آیا
سلام سے جو بنا نے مفت گلزار آیا
خوشہ قسمت کہتی ہے اہل فضل سے
خلل سا پیدا کرتے ہیں اہل فضل سے
بنفشہ طالع گردوں ہوشیار کرتے ہیں
مرے نصیب میں شاید یہ بھی نہیں پہلے
مرے طرح سے بھلے زمانہ نے کروٹ
نہ ہو زمانہ میں ایسا کسی کا طالع خراب
قلمروں اے بخشش میں دولت نہ ہو
حکیم قسمت کہتے ہیں کسی طالع منحوس ہم
وائے قسمت آرزو میں ہے مثل شاخ خشک
وائے بر قسمت ہے کیا کیا کہتے ہیں
سر دشمن تقدیر ہے
شوخ بختی

	توفیق	شور بختی کو نہیں سکتے کسی کی اہل فیض	پاس رکھتا مایۂ دنیا سے سائل کچھ نہیں	تسلیم
		کبھی مانند طفل اشک حسرت	نہ دیکھی ہم نے صورت خرمی کی	"
		مقدر نے جہاں میں مثل ریگ شیشۂ ساعت	پھرایا رات دن ہم کو ادھر خالی اُدھر خالی	"
		سربلندی ہوگی اے تسلیم کیا تجھکو نصیب	مل گیا ہے ٹوٹ کر طالع کا اختر خاک میں	"
		برباد دیکھتے ہیں چمن اپنی آنکھ سے	کیوں مرگئے نہ پہلے ہی فصل خزاں سے ہم	"
		وائے قسمت ہوگئی اپنی وہی حالت مقیم	دیکھئے عمر دو روزہ میں ہو کیا صورت مقیم	"
		خاک میں بھی گر دشت تقدیر پیسے گی مجھے	ہوں وہ دانہ نہ سنگ مدفن آسیا ہو جائیگا	تعشق
		سیاہ بخت نہیں کوئی خلق میں ہم سا	ہر ایک وقت اندھیرا ہے اپنے بستر پر	"
		کیا پوچھتے ہو حال دل اس دردمند کا	جو ہو دیار یار سے دور اور شکستہ پا	ترکی
		گردشیں سیکڑوں دیں چرخ نے پر حضرت بخت	نیند سے چونکے نہ وہ خواب گراں رکھتے ہیں	تراب
		جن کو بے فیض کیا حق نے ازل ہی پیدا	چمن دہر میں جوں سرو نہ پھولے نہ پھلے	"
		گر میں چھولوں اثر قسمت بد سے توفیق	ابھی پیدا اثر خاک ہو اکسیر میں بھی	توفیق
		خون دل پیتا ہوں اے توفیق خاموشی کیساتھ	مجھ کو قسمت سے ملی قسمت لب ہوفار کی	"
		دور مجھ سے میرا مطلب تا دم مردن رہا	لفظ بے معنی کی صورت میں تہی دامن رہا	"
		بھری ہوئی تھی جو سر میں ہوائے پامالی	گرے زمین پہ ہو بار ہم نظر کی طرح	"
		تدبیر سے بھی ہوتے ہیں واژوں نصیب راست	کیا کاسۂ حباب کو سیدھا کرے کوئی	"
		جب لکھا نامۂ قسمت تو مری قسمت کا	رکھ دیا کاتب تقدیر نے خانہ خالی	"
		مری قسمت جو مجھے خود نہ مٹاتی توفیق	کیا مرے نقش تمنا کو مٹاتا کوئی	"
		دکھایا بخت خفتہ نے مجے یاں تک اثر اپنا	ملی نقش قدم کو غفلت خواب گراں میری	
		اللہ رے ناکامئ قسمت کہ دم عرض	تاثیر بھی ہوتی ہے خجل اپنی دعا سے	"
		ہیں امیدیں مری وابستۂ حسرت توفیق	ہوں میں وہ نخل تمنا کہ جو پھولا بھی نہ ہو	"
		پھیر دیتا ہے مجھے ہر شخص ناکامی کے ساتھ	بزم گاہ دہر میں گویا تہی ساغر ہوں میں	"
		وہ عندلیب جس کا قفس آشیانہ ہو	امید مہربانئ صیاد کیا کرے	"
		اثر تیرگئ بخت سیاہ بد سے	جسم پر اپنے ہے سایہ کا تو ہم مجھ کو	"
		نہ بر آئی کسی دن آرزو مے آرزو میری	مرے دل سے مرا ارماں بھی ناکام ہوس نکلا	"
		ہوں وہ محروم کہ پیش آہی گئی ایک نہ ایک	مل گئی مئے کبھی قسمت سے تو ساغر نہ ملا	"
		نہ دل کی آرزو نکلی نہ ارمان ہوس نکلا	مقدر بھی مرا میری طرح بے دسترس نکلا	"
		رہے توفیق گردش میں برنگ آسیا ہر صبح	تلاش رزق میں پھرتے رہے ہم بھی کہاں کیا کیا	"
		پھر ہوں اس جینے پہ اے توفیق میں خواہان مرگ	لے چلی تقدیر پھر مشکل سے مشکل کی طرف	"
		نہ رونداں مجھ کو بھولے سے کسی نے باغ ہستی میں	ہوا ہوں خلق گویا سبزۂ زنگار کی صورت	"
		افتادہ قسمتوں سے رفاقت کی کیا امید	ہمرہ کسی کے رہ نہ سکے نقش پا کبھی	"
		یہ عالم ہے کہ اپنی قسمت برگشتہ کی دولت	ہمیں توفیق اب تو دوست بھی دشمن سمجھتے ہیں	"
		ہوں وہ ناکام ازل صفحۂ ہستی پہ مرے	اختر بخت مرا نقطۂ باطل ٹھیرا	"

عمر شبنم کی طرح رونے میں گزری توفیق
اڑائی خاک رہے گردشوں میں ساری عمر
عمر گزری بے سروسامانیٔ تقدیر میں
امید نفع پاکوں سے جو ہوتی خشک بختوں کو
ناکامیاب کو نہیں فیضان کامیاب
چمن دہر میں وہ سبزۂ خوابیدہ ہوں
شکست رونق بازار اعتبار ہوں میں
ہوں وہ افتادۂ غربت جو گزرتا ہے کبھی
درماندگیٔ طائر تصویر دیکھنا
تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
ہمارے دام تو کھوٹے نہیں اے کارگر پھر کیوں
جو بہر آشیاں تنکا اٹھاوں لے خبر بجلی
گلشن میں جا کے کونسا پھل ہکو مل گیا
لاکھ پیا ہو دو قسمت کی بدی ہوتی نہیں
جو شاخ چھانٹتا ہوں وہ گرتی ہے ٹوٹ کر
لذت ہوی کیا باغ جہاں میں مجھے حاصل
اہل کرم سے بھی نہیں بدقسمتوں کو نفع
پھرے نہ طالع برگشتہ اے جنوں تیرے
نہ ہوگا مجھ سا زمانہ میں دوسرا محتاج
کیا گلہ چرخ سے ہو خواہش تقدیر یہ تھی
اک روز بار ور نہ ہوئی شاخ آرزو
دیکھنا محرومیٔ تقدیر اسکندر کہ خضر
ہم ہیں وہ کم نصیب فراغت کہیں نہیں
غربت میں جان دی ہے کوئی ہم وطن نہیں
باغ ہستی میں نخل خشک وہ ہوں
جز غم و رنج و محنت و ایذا
جہاں نہ مونس جہاں ہمدم جہاں ہمدرد و یار و یاور
ہم قفس سے نہ چھوٹنے پائے
بدلے عروس باغ جہاں نے ہزار رنگ
جویا زمانہ خوش ہے مگر ایک تو ہی یاں
عقدہ سربستۂ بخت سیاہ
خدا جانے گلستاں چیز کیا ہے ہم نہیں واقف
پیدا ہوے ہیں رنج اٹھانے کے واسطے

شکل گل مجھ کو میر کبھی ہنسنا نہ ہوا — توفیق
فلک کی طرح کبھی اور کبھی زمیں کی طرح — "
جامۂ ہستی مرا توفیق بے دامن رہا — "
تو کیا لبریز گوہر دامن ساحل نہ ہوجاتا — "
دریا سے تر کبھی لب ساحل نہ ہوگا — "
ٹھوکریں مار کے ہر شخص جگاتا ہے مجھے — "
زمانہ جانتا ہے جنس ناپسند مجھے — "
نقش پا جانکے ہر شخص مٹاتا ہے مجھے — "
پر بھی ملے تو اڑنے کے قابل نہ ہوگا — "
حبابوں کو مٹایا موج نے پہنچا کے ساحل پر — ثاقب
وہی پھوٹا نکلتا ہے جو ساغر مول لیتے ہیں — "
جو کوئی شاخ گل چھانٹوں چھری دے باغباں مجھ کو — جلیل
قسمت تھی ساتھ ساتھ گئے ہم جہاں کہیں — "
سچ کہا ہے جو نہیں ہوتی کبھی ہوتی نہیں — "
اللہ ہے بنا ہے جو مرا آشیاں کہیں — "
حصہ میں مرے جز شر خام نہ آیا — جنوں
دریا میں بھی تہی رہے پیالہ حباب کا — "
ہزار بار زمانہ میں انقلاب آیا — "
نہ کچھ یہاں کے لئے ہے نہ کچھ وہاں کیلئے — "
ہم کو تکلیف ہو اور چین زمانہ کے لئے — "
باغ جہاں میں صورت نخل بریدہ ہوں — جادہ
راہبر ہو اور رسائی آب حیواں تک نہ ہو — جوشش
پھیلا کے خاک سوئینگے اندر کفن کے پاؤں — "
نایاب گور کن ہے میر کفن نہیں — "
نام باقی نہیں ہے کوپل کا — "
ہم نے دنیا میں اور کیا دیکھا — "
وہاں یہ آئی قضا ہماری الٰہی توبہ الٰہی توبہ — "
آئی بھی اور گئی بہار افسوس — جویا
لایا نہ میرا بخت کبھی ایک بار رنگ — "
پیدا ہوا ہے رنج اٹھانے کے واسطے — "
کھل نہ سکا ناخن تدبیر سے — "
قفس دیکھا ہے ہم نے اور کنج آشیاں دیکھا — "
عیش و طرب بنا ہے زمانے کے واسطے — "

بے قیمتی — جویا

گلشن سے دور بند قفس میں ہوں ایسا
میری طرح تو کوئی بھی بے بال و پر نہ ہو
منتخب جھ کو زمانہ میں زمانے نے کیا
کوئی اس گردش ایام کے لائق ہی نہ تھا
ہمنشیں ہو کے رہا ہمنشیں غنچۂ گل ک

	سو غنچے شگفتہ ہوئے گلشن میں تو لیکن	رنج	حیرت
	بخت کی برگشتگی سے کس طرح ہووے نجات		کم نکلتا ہے جو ڈوبا ہو اگر گرداب کا
	میری قسمت نے دیا ہے ہی مجھے کیسا جواب		آتے آتے ہاتھ میں اکسیر آدھی رہ گئی
	جب سیہ دیکھوں ہوں اپنے دفترِ تقصیر کو		رات بھر روتا ہوں میں اپنی بری تقدیر کو
	ہر کام میں آخر کو جو دیکھی تو خرابی		ہم سا بھی نظر کوئی بد انجام نہ آیا
	وہ کشتی ہوں ہمیشہ جو رہے طوفانِ ہستی میں		کنارہ ایک عالم کو ہے جس سے میں وہ ساحل ہوں
	دہر میں جس کا نام ہے تقدیر		ہم سے سیدھی وہ عمر بھر نہ ہوئی
	لایا نہ بارِ نخلِ تمنا مرا کبھی	تحاوت	تیری ہوا بھی ہے چمنِ روزگار ہیچ
	کیا فائدہ ہے گلشنِ ہستی اگر ملا		جب نخلِ آرزو ہی ہمیں بے ثمر ملا
	ہوا ہے دشمنِ فلک ہمارا پڑا ہے قسمت کا الٹا پانسا		ستم رسیدہ جفا کشیدہ جہاں میں مجھ سا شر نہیں ہے
	جس کی قسمت میں رہائی تھی چمن جا دیکھا	تارک	فصلِ گل بھی چلی ہم تو رہے زنداں میں ہنوز
	جب خزاں ہو گئی آخر تو رہا بیم خزاں		جنکی قسمت میں ہو کلفت انھیں راحت کیسی
	نشو و نما کی کس کو امید اے بہاریاں		میں شاخِ خشک ہوں کہ نہ پھولے نہ پھل سکے
	یاوری دیکھئے نصیبوں کی	سودا	دوست بھی ہو گئے مرے دشمن
	وہیں سے داغِ سیہ بخت کو ملی ظلمت		جہاں سے حضرت موسےٰ کے ہاتھ نور آیا
	جو دن مجھے تقدیر کی گردش نے دکھایا		تو نے بھی وہ اے گردشِ دوراں نہیں دیکھا
	چکر میں مثلِ سنگِ فلاخن ہوں دیکھئے		پھینکے مرے نصیب کی گردش کہاں تجھے
	ہم کو قسمت نے دیا داغ تمنائے داغ		وہی ملتا ہے جس انعام کے قابل جو ہے
	کیا کیجئے افلاس و مصیبت کو رقم		کھانے کے لئے گھر میں کچھ ہے تو قسم
	کھو دئے ذاکر مئی مایوسیٔ حرماں نے ہوش		گردشِ ساغر کا شک ہے گردشِ تقدیر پر
	قسمت ہی سے ناچار ہوں اے ذوق وگرنہ		سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا
	کیا ملا عرضِ مدعا کر کے		بات بھی کھوئی التجا کر کے
	پھول توڑوں تو چبھیں ہاتھ میں میرے کانٹے		عیش چاہوں تو وہیں رنج کا ساماں ہووے
	پھولے پھلے نہ آ کے گلستانِ دہر میں		ہم وہ شجر ہیں باغ سے جو بے ثمر گئے
	برسے فلک سے آگ جو پانی کی ہو تلاش		دوزخ ملے بہشت کی گر آرزو کریں
	سب نے آ کر گلِ مقصود بھرے دامن میں		اک تہیدست چلے گلشنِ ایجاد سے ہم
	یاں بھی قسمت نے لبِ خشک نہ ہونے دئے تر		آ کے میخانہ میں محروم چلے جام سے ہم
	پھر وہی کنجِ قفس ہے وہی صیاد کا گھر		چار دن اور ہوا باغ کی کھا لے بلبل
	جہاں گیا میں، گیا دام بچھے واں صیاد		پھرا تلاش میں میری کہاں کہاں صیاد
	دکھایا کنجِ قفس مجھ کو آب و دانے نے		وگرنہ دام کہاں، میں کہاں، کہاں صیاد
	ریاض اپنی قسمت کو اب کیا کہوں میں		بگڑنا تو آیا سنورنا نہ آیا
	واں سے آئے تھے کچھ نہ ہم لے کر		پر چلے یاں سے لاکھ غم لے کر
	وہ محروم مسرت ہوں کہ خود صورت سے ظاہر ہے		خطِ تقدیر کی تفسیر ہے چین جبین اپنی

	تعلق ہے مری تقدیر کا شامِ غریباں سے		حیرت
	سحر ہے جا ملا رشتہ مرا آہ و فغاں سے		
	بلبل ہوں نہ گل ہوں نہ ثمر ہوں نہ شجر ہوں		
	اے چرخ آخر میں ہوں کس نام سے موسوم		
	زردار باغِ دہر میں پھولوں چلوں جدھر		
	راہ گزر ہوں ہوں جو کسی منزل کا		
	بعد ہوتا ہے جو کام میں ہمارے		
	کیا ہوا ہم نے جو باغ میں جا آشیانہ نہ کیا		
	کچھ نہیں ہستی تو عدم ہے وہ بھی عنقا		حسرت
	دل سے کہیں ہیں تیری تمنا نہ کیجئے		حالی
	جس سے کہیں ہیں تیری تمنا نہ کیجئے		درد
	بیٹھا ہے کوئی چھاؤں اپنی کوئی دھوپ کھا رہا		
	بے برگ و بار ہیں کوئی سایہ نہ پھل نہ پھول		
	کیا ہے نصیب اپنا کہ بچھڑے جہاں ملے		
	ہر شاخ میں ہے آشیانہ ہر شجر میں ہے ثمر		
	اس مرغِ قفس کی صیاد نہ لے خبر کبھی		
	جو چھوٹ جائے یاں سے پھر آشیاں کو دیکھتے		
	چل جا کہیں یاں پانیوں کے دیکھتے		
	ہے نفس		

	کھلنے کا مرے دل ہی کے ہنگام نہ آیا		حیرت
	کم نکلتا ہے جو ڈوبا ہو اگر گرداب کا		"
	آتے آتے ہاتھ میں اکسیر آدھی رہ گئی		"
	رات بھر روتا ہوں میں اپنی بری تقدیر کو		"
	ہم سا بھی نظر کوئی بد انجام نہ آیا		"
	کنارہ ایک عالم کو ہے جس سے میں وہ ساحل ہوں		"
	ہم سے سیدھی وہ عمر بھر نہ ہوئی		"
	تیری ہوا بھی ہے چمنِ روزگار ہیچ		"
	جب نخلِ آرزو ہی ہمیں بے ثمر ملا		"
	ستم رسیدہ جفا کشیدہ جہاں میں مجھ سا شر نہیں ہے		"
	فصلِ گل بھی چلی ہم تو رہے زنداں میں ہنوز		حسرت
	جنکی قسمت میں ہو کلفت انھیں راحت کیسی		حالی
	میں شاخِ خشک ہوں کہ نہ پھولے نہ پھل سکے		درد
	دوست بھی ہو گئے مرے دشمن		"
	جہاں سے حضرت موسےٰ کے ہاتھ نور آیا		داغ
	تو نے بھی وہ اے گردشِ دوراں نہیں دیکھا		"
	پھینکے مرے نصیب کی گردش کہاں تجھے		"
	وہی ملتا ہے جس انعام کے قابل جو ہے		"
	کھانے کے لئے گھر میں کچھ ہے تو قسم		ذاکر
	گردشِ ساغر کا شک ہے گردشِ تقدیر پر		"
	سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا		ذوق
	بات بھی کھوئی التجا کر کے		رند
	عیش چاہوں تو وہیں رنج کا ساماں ہووے		"
	ہم وہ شجر ہیں باغ سے جو بے ثمر گئے		"
	دوزخ ملے بہشت کی گر آرزو کریں		"
	اک تہیدست چلے گلشنِ ایجاد سے ہم		"
	آ کے میخانہ میں محروم چلے جام سے ہم		"
	چار دن اور ہوا باغ کی کھا لے بلبل		"
	پھرا تلاش میں میری کہاں کہاں صیاد		"
	وگرنہ دام کہاں، میں کہاں، کہاں صیاد		"
	بگڑنا تو آیا سنورنا نہ آیا		ریاض
	پر چلے یاں سے لاکھ غم لے کر		رنگین
	خطِ تقدیر کی تفسیر ہے چین جبین اپنی		راحی

جیسے نفس ہے وہ تو مرے دل کو کیا حصول
ساغر عیش دیا اوروں کو

دنیا میں یونہیں آنکے محروم چلا حیف
ہے وہ بازیچۂ اطفال متدرسیرا

زیں جھنکاتی رہی پستیٔ نصیب مجھے
دنیا سے ہیں محروم تو عقبےٰ سے ہیں مایوس

وہ بلبل ہوں مری کنج قفس میں عمر گزری ہے
رہے جو یا ہمیشہ پر نہ دیکھی شکل آسایش

چین پایا نہ کسی دن دل مضطر نے سراج
کیوں نہ ہم تقدیر کو روئیں پس مردن سعید

نہ رہے چین سے اک جا چمن عالم میں
بعد مردن کیا ہو لیکن آج تک تو اے فلک

آنکھیں دی ہیں دیکھنے کے واسطے
فقط مقسوم سے اپنے گلہ ہے

عمر بھر ایک نہ مطلب بھی برآیا میرا
سب کی مراد چرخ سے حاصل ہوئی مگر

تعویذ سے نہ تیرگیٔ بخت مٹ سکی
گر رزق کی مانگوں میں دعا صبح کو پھینکے

جو صاحب قدرت ہیں وہ کیا کیا نہیں کرتے
نہ دکھلائے کسی کو روز بد اللہ دنیا میں

یار و احباب ہیں برگشتہ زمانہ ناساز
ایک دن چین سے رہنے نہیں دیتا ہے

چین دم بھر بھی نہیں دشت نوردی سے شفق
راست ہوتی نہیں انسان کی تقدیر اگر

میرے طالع کو جو استاد ازل نے دیکھا
سب نخل بارور ہوے اس باغ میں مگر

شہید نقش جبیں ہے مرا سیہ بختی
نہیں دیتی ہے یاری ان دنوں تقدیر پہلی سی

کسی کا شاد کچھ مطلب کسی کی آرزو کچھ ہے
زیست سے ہے مراد آسائش

شائق افسوس ہے زمانہ میں
گلشن دہر میں پھولا نہ پھلا نخل مراد

شکوہ برگشتگیٔ بخت کا ہم کس سے کریں

درماں کی آرزو میں یہ بیمار ہی رہا
سوز کو دیدۂ پرنم بخشا

مقصود جو دل کا تھا نہ پایا نہ رہا میں
کہ بگڑا تا ہے گھروندے کی طرح بن بنکر

عروج میں بھی مرا نام کب بلند ہوا
افسوس ہوئے ہم نہ ادھر کے نہ اُدھر کے

میں کیا جانوں چمن کہتے ہیں کسکو آشیاں کیسا
کہیں زیر فلک نکلی نہ بالائے زمیں نکلی

کون سے وقت ہوئی آہ ولادت میری
اس کے ہاتھوں چین کب ہم کو نہ افلاک تھا

صورت برگ خزاں پھرتے ہیں بر باد ہنوز
منھ نہیں دیکھا مری تکلیف نے آرام کا

دیکھیں گے جو کچھ خدا دکھلائے گا
کسی سے کچھ نہیں شکوہ شکایت

مجھ سے برگشتہ ہمیشہ مری تقدیر رہی
حاصل ہوا نہ اس سے مرا مدعائے دل

تاثیر نقش گھل کے سیاہی میں رہ گئی
سر پر مرے طباخ فلک طشت پر آتش

مجھ کو کسی شئے کا نہیں مقدور کروں کیا
جہاں سارا بدلجاتا ہے جب تقدیر پھرتی ہے

ایسی تقدیر کو کیا آگ لگائے کوئی
در بدر خوار پھراتا ہے مقدر ہم کو

مجھ کو گردش میں رکھے گا یہ مقدر کب تک
پیش جاتی نہیں کیجاتی ہے تدبیر اگر

اتہ کان ظلوماً و جہولا نکلا
میرے نہال عیش کا لایا نہ بار گل

نگیں کی طرح سیہ رو سیاہ کار رہا
بہت کرتا ہوں سو سو طرح سے تدبیر پہلی ہی

صدم سے ہم تو اس دنیا میں مر رہنے کو آئے ہیں
خاک یہ زندگی ہماری ہے

نہ رہا کوئی یادگار اپنا
غنچۂ دل نہ کبھی ہم نے چٹکتا دیکھا

دوست سمجھے تھے جسے ہوگیا دشمن اپنا

سوز		
〃		
〃		
سفیر		
〃		
〃		
سراج		
〃		
〃		
سعید		
سخن		
〃		
سحر		
〃		
شفق		
〃		
شہیر		
شہیدی		
〃		
شفق		
〃		
〃		
〃		
شہید		
〃		
〃		
شاطر		
شاد		
شائق		
〃		
〃		
شرم		

بد قسمتی

شرم سر

بد قسمتی		
موافق نہیں ہیں جو تدبیر و ساعت	پھرتا ہوں وادیٔ آوارگی میں سرگرداں	اک بگولا ہے مگر گردش قسمت میری
عبث سب ہے تدبیر جب کہ بد ہو قسمت	وہ بدنصیب ہوں کہ رہونگا تمام عمر	میں شاہد فراغ سے دور اور شکستہ پر
وہ تیرہ روز ہوں جس کے سیاہ خانے میں	صورت پیمانہ دولاب ہیں آنکھوں میں اشک	روتے پھرتے ہیں ہم اپنی گردش تقدیر پر
نہ آفتاب ہی آیا نہ ماہتاب کوئی	رہتے ہیں طاہر ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا	عیش دنیا کا مگر اپنے مقدر میں نہیں
ابن مریم ہوا کرے کوئی	کونسی شئے ہے جہاں میں جو نہیں کارآمد	ایک ہم خلق میں پیدا ہوے بیکار فقط
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی	تیری قسمت نے گرفتاری میں ڈالا ہے تجھے	نے قصور دام ہے بلبل نہ تقصیر قفس
خوشی کیا کیسی پر ہو جب کہ ایسا بدمقدر ہو	کسی پر کیا تاسف ہو جب اپنا بدمقدر ہو	قصور فال زن کیا ہے نحوست میں جب اختر ہو
سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈے سے بھی عنقا نہیں ملتا	تقدیر کے بگاڑ سنوارے نہ جائیں گے	تدبیر جھینکتی ہے مقدر کے سامنے
غالب کچھ اپنی سعی سے کشائش نہیں مجھے	عقدے مری تقدیر کے کھولے نہیں کھلتے	جاتی نہیں قسمت کی برائی نہیں جاتی
دشمن ہے آسماں اپنا کہ کس سے جنگ کیجے	جو ہو قسمت میں برائی ٹل نہیں سکتی کبھی	مٹ نہیں سکتا لکھا تقدیر کا تدبیر سے
ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا	مے عشرت سے نگوں بخت نہ کیوں ہوں محروم	وہ قدح ہوتے ہیں خالی جو الٹ جاتے ہیں
میں نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹوں	عیش و عشرت سے ایک دن نہ کٹا	لطف سے ایک شب بسر نہ ہوئی
وہ فراق اور وہ وصال کہاں	آزمائو عدم میں بخت عزیز	ملک ہستی میں تو گزر نہ ہوئی
فرصت کاروبار شوق کسے	کیوں ہے یارب بخت کا اپنے ستارہ خواب میں	ہوتے ہیں اختر مشابہ دیدۂ بیدار سے
کہاں میخانہ کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ	برگشتگی سے بخت کی گردش ہے پاؤں میں	ہیں ہم سے ان دنوں سوا اختر پھرے ہے
لکھا جس کی قسمت میں ہو بوریا	کبھی تو اوج پر آئے مرا بھی اختر بخت	فلک ہمیشہ تجھے انقلاب ہوتا ہے
قسمت میں تھا حرص و زیان کا شکار رہنا	وہ دل شکستہ ہوں جس کو نہیں کشود نصیب	وہ قفل ٹوٹے میسر جسے کلید نہیں
دین و دنیا کا مری ذات میں کامل نہ ہوا	جو کچھ ہوا نصیب سے بے وقت ہی ہوا	ہم فصل گل میں پھنکے خزاں میں رہا ہوئے
ویرانی	ہم مثل سرو باغ جہاں میں ہیں نامید	ظاہر تو سرو سبز ہے لیکن ثمر نہیں
	ایسی برگشتہ ہوی مجھ سے مری تقدیر ہے	نالۂ دل بے اثر ہے آہ بے تاثیر ہے
	دوست جس شخص کو سمجھے وہی دشمن نکلا	اپنے مقسوم کا ہرگز نہیں کہنا بہتر
	حیف اک دن بھی نہ دنیا میں اٹھائی راحت	کاش اس سے تو میں عالم میں نہ پیدا ہوتا
	سو ہنر پر بھی نہیں نقص مقدر مٹتا	کیا کمال اس سے زیادہ تمھیں عاقل ہوگا
	پڑا ہے کام ناکامی سے عاقل	یونہی اوقات کرتے ہیں بسر ہم
	یاس و حرمان و غم و درد و الم اے عاشق	جبکہ دنیا سے چلیں گے یہی ساماں ہونگے
	میں ہوں وہ سیہ بخت کہ آکر مرے گھر میں	منھ شام کے پردے میں چھپاتی ہے سحر بھی
	تکلیف ہی ہوتی ہے سراسر مجھے حاصل	میں ڈھونڈھتا ہوں جب کبھی آرام کا موقع
	وہی نصیب ہیں اپنے وہی ہے محرومی	یقین ہے کہ زمانہ میں انقلاب نہ تھا
	شکل گرداب رہے چکر میں	در مقصود نہ پایا ہم نے
	قسمت میں فاقہ مست کی منعم خوشی کہاں	برسوں میں عید آتی ہے ماہ صیام روز
	مانند صفر دہر میں خالی شکم رہا	قسمت میں میری رزق کی تمی سبب رقم غلط
	باغ عالم میں نہ ہوگا کوئی ایسا ناکام	تارے توڑے جو کبھی میں نے گل تر توڑے
	ہمارے رزاق کی ہے فرد قسمت میں رقم خالی	ہمیشہ صفر کے مانند رہتے ہیں شکم خالی

ویرانگی ہے گویا ازل سے نصیب میں	آبادیاں بسی ہیں خیال غریب میں	فدا
تیرا بھولا پن ہے تیری کم نصیبی کا سبب	اے فدا دنیا ہے اس کی جو بڑا چالاک ہے	〃
دنیا میں مرگ بھی نہیں مجھ کم نصیب کو	جو خوش نصیب ہیں اجل انکو شتاب ہے	〃
باہر کبھی نہ ہو سکے قسمت کی پیچ سے	دیکھے جدھر ہزاروں نظر آئے ہم کو سانپ	فیض
تقدیر سے جو پھولی بھی تو وہ بہار میں	جس شاخ پر چمن میں مرا آشیاں نہ تھا	فروغ
نہ مجھ فقیر کو ممکن ہوا مکاں تا زیست	نصیب بعد فنا بھی مزار ہو کہ نہ ہو	فصاحت
بر نہ آیا ایک مطلب بھی مرا افلاک سے	سات ورقوں کا رسالہ کس قدر نکلا غلط	قدر
کی دعا لاکھ مگر میرے مقدر نہ کھلے	یہ وہ تالا ہے کہ کھلتا ہی نہیں چابی سے	〃
کوئی حکمت نہیں چلتی خدا کے کارخانہ میں	دھری رہتی سب تدبیر جب تقدیر پھرتی ہے	〃
ادھر زمین اُدھر آسمان یا قسمت	اب اس قفس سے میں اڑ جاؤنگا کہاں صیاد	〃
ہوں وہ بنیاد کہ پڑتے ہی مٹا نام و نشاں	میں وہ افتاد نہیں ہوں کہ سنبھل جاؤنگا	〃
منزل ہستی میں اک میں ہی بھٹکتا رہ گیا	بڑھ گئے سب میرے ساتھی مجھکو تنہا چھوڑ کر	قلق
گردش جو بخت میں ہے پرکار کی طرح سے	گھر میں ہوں اپنے لیکن ہر وقت ہوں سفر میں	〃
مبتلائے ستم و حسرت و آلام رہے	شاد دو دن بھی نہ ہم اے غم ایام رہے	〃
چھک رہے ہیں دور میں تیرے ہزاروں ندوست	اک ہمیں کو ساقیا مے بوند بھر ملتی نہیں	〃
قسمت تو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی جا کمند	کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا	قائم
گم ہوا سررشتہ ایسا کام کا اپنے کہ وہ	پھر نہ سلجھا جس قدر ہم اسکو سلجھاتے رہے	〃
جوں نخل شمع قائم یاں وہ نہال ہوں میں	جز آہ و اشک جس کو نے برگ نے ثمر ہے	〃
پھرا مدتوں سر پہ میرے وہ خوار	جو طالع نہ ہو تو ہما کیا کرے	〃
جیا بکام کب اس بخت ارجمند سے میں	پھنسا قفس میں جو چھوٹا چمن کے بند سے میں	〃
جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کب ہو زندگی	کون رہ بتلا سکے جب خضر بہکانے لگا	قدرت
ہم وہ بلبل ہیں قفس ہی میں رہے ساری عمر	گزر اپنا تو کبھی سوئے گلستاں نہ ہوا	گویا
صورت گردوں گرداں خود بخود پھرتا سدا	ہوں وہ سرگرداں جو مٹی میری ملتی چاک میں	〃
گردش بخت عبادت سے نہیں کم ہوتی	حال اب دیکھئے تسبیح کے ہر دانے کا	لائق
روتا پھروں نہ کیونکر میں قافلہ میں ہر سو	منزل پہ میرے ساتھی مجھ سے بچھڑ گئے ہیں	مصحفی
رہے جہان میں جب تک کہ ہم خراب رہے	مدد فلک کی نہ طالع کی یاوری دیکھی	〃
کیا مصحفی میں سعی کروں روزگار میں	تقدیر گھونٹتی ہے جو تدبیر کا گلو	〃
شکل امید تو کب ہم کو نظر آتی ہے	صورت یاس بھی بن بنکے بگڑ جاتی ہے	〃
ہے تیرگی میں کس کو سپید و سیہ کا فرق	زندانیوں کو شام و سحر دونوں ایک ہے	〃
کوچہ میں عافیت کے کہاں بیٹھتا ہوں میں	اٹھتا ہے ایک فتنہ جہاں بیٹھتا ہوں میں	〃
گھیری ہوئی تھی اس کو گلستاں میں رات برق	جس شاخ پُر ثمر میں مرا آشیانہ تھا	〃
مصحفی جا کے میں گلزار میں ناشاد آیا	نہ ہوئی نکہت گل سے بھی ہوادار دل	〃
اپنا نصیب خفتہ و بیدار ایک ہے	گرد کساد و گرمی بازار ایک ہے	〃

ہے قسمتی	معاصی
روسیت جو اپنا تھا دشمن ہو گیا	〃
راہبر قسمت سے رہزن ہو گیا	〃
قدرت نے اتنا بھی مجھ کو پھر نہ دی	〃
جو شہر کے کس رب اس مجھ کو پھر نہ دی	〃
اپنی تو اس چمن میں عمر اس طرح گذری	〃
ہاں آشیاں بنا ہوا اس آشیاں بنا ہوا	مومن
کہاں دن گزرتے ہیں اب اس سفر میں	〃
کہاں میں بھی تو ہیں اب اس سفر میں	〃
کہاں ہیں پہلے سے وہ ہمدم و ہمراز اپنے	〃
کہاں ہیں پہلے سے وہ ہمدم و ہمراز اپنے	〃
بخت سے اپنے کہاں ہیں ہم شاکی	〃
کہاں ہیں پہلے سے وہ ہمدم و ہمراز اپنے

ب قسمتی	ابر کرم نے سعی بہت کی پہ کیا حصول	ہوتی نہیں ہماری زراعت ہری ہنوز	میر
	امیروں تک رسائی ہو چکی بس	مری بخت آزمائی ہو چکی بس	"
	سعی و طلب بہت کی مطلب تلک نہ پہنچے	ناچار اب جہاں سے بیٹھے ہیں ہاتھ اٹھا کر	"
	کیا ازل میں ملا نہ لوگوں کو	تھی ہماری بھی میر کیا قسمت	"
	اس گلستاں میں نفع تو ہزاروں کو ہوئی	دیکھا نہ سرو گل کا یاں ٹک سر پہ سایہ یکدن	"
	ایک محروم چلے میر زمانے سے ہمیں	ورنہ عالم کو زمانہ نے دیا کیا کیا کچھ	"
	اس آفتاب سے تو فیض سب کو پہنچے ہے	یقین ہے کہ کچھ اپنی ہی نارسائی ہو	"
	ہم تو ناکام ہی جہاں میں رہے	ہاں کبھو اپنا مدعا نہ ہوا	"
	قسمت میں جو کچھ کہ بدا ہو دیتے وہی ہیں انساں کو	غم اور غصہ ہم کو ملا ہے خوبی اپنی قسمت کی	"
	شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی	کہ مقدور تک تو دوا کر چلے	"
	مر گئے نا امید ہم مہجور	خواہشیں جی کی اپنے جی میں رہیں	"
	اب کے بھی سیر باغ کی جی میں ہوس رہی	اپنی جگہ بہار میں کنج قفس رہی	"
	خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہیں	کس خرابہ میں ہم ہوئے آباد	"
	محو کوئی بُرا نہیں کرتا	جس سے کی بخت نے برائی کی	محو
	کیا نحوست نے کر دیا اندھیر	سایہ سرگشتہ ہے ہما کے لئے	منیر
	بادشاہوں میں ہیں محسوب نہ درویشوں میں	یا الٰہی تری دنیا میں کیا یاد رہے	"
	امید ہے راحت کی عبث بخت زبوں سے	یہ دود سیہ ظل ہما ہو نہیں سکتا	"
	نہ تو کچھ فکر نہ تدبیر لئے پھرتی ہے	جا بجا گردش تقدیر لئے پھرتی ہے	"
	نہیں ملتی کہیں بیماریٔ قسمت کی دوا	زندگی نسخۂ تدبیر لئے پھرتی ہے	"
	بل بے اندھیر نہیں سوجھتی راہ مقصد	ہاتھ پکڑے ہوئے تقدیر لئے پھرتی ہے	"
	دل کا ارماں کوئی قسمت نے نکلنے نہ دیا	نخل امید کبھی پھولنے پھلنے نہ دیا	میکش
	تہیدستان قسمت بے مقدر کسطرح خوش ہوں	اگر گوہر اٹھائیں ہاتھ میں پتھر نکل آئے	"
	ہمرہان منزل مقصود جا پہنچے ہیں سب	وائے ناکامی کہ یاران وطن سے دور ہوں	"
	مثال گرد ہوں کیونکر نہ برباد	کہ پیچھے رہ گئے ہم کارواں سے	"
	ہوں وہ برگشتہ بخت زخم نصیب	بن گئے عیب جو ہنر آئے	"
	تقدیر جب بگڑتی ہے انساں کی دوستو	آتی نہیں ہے پھر کوئی تدبیر ہاتھ میں	"
	بہتر ہے جل ہی جائے جو یہ نخل آرزو	کم بخت وہ شجر ہے کبھی جو پھلا نہیں	"
	حوصلے یوں پست ہیں سب اب مری تدبیر کے	کٹ چکے ہیں پر ازل میں طائر تقدیر کے	"
	باغ ہستی میں تو پھولا نہ مرا نخل امید	جاتا ہوں سوئے عدم داغ تمنا لیکر	"
	بحر ہستی میں ملا ہم کو در مقصد نہ حیف	موج کے مانند مارے ہم نے کیا کیا ہاتھ پاؤں	منتہی
	اٹھتے ہی کچھ زمیں سے پھٹتا ہے ہر درخت	فصل خزاں نمو ہی سے اپنے چمن میں ہے	محب
	خوش نصیبوں کے گھروں میں ہیں برستے ہیں یہاں	بھاگتی کوسوں یہ ہم سے دور دولت ہی رہی	"
	ساحل ہوا قریب تو کشتی الٹ گئی	سب کوششیں دھری رہیں قسمت پلٹ گئی	"

سیدھی نہیں پڑتی کوئی تدبیر ہماری	برگشتہ ہے کچھ اندنوں تقدیر ہماری	مضطر
دوزخ میں گھر ملا ہے بنائی بہشت سے	تقدیر کی برائی کو شداد کیا کرے	ماہ
قسمت کے جاگنے کا دکھایا نہ خواب بھی	تا حشر ہے یہ دیدۂ بیدار سے گلہ	"
دیکھو کمال ماہ ہوا باعث زوال	بدطالعی سے عیب ہمارا ہنر ہوا	"
خط پیشانی سے مٹنے کا نہیں ہے ہرگز	جس قدر رنج ہے قسمت میں مقدر اپنا	"
تیرہ بختی نے مجھے رنگ بدلنے نہ دیا	نخل امید مرا پھولنے پھلنے نہ دیا	"
اٹھے نوگرے گردرہ کی طرح سے	یہ افتاد قسمت کی ڈالی ہوئی ہے	"
دکھائی مقدر نے شکل تغیر	لطیعت کو جب کچھ بحالی ہوئی ہے	"
واژوں نصیب سیر نہ ہو رہ کہ آب میں	خالی حباب کا ہے سدا ساغر آب میں	ممنون
عیش کرنے کو تو لاکھوں ہیں مگر اے نواب	رنج اٹھانے کو بنایا ہے خدا نے ہم کو	نواب
برق بلاگری بھی تو اس باغ پر جہاں	اک میرے آشیاں کے سوا آشیاں نہ تھا	"
نہ تھی سرنوشت اپنی پڑھنے کے قابل	عبث ہم نے اس نقش باطل کو دیکھا	"
نصیبوں میں جو لکھی ہے برائی وہ نہ جائیگی	اگر رگڑوں گا در پہ کعبہ کے نقش جبیں برسوں	"
دل کی دل میں رہی اک قطرہ میسر نہ ہوا	آب حیواں سے سکندر کا گلو تر نہ ہوا	"
بخت واژوں سے نہ ہم نے اسکو دیکھا سربلند	تاج شاہی بنگیا ہے جام معکوس حباب	نصیر
ہوں محفل زمانہ میں شکل چراغ صبح	خورشید کھینچے ہے مرے سر پر ہزار تیغ	"
ایسا کوئی بدنام زمانے میں نہ ہوگا	گم ہو وہ نگیں جس پہ کھدے نام ہمارا	ناسخ
بخت برگشتہ، وہ نارافض، زمانہ دشمن	اب ٹھکانے نہیں اوسان بڑی مشکل ہے	نسیم
بعید کیا ہے جو پیش ازکرم ہوں مورد قہر	میں وہ ہوں کھیت جہاں برق بے سحاب گرے	"
چمن میں دہر کے آکر میں کیا نہال ہوا	برنگ سبزۂ بیگانہ پامال ہوا	"
جامہ غم والم کا نہ پہنوں میں کس طرح	قامت پہ میری قطع ہوئی ہے قبائے رنج	"
کیسی تقدیر اپنی بگڑی ہے	کوئی تدبیر بن نہیں آتی	نشاط
سیاہ بختی کے کچھ رنگ ہی نرالے ہیں	سپید دیدۂ کنعاں ہوے پسر کے لئے	"
بخت برگشتہ، آرزوئیں بہت	ہوس سیم و عاج نے مارا	ناشاد
ہے قسمت جسکی الٹی کون سیدھی کرسکے اسکو	نہیں کچھ گردش دوراں سے حاصل بخت واژوں کو	نساخ
نہ پاسکے گل مقصود اس بہار سے ہم	اٹھا کے داغ چلے باغ روزگار سے ہم	نظم
کبھی نہ میری تمنائے دل ہوی حاصل	یہ نخل وہ ہے کہ جس میں ثمر نہیں آتا	وقار
لکھا خط شکستہ میں ہے یک قلم وقار	منشئ آسماں نے مری سرنوشت کو	"
ہے خرابی رخنہ انداز بنا	قصر بربادی کا میں تعمیر ہوں	"
ہر اک کے پاس توشۂ اعمال نیک ہے	محروم ایک ہم ہیں گرزاد راہ سے	وہبی
جب برے دن بشر کے ہوتے ہیں	کام آتا نہیں ہنر کچھ بھی	"
نہ ساتھ چھوڑا کبھی گردش مقدر نے	جہاں گیا میں ہوا ایک آسماں پیدا	"
تنگ آیا ہوں میں دنیا کے حوادث سے بہت	جلد ٹھیرے کہیں اس دار محن سے جانا	واسطی

بہ قسمتی
گرگشتگی

	سرگشتگی بخت میں کیا اختیار ہے	ہم کو پھرا رہا ہے زمانہ ادھر اُدھر	ہمدم
رائع	بخت سیہ سے ہو الہوس شادی کی تو نہ رکھ ہوس	اپنی گلیم خوب ہے بادلہ اور تاش سے	"
	جو ہیں سرگشتہ ازل کے وہ وطن میں بھی پھریں	موج و گرداب کو رہتا ہے سفر پانی میں	"
رائع	سماجت بہت یاس و حسرت نے کی	موافق نہ ہم سے مقدر ہوا	ہنر ور
	گل امید سے بھرنے کو تھا دامن میرا	مجھ سے چھوٹا ہے عجب وقت میں گلشن میرا	"
	پھولا پھلا نہال تمنا نہ عمر بھر	باغ جہاں میں مجھ سا کوئی سبز بخت ہے	"
سعود	ہے آب و گل میں روز ازل سے الم خمیر	پتلا بنا ہوا ہوں میں گرد و ملال کا	ہوش
	ہمارا کاسۂ مقصود پُر ہوا نہ کبھی	مدام آرزوئے ترک آرزو میں رہے	"
	سبز بختی دیکھنا میری اگر رکھوں قدم	خشک ہو وہ سر بسر جو کوئی بستاں سبز ہو	"
	کیا کوئی ان کے زمانہ میں تھا حاجت مند	بخت بد ہو تو نہ ہو قیصر و فغفور سے فیض	"
	بدقسمتی کے ہوتے ہیں چکر بڑے بُرے	جو لوگ آئے پھیر میں وہ خوار ہو گئے	ہنر
	بدقسمتی نے حضرت یوسف سے کیا کیا	ڈالا کنویں میں بھائیوں نے ہو کے بیوفا	"
	بدقسمتی کا منہ نہ دکھائے کبھی خدا	کانوں سے بھی نہ نام سنائے خدا کبھی	"
	کم نصیبوں کو نہیں اس دہر میں عز و وقار	کب اثر بال ہما کا ہو پر سرخاب میں	ہر چند
	بے نصیبوں کو سر و ساماں نہ ہو اس باغ میں	مل سکے پوشش کہاں عریاں تنی کو خار ہے	"
سعید	باغ میں گل سے سبھی لوگوں نے دامان بھرے	ایک کم بخت ہمیں رہ گئے ارمان بھرے	لا اعلم

بقائے نام

	آدمی رہتا نہیں دنیا میں رہتا ہے نشاں	ذکر جم باقی رہا نام سلیماں رہ گیا	آصف رح
	رہ گئی سب کی فقط نیکی، بدی	آج تک جو ہے جہاں میں یادگار	احمد
	کیوں بھی دو روز کی دنیا تو گزر جائے گی	خلق میں اپنی نشانی کے لئے نام کرو	پرتو
	اے فلک نام و نشاں گر چاہتا ہے دہر میں	پہلے بن جا مٹکے بے نام و نشاں میری طرح	تسلیم
	فائدہ کیا گر بنایا قصر و ایوان رفیع	مرد اگر ہے شش جہت میں نام اپنا کر بلند	"
	تو نہیں رہنے کا کچھ چھوڑ جا دنیا میں نشاں	دیکھ آئینہ کو باقی ہے سکندر کے عوض	"
	فسانہ رہ گیا کہنے کو دونوں مر مٹے آخر	نہ مجنوں ہے بیاباں میں نہ لیلیٰ اپنی محمل میں	"
	مٹانے سے نہیں مٹتا برنگ نقش نگیں	جہاں میں نام نکو یادگار رہتا ہے	توفیق
	ظاہر نگیں کی طرح رہیں سینہ کا ویاں	اے دل جہاں میں ہے اگر نام سے غرض	جوش
	لازم ہے اس کو نام و نشاں کا رکھے نہ نام	جو شخص چاہتا ہے کہ دنیا میں نام ہو	جویا
	نکوئی اور نکو ہٹس ہے آجتک باقی	نہ کوئی نیک رہا اور نہ بدشعار رہا	"
	نام روشن رہے دنیا میں سخن سے یارب	جوہری غم نہیں گر نام کو اولاد نہ ہو	جوہری
	گر زندگی خضر و مسیحا ہوی تو کیا	زندہ وہی ہے خلق میں جو نیک نام ہے	"
	قاروں رہا جہاں میں نہ حاتم رہا خلیل	دونوں کے بخل و جود کا افسانہ رہ گیا	خلیل

بعد مرنے کے کوئی بد نہ کہیں یاد کریں	چاہئے زیست میں ہر پیر و جواں سے اخلاص	شائق	بقائے نام
ہستی ہے شہید اہل سخن کو تو سخن سے	گر میں نہ رہوں گا مرا دیوان رہے گا	شہید	″
نہ کوہکن ہی رہا اور نہ کوہسار رہا	فقط جہان میں فسانہ ہی یادگار رہا	″	″
نہ رستم اور نہ اسفندیار و سام رہا	رہے نہ اب وہ جوانمرد ان کا نام رہا	″	″
خوبی و زشتی کا انجام برابر ہے فنا	مگر اتنا ہے کہ اک ناموری رہتی ہے	″	″
بار خاطر مایۂ نام آوری ہمت کو ہے	ہے عجب ہم سے جہاں میں رکھنا اپنے نام کا	صابر	″
رات پروانوں سے بزم یار میں کہتی تھی شمع	دل جلایا جس نے اس کا نام روشن ہو گیا	طاہر	″
دنیا میں بلا سے اگر آرام نہ پایا	ہم نے یہی پایا کہ برا نام نہ پایا	ظفر	″
شیریں رہی نہ تیشہ نہ خسرو نہ جوئے شیر	باقی فقط فسانۂ فرہاد رہ گیا	عزیز	″
جو اچھے کام کرتا ہے تو رہتا نام ہے باقی	کہیں زندہ زمانہ میں فریدوں جم بھی ہوتے ہیں	عاشق	″
ہے اس کو بقا سب کو فنا نام ہے رہتا	ہے پاس جو کچھ کھالے کھلالے تو مزا ہے	″	″
جو جو کہ انتخاب بشر تھے وہ نامور	گو اٹھ گئے جہاں سے مگر نام رہ گیا	″	″
تمہیں تربت کے بنانے سے عزیزو حاصل	جب نہ ہم ہونگے تو پھر نام و نشاں کیا ہوگا	غریب	″
ہے مگر کارنمایاں باعث نام و نشاں	مر گیا جمشید لیکن جام جم موجود ہے	فدا	″
ارباب فکر زندہ ہیں گو کوچ کر گئے	باقی جہان فانی میں یاروں کا نام ہے	″	″
کیا جانئے وہ دولت دنیا کدھر گئی	باقی جہاں میں شہرت کاؤس رہ گئی	″	″
فوق کیوں گمنام ہے کچھ نام کر	نام کی خواہش ہے تو کچھ کام کر	فوق	″
نیکوں کا بھلائی سے بروں کا تو بدی سے	رہ جاتا ہے ہر طرح کوئی نام جہاں پر	لائق	″
عقل و ہنر حیات ابد ہے کہ دہر میں	مشہور جام سے تو ہے جمشید اب تلک	″	″
آثار خیر چھوڑ کے جاتا ہے ثواب	کوڑی بھی اپنے پاس نہ باقی کفن کو چھوڑ	محب	″
بقائے نام ہے دنیا میں قومی خیر خواہی سے	نشاں باقی نہیں رہتا ہے شاہوں کے بھی مدفن کا	″	″
بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو	ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو	میر	″
ہیں وہی زندۂ جاوید کہ نیکی کے ساتھ	جنکے یاں ذکر اور اذکار چلے آتے ہیں	مہر	″
کرو کوشش کہ جب تک ہے تمہارا دم میں دم باقی	رہے دنیا میں نام نیک سے اپنا کرم باقی	″	″
رہا نہ کوئی و لیکن سخن کے پر تو سے	جہان تیرہ میں مسکیں کا نام روشن ہے	مسکیں	″
مشہور بے ستوں سے ہوا نام کوہکن	آواز جاوے دور جو ہووے مکاں بلند	ممنوں	″
دنیا سے ہم چلے گئے ناچار مصحفی	اک یادگار اپنا یہ دیوان رہ گیا	مصحفی	″
بات وہ کیجئے اس دار فنا میں حاصل	خاک ہو جائے نشاں مٹ کے مگر نام رہے	ماہ	″
قصہ ہی نامیوں کا فقط یادگار ہے	بہرام گور اب ہے نہ خاک مزار ہے	″	″
یوں تو کوئی موت سے بچتا نہیں	ہے وہ زندہ جس کا باقی نام ہے	مائل	″
ہم جو باقی تھے سو باقی رہ گئے	تھا جو فانی دم میں فانی ہو گیا	ناسخ	″
بقائے نام سے ہے زندۂ جاوید نامی بھی	حیات جاودان کسروی ہے ذکر ایواں کا	نشاط	″
کرتا ہوں وقار آج تمہیں ایک نصیحت	وہ کام کرو جس میں رہے نام ہمیشہ	وقار	″

بقائے نام

ہے جس میں یادگاری وہ جلوہ گر ہے دائم
چینی میں نام و نقش ہے مفقود کارگہ کا
ہیں نام نیک ہی سے مشہور ہستی بد بار
شکل نگیں ہے نقش اپنا صفحۂ ہستی پہ بیکار
گر کچھ ہے نام باقی ہے جسم بھی ہمیشہ
نہ فخر ساز و ہ پر ہے نہ ہیں مرتے نہیں وہ جو شتر نال
جو نیک نام ہیں ہیں نوشیروان عادل کا
ہے نام اب تلک نوشیروان عادل کا
نہ جم رہے ہیں وصاف ہی جلوں کے بعد
جہاں میں رہتے ہیں اہل کمال مر کے بھی
نخل کہن کا مانند باغ عالم اسباب ہے
ہے یادگار نام نیک جس نے کسی کا نام رہا
جو کچھ جہاں میں جس نے کیا نام رہ گیا
جمشید و جم کا اب کدھر ہے کام رہ گیا
یادگار دہر ہیں آثار ہی
جس طرح میں نام جو چاہے بنا لیجئے
جہاں میں نام ہوی ہے بات یہ بیگانہ سے

بے تمیزی

ہمام

بے تمیزی

بیخودی	وہ بے تمیز و نا اہل ہے بلاشبہ	جسے تمیز نہ ہو اہل امتیاز کے ساتھ	تراب
	تمیز بے تمیزی عالم کرے ہے کب	نالہ سے عندلیب کے یاں بانگ زاغ کو	درد
محبوب	بدخصلتوں کو کرتا ہے بالا نشیں فلک	اونچی ہے آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ	ذوق
	فرق سنگ و سر فرہاد نہ سمجھا ظالم	کیا ہوا تیشۂ فرہاد کو کیا اندھا تھا	شہید
	کس کو دیوانگی اپنی تو سناتا ہے شہید	اس خرابات میں ناداں کوئی ہشیار بھی ہے	"
رقیب	یاروں کو نغمہ سنجیٔ بلبل کی کیا ہے قدر	کان انکے ہیں بھرے ہوئے آواز زاغ سے	"
	کور باطن خاک سمجھیں عزت اہل صفا	روبرو اندھوں کے ہے بے قدر و قیمت آئینہ	ظفر
	کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں	ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں	غالب
نصیر	مرتا ہوں میں تمیز پہ ایام کی یہاں	آگے خزف کے دُر کی مرے آبرو نہیں	قائم
	بے امتیازئ چمن دہر کیا کروں	اس بوستان میں قدر گل و خار ایک ہے	مصحفی
وحشت	رہی نگفتہ مرے دل میں داستاں میری	نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری	میر

بیخودی

	نہ فقط باغ و بوستاں بھولا	میں تو اپنا بھی آشیاں بھولا	افسوس
	کھو دیا خود رفتگی نے ہائے کچھ ایسا مجھے	بھول کر بھی پھر نہ آیا آپ میں آنا مجھے	توفیق
	کچھ نہیں یاد کہ بھولا ہوں کہاں سے توفیق	اپنی ہستی ہے مجھے خواب پریشاں اپنا	"
دل	بیخودی سدرہ دید ہوی مثل کلیم	دیکھ لیتے اُسے بے پردہ ہم اتنا نہ ہوا	"
	نہ دیا میں نے جو ہمدم تری باتوں کا جواب	مت برا مان کہ اس وقت میں تھا اور کہیں	جرأت
	بیخودی خوب تھی پابند علائق کے لئے	یہ جو ہوتی تو اسیری میں رہائی ہوتی	جلیل
ہمدم	آپ میں آئے بھی تو کیا آئے	لذت بیخودی نہیں جاتی	"
	تجھے جو بیخودی میں پا گیا تو پا گیا ورنہ	غضب میں پڑ گیا گر وقت آیا ہوشیاری کا	حیرت
	غیر سے کیا معاملہ آپ ہی اپنے دام میں	قید خودی نہ ہو اگر پھر تو عجب فراغ ہے	درد
	بے خبر آپ سے رہنا ہے بڑی باخبری	سوز کرتا ہوں خبر تجھ کو خبر دار نہیں	سوز
	اے وائے ہم آپ ہو گئے گم	لیکن نہ ملا سراغ دل کا	شہید
	خودی اٹھے تو پردہ خلق کا اٹھ جائے سب لیکن	یہ پردہ اب تو آگے سے نظر کے اٹھ نہیں سکتا	"
	جوں آئینہ ظاہر پہ کھلی آنکھ پہ صد حیف	واقف نہ ہوا اپنے میں احوال سے اب تک	"
	سیر اقلیم فنا کوکب ہے پا و پر ضرور	منزل وارفتگی کو کچھ نہیں رہبر ضرور	"
	سرّ انا کے رمز میں جب سے ہوا ہوں گم	اللہ ری بیخودی میں خودی سے نکل گیا	عابد
	کیا پوچھتے ہو مجھ کو ٹھکانا نہیں معلوم	بے نام و نشاں ہوں میں غریب الوطنی ہے	قیس
	سیر جہاں سے ہم کو خبر ہے بھی اور نہیں	اک واہمہ سا پیش نظر ہے بھی اور نہیں	مصحفی

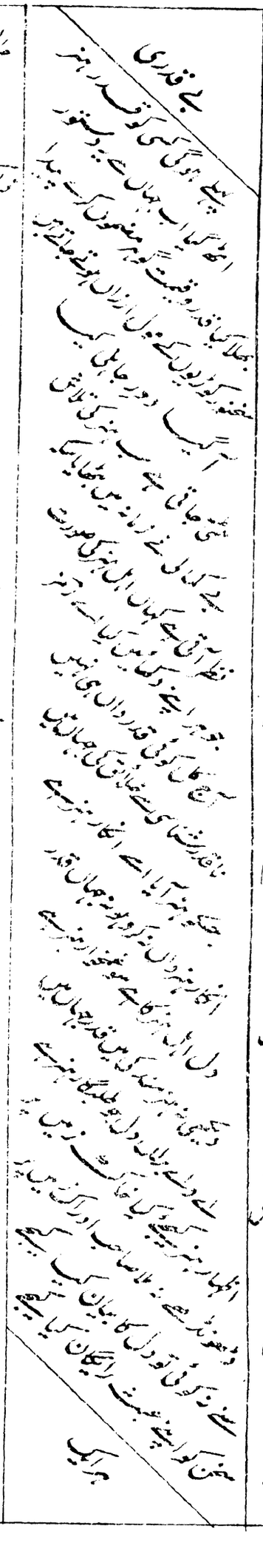
بیخودی

بے قدری

بے قدری

تم نے آصف کی نہ کی قدر وہ ہے ایک ہی شخص	ایسی خوبی کا تو پیدا نہیں انساں ہوتا	آصفؔ
کار اعلےٰ کو کرے ادنیٰ وہی بے قدر ہے	دیکھ لو قیمت میں کم ہوتا ہے کمل شال سے	آتش
جھوٹوں کسی نے بات نہ پوچھی تمام عمر	اپنے وطن میں بھی میں غریب الوطن رہا	اسیر
پوچھے جاتے نہیں کوڑی کو بھی اب اہل کمال	چاہئے بے ہنری اشک ہنر کے بدلے	اشک
اے اشک کس امید پہ فکر سخن کریں	کچھ قدر ہی نہیں رہی اہل کمال کی	"
قدرداں کوئی کسی کو نہ ملا دنیا میں	داغ یہ لے گئے سب اہل ہنر ہو ہو کر	"
ہیں کیا ہوں بدر پھرتا ہے عالم میں دربدر	کوئی بھی پوچھتا نہیں اہل کمال کو	انور
صرف کی عمر یونہیں کسب کمالات میں برق	کوئی پرساں نہ یہاں اہل ہنر کا نکلا	برق
کسب و ہنر کی قدر زمانہ سے اٹھ گئی	بیکار یوں نہ بیٹھتے اہل ہنر کبھی	بحر
اہل جوہر کی نہیں قدر کسی کو اے بحر	آبرو موتیوں کی بکتی ہے بازاروں میں	"
وقار خلق میں کسب و کمال کا نہ رہا	ذلیل اہل ہنر بھی ہیں بے ہنر کی طرح	"
قدرداں کوئی نہ اسفل ہے نہ اعلےٰ اپنا	نہ زمیں پر نہ فلک پر ہے ٹھکانا اپنا	"
چھری ناقدردانوں کی رواں ہے اہل جوہر پر	کفن کو یاد کرنا بحر دھیان آئے جو خلعت کا	"
اس زمانہ میں ہیں مبصر کم	کیوں نہ بازار لیویں اندھے لوٹ	تراب
اس شجر کی قدر کیا ہو باغ میں	جو ہمیشہ بے گل و بے بر رہے	"
اس کو تراب قدر کہاں ہو فقیر کی	ہووے جو اہل دولت و منصب کا آشنا	"
خاک عزت نہیں نوکر ہیں کریں کیا تسلیم	آٹھویں ساتویں دربار چلے جاتے ہیں	تسلیم
اہل فن کا اوج پہلے ہوگا اب تو ہر طرف	چھانتے ہیں خاک سب چرخ کہن کے دور میں	"
قدرداں ہی جب نہیں تسلیم دنیا میں تو پھر	مشق فن کس کے لئے کسب ہنر کس کے لئے	"
وطن میں جوہر ذاتی کی چاہ کیا تسلیم	صدف میں قدر نہیں آبروئے گوہر کی	"
رحم اے ناقدری اہل ہنر	دانے دانے کا زمانہ آگیا	ثاقب
نگاف خامہ ہی باعث ہے خامہ کی روانی کا	پھٹیں کپڑے تو اہل علم کا جوہر نکلتا ہے	"
کس طرح اہل ہنر کو دے جگہ دل میں فلک	مدعی سب کاٹتے ہیں تیغ جوہر دار سے	"
کرے عزیز کوئی خاک جسم بے جاں کو	مکاں کی قدر ہے کیا جب مکیں روانہ ہوا	جرار
خدا کی شان ہے جو دست حاجت کو بڑھاتے تھے	وہ روگردانیاں کرتے ہیں اب صاحب سلامت میں	جوشش
دنیا میں ہے وہ سب کی نظر سے گرا ہوا	جس پر نگاہ عاطفت لم یزل نہیں	"
اے دل کسے دکھاؤں طبیعت کی تیزیاں	افسوس اس زمانہ میں قدر ہنر نہیں	"
فلک نااہل ہے دیتا ہے شہرت بے کمالوں کو	کسی دن انگلیاں اٹھتے نہ دیکھیں ماہ کامل پر	جلیل
بدر کو دیکھتے ہے کون جلیلؔ	تم کو ہے خواہش کمال عبث	"
جویاؔ عبث ہے محنت فکر سخن مجھے	کچھ بھی نہ اس زمانہ میں قدر ہنر رہی	جویا
کمال سے نہیں بڑھ کر عزیز اہل دیار	کہیں تو کیا کہیں قدر ہنر وطن میں نہیں	حفیظ

بے قدری



بے قدری

ہر ایک سمت گھٹا جہل کی ہے چھائی ہوئی	میکش	سراج
کرے گا قدر ہماری جہاں میں کون ولا	"	"
سر دبازار ہنر اس دور میں ہے اے سراج	"	"
پرساں ہی نہیں کوئی بھی اس درد سری کا	سرور	
کیا حال زمانہ کہوں بے قدری ہی یا تک	سعید	
اے فلک ہے یہی انصاف کہ شائق کی طرح	شائق	
شائق مذاق طبع سے موقوف کر نہ فکر	"	
طاہر اگر کمال بھی حاصل کیا تو کیا	طاہر	
دریا میں قدر گوہر خوش آب کی نہیں	"	
قدر دانی کی توقع نہ رکھو دل میں ظہیر	ظہیر	
در بدر ہیں خراب اہل ہنر	عاشق	
ناقدردانیوں سے جلا کر کیا ہے خاک	"	
قدر جوہر کی نہیں ہے اہل دولت کے حضور	عزیز	
قدرداں صاحب جوہر وطن میں کون ہے	"	
احباب میں قدر آپ کی کس طرح سے ہوگی	عاجز	
دنیا سے قدردان سخن اٹھ گئے فدا	فدا	
ان روزوں کچھ بھی قدر و کالت نہیں رہی	"	
کم ہے استعداد فہم و فکر عالی ان دنوں	"	
اے فوق قدر اٹھ گئی شعر و سخن کی ہائے	فوق	
اپنے بیگانوں نے آنکھوں سے گرایا مثل اشک	"	
قدر فن شعر کس کام آئے گا توبہ کرو	قدر	
قدر اپنی نہ جہاں میں ہوئی باوصف کمال	قلق	
عیب بینوں کے سوا کوئی نہیں پرساں اور	"	
ہم تو ہم ہر بے ہنر کو صبر آیا اے قلق	"	
قدرداں سب اٹھتے جاتے ہیں کمال	کمال	
نشو و نما پائی ہے دکن میں قدر ہماری کیونکر ہوگی	مائل	
کسی کو قدر کامل کی نہ ہو جبتک ہے زندہ	لائق	
زمانہ کر دیا روشن دلوں کی قدر کو کم	"	
زمانہ میں وہ ناقدری ہے منھ کس کو دکھائیں مہر	مہر	
ناقدری زمانہ کو کیا روئیے کہ مہر	"	
پوچھتا کون ہے اب علم و ہنر کو اے مہر	"	
روشن دلی کا اپنی رہا داغ عمر بھر	ماہ	
اسی باعث ہوئے اہل ہنر مفقود نظروں سے	میکش	

بے قدری

سراج نفع تو علم و ہنر میں خاک نہیں	سراج
گھرے ہیں جہل میں زاغ سب کے ہیں ہنر سے پھرے	"
ڈھونڈھنے سے بھی خریدار ہنر ملتا نہیں	"
کیا وقت برا آیا ہے یہ بے قدری کا	سرور
دانا کی نہیں قدر ہے ناداں کے برابر	سعید
رہیں بے قدر زمانہ میں ہنرور افسوس	شائق
بالفعل گو زمانہ میں قدر سخن نہیں	"
دنیا میں قدردانیٔ اہل ہنر نہیں	طاہر
بے آبرو ہیں اہل صفا بھی وطن میں کیا	"
کوئی پرساں نہیں گو خون بھی پانی ہو جائے	ظہیر
بے ہنر لوٹتے ہیں گھر بیٹھے	عاشق
خرمن ہوں میں تو خرمن آتش رسیدہ ہوں	"
لعل و دُر ہیں سنگریزے گلشن شداد میں	عزیز
گوہر نایاب کا طالب عدن میں کون ہے	"
افسوس ہے عاجز کہ نہیں ہم میں ہنر کچھ	عاجز
یکساں ہوا ہے نرخ گلیم اور شال کا	فدا
کثرت سے اب یہ پیشہ نہایت ذلیل ہے	"
جو کلام پوچ ہے وہ بیشتر مشہور ہے	"
وہ نکتہ داں رہے ہیں نہ وہ قدرداں رہے	فوق
موت کو تو بھیجدے یارب اٹھانے کے لیئے	"
اس زمانہ میں نہیں صاحب سخن کی احتیاج	قدر
صفت بوئے گل اس باغ میں برباد ہیں ہم	قلق
آپ بربادیٔ ارباب ہنر دیکھیں تو	"
بھیک کا کاسہ کف اہل ہنر میں دیکھ کر	"
ہائے کب ناقدردانی جائے گی	کمال
گھر کی مرغی دال برابر کس کو دکھائیں اپنا ہنر ہم	مائل
کہ بعد از مرگ آہو کے نکالے نافہ خوشبو کو	لائق
کہ آب و دانہ سے گوہر کو نت ہے غلطانی	"
تعجب کیا ہے جو ارباب جوہر چھپتے پھرتے ہیں	مہر
دل تنگ ہو کے لطف سخن سے نکل گیا	"
سخت نادان ہیں جو کسب ہنر کرتے ہیں	"
اے ماہ قدردان نہیں کوئی کمال کا	ماہ
نہ دیکھی قدر عالم میں انھوں نے جب کسی فن کی	میکش

بہ گرانمایگی خویش و بہ کم ظرفیٔ دہر
قدردانی کی کیفیت معلوم
قحط ارباب سخن ہے یا ہجوم ناکساں
ہے یہ حال وحشت خستہ کا ستم جہالت عام ہے
عالم میں کاملوں کا کوئی قدردان نہیں
دہر میں پاتا نہیں کوئی کمال اصلا فروغ
اہل سخن کے ہو نہ سخن کی وطن میں قدر
زباں پر اک زمانہ کے ہے یکتا
یک بیک ایسا زمانہ میں ہوا ہے انقلاب

ہوں میں وہ جنس کوئی جس کا خریدار نہیں
عیب کیا ہے اگر ہنر نہ ہوا
وحشت آتش زباں خاموش کیوں محفل میں ہے
کہ نہ شوق شعر و سخن رہا نہ ولے نکتہ دری رہی
برباد اہل علم ہیں اہل ہنر خراب
جبتک اے وہبی میسر قدرداں ہوتا نہیں
سچ ہے گہر کی کچھ نہیں تو قیر زیر آب
گلہ ناقدریٔ اہل ہنر کا
قدرداں سب اٹھ گئے ناقدرداں پیدا ہوے

بیکسیٔ

اس مرغ گرفتار کی حالت پہ ہے افسوس
گور میں آکر ہوا کوئی نہ غربت کا شریک
یہ گور غریباں میں کہتی ہے حسرت
شب غم نہ دے گا کوئی ساتھ میرا
شریک درد نہ کوئی تمام عمر ہوا
حیف کہ رستے میں مجھے ہمسفر
امیر اب دوسرے کو اس جہاں میں کیا توقع ہو
امیر ایسا کیا دیراں اجل نے قصہ شاہی کو
دنیا ہی میں جو بات کوئی پوچھتا نہیں
عزیز احباب ساتھی دم کے ہیں سب چھوٹ جاتے ہیں
سارا جہاں ہے گویا تصویروں کا مرقع
دوست دشمن کی ہم سے پھر گئی آنکھ
زمانہ کی خبر سے ہم کو کیا کام
کون تھا مرگ غریبی میں جو ماتم کرتا
لوگ ناآشنائے غم ہیں اسیر
ہنسنے والا نہیں ہے رونے پر
منزل مقصود تک اللہ پہنچائے ہمیں
نہ لی کبھی خبر آکر ہماری غربت میں
کسی بلا میں ہو پرسان حال کوئی نہیں
کس سے کہوں گزرتی ہے جو اپنی جان پر
کیا بیسر و ساماں میں زمانہ سے چلا ہوں

کھایا ہی نہیں جس نے کوئی دانہ کسی کا
جو بیگانہ نما جھپکتے ہی پلک بیگانہ تھا
کہ اصلی وطن ہے یہی بیکسی کا
امیر آمرا ہے تو کچھ بیکسی کا
جلا ہوں کیا میں چراغ مزار کی صورت
چھوڑ گئے نقش قدم کی طرح
برادر کو نہ آیا رحم یوسف سے برادر پر
کہ آنکھیں رکھکے روئی بیکسی ایک پیرزن پر
روز حساب آئیں گے ہم کس شمار میں
جہاں یہ تار تو ٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں
اس بزم میں کسی کو پروا نہیں کسی کی
ہے ادھر کی نہ اب اُدھر کی نظر
امیر اپنی نہیں رکھتے خبر ہم
ہاں مگر چھوٹے ہر آبلہ رویا مجھ کو
کون سنتا ہے مرثیہ میرا
ہم کو غربت وطن سے بہتر ہے
وقت شب ہے، ابر ہے، صحرا ہے آفت خیز ہے
ہے یہ مروت اہل وطن میں آگ لگی
لہو سفید کچھ ایسا ہوا زمانے کا
ایسا کوئی شفیق کہاں مہربان کہاں
ہمراہ نہ رہبر ہے نہ توشہ ہے سفر کا

وحشت
"
"
واسطی
وہبی
ہمدم
یکتا
لا اعلم
آصف
امیر
"
"
"
"
"
"
امیر
"
آتش
"
اشک
"
انور
بیکسی

	کون سنتا ہے کہیں ہم کس سے اپنی سرگزشت	قصہ بے معنی ہے مہمل لفظ ہیں روداد کے	بحر
	پرسان حال کوئی نہیں بزم دہر میں	مثل چراغ شام سے لے تا سحر چلے	"
	نہ کچھ دستگیری نہ کچھ حال پرسی	کسی کو کسی کی خبر ہے تو کیا ہے	"
	پیش بیداد گر اے دل طلب داد عبث	کوئی سنتا نہیں تو کرتا ہے فریاد عبث	"
	کسی کو مہرباں پاتا نہیں ہوں	دکھاؤں کس کو جا کر اپنی حالت	تجمل
	بیکسی میں ہے تجمل نہیں کوئی بھی شریک	شکوہ کیا کیجے گیگا نہ ہو کہ بیگانہ ہو	"
	اجل خفا ہے فلک مدعی زمیں دشمن	مرا جہان میں کوئی نظر نہیں آتا	تسلیم
	آسماں بے مہر ہے اہل جہاں ہیں بے نیاز	داغ دل کس کو دکھائیں ماہ کامل کی طرح	"
	حد ہو چکی جفا کی خبردار ہو شیار	اے چرخ اب نہ دیگی مری بیکسی طرح	"
	بہرہ ور اپنے سے ہوا اپنا نہ گردوں محال	غیر داغ بیکسی کیا ہے مہ کامل کے پاس	"
	جس کا نہیں ہے کوئی سہارا سوائے فضل	وہ میں ہوں اے کریم تری بارگاہ میں	"
	جیتے جی بھرتے تھے سب دم دوستی کا، بعد مرگ	جز ہجوم بیکسی کوئی رفاقت میں نہیں	"
	قفس میں ہمصفیران چمن جب یاد آتے ہیں	نگاہ یاس سے سوئے گلستاں دیکھ لیتے ہیں	"
	پیری کے ناز اٹھاتے ہیں کس بیکسی سے ہم	آنکھیں چرا کے ہائے جوانی کدھر گئی	"
	لحد کو چھوڑ کے جاتی نہیں کہیں دم بھر	غضب کی ہاتھ لگی تیری بیکسی فرصت	"
	غمخانۂ جہاں میں نہ پوچھا کسی نے ہائے	پہلے کہاں تھا، آیا کہاں سے، کہاں ہے اب	"
	الٰہی کوئی تسلی کا کیوں نہیں پرساں	جہاں یہ ہے کوئی روز شمار بھی تو نہیں	تسلی
	سب اپنی ہی گاتے ہیں کسی کی نہیں سنتے	سنوا نہیں کوئی کس سے کہیں ہم سخن اپنا	تراب
	ہائے ہمدردوں سے اپنے نہ کوئی ایک رہا	کس سے غم کہیئے کہ سب محرم و غمخوار گئے	"
	تراب ایسا کوئی ہمدم نہ پایا	جو غمخواری کرے غم دل کا بٹ جائے	"
	بیکسی میرے لئے زینت باطن ٹھیری	سایۂ بخت سیہ خال رخ دل ٹھیرا	توفیق
	بیکسوں کی آہ سے ظالم کو لازم ہے گریز	آتش قہر خدا ہے ہر شرارہ آہ کا	جرار
	چراغ اے چرخ لعل شب چراغ ایواں ہیں تھے جن کے	کسی کا دل نہیں جلتا ہے انکی شمع مدفن پر	"
	ہمسفر کوئی نہیں نادیدہ ہے راہ عدم	دل مسافر کا نہ ہو کیونکر سر منزل اداس	"
	کس سے اظہار غم کروں جویا	اب نہیں کوئی غمگسار رہا	جویا
	کس سے اظہار دردِ دل کیجے	کوئی مونس نہیں نہ یار افسوس	"
	تصدق جائیے اس بیکسی کے اب یہ حالت ہے	کہ رونا بھی نہیں آتا ہے یاں اپنی مصیبت پر	جلیل
	کچھ نہ لائے اور نہ کچھ دے جائیں گے	جان لائے تھے وہی لے جائیں گے	حیرت
	منزل پڑی ہے دور نہیں زاد کا پتہ	تنہا سفر میں چھوڑ کے سب ہمسفر گئے	"
	کس سے کہے وہ حال کہ جس کا جہان میں	مشفق نہ ہو، رفیق نہ ہو، مہرباں نہ ہو	"
	داد کو تو پہنچنا معلوم ہے	کوئی یاں فریاد بھی سنتا نہیں	درد
	ہائے مری خستگی و ماندگی	چل دیا سب قافلہ میں رہ گیا	داغ
	ہو کا میدان ہے سناٹا ہے ویرانی ہے	ایک میں ایک مری بیسر و سامانی ہے	راجی

بجز ذات خدا کوئی نہیں اپنا زمانے میں — ظہیر
ہمیشہ ساتھ دیتا کون ہے اے عرش عالم میں — عرش
اے عرش ہے یہ حال زمانہ کا مثل میر — "
دوست ہیں بیکسی میں دشمن تک — عزیز
ہے اس کی بیکسی بھی قابل دید — عاشق
کیونکر نہ روئے بیکسی ایسے کی موت پر — "
بے کس وہ ہیں سوم بھی نہ ہوگا فنا کے بعد — "
ہم اپنے دل کو سناتے ہیں آپ دفتر غم — "
داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی — غالب
بیگانہ وار اس چمنستاں میں کی گذر — غافل
منزل ہے اپنی اپنی قلق اپنی اپنی گور — قلق
مجھے اے بیکسی جھونکا ہے تو نے کس سمندر میں — قدر
ہزاروں نالے کروں تو کیا ہے کہیں سماعت بھی یا خدا ہے — "
انبوہ بیکسی میں نہ ٹھیرا کوئی رفیق — منیر
فلک کی خو نہیں ایسوں کی پرورش ورنہ — مصحفی
بیم و امید ہی میں گزرتی ہے اپنی عمر — "
کبھی کام اپنا نہ نکلا کسی سے — "
نہ انیس ہے نہ جلیس ہے نہ رفیق ہے نہ شفیق ہے — "
راہ میں مجھ کو سب مرے ساتھی — "
بزم تصویر ہے طلسم جہاں — "
ہم رہ گئے رفیق سب آگے نکل گئے — "
ہم کاروان عمر میں واماندہ ہیں غریب — "
کس کو پوچھے ہے کوئی دنیا میں — میر
خواہش دل کی کس سے کہئے محرم تو نا پیدا ہے — "
پھر اس میں صورت احوال ہر اک کو دکھاتا یاں — "
شور نہیں یاں سنتا کوئی میر قفس کے اسیروں کا — "
یاں بات راہ کی تو سنتا نہیں ہے کوئی — "
جان تنہا بدن کو چھوڑ گئی — مجروح
اپنی بیتابیٔ دل کس سے کہوں وائے نصیب — میکش
اللہ تو معین ہے بیکس غریب کا — ماہ
کس سے بیاں کروں دل پر غم کی داستاں — "
بیکسی اب سرہانے ہے بجائے تکیہ — نصیر
پانوں جنت میں نہ رکھا تھا کہ نکلی تن سے روح — نسیم

یہ باتیں دیکھی بھالی جانچی تولی ہیں
چلی جاتی ہے اک دن روح تنہا چھوڑ کر تن کو
گر مر بھی جائیے تو کسی کو خبر نہ ہو
راہبر ہو گئے ہیں رہزن تک
جو پیچھے رہ گیا ہو کارواں سے
نے گور ہی ملی نہ میسر کفن ہوا
مونس نہیں، رفیق نہیں، آشنا نہیں
کوئی رفیق، نہ مونس، نہ یار رکھتے ہیں
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے
ہرگز نہ آشنائے گل و خار ہم ہوئے
کوئی نہیں شریک کسی کے گناہ میں
نہ کشتی ہے نہ ساحل ہے نہ گھاٹ ہمیں نہ ٹاپو ہے
شوالے میں نکھ پھنک رہا ہے تو شور کعبہ میں ہے اذاں کا
اپنے ہی دونوں ہاتھ ادھر اور ادھر رہے
شکستہ حال غریب و فقیر ہم بھی ہیں
کشتی نشیں کو جیسے خطر ہے بھی اور نہیں
بہت خلق کی التجا کر چکے ہیں
ہم اکیلے گھر میں پڑے رہے سبھی لوگ گھر کے چلے گئے
جب نکرنا توان چھوڑ گئے
کوئی کب یاں کسی کی سنتا ہے
اب ہم سے کب ہو طے یہ رہ دور دیکھئے
ساتھی جو تھے چلے گئے سب چھوڑ کر ہمیں
دیر یاں اعتبار ہوتا ہے
چپ ہیں کچھ کہہ سکتے نہیں پر جی میں ہمارے کیا کیا ہے
مروت قحط ہے آنکھیں نہیں کوئی ملاتا یاں
گوش نہیں دیوار چمن کے گل کے شاید کان نہیں
جاتے ہیں ہم جرس سے اس قافلہ میں بکتے
کون دنیا میں ہے کسی کا یار
کوئی ملتا ہی نہیں مونس و غمخوار مجھے
کوئی سوا ترے مری امداد کیا کرے
اپنا کوئی شفیق نہیں مہرباں نہیں
بستر خاک پہ منہ ہم سے یہ موڑے پتھر
بیکسی نے رو دیا منہ دیکھکر شداد کا

بیکسی

بیدردی

جاکر سفر میں بھول گئے ہم کو وہ ہمسفر	ہاں اور دوستوں نے لکھا خط رسید کا	امیر
کہتے بیدرد اس زمانہ کے اطبا ہیں امیر	حال بیماروں کا سنتے ہیں فسانوں کی طرح	〃
وائے بیدردی گل تر باغ میں	ہنستے ہیں صبح گریباں چاک پر	تسلیم
درد دل کہتا ہوں میں جس سے وہ سمجھے ہے دروغ	راستگوئی کا تو دنیا میں یقین جاتا رہا	جرأت
درد دل اس بت بیدرد سے کہتے تو کہے	جاکے یہ رام کہانی تو سنا اور کہیں	〃
وضع میں ہے نہ تغیر خو میں	جائے دل سنگ ہے ہر پہلو میں	حالی
ہو فرشتہ بھی تو نہیں انساں	درد تھوڑا بہت نہ ہو جس میں	〃
کل کہا اس سے کسی نے کہ حسن مرتا ہے	ہنسکے کہنے لگا میں کیا کروں مرجانے دو	حسن
سناؤں کیونکر اپنا حال میں کیا سخت مشکل ہے	یہ قصہ جب لگوں کہنے تو اس کو نیند آتی ہے	درد
درد سے میں لوٹتا ہوں میرا کس کو درد ہے	ہو نہیں لفظ درد جس پہلو سے الٹو درد ہے	ذوق
نہ پوچھ حال ہمارا کہ ایسی باتوں سے	کوئی سننے سے ترے دل کو درد آتا ہے	سودا
سودا کے زرد چہرہ کو شوخی کی راہ سے	کہتا ہے دیکھ تیرا تو رنگ اب نکھر چلا	〃
اس دور میں گئی ہے مروت کی آنکھ پھوٹ	معدوم ہے جہان میں چشم وفا پرست	〃
نہ سمجھے حال دل سودہ خاطر بیقراروں کا	سمجھتا وہ جو ہم جاکر کسی سہل سے کچھ کہتے	سوز
میرے سینہ میں داغ جلتا ہے	لوگ سمجھے چراغ جلتا ہے	〃
غنچہ نے سنکے چٹکیوں میں بس اڑا دیا	بلبل نے درد دل جو کہا روبرو ئے گل	شہید
سرخرو ہوں اے ظفر کیونکر عزیزوں سے عزیز	بے مروت ہے زمانہ ہو گئے لوہو سفید	ظفر
گرچہ وہ بیداد گر بے درد و بے پروا تو ہے	پر جو میں کچھ درد دل کہتا ہوں سن لیتا تو ہے	〃
حال دل اس سے کیا کہیں عاشق	جو کہ دکھ درد کی ذرا نہ سنے	عاشق
حالانکہ یہ ہے سیلی خارا سے زرد رنگ	ظالم کو میرے شیشہ پہ سے کا گمان ہے	غالب
غالب تمھیں کہو کہ ملے گا جواب کیا	مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے	〃
غم کی چٹک نہ ہووے جس دل میں	سنگ اسے یار خام کیا کہئے	قائم
وائے اس دل پہ جو بے چین شب و روز نہیں	آہ اس سینہ میں جس میں کہ ترا سوز نہیں	〃
نہ چھوڑتا ہے قفس سے نہ ذبح کرتا ہے	ستمگری کا کوئی یہ بھی ڈھنگ ہے صیاد	〃
عیش میں یہ تو نہ جاگے کبھی تم کیا جانو	کہ شب غم کوئی کسطرح بسر کرتا ہے	مومن
کسی نے گر کہا مرتا ہے مومن	کہا میں کیا کروں مرضی خدائی	〃
کسی کا درد ہوتا ہے کسی کو کب زمانہ میں	کہ جام و گل ہیں خنداں شیشہ و بلبل کے شیون پر	ناسخ
چلی ہے دہر میں کیسی ہوائے بیدردی	کہ ہو رہی ہے ہنسی نالۂ حزیں دل پر	نظم
ان سے امید کیا رکھوں رحم نہ آئے جنھیں	سینہ کو چاک دیکھ کر دل کو فگار دیکھ کر	وحشت
بھائیوں نے تھا جو یوسف کو کنویں میں ڈالا	حیف ہے رنج کچھ ان کو نہ ہوا بھائی کا	ہر چند
ہاتھ سے اخواں کے اپنے چاہ میں یوسف گئے	کیا عزیزوں کا ابھی سے ہو گیا لوہو سفید	ہمدم

بیدردی

کی درد دل اپنا میں سب سے کوئی بھی غمخوار نہیں ہے

بیدردی آئی زمانہ

ناگفتنی ہے حال بہار و خزاں باغ

اس زخم سے سر کا نہیں اچھا ہونا

وہ بات کہی زنہار کا نہیں کہنا

دو دن کی زندگی کا جہاں کی جو خبر ہوتی نہیں

بے ثباتی جہاں کی ہمیں آتا ہی نہیں

میں بھی عالم کے لئے آئینہ حیرت ہوں

ایک دو دن کے لئے آئے ہیں سیر نہیں

عالم ایجاد بھی ہے کیا کسی کافر کی خواب

نشاں اس کا اب کہاں کا نہیں ہیں اس کے جز افسانوں میں

مٹے وہ نام بھی نشاں ستم و ناز کا

چار دن عیش کے ہیں ان کا ہے وقف زمانہ کی

جاب آسا ہے جہاں آیا ہے عدم سے پھرا

وہاں سے کیسے

کیسے کیسے ناموں کے مٹ گئے نام و نشاں — اب نہ دارا ہے نہ دنیا میں سکندر رہ گیا — اشک
تلف پیر فلک نے بھی کئے ہیں نوجواں کیا کیا — مٹے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے نام و نشاں کیا کیا — ،،
نہ اپنی زیست پہ نازاں ہو اسقدر غافل — یہ ہست و بود ہے نقش بر آب کی صورت — ،،
بحر ہستی میں ہوں مثال حباب — مٹ ہی جاتا ہوں جب ابھرتا ہوں — اکبر
رنگ گلزار جہاں ہے ہائے کتنا بے ثبات — دو ہی دن میں لالہ و گل کی جوانی ہو چکی — ،،
بحر جہاں میں ہے کسی ہستی کو کب ثبات — چلتے ہی ٹوٹتا ہے سفینہ حباب کا — اسیر
سایہ بھی تا زوال دکھاتا ہے حسن لطف — کیا اعتبار منزل نا پایدار کا — اختر
ہے یہ دنیا اک سرائے بے ثبات — آج جو آیا یہاں کل جائے گا — ،،
بے ثباتی جہاں کی ہے مشہور — اس میں ہے زندگی حباب کیطرح — انیس
مقام یوں ہوا اس کارگاہ دنیا میں — کہ جیسے دن کو مسافر سرا میں آکے چلے — افسوس
بہار و خزاں کو بقا کچھ نہیں ہے — ہے سب کچھ یہاں پر سدا کچھ نہیں ہے — انشا
یہ دور روزہ نشو و نما کو تو یہ سمجھ کہ نقش بر آب ہے — یہ سراب ہے یہ حباب ہے فقط ایک قصۂ خواب ہے — برق
خیال خام ہے فکر عمارت پختہ — بنائے ہستیٔ موہوم پائدار نہیں — ،،
برائے نام ہے عالم میں ہستیٔ موہوم — ثبات ہم کو نہیں ایک دم شرر کی طرح — بختاور
پھول جو بلبل رہے ہیں گلشن فانی پہ یار — گل میر ہو نہ ان کو دائمی گلزار کا — پرتو
نقارۂ گردوں کی صدائیں تو یہی ہیں — قائم نہ ہمیشہ یہاں نوبت ہو کسی کی — ،،
آمد کسی کی کوچ کسی کا ہے ہر گھڑی — کہیئے تو دیکھ بھال کے دنیا سرا نہیں — ،،
اس بحر بے ثبات میں دو دن کے واسطے — لے لونگا مستعار کوئی گھر حباب کا — ،،
شام کو آئے ہوئے رخصت جہاں سے صبح کو — مثل شبنم میہمان باغ شب بھر رہ گئے — تسلیم
نظر آئی جہاں کی بے ثباتی بعد مرنے کے — ہوے بیدار ہم آنکھوں میں جب خواب عدم آیا — ،،
تنگیٔ دل کا گلہ کیا بحر ہستی میں کریں — دم بھی لے سکتے نہیں مثل حباب اچھی طرح — ،،
رہی آغوش گل میں رات بھر وقت سحر شبنم — گئی گریاں چمن سے بے ثبات ہائے گلشن پر — ،،
دہر میں مثل شرر آئے عدم کے واسطے — کیا کریں ہم گر مجوشی نیدم کے واسطے — ،،
گر سمجھتے ہیں ثبات زندگی مثل شرر — جان کیوں دیتے ہیں لاکھوں ایک دم کے واسطے — تجمل
جو چیز ہے یہاں ہے تجمل اُسے فنا — تکیہ نہ کرنا چاہیئے دنیا کی چاہ پر — ،،
یہ دنیا یقیناً ہے مہمانسرا — کہ شام آتے ہی صبح جاتے ہیں لوگ — تشنہ
با ایں ہمہ سرمایہ و اسباب تنعم — دنیا کے سراپردہ میں بے برگ و نوا ہیں — تاباں
دم حباب آسا ہے اور کار جہاں بحر عمیق — سخت حیراں ہوں کہ اس فرصت میں کیا کیا کیجئے — ،،
زندگی ہے آدمی کی بحر تن میں جوں حباب — دم غنیمت جان تاباں آج ہے سو کل نہیں — ،،
باغباں اپنے گلستان پر نہ ہو تو مغرور — مل گئے خاک میں ایسے گل و گلزار کئی — ،،
نہ یہ بہار رہے گی نہ یہ چمن نہ یہ گل — خزاں کے ہاتھ سے ہو جائیگا یہ سب کچھ خار — ،،
لیں دم اس منزل میں اب یہ حوصلہ جاتا رہا — کہاں یہ چمن اور کہاں آشیانہ — تعشق
جسکے ساتھ آئے تھے ہم وہ قافلہ جاتا رہا — ؎ دنیا کا ہے ثبات جنوں کا زمانہ ہے — جنوں

بے ثباتی دنیا

؎ اے دنیا مسافر کی یہ منزل نہیں ہے — ثاقب
؎ یہاں جو آیا یہاں آج شب کو وہ کل تجھ کو نہیں ہے — ،،
؎ ثاقب فنا ہر اک بات کی یہ ایک بات ہے — ،،
؎ ثاقب ثبات ہے نہ جہاں کا ثبات ہے — ،،
؎ اپنا قیام ہے یہ ثباتی محل سرا — ،،
؎ ٹھہرنے کا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا — جرار
؎ جھونکا ہوا کا ہوں میں ہم غریب غربا ہوں چمن میں — ،،
؎ دیکھیں کہاں یہ باغ بہن رہتا ہے جو آیا ہے کا — ،،
؎ چار دن زیب بن رہتا ہے جو آیا ہے کا — ،،
؎ پوچھو اے اہل علم مجھ سے نہ حال ہستی — ،،
؎ کیا کہوں خواب پریشان کی تعبیر عبث — ،،
؎ بہار حسن دو روزہ ہے اعتبار کیا کیجئے — ،،
؎ رہنے کی جگہ نہیں ہے یہ رنج سے دل لگا — ،،
؎ بلبل ذرا سمجھ کر پھولوں سے دل لگا — ،،
؎ فصل بہار دو دن ہے اس چمن میں — ،،
؎ ثبات اپنا کبھی سمجھے نہ ہم دنیائے فانی میں — ،،
؎ عمارت کیا بنائے قصر کی تعمیر کیا کرنے — جنوں
؎ اے دل سرائے دہر میں جا قیام کی — ،،
؎ کیونکر مقام اس سرائے دہر میں کیا دل لگے — ،،
؎ وحشت سرائے دہر میں کیا دل لگے — ،،
؎ دنیا کا ہے ثبات جنوں کا زمانہ ہے — ،،

	روز و شب اک وضع پر کب ہے قیام مہر و ماہ	ہے سراسر عارضی دنیا کا ساماں دیکھنا	جوش
	دو دن کی یہ زینت نہیں اے چرخ گوارا	بالائے لحد چادر مہتاب کہاں تک	جلیل
	ابھی بہار ہے ہنس بول لیں گل و بلبل	کہ رنگ و بوئے چمن کا کچھ اعتبار نہیں	〃
	پتہ چلتا ہے اس سے فصل گل کی بے ثباتی کا	چٹکتے ہیں جو غنچے اصل میں فریاد کرتے ہیں	〃
	دنیا رو ہے یہ دنیا چند روز	اس میں ہوگا تم کو رہنا چند روز	جلالی
	موت کا اک دن ہے چکھنا ذائقہ	زندگی پر ہے عقیدا چند روز	〃
	شاخ گل پر بلبلوں کا ہے یہ شور	بس چکے یاں تھا بسیرا چند روز	〃
	پڑکے آنکھوں میں یہ بولی خاک گور	مہ جمالوں کا تھا جلوا چند روز	〃
	ہے مقام دور فانی چند روز	اور یہ عیش زندگانی چند روز	〃
	دم میں سب مٹ جائینگے نام و نشاں	نامیو ہے یہ نشانی چند روز	〃
	بر سر بالیں ہے یہ پیری کا شور	نوجوانو ہے جوانی چند روز	〃
	ایک دن گل ہوگے تم اے گل رخو	ہے یہ سیر گلستانی چند روز	〃
	اب کہاں رستم، کہاں اسفندیار	تھا وہ زور پہلوانی چند روز	〃
	گل کو کیا روتی ہے تو اے بلبل	یہ گلستاں نہیں ہے رہنے کا	جرأت
	آنکھ جب سے کھلی نہ دیکھا کچھ	زندگانی میں اور حباب میں فرق	〃
	گر پختہ مزاج ہو تو سمجھو	ہے رشتۂ خام زندگانی	〃
	پیدا ہوے جب تبھی سے لائی	مرنے کا پیام زندگانی	〃
	گل جو ہنستا ہے تو غنچہ کا چٹکنا جرأت	کوس رحلت وہیں گلشن میں بجا دیتا ہے	〃
	زیر فلک جہاں میں ہر چیز بے بقا ہے	اس گھر میں آنا جانے کی ہے نشانی	حمید
	اک سانس آرہا ہے اک سانس جا رہا ہے	اب ہم سمجھ گئے ہیں دنیا ہے آنی جانی	〃
	زندگی اپنی ہے بس مثل حباب	ایک دم کی ہے یہ ساری آب و تاب	حیرت
	مٹائے فلک نے نشاں کیسے کیسے	ہوئے منہدم یاں مکاں کیسے کیسے	〃
	نے خندۂ گل اور نہ وہ باغ کی خوبی	کیا باغ کو لوٹا ہے اس آمد نے خزاں کی	〃
	بھروسا کچھ نہیں ہستی کا اپنے اے ہمدم	یہ جاں ہے تن میں کہ جیسے ہوا حباب میں ہے	〃
	نہ وہ لالہ نہ وہ سنبل کہیں ہے	نہ وہ گل ہے نہ وہ بلبل کہیں ہے	〃
	جو کچھ دیکھتے ہو یہ باغ و بہار	فنا ہونے والے ہیں سب ایک بار	〃
	باغ دنیا کو خزاں ہے کچھ نہیں گل کو بقا	بلبلو دیکھو ذرا تم شاخ عریاں کی طرف	〃
	مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی	کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا	درد
	وائے نادانی بوقت مرگ یہ ثابت ہوا	خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا	〃
	حیف کہتے ہیں ہوا گلزار تاراج خزاں	آشنا اپنا بھی واں اک سبزۂ بیگانہ تھا	〃
	چمن میں صبح یوں کہتی ہے ہو کر چشم تر شبنم	بہار باغ گو یونہی رہی لیکن کدھر شبنم	〃
	نے گل کو ہے ثبات نہ ہم کو ہے اعتبار	کس بات پر چمن ہوس رنگ و بو کریں	〃
	ہم بھی اس وحشت سرا سے ہیں اداس	اور بھی جو آئے سو یاں کم رہے	〃

تم دیکھنا کہ وقت سحر خاک بھی نہیں	یہ حسن ایک رات کا ہے میہماں شمع	سخن
یہ رونق بزم ہے کوئی دم	ہے شمع نہ انجمن ہمیشہ	"
مہماں ہے بہار کوئی دن کی	بلبل ہے نہ ہے چمن ہمیشہ	"
بلبل نہ پھول بہر خدا یوں بہار پر	گل بے ثبات ہیں چمن روزگار کے	سراج
بلبلو مار لو اس باغ میں اب چھپے تم	پھر کوئی روز کو ڈھونڈو گے تو گلزار کہاں	سوز
مت کیجیو اعتبار اس کا	ہے نقش بر آب زندگانی	"
اک ہستیٔ موہوم سی ہے صورت ارشیا	ہے دیدۂ تحقیق میں جز نام خدا ہیچ	"
سب ہیچ ہے ہم جان چکے وضع جہاں کو	غم ہیچ طرب ہیچ ستم ہیچ جفا ہیچ	"
غم و الم کی ہے کیا حقیقت رہا نہ جب دور عیش و راحت	ہے چند روزہ ہر ایک حالت کدہر ہے غافل خدا خدا کر	سفیر
دیتے ہیں ثبوت بے ثباتی	دریا میں حباب ابھر ابھر کر	"
اڑتی ہے خاک جائیے کیا سیر باغ کو	وہ گل نہیں رہا وہ گلستاں نہیں رہا	سعید
باغ جہاں میں گاہ خزاں ہے کبھی بہار	زنہار ایک رنگ پہ بستاں نہیں رہا	"
دنیا ہے چند روزہ یہ اکثر سنا گیا	تاراج سلطنت ہوئی سلطاں نہیں رہا	"
مال و خزانہ چھوڑ کے تنہا چلے گئے	اب پاس جز عمل کوئی ساماں نہیں رہا	"
نوشیرواں کا نام عدالت سے رہ گیا	وہ جھونپڑی نہیں رہی ایواں نہیں رہا	"
صاحب کمال زندہ ہیں کسب کمال سے	ذکر کرم ہے حاتم دوراں نہیں رہا	"
اہل سفر بہت سے ادھر سے ادھر گئے	جم کر سرائے میں کوئی مہماں نہیں رہا	"
یاں چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیرا پاک	اندھیر ہو گیا مہ کنعاں نہیں رہا	"
شہرت تھی کیا جہاں میں عصائے کلیم کی	کیسا عصا و موسیٔ عمراں نہیں رہا	"
معلوم ہے جو شوکت شان مسیح ہے	بایں ہمہ وہ شائۂ دوراں نہیں رہا	"
زیر نگیں جہاں تھا اڑے تھما ہوا پہ تخت	وہ خاتم و سریر و سلیماں نہیں رہا	"
بخشش تھی عاصیوں کی دلاجس کا خوں بہا	وا حسرتا وہ شاہ شہیداں نہیں رہا	"
عبرت ہے ختم ختم رسل کی وفات پر	محبوب خاص حضرت یزداں نہیں رہا	"
کس نیند سو رہا ہے تو بیدار ہو دلا	یہ خوابگہ نہیں ہے کوئی یاں نہیں رہا	"
باغ دنیا کی ہوائے چند روزہ پر نہ پھول	جب خزاں آئی نہ پھر گل ہے نہ بلبل باغ میں	"
بے سبب ہرگز نہیں شور و فغان عندلیب	تین دن ہے باغ میں گل میہمان عندلیب	"
فریاد بلبلوں کی نہیں بے سبب سعید	گلشن میں تین روز ہے گل کی بہار حیف	"
عدم سے آ کے ہو کوئی غریب کیا آباد	کہ ہے سرائے سینچی سرائے سست نہاد	شاد
نگار خانۂ ہستیٔ بے ثبات ہیں آہ	مٹائے کھینچ کے لاکھوں فلک نے نقش مراد	"
کوئی آگے کوئی پیچھے سب فنا ہو جائیں گے	ہے تماشا عالم ایجاد بازی گاہ کا	شفق
قصر و ایواں کیا کہ خود دنیا نہیں ہی پائدار	منعمو ہے فکر لاحاصل یہاں تعمیر کا	"
دیکھتے ہی دیکھتے نابود دنیا سے ہوا	گر ابھر کر بر لب دریا حباب آیا تو کیا	"
قصر گردوں کا بھی قائم نہ رہے گا اک دن	کیا عجب گر نہ رہا قصر فریدوں ثابت	شہید

بے ثباتی دنیا	شوق
تاج میں جن کے لگتے تھے ٹانکے گوہر	
ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ کاشہ سر	"
رہتے تھے یوسف شہ جہاں میں جیسے	
کھا گئے ان کو آسمان و زمین	"
ہے نہ شیریں نہ کوہکن کا پتہ	
ہے نہ کسی جا ہے نہ لیلیٰ کا پتہ	"
بوئے الفت تھی جب تلک پیدا	
باقی اب قیس ہے نہ محمل آرا	"
صبح کو کوئی ان نہ شام کو یاں	
پڑھتے ہیں کل من علیہا فان	"
موت سے کس کو رستگاری ہے	
آج وہ کل ہماری باری ہے	صابر
دنیا اس میں ہستی موہوم کی کیا کیا دھوکے	
گرد و باد بے ثباتی سے ہرگز نہ کم ہو	"
وہ گرد و باد بے ثباتی سے ہرگز نہ کم ہو	
شمع ساں سب کا ہے صبا بزم فروغ بے ثبات	"
شمع ساں سب کا ہے صبا بزم فروغ بے ثبات

	قصر و ایواں سے غرض ہم کو نہیں ہے ظاہر	گھر بنائیں کہ یہاں آئے ہیں مہماں ہو کر	ظاہر
	واقف تھے ڈھنگ سے نہ جہان خراب کے	ہم آئے اس سراب پہ دھوکے ہیں آب کے	ظہیر
	فنا ہونے کو ہے دنیا میں جتنی آفرینش ہے	عبث زردار مغرور نشاط کامرانی ہیں	"
	گلشن عالم کو آخر ہے خزاں	سب تماشے ہیں یہ دو دن کیلئے	عاجز
	یہاں آکے عالم کو کیا دیکھتے ہم	جو اک دم کو بھی اپنا رہنا نہ دیکھا	عیش
	جہان و اہل جہاں اور دنیوی اسباب	بغور دیکھ کہ سب ہیچ ہیں مثال خواب	"
	کارخانہ کیا جو ہووے بے ثبات	ہیں جہاں کے سارے کاروبار ہیچ	"
	نہیں دم کا بھروسا اک دم کا	عیش ڈپٹی ہو یا گورنر چیف	"
	چار دن گلشن عالم ہے خزاں ہے آخر	پھولتی پھرتی ہے اے بلبل ناداں کس پر	علی احمد
	ثبات عالم کو کچھ نہیں ہے سمجھ تو نادان کیا رہا ہے	ازل سے اسکا یہی ہے عالم کہ کوئی جاکوئی آرہا ہے	عاشق
	قیام رنگ جہاں کو نہیں ہے دم بھر بھی	سفید دن کو تو شب کو سیاہ دیکھتے ہیں	فوق
	بے ثباتی ہے جہاں میں زندگی کے واسطے	جز بقائے حق بقا کب ہے کسی کے واسطے	"
	دولت تری حباب ہے بحر زوال کا	نقشہ بر آب ہے ہمہ جاہ وجلال کا	فدا
	عدم کے ساتھ ہی توام ہے ہستی موہوم	نہیں جہان میں کچھ لطف زندگانی کا	"
	افلاس اور غنا کا نہیں ہے کچھ اعتبار	دنیا کے کارخانے کو ہرگز نہیں ثبات	"
	فانی ہے تمام کارخانہ	دنیا بڑی بے ثبات جا ہے	"
	بہت ہیچ ہے ہستی کائنات	نمود جہاں محض بے بود ہے	"
	خوش ہو اے دل اگر تو شاد نہیں	یاں کی شادی کا اعتماد نہیں	قائم
	جو دیکھتے ہو اس میں خیالات و خواب ہے	دنیا میں اک نمونہ موج سراب ہے	"
	جو بات ہے یہاں کی وہ دھوکا ہے ہائے ہائے	جو عیش ہے یہاں کا وہ خواب و خیال ہے	کوثر
	یہ بے ثبات بہار ریاض ہستی ہے	کلی جو چٹکی تو ہستی پہ اپنی نہ ہستی ہے	گویا
	انقلاب جہاں سے ثابت ہے	بے ثباتی جہان فانی کی	ممنون
	ہر کوئی اس مقام میں دس روز	اپنی نوبت بجائے جاتا ہے	میر
	اس باغ بے ثبات میں کیا دل صبا لگے	کیا کیا نہال دیکھتے یاں پاؤں آ لگے	"
	ہستی پہ ایک دم کی تمھیں جوش اسقدر	اس بحر موج خیز میں تم مست خواب ہو	"
	یک گل زمیں نہ وقفہ کے مانند نظر پڑی	دیکھا برنگ آب رواں یہ چمن تمام	"
	بے رنگ بے ثباتی یہ گلستاں بنایا	بلبل نے کیا سمجھ کر یاں آشیاں بنایا	"
	جوں صبح اس چمن میں نہ ہم کھلکے ہنس سکے	فرصت رہی جو میر سو بھی یک نفس رہی	"
	عالم میں آب و گل کا ٹھیراؤ کسطرح ہو	گو خاک بھی اڑے ہے اور آب بھی رواں ہے	"
	ایک دم تھی نمود بود اپنی	یا سفیدی کی یا اخیر ہوئے	"
	اس منزل جہاں کے باشندے رفتنی ہیں	ہر اک کے ہاں سفر کا سامان ہو رہا ہے	"
	رکھے تاج زر کو سر پر چمن زمانہ میں گل	نہ شگفتہ ہو تو اتنا کہ خزاں ہے یہ بہاراں	"
	آجائیں ہم نظر جو کوئی دم بہت ہے یاں	مہلت ہمیں بسان شرر کم بہت ہے یاں	"

مزہ کب ان کو حاصل ہووے عمر جاودانی کا	کہ جن کے دل میں نقشہ جم گیا ہے دار فانی کا	میکش	
ہے نہیں اک برگ گل محفوظ باد دہر سے	گلشن ایجاد بھی صرف خزاں ہو جائیگا	"	
ساتھ کس کے گئی کہئے تو متاع دنیا	سب نے اسباب یہاں وقت سفر چھوڑ دیا	"	
غافل نہ بھول دیکھ کے عالم کا آب و رنگ	جو کچھ نظر کے سامنے ہے سب سراب ہے	"	
جانتے ہیں اسکو سب سارا جہاں ہے بے ثبات	ظلم تو یہ ہے کہ پھر بھی فکر ہے تعمیر کی	"	
نہ دل لگائیو ماہر یہاں کسی گل سے	وفا کی بو نہیں باغ جہان فانی میں	ماہر	
فریب گاہ جہاں کا بھی ہے جواب کہیں	کسی جگہ پہ یہ دریا ہے اور سراب کہیں	"	
باغ عالم کو جو دیکھا بے ثبات	مثل شبنم ہم بھی آکر رہ چلے	مجروح	
جواں بھی مرتے ہیں بوڑھے بھی ایدل	لگا رہتا ہے یاں شام و سحر کوچ	منتھی	
دو دن کے میہمان نظر آئے جہاں میں	اس سے ہوا ثبوت کہ ہیں میہماں سے ہم	"	
بحر ہستی میں شکل موج و حباب	آدمی زاد کی بقا ہے یہ	"	
بے ثباتی ہے نمائش چمن عالم کی	دیکھ لو چشم حقیقت سے جہان فانی ہے	"	
صورت تمام ہستئ ناپائدار کی	دھوکا ہے نقش آب ہے موج سراب ہے	"	
ہوں رہرو فنا مرا خیمہ حباب ہے	وقفہ قیام کا ہے یہاں یک نفس فقط	مہر	
دیکھی جو آنکھ کھول کے غافل تو جان لے	ہستی تری برنگ شرر ہے بھی اور نہیں	مصحفی	
جو سیر کرنی ہے کرلے کہ جب خزاں آئے	نہ گل رہے گا چمن میں نہ خار ٹھیرے گا	"	
ثبات کس کو یہاں ہے دم بھر ہے رنگ لالہ و احمن کا	تبسم گل پہ خندہ زن ہے ہر ایک چاک اپنے پیرہن کا	"	
پلک جھپکنے میں ہے منہدم بنائے جہاں	کھڑی ہوئی ہے عمارت یہ آنکھ کے تل پر	نظیم	
نہ پوچھو قافلہ والو یہاں کا کوچ و مقام	کہ اک رکاب میں ہے پاؤں ایک منزل پر	"	
یہ بے ثباتئ ساز طرب پکارتی ہے	کہ نغمہ رنگ حنا ہے کف جلاجل پر	"	
نہیں مقام کا اس جلتی چھاؤں میں موقع	نہ بے قرار ہو مرنا پہنچکے منزل پر	"	
نہیں ہیں ہستئ ناپائدار کا قائل	کہ مستعار کہوں مستعار بھی تو نہیں	"	
پھر اور کیا ہے یہ عالم جو رہگزار نہیں	کہ ہستئ گزراں کا کچھ اعتبار نہیں	"	
خزاں کے آنے سے پہلے ہی تھا مجھے معلوم	کہ رنگ و بوئے چمن کا کچھ اعتبار نہیں	"	
جہاں کو رہگزر سرسری اگر سمجھیں	قرار پھر کوئی دم مثل آبجو نہ کریں	"	
عجب اس گلشن ہستی میں رنگ بے ثباتی ہے	بہار آئی ادھر نکلی اُدھر شکل خزاں ہو کر	نشاط	
سرائے عالم ہے کوچ کی جا ہر ایک کو خوف مبدم ہے	رہا سکندر یہاں نہ دارا نہ ہی فریدوں یہاں نہ جم ہے	نسیم	
دیکھے وہ گلشن جو دن دو دن ہے یہاں مثل گل	ہم تو شبنم ساں نسیم اک دم کے ہیں مہماں صبح	"	
کسے بحر بقا کہ دم کا نقشہ گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے	گھڑی کی صورت لگا ہے گھنٹا گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے	"	
ملایا خاک میں لاکھوں ہی تو نے شہ سواروں کو	ڈروں ہوں الحق ایام تیری شہ سواری سے	نصیر	
جہاں میں یوں تری بنیاد ہے اے آدم خاکی	کہ جوں پانی کا اٹھکرا ایک دم میں بلبلہ بیٹھے	"	
ہستی سے خاک کام ہے مثل شرر مجھے	آتا ہے گر یہ ہستئ موہوم پر مجھے	"	
جوں غنچہ ایک دم کے لئے مت ہنسا نسیم	اب باندھنا ہے دوش پہ رخت سفر مجھے	"	

بے ثباتی دنیا

نصیر اسکا بھروسا جو کرے نادان ہے بیشک
نباے ہستی فانی ہے دم کے آنے جانے پر

وہبی

بھروسا کیا اس دار فانی میں کسی لمحے کا
بچشم غور دیکھا تو جی اپنا نہ تن اپنا

واسطی

بھروسا عیش دنیا کا ہے کس آخر فنا ہوگا
جو کچھ ہے آج وہ کل ہے جو کل ہوگا وہ کیا ہوگا

وقار

اس نفس بس ہے ہستی کی
اک نفس ہے ہستی کی

—

مثل شبنم نہ نظر آ ہے
لمحے کی روشنی نہیں

—

نقارہ کوچ پہ ہے بجا اب
بے ثباتی سے مقام ہو چکا اب

—

منزل گہ عالم سے گزر اہل نظر جا
چل یہاں سے مقام ہو چکا اب

ہوس

بزم جہاں کے عیش و طرب کو نہیں ثبات
آخر کہیں اس کا بھی ہوا ہے

—

ہر دم صدا یہ نکلے ہے تار رباب سے
بزم جہاں کے عیش و طرب کو نہیں ثبات

—

ہر دم یہ کہتا ہے دل غمناک اس خاکدان دہر میں
ہے کسے یاں اعتبار نقش قدم بیٹھے اٹھے

—

بے وفائی

بیوفائی

	شکایت نہیں تو اگر بے وفا ہے	یہ قسمت ہے میری اسی کا گلا ہے
	غضب ہے انسان دم مصیبت کرے جو انساں سے بیوفائی	کہ دیکھو چکی کے پاٹ کیسے بہم ہیں گردش میں سنگ ہو کر
	کوئی اب کے زمانہ میں بھی ہوگا	الٰہی آشنا سے آشنا خوش
	کسی کو ہم نے دنیا میں نہ پورا آشنا پایا	جسے جگ میں بہت چاہا اسی کو بیوفا پایا
	بیوفاؤں کی محبت بھی محبت ہے جلیلؔ	غیر ممکن ہے پشیمان نہ ہو تو دل میں
	کوئی اپنا نہ آشنا دیکھا	جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھا
	ایک نے بھی نہ کی وفا ہم سے	ہم نے کتنوں سے دل لگا دیکھا
	وفا کا حال کوئی پوچھتا نہیں ہرگز	وفا کا رسم اٹھا حسرتؔ اس زمانہ سے
	ہے زمانہ وفا سے بیگانہ	ہے قسم مجھ کو آشنائی کی
	اہل زمانہ آگے بھی تھے اور زمانہ تھا	پر اب جو کچھ ہے یہ تو کسی نے سنا نہ تھا
	اس دور میں گئی ہے مروت کی آنکھ پھوٹ	معدوم ہے جہان میں چشم وفا پرست
	وفا نے گل میں نے چشم مروت باغباں میں ہے	نکل بلبل کہ ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر
	جہاں میں آشنا اپنا نہ پایا	جسے دیکھا اُسے بیگانہ پایا
	بوئے وفا و رنگ محبت نہیں ہے یاں	یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اٹھا
	بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہا نکے بھائی	بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے
	یہ میری آنکھ کی تصویر ہے میں اکھڑوں کسکو	جسے غمخوار سمجھا تھا وہی اہل دغا نکلا
	یار اغیار ہو گئے واللہ	کیا زمانہ کا انقلاب ہوا
	جہاں میں پوچھتا پھرتا ہوں میں ہر اک سے یاری کو	محبت اٹھ گئی یارو ہوا کیا دوستداری کو
	بیگانہ ہوا نہ ہووے آخر	ایسا کوئی آشنا نہ دیکھا
	کوئی جا کر کہو اس بے وفا کو	کہ اب بھی مان لے اپنے خدا کو
	کب توقع ہے کہ تم پاس بٹھاؤ گے ہمیں	ہاں جو بیٹھیں گے تو جھنجھلا کے اٹھاؤ گے ہمیں
	جب اس چمن میں چھوڑ کے ہم آشیاں چلے	اک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہاں چلے
	نہ اپنوں نے کبھی ہمکو نہ بیگانوں نے آدیکھا	الٰہی اس میں جہان میں آنکر جز رنج کیا دیکھا
	وفا کا نام نہیں بے وفائیاں دیکھیں	ان آشناؤں کی نا آشنائیاں دیکھیں
	باوفا گلشن ہستی میں نہ دیکھا کوئی گل	کوئی گل ایسا نہیں جس میں دلا خار نہ ہو
	کیا رسم اٹھی حیف زمانہ سے وفا کی	ہر دوست نے دشمن کی طرح ہم سے دغا کی
	کبھی وفا اس مرتبہ یا بے وفائی اس قدر	آشنائی اس قدر نا آشنائی اسقدر
	میں اعتبار کروں کس کی بیوفائی پر	کوئی کسی کا زمانہ میں آشنا بھی ہے
	کیا کوئی الفت کسی سے کرکے ہوگا شاد کام	دوستی ہے دشمنی الفت نہیں کلفت ہے اب
	یاری جہانیوں کی کیا میرؔ معتبر ہے	نا آشنا ہیں یکدم یہ یکدم آشنا ہیں
	اس عہد کو جانئے اگلا سا عہد میرؔ	وہ دور اب نہیں وہ زمین آسمان نہیں

مضمون	
ناسخ	
وحشت	
اسیر	
حزیں	
	آصفؔ
	امیر
	تاباں
	تراب
	جلیل
	حسرت
	〃
	〃
	حالی
	درد
	سودا
	〃
	سوز
	〃
	〃
	〃
	〃
	〃
	〃
	〃
	〃
	〃
	〃
	〃
	شرم
	عالم
	〃
	قائم مصحفی
	میر
	〃
	〃

بیوفائی
مضمون
ہوتا نہیں کسی کو کسی کا جہان میں
کوئی وفا شعار نہیں آزما دیکھا
ہم نے جہاں میں آکر دنیا و آشنایاں
جھگڑے ہیں دشمنان اور بیوفائیاں سے
بہت خجل ہوئے ہو کر وحشت از رو و جاں رویا

پاکدامنی
زمانہ میں نہیں دشمن کا کوئی اہل عصمت کو
کہ خار دامنوں کو خلش سے خار کا
ہوا پاکدامنی کو گریباں ہوا کبھی دل پارہ پارہ
کہ کوئی کا نہیں ہوتا کبھی دل پارہ پارہ
ہاں رو لیوں کے نہیں ہوتا چاک دامن کو
شب کی حاجت نہیں ہے چاک دامن کو
پاکدامنی کو ہو نہ نکالے کہ خار
خار سے صد رہ نہ پیچھے چاک دامن میں
آنکھوں کو بحر و بر میں تر دامنی نہیں
مشکل ہے شستہ رہتی ہے تر دامنی نہیں

پریشانی

دل کہیں جان کہیں چشم کہیں گوش کہیں
دل کے بہلانے کو دنیا میں چلے آئے تھے

نہ بزم عشرت کے ہو نہیں قابل نہ منہ لگاتا ہی کوئی تسلیم
ان دنوں کچھ عجب ہے میرا حال

دل آشفتۂ عاشق ہے کہیں ہوش کہیں
خاک جمعیت خاطر ہو بقول جراءت

بجز سرگشتگی ارباب صورت کو نہیں حاصل
فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے

گر یونہی جنوں دست بدامان رہیگا
آشفتہ سر سلسلہ مویان جنوں ہوں

جمع کب رہتے ہیں فصل گل میں عاشق کے حواس
زندگی مجھ کو بار خاطر ہے

پریشانی نے کر رکھا ہے دل قابو سے بے قابو
بوے گل، نالۂ دل، دودِ چراغ محفل

جمع خاطر تو بہت کم کوئی انساں دیکھا
ہم گرفتار حال ہیں ایسے

غنچۂ گل کی طرح دیوانگی میں ہاتھ کو
ہر گریبان ہے وابستگی طبع کا مکتوب

یہ چاک گریباں تو داماں سے گزرا
کدھر جائیے اور کہاں بیٹھئے

وہی دست اور وہی گریبان چاک
آسودہ کوئی ہے نہیں بحر خواب میں

پھرتا ہے چرخ چرخ میں دنرات بیقرار

اپنے مجموعہ کا ہر ایک ورق برہم ہے
کیا خبر تھی کہ یہاں اور پریشاں ہونگے

برنگ جام شکستہ کیا کیا خراب پر خراب میں ہوں
دیکھتا کچھ ہوں دھیان میں کچھ ہے

سر کی دستار کہیں پاؤں کی پاپوش کہیں
جی کہیں دل ہے کہیں ہم ہیں کہیں یار کہیں

ہوا روشن یہ مضموں مجھ کو فانوس خیالی سے
نہیں کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی

دامن ہی رہے گا نہ گریبان رہیگا
سرروز ازل طالب افسر نہ ہوا تھا

پھول ادھر پھولے کہ پھولے دست و پائے عندلیب
کس قدر انتشار خاطر ہے

سخنگوئی میں پھر مائل طبیعت ہو تو کیونکر ہو
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

جس بشر کو یہاں دیکھا ہے پریشاں دیکھا
طائر پر بریدہ کے مانند

گر نکالا بھی گریباں سے تو دامن میں رہا
ہر گل ہے پریشانی خاطر کا رسالہ

میں شوریدہ ایسے گریبان سے گزرا
بہلتا نہیں دل جہاں بیٹھئے

جب تلک ہاتھ پاؤں چلتے ہیں
پیدا ہے طرز خانہ بدوشی حباب سے

آسودہ دل نہ کوئی بھی عالی نسب رہے

پشیمانی

زاہد کو ناز زہد پہ رندوں کا ہے یہ قول
جرم عاصی کے بخشدے یارب

نار جہنم ہو پانی پانی

بندے گناہگار ہیں پروردگار کے
ترے در پر یہ شرمسار آیا

روئیں جو خوف سے عصیاں والے

پشیمانی

ہوا رو پوش شیطاں شرم نافرمانی حق سے
خطا سے حیف شرمندہ نہ پیمی کا پتلا ہو

خوف عصیاں سے داغ گندہ دامن سے دھوتا جاؤنگا
اشک سے بخشش کا ہے یارب وہ جرم کار ہوں میں

جس سے بجز شرمندگی کوئی عمل نہ آوے
پشیمانی ہے گو نقش گنہ کندہ ہے

لیکن دل و جان سے تراب آجکندہ ہے
شرم سے کیا عشق سے بارب آجکندہ ہے

شرم گریباں میں سر اٹھا نہ سکی
محو تماشائے چشم یار ہوں میں

افسوس ہے ہمیں سے ذکر ہمیں کی ہم
بند کی انگشت بہ دندان کی ہم

حشر میں انگشت بہ دندان ہے جب
انکی بخشش کا سبب اشک ندامت ہے ہوا

آب باراں سے نہیں جامۂ تن پاک ہوا
انکا دل میں جب سے خوف خطر ہوا

جو بخشے تو کمی کیا ہے خدایا تیری رحمت میں
تراب آنیا

تراب		تراب اپنا عمل کوئی نہیں امید کے قابل	اگر کچھ آسرا ہے تو اسی کی مہربانی کا
"		بندگی مولے کی ہم سے کچھ نہیں ہوتی تراب	دعوے اسکی بندگی کا کیا کریں شرماتے ہیں
تسلیم		بعد مردن اس قدر شرم گنہگاری بڑھی	منہ چھپائے ہم پڑے ہیں زیر چادر خاک میں
جلیل		جلیل اشک ندامت جوش پر آتے تو کیا کہنا	ہم اپنی بگڑی حالت کو بناتے اپنی آنکھوں سے
جلالی		تھی عجب شرم کہ میں باعث داغ عصیاں	منہ لپیٹے ہوئے اے قبر کفن میں آیا
"		مولا معاف کرنا عصیاں ہر اک کرم سے	بندہ گنہ سے اپنے گر شرمسار آیا
حافظ حسن		خوب اے شرم گنہ کام بنایا تو نے	ہوگیا رنگ سفید اڑ کے سیہ کاروں کا
حالی		میں نے دشمن سے دوستداری کی	اپنے ہاتھوں سے اپنی خواری کی
"		حق سے درخواست عفو کی حالی	کیجے کس منہ سے ان خطاؤں پر
"		کرتے رہیں خطائیں ندامت کے بعد ہم	ہوتی رہی ہمیشہ ندامت خطا کے بعد
"		دل میں ہے باقی وہی حرص گناہ	پھر کئے سے اپنے ہم پچتائیں کیا
حیرت		ترے احسان ہیں اے دیدۂ گریاں کیا کیا	تو نے دھوئے ہیں مرے دامن عصیاں کیا کیا
"		خلاف وضع زرعی کی ہے ندامت جہاں میں آکے نہ کی عبادت	اسی کا ہے خوف دل پہ طاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
"		بڑھا ہے اس لئے سیلاب میری اشکباری کا	سفینہ ہو رواں اس میں تری آمرزگاری کا
خاکی		در جہاں عمر یہ سب میں نے گنوایا افسوس	فائدہ کچھ نہیں دنیا سے اٹھایا افسوس
داغ		مجھ سیہ کار کو لیجاتے ہیں کیوں دوزخ میں	کس خطا پر یہ جہنم کو سزا دیتے ہیں
ذاکر		توبہ کرنے سے شرم آئی	اعمال پر اپنے جب نظر کی
"		عرق شرم سے مجھ پر نہ ہوئی کچھ تعزیر	دھو دیا صاف مرا نامۂ عصیاں لیکر
راسخ		پئے تسلیم جھک جاؤں جو دوزخ ہو رضا تیری	پشیمانی سلیقہ ہے مری عصیاں شعاری کا
"		گرے جب اشک ندامت تو غیب سے راسخ	صدا یہ آئی کہ عذر گنہ پسند ہوا
سفیر		خطا پر اپنی کبھی میں جو شرمسار ہوا	نوید آئی کہ دوزخ سے رستگار ہوا
"		دامن ذرا جو اشک ندامت سے تر ہوا	اک دھوم مچ گئی مرے عفو گناہ کی
سراج		یاد خدا میں صرف نہ کی عمر لمحہ بھر	میں شغل دنیوی میں گرفتار ہی رہا
"		رکھ ہماری شرم و عزت اے خدا	کچھ ہو بندے تیرے کہلاتے ہیں ہم
سعید		گزاری عمر بیکاری میں جائے حیف و حسرت ہے	بنا کوئی سعید اکام یہاں کا اور نہ وہاں کا
"		لہو و لعب میں صرف ہوئی زندگی تمام	بیکار گزری کوئی پر آیا نہ کار حیف
سودا		سودا ہزار حیف کہ آکر جہاں میں ہم	کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لئے
سخن		رہتا ہوں بسکہ رات دن اپنی خطا سے منفعل	درد ہے میرے دل میں یوں پھانس کی جیسی ہو کھٹک
"		اتنے دنوں تک رہکے جہاں میں کارنمایاں کچھ نہ کیا	ہائے رے غفلت ہم نے تو مرنیکا بھی کچھ ساماں نہ کیا
"		دین و دنیا کا کوئی کام نہ انجام ہوا	کھوئی ہم تم نے سخن عمر یہاں ہائے عبث
"		سخن تلف ہوی کیا مفت اپنی عمر عزیز	نہ کچھ ہمیں ہنر آیا نہ کچھ کمال آیا
سید		ہوں سیہ کار اگرچہ سید ہوں	پر گنہگار ہوں تو تیرا ہوں
شہرت		تیری رحمت ہے بڑی ہو نہیں گنہ سے نادم	آیا ہوں اے مرے اللہ ندامت لیکر

ہوی ہے شرم گنہ مانع جزا طلبی	نہیں ثواب کے خواہاں عذاب کیا ہوگا	عاقل	مست
کیا کہیں ہم آکے یاں کیا کر چلے	عمر کا پیمانہ اپنے بھر چلے	عاشق	
نہ کی عبادت نہ کچھ ریاضت کی کبھی یاد حق کوئی دم	کٹی گناہوں میں عمر ساری الٰہی توبہ الٰہی توبہ	〃	
اہل محشر سے نہ ہو مجھ کو خجالت اس لئے	نامۂ اعمال کو اپنے چھپا کر لے چلا	〃	
میں گنہگار نہ جاؤنگا کبھی دوزخ میں	شرم عصیاں مجھے رکھے گی سزا سے محفوظ	〃	
ہمارا نامۂ اعمال پاک ہوجاتا	جو اپنے اشک ندامت سے شست و شو کرتے	〃	
ہم نے بارگاہ میں تیری جھکا دیا	تھا معصیت کا داغ جبیں پر مٹا دیا	〃	
کیوں بہ نہ جائے فرد ہمارے گناہ کی	دریا ہے جوش پر عرق انفعال کا	〃	
ہے جوش گریہ سے لطف بہار پیری میں	خزاں کی فصل کو بارش نے نو بہار کیا	عزیز	
صفحۂ طاعت ہے سادہ نامۂ اعمال میں	اے عزیز افسوس ہے سب جزو عصیاں بھر گیا	〃	
دھوئیں گے دفتر اعمال زلبوں کو آنسو	اشکباری سے یہاں بارش رحمت ہوگی	〃	
فنا حباب کے مانند ہوتے ہیں عصیاں	جو موجزن عرق انفعال ہوتا ہے	〃	
کام آئے عاقبت اعمال بد میرے عزیز	قبر میں داغ ندامت سے اجالا ہوگیا	〃	
کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ	ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا	غالب	
کعبہ کس منہ سے جاؤگے غالب	شرم تم کو مگر نہیں آتی	〃	
رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے	شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا	〃	
ہم نہ دنیا میں کسی قابل ہوئے	بنکے انساں ننگ آب و گل ہوئے	فوق	
رہ گئے سامان ہی کی فکر میں	ساتھ والے داخل منزل ہوئے	〃	
ہمارا اشک ندامت یہ ہم سے کہتا ہے	کہ تیری ڈوبتی کشتی کا ناخدا ہوں میں	قربان	
دینے کو دیا ہے دل تو لیکن	چارہ نہیں اب سوائے افسوس	قائم	
شکوے اغیار سے نے یار کی بیزاری سے	جو ہوا ہم پہ سو اس دل کی گرفتاری سے	〃	
درس کیا دیجے چور کو قائم	بند گھر کا ہی جب کہ در نہ کیا	〃	
اب کہاں ہے کدھر ہے مے ناصح	یہ بھی تھا مقتضائے عہد شباب	〃	
اب انفعال میں روتے ہیں اے سحاب کرم	ہمارا نامۂ اعمال دھو ہوا سو ہوا	قدر	
حشر میں اشک ندامت نے بڑا کام کیا	نکل آیا مرے اعمال کا کورا کاغذ	〃	
یہ گناہوں کی ندامت کا بڑا احسان ہے	خود زمیں میں گڑ گیا کیا گور کن کی احتیاج	〃	
وہی کچھ لے گیا ہے آبروے آفرینش کو	جو دنیا سے گیا غمدیدۂ باچشم نم تیرا	〃	
کردیگی ہم کو پاک ندامت گناہ کی	غوطے لگائیں گے عرق انفعال میں	〃	
ہے سرفگنی خاتمہ عفو گنہ کا	یہ معصیت عربیک سجدہ ادا ہے	لائق	
بخشدے یارب کہ تو غفار ہے نادم ہو نہیں	چشم رحمت سے نظر فرما مری تقصیر پر	محب	
عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن	آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے	مومن	
جو پہلے دن ہی سے دل کا کہا نہ کرتے ہم	تو ایسی لوگوں کی باتیں سنا نہ کرتے ہم	〃	
اگر نہ دام میں زلف سیہ کے آجاتے	تو یوں خراب و پشیماں رہا نہ کرتے ہم	〃	

پشیمانی

کہیں میں بھی چین سے کٹی ہوں میں کٹی اپنا شباب
ہائے دیکھے اور حشر کو کس منہ سے جواب
کرینگے عرض یہ چلکر جناب باری میں
سنی جو عمر ساری کیا ہم نوں آکرے چلے
عالم ہستی سے لوث دامن ہوگی
لوث عصیاں سے مجھے جبکہ ندامت ہوگی
اپنے نعلوں سے میری تربت پہ ٹھوکر مارکے
موجزن آنکھ سے میری ہی ندامت ہوگی
آئے تھے آپ ہی یہاں سے چلے کیا کیا کر
شرمسار آنی ہے فقط اک نامہ تمہارا لے کر
ہوں وہ کچھ نادم افعال اور چشم گریاں سے
برسنا ابر رحمت کو جو چھوڑا ہم نے
آفتاب حقیقی کو جو دیکھا ہم نے
شرم سے جب اس کا دیکھا ہم نے
ایک ایک کی خدمت میں ہیں اب سرگرداں
کرنا کیا کیا تھا ہمیں کیا کیا ہم نے
کرنا کیا تھا اور روز قیامت دیکھا
کی منہ خدا کو روز قیامت اسی طرح
کرتے ہیں جسے بندہ دنیا میں التجا
گر ہر انساں کا اچھا اسکا صلہ پایا
تمہیں لاجواب ہو لب پر لاؤ گر تمنا
اعمال بد پہ

پند و نصیحت

اعمال نیرے ایسے خود مجھ کو ہے ندامت	نظریں کے میں ہوں لائق اور قابل ملامت	مہر
عمر گزری ہے گنہگاری و عیاری میں	روز محشر مری کسطرح شفاعت ہوگی	〃
خجل اپنے گناہوں میں ہوں میں اپنے گناہوں سے	اٹھاؤں خاک سر ہے بار سر پہ شرمساری کا	〃
وقت پرسش جبکہ اے نواب کچھ سوجھا جواب	میں خدا کے سامنے سر در گریباں ہی رہا	نواب
دنیا میں چند روز کو آئے چلے گئے	بار گناہ سر پہ اٹھائے چلے گئے	〃
وقار اپنی اگر منظور بخشش ہے تو لازم ہے	ڈبودے نامۂ عصیاں کو تو اشک ندامت میں	وقار
جب گھٹی زیست یہ بڑھی خجلت	پشت دست آج ندر دنداں ہے	〃
دامن آلودہ گرچہ میں تھا مگر	اشک کی شست و شو سے پاک ہوا	〃
گرد خجلت کو ندامت کے انجو سا تھ ملا	مورد رحمت حق اس سستی تعمیر کرو	ولی
قیامت میں کرم کیسا کیا اشک ندامت نے	کہ دو چھینٹوں میں آخر بجھ گئی آتش جہنم کی	واصف
گناہ اپنے مجھے یاد آئے وحشت	خجل سا رہ گیا میں ہاتھ اٹھا کر	وحشت
خاک میں مل گئے ولے آنکھ اٹھی نہ شرم سے	ہم سے ہوا نہ حق ادا اسکی نگاہ ناز کا	〃
اے جواں اب دھوکے کر اشک نرم سے و سفید	مت دکھا پیری میں غافل روسیاہ اور مو سفید	ہمدم
کرنا نہ تھا جو فعل کئے آہ کیا کہیں	اپنے کئے سے آہ ندامت ہوی ہمیں	〃
زشتی اعمال سے یہ منفعل ہوں قبر میں	ہاتھ نکلے ہیں کفن سے منہ چھپانے کے لئے	ہزبر
کیوں گنہ مٹ جاتے ہیں اشک ندامت سے دلا	دیدۂ پرنم جو اپنا چشمۂ زمزم نہیں	ہوش

پند و نصیحت

دلا نہ اہل زمانہ سے تو معانقہ کر	کہ ہے نہفتہ گریبان شیخ و شاب میں سانپ	انشا
حدیں قوموں کی قسمت کی کیا کرتا ہے یہ قائم	زمانہ دیکھکر چلئے طریق زندگانی میں	اکبر
تحصیل علوم کر کہ دولت ہے یہی	اخلاق درست کر کہ زینت ہے یہی	〃
اکبر کی یہ بات یاد رکھ اے عشرت	محفوظ ہو معصیت سے عزت ہے یہی	〃
نہ چل وہ چال جس سے رنج پہنچے ناتوانوں کو	کہ ہے نقش قدم سل سینۂ مور بیاباں پر	اسیر
جو کرے تم کو نصیحت غور سے اسکو سنو	اپنے ناصح کی نصیحت شوق دل سے مان لو	افضل
یہ مٹی سے پرہیز اے جسم کب تک	کہ آخر یہی جسم ہے اور کفن ہے	انیس
شریفوں میں حیا ہے کار بد سے انکو نفرت ہو	کمینوں میں حیا کیسی کہ بدکاری کی عادت ہے	اصغر مولف
نہ ہو جب جوہر ذاتی تو کیا دعوے شرافت کا	کہ اخلاق پسندیدہ ہی برہان شرافت ہے	〃
یہی کہنا نہیں کافی کہ وہ بے شرم و غیرت ہیں	نہیں ڈرتے جو بدکاری سے ان لوگوں پہ لعنت ہے	〃
برا ہو ان کا دنیا ساز وہ اپنے کو کہتے ہیں	بُرائی کر کے کہتے ہیں کہ اسمیں کیا قباحت ہے	〃
بشر وہ ہو نہ شر جسمیں ہے اشرف وہی انساں	وہ خارج آدمیت ہی سے ہو جسمیں شرارت ہے	〃
جہاں میں خود پسند و خود غرض حیوان مطلق ہیں	مروت اور حمیت آدمی کی آدمیت ہے	〃

قوت ہے اگر دل میں زبانوں میں ہے طاقت	پہنچاؤ بہم حسن بیاں اور طلاقت	اسمٰعیل	پند و نصیحت
جو محتاج مانگے تو دو تم ادھار	رہو واپسی کے نہ امیدوار	〃	
کرے دشمنی تم سے کوئی اگر	جہاں تک بنے تم کرو درگزر	〃	
اگر تم سے ہو جائے سرزد قصور	تو اقرار توبہ کرو بالضرور	〃	
کرو تم نہ حاسد کی باتوں پہ غور	جلے جو کوئی اس کو جلنے دو اور	〃	
جو بات کہو صاف ہو ستھری ہو بھلی ہو	کڑوی نہ ہو کھٹی نہ ہو مصری کی ڈلی ہو	〃	
نہ کر کسی کی برائی نہ بن بھلے سے برا	بھلا بھلا ہے برا کام ہے برائی کا	〃	
جبکہ دو موذیوں میں ہو کھٹ پٹ	اپنے بچنے کی فکر کر جھٹ پٹ	〃	
رکھو نہ غریبوں پہ روا طعن و حماقت	تو سبھی ضعفا کی نہ کرو ترک رفاقت	〃	
صحبت احباب یا دربار یا سرکار ہو	بات وہ کہیے بھلا ہو جسمیں خلق اللہ کا	امیر	
سمجھائے نیک و بد کیا خاک کوئی بے سوادوں کو	اسے عینک سے کیا حاصل بصارت جسکی زائل ہو	بحر	
انسان پر کھلے جو نصیحت کا ذائقہ	نعمت سمجھ کے کھائے طمانچہ ادیب کا	〃	
نصیحت سے ناحق برا ہو کوئی	کہونگا میں حق تلخ ہر چند ہے	تراب	
جو بات اچھی کوئی کہے مان لو	ہماری تو سب سے یہی پند ہے	〃	
حرف حق گو تلخ لگتا ہے یہ ہے شیریں کلام	جو کرے تم کو نصیحت مان لو مت ہو ملول	تسلیم	
حق پرستی حق شناسی غیبت و آزار خلق	دہر میں بہر خدا دو کام کر دو کام چھوڑ	تائب	
کہے عیب جو اس سے خوشنود ہو	کہ راضی ترا تجھ سے معبود ہو	〃	
تری راہ میں جو بناتا ہے خار	ہے آفت سے رکھتا تجھے درکنار	〃	
ہر گام عیب میرے کرتا ہے مجھ پہ روشن	خضر رہ حقیقت رہزن کو جانتا ہوں	ثاقب	
اپنے عیبوں پر ہوی اسکی بدولت دسترس	کیوں نہ دھو دھو کر پیوں میں عمر بھر دشمن کے پاؤں	〃	
خوش ہیں کیوں آئینہ سے اہل صفا	یہ کسی کی لگی نہیں رکھتا	〃	
خطا ہے گر خطا پر اپنی نادم ہو نہ دنیا میں	برا ہے گر برا کہنے سے بدبیں کے برا مانے	〃	
مکان عشق کی بنیاد ڈالی یا خدا کس نے	قدم اسمیں جو رکھتا ہے وہی برباد ہوتا ہے	〃	
اجل سر پر ہوس دل میں ذرا سا وقت فرصت کا	جو کچھ کرنا ہے پیدا جلد اے نادان پیدا کر	جلیل	
کر مدارا تو دشمنوں سے بھی	دوستوں سے تو سب کو الفت ہے	حمیل	
کام سب کے آ جو تجھ سے ہو سکے	بیج بو نیکی کا جو تو بو سکے	〃	
ہزل ہو یا جد نصیحت لیجئے ہر بات سے	کہہ گئے ہیں اہل دل دع ما کدرک خذ ما صفا	حالی	
خیر الامور اوسطہا پر ہو کاربند	رہ نقطہ بن کے دائرہ اعتدال میں	حمید	
چھوڑ غفلت وقت بازی کا نہیں	پھر نہ پاوے گا تو وقت ایسا کہیں	حسن	
جاہلوں سے تو الگ رہ اے پسر	گو ترے ہمجنس ہوں او بے خبر	〃	
فکر دنیا میں نہ بن ریش گاؤ	ہے نہیں دنیا سے عقبے کا لگاؤ	〃	
فکر ہو تو فکر کچھ عقبے کی کر	باندھ اپنی طاعت حق میں کمر	〃	
طاعت حق میں سدا استادہ رہ	دست بستہ وقت پر آمادہ رہ	〃	

خاکسار	
	ہیں وہی دوست جو لغزش سے بچا لیتے ہیں
	تا کریں عیبوں سے اپنے ہوں آگاہ
خاموش	ہم کو خاطر ہے عیب جوئی کی تلاش
	سیکھیں ہیں طفل جوانی گئی سب شوخ میں
	کچھ باقی ہے اس کو بھی عیش کہتا ہے
	کرایا جس کام کو ہشیار ہو کر اسے وہ کام
فاضل	دن نکل آیا ابھی تک تو پڑا سوتا ہے
	کوشش انجام کر اے بیخبر
	کوشش سے کام کر اے بیخبر
	پگڑیوں سے کام کر اے بیخبر
	جیسا کام کر ویسا نام کر اے بیخبر
	تو بھی ایسا نام کر اے بیخبر
	راستے پہ دور تو ہے خال کر
	جمع کچھ تو وام کر اے بیخبر
	زیر باری پست کر دنیا میں بیخبر
ذوق	قرض دوں کر دوں ادا میری بلا سے
	ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے
زیرہ	عیب ہے پند و نصیحت بھی کو کہنا دانا
	ہو سکے کوئی نہ مصرف کو کہا دانا

پند و نصیحت			
زندگی کا یہی سبب سال رہے	مہر	ہو ممکن جہاں تک نکوئی کئے جا	سخاوت کئے جا دئے جا دئے جا
پھنسا رہتا ہے کیوں تو اسکے جال میں	"	معاف کر کوئی تجھ سے اگر بدی بھی کرے	جو ہو سکے تو بدوں سے بھی کر نکوئی تو
وسیلہ مغفرت کا بولہوسی دنیا نہیں ہوتی	"	زور اللہ کی عبادت کر	اور بندوں کی بھی اطاعت کر
نظر بھولے سے بھی تو جانب عقبا نہیں ہوتی	=	دار دنیا کی دورنگی کا تماشا ہے عجب	دیکھ غفلت میں نہ کھو عمر کو بینا ہو کر
بڑا کام کر گزر نہ منحصر چلو تم	"	بھائی بنکر رہو آپس میں بنی آدم ہو	مثل قابیل نہ مطعون ہو دشمن بن کر
بری بات پر گزر نہ منحصر چلو تم	"	کام کرنے کے تو کر اور نہ کرنے کے نہ کر	کر نہ احکام تو مغرور مشیّن بنکو
صداقت کے رستے پہ قائم رہو تم	"	فضائل سے لگاوٹ ہو رذائل سے کاوٹ ہو	سخا و شرم و غیرت ہو نہ بخل و فحش و نخوت ہو
کرو عہد تو اس کو جیتو	"	غلط ہے بدوں سے نکوئی کی خواہش	نہ اچھوں کے حق میں برا کیجئے گا
خطا ہو گئی تو نہ اس کو چھپاؤ	"	پند جو دیتے ہیں ناداں کو شفق	مفت کھوتے ہیں دُر نایاب کو
جو کچھ کہا نے تو لفظوں کو تولو	"	ہر چیز میں ٹٹولو قدرت کے راز کو تم	ہاں چھیڑتے ہی رہنا قدرت کے ساز کو تم
کہو کچھ کسی سے نہ منھ اپنا کھولو	"	بنے گی زینت دنیا سے شکل نحس تری	لباس زر کو پہنکر نہ بن تو بوم طلا
سبھی بول کر بھی نہ جھوٹ بولو	"	دنیائے دنی سے کر کنارہ شاکر	یہ دام کا دم ہے کب ہے دانہ شاکر
سبھی بھول کر بھی نہ رشتے ناتے توڑو	"	گر روح رواں کا تجھکو لینا ہے سراغ	جاسوس نفس کو کر روانہ شاکر
جو میری سنو بیٹھے دنیا میں نعمت	"	جو کرے تجھ سے سوا اس کو تو حیرت سے نہ دیکھ	اور جو تجھ سے ہو کم اسکو حقارت سے نہ دیکھ
نہیں علم سے بڑھکے دنیا میں دولت	"	چھوٹے بچوں سے اور ضعیفوں سے	گفتگو تم کرو عنایت کی
کرو جو ب حسن کرو جو ب خوبی انجام کرو	"	خیالات فاسد سے دل اپنا روکو	جو عاقل ہو کافی ہے اتنی ہدایت
کرو کام ایسا کہ تو سرخرو ہو	"	آزر و غیظ و طمع الفت بیکار سے بچ	عافیت چاہے تو ایدل انھیں دو چار سے بچ
کام کرنا ہے تو ہو جلد سے بڑھکر آگے	"	زمانہ میں رہ کر چلو چال ایسی	کہ دشمن کو بھی دوست اپنا بنالو
فنا جب تک نہ ہو جلوے سے بڑھکر آگے	"	نہ سُنو گر بُرا کہے کوئی	نہ کہو گر بُرا کرے کوئی
آج کا		روک لو گر غلط چلے کوئی	بخشدو گر خطا کرے کوئی
		گر باب اجابت وا ہے ناداں	خدا سے اپنے عرض مدعا کر
		سنتے ہیں جو نصیحت تقدیر ہے انھیں کی	سرگرم علم جو ہیں تدبیر ہے انھیں کی
		زنہار نہ جا پرورش دور زماں پر	مرنے کے لئے لوگوں کو تیار کرے ہے
		اس قدر بھی احتیاط جسم او خود بیں نہ کر	آئینہ ساتن یہ اکدن خاک میں ملجائے گا
		جہاں ہو بغض و حسد جہل و بخل اے مسکین	کر اس مکاں سے اگر ہے تو ہوشیار گزر
		چھوڑ دے ظاہری اسباب کو بالمن کو پکڑ	کام آئیگا ترے وقت سفر کچھ بھی نہیں
		جو بھلوں کے کہے پہ چلتے ہیں	ان کو دنیا میں کچھ نہیں درکار
		کرو عمر گرامی کو بسر تو پارسائی سے	گزارو زندگی اپنی تو پاکی اور صفائی سے
		پند کو حرز جاں بنا اے دوست	پند کو رکھ عزیز لیل و نہار
		پند سے تیری بہتری ہوگی	پند پر ہے تری خوشی کا مدار
		جو بھلوں کا کہا نہیں کرتے	وہ رہا کرتے ہیں ذلیل و خوار
		جیب سے ہیں ابھی نکلتے ہاتھ	کرلے اے مہر تو بھی چلتے ہاتھ
		چھوڑ ابھی سے خیال دنیا کا	کر ابھی سے تو فکر عقبے کا

سفیر			زور
سعید			"
"			"
سراج			شفق
"			شیر
شاکر			"
ظفر			عادل
عیش			عاشق
فوق			غالب
"			فدا
کمال			میر
ماہر			مسکین
محبوب			مہر
"			"
"			"
"			"
"			"

آج کا کام ہے جو کل پہ نہ ہرگز جائے — مہر
جو اپنے بزرگوں کی اطاعت نہیں کرتے — محروم
ملتی ہے محبت ہی محبت کے عوض میں — "
اچھوں سے الجھتے ہیں وہ اکثر جو بُرے ہیں — "
سمجھے ہوئے ہیں حاضر و ناظر جو خدا کو — "
ہیں قابل نفرت نہ کرو بات بھی اُن سے — "
جو کرتے ہیں ہر کام میں اک شوق سے محنت — "
منہ ڈالتے ہیں اپنے گریباں میں جو اکثر — "
اسباب نہ جمع کر ضرر کے — نسیم
دل کو روشن کر اگر ہے نیش زن زنبور غم — نظم
سختی کو جھیل جا تو سعادت شکار ہے — "
سن کوئی ہزار کچھ سنائے — نسیم
قابو ہو تو کیجئے نہ غفلت — "
آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجے — "
پاک رکھ آلودگیٔ دہر سے اپنے تئیں — ہمدم

آج ہی ختم ہو باقی نہیں رہنے پائے
حاصل کبھی دنیا میں سعادت نہیں کرتے
ناداں ہیں جو اوروں سے محبت نہیں کرتے
اچھے تو بُروں کی بھی شکایت نہیں کرتے
ہرگز وہ برے کام کی جرأت نہیں کرتے
جو لوگ بُری بات سے نفرت نہیں کرتے
خوش رہتے ہیں اور شکوۂ قسمت نہیں کرتے
سختی سے وہ اوروں کو ملامت نہیں کرتے
رکھ پنبہ نہ داغ پر شرر کے
چاندنی راتوں میں پیدا انگبیں ہو جائیگا
خالی ہے اس پہاڑ کی چوٹی ہما سے کب
کیجے وہی جو سمجھ میں آئے
عاجز ہو تو ہاریئے نہ ہمت
جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجے
غرق کیوں ہوتا اگر کرتا نہ دامن تر حباب

پیری

ہے اذیت بھی زیادہ عمر ہے جتنی دراز — اسیر
پیر جس دم ہو گیا میں ہو گیا وہ بھی سفید — "
شام کو سونا ہے لازم جاگنا وقت سحر — "
نوجوانی کھو کے پیری میں گئے سوئے عدم — "
پیری میں اسیر اب ہے کسے زیست کی امید — "
پیری میں خاک کیجئے وضع بدن درست — "
قد جو تھا تیر سا اب مثل کماں خم ہے اسیر — "
ضعف پیری میں کہاں زور جوانی کی امید — "
پیری عیاں ہوئی نہ ہو مائل گناہ پر — "
پیری میں لاکھ طرح کی آفت ہے اے اسیر — "
دن جوانی کے گئے موسم پیری آیا — "
کیا ہوا عالم پیری میں اگر زور گھٹا — "
اسیر آئی پیری ہوا ضعف طاری — "
پیری میں ہمیں زیب جوانی سے ہے کیا کام — "

کیا پریشانی درازی سے ہے زلف یار کو
کم نہ تھا گیسو سے کچھ نامہ مرے اعمال کا
ہے جوانی سے مزہ پیری میں استغفار کا
شب کو اٹھے چلتے چلتے روز روشن ہو گیا
بجھنا ہی مناسب ہے چراغ سحری کا
دیکھا نہیں خزاں میں کسی نے چمن درست
موئے سر ہو گئے مانند پر تیر سفید
رہ گئی تیغ ظفر تکیۂ پہلو ہو کر
موئے سفید ہنستے ہیں روئے سیاہ پر
موئے سفید صبح قیامت سے کم نہیں
کھول آنکھیں کہ عیاں صبح ہوئی رات گئی
وہی جرأت وہی ہمت ہے وہی دل باقی
جوانی پہ افسوس کیا کیا نہ آیا
ہے دلق کہن پیرہن نو کے برابر

ضعف پیری میں امید ثمرہ عشرت کہاں — اسیر
موکھے کرکا کا نہ کہیں زندگانی ہو گئی — "
کٹے جو موسم پیری نے اپنے بال سفید — "
تمام خندۂ دنداں نما ہے اپنا وجود — "
کہاں سراپا عیش بے شک کہتے ہیں پیری بجے — "
دیکھ لو خال خوشت سے نہیں دن پیری کے — "
ولولے سارے جوانی کے مٹے پیری میں — "
صبح ہوتے ہی بجے خواب پریشاں بھولا — "
صبح ہوتی ہے پیری میں عزیزو کر لو آرام — "
رات کٹے جاگتے ہیں ہم اب تو کریں آرام صبح — "
کیوں نہ ہو پیری میں یاروں کا دماغ — "
صبح کو ہو جاتی ہے محفل ادھر — "
صبح کو ہو سیاہ کیوں پیرہن کی آرزو — "
نوجوانوں کو سیاہی کفن کی آرزو — "
پیری میں ہے ہمیں کو ہستی و یاں ہے — "
عالم پیری کو جانے ہستی کہن چلے — "
پیری میں ہم کو کیا کیا نہ کہن چلے — "
دیکھیں کب تک یہ کیا کیا کہیے پیری میں — "
رہے اس خانہ تن کا بھروسہ کیا کیجئے پیری میں — "
عادت جو پرانی ہوئی بے جا نہیں چھٹتی — "
ہم بنائے زیست میں جو کوئی پل گئی — "
دانت پیری میں جو گرنے لگے — "

پیری			
پیری کے ہاتھوں یہ ضعف پیری نے	زمیں	کوچ درپیش ہے جو دم ہے دم آخر ہے	اسیر
جھریاں ہیں ہاتھوں پر	"	پیری ہے قہر صاحب افلاس کے لئے	"
جانا ہے آسمان کا	"	جب نہ ہوں دندان دہن بیکار ہے انسان کا	"
پیری سے آستینوں کو	"	یہ اعتدال چار عناصر میں ہے خلل	"
گردن خمیدہ ہوئی	"	قدم کو جنبش زباں کو لکنت ہے عشہ ہاتھوں کو سر کو جنبش	امیر
تن پر جھکے بجوے میں	"	پیری مجھے چھڑاتی ہے احباب سے امیر	"
اب تو جھکے بجوے میں آسکوں نہ پاس	"	بجا ہے گر تغیر آگیا اعضا میں پیری سے	"
عالم خمیدگی ہوئی دیوار ہوں	"	پیری میں کس مزہ کو جوانی کے روئیے	"
اے خضر کس کام کی آئی ہے جوانی پیری	"	تھا جوانی تک مزہ سیر و تماشے کا تمام	"
پیری آئی ہے جوانی رخصت ہوئی	"	یقیں ہوا جو گرا دانت کوئی پیری میں	"
دیکھ پیری آئی اب زندگانی رخصت	فرصت	غافل یہ موت کہتی ہے پیری میں صبح شام	"
ہے اب تو اسی کا انتظار اے اکبر	"	ساری جوانی رنج میں گزری ہوگئی راحت آئی جو پیری	"
پیری میں جوش کرے جہاں خالی دیکھا	"	لڑی منزل ہی پیری دانت بھی ٹوٹ جاتے ہیں	اکبر
جوانی میں جو شب کو جاگ کر کاٹی	"	رنگ پیری کے جوانی میں ہوں ممکن ہی نہیں	"
اب صبح پیری کی ہے شب جوانی کو چیرے	"	دن جوانی کے گئے پیری سفر کا وقت ہے	"
پیری میں رو رہا ہے اب حسرتیں ہی حسرتیں	"	خبر انجام کی دیتا ہے پیری میں قد خم	"
یعنی وہ اگلا زمانہ ماضی کی چار ہیں	"	پیری نے قد راست کو اپنے نگوں کیا	"
اس خواب کا اب طالب نہیں میل ہی نہیں	"	حال پیری کسے معلوم جوانی میں تھا	"
پہلو میں		دانت ہلتے ہیں موے ہیں تو سے سر سارے سفید	"
		عہد پیری میں تو کر یاد الٰہی غافل	"
		ضعف پیری ہے نہیں ہوتا ہے قد انساں کا خم	"
		پیری سے مرا نوع دگر حال ہوا ہے	اوج
		آتش یہ جان لے جو سر مو سفید ہو	"
		لوہے کے چنے ہوں تو چبائوں یہ مرا قصد	"
		خواب غفلت میں کھو ہنگام پیری رائیگاں	آرزو
		ہوگئے پیری میں اپنے موے سر سارے سفید	"
		جوانی کی گئی شب صبح پیری آشک آپہنچی	اشک
		شب گزری جوانی کی آئی سحر پیری	"
		ہوا کی ہوی آمد و رفت جاری	"
		گر پڑے دانت ہوے موے سر اے یار سفید	امانت
		وقت بد کوئی دکھاتا نہیں ثابت قدمی	"
		چاہئے کچھ تو شرم اے آشم	آشم
		فصل پیری میں ہوس دنیا کی توبہ کر انیس	انیس

		موت ہر وقت کمر باندھے ہوے حاضر ہے	اسیر
		عریاں تنوں کو دیتی ہے سردی کمال رنج	"
		دہر میں قدر صدف ہے گوہر نایاب سے	"
		اصلاح پر نہ آئے گا اب تا ابد مزاج	"
		کد صرگئی ہائے نوجوانی ان آفتوں میں ہمیں پھنسا کر	امیر
		دنداں نہیں یہ میرے لڑکپن کے یار ہیں	"
		سحر ہوتے ہی کیفیت بدلجاتی ہے محفل کی	"
		سو داغ دے گئے ہمیں دو دن بہار کے	"
		ضعف سے اب پاؤں تھراتے ہیں اٹھتے بیٹھتے	"
		کہ آج کھل گئی کھڑکی قضا کے آنے کی	"
		عمر اخیر عہد بپایاں رسیدہ ہے	"
		شام کو آئے جانب زنداں باغ میں پہنچے وقت سحر ہم	"
		قدیمی ساتھ یاروں کے یہیں تو چھوٹ جاتے ہیں	"
		پھولے پھلے کے اب دن ہی نہیں سن ہی نہیں	"
		رات گزری چونک اے غافل سحر کا وقت ہے	"
		اشارہ ہے کہ اب دن خاک میں ملنے کے آپہنچے	"
		محراب قصر تن کا ہمارے ستوں گیا	آتش
		کیا سمجھتا تھا میں دو دن میں بدل جاؤنگا	"
		گور ہنستی ہے سمجھ کر مجھ کو شایاں مرگ کا	"
		رات تو کٹ گئی غفلت میں نہ کھو فرصت صبح	"
		توڑتی آخر کمر کو حسرت آغوش ہے	"
		وہ قد جو الف سا تھا سو اب دال ہوا ہے	"
		شب ہے اخیر صبح کا تارا بلند ہے	"
		پیری کو ادھر عزم ہے دنداں شکنی کا	"
		چونک ہوتی ہے نماز صبح غافل اب قضا	"
		کیا خزاں اے اشک گلزار جوانی ہوگیا	اشک
		بس اب ہشیار ہو کب تک ہو گے خواب غفلت میں	"
		اے اشک بس اب چوکو موقع نہیں غفلت کا	"
		نکالی ہے دانتوں نے کھڑکی اکھڑ کر	"
		کیوں نہ ہو خوف اجل سے یہ سیہ کار سفید	امانت
		ہلنے لگتی ہے ضعیفی میں بشر کی گردن	"
		اب تمھیں لوگ پیر کہتے ہیں	آشم
		حشر میں کس منہ سے جائیگا خدا کے سامنے	انیس

پہلو میں دل ہے دل میں امنگوں کا کال ہے — کیونکر جلے چراغ کہ اب تیل ہی نہیں — آہ
اے بحر شمع گور ہیں سر کے سفید بال — ہستی کا دن اخیر ہے یہ صبح شام ہے — بحر
پیری میں ہے حرف زندگی پر — جو قد خمیدہ ہے وہ لا ہے — "
پیری کا بوجھ اٹھا نہیں سکتے یہ دست و پا — ہنگام تندہی ہے جوانی کدھر گئی — "
روا روی ہیں اب ایام زندگانی کے — سفید بال سحر ہیں شب جوانی کے — "
ہوا بدل گئی پیری میں نوجوانی کی — بہار دیکھ چکے باغ زندگانی کی — "
رنج دانتوں کے ٹوٹنے کا نہیں — غم یہ ہے عیش کے سدھارے دن — "
گیا شباب تو سامان پھر سفر کے ہیں — چراغ شام ہیں مہمان رات بھر کے ہیں — "
موسفیدی سے کہاں زرق ہستی کو نجات — یہ وہ دریا ہے کہ جس میں کئی سو دھارے ہیں — "
پیری میں زہد و ورع جوانی میں رندیاں — ہے روز بہر رنج و تعب شب برائے عیش — "
دیو پیری سے سفر ہو جو زمانہ میں کہیں — چھپ رہے زال در کوہ میں عنقا ہو کر — "
مزرع ہستی ہوا تاراج پیری کے سبب — ٹوٹ کر جو دانۂ دنداں گرا دانہ ہوا — "
سفید بال جو سر میں کوئی نظر آیا — ہمارے ابلق ہستی کو تازیانہ ہوا — "
رہے گسستہ عنان نفس بھی پیری میں — خمیدہ ہو کے بشر پائے در رکاب رہا — "
صبح پیری میں کھلی مالیت عمر عزیز — قطرۂ شبنم پہ دردانہ کا دھوکا ہو گیا — "
پیری میں پرورش ہے عبث جسم زار کی — پھینکو کسی گڑھے میں یہ بیکار ہو گیا — "
چار دن اور جوانی کے گزر جانے دو — حال پوچھیں گے جوانوں سے توانائی کا — "
سپیدی آئی بالوں پر عمل اٹھا جوانی کا — ہوا گورا محصل زنگبار زندگانی کا — "
پیری نے کیا ہے مجھے مہمان اجل کا — یہ قد نگونِ طاق ہے مرقد کے محل کا — "
کیا عجب چھلکے ضعیفوں کا جو آب زندگی — کاسۂ سر میں ہے عالم ساغر مخمور کا — "
گذرا شباب پیر ہوئے ہم قریں ہے موت — بیٹھے اب انتظار میں گور و کفن کے ہیں — باقی
بڑھاپے میں امید رفعت کہاں — گرا وہ جو پختہ ثمر ہو گیا — برق
پیری میں زندگانیٔ جاوید موت ہے — عیش شب وصال سے بہتر ہے خواب صبح — "
نوجوانی ہو چکی پیری میں جینا موت ہے — برق بدلو جامۂ ہستی پرانا ہو گیا — "
پیری کا جیب چاک ہوائے کاش مثل صبح — ان نے مرے چراغ کو دل کے بجھا دیا — بیان
تو پیری میں بھی ہے جو یا شباب کا بیدم — خزاں میں ڈھونڈھتا ہے موسم بہار کے دن — بیدم
سفیدی جو آئی ہے داڑھی میں تیری — سمجھ بے خبر تار و پود کفن ہے — تاباں
یارو پیری میں نہ فکر رنج و بیماری کرو — کوس رحلت بج گیا چلنے کی تیاری کرو — تراب
جوانی تلک لطف تھا زندگی کا — بڑھاپے نے کھویا مزہ زندگی کا — "
شوخی و رندی تری یہ کب تلک بس کر تراب — اب تو دن پیری کے آئے نوجوانی ہو گئی — "
آیا بدن پہ ضعف تو اعضا مضمحل ہوئے — ٹوٹا گھمنڈ تاب و تواں سب خجل ہوئے — "
بڑھاپا آ چکا تس پر نہیں بیدار ہوتا ہے — مسافر اٹھ شتابی کر نہیں اب رات باقی ہے — "
منتظر بڈھے نہ ہوں کیونکر اجل آنے کے — دن تو آنے لگے دنیا سے چلے جانے کے — "

کہاں اب وہ جوش اور کہاں وہ خروش — پیری — نراب
کریں پیری میں عیش کتنا ہی کوئی کھول اٹھے دو دن — "
عہد پیری میں عیش سے دھل سکے گا جوان — دن تو آخر ہو چلا جب سے نہیں سنبھلا جوان — "
ہزار روپ بنائے نہیں سنبھلتا خضاب کرتا ہے — "
بش بڑھاپے میں بڑھاپے کو — شباب کرتا ہے بڑھاپے کو — "
شیخ جی — سفید ہو گئی جوانی بڑی — "
کٹا گلی سے ضعف کہتا ہے چلو — مجھل
ہزار کل قدم پہ پیری ہے سر جھکا کے چلو — "
پیری ہے موسم پیری میں سارے — "
بڑھاپے نے کس بل نکالے ہیں سارے — "
جوانی میں چلتے تھے ہم بھی اکڑ کر — "
پیری میں کیا کارے کیونکر نہ غفلت ہو — "
دم پیری کا کیا کہنا ہے انساں کی کھو رہتے — "
کہ اکثر ایسی لگتی ہے قضا جانب عدم — "
پیری میں لے چلی ہے قضا جانب عدم — "
جب دست و پا تھکے تو ہوا سفر ہوا — "
پیری کے ناز اٹھاتے ہیں کب یہ جوانی سے ہم — "
اوظالم غمزہ و ناز و جوانی کدھر گئی — "
ناتوانی کے نہ پھر جو منقار پھوٹتا — دم پیری — ثروت
دن جوانی کے

پیری			
موسم پیری میں ہیں دل کو جوانی کے مزے	جرار	دم پیری بھی نہ ہشیار ہوئے ہم تسلیم	جاگئے وقت سحر خواب سحر نے نہ دیا	تسلیم
باغ ویراں ہیں پیا بیکس رقص میں طاؤس ہے	"	اس ریش خضابی سے غرض کیا تری زاہد	جو پیر ہوا پھر وہ جواں ہو نہیں سکتا	"
رہی نہ نقلیں ہیں نہ راہیں شباب کی	"	پیری میں روح کو غم رخصت ہے دمبدم	کرتا ہے ساز و برگ سفر میہماں درست	"
پیری کی صبح آتے ہی بیدار ہم ہوئے	"	آئی پیری ولولے راہی ہوئے سوئے عدم	موسفیدی یہ غبار کارواں سے کم نہیں	"
پیری میں موت کا نہیں لازم شباب کی	"	جب چلتے ہیں آگے مرے نوخیز اکڑ کر	یاد آتے ہیں پیری میں جوانی کے فسانے	"
جو خلل خلق ہے اے دشت خزاں سے کیا	"	دم پیری نہیں موئے سفید آہ	غبار تو سن عمر رواں ہے	"
جوانی سب کی ہو گئی آرام و ہوس	"	ہزاروں ٹھوکریں کھلواتی ہے پیری مری مجھ کو	عدم میں جا کے اے عمر رواں کہنا جوانی سے	"
صبح پیری ہے ہے جا نثار رحلت کا	"	وقت پیری ڈھونڈھتے ہیں نوجوانی کی امنگ	پختہ مغزی کم نہیں اپنی خیال خام سے	"
طلوع صبح پیری ہے نگوں سیہ کاری پہ وقت رحلت کا	"	اے ضعیفی سایہ سر پر سے گیا دھوپ آگئی	فصل بدلی آفتاب زندگانی پھر گیا	تعشق
اٹھا اب تک نہ بستر سے جوانی کی امنگ	"	اجل کا ہے پیغام موئے سفید	کمر کا ہے خم انقطاع امید	تائب
اب نزع میں ہیں پیری میں خود آرائی کا	"	پیری میں دام چرخ سے ترکی ہوا رہا	فصل خزاں میں بلبل خوشگو کے پر کھلے	ترکی
وصل دنیا کی ہے دمبدم پیری میں	"	یکایک موسم شیب آگیا بعد شباب ایسا	کہ جیسے دامن فصل بہاری سے خزاں نکلے	توفیق
ترقی ضعف کی ہے دمبدم پیری میں	"	دم پیری دل بستہ مرا وا ہو جاتا	ناخن باد سحر عقدہ کشا ہو جاتا	"
قدم رکتی نہیں روکے سے پیری آئی	"	پیری میں جسم زار کا کیونکر پتہ چلے	کیونکر ملے ضیائے چراغ سحر ہیں بال	"
شب جوانی کی گئی صبح ہوا پیری کی	"	بہت سے سرو قدوں کو جھکایا ضعف پیری نے	ہزاروں تیر اس دستہ سے ہم شکل کماں نکلے	"
ہیں کوئی دم میں نہاں نور قمر کی صورت	"	پیری میں جل رہا ہے مرا داغ آرزو	رکھا ہوا چراغ ہوائے سحر میں ہے	"
ہیں کوئی دم میں نہاں وہ پیری میں	"	صبح پیری کی چلی ٹھنڈی ہوا	نیند آنے کا زمانہ آگیا	ثاقب
شکار پنجہ شہباز ہیں جن لوگوں کے جوبن پہ	"	ولولۂ غربت کو ہے اب بندگی	گھر کو جانے کا زمانہ آگیا	"
ہزاروں حسرتیں کچھ اعتبار اقتدار کا	جنون	پیری میں سر جھکائے ہوئے ڈھونڈھتے ہیں ہم	شاید سراغ قافلۂ رفتگاں چلے	"
کسی کو ہوتا نہیں کچھ اعتبار اقتدار کا		کہتی ہیں ضعف میں تن لاغر کی جھرّیاں	اس راہ سے عدم کو ترے ہمسفر گئے	"
ننگ مرد ہے کہ ہو پیری میں فکر دنیا		سب موئے تن سیاہ تھے حسن و شباب تک	سایہ کا بھی پتہ نہ چلا جب شجر گئے	"
		جوانی کمر توڑ کر چل بسی	الف اپنی قامت کا ہمزہ ہوا	"
		پیری سے آرزوے جوانی جو ہم نے کی	ایسا دیا جواب کہ دنداں شکن ہوا	جلال
		اے شباب آمد پیری کی ذرا دہشت دیکھ	قوتیں سلب ہیں رعشہ مرے اندام میں ہے	جوش
		غیر ممکن ہے ضعیفی میں جوانی کی بہار	شاخ کب ہوتی ہے سرسبز جہاں سوکھ گئی	"
		پیری میں نکل جائے نہ کیوں جان بدن سے	محفل میں نہیں صبح کو رہتا اثر شمع	"
		پیری میں عقل و ہوش و خرد کوچ کر گئے	ماندہ سمجھ کے چھوڑ گیا کارواں مجھے	"
		اس طرح پیری میں رہتا ہے ہمارا دل اداس	پر گنے پر جیسے معزولی میں ہو عامل اداس	جرار
		آرام و صبر و طاقت تاراج ہو گئے سب	پیری کے دور پہنچے جب کشور بدن میں	"
		پیری میں دست ضعف سے ہوتا ہے تار تار	جوار رخت زیست کو ہم کیا رفو کریں	"
		یہ جھرّیاں ہیں جو پیری میں جسم لاغر پر	خزاں رسیدہ کو تیغ قضا کے چرکے ہیں	"
		خزاں شیب نے لوٹا بہار ہستی کو	پیام موت یہ موئے سفید سر کے ہیں	"
		ہوئے جو پیر گئے پیچھے جوانی کے	خزاں میں نغمۂ فصل بہار کیا کرتے	"

ہوی پیری میں اس گھر کی یہی حالت خانۂ تن کی	در و دیوار گر کر جس مکاں کا اٹھ نہیں سکتا	جرأت	سودا
صبح پیری کا گر نہ ہوتا خوف	تب مزہ تھا شب جوانی کا	"	
ہیں عیاں پیری سے اب آثار موت	ہے بہار نوجوانی چند روز	جلالی	
کہاں پیری میں وہ روشن بیانی	زباں کو ہے چراغ صبحدم کی	"	
اپنے قد خمیدہ کو سیدھا نہ کر سکا	رستم کا بھی نہ زور چلا اس کمان پر	"	
میر جو یا سر میں اب آنے لگے موے سفید	ہیں نشاں یہ کاروان عمر کی رفتار کے	جویا	
اڑایا چہرہ سے رنگ ارغوانی زرد باقی ہے	غبار کاروان عمر کی کچھ گرد باقی ہے	"	
گیا شباب تو سر ضعف سے سفید ہوا	اڑاتا خاک ہے سر پر یہ کارواں کے لئے	"	
شباب آخر ہوا سر میں سفیدی آگئی	روانہ ہو گیا ہے قافلہ اور گرد باقی ہے	"	
برا کہتی ہے عہد پیری کو خلق	جو حق پوچھو ہیں یہ حقیقت کے دن	جوہری	
طفلی تو گئی کھیل میں پھر کے جوانی	اب بیٹھو ضعیفی میں یہ بستانے کے دن ہیں	"	
پیری میں وہ فروغ خرد کب ہے جوہری	دیتی ہے نور مہ کو نمود سحر جواب	"	
جوہری گزری جوانی کی وہ رات	صبح پیری ہے اٹھو اب خواب ہے	"	
ہیں ضعیفی میں جوانی کے کہاں وہ حوصلے	اب جگر ہی اور ہے جی اور ہے دل اور ہے	"	
زندگی جتنی کٹی اب تک وہ کلفت میں کٹی	دیکھئے دکھلائے کیا پیری میں یہ چرخ بریں	حیرت	
سرکشوں کی بھی تو پیری نے جھکائی گردن	آخر ش سنگ حوادث سے ہوا چور گھمنڈ	"	
کیوں نہ ہو روح کو اس جسم خمیدہ سے گریز	کچھ بھروسا نہیں گرتی ہوئی دیواروں کا	"	
کوچ کی حالی کرو تیاریاں	ہے قوے میں دمبدم اب انحطاط طر	حالی	
آ لگا حالی کنارہ پر جہاز	الوداع اے زندگانی الوداع	"	
وہ دل ہے شگفتہ نہ وہ بازو ہیں توانا	پہنچا ہی بس اب کوچ کا تم سمجھو زمانا	"	
ہوے تم نہ سیدھے جوانی میں حالی	مگر اب مری جان ہونا پڑے گا	"	
غفلت نہیں لازم پیری میں ہشیار ہو کوچ کی فکر کرو	اے قافلہ والو صبح ہوئی سونے کا ہے یہ مقام نہیں	خلیل	
آئی پیری تو کہاں رنگ جوانی کی بہار	کہ بگڑ جاتا ہے تصویر کہن کا کاغذ	داغ	
عہد پیری نے بھلایا دوڑ چلنا کودنا	ہائے طفلی کھیلنا کھانا اچھلنا کودنا	ذوق	
وقت پیری شباب کی باتیں	ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں	"	
نہیں خضاب سے مطلب ہمیں یہ موے سفید	سیاہ پوش ہوے ماتم جوانی میں	"	
زیادہ ہوتا ہے پیری میں نفس امارہ	یہ بالوں کی سپیدی شیر ہے اس مار رہزن کو	"	
ہو جاتی ہے زیادہ گرانبارئ گناہ	پیری میں ہو خمیدہ نہ کیوں زیر بار پشت	"	
لحد کو چاہئے یوں پیر پشت خم دیکھے	سر اکو جیسے تھکا اونٹ دمبدم دیکھے	ذاکر	
خزاں پر آگئی ہے اب بہار زندگی ذاکر	چلی گلشن میں میری موت کی صرصر خدا حافظ	رضی	
رضی شباب جو کھویا گیا ہے پیری میں	ہم اسکو ڈھونڈھتے پھرتے ہیں سر جھکائے ہوے	سمجھو	
ضعیفی میں سب عضو تن گھٹ گئے	مگر ایک دوہری کمر ہو گئی	سودا	
موسم شیب میں بیفائدہ ہے لعب شباب	کب ثمر دیوے ہے جو نخل خزاں پر آیا		

پیری

تھا جو انی کا دکھ کہ ہی میں صبح ہوئی آرام کی	
رات نوکا ہی دکھ ہے صاف یہ معلوم سفید	
کہہ رہے ہیں زندگانی اور ہے	سفید
چند روزہ زندگانی کی خبر موے سفید	
دنیا ہے آمد پیری کی خبر موے سفید	
خط ابیض نظر آتا ہے سیاہ خط کو	سرخ
خشک کر دیگی خزاں پیری کے باغ حسن کو	
بجھ کو کیوں اے شمع لب پر قرقاست میں	
ہوش میں عقل میں فراست میں	
آ رہا جاتا ہے فرق روز بروز	سعید
کہیں کھیل میں کھیا جوانی عیش و عشرت میں	
کہیں کھیل اے دل کچھ اب بھی فکر آخرت ہو	
ضعیفی نہ پیری میں پیش خبر ہو سعید	
کیوں نہ پیری کا بوجھ بھاری ہے	سخن
سر پہ پیری میں سرنگوں ہیں پیر	
پیری میں شباب کا اپنے خمار ہیں	
پیری میں شباب کا کیا رنگ دکھلائے ہیں	
عہد پیری دیکھئے کیا رنگ دکھلائے ہیں	
عہد پیری میں سخن اپنا شباب اچھی طرح	ذاکر
شیخ گزرا ہے بہار جوانی تمام ہے	
شیخ نخل بس اب بہار جوانی خزاں کی ہیں	
شوق ہے	

پیری			
عید پیری آ گئی ہشیار ہو اے غافلو			
کھول کر آنکھیں تو دیکھو روز روشن ہو گیا			
پیری نے سب سکھا دئے آداب انکسار	نظیر		
اپنے سلام کرنے کو کوئی دم بیٹھو			
غافلو عالم پیری ہے کوئی دم بیٹھو			
دیکھو لڑکوں کی طرح کیوں ہو اچھلتے پھرتے			
کیا جوانی کا بھروسا کہ ہے آخر پیری			
پہلے سرسبز ہے اگتی ہے جو کھیتی میں شاخ			
جب وہ پیری میں ہو خشک ہے انجام کار			
قد دوتا پیری میں تیر اصورت پل کیوں ہوا			
پیری میں لاکھ عیب ہیں ہزاروں میں ایک ہے	عالم		
درد جگر کے ساتھ ہے درد کلیہ شروع			
چلچلا جو روز پیری تو غفلت نرچا ہے			
جاگو کہ خاتمہ ہے جوانی کی رات کا			
گئی شام جوانی ہے زمانہ صبح پیری کا			
اب آ گیا ہے ہو گیا ہے نور کا تڑکا			
یہ قد دوتا کو دیکھ کے اپنی ہنسی کو			
نہیں یہ جھریاں ہیں آئینہ اضعف میں			
قد خم کشتہ کہتے ہیں جو ہر آئینہ اضعف میں			
ہے دم غنیمت			

شوق ہے آغاز پیری اب کہاں لطف شباب	ل ہر	دوپہر ڈھل ہی گئی وقت زوال آ ہی گیا	شوق
آ گئی پیری بھی صد حیف یہ قسمت کا لکھا		جھریاں منہ پہ پڑیں صورت سطر افسوس	شائق
جب آئی پیری تو کر ترک سب ہوا و ہوس		کسی طرح سے مناسب نہیں شباب کی حرص	"
عیاں ہے چہرہ سے آثار سب بڑھاپے کے		یہ لوگ کرتے ہیں پیری میں کیوں خضاب کی حرص	"
جوانی کے پیری نے ساماں مٹائے	نظیر	ہوا باغ سونا خزاں سے اُجڑ کر	شاد
آ گئی پیری جوانی جا چکی		اب بہار زندگانی جا چکی	شعار
حرص پیری میں جوانی کی عبث ہے شیخ جی		کب بھلا سرسبز ہوتے ہیں شجر سوکھے ہوئے	صابر
پیری سے جا بجا نہیں تن میں سفید بال	نظف	غافل یہ خط سپیدۂ صبح کفن کے ہیں	صفی
بڈھے سے کسی جواں نے پوچھی یہ بات		کیا ڈھونڈھتے رہتے ہو جھکے تم دنرات	"
اس نے یہ کہا ارے جوانی بابا		جو خاک میں مل گئی ہے ظالم ہیہات	"
طفلی بھی ہوئی آہ جوانی بھی تمام	"	پیری کا بھی ہونا ہے یہی کچھ انجام	"
مائل سوئے خاک ہے جو قد پر خم		اب ڈھونڈھ رہا ہے اپنی راحت کا مقام	"
ہشیار اے ساکنان میخانۂ عمر		ہر گام پہ ہے لغزش مستانۂ عمر	"
رعشہ نہیں اعضا میں نقاہت کے سبب		پیری میں چھلک رہا ہے پیمانۂ عمر	"
غم نقد حیات لوٹنے ہی کو ہے		یہ رشتۂ عمر ٹوٹنے ہی کو ہے	"
پیری میں کمر جھکی تو کیا دم کا قیام		اب تیر کماں سے چھوٹنے ہی کو ہے	"
کب قد میں بوجھ ناتوانی ہے یہ خم	عالم	خمیازہ کش سے جوانی ہے یہ خم	"
پیری میں ہے رخصت کا زمانہ جو قریب		آغوش وداع زندگانی ہے یہ خم	"
ہے تو سن عمر گزران گرم شتاب		طفلی کا زمانہ ہے نہ ہنگام شباب	"
پیری کا خم پشت سے ہے یہ مقصود	نشیں	غافل سمجھ اس عہد کو بھی پا برکاب	"
جب زور نے طعنہ ناتوانی کو دیا		پیری نے ہر الزام جوانی کو دیا	"
جھک کر جو کیا قد خمیدہ نے سلام	عزیز	طاقت نے جواب زندگانی کو دیا	"
روٹھا ہے شباب اسطرح تو ہم سے		رکھا نہ تعلق بھی سر مو ہم سے	"
یہ قد دوتا پہ جھریاں کب ہیں صفی		پیری بھی ہے آہ چین یہ ابرو ہم سے	"
پیری آئی دیا پیام رخصت		ہے ہر حواس اذن عام رخصت	"
یہ قد دوتا کا ہے اشارہ غافل		کرتی ہے تجھے زیست سلام رخصت	"
دل میں ہوس درہم و دینار نہ رکھ		خم پشت ہے عصیاں کا بہت بار نہ رکھ	.
پیری میں سراس غرض سے ہلتا ہے صفی		یعنی دنیا سے اب سروکار نہ رکھ	"
لو سوے چراغ صبحگاہی نہ لگا		دل مجمر طرف یاد الٰہی نہ لگا	"
پیری کو شباب سے نہ دے رنگ شباب		اے شیخ سپیدی میں سیاہی نہ لگا	"
وقت پیری قد خم گشتہ سے مجبور رہے		جھک کے ملتے ہیں جوانی میں جو مغرور رہے	طاہر
طاہر اٹھو صبح پیری آ گئی		چاہئے اب فکر طاعت کچھ نہ کچھ	"
رہا کرتی ہے اب دونوں کی حسرت عہد پیری میں		جوانی میں زمانہ یاد آتا تھا لڑکپن کا	"

دم لغزش خبر دی رعشۂ اندام نے غافل	لب بام آگیا ہے آفتاب زندگی تیرا	عزیز	
قوتیں تن سے سفر کرتی ہیں پایان شباب	کوچ کا قافلہ کا وقت ہے کچھ رات رہے	"	
کوئی پیروں کے دل سے پوچھے دل پر کیا گزرتی ہے	جو باتیں یاد آتی ہیں ضعیفی میں جوانی کی	عاقل	
گھٹی عمر اور بڑھی حسرت غضب ہے	جو پہلے تھی قناعت وہ نہیں ہے	عاشق	
موے سفید ہیں جو نشان رہ عدم	منزل پہ جائیگا یہ مسافر سراغ سے	"	
پیری نے لطف زیست ملایا ہے خاک میں	وہ ولولے جوانی کے لاتے کہاں سے ہم	"	
پیری نے یہاں تک چمن حسن کو لوٹا	باقی نہ حسینوں کی رہی صوت حسن تک	"	
پیری میں اپنے موے سیاہ جب ہوے سفید	ثابت ہوا کہ شب کا ہے قائم مقام روز	"	
عبث ہے پیر جو دعوے کرے جوانی کا	وہ دن وہ حوصلہ وہ فکر وہ دماغ نہیں	"	
پیری میں یاد آتی ہیں اگلی جہالتیں	وہ ولولے کہاں ہیں وہ ہمت کدھر گئی	"	
حیف پیری میں گو ھوذداں	آبرو کی طرح نہ جاکے ملے	"	
مضمحل ہو گئے قوے غالب	وہ عناصر میں اعتدال کہاں	غالب	
غرض پیری نے پانچوں عیب شرعی کر دئے پیدا	بدلدی شکل صورت مسخ کر دی اک قلم گویا	فاروق	
صبح پیری واقعی سرمایۂ غفلت ہے فیض	ہو گئی ہے بھور وقت آیا مرے آرام کا	فیض	
گزرا آشوب حزن میں گو مرا دور شباب	داغ حسرت ہے عبث پیری میں اس ایام کا	فدا	
پیری میں ذوق و شوق کی مٹی خراب ہے	وہ عمر اب نہیں رہی وہ دل نہیں رہا	"	
پیری میں کام دل کا زمانہ نہیں رہا	ناحق نصیب کم سے فدا اب نبرد ہے	"	
شیب میں زندگی وبال ہوئی	سب نشاط جہاں ملال ہوئی	"	
پیری میں امید زیست ناداں	دھوکا تجھے کس نے یہ دیا ہے	"	
گزر گئے ایام جوانی ہو گیا رخصت جوش و خروش	پیری نے مجبور کیا کچھ ہمت و طاقت نہیں رہی	"	
پیروں کی ہے معاش جوانوں سے خوب تر	کیا فیض و لطف عام ہے رب العباد کا	"	
آئی پیری گیا شباب فروغ	ہے خزاں چل بسی بہار افسوس	فروغ	
دے طول اجل نہ وقت پیری	شب تھوڑی ہے قصہ مختصر کر	قائم	
موت سے غافل نہ رہ پیری میں اے ناداں کہ صبح	یک بیک ہو جائے ہے ظاہر شب مہتاب میں	"	
ضعیفی میں بشر لہو و لعب کو ترک کرتے ہیں	سفیدی موے سر کی نور ہے کیا چشم عبرت کا	قلق	
قلق ہر وقت اب ہے سامنا تکلیف پیری کا	جوانی لوٹ کر سب لے گئی اسباب راحت کا	"	
اب اے قلق وہ جوش و بدمستیاں کہاں	پیری اتار دیتی ہے نشہ شراب کا	"	
پیری نے ہم سے سب کا عوض لے لیا قلق	جو جو مزے اٹھائے تھے عہد شباب میں	"	
عہد پیری میں حلاوت کچھ کسی شئے کی نہیں	سب جوانی کے ہے دم تک زندگانی کا مزہ	"	
جیسے کہتے ہیں سب دنیا میں پیری	یہی شام جوانی کی سحر ہے	"	
جوانی سے زیادہ ہوتے ہیں غافل ضعیفی میں	نسیم صبح چلتی ہے تو غفلت آ ہی جاتی ہے	"	
قدر پیری میں ہوا پا برکاب	صبحدم کوچ کی تیاری کی	قدر	
رنج پیری سے ناک میں دم ہے	گاہ گھٹنوں میں گاہ کمر میں درد	"	

پیری

ہر اک جوان کا قد خم ہوا ہے پیری سے — حروف
ہمارے کار بلندی جہاں میں ہیچ ہوئے — صب
بال سفید ہوئی بھوئیں بھی آنکھیں بھی — "
شام ضعیفی ہے پیری صبح جوانی — "
زندگانی میں پیری آئی ہے کوئی منزل ہے — ضعیفی
اے دل پیری آئی ہے موے سر سفید — "
روروکے اب تو نامۂ اعمال کر سفید — "
پیری نے خشک و قاق کیا اب تو بدن میں زور — "
جب تھے جوان تھا کبھی اپنے بدن میں زور — "
عشرت کے دن جو تھے وہ ہوئے مضمحل تمام — "
پیری میں کیونکر اپنی جوانی سے میں نہ غافل ہوں — "
اے ضعیفی کھول آنکھیں پیری میں نے سر آیا — "
وہ صبح ہوئی پیدا وہ وقت ضعف آیا — "
پیری میں جوانی کا مزہ — "
خاک میں مل گئی ہے تو ہوئی — میر
موے سفید ہم نے کئے ہیں سیاہ کر — "
اب صبح ہونے آئی ہے کب تک سو یئے — "
پیری میں کیا جوانی کے عہد کو روئیے — "
اب صبح ہونے آئی ہے اک دم تو سو یئے — "
ہمہ

پیری

گھر میں کوئی بات نہ پوچھے گا کبھی
جب کر دیا پیری نے نکما حضرت
کہاں سے پیری میں تو یہ آئے خیال
بس اب پیری ہے پیری نے نکالا دلال سے
قوی دشمن ہے پیری کر کے سر زور آزمائی ہے
جوانی میں بہت بھولے تھے پیری میں
حواس و ہوش گئے اپنے قافلہ روانہ ہوا
ہوئے پیری چلو دنیا سے دور کوچ
ہے پیری آئی شباب کے دن
فقط یاد جوانی ہے کہ اک دل ناداں
برا نہ جانو پیری کو اس کو زوال ہوتا ہے
جسے کہاں ہے جان بشر کو خدا سب سے
پیری نہیں ہے کبھی فکر حساب سے
بڑھاپا آتے ہی بیگانہ ہر یگانہ ہوا
بڑھاپا

ہم نہ کہتے تھے کہ غافل ہو تو خم پیش از فنا — دیکھ اب پیری میں قد تیرا کدھر کو جھک گیا — میر
ضعف پیری میں زندگانی بھی — دوش پر اپنے بار سا ہے کچھ — "
دست و پا گم کئے ہیں تو نے میر — پیری بے طاقتی سے پیدا ہے — "
شیب میں بھی ہے لباس جسم ظاہر کا قماش — پرا سے اب چھوڑیئے جامہ پرانا ہو گیا — "
زانو پہ سر ہے قامت خم گشتہ کے سبب — پیری میں اپنے آن لگے ہیں قدم سے ہم — "
اب تلک تو نبھی اچھی اب دیکھئے پیری ہے — سب لوگو نہیں ہیں لاگیں یاں محض فقیری ہے — "
ہے صبح کا سا عرصہ پیری میں اہیں کیا ہو — باقی ہے وقت کتنا فرصت کہاں رہی ہے — "
فقیری میں تھا شیب بار گراں — قد راست کو اپنے خم کر گیا — "
قد جو خم پیری سے ہو تو سر کا دینا ہیچ ہو — ہو چکا ہونا جو کچھ تھا اب عبث پچتاؤ ہو — "
عہد جوانی رو رو کاٹا پیری میں لیں آنکھیں موند — یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا — "
آیا ہے شیب سر پر گیا ہے شباب اب — کرنا جو کچھ ہو تم کو سو کر لو شتاب اب — "
پیری میں قید ضعف سے باہر بشر رہے — چھپ کر حباب میں نہ ہوائے سحر رہے — میر
گئے دن شباب کے مطلقاً نہ ہو غفلتوں سے آشنا — کہ خضاب ریش سفید کا شب مرگ خواب سحر کی ہے — "
کوچ کی موے سفید اپنے خبر کرتے ہیں — سفر صبح کے ہوتے ہی سفر کرتے ہیں — مہر
کیوں نہ مشہور ہو پیغام اجل موے سفید — سچ تو ہے نیند بھی وقت سحر آجاتی ہے — "
کرتا ہے جو کہ اب کہ نہیں ہو سکے گا کچھ — جس وقت قد کی ہو گئی صورت کمان کی — "
پیری میں کہاں مہر جوانی کے مزے — وہ تو ہمراہ ہی جوانی کے گئے — "
چھاتی پر اپنے الٹ جاتا ہے سانپ — آجاتے ہیں یا دجب پرانے جلسے — "
مصنوعی دانت اور ہاتھوں میں عصا — بالوں میں خضاب اور بلوریں چشمہ — "
اے مہر جوانی ہی نہیں دیوانی — یہ دیکھ بڑھاپے نے ہے کیا سانگ بھرا — "
مصنوعی دانت اور بالوں میں خضاب — عینک ہے لگی عصا ہے در دست جناب — "
اے شیخ جواب دے چکے تجھ کو قوے — یا آپ ہی دے رہا ہے ان سب کو جواب — "
ٹانگوں نے جواب دے دیا ہے کب کا — لیکن ہاری نہیں ہے ہمت اصلا — "
لکڑی لئے اور لڑکھڑاتا اے مہر — کیا موت سے لڑنے کو چلا ہے بڈھا — "
کہتے ہیں جن کو زندگانی کے مزے — ہیں مہر وہ عالم جوانی کے مزے — "
پیری میں کبھی جو یاد آجاتے ہیں — تو ہوتے ہیں معلوم کہانی کے مزے — "
اب تک ہے خیال کی تباہی باقی — اب تک ہے تمنائے منا ہی باقی — "
موہائے سفید پر نہیں رنگ خضاب — ہے شیخ کی مہر روسیاہی باقی — "
موہائے سپید کی نموداری ہے — دنیا سے بس اب کوچ کی تیاری ہے — "
ہیں صبح رحیل کے ستارے یہ بال — ہشیار ہو مہر وقت ہشیاری ہے — "
موہائے سپید ہیں ہمارے سارے — یا صبح رحیل کے ستارے سارے — "
یہ کوچ کی غافلو خبر دیتے ہیں — دن عمر کے ہو چکے تمہارے سارے — "
تحصیل معاش کی ہے جبتک طاقت — ہے خویش و اقارب کو بھی تجھ سے الفت — "

بڑھاپا آتے ہی زور بدن روانہ ہوا
خالی ہمت سے نہ جانا چاہئے ہر پیر کو

پیری میں آفتاب لب بام ماہ ہے
طے جوانی ہوی اور منزل پیری آئی

پیری سے کیوں بنائے نہ مثل کماں مجھے
پیری میں کیسے زیست کی امید ہے ناسخ

ہو گیا پیری میں عیش اپنا جوانی سے دوچند
محال پیری میں ہے لطف نوجوانی کا

کوئی دم پیری بھی اپنی ہے بسان صبحدم
کیوں دلا پیری میں بھی مرنے کی تدبیر نہیں

منشی قضا کا لکھنے لگا جنس کی رسید
اے چرخ پیر زور جوانی سے درگزر

عہد پیری میں روانہ ہوئے یوں ہوش و حواس
عہد پیری میں کھلی ہے چشم غفلت اے نصیر

تمنا عشق کی رکھنا غلط فہمی ہے پیری میں
گزرا شباب پیری جاتی ہے اپنا رنگ

ہو چکی طے راہ ہستی جھک گیا اب قد راست
اب اپنے پاؤں سے پیری میں سر نہیں اٹھتا

نمود رعشۂ پیری ہوا اجل آئی
زباں کا دانتوں نے پیری میں ساتھ چھوڑ دیا

پیری سے بڑھکے عہد کوئی بے مزہ نہیں
کبھی پہلے حیا آئی نہ اپنے تنکے چلنے پر

جھکا ہے سرشیمانی سے اب اور صبح پیری ہے
خوف یہ ہے نہ کہیں وار اجل کا چل جائے

عہد پیری میں ہوں وہ شمع مزار حسرت
او جوانی آمد پیری کی ہیبت دیکھنا

وہ جوانی کا نہیں پیری میں رہتا رنگ و پ
قدر نعمت ہوتی ہے بعد زوال

گزرا شباب قصد عبادت کا کیجئے
سحر ہوتی نہیں ہے کون شب اس دہر فانی میں

ہوے ہیں پیر اجل بالائے سر ہے
لڑکپن کھیل میں گزرا جوانی بادہ خواری میں

دم پیری حواس و عقل زائل ہوتے جاتے ہیں

ماہر	یہ ضعف تن نہ ہوا رستم زمانہ ہوا
مسکیں	خم کماں کا پر لگا دیتا ہے بال تیر کو
ماہ	اب چلتی پھرتی چھانوں ہے نقشہ حیات کا
مسکیں	اب دلا دور رہا ملک عدم تھوڑا سا
ناسخ	پیر فلک سمجھتا ہے اب تک جواں مجھے
"	ناداں کوئی جھونکا ہے نسیم سحری کا
"	ہاتھ میں رعشہ سے کرتا ہے جو مے کا جام رقص
"	چراغ صبح میں نور چراغ شام نہیں
"	مثل شب عہد شباب آنکھوں سے پنہاں ہو گیا
نظیر	ہو چکی صبح بس اب کوچ میں تاخیر نہیں
نسیم	داڑھیں لگیں اکھڑنے کو زنداں ہوے شہید
"	اب پاس چاہئے تجھے پشت خمیدہ کا
نصیر	صبح کو جیسے مسافر سے ہو منزل خالی
"	صبح کو ہوتی ہے ہیچ مہر درخشاں کی نمود
نواب	کوئی افسردہ خاکستر سے ہوتا ہے شرر پیدا
نظم	نواب اب قریب ہے موسم خضاب کا
"	شکر ہے ملک عدم کا نظم در پیدا ہوا
"	سزا یہ اس کی ہے جیسا غرور میں نے کیا
"	چراغ صبح تھے گویا کہ مسکرا کے چلے
"	کوئی رفیق برے وقت میں نہ کام آیا
"	شیریں تھا گرزمانۂ طفلی، شباب تلخ
"	بھلا ہو عہد پیری کا کہ گردن اب تو نہوڑائی
"	سیہ ہستی کی تھی اک رات سارا عہد برنائی
"	جھریاں رکھتی ہیں پیری میں زرہ پوش مجھے
"	کہ نسیم سحری کر گئی خاموش مجھے
وزیر	کانپتی ہیں کسقدر رعشہ سے تھرتھر انگلیاں
"	ہو کے خاکستر دلا ہوتا ہے انگارا سفید
"	پوچھئے لطف جوانی پیر سے
واسطی	پڑھئے نماز وقت اب آیا زوال کا
"	خیال انسان کو لازم ہے پیری کا جوانی میں
"	ظہور صبح ہے وقت سفر ہے
"	بس اب پیری میں دھونا ہاتھ دنیا سے عبادت ہے
"	ہماری بزم کے سب چاہتے ہیں ہمنشیں فرصت

واسطی	پیری
وہبی	ہے سفر ملک عدم کا آگئے موسے سفید
وقار	نور کا تڑکا ہوا چلنے کی تیاری ہوی
"	ضعیفی آتے ہی ساماں راحت سب ہوئے رخصت
"	ہزار افسوس کیا دفتر ہوا برہم جوانی کا
"	بسر کی عیش میں عشرت میں لطف نوجوانی کا
"	وقار اب آئی پیری جس کا کہتا تھا شباب
واجد	وہ گئی شام جوانی کیجے چراغ آرام کا
"	صبح پیری آئی غفلت نور بینا ہیں لطف بخش
مرزا جعفر	دریچے جاں سے آہ کا عالم ہے یہ پیری
"	ہوئیں تک آہ کا عالم ہے یہ پیری
ہوش	پیری دکھا رہی ہے عالم شباب کا
"	پیری میں ہوش رنگ طبیعت دکھا گیں
ہمت	پیری میں کس نے لطف بہار شباب کا
"	پایا خزاں میں آتی ہے یاد بہار کو
مرزا	زمان شیب میں آتی ہے یاد شباب ہوا
"	کہاں گیا وہ لڑکپن وہ کیا شباب ہوا
"	ہوئیں وہ حواس تاب و تواں نے دیا جواب
"	کس کس کا اب پیری نے بھلا کر دیا خلق
ہادی	اب آئی ہے پیری ہیں یاد اسکی دلا نے
"	پیری میں

تجسسِ مقصود

ہادی	پیری میں قد دوتا جو ہوا یہ دلیل ہے اب ہے پیری میں وہ کہاں ہمدم پیری میں اوج نور جوانی کہاں رہا بڑھاپا بھی عجب استاد ہے جسوقت آتا ہے	یعنی کہ زندگی بھی ہوی باران دنوں حظ جو عہد شباب میں دیکھا ہوتا ہے ماہ شب کا تنزل علے الصباح تو سرکش کو بھی آئین ادب دانی سکھاتا ہے	ہمدم " " یکتا

تجربہ

منت	دلیل پختہ کاری ہے رجوع مسکن اصلی اسی کے واسطے آنکھیں خدا نے دیں ہم کو حال کھلتا ہے بد و نیک کا وقت بد میں برسوں دشت جہالت میں گمراہ بھٹکتے پھرتے ہیں راحت کے لئے پختگی کار ہے درکار غضب ہے جہاں کی بلندی و پستی پھر کیا نظر میں آئے ہمارے یہ دہر دوں عیب کو اہمیت سے مبرا ہے پختگی اک عمر میں آتا ہے جو کچھ آتا ہے جس کو سرد و گرم دہر سے ہوتا ہے آدم تیز ہوش پختہ مغزوں کو تعلق ہو نہ کشت دہر سے	ثمر ہوتا ہے جب پختہ زمیں پر خود ٹپکتا ہے کہ روز و شب یہ سفید و سیاہ دیکھتے ہیں جوہر تیغ عیاں ہوتا ہے عریانی پر کھاتے ٹھوکر جب آتے ہیں عقل و شعور کے رستہ پر خامی کے سبب خون ہے دل رنگ حنا کا بہت ٹھوکریں ہم بھی کھائے ہوئے ہیں عالم بہت سے دیکھے بہار و خزاں کے ہیں جب تک ہے خام باقی ہے بدبو پیاز میں استاد کوئی طفل دبستاں نہیں ہوتا آب و آتش سے ہے پیدا برش شمشیر ہے جو بھنا دانہ نہ پھر زیر زمیں مدفوں ہوا	اسیر داغ رند ظفر عاقل عاشق " فدا میکش نساخ ہرچند

تجسسِ مقصود

	جب تک کہ دل ہے چاہیئے ہم کو تری تلاش وصل بت ہوتا نہیں ہے یا خدا ملتا نہیں منزل مقصود کہتے ہیں جسے وہ راہ ہے شوق کامل ہو تو پھر خضر کی حاجت کیا ہے کام کیا پھولوں سے خواہاں اس مصور کا ہوں میں پھرتا ہوں پھول پھول کو گلشن میں سونگھتا شوق مجھ کو منزل مقصود کا وہ کٹھن تھی منزل مقصد کی راہ فہیم وہ ہی ہے آفاق میں ترا جویا کیوں سر منزل ہے شاطر تم کو رہبر کی تلاش	جب تک چلے زبان تری گفتگو کریں ڈھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہیں جان دے دیکر کیا کرتے ہیں سب جسکی تلاش دو قدم منزل مقصود ہے کچھ دور نہیں جس نے کھینچا ہے مرقع گلشن ایجاد کا یارب گل مراد مرا کس چمن میں ہے اور طاقت دیچکی رحمت جواب آشنا نا آشنا سب تھک گئے کہ جس میں پائے تجھے اس میں بہتری جانے نقش پا خود سلسلہ ہے جادۂ مقصود کا	امیر " بیدل ثاقب جرار داغ رحمت رمز سودا شاطر

ہوا ہوں ترک اسباب جہاں سے اسقدر فارغ	کھلا رہتا ہے راتوں کو بھی دروازہ مرے گھر کا	اسیر
دوست سے مطلب نہ دشمن سے ہمیں اس باغ میں	گل گریباں میں نہیں ہے خار داماں میں نہیں	"
ترک دنیا سے ملا دامان یار	دست کوتہ کی رسائی دیکھئے	"
پختہ و خام جہاں سے مجھے کچھ کام نہیں	نقرۂ خام ہے درکار نہ سونا پکا	"
تارک دنیا ہوں میں مجھ کو جہاں سے کیا غرض	اس زمیں سے کیا غرض اس آسماں سے کیا غرض	"
رتبۂ تجدید اگر چاہے تعلق ترک کر	ریزش پر مرغ نکہت کو پر پرواز ہے	"
شغل تعلقات سے انساں فقیر ہے	ترک تعلقات کرے بادشاہ ہو	"
جو نامردوں کی شہرت ہے جہاں میں ترک شاہی سے	قیامت تک رہے گا نام ابراہیم ادہم کا	"
دنیا و دیں کی چاہ قیامت کا روگ ہے	اچھے رہے وہی جو ہوئے مبتلائے دوست	اختر
واعظ کمال ترک سے یاں ملتی ہے مراد	دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبےٰ بھی چھوڑ دے	اقبال
آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں تارک دنیا ترے	گر فرستادہ بادشاہ ہفت کشور بھیجدے	اشک
خاصان حق نہ طالب دنیا ہوئے کبھی	دو دن کے واسطے کوئی کیا بادشاہ ہو	"
تارک دنیائے دوں ہوتے ہیں یوں عزلت گزیں	بن گئے گویا کہ نقش بوریا زنجیر و طوق	"
ہوس دل نے نہ کی دنیائے دوں میں گھر بنانے کی	رہے ہم اس چمن میں طائر بے آشیاں ہو کر	"
بوریا تارک دنیا کے لئے کافی ہے	جن پکڑ لے گا جو اس نقش کا حامل ہوگا	"
دنیا کو ترک کر کے وہ حاصل ہوئے مزے	کمل بھی رشک قاقم و سنجاب ہوگیا	"
لذت سے ترک کر کہ ہو دنیا کا رنج دور	پرہیز بھی دوا ہے جو بیمار نے کیا	آتش
گور میں بھاگ اہل دنیا سے	خلوت اس انجمن سے بہتر ہے	"
نہیں اک مرد کو دنیا سے مطلب	مریں نامرد اس زن پر ہزاروں	"
طے کر چکوں کہیں میں نشیب و فراز دہر	تا چند ٹھوکریں یہ بلند و پست کھائے	"
ہستی کو مثل نقش کف پا مٹا چکے	عاشق نقاب شاہد مقصود اٹھا چکے	"
کسی کے ساتھ دنیا نے وفا ہی کی نہیں اب تک	تو میں کیوں ہو رہوں اسکا جو میری ہو نہیں سکتی	اکبر
کسی کے خیر و شر سے کیا ہمیں کام	نہیں رکھتے ہیں ہم اپنی خبر تک	باقی
تارک دنیا کسی ملت میں بیگانہ نہیں	لاکھ گلیوں میں گزرتا ہے فقیر اللہ کا	بحر
سلطنت کرتا ہے اپنے بوریے پر ہر فقیر	چھوڑ کر عالم کو پایا رتبہ عالمگیر کا	"
ہجوم اندوہ و یاس کا ہے اب ایسے جینے میں کیا مزہ ہے	کمال دنیا سے دل اچٹا ہے کہیں بھی پیوند ہے زمیں کا	"
دنیا کے خیالات کو دل میں نہ جگہ دیں	خلوت گہ محبوب میں کیا کام کسی کا	"
ترک دنیا سے خوشی اس مرتبہ حاصل ہوئی	اپنے جامہ سے ہر اک درویش باہر ہوگیا	"
ہم نے جب قطع علائق پہ ارادا باندھا	پھاڑ کر خلعت شاہی کو لنگوٹا باندھا	"
عقبےٰ کو چاہتا ہے تو دنیا کو ترک کر	عزت کی آرزو ہے تو کسب علوم کر	"
راحت نہیں دنیا میں نہ دنیا کی ہوس کر	پرہیز کو اس سے اسے آزار سمجھ کر	"
دور جہاں میں قطع تعلق ہے سلطنت	آزاد کی جبیں پہ الف ہے لوائے عیش	"
کیا شبہ کہ دنیا کے علائق سے بری ہو	زندہ کو جو مردہ کی طرح بے خبری ہو	"

ترک دنیا

وہی بندہ ہے علائق سے جو آزاد رہے	بجا
یاد مولا کی رہے اور نہ کچھ یاد رہے	"
ہر نفس قطع علائق ہو جو عارف ترک دنیا چاہئے	"
رنج جیتے ہوئے کام آئے وہ درکار رہے	"
ایک تنہا رہ عدم ہوگا نہ دنیا کا فروغ	"
مشعل راہ ہدیٰ ہے دل انیارو روشن چاہئے	"
پیر چراغاں ہیچ ہے دل ہو جو ارشد سے نجات	"
بھاگ دنیا سے کہ ہو تیرا جو ارشد نہ دور رہے	بیان
سب کچھ بیان کیا ہے وہ اکثر جو نہ دور رہے	"
جب ہاتھ کو وہ اپنے دنیا سے دھو بیٹھے رہ	تسلیم
پھینک اسباب جہاں آزاد ہو کر بیٹھ رہ	"
چھوڑ دنیا میں ہے مزہ بادشاہی میں کہاں	"
جو فقیری میں ہے قصر رفیع الشان چھوڑ	"
بیٹھ جا کر دشت میں کچھ لطف بقا	"
چاہتا ہے گر فنا کے بعد کچھ نام چھوڑ	"
صفحۂ ہستی سے مانند نگیں اٹھنا ہم	"
پائمال کیوں ہوں پست و بلند جہاں سے ہم	"
باز آئے اس زمین سے اس آسمان سے ہم	"
اٹھایا کیوں	

ترک دنیا		اٹھایا کوہ رستم نے اگر تو سخت ناداں ہے	اٹھانا دل کو دنیا سے عجب کارِ نمایاں ہے
	سفیر	رنگ یہ دیکھکر چمن کا تراب	دل تماشائے بوستاں سے گرا
		عاقبت کام نہ آئے گا کوئی حق کے سوا	خلق سے تجھ کو تراب اتنی محبت ہی عبث
	شہیدی	کچھ لائے نہ لے گئے جہاں سے	آئے اور چلے گئے جہاں سے
		ٹوٹی جو تراب جگ سے امید	شکوے اور گلے گئے جہاں سے
		جہاں سے کچھ نہ ہو جس کو تعلق	نہیں کوئی دکھا ایسا جہاں میں
	شہید	جس قدر ہو بے تعلق اسقدر آرام ہے	دل لگانا ہے برا مجنوں ہو یا فرہاد ہو
		حوادث کا نہیں غم تارک اسباب دنیا کو	نہیں کچھ خوف آندھی کا چراغ دست موسیٰ کو
		ہم یاد رہے دعوے بیجا نہ کرینگے	مٹ جائیں مگر خواہش دنیا نہ کرینگے
		خیال و خواب ہیں دنیا کے سارے راحت و رنج	لگائے ان سے نہ دل مرد عاقل و دانا
	شہید	پھیلاتے نہیں ہاتھ گداشاہوں کے آگے	دولت کی طلب تارک دنیا نہیں کرتے
		عقبےٰ کی طلب رہتی ہے خاصان خدا کو	وہ دولت دنیا کی تمنا نہیں کرتے
		ہے خلاف مردمی انساں کا ہونا زن مرید	دے طلاق اس زال دنیا کو جنوں جو مرد ہو
	عارف	دولت دنیا سے دیکھے گا تنفر گر مرا	طائر تصویر حیرت سے ہما ہو جائے گا
		گلشن کے نیک و بد سے غرض سروساں نہیں	خواہاں نہ میں خزاں کا نہ طالب بہار کا
		کیا کام ہم کو دیر سے کعبہ سے کیا غرض	اپنا تو دل جہان سے بیزار ہوگیا
		چشم عبرت سے تو اس دنیا کو دیکھ	سانپ مردہ کی طرح بس اس کو پھینک
	عارف	بہت یاں ٹھوکریں کھائی ہیں ہم نے	بس اب دنیا کو ٹھکرانا پڑے گا
		لگاؤ تم میں لاگ زاہد نہ درد الفت کی آگ زاہد	پھر اور کیا کیجئے گا آخر جو ترک دنیا نہ کیجئے گا
		دل تو اپنا پھر چکا ہے زال دنیا سے مگر	رہزن دل ہیں ابھی اسکی ادائیں خاص خاص
		دنیا سے اے خلیل کنارہ ہی خوب ہے	یہ زن بدام قابل ترک و طلاق ہے
	خلیل	ترک دنیا خوب ہے حرص و ہوا اچھی نہیں	ہر کس و ناکس کے آگے التجا اچھی نہیں
		کار دنیا کے تئیں چھوڑ کے رہنا خاموش	اور کاموں سے یہ بیکاری کا ہے کام بھلا
		سراپا پاک ہیں دھوئے جنھوں نے ہاتھ دنیا سے	نہیں حاجت کہ وہ پانی بہائیں سر سے پاؤں تک
		میں کاش عمر رواں تجھ کو چھوڑ کر بھاگوں	طلسم خانۂ ہستی کو توڑ کر بھاگوں
		چھوڑ دے دنیا کو جو کوئی بزیر آسماں	ہمت حاتم کو پہنچے اسکے کب پاسنگ دست
		چھوڑ دنیا کو کہ اس مادر بے مہر کا اب	پھر بگا کب تلک تھامے ہوئے کوئی دامن
		اسباب جہاں دل نے کیا جب نظر انداز	پوچھا جو میں کیا دیکھے ہے دیوانے، کہا ہیچ
	سید	ترک دنیا ضرور ہے سید	آپ کو رکھ تو خلق سے روپوش
	سعید	صد آفریں ہے قحبۂ دنیا کو دے طلاق	دل تجھ سے ایک کام یہ مردانہ ہوگیا
	سخن	بن بن کے پاس آئی دنیا ہمارے لیکن	اس بیسوا کے جانب ہم نے کبھی نہ تھوکا
	سفیر	ہوگئے تارک دنیا تو ملی ہے عقبےٰ	ایک شئے کھوئی ہے جب دوسری شئے ہاتھ آئی
		میری خواہش نہ کرے میں نہیں خواہاں اسکا	زال دنیا سے کہو ڈھونڈھ لے بوڑھا کوئی

			تسلیم
			تمام
			"
			"
			"
			قتشق
			شاقب
			جگر
			جنون
			"
			"
			"
			"
			حیرت
			"
			حالی
			"
			"
			خلیل
			"
			خاموش
			ذوق
			سرور
			سودا
			"
			"
			سید
			سعید
			سخن
			سفیر
			"

عیش دنیا سے نہ ہو عیش منغص تیرا	خاک ڈال اسپہ کہ ہے ترک ہی اسکا انسب	عیش	ترک دنیا
گر حقیقت میں ہے تو سالکِ راہ وحدت	چھوڑ دنیا کو دلا کافر و دیندار سے بچ	عاشق	طب
دل اگر چاہو بچے نار جہنم سے اُسے	کاروبار زوال صدر شوہر سے رکھو بے غرض	"	
دل کو ہٹاؤ خانۂ دنیا سے چند روز	ڈالو نہ چند روز کی بنیاد کی طرح	"	
تجرد مناسب ہے دنیا میں آج	محبت نہیں ہے مروت نہیں	فدا	
آرائش دنیا سے ہیں خاصان خدا پاک	پیکاں نہ پڑے کوئی کبھی تیر قضا پر	قدر	
خوش نفس رہتے ہیں دنیا کے خلائق سے جدا	روح کو ہرگز نہیں ہوتی کفن کی احتیاج	"	
جو زمانہ کے ربط کو ترک کیا نہ پھنسے کبھی ہم تہ دام ریا	جو تعلق خلق کو چھوڑ دیا کبھی دام قفس میں ہمانہ رہا	"	
میں ہوں دنیا میں شہ کشور ترک دنیا	عوض چتر ہو ظل شہ مردان سر پر	قلق	
دنیا سے ہاتھ دھوئیں کہ سب آرزو کریں	زاہد بھی آکے سجدہ کریں اور وضو کریں	گویا	
جو ملک دیں لیا چاہے تو بس دے چھوڑ دنیا کو	کہاں تھی سلطنت پہلے یہ ابراہیم ادہم کو	لائق	
لائق یہ گزری بادیہ پیمائی میں جو عمر	ہزار ایسی دولت اسکندری سے ہم	منیر	
مال و جاں لے کے بھی دنیا نہیں کرتی وفا	بھاگ او خانۂ رہزن کے ٹھہرنے والے	"	
ڈرتا ہے کیوں عجوزۂ دنیا کو دے طلاق	عاشق وہ تیری ہے نہ تجھے فکر مہر ہے	"	
زال دنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے	میر	
دنیا سے درگزر کر گزر گہ عجب ہے یہ	درپیش یعنی تیر ہے جانا جہاں سے بھی	"	
جانا جو مقرر ہے مرا دار فنا سے	اس بستی کے میں ہوں در و دیوار سے ناخوش	"	
ہے پُر غبار عالم جانا ہے یاں سے اچھا	اس خاکداں میں رہکر کیا کوئی خاک چھانے	"	
دنیا سے ربط صاحب دنیا نہ کیجئے	او زن مرید ہمت مردانہ کیجئے	مہر	
دنیا کے چھوڑنے کا ہمیں رنج کیا ہو مہر	لائے تھے کچھ نہ ساتھ نہ کچھ چھوڑ کر چلے	"	
دنیا کے لوگ چاہئے دنیا کے واسطے	ہم بیٹھیں اس عجوزۂ مکار سے الگ	"	
جو تعلق سے جہاں کے دور ہے	شاد ہے آباد ہے مسرور ہے	منتہی	
ترک جس نے کیا ہے دنیا کو	مرد دانا ہے شخص عاقل ہے	"	
دنیائے دوں کے پاس نہ پھٹکے گا وہ کبھی	اس دہر بے ثبات میں جو ہوشمند ہے	"	
نہ خواہش مند جم کی نہ مطلب فرش قالی سے	گدا کو بوریا بہتر ہے شاہوں کی نہالی سے	"	
دل کو دنیائے دنی سے نہیں رہتی رغبت	بت ہرجائی سے رکھتا میں سروکار نہیں	"	
جو ہیں دنیائے دوں پرستی پر	منتہی دوران سے بیٹھتے ہیں	"	
منہ پھیرا جو دنیا سے تو عقبےٰ نظر آئی	احوال کھلا غیب کا آنکھیں ہوئیں کیا بند	"	
ایک رتبہ آنکھوں میں شاہ و گدا کا ہوگیا	قطع اپنا جس گھڑی دست تمنا ہوگیا	"	
زال دنیا سے سروکار نہیں رکھتا ہوں	شکر خالق کا طبیعت مری مردانہ ہے	"	
کر اُس سے محبت کہ جو ہے ساتھ ابد تک	یہ کام نہ آئیں گے جو ہیں خویش و پسر آج	میکش	
چھوڑ دنیا کو اور عقبےٰ چھوڑ	ہاتھ سے اب نہ دست مولےٰ چھوڑ	"	
دین و دنیا میں گرفتار ہے وہ غافل ہے	چھوڑ بیٹھا ہے جو ان سب کو وہی عاقل ہے	محب	

ترک دنیا	طب
نجات دو جہاں جو جانتے ہیں ترک خواہش کو	
انھیں زاہد بھلا پھر رغبت حور و جناں کیوں ہو	
تارک دنیا کو بھی غم نہیں ملتی نجات	
دل ہے جبتک گرفتار ہوس شاد بھی ناشاد بھی	
ترک دنیا کی لذت اسے حوریں	منفعلی
زہر ہے چوستا ہے منہ میں لیکر کیا زبان مار کو	
اے منفعلی دل جس نے اٹھایا ہے جہاں سے	
اٹھتے ہوئے وہاں سے سبکسار اٹھا ہے	
ترک دنیا ہی کا ہے نام تو بہتر آزادی	
ترک دنیا ہی کا ہے نام تو بہتر آزادی	
ہاتھ پھیلانا نہیں کسی کو نہ ارنا کھینچنا	مکیں
کبھی ہاؤں کو نہ ارنا کھینچنا	
آئیں دن اسباب سے سکیں کنارہ جہاں	
آئیں دن اسباب سے سکیں کنارہ جہاں	
پہلے ہی اسباب کا خیال	منفعل
پہلے ہی اسباب سے سکیں کنارہ جہاں	
چھوڑ دو حضرت دل عالم ہستی کا خیال	
چھوڑ دو حضرت دل عالم ہستی کا خیال	
چند روزہ ہے یہ سب سوچ لو کیا رکھا ہے	نافع
چند روزہ ہے یہ سب سوچ لو کیا رکھا ہے	
تارک دنیا کو بدنامی سے ہرگز ڈر نہیں	
تارک دنیا کو بدنامی سے ہرگز ڈر نہیں	
خوف آزادوں کو کب ہوتا ہے نام ونگ کا	
خوف آزادوں کو کب ہوتا ہے نام ونگ کا	
درویش کو کب آرام سے اوست	
درویش کو کب آرام سے اوست	
نہ بود درویش کو نہیں کچھ کی احتیاج	
نہ بود درویش کو نہیں کچھ کی احتیاج	
خانہ بدوش کو نہیں کچھ غم جہان میں	
خانہ بدوش کو نہیں کچھ غم جہان میں	
فضل راحت و آرام درویش پر	
فضل راحت و آرام درویش پر	

ترک وطن

بیخود	کسی سے دل نہ اس وحشت سرا میں میں نے لگایا	نہ الجھا خار سے دامن کبھی میرے گریباں کا
	خرابات جہاں میں ترک عشرت کرتے ہیں دانا	پسند آیا اسی خاطر خم خالی فلاطوں کو
بیجر	اگر دانا ہے تو اے مرد عاقل	نہ باید بستن اندر صحبتے دل
	دنیا سے دل اٹھا کے عجب سیر دیکھ لی	اک دوش پہ جنازۂ امید و بیم تھا
	ایک ہی ہاتھ کا تھا سارا جہاں	ہاتھ ہم نے اٹھا کے دیکھ لیا
	ہیچ نظروں میں اگر عالم فانی ہو جائے	پھر یہ ہیچمدانی ہمدانی ہو جائے
	یہ کہکر ہاتھ دنیا سے اٹھایا اہل ہمت نے	مناسب ہے وہاں کے واسطے بھی کچھ اٹھا رکھے
	تاج سے مجھ کو نہ مطلب ہے نہ کجکول سے کام	تارک عالم اسباب رہا کرتا ہوں
	دلیل مفلسی ہے سیم و زر کی جستجو کرنا	یہ دنیا ہے یہاں ترک تعلق سے فراغت ہے
ترک	بے ثباتی ہوئی عالم کی جو ثابت مجھ کو	ترک دنیا کو کیا دل نے پسند آخر کار
	جس نے دنیا ترک کی مطلوب عقبےٰ ہو گیا	مدعی کے مدعا سے ہے سوا حاصل طلب
	اے ولی ترک علائق دل کو لذت بخش ہے	جیوں ہے دنیا دار کو فکر سر و ساماں لذیذ
	جب موے تو ساتھ تیرے کوئی واں پہ جائیگا	زیست ہی میں ساتھ گھر والوں کا چھوڑا چاہیئے
	لطف دنیا میں نہیں جیتے ہی جی سب کو چھوڑ	آخر اک روز ہے تو اور شب تنہائی ہے
	ترک دنیا میں بڑا مرتبہ حاصل ہے دلا	خاکساری ہی بھلی ہے طلب جاہ نہ کر
تسلیم	نزدیک اپنے کچھ نہیں رستم کی رستمی	دنیا کو جس نے ترک کیا ہے وہ مرد ہے

ترک وطن

	غربت میں پائی مثل گہر آبرو اسیر	ہم کو سفر وسیلۂ فتح و ظفر ہوا
	رتبۂ عالی اگر چاہے وطن سے کر سفر	ہے ختن میں مشک کم قیمت۔ حلب میں آئینہ
	کبھی نہ ترک وطن کر جو زندگی چاہے	بجھا جو سنگ سے باہر کوئی شرارہ ہوا
	کامل وطن میں اپنے ٹھہرتا نہیں کبھی	پختہ ہوا تو شاخ سے میوہ ٹپک گیا
	وطن چھوڑے تو انساں منزل مقصود تک پہنچے	جدا ہو کر کماں سے تیر جاتا ہے نشانے تک
	نہ کر ترک وطن ہرگز جو اپنی زندگی چاہے	نہیں بجھتے ہیں رہتے ہیں شرر جبتک کہ پتھر میں
	وطن سے ہو سفر مشکل نہ کیونکر خام طبعوں کو	جدا ہو شاخ سے کب جبتلک میوے میں خامی ہے
	آکے غربت میں ہمیں عیش وطن بھول گئے	لطف اٹھایا یہ قفس میں کہ چمن بھول گئے
توقیف	تنگ آیا ہوں بہت اہل وطن سے میں اسیر	کیوں نہ ہو دل کو وطن سے سفر دور پسند
	ہرگز مراد ناوک ہوتی نہیں ہے حاصل	جب تک نہیں نکلتا ہے گوشۂ کماں سے
	بال جو سر سے جدا ہو وہ نہیں ہوتا سفید	عیش غربت آدمی کو رکھتا ہے دائم جواں
	گر نمائش چاہیئے اے دل تو کر ترک وطن	کان میں جوہر کبھی کھلتا نہیں فولاد کا
	میرے جوہر کا نہیں کوئی جہاں میں جوہری	مثل گوہر کیوں نہ ہو مجھ کو سفر کی احتیاج

ناسخ	
"	
نظیر	
نظم	
"	
"	
"	
واسطی	
"	
"	
وقار	
ولی	
ہرچند	
ہوس	
"	
ہمدم	
اسیر	
"	
"	
"	
"	
"	
"	
امیر	
"	
افسوس	
"	
انور	
برق	

پھولنے پھلنے کی گھر بیٹھے اگر ہوتی امید	ثاقب	ترکِ وطن
نکلے جو گھر سے کوئی تو حاصل ہو کچھ مراد	"	
اچھا وہ سفر تھا کہ رسولِ عربی کو	"	
گرجنوں میں گھر کی دیواروں ہی سے سر پھوڑتے	"	
جب گھر بحر سے نکلا تو ہوا زیبِ گوش	جویا	
در بدر پھر کر کے حیرت منھ پڑے ہر ایک کے	حیرت	
کیوں وطن سے بے وطن ہو کر پھرے بازاریں	"	
ملے جو بے وطنی میں ذرا بھی آسایش	داغ	
ذوق ہے ترکِ وطن میں صاف نقصِ آبرو	ذوق	
کیا وطن میں تھا جو میرے لئے غربت میں نہیں	رند	
آبرو گر تجھے منظور ہے کر ترکِ وطن	"	
للہ الحمد کہ غربت میں وہ راحت پائی	"	
دورۂ شمس و قمر سے ہو گیا ثابت ہمیں	سحر	
بلبل کو کیا تڑپنے میں دیکھا چمن سے دور	سودا	
نہال آسا نہیں ہے خرمی ماٹی میں غربت کی	"	
آتی ہے نفس سے میرے آواز یہ پیہم	شاد	
بے ترکِ وطن مرد کی حرمت نہیں ہوتی	شعار	
جہاں کے نیک و بد سے واقفیت کو کیا حاصل	صادر	
آسماں اہلِ ہنر کو نہیں رہنے دیتا	ظہیر	
بلبل نہ رہ چمن سے نکلکر چمن کے پاس	عزیز	
تھی وطن میں شان کیا غالب کہ ہو غربت میں قدر	غالب	
کرتے کس منھ سے ہو غربت کی شکایت غالب	"	
طعنِ اعدا وہاں نہ شکوۂ دوست	قدر	
سفر میں بھی اے قدر یہ آبرو ہے	"	
تمام عمر سفر میں جو کٹ گئی کوثر	کوثر	
نہ بیٹھو ابھی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر	مصحفی	
شیخ کعبہ سے اٹھ نکل باہر	"	
کیا لطف زیستِ اہلِ وطن ہوں اگر عدو	"	
افتادگانِ وادیٔ غربت کی سرگزشت	"	
کنعاں سے جا کے مصر میں یوسف ہوا عزیز	میر	
خام رہتا ہے آدمی گھر میں	"	
خامی جاتی ہے کوئی گھر بیٹھے	"	
یوسفِ عزیز دلہا جا مصر میں ہوا تھا	"	

حضرتِ آدم نہ آتے باغِ رضواں چھوڑ کر	ثاقب	
گونگے کے خواب کی کوئی تعبیر خاک دے	"	
معراج ہوئی باعثِ تکمیلِ رسالت	"	
نام بھی لیتا نہ کوئی قیس کا فرہاد کا	"	
وہی مقصد کو پہنچتا ہے جو گھر سے نکلا	جویا	
اب نہ جائیں گے وطن کی اپنے گلیاں چھوڑ کر	حیرت	
لعل سے جوہر کو خواری ہے بدخشاں چھوڑ کر	"	
عقیق جا کے عدن میں گہر یمن میں رہے	داغ	
بکتا پھرتا ہے گہر ہو کر سمندر سے جدا	ذوق	
مرد درویش ہوں یکساں ہے مجھے گھر باہر	رند	
قدر ہوتی ہے صدف سے جو ہو گوہر باہر	"	
دل سے بھولے ہوئے ہم یادِ وطن بیٹھے ہیں	"	
نام کو شہرت جہاں میں بے سفر ملتی نہیں	سحر	
یارب نہ کیجیو تو وطن سے کسی کو دور	سودا	
وطن سے مشتِ خاک ایدل قدم پر باندھ کر لیجا	"	
ہے لطفِ وطن شاد غریب الوطنی میں	شاد	
گوہر کی کبھی کان میں عزت نہیں ہوتی	شعار	
کہ جو گھر سے کبھی نکلا نہ ہو سیر و سیاحت کو	صادر	
قدر جوہر نہ ہو جب تک نہ وطن سے نکلے	ظہیر	
ذلت میں عمر کو نہ بسر کر وطن کے پاس	عزیز	
بے تکلف ہو وہ مشتِ خس کہ گلخن میں نہیں	غالب	
تم کو بے مہری یارانِ وطن یاد نہیں	"	
دشتِ غربت وطن سے بہتر ہے	قدر	
ٹپکنے میں قطرہ ہے گوہر کی صورت	"	
مرے نصیب کے دانے مگر وطن میں نہیں	کوثر	
کہاں ہاتھ میں لو نشانے بہت ہیں	مصحفی	
گھر میں بیٹھے خدا نہیں ملتا	"	
غربت میں آبرو سے بسر کر وطن کو چھوڑ	"	
کرتا ہے خود بیاں لبِ خاموش نقشِ پا	"	
عزت کسی کی ہوتی نہیں ہے وطن کے بیچ	میر	
پختہ کاری کے تئیں سفر ہے شرط	"	
پختہ کاری کے تئیں سفر ہے شرط	"	
پاکیزہ گوہروں کی عزت نہیں وطن میں	"	

	نخل کے گھر سے کرا ے صاحب وقار سفر	رہے صدف میں تو گوہر کی آبرو کیا ہے	واسطی
	جب تک سفر وطن سے نہ صاحب ہنر کرے	پیدا نہ آبرو کبھی مثل گہر کرے	"
	وطن سے دور حاصل بھی جو دولت ہو تو کیا حاصل	تماشا کون دیکھے ہو جو رقصاں مور جنگل میں	"
	دولت و حشمت اگر چاہے تو کر ترک وطن	ہو گئے یوسف عزیز مصر کنعاں چھوڑ کر	"
	ہے وسیلہ ظفر کا قصد سفر	گر ظفر چاہئے سفر ہے شرط	"
	ہوتی ہے صاحب جوہر کی سفر سے توقیر	بے بہا لعل کی کیا قدر جو معدن میں رہے	"
	ہرگز ولی کے پاس تم باتاں وطن کی مت کرو	جو نیہہ کے کوچے ہیں ہے اکو وطن ہوں کیا غرض	ولی
	دل میں گر کچھ ہوس ہے شہرت کی	گھر سے بہر سفر چلو یکتا	یکتا

تربیت

	تربیت کیا تیرہ باطن کے کرے دل میں اثر	سرمہ ہے بیکار چشم کور مادرزاد میں	جرار
	صحبت انساں بنائے خر کو انساں کس طرح	تربیت سے واقعی نا اہل دانا کیوں بنے	ذوق
	تربیت ہوتی نہیں جو ہیں ازل سے نادرست	کچھ نظر آتا نہیں اعمائے مادرزاد کو	عرش
	اسوقت کام آتی ہے جب ہوتے ہیں جواں	کھائیں جو طفل طفلی میں دست پدر کی چوٹ	میکش
	کیونکر نہ ہو تربیت سے انسان کامل	پتھر بھی جو ترشے تو گہر ہوتا ہے	محب
	بے تربیت نہیں کوئی تعلیم کا اثر	سب اعتبار اور بزرگی چلن میں ہے	"
	شادی میں خرچ کرتے لاکھوں بعث محبت	بچوں کی تربیت میں یہی زر اٹھائیے	"
	بغیر تربیت پتھر ہیں یہ سب جوہر ذاتی	تراشیدہ کہاں الماس معدن سے نکلتے ہیں	"

ترقی و تنزل

	زندہ ہیں جس سے قومیں وہ جان ہے ترقی	ایمان رکھنے والو ایمان ہے ترقی	آزاد
	آئینۂ تجلی شان ظہور اسی سے	نیرنگ ماسوا کا سامان ہے ترقی	"
	نشو و نمائے عالم ہے برقرار اسی سے	اس کائنات ہستی کی جان ہے ترقی	"
	عالم ہزار جاں سے جس پر مٹا ہوا ہے	جان جہان عالم وہ آن ہے ترقی	"
	ہر برگ بوستاں سے گویا ٹپک رہا ہے	گلزار زندگی کی ریحان ہے ترقی	"
	پودے بھبک رہے ہیں غنچے چٹک رہے ہیں	قدرت کے گلستان کا فیضان ہے ترقی	"
	ممکن نہیں گھڑی بھر اک نہج پر ٹھہرنا	قدرت کا ایک مخفی فرمان ہے ترقی	"
	گو چار دن کو لاحق ہو درمیان تنزل	آغاز ہے ترقی پایان ہے ترقی	"
	جب تک نہ ہو ترقی ممکن نہیں تنزل	جبتک نہیں تنزل امکان ہے ترقی	"
	ہستی سے پہلے ہستی گویا پکارتی ہے	اے سونیوالے تیری تو شان ہے ترقی	"

چرخ گرداں ہے ترقی میں تنزل کو یہ بھول
اللہ کی ہے دین جسے کہتے ہیں عروج
سربلندی بھی ہے سرگشتگی بخت کیساتھ
غافل نزول ہی تو کمال عروج ہے
فطرت میں سلسلہ ہے کمال و زوال کا
ساتھ ہے اپنی ترقی کے تنزل مثل عمر
کنوے میں گر کے یوسف نے سریر سلطنت پایا
کیا تنزل کیا ترقی وقت کی تاثیر ہے
ترقی اور تنزل ہیں لازم و ملزوم
تنزل سے ترقی اور ترقی سے تنزل ہے
جو خاکسار ہے کب پائمال ہوتا ہے
آسماں ہے تہ زمیں ثاقب
غم نہیں اے دل ترقی ہے تنزل ہے اگر
ہر ترقی کو جہاں میں ہے تنزل کیا کیا
ہوا آساں ہمیں چڑھنا اترنا بام رفعت پر
جو گرا رتبہ سے اٹھنا اسکا بس دشوار ہے
پر یکجا درد کچھ مت رکھ ترقی اور تنزل کا
ترقی اور تنزل کو یاں کے کچھ عرصہ
اوج و حضیض لازم و ملزوم ہیں یہاں
کرے ہے گردش دوراں طرح ہنڈولے کے
جو تنگدستی میں دل ہمارا عروج کی یاد سے بھر آیا
اچھوں کو پستی بروں کو ہے عروج
کبھی ہے تنزل کبھی ہے عروج
پیری ہو یا شباب ہو یا صبح و شام ہو
ہر اک شئے کی جہاں میں قدر ہوتی ہے تقابل سے
کسی کی پستی و رفعت کو اعتبار نہیں
ہے اوج یاں کسی کو تو پامال ہے کوئی
بیم زوال فکر ترقی سے سخت ہے
اہل دولت کے لئے ہے تنگدستی ایک دن
ہیں صاحبان اوج تنزل سے بے خبر
گو لاکھ ترقی ہو مگر ساتھ ہے شامت
کس کس طرح کے ہوتے ہیں دنیات انقلاب
اوج سے ہم سوپستی ہیں بس اب یوں مائل

آتش یاقوت سے پیدا سمندر ہوگیا
حاصل پر ملک ہوں تو دور آسماں نہیں
خاک اڑے اپنی تو ہو گنبد گرداں تیار
خاک فنا ہی منزل آب بقا ہوی
گھٹنا ہے بدر کا تو ہے بڑھنا ہلال کا
اس قدر میں کم ہوا جتنا زیادہ ہوگیا
نہ ہو مایوس آخر کو ترقی ہے تنزل سے
شب کو گل کی شکل دن کو صورت سوسن چراغ
فلک پہ کل ہے وہی بدر جو ہلال ہے آج
کھلی کیفیت پست و بلند دہر زینوں سے
کمال ہی کو جہاں میں زوال ہوتا ہے
اوج سمجھے ہو جس کو پستی ہے
دیکھنے ہونگے زمانہ کے ابھی کیا کیا خواص
خاک میں مل گئے شاہوں کے تجمل کیا کیا
لگائی نردباں جب سے ترقی و تنزل کی
ہے نہیں ممکن اٹھے پھر اشک گر کر خاک میں
کہ اپنے ذہن میں یاں تو گدا بھی شاہ ہوتے ہیں
مثال ماہ زیادہ نہیں مہینے سے
کوئی بھلا بڑھا ہے کہ آخر گھٹا نہ ہو
ہر ایک شخص کو یاں گاہ پست گاہ بلند
دکھا دیا بدر نے یہ گھٹ کر زوال عین کمال میں تھا
کیا زمانہ کو یہ پامالی نہیں
عجب رنگ کا ہے زمانہ کا ڈھنگ
شکل ہلال و بدر عروج و زوال ہے
اسے لطف ترقی ہے بڑھا ہو جو تنزل سے
نہ کرسی رہتی ہے گھر کی نہ بام رہتا ہے
دنیا کا کچھ عجیب نشیب و فراز ہے
مجھ سے ہلال نقص کے بدلے کمال لے
جو بلندی پر ہے وہ دیکھے گا پستی ایک دن
پیروں کے مثل پشت جواناں میں خم نہیں
سایہ کہیں ہوتا ہے جدا مرغ ہما سے
یہ دھوپ چھاؤں بھی تو عروج و زوال ہے
جس طرح کوہ سے پانی لب جو آتا ہے

امیر	ترقی و تنزل	صاحب
آتش	ہر قوم کو لازم ہے ترقی و تنزل	
امیر	نہایت ہوا ہر ماہ پہ دور قمری سے	ماہ
اکبر	ہاں دیکھ لیجئے گا بڑھ گیا تنزل کمال کا	
برق	دیکھو زوال ماہ سے عبرت ہے کس کو عروج	نسخ
بحر	دور چرخ سفلہ پرور میں ہے کس کو دوش پر	
باسط	ہاں دیکھ لیجئے گا ہے آگرہ کس کو دوش پر	
توفیق	زیبا ہے بام ترقی پہ بلند و پست دہر	ناسخ
ثاقب	زیبا ہے بام ترقی پہ بلند و پست دہر	
جوش	دہر میں پہنچا ہے فلک پہ چڑھا جب اوپر	
جنوں	تنزل میں ترقی ہے ترقی میں تنزل ہے	
جرار	دیکھ لیجئے گا ماہ نو کا ماہ کامل سا	
حیرت	ایک دہر ہے یاں ترقی اور تنزل ایک دم	
درد	ایک دہر ہے اہل جہاں اور آسماں دولاب ہے	
راحت	ہوئے ہیں عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	نسیم
سودا	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	
سراج	ہوئے ہیں عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	
سرور	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	ناسخ
سعید	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	
ظہور	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	
عاشق	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	
"	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	
"	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	
عزیز	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	نسیم
قلق	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	
قدر	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	
"	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	
کوثر	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	
محب	کیا ہے عروج پہ ناز اپنے ناز واروں کے	

تشبیہ	کب ہے دنیا میں ترقی و تنزل سے نجات	گردش ایام سے ہیں روز و شب چھوٹے بڑے	واسطی
	سچ ہے کہ ہر کمال کو لازم زوال ہے	بڑھ کر ہلال بدر ہوا تھا کہ گھٹ گیا	وقار
	عالی قدروں میں ترقی کو تنزل ہی نصیب	دوپہر کے بعد دیکھو سایۂ خور کم ہوا	ہرچند
تلمیح	گردش گردوں سے کب قائم رہے اک طور پر	ہو ترقی و تنزل ماہتاب جاہ کو	"
	اہل دنیا کو ہے ہمدم جو عروج اور نزول	ان کو کرتا ہے فلک از رہ کیں زیر و زبر	ہمدم
	ازل سے کاسۂ سر اس لئے بنا اوندھا	کہ ہے عروج میں پیدا زوال کی صورت	یکتا
	نہ کر ترقیٔ دولت پہ ناز اے منعم	عروج ہی کا نتیجہ زوال ہوتا ہے	یوسف

تعلیم

	تعلیم وہ خوب ہے جو سکھلائے ہنر	اچھی ہے وہ تربیت جو روحانی ہے	اکبر
	جہاں تک دیکھئے تعلیم کی فرمانروائی ہے	جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے اوپر خدائی ہے	حالی
	زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو دکھا دونگا	کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام ان کا مٹا دونگا	"
	فری تعلیم جب دیتے نہیں ہر جا مدارس میں	تو پھر کیا جہل کا الزام ہے اس قوم غافل پر	محب
	بد اصل ہیں جو لوگ انہیں تعلیم ہے عبث	کھیتی ہری نہ ہو کبھی بنجر زمین پر	"
طاقت	بدی کو اصل کی تعلیم نیکوں کی نہیں کھوتی	کہ خلقت کو پلٹ سکتی نہیں اکسیر پتھر کی	صابر
	بسکہ تحصیل ادب بے ادبوں سے ہے مجھے	ہے خرابات زمانہ میں دبستاں اپنا	نظم

تعمیر

	مکاں بیکار ہو جائیں گے مسکن ہوگا تربت میں	نہ ہوا اے منعم مصروف تعمیر عمارت میں	اوج
	نادان بڑا اس سے نہ کوئی ہوگا جہاں میں	جو ساحل دریا پہ کرے کوٹھی کی تعمیر	نواب
	عمارت اسقدر رنگین و سنگیں کیوں بناتے ہو	رہیگا کب تلک یہ گھر بنا آخر بگڑتا ہے	"
	جو زندگی میں عمارت سے تھے نپٹ بیزار	اب انکی گور پہ دیکھو تو کیا عمارت ہے	"
معمولی	جانا تو ہے مرقد میں اے اہل دول تم کو	دنیا میں مکانوں کی تعمیر سے کیا حاصل	جوشش
	بنا دانی نہ کر یہاں فکر منعم گھر بنانے کا	کہ ہے یہ رہگزار دہر رستہ آنے جانے کا	جرأت
	قصر تن قائم رہے گر تا ابد تو جانئے	منعمو ناحق ہو نازاں اپنی اس تعمیر پر	حشم
معیوب	منعم ایسے قصر لاکھوں مل گئے ہیں خاک میں	جز خرابی کے بتا کیا فائدہ تعمیر سے	درد
	جب اجل آئے لحد میں خشت زیر سر نہ ہو	گو عمارت تو مثال سد اسکندر بنا	سخن
	سرائے عالم فانی میں تو آباد کر دل کو	ارے ناداں بنانا کیا ہے یہ تعمیر پتھر کی	"
	بحر ہستی میں مکاں کی ہے بنا مثل حباب	گھر قیامت تک یہاں کس کا بنا رہ جائیگا	شہید
	یہاں بہاتی ہے انہیں سیل فنا مثل حباب	بحر ہستی میں جو تعمیر مکاں کرتے ہیں	"
	خانہ آباداں یہ قصر و خانقاہ کس واسطے	ایک دن تو چھوڑنا ہے اس خراب آباد کو	"

خاک و باد و آب و آتش سے ہے برپا قصرِ تن
خانۂ تن کی تو تعمیر گرا چاہتی ہے
عقل ہو تو چھوڑ جائیں خلق میں آثارِ خیر
تعمیرِ عمارت سے ہے کیا فائدہ منعم
کچھ لطف نہ سنگ و خشت میں آئیگا
اے مہرؔ مکاں بنا کے لینا ہے کیا
کیوں رہتا ہے تجھ کو فکرِ تعمیرِ مکاں
ایدل اگر ہے پیشِ نظر عافیت سرا
فکرِ تعمیر میں نہ رہ منعم
رہگزرِ سیلِ حوادث کا ہے یہ بنیادِ دہر
در و دیوارِ افتادہ کو بھی کاش اک نظر دیکھیں

چار دیواری بنی ہے پہلے اس تعمیر میں
قصر کی رکھتا ہے منعم یہاں بنیاد عبث
ہے جنوں اہلِ دول کو قبر کی تعمیر کا
آخر کو علاقہ نہیں کچھ روح سے تن کا
راحت نہ بوقتِ مرگ تو پائے گا
کیا سر پہ اٹھا کے ساتھ لیجائے گا
آخر اک روز چھوڑ جانا ہے یہاں
پس فکر کیا ضرور ہے تعمیر کے لئے
زندگانی کی کچھ خبر بھی ہے
اس خرابہ میں نہ کرنا قصد تم تعمیر کا
عمارت ساز مردم گھر جو اب تعمیر کرتے ہیں

میکش
"
محب
ماہ
مہر
"
"
مسکین
میر
"
"

تقلید

عیب سمجھیں صاحبِ جوہر نہ کیوں تقلید کو
رکھتی ہے پست پست۔ پستی کی انساں کو پیڑی
تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
کرے تقلید اگر انساں تو نکو کاروں کی
مقلّدوں کو نہ صحبت سے نفع ہو نہ ضرر
کب سبک وضعوں کے پیرو ہوے اربابِ وقار
جو بزرگوں کے چلن پر ہے وہی ہے کامیاب
تقلید سے نصیب ہو ذاتی صفت محال
سخن میں پیروی کی گر سلف کی
کرے کیا فائدہ ناچیز کو تقلید اچھوں کی
ناقص کا صفا کیش سے مطلب نہ برآئے
وہی زیبا ہے اسکے واسطے جو قطع ہے جسکی
رکھو سفیر قدم پر قدم بزرگوں کے
تقلید کب پہنچتی ہے تحقیق کو شہید
باپ دادا کے چلن پر چل نہ آنکھیں میچ کر
نہ ہو سکے گی فرومایہ سے مری تقلید
لیتے نہیں عاقل کبھی تقلید کا نام
رتبۂ ایجاد کب تقلید سے حاصل ہوا
پہنچتے ہیں بڑوں کی پیروی سے فیض کو ادنے

تیغ ناقص ہے جو ہو بال اسمیں ابرو کی طرح
سایہ پیادہ کا سر منزل پیادہ ہے
رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے
باتیں کرنا بھی برا ہوتا ہے مغرور کی طرح
نہ کرسکے گل کاغذ دماغ تازہ خشک
سایہ کی شکل یہ ممکن نہیں دیوار چلے
چومتے رہیئے قدم اے بحرؔ پیر استاد کے
دیکھا نہ منھ ہلال سپر نے کمال کا
انمیں باتوں کو دہرانا پڑے گا
کہ جم جانے سے کچھ اولا تو گوہر ہو نہیں سکتا
جو کور ہو مینک سے اُسے کیا نظر آئے
نکل سکتا ہے کوئی آستیں کا کام دامن سے
چلو وہ چال کہیں جس کو لوگ بہتر ہے
ہندی میں شعر کہتے ہیں ہندی زباں ہیں ہم
ورنہ گھر تیرا اسی دم خاک میں ملجائے گا
کہ مثل بحر گہر ہو میان چاہ غلط
ہر بات کا خود سوچتے ہیں وہ انجام
نغمہ پروازی ہزار اپنی اڑائے عندلیب
کہ دن کو نور ہے ذرّوں میں انجم سے سوا ہوتا

اسیر
"
اقبال
اشک
بیان
بحر
"
تسلیم
حالی
درد
ذوق
"
سفیر
شہید
صدر
صابر
محب
نساخ
نظم

تقلید

عیب سمجھیں صاحبِ جوہر نہ کیوں تقلید کو
رکھتی ہے پست پست۔ پستی کی انساں کو پیڑی
تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
کرے تقلید اگر انساں تو نکو کاروں کی
مقلّدوں کو نہ صحبت سے نفع ہو نہ ضرر
کب سبک وضعوں کے پیرو ہوے اربابِ وقار
جو بزرگوں کے چلن پر ہے وہی ہے کامیاب
تقلید سے نصیب ہو ذاتی صفت محال
سخن میں پیروی کی گر سلف کی
کرے کیا فائدہ ناچیز کو تقلید اچھوں کی
ناقص کا صفا کیش سے مطلب نہ برآئے
وہی زیبا ہے اسکے واسطے جو قطع ہے جسکی
رکھو سفیر قدم پر قدم بزرگوں کے
تقلید کب پہنچتی ہے تحقیق کو شہید
باپ دادا کے چلن پر چل نہ آنکھیں میچ کر
نہ ہو سکے گی فرومایہ سے مری تقلید
لیتے نہیں عاقل کبھی تقلید کا نام
رتبۂ ایجاد کب تقلید سے حاصل ہوا
پہنچتے ہیں بڑوں کی پیروی سے فیض کو ادنے

تندرستی کی قدر نہیں ہوتی	ولی	صادق آتی ہے اے گہر یہ مثال	قدر ہر نعمت ست بعد زوال	گہر
تندرستی سے نہیں اونچا کسی کا حال		اپنی جاں اب اُسے عزیز نہیں	مال و دولت تو کوئی چیز نہیں	"
تندرستی ہو نہ جب تک ہوس زیست ہے بیحاصل		قدر کی جب نہ تندرستی کی	سر پہ چھائیں بلائیں سستی کی	"
تندرستی سے ہر اک کام ہوا کرتا ہے		تہ رہے وقت کے کبھی پابند	تندرستی کو کھو کے دولت مند	"
تندرستی سے بشر یاد خدا کرتا ہے		تندرستی کی قدر کرتے	تو ہر اک معرکہ کو سر کرتے	"
تندرستی ہی کی جو انسان دعا کرتا ہے		حفظ صحت سبب ہے ہمت کا	اور ہمت ذریعہ دولت کا	"
تندرستی ہی کا دم روز بھرا کرتا ہے		لطف دولت کا تندرستی سے	پھیر قسمت کا تن کی سستی سے	"
تندرستی ہی سے ہر رشتہ دین کا ہے قائم		تندرستی کمال کا باعث	تن کی سستی زوال کا باعث	"
تندرستی ہی کی کرتے ہیں اطبا خاص دعا		پہلے لازم ہے اپنے پیٹ کی فکر	تندرستی کا بعد کیجے ذکر	"
تندرستی ہی سے ہے زیست کا دنیا میں مزا		تھوڑی ورزش کیا کرے ہر صبح	شکر نعمت ادا کرے ہر صبح	"
تندرستی سے بشر فکر جہاں کرتا ہے		تر و تاریک و تنگ گھر دے چھوڑ	صحبت رند بد گہر دے چھوڑ	"
تندرستی سے بشر عیش جہاں کرتا ہے		کھانا بے وقت کا کرے نہ پسند	رہے ہر لحظہ وقت کا پابند	"
تندرستی سے بشر کد و فغاں کرتا ہے		دن کو سونا زوال صحت ہے	واقعی میں کمال غفلت ہے	"
تندرستی کے صدقے دل و جاں کرتا ہے		کرنی محنت کی چاہئے عادت	حد سے بڑھ کر مگر نہ کر محنت	"
تندرستی سے بشر کد و فغاں کرتا ہے		کام رکھ دنیوی ترقی سے	کر بسر اپنی تندرستی سے	"
تندرستی کے بشر ناز و فغاں کرتا ہے		مار خصہ کو نفس کو کر زیر	سر جھکا دے گا تیرے آگے شیر	"
تندرستی ہی کے صدقے دل و جاں کرتا ہے		دل کو خوش رکھ نہ رنج کر غم کھا	ایک دو لقمے بھوک سے کم کھا	"
تندرستی ہی سے ملف ہیں شادماں کرتا ہے		پانی پی ظرف کو کھنگال کے پی	صاف و شفاف دیکھ بھال کے پی	"
تندرستی سے بشر نام عیاں کرتا ہے		وقت کر صرف حفظ صحت میں	کھو نہ اوقات مفت غفلت میں	"
تندرستی سے بشر نام و نشاں کرتا ہے		وقت ہر کام کا مقرر کر	کر عبادت خدا کی شام و سحر	"
تندرستی کی مخالفت کرے جو انسان		نشہ سے نفرت اختیار کریں	تندرستی کو دل سے پیار کریں	"
تندرستی کو نہیں ہیچ سمجھتا ہرگز		کوشش و محنت اختیار کریں	تندرستی کو دل سے پیار کریں	"
تندرستوں کو نہ دیکھا کہ ہوئے ہیں بیمار		تندرستی کہیں جو ہو گی خراب	پھر ترقی نہ ہو گی تم سے جناب	"
تندرستوں کو نہیں ہوتا کبھی آزار		یاد رکھئے کہ یہ نصیحت ہے	تندرستی ہزار نعمت ہے	"
تندرستوں کو نہ دیکھا کہ ہوئے ہیں بیمار		تندرستی میں ہے شیریں نعمت	جان بہتر تو جہاں سے ہے بہتر	لائق
تندرستی		یہ تندرستی یارو بڑی بادشاہی ہے	سچ پوچھئے تو عین یہ فضل الٰہی ہے	نظیر
		حسن و جمال و علم و ہنر گو ملا نہ ہو	اک تندرستی چاہئے کچھ ہووے یا نہ ہو	"
		کھانے کو نعمتیں ہوں و یا فاقہ مستیاں	سب عیش اور مزے ہیں جو ہوں تندرستیاں	"
		ہے سب کو تندرستی و صحت ہی دلپذیر	جو تو نے اب کہا تو یہی سچ ہے اے نظیر	"
		تندرستی کو نپٹ فضل الٰہی بوجھئے	آبرو سے جگ میں رہنا بادشاہی بوجھئے	ولی
		آبرو اور تندرستی جس کو حق نے کی عطا	پھر جہاں میں اس سا یارو کونسا ہے بادشا	"
		صحت و حرمت سے گر اللہ یاں کردے نباہ	اس برابر کونسا ہے پھر جہاں میں عز و جاہ	"
		تندرستی سے ہے سامان طرب کا حاصل	تندرستی سے ہوا رتبۂ اعلےٰ حاصل	"

تندرستوں کو قضا سے نہیں کچھ خوف و خطر — تندرستی نہ ہو پھر موت کھڑی ہے سر پر — ہنر
تندرستی سے بشر علم و ہنر پاتا ہے — تندرستی سے جہاں چاہے چلا جاتا ہے — "
زندگی کی بہار صحت ہے — ایک صحت ہزار نعمت ہے — شعار
شاہ ہو یا گدا ہو یا مفلس — تندرستی کی سب کو حاجت ہے — "
زندگی کا ہے لطف صحت سے — اور اسی سے تو عیش و راحت ہے — "
اسکو چاہے نہ کیوں ہر اک دل سے — قابلِ قدر چیز صحت ہے — "
کیجئے قدر تندرستی کی — تندرستی بڑی ہی نعمت ہے — "
ہو نہ صحت جو آدمی کو نصیب — زندگی پھر وبال و آفت ہے — "
ہے وہ انساں بڑا ہی خوش قسمت — جس کو حاصل جہاں میں صحت ہے — "
قہر رب ہے مرض جہاں میں شعار — تندرستی خدا کی رحمت ہے — "

توکل و قناعت

جو ہو تکیہ کرم پر اس کے اپنا — بر آئے دل کی جو کچھ آرزو ہو — آصف رح
دامن دُر سے بھرا بطن صدف نیساں نے — رزق گردوں سے پہنچتا جو توکل کرتے — اسیر
ہوں وہ مسند نشینِ کشورِ فقر — کہ خدا پر ہے اتکا میرا — "
حاصل ہیں نان جو میں بھی سو طرح کے مزے — کیا مجھ گدا کو نعمت الواں کی احتیاج — "
ہے اکل پئے زیست غذا خشک ہو یا تر — سونے سے ہیں کام زمیں گرم ہو یا سرد — "
تھا سوال زر عبث ہوتا اگر سائل کو فہم — صبر تھوڑا سا تو تھوڑی سی قناعت مانگتا — "
اتنا ہی دور گنج قناعت سے ہے گدا — جتنا کہ اس سے ہے درِ اہلِ دول قریب — "
مردِ قانع ہم ہیں مثلِ مردمِ چشم اے اسیر — مثلِ مژگاں بوریا بیرونِ در کیونکر نہ ہو — "
بانٹ کھاتا ہوں میں آدھی وہ گدا ہوں قانع — ایک روٹی بھی جو آتی ہے میسر مجھ کو — "
ہم ہیں فقیر اس کے درِ فیض کے اسیر — جس نے کہ بادشاہ کیا بادشاہ کو — "
بیٹھے جو پاؤں کنج قناعت میں کاٹکر — کیوں روبرو کریم کے پھیلیں گدا کے ہاتھ — "
فقر و فنا کی بو نہیں کس کے دماغ میں — عطار اپنے شہر کا ہر اک فرید ہے — آتش
تباہی میں ہے لازم یادِ حق اہل توکل کو — خدا پر چھوڑتا ہے ناخدا کشتی کو طوفاں میں — "
پہنچتی ہے مجھے ہر صبح بے کوشش مری روزی — توکل آدمی کے واسطے گویا موکل ہے — "
خدا پر رکھ نظر طالب اگر ہے دین و دنیا کا — یقیں ہے دولتِ کونین حاصل ہو توکل سے — "
آتش جو چاہے پائے توکل کی محکمی — جو صبح کو ملے نہ رہے شام کے لئے — "
تدبیر سے تو کام نہ تقدیر کا ہوا — تکیہ خدا پہ کیجئے دروازہ بھیڑیئے — "
ہاتھ خالی مرا دنیا میں جو بالکل ہوتا — یہی زادِ سفرِ راہ توکل ہوتا — "
کنج عزلت میں قناعت کی جو نانِ خشک پر — نعمتیں دنیا کی جو کچھ تھیں مہیا ہوگئیں — "
قناعت دی ہے مثلِ قبر مجھ کو خاکساری نے — رہونگا باغ باغ آتش میں اک پہلو کی چادر میں — "

توکل و قناعت

جھک سے بدتر دما بھی مانگنا انساں کو ہے — "
ہاتھ آئے بے طلب نان جویں گر خشک ہو — "
فقر و دولت دنیا کی اسے آرزو نہیں رہتی — "
قناعت سے غنی الدہر کر دیتا ہے جس کو — "
لب نان جوین خشک رکھتا ہے آتش ہوا و ہوس خلد سے — "
قناعت شہد ہے آتش ہے جاہ و مال زہر میں — "
باغ جہاں میں گل کی قناعت ہے جامہ زیب — "
عمر دو روزہ ایک قبا میں تمام کی — "
گنجفہ رہتی ہے خاطر پریشاں ہے — "
قناعت بھی بہار بے خزاں ہے پیر — "
عمر دو روزہ ہوگئی آکر حال پیر — "
خال رکھ زمانہ مرا انقلاب ہے — "
نشۂ دولت سے مغرور ہیں میں مست ہے — "
مرد مفلس حالت رنج و محن میں مست ہے — "
جو قناعت کے مزے سے آشنا ہو جائے گا — "
بھیک کا کاسا ہے میرے واسطے سامان عیش — "
فقر ہی آرام ہے میرے لئے اہل ہیں اور کا — انور
فقر ہی میں ہیں سکون و توکل — "
ہے گلوں سے کوئی یہاں شیوہ تو گل میں — "
ہے اپنی کلاہ پر ایک پیرہن میں — "
کیفیت

توکل و قناعت			
خوف کیا اہل توکل کو کسی بات کا	آقا	کھینچ لے خلق سے انسان اگر دست سوال	صورت غنچۂ گل ہاتھ سے زر پیدا ہو	انور
آپ کیسی جائے گا جو قصد توکل ہو گیا	"	ہمت بٹھا دے فرش قناعت پہ گر مجھے	رکھنا قدم کا ننگ ہے پھر عرش پر مجھے	"
کس طرح ہم کو بھلا دولت دنیا ہوی	"	فقیر اللہ کے ہیں بوریائے فقر بستر ہے	توکل پر نظر تکیہ ہے اپنا ذات باری پر	امیر
ہاتھ کی کسی کسی بخت سے عادت نہ ہوی	"	آرام سے ہوں فقر کے بستر پہ میں گدا	تکیہ ہے جب سے قادر مطلق کی ذات پر	"
لگ گروں سے رکھے کیا آنکھ میں خار و ببول	"	ہم کو وزیر سے نہ کسی شاہ سے غرض	اللہ کے فقیر ہیں اللہ سے غرض	"
اہل دولت سے آسائش انساں کی فقیری میں	"	یہ بوجھ اُن کے سر پہ رہے ہیں جو اغنیا	کیا مجھ گدا کو خیمہ و خرگاہ سے غرض	"
گزر جاتی ہے آسانی سے اٹھا آتی ہے متدرے	"	اغنیا نعمت الوان پہ کریں ناز امیر	شام تک ہم کو بھی ہوتا ہے میسر تر و خشک	"
قناعت کی بھی دولت بڑی فقیری ہے	"	ہوں سارے شہر میں ہیں اگر جا بجا کریم	حاجت نہیں فقیر کو کچھ ہے خدا کریم	"
چاہیے تھوڑی قناعت بھی فقیری کے لئے	"	فقیر گوشہ نشیں ہیں خدا کے درباری	کسی امیر کا مجرا نہیں سلام نہیں	"
اپنی گدڑی کو دوتا لے سے بدلتے نہ دیا	"	کاسۂ دریوزہ آنکھوں کو بنانا ہے عبث	چاہیئے ہر وقت انساں کی نظر اللہ پر	"
سر پہ کیا احسان اس چیخ ذنی کا رہیے	"	امیر قسمت کا جو لکھا ہے اسی کا ہر روز سامنا ہے	خدا ہے مالک خدا ہے رازق کسی سے ہرگز نہ التجا کر	"
زندگی بھر پہ چھوڑے بدلتے ہیں نہیں	"	ایسی راحت ملی قناعت میں	سو گئے پانوں کنج عزلت میں	"
محبت اہل دول سے ہیں عادت ہی نہیں	"	جو مل گیا وہ کھانا داتا کا نام جپنا ہے	اس کے سوا بتاؤں کیا تم سے کام اپنا	اکبر
کہیں جاکے یہ عادت ہیں پڑتی ہیں نہیں	"	قناعت جسکو ہے وہ رزق محتاج سے خوش ہے	سمجھ جسکو ہے اسکو بحث بیش و کم سے کیا مطلب	"
ہاتھ پھیلا میں دونوں عالم میں ہیشہ تا مریئے	"	ہو طلب کامل تو بس نعمت اسی کا نام ہے	بھوکے نے نان جویں کو من و سلویٰ کر دیا	"
غنی ہیں دونوں عالم جن کا نہیں دل گرتا	"	یہ تھا منزل عافیت کا پتہ	قناعت مری رہنما ہو گئی	"
توکل کے اعالہ سے قدم جن کا نہیں ہٹتا	"	خاطر مضبوط دل توانا رکھو	امید اچھی خیال اچھا رکھو	"
جو لیئے قناعت کا سہارا ہیشہ تا مریئے	"	ہو جائیں گی مشکلیں تمہاری آساں	اکبر اللہ پر بھروسا رکھو	"
کسی کے سامنے قناعت نے کر دیا پھیلا	"	کر دیا کنج قناعت میں بسر اکبر نے	عزت دل تو سلامت رہی دولت نہ سہی	"
نہیں ہے کسی سوال سے عار	"	جو قانع ہے کسی دن آسکی قسمت لڑ ہی جاتی ہے	جو اہل حرص ہیں انپر مصیبت پڑ ہی جاتی ہے	"
کس در پہ		سوئے دولت نظر آئی جو نہ راہ اعزاز	مند صبر و توکل ہی پہ ہم تن بیٹھے	"
		نہیں یاں کسی آشنا سے توقع	ہمیں ہے بس اپنے خدا سے توقع	انشا
	اصغر	جان اہل توکل انھیں اشخاص کو جو ہیں	محفوظ پیاز و نمک و گردۂ جو سے	"
		کر بیٹھے وہیں فضل خدا ساز پہ تکیہ	جب بن نہ پڑی بات کچھ اپنی تک و دو سے	"
		تکیہ جو فضل خدا ساز پہ کر لیتا ہے	وہ سیکڑو کوئی گڑ پنکھ کے پر لیتا ہے	"
		سب مطالب ترے حاصل ہوئے انشاء اللہ	ہر گھڑی اپنی نظر حضرت وہاب پہ رکھ	"
		گر بھروسہ ہے ہمیں اب تو بھروسہ تیرا	اور تکیہ ہے اگر تیرے ہی در کا تکیہ	"
	انشا	سعی و تلاش کب تلک اے دل حصول کیا	تکیہ اسی کے در پہ تو سب چھوڑ چھاڑ باندھ	"
		کر دو مرے عقدہ کشائیاں نہیں ہوتیں کچھ بھی بجز خدا	کبھی میں نے کر کے رجوع کچھ نہ کہا کہا نہ کہا ہا	"
		ہے ایک قناعت کو فقط نان جویں بس	درکار نہیں ان کو تکلف کے سمو سے	"
		کرم کرنے والا ہی بخشے گا مجھ کو	بڑا آسرا مجھ کو اللہ کا ہے	اطہر
		انسان کی اس کے فضل و کرم پر رہے نگاہ	گھبرا نہ جائے گر کوئی مشکل ہوا کرے	اشک
		توکل پیشہ ہیں جو کچھ خدا دیتا ہے کھاتے ہیں	گدا سے کام ہے اے اشک نے مطلب ہے سلطاں سے	"

اک در پہ بیٹھے گر ہے توکل کریم پر	اللہ کے فقیر کو پھیرا نہ چاہئے	انیس
نہیں ممکن گدا پائے ہوس کو توڑ کر بیٹھے	سگ دنیا کو کب سیری ہوئی نان توکل سے	بحر
علےٰ قدر مراتب سب گرسنہ سیر ہوتے ہیں	کوئی تو خوان نعمت سے کوئی نان توکل سے	〃
فراغ افکارِ دنیا سے نجات آلام عالم سے	ملی ہیں مجھ کو یہ دو نعمتیں خوان توکل سے	〃
کیوں غم آلود رہیں کوچ کی تیاری میں	ہیں توکل بخدا ساز سفر ہو کہ نہ ہو	〃
کاش کتے کی طرح اک آستاں پر بیٹھ رہ	اس دوراہہ میں ہمیں راہ سفر ملتی نہیں	〃
روزہ داروں کی طرح ہیں متوکل بخدا	ماحضر ہے جو سرِ شام سحر کچھ بھی نہیں	〃
اے بحر کر خدا پہ توکل حباب وار	خشت جبیں سے توڑ پیالہ سوال کا	〃
اہل دنیا خوش ہوں یا ناخوش ہوں کچھ پروا نہیں	آسرا رکھتا ہے یہ بندہ خدا کی ذات کا	〃
قناعت ہے تو لذت بوریے میں میکشو کی ہے	تبختر ہے تو کیا پھل پائیگا فرش مشجر سے	〃
نعمت دنیا سے سیری ہے قناعت چاہئے	داغ حسرت تازہ تنورِ شکم ہو جائے گا	〃
ہزار نعمت دنیا نے ہم کو للچایا	حلال لقمہ ہمارا حرام ہو نہ سکا	〃
عیش کی لذت ملی خوان قناعت پر ہمیں	عید کا چاند اپنی روٹی کا کنارا ہو گیا	〃
میرے روکھے سوکھے ٹکڑے مجھ کو کر دیتے ہیں سیر	خاک بھر دیتا فلک منہ میں جو نعمت مانگتا	〃
ہم غریبوں سے نہ پوچھو نعمت دنیا کا حال	شکر کر کے کھا لیا جو کچھ ملا اچھا بُرا	〃
خلعت اطلس و دیبا کی ہوس کس کو ہے	چار کپڑے دئے جائے یہی تقدیر سفید	〃
چھپر کو محل جانتے ہیں بے سروساماں	خوش رہتے ہیں ٹٹی کو وہ دیوار سمجھ کر	〃
قانع کے منہ سے دولت دنیا خفیف ہے	بھاری ہے پاؤ نان مری نان پاؤ پر	〃
ہر ایک لوحِ جبیں پر لکھا ہوا ہے یہی	نہ جائے لیکے حوائج بشر کسی کے پاس	〃
بحر کیا نعمت دنیا کا مزہ پوچھتے ہو	خوان قسمت سے جو ملتا ہے وہ کھا لیتے ہیں	〃
صدقے اپنی قناعت کے کیا فقر میں اپنا فخر رہا	دست سوال جو اپنا بڑھتا ہاتھوں عزت گھٹتی	〃
مٹی ہو اگر دل تو پھر انسان غنی ہے	کچھ صاحب اکسیر کو حاجت نہیں ہوتی	〃
جوع البقر ہے مگس خوان اغنیا	میں کم غذا ہوں مجھ کو تو پھلکا ہی روٹ ہے	〃
نہ سائل ہو کسی سے آدمی اللہ رازق ہے	قناعت سیکھے آئینہ سے پتھر پیٹ پر باندھے	〃
ذی قناعت کے گھر میں منزل ہے	آستاں پر مقام سائل ہے	〃
توڑ کر پائے طلب بندۂ مضطر بیٹھے	حاصل آئینہ کو ہے نان و نمک گھر بیٹھے	〃
نعمت دنیا سے میری بے نوا پیدا کرے	اپنے روکھے سوکھے ٹکڑوں میں مزا پیدا کرے	〃
گر قناعت سے آشنا ہوتا	جامِ جم کاسۂ گدا ہوتا	برق
عیش دنیا میں ملوث نہیں ہوتے قانع	خشک لب رہتے ہیں ساحل لب دریا ہو کر	〃
جانور ہو کے قناعت سے ہما سعد ہوا	استخواں کے لئے کیوں سگ دنیا ہوں میں	〃
آزاد مثل سرو قناعت نے کر دیا	میں وہ نہال ہوں کہ امید ثمر نہیں	〃
قانع بلند رتبہ میں اہل ہوس ذلیل	زر کا نہیں نشان گل آفتاب میں	〃
قانع کو نہیں برق کدورت سے تعلق	دریا سے زیادہ ہے کہیں آب گہر صاف	〃

توکل و قناعت

کیا غنی دوراں ہے جو انسان قناعت ہو جائے	برق
کیوں نہ قانع کو فلک سنگ خشک کا ٹکڑا	بارق
خدا کے گھر سے جو ملتا ہے سوکھے نوالے ہیں	بیان
رکھ سبب پر نظر مسبب پر توکل عالم اسباب ہے کافی	بیدل
ہے اگر مرد تو خاک عالم اسباب پہ ڈال	
کن فکانی کا شکوہ خدا کا گلہ ہے	پرتو
توکل کا بندوں سے کچھ مطلب نہیں	
بندہ کو بندوں سے الحاجات ہے	〃
حق تعالےٰ قاضی الحاجات ہے	〃
بہر گل پر ہیں خاصل مست خواب رام سے	〃
نیشکر کے لئے تکیہ توکل ہو گیا	〃
فاقہ مستوں کے لئے ہیں اسباب بے	〃
عالم اسباب میں پیرو ہو نا مانع کی طرح	
عالم اسباب بے پر نہیں اس کو کہتے ہیں	نشاب
ہے نظر میری مسبب پر توکل اس کو	
جو ہے تقدیر پہ راضی توکل اس کو	〃
دوا دھوکے کی ٹٹی ہے وہی الشافی ہے	〃
نہیں کچھ ہمرہ توشہ ہمیں نان نعمت	〃
ہے اپنی خشک روٹی ہم کو کیا ہے	〃
قناعت نے غنی ہم کو کر دیا ہے	〃
نہ ہو شاکر تو ہے کفران نعمت	〃
ہے	

توکل و قناعت	حرص سے پھرتا رہیگا کب تلک مثل مگس	جرار	ترآب
قوت لایموت کا گر ریزہ ہم پاوے کہیں	ہم فقیروں کی یہ گدڑی ہے لباس شاہی		کیوں کریں اطلس و کمخواب و مشجر کی طمع
قناعت سے غنی ہیں فقرا	بے تکلف جس کو گھر بیٹھے خدا دیتا ہے رزق		کیوں پھرے وہ دربدر اور کس لئے ہو متبذل
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر			اس کو پروا درد اور لذت کہاں
جو قناعت میں ہے آرام وہ	نظر ہر حال ہے جس کی خدا پر	جلالا	کہاں وہ گردش گردوں کو دیکھے
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	لگا ہے ہاتھ توکل سے دست غیب ہمیں		ہمیں تو زہد و قناعت ہے کیمیا کی راہ
جو قناعت میں ہے آرام وہ	کیونکر کہوں ترآب وہ تیری خبر نہ لے		تو جس کے در پہ بیٹھ رہا ہے فقیر ہو
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر			ناحق کوئی طمع سے ذلیل و حقیر ہو
جو قناعت میں ہے آرام وہ	عزت تو آدمی کی قناعت سے ہے تمام		
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	کاہے کو ہو امید کسی سے امیدوار		کام اسکا خود بنا ہے خدا کارساز ہے
جو قناعت میں ہے آرام وہ	انسان ہیں ہم حیف نہیں اس پہ بھی قانع	جوشی	کیڑوں نے تو پتھر میں ہے عزلت سے بسر کی
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	غم غیر کھاتے ہو تسلیم کیوں		تمھیں اپنے غم پر قناعت نہیں
جو قناعت میں ہے آرام وہ	کٹی عمر دو روزہ مثل شیشہ بزم عالم میں		نہ سر پیدا کیا ہم نے لیا احسان ساماں کا
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	کر توکل جو تجھ میں طاقت ہو		تاکہ پوری خدا کی طاعت ہو
جو قناعت میں ہے آرام وہ	جز خانۂ گور اے قناعت		مجھ کو نہ دکھانا گھر کسی کا
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	مجھے تو شوق قناعت ہے آب و دانہ پر		گہر کی طرح سے ہے آبرو پسند مجھے
جو قناعت میں ہے آرام وہ	سچ تو کہتے ہیں کہ اک در بند ہو سو در کھلیں		گر توکل ہو تو دیتا ہے وہ چھپر پھاڑ کر
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	مہوس آ بتا دیں تجھ کو اک نسخہ فقیروں کا		نہیں اکسیر کا نسخہ کوئی بڑھکر توکل سے
جو قناعت میں ہے آرام وہ	لوگ سمجھے ہیں کہ میں عامل ہوں دست غیب کا		مجھ کو جس دن سے توکل کا خزانہ مل گیا
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	توکل کی مصیبت بھی تو راحت سے نہیں خالی		سمندر آگ میں رہتا ہے لیکن رزق پاتا ہے
جو قناعت میں ہے آرام وہ	جو لکھا کاتب تقدیر نے قسمت ہے وہی	جلالا	جس قدر رزق ہے حصہ میں قناعت ہے وہی
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	عزیز خلق ہے گندم یہ پھل ہے اس قناعت کا		ازل سے ایک دانے کے کئے ہیں ان نے حصے دو
جو قناعت میں ہے آرام وہ	اے زمیں تیرے مہماں کے پاس		بوریا بھی ہے بسترا بھی ہے
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	تکیہ فقیر کا ہے خدائے کریم پر	جلیلی	خواہش نہ ملک کی ہے نہ فکر خزانہ ہے
جو قناعت میں ہے آرام وہ	مطلب ہمیں دوشالہ و رومال سے نہیں		پیدا ہوں جس سے لعل وہ گدڑی گدا کی ہے
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	جو ہاتھ کھینچ لے وہ پاؤں کیوں نہ پھیلائے		فقیر شاہ سے بھی التجا نہیں کرتے
جو قناعت میں ہے آرام وہ	عنایت کی ہے خالق نے جنھیں نعمت قناعت کی		غنی دل انکے محتاجی میں ہیں بڑھکر تونگر سے
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	غنی دل انکے ہیں قبضہ جو ہے ملک قناعت پر		گدا در کے ترے کب ملتجی ہوتے ہیں شاہوں سے
جو قناعت میں ہے آرام وہ	کیا ملک قناعت پر جو قبضہ	جوہری	تو مجھ کو تخت شاہی بوریا ہے
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	ساتھ کچھ اپنے نہ لائے تھے نہ لیجائیں گے		شکر و شکوہ نہیں اے چرخ دیا یا نہ دیا
جو قناعت میں ہے آرام وہ	ہوا ہوں مہماں جس روز سے خوان توکل پر		زباں پاتی ہے میری لذت شکر خدا کیا کیا
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	عجب کیا وادیٔ صبر و رضا طے ہم سے ہو جائے		چلے ہیں ہم کمر پر باندھ کر روٹی توکل کی
جو قناعت میں ہے آرام وہ	خوش آتا ہے انھیں کب ذائقہ دنیا کی نعمت کا		ملی ہے جن کو لذت لقمۂ نان توکل کی
جو قناعت کرکے بیٹھا اپنے گھر	زباں کو ذائقہ دیتا ہے کیا کیا مرد قانع کی		نہیں کم قند و شکر سے نمک خوان توکل کا

آسماں چیخ اٹھے رشک سے حیراں ہو جائے	دیکھ پائے جو کہیں شان قناعت میری	حیرت	سعید
زیبا ہے مرے دوش پہ اب دلق قناعت	آتی ہی نہیں کام میں اکسیر کسی کی	〃	
تم خدا پر رہا کرو حیرت	غم نہیں صاحب توکل کو	〃	
پنشن پہ حصر کیا ہے توکل خدا پہ ہے	بیٹھا ہے اب حسینؔ قناعت کے زور پر	حسین	
تھا قناعت میں نہاں گنج فراغ	پر ہمیں بے وقت ہاتھ آیا یہ گنج	حالی	
جو قناعت کے ہیں حالیؔ مہماں	ان کو فاقے ہیں مزعفر سے لذیذ	〃	
کام اسے اپنے سونپ دے حالیؔ	نہیں جس کا شریک اور انباز	〃	
اپنے سے اعلیٰ کی حالت پر اگر آتا ہے رشک	دیکھ کر ادنیٰ کو کر لیتے ہیں اپنی دل دہی	〃	
رہتا نہیں ہے اہل توکل کا کام بند	خشکی میں بھی فقیر کی کشتی رواں رہی	خلیل	
گدائے باقناعت ہوں نہیں ملتا ہوں سلطاں سے	غنی رکھتا ہے مجھ محتاج کو تکیہ توکل کا	〃	
خشک و تر پر ہستیٔ فانی کے جو قانع ہوا	مثل اسکندر وہ شاہ بحر و بر ہو جائے گا	〃	
قناعت سے عزیز خاطر عالم نہ کیونکر ہو	خوش آتا ہے خدا کو شیوہ ارباب توکل کا	〃	
دل غنی ہے مرا قناعت سے	بے نیازی پہ ناز کرتا ہوں	〃	
سامان توکل ہے سرانجام ہمارا	تکلیف ہماری یہی آرام ہمارا	خاموش	
کیوں نہ ہوں خوشدلؔ کہ رہتے ہیں قناعت میں مدام	کرتی ہے انسان کو ہر دم بہت دلگیر حرص	خوشدل	
غربت کے رنج فاقہ کشی کے ملال کھینچ	اے داغؔ پر زمانہ سے دست سوال کھینچ	داغ	
مصیبت گر کسی پر ہو قناعت ہی کا خوگر ہو	اگر کیسا ہی مضطر ہو قناعت ہو ہی جاتی ہے	〃	
فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونوں جہان کے	خطرہ جو ہے سو آئینۂ دل پہ زنگ ہے	درد	
شاہ و گدا سے اپنے تئیں کام کچھ نہیں	نے تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا	〃	
نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش	دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے	ذوق	
گر خدا دیوے قناعت ماہ یک ہفتہ کی مرح	دوڑے سارے کو کبھی آدھا نہ انساں چھوڑ کر	〃	
جو گنج قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر	ہے ذوق برابر انھیں کم اور زیادہ	〃	
نہیں ہے قانع کو خواہش زر و مفلسی میں بھی ہے تونگر	جہاں میں مانند کیمیا گر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے	〃	
واقف جو کبھی ہوتے توکل کے مزے سے	مفلس کبھی دنیا میں نہ زردار کو تکتے	رند	
دولت دنیا سے مستغنی قناعت نے کیا	جانتے ہیں خاک کوئی فقر کو اکسیر ہم	〃	
کبھی کسی کا خدایا نہ کیجیو ممنون	پرلے دوست سے مطلب نہ آشنا سے غرض	〃	
گلشن دہر میں شبنم کی طرح قانع ہوں	قطرۂ آب ملا تو اُسے دریا سمجھا	〃	
کہتا ہے توکل کہ بچو خانہ بدوشو	سایہ کہیں پڑ جائے نہ منعم کے محل کا	سحر	
خلعت زریں مبارک اہل دنیا کو سحرؔ	ہم نے جب دہرا لیا کمل دوشالہ ہو گیا	〃	
جتنے ہیں کام ترے سونپ خدا کو سوداؔ	تری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے	سودا	
کیا دیا ان نے کسی کو آسماں ہے جسکا نام	اس دنی کے سامنے پھیلا نہ اے بے ننگ دست	〃	
طلب نہ چرخ سے کر نان نعمت اے سوداؔ	پھرے وہ آپ ہی کاسہ لئے گدائی کا	〃	
کچھ دار و گیر حشر کا ہم کو خطر نہیں	اپنی نظر ہے رحمت پروردگار پر	سرور	

توکل و قناعت

پنشن آیا ہے جس دن سے مجھے شیوہ توکل کا
سمجھتا ہوں نہیں ہیں بھی مجھ سے نان خشک کو ہلکا
اے دل جسے حاصل ہے قناعت وہ غنی ہے
تفویض تم ہر ایک کو دولت نہیں ہوتی
سب دعا حاجت روائی کی ہے اے رزاق مجھ سے
مثل قارون جمع کرلے کوئی حصول مرام کی
بنا فاقہ ہے گا گر کشش میں تو ہم کو
مکاں اور کوئی ہو قناعت ہو تو ہر جا
فقر میں ان جو ہیں سے عزت ہے
چار دن زیست کے عزت و قناعت سے بسر ہو جائے
ہے قناعت ہی سے حاصل دل کو
نہیں ہے وجہ اس کے دل قناعت میں
جو ہے حضر میں ہوگا سفر میں وہی
حاجت گدا کو اس سے نہیں زر و سیم کی

سر سیر دل کو

توکل و قناعت			
	مقطع	کریم دل کو مرے توشۂ قناعت دے	کہیں نہ جائے یہ مفلس جو تیرے در سے پھرے	سراج
		وہ صابر ہے جو رکھے مستقل ہر حال میں دل کو	کہ جب کچھ بن نہیں پڑتا قناعت آ ہی جاتی ہے	"
		جنھوں نے توکل کیا اختیار	انھیں جان سے ہے قناعت عزیز	سید
		مزہ اٹھے گا تبھی گوشۂ قناعت کا	رہو جو گوشہ نشیں تم اسیر کی صورت	"
		شاداں ہوں اسی واسطے میں صبح سے تا شام	بندہ کو بھروسا ہے ترے فضل و کرم کا	شاداں
		کہتے ہیں جسے فقر وہ اے اہل بضاعت	سرمایۂ ارباب توکل نظر آیا	شہید
		مثل مرکز ہے مرے پائے توکل کو ثبات	دے نہ چکر تو مجھے گردش افلاک بہت	"
		جو توکل پر ہیں کیا حاجت انھیں اسباب کی	رہتے ہیں طائر کے بے صابوں ہمیشہ پر سفید	"
		روزی پہ شکل ماہ قناعت ضرور ہے	ساری کبھی تو ہے کبھی اک پارہ نان کا	"
		مستقل اپنے دونوں پا کر کے	بیٹھے اس در پہ انکا کر کے	"
		کہاں کے یہ کہاں کے وہ کہاں جاؤ گے کیا حاصل	بھروسا کر کے بیٹھو شیفتہ تم اپنی قسمت پر	شیفتہ
		وہی ہے آدمی جو آدمی قسمت پہ شاکر ہو	یہ کیا ہر وقت گردوں کی شکایت ہی شکایت پر	"
		بھروسا خدا پر رکھو حضرت شاد	تمھارے سفینہ کا حافظ خدا ہے	شاد
		اے قناعت تجھ سے بڑھکر کوئی دولت ہی نہیں	اے قناعت تجھ سے بڑھکر کوئی نعمت ہی نہیں	شعار
		ملتا ہے جو خدا سے قناعت اسی پہ ہے	پابند میں نہیں ہوں قلیل و کثیر کا	شائق
		ہے قناعت سے مجھے ربط کمال	طبع میری سوئے زر آتی نہیں	"
		کیا ہے شہرۂ عالم مجھے فقر و قناعت نے	ہوا ہے مرتبہ حاصل یہ شاہی کا گدائی میں	"
		شائق طلب ہے گنج قناعت کی بس مجھے	نے سیم و زر نہ درہم و دینار سے غرض	"
		فضل ایزد سے ہوا گنج قناعت حاصل	ہم کو ہرگز نہیں شائق زر و گوہر کی تلاش	"
		یہ نور قناعت سے منور ہے مرا دل	ہے گردۂ مہتاب کا شک نان جویں پر	صابر
		نیم ناں پر میں رہا مثل مسِ نو قانع	تن خم گشتہ خم ابروئے سائل نہ ہوا	"
		منعم کو نازِ دولت ناپائدار پر	تکیہ فقیر کا کرم کردگار پر	"
		دنیا کی نعمت ان کی نظر میں سمائے کیا	تکیہ کئے ہوئے ہیں جو پروردگار پر	صولت
		اے قنعا قانع جو ہے راحت ہے اسکے واسطے	حرص سے آرام حاصل عمر بھر ہوتا نہیں	ضیا
		ہم فقیروں کو توکل پر ہزاروں ناز ہیں	پاؤں سے ٹھکرا رہے ہیں ساغر جم دیکھکر	طاہر
		کیوں پائے طلب توڑ کے مایوس ہوں طاہر	دینے پہ اگر آئے تو ہیں اس کے بڑے ہاتھ	"
		لذت چشان خوان قناعت جہان میں	نان جویں کو جانتے ہیں بیشتر لذیذ	"
		توڑ کر پائے طلب بیٹھے ہیں مست اللہ کے	ہاتھ پھیلاتے نہیں ہیں ساغر جم دیکھکر	"
		جو ہوا پائے طلب توڑ کے قانع طاہر	ہاتھوں ہاتھ اس کے لئے رزق خدا دایا	"
		دو شالوں میں کوئی سرخاب پر تو نہیں ہوتے	بشر میں گر قناعت ہو تو کمل ہی دوشالے ہیں	طالب
		وفور دول میں مسرت نہیں ہے	وہ مسرور ہے جو قناعت گزیں ہے	"
		ہوا و ہوس سے حذر ہر نفس ہے	نہ ذوق جہاں ہے نہ شوق قفس ہے	"
		تو جو ہے بندۂ حق بیٹھ خدا کے در پر	دربدر بھٹکے نہ پھر حرص و ہوا کا بندہ	ظفر

ہوئے آٹا پسکر استخواں جب دورِ گردوں میں	ملا جب قرص ناں داغ دل خوان توکل سے	عاشق	
گداہوں پر قناعت کے سبب نفرت ہے شاہوں سے	یہ نقش بوریا بھی نقش ہے گویا توکل کا	عرش	
تکیہ ہے مجھ کو تیری عنایت پہ اے کریم	روزی رسان خلق کوئی دوسرا نہیں	عالم	
ہے زمانہ کی تگاپو بے حصول	اس پہ ہی عابد نہ کیوں تکیہ کروں	عابد	
بندہ کے واسطے ہے توکل عجیب شئے	اب اور کیا بتاؤں میں تدبیر کے خواص	"	
ہوں خاکسار میں نہیں خواہاں سریر کا	کافی ہے گر ملے مجھے بستر حصیر کا	"	
ڈھونڈھتی ہے انھیں مخلوق مہ نو کی طرح	لب ناں پر جو قناعت سے گزر کرتے ہیں	عزیز	
وہی تو تاج شہ کشور قناعت ہے	عزیز کا سر جو معکوس ہو گدائی کا	"	
نعمت خوان سلیمان کی نہیں مجھ کو ہوس	مور قانع کی طرح خرمن مجھے یکدانہ ہے	غافل	
مثل آئینہ اگر گھر سے نہ جاتے باہر	آب و ناں گھر ہی میں اے فیض میسر ہوتا	فیض	
پیوستہ بدولت توکل	حاصل مجھے دولت فنا ہے	فدا	
میں شاکر مقسوم ہوں روزی میں بہر حال	کچھ لطف زیادہ میں نہ کچھ رنج ہی کم میں	"	
گوہر مقصد کا طالب ہے تو مانند صدف	گوشۂ دریائے ہستی میں قناعت چاہیئے	"	
جو حاصل ہے گنج قناعت مجھے	میں کرتا ہوں کب کیمیا کو پسند	"	
اعزہ اقربا نے ساتھ چھوڑا جب مصیبت میں	قناعت ہو گئی میری شریک حال عسرت میں	فصاحت	
جو توکل کرتے ہیں ان کو پشیمانی ہے کم	زور کم چلتا ہے آب بستہ میں تیراک کا	قدر	
اگر ہو جائے واقف ذائقہ سے تو توکل کے	مزہ ہو سوکھے ٹکڑوں میں بھی پیدا نان نعمت کا	قلق	
ہیں سیر بوریائے توکل کے فاقہ مست	ہوتے ہیں مضطرب دم افلاس اور لوگ	"	
فزوں حصیر توکل ہے تخت شاہی سے	کلاہ فقر کم از تاج بادشاہ نہیں	"	
پھر پھر کے پاؤں توڑیئے راہ طلب میں کیوں	اک در پہ بیٹھ رہیئے جہاں سے اٹھا کے ہاتھ	"	
مزہ نہ ہوتا ہے انکو نعمت کونین کا حاصل	ملا کرتا ہے روزینہ جنھیں خوان توکل سے	"	
منعموں کو نہیں نعمت میں یہ لذت حاصل	سوکھا ٹکڑا جو توکل کا مزہ دیتا ہے	"	
ملی نعمت سعادت کی ترے در کی گدائی سے	ہما بھی اک مگس راں ہے مرے خوان قناعت کا	"	
ملا ہے بطن مادر میں بھی مجھ کو رزق بے منت	ازل سے ناز پروردہ ہو نہیں تو خوان نعمت کا	"	
سوکھے ٹکڑوں کا قناعت کے مزہ ملتا اگر	پھر نہ بھولے سے بھی منعم نان نعمت مانگتا	"	
کرا اقلیم قناعت کا سفر تا تجھ پہ روشن ہو	کہ چشم مور سے بھی تنگ تر ملک سلیماں ہے	قدرت	
ہمارے حرص کو دام قناعت میں پھنسایا ہے	جو ہے اقبال شاہی وہ مرے طالع کی پستی ہے	قبول	
توکل آسیا سے سیکھ لے مانگی ملے جس میں	ترقی التجا سے ہو نہ ہرگز رزق قسمت میں	قدیر	
حضور منعم دنیا عبث ہے ہاتھ پھیلانا	توکل کی بھری ہیں نعمتیں خوان قناعت میں	قمر	
بوریئے پر ہے قناعت اے فلک	آرزوے مسند دیبا نہیں	گویا	
کری ہے دل کو مستغنی ترے در کی قناعت نے	سلیماں کا جو تخت آوے مرے آگے ہوائی ہے	لائق	
ہے جن کو تکیہ فقط رزق آسمانی پر	وہ دیکھتے بھی نہیں روزگار کی صورت	میکش	
توکل پیشہ والے رزق کی خاطر نہیں پھرتے	مثال آسیا بیٹھے ہوئے ہیں کنج عزلت میں	"	

توکل و قناعت

فقیر ہوں میں ازل سے توکل کا	
گدا ہوں میں ازل سے توکل کا	
ہمارا ہے جب سے توکل شعار	
نہ نکلا صبح نہ سورج غروب	
بھلا میں منت دنیا کی اس پہ کیوں کھینچوں	
رہی ہے گھر ہی میں روزی میسر	
رہا ہے جب سے توکل ہمارا	
رکھا ہے جب سے مقدر نے دونوں	
رہی ہے تب سے قناعت ہمارا	
رہا ہے جب سے توکل ہمارا	
رہا ہے جب سے توکل ہمارا	
رہا ہے جب سے توکل

توکل و قناعت

بعد مرنے کے ذروں سے تربت پہ چراغاں کیجیو
خاک قناعت ہو تو انساں ہے فرشتے سے سوا
گر قناعت ہی کسی کی ہو تو وہ بے احتیاج
اسکو رہتی ہے ضرورت اور وہ ہے تونگر
تخت شاہی کی کرے کیا فرق توکل پہ تو
گوشۂ تاج رفیع قناعت فرش پہ
حل توکل نے کیا ہے مسئلہ مانوس آج
جب لبالب خاک کے ذرے سے بدتر سمجھوں میں وہ قانع ہوں
اے قناعت خاک تیرے در کا ہو دھونا مجھے
گر دون میں اب تو دانی ہے
جب سے اکلیم قناعت میں رکھا ہم نے قدم
پاؤں اپنے چومتے ہیں اختر گردوں سریں
تخت شاہی ہی اس کو ہیچ ہے جو قناعت کا ہوا
جو قناعت کے مزے سے آشنا ہو جائیگا
اس کو قرب ہے جو قناعت کا ہوا جائیگا
آپ قطرہ سے مزے سے آشنا ہو جائیگا
جو قناعت کے مزے سے آشنا ہو جائیگا
منکر شان کرم قائل تنا ہو جائیگا
جو قناعت کے مزے سے آشنا ہو جائیگا
قناعت آدمی کو چاہیے رزق مقدر پر
جانے کہاں کہا کہ شرف کیا یہ اسعادت کا

بجھے عشق

بستر خاک پئے اہل قناعت منعم	ہاتھ	راحت افزا صفت مخمل کاشانی ہے
ہاتھ آئے ہم کو کنج قناعت جو ہتھی		پھیلائے پاؤں چین سے تا زیست سوئیے
دل سے رکھتا میں اگر کوئے قناعت میں قدم		صورت خسرو خاور مرا اختر ہوتا
یہ توکل کے ہے خلاف میر		فکر ہو ڈیڑھ کی کہ پونے کی
حرص نعمت کا قناعت ہی کریگی سامنا	منکر	نان خشک اس تیغ کے آگے سپر ہونے کو ہے
زرداروں کو اکسیر قناعت نہیں ملتی		جب تک نہ لئے کوئی یہ دولت نہیں ملتی
کیا شہد قناعت کی خوموروں مگس کو		دنیا میں چٹوروں کو یہ نعمت نہیں ملتی
بندوں سے کام تیرا اے میر کچھ نہ نکلا		موقوف مطلب اپنا اب رکھ خدا کے اوپر
اب ترک کر لباس۔ توکل ہی کر رہے		جب تک کلاہ سر پہ رہی در بدر رہے
ہے توکل جب سے ہم درویش میں		کر ہی چکتے ہیں جو کچھ دل میں ٹھنے
نہ کیونکر شیخ توکل کو اختیار کریں		زمانہ ہووے مساعد تو روزگار کریں
آتش کی طرح مہر توکل پسند ہے		جو صبح کو ملے نہ رہے شام کے لئے
خاک کے ذرے سے بدتر سمجھوں میں وہ قانع ہوں		ہو جو خورشید فلک زر دھوپ سونے کا ورق
پہنئے کفنی قناعت ہے لباس فقر میں		کب تبدل اس کو شکل رخت شاہانہ ہوا
لگ جائے ترا ہاتھ تو مس زر ہو جائے		بے زر اک آن میں تو نگر ہو جائے
تو ہے دنیا میں اے قناعت اکسیر		برکت سے تری گدا سکندر ہو جائے
بگڑا ہے کام یا کہ ہے کام بنا		کر شکر کہ اے مہر مقدر یوں تھا
سنتے آئے ہیں ہم بزرگوں سے مثل		شاکر کا کفیل آپ ہوتا ہے خدا
تم اختیار قناعت کرو کہ دل ہو غنی		غنی غنی نہیں دل میں اگر ہوا و منی
کیوں حرص و ہوا میں مبتلا ہے ہر کس	ہا	دولت اے مہر ہے قناعت اور بس
شاید آدھی رہے نہ ساری غافل		کر چھوڑ کے آدھی کو نہ ساری کی ہوس
مس لائے تو زر کرکے دکھادوں تجھ کو		آ نسخۂ اکسیر بتادوں تجھ کو
وہ نسخۂ اکسیر قناعت ہے مہر		باقی ہے ہوسی سنادوں تجھ کو
جاہ پاکر جاہ کی ہوتی ہے اور الٹی ہوس		جز قناعت بادشاہی اے ہما کچھ بھی نہیں
فکر سے کام سنورتا ہے جو تو کرتا ہے		پھر تعجب ہے کہ تو فکر میں یوں مرتا ہے
راحت قلب قناعت سے ہی مفلس کو نصیب		اہل دولت کو ہے کیوں درہم و دینار کا خبط
مصحفی گوشۂ عزلت کو سمجھ تخت شہی		کیا کریگا تو عبث ملک سلیماں لے کر
مصحفی کو نہیں رہتی ہے کبھی فکر معاش		گھر میں بیٹھا ہوا اوقات بسر کرتا ہے
گنج قاروں بھی اگر کام نہ آئے تو ہے خاک		زحمت بارکشی سے تو قناعت اچھی
نہ کوئی خوف تنزل نہ ترقی کا خیال		قبل مردن ہمیں حاصل ہے قناعت کیسی
عقل دی ہے تمھیں اللہ نے سوچو سمجھو		یہ ہر اک بات میں تقدیر و قناعت کیسی
بے ہنری سے ہمیں اب تو ہے دشوار زیست		بند قناعت کا باب دیکھئے کب تک رہے
فقر میں بھی دل ہے دولت سے توکل کے غنی		گنج ہوں باطن میں گو ظاہر میں میں ویرانہ ہوں

منتہی
"
"
میر
"
"
مہر
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
مصحفی
"
"
صبا
"
"
"
ماہر

مجھ سے ہر دم یہی کہتی ہے قناعت میری	کنج عزلت تجھے فردوس کا کونا ہوگا	ماہ	توکل و قناعت
ہمیشہ صبر و قناعت سے دل غنی رکھے	متاع و مال کو منعم ہزار کھو بیٹھے	"	
ہوں وہ قانع زہر جسکو شہد و شکر ہوگیا	شکر کر کے کھالیا جو کچھ میسر ہوگیا	"	
مقدر سے ملا جو کچھ مجھے اس پر قناعت کی	توکل نے مرے جھگڑا مٹایا بیش اور کم کا	"	
دنیا کی مجھے فکر نہ غم روز جزا کا	توشہ ہے توکل کا بھروسا ہے خدا کا	"	
اللہ ہے والی سروساماں کا ہمارے	کرتی ہے بیاں مفلس و نادار کی صورت	"	
امیروں کو مال و زر و زور پر	غریبوں کو اپنے خدا پر گھمنڈ	محو	
بیٹھ رہ گھر میں اے نساخ بقول مومن	در بدر ناصیہ فرسائی سے کیا ہوتا ہے	نساخ	
دام آز و حرص سے آزاد بالکل ہوگیا	جو کہ مستِ بادۂ جام توکل ہوگیا	"	
قانع جو ہیں جہان میں رہتے ہیں سربلند	پرِ ہما ہے تاجِ سر بادشاہ پر	"	
دنیا میں ہے قانع کے لئے رتبۂ اعلیٰ	جا ملتی ہے افسر پہ پرِ بالِ ہما کو	"	
ہوں جو ارباب توکل وہ ہیں کس کے محتاج	کشتیٔ نوح کو کچھ حاجت ملاح نہیں	ناسخ	
عالم اسباب میں ہر چند ہوں ناسخ مگر	ہے نظر میری مسبّب پر نہیں اسباب پر	"	
گھر میں بیٹھا رہوں توکل سے	سچ ہے ناسخ کہاں کہاں جاؤں	"	
گر قناعت ہو تو نانِ خشک ہے نعمت دلا	دیکھ لے پانی چراغ گل کو روغن ہوگیا	"	
ہیں جو قانع خانہ ویرانی میں بے ساماں نہیں	ہے ہر اک روزن مرے بیت الحزن میں آئینہ	"	
کیا کرتے ہیں خون آرزو کنج قناعت میں	ہمارے پاس جائے گنج زر گنج شہیداں ہے	"	
غم افلاس کہاں دل ہے تونگر اپنا	زرد چہرہ نہیں فاقوں سے یہ ہے زر اپنا	"	
خانہ بربادی میں بھی ہے اپنی آسائش وہی	بیٹھ بستر ہوگئی ہے ہاتھ بالیں ہوگیا	"	
چشم ارباب قناعت میں تفاوت کچھ نہیں	تاج شاہی میں خروس خانگی کے کیس ہیں	"	
بادشاہی خوش نہیں آتی ہے نوشاہوں کیطرح	تین دن کو اے فلک کیا چاہئے نوبت ہمیں	"	
ناسخ نہ ہو جیو مگس خوان اغنیا	سنتا ہوں یہ سخن لب نان جویں سے میں	"	
بے صبر و قناعت ساتھ میاں سب چھوڑ یہ ہیں گی لوبھ بھری	جو لوبھ کرے اس دم بھی کمی نہیں کھسیتی ہوتی جان ہری	نظیر	
امید کیا ہے فرخ سفلہ پرور ہیں جواب تجھ سے ایک ناں کی	کہ تیرے ہاتھوں سے ماہ نو نے یہاں قناعت کی ماہ نو پر	نصیر	
ہمیشہ ہیں قناعت کے کچھ آساں نہیں ہنا	ہمچشمیٔ شیراں سگ دنیا سے ہو کیونکر	"	
جوں غنچہ باغ دہر میں لب بہر ناں نہ کھول	اے دل نہیں سوائے قناعت دوائے حرص	"	
تونگر کی طرح درویش کی مسند بچھا بیٹھے	خدا پر جس کا تکیہ ہو وہ کیا تکیہ لگا بیٹھے	"	
عالم سے نرالا ہے ہر ایک سے بالا ہے	حاجت نہیں کچھ رکھتا محتاج ترے در کا	نسیم	
ایک لقمہ عمر بھر کو بس ہے قانع کے لئے	بند ہو کر منہ نہیں کھلتا دوبارہ گور کا	"	
اگر آدمی کو قناعت رہے	تونگر بھی اس کی بدولت رہے	"	
جم تو جائے کوئی توکل پر	پھر کسی کی اڑی نہیں رہتی	نشتر	
اپنے نزدیک یہ توکل ہے	جس نے پیدا کیا وہی دے گا	"	
جوش وحشت میں بھی پابند قناعت ہوں میں	اپنے دامن کو سمجھتا ہوں بیاباں اپنا	نظم	

متوکل ہوں مجھے فکر نہیں روزی کی	آب و دانہ ہے مرے واسطے ہر ہر آنسو	وزیر
جو وہ چاہے تو نکلے خلق سے کام	نظر بندہ کو لازم ہے خدا پر	واسطی
اب چند روز کنج قناعت میں بیٹھئے	حرص جہاں میں عمر ہوئی رائیگاں بہت	"
مال کی ہم کو نہ دولت کی طمع	ہے فقط کنج قناعت کی طمع	"
تمنا نعمت الوان کی منعم کو مبارک ہو	ہمیں تو واسطی نان جویں بھی نان نعمت ہے	"
تخت شاہی اگر نہیں تو نہ ہو	بیٹھ رہنے کو بوریا تو ہے	"
نان نعمت میں کہاں جو نان جویں میں ہے مزہ	ہیں قناعت پیشہ کب منت کش حاتم ہوا	"
گر کچھ ہوس جاہ و تجمل ہوتی	طاقت نہ ہمارے دل کو بالکل ہوتی	"
گرتے سو بار ضعف طالع سے ہم	تکیہ جو نہ دیوار توکل ہوتی	"
چرخ چارم پر نہ ہو کسطرح سے اسکا دماغ	جب کرے اک گردۂ ناں پر توکل آفتاب	ہوش
ان کا خدا شریک ہے جن کا نہیں کوئی	کب ہو روا نہ اہل توکل کی احتیاج	"
جو اہل توکل ہیں غذا نور ہے ان کی	خورشید کا گردہ انھیں ہر نان جویں ہے	"
قانع تو مشت خاک پہ مت رکھ ہوائے زر	اس کیمیا کے روبرو اکسیر گرد ہے	ہمدم
کیا کہوں جب سے کھلی چشم قناعت ہمدم	ہس سے بھی قدر میں کم اپنی نگہ میں زر ہے	"
اگر قناعت میں نام چاہو تو بیٹھو نقش نگیں سا ایدل	جگہ سے اپنی ذرا نہ سرکو ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو	"
صبر کر کنج قناعت میں بہت ہے آرام	دل نہ جا سوے ہوس راہِ توکل کترا	"
جب سے کھینچا ہے ہم نے دست طمع	روز پھیلا کے پاؤں سوتے ہیں	"
قانع اسے سمجھے ہے بہ از نعمت الوان	گر جوں مہ نو خشک ملے نان کا ٹکڑا	"
فیض بر عالم بالا سے ہوں جو ہیں قانع	رہے نیساں کی صدف دست نگر پانی میں	"
بیٹھے ہوئے کہیں ہیں ہر صبح اٹھکے قانع	کل تو گزر گئی ہے پھر آج کا خدا ہے	"
نامور دشت قناعت میں ہوں اہل غربت	گرچہ جوں حرف نگیں ہلتے نہیں مسکن سے	"
قانع عزیز رکھتے ہیں کب ہرزہ گرد کو	چیں بر جبیں ہے ہم سے درم اور درم سے ہم	"
جو ہو متوکل اُسے پہنچاے ہے رزاق	رزق اپنا بھلا پائے نہ کیوں سنگ میں کیڑا	"
ہوگیا کوہ کی ثابت قدمی سے معلوم	چین سے رہتے ہیں دنیا میں قناعت والے	یکتا

تواضع

اہل دنیا کی تواضع ہے دلا خونریز خلق	ساتھ خم کے کاٹ بھی رکھتی ہے یہ تلوار کا	اسیر
خمیدہ روز پیدائش سے ہیں ہم تیغ کی صورت	تواضع جسکو کہتے ہیں وہ جوہر اپنا ذاتی ہے	"
تواضع اسکی سب کرتے ہیں جو صاحب تواضع ہیں	خم محراب میں ہے سرنگوں ہر ایک ساجد کا	"
جھکے جو آپ سے انساں کو جھکنا اس سے لازم ہے	جو خم شمشیر میں پایا کیا خم ہم نے گردن کو	"
جب تواضع ہم نے کی تسخیر عالم ہوگیا	خاتم دست سلیماں قد پر خم ہوگیا	"

تواضع کی علامتی ہی سے ہے مشق تواضع لازم
حلقۂ آسمانی سے بن سکتا ہے چوب تر کا
خوشا امیر و منعم کہ ہو کے دولت مند
جھکائے سر شجر میوہ دار کی صورت
راستی اور تواضع میں ہے الف لام کا ربط
جسطرح لام الف میں ہے اہل جاہ سے ہے
کبھی نہ راہ تواضع سے بادشاہ چلے
اتر کے تخت شہی سے جب تواضع پر چلے
منزل عالی پہ پہنچے جب پایا مکاں بالائے سر
جب اڑی خاکسار تواضع کے لئے
منزل عالی سے ارباب تواضع ہو جا چلے
جو چڑھائی پہ چڑھے گا بجز خم کے آگے
جھک کے ہر اک سے ملے کام ہر اک کے آئے
ہو جو غربت میں بھی تو تلف وطن کا نہ کرے
دہر میں اپنے تئیں کچھ نہیں ہیں ہم سے
خوب دیکھا تو شہ و گدا کو جھکا کر
لیتے ہیں ثمر شاخ کرم اور زیادہ
جھکتے ہیں سخی وقت سخا کی صحبت
اسکے سے نہیں کم جو جھکے سب میں
موبا کرے ہے خاک ایک میں
تسخیر اب

سفیر اب نہ چھوٹے تواضع کی عادت — جھکے تم سے پیر و جواں کیسے کیسے
حسن آئینہ کا خاکستر سے چمکے ہے دوچند — خاکساری اے حسیں ہے موجب زینت ہمیں
تواضع نے کیا مسجود دو عالم مجھے گویا — خم محراب ہوں میں کعبۂ ارباب ایماں کا
سر بلندوں کو تواضع سے میسر ہے فروغ — اس لئے صابر کمر میں ماہِ نو کی خم ہوا
کیا جلا آئینہ کو ہوتی ہے خاکستر سے دیکھ — صاف کر دیتا ہے دل کو خاکساروں کا طاب
منعم کو مبارک رہے قالین و نہالی — ہے خاک نشینوں کے لئے فرش نمکاں کاخ
ملی ہے دولت کونین ہم کو خاکساری میں — مہوس جانتے ہیں ہم جسے اکسیر وہ یہ ہے
اہل جوہر متواضع ہیں نہیں منت کش — دیکھ مثل کمر خم سر شمشیر نہیں
لب پہ فوارہ کے جاری ہے یہ مصرع دمبدم — دے اگر خالق بلندی میل پستی چاہئے
بسان خاک ہو پامال راہِ خلق اے میر — رکھے ہے دل میں اگر قصد سرفرازی کا
تم اختیار تواضع کرو کہ عزت پاؤ — جو آدمی متواضع ہیں انمیں شہرت پاؤ
کہا ہے جس کو تواضع وہ ایک گوہر ہے — اور ایسا جس کو کہیں آدمی کا جوہر ہے
تواضع جس کا شیوہ ہے پہنچتا ہے بلندی کو — کہ چشم مہر کا مردم ہے جو قطرہ ہے شبنم کا
تواضع سب کی کرتا ہے جو عالی ظرف ہوتا ہے — جھکا دیتا ہے بزم نیکشاں میں شیشہ گردن کو
نام رہ جاتا ہے دنیا میں تواضع کے سبب — اپنے قامت کو خمیدہ مثل خاتم کیجئے
گردن جھکی رکھتے ہیں مدام اہل تواضع — اے بادہ کشاں سرکشی مینا سے ہو کیونکر
جو کہ ہیں اہل تواضع ان کو آسایش نہیں — نُف ہے نا انصافیٔ گردونِ بد کردار پر
تواضع کو نہال پُر ثمر کی طرح دنیا میں — جو منعم ہیں فروتن جھک کے وہ سائل سے ملتے ہیں
کامل ہیں تواضع ہی ہمیں اب ہے مناسب — بے برگ نہیں شاخ ثمردار ہیں ہم بھی
کر تواضع غم جو ہو پست و بلند دہر کا — جب ملیں جھک کر ہوئیں پانچوں برابر انگلیاں

تہذیب

عجب شئے ہے اللہ اکبر ادب — نہ مرغوب ہو دل کو کیونکر ادب
یہ ہے علم اخلاق کی شاہراہ — ادب سے جہاں میں ہے بڑھکر ادب
کوئی قوم اس سے نہیں بے نیاز — رہا آدمیت کا جوہر ادب
ملا جب اسے اشرفیت کا تاج — بنا نوع انساں کا زیور ادب
ادب کیا ہے جھکنا ہے ہر ایک سے — جو سرکش کو کیونکر میسر ادب
جو اس سے جھکا آدمی سے جھکا — ملا خاکساروں کو اکثر ادب
بڑھائے نگاہوں میں توقیر و جاہ — کرے دل کو دم میں مسخر ادب
عیاں اس سے ہوتی ہے شان نیاز — الماعت کا کرتا ہے خوگر ادب
عدو کو اگر پانی پانی کرے — مخالف کو کر جائے شکر ادب

سفیر
شہید
صابر
ظفر
"
"
عاشق
قائم
میر
"
"
نساخ
"
ناسخ
نصیر
"
نفیس
واسطی
وزیر

اشک
"
"
"
"
"
"
"
"

اے شیخ
"
"
"
"
"
"
"
"

جستجو

خلق میں انساں کی عزت ہے جو ہو عزت کی چال	ادب	شوق
کہتا ہے اک جہاں انہیں بد وضع بے ادب		عالم
تم اختیار ادب کو کرو کہ جوہر ہے		مہر
جو با ادب ہے وہ خوش بخت و نیک محضر ہے	مضمون	"
ادب کرو کہ تمہارا ادب کیا جائے		"
کچھ بھی تہذیب کا جوہر اگر انساں میں نہیں		مضطر
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں	مکتبی	میر
گھر کے مالک کا سلیقہ جانچئے گھر دیکھ کر		
کرتے نہیں کبھی جو کسی کا ذرا لحاظ		
ادب فضائل اخلاقیہ کا افسر ہے		
جو بے ادب ہے وہ بدبخت اور بداختر ہے		
ادب کرو کہ تمہیں دل میں گھر دیا جائے		
فرق پھر تو کچھ اس انسان میں حیواں میں نہیں		
عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے		

جستجو

نشۂ لب کے پاس جاتا ہے کبھی اٹھکر کنواں	وحی	اقبال
رخت کب منزل نے باندھا کارواں کے واسطے		اکبر
بے سود ہے گنج و مال و دولت کی تلاش		"
ذلت ہے در اصل جاہ و شوکت کی تلاش		ثاقب
اکبر تو سرور طبع کو علم میں ڈھونڈھ	وحشت	"
محنت میں کر سکون و راحت کی تلاش		"
آہی جاتی ہے نظر صورت امید و یاس کی		جلیل
جلوہ گر تقدیر ہے آئینۂ تدبیر میں		ذاکر
نہ دے ہاتھ سے دامن کبھی انساں		
اسی میں خدائی اسی میں خدا ہے		
کیوں شکار غیر کا ہے منتظر		سرور
شیر ہو کر تو سگ منزل نہ بن		
جستجوئے یار سے ہم باز آ سکتے نہیں	تمنا	سراج
گو یہ ہیں سمجھے ہوئے دل میں کہ پا سکتے نہیں		شہید
دل ہی جائے گا گو ہر مقصود		
تم نے ذاکر اگر یونہی کی تلاش		صادر
ہر ایک کام میں کر ایسی پہلے سے کوشش		
کہ پائے خوبی سے انجام انتہا ہر کام		غالب
جو خانۂ تن راہ طلب میں کرے ویراں		
وہ منزل مقصد میں گھر آباد کرے گا		فرخ
جو دل ہو صورت سیماب بیقرار تلاش		
شہید جھوٹ ہے یہ بات کیمیا نہ ملے		قدر
اک نہ اکدن اُسے ہاتھ آئیگا وہ کام ضرور		
سعی کرتا رہے ہر کام میں انسان دل سے		لائق
ناخن خار آکے خود عقدہ ترا کر دے گا وا		
پہلے پائے شوق میں پیدا کوئی چھالا تو ہو		مہر
لاکھ ناکامی ہو بدبختی سے اے فرخ نصیب		
پر جو باہمت ہیں وہ کوشش سے باز آتے نہیں		"
میں وجہ اللہ رٹتا تھا تو زاہد مجھ پہ ہنستا تھا	سرمستی	میر
اجی جوینده یابنده جہاں ڈھونڈھا نکل آیا		
لائق نہ جائے گی کبھی اس دل سے جستجو		"
آغاز خیر ہے تو ہے انجام کی تلاش		
گھر میں سوزن کھو کے ہے بازار میں ہم کو تلاش		
چھان ماری ہے خدائی پر خدا ملتا نہیں		مہر
رفتہ رفتہ جلوہ افگن ہوگا عکس یار بھی		
جس نے ڈھونڈھا اس نے کب اے بے خبر پایا نہیں		"
کی صرف عمر ساری پر گم ہے مطلب اپنا		میر
منزل نہ پہنچے ہم تو طے کر کے راہ کو بھی		
مدعا جو ہے سو وہ پایا نہیں جاتا کہیں		"
ایک عالم جستجو میں جی کو اپنے کھو گیا		

امیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے	خزاں نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہوں میں	امیر	
نہ زر سے کام نہ اسباب سے نہ دولت سے	یہ سب رہیں نہ رہیں عالم شباب رہے	"	
زندگانی بے جوانی ہے عبث	بے جوانی زندگانی ہے عبث	اسیر	
سچ ہے اوسط جسے کہتے ہیں وہ ہے خیر امور	دیکھ لو سب کو جوانی کے ہیں ایام پسند	"	
خشک جس دم روغن حسن جوانی ہوگیا	ہم یہ سمجھے گل چراغ زندگانی ہوگیا	"	
کوئی پھرتا ہے جاکے عہد شباب	یہ بھی معدوم کا اعادہ ہے	"	
وقفہ شباب کو ہے بس زندگانی میں اتنا	لے جیسے کوئی رہرو دم ٹھیک دوپہر میں	"	
ساقی یہی بہار یہی دور جام ہے	افسوس ہے یہ دن نہ رہیں گے شباب کے	"	
جوانی کو غنیمت جان غافل	ہری ہوتی نہیں پھر سوکھ کر شاخ	آتش	
ہر وقت لہو و لعب میں کھوئے نہ آدمی	کرتا ہے بندگی کو جواں کی خدا قبول	"	
افسوس کیا جوانیِ رفتہ کا کیجئے	وہ کونسی بہار تھی جسکو خزاں نہ تھی	"	
آئے سفید بال نظر آنکھ جب کھلی	جھونکا نسیم صبح کا تھا یا شباب تھا	اشک	
آگئے پیری کے دن عہد جوانی ہوگیا	شب کا عالم صبح ہوتے ہی کہانی ہوگیا	"	
یہ چند روز جوانی کے بھی غنیمت ہیں	دوبارہ پھر نہیں ممکن شباب کی صورت	"	
شباب تک ہیں مزے ساری زندگانی کے	کہاں چمن میں ہمیشہ بہار رہتی ہے	"	
نہ جانا تھا یوں چھوڑ کر اے جوانی	مجھے دے گئی داغ کیوں تو بچھڑ کر	"	
آدمی کا جب کہ ہوتا ہے شباب	مست اپنی دھن میں رہتا ہے وہ شاب	افضل	
آتا نہیں خیال کبھی کچھ سوائے عیش	عالم شباب کا یہ فقط ہے برائے عیش	احد	
دو دن کی یہ جوانی دو دن کا یہ شباب	رکھ حسن مستعار میں آنکھیں کھلی ہوئی	انجم	
فصل بہار گل ہے خزانی	فانی ہے رنگ حسن جوانی	اکبر	
یہ غرور اے خاک کے پتلے تجھے	کوئی دن حسن جوانی اور ہے	"	
عدم کی راہ کا کیا جلد پا تراب ہوا	ہوا کی طرح رواں موسم شباب ہوا	احسن	
یہ وہ شئے ہے جو دوبارہ نہیں ملتی آختر	مہ وشوں کے نہ کہیں نذر جوانی ہوجائے	اختر	
سمجھو غنیمت اسکو نہ آئیگا جاکے یہ	عالم شباب کا نہیں موتی کی آب ہے	افسر	
اب تذکروں سے عہد جوانی کے فائدہ	وہ دن گئے وہ بات گئی وہ چہل گئی	باقی	
گئے ہمراہ ایام جوانی سب مزے باقی	ہیں وہ باتیں نہ وہ راتیں نہ وہ چرچے نہ وہ جلسے	"	
فسادی رہا جب تک رہا شباب اپنا	ہزار شکر کہ ایام شور و شر گزرے	بحر	
شعلہ تھا عہد جوانی اڑ گیا	برف تھا ہنگام پیری جم رہا	"	
تھا کہاں وہ ولولہ وہ جوش وہ امنگ	آخر ہوا شباب ہوئی انتہائے عیش	"	
نہ سنو حال زار بیدم کا	اس کو اس کے شباب نے مارا	بیدم	
جوانی اور وہ پیری کدھر گئی پیہم	کہ بحر و بر میں نہ پایا سراغ تازہ و خشک	بیان	
ہر کام کے ہے وسط میں خوبی حدیث کی	سرمایۂ حیات ہے موسم شباب کا	پرتو	
مدت عیش گزر جاتی ہے پل میں پرتو	طرفۃ العین میں جاتی ہے جوانی افسوس	"	

جوانی

آنکھیں چوندھ ہوگئے کلیں پھر کہاں وہ جمال		حکیم	
گزرا ہے بیکل لطف خواب زندگانی کا		تراب	
جوانی تلک لطف کیا مزا زندگی کا		"	
بڑھاپے نے کھویا مزا زندگی کا			
گئے عشرت و کامرانی کے دن			
گئے وہ ترنگ و جوانی کے دن		تشنہ	
گئے وہ شور شیں وہ ولولہ جاتا رہا			
عشق کی وہ کیا کمی سب حوصلہ جاتا رہا			
اس جوانی کیا کہنی ہیں بیتکلف جوانی ہے		تاباں	
عیش سب خوش آتے ہیں جو کہ شیخ فانی ہے			
مردہ دل وہ ہوتا ہے جو کہ شیخ فانی ہے		ترقی	
تازہ نہ ہو نہیں باغ جوانی یہ رہے			
گلزار میں آئے نہ خزاں ہو نہیں سکتا			
گلزار میں لطف جوانی اور ہے			
دو شنبہ زندگانی اور ہے			
نوجوانو زندگانی ہے عود عمر ہے وفا		جنون	
جس طرح کرتی نہیں ہے جا کر پھر شباب آتا نہیں			
بس اسی صورت سے جا کر پھر جوانی آتا نہیں			
ہوا راہی عدم کو کارواں جب سے جوانی کا		جرار	
پلٹتا ہی گیا نقش بہار زندگانی کا			
جوانی ہیں فقط لطف بہار زندگانی ہے			
جوانی ہیں سویدا گر دلہا سب نوجوانی ہے			
رہی پیری سویدا گر دلہا سب نوجوانی ہے			
چلی منہ موڑ کر			

جوانی			
انتخاب اور جستجو اور دوڑ دھوپ سے کیا ہے	سنجیدہ	چلی منہ موڑ کر تو اے جوانی	جرأت
ناداں یہ چار دن کا ہے موسم شباب کا		رویا میں مثل شمع سحر حال زار پر	جوش
ضعف میں کیا زندگی پہ بھروسہ شباب کا	رنجیدہ	پیرخود لذت دنیا سے بری ہوتا ہے	"
ہو چکا بس نوجوانی بالکل شرارت		رہ جائیں جوانی میں نہ کچھ حوصلے باقی	جوہری
بعد ہستی خانی بالکل شرارت		منعنم جان لے جوانی کو	جویا
وفائے جوانی عیش ہے عیش	=	گئی چھوڑ کر جب سے پیری میں تنہا	"
عمر زندگانی عیش ہے عیش		چمن میں ہے باد بہاری سے رونق	"
خوش رہے جو عیش میں آجائے		چمک دمک رخ روشن کی ہے شباب کے ہاتھ	جلیل
اور ہو عیش میں گئی اسباب عشرت کا		خیال آتا ہے دل میں اس طرح لطف جوانی کا	"
جوانی ساتھ اپنے لے گئی اسباب عشرت کا		ڈھلکے کہتا ہے چودھویں کا چاند	"
کہاں محفل کہاں ہنگامہ کہاں شیشے کہاں ساغر	سوز	شباب کا ہے مزہ یاد کو شباب نہیں	"
آنکھوں میں پھر رہا ہے سماں شیشے کا		جوانی کی دعائیں مانگ جاتی تھیں لڑکپن میں	"
پیری میں یہ آئی خزاں ہر اک نہ تھا		لڑکپن کے مزے اب یاد کرتے ہیں جواں ہو کر	"
بہار حسن پہ آئی تھی وہ شباب اس کا		ہوتی ہے کوئی دم میں سحر خواب کہاں تک	"
سراج شان الٰہی تھی یا شباب اس کا		ایک طوفان ہے شباب نہیں	"
غنیمت جانتے ہیں صبح کا جب وقت ہوتا ہے		یہ خواب تو ہے مگر بھولنے کا خواب نہیں	"
وہ اسکی قدر ہے جسکو فقط عیش شباب		بتا تو اے جوانی پھر ملیگی تو کہاں مجھ کو	"
سب غفلت و دنیا ہے حسرات کی بیداری ہے		پھر وادیٔ شیب میں بسر کرنا ہے	حامد
خواب اور ہے اس چین میں		اس شام کو ایک دن سحر کرنا ہے	"
		اب آگے جسم کی مٹی خراب سمجھے ہیں	حیرت
	سراج	کس فکر میں پڑے ہو گئے دن بہار کے	"
		رہ گیا دل میں نقش پائے شباب	"
		اور کوئی نہیں سوائے شباب	"
		جو کوئی تجھ سے لو لگائے شباب	"
		چند روزہ ہے یہ بقائے شباب	"
		جس پہ نازل ہوئی بلائے شباب	"
	سودا	اب یقین ہے نہ منہ دکھائے شباب	"
		ہیں بہار دکھاتی تھی جو شباب میں رو	"
		تیرے اے عمر گئے اب وہ کہاں لیل و نہار	حالی
		پر جوانی ہم کو یاد آئی بہت	"
		نام تھا شاید جوانی کا نشاط	"
		زندگانی میں بلا تھی نوجوانی میرے ساتھ	خوشدل
		مانند بوئے گل ادھر آئی ادھر گئی	داغ
		پیری ہے پہلے مرگ سے ہونا عذاب کا	ذوق
		بناتی ہے جوانی بھی پری کی شکل انساں کو	ذاکر

جوانی

اس چمن میں جب تلک ہم خشہ مستی میں تھے	سودا	عمر کا اپنی پُر از خون جگر پیمانہ تھا
احوال جوانی پیری میں کیا عرض کروں اک قصہ ہے	شاد	وہ طرز گئی وہ وضع گئی انداز گیا اسلوب گیا
جو لطف زندگی ہے جوانی کے ساتھ ہے	شہیر	جب یہ نہیں تو جسم کی مٹی خراب ہے
لوٹ کر آتی نہیں ہرگز جوانی حشر تک	شفق	شیخ کی داڑھی میں گر رنگ خضاب آیا تو کیا
اٹھاؤں کیوں نہ ذوق لطف زندگانی کا	〃	کہ پھر نصیب نہ ہوگا مرا شباب مجھے
نوجوانی شہید کیا ہوئی ہائے	شہید	کیا ہوا وہ سرور کا عالم
اے جوانو مزہ جوانی کا	〃	وقت پیری ہمیں ہو معلوم
پیری خزاں کی طرح سے آئیگی اے گلو	شرم	مثل بہار جائے گا عالم شباب کا
جو غور کیجیے ہے یہ اعادۂ معدوم	شائق	تلاش پیری میں کرنا شباب کا ہے عبث
حسینوں کے بہار حسن کے دن بھی خزانی ہیں	ظہیر	عبث یہ بے خبر مست شراب نوجوانی ہیں
بہار نوجوانی عالم برق جہندہ ہے	〃	بزنگ بادصر چند روزہ زندگانی ہے
دیکھ غنچہ کو ہے آخر مثل گل پژمردگی	ظفر	پیر پر ہنستا ہے تو کیا اے جواں بے فائدہ
سوائے عیش و طرب سوجھتا نہیں کچھ اور	〃	رکھے ہے آنکھ میں کیا عالم شباب نشہ
عہد شباب صورت صرصر گزر گیا	عرش	جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا
ہزار موسم گل ہو کہاں شباب کے دن	عالم	بہار خار ہے اپنی اگر بہار نہ ہو
جوانی کا میدان ہے پُر فضا	مرزا	ہر اک بات کا اس میں پایا مزا
کیا ناز ہو عزیز بہار شباب پر	عزیز	ایسی ہے بے ثبات کہ آج آئی کل گئی
بیکار سمجھ خواب کی باتوں کے خیالات	عاشق	پیری میں جوانی کو کبھی یاد نہ کرنا
ٹھہر اے شباب اور دو چار دن	〃	تجھے چاہیے اتنی عجلت نہیں
ساتھ اسکے ہی رہتے عیش کرتے	〃	کیوں چھوڑ گیا شباب ہم کو
افسوس کہ جا کے پھر نہ آیا	〃	کیوں بھول گیا شباب ہم کو
مثل کافور رنگ اڑتا ہے	〃	ہاں ٹھہرتا نہیں شباب بہت
جگر پہ داغ رہا رخصت جوانی کا	〃	یہ رنج ہے کہ وہ عشرت کے سال و ماہ چلے
ہزاروں ولولے تھے دل میں سر میں کیسی شورش تھی	〃	عبث پیری میں عاشق ذکر کرتے ہو جوانی کا
وقفہ لانہ ہم کو گنہ کے حساب کا	عاقل	گزرا ہے کتنی جلد زمانہ شباب کا
اتنا تکبر کرتے ہو کس پر	علی لمعہ	ہے کوئی دن کی یار و جوانی
ہائے جب عالم شباب نہ تھا	غریب	جان کو ایک بھی عذاب نہ تھا
پیری میں لاکھ دولت دنیا ملے تو کیا	〃	دولت کا جب ہے لطف کہ عہد شباب ہو
مئے شباب نے بیہوش کر دیا مجھ کو	فدا	شعور ہی نہیں جس روز سے شعور آیا
واحسرتا کہ دور جوانی کدھر گیا	〃	وہ دن کہاں گئے وہ زمانہ کدھر گیا
بھولا ہوا ہے زور جوانی میں حال شیب	〃	تجھکو سر نبرد ہے عہد شباب میں
جوانی پہ زیبا نہیں ہے غرور	〃	یہ ندی کسی دن اتر جائے گی
خواب غفلت کا تماشا ہے سدا عیش شباب	〃	شب کو سب لطف مہیا ہے سحر کچھ بھی نہیں

جوانی

بھلا ہے دل کو کب سے تیری ادا جوانی	غلام
کیسے ہیں اگلے جو پیری سے عیب دنیا	〃
پیری کے ساتھ ہمسر ہے بیخطر جوانی	〃
عیب ہے پیری کے ہاتھوں اپنی	〃
ہے تو غنیمت اے پیری تجھ سے ملا جوانی	〃
اور لطف زندگی ہوں ہوتا ہے کس کو	〃
کیسی ہی بھلائیں ہوں ہوتا ہے کس کو	〃
جاتی نہیں ہماری حسرت شباب و رہیں	〃
جاتا نہیں کسی کا ہرگز شباب واپس	〃
ہنستی نہیں کسی کی ہرگز جوانی کا	فوق
ہے عیب عیب پیری ہے داغ زندگانی کا	〃
بھولی ہے کس کی الفت جوانی کا جوش	〃
جوانی کی راتیں ہیں عیش کے دن	〃
قیامت ہے گلہ جوانی کا عہد	〃
غم فرقت کے دن بادشاہت کے دن	عاقل
کٹیں کیسے جو پیری میں چھکا جاتا ہوں	فروغی
جوانی کا عشق ہے پیری میں ہراساں ہوتا	〃
کاش کہ شیشہ جوانی کا نہ ساغر ہوتا	حق
کمال قدر ہے آغاز میں ہر شے کی	〃
زیادہ ہو نہ پیری سے نقاہت	〃
نہ ہو سکیا	〃

جوانی			
جوانی شراب لایا مطرب رباب لایا		نہ دیکھا مڑ کے بھی پھر عہد پیری میں جوانی نے	قلق
جوانی تک قیامت عہد شباب لایا		بشر کو قدر نعمت ہوتی ہے بعد زوال اکثر	"
مجھ پیر کو کہاں ان اس ان کی جان ہے		بہار عیش ہوتی ہے خزاں پیری آنے کو	"
جوانی میں انسان کی جان ہے	مزہ	اب نہ کھانے کی حلاوت کچھ نہ پانی کا مزہ	"
جوانی ہی انسان کا ہے یہ ڈنگ		قائم شباب ہی میں مناسب تھا سوز عشق	قائم
جوانی میں انسان کا ہے یہ ڈنگ		بات کہتے گزر گئی افسوس	لااعلم
جوانی میں جو عیش نہ کریں	مضمون	دیں عمر خضر موسم پیری میں تو نہ لے	میر
جب جوانی میں بھی نہ عیش کریں		شیب میں فائدہ تامل کا	"
زندگانی کا پھر مزہ کیا ہے		یوں صبا بھی سبک نہیں جاتی	"
زندگانی ہے زندگانی جوانی ہے		دل کے دل ہی میں رہ گئے ارمان	"
کیا جوانی ہے کیا جوانی ہے	"	عہد شباب کی تو فرصت تھی ایک چشمک	"
کیا جوانی ہے زندگی ہی نہیں		مژگان بہم زدن میں جاتی رہی جوانی	"
جب سے لطف زندگی ہی گیا		گیا بھول جی شیب میں جو ہمارا	"
جب سے آئی شباب کی دولت		بہت یاد آئی گئی وہ جوانی	"
اے زمان شباب کی دولت		ہائے جوانی کیا کیا کہئے شور سروں میں کھتے تھے	"
کہ گئی جب سے گئی شباب کی دولت	معما	اب کیا ہے وہ عہد گیا وہ موسم وہ ہنگام گیا	"
وہ مال کیا ہوا کہ گیا جب سے وہ شباب		بن جو کچھ بن سکے جوانی میں	"
جوانی نہ پوچھ کیا چیز ہے		آب رواں نہ تھا کچھ وہ لطف زندگانی	"
جوانی عجب بے بہا چیز ہے		نہ اٹھا لطف کچھ جوانی کا	"
جوانی عجب گلستان عمر		دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا	"
جوانی ہے گلستان عمر		دیں عمر خضر موسم پیری میں تو نہ لیں	"
جوانی ہے باغ بہار نشاط		چار دن کی یہ جوانی ہے یہ جوبن یہ ابھار	محب
جوانی ہے بہار نشاط		قرار مہر ہے نصف النہار پر جتنا	"
جوانی جمل شباب کی صورت		نازاں نہ ہو جوانی پہ پیری کی فکر کر	مہر
	مزہ	ساری دنیا کی خاک چھانی ہم نے	"
		گر شوق ہے چمن کی نشانی دیکھو	"
		کانوں سے سنا شیخ چلی تھا کوئی	"
		چلتا ہے جو یوں اکڑ کے بلے دھنکی چال	"
		خم ہوئی ہے پشت ایک دن مثل کمان	"
		یہ یاد رہے کہ وہ بھی دن آئے گا	"
		دو دن کی چاندنی ہے جوانی اے مہر	"
		افسوس بہار زندگانی نہ رہی	"
		اے مہر مزے ہیں سب جوانی کے ساتھ	"
		تماشا گر کو وہ مصروفیت ہے دہر فانی میں	"
		جوانی چار دن کی میہمان ہے بھول مت نادان	"
		اچھا ہوا شباب کا عالم گزر گیا	منتہی

		عبث مذکور کرتے ہو تم ایسے بے مروت کا	قلق
		ضعیفی میں بہت عہد جوانی یاد کرتے ہیں	"
		جوانی روٹھی جاتی ہے کہیں کس سے منانے کو	"
		نوجوانی لے گئی سب زندگانی کا مزہ	"
		جانے دے اب یہ کام کہ وہ ولولے گئے	قائم
		جلد رو کیا شب جوانی تھی	لااعلم
		مرنا ہے اس سے خوب ہی عہد شباب میں	میر
		سوچا تب تھا جب جوانی تھی	"
		جوں گیا موسم شباب شتاب	"
		کم رہا موسم شباب بہت	"
		مژگان بہم زدن میں جاتی رہی جوانی	"
		بہت یاد آئی گئی وہ جوانی	"
		اب کیا ہے وہ عہد گیا وہ موسم وہ ہنگام گیا	"
		رات تو تھوڑی ہے بہت ہے ساتک	"
		جاتی رہی جوانی اپنی شتاب کیونکر	"
		کم بہت موسم شباب رہا	"
		جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا	"
		مرنا ہی اس سے خوب ہے عہد شباب میں	"
		کہیں ہوتے بھی ہیں یہ رنگ ٹھہرنے والے	محب
		بس اتنی دیر یہ عہد شباب رہتا ہے	"
		نادان صبح بھی ہے ہر اک شام کے لئے	مہر
		دیکھی تو عجب چیز جوانی ہم نے	"
		تو غور سے عالم جوانی دیکھو	"
		یاں آنکھ سے تہر اسکا ثانی دیکھو	"
		سوچا بھی ہے اے جوان کچھ تو نے آل	"
		اور چال کا ہونا ہے زبوں تر احوال	"
		خم ہوگی پشت اور ہاتھوں میں عصا	"
		پھر پاک اندھیرا ہے وہی پیری کا	"
		وہ جوش و خروش و شادمانی نہ رہی	"
		کچھ بھی نہ رہا اگر جوانی نہ رہی	"
		کہ چلنے کا خیال آتا نہیں ہے نوجوانی میں	"
		کھڑی ہنستی ہے پیری اور ضعیفی بھول مت نادان	"
		اک جن چڑھا ہوا تھا کہ سر سے اتر گیا	منتہی

جوانی کی صورت کا کیا پوچھنا — جوانی کی سیرت کا کیا پوچھنا — "
مصیبت جوانی میں پڑ جائے گر — تو وہ دن بھی کٹتے ہیں ہنس کھیل کر — "
تونگر نہیں ہیں یہ دل ہے غنی — جوانوں کو کب ہے غم مفلسی — ناظم
نوجوانی میں کبھی قدر نہ جانی افسوس — یاد پیری میں سب ایام شباب آتے ہیں — "
شباب آتے ہی سر پر حسرتوں نے آسماں توڑا — زمیں قدموں کے نیچے سے دل مضطر نے سرکائی — "
شباب اس طرح سے گذرا کہ اب معلوم ہوتا ہے — وہ باتیں اک زمانے کی ہیں قصہ ایک مدت کا — "
حوصلہ رہ گیا اے فصل جوانی افسوس — ولولے دل کے سوا ۔ کم ہے زمانہ تیرا — "
جھوٹ ہے جھوٹ نہ جلسے تھے کبھی اور نہ شباب — سچ تو یہ ہے کہ عجب خواب پریشاں دیکھا — "
تھے مزے عشق کے جوانی تک — ہائے لطف وصال ہائے فراق — نواب
عدم کا کوچ ہے اب کاروان نوجوانی کا — بھرو ساپھر کہاں ہے آہ ہم کو زندگانی کا — وہبی
افلاس گھیرتا ہے تو ہوتی ہے زر کی قدر — پیری میں لوگ کرتے ہیں ماتم شباب کا — "
سوائے عیش کوئی فکر دنیا کی نہیں ہوتی — عجب کچھ ولولہ انگیز ہے عالم جوانی کا — واسطی
کر جوانی میں ذرا محنت کہ ہو پیری میں عیش — جاگتے ہیں شب کو جو کرتے ہیں وہ آرام صبح — ولی
نہیں ہے سیر اک ساعت مگر ملک جوانی میں — کہوں کیا خضر کو حاصل ہے عمر جاودانی کیا — ہرچند
برنگ گل نہ دل میں پھول گلرو — بہار نوجوانی کو خزاں ہے — ہوش
ہائے کس وقت دغا دی ہے جوانی تو نے — کس قدر اپنی دکھائی ہے روانی تو نے — "
گلزار جوانی میں ہے سب طرح کی نزہت — اک روز خزاں آئے گی کھٹکا تو یہی ہے — "

جہالت

غبار جہل اڑا دیتا ہے فیض صحبت کامل — شعاع مہر تاباں کم نہیں سایہ کو شہپر سے — امیر
یہاں تک اہل عالم اعتقاد دست رکھتے ہیں — جو پانی پر چلے مرد و کہیں یہ بھی کرامت ہے — امیر
سوائے درد سر فہمائش جاہل سے کیا حاصل — گرفتار مصیبت ہے معلم طفل کودن کا — "
ہیں جو جاہل ان کو بینائی کا دعوی ہے عبث — چشم روزن سے نظر آتا ہے کیا دیوار کو — "
کمال مردم بے علم سے ہے خوش ابلیس — بن آئے درزی کی گھر میں اگر چراغ نہ ہو — "
عقل کر دیتی ہے انساں کی جہالت زائل — موت سے جان چھپانے کو سپر لیتا ہے — آتش
چاہے شکست جہل تو تحصیل علم کر — وابستہ یہ طلسم ہے لوح کتاب کا — "
جاہل کے آگے ہیچ ہے عالم کا قیل و قال — دانا کی بات کچھ نہیں ناداں کے سامنے — "
جاہل نہیں سمجھتے ہیں بے علم شخص کو — جاہل وہ ہے خدا کو نہیں جانتا ہے جو — "
پیر جو جاہل کرے گمراہ وہ انسان ہو — رہروی میں کور کی تقلید سے نقصان ہو — "

جہالت

جو علم نہ رکھے وہ نہیں انساں کو کہاں سے — جاہل کی نظر میں ہیں سبھی رندی — ثاقب
جہالت نہیں ہے یہ فرمان خدا — وہ جاہل ہوا اس میں جو مبتلا — "
نہ جاہل کو علم اس کبھی دے جواب — نہ اس سے کبھی بھول کر بھی خطاب — "
یہ جاہل ہے وہ دشمن جان ہے — نہ اس سے کبھی ربط و پیمان ہے — نواب
ملاقات ان کی ہے رنج و محن — یہ جاہل ہے وہ دشمن جان ہے — "
بے علم ہونے سے بہتر ہے جہالت — مسخرہ ہوں میں سبھی کا میں — ثاقب
اسے تاب فاضلوں میں وہی منہ کسی کو دکھائے — جو ہو بے علم جاہل — "
کبھی دائم جہالت شست و شو سے — نہیں ہوتی — "
کبھی دور نہ نکلی کی کہیں کافور ہوتی ہے — "
خدا محفوظ رکھے اے جہالت وہ بلا ہے تو — "
بیر نے جان دی لیکن نہ نادانوں کا ہیں — "
کہ جاہل سے کبھی شب کی سیاہی دور ہو جائے — "
ابر رحمت سے کبھی نامہ جہالت شاید — "
نکلت کیسے کچھ اس نامہ جہالت میں فصیح — "
ورنہ کیا کہہ کے جواب جاہل بے جس کی باتوں کا نہ ہو شائق جواب — "
شیر نر سب منہ لگاتا ہے شکار مردہ کو — "

جہالت

بکنے دے جاہلوں کو کام اپنا تو کیے جا	صبا	کتوں کے بھونکنے سے ہاتھی کہیں رکے ہیں	ثاقب
نادان بکتے بکتے آخر کو ہو گئے چپ	"	گنبد سے آسماں کی کس نے جواب پایا	"
جاہل جو نکتہ چیں ہوں ثاقب نہ دے جواب	"	ہوتے ہیں معترض یہ خدا و رسول پر	"
تہی مغزوں کی باتوں پہ بھی جانا ہے تہی مغزی	"	صدا دیتا نہیں وہ ظرف جو لبریز ہوتا ہے	"
نصیحت جاہل بے شرم پر ہو کارگر توبہ	"	کہیں چکنے گھڑے پر بوند پانی کی ٹھہرتی ہے	"
راستی پر آئے جاہل خاک پند و وعظ سے	"	بیل کا کندھا جوے کے بوجھ سے سیدھا ہو	"
نصیحت کارگر ہو جاہلوں کو غیر ممکن ہے	"	ٹھہرتا ہے کہیں پانی بھلا چکنے گھڑوں پر بھی	"
نصیحت کرنیوالے جاہلوں کے سخت نادان ہیں	"	نتیجہ کچھ نہیں بنجر زمیں میں بیج بونے سے	"
معترض تجھ پہ اگر ہو کوئی جاہل نافہم	"	نہ برا مان نہ دے اس کا جواب اے جادو	جادو
نور حق دیکھے گا تاریکی میں کیا	"	علم کی کب ہے دل جاہل میں شمع	جوہری
نافہموں سے رنج ہے دنیا میں اے خلیل	"	اطفال خرد سال کو شغل فغاں رہے	خلیل
معترض تجھ پر اگر جاہل ہو اندیشہ نہ کر	"	بات اس کی لا نہ خاطر میں نہ دے خاطر جواب	خاطر
کوئی سمجھ کے بات کرے تو جواب دیں	"	دم ناک میں ہے ناصح جاہل کے ہاتھ سے	داغ
یہ وتیرہ جاہلوں کا خاص ہے	"	اڑ گئے جس بات پر بس اڑ گئے	رمز
جسے کہتے ہیں جیتے جی قیامت	"	جہالت ہے جہالت ہے جہالت	شوق
جہل کا سر کٹ گیا ہے علم کی تلوار سے	منت	جو جہالت میں رہیگا وہ اماں کب پائیگا	صدر
دشمنوں کو تیری نادانی پہ آتی ہے ہنسی	"	تجھ کو اپنے حال پر کس روز رونا آئیگا	"
دنیا میں ظفر جو ہے گرانبار جہالت	"	کب ہوتا ہے وہ مرد معقول سے ہلکا	ظفر
بات جاہل کی مانتا ہے کون	"	اس کو انسان جانتا ہے کون	ظافر
بوند پانی کی نہیں چکنے گھڑے پر ٹھیرتی	"	بات عقل و فہم کی کب طبع جاہل میں رہے	عاشق
کم نظر آیا بہت ہم کو وجود دانا	"	بیشتر جس کو یہاں دیکھا وہ ناداں دیکھا	فدا
کم ہے جہاں میں مادۂ فہم آجکل	نظمی	دشوار تر ہے معنیٔ دشوار کا علاج	"
انساں بذاتہ نہیں ہے بد ہر آئینہ	"	بے دانشوں کی خوئے جہالت خراب ہے	"
جہالت تو ہے دشمن جان انساں	ناصح	بہت بستیوں کو کیا تو نے ویراں	فوق
اجالا جہالت کا ظلمت سے بدتر	"	مروت ہے اسکی عداوت سے بدتر	"
جہالت برائی ہے تجھ میں کہاں کی	"	پڑا کرتی ہے تجھ پہ لعنت خدا کی	"
عالموں کی ہے عاقلوں کو قدر	زاہدی	نہیں دنیا میں جاہلوں کی قدر	کمال
اختلاف مذہب و ملت سے کیوں عاقل لڑیں	"	کیا یہ مذہب آئے ہیں لڑنے لڑانے کے لئے	محب
ہم اس جہل و تعصب کو کہیں کیا تم سے کیا سمجھے	"	اسے دام ہلاکت اس کو گرداب بلا سمجھے	"
جہالت عورتوں کی زہر ہے اولاد کے حق میں	"	مگر نافہم اس کو بھی کوئی اچھی دوا سمجھے	"
مرد میداں ہیں تو کچھ جہل و تعصب سے لڑیں	"	یہ درندوں کی لڑائی یہ حماقت کیسی	"
بے ہنر کی نہیں دنیا میں ذرا بھی عزت	"	ذات کو پوچھتا ہے کون شرافت کیسی	"
آہی جہل و تعصب سے تو نکال مجھے	"	بغیر علم ہے یہ زندگی وبال مجھے	"

جاہل کی تعریف
جاہل کی پہچان
جاہل کی مثال
جاہل کا علاج
جاہل کا جواب
جاہل کی نصیحت
جاہل کا دل
جاہل کی عقل
جاہل کی زبان
جاہل کی تلوار
جاہل کی دوستی
جاہل کی دشمنی
جاہل کی مدد

کسی تدبیر سے لگتی نہیں ہے جونک پتھر پر
نظامی

کبھی پند و نصیحت سے نہ جاہل راہ پر آئے
"

دل سنگین جاہل پر نصیحت کا اثر کیا ہو
"

نصیحت راستی پر لائے کیا کج فہم جاہل کو
"

جاہل اجہل ہو یکتا کس طرح روشن دماغ
یکتا

جاہل کی آبرو کہیں اک بوند بھر نہیں
"

خدا لکھوٹے جسے وہ دونوں جہاں سے وہ ہے جاہل
"

جاہل کج فہم سے یوں بھاگتے ہیں راستباز
"

گر کوئی پیدا کرے مشکل سے مشکل کا جواب
"

نصیحت کارگر ہوتی نہیں جاہل بد اختر کو
"

جاہلوں کے سامنے بحث فروغ علم کیا
"

نصیحت جاہل کج فہم کو بے سود ہے یکتا
"

باور ہو خاک نخل جہل آب پند سے
یم

نصیحت جاہلوں کے حق میں ٹھیرے کیونکر انشا حاصل
نظامی

کہ طاہر ہو نہیں سکتا سگ ناپاک دھونے سے
"

نہیں کٹتے سنا پشت کشف کو تیغ آہن سے
"

کسی صورت بھی دم کتے کی سیدھی ہو نہیں سکتی
"

جل نہیں سکتا کسی صورت بھی بے روغن چراغ
یکتا

یہ وہ صدف ہے نام کو جس میں گہر نہیں
"

جسے کہتے ہیں ور دلادو اک نام ہے اسکا
"

جس طرح سے تیر آئے یکتا کماں کو چھوڑ کر
"

وے نہیں سکتا مگر نافہم جاہل کا جواب
"

نہیں جاتی سیاہی لاکھ کا ٹو شمع کے سر کو
"

دیکھ سکتا نہیں زنہار اندھا آفتاب
"

ارے ناداں کہیں بھی گیند گیند پر ٹھہرتا ہے
"

لاکھ سینچو سرو کو لیکن ثمر لاتا نہیں
یم

چشم بینا

دیکھ لے اے چشم بینا صاف صاف
اکبر

ہے وہ ہر شے میں چمکتا صاف صاف
"

ہے رگ ہر رگ میں زمزم بہار
اسمٰعیل

دیکھنے کو چشم بینا چاہیے
"

جو ہو چشم حقیقت بیں تو ہو دیدار گھر بیٹھے
اشک

خدا کی شان آتی ہے نظر انساں کی صورت میں
"

طور پر کیا آدمی کی چشم بینا ہو اگر
"

ہر جگہ جلوہ نظر آجائے حسن یار کا
"

بزم کثرت نور وحدت سے کبھی خالی نہیں
امیر

چشم بینا ہو تو یوسف سینکڑوں بازار میں
"

چشم بینا کب ہے اہل ظلم کی تقدیر میں
اسیر

کس نے دیکھا ہے حباب آب غم شمشیر میں
"

خدا نے چشم وحدت بیں فقط عشاق کو بخشی
افسر

سمجھتے ہیں وہ یکساں دیر کو کعبہ کو مندر کو
"

ہمارا ضعف بصارت ہے مانع دیدار
بیان

وگرنہ سامنے آنکھوں کے یار ہے موجود
"

چشم دل انسان کی ہو جائے وا یارو اگر
بخنآور

پھر جدھر چاہے اُدھر آئے وہی دلبر نظر
"

پہچانے ولی کو وہی جو آپ ولی ہو
تراب

پنہاں کو عیاں دیکھیے اگر آنکھ کھلی ہو
"

جب مر مٹے تو کچھ نظر آیا نہ علم و فن
تسلیم

ہم آپ ہی زوال تھے اپنے کمال کے
"

جو ہوتی تجھے جوہری چشم حق بیں
جوہری

تو نور حقیقت نظر آ ہی جاتا
"

صدف کے قطرہ ہائے دُر میں ہے تنویر قدرت کی
"

جو آنکھیں ہو تو دیکھو نور ہر قطرہ میں دریا کا
"

حق یہ ہے کہ دیدار کو درکار ہے آنکھیں
جلیل

ہونے کو ترا جلوہ کہاں ہو نہیں سکتا
"

کرسی و لوح و قلم و فرش زمیں عرش بریں
جلالی

چشم پر شوق سے ہر شے کو قریں دیکھ لیا
"

جس کا جلوہ تھا جلالی کو زبس مدنظر
"

صاف تو نے اُسے اے چشم یقیں دیکھ لیا
"

دیکھیں گے تیرے جلوے آنکھوں سے آنکھ والے
"

اندھوں پہ خاک ہو گا ظاہر ظہور تیرا
"

چشم بینا

دیکھ لے اے چشم بینا صاف صاف — اکبر
ہے رگ ہر رگ میں زمزم بہار — اسمٰعیل
جو ہو چشم حقیقت بیں تو ہو دیدار گھر بیٹھے — اشک
طور پر کیا آدمی کی چشم بینا ہو اگر — "
بزم کثرت نور وحدت سے کبھی خالی نہیں — امیر
چشم بینا کب ہے اہل ظلم کی تقدیر میں — اسیر
خدا نے چشم وحدت بیں فقط عشاق کو بخشی — افسر
ہمارا ضعف بصارت ہے مانع دیدار — بیان
چشم دل انسان کی ہو جائے وا یارو اگر — بخنآور
پہچانے ولی کو وہی جو آپ ولی ہو — تراب
جب مر مٹے تو کچھ نظر آیا نہ علم و فن — تسلیم
جو ہوتی تجھے جوہری چشم حق بیں — جوہری
صدف کے قطرہ ہائے دُر میں ہے تنویر قدرت کی — "
حق یہ ہے کہ دیدار کو درکار ہے آنکھیں — جلیل
کرسی و لوح و قلم و فرش زمیں عرش بریں — جلالی
جس کا جلوہ تھا جلالی کو زبس مدنظر — "
دیکھیں گے تیرے جلوے آنکھوں سے آنکھ والے — "

دیکھ لے اے چشم بینا صاف صاف — جلالی
ہے رگ ہر رگ میں زمزم بہار — جوشش
جو ہو چشم حقیقت بیں تو ہو دیدار گھر بیٹھے — جنون
طور پر کیا آدمی کی چشم بینا ہو اگر — حنیف
بزم کثرت نور وحدت سے کبھی خالی نہیں — حالی
چشم بینا کب ہے اہل ظلم کی تقدیر میں — "
خدا نے چشم وحدت بیں فقط عشاق کو بخشی — "
ہمارا ضعف بصارت ہے مانع دیدار — "
چشم دل انسان کی ہو جائے وا یارو اگر — "
پہچانے ولی کو وہی جو آپ ولی ہو — "
جب مر مٹے تو کچھ نظر آیا نہ علم و فن — "
جو ہوتی تجھے جوہری چشم حق بیں — "
صدف کے قطرہ ہائے دُر میں ہے تنویر قدرت کی — "
حق یہ ہے کہ دیدار کو درکار ہے آنکھیں — "
کرسی و لوح و قلم و فرش زمیں عرش بریں — "
جس کا جلوہ تھا جلالی کو زبس مدنظر — "
دیکھیں گے تیرے جلوے آنکھوں سے آنکھ والے — "

چشم بینا			
تو ہو جائے عالم غیب کا جب چشم روشن ہو	عرف	دیکھتے ہی تاڑ جاتے ہیں جو ہیں اہل نظر	سراج
کریں کل دیکھا وہ بلبل بار یک بیناں کو		عاشقان دید کو چشم بصیرت چاہئے	"
وہ آنکھیں کہاں جن سے ارباب یقیں		کھلا یہ جب لگایا سرمۂ توحید آنکھوں میں	"
دیکھا چاہو جو جلوہ تو دیکھو		جو چشم غور سے دیکھو تو سید	سید
عرفاں میں ہے چشم بصیرت کی ضرورت		پڑتی ہے چشم بصیرت جز و کل میں یکساں	سفیر
تیری ہیں یہی آنکھیں تو جلوہ نہیں ہوتا		آدمی اصلاح کر سکتا ہے خوب و زشت کی	"
خدائی میں خدا کی جلوہ فرمائی نظر آوے		دیکھیں نیرنگ جہاں خاک بصیرت بھی نہیں	"
اسی کا نام حق بینی ہے اے ناداں پیدا کر		چشم بینا ہو تو پھر خالق کی قدرت دیکھئے	سخن
چشم بینا ہو تو جام جم سے اچھا کام		ٹک دیدۂ تحقیق سے تو دیکھ زلیخا	سودا
چشم بینا کے لئے اب کاشۂ ورد یکھتے ہیں		صورت ہیں اس مہر کی پہچان اگر آوے	"
وہی جلوہ اس طرح دیدہ ور دیکھتے ہیں		سودا نگاہ دیدۂ تحقیق کے حضور	"
کریں تو ہی تو وہاں بھی تو جہاں دیکھا دیکھا		چشم تحقیر سے دیکھا نہ کسی کو ہم نے	شائق
جہاں بھی تو وہاں بھی تو جلوۂ انوار تو تا ہے		ہر چیز میں وہ قدرت صانع ہے دیکھتا	"
اگر آنکھیں ہوں تو یہ جلوۂ بینا نہ کہیں نکلے		چشم وحدت ہیں جو حاصل ہو تو آجائے نظر	"
جب شیشے پہ بیرے دیدۂ بینا سے بار بار پھرے		بینا ہے اگر آنکھ نظر آئے گا اس کو	"
ثابت ہوئی وہ تجربہ سے خدائی میں خدا کی جلوہ		آنکھیں انساں کی ہوئیں دین نبی سے روشن	شہید
دیکھا آنکھوں سے ہر اک شئے میں خدا کی قدرت		میں اپنی آنکھوں کے اوپر ہوں صدقے اور قربان	صادق
دیکھا تو کثرت میں بھی وحدت دیکھا		جو دور تھا نظر سے دیکھا قریب اس کو	صابر
آئینہ خانہ میں میرے دل دانا کی طرح		بلند و پست عالم ایک ہے چشم حقیقت میں	صبا
وہ جہاں		کیف دولت میں نہ رہتے خندہ زن یوں اہل زر	طاہر
		کونسا دل ہے کہ جس میں وہ نہیں	عاجز
		دیکھی جو چشم دل سے شکوہ کلاہ فقر	عزیز
		ڈھونڈھتا ہوں یار کو غفلت سے اپنی جا بجا	عاشق
		چشم باطن بیں سے دیکھو جو ہے دلمیں جلوہ گر	"
		دیدۂ حق بین و چشم باطنی درکار ہے	"
		کرتا ہوں سیر چشم حقیقت سے ہر طرف	"
		کرلے پیدا تو مگر سرمۂ بینش پہلے	فدا
		دولت عقبے سے جس کو حق نے بخشا ہے نصیب	"
		جو آنکھ ہو تو جہاں آفریں جہاں میں ہے	قدر
		چشم بینا ہو تو ہو باغ جہاں گلدستہ	"
		چشم حق بیں ہے تو اللہ کا جلوا بھی ہو	"
		پردہ اٹھے جو چشم بصیرت سے راز کا	قلق
		چشم باطن سے اگر اہل بصیرت دیکھیں	قلزم

	اس جہاں کے زشت و زیبا کا سماں آنکھوں میں ہے	سراج
	ذرہ ذرہ میں نظر آتا ہے جلوہ طور کا	"
	کرشمے ہیں تری قدرت کے صحرا و چمن دونوں	"
	سب اچھے ہیں نہیں کوئی برا ہے	سید
	سامنے آتا ہے ہر اک ذرہ بنکر آئینہ	سفیر
	چشم بینا کے لئے استاد ہے ہر آئینہ	"
	سب ہے نظروں میں جو وا دیدۂ بینا ہو جائے	"
	ہر رگ برگ شجر میں سیر جنت دیکھئے	سخن
	ہر چاہ میں آتا ہے نظر یوسف ثانی	سودا
	ہر ذرہ میں کچھ اور ہی جمکا نظر آوے	"
	جلوہ ہر ایک ذرہ میں ہے آفتاب کا	"
	ذرہ کو مہر فلک قطرہ کو دریا دیکھا	شائق
	جو شخص اہل ہوش ہے اور ذی شعور ہے	"
	ایک رتبہ رشتۂ تسبیح اور زنار کا	"
	سو پردہ میں ہر چند کہ وہ نور نہاں ہے	"
	ورنہ یہ خاک کا پتلا بخدا اندھا تھا	شہید
	جدھر جو دیکھا سو فانی ہے حق بقا دیکھا	صادق
	دنیا کا حال مجھ کو شبیشہ ہے دور بیں کا	صابر
	حصیر فقر ہمپایہ بنا قصر فریدوں کا	صبا
	آنکھ اگر ہوتی تو روتے ساغر جم دیکھکر	طاہر
	پر نہیں ہے نور تیری چشم میں	عاجز
	اہل دول کو تاج گہر۔ بار سر ہوا	عزیز
	چشم حق بیں ہو تو عاشق وہ کہاں ملتا نہیں	عاشق
	پھر کہو ہاں جلوۂ جانانہ ایسا چاہئے	"
	کونسی جا ہے جہاں جلوہ نہیں اللہ کا	"
	ہے عشق مجھ کو مالک کون و مکاں کے ساتھ	"
	کونسی شئے ہے جو مخفی ہے کسی انسان سے	فدا
	ثروت دنیا مگر اس کو برنگ خاک ہے	"
	اس آئینہ میں سکندر کا منھ نظر آئے	قدر
	لالہ رخسار و سمن بوئے و گل اندام بہت	"
	صدف صادق اگر ہے وریکتا بھی ہو	"
	مطلب کھلے حقیقت اہل مجاز کا	قلق
	ان کو دل ہی میں نظر آئے خدا کی صورت	قلزم

وہ جہاں رہتا ہے میں دیکھ لیا کرتا ہوں
حق سے ہوگا تو آگاہ
کس زرجہ بڑھی ہے وسعت چشم
اٹھائیں عرش پہ پہنچے جھکائیں زیر ثری
آنکھ کی تل میں سما جاتے ہیں سب ارض و سما
جہاں جلوے سے اس محبوب کے یکساں لبالب ہے
اس باغ کے ہر گل سے چپک جاتی ہیں آنکھیں
چشم حق بیں سے کرو تم ملکت نظر
نگاہ غور سے کر میرے سارے عالم میں
جو خدا نے دی ہیں آنکھیں تو کچھ ان سے کام بھی لے
تیرے ہی ذوق جلوہ سے وا ہوگئی ہے چشم
این و آں کی دوست دشمن سے نہیں ہے جیں بیں
مسند گل منزل شبنم ہوئی
ہو چشم معرفت تو زمانہ ہو آئینہ
عرصۂ آفاق میں چشم بصیرت چاہئے
مرتبہ یہ دیدۂ دیدار جو کا ہوگیا
کچھ نہیں دولت دنیا کی تمنا ہنر بر
کریمی نے وہ بینائی عطا کی
بسیرا طور پہ ہے آشیانہ عرش پہ ہے
جلوہ اسی کا پیش نظر ہے جہاں تہاں
جو بینا ہیں جہاں کا کارخانہ دیکھ کہتے ہیں

مجھ پہ احسان ہے اے دیدۂ بینا تیرا
چشم حق بیں پیدا کر
عالم ہے حباب سا نظر میں
خدا نے بخشی ہے بندوں کو کیا نظر نایاب
میں ابھی کونین کو رکھ لوں اٹھا کر آنکھ میں
نظر پیدا کر اول پھر تماشا دیکھ قدرت کا
مشکل بنے ہے آنکے صاحب نظروں کو
دیکھتے جو کچھ ہے سب باطل ہے یاں
کہ ہووے عین حقیقت وہی تو ساری ہے
ہمہ داں بنا سکے گی نہ تجھے کتاب ہرگز
یاں ورنہ امتیاز وجود و عدم نہ تھا
چشم حق بیں میں ہے میرے ایک ساغر بھرا
دیکھ رتبہ دیدۂ بیدار کا
ظاہر کہاں جلال جہاں آفریں نہیں
ذرہ ذرہ سے نمایاں جلوۂ خورشید ہے
طور منظور نظر ہونے کو سرمہ ہوگیا
اپنی نظروں میں ہیں سب لعل و گہر پتھر سے
نظر آنے لگی قدرت خدا کی
دیا ہے حق نے عجب طائر نظر کو اوج
دید اس ہزار بیں کا تو کر ایک آنکھ سے
خیال و وہم ہے یہ یا سراب و خواب ہے کیا ہے

حاجتمندی

حاجتِ اسباب کب رکھتے ہیں عالی مرتبت
بدتر نہیں ہے بات کوئی احتیاج سے
دنیا میں احتیاج سے بدتر ہے کون شئے
ضعیفوں کو ہے لازم آپ جائیں پاس منعم کے
انشا خیال محض ہے اس پر نہ بھولیو
جو خود مٹ جائے وہ کیا ہو کسی کے درد کا مرہم
دینار کی نہ ہم کو درم کی ہے احتیاج
انگشت نما کون ہو حاجت طلبی میں
اشرفی کے پیڑ کی جڑ ہے بشر کی احتیاج

عیسیٰ مریم گیا بے نردباں افلاک پر
رو بہ مزاج ہوگئے اس سے اسد مزاج
سو سال کا عذاب ہے اکدن کی احتیاج
بلاتا ہے کہیں دعوت میں دہقاں مور خرمن کو
ہرگز کسی کے ساتھ نہ ڈالے خدا غرض
کرے محتاج کیونکر حوصلہ حاجت روائی کا
بس تیری اک نگاہِ کرم کی ہے احتیاج
ماتھے پہ الف کھینچتے ہیں چھوڑ کے گھر بار
زرد رو انسان کو کرتی ہے زر کی احتیاج

	حاجتمندی
مجبوب	شکنج میں رہتا ہے دل آدمی کا
میکش	خدا بند رکھے نہ حاجت کسی کی
"	میں قسمت سے اپنی قناعت پہ خوش ہوں
میر	میری حاجت اے بے خلق میں بے قدر کیا
"	میں فقیرت نہیں تو دولت دنیا سے کام کیا
"	حاجت نہیں تو دولت دنیا سراب ہے
"	چشمہ حیواں ہے تشنہ دامن فریب
وحشت	کچھ احتیاج نہیں ہے تو فخر زیبا ہی
وقار	ہو ہاتھ کھینچ لیا ہو تو پاؤں کو پھیلا
ولی	غرض انساں کو فاک کرتی ہے
واسطی	ہے دعا تیری کہ کرے اپنے کرم سے
ہزبر	محتاج کسی کا نہ کرے اپنے کرم سے
"	برلائے طلب قاضئ حاجات ہماری
ہمدم	اس جہاں میں نہ کوئی ہوگا طلب سے خالی
"	کہیں اٹھا کی طلب ہے کہیں ادنے کی تلاش
اسیر	خدا دروغش کی نظر میں پھر تو وہ خواہی نخواہی ہے
"	حقیر اس کی نظر میں بشر کی احتیاج
"	ہے جب دور و تسلسل میں بشر کی احتیاج
انشا	کو تپلی کی پتلی کو نظر کی احتیاج
احمدی	ہے مرا یہ فیض عالم میں غنی ہوتے تو پھر
امیر	اشرفی کے پیڑ کی جڑ ہے بشر کی احتیاج
بحر	دیکھ کر

بحر	
برق	
"	
"	
پروانہ	
"	
"	
"	
"	
"	
"	
"	
"	
قراب	
"	
"	
ثاقب	
"	
"	
"	
"	
"	

دیکھ کر ماہ محرم دیکھتے ہیں زر کو کیوں	ترابؔ	ثاقبؔ
چڑھائیں ناک بھوں کیونکر نہ سب محتاج کے در پر	"	"
حکمِ حیا و ننگ ہے گھر سے نہ جائیے	جوشؔ	جوشؔ
فقر و حاجت ہیں ہوا انساں کو جب صبر و شکیب	حالیؔ	حالیؔ
مجھ کو تو ہے استغنا محتاج ترا ہوں میں	حیرتؔ	حیرتؔ
بوریا ۔ تہ بند ۔ بستر چاہئے	راسخؔ	راسخؔ
میں ہوں ۔ تم ہو ۔ کہ مدعی ہو	"	"
کون ہے احتیاج سے خالی	جنونؔ	رندؔ
وقتِ حاجت استحانِ اقربا بھی ہوگیا	"	سفیرؔ
رزق کا ضامن خدا ناطق کلام اللہ ہے	ذوقؔ	سوزؔ
حاجتیں محتاج بندوں کو نہ کرا ئیتیں اگر	"	سرورؔ
ہیں بہت محتاج اس دنیا میں کم حاجت روا	"	شہیدؔ
جو غنی تر ہیں وہ مفلوک تر آتے ہیں نظر	"	شرمؔ
جتنے آفات ہوں نازل ہوں الٰہی لیکن	خلقؔ	صابرؔ
لیجائیں غرض کس لئے ہم بندہ کے آگے	"	صفدرؔ
آتے ہیں کام صاحبِ نعمت کے ناتواں	"	عاشقؔ
افتادگاں کی حاجت نکلے نہ سرکشوں سے	"	"
فقط تفاوتِ شاہ و گدا ہے حاجت سے	"	فداؔ
اہلِ حاجت کو امیروں سے بھلا ہو بہرہ خاک	"	"
روکے دریا ہیں مگر پانی سے کب ہو بے غرض	"	قائمؔ
کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند	"	ناسخؔ
ہیں جو اہلِ شرم کچھ فکر تامل ہے انھیں	"	نظمؔ
کس مرد کو نہیں ہے کسی زن کی احتیاج	"	
مرکے بھی چاہئے ہے گور و کفن	"	
سب کے خالق نے بنائے کاسۂ سر واژگوں	"	
مٹتا ہے احتیاج کا داغ القصا سے کب	"	

حُبِّ دُنیا

کس کس بشر کو لائی ہے دنیا فریب میں	آتشؔ	
طالب دنیا ہیں سب مردار خوار	ترابؔ	
اس زمانہ میں ہے ہر شخص کو دنیا کی تلاش	"	
اہلِ دنیا ہوتے ہیں یوں زر کے گرد	"	

سب سے پہلے ہے یہ دنیا میں بشر کی احتیاج	ثاقبؔ
نجاست کی جگہ کو خلق حاجت خانہ کہتی ہے	"
کہتی ہے احتیاج کہ چلئے سفر کو اب	جوشؔ
پھر نہیں کوئی برائی فقر و حاجت سے بڑی	حالیؔ
میں کیوں نہ تجھے مانوں مجھ کو تو ضرورت ہے	حیرتؔ
تارکِ دنیا کو بھی زر چاہئے	راسخؔ
محتاج نہ ہو کوئی کسی کا	"
ہر بشر کے لئے ضرورت ہے	رندؔ
قرض کچھ مانگا تو سب کھا کھا کے قسمیں رہ گئے	سفیرؔ
تس پہ اپنی صورتوں کے روز حاجتمند ہیں	سوزؔ
پھر کوئی بندہ کسی بندہ سے کیا رکھتا غرض	سرورؔ
لینے والے سیکڑوں ہیں دینے والے بعض بعض	"
جو تھے محتاج الیہ اب وہ ہوے یاں محتاج	شہیدؔ
جیتے جی ہو نہ کسی کا کوئی انساں محتاج	"
ہم کو ہے فقط داور دادار سے مطلب	شرمؔ
اٹکے جو دانت میں وہ نکالیں خلال سے	صابرؔ
کب شمع آنسوؤں سے لب تر کرے لگن کا	"
سب ایک سے ہیں جو اٹھ جائے درمیاں سے غرض	صفدرؔ
گوشِ زد منعم کے آوازِ گدا ہوتی نہیں	عاشقؔ
جو ہے دنیا میں اُسے ہرگز نہ سمجھو بے غرض	"
کس کی حاجت روا کرے کوئی	"
کم کسی کو ورنہ ہے آج احتیاج از دولج	فداؔ
کوئی بشر نہیں کہ نہ کھاتا ہو جو اناج	"
کون ہے جس کو احتیاج نہیں	قائمؔ
آدمی اس پر بھی پیش آدمی سائل ہوا	ناسخؔ
او ہرزہ کار آگ بجھی ہے ہوا سے کب	نظمؔ

کیا کیا جواں مرید ہے اس پیرِ زال کا	آتشؔ
چاہئے دندان سگ کو گوشِ خر	ترابؔ
بس غنیمت ہے جسے کچھ بھی ہو عقبےٰ کی تلاش	"
جس طرح مردار پر گرتے ہیں زاغ	"

سرائے دہر یہ دم لینے کا مقام نہیں
دیکھے نہ پیرزالِ جہاں کو اٹھا کے آنکھ

دنیا سے بڑھکے کون ہے ہرجائی دوسرا
کیا کہیئے آکے دہر میں کیا کام کر چلے

زاہدا کیونکر کروں میں ترک یہ دنیا وہ ہے
ناداں ہیں وہ جو طالب لذت ہیں دہر میں

منزلِ ہستی میں غافل ہوشیاری شرط ہے
دنیا کی راہ سخت عجب سنگلاخ ہے

خالی نہیں جہاں میں کوئی مکر و زور سے
اہلِ دنیا مالِ دنیا پر جھگڑتے ہیں عبث

عدم سے آکے ہستی میں نہ ہو آرام کا طالب
خواہش دنیا ہے یوں ہر ایک دنیادار کو

کیا نظر میں ٹھیرے اپنے مالِ دنیائے دنی
جسے کہتے ہیں عالم اک خراب آباد بستی ہے

آنکھ کھلتے ہی کہا دل نے جو دنیا دیکھی
عجب کیا ہے جو عاقل گردشِ ایام میں آئے

ذلت جہاں کی باعثِ عزت ہے دہر میں
مٹی ہوی ضرور خراب اسکی واسطی

آتے ہی قید محبس دنیا میں ہم ہوئے
محیطِ دہر میں راحت کہاں جز خانہ بربادی

جائے اماں کہاں ہے خراباتِ دہر میں
کون دنیا کے فریبوں سے نکل سکتا ہے

جاؤں کہاں حوادثِ عالم کہاں نہیں
مثل ہے کہ جی ہے تو سارا جہاں ہے

عدم کے قافلہ والو قدم بڑھائے ہوئے
مردوں میں آبرو نہیں کچھ زن مرید کی

دو دن نہ کس کے پاس یہ بدذات رہگئی
بربادِ مشتِ خاک کا ہم نام کر چلے

سیر کو آئے تھے آدم باغِ رضواں چھوڑ کر
اے واسطی ہے داغِ ثمر اس نہال کا

دفعۃً اک روز اس جا سے سفر ہو جائیگا
تیمور دوڑ کر جو چلا لنگ ہو گیا

عالم تمام عالم نیرنگ ہو گیا
چار دن کا ہے یہ میلا جا کے پھر آتا ہے کون

بجز ایذا کہاں رہرو کو راحت قطع منزل میں
دوڑتے ہیں جیسے کتے دیکھ کر مردار کو

ہے یہ سیم قلب مانندِ دلِ قاروں سیاہ
کہ ہستی نیستی ہے نیستی دنیا کی ہستی ہے

گھر پرانا ہے کوئی اسمیں بھلا خاک رہے
کہ دانہ دیکھکر آدم سے دانا دام میں آئے

اچھا رہا وہ سب سے بُرا جو یہاں رہا
دو دن جو آکے کوئی نہ آسماں رہا

گردن میں طوقِ گردشِ ایام پڑ گیا
حباب آسا ہے راہِ سیل میں ہر دم مکاں اپنا

آیا جو اس خرابے میں ہے کس قدر خراب
کیسے اس بھول بھلیاں میں ہیں تعمیر کے پیچ

کس شہر کی زمیں ہے جہاں آسماں نہیں
اگر ہم نہیں ہیں تو عالم نہیں ہے

حبِّ وطن

کہاں وہ اہل وطن کی صحبت وطن کو چھوٹے ہوئی مدت
پل مارنے کا ہے یاں بسیرا

خوب روئے حال پر اپنے وطن کا سنکے حال
ہستی میں یاد آئے نہ کیونکر عدم مجھے

سرد آہیں جب کسی نے کیں وطن یاد آگیا
کہتی ہے یادِ وطن مجھ سے نہ روٹھ اب من جا

کسی کسی کی ہے یاد صورت خیال کچھ کچھ کہیں کہیں کا
حب وطن ہے ایمان میرا

کوئی غربت میں جو آنکلا ہمارے شہر سے
وہ آدمی نہیں جسے حب الوطن نہ ہو

چار جھونکے جب چلے ٹھنڈے چمن یاد آگیا
چھوڑ غربت کو پلٹ چل مرے پیارے گھر کو

قلق
"
"
"
ناسخ
واسطی
"
"
"

حب وطن

جو دوستانِ وطن نے دئے ہیں داغ امیر	داغ	امیر
غربت میں ہے جو صورت خط میں لکھوں کہاں تک		
گلہ نا آشنا کا کیا کریں اے اشک غربت میں	ذوق	اشک
اکیلا بیٹھ کر رویا کیا ہوں دشت غربت میں		
ہچکیاں آتی ہیں کیوں عالمِ غربت میں دلا		امانت
در بدر پھر کے ہمیں گھر کی دلا قدر ہوئی		
صورت احباب کی آنکھوں کے تلے پھرنے لگی		بحر
جب لگی حُبِ وطن کی تو کسی سے نہ بجھی		
اجڑ گیا ہے وطن کیوں ہے دل کو حبِ وطن		بدر
یہاں پہ بربادیٔ وطن کا ہے شغل یاروں کی انجمن کا		باقی
وطن کی یاد میں دل آہ زار و محزوں ہے		تسلیم
غربت میں کیوں نہ اہل وطن مجھ کو یاد آئیں		تجمل
دے حق نہ کسی کو غمِ وطن کا		تراب
اگرچہ دشت میں گزری تمام عمر اپنی		جرار
سفر کس طرح وہ کرے اختیار		
پھولا ہوا جو دیکھا نقشہ کوئی چمن کا		جوش
دہری ہے پیشِ نظر دوستوں کی تصویریں		
غربت میں آگیا جو کچھ تذکرہ وطن کا		جویا
رہے ثبات سے غربت نصیب ہم اے جوش		
مجھے بھولے کچھ ایسے ہائے احباب وطن میرے		جوہری
پھر اس پہ کہتے ہو جویا وطن کو جائینگے		جلیل
سفر وطن سے ہے یا تن سے رخصت جاں ہے		
ایک برچھی سی لگی ہے جگر و دل پہ جلیل		حیرت
یاد جب آیا وطن حسرت نے سر دھن کر کہا		
لگتا ہے نہ گلشن میں نہ جنگل میں مرا جی		
دل پر سے ابھی دور ہو یہ بارِ الم سب		حامد
آرام اپنے دل کو دنیا میں بس وہیں ہے		حالی
پردیس میں سچ ہے کیا ہو دل شاد		
کیا زمانہ کو تو عزیز نہیں		
تیری اک مشتِ خاک کے بدلے		
نہ لیوے دیگا جنت میں بھی آرام		
کرتی ہے نیا روز مرے داغ کہن کو		
اے بے خبر تو آپ سے غافل نہ بیٹھ رہ		

میں جانتا ہوں اُسے لالہ زارِ غربت میں	امیر	
تصویر اپنی بھیجوں احباب کو وطن میں		
ستاتے ہیں ہمیں دوروں سے کچھ اہلِ وطن بڑھکر	اشک	
نہیں بھولے مرے دل سے محبانِ وطن برسوں		
کیا عزیزوں کو میں آوارہ وطن یاد آیا	امانت	
راہِ غربت میں جو بھولے تو وطن یاد آیا		
آگیا منھ کو کلیجا جو وطن یاد آیا	بحر	
آبلے بن گئے موتی جو عدن یاد آیا		
یہ کیا بنائے گا رہ کر کرے گا کیا پیدا	بدر	
نہیں ہے چرچا کسی سخن کا کھلا ہے دفترِ غم وطن کا	باقی	
وطن کی یاد میں غربت میں چشم پُرخوں ہے	تسلیم	
اب دل میں ولولے مرے حبِ وطن کے ہیں	تجمل	
نالہ ہے یہ بلبلِ چمن کا	تراب	
وطن کی آج تلک دل سے آرزو نہ گئی	جرار	
جسے ہو وطن میں اقامت نصیب		
آنکھوں میں صاف نقشہ پھرنے لگا وطن کا	جوش	
سفر میں صحبتِ اہلِ وطن غنیمت ہے		
دل کو بندھا تصور یاروں کی انجمن کا		
نظر نہ آئی کبھی گلشنِ وطن کی بہار	جویا	
ادھر ہو کر نسیم آئی نہ تو بادِ صبا گزری		
اٹھائے جور نہ اہلِ دیار کے آگے	جوہری	
نگاہ یاس سے دیوار و در کو دیکھتے ہیں	جلیل	
کبھی غربت میں وطن کی جو ہوا آئی ہے	حیرت	
کون ہے جسکو نہیں حیرتِ وطن کا ذوق شوق		
ہر لحظہ چلی آتی ہے بو مجھ کو وطن کی		
آجائے خبر آج اگر میرے وطن کی	حامد	
پیارے وطن سے بڑھکر پیاری زمیں نہیں ہے	حالی	
جب جی میں بھری ہو دیس کی یاد		
اے وطن تو تو ایسی چیز نہیں		
نہ لوں ہرگز اگر بہشت ملے		
یہی گر جذبۂ مہرِ وطن ہے		
غربت میں خدا یاد دلائے نہ وطن کو	حیرت	
جوں شعلہ یاں سفر ہے ہمیشہ وطن کے بیچ	درد	

اے جنوں غربت میں وقت سیرِ گلہائے چمن
ہائے یاروں کا بہم راتوں کو مل کر بیٹھنا
جلد پہنچا دے وطن مجھ کو دیارِ غیر سے
یہ بھی کوئی زندگی ہے عمر غربت میں کٹی
میں ہوں کیا ننگِ وطن اے خانماں آوارگی
بیکسی اچھا وطن خواہاں نہیں میرا نہ ہو
کس مپرسی کے سوا دلسوز ہے غربت میں کون
زخم دل پر شام غربت میں نمک پاشی کرے
دام غربت میں کیا صیاد گردوں نے اسیر
شوقِ کنعاں حضرت یوسف کے دل سے پوچھ لے
رہنے دے بس اے مئی غربت یہ ٹھنڈی گرمیاں
دل میں ہے یارب یہ کن آئینہ رویوں کا خیال
ہمنشینوں کچھ نہ پوچھو رعب کا غربت میں حال
ہائے اے حب وطن راہزنی کی تو نے
اس طرح غربت میں ہے مجھ کو وطن کی آرزو
بے اختیار ہو گیا آنسو نکل پڑے
ہے مجھ کو جان و دل سے محبت وطن کے ساتھ
لگتی نہیں مطلق کسی صحبت میں طبیعت
غربت میں جو آتا ہے نظر مجمع احباب
جس کو وطن سے عشق ہے اہل وطن سے انس
کیا جانئے کیا سحر ہے دنیائے دنی میں
حب وطن میں سوے عدم کیجئے سفر
آسائش وطن کی نہیں قدر آپ کو
غربت میں یاد اہل وطن دل میں رہ گئی
وطن کو چھوڑنا لازم نہیں گو ہو پریشانی
پھرتا رہا ہے ساتھ برابر نگاہ میں
کچھ ہیں گریاں نہیں ہیں دورئ احباب سے
آئیگا منھ کو کلیجا اب وطن کی یاد میں
وہ ہوائے روح پرور اور وہ اثمار لذیذ
غیر کی ہر چیز نظروں میں مری ناچیز ہے
یہ سودائے وطن کیا سر سے جائے
یاد اس غم غربت میں بھی آرام وطن ہے
نہ میں یوسف ہوں نہ یعقوب کے فرزند ہیں وہ

یاد آتے ہیں مجھے خار بیابانِ وطن
پھرتے ہیں آنکھوں میں وہ خوابِ پریشانِ وطن
المدد اے جذبۂ شوقِ فراوانِ وطن
ایک دو دن کو کبھی ہو آئے مہمانِ وطن
بڑھ گئی میرے نہ رہنے سے کوئی شانِ وطن
جان سے دل سے مگر ہوں میں توخواہانِ وطن
کیجئے کس سے بیانِ سوزِ پنہانِ وطن
کچھ مزہ دے باد شورِ صبح خندانِ وطن
ہائے مجھ کو جانکر مرغ خوش الحانِ وطن
قصر شاہی مصر کا اچھا کہ زندانِ وطن
یاد ہے کیفیتِ صبح زمستانِ وطن
گو وطن سے دور ہوں لیکن ہوں حیرانِ وطن
عندلیب خوشنوا ہے محو دستانِ وطن

یاد غربت میں بھی اپنا مجھے گھر آ ہی گیا
جیسے بلبل کو قفس میں ہو چمن کی آرزو
غربت میں یاد آیا جو اپنا وطن مجھے
ہو کیوں نہ عندلیب کو الفت چمن کے ساتھ
آتی ہے ہمیں یاد جو یارانِ وطن کی
بے ساختہ یاد آتا ہے مجھ کو وطن اپنا
وہ خار بھی سمجھتے ہیں اپنے وطن کے پھول
ہم یاد وطن بھول گئے بے وطنی میں
دو دن سرائے دہر میں بھی جی بہل گیا
سنئے مصیبت ایک غریب الدیار کی
آیا کوئی ادھر سے نہ پہنچی خبر کبھی
کہ بوے گل پریشاں ہو کے رہتی ہے گلستاں میں
ہم سے کبھی جدا نہ ہمارا وطن ہوا
حشر تک اس غم میں سب جن و بشر رویا کئے
چشم بلبل خون روئے گی چمن کی یاد میں
نوک ہے خار وطن کی مجھ کو آزار لذیذ
ہاں وطن کیا چیز ہے حب وطن کیا چیز ہے
لیا نزر دیکھے ہے اس درد سر کو
ہم جو پڑے میں دیکھتے ہیں خواب محل کا
پھر مرے پیچھے پڑے اہل وطن کیا باعث

رعب
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
سخن
"
"
شفق
"
شائق
ضیا
ظہیر
عاشق
"
"
عاقل
عارف
غافل
فوق
"
"
"
قانع
قدر

حب وطن

اے وطن دوری تری کرتی ہے کس کو سربلند
اے وطن کب ہوتے نہیں اہل سفر کے ہاتھ پاؤں
پیش کب ہوتا کہاں غربت میں تعظیم جلا
ہیں بیسیرے کہاں گیا وہ دن گئے وہ دل گیا
وہ زمانہ ہی گیا وہ لوگ گئے وہ دل گیا
شاہی کی گر ہوس ہو تو کر خدمت وطن
شاہ ہی کی نہ زر سے نہ جاہ سے اور
سلطنت سے بھی گی خدمت اہل وطن ہے بھلی
زاہد تو اب خدمت اہل وطن ہے بھلی
ہے تو غربت میں مل رہیں گی چور جناں مجھے
ہے تو غربت میں جو یاران وطن سے
یاد آجاتے ہیں غربت میں آ جھمکا دل سے
یاد آتی ہی نہیں آہ بھلا دل سے
نسبتیں ہیں زر خیزیاں ہیں کثرت سے
بجا ہے اہل وطن وطن میں نسبتیں
محبت اہل وطن میں خاک آ ہی گی
یاد اے وطن حب وطن میں نہیں
حب وطن دوست ہے جزو الفت وطن
کر جکا دوست کی ہے جزو الفت وطن
ساری تر فیوں کی ہے بڑی ہے پر دوری
ساری تر فیوں کی ہے بڑی ہے پر دوری
کر سوچئے تو بات بڑی ہے کیا کچھ مفر
کر سوچئے تو بات بڑی ہے کیا کچھ مفر
غربت میں وطن میں نہ کیا کچھ کمی سے
غربت میں وطن میں نہ کیا کچھ کمی سے
اس پہ بھی نہ نور نظر صنعت
اس پہ بھی نہ نور نظر صنعت
حب وطن نہ چھوٹے تو بھی رہے وطن میں
حب وطن سے تو بھی رہے وطن میں
ہو جائے گئے وطن سے
ہو جائے گئے وطن سے
زیبا ہیں
زیبا ہیں

دنیا میں بے وطن کو نہیں لطف زندگی — امیر
غربت میں گل کھلائے ہے کیا کیا وطن کی یاد — "
پاتے تھے چین کب غم دوری سے گھر میں ہم — مومن
مجھ کو نزدیک بدل جانیو یاران وطن — ممنون
غربت میں رہ کے مشق تصور ہے راے دن — مضطر
جب سوئے قفس بوے سمن آتی ہے — مہر
مل جاتے ہیں جب اہل وطن غربت میں — "
اپنے وطن سے بہتر کوئی نہیں ٹھکانا — "
اہل وطن سے پوچھو تم خوبیاں وطن کی — "
کھاؤ ہوا وطن کی کچھ اور ہی مزہ ہے — "
خاک وطن نہ کہیئے اکسیر و کیمیا ہے — "
ہے دھوپ میں وطن کی کچھ اور نور تاباں — "
کیونکر جگہ وطن کی دل میں نہ ہو ہمارے — "
ہے ہم کو جان و دل سے اپنا وطن پیارا — "
ہاں مہر یہ سخن ہے دنیا میں سب نے مانا — "
وطن میں اہل ہنر کی ہمیشہ عزت ہے — نشاط
انسان کو وطن میں بھی ہو چین۔ ہے محال — ناسخ
ہے بلائے دہر سے امین وطن میں ہر کوئی — "
وطن میں کچھ نہیں بیم گزند انسان کو ہرگز — "
وطن میں قدر انساں کی کبھی ہوتی نہیں ہرگز — "
وطن میں آبرو پاتا نہیں ہمچشموں میں انساں — "
غربت میں نہیں ہے اور کچھ رنج — ناسخ
دشت غربت میں نگہ اپنی جہاں جاتی ہے — "
کر جائے گا یہ طائر جاں جسم سے پرواز — نواب
مر مر گئی بلبل جو کیا یاد چمن کو — وزیر
جو ہیں روشندل نہ جاویں چھوڑ کر اپنا وطن — ہمدم

پتھر سے چھلکے رقص نہ اتنا شرر کرے — منیر
جیسے قفس میں مرغ چمن کو چمن کی یاد — مومن
راحت وطن کی یاد کریں کیا سفر میں ہم — "
تفرقہ سازئ دوراں سے گو میں دور ہوا — ممنون
جب آنکھ بند کی تو یہ بندہ وطن میں ہے — مضطر
بلبل کو بجا یاد چمن آتی ہے — مہر
کیا کیا تری یاد اے وطن آتی ہے — "
خار وطن کو گل سے خوشتر ہے سب نے مانا — "
بلبل ہی جانتی ہے آزادیاں چمن کی — "
پانی پیو وطن کا امرت سے بھی سوا ہے — "
رتبہ تری زمیں کا کچھ اے وطن جدا ہے — "
اور چاندنی یہاں کی چاندی سے ہے درخشاں — "
جو دن ہمیں تھے پیارے گزرے یہاں وہ سارے — "
اچھا وہ دن ہے اس کی خدمت میں جو گزارا — "
اپنے وطن سے بہتر کوئی نہیں ٹھکانا — "
شجر ثمر کے لئے اور ثمر شجر کے لئے — نشاط
پانی میں مچھلیاں بھی ہیں اک اضطراب میں — ناسخ
شیشہ گوہر میں کب پڑتا ہے روزن آب میں — "
کوئی سوراخ ہوتا ہے دل دردانہ پانی میں — "
خذف کے مول بھی بکتا نہیں دردانہ پانی میں — "
بھلا کب مردم آبی کو قدر در مکنوں ہے — "
کرتا ہے مجھے غم وطن زرد — ناسخ
وہی کوچہ وہی بازار نظر آتا ہے — "
غربت میں اگر یاد وطن کی مجھے آئی — نواب
غربت میں خدا یاد دلائے نہ وطن کو — وزیر
بحر سے باہر قدم رکھے نہ سوے پر حباب — ہمدم

حرص

ہوتی ہیں حاجتیں روا کس سے کریم کے سوا — امیر
سب آفتوں سے چھوٹ گیا کر کے ترک حرص — "
اہل جہاں کو دولت دنیا سے ہے یہ انس — "

کرتے ہیں حرص آشنا غیر سے التجا بہت — امیر
کیونکر نہ ہو مجھے دل پر آرزو پسند — "
جس طرح مور و مار کو شیر و شکر عزیز — "

حرص

منہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے — امیر
حرص دولت سے ہے اہل حرص کو شوق کتاب — امیر
حریصوں کا شکم بھرتا ہے کوئی جمع دولت سے — "
آسیر اہل جہاں جتنے ہیں زر کی حرص رکھتے ہیں — "
جس جگہ ہے باب روزی ہیں وہیں ہر دم حریص — "
سر کٹے تو حرص دنیا دل سے جائے — "
حرص جو حد سے زیادہ ہے وہ ہے پیغام مرگ — "
حریصوں کو کبھی رزق جہاں سے سیر ہونے دے — "
ہے زرد تن زار حریصوں سے عجب کیا — "
بر آئے کیا مراد نہ چاہے اگر خدا — "
شش جہت میں حرص دولت کی نہیں کس سے دوچار — "
لے گیا زیر زمیں بھی گنج قاروں اپنے ساتھ — "
دولت کی حرص نے مجھے دیوانہ کر دیا — "
طمع دیکھو کہ اہل حرص مٹی آپ لیتے ہیں — "
دولت وہی ہے کہتے ہیں جس کو کہ ترک حرص — "
حرص کہتی ہے کہ پھرنا ہے زمانہ میں ضرور — "
ناداں کو ہو مبارک دنیائے دوں کی دولت — "
پہنے ہوئے پھرتے ہیں جو زنجیر طلائی — "
اسقدر پھرتے ہیں کیوں خواہش دولت میں حریص — "
دنیا کی فکر جائے تو دل بادشاہ ہو — "
حریصوں کو سوائے سوز غم نعمت سے کیا حاصل — "
گرد رہتے نہیں بے وجہ حریص دولت — "
حرص دولت نے پھنسا رکھا ہے قید سخت میں — "
نہ سماعت نہ بصارت ہے نہ طاقت ہے نہ زور — "
تا تمول در منعم کو نہ چھوڑیں گے حریص — "
کیسے حریص زینت ظاہر ہیں نامور — "
طلسم اے آسماں شاید ہے نعمت خوان دنیا کی — "
حریصوں سے کہو کیا شکوۂ گردوں سے ہوتا ہے — "
ہے دولت جہان کو محبت بخیل سے — "
نیش تھا نعمت دنیا میں نہ سمجھے یہ حریص — "
دانہ لگے جو ہاتھ تو خرمن کی ہو تلاش — "
مٹھی میں مثل غنچہ لئے ہیں حریص زر — "
عبرت سے دیکھ قصۂ قاروں دلیل ہے — "

گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا — امیر
کاسۂ طنبور مطرب ٹھیکرا ہے بھیک کا — امیر
کہ تاج زر پہ بھی رونا وہی ہے شمع محفل کا — "
یہ وہ ہے عہد جس میں نقش حب نقش درم ٹھیرا — "
چھوڑتی ہے کوئی گر بہ گھر کبوتر باز کا — "
صدقہ دیجے گھر سے ہو باہر بلا — "
زہر ہے انسان کو حلوا بھی اگر کھائے بہت — "
دہاں بند اے فلک کب تک دہان گاؤ خرمن پر — "
لوٹیں ابھی سونے کا اگر تار سمجھ کر — "
نکلی ارم بنا کے نہ شداد کی ہوس — "
ایک کشور گر ملے ہو ہفت کشور کی طمع — "
اتنی بھی انسان کو لازم نہیں زر کی طمع — "
چاندی کی بیڑیاں ہوں مری زرنگار طوق — "
رسائی ہے انھیں منظور قاروں کے خزانے پر — "
دل ہے غنی تو حاجت سیم و طلا نہیں — "
ضعف کہتا ہے کہ جانا نہ خبردار کہیں — "
دندان سگ کا موتی زیبا ہے گوش خر میں — "
سودا ہے انھیں دولت دنیا کی ہوس میں — "
نہ ملے گا نہ ملے گا جو مقدر میں نہیں — "
جمعیت حواس الٰہی سپاہ ہو — "
کہ جلتا ہے فتیلہ جس قدر روغن کو پیتا ہے — "
قطرۂ آب ہوں سمجھے ہیں یہ گوہر مجھ کو — "
مشکل آساں اے اجل تیری بدولت ہو تو ہو — "
اس خرابی پہ بھی جینے کی ہوس باقی ہے — "
جب تلک شہد ہے انبوہ مگس باقی ہے — "
فرمائشیں ہیں مہر میں نقش و نگار کی — "
نہیں ہوتا ہے ہرگز سیر اس سے میہماں کوئی — "
عبث کھوتے ہو آنکھیں سامنے اندھے کے رونے سے — "
قاروں کے ساتھ اب بھی زمیں میں خزانہ ہے — "
یاد زنبور انھیں ذوق عسل میں نہ رہی — "
یہ ابتدائے حرص ہے وہ انتہائے حرص — "
کیا گلشن جہاں میں چلی ہے ہوائے حرص — "
ہیں مبتلائے دام بلا مبتلائے حرص — "

حرص

اس کا نہیں ہے کوئی معالج جہان میں — "
کس طرح جائے گا مرض لاعلاج حرص — "
اب دربدر جہان میں پھرتا کہاں اسیر — "
آئی ہماری موت ہوئی انتہائے حرص — "
دل کی صفا کہیں نہ مٹائے یہ حرص زر — "
سر صاف کر چراغ شبستاں سے اے حباب — "
حرصیں ناتواں ہیں کس طرح ہوں تارک دنیا — "
حرص دانہ بہر مورچہ زنجیر خرمن میں — "
مرتبہ ہر کسی کو پہنچے ہیں اگر حاصل — "
حرص دنیا نے کیا ہے جو تو حاصل کر لے — "
حرص بدر کا ہے کو پھرتے ہو تو حاصل کر لے — "
پائینہ نہ ہو حرص کا اسے طائر قدسی — "
حرص میں جو دانہ کھیتے ہیں مرغان حریص — "
ہے دام میں گرفتار نہیں ہیں قاروں کا خزانہ دور ہے — "
دست بردار نہیں حرص سے پیری میں حریص — "
ڈھونڈھتے ہیں دولت دنیا کا سے زر نہاں جیسے حریص — "
عالم تمام حرص ہے ایک حرص زار ہوں میں حریص — "
پائے ہے کچھ ہے ایک حرص زار ہوں میں حریص — "

حرص

ہر وقت پست مرتبۂ اہل حرص ہے	بحر	آب رواں سے کم نہیں عمر روان خلق	امیر
اہل دنیا حرص زر میں ہو گئے کیا کیا ہلاک		زہر قاتل ہو گیا شربت انھیں دینار کا	"
جو اہل حرص ہیں نعمت سے بھی محروم راحت ہیں		دہاں بند ایکدم کھلتا نہیں ہے گاو خرمن کا	"
حرص تھی مثل مگس بیجا کہ آخر اے حریص		خوان نعمت اٹھ گیا تو ہاتھ مل کر رہ گیا	"
ہوا حریص کو جز خاک گور کیا حاصل		عبث تمام زمانہ کا بندوبست کیا	"
اے دل غذائے خون جگر سے غنی ہیں ہم		دیں جان اہل حرص غذائے لطیف پر	"
دیتا ہے اہل حرص کو گردوں سزائے حرص		بے دانہ پیستی ہے انھیں آسیائے حرص	"
کھایا اگرچہ سارے زمانہ کا ہم نے غم		موقوف ابتلک نہ ہوئی اشتہائے حرص	"
اے موت خاک گور سے بھر دے اسے شتاب		کب تک دہن کو کاسۂ سائل بنائے حرص	"
دیکھو تو حال اہل جہاں کا ہے کچھ عجب		موت انکے پیچھے دوڑتی ہے یہ قفائے حرص	"
دریا جہاں ہو تر نہ کریں خشک لب کبھی		ہم آشنائے صبر ہیں نا آشنائے حرص	"
قانع وہ ہوں کہ میری دعا ہے یہ ہر سحر		دشمن کو بھی خدا نہ کرے مبتلائے حرص	"
قاروں کی طرح جمع جو کرتے ہیں مال و زر		حاجت نہیں ہے اہل دول کو سوائے حرص	"
خاکساری، خاکبازی، تنگدستی، مفلسی		ہیں یہی اجزا مہوس نسخۂ اکسیر میں	"
جو ناداں ہیں وہی مرتے ہیں اس تحصیل دنیا پر		رہے پابند کب عاقل کوئی حرص و ہوا ہو کر	احد
جاتی نہیں ہے حرص و ہوا اہل حرص کی		خواہش زدہ فنا پہ بھی دفن و کفن کے ہیں	"
شامل دولت دنیا ہوں میں کیا اے آتش		گنج قاروں سے بھی اوقات نہیں کٹتی ہے	آتش
ہوس نعمت کی بعد مرگ بھی رہتی ہے انساں کو		لحد میں پاس رکھ دیتے ہیں دو افتادہ زماں کو	"
حرص و ہوا کو سینہ میں غافل جگہ نہ دے		مطلب کو فوت کرتا ہے کیڑا کتاب کا	"
آزاد نے قدم نہ رکھا قید حرص میں		سچ ہے کہ دی خدا نے ہے کیا ہی سمجھ اسے	آزاد
مرنا بھی ضروری ہے خدا بھی ہے کوئی چیز		اے حرص کے بندو ہوس جاہ کہاں تک	اکبر
کھلا ہے باغ قناعت میں غنچۂ خاطر		خدا بچائے کہیں حرص کی ہوا نہ چلے	"
لئے پھرتی ہے مجھ کو جا بجا حرص		ہوی ہے کس بلا کی اے خدا حرص	"
سیہ کرتی ہے دل یہ پانچ چیزیں		دغا بازی، حسد، کینہ، ریا، حرص	"
بھلے کاموں کی اکبر چاہیئے ہوڑ		برے فعلوں کی ہے بس نا سزا حرص	"
تھا سر میں کمال وہ تو سلطان بنا		تھا دل میں جمال وہ مسلمان بنا	"
لذت طلبی سے نفس رندی پہ جھکا		تھا پیٹ بہت حریص شیطان بنا	"
مانند موج رکھتی ہے آوارہ حرص و آز		روز اس ہوا سے رہتا ہے رنج سفر مجھے	انور
بیٹھ سکتے نہیں قناعت سے		مائل حرص و آز ہیں ہم لوگ	انجم
ہے تہیدستی جہنم اہل حرص و آز کو		رات دن جلتے ہیں داغ درہم و دینار سے	اسمٰعیل
شکم پروری جنکا شیوہ ہے ان کو		اسیر جفائے شکم دیکھتے ہیں	"
طلب جاہ میں برسوں رہے اے اشک خراب		کہیں رہنے نہ دیا حرص و ہوا نے ہم کو	اشک
ہوا و حرص سے خالی دماغ کر غافل		بگڑ نہ جائے کسی دن حباب کی صورت	"

حرص

خارِ تگرگِ متاعِ قناعت جہان میں — کوئی نہیں نظر میں سوائے ہوا و حرص — بحر
باہر نکل نہ کنجِ قناعت سے اے سریں — مقراضِ آبرو ہیں دو پائے ہوا و حرص — "
ہر شخص کا ہے دانت زمانہ کے مال پر — دو سانپ گنج پر ہیں بجائے ہوا و حرص — "
جب تک کفن نہ پہنیں گے یہ مردِ حریص — اتریگی جسم سے نہ قبائے ہوا و حرص — "
اے بحر کیا حباب صفت سر اٹھائیے — اپنی گرہ میں کیا ہی سوائے ہوا و حرص — "
ہیں یہ دندانِ حرص پوشیدہ — تن انساں میں استخوان نہیں — "
کیوں زیور و زر کے لئے مرتے ہیں ہوسناک — کیا باندھ کے لے جائیں یہ مال کفن میں — "
کبھی نیت نہ ہو سیر اہلِ دنیا کی تمول سے — جو انکے گھر میں ہن برسائے ساتوں آسماں برسوں — "
حریصِ مال جو مرتا ہے میں یہ کہتا ہوں — گیا ہے زیرِ زمیں ڈھونڈھنے دفینوں کو — "
فی الواقعی کہ پیٹ ہے دوزخ حریص کا — آواز ہر نفس میں ہے حبل الورید کی — "
منکشف حال ہوا و حرص جس دم ہو گیا — خاک کے پتلے نظر آئے بگولے خاک کے — "
آرزو اکسیر کی ہے اور پارس کی ہوا — اہلِ دنیا کو بھی کیا کچھ خاک پتھر چاہئے — "
بھاگتی پھرتی ہے دنیا دوڑتے پھرتے ہیں ہم — ہم سے نفرت ہے اُسے جو شئے ہمیں مانوس ہے — "
دنیا پرست خانۂ دیں سے رہا بعید — کتا کنشت کا نہ غزال حرم ہوا — "
جا بجا مجھ کو لئے پھرتی ہے دنیا کی ہوس — بیٹھ جاتا ہے بگولا جب نکلتی ہے ہوا — "
آدمی ہوتا ہے سرگرداں بگولے کی طرح — آندھیاں اچھی ہوا و حرص کا جھونکا بُرا — "
لجۂ حرص و ہوا سے نہ کوئی پار اُترا — جس نے دنیا سے کنارہ کیا ساحل دیکھا — "
رہے خدا کی حفاظت میں مشت خاک اپنی — ہوا و حرص کی اٹھی ہیں آندھیاں کیا کیا — "
قانع ہوں میں کشتہ مجھے کیا حرص کریگی — شائق ہوں نہ زر کا نہ ہوں اکسیر کا مشتاق — باقی
خاک میں قاروں کی دولت مل گئی — خاک کیا اب حرص دولت کیجئے — "
حریص کی نہیں دنیا میں قدر کچھ باقی — کہاں مگس کی فضیلت ہوئی ہما کیطرح — "
حرص میں تمیزِ نیک و بد کبھی رہتی نہیں — روے دنیا حور بہر اہلِ دنیا ہو گیا — برق
کوئی بے حس بھی ہوا و حرص سے خالی نہیں — آہ بھی دنیا میں رکھتی ہے اثر کی احتیاج — "
عقبےٰ نہ چاہئے تجھے دنیا نہ چاہئے — کم بخت اے ہوس تجھے کیا کیا نہ چاہئے — بیدل
صرصرِ حرص و ہوا چلتی ہے آکر جس گھڑی — رہتا ہے روشن کسی اچھے ہی کامل کا چراغ — بختاور
جو ہوشیار ہے دانائے رسم ملک جہاں — جنون افسر و سودائے جاہ کر نہ سکے — پرتو
حد سے بڑھکر آرزو اعزاز کی ناداں نہ کر — خواہشِ عزت میں ہو جائے نہ کچھ ذلت نصیب — "
بے تردد راحت منزل نہیں ہوتی نصیب — داغِ دل بنجاتی ہے انجام کو کاہل کی حرص — تسلیم
دہر میں بے حرص طوفانِ بلا سے پاک ہیں — کشتیٔ درویش کو خطرہ نہیں سیلاب کا — "
کھلکے منہ اہلِ طمع کا بند پھر ہوتا نہیں — دیکھ لو بھر کر دہان کاسۂ ساحل کی حرص — "
اے قناعت توڑ کر پائے ہوس گھر میں بٹھا — در بدر ناحق پھراتی ہے مجھے میری ہوس — "
جستجو میں رہتے ہیں پائے طلب ہر دم رواں — اس فراوانی پہ بھی کچھ کم نہیں دریا کی حرص — "
بڑھ سکے تقدیر سے ہرگز نہ بیگا اے دل — حرص کیوں تجھ کو لئے پھرتی ہے در در کیا ہے — "

حرص

پیر کی بات ہے اک لڑکے سے — آبرو دانے کے لئے بیچنے والی ہے — "
بہت دنیا کی حرص و آز نکال — قیدِ جان ہوئی مرغ گرفتار کی حرص — "
آبرو کفنی ہے کر جو ہوا ہے آزاد — گدڑی اور کفنی پہن کر جو ہوا ہے آزاد — "
کیوں ترا اس کو ہے موجزن دریائے نفس — حرص ہوا و حرص ہے موجزن دریائے نفس — "
اٹھتے ہیں اس بحر میں کیا کیا حباب آزاد — اٹھتے ہیں دل میں جسکے ہوا و حرص کے غلبے — "
پڑتے ہیں آزادمت کہنا کہ ہیں وہ حرص کے بندے — انھیں آزاد سے جو پرواز بہت کرتے تھے — "
بے نیازی سے جو پرواز بہت کرتے تھے — پھنس گئے دام میں لالچ سے وہ اک دانے کے — "
پھنس گئے دام میں لالچ سے وہ اک دانے کے — کس طرح بھلا اس کو نہ کہیے حرص و ہوا ہے — "
کس طرح بھلا اس کو نہ کہیے حرص و ہوا ہے — جس شخص کو دنیا کی بہت حرص و ہوا ہے — "
جس شخص کو دنیا سے گئی حرص نہ دل سے — حرص دنیا سے گئی کس کی گئی — "
حرص و ہوا بیمار ہے کرتے ہیں علاج — بیمار و بیمارداری کرتے ہیں علاج — قدرت
کھلا و شہرت دنیا سے کھل آتا ہے — جبکہ معدہ میں حریصوں کے غذا ہضم ہوئی — "
بے نشانی نے ہے بے حرص و ہوا کی محفوظ — مجھ کو دم بھر نہ ہوئی نیند میسر ناکس کی حرص — "
آبرو دیتے ہیں

حرص			
سب کو دنیا کی ہوس خوار لئے پھرتی ہے	ذوق	آبرو پر پھر گیا پانی اٹھی جب اس کی موج	ثاقب
کون پھرتا ہے یہ مرزار لئے پھرتی ہے		لیگئی تحت الثرے قاروں کو گو دولت کی حرص	جنوں
اگر انسان قانع ہو غنی اور دونوں عالم سے		جو مقدر میں نہیں اس کی ہے تدبیر عبث	"
ہوا و حرص ہے اسکی مٹی خوار کرتی ہے		ساتھ کیا لائے تھے اب ساتھ جو لیجائیں گے	"
مگر انسان کو معلوم نہیں حرص ہے کیا آخر	زیب	حرص ارباب ہوس کی کچھ نہایت ہی نہیں	جاہ
بجھا کرتی ہے ہر دم آب سے آتش فشاں اپنی		مال و دولت کی تمنا میں گئی جان حریص	"
یہ نہیں چندے کسی پر رحم کرتی حرص		بیجا ہے اہل حرص کو ہر چیز کی طمع	"
کر رہی ہے گی ہر کسی کو ریزہ ریزہ حرص		بڑھ جائے کچھ بھی اور جو اہل ہوس کی حرص	"
کسی صورت نہیں تھمتی دل ناشاد کی حرص		رکھتے ہیں حرص ایسی گرا اختیار ہوتا	جرار
خوار کرتی ہے انسان کو بنی آدم کی حرص	رنج	ہوئی حریصوں کو دنیا نہ آخرت حاصل	"
تم تو چیز ہو کیا ہو ہوا سے بھی کم کی حرص		کرتے تھے جمع دولت دنیا کو جو حریص	"
جو نہ پوری ہو کسی سے نہیں ایسی کسی حرص		یقیں ہے کشتی حرص تنعم بیٹھ جائے گی	"
آسودہ زیر چرخ نہیں کوئی اے حرص		جو لوگ مٹے حرص سے دنیا میں ہیں سرشار	چکبست
دن میں ہزار بار جو بھولے سے نام حرص		حرص کے آگے نہیں چلتی قناعت کی بھی کچھ	حیرت
انسان نہ ہو کبھی نہ کرے کام حرص		کیا نعمت دنیا کی حقیقت ہے حریصو	خلیل
دولت سے کسی کو نہ ہوا سیر کبھی حرص		حرص نعمت کی بہت کرتی ہے انساں کو خراب	"
اپنے ہوا کسی کو نہ ہو حرص		وبال جاں ہوئی حرص ترقی دنیا	"
کس طلع حرص کو ہو ہو ہو		کس کس کو کیا نہ تو نے برباد	"
اے حرص ہیاں نہ ہو ہو ہو		حاصل نہ ہوئے لطف قناعت حریص کو	"
سر تا		نہ لگا فقر کو داغ اے ہوس لعل و گہر	"
		تنگ آیا ہوں یہ عصیاں سے اے بار خدا	"
		اس قدر دیکھا زمانہ میں بُرا آزار حرص	"
		ہے یہ ناممکن کرے جو شاکر تقدیر حرص	"
		عیاں ہے حرص دولت کی کشش کو دیکھ اے منعم	"
		دیکھ اے داغ اہل دنیا کو	داغ
		اے داغ کسیطرح سے یہ کم نہیں ہوتی	"
		دل میں ہے غم و رنج والم حرص و ہوا بند	"
		حرص دامنگیر دنیا مال دنیا بے ثبات	"
		حرص کرواتی ہے روبہ بازیاں سب ورنہ یاں	"
		لے نہ جائے حرص اہل فقر کو	درد
		ہے محال عقل زیر آسماں	"
		ہے جوش مہ و خورشید زر و سیم میر	"
		حرص کے پھیلتے ہیں پاؤں بقدر وسعت	ذوق
		حرص طوفان بلا ہے آدمی خاشاک سمجھے	
		کم ہوی لیکن نہ اس پر بھی ذرا خلقت کی حرص	
		خاک چھنواتی ہے کیوں خواہش اکسیر عبث	
		دل میں ہے ولولۂ منصب و جاگیر عبث	
		ہو اگر ممکن تو لے لیں پیرہن تصویر کا	
		ان ہواؤں سے چراغ زندگی گل ہو گیا	
		دامن ملا ہے ایک ہی حرف سوال میں	
		پانی چرائیں چشمۂ خورشید و ماہ سے	
		لیجاتے اہل دنیا زر باندھ کر کفن میں	
		یہ کہتے دھوبی کے ہیں گھاٹ کے نہ ہیں گھر کے	
		ساتھ اپنے لے گئے کہو مال جہاں سے کیا	
		اٹھائے گی ملا طم موج نقش بوریا کیا کیا	
		جینے کی لطافت سے نہیں ان کو سروکار	
		لے چلا ہے دام میں مجھ کو پھنسانے دانہ آج	
		دیکھو کہ عسل تھوک ہے زنبور عسل کا	
		پھوٹ جائے بدن اکسیر جو کھا جائے بہت	
		ہوا نے مجھ کو فنا کر دیا شرر کی طرح	
		اے حرص و ہوا ترا بُرا ہو	
		ہر بوالہوس کو لذت نان جویں نہ ہو	
		بادشاہوں کو مبارک ہو یہ کنکر پتھر	
		حرص کے دام میں بس دل نے پھنسایا افسوس	خاکی
		کر رکھا لقمان و جالینوس کو بیمار حرص	خوشدل
		ہیں مگر رکھتے فزوں تر بندۂ تدبیر حرص	"
		کہ ہے زیر زمیں قاروں کو ساتھ اپنے درم کھینچا	"
		ہوس عز و جاہ نے مارا	داغ
		انسان کو برباد کیا حرص و ہوا نے	"
		دنیا میں مخمس کا ہمارے نہ کھلا بند	"
		جس قدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا	"
		اپنے اپنے بوریے پر جو گدا تھا شاہ تھا	درد
		بہ سکے کب موج نقش بوریا	"
		حرص ہو جس دل میں وہ خرم رہے	"
		تو بھی تو حریصوں کے تئیں دربدری ہے	"
		تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے	ذوق

آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جائے حرص	آسودہ زیر چرخ نہیں آشنائے حرص	سوز	
کر منہ کو ٹک بسوئے قناعت یہ بات مان	رہتی ہے لاکھ طرح کی آفت قفائے حرص	"	
ممکن نہیں ہے یہ کہ بھرے کاسۂ طمع	دن میں ہزار در جو پھر آئے گدائے حرص	"	
رزق کا ضامن خدا شاہد کلام اللہ ہے	تسپر اپنی صورتوں کے روز ما جتمند ہیں	"	
حرص کرتی ہے گرفتار بلا آزاد کو	دام میں پھنستا ہے طائر ایک دانہ کے لئے	سحر	
تشہیر کرتی ہے یونہیں دنیا کی جستجو	تیمور شہر شہر پھرا پائے لنگ سے	"	
تو رشتۂ عمر اپنی سے مانے جو مری بات	مت حرص و ہوا باندھ کے بودا ہے یہ تاگا	سودا	
کب ہم کو ہے بہار میں گلزار کی ہوس	نکلی کبھو نہ مرغ گرفتار کی ہوس	"	
نہ دیکھی خوشدلی جز یک تبسم ہم نے غنچہ میں	ہوا سے اس چمن کے ہے دلا ترک ہوس بہتر	"	
گھرانا کا اُسی کو ملا زیر آسماں	جس نے جہاں میں آن کے مسمار کی ہوس	"	
اے سخن چین سے گزرے جو ہوس اسکی نہ ہو	رکھتی انسان کو ہے خواہش دنیا بے تاب	سخن	
در بدر پھرنہ عبث طالب دنیا ہو کر	بیٹھ رہ کوچۂ دلدار میں تنہا ہو کر	"	
جستجوے دولت دنیا حریصو ہے عبث	جنس عقبےٰ چاہئے بازار محشر کے لئے	سعید	
الفت میں اسکی خاک نہیں تھا سوائے رنج	دنیا سے خالی ہاتھ چلے آشنائے حرص	سفیر	
کس کام کا وہ دل ہے جو ہو مبتلائے حرص	دے اے کریم نقد قناعت بجائے حرص	"	
چھٹ جائیں اس کے ہاتھ سے لوگوں کی گردنیں	ہو جائے شل جو پنجۂ زور آزمائے حرص	"	
بیکار جستجو سے نہیں کوئی فائدہ	خالی ڈر مراد سے ہیں کیسہ ہائے حرص	"	
رہنا سفیر سایہ سے بھی اس کے دور دور	دشمن ہے آبرو کی زن بیوفائے حرص	"	
حرص وہ شئے ہے کہ اک دانۂ گندم کیلئے	خلد سے حضرت آدم کو نکلتے دیکھا	شفق	
رزق بے گردش ملے جوں سنگ زیر آسیا	بیٹھے اک جا پر جو پائے حرص کو تو توڑ کر	شہید	
تحت الثرےٰ کرے گی رواں حرص مال وجاہ	قاروں کو مرتے دم رہی توفیر کی تلاش	"	
ہر چند فلک سے در شہوار ہو روزی	مانند صدف تو دہن حرص نہ کر باز	"	
قاروں کا حال اہل جہاں پر ہے منکشف	ہرگز نہ جمع کیجئے مال و درم بہت	"	
جمع سے زر کے دل غنچہ پریشان ہوا	تو نہ دولت کی کراے صاحب ادراک ہوس	"	
جوں غنچہ پریشانئ خاطر کے سوا کچھ	حاصل نہ ہوا جمع زر و مال سے اب تک	"	
کھوئی عزت ہوس نے دنیا کی	مجھ کو ممنون اغنیا کر کے	"	
اقلیم ہفتگانہ سے قانع نہ ہو حریص	آب حیات کی تھی سکندر کو احتیاج	شہیدی	
گر ہوس دور ہو سب کچھ ہو مہیا دم میں	گنج مقصود کے در پر سے اٹھا مار ہوس	"	
خواب راحت کو ترستے ہیں شہیدی تہ خاک	جیتے جی دل سے نکالا نہ گیا خار ہوس	"	
بدترین آزار ہے آزار حرص	کس طرح پائے شفا بیمار حرص	شاہ	
کس طرح پھولے پھلے نخل مراد	جسکے دل میں ہیں رواں انہار حرص	"	
دلا ہے حرص بیجا ایک دم کی زندگانی ہے	جہاں میں رہنے آیا ہوں نہ میں برسوں نہ تو برسوں	صفدر	
رہتا ہے غرق بحر ندامت گدائے حرص	یارب نہ ہو جہاں میں کوئی آشنائے حرص	صابر	

حرص

حرص

مثل عنقا	پریشاں رہی طاہر حریصوں کو زمانہ میں	میر	طاہر
جس کی ہوا بندی ہوئی تھی وہ جہاں تھا	بندۂ حرص و ہوا طالب مولا نہ ہوا		ظہیر
بجھ جہاں میں اہل ہوس کو نہ تھی ثبات	ہوس بھی اہل دول کے لئے ہے ورنہ فقیر		"
رقصِ بسمل ہے تڑپنا تری بیتابی کا	اغنیا حرص میں فقیر رہے	خلق	"
مانگے جو رزق اس سے کہا تیرا کیا ثبات	حسب خواہش گر خدا دیتا تو انسان حریص		"
شمع کے آس پاس پھرتے ہیں حریص	پھر گیا منہ ترا مقبلے سے کہ جب دنیا نے		ظفر
جو اسکی شاخ ہے وہ کریے کی بیل ہے	اکھاڑ نخل طمع کو کہ باغ عالم میں		"
ہے تلخ ترمذہ جسے کہتے ہیں دنیا	بیٹھے آرام سے کیا کنج قناعت میں حریص	قمر	"
سلطنت دنیا میں قطع تاج و سر ہوتے کو ہے	جز تارک دنیا ہو ہوس سے نہ سبکدوش		"
جس کی ہوا بندی ہوئی تھی وہ جہاں تھا	طمع و حرص و ہوا نے کیا انساں کو خراب		"
بجھتی نہیں ہے پیاس کسی آب زر کی	دنیا کی چاٹ چھٹتی نہیں کیا کریں حریص		"
اس پیر کو بھی ہوتی ہے دولت کی آرزو	ہم نے یہاں پختہ مزاجوں کو بہت دیکھ لیا		"
ہے وہ خاص جو یہاں خواہش دنیا سے بری	قابو میں رکھ لجام قناعت سے اسپ حرص	نسیم	"
شکل گدا ہے جو دونوں عالم میں سیر ہو	گنج قاروں بھی جو ہاتھ آئے تو بھرتی نہیں حرص		"
کس کی فکر اسکے ہے جو اسکو ہے خدا کی	خوان عالم پہ کبھی ہوتے نہیں سیر حریص		"
ہوشمندی حرص دنیا میں ہے	دم میں ہے ہستیٔ حباب فنا		"
ہے وہ غافل جو یہاں خواہش دنیا سے بری	نہ جان حرص سے دے کب ملیگا مال بخیل		"
ہے وہ عاقل جو ہوا دولت عقبیٰ سے بھی	حرص دنیا کاملوں کو بھی لگا دیتی ہے عیب		"
اس پہ تو پھٹتا ہے دولت کی طرح دنیا	حریصوں کو اسی امید پہ مرنے کی حسرت ہے		"
مفلسی ہیں یہ حسد کریں کیوں زر کی	چشمۂ حرص و طمع میں جس نے چاہی شست و شو		"
بجھتی نہیں ہے پیاس کسی آب زر کی	حرص نے در بدر یہ دوڑایا		"
سلطنت کے واسطے بڑھتی ہیں خونریزیاں	طلب سے بھی نہ ملا شہد خوان دنیا سے		"
ایک دن دنیا میں قطع تاج و سر ہوتے کو ہے	حال ماہی بحر دنیا میں حریصو دیکھ لو		"
ہے تلخ ترمذہ جسے کہتے ہیں دنیا	انساں کو خوار کرتی ہے یہ بد بلائے حرص		"
جو اسکی شاخ ہے وہ کریے کی بیل ہے	شمشیر آبدار رضا با قضا سنبھال		"
شمع کے آس پاس پھرتے ہیں حریص	جامہ قبا ہوا اسکے سدا عافیت کا آہ		"
شکل گدا ہے جو دونوں عالم میں سیر ہو	اس حرص سے خراب ہے دنیا و آخرت		"
مانگے جو رزق اس سے کہا تیرا کیا ثبات	اس حرص کو جلا تو کل کی آگ سے		"
رقصِ بسمل ہے تڑپنا تری بیتابی کا	غارت گر ناموس نہ ہو گر ہوس زر		"
بجھ جہاں میں اہل ہوس کو نہ تھی ثبات	گر بندگی کی ہوس ہے کر نہ منت خلق کی		"
جس کی ہوا بندی ہوئی تھی وہ جہاں تھا	حرص آدمی کو باعث سو ننگ و عار ہے		فیض
	عاقل خدا سے طالب خیر مآل ہے		فدا
	پایا کوئی کم طمع سیم سے خالی		"

مگس کی طرح دنیادار ادھر اٹھے اُدھر بیٹھے	طاہر
مرد کامل ہے وہی جو سگ دنیا نہ ہوا	ظہیر
ہوائے تاج و سر گو شوارہ کیا کرتا	"
خواہش عز و جاہ نے مارا	"
حشر تک ہر شئے یونہیں نوبت بہ نوبت مانگتا	"
اک طمانچہ ہوس عیش و طرب نے مارا	ظفر
رکھے ہے یہ شجر بے ثمر فساد کی جڑ	"
اے ظفر پھرتا ہے دنیا میں طلب کا مارا	"
یہ بوجھ نہ دنیا کے ہو مشغول سے ہلکا	"
کہ یہ ہے ساری خرابی انھیں تینوں کے کام	"
مثل مگس ہیں یہ شکر و شیر میں پھنسے	"
کوئی بھی ان کی نہیں بے طمع خام طلب	"
میدان حرص میں بڑی بیجا ہے اسکی دوڑ	عیش
کوئی دنیا میں نہ آلودۂ دنیا ہو جائے	عرش
غم ہی کھاتے ہیں وفور اشتہا کے واسطے	"
سر پُر حرص کو ہوا ہے عبث	"
کوئی گدا نہیں قاروں کے مال سے واقف	"
پیشتر پیراک ہو جاتے ہیں رہزن آب میں	"
کہ زیر خاک جا کر لوٹ لیں گے گنج قاروں کو	عزیز
داغ کلفت اور اس دھونے سے میلا ہو گیا	عاقل
پاؤں ڈالے مرے تھکا کر توڑ	عاشق
ہوے ذلیل پئے لذت زباں کیا کیا	"
رزق تو پایا مگر کانٹا دہن میں رہ گیا	"
کوئی نہ ہو بنام خدا مبتلائے حرص	"
پھر قطع کر تو اس سے دلا دست و پائے حرص	"
جسکے ہو بر میں راست دلا یہ قبائے حرص	"
دل میں اگر ہو تیر تو بہتر بجائے حرص	"
دے اسطرح تو حرص کو ایدل سزائے حرص	"
کیوں شاہد گل باغ سے بازار میں آئے	غالب
موجب عزت جہاں میں ترک حرص و آز ہے	فیض
چشم جہاں میں خوار ہے جو یا طعام کا	فدا
ناداں ہے مبتلا ہوس مال و جاہ میں	"
دنیا کے جو ہیں لوگ وہ سب بندے ہیں زر کے	"

مثل عنقا نہیں کچھ کام کی حرص
طلب اوج میں پستی دیکھی
گنج قاروں بھی ملا مجھ کو جو لے حرص تو کیا
ہوا و حرص نے گھیرا ہے منتہی اس کو
دو دن کی زندگی کے لئے اس جہان میں
حریص چشم شاہنشاہ عالم
حرص و ہوا جو منزل دل میں مقیم ہے
ہوا و ہوس تیرے ہاتھوں ہی انساں
نہ اٹھا کوئے توکل سے در در لیجا
راستی پر اہل دنیا کی نہ جا ہرگز دلا
حرص و ہوا الٰہی نہ دل میں مرے رہے
جو زر پہ ٹوٹ کے گرتے ہیں مثل مرغ حریص
دل میں ہے جبتک کہ یہ حرص و ہوس
کی ترک حرص میں نے تو دنیا نے یہ کہا
حریص کو نہیں دنیا میں راحت و آرام
ادھر ہے حرص کا طوفاں اُدھر ہے جہل کا غار
رہتے ہیں جو کہ صبر و توکل کے آڑ میں
باقی نہیں ہے دل میں مرے کوئی آرزو
جمع کرتے ہو حریصو کیوں یہ اتنا مال و زر
حریص حرص زر پائیں نہ اس سے کس طرح صحت
شاید سمیٹتے ہیں قیامت کے بوریے
خرچ اپنا کر کے کیوں کھائے بخیل
ہوا و حرص کہتے ہیں جسے باد مخالف ہے
کیا حرص و ہوا سے فائدہ ہے اے دوست
جاہ پاکر ہوس جاہ سوا ہوتی ہے
خار خار دل حارص نہ نکالیں منعم
کس درجہ ہوسناک ہے یہ زیست ہماری
آب گوہر سے گلوے حرص کب سیراب ہو
خودداری و تمکین کو کرتی ہے فنا حرص
دیتی ہے نکو نامی کے لشکر کو ہزیمت
بیتاب رکھا مجھ کو ترقی طلبی نے
کرتی ہے صفا دل کو سیاہی سے مکدر
ہیں جتنے کہ عقلا متنفر ہیں سب اس سے

بے نشانی میں عبث نام کی حرص
آستانہ سے گھٹی بام کی حرص
عمر مفلس کی طرح صرف تمنا ہوگی
خراب ہوں دل خانہ خراب کے بدلے
حرص و ہوا پھراتی ہے کیوں دربدر مجھے
مری نظروں میں کشتی ہے گدا کی
سو آفتیں لگی ہوئی ہیں ایک سر کے ساتھ
زمانہ کے جور و ستم دیکھتے ہیں
حرص بیہودہ نہ مجھ کو سگ دنیا ٹھیرا
زور کا پتلا ہے یہ ظالم سراپا آرہے
تیرے مقام خاص سے نہ کر جائیں سارے کوچ
وہ آپ دام اجل کے شکار ہوتے ہیں
دور ہوگی کیا پریشانی مری
آیا شکار ہاتھ سے میرے نکل گیا
الٰہی خواہشوں میں دے تو اعتدال مجھے
الٰہی پاؤں کو لغزش ہے تو سنبھال مجھے
تا حشر وہ نہ ہونگے کبھی مبتلائے حرص
اب کیا مجال ہے جو یہاں دخل پائے حرص
ایکدن جاؤگے آخر سب یہاں چھوڑے ہوے
اثر ہے شربت دینار کا دینار سے پیدا
منعم بڑھا رہے ہیں جو اتنی دلائے حرص
پیٹ بھرتا ہے وہ حرص و آز سے
ڈبوتا کیوں ہے کشتی فقر کی تھم جا ہوا ٹھیرے
انجام میں حسرت ہے پشیمانی ہے
بوالہوس سچ ہے مثل حرص کا داماں ہے دراز
کیا نکالے ہے کوئی سوسن زر سے کانٹا
تن کو ہوس جاں ہے تو جاں کو ہوس دل
عین دریا میں زلب ہے خشک تر گام حباب
ہے شیوہ برا اپنے تو دل کو نہ لگا حرص
کرتی ہے بلند اپنی جو شدت کا لوا حرص
اللہ رے ہے کسقدر اندوہ فزا حرص
ہوتی ہے اس آئینہ میں جب جلوہ نما حرص
ابلہ کو پھنسا لینے کو ہے دام بلا حرص

نیر
"
"
منتہی
"
"
"
"
"
"
محب
"
"
"
"
"
"
میکش
"
"
"
"
"
مجروح
مہر
"
"
مونس
مائل
مسکیں
مضطر
"
"
"
"

حرص

مضطر کی جناب احدیت میں دعا ہے
دنیا کی خدا یا مرے دل سے دور ہو حرص
اہل دنیا تشفی سے دنیا کے ہیں سیر مگر
بوجھ سر پر تو جلد اٹھا جنھوں نے قارون سا
خلق سے فراغت ہے بیٹھے پاؤں پھیلائے ہوئے
کس طلب جاہ کی اس دور میں کنطرف
رکھتے ہیں طلب حشمت ترسے سا غرور کا
نہیں نہیں دل میں ہوا تخت سلیماں کی
فقیروں کے نہیں دل میں ہوا تخت سلیماں کی
چڑھی رہ حرص تو اب طالب دنیا کی چھاتی پر
کیا منھ ہے اپنے ساتھ جو اٹھائے حرص
دست طلب کو تو نے کھینچا ہے جو پائے حرص
دریا دلوں کو ہم نے نہ دیکھا کبھی حرص
ہوں بہر آب وانہ کبھی آشنا حرص
رکھتے نہیں ہیں کاسۂ چشم طمع کو ہم
دل سے حباب وار ہوا ہے جدا حرص
ہاں دانہ دانہ کر مجھے کھا لے ہوا حرص
ایسا نہ ہو کہ مجھ کو بھی کھا جائے حرص
کافی ہے ہاں گدا کو یہ اک قطعہ حرص
ہر میں لباس کیوں کے بھی ہے قباے حرص

آیا ہے

اک تمنائے جوانمردی ہے ناسخ ترک حرص — عمر بھر میں ہے دم آب اکتفا تلوار کو — ناسخ
حرف سکے کے ہوں کیسے پر ادب کرتے نہیں — زر سے جو چسپیدہ دل ہے اسکا رتبہ کم ہوا — "
یہ سگ دنیا ہیں کس امید پر مُردوں کے گرد — قبر بھی ڈھونڈھے تو کوئی استخواں ملتا نہیں — "
سعی سے فارغ نہیں ہرچند ہوں میرا اہل حرص — ہے دہن لبریز نعمت سے زباں گردش میں ہے — "
توڑیں جو پاؤں بھی تو جہاں میں پھرے حریص — بیٹھا گیا نہ کوفے میں تیمور لنگ سے — "
زنہار ہو جیو نہ دلا مبتلائے حرص — ذلت بھی دوڑی آتی ہے ناداں قفائے حرص — "
دنیا میں دربدر مجھے کب تک پھرائے حرص — یارب قناعت آئے کہیں جلد جائے حرص — "
دنیا کی ساری خاک اگر ہو غذائے حرص — ایسی ہی اے حریص رہے اشتہائے حرص — "
یارب وہ دن دکھا کہ تری تیغ قہر سے — ماری پڑے یہ حرص مجھے ہو عزائے حرص — "
توڑوں جو اپنے پائے طلب فائدہ نہیں — تدبیر وہ کروں کہ شکستہ ہو پائے حرص — "
ہے کشتیٔ نجات قناعت ہی غافلو — ڈوبیں گے بحر غم میں جو ہیں آشنائے حرص — "
پیٹ کا بھرنا تو کچھ مشکل نہیں — کیجئے کیا حرص بے اندازہ ہے — "
گر حرص و ہوا اور لالچ کی ہے دولت تیرے پاس صبا — تو خاک سمجھ اس دولت کو کیا سونا روپا لال زری — نظیر
ملک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا — قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارہ — "
حرص و ہوائے نفس ہے زنجیر پائے دل — پاتا نہیں نجات کی تدبیر الغیاث — نیاز
عمر کٹ جاتی ہے پر خاک نہیں آتا ہاتھ — کب مہوس پہ کھلا نسخۂ اکسیر کا ہیچ — نساخ
ترک لذت شرط ہے آرام ہستی کے لئے — سر کچلواتی ہے حرص قند ہر زنبور کا — نسیم
بڑھتی جاتی ہے ہوس عمر ہے جوں جوں گھٹتی — اس کا انجام اب اے طول امل کیا ہوگا — تظلم
اس سے پہلے کہ جگہ حرص نہ پائے دل میں — کب نظر موج ہوا کا کوئی ساحل آیا — "
ہوں میں تو ناتواں مجھے کیونکر نہ خوف ہو — پھنستے ہیں شیر دانگہ حرص و آز میں — "
موتی سی آبرو کو ہو کیا حرص میں فروغ — اٹھتی ہے موج آب گہر میں ہوا سے کب — "
کوئی دنیا میں نہیں آزاد قید حرص سے — سرو پایا بے نوا و با توکل باغ میں — وقار
قاروں کی مرگ سے یہ معمہ ہوا ہے حل — جی لیکے جائے گا مرض لادوائے حرص — "
غالب جو حرص ہو تو نہ کیوں بیٹھ جائے دل — موج ہوائے تند ہے برہمزن حباب — واسطی
حریص سے نہ گئی واسطی تلاش جہاں — کہاں کہاں نہ یہ تیمور ہو کے لنگ پھرا — "
دنیا میں مجھے تشنگیٔ حرص تو کیونکر — پانی کا نہیں نام کہ اندھا پہ کنواں ہے — "
منہ میں تب پڑتا ہے لقمہ کاسۂ سائل کیطرح — جب حریصوں کو پھرا لیتا ہے در در آسماں — "
دامان مہر پھیلے نہ کیوں اس عروج پر — کوتاہ ہاتھ ہو نہ کبھی حرص و آز کا — ہوش
کی فقیروں نے ترک کیونکر حرص — ہے سلاطیں کو بھی پئے زر حرص — ہزبر
دے کے لالچ دبا رہی ہے مجھے — توڑتی ہے پہاڑ مجھ پر حرص — "

حسد

حسد

رشک

رشک

رشک

یہ انقلاب فلک سے الٹ گئے ہیں قلوب
خوش نہیں کوئی کسی کے عیش سے اس باغ میں
اس دور کے دلوں میں عوض اتفاق کے
نہیں ہے گر حسد بدطینوں کو خوشخصالوں سے
دوستو از رہِ حسد مت ہو
اس کو جو بد کہے وہی بد ہے
حاسد بدکیش یہ سانسیں نہیں
دعائیں دوں نہ کیوں اہل حسد کو راتدن ثاقب
صدقہ اس بے ہنری کے کہ بدولت اسکی
نہ اف کرنا جنوں تم حاسد بدخو کی باتوں پر
اگر آتش مزاجوں کو حسد ہو خاکساروں پر
جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی
موقوف ہے خدا پہ توکد کیا ضرور ہے
پانی محسود پہ رو رو کے نہ کرائے حاسد
عروج پر جو ہمارے وہ منھ بناتے ہیں
انسان کو حسد کی بلا سے خدا بچائے
ابنائے زماں کرتے نہیں غیر حسد بات
باز آئیں گے حاسد نہ کبھی اپنی بدی سے
حاسد کی طبیعت میں ہے خاصیت عقرب
مسخ کر دی شکل حاسد کی حسد نے دیکھنا
جلیں تجھ پہ اگر حاسد تو جل جائیں
ملیں چشم طمع حاسد سعادت جان کر اس کو
آدم کے زمانہ سے ہے بنیاد حسد کی
رتبہ عزیز جن کے سخن کا عظیم ہے
آپ وہ رہتے ہیں مرگرداں جو ہیں اہل حسد
عادی جو یہاں تو ہے ہوا بغض و حسد کا
بھرا ہے جنکے رگ و پے میں زہر بغض و حسد
حسد کی آگ سے یارب بچائیو دل کو
مورث کبر و حسد ہیں نخوت و رشک وغرور
موجزن ہے فلزم رشک و حسد غیظ و غضب
جن کے دلوں میں زہر حسد ہے بھرا ہوا
کیا حسد سے چاک ہوتے ہیں جگر مانند صبح
باعث بغض و عداوت زندگی ہی ہے فقط

بجائے انس و محبت ہے بغض و کیں پیدا
گل ہوا فربہ تو منعم خار لاغر ہو گیا
کینہ، فساد، بغض، عداوت، عناد ہے
گراتا کیوں ہے زاغ تیرہ قمری کے نشیمن کو
دشمنوں کے زوال کے طالب
جس کو اللہ نے بنایا خوب
چل رہے ہیں تجھ پہ آرے ہر نفس
کہ میرے دفتر عصیاں کو جل جلکر جلاتے ہیں
چشم حسّاد سے محفوظ خدا نے رکھا
وہ خود ہی آتش رشک و حسد میں روز جلتا ہے
تعجب کیا کہ ابلیس لعیں دشمن ہے آدم کا
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا
پھر دشمنوں سے بغض و حسد کیا ضرور ہے
کبھو قسمت کی کسو کے نہ کسو نے دھوئی
تو ہم بھی نحور سے اہل حسد کو دیکھتے ہیں
جب دیکھئے دبی ہے دل کینہ ور میں آگ
کیوں نیک سمجھتے ہیں کہ ہے سخت یہ بدذات
جاتی نہیں کہنے سے جو عادت ہو کسی کی
باز آئے گا زنہار نہ وہ نیش زنی سے
دل تو کالا ہی تھا منھ بھی آج کالا ہو گیا
خدا کا شکر کر محسود ہے تو
زمیں پر آنے جانے میں جو نقش پائے دولت ہو
شعلے نے جو فروزاں برادر کو جلایا
وہ چشم تنگ اہل حسد میں سما چکے
ہم کو یہ ثابت ہوا ہے گردش افلاک سے
کچھ بھی تجھے اندیشہ ہے کہ زمان کا
مثال مار انھیں پیچ و تاب رہتا ہے
یہی ہے نار جہنم نہ آسمں میں ڈال مجھے
بھائیوں کو شان و شوکت کا بتانا بھول گئے
سامنے جہل و تعصب کے ہے گرداب بلا
رہتے ہیں مثل مار وہی پیچ و تاب میں
دیکھکر تاباں کسی کے آفتاب جاہ کو
ایک سے ہو جائینگے شیخ و برہمن خاک میں

بحر	
"	
پرتو	
ترکی	
تراب	
"	
ثاقب	
"	
"	
جنون	
ذوق	
"	
سحر	
سودا	
سفیر	
سراج	
شہید	
شفق	
"	
شاکر	
صابر	
"	
عاشق	
عزیز	
"	
فدا	
"	
"	
"	
"	
"	
ناسخ	
"	

حسرت			
کر آرزو ہے آنے کی پھر اس گلی سے حسرت	مصحفی	دیکھ ہو جائے گا برباد کبھی اے حاسد	ہنر
بچے آتا ہے رحم اس کی گریبے پر کسی حسرت		کیا پڑیں گے نہ کبھی سنگ ملامت سر پر	"
اٹھا ہوں بسکہ زمانے سے حسرتیں لے کر		یہ وہ ہے نشہ کہ بدنام کرے انساں کو	"
جنازہ دوش احبا پہ گرانبار ہے حسرت		تیر حسرت کا کرے مرغ رواں کو مذبوح	"
چمن کا نام سنا تھا سو جا دیکھا اپنی		نام حسرت ہے اسی کا اسی کو کہتے ہیں رشک	"
جہاں میں ہم نے نفس ہی میں زندگانی کی		مرتے مرجائے کرے ترک تعلق اس سے	"
بلا سے میوں سے کام رہا ہو نہ ہو	میر	حاسدوں کی نظر بد سے بچانا یارب	"
پری میں حسرتوں کا نقش ہے جو ہوں آئینہ دل پر		اس کا سودا ہوا بازار جہاں میں بے سود	"
ہزاروں حسرتیں ہے یاں کہ ہر اک حسرت آبادی		طوق لعنت کا تو گردن میں رہے عالم میں	"
ہمارا سینہ ہے یاں حسرت آباد تمنا سے		پند دلبند ہنر ور کو ہے یہ نظم مری	"
ذوق امید ہی سے ہے یہ میری نامرادی		اے ہنر دیکھ نہ ہونا تو طلبگار حسد	"
ہے زیست اپنی حسرت حسرت سے یادگار			
ان دل میں حسرتیں ہیں سب رہ گئیں			
تنہا عدم کو ہم چلے دنیا میں سب رہے			
ہوتے ہے دل میں کوئی آرزو نہ حسرت			
یارب سبب کیا ہے کہ کوئی حسرت خطاب میں			

حسرت

	دلشاد	نے پھول اس چمن سے لئے نے ثمر لئے	افسوس
		عمر رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال	امیر
		اس منزل دنیا سے یونہی چل بسے انجم	انجم
		نا امیدی پاس بھی آنے نہیں دیتی مری	توفیق
		آرزوے نارسا تکتی ہے یوں دل کی طرف	"
		کچھ نہ آیا داغ حسرت کے سوا مرقد میں ساتھ	"
	ناسخ	ممکن ہو مجھ سے کیونکر ترک ہوا ے حسرت	"
		چاہئے سب کچھ مگر اے دوستو آتی ہے شرم	تسلیم
		تنگدل کو یارو جائے شکر ہے محتاجگی	تراب
	نواب	سینہ و دل حسرتوں سے چھاگیا	درد
		کھلکے گل تو کچھ بہار جانفزا دکھلا گئے	ذوق
		دل میں ہے راسخ ہزاروں حسرتیں	راسخ
		اے اہل بزم میں بھی مرقع ہیں دہر کے	سوز
		غنچہ گل سے غرض کیا مرغ حسرت زار کو	شہید
		ہم صفیر اڑتے پھرتے ہیں صیاد	"
		حسرتوں ہی میں موے اسکندر و دارا و جم	شائق
		بھری ہے دل میں جو حسرت کہوں تو کس سے کہوں	ظفر
		دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد	غالب
		دل حسرت زدہ تھا مائدۂ حسرت درد	"
		ہم اسیران قفس کو تب خبر دی تو نے آہ	مصحفی
		لٹ گئے جب باغ میں پھولوں کے خرمن آے صبا	

		حسرت کے داغ دل میں فقط ہم نے بھر لئے	افسوس
		لیکن اس دم کو تلافی کا نہ مقدور رہا	امیر
		افسوس لیا ساتھ نہ کچھ زاد سفر بھی	انجم
		دور ہی سے دیکھتی ہیں حسرتیں دل کی طرف	توفیق
		رہرو درماندہ دیکھے جیسے منزل کی طرف	"
		برق کے مانند ہم بھی لیچلے دامن میں آگ	"
		دلدادۂ ہوس ہوں ارمان مدعا ہوں	"
		ان نصیبوں پر کسی شئے کی تمنا کیا کروں	تسلیم
		گور میں جائے طلب زر کی عبث مفلس لئے	تراب
		بس ہجوم یاس دم گھبرا گیا	درد
		حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے	ذوق
		اک مسافر خانہ ہے زیر بغل	راسخ
		تصویر ہوں ولے لب حسرت گزیدہ ہوں	سوز
		آنکھ جب کھولی تو دیکھا خانۂ صیاد کو	شہید
		ہم قفس میں یہاں پھڑکتے ہیں	"
		سیر دنیا سے غرض کوئی بشر ہوتا نہیں	شائق
		سنے یہ کون مصیبت کہوں تو کس سے کہوں	ظفر
		جانتے ہیں سینۂ پرخوں کو زنداں خانہ ہم	غالب
		کام یاروں کا بقدر لب و دنداں نکلا	"
		لٹ گئے جب باغ میں پھولوں کے خرمن آے صبا	مصحفی

خاکساری

خاکساری میں ہماری چاہئے تاثیر بھی
گر نہ ہوتا تیر پھر تو خاک ہے اکسیر بھی — آصف رح

مرتبہ پیش خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند
جس قدر ملتا ہے انسان سے انسان جھک کر — امیر

یاد رکھ مصرع استاد یہ ہر وقت امیر
دوست دشمن سے ملے چاہئے انساں جھک کر — ″

جو آبرو کا ہے خواہاں تو خاکساری کر
یہ قول گر دیتیمی ہے روئے گوہر پر — ″

دانہ کی خاک نشینی سے ہوی نشوونما
خاکساری کا نہیں تو یہ ثمر کس کا ہے — ″

یہ ملا اوج خاکساری سے
کہ قدم آسمان لیتے ہیں — ″

عزت افتادگی و عجز سے ہاتھ آئی امیر
خوش ہوں میں نے یہ بڑی چیز پڑی پائی ہے — ″

جو سمجھے کہ میں ہوں زمانہ سے چھوٹا
حقیقت میں وہ ہی بڑا آدمی ہے — ″

خاکساری کے مزے خوب اٹھے دنیا میں
خاک ہم چھاننے آئے تھے یہاں چھان گئے — ″

افتادگی میں بال برابر نہیں ہے فرق
ہے ایک رنگ سایۂ درویش و شاہ میں — ″

غبار راہ ہو کر چشم مردم میں محل پایا
نہال خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا — آتش

دولت دنیا سے مستغنی طبیعت ہوگئی
خاکساری نے اثر پیدا کیا اکسیر کا — ″

نہ رکھی دولت دنیا کی خواہش خاکساری نے
خدا نے کر دیا حاکم مجھے اکسیر اعظم کا — ″

بلند خاک نشینی نے قدر کی میری
عروج مجھ کو ہوا جب کہ پائمال ہوا — ″

خدا کے آگے ہے سرکش سے خاکسار عزیز
ابولہب سے ہے قدر ابوتراب بلند — ″

وہی ہے صدر نشیں بزم خاکساراں میں
صف نوال میں جس کا کہ ہے مکاں ہوتا — ″

کوئی اکسیر غنی دل نہیں رکھتے ایسی
خاکساری نہیں دی ہے مجھے دولت دی ہے — ″

سرکش کی منزلت ہے سبک پیش خاکسار
وہ تمکنت زمیں کی کہاں آسماں میں ہے — ″

ظاہر ہوا مجھے یہ بلندئ سرو سے
کرتی ہے کام خاک بھی عالی دماغ کا — ″

خاکساری سے جھکا ہے سر شوریدہ مرا
وائے برحال ندامت سے جو گردن خم ہے — ″

محبت سے بنا لیتے ہیں اپنا دوست دشمن کو
جھکاتی ہے ہماری عاجزی سرکش کی گردن کو — ″

سرکشی نے پائی آتش خاکساری سے شکست
فضل سے اللہ کے توڑا بت پندار کو — ″

کڑے پن کو ہماری خاکساری نے کیا زائل
یہ جوہر وہ ہے جس سے کشتۂ فولاد کرتے ہیں — ″

حذر عالی مقاموں کو ہے لازم خاکساروں سے
پیادے غالب آئے ہیں سوار پشت توسن پر — ″

وقار میں بھی بڑھا ہوا ہے بلند رتبہ بھی ہے زمیں سے
یہ خاکساروں سے کوئی پوچھے سبک ہی کیوں آسماں نظر ہیں — اشک

کبر و غرور ہے سبب انساں کے نقص کا
گر کچھ فروتنی ہو تو کامل ہوا کرے — ″

فروتنی کی بدولت وہاں بشر پہنچا
کہ جس جگہ پہ فرشتہ کا بھی گزر نہ ہوا — ″

خدا نے چاہا جسے وہ عزیز خلق ہوا
بلند مرتبہ ہر خاکسار ہو نہ سکا — ″

خاکساری سے ہوئی ایسی صفائے باطن
آئینہ ہوگیا دل میں جو نہاں راز ہوا — ″

خاکساری کی بدولت یہ جلا پائی ہے
آئینہ دل کا صفا رہتا ہے بلور کیطرح — ″

خاکساری

فلک کب چین لیتا ہے بضاعت خاکساروں کی
زمیں کے تخت میں ہے تا قیامت گنج قاروں کا — ″

گرہ جز خاکساری ہے دلا کب سیر پشت آئینہ
خمیدہ ہو کے ملتا ہے گلے سے باغ کا باغ — ″

خاکساروں سے غرض رکھتے نہیں اہل طمع
چور آئے نہ کبھی چار دہ مہتاب کے پاس — ″

خاکساری جو ہوگی دل سے جدا
خاک پھر خاکساری آبرو ہوگی — ″

خاکساری میں ہے جو شکر نہیں اہل ہوس
خاک پھر خاکساری انتظام میں کچھ شک نہیں — ″

فروتن واجب التعظیم ہے کچھ شک نہیں اس میں
جھکی مقتول کی گردن تو اٹھا ہاتھ قاتل کا — ″

غرور و عجز میں صاحب کمال ہونا تھا
جو پر تھے بیر تو کب صاف آئینہ کو خاک سے — ″

جہاں میں کرتی ہے صاف آئینہ کو خاکساری
نمود آپ کی ہے خاک سے رکھتے ہیں تیرے خاکسار — ″

خواہش دولت نہیں رکھتے ہیں تیرے خاکسار
سیم و زر کی کیا ہے حاجت صاحب اکسیر کو — ″

سیم و زر سے نوا فتح نہ مناسب تھی امیر
اہل دنیا سے نوا فتح شہر یار ہوی — ″

اہل دنیا سے چو شاخ بید جھکی سر بلندی ہے
جھک پڑی شاخ اس چمن میں جو شجر بوجھ سے — ″

اہل خاکساری ہیں پیدا زمیں میں تخم بوجھ سے
شجر ہو جاتے ہیں

امانت

خاکساری

جو جھکے خلق خدا سے رتبۂ عالی ملے	انیس	خم ہے محراب حرم میں اس لئے مسجود ہے — اسیر
محفوظ ہیں جہاں میں آفت سے خاکسار		اسپ گلی کو کیا خطر تازیانہ ہے — 〃
چشم عالم سے چھپایا خاکساری نے مجھے		خاصہ اس میں وہی ہے جو الوپ انجن میں ہے — 〃
خاکساری ہیں نقش پا میرے		ہر قدم پر ہیں رہنما میرے — 〃
آبرو اور سربلندی خاکساری سے یہاں		آج فوارہ کو ہے ہو کر خزانہ سے جدا — 〃
خاکساری ہے مآل پختگی		شاخ سے ٹپکا جو میوہ پک گیا — 〃
ہیں جو افتادہ نہیں ہے انکی طینت میں فساد		رعنۂ دیوار کب ہیں سایۂ دیوار میں — 〃
ہمیشہ انس ہے پستی سے اوج میں مجھ کو		چراغ خانۂ مفلس ہوں میں قمر کی طرح — 〃
عجز کا جوہر اگر ظالم میں ہو غافل نہ ہو		ہاتھ خم کے کاٹ بھی ہوتا ہے ہر شمشیر میں — 〃
وہ خاکسار ہیں کہ پس مرگ بھی اسیر	انور	مُشتے ہماری قبر میں خاک شفا کے ہیں — 〃
کبھی چشم حقارت سے نہ دیکھو خاکساروں کو		نہیں ہے مور عاجز دعوت فوج سلیماں میں — 〃
اہل دولت خاک سمجھیں خاکساری کو اسیر		قدر کچھ اکسیر کی سونے کے معدن میں نہیں — 〃
تن ہو گیا جو خاک تو ثابت ہوا ہمیں	〃	دامن سے جھاڑتے تھے جبت ہم غبار کو — 〃
خاکساری ہے جہاں میں باعث دولت اسیر		ہے صفائے قلب سے سونے کے گھر میں آئینہ — 〃
سیر تو دیکھ دلا خاک کے نیچے چل کر		نئی دنیا ہے نئے لوگ نئی محفل ہے — 〃
آفت عالم سے فارغ ہیں ہمیشہ خاکسار		خوف کیا گاؤ زمیں کو دشنۂ قصاب سے — 〃
جو افتادہ ہیں ان کی ہر جگہ تعظیم ہوتی ہے	〃	ہجوم خلق ہو ہر چند جائے سایہ خالی ہے — 〃
زر ہوا فیض تواضع سے مس قلب اسیر		خاکساری نے دیا نسخۂ اکسیر مجھے — 〃
ملے ہیں خاک میں پر ہے اسیر اپنی وہی طینت		ہوائے خاکساری میں پریشاں خاکساری ہے — 〃
خاکساری سوئے دولت رہنما ہو جائے گی	〃	خاک اپنی سرمۂ چشم ہما ہو جائے گی — 〃
سوائے عجز ہے کیا ملک خاکساری میں		یہ وہ جگہ ہے جہاں تیر کو کماں دیکھا — 〃
خاکساری کے تصدق سے ہوا اوج نصیب		صاف اس گرد سے آئینۂ اقبال ہوا — 〃
خاکساری عیاں ہوئی پس مرگ		کہ پریشاں ہے خاک ساری آج — 〃
افتادگی کو دیتا ہے تعلیم ہر قدم		ہے رہنما کہ سایہ ہمارا زمین پر — 〃
خاکساری سے نہیں بہتر جہاں میں منعمی		مل گئی جس کو یہ دولت کیمیا گر ہو گیا — 〃
رکھتے ہیں خاکسار تلوّن سے احتراز		سایہ ہے ایک پیرہن سرخ و زرد کا — 〃
ہر خاکسار صاحب توقیر ہو گیا		پارہ ہوا جو خاک تو اکسیر ہو گیا — 〃
دانہ جو اگتا ہے کہتا ہے زبان حال سے		خاکساری جس نے کی ادنے سے اعلےٰ ہو گیا — 〃
میں ہوں وہ خاکسار کہ فیض نگاہ سے		مٹی کا ڈھیر تودۂ اکسیر ہو گیا — 〃
افتادگی کی طرز کہاں اہل کبر میں		ملنا زمین کا ہے محال آسمان پر — 〃
بزم عالم میں جو عاجز پروری کا ہو رواج		چیونٹیوں کو نذر کر دے اشک کا ہر دانہ شمع — 〃
یہ چاہئے کہ تبختر میں ہو وے سو معلوم		جو آدمی کو مزہ عجز و انکسار میں ہے — انشا
بنتے ہیں کام بگڑے ہوئے صرف عجز سے		سچ ہے کہ عاجزی تو خدا کو پسند ہے — افسر

جادہ کی طرح سے ہو کے پامال	سیکھا ہے طریق پارسائی	انور	
گرد راہ مدعا ہوں یا غبار مدعی	پائمالی خاکساری اپنی آب و گل میں ہے	بیدل	
عجب جوہر ہے بیدل خاکساری بھی زمانہ میں	وہی اعلےٰ ہے دنیا میں جو اپنے منھ سے ادنیٰ ہے	"	
جھکتے ہیں جو نجیب ہوتے ہیں	سچ ہے تیغ اصیل کستی ہے	باقی	
اسفل بھی انکسار سے پاتا ہے مرتبہ	گر کر بڑھا نہال سے سایہ نہال کا	برق	
خاکساری کی تعلی سے اگر واقف ہو	فرش بنجائے فلک دامن صحرا ہو کر	"	
بہر اظہار ہنر عجز ہے دنیا میں کسیں	خاکساری سے ہوے خلق میں جوہر پیدا	"	
خاکساری کو جہاں میں سب سے عالی رتبہ ہے	یہ زمیں وہ ہے کہ اس پر آسماں ہوتا نہیں	"	
کبر و نخوت کی نجاست سے یہ طینت پاک ہے	خاکساری جز ہے اپنا اصل اپنی خاک ہے	"	
خاکساری کا ثمر اس کو خدا دیتا ہے	لاکھ دانے یونہیں ملتے نہیں ہر دانے کو	بارق	
اکسیر ہے دل کی خاکساری	کشتہ ہو جو نفس کیمیا ہے	بحر	
بہار اوج مقدر میں ہے فروتن کے	کہ دانہ خاک میں مل کر نہال ہوتا ہے	"	
اسی کے واسطے نشو و نما ہے	جو دانہ خاک میں مل جانتا ہے	"	
جو ملے گا خاکساروں سے وہ پائے گا فروغ	دیکھ شعلہ کو ید بیضا کیا خاشاک نے	"	
خاکساری کا وہ رتبہ ہے کہ اللہ اللہ	رشک کعبہ کو ہے سجادۂ محرابی سے	"	
کسی کو قدر نہیں خاکسار کی اے بحر	عبیر اڑ کے تصدق ہو وہ غبار ہو نہیں	"	
حسن فروتنی کو ذرا آنکھ اٹھا کے دیکھ	ہے داغ بدر میں نہیں دھبا ہلال میں	"	
کوئی نشیب و فراز زمانہ کیا جانے	فتادگی میں زمیں ہیں فلک و قار میں ہم	"	
بصیر جانتے ہیں حال خاکساروں کا	نہاں ہیں صورت معنے خط غبار میں ہم	"	
سرکشی ناریوں کا شیوہ ہے	آدمی کو ہے خاکساری شرط	"	
خاکساروں سے بھلا اتنی کدورت کیا ہے	ایک دامن کے جھٹکنے میں تو برباد ہیں سب	"	
پس فنا ہے یہ توقیر خاکساروں کی	اڑا غبار جو تربت سے آشیانہ ہوا	"	
یہ انکسار وہ شئے ہے کہ خاک کا پتلا	جنوں کا فخر فرشتوں کا افتخار رہا	"	
ہوا ثبوت بگولے کی سربلندی سے	جو خاکسار ہوا وہ فلک جناب ہوا	"	
کوئی کاوش نہیں جو بھر بھی فروتن کے لئے	کوئی افتادہ زمیں کا نہ محصل ٹھیرا	"	
کیا ہے مرتبہ وہ انکسار سے پیدا	کہ آسمان ہے اپنے غبار سے پیدا	"	
عجیب نور دل خاکسار میں دیکھا	چراغ مہر کو روشن غبار میں دیکھا	"	
خاکساروں سے طبیعت اسقدر مالوف ہے	شاق ہے مجھ کو جھٹکنا گرد دامن گیر کا	"	
بلبلے کی نکل کب صابون کا قطرہ اڑا	منکسر کا پلہ بھاری ہے سبک مغرور کا	"	
ہوائے دولت منعم نہیں ہے خاکساروں کو	کہ ہر دم تازہ خلعت ہے لباس خاک ہی پیدا	"	
فروتنی سے ہے ممزوج آب و گل اپنی	جو آب حلم میں ہیں خاک انکسار میں ہیں	"	
روزہ ہماری فاقہ کشی کا نمونہ ہے	اپنی فروتنی کا ہے اک پرتو انماز	"	
ہر خاک نشیں مظہر انوار خدا ہے	ہر دانۂ ذرات میں خرمن نظر آیا	"	

خاکساری

بیان باطن میں پیتر آپ کہتا ہوں جو اس سے
بیان
یہ اسکا فضل ہے جو صورت انسان بنا ہوں
خاکساری کی خاک سے میں کیفیت کیا
جام خورشید سے جو جام صفا لال بنا دیا
مٹی کو خاک سے نمونہ اکسیر ہو گیا
مضمون عجز نسخہ اکسیر ہے
خاکساری کیمیا ہے دولت دارین ہے
اس دولت کو نہیں ہوتی ہے دولت نصیب
عاجزی کی وجہ ہے الفت کے گھر میں گزر
عین مسجد میں یہ جلوہ ہے لب محراب پر
خاکساری محیط عالم ہے
کس کی نشو و نما زمیں سے نہیں
عبودیت انسان کا ہے جزو نیاز
کرق بندگی کا ہے جزو دیکھتے ہیں
انھیں کو بہت خوب ہے کرم دیکھتے ہیں
جو اپنے تئیں سب سے کم دیکھتے ہیں
طینت آدمی کی خاکساری ہے
جو تکبر کرے وہ ناری ہے
خاکساری میں دیا ہے حق نے جو مرتبہ
خاکساری قالین اس کا فرش بوریا و خاک ہے
کچھ مت

خاکساری			
خاکساروں کی طرف چشم حقارت سے نہ دیکھ	جرأت	کہے مت نیک اسے کوئی کرے جو سب کی بدگوئی	بھلا کہئے اُسے جو آپ کو سب سے بُرا جانے	تراب
صاف ہے گرد یتیمی میں گہر کی صورت		دنیا میں خاکساری کا ہر جا ظہور ہے	وہ کونسی جگہ ہے کہ جس جا زمیں نہ ہو	تجمل
دل فنی اپنا ہے گوئی ہر میں ہیں مفلس کی تجمل	جوشش	مناسب ہے جھکے پیروں کی صورت	جہاں میں آدمی جب تک جواں ہے	"
مرتبہ ہر کسی سے عرض ہیں سب خل ہوکر		معلوم ہوا جبکہ بُرے سب سے ہمیں ہیں	پھر جو نظر آیا وہی اچھا نظر آیا	"
خاکساری اپنا حال ہیں وضع خاکساری		خیال خاکساری عالم بالا سے بالا تھا	زمیں سمجھا کئے زیر قدم جب آسماں آیا	تسلیم
عروج اپنا ہے وضع خاکساری سے	جلیل	مجھ کو مثل نقش پا ہے خاکساری سے نیاز	سربلندی کا نہ میں خواہاں نہ طالب جاہ کا	"
زمیں ہم نے نکالی آسماں سے		گر تمنا ہے شرف کی خاکساری کو نہ چھوڑ	مل کے مس اکسیر سے دم بھر میں کندن ہوگیا	"
پیچھا خود نمائی پہنا ہے دھر سر پر		مٹ کے پیدا کر جہاں میں سربلندی کے نشاں	خاک ہوکر خاک میں بن آسماں میری طرح	"
ہوا یاں آپ کو سمجھا وہی اچھا آدمی	جمیلہ	سربلندی دیکھ کر ہم دانہ ہائے کشت کی	آپ کو خاک ذلت میں ملا کیونکر نہ دیں	"
ہوتا ہے خاکساری سے روشن دل آدمی		خاکساری ہے مقرر سربلندی کی دلیل	تخم نخل بارور ہوتا ہے. ملکر خاک میں	"
ہے خاکساری سے ہی صفا آئینہ میں		خاکساری کا مزہ پوچھے کوئی دانے سے	کہ برومند ہوا خاک میں مل جانے سے	"
جس سے ہو دلعزیز انساں ہے	حفیظ	وہ نخل خشک ہوں جو لائق اس چمن کے تھا	ہوا ہوں رحمت پروردگار سے پیدا	تعشق
خاکساری کی نہ پوچھو رفعت و شاں ہے		دل نخوت پسند کو اے اشک	طرز افتادگی بتا دے تو	"
ٹھوکرا خاکساروں کی نہ پایا نقش پا ہے	حمید	خاکساری نے دیا مجھ کو عروج آسماں	ہوں غبار پائے بدنامی مگر سر پر ہوں میں	توفیق
نشاں افلاک خاکساری بڑھایا پیہ عروج		فتادگی میں بھی ہم سودمند خلق رہے	برنگ نخل اٹھے گر پڑے ثمر کی طرح	"
بعد مرون خاکساری کا اپنی شاہیانہ ہوگیا		سر پر زمانہ ان کو بٹھاتا ہے غافلو	جو خاکساری سیکھتے ہیں گرد راہ سے	"
آسماں نے ہر ادنے کو اعلے کر دیا	حالی	وہی رفعت رہی مٹی بھی ہوکر خاکساروں کی	غبار اٹھا پس مردن زمیں سے آسماں ہوکر	"
خاکساری اپنی کام آئی بہت		جو خاکساری سے رہتا ہے سرفرو توفیق	وہ سرفراز برنگ غبار رہتا ہے	"
دیوست		جو تحقر کوئی ادنے کبھی اعلے نہ ہوا	قطرہ جب تک نہ ہوا آب تو دریا نہ ہوا	"
		مٹ جاتا ہے آخر کو جگہ سے نہیں اٹھتا	افتادگی سیکھے کوئی نقش کف پا سے	"
		لازم فروتنی ہے ہر اک سربلند کو	جھکنے کے واسطے سر بینا دراز ہے	"
		غبار خاکساری نے چڑھایا اوج پر ہم کو	کئے پیدا نہ کیا کیا آسماں ہم ان زمینوں سے	"
		برنگ سایہ زمیں بوس خاکساری ہوں	ہے اپنا شیوۂ افتادگی پسند مجھے	"
		خاکساری پہ ہے موقوف صفائے باطن	آئینہ خاک میں ملنے سے جلا دیتا ہے	"
		نہ ہوا کم جو نگاہوں میں وہ اعلے نہ ہوا	قطرہ جب تک نہ ہوا آب تو دریا نہ ہوا	"
		نہ ہو جہاں کو جو افتادگی کا نام عزیز	کسی حسین کے دل میں نہ ہو غبار کی جا	ثاقب
		ترقی منزل عالم میں پائی خاکساری سے	کہ انساں سے بھی بڑھ جاتا ہے سایہ قد انساں کا	"
		مس طلا کرتی ہے دیتی ہے شفا بیمار کو	عاجزی سے یہ اثر خالق نے بخشا کاہ میں	جنوں
		خاکساروں کو جو چھو جائے وہ ہو جائے غنی	مس طلا ہوتا ہے جب کرتا ہے مس اکسیر کو	"
		چاہیئے انجام پر کرنا نظر آغاز میں	دستکش ہو خاکساری سے نہ پتلا خاک کا	"
		دیتے ہیں سرکشان جہاں عجز سے وہ شئے	دیکھو زمیں سے چرخ ستمگار زیر ہے	جاہ
		دبا زمیں میں جو دانہ ہوا وہ نخل بلند	سبب عروج ہو کیونکر نہ خاکساری دل	جوار
		ہے اس کے دامن زیں پر مرا جو دست غبار	عروج اپنا دکھاتی ہے خاکساری دل	"

دوست دشمن ڈرتے ہیں ایذا کوئی دیتا نہیں
خاکساری میں ہے حسن رخ یوسف کا اثر

خاکساری چاہئے عبد خدا کے واسطے
خاکساری وقار ہے میرا

گر نہ ہوتے خاکساری سے سراسر سرفراز
ملتے ہیں خاکسار گلے خاکسار سے

بچتے ہیں خاکسار سے سب اہل آبرو
افتادگان خاک کا رتبہ تو دیکھئے

دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہئے
اے ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھئے

ہے باغ جہاں میں تجھے گر ہمت عالی
لیتے ہیں ثمر شاخ ثمرور کو جھکا کر

زمیں پر نور قمر کے گرنے سے صاف اظہار روشنی ہے
خاکساری کا بھی جوہر کیمیا سے کم نہیں

دیکھ کر افتادگی سب نے عزیز دل کیا
جو یا ہے اگر رتبۂ عالی کا جہاں میں

یہی انداز ہیں اے دل جو میری خاکساری کے
بنایا خاک کے پتلے کو عین عرش کی پتلی

پتلے کی خاکساری حد کی فروتنی ہے
بعد از فنا ہے اوج ہوا پر غبار بھی

رتبہ نہ ہو بلند اگر خاکسار کا
خاکساری کا بھی نسخہ کم از اکسیر نہیں

فلک کی نہیں ہم کو رفعت پسند
خاکساروں کو نہ فیض سمجھو اے ساقی

خاکساری سرمہ ساں شیوہ کریگا تو اگر
گردوں کو اگر ہے سرکشی کا غرہ

جو خاک نشیں ہیں نہ انھیں سمجھیو کم قدر
خاکساروں سے موافق کب ہے دنیا کی ہوا

انھیں کی آبرو ہے جن کا ہے افتادگی شیوہ
کیوں ہو نہ خاکساروں کو فرش زمیں پسند

سربلندی کے وہ لائق ہوا آخر جس کو
خلق اک دولت خداداد ست

بنایا سرمۂ چشم تمنا خاکساری نے

خاکساری آدمی کو قلعۂ فولاد ہے
ہو یہ جوہر تو عزیز دل عالم ہو جائے

کبر زیبا ہے جناب کبریا کے واسطے
مفلسی اعتبار ہے میرا

فوقیت حاصل نہ ہوتی مجمع احباب پر
ہوتا ہے نقش پا بھی ہم آغوش نقش پا

دیکھا نہیں حباب کو سرپوش نقش پا
باد صبا ہے غاشیہ بردوش نقش پا

خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہئے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

کر گردن تسلیم کو خم اور زیادہ
جھکتے ہیں سخی وقت کرم اور زیادہ

کہ ہیں جو روشن ضمیر ان کا فروغ ان کی فروتنی ہے
نفیس کشتہ ہو تو کچھ اکسیر کی حاجت نہیں

خاک ہو کر مرتبہ اکسیر کا حاصل کیا
ادنے سے بھی خود کو کبھی اعلیٰ نہ سمجھنا

بٹھالے گا کسی دن اپنے سر پر آسماں مجھ کو
بڑھایا پایۂ گردوں سے پایہ خاکساری کا

پیوند ہیں زمیں کے رفعت کے آسمان تھے
افتادگان خاک کا رتبہ بلند ہے

سوے زمیں نگوں نہ سر آسماں ہے
اہل زر بند بے زر تو ہیں زر ہو کہ نہ ہو

زمیں کیجئے بہر تربت پسند
بیشتر ہوتی ہے آندھی سے نمودار گھٹا

دیدۂ اہل نظر میں گھر ترا ہو جائیگا
ہم کو بھی غرور خاکساری کا ہے

وہ دانہ ہے خرمن جسے مٹی میں ملایا
راہ میں تیری پھرے جوں نقش پا بر باد ہم

گہر بنتا ہے گرتا ہے جو قطرہ ابر نیساں سے
ہوتا نہیں ہوا سے یہ بستر الٹ پلٹ

خاکساری سے جھکائے ہوئے گردن دیکھا
اور اکسیر خاکساری ہے

مزا ہم تجھے مرے اس رہگزر میں پاسباں کیا کیا

خلیل
"
"
خاموش
خوشدل
داغ
"
"
"
ذوق
"
"
"
راحی
راسخ
سحر
"
"
"
سالک
"
سودا
"
سخن
سعید
"
"
سراج

خاکساری

ہمیشہ دہر میں گوہر خاکسار رہتے ہیں
ہمارے دل سے کسی کے غبار رہتے ہیں

خاکساری سے دل ناداں عبث پریشاں ہو جاتا ہے
ایک دن اس خاک ہی میں تو نہاں ہو جائیگا

جب بڑھ کے آفتاب سے ہوگا ترا عروج
بن جائیگا ضرور خاکساری کو خاطر

خاکساری میں ہے حسن رخ یوسف کا اثر
جو جھکا سجدے میں اعلیٰ سر افراز جہاں ہے

بشر عروج میں بھی اپنا سر جھکائے رہے
بلند سر ہے تو رفعت سے کیجئے نہ نگاہ

خاکساروں کو حقارت سے کبھی دیکھ نہ
خاکساری سرمہ ساں ہے اہل دلوں میں

خاکساری کی بدولت جاہل
خوار ہے جہل مرکب کی بدولت جاہل سمجھا

وہی عالم ہے جو اپنے کو ہے عزت جہان میں
بڑھتی ہے خاکساری سے اکسیر کی قیمت

ہم نے بنا کے خوب یہ اکسیر دیکھ لی
خاکساری سے تقدیر ہے ہماری نئی

ہاتھ آئی ہے اکسیر خاکساری

شرر
سودا
سعید
"
شفق
"
"
شہید
"
"
"
"
شکر
"
"
"
"
سنبر
"
"
"
"
سرمد
"
"
"
"
سلیم
"
"
"
"

خاکساری

طالب رفعت کو پستی ہے ضرور	عاشق	پست جو ہو اس نے پایا ارتفاع
ہے سرکشی سے رتبۂ افتادگی سوا	"	دو چار گام آگے ہے سایہ نہال سے
فروتنی سے ہے شان اہل وقر کی صابر	"	نہ بوجھ ہو تو نہ پلہ جھکے ترازو کا
خاکساری سے ہوا حاجت روائی کو فروغ	"	جو چمک زر میں ہے وہ پاتے ہیں ہم اکسیر میں
ثروت میں بھی پایا ہے انھیں شاخ ثمرور	"	جھک جھک گئے ہیں اہل کرم اور زیادہ
خاکساری سے کرے حاصل علو مرتبت	"	اسلئے انسان کو پیدا کیا ہے خاک سے
بوریئے پر متوکل اگر انساں ہو جائے	"	خاکساری وہ شرف ہے کہ سلیماں ہو جائے
ہو منکسر جو منصب عالی بھی دے خدا	"	سایہ زمین پر رہے نخل بلند کا
فکر صیقل ہے جبت آئینہ دل کے واسطے	"	خاکساری کے بغیر اس میں جلا ہوتی نہیں
چھوڑی عروج پر بھی نہ ہم نے فروتنی	"	اڑ اڑ کے بھی غبار پس کارواں ہیں ہم
آئینہ خاک سے پاتا ہے جلا کیا ہے عجب	"	خاکساری سے اگر صاحب جوہر چمکا
اگرچہ خاکساری کیمیا کا سہل ہے نسخہ	"	ولیکن ہاتھ آیا جس کے دشواری سے ہاتھ آیا
خاکساری نے ظفر دل کر دیا ایسا غنی	"	دل سے اپنی خواہش اکسیر سب جاتی رہی
خاکساری شعبۂ رحمان ہے	"	بس تکبر ظلمت شیطان ہے
سمجھ حقیر تو اپنے کو ساری دنیا سے	"	کہ اس سے ہوگی تری سب کے پاس عزت بھی
کہیں کیا تم سے شان خاکساری	"	انوکھی دیکھی آن خاکساری
نہیں خائف ذرا بھی تو خزاں سے	"	بہار بوستان خاکساری
اسے کیا غم مصیبت کا جہاں کی	"	ہو جس کا دل مکان خاکساری
فساد و فتنہ کی جڑ ہے تکبر	"	اماں ہے پاسبان خاکساری
بہت ہی تلخ نخوت کی ہر اک بات	"	بہت شیریں زبان خاکساری
شریفوں کو نہیں زیبا تبختر	"	شرافت ہی ہے جان خاکساری
چکھو مغرور اس کا کچھ مزہ تو	"	پُر از نعمت ہے خوان خاکساری
چڑھو گے بام رفعت پر بہت جلد	عاشق	اگر ہو نردبان خاکساری
تکبر سے تمھیں ہو جائے نفرت	"	سنو گر داستان خاکساری
نہیں پھر تو سن دوراں کا کچھ خوف	"	جو ہو کف میں عنان خاکساری
مفرح روح پرور دلکشا ہے	عالم	فضائے گلستان خاکساری
حماقت ہے تری کبر و تفاخر	"	نرالی شان۔ شان خاکساری
نجیبوں میں ہی اس کو پاؤ گے تم	"	اگر ڈھونڈھو نشان خاکساری
خدا کی چاہتے ہو گر عنایت	"	ہے پوشیدہ میان خاکساری
عجب دلکش ہے عاجز دل لگا کر	"	سنو ہم سے بیان خاکساری
جو دل کو کشتہ کیا آتش قناعت سے	عیش	تو نسخہ مل گیا اکسیر خاکساری کا
خاکساری بڑھ گئی جتنا مرا رتبہ بڑھا	عاشق	ہر ترقی میں ترقی پر تنزل ہو گیا
خاکساری اوج پر پہنچی تو پستی ہو گئی	"	بار منت سے سر گاؤ زمیں خم ہو گیا

خاکساری

عاشق امید مفلوک ہے انکسار سے — پروردگار پر
مغرور ہونا کاہش ثبت جبر ہیں
خاکساری سے نہیں بہتر ہے تخت جبر ہیں
خاکسار سے انساں بنا اور پھر وہی مرکز ہے خاک
جو کہ اعلیٰ ہیں جہاں میں جھک کے چلتے ہیں وہی
خاکساری کے لئے تو یہ ہی ہیں جوہر ہے خاک
مری خاکساری سے رفعت ہوئی
خودی مٹ گئی کیمیا ہو گیا
خاکساری کے سبب حق نے دیا ہے رتبہ
ہوئی تو بشر کا ہے کو انساں ہوتا
ہوئی دلبستگی اہرمن کا خاکساری سے
گئے ہر جا جس جگہ بس رو گئے واں کی زمیں ہو کر
خاکساری کے سبب پہنچا کہاں سے کہاں
دل ہمارا وہ ترقی یاب رفعت ہو گیا
جسم سے ہر خاکساروں کے بھی دونے کی آس
دب گئی نار جہنم جھکا کے چلیں
دور اندیشی سر جھکا رہی ہے
جو ترقی ہے انکسار ہی سے آئی ہیں
ان دنوں کچھ خاکساری ہی پسند آئی ہیں
ورنہ عالم عرش اعلا سے بھی تھا اعلا دماغ

خاکساری

خاکساری میں ہے راحت سرکشی میں اضطراب	خاک نے آرام پایا چرخ چکر میں رہا	عزیز
خاکساری کو اگر بہتر نہ سمجھا اوج سے	مہر عالمتاب ذرہ میں سمایا کس لئے	"
ہوئی ہے خاک نشیں سرکشی سے جعد بلند	مقام سرمہ ہے آنکھوں میں خاکساری سے	"
فروغ مجھ سے ہے مردم کو سرمہ کی صورت	میں خود اگرچہ مکدر ہوں خاکساری سے	"
ذرے لرزاں ہے ہیں نظر آفتاب سے	افتادگان خاک کی ہمت بلند ہے	"
یہ ہے انسان خاکی خاکساری اسکی رفعت ہے	بڑھا اکسیر کا بھی دیکھو رتبہ خاکساری سے	"
سرکشی سے ہوا استاد ملائک مردود	خاکساری سے نہ ہو کس لئے عزت میری	"
گردن کشی ملاتی ہے انساں کو خاک میں	بہتر ہے آدمی جو ذرا سر جھکا چلے	غافل
ہر ایک شخص جھٹک دے ہے خاکساروں کو	بھرا ہے گرد و غبار اپنے پیرہن کے بیچ	فیض
شیوۂ عاجزی نہ چھوڑ اے فیض	یہ وہ شئے ہے نہیں خدا کے پاس	"
ہو تو بھی خاک راہ کسی خاکسار کا	بہتر جہاں میں اس سے کوئی کیمیا نہیں	"
خاکساری پیشہ کرتا خلق آنکھوں میں رکھے	طور کے سرمہ کا عالم میں بہت اعزاز ہے	"
مزرع دنیا میں بے افتاد کے کب ہو عروج	خاکساری باعث نشو و نمائے دانہ ہے	"
انکساری جنھیں دنیا میں پسند آئی ہے	وہی آنکھوں میں جگہ پاتے ہیں ابرو ہو کر	فروغ
نہ بشر چشم حقارت سے کسی کو دیکھے	ہو جو ادنےٰ تو اُسے اپنے سے اعلےٰ سمجھے	"
جو ذی کمال ہیں ہر ایک سے وہ جھکتے ہیں	نہیں زمیں سے سر شاخ میوہ دار بلند	قلق
غرہ بشر کرے نہ ضعیفوں سے زور پر	اتنا جھکے کہ سر کو دھرے پائے مور پر	"
اس خاکسار کو یہ ہوئی ہے پسند خاک	ہوتی نہیں زمین سے ہرگز بلند خاک	"
بشر کو چاہئے کمتر سمجھنا سب سے اپنے کو	جو بڑھ کر بولتے ہیں اے قلق وہ منھ کی کھاتے ہیں	"
کیا کیا بلند مرتبے ہیں خاکسار کے	ساتوں فلک بگولے ہیں میرے غبار کے	"
زر ہے کیا مال انکسار ہے مول	ہے یہ اکسیر کیمیا کیا ہے	قدر
نہیں کیونکر نہ ابر رحمت آہیں خاکساروں کی	بخارات زمیں سے سنتے ہیں اے قدر بادل ہے	"
منکسر ہوتے ہیں ہنر والے	نخل جھک جاتے ہیں ثمر والے	"
ہے جراُتوں کی سینہ سپر خاکساریاں	گرد سیاہ ہوتی ہے ٹٹی سپاہ کی	"
مثال بدر جو کسب کمال کرتے ہیں	جھکا کر آپ کو پہلے ہلال کرتے ہیں	"
خاکساروں کی تو گدڑی ہی میں ہے زینت و زیب	لاکھ پہناے کوئی قاقم و سنجاب ہمیں	"
جب خاک ہوے تو اوج پایا	ہل ہل کے اڑے غبار میں ہم	"
وہ خاکسار ہوں کہ نہیں خوف اہل اوج	میری زمیں سے خاک نہیں آسماں بلند	"
آنکھوں پہ لوگ مجھ کو بٹھاتے ہیں خلق میں	سب سے جھکا ہوں ابرو خمدار کیطرح	"
جو خاکساروں کا کچھ نہیں ڈر تو کیوں خوشامد ہی پھر مٹا کر	زمین کے پاؤں پر سر اسر جھکا ہوا ہے سر آسماں کا	"
خاکساروں سے جھکی ہیں عرشیوں کی گردنیں	کیوں نہ مسجود ملائک ہو یہ پتلا خاک کا	"
جھکے ہی رہتے جو صاحب کمال ہوتا تھا	طلوع بدر سے پہلے ہلال ہونا تھا	"
خاکساری میں فقط ہوش سنبھالے میں نے	قدر سے خاک ہوا خاک سے انسان ہوا	"

خاکساری

خاکساری کرتا ہے انسان کو جوہر شرافت کا — قبول
خمیدہ ہو کر تنا ہے انسان کو جو ہر شرافت کا — سویدا
اصالت جس میں ہوتی ہے وہی تواضع کرتی ہے
خاکساری ایسی خوش آتی ہیں ہم
پیرہن مٹی میں رنگواتے ہیں ہم
ہے اگر عرفاں کا طالب خاکساری کر شعار
دیکھتے ہیں آئینہ اک کشتہ رنگ دیوار پر
دیکھ لے آگے زمیں کے آسماں رہتا ہے خم
خاکساری سر جھکا دیتی ہے ہر منکسر کا
خاکساری ہے صاف آئینہ کو خاک دیکھ لے
کرتی ہے پوچھ جو ہیں ہر اک خاکساری میں
جوہر نہ پوچھ چاہئے عبد خدا کے واسطے
خاکساری ہے جناب کبریا کے واسطے
سبز زیبا ہے جناب کبریا کے واسطے
سب آنکھیں بچھاتے ہیں
سبز زیبا جہاں ہوتا ہے سب آنکھیں بچھاتے ہیں
زیر میرا جہاں ہوتا ہے سب آنکھیں بچھاتے ہیں
میں ہوں وہ خاک جو ہو موجب چشم و دل روشن کو
میں ہوں وہ خاک جو ہو موجب چشم و دل روشن کو
نقش پا کی طرح رہوں
زمیں میں فرش زمیں نقش پا کی طرح رہوں
کیوں میں خاک نہ بنایا ہے خاکسار مجھے
کیوں میں خاک نہ بنایا ہے خاکسار مجھے
ازل سے حق نے بنایا ہے خاکسار مجھے
خاک ہے اصل طینت آدم چاہئے اسکو عجز کر

خاکساری			
میں اپنے آپ کو اس وقت سمجھا ناقص تر			
گر جب علوم میں حاصل ہوا کمال مجھے			
سکھیا ہے یہی بیشہ سے خاص و عام مجھے			
آپ کو جب خاک میں ملتے ہوئے دیکھا			
تو خجیدہ ہو گردوں نے سر کو جھکایا			
کہیں کشیدہ ہو گردن تری سر کو جھکائے			
بندۂ خاکی جب تیرے سامنے سر کو جھکائے			
خوش بہار نہیں آتی جب تک ابر نہیں			
جھکا جب نعرۂ ہل من مزید پر			
جھکا کبھی نہ فلک پر ترا سر نیاز			
ہوئے ہیں خاک نشیں سب سے سرفراز			
رہی ہے خاک نشیں سے ہمیشہ			
جہاں میں خاک نشیں ہی ہوئے			
لطف کیا ہے خاک ہوں			
ہوں زمیں گر آسماں			
ہوئے کب آشیانہ			
خاکساری			
یہاں جس نے			
وہ ہی عالی جناب			
بلندی			

خاکساری پسند عرش مقام	مصنف	آدمی صورت و فرشتہ سیر	مومن
رتبہ افتادگی کا دیکھو ہے		عرش کے بھی پرے مقام مرا	"
خاکساروں پہ کرم کرتے ہیں ادنےٰ اعلےٰ		رزق مزدور ہے ہر شاہ و گدا کے گھر میں	منتہی
صورت نقش قدم افتادگان خاک ہوں		خاکساری کی مجھے ممکن ہے چادر ان دنوں	"
اہل کرم کو ہووے سر انکسار بھی		ہوتا نہیں طعام کبھی بے نمک لذیذ	"
مزہ وہی کچھ اٹھاتا ہے خاکساری کا		جو مثل نقش قدم پائمال ہوتا ہے	"
آنکھوں میں جگہ کرتی ہے وہ نور کی بنری		پامال کو اللہ رے توقیر ہے کیسی	سمیع
کیونکر ہو اہل کبر میں افتادگی کی قدر		گر پڑ کے خود یہ کشور شاہی میں رہ گئی	منیر
سپہر عالم افتادگی کی سیر اگر چاہے		گرا دے آپ کو بام شکوہ بادشاہی سے	"
چلئے کمال عجز سے سر ہے اگر عزیز		مانند شمع بزم نہ گردن اٹھائیے	"
خاکساری کا یہ رتبہ ہے کہ پیوند زمیں	مصحفی	جم ہوا دارا ہوا قیصر ہوا کسرےٰ ہوا	مہر
جھک گیا آسماں زمیں کے حضور		عجز عالی وقار کرتے ہیں	"
خدا بلند کرے جس کا مرتبہ اے مہر		تو انکسار کرے افتخار کے بدلے	"
منظور خاکسار کو اپنا فروغ ہے		اے مہر ہم کو خاک سے اکسیر چاہئے	"
مثال آسماں سران کا اونچا ہے جو جھکتے ہیں		تری درگاہ میں رتبہ ہے عالی خاکساری کا	"
گر عروشان پاکے فروتن ہو آدمی		بات اس میں نکلتی ہے کچھ عروشان کی	"
سجدہ مسجود کی درگاہ میں پہنچاتا ہے		خاکساری سے جھکے جو انھیں رفعت ہوگی	"
یہ تہوس پہ کھلا جب خاک میں ہونا ملا		خاکساری چیز ہے کچھ چیز ہے اکسیر کیا	مذہب
خاک کے پتلے ہیں ہم کیونکر نہ ہوویں خاکسار	مجروح	پھر رہی ہو جس میں نخوت وہ ہمارا سر نہیں	میکش
وہ سر کو جھکائے ہوئے رہتے ہیں جہاں میں		جو کوچۂ تسلیم و رضا دیکھ چکے ہیں	"
جو ہر کس و ناکس کے جھکے سامنے آکر		ہوتی ہے وہی عزت و توقیر کی گردن	"
وہ اچھے لوگ ہیں خود کو برا سمجھتے ہیں		جو ذی ہنر ہیں وہ کب حب جاہ کرتے ہیں	"
ملا نا خاک میں اپنے کو عجز اور انکساری سے		سمجھنا خود کو کہتر خاک سے یہ خاکساری ہے	"
وہ رتبہ بخشتا ہے آدم کو خاکساری نے		نہ پایا خواب میں بھی جس کو دیو ناری نے	"
بشر ہے وہی جس میں نخوت نہیں ہے	شکیب	وہی دل ہے جس میں کدورت نہیں ہے	"
خمیر خاک سے اپنا ہے یاد رکھ میکش		جو خاکسار ہیں وہ خاکساری کرتے ہیں	"
خاکساری سے کبھی سر نہ اٹھایا ہم نے		خاک میں ملتے رہے نقش کف پا ہو کر	"
عروج بعد فنا ہے یہ خاکساروں کو	منون	کہ آسماں پہ بگولے مزار ہوتے ہیں	محب
قبر پر ہم سے خاکساروں کی		شامیانہ ہے گنبد افلاک	"
عروج میں بھی رہیں ہم سوز میں مائل		یہی ہے بھید ہمیں خاک سے بنانے کا	"
دیکھ مل جاتی ہیں نادانوں کو کیا کیا نعمتیں		اپنی دانائی کا فخر و ناز دانا چھوڑ دے	"
وہی ہر علم میں پہنچے ہیں معراج ترقی پر		جو اپنے آپ کو اس رستہ میں ہیں خاک پا سمجھے	"
خاکساروں سے فلک بغض و عداوت کیسی		پڑ گئی ظلم و ستم کی تجھے عادت کیسی	"

ہماری عقل و دانش تو یہی کہتی ہے اے مضطر	ملا ہے خاک کے پتلے کو رتبہ خاکساری سے	مضطر	
وہی ہے کام کا انسان جس میں ہو یہ صفت	خراب آپ کو ہر ایک کو بھلا سمجھا	محبوب	
جھک کر چلیں نہ کس لئے صاحب ہنر بہت	خم ہیں جہان میں شجر بار ور بہت	ماہ	
خاک کا کمتکا طریق خاکساری میں نہیں	جھک کے چلنے سے ہمارا دوست دشمن ہو گیا	"	
خاکساری نے عجب ہمت عالی بخشی	بوریا پایا تو ہم تخت سلیماں سمجھے	"	
کسی کا بار طبیعت میں خاکسار نہیں	غبار دیدۂ مردم مرا غبار نہیں	"	
مرا زنگ دل خاکساری نے کھویا	کدورت سے حاصل صفائی ہوئی ہے	"	
خاکساروں سے ملا کرتے ہیں جھک کر سربلند	آسماں پیش زمیں بہر تواضع خم ہوا	ناسخ	
یہ سرکشی سے ہے افتادگی کی قدر بلند	کہ آگ سے ہوئے جن، خاک سے بشر پیدا	"	
خاکساروں سے ہے ہر جا سرکشوں کی سرکشی	وہ زمیں ہے کون جس پر آسماں ہوتا نہیں	"	
جو کوئی ہے با تواضع ہے سلیمانِ زماں	مثل خاتم خم اگر قامت نہیں حاتم نہیں	"	
ہے جو افتادہ اُسے کیا ضرب دشمن سے گزند	تیر لگنے سے نہیں پڑتا ہے روزن آب میں	"	
ناتواں ہو کے جہاں میں رہوں ایسا ناسخ	کہ مرے پاؤں سے چیونٹی کو بھی آزار نہ ہو	"	
ثمر پختہ جو ہے اے خام طمعو باغ عالم میں	نہ کیونکر خاکساری سے وہ بدلے سرفرازی کو	"	
خاکساران جہاں کا ہے ادب ایسا مجھے	پاؤں رکھتا ہوں بچا کر سایۂ دیوار کو	"	
خود بخود افتادگان خاک کا ہوتا ہے اوج	نردباں درکار ہے کیا سایۂ دیوار کو	"	
شان آگے خاکسار کے سرکش کی کب رہے	پیدا ہو بو تراب تو کیا بو لہب رہے	"	
جو دعوائے ہدایت ہے گزر عالی وقاری سے	ہوئے نقش قدم خضر بیاباں خاکساری سے	"	
تنزل میں ترقی کرتی ہے افتادگی ناسخ	کہ معراج شجر پانی نے پایا خاکساری سے	"	
آگے افتادوں کے پاتے ہیں کہیں سرکش فروغ	سرد ہو جائے نہ کیوں بازار آتش آب سے	"	
آگے افتادوں کے عالی منزلت ہوتے ہیں خاک	دیکھ ہر پانی کے نیچے گنبد افلاک ہے	"	
خاکساری ہیں کسی کو ہے بھلا کیا نسبت	کوئی عنصر مرے قالب میں بجز خاک نہیں	"	
درازی عمر کی ہے ہر کسی کی خاکساری سے	نہیں بجھتے جو خاکستر سے اخگر بند کرتے ہیں	"	
دے جسے رفعت خدا اس کو تواضع ہے ضرور	ہو اگر محراب مسجد کا اُسے خم چاہیے	"	
نہ ہوگی گرم صحبت سرکشوں کی خاکساروں سے	سلامت رہ نہیں سکتی ہے دم بھر آگ پانی میں	"	
بالش سر چاہیے تجھ مسند زر زیر پا	ہم گدا ہیں خاک کا کافی ہے بستر زیر پا	نصیر	
خاکساری سے ہو جب عزت ہی گر سمجھے کوئی	خاک میں مل کر رہوں یارو نہ کیونکر زیر پا	"	
رتبۂ افتادگی سے رہنمائے خلق ہوں	گرچہ ہوں جوں[1] نقش پا میں خاک برسر زیر پا	"	
مزرع دنیا میں وہ ہی عاقبت سرسبز ہے	دانہ ساں جو خاک میں رہتا ہے مل کر زیر پا	"	
یہاں تک خاک کا رتبہ ہے اس عالم میں اب جس سے	کیا ہے شیشۂ ساعت نے اسباب سفر پیدا	"	
سربلندی کو یہاں دل نے نہ چاہا منعم	ورنہ یاں خیمۂ افلاک پُرانا ہوگا	"	
کیوں نہ ہو افتادگاں[2] کی قدر یاں اب اے نصیر	نقش پائے عاشقاں سرپوش خاکستر رہا	"	
خاکساری کو سمجھتے ہیں وہ اپنی اکسیر	رکھتے چھلا نہیں ارباب نظر چاندی کا	"	

خاکساری

ہے نگونساری بھی ساتھ اے مردم دنیا دوں		نظیر
نخل فوارہ نہ اپنے اوج پر تو سر اٹھا		"
خاکساروں سے نہیں منعم تر از سبزہ بلند		"
جوں نقش پا جو اس نے کیا ہے بھکاری بھی		"
عزت یہاں یہ پائی ہے افتادگی سے آج		"
خاکساری کو سمجھتے خوب ہیں اہل صفا		"
دل سے آئینہ کے پوچھے کوئی خاکستر کی قدر		"
مت سکندر اس سے ہو اے مال غفلت یہاں		"
خاک میں ملتا ہے جو ہوتا اسی کو ہے عروج		نظم
خاکساری سے ہوا نام مرا		"
سبز ہوتی کاش نہ سر سبز ہوا نام مرا		"
مثل سبزہ کے نہ جب تک کہ نکل آیا		"
مثل دانہ کے نہ رفعت ہے جب		"
خاکساری طلبوں کے لئے گور کی منزل آیا		"
دوستی اہل حسب میں ہے خاکساروں کی		"
نہاں ہے فقر کی چشمہ بھی خاکساروں کی صورت		"
کہ ابر ہے قافلہ گرد سواروں کا		"
خاکساروں		

[1] مثل ۱۲ [2] افتادگوں ۱۲

خاکساری

خاموشی

	خاکساروں کا ترے شوق میں اٹھا تھا غبار	رہ گیا ہے یہ وہی عرش معلّٰی بن کر	نظم
	ہوئی کدورت دل دور خاکساری سے	اس آئینہ میں جلا رکھتے ہیں غبار سے ہم	"
	جھکوں جو اہل تنخر سے خاکسار نہیں	فلک سے دیکھے رہے جو یہ وہ غبار نہیں	"
	رگ گردن پہ جسکو ناز ہو تو جھک کے مل اُس سے	یہ وار ایسا ہے جو تسمہ نہ گردن میں لگا رکھے	"
	ناصر ہر ایک جنس سے ہے تو حقیر تر	ذرہ کو بھی نہ دیکھ حقارت کی آنکھ سے	ناصر
	جو افتادہ ہیں وہ ایذائے موذی سے رہیں ایمن	الجھتے کس نے دیکھا خار سے صحرا کے دامن کو	نساخ
	نساخ اپنی اپنی سمجھ میں بقول ذوق	سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں	"
	خاکساری سے نہیں بہتر جہاں میں کوئی شئے	خلق میں سب سے بڑا رتبہ ہے آزمزاد کا	"
	بغیر سرنگونی جمع زر سے خاک ہو حاصل	زوال دولت قاروں کا باعث گنج قاروں ہے	"
	نہ خاکساری کی عادت چھٹے گی کامل سے	فلک پہ ابر جو پہنچائے تو بھی آب گرے	نسیم
		روز باران نور ہوتا ہے	"
		خاکساری وہ ہے کہ ذروں پر	"
	طبیعت میں ہے اپنے انکساری	لکھا ہے نسخۂ اکسیر دل پر	واسطی
	بشر کو چاہئے گزرے نہ خاکساری سے	کیا ہے خاک سے پیدا خدا نے انساں کو	"
	بشر کو خاکساری ہے مناسب	حقیقت خاک ہے اس آدمی کی	"
	ہستی کی گر ہوس ہے تو جھک جھک کے رکھ قدم	باعث فنا کا ہے یہ ابھرنا حباب کا	"
	لیجا کے بگولے نے یہ کی دشت میں تعلیم	بے خاک نشیں ہونے کی عزت نہیں ملتی	وقار
	درۃ التاج مہر ہے ذرہ	اوج پر شان خاکساری ہے	"
	نہ اترا مرے تن سے جامۂ خاک	وقار اپنی اسی میں آبرو ہے	"
	پیش خدا وہ خلق سے زائد ہے ہر طرح	جو شخص اپنے آپ کو سمجھا ہے سب سے کم	"
	غیرت تخت ہے ہم خاک نشینوں کو زمیں	صورت چتر ہے یہ گنبد گرداں سر پر	"
	قطرہ سے بحر ذرہ سے خورشید ہو گیا	اونچا کیا ہے مجھ کو مرے انکسار نے	"
	جب خاک ہوا میں تو ملا رتبۂ اعلےٰ	سمجھا تھا تخت ثرئے عرش بریں تھا	"
	خاکساری میں وطن حاصل ہے مجھ کو سلطنت	ہے مجھے تخت سلیماں چھانوں پائے مور کی	وطن
	خاکساری جس کو ہو سلطانی ہے اس عالم میں	کاسۂ خاکی اسے جیحوں چینی فغفور ہے	ولی
	اے ولی تیغ غم سوں خوف نہیں	خاکساری بدن پہ جوشن ہے	"
	سرکشی رکھتا ہے کیوں رکھ خاکساری پر نظر	آئے گی اک روز خاک دوست دشمن زیر پا	"
	خاکساری سے دلا ہوتی ہے سرسبزی نصیب	خاک میں دانہ ملے جب کشت دہقاں سبز ہو	ہر چند
	خاکساری چاہئے مرنے سے پہلے زیست میں	کیوں غرور زندگی ہے مر کے ہونا خاک ہے	"
	کیوں مرتبہ بلند نہ ہو انکسار کا	جھکنا ہی فیض ہے شجر بار دار کا	ہزبر
	ذرۂ ناچیز تاباں خاکساری سے ہوا	منکسر ہونے سے اسکو ہو گیا حاصل فروغ	"
	خاکساری گرد خواری کو نہ کیوں کر لے فنا	آدم اشرف ہو گیا ہوتے ہی پیدا خاک سے	ہوشن
	اوج شان خاکساری کے حضور	چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا	یکتا

صفحہ خاموشی

عین حکمت ہے خموشی صنعت بیجا عمل
منھ سے نکلا جو سخن بیکار زر گانی چاہیے
صرف خاموشی بہار زندگانی چاہیے
منھ میں زبان بے زبانی چاہیے
خوشی
خوشی سے بہتر ہے
چاہیے جو بیجا نکلتی جس نفس میں
ہے کلول حیات فقر
خوشی سے
یہ صدا آتی ہے
خوشی
بات بنانی
منھ سے نکلی ہوئی ہے
منھ میں ہوں
خلق
حفظ زباں سے ہوں
خوشی ہے
قلم کی طرح
نکلتی
جو چاہو سو کہو پر
ہیں
اپنے دہن کے اندر
گویا زباں نہیں ہے
بہرہ ہے
گویا زباں کسی کی
خلق بے بہرہ
بولا چاہیے
کون سنتا ہے
کسی کی
کچھ نہ
صفت
بات دل کی دل میں
وہ لطف ہے کہ
گفتگو نہ کریں
خوش رہئے میں
جو زباں ہیں تو گنگ
ہزار ہوں
بے بہروں

خاموشی

بے بہروں میں بہروں کی طرح بیٹھئے اے بحرؔ	بحر	کانوں کو خدا رکھے خرافات سے محفوظ
نہ کر حق میں بزرگوں کے کڑی بات	"	کہیں گے لوگ چھوٹا منہ بڑی بات
متانت ہے بہت کم بولنے میں	"	خموشی دو گھڑی ہو دو گھڑی بات
دُر دہن کے لئے خاموشی مناسب ہے	"	یہی ہے قفل نہیں جس میں کیل کا کانٹا
جو بات کی انسان نے معلوم ہوا حال	"	منہ کھلتے ہی دروازہ کھلا عیب و ہنر کا
لطف خاموشی کے آگے ہیچ ہے	بیدل	خوشنوائی، خوش بیانی، کوئی ہو
زمانہ مکر و دغا سے بھرا ہے اے پرتو	پرتو	ہزار بات سنے ایک بھی کہا نہ کرے
ایک صورت پر بسر کرتے ہیں ارباب سکوت	تسلیم	شست و شو سے پاک دیکھا پیرہن تصویر کا
ہائے بے دیکھے رہا کرتی ہے کیا کیا کچھ زبان	ثاقب	دیکھئے سب کچھ۔ نہ کہئے کچھ بھی۔ آنکھوں کی طرح
جو کچھ کھویا وہ کھویا بات کہہ کر	"	جو کچھ پایا وہ پایا خامشی میں
برنگ غنچہ ملا ہے ہمیں دہن خاموش	جوار	شکایت چمن روزگار کیا کرتے
دہن ہے بند جبتک راز دل پوشیدہ ہے اپنا	"	کھلے حال اسکا کیا جس گھر کا دروازہ مقفل ہے
ہرگز کسی کے سامنے کچھ تذکرہ نہ کر	"	آگاہ ہے خدا ترے ہر ایک حال کا
بولنے سے چمن دہر میں رسوائی ہے	خلیل	بو نہ پھوٹے دہن غنچہ جو خاموش رہے
واں گالیوں پہ منہ ہے ہمیشہ کھلا ہوا	داغ	یاں مہر خامشی مرے لب پر لگی ہوئی
سرتاقدم زبان ہیں جوں شمع گو کہ ہم	درد	پر یہ کہاں مجال کہ کچھ گفتگو کریں
بے زباں ہے بدزبان سوسن	"	اس چمن میں کسے مجال سخن
وصف خاموشی کا کچھ کہنے میں آسکتا نہیں	"	جس نے اس لذت کو پایا ہے سدا خاموش ہے
کہے ایک جب سن لے انسان دو	ذوق	کہ حق نے زباں ایک دی کان دو
بات آوے[1] نہ تو چپ رہ کہ گماں کے نزدیک	سودا	سو طرح کا ہے سخن پردۂ خاموشی میں
پوچھے بھی وہ تو ہم نہ کہیں آرزوے دل	"	وہ بات کیوں کہیں جو ہو اپنے دہن سے دور
ہوں تو چراغ راہ ہنر زیر آسماں	"	لیکن خموش ہو کے سر شام رہ گیا
کر اختیار کم سخنی تو بھی اے شفق	شفق	ڈھکتی ہے آدمی کے خموشی ہزار عیب
مرغان نوا سنج کو صیاد نے پھانسا	شہید	محفوظ رہے ہم لب خاموش کے باعث
سپر بدنامیوں کی خامشی ہے	صابر	کہ حرف آتا نہیں اپنی زباں پر
جب اس زمانہ میں قدر ہنر نہیں طاہر	طاہر	تو پھر سکوت ہی بہتر ہے خوش بیاں کے لئے
لب خاموش نے سکھائی بات	"	کہ نہ کہنا کبھی پرائی بات
میں نے سو بار آزمائی بات	"	منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات
خاموش رہنا چاہئے دنیا کی شور و غل میں	ظفر	سنتا کسی کی اے ظفر بیان کون شور و غل میں ہے
نشو و نما ہے اصل سے غالب فروع کو	غالب	خاموشی ہی سے نکلے[2] ہے جو بات چاہئے
حق کہو تلخ - جھوٹ بولو گناہ	قدر	بس خموشی سخن سے بہتر ہے
خامشی سے ہوا ایسا میں عزیز ہر دل	"	مثل تصویر کسی پر کبھی دو بھر نہ ہوا
نکلے نہ نیک و بد کبھی منہ سے خدا کرے	"	مہر سکوت قفل در خیر و شر[3] ہے

[1] آئے ۱۲ [2] نکلتی ہے ۱۲ [3] مدقوں ۱۲

زبان	ہمیشہ چپ ہی رہے جو ہو صاحب جوہر زبان تیغ کو دیکھا ہے بیشتر خاموش	ناسخ
افسوں	کس قدر لطف خموشی ہے طبیعت کو پسند ہم نشاں تک بھی نہیں رکھتے دہان گور کا	نسیم
	ایک چپ رہنے سے لاکھوں راحتیں موجود ہیں مٹ گیا جھگڑا ہوا احساں لب خاموش کا	"
	بزم عالم میں ہے خاموشی سے اے ناسخ فروغ گو سراپا ہے زباں کرتی نہیں گفتار شمع	ناسخ
	ملا ہے یہ گل صد برگ سے سبق ہم کو ہزار ہوں بھی زبانیں تو گفتگو نہ کریں	نظم
	خموشی میں ملا گوہر صدف کو نہ پایا کچھ ہوئے جس وقت وا لب	وقار
بزمی	جتنے روشندل ہیں وہ سب رہتے ہیں ہر سکوت کچھ زبان شعلے سے کار بیاں ہوتا نہیں	وہبی
	گالیاں دیکے وہ قائل ہوئے میں چپ جو رہا خامشی سے کبھی بہتر کوئی تقریر نہیں	وزیر
	ہمیشہ لشکر آفات سے رہے محفوظ نصیب جس کو ہوا ہے حصار خاموشی	ولی
	بن بولے خامشی ولی نہ ملے گوہر مراد حیرت کے باج اور ہے سب قیل و قال محض	"
	خاموش اگر رہا ہے ولی تو عجب نہیں غواص کا ہمیشہ خموشی کمال ہے ۔	"
	سچ کہا ہے کسی نے اے یکتا ایک چپ لاکھ کو ہراتی ہے	یکتا
	خامشی ہی سے تو ملتی ہے جہاں میں دولت لب صدف کے جو ہوئے بند تو گوہر پایا	یم

خُلق

	وہی ہے خوبرو جو نیک خو ہو وہی ہے پھول جس میں رنگ و بو ہو	آصف رح
	حیف کی جا ہے نہ ہووے نرم و چرب اسکی زباں پرورش پایا ہوا یہ آدمی ہے شیر کا	آتش
	لازم نہیں وہ بات کہ دشمن ہوں تیرے دوست وہ کام کر کہ تجھ سے ہو بیگانہ آشنا	اسیر
	جس آنکھ میں نہیں ہے مروت وہ کور ہے خواہاں نہیں ہیں ہم قدح بے شراب کے	"
	ملتے ہیں جھک کے ہر کس و ناکس سے بے سبب اہل ریا کا خلق ملاقات عید ہے	"
	سنکر کسی کی بات کو کیوں مانئے بُرا آفاق میں کروڑ ہیں باتیں دہن ہزار	"
	گفتگو باعث تسخیر جہاں پیدا کر اسم اعظم ہو وہ تاثیر زباں پیدا کر	"
	شرف ذات اسی میں ہے جو ہے نیک صفات دہر میں معدن یاقوت نہیں ہر پتھر	"
	خلق جس میں کہ نہ ہو اس کو بشر کیا کہیئے یوں تو ہے گھاس بھی جنگل میں بشر کی صورت	"
	کس کام کی وہ آنکھ مروت نہ جس میں ہو بیکار بزم میں قدح بے شراب ہے	"
	خالی جو خلق سے ہے وہ کس کام کا بشر کانٹا مری نظر میں ہے جو پھول بو نہ دے	"
	کی عمر دشمنوں میں بسر ہم نے عمر بھر کانٹوں میں پھول دانتوں کے اندر زباں رہے	"
	نہ کوئی بات ہو جس میں کہ آدمیت کی مرے حساب نہیں ہے وہ نسل آدم سے	"
	حیواں کے برابر ہے نہیں جسمیں ہے جوہر انسان سمجھتے ہیں ہم انساں کو ادب سے	"
	کچھ شک نہیں کہ خلق سے ملنا ضرور ہے جو اس سے اختلاف کرے حق سے دور ہے	اکبر

بے خوف کار بند ہو اس اصول پر	بے فکر زندگی کا اسی کو مزہ ملے	بزمی
پروا ہو معترض کی نہ انجام کار کی	ایماں کے فیصلہ کا تتبع سدا رہے	〃
عزت ہے حق کی حق سے نہ اس کے نتیجہ سے	یہ بات گوش دل میں ترے جانشیں رہے	〃
خلق کی باتوں سے بیگانوں کو اپنا کیجئے	چال وہ چلئے کہ دل میں راہ پیدا کیجئے	بحر
امید یہ نہیں کوئی بر وقت کام آئے	واقف نہیں زمانہ مروت کے ڈھنگ سے	〃
نہ بیٹھو امتیازی بنکے بحر اس سے ہے کیا حاصل	کہ دنیا دار ہو تم مل چلو اعلیٰ سے اسفل سے	〃
نیک طینت کیجئے کس طرح ہے بد اصل کو	غیر ممکن ہے کہ رانگا سیم تابنا زر لگے	〃
آدمی سنگدلوں پر کبھی نرمی نہ کرے	روئے آنکھوں کو جو تل بھر بھی مروت رکھے	〃
سیکھو یہ طریق آدمیت	جو چال چلو اسے نبا ہو	〃
یہ ہونٹ نہ بولیں کلمہ بد یہ دعا ہے	یہ کان سنیں کوئی نہ الزام کسی کا	〃
درشتی چھو نہیں سکتی انہیں جو نرم طینت ہیں	تہی ہے استخواں سے جسم میرے شمع بالیں کا	〃
سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا	سرخ و سپید ماٹی کی مورت ہوئی تو کیا	بیان
جبکہ سیرت نہ ہو کب پہنچیگی صورت ہم کو	جا سے لیجائے گی کیا ماٹی کی مورت ہم کو	〃
ادب انسان کو وہ دولت لطف الٰہی ہے	کہ جوہر گر ہے اس کا اسکے سر پر تاج شاہی ہے	بیدل
عقل کہتی ہے ادب ایمان ہے	یہ نہیں جس میں ہے وہ بے جان ہے	تائب
حسن اخلاق کو بنا زیور	تا کہ اقبال سے ہو نیک اختر	〃
سب تجھے آنکھ کا کہیں تارا	گل کے نزدیک دل سے ہو پیارا	〃
جو کوئی خوش وضع خوش اخلاق ہے	اس سے گردیدہ تمام آفاق ہے	تراب
جہاں انسانیت نہ ہو کچھ بھی	وہ تو حیوان شکل آدم ہے	〃
بار خاطر ہو کے صحبت میں کسی کے رہئے مت[1]	بلکہ یوں رہئے کہ جیسے پانی پر اترائے پھول	〃
شست و شو ظاہر کی لے زاہد بہت کرتا ہے کیوں	جامۂ دل کو بد اخلاقی سے دھونا چاہئے	〃
آدمیت جسمیں ہو کہتے ہیں اس کو آدمی	اس کو حیواں کہئے جو اخلاق انساں چھوڑ دے	〃
اپنا کر لیتا ہے ہر غیر کو ہر نیک سرشت	آزمایا ہے ملا کر کے لبن پانی میں	ترکی
جو بو نہیں تو نہیں خلق کے گل دستار	گلاب سے کہیں خوشرنگ ہیں انار کے پھول	ثاقب
خلق سے پیش آ تو سب پر فتح پائے	یوں ہے املا ایک خلق و خلق کا	〃
یوں رہا پاس ادب راہ طلب میں حائل	پاؤں تو پاؤں کبھی سر بھی اٹھا کر نہ چلے	〃
مساوی ہو کے اعداد ادب سے یہ ملا رتبہ	کہ گھیرا سبعہ سیارہ نے ساتوں آسمانوں کو	〃
جھکا جو سر تو زمانہ میں سرفراز ہوا	ادب سے پائی فلک نے ترقی معکوس	〃
کسی کو دیجئے ایذا یہ کب ہے کام اپنا	لیا نہ بھول کے دشمن سے انتقام اپنا	جنون
کیا مکرم ہوگا وہ جس میں نہیں خلق و کرم	خوئے نیک و بد سے خلقت بیخبر ایسی نہیں	〃
شرافت ہے حسن عمل سے خلیل	جبیں پر کہاں شیخ و سید لکھا ہے	خلیل
پاؤں کا کام یہاں آنکھ سے لینا ہے ضرور	بے ادب منزل تسلیم کو پہونچے کیونکر	خاطر
ہے ادب روح جسم خاکی میں	گر ادب ہی نہیں تو جان نہیں	رمز

خلق

اخلاق سے ہے کرنا تسخیر جہاں تو یہ ہے	رنگین
خاکسار آپ کو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے	〃
اخلاق سے منور ہر قلب و دل کو کیجئے	〃
اخلاق سے مصفا آئینہ دلی کا	〃
بیہودگی و دعاوت اخلاق کے قرین ہیں	〃
خوشخوئی و مسرت اخلاق کے قرین ہیں	〃
دنیا ہے چند روزہ کیجئے بھلائی	〃
کیجئے خلوت خلائق کچھ طاعت خدا کی	〃
اخلاق محل میں ہی کی اک شاخ پر ہے	〃
انسان کا محافظ اور دافع ضرر ہے	〃
اخلاق ہی کا قفل در کرم ہے	رنگین
اخلاق ہی ہے جنت خلق سے آدمی کی	رنگین
شاخوں کا پھولوں کی رنگ و بو سے ہے	رنگین
قدر پھولوں کی جانتے ہیں اس دل نشیں رکھے	نوری
بشر کو چاہئے ہے کسی کا کر رکھے	نوری
کسی کا ہو کے رہے تو کیا ہے وہ دشت خاک نوردی	نوری
اکسیر ہے تو کیا ہے اس سے ملال آیا	نوری
خاطر جب کسی کی اس سے ملال آیا	نوری
عیب پوشی ہے آدمی کو فخر	
وہ خطا پوشی ہے چھپا دے	

[1] ملے مٹی ۱۲۔ ملے مت ۔ ۱۲۔

خلق

مصحفی	اِس سے کیا بہتر ہے دنیا میں جو حاصل ہو تجھے	اچھا خلق اچھی طبیعت اچھی خو اچھا مزاج
ہمہ	ہمیشہ ہے رضامند اُس سے خالق	جو رکھے خلق سے نیک اپنے اخلاق
	گزار اپنے دن عمر کے چند روز	باخلاق و آداب و لطف و کرم
	کوڑی نہ صرف ہو گی عالم مطیع ہو گا	اخلاق سے بھی بڑھکر دولت نہیں ہے کوئی
	خلق سے ہے بعید یہ سید	چھوڑ دوں طرز محبت کیونکر
	علم و تواضع و ہنر و داد دیا دِ خلق	جس شخص میں یہ وصف نہیں وہ بشر نہیں
ناسخ	حُسن اخلاق سے ہے قدر بشر دنیا میں	پھر گہر کیا ہے وہ جب آب گہر سے نکلا
	ادب ہے جامۂ انسانیت کہ اُس کو تمیز	وگرنہ خلقت انسان بھی ایک حیواں ہے
ظہیر	ظہیر راہ فنا میں نہیں مجال کلام	چلے چلو سر آداب کو جھکائے ہوئے
نصیر	نہ کر ظالم دل آزاری جو دل منظور ہے لینا	کسی کا دل جو ہاتھ آیا تو دلداری سے ہاتھ آیا
	جو ہو گا مرد معقول اس کو ہو گا پاس ہر اک کا	اگر دُور آپ کو کھینچے گا نامعقول کھینچے گا
	اے ظفر ہے جہاں میں خلق کہاں	اب تو خلقت کا اور ہے نقشہ
ظفر	اخلاق ہی بہتر علی احمد ہے ہر اک سے	باقی نہیں دُنیا میں بڑا بول رہا ہے
	مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت	میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں
	وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے	کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
ناسخ	تمیز نیک و بد خلق ہے رویہ سے	عیاں حقیقت انسان ہے چلن کے بیچ
	جھک جائے اس سے پہلے جھکے جو کہ آپ سے	اُس سے کرے غرور جسے کچھ غرور ہو
	دشمن جاں کو ہو جو دوست بنانا منظور	حُسن اخلاق سے بڑھکر نہیں کوئی تسخیر
	کر نہ آداب میں کمی قنبر	جس کو جو کچھ ملا ادب سے ملا
واسوخی	جس چال کو کہ چار کہیں واہ واہ وا	وہ چال وہ چلن وہ رویہ اُٹھائیے
	اچھے وہی ہیں سب سے اچھے خیال جنکے	آوارہ پھرتے ہیں جو وہ ہی چُغلخور تنکے
مومن	مومن نہ توڑ رشتۂ زنار برہمن	مت کر وہ بات جس سے کوئی دلشکستہ ہو
	کیمیائے خلق کیا کافی نہیں	کیوں عبث میں طالب دُنیا رہون
	بدلتی جبر سے ہے کوئی خوئے بد بھی کبھی	ہزاروں کھیل رہے ہیں شکار پر دے میں
	نہیں تعلیم اعلیٰ سے بھی جب اخلاق ربانی	تو پھر کس بات میں ترجیح ہے عالم کو جاہل پر
	نہیں گر آدمی میں آدمیت اور ہمدردی	فضیلت حضرت انسان کو پھر کیا اور حیواں پر
	ہو حکومت یا نہ ہو اخلاق اعلےٰ چاہیئے	اہل دل ہوتے نہیں اِس دار ہستی میں خراب
	خاک کا پُتلا ہے آدم جو کوئی اچھی کہے	عالم خاک میں برسوں تئیں[1] وہ بات رہے
	خوش سیرتی ہے جس سے کہ ہوتا ہے اعتبار	ہے چوب خشک بوجو نہ ہووے[2] اگر کے بیچ[3]
	سیرت سے گفتگو ہے کیا معتبر ہے صورت	ہے ایک سوکھی لکڑی جو بُو نہیں اگر میں
	شریف مرد شرافت سے منہ نہ پھیریں گے	وفا کے بدلے جفا کام ہے رذالوں کا
	ظاہر میں گرچہ رکھتے ہیں اہل ریا خلوص	ایسا خلوص بھی ہے تو کس کام کا خلوص
	بے ادب کو نہ ادب ہے نہ بلاؤں کا ہے ڈر	شانہ کیسا تری زلفوں سے لگا جاتا ہے

[1] برسوں تک [2] ہو [3] جن کا

مدارا ترک مت[1] کر اے حیا دوست
سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
آدمیت نہ ہو جس شخص میں کچھ بھی ہمدم
حسن اخلاق ہے چلتا ہوا جادو یکتا
خمیدہ ہو کے ہر شاخ ثمر بھی بیخ کی جانب
حسن یوسف سے سوا ہے حسن خلق

ولی
ہمایوں
ہمدم
یکتا
"
یوسف

مدارا ہے حصار آشنائی
سرخ و سپید[2] تائی کی مورت ہوئی تو کیا
پھر وہ حیوان سے بدتر ہے مت[3] انساں سمجھ
غیر ممکن ہے نہ ہو اس کا اثر دشمن پر
اشارہ کر رہی ہے یوں جھکو اپنے بزرگوں سے
اک جہاں اس کے خریداروں میں ہے

خوشی و غم

دنیا میں کون غم ہے نہیں جس کے بعد عیش
بے غم ہیں عیش کب چمن روزگار کے
شادی کی رکھ امید جو غم کا ہو سامنا
باغ عالم میں جو راحت ہے تو پھر رنج بھی ہے
جو نہ دے رنج کسی کو اُسے ہوتا نہیں رنج
شادی و غم سے ہے عالم کا مرقع تو ام
رنج یاں جنکو ہے آتش انھیں راحت ہے وہاں
غم و شادی کی مثالت دیکھ عالم کے مرقع میں
زمانہ شادی بے غم کسی کو دے یہ کیا ممکن
دو رنگی رنج و راحت کی مٹی کب اس گلستاں میں
ہے بعد وصل ہجر کا ہم کو کمال رنج
دولت ہے جہاں خار خلش اُسکے ہے ہمراہ
عیش سے توام ہے غم ۔ ہے زخم سے ظاہر امیر
بغیر غم نہیں عالم میں قدر عشرت کی
کسی کا نفع ہے اس باغ میں کسی کا زیان
راحت ہے غم جو فضل خدا ہو شریک حال
دہر میں اپنی خوشی سے ہے خوشی
رنج راحت ہے فقط رنگ شرافت کے سبب
آدمی کیوں طالب راحت ہے دور چرخ میں
تنگئی غم دل کو آخر باعث راحت ہوئی
رتبہ ہے غم سے باغ جہاں میں نشاط کا
رنج و راحت باغ عالم میں ہے باہم اے امیر
غم و شادی میں ہوئی عمر دو روزہ آخر
شادی کے واسطے ہے یہاں غم کی احتیاج

آئی بہار خشک جو گلزار ہو چکا
کھٹکے ہیں کوچۂ رگ گل میں بھی خار کے
بعد سواد شب ہے ظہور بنائے صبح
تا کم گل ہیں تو یاں تا سر زانو کانٹے
پاؤں پر میرے نہیں پانے کے قابو کانٹے
سرخ تصویر ہے کوئی کوئی تصویر سپید
اے خوشا حال جو دنیا سے خفا جاتے ہیں
کوئی تصویر روتی ہے کوئی تصویر ہنسی ہے۔
بنے تخت عروسی بھی تو چوب نخل ماتم کا
وہی ہنسنا ہے پھولوں کا وہی رونا ہے شبنم کا
ہر عیش کا جہاں میں ہے آخر کمال رنج
اک سیخ ہے لوہے کی بھی سونے کے کلس میں
چہرۂ خنداں ہے لازم دیدۂ خونبار کو
خزاں کے بعد بہاراں سے ہے چمن کی بہار
خزاں ہماری ہے غسال و گورکن کی بہار
آتش میں گر کے آتش نہ آئی خلیل پر
دل اُداس اپنا ہے تو محفل اُداس
خندہ زن ہوں مثل گل پیراہن صد چاک میں
چین دانہ کو بزیر آسمان ملتا نہیں
اس قدر سختی پریشانی کہ جمعیت ہوئی
قدر بہار کیا ہے جو فصل خزاں نہ ہو
پہلوئے گل میں مگہ دیکھی ہمیشہ خار کی
کبھی گلزار کی کھائی کبھی زندان کی ہوا
پھولوں کو ہر خندہ ہے شبنم کی احتیاج

امیر
"
"
آتش
"
"
امیر
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"

خوشی و غم

[1] نہ ۱۲ [2] مٹی ۱۲ [3] نہ ۱۲۔

خوشی و غم

خوشی اور غم دونوں اِس جا ہیں توام	عالی	کسی کا بُرا ہے کسی کا بھلا ہے	اطہر
کہاں کے شرقی کہانکے غربی تمام دکھ سکھ یہاں ہی		یہاں بھی اِک بامراد خوش ہو وہاں بھی اِک غم سے جل رہا ہے	اکبر
عیش و آرام کے اسباب نظر آئے ولے		اپنے جینے کے نہ دنیا میں سہارے دیکھے	بحر
لاریب غم کے بعد خوشی کا زمانہ ہے	حسرت	بے شبہہ اپنی سینہ زنی شادیانہ ہے	〃
خوشی کو آج تک میں نے نہ پہچانا کہ کیا شئے ہے		گریباں درد و غم رنج و الم سب آشنا نکلے	〃
زمانہ میں کوئی شادی نہیں ہے بے کھٹکے		شب وصال ہے دھڑکے مگر گجر کے ہیں	〃
ہم یہ سمجھے ہوئے ہیں راحت و رنج عقبےٰ	رنج	حسنات اپنے لئے خلد ہے عصیاں دوزخ	〃
رنج رہتا ہے کسی کا نہ کسی کی راحت		چار دن کے لئے مغموم عبث شاد عبث	〃
مرنے کی کچھ خوشی نہ ہوئی سخت غم ہوا		چھاتی کی سل مزار میں عشق صنم ہوا	〃
حد سے افزوں جو خوشی ہو تو پھر انجام ہے غم	=	جب ہنسی آئی زیادہ ہوئے آنسو پیدا	〃
غیر کا رنج ہے موذی کے لئے راحت جاں		سانپ کے واسطے سم آب بقا ہوتا ہے	برق
کیا یاد نہیں ہے اُسے تکلیف کے ایام		پھولا ہے جو اتنا نفس عیش پس غم	بازغ
کس شوق سے رس چوس رہی ہے گل دل کا	=	لیتی ہے مزے اب مگس عیش پس غم	〃
حق تو یہ ہے وہ اچھے ہیں اچھا ہے غم انکا		جن کو نہیں رہتی ہوس عیش پس غم	〃
ایک کی زحمت سے یاں ہے ایک کو راحت نصیب		کان کو حاصل ہے راحت جب زباں گردش میں ہے	پرتو
اک طرف شور و غل ہے عیش و خوشی	=	اِک طرف آہ درد و ماتم ہے	تراب
ہیں خدا والوں کو اک رنج میں سو طرح کے عیش		دوست کو اپنے تو دیتا نہیں آزار خدا	〃
کب تلک زر کے لئے پھرتا رہے گا دربدر		ہے جہاں کی ناخوشی و شادمانی چند روز	〃
وقت ہی کی بات تو ہے وقت کو ثبات ہو لئے	=	کوئی خوش ہے۔ ہے کہیں دورہ غم و آلام کا	تمنا
رنج سے صورت ایام عیاں ہوتی ہے		عید دیکھو پس ماہ رمضان ہوتی ہے	تسلیم
کبھی ہے مرگ کا رونا کبھی نشاط حیات		پھنسے ہوئے ہیں دورنگی کے ہم عذاب میں کیا	〃
بسر کی صورت تصویر بے دل ہم نے دنیا میں	درد	خوشی آئی قریب اپنے نہ اپنے پاس غم آیا	〃
واقف حیات و مرگ کے جھگڑے سے ہم نہیں		جینے کی کچھ خوشی نہیں مرنے کا غم نہیں	〃
شادمانی کا مزہ کیا غم نہ ہو جب تک شریک		شور ماتم چاہیئے شور بہار کیا دیں	〃
تکلیف ہے دلیل خوشی کی تہ فلک	=	یوسف عزیز مصر ہوئے گر کے چاہ میں	〃
خوب گزریگی اگر مر کے وہاں تک پہونچے		کہ نہ تکلیف وہاں ہوگی نہ راحت ہوگی	〃
خاک آغوش لحد میں ہیں راحت ہوگی		آج مرجائینگے کل فکر قیامت ہوگی	〃
کس نے خوشی سے زیر فلک عمر کی بسر	=	خنداں جو آئی چاک گریبان سحر گئی	〃
بہار کی کبھی شادی کبھی خزاں کا ہے غم		یہاں ہیں عشرت و اندوہ تو اماں صیاد	جرار
مقام دہر بھی طرفہ طلسم حیرت ہے		کسی کو رنج و الم ہے کوئی یہاں محفوظ	جوش
خزاں جب آئیگی بلبل تو پھر سمجھ لینا		خوشی سے زیست کے ایام اب بہار میں کاٹ	〃
کبھی خوش ہے دل او کبھی دردمند		زمانہ کا جیسے ہے پست و بلند	حسن
جہاں میں ہے اندوہ و عشرت بہم		کہیں صبح عیش و کہیں شام غم	〃

لے نہ ۱۲ تک و تیا ہے ذرا ۱۲

دل صد چاک ہے گل خنداں
نہ سمجھا درد ہم نے بھید یاں کی شادی و غم کا
جہاں میں عرصۂ عشرت سے سوا وہ چند ہی غم کا
ہو خوشی بے رنج سو یہ ہے زمانہ سے بعید
چمن دہر میں تو ام ہیں سدا شادی و غم
اس باغ میں اک گل کو خنداں جو کہیں دیکھا
گل دیکھے جو سو غنچے نظر آئے ہزاروں
عیش آلودہ افسوس ہے اس جا کہ جہاں
خوشی دو دل کو اک جا پر نہ دیکھا میں زمانہ میں
لاکھ شادی ہو نکل آتا ہے غم کا پہلو
آج جو عیش میں ہے کل ہے مقید غم کا
سب کے لئے جہان میں ہیں شادی و ملال
غم و عیش تو ام ہیں باغ جہان میں
عیش دنیا میں ہے غم عقبےٰ
ضد اشیاء سے ہے ظاہر نیک و بد
دور عالم میں مقدم کیوں نہ سمجھیں غم کو ہم
اندوہ دائمی سے کٹے کس خوشی سے عمر
میری قسمت میں نہ لکھا اس قدر گو رنج و غم
رنج میں بھی عیش کا لطف رہا عمر بھر
بزم عالم میں بہم شادی و غم ہیں دونوں
خوش کوئی کیا ہو ہمیشہ گہ خوشی ہے گاہ غم
جب عشرت و نشاط کا موسم گزر گیا
غم و شادی بھی اک جا ہی زمانہ کی دورنگی سے
رنج و راحت ہیں زمانہ میں ملے
رفع الم حاصل لذات دنیوی
ہے جو یہ صبح تو وہ شام نہیں
کوئی غم ایسا نہیں جس میں نہ ہو سامان عیش
زحمت ہے گویا بحر جہان خراب میں
سچ پوچھئے تو عیش کا باعث ہی رنج ہے
آنکھ رونے کے لئے ہے لب ہنسی کے واسطے
عیش و غم تو ام اگر ہیں عالم اسباب میں
ہائے اس میخانہ میں تو ام ہے شادی غم کے ساتھ
کبھی ہنسے کبھی روئے فلک کے نیچے ہم

شادی و غم جہاں میں تو ام ہے — درد
سحر خنداں ہے کیوں روتی ہے کسکو یاد کر شبنم — 〃
اگر ہے عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا — ذوق
نوش دے بے نیش یہ زنبور خانہ سے بعید — سودا
خندۂ گل نہ رہے گریۂ شبنم سے دور — 〃
سو غنچے کی واں صورت دیگر نظر آئی — 〃
خوش ہنسینگے کم اس باغ میں مغموم بہت ہیں — 〃
جس کو پہنچی تو اُسے ہاتھ ہی ملتے دیکھا — 〃
چمن میں گل اگر خنداں ہے تو بلبل بھی نالاں ہے — سفیر
نالہ پوشیدہ ہے آواز میں شہنائی کی — سید
اک طرح پر نہ کبھی حال کسی کا ہوگا — شفق
وہ کونسا چمن ہے کہ جس کو خزاں نہیں — 〃
جو شبنم ہے گریاں تو گل خندہ زن ہی — 〃
نفع کو دیکھ اور ضرر کو دیکھ — 〃
عیش کی خوبی جہاں میں غم کے ساتھ — شاہ
اے شہیدی ماہ ماتم سے شروع سال ہے — شہیدی
گر مجھ کو غم نہ ہو طرب گاہ گاہ کا — 〃
سادہ رہ جاتا نہ دفتر منشی تقدیر کا — 〃
روز دکھاتی رہی گردش ایام رقص — طاہر
ایک ہنستا ہے ظفر ایک ہے گریاں روتا — ظفر
ہاں مگر وہ جو کہ ان دونوں کو سمجھے ایک سا — 〃
تو کیا گزر نہ جائینگے رنج و محن کے دن — 〃
ہنسی شدت سے جب آتی ہے تب آنسو نکلتے ہیں — عاشق
شاد کوئی کوئی ناشاد ہوا — 〃
ہو عیش کی طلب سے جہاں میں بتا رنج — 〃
عیش و غم دونوں کو دوام نہیں — 〃
نغمۂ شادی ہے پیدا نالۂ مزمار سے — عزیز
آرام کچھ ہر آئینہ اس پار پار ہے — فدا
مرنا نہ ہو تو جینے میں کچھ بھی مزا نہ ہو — فروغ
عیش و غم کے ہیں یہ سامان آدمی کے واسطے — فوق
تو کف افسوس زیبا ہے جلا جل کے لئے — قدر
قہقہہ شیشہ کا دیکھا دیدۂ پرنم کے ساتھ — 〃
یہاں گزر کئے برق و سحاب کی مانند — 〃

شادی و غم

یہاں دو چند روز کا پیچاں سے ساتھ ہے — تپش
کہیں گریاں ہے ابر عیش تو کوئی غم میں ہنستا ہے — 〃
صبح عیش اپنی شب غم میں دیکھلاتی ہے کسی — 〃
راحت کے ساتھ رنج ہے لازم لگا ہوا — 〃
رنج کے ساتھ راحت ہے ہر روز کا لگا ہوا — سودا
ہنسنے پر کل کے روتی ہے آج اشک بار ہے — میر
ہوئی ہے دل کی کلی محو عیش کی شادی
ہنسا ہے گل کا ہے غنچہ جو عیش کی شادی
شادی سے غم جہاں میں ہے دونا سوا ہے
ہے عید اک دن تو دس روز بلا ہے
جہاں تنگ کرتے ہے ہی کی جا ہی
ہوئی دن میں تخفیف سے راحتوں سے
ہوا ہوں فراغت سے میں تو سن اے ہم
ہیں رنج و خیال نشاط مجھ کو نہیں
ہے رنج و خوشی دہر میں زیادہ دو ہیں
وقت خوش کا دیکھا نہ اک دم سے زیادہ ہے
خندۂ صبح چمن ہے مثل شبنم رونے
شادی و غم ہیں جہاں کے ایک سے دن ہر ایک
عیش کے دن ہنسے تو بس دن غم میں روئے
غم کا دل میں کبھی عیش رہا دم نہ ہوئی
یہ حویلی کبھی جہان سے خالی نہ ہوئی

راحت تپش

لہ ہونگے ۲ نہ۔

خوشی و غم

کیا ہے کہا ہے تم نے غم بھی ہو جائیگا راحت اور	وزیر	راحت تھی ابتدا میں تو انجام اخیر میں	گویا میں حرف عطف ثواب و عذاب تھا
سمجھ گر کھانے کی عادت ہوتی تو سمجھ نہیں		خوشی کو کیا کوئی ڈھونڈھے کہ نام کو بھی نہیں	وہ ہو گئی ہے ہمارے دیار سے رخصت
اے گلو شادی زیادہ مورد اندوہ ہے	"	اے مصحفی عشرت میں کہ عسرت میں بسر ہو	ہے اپنے تو نزدیک مساوات کا عالم
سمجھ میں نہیں آتا کہ خوشی غم نہیں	"	اے دل تمام عمر یہاں کون خوش رہا	گذرے خوشی کے ساتھ جو اک دم بہت ہے یاں
راحت گئی اگر تو کیا رنج نہ گزرا	"	ہیں رنج و راحت ایک اُسے جس کے کان میں	صوت قفس ترا نۂ گلزار ایک ہے
خالی رہی دو دیدہ بیہودہ اشک سے	"	خوشی کے ساتھ ہم آغوش غم نہ کیونکر ہو	محب گلوں ہی کے پہلو میں خار ہوتے ہیں
ہنسی پہ کیوں نہ مجھے آئے رونا	واسطی	چمن دہر میں تنہا نہیں بے رنج کے گنج	گل بھی کہتے ہیں یہاں نوک سر خار کو تیز
کرتوا میں اس جہاں میں عیش و غم کسی کے ہیں	"	خوشی کے بعد ہے غم غم کے بعد ہو شادی	بتا رہی ہے یہ لیل و نہار کی صورت
دن ان بہار باغ تو دیں دن خزاں کے ہیں	"	خوشی میں غم کا ہے ڈر غم میں ہے خوشی کی اُمید	عروج میں بھی ہے اندیشۂ زوال مجھے
باد خزاں کے جھونکے میں باد صبا کے ہاتھ	"	خوشی حیات کو لازم ہے گرچہ ہو موہوم	کہ ایک سانس پہ پھولا حباب رہتا ہے
کوئی عیش ہے جو رنج آتا ہے ہاتھ	"	جہاں کے شادی و غم در گزر رہیں	ملول اس سے نہ اس سے شاد ہوں میں
خدا نہ بھی ہے جنت نہ دی	دل	اس جہاں میں نہیں جز رنج مآل شادی	گرتے ہیں خاک پہ گل شاخ پہ خنداں ہو کر
باد خزاں سوں ہے باغ عیش سوں پھولا محض	"	کیا بزم روزگار میں نادر ہے نام عیش	نگہیں جو سیکڑوں ہیں تو ہیں پانچ چار خوش
آئی ہے باغ عیش سوں سو کے بگولا محض	"	عیش و عشرت کی تمنا حسرت و ارمان عبث	چار دن کا عیش یا رنج فنا کچھ بھی نہیں
شادی و غم جہان میں تو ام ہیں دونوں	"	شادی و غم ہیں زمانہ میں بہم بے کم و کاست	ساتھ ہی ملتے ہیں اے دوست میں کہتا ہوں راست
لیک بے اعتبار ہیں غم کا بھی جی نہ کیجے	"	وہ کون ہے جس کو کہ نہیں رنج و الم	وہ کون ہے مسرور رہے جو پیہم
شادی کی کیجیے خوشی نہ غم کا جی کیجیے	"	مخلوط ہی ملتے ہیں جہاں ملتے ہیں	ہیں شادی و غم مہر جہاں میں تو ام
الا فضل دہر میں خنداں مدام کبھی نہیں	"	نہیں خوشی کو قیام مانا الم کو کیسے دوام جانا	جہاں میں شادی و غم ہیں تو ام الم تجھے کیوں حزیں ہے
ریاض دہر میں خنداں کوئی گل خوشی نہیں	"	راحت گزران ہے رنج بھی ہے گزران	دونوں اے مہر اس لئے ہیں یکساں
فسردہ کیا کل خوشی کا وقت شام نہیں	"	شادی سے نہ شاد ہو نہ غم سے غمگیں	ہیں شادی و غم جہاں میں تو ام ناداں
زمانہ کس	"	میں نے دیکھا ہے سرور و الم تو ام ہیں	کیونکہ دنیا ہے وہ جا شادی و غم تو ام ہیں
	ہیچ	تو ام جہان میں دل انساں ہے اور غم	لاکھوں جو نعمتیں ہوئیں پیدا تنعم کے ساتھ
		رہتا ہے روز و شب کی طرح باہم اتصال	شادی کے ساتھ غم ہے تو شادی ہے غم کے ساتھ
		شادی و رنج ازل سے ہیں ہم میرے ساتھ	زخم کی طرح مرے لب ہوئے خنداں پیدا
		ہو نشاط یا غم ہو اپنی اپنی قسمت ہے	چاہیے بُرا کس کا گرچہ ہے بھلا اپنا
		میں سمجھتا ہوں کہ شادی کا سرانجام ہے غم	مل رہے ہیں کف افسوس جلا جل ایسا
		نوائے شادی و غم دونوں یوں تھے دوش بدوش	کہ پس گیا گل نغمہ کف جلاجل پر
	ہیچ	شادی و غم کو یہ مانا کہ بہم ہیں لیکن	سیکڑوں دہر میں گریاں ہیں تو خنداں دو چار
		غم و شادی کو میں ایسا ہی سمجھا جس طرح کوئی	لگائے خون دامن میں کہ ناخن پر خار رکھے
		ہنسنے کے ساتھ زخم نے کی خونفشانیاں	سچ کہتے ہیں کہ رنج خوشی کا مآل ہے
		گہے غم کا ہے عالم گہ خوشی کا	رہے پھر حال کیا یکساں کبھی کا
		ہے مرے قہقہہ کے ساتھ ساتھ نالہ بھی	صدائے خندہ سے رہتی ہے توام فریاد
		گل جو ہنستے ہیں تو کیوں وقتی ہے شبنم باغ میں	گلشن عالم میں گر شادی و غم توام نہیں

زمانہ کی نہ گردش اک طرح یکساں ہی رہتی ہے
ہے کسی کو غم کوئی دلشاد ہے اس ہر میں
شادی و غم جہان میں توام ہے

کبھی شادی کبھی غم ہے سماں کیا ان میں تو ام کا
رات بھر روتی ہے شبنم گل ہے خنداں باغ میں
لیک غم ہے بہت خوشی کم ہے

ہر چند
"
ہوش

خود غرضی

کوئی یگانہ ہائے جو ہوتا شریک درد
کام مطلب سے کسی کے نہیں رکھتے صاحب
روزنامہ ہے تو اسی کا کوئی نہیں کسی کا
بے سبب کوئی کسی کا دہر میں طالب نہیں
لگائیں تو دل حیف کس سے لگائیں
سب کی نظروں سے گرے رہتے ہیں اکثر باغرض
اتحاد اہل غرض سے نہیں رکتا کوئی
سمجھ مطلق نہیں اہل غرض کو
نرکہہ امید اقارب سے نہ کام آئینگے مشکل میں
غرض جس سے نکلتی ہے بشر وہ کام کرتا ہے
یکساں ہیں فقیر اور امیر اہل غرض کو
رفتار ہر دو یار و مقصد میں ایک ہے
اہل مطلب کی کوئی حرکت نہیں ہے معتبر
اہل حاجت کس قدر بہروپئے ہیں دیکھئے
بحر جہان میں کون غرض آشنا نہیں
کل یہ در تک بھی عداوت سے نہ آنے دینگے
خود غرض انسان سے بڑھ کر کوئی دنیا میں نہیں
جو ہیں ارباب غرض ان کا نہیں ہنہار حال
یہ غرض وہ ہے کہ جس کو الغرض ہو اپنی فکر
جتنی ایجادیں ہوئی ہیں ہے ضرورت ان کی ماں
خود غرض سے نہیں امید وفا کی ترکی
بے غرض اہل دنیا فقرا سے کب ملے ہیں
اہل دنیا کی غرض لگتی ہے جب درویش سے
عبرت کی جا ہے دیکھئے احباب کا جو حال
زمانہ یار ہے مطلب کا دوستی کیسی
باپ بیٹوں میں نہ الفت کا اثر ہے باقی
افسوس اہل دیں بھی مانند اہل دنیا

پائے تو اس زمانے میں مطلب کے پائے دوست
تم کو منظور فقط اپنی ہی خود کامی ہے
دنیا ہے اور مطلب مطلب ہے اور دنیا
ہے شب تاریک میں مطلوب خاص و عام شمع
جسے دیکھئے خود غرض آشنا ہے
سب کی آنکھوں میں وہ ٹھہرے جو یہ حاجت رکھے
ایک دن مل کے نہ محتاج دو تو نگر بیٹھے
کسے محتاج سائل جانتا ہے
کہ سب ناخن ہیں عاجز و رشد عقد انامل میں
اسی میں خوب جی لگتا ہے جس میں مطلب مل ہو
جس گھر سے کہ امید بر آئی وہ ہے دربار
ثابت ہوا یہ گبر و مسلماں کو دیکھ کر
ہر طرح بندے ہیں یہ کم نور گویاں حال کے
جس سے کچھ ملتا ہے بنجاتے ہیں اس کے پالکے
خود غرضیاں تو کوئی نیا ماجرا نہیں
آج اٹھ اٹھ کے جو محفل میں بٹھاتے ہیں مجھے
خود سمجھ لیں ہو گا مستوجب یہ کس الزام کا
اپنے مطلب کے لئے لیتے ہیں تدبیریں نکال
سب کے آگے ہے یہ پھیلائے ہوئے دست سوال
جس سے ہو پوری غرض طالب وہی چلتے ہیں چال
کیونکہ رکھتا ہے سدا اپنے ہی وہ کام سے کام
مشکل پڑے تو ہو دے مشکلکشا سے ملنا
کہتے ہیں اپنے حصول مدعا کے واسطے
مطلب کے آشنا ہیں غرض اپنے کام سے
طریق کار برآری ہے آشنائی کا
جس کو دیکھا گل مقصود کا شیدا دیکھا
خود کام و خود نما ہیں خود بیں ہیں اور خود آرا

آفاق
انشار
اکبر
اسیر
اشہ
بحر
"
"
"
"
پرتو
"
"
قسیم
تمنا
"
"
ترکی
تراب
"
جنون
جویا
حیرت
حالی

خود غرضی

خلیل
"
"
"
"

نوشتہ

جس کو دیکھو خود غرض نا آشنا		کیجئے کس سے محبت آجکل	غریب
دُنیا میں اندنوں ہے محبت غرض کا نام		غیر از غرض نہیں ہے کوئی آشنا کبھی	فدا
سب اپنی غرض کے آشنا ہیں		کوئی نہ کسی کا آشنا ہے	〃
از روئے تجربہ ہوا ظاہر کہ اہل دہر	شکیبا	رکھتے نہیں ہیں مردم بیکار سے غرض	قطب
اپنی اپنی فکر ہے ہر شخص کو		کون کرتا ہے کسی کے واسطے	〃
جو طالبان زر ہیں ہوئے کب وہ آشنا		نا آشنائے محض ہیں یہ مطلب آشنا	مہر
اپنے مطلب کا زمانہ ہے ہر اک ہے خود غرض		فارغ البال آدمی ہو یا کہ ہو وہ تنگ حال	〃
دُوست بنجاتے ہیں دشمن یار بنجاتے ہیں غیر		درمیان آتا ہے جب حرف غرض اے نیک فال	〃
ہوتا ہے یہاں مہر کوئی کب اپنا		مطلب ہاں ڈھونڈتے ہیں ہم سب اپنا	〃
ہم نے سب آشنا غرض کے پائے	حالی	سچ ہے دنیا ہے اور مطلب اپنا	〃
مطلب کا زمانہ ہے غرض کا بندہ		تو اپنی زندگی نہ کر ان میں خراب	〃
گریہ دیکھا ہے اور خندہ دیکھا		دنیا کا عجب ہم نے دھندا دیکھا	〃
مطلب کے یار یار سارے ہیں مہر	سودا	جس کو دیکھا غرض کا بندا دیکھا	〃
تیرے اے خود غرض عمل جھوٹے ہیں		اور اون کے جو پھل چاہے وہ پھل جھوٹے ہیں	〃
تکسال سے باہر ہیں یہ سکے نادان		سچ کہتا ہوں جو سیم و زر جھوٹے ہیں	〃
اے خود غرضو غرض کے پھندے ہیں برے	سلیمان	بندے ہیں جو خود غرض وہ بندے ہیں برے	〃
ایسے دھندوں میں تم نہ پھنسنا ہرگز		سچ کہتا ہوں تم سے میں یہ دھندے ہیں برے	〃
اپنی اپنی ہی ہر انسان یہاں کہتا ہے		خویش اپنا نہیں کوئی نہ برادر اپنا	منتہی
اہل دُنیا تو ہیں غرض کے مُرید		اور ہم اُن کو آشنا سمجھے	محب
وہی ہیں قابل اُلفت جو بے غرض ہیں محب	ثاقب	بشر کو چاہئے ہر خود غرض بشر سے بچے	〃
آشنا اپنی غرض کے ہیں محبت کا ہے نام		کون کس کا دُوست ہے سب آشنا کہنے کو ہیں	〃
قوم میں تو عدل و رحم و دُوستی یکسر نہیں		یار سب اپنی غرض کے ہیں کوئی یار نہیں	〃
نہیں خطرہ سے خالی صحبت اہل غرض ہرگز	نظیر	پٹک دیتے ہیں آئینہ کو سنگیں دل کبھی سل پر	〃
مسکیں برادر و زن و فرزند و آشنا		مطلب کے اپنے سب ہیں جو دیکھا جہان میں	〃
زمین کی سیر کی اور آسمان کو دیکھا		غرضکہ اپنی غرض کا جہان کو دیکھا	〃
دُوست دُنیا میں نہیں کوئی کسی کا بے غرض		ہو گئی جب صبح شمع مردہ کا کچھ غم نہیں	ناسخ
سچ ہے دُنیا میں نہیں ہوتی محبت بغیر غرض		کیا شب تیرہ میں وہ رشک قمر آتا ہے یاد	〃
ارباب غرض کی بات سُنکر		کر لیجئے یک بیک نہ باور	نسیم
ابنائے زمانہ ہیں غرض کے بندے		جھکنا نہ کہیں دغا کریں گے تجھ سے	نظم
یہ مٹھی بھر اپنے اونچے ہونے کے لئے		رکھنے کو گلے پہ پاؤں ہونگے تیار	〃
جو کوئی ہو آپ مطلب آشنا		اس سے چشم حاصل مطلب عبث	وقار
وقار اپنے دم سے میں رکھتا ہوں مطلب		نہ طالب کسی کا نہ شید اکسی کا	〃
سچ تو یہ ہے آدمی سا کوئی خود مطلب نہیں		کی عبادت بھی تو حور و مہ لقا کے واسطے	وزیر

اپنا مطلب ہو تو مطلب کی خوشامد کیجیے — اور نہ ہو کام تو اس ڈھب کی خوشامد کیجیے — نظیر
اولیا انبیا اور رب کی خوشامد کیجیے — اپنے مقدور غرض سب کی خوشامد کیجیے — "
بڑے عاقل بڑے دانا نے نکالا ہے یہ دام — خوب دیکھا تو خوشامد ہی کی آمد ہے تمام — "
عیش کرتے ہیں وہ ہے جن کا خوشامد کا مزاج — جو نہیں کرتے وہ رہتے ہیں ہمیشہ محتاج — "
ہاتھ آتا ہے خوشامد سے مکان ملک اور تاج — کیا ہی تاثیر کی اس نسخہ نے پائی ہے رواج — "
خوب دیکھا تو خوشامد کی بڑی کھیتی ہے — غیر کیا اپنے ہی گھر بیچ[1] یہ سکہ[2] دیتی ہے — "
میٹھی میٹھی ہیں خوشامد کی تو پیاری باتیں — ہاں مگر زہر سے بدتر ماہیں یہ نیاری باتیں — "

خوش مزاجی

شکل تصویر ہوں ہر رنگ میں شاد — کبھی رونا مجھے آتا ہی نہیں — تسلیم
تو لطف خدا سے جو خوش حال ہو — تو دل مائل حسن اعمال ہو — تائب
خوش حالیوں سے اپنی موج شمیم گل ہوں — رہتا ہوں ذکر بن کر یاران ہم وطن میں — ثاقب
جو صحبتِ یارانِ طریقت میں بسر ہوں — بڑھکر ہیں وہ دن عمر کے عیسیٰ و خضر سے — "
جو مصیبت میں رہا کرتے ہیں خوش — جائیں گے دنیا سے ہنستے بولتے — "
خوش مزاجی سے رہے دل کو مسرت ہر دم — شاد بشاش رہے اور طبیعت ہر دم — شفق
جو کہ دنیا میں ہیں خوش باش شریف و لائق — اُن کی ہوتی ہے ہر اک ملک میں عزت ہر دم — "
خوش مزاجی سے ہر اک کام ہو پورا تیرا — تازگی دل کو ملے اور ہو طاقت ہر دم — "
خوش مزاجوں کی تو دنیا میں ہو تعریف سدا — بدمزاجوں پہ ہو نفرین و ملامت ہر دم — "
بدمزاجی سے رہو دور خدارا یارو — یاد رکھو یہ ہے خادم کی نصیحت ہر دم — "
آسودگی دل سے ہے آزادمنش خوش — ظاہر میں ہے گو فرق بڑا شاہ و گدا میں — "
باغ عالم میں شگفتہ دل ہیں ہم پیری میں بھی — کون کہتا ہے خزاں میں پھول کھلتے ہی نہیں — میکش
نورِ دل کو ہوئی خوشی پیدا — جب کوئی غم نیا نظر آیا — نور
ہم رہا کرتے ہیں ہر حال میں خوش اے یکتا — رنج کہتے ہیں کسے اور مصیبت کیسی — یکتا

خوف خدا

دبے نہ سامنے فرعون کے کبھی موسیٰ — خدا سے باک ہے جس کو کسی سے باک نہیں — اسیر
نہ آندھی سے ڈرے نہ بھونچال سے — خدا کے غضب سے ڈرا کیجیے — بحر
کب ہول بازپرس قیامت سے ہوگی بند — وہ آنکھ خوف حق سے جو وقت سحر کھلے — ترکی
اے مسلماں گر ترے دل میں خدا کا خوف ہے — توبہ کر اپنے گناہوں سے اور عصیاں چھوڑ دے — تراب
وہاں یہ بال بال اپنا بتا دیوے گا حال اپنا — غضب سے حق تعالیٰ کے بہت اسوقت ڈرتا ہے — "
حیرت کی دھوم ہے کہ جو دنیا سے سفر ہو — انجام ہو بہتر مری عمر گزراں کا — حیرت

---

[1] بیچ ۱۲ [2] سکہ ۱۲ آرام ۱۲

		ہائے قائم نہ تری آنکھ میں نیچی لیکن	ابر روتا ہے سدا خوف سیہ کاری سے	قائم
		خدا کا خوف جوانی میں مجھ کو آتا ہے	مرے شباب پہ عالم ہے پارسائی کا	قطب
		طبیعت پر نہیں کچھ فکر عقبیٰ سے ملال آتا	نہیں دلمیں تمہارے خوف رب ذوالجلال آتا	مہر
		کبھی بھول کر بھی وحشت نہ کیا خیال فردا	میں رہا اسی سے غافل کہ جو کام تھا ضروری	وحشت
		غافلو خوف خدا کچھ نہیں رکھتے ہو بھلا	تب ہی احوال کھلے گا ذرا مر تو دیکھو	ہمدم
		رُوز پرسش سے ذرا دل میں رکھو خوف خطر	اس قدر دُنیا میں تم عقبیٰ کا ڈر مت چھوڑ دو	〃

دَرُوغ گوئی

		دعوئی باطل ہے انسان کو ہلاکت کا سبب	حال کیا آخر انا الحق سے ہوا منصور کا	اسیر
		فریبوں سے عبث اُمید ہے مطلب برآری کی	گہر بید[1] تھا گیا کب سوزن مژگاں سے آنسو کا	〃
		جی اٹھا میں گو بنا کر بات قاصد نے کہی	صدق سے بہتر دُروغ مصلحت آمیز ہے	〃
		چرچا بہت دُروغ کا ہے زیر آسماں	شاید کہ مات نیل کا شاید بگڑ گیا	〃
		جھوٹ اور غیبت کی عادت ہے بُری	اس سے سب بچوں کو نفرت چاہیئے	افضل
		سچ کہو سب کی بھلائی میں رہو	جھوٹ چغلی سے عداوت چاہیئے	〃
		جھوٹ کی بھول کر نہ ڈالو خو	جھوٹ ذلت کی بات ہے آخ تھو	اسمٰعیل
		ہے بُرا جھوٹ بولنے والا	آپ کرتا ہے اپنا مُنہ کالا	〃
		فائدہ تم کو کچھ نہ دیگا جھوٹ	جائے گا اک روز بھانڈا پھوٹ	〃
		جھوٹ کا پول جو تجھ کو اے زبان ہو جائیگا	ایک دن ہونا ہے جو کچھ وہ عیاں ہو جائیگا	انجسم
		صبح کاذب رُوسیہ ہے صبح صادق رُوسپید	وقت پر چھپتا نہیں کہتا ہے سب کا جھوٹ سچ	بحر
		کلمۂ باطل سے جھنڈے پر نہ چڑھ	قصۂ منصور سُن ۔ کچھ دھیان کر	〃
		یاوہ گوئی آدمی کرتا ہے رُوٹی کے لئے	جان لو دُو لقمۂ ابنائے دُنیا جھوٹ سچ	〃
		اعتقاد ارباب دُنیا سے ہمارا اٹھ گیا	منہ میں دو دو زبانیں دلمیں کیا کیا جھوٹ سچ	〃
		ایسے جھوٹے ہو کبھی سچ بھی اگر ہو بولتے	اعتبار آتا نہیں صاحب تمہاری بات کا	〃
		تمام جرم کا دُنیا میں بادشاہ ہے جھوٹ	خدا پناہ میں رکھے بڑا گناہ ہے جھوٹ	حفیظ
		کبھی عروج صداقت بغیر کیا ممکن	یہ جان لو کہ ترقی کا سد راہ ہے جھوٹ	〃
		ہے جھوٹے پہ اللہ کی بس ہر گھڑی لعنت	کاذب کو کیا کرتے ہیں سب لوگ ملامت	عادل
		جو جھوٹ کا عادی ہے وہ ہے خوار ہمیشہ	دنیا میں کبھی ہوتی نہیں کذب کی عزت	〃
		موت سے بد تر سمجھتا ہوں میں جھوٹی بات کو	زہر کھا لوں خوف آتا ہے قسم کھاتے ہوئے	عاشق
		نہیں ممکن کبھی فروغ دروغ	ہو سکے گا کبھی نہ جھوٹ کا سچ	عیش
		کبھی جھوٹا آدمی تو نہیں ذی وقار ہوتا	وہ ہمیشہ سب کے آگے ہے ذلیل و خوار ہوتا	گہر
		کہو بات مانے کیسے کوئی جھوٹے آدمی کی	کہے سچ بھی وہ تو جھوٹا ہے بُرا شمار ہوتا	〃
		کوئی نیک سمجھے اچھا کسی جھوٹے کو بھلا کیا	کہ بدوں میں بھی تو جھوٹا ہے بُرا شمار ہوتا	〃

[1] ۱۲ [2] چھد اگیا ۱۲

دشمن پنہاں سے انساں کیوں دھوکے میں پڑے
کون ایدل اپنے دشمن کو نہیں پہچانتا

دشمن سے کچھ نہ ضرر و مروت نہیں اسیر
وہ کون ہیں جو دوست سے کرتے ہیں دشمنی

غیر کی منت پر اے اختر نہ جا
دشمن سے آرزو جسے مہر و وفا کی ہے

عداوت کا شعلہ یہاں مشتعل ہے
حال قابیل کا ہابیل سے پوچھے کوئی

اپنے بیگانے ہو گئے شاید
میرے جو دوست ہیں وہی کرتے ہیں دشمنی

ایسے چمنستاں میں بسر میری ہو کیونکر
سر جھکا۔ جب پاؤں کی جانب تہ خافل آئی موت

ہو جائے نشانہ نہ کہیں دیکھ خبردار
فریب عجز دشمن تجھکو کر دے گا تہ و بالا

حرص و ہوا اجل غم اموات دوستاں
دشمن جاں ہے زبس جوش یہ گردوں میرا

تھے گرگ پئے یوسفِ جاں جملہ برادر
چوکتے وہ لوگ ہیں کب وقت پر

اعدا کے قرب سے نہ کرے خوف آدمی
اپنے دشمن کو نہ کہتر کبھی سمجھے انسان

پھر نہیں ممکن کہ لطفِ یک دلی باہم رہے
دیکھو عاجز ہر کسی سے دوستی

دوستی ہے وجہ عز و آبرو
سمجھ لو دوستی کو تندرستی

عداوت مصیبت ہے آفت ہے ایک
کیا جور زمانہ ہے جگر کا مرے بھوکا

دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی تر ست
گرے گا آپ عدو ٹال جائیے اے قدر

عدو کی تواضع سے غافل نہ رہنا
معدوم دوست دشمن انساں ہیں بیشمار

بچایا مسخ صورت سے جہاں میں رحم نے ورنہ
راحت قلب ہے اسی کو نصیب

کسی سے رکھ کے کین بے سبب لینا ہے کیا تم کو

چاہ اگر خس پوش ہو اس کا پتا ملتا نہیں — اسیر
چشم گربہ تیز پڑتی ہے کبوتر باز پر — "
لازم ہے تلخ بات کا دینا جواب تلخ — "
ہم کو تو دشمنوں سے محبت پسند ہے — اختر
عجز اس کا گھات سے خالی نہیں — افسوں
اس ناسمجھ کی عقل پہ رحمت خدا کی ہے — بحر
جلا ایک کا دل ہوا دوسرا خوش — "
وہ زمانہ ہے کہ بھائی ہے عدو بھائی کا — تسلیم
دشمنی نام ہے محبت کا — "
بوتے ہیں کانٹے مہر و محبت کی راہ میں — "
بیگانہ جہاں سبزہ ہو شمشاد کھینچا ہو — شاقب
دیکھا دشمن کی تواضع پر نہیں لازم گھمنڈ — "
دشمن کی تواضع میں ہے تاثیر کماں کی — "
جھکیں جس گھر کی دیواریں وہی برباد ہوتا ہے — "
خالق بچائے لاکھ ہیں دشمن بشر کے ساتھ — جوشش
منتشر کیوں نہ کرے ہوش یہ گردوں میرا — "
پردیس میں کیا رنج کروں ہجر وطن کا — جرار
جن کو ہوتا ہے عداوت کا مرض — جنون
تیس دانت منہ میں ہیں دشمن زبان کے — طاہر
اس سے غافل نہ کسی آن میں رہنا بہتر — عالم
جب کسی انساں سے آجائے دل انساں میں فرق — عاشق
ہاں کسی سے دشمنی اچھی نہیں — عاجز
دشمنی سے آدمی ہوتا ہے خوار — "
عداوت کا مرض ہوتا برا ہے — "
کسی سے نہ عاجز عداوت کرو — "
تشنہ ہے فلک بھی تو بہت دن سے لہو کا — فدا
اے قدر تم نے حال سنا ہے خلیل کا — قدر
کہ منہ کی کھاتا ہے چوکا ہوا نشانے کا — "
کہ جھکنے میں اس کے ہے خنجر کی صورت — "
بیداد گر بہت ہیں کوئی داد گر نہیں — ممتھی
عداوت سے ہی انساں بشکل مار ہو جاتا — محب
جو عمدہ کو بھی آشنا جانے — "
کسی سے دشمنی کر کے ملے گا کیا بھلا تم کو — مہر

دشمنی

خدا دشمن کو بھی اب تو فگار اندوہ کرتا ہے — نسیم
بہتیرا کوشش کی دوستی ہوتی ہے دشمنی میں دشمنی — ناسخ
عداوت بھی کسی سے ہو تو قائل بس دلائی مرحبا — "
بھروسا کب ہو قائل بس دلائی مرحبا — "
بھروسا کیا ہے جاں کا جو کرے دشمن کو تو یہ — "
تو دشمن کی یہاں ہستی ہے دوستی میں — ناسخ
دوستی کس کی یہاں ہستی ہے دشمن کی یہاں — "
کہ جس کا دوست ہے دشمن ہے دشمن دوست اس کا — "
اس کا دشمن کا نہیں جیتا ہے دوستی میں — "
آرزو ہے کہ تجھے دشمن جانی کہوں — مرزا رفیع
پیار کے ساتھ ہے دشمن کی جفا بھی شامل — "
آرزو ہے کہ تجھے دشمن جانی کہوں — "

دل

پیدا دل آشنا اور نا آشنا سے ہے — آرزو
جاؤں سے بھلا ہے بروں سے بروں سے بھلا ہے — "
اسیری کی تلاش میں کیوں خاکسار جائے — "
کشش کرے جو نفس کو پھر کیا ہے دل — "
ہماری جنس کی ہے اپنے دل کو — "
تو دشمن ہے کو ایسا بھی خدا دل — "

دل			
دل شکنی سے پیر جاں دل گھر ہے خدا کا	ترابؔ	ڈھونڈھا راسب جگہ آخر لگا دل میں پتہ	آصفؔ
دل زنہار کسی دل کو توانا نہ کرے	"	حال نیرنگ جہاں اس میں نظر آتا ہے	انورؔ
بے خطر ہو کے کسی دل سے تو یکتا نہ کرے	"	دل سے بھی کہیں آتی ہے اغیار کی آواز	افسوسؔ
کیا کیفیت ہے کسی دل شکستہ کی	"	اپنے دل کا تو آشنا ہو اگر	"
صورت اوس کی نظر پڑی ہے تراب	"	فقر اسے یہ ہے سیدھا مراد سے اُلٹا	اسیرؔ
صاف اس دل کی آرسی سے ہے	"	دل ہی ٹوٹا تو کہاں قالبِ خاکی کو قیام	"
رتبہ بلا نہ اوس کو ہو سکے دل کے سامنے	"	جو دل ہو معتدل اعضا کو فیض عام ملتا ہے	"
مشہور گرد زمانہ میں بھی جام جم ہوا	"	رہے دُرست طلسمِ حیات یا ٹوٹے	"
نقش الفت کا تو دل ہے کسی صورت کہ ہو	"	خضر سے بھول کے پوچھیں گے نہ راہ کعبہ	افسرؔ
لوح دل پر تو سوا عشق رہے وہ دل	"	خانۂ دل کبھی خالی نہیں جاتا تجھ سے	"
کس طرح میں خار دنیا سے	"	جو تصور کیا وہی دیکھا	انجمؔ
ہو گیا جس میں خار دنیا سے	"	بیت العتیق کعبہ ہے بیت الشرف ہے دل	"
کیجئے اس دل کو آئینہ صفت	"	دل رہنمائے مسلک راز و نیاز ہے	"
ہو نہ جس میں غبار دنیا سے	"	جیسی زیست ہماری گزری دشمن کی بھی یوں بسر ہو	"
نہیں ممکن ہوں میں مفلس بھی کوئی دل	"	جز یار اس میں غیر کے رہنے کی جا نہیں	"
کرے فارغ از سر و برگ دنیا سے	"	سینکڑوں خواہشیں اور ایک دلِ پُر ارماں	"
بہین سے دل کو کھینچ لیتی ہے	"	ہیں خانہ دل کی عظمت ہے لازم	ابینؔ
پار ویہ گھر نہ کر ان محبوبوں سے اب	"	جھانک تک باغ دل میں اپنے بیاں	بیانؔ
اے آسمان معاف رکھ ان کو زمین میں	"	بیاں محفل میں ڈھونڈھتا تھا جسکو کاش سکی	"
شاری کے کام کا دل اندوہگین نہیں	نشاطؔ	دل میں دُنیا کا تماشا دیکھا	باقیؔ
جب کر		رکھا کرتے ہیں دل کو آئینہ سب صاف دل والے	بیدلؔ
		خوشی کے نام سے دُکھتا ہے رنج کا کیا ذکر	"
		اپنے دل کو کرے جو آئینہ	"
		دنیا میں نرم دل سے ہیں سخت دل زیادہ	پرتوؔ
		تراب جلوہ گہ حق تو دل ہے مومن کا	ترابؔ
		کیونکر نہ رکھے صاف تراب آئینۂ دل	"
		قلب مومن عرش و کعبہ تینوں یکساں ہیں تراب	"
		جو دل کو نہ جانے کعبتہ اللہ	"
		عجیب سیر و تماشا نظر پڑے اس کو	"
		حق نے گھر اپنا کہا مومن کا دل کیا جان کے	"
		خوبی اس عرش کی زیادہ مجھے پڑتی ہے دیکھ	"
		جائے خالی میں بسے ہیں دیو بھوت	"
		صحت قلب تو آساں نہیں مشکل ہے بہت	"
		دیر میں پتھر تھا اور کعبہ میں کیا تھا خاک تھا	آصفؔ
		جام جم میں کیا ہے جو آئینۂ دل میں نہیں	انورؔ
		تو سن تو ہے اس گھر میں اسی یار کی آواز	افسوسؔ
		راز کھل جائے تجھ پہ ہر دل کا	"
		راستی ہے تو یہ ہے دل کی کجی ہے تو یہ ہے	اسیرؔ
		قلعۂ چار عناصر کا یہی پھاٹک ہے	"
		اگر سلطان ہو عادل خلق کو آرام ملتا ہے	"
		کسی کا دل نہ کبھی ہم سے اے خدا ٹوٹے	"
		دلِ دیوانہ کو ہم قبلہ نما دیکھیں گے	افسرؔ
		کبھی تو ہے مرے دل میں کبھی جلوہ تیرا	"
		دل بھی آئینہ ہے سکندر کا	انجمؔ
		اسمیں خیال ماہوش و مہ رُخاں رہا	"
		یہ خانقاہ رسم و رہ سالکاں رہا	"
		انجم حضرت دل کی بدولت ہم نے مصیبت کیا کیا دیکھی	"
		اے آرزو دل ہے یہ مہانسرا نہیں	"
		عمر کس طرح سے ہوتی ہے بسر دیکھیں تو	"
		کسی دُوست کا یہ بنایا ہوا ہے	ابینؔ
		اس چمن میں بھی کم بہا رہنیں	بیانؔ
		میں اپنے دل کی خلوتگاہ ہی میں جستجو کرتا	باقیؔ
		موجزن کوزہ میں دریا دیکھا	"
		یہ کیا معنے کہ دل ہو اور پھر دل میں کدورت ہو	بیدلؔ
		وہ دل جو مشق ستمہائے رُوزگار رہا	"
		میرے نزدیک وہ سکندر ہے	"
		تیس دانت تو ہیں اور اک زباں دہن میں	پرتوؔ
		کرے ہے آئینہ ناحق مقابلہ دل کا	ترابؔ
		جس دل میں نظر پڑتے ہیں مولا کے تماشے	"
		مرد صاحبدل ہے وہ جس کا خدا دل لگا	"
		کہیو نہ تراب اُس کو حاجی	"
		جو اپنے دل کی طرف دیدۂ خیال رکھے	"
		خوبی اس چھوٹے مکاں کی اس مکیں سے پوچھیے	"
		خانۂ دل دیکھنے میں گو نہایت تنگ ہے	"
		دل میں گر حق ہے تو کیا وسواس ہے	"
		آہ دل ہو نہ کسی شخص کا بیمار خدا	"

لہ فرد ۱۲ ۱۲ کہ کرتا ہے ۱۲

جب آکر کسی نے اٹھایا تو اٹھے	جہاں لے کے بیٹھا ہمیں دل ہمارا	تعشق
وقت پیری یاد اگر روز حساب آیا تو کیا	ہوش میں اب تو دل خانہ خراب آیا تو کیا	تسلیم
پھاڑ کھاتا ہے جو زردار سزا ہے تیری	کیوں شب و روز تو لے دل سگِ دنیا سے لپٹ	〃
سارے عالم کو بنایا دوست ہم نے خلق سے	اب کوئی دل کے سوا اپنا عدو باقی نہیں	〃
کیونکر متوجہ طرف دل نہ رہیں ہم	اس آئینہ میں جلوہ نما اور ہی کچھ ہے	〃
دل کو اپنے جو غور سے دیکھا	صاف طور اس میں ہے منجمل کا	جوش
جو یا نظر نہ آئے کبھی شکلِ دلربا	جب تک تمہارا آئینۂ دل میں زنگ ہے	جویا
جو دل ہے آئینہ ہے تمہارے ظہور کا	ذرہ میں آفتاب چمکتا ہے نور کا	〃
ہے رشتۂ دل بھی تار برقی	ہوتی ہے خبر معاً وہاں کی	〃
بن گیا آئینہ شاہد مقصود جلیل	دل روشن جو خیالِ رخِ روشن میں رہا	جلیل
یہ دل جس کو سمجھے ہیں یک قطرۂ خوں	وہ دریا ہے جس کا کنارا نہیں	〃
ہائے کیا حسرتکدہ تھا دل ہمارا اے جلیل	ہوگیا دو روز میں آباد بھی برباد بھی	〃
دلِ انسان میں عجب جلوہ نظر آتا ہے	آنکھیں کھلجائیں کرے غور جو انسان دلمیں	〃
جنکو دل تنگفتہ بلا ان کا قول ہے	جنت کی کچھ بساط نہیں دل کے سامنے	〃
مسرت ہو کہ عسرت ہو گدائی ہو کہ شاہی ہو	خدا کی سمت لازم ہے رجوع قلب انساں کو	جرار
بے صبر و خرد کاہل و غافل نظر آیا	یہ دل مرا ہر نقص میں کامل نظر آیا	جوہری
سب رنج و غم و ہر دیا دل کو خدا نے	صد شکر کہ وہ اس کے بھی قابل نظر آیا	〃
ہوش و خرد و تاب و تواں عشق سے بھاگے	ثابت قدم اس راہ میں اکدل نظر آیا	〃
ظلم پر ظلم سہے اف نہ نکالا منہ سے	دل جسے سمجھے تھے وہ سینہ میں پتھر نکلا	〃
جوہری گرچہ ہوئے رمز جہاں سے واقف	اس میں کیا کیا ہے یہ کچھ بھید نہ جانا دل کا	〃
وہ ڈھائے کعبہ کسی کی کرے جو دل شکنی	یہ دل خدا کا نہیں گھر تو گھر یہ کس کا ہے	〃
عیاں سر بسر حال عالم ہے دلپر	تجھے جوہری جام جم ہے تو یہ ہے	〃
یہ بضاعت ہے سکندر کی نہ صنعت جم کی ہے	جام و آئینہ کوئی شئے اور ہے دل اور ہے	〃
جانچتا ہوں وسعت دل حملۂ غم کے لئے	امتحاں ہے رنج و حرماں کی فراوانی تجھے	چکیست
دل نہیں روشن تو ہیں کس کام کے	سوشبستاں میں اگر روشن ہیں جھاڑ	حالی
عید اور نوروز ہے سب دل کے ساتھ	دل نہیں عاجز تو دنیا ہے اجاڑ	〃
کعبہ اگر پہنچ نہ سکے دل کی دید کو	دلبر قریب ہے تو نہ عزم بعید کر	حسن
نسخۂ دل کو سرسری مت دیکھ	سینکڑوں علم اس کتاب میں ہیں	〃
صورت نہ ہم نے دیکھی حرم کی نہ دیر کی	بیٹھے ہی بیٹھے دل میں دو عالم کی سیر کی	〃
ہے حریم دل میں حق آتا نہیں کوئی ادھر	قصد کعبہ کا کیا کرتے ہیں اکثر آدمی	حق نما
تو کہتا ہے آئینہ حیرت ہے مجھکو	وہ دل ہے مرا جو مرے رو برو ہے	〃
جس طرف جاؤں میں دہر طعن ہے تشنیع ہے	کس طرف جاؤں میں اے اللہ دل کے ہاتھ سے	حسرت
چھان کر دیر و حرم کی خاک یہ عقدہ کھلا	دل کے ویرانہ میں اس کی جستجو درکار ہے	حفیظ

دل

اسلام و کفر دونوں کا اصل مقصود یہی ہے
بتخانہ ہے یہی یہی کعبہ ہے اور حرم ہے
ڈھونڈو اسے اپنے دل کے گوشہ میں بھلا نہیں
کعبہ وہ اپنے دل کے گوشہ میں بھلا نہیں
دل ہے جام جم جسمیں جام جم کی تمنا
دل ہے تو اس میں مزاج کار پروردگار دیکھ
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گذار دے
دل مرا باغ دل کش ہے سینکڑوں
دیدہ جام جم ہے یہ قسمت زدہ ہے
چشم نمناک ہے یہ دل آتش زدہ ہے
نہیں دل ہمارا دل آزردہ ہمیں
ہاتھ آتی ہیں لاکھوں دل آزردہ ہمیں
اسی شیشے میں ہم نے بند کر رکھا ہے عالم کو
ہوئے دیدہ و دل کعبہ میں حیران جب آکر
وہ دل میں ہے جس کی ہیں سبھی بیچین
کعبہ و دیر میں ہے جس کی تمنا بیتاب
دل کے پہلو میں نظر آیا کھلا تو نہ ملا
دل سے آئینہ نے آج سکندر بنا دیا
اس آئینہ نے آج سکندر بنا دیا

دیکھئے

دل

دیکھ لیتا ہوں اگر آئینہ دل کو کبھی	سخن	صاف آتا ہے نظر روئے مصفا تیرا
یہ کھنڈر دل کی تجلی سے رہا ہے معمور	"	دلِ ویران کدہ اک وادیٔ ایمن نکلا
دین و دنیا کے ہیں مزے تے دل میں	"	وسعت دو جہان ہے گویا
ڈھونڈتا کیوں ہے جو ہر ذاتی	"	دیکھ کہسارِ دل میں ہے یہ لعل
کہتی ہے اس کو خلقِ خدا خانۂ خدا	"	سو جان سے کس طرح نہ ہو سیدؔ فدا ے دل
ہر وقت کشورِ تن خاکی پہ ہے عمل	"	اس سلطنت کا شاہ نہیں ماورائے دل
قلوب المومنین عرشِ خدا ہے	"	کسی کا بھی نہ تو ہرگز ستا دل
ہے موج معرفت مرے دریائے قلب میں	"	شبنم کا مرتبہ ہے یہاں رود نیل کا
خودی کے مس کو سونا بے خودی کا	"	بنا دیوے گا ہے یہ کیمیا دل
مرتبہ کعبہ کا دل سے بڑھ نہیں سکتا کبھی	"	پاس ہر انسان کے ہے اللہ کے گھر کا جواب
قدر سمجھے وسعتِ دل کی نہ شیخ و برہمن	"	ورنہ دونوں کے لئے ہم کعبہ ہم تنخانہ ہے
بیکس کوئی مرے تو جلے اس پہ دل مرا	"	گویا ہے یہ چراغ غریبان کی گور کا
کب دل شکستگاں سے کر عرضِ حال آیا	"	ہے بے صدا وہ چینی جس میں کہ بال آیا
نہ درد دل ہی کے کہنے کی مجھ میں ہے قدرت	"	نہ چپ ہی رہنے کی تاب و توان باقی ہے
دل ناآشنائے نالہ سے صد رہ جرس بہتر	"	نہ ہو مژگاں جو خوں آغشتہ اُن سے خار خس بہتر
اپنا ہنر دکھائیں گے ہم تجھکو شیشہ گر	"	ٹوٹا ہوا کسی کا اگر ہم سے دل بنا
تیرے سخن کو میں بسر و چشم ناصحا	"	مانوں ہزار بار اگر دل سے بس چلے
ساغر دل خوں سے مالا مال رہتا ہے مرا	"	اہل دل گرمست رہتے ہیں تو ایسے جام کے
بہ از آئینہ خانہ ہے یہ منعم	"	جو تجھ سے ہو سکے تعمیر دل کی
دل کی شکست و ریخت کی میرے تو لے خبر	"	ہر گھر کی دیر پائی کو تعمیر شرط ہے
جہاں سے کندنِ دل سخت کار ہے فرہاد	"	وگرنہ کوہ کنی زور آزمائی ہے
باغ جہاں میں آکر کیا پھل نہ ہم نے پایا	"	اک دل ملا کہ جس میں ہیں سینکڑوں ؟ ملولے
جو گذری رات میرے پر کسے معلوم ہو تجھ بن	"	دل پروانہ کا جز شمع کوئی راز کیا جانے
دل کسی سے کہ جب پلٹتا ہے	"	دین و دنیا سے جی اچٹتا ہے
جھانک تو اپنے دل کو یا عزیز	"	تیرے ہی دل میں دونوں ہیں عالم
اس دل میں کائنات خدا کی ہے مختفی	"	دوزخ بھی ہے یہی یہی گھر ہے بہشت کا
تجھے دہم ہے عرش پر ہے خدا	"	ترے دل سے تو عرش تک راہ ہے
بنیا دل کی نورِ الٰہی سے ہے بنی	"	کعبہ اگر بنا تو بنا سنگ و خشت کا
دل کا آئینہ دو رہیں نکلا	"	ہم نے سو بار آزما دیکھا
نگینہ ہے دل مضطر ہمارا نقش قدرت کا	"	خدا جانے نظر آئے گل باغ جہاں کیسا
مطلع دل سے ہوئیں پیدا شعاعیں نور کی	"	سایۂ خورشیدِ وحدت کا گزر ہونے لگا
دن رات یاں ہے پیش نظر نور کبریا	"	کعبہ کی اصل کیا ہے مرے دل کے سامنے
عیاں ہے آئینہ دل پہ حالت کونین	"	ہمارے سامنے اب جام جم رہے نہ رہے

خدا شکستگی حوادث سے بچائے شیشۂ دل کو
فرشتے آتے ہیں جا بجا بھی نیز آتے ہیں
جگہ بھی نہ تھی کیا تجھکو اور اس کے سوا
ہمارا دل ہی ترا جلوہ گاہ ہونا تھا
جس نے کہ دل کو گھر ترا سمجھا تو پھر کہیں
کعبہ ہوا کہ دیر کہ از رہگذر نہیں
عالم کی دید کیلئے تو مرا دل بھی کم نہیں
پھر کیوں نہیں جہاں میں مرا جا مگر نہیں
نقص سے جس کا دل ہوا ناقص
ابتدا اس کی انتہا میں کسی کو ملا تو
نہ دیدہ جس کا خانۂ دل میں پایا
جو پایا تو بس خانۂ دل میں پایا
بنا کعبہ کسی نے کہیں کہا دل
ہے جلوہ گاہ خاص یہ سب سے بھی زیادہ
مرا دل وادیٔ ایمن سے بھی ہے کچھ نرالا
خیال اس میں ہے جا جب سے یہ پوشیدہ ہے
دلیں وہ موجود ہے اس میں کہ اب تقدیر دل
آنکھ کی تقدیر ہے نظارہ دل
یہ خوشی دل سے پھر اسے نہ ملی
آئینہ ہے پھر اسے نہ ملی دلکشی کا

ہے چار سوئے دل میں مجھے لامکانی سیر	کیا دیکھوں کائنات کو میں چار سو عبث	شہید
ہے حال و دو جہاں کا مرے دل پہ منکشف	ہرگز نہیں ہے دل سے کبھی جام جم زیاد	〃
خلوت دل میں ہے اے شیخ و برہمن وہ یار	کعبہ و دیر کے ہو در پئے تعمیر عبث	〃
غرض فہمیدنی ہیں مستیاں اور ولولے دل کے	مرے اللہ یہ جوش و خروش اک قطرۂ خوں میں	〃
دل پھٹ کے چاک چاک ہوا اس کے ہاتھ سے	ہے سوزن مسیح سے اس کا رفو عبث	〃
شیخ کعبہ کی ہے تعمیر میں مصروف عبث	کسی ٹوٹے ہوئے دل کا ہے بنانا اچھا	〃
طوف دل ہر کسی کا کام نہیں	شیخ یہ مسجد الحرام نہیں	〃
اے شیخ و برہمن حرم و دیر کی تعمیر	سچ پوچھو تو دل کی نہیں تعمیر سے بہتر	〃
جز دیر و حرم کوئی ترا گھر نہیں پاتا	میں خانۂ دل سے تجھے باہر نہیں پاتا	〃
دل مرحوم بھی تھا مجمع ہشیاری و مستی	مقابل جام کیخسرو کے روکش جام جم کا تھا	〃
دل ہوا جب آشنا رمز فنا فی اللہ کا	ہے وہی رہبر ہوا حائل جو اپنے راہ کا	〃
دل صاف ہے وہ جس میں کہ ایماں کا نور ہے	اندھا ہے جس کی آنکھ میں نور بصر نہیں	شیر
فیصلہ ہوتا ہے نیکی و بدی کا ہر دم	دل کو اس جسم میں چھوٹی سی عدالت سمجھو	شاد
ہم تو انسان ہیں فرشتے بھی پھنسے ہیں زاہد	مدعی یوں نہ ہو پہلو میں دل انساں رکھکر	صابر
کی غور تو اسی میں ہے سارے جہاں کی سیر	دل اپنا آئینہ ہے طلسم خیال کا	〃
دل وہ ملے کہ جلوۂ دیدار جس میں ہو	آنکھیں وہ ہوں جو دیکھیں تماشائے آفتاب	طاہر
دل نہیں کرسیٔ دو عالم آنکھ رکھتا ہے اگر	ساغر جمشید کو پتھر سے اے میخوار توڑ	〃
داغ کہائے ہیں تو زیبا ہے تعلی دل کو	چاند سورج سے فروغ فلک پیر ہوا	〃
ہے وہ دل ہی میں تمہارے تم اگر ڈھونڈھو اسے	پھرتے ہو ناحق بھٹکتے اے ظفر چاروں طرف	ظفر
دیکھ اس جام جہاں میں ہے تماشائے جہاں	اک ذرا غور سے تو دل کے نظر کر اندر	〃
جو دل کہے وہ سچ ہے سوا اس کے اے ظفر	قائل نہ استخارہ کے ہم ہیں نہ فال کے	〃
صحبت دل میں بسر ہوتی ہے جن لوگوں کی	محفل عام انہیں گوشۂ تنہائی ہے	عزیز
اپنے پہلو میں نہ کیوں شیشۂ دل رکھیں عزیز	اس میں ہم کیفیت ساغر جم دیکھتے ہیں	〃
شکستہ چین جبیں نے کیا ہے شیشۂ دل	ادھر نمود ہوئی موج اُدھر حباب نہ تھا	〃
نہ ہے وسعت غنچۂ دل کہ اس میں	ہزاروں گلستاں سمائے ہوئے ہیں	〃
دیکھا جو عزیز اپنے دل صاف میں ہم نے	آیا وہ نظر جام جہاں بیں میں نہ جم کو	عزیز
عزیز آئینہ دل کیا طلسم حیرت افزا ہے	صفا جب کہ ہو پیدا جوہر ادراک ہو جائے	〃
دل سب سے تہی ہو کے بنا ہے محل دوست	اُجڑا ہے یہ گھر پہلے پھر آباد ہوا ہے	〃
جب نہ نکلی زندگی بھر کوئی حسرت اے عزیز	ہم نہ سمجھے ہم نے دل خالق سے پایا کس لئے	〃
کوئی آباد نہیں اس کے تصور کے سوا	ہے جو اپنا دل ویراں وہ مقام ہو ہے	〃
نشاط کے لئے بنتا اگر دل انساں	بجائے بادہ نہ اس شیشہ میں لہو ہوتا	〃
دل کو نہ ہلا عرش معلی ہے تو یہ ہے	کعبہ ہے تو یہ مسجد اقصیٰ ہے تو یہ ہے	〃
گاہ دیر و گہ حرم میں گہ کلیسا لے گیا	اس دل کافر نے رسوا در بدر اچھا کیا	عاشق

دل

کیا غرض آپ نے غربت کی بھی اگر دور میاں
دل کو وحشت بھی تمہیں بھیجو اسے عزیز و بے غرض
زلف کا دور رہے اس کا جو عاشق ہو صاف
ہر شکن عیاں ہو ایسا ہوا آئینہ دار دل
دل نہیں ہے جو ہو وہ کاہ و عرصہ گون و مکاں
جام جم سے بہتر ہے اپنے یہ ایاغ آیا ہاتھ
کیونکر نہ دل صاف کی ہمسر اپنے کثیف ہو
ہے آرسی کو آئینہ میں سے ستارا دل نہیں
یہ دل ہے جو شوق سے مملو اسے خدا کی جا طاہر ہے
یہ خدا ہی کا گھر ہے خدا کی جا طاہر ہے
وہ دل کیا کہ جس دل میں بصارت نہیں
وہ کیا آنکھ جس میں بصیرت نہیں
کیا ہے وہ دل کہ جس میں محبت خدا کی کوٹ کوٹ کر نہیں
کیا ہے وہ جسم جو نہ ہو خاک کوچۂ دوست
جو پہنچا ہوا سی دل میں نہاں ہے
اس آئینہ میں سیر دو جہاں ہے
دل وہ دل ہی نہیں جس دل میں تری یاد نہ ہو
گھر وہ گھر ہی نہیں جس گھر میں تو آباد نہ ہو
خانۂ تن کی دل سے قدر رہی
شہر جیسے کوئی بسے اجڑے

دیکھو

دل			
مطمئن ہے دل انسان تو ہے کیا ارجمند	میر	سارے جہان کی ہے ہوا اس حباب میں	عاشق
فکر جمعیت ہے دل انسان تو ہے کیا فضول	"	نسبت کہاں ہے مہر کو دل کے چراغ سے	"
مضطرب ہے کیجیے کیا دل آئنہ ہے خدائے غفار	"	بنا و کعبۂ دل کو یہی تعمیر بہتر ہے	"
کیجیے دیکھیے کیا دل ہے شوق و جماں اس میں	"	خانۂ دل میں ہو کیں نہ کہیں	عاقل
ہیں یم و جا دل بھی حسرت دار ماں اس میں	"	عینک کی طرح دل بھی آنکھوں سے لگا ہوتا	"
کیا کیا ہیں مراد دل بھی ہے عمر کی زنجیل	"	جو نہ دیکھا تھا کبھی ہم نے وہ دیکھا دل میں	عالم
یارب مراد دل بھی ہے عمر کا ساماں اس میں	"	قصر دل میں وہ مہماں نکلا	"
موجود ہے ہر جلسہ خ آنکھیں ہوں گر کیلی	"	رو ئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں	غالب
دل وہ کلیسا خ ہے جس میں نہ ہوں بتان کی	"	مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے	"
سیر میں ہیں اس مکان میں نو نوں جہان کی	"	دیکھتا دل ہی میں گر دیکھنے والا ہوتا	فروغ
ہے یہی دل جو کرے تا رکیٔ امکان کا باعث	"	بات کا یہ بھی کسی کی متحمل نہ ہوا	"
اگر ہو نور عرفاں کا شف اسرار ہوتا ہے	"	مل گیا تیرا ٹھکانہ مل گیا	"
دیکھیے جب دل ناشاد کا آتا ہے یہاں حال نیا	"	کھل گئی دل کی حقیقت کھل گئی	"
دو کاں وہ ہے کہ آتا ہے جو چڑھ جاؤں	"	اب صفائی کی کونسی صورت	قطب
میں اوج بام حقیقت پہ مہر جا دل	"	دل تو آئینۂ مکدر ہے	"
اگر ذرا بھی سمجھے دل سب کے	"	جستجو تلاش ہے دیر و حرم میں اے قربان	قربان
دل کا آئینہ بنا کر آئینہ دیکھیں	"	کسی کا ساتھ روز بد میں کیا دیگا کوئی قدرت	قدرت
صاف ایسا کہ آئینہ دیکھیں	"	فقط دل کو شریک حال پایا رخ و راحت میں	کمال
دل کے آئینہ میں ہے طوطی مقصود نظر	"	جملہ حالات کا ہے آئینہ	گویا
دل کو جب جلا دیکھا	"	دل خیالات کا ہے آئینہ	"
دل		بنایا کعبہ ابراہیم نے اس کا یہ باعث ہے	"
		ہویدا ہے سواد منزل مقصود زاہد کو	"
دل کو یہ آرزو ہے کہ ہو عالم آشنا	میر	تماشا یک جہاں کا ہے میسر مجھ کو گھر بیٹھے	لائق
وہ دن کو مشتعل ہے یہ ہر وقت مشتعل	"	دل ہے کیا کوئی سمندر ہے کہ حیران ہوں	"
بنانا کعبہ و بت خانہ شیخ و برہمن کیا ہے	"	کعبہ و دیر میں گر یار نہ ہوئے تو نہ ہو	"
ڈھونڈتے ہیں جسے جہاں میں ہم	"	رہے لائق تو ملازم ہر دم	"
ہوتا نہ مکدر گر اس عالم خاکی سے	"	کب ہے قرین عقل بجز دل کے برہمن	مہر
زندگی بھر جسے ڈھونڈا اسے پایا دل میں	"	جو دل ہیں مصفا وہ کدورت نہیں رکھتے	"
عام ہے جس کا خوان لطف و کرم	"	کیا ڈھونڈتا ہے وادی ایمن میں دل ہوس	"
دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں	"	دیر و حرم میں مہر جو ڈھونڈا نہیں ملا	"
میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں	"	پہلو میں تو جو اے دل خانہ خراب تھا	"
لن ترانی کی صدا طور پہ موسیٰ نے سنی	"	گھر تھا زبس کہ بیم و رجا کا دل حزیں	"
ناز کی ہمیں کوئی اس دل کے مقابل نہ ہوا	"	لیا بتجو ہے دیر و حرم میں ہے کیا تلاش	"
		دل انساں ہے وہ اے مہر عجائب خانہ	"
		ساحت عرصۂ محشر ہے نہیں وسعت دل	"
		موج زن دل میں رہا کرتا ہے دریائے خیال	"
		دل نہ کہئے اسے ہے قدرت رب الاکبر	"

دل مطمئن کچھ مدد کر ہماری
نظر سوئے کعبہ ہے دل پر نہیں ہے
کعبہ سے رتبہ ہے بالاتر دل آگاہ کا
طور ہے یہ دل صفائے قلب نور اللہ کا
یاس ہے غفلت ہے یاں دامن دل آگاہ کا
دل ازل سے مطلع الانوار ہے
سخت نافہم ہے وہ نادان ہے
دل ہے اللہ کا گھر اس میں جگہ ہے اسکی
حسرت و یاس و غم و درد بیر طے کیا کیا
کینہ و بغض و حسد ہم نہیں رکھتے دل میں
طریق عشق میں ہے رہنما دل
کعبہ پہونچا تو کیا ہوا اے شیخ
دنیا و دیں میں دل کو کسی سے نہ ہو لگاؤ
دل ہی میں پاتا ہوں جلوہ یار کا
میں ٹھیس لگنے دوں کس طرح شیشۂ دل کو
صاف رکھتا ہوں ہر اک شخص سے میں دل اپنا
سیر کونین اس میں کرتا ہوں
دل کو بیدار کہہ کمال کے ساتھ
دل میں وہ نکلے جسے ڈھونڈھتے ہیں عالم میں
آئینہ دل کی خبر لے ارے غافل
ہزاروں حسرت و ارماں ہیں سینے میں ولے گر
دل کو کیا ہے صاف یہ دل بے جلا نہیں
سیر اور طیر ہے کونین کی جس میں حاصل
بے نشاں کا بھی نشاں ڈھونڈھ ہی لایا جاکر
ہم نے دیکھا قلب کو جس وقت صورت دیکھ لی
چارہ سازی خاک ہو قلب شکستہ کی مرے
جدا ہوں خلق سے میں ہے مرا مکاں دل میں
ہائے رے غفلت کہ پردہ آنکھ سے اٹھتا نہیں
سارے عالم سے ہے دل اپنا بلند
پہنچا ہوں کہاں تک دل روشن کی بدولت
جسے کہتے ہیں سب انسان کا دل
نہ دے اس میں جگہ نادان دنیا کے بکھیڑوں کو
تماشا خدائی کا اس سے عیاں ہے

بہت ہم یہاں خیر و شر دیکھتے ہیں — مہر
کہاں تو ہے اور ہم کدھر دیکھتے ہیں — "
چاہیے پوشیدہ نظروں سے مکاں اللہ کا — "
نطق میں عالم ہے گفتار کلیم اللہ کا — "
خواب میں بھی کب خیال آتا ہے عز و جاہ کا — "
اس جگہ خلوت گزیں تو ہی تو تھا — "
بات مانے جو آدمی دل کی — ماہ
دیر کیا چیز ہے کعبہ و کلیسا کیا کیا — "
ایک دل اور ہیں ساتھ اس کے بکھیڑے کیا کیا — "
ہر کدورت سے ہے آئینہ مصفا اپنا — "
پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل — میر
سعی کر تو پہنچ کسی دل تک — "
یہ شیشہ جس جگہ رہے یارب ادھر رہے — منیر
طور پر کیوں جاؤں کچھ موسیٰ نہیں — مضطر
درست ہوتا نہیں جب یہ چور ہوتا ہے — "
یہ وہ آئینہ نہیں جس میں کدورت ہوگی — "
کتنی وا سع ہے یہ گلی دل کی — "
چھوڑ خواب و خیال کی باتیں — "
دیکھیں غفلت کا اگر پردہ اٹھا کر دل میں — "
سن ہوتے ہیں کیا کیا سخن آئینہ کے اندر — "
الٰہی آدمی ہوں یا میں کوئی غم کی محفل ہوں — "
لگ جائے جس کو زنگ یہ وہ آئنا نہیں — "
میرے خالق نے وہ نایاب دیا دل مجھکو — "
لامکاں بن گیا اللہ رے ہمت دل کی — "
کیا چہیا رکھا تھا خالق نے بدن میں آئینہ — "
ٹوٹ کر جڑتا نہیں پھر لے رفوگر آئینہ — "
مری زمین بھی دل میں ہے آسمان دل میں — "
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں جس کو وہ حریم دل میں ہے — "
اس سے اونچا عالم بالا نہیں — "
حاصل ہے سفر در وطن آئینہ کے اندر — میکش
ارے ناداں وہی دیر و حرم ہے — محبوب
خدا کا خاص خلوت خانۂ آرام اکدل ہے — "
دل اب غیرت جام جم دیکھتے ہیں — "

دل

دل نہ ہوتا تو نہ یہ خلق نہ دنیا ہوتی — محبوب
دل زمانہ کا ہے یہ باعث تو زمانہ دل کا — "
وہ در ہے کعبۂ دیدار سے معمور ہیں جسکے — "
جس نے بھیدے دل بیتاب جانا دل کا — "
مضمحل ہو نہ کبھی کوئی فہیم ایسا ہے دل — "
حال جانا ہے تو دل والوں نے جانا دل کا — "
عطف دل کی کہاں قدر تیرہ روزی میں — "
چراغ صبح ہے یہ وصف عزیز ہے — ب
ذرا سے دل میں یہ وسعت عزیز ہے — "
کرے آسمان و زمین ہیں سما رہا دل — شعلی
ہمیشہ دیر ہے دنیا سے دور رہا دل — "
عزیز کعبہ کو رکھا کیا ہنر کی طرح — "
عزیز ہے سب کو دل سب کے — "
نظر آئینہ دل میں ہے صورت کیا کیا — نظیر
ہیں اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں — "
ہزاروں حسرتیں ایسی بھی ہیں پیدا بھی ہوتی ہیں — "
نظام عالم گر دو ذرا سا دل ہے لیکن ایک دنیا ہے — نشاط
پردہ رخصت جو وا ہو گیا — "
دل ہی مرا نور خدا ہو گیا — "
دل ہی ہے اکمل تجلی گاہ نور کبریا — "
ہے ہر اک دل کعبہ و بتخانہ ہوتی عیاں — "
بے تکلف خاص کعبہ ہو مبارک ہو تجھے — "
دل میں

دل

دُور ہیں پہنچے ہے چشم دل آگاہ کو کب — یار سو کوس پہ گر ہو تو نظر آئے قریب — نصیر
دل کے آغوش میں وہ راحت جاں رہتا ہے — بندہ خانہ میں خداوند جہاں رہتا ہے — نسیم
دل اگر رہبر و اقلیم معانی ہو جائے — مرتفع بعد مکانی و زمانی ہو جائے — نظم
چاہیے گوشۂ دل وادیٔ ایمن ہو نہ طور — جلوہ گاہ اس کا بھلا دشت و جبل کیا ہوگا — "
کیوں آیا باغ دہر میں کیا جانتا تھا میں — کر دے گا زندگی دل خانہ خراب تنگ — "
مجھ کو یا رب تو عطا کر دل نالاں دو چار — دل ہیں دو چار تو ہر دل میں ہوں اک ماہ و چار — "
دل پُر درد تو شیشہ کی طرح ہے نازک — ہائے پھر صبر کی چھاتی پہ دھرو دل سل کیونکر — "
جو دل کو کاٹ کے پھینکیں تو آرزو نہ کریں — جو پاؤں کاٹ کے بیٹھیں تو جستجو نہ کریں — "
اس نصیحت کو سن گوش جاں سے دل کو اپنے مکان غم سے کر — ولی
چراغ دل اگر گل ہے تو کر جیوں گل اُسے روشن
کہ یہ تحفہ ہے سالک کوں نزک حق کے بجھانے کا — "

دیں

دل کو گر مرتبہ ہو درپن کا — مفت ہے دیکھنا سریجن کا — "
دل ہے آئینہ دو رو اپنا — دوست دشمن سے ایک سا ہونمیں — وقار
پھر گزر نور کا ہو خاک وقار — جبکہ دل منزل سویدا ہے — "
نہیں جڑتا ہے پھر نہیں جڑتا — شیشۂ دل اگر شکست ہوا — "
دل جس سے ہٹا اپنا وقار اس سے ہٹا بس — شیشہ سے جو کٹتا ہے شجر پھر نہیں لگتا — "
دیکھیے شگفتگی دل پُر نور کی اگر — پروانہ ہو نثار تو بلبل فدائے دل — ہنر ور
کعبۂ دل میں اگر ڈھونڈو تو پاؤ یار کو — کرتے ہو کیوں اس کی اپنے آپ سے باہر تلاش — ہوش
رائگاں نقد محبت کو نہ یہ کھوئیگا ہوش — دل کو خالق نے بنایا ہے امین اخلاص — "
جو طواف دل کریں ہیں جانتے ہی وہ نہیں
راہ کعبہ کی ہے کیا اور کیا ہے بتخانہ کی راہ — ہمدم

گو دیر و حرم خوب ہے جا شیخ و برہمن — ٹک پردۂ دل کی بھی بھلا آڑ تو دیکھو — "
بس نہ بھٹکو ادھر اُدھر ہمدم — یار نزدیک دل میں بستا ہے — "
دیر و کعبہ کا دُور رستہ ہے — یار نزدیک دل میں بستا ہے — "
کعبہ کو جا کے شیخ کرے گا تو کیا بھلا — دل غیرت حرم ہے ادھر آ اُدھر نہ جا — "
غافل ہے دیر و کعبہ میں کیا اپنے دل میں دیکھ — ممکن نہیں ہے یار کا پانا ادھر اُدھر — "
ڈھونڈھے ہیں شیخ و برہمن دیر و کعبہ میں جسے — خانقاہ دل میں اس بت کا مجھے درشن ملا — "
در دل چھوڑ کے جا دیر و حرم میں بیٹھے — آہ کچھ شیخ ہی سمجھا نہ برہمن سمجھا — "
سیر جہاں جو تجھ کو سکندر ضرور ہے — دل فخر جام جم ہے ادھر آ اُدھر نجا — "
ایک سے ایک ہیں انسان کے اعضا بہتر — لیکن ان سب پہ ہیں دل اور جگر خاص الخاص — "
جا دیں تلاش یار میں دیر و حرم کو لوگ — لازم ہے اپنے دل ہی میں ہم جستجو کریں — "
دیر و کعبہ تو نہ جا دل کی طرف راہی ہو — کوچۂ یار کی وہ راہ نہیں راہ ہے یہ — "
پھر آئے دیر و کعبہ جس کی خاطر وہ ملا دیں — رہا شیخ و برہمن کے نہ کام اب دین و مذہب سے — "

کو سے نزدیک بجھانے کا

نظر آتا ہے سراپا یہ زمانہ باطل — صفحۂ خاک غلط دفترِ ایام غلط — اسیر
دفترِ عالمِ ایجاد کو ہم دیکھ چکے — ہے جو آغاز صحیح اس کا تو انجام غلط — "
ہے حدیثوں سے عیاں دامنِ دنیا سے گریز — فکرِ راحت ہے غلط خواہشِ آرام غلط — "
نامِ صحت نہیں اس میکدۂ عالم میں — خُم غلط شیشہ غلط۔ بادہ غلط۔ جام غلط — "
اہلِ زمانہ مہرے ہیں چوسر[1] پڑے ہیں یہ جہاں — گھر سینکڑوں ہیں پر کوئی رہنے کا گھر نہیں — "
مثلِ گلِ خنداں نہ ہو یہ باغ جائے فکر ہے — کونسا غنچہ ہے جس کا سر گریباں میں نہیں — "
غیر ممکن ہوں سب اچھے عالمِ ایجاد میں — ایک یوسفؑ ہے خلف یعقوبؑ کی اولاد میں — "
شکستِ غم سے ہے کس کو نجات دنیا میں — وہ کون کاسۂ سر ہے کہ جسمیں بال نہیں — اسیر
دل میں بدوں کے خواہشِ دنیائے ہیچ ہے — ہے آشیاں چغد مکانِ خراب میں — "
کیا ہو اُمیدِ نفع کی بازارِ دہر میں — گر دکّہ دے سے کوئی خالی دکاں نہیں — "
باغِ ہستی میں نہ سمجھو کوئی شے بیفائدہ — سایہ تو ہے سرو کا پھل گرچہ قبضہ میں نہیں — "
ہوا ثابت ہوائے گلشنِ امکاں مخالف ہے — رہے گھر میں تو کیوں ہو تفرقہ بادام توام میں — "
اجتماعِ دین و دُنیا کر سمجھکر اختیار — دونوں جانب حق نہیں دونوں طرف بال نہیں — "
قدر دنیا اہلِ دُنیا نے بڑھائی اے اسیر — منہ لگایا ہے بہت کتوں نے اس مردار کو — "
اُڑاتا ہے غمِ دُنیا حواس اہلِ دنیا کو — پریشاں جس طرح کرتی ہے صرصر ریگِ صحرا — "
لذتِ دنیا نہیں ہے لائقِ کام و دہن — کون کہا سکتا ہے اس حلوائے زہر آلود کو — "
کوئی صورت دفترِ عالم میں بے معنی نہیں — صاحبِ دل چشمِ معنی آشنا پیدا کرے — "
چھوڑ کر دین کو دُنیا کا طلبگار نہ ہو — کہ یہ دولت ہے جو فانی تو وہ دولت باقی — "
آوارگی ضرور نہیں باغِ دہر میں — ہر نخلِ پا بدامنِ عزلت کشیدہ ہے — "
آیا جو خاک پر وہ اسیرِ محن ہوا — جالی ہماری قبر کی گویا کہ جال ہے — "
بدل بدل کے دکھاتی ہے صورتیں دُنیا — فریب دیتی ہے کیا کیا یہ پیرِ زال مجھے — "
بے ہنر مسند نشیں اہلِ ہنر در در خراب — عقلِ انساں سے خدا کا کارخانہ دُور ہے — "
کوئی شے آفاق میں بیکار اے ساقی نہیں — سنگ سے حاصل ہے شیشہ اور مے انگور سے — "
زالِ دُنیا کے فریبوں میں نہ آ فالے اسیر — بیسوا ہے قحبہ ہے مکارہ ہے دلالہ ہے — "
محیطِ دہر میں ہم جنس سے امید نہیں — تباہ موج ہوئی دم بخود حباب رہا — "
اے دل کمالِ ابلقِ ایام شوخ ہے — جمنے نہ دے گا یہ کبھی پیڑی[2] سوار کی — "
ہوں رہروِ عدم مجھے دُنیا سے کام کیا — دو روز دیکھنے کو یہ میلا ٹھہر گیا — "
دیکھتا ہوں جس کو میں اب مکر سے خالی نہیں — بیشتر شیروں میں کسدن جیلڑ روباہ تھا — "
اصل کیا دنیائے دوں کی زہر ہے اس کا مزہ — تخمِ حنظل سے کسی نے تلخ پھل پایا تو کیا — "
دریا میں عیاں ہے حالِ امواج — عالم ہے یہاں رواروی کا — "
دنیا بسانِ چاہ ہے انساں بزنگِ بو — دم بھر کو جو یہاں سبک آیا گراں ہوا — "
زنجیرِ تعلق سے مرا پاؤں تو نکلے — ہے فاصلہ دو گام کا ہستی سے عدم تک — "
جان کر بابلِ نہ ہم آئے فریبِ دہر میں — صورتِ ساحر تماشے اس نے دکھلائے بہت — "

---

[1] چوسر۔ [2] آسن ۱۲۰

دنیا — اسیر

غیر ممکن ہے کہ جائے طمعِ دنیا سے کبھی
ہے دمِ تیغ تلک کی طرح ہر وقت پیدار اسے
دنیا ہے بیوفا کا کھٹکا ہے دل میں ہر وقت
کوفہ میں اور یار وفادار کی تلاش
لطفِ طبیعتِ لذتِ دنیا پہ ہے فریفتہ کیا کیا
مقدور تمام آس سے ہیں ناداں ہیں اسیر
چاہتے ہیں جو فرد دنیا میں ہمیں کسی پھل نہیں
تخمِ حنظل ہے شیریں سے ضرر سیر
کروں نگاہ تو قوتِ نوع ہے نوالوں میں
کہ زوال پیرۂ دنیا ہے آبروئے نکاح
عشقِ ہستی میں ہے آبروئے نکاح
نخلِ کہن کو پانی دیتے رہو کیوں نہ
اس اندھیر میں اسے ثبات نہیں
چھوڑ دنیا کی ایسی کائنات نہیں
کچھ بڑی ہی ہے قابل ہیں یہ بابل جیسے
ہے نفرت کے قابل کہ ہے اندھیر کا گھر
آسمان کا رنج اور کس سے ہے
دنیا میں تمنا سے کس کی آبرو
نہیں ہیں مرد وقت کی آبرو

زوال — اسیر

دنیا

	زوالِ جہاں کے مکر کو ہم جانتے ہیں خوب	اسیر
	لکھی ہے اپنی موت اسی مسیوا کے ہاتھ	اسیر
	زوالِ جہاں کو منہ نہ لگائیں گے ہم کبھی	
	قحبہ ہو زن تو مرد کو لازم طلاق ہے	"
	دل اپنا جوانِ طبع جواں بخت جواں ہے	
	کیا ربط ہو پیرِ فلک و زوالِ جہاں سے	"
	پدر ہے قاتل فرزند جس میں یہ وہ دنیا ہے	
	پسر کے خون سے جوہر ہوئے تر تیغ رستم کے	"
	سنبھلنے دیتی ہے کب ابلق ایام کی شوخی	
	اکھڑ جاتے ہیں آسن شہسواروں کے یہاں جمکے	"
	خدا جانے یہ کس کی جلوہ گاہ ناز ہے دنیا	
	ہزاروں اٹھ گئے رونق وہی باقی ہے محفل کی	"
	دلیل زشتیِ دنیا ہجوم اہلِ دنیا ہے	
	کثافت سے زمین خالی نہیں ہوتی ہے مفلس کی	"
	زن مریدوں کو رہے زوال جہاں کی خواہش	
	گھر میں مردوں کے یہ مُردار نہ آنے پائے	"
	ملازمِ تسلزم ہستی میں امن مثلِ حباب	
	پھری ہوئی رہی ہم سے ہمارے گھر کی ہوا	"
	کوئی نعمت نہیں اس خوانِ جہاں میں بیکار	
	ذائقہ ہو تو نہ میٹھا نہ سلونا ہے عبث	"
جبتک کہ ہم جہاں میں قائم ہیں سب یہاں	جب ہم نہیں جہاں میں گویا جہاں نہیں	"
دنیا سے کچھ غرض نہیں ہم کو ملال کیا	نازل بلائے خانہ رہے زن مرید پر	"
دھوکے دینے مجھے کیا آئی ہے اے زوالِ جہاں	تیرا چہرہ ہے رخِ خوک سے بدتر مجھکو	"
جمع نعمت ہائے دنیا ہے خرابی کی دلیل	شہد کے باعث سے لٹ جاتا ہے گھر زنبور کا	"
نعمت الوانِ دنیا سے بھرا ہر دم شکم	دوستی کرتا رہا میں عمر بھر دشمن کے ساتھ	"
ہوئے کب لذتِ دنیا سے واقف	بسر کی زندگانی داغ کہا کر	"
عالم اسباب میں لازم سبب ہے بہر رزق	کھل گیا کیسہ سے عقدہ خاطر دلاک کا	"
دنیا میں مناسب نہیں عشرت کا ارادہ	غم خانہ میں کیا کیجئے تدبیرِ تبسم	"
سوائے سیلِ حوادث ہے خاکِ دنیا میں	نہ ایک دم کو مکاں صورتِ حباب بنا	"
توقع رکھہ نہ دینداری کی ہرگز اہلِ دنیا سے	نشاں الفاظ مہمل میں نہیں ہوتا معانی کا	"
مرد عالی قدر سے دنیا کریگی کیا خلش	پائے راکب کو نہیں صحرا میں کہٹکا خار کا	"
ایک دم کی زندگی اس غم کدہ میں ہے محال	موت ہے انساں کا جانا آبِ حیواں کی طرف	"
اہلِ دنیا کی ہے نادانی جو ہوں راحت طلب	کیسی دنیا میں تماشائے چمن کی آرزو	"

پیرس

یہ ترک کر رہی ہے شہ مرداں سے پیر کو
دُنیا کا خواستگار ہے جو زن مرید ہے
آتش

حقیقت چمن دہر سے جو ہو آگاہ
گُلِ مُراد چنے تو ہر ایک کیاری سے
〃

نہیں بننے کا سودا ہم سے اس بازارِ عالم میں
عداوت کی ہے ارزانی محبت کی گرانی ہے
〃

ظاہری بازئ ایّام ہے باطن سے خلاف
دانہ ہوتا ہے عیاں دام نہاں ہوتا ہے
〃

یہ عروسِ فاحشہ آتی نہیں دل کو پسند
زال دنیا کی نہیں منظور داماد ی مجھے
〃

دُنیا سی خانگی کوئی ہوگی نہ بیسوا
شوہر سے اپنے رہتی نہ دیکھی یہ زن درست
〃

ملتا ہے کیا جو آتش مرتے ہیں اہلِ دُنیا
اک دو وجب زمین پر اور دو وجب کفن پر
〃

بحر ہستی سا کوئی دریائے بے پایاں نہیں
آسمانِ نیلگوں سا سبزۂ ساحل کہاں
〃

نہیں اک مرد کو دنیا سے مطلب
مریں نامرد اس زن پر ہزاروں
〃

باغ عالم میں وہ چلتی ہے ہوا وحشت خیز
صورت بید ہو مجنوں جو شجر پیدا ہو
〃

عیش کچھ ہوتا اگر غم کدۂ دُنیا میں
رُوح قالب میں خوشی سے نہ سمائی ہوتی
〃

طالب نہیں ہے دولت دنیا کا دل مرا
اس سیم تن کا وصل ہے تحصیل زر مجھے
〃

طالب کو اپنے رکھتی ہے دُنیا ذلیل و خوار
زر کی طمع سے چاہتے ہیں خاک نیائے
〃

دشمنی ہے عوض دوستی یاں اے آتش
درد سر ہی سبب صندل پیشانی ہے
〃

گلشن دہر بھی ہے کوئی سرائے ماتم
شبنم اس باغ میں جب آئی تو گریاں آئی
〃

اہل دُنیا ثقل سے دنیا کے ہوں سرگرم سعی
بوجھ سر پر ہو تو جلد اٹھے قدم مزدور کا
〃

یہ ناگوار طبیعت ہے نعمتِ دُنیا
نوالہ حلق میں اپنے ہے استخواں ہوتا
〃

کیا سمجھکر بحر ہستی میں کروں راحت طلب
دیکھتا ہوں روز و شب دریا میں ہیں بیحد موج
〃

دنیا کو بہت ذلیل پایا میں نے
بے غیرت و بے دلیل پایا میں نے
اکبر

دنیائے دنی محل آفات بھی ہے
فکر روزی محل آفات بھی ہے
〃

دنیا میں جسے جو پیش آیا اکبر
بس اس کے مطابق اس کی حالت بھی ہوئی
〃

دنیا کرتی ہے آدمی کو برباد
انکار سے رہتی ہے طبیعت ناشاد
〃

دیں سے اتنی الگ حد فنا سے یوں قریب
اس قدر دلچسپ پھر کیوں رنگ دنیا کر دیا
〃

غریبوں سے لپٹ جاتی ہے دُنیا فکر ناں ہوکر
امیروں کے مقابل آتی ہے حسن بتاں ہوکر
〃

پایا ہوا ہے دہر کو گلشن انبساطِ دل
کھلتے ہیں کب گُلِ مراد گلشن رُوزگار میں
〃

کارِ دُنیا شوق سے کرتے رہو اے دوستو
لیکن اس کے ساتھ بگڑا کار دیں تو کچھ نہیں
〃

خوش نصیبی زال دُنیا کی تعجب خیز ہے
چاہے جانے کے نہ قابل تھی مگر چاہی گئی
〃

ہر طرف بننے بگڑنے کا یہاں اک دور ہے
چشم عبرت کے لئے دُنیا محل غور ہے
〃

اس تجارت گاہ دنیا کا کہوں کیا تم سے حال
کارخانے سب خدا کے ہیں ہمارا نام ہے
〃

یہی خوشیاں رہینگی دہر میں ایسے ہی غم ہونگے
مگر اک وقت آئیگا نہ تم ہونگے نہ ہم ہونگے
〃

اکبر عروس دہر سے چشم وفا نہ رکھ
دارا و جم کی جب نہ ہوئی تیری ہو چکی
〃

کریں کس پہ ہم دارِ فانی پہ تکیہ
کریاں آشنا بھی تو نا آشنا ہے
〃

یہ زینتِ دُنیا ہے کہ مٹی پہ ہے پٹی
بچوں کے سوا کون ہے اس کا متمنی
〃

دنیا

دنیا میں ہیں سب سے کہیں ہی قطع تعلق ہے اس کو بھلا
دنیا کی محبت سے کہیں ہی قطع تعلق ہے اس کو بھلا
اکبر

دنیا کی محبت

دنیا		بارِ دنیا جس کے سر پر ہے اُسے راحت کہاں	امیر
کہلا بھیجا ہے تمنّا اس بات کا		دُنیا کا حال اہلِ عدم سے یہ مختصر	"
کہتے ہے یہ تماشا علماء سے		امیر صانعِ قدرت کا کھیل ہے دُنیا	"
سنئے اس چین میں عجب پیچھے		دین کی فکر کروں ہائے میں کس وقت امیر	"
کہ چلتے ہیں مثانہ کھرے ہوئے		دنیا ہے طرفہ میکدۂ بے خودی امیر	"
کہ پیچھے لیتے ہیں جا رہ مرغ گرسنہ		نہیں ہے مزرعِ آفاق میں تن پروری اچھی	امانت
بجز نہیں دام اور دانہ پہنچتے ہیں		آنکھ کہ دُنیا میں جو وا کی تو نہ کچھ حال کھلا	"
کہ پہنچے نہ تنہا خواب پریشاں کے سوا		برسوں کیا نظارہ جہانِ خراب کا	"
کہ پہنچی حقیقت کھل گئی		باغ جہاں میں رنج ہے ثمرہ ریاض کا	"
اس کھیت کی حقیقت کہ اس نے دیکھی		آدمی سے یہ لیتی ہے بلا کی صورت	"
بجا ہے دیدۂ دنیا سے آب نہیں		گلشن فانی نہیں رہنے کی جا	احمد
منزل دنیا کی نمائش دیکھ کر		چمن خار زار ہے دُنیا	اقبال
کہ دنیا کو ہو کسی کی طلب		زندگی نام رکھدیا کس نے	"
یہ شیشہ ہی کہ اس کو ہستی سے		ہے نسیمِ جہاں خزاں پرور	"
کیا کہوں کیا حصول ہستی ہے		کوئی دُنیا سے کیا بھلا مانگے	انشا
نوحِ قیس بلا میں پھنستی ہے		یہ عارضی بہار ہے دُنیا میں چار دن	اختر
بیوفا جانتے ہیں اہلِ زوال		باغِ جہاں میں ناز کریں کیا حباب پر	افضل
کہ اس نے دی یہاں تکلیف		ہائے دنیا تھی کہ اک تصویر تھی	اختر
ذوقِ ہستی میں بڑی فرصت ہے		کھٹکا خزاں کا باغِ جہاں میں لگا رہا	"
اقتباس		مقام یوں ہوا اس کارگاہِ دُنیا میں	انیس
		ساتھ جاتا نہیں کچھ جز عملِ نیک انیس	"
		کہانے کو رزق رہنے کو گھر اور لحد کو جا	"
	ترقی	باطل سے اتفاق اُسے حق سے نفاق ہے	افسوں
		باغِ عالم کا یہی اسلوب ہے	انجم
		عجیب حال ہے دنیا پرست لوگوں کا	"
		خالی خلش سے پایا نہ دُنیا میں کوئی شئے	احمد
		روتے روتے عمر آخر ہو گئی شبنم کی طرح	انور
		مرد ہوں مجھے نفرت کیوں نہ ہووے دُنیا سے	"
		آئے عدم سے جائیں گے پھر جانبِ عدم	"
		جائے شادی نہیں ہے باغِ جہاں	"
		دیکھکر ہر ایک شئے کو ہوتی ہے حیرت بہت	افسر
		حُبِّ دنیا کی یہ ہے اونٹے مثال	"
		گلستانِ جہاں میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی	اسمٰعیل

		چُور رہتا ہے مشقت سے بدن مزدور کا	امیر
		اک دو قدم کا چہرۂ امید و بیم تھا	"
		بنا بنا کے مٹائی ہیں صورتیں کیا کیا	"
		کبھی دُنیا کے بکھیڑوں سے فراغت ہی نہیں	"
		سب مست ہیں کسی کو کسی کی خبر نہیں	"
		کہ ناداں ہوگی پرسش حشر میں ایک ایک آنسو کی	امانت
		ضعف ہے خواب ہے غفلت ہے کہ بیداری ہے	"
		آنکھیں ہوئیں جو بند تو عالم تھا خواب کا	"
		پتھر برستے ہیں شجرِ بار دار پر	"
		تف ہے دُنیا پہ عجب طرح کی تھکاری ہے	"
		ڈر ہے کلیوں کا تو کھٹکا خار کا	احمد
		خون صد نو بہا رہے دُنیا	اقبال
		موت کا انتظار ہے دُنیا	"
		دیکھنے کو بہا رہے دُنیا	"
		وہ تو بیچاری آپ ننگی ہے	انشا
		پھولیں بہت نہ رنگ پہ اپنے چمن کے پھول	اخگر
		حال آئینہ میں گل ہیں تو عکس چمن کے ہیں	افضل
		مٹ گئی تصویر حیرت رہ گئی	اختر
		دیکھا کبھی نہ گلشن دُنیا بہار پر	"
		کہ جیسے دن کو مسافر سرا میں آکے چلے	انیس
		اس پر انسان کو ہے خواہش دنیا کیا کیا	"
		دنیا میں ایک جان کو کیا کیا نہ چاہیے	"
		دنیا کے خواستگار پہ عقبیٰ بھی شاق ہے	افسوں
		کوئی طالب ہے کوئی مطلوب ہے	انجم
		معاد کا بھی خیال اور فکر جاہ بھی ہے	"
		دیکھا تو گل کے ساتھ چمن میں بھی خار ہے	احمد
		مثلِ گل اس گلشن ہستی میں جو خنداں ہوا	انور
		جو کہ اس کا طالب ہے وہ مُرید ہے زن کا	"
		دُنیا کی سیر کرلیں پھر آئیں گے یاں کہاں	"
		کیوں نہ دل تنگ ہو زمانہ سے	"
		عالمِ اسباب کیا ہے اک عجائب خانہ ہے	افسر
		ابتدا شیریں ہے اور انجام تلخ	"
		مگر جو گل کے جویا ہیں انہیں کیا خار کا کھٹکا	اسمٰعیل

اعتبارِ عالم فانی نہیں اصلا دلا — قبر کی تعمیر کیجے قصر و ایواں چھوڑیئے
اک شئے پسند خاطر اپنے تو یاں نہ آئی — باقی جہاں کا دیکھا بازار چلتے چلتے
رہے گا عالم اسباب کا یہی اسباب — کوئی اٹھا کے نہ لیجائے گا زمیں سر پر
ہے دگرگوں رنگ اس محفل میں خاص و عام کا — دورِ ساغر ہے نمونہ گردشِ ایام کا
دنیائے دوں بھی بھول بھلیاں سے کم نہیں — انسان کیا ملک بھی جو آیا بھٹک گیا
زینت رنگ بقا چاہتے ہیں نقشِ فنا — اس مرقع کا دکھائی دیا نقشہ الٹا
بنائے خانہ دنیا ہوئی ہے بے بنیاد — قیام خیمہ گردوں کا بے طناب ہوا
اہل دنیا کی کرامت کو سمجھ نٹ بدھیا — دار پر منصور کرتا ہے تماشا جھوٹ سچ
آدمی ماورِ ایام کا شکوہ نہ کرے — اس ضعیفہ کا لہو ہے صفت شیر سفید
کون خارستان دنیا سے گیا ثابت قبا — گل بھی پرزے پرزے اپنا جیب و داماں لیچلا
دنیا بنی تو خوب نہ پایا مگر ثبات — ایجاد اور عالم ایجاد دیکھیے
جلوۂ ارباب دنیا دیکھیے — سوانگ ہے یہ بھی تماشا دیکھیے
زینت و لہو و تفاخر سے نہ مالوف رہو — ہم کو قرآن سے ثابت ہے کہ دنیا ہے یہی
کاہش نے ہم کو حرف غلط سا مٹا دیا — اپنا نشان نگینۂ ہستی میں نام ہے
حوروں کا رنگ جمنے نہیں دیتی سامنے — دنیائے پیرزال بڑی شوخ و شنگ ہے
وحشت سرائے دہر میں اپنا یہ رنگ ہے — گھر ہم کو مثل روزن دیوار تنگ ہے
کچھ حقیقت نہیں کیا مال ہے دنیائے دوں رنگ — شیر مردان خدا ہیں یہ سگ اہلِ حق ہے
کیا امیروں کا محل تاک لیا دنیا نے — کوئی دن گھر میں فقیروں کے بھی مہمان رہے
شیخ دنیا کی حلاوت پر ہے دست انداز تو — یہ عقیق البحر کا سبحہ قطار مور ہے
بین العدمین آدمی ہے — دنیا اک بیچ کی سرا ہے
کبھی نہ ایسے تماشے دکھائے دنیا نے — کہ چار روز تو ہم غمزدے بہل جاتے
مال دنیا کی حلاوت میں بشر غافل نہ ہو — اشرفی اک دن خلش دکھلائیگی زنبور کی
موافقت ہے خبیثات کو خبیثوں سے — عزیز رکھتی ہے دنیائے دوں کمینوں کو
پاک رکھہ قلب کو آلودگیٔ دنیا سے — شیشۂ مے ہے بغل میں جو ہے دنیا دل میں
دیکھو دنیا کی حلاوت پہ نہ گر مثل مگس — شربت خالص نہیں یہ نیش بھی ہے نوش میں
فکر دنیا میں عبث مرتے ہو جنت کو چلو — بحر سب کچھہ ہے وہاں اور یہاں کچھہ بھی نہیں
گنبد چرخ کو فانوس خیالی سمجھو — غیر دوران سری دور جہاں کچھہ بھی نہیں
دین و دنیا کے بکھیڑے میں بھٹکتے پھرتے ہیں — اس دوراہے میں ہمیں راہ سفر ملتی نہیں
جو طلبگار ہیں دنیا کے بڑے اُن کے دماغ — اپنے سر سارے زمانہ کی بلا لیتے ہیں
باغ عالم میں نہیں بے ثمروں کو کھٹکا — ڈھیلے چلتے ہیں انہیں پر جو پھلا کرتے ہیں
نہ چلے گی تجارتِ دنیا — ہے یہاں نفع میں ضرر اسکا
بے خرد جو ہیں وہ خوش ہوتے ہیں دنیا دیکھکر — طفل رونا بھول جاتے ہیں تماشا دیکھکر
لیل و نہار پر ہوئی فتح و ظفر کسے — ہاتھ آئی آفتاب کی تیغ و سپر کسے

دنیا

چاہیے مزرع فانی میں کفن کی بدنیہ — بوئے خرما سے کہو نکلا کہاں مجھ کو کھجور
خدا سے کہو نکلا میں اس محلہ میں نہ دو مجھ کو حور — میں اعتقاد ارباب دنیا سے ہمارا اٹھ گیا
منہ میں ہیں دو دو زبانیں منہ کیا ہے بہروپیا — سیکھی کا کام جاری ہے ہاتھوں بے تقدور کا
ہاتھ چلتا ہے نفرت سے کہ ان میں نام سیکھی کا — دنیا سے نفرت کرانے میں نہیں ہے
منہ دیکھیں کیسی کا نہیں منہ کیسی کا — پھر وہ پشتوں سے نہ بشر کیا ہوا
پس آلائش دنیا سے بشر کیا ہوا — ناخشہ خانۂ برانداز ہے جا ہے
گھر میں دنیا کو جو دیکھا تو نکالا گھر سے — کچھ اپنے پاس اثاثہ گھر کسی کے پاس
کسی کے پاس اثاثہ کچھ نہیں — حاصل ہوا گلشن دنیا سے خاک نہیں
جز خاک رہو خاک نہیں — پیت انجام ہے اس آغاز عروج دنیا
سیکڑوں پاؤں تلے روند گئے بیٹھا ہے
کرنہیں

دنیا		کچھ نہیں فکر ذات کی عالم میں یہاں	تراب
کالتفات بیجا کار دنیا میں نہیں		نہ مزہ ملا نہ پیٹ بھرا مجھے ہر نوالہ زہر ہوا	
اس زمانہ میں قحط غیرت و حمیت ہے		ہے غم آلود بہت آب و ہوا دنیا کی	
وہاں کی پاک آب و ہوا میں تو بسر کیا چاہیے		دنیا سرا ہے چین سے کیا خاک سوئیے	
جو اس عالم میں رہنے کے لئے دامن نہ پاک کیا چاہیے		ساز دنیا بیچ ہے سامان عشرت ہیچ ہے	
تمنا کس لئے اے دل تجھے اس بار دنیا کی		ایک جاتا ہے تو آتا ہے عدم سے دوسرا	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		سارے عالم سے طبیعت برق میری اٹھ گئی	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		درکار ہے ہما سگ دنیا کے واسطے	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		ترک دنیا کر جو تجھ کو آبرو درکار ہے	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		ترک لذت کی وہ لذت ہے کہ نعمت گرد ہے	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		کس کو دنیا میں ہو آنے کی عدم سے فرحت	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		جہاں ہے ماریہ لازم نہیں کہ ہو وہاں گنج	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		چمن زمانہ کا آنکھوں میں اب کھٹکتا ہے	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		دنیا ہے چھوڑنے کی جگہ سب رفیق کو	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		یہ وہی دنیا تو ہے جو آخرت کا کھیت ہے	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		یہ ہنسی کی جا نہیں ہنسنا یہاں بیکار ہے	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		لطف سیر چمن دہر کا کہنا کیا ہے	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		یاں کسی کا ہے تولد تو کسی کی ہے وفات	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		چھوڑ کر دار فنا شاہ و گدا جاتے ہیں	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		دنیا کرنا خاطر خواہ	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		عجب صورتیں ہیں عجب سیرتیں ہیں	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		یہ ہے دنیا تو رفتہ رفتہ ہے	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		چوری یاروں اور پیروں سے دغا کرتے ہیں لوگ	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		یار و دنیا کے لئے اتنی مشقت ہے عبث	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		مزرع عقبےٰ ہے دنیا اس میں کچھ شبہ نہیں	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		یہاں جو کچھ کیا پایا وہاں پر	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		ہے چند روزہ مہماں آیا ہے جو کوئی یاں	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		یہ دنیا کیلئے ایسے وزیر و میر لڑتے ہیں	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		یہ کہتا ہے جرس اپنی زباں میں	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		ایسی دنیا کی نمائش پہ تو یار و قف ہے	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		طالب دنیا کے دل میں نور کب کس طرح	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		چشم عبرت سے ہم نے دیکھا خوب	
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا		باطن میں الگ تھے سب سے دانا	
حال فرعون کا سنا ہوگا		داغ کام آئے کبھی پھول جو در کار ہوئے	بحر
تھا وہ اک شہر یار دنیا کا		تری نان نعمت اے دنیا مجھے توشۂ سفر نہ ہوئی	
		ہے ہوا آہ کی مخلل آب ہے آنسو کی طرح	
		آتی نہیں ہے نیند پرائے مکان میں	
		چاہئے اطلس نہ کمخواب و مشجر چاہئے	
		اس کی محفل کا کبھی خالی مکاں ہوتا نہیں	برق
		ساز سے خالی نہ پایا میں نے دنیا ساز کو	
		موقوف اپنا رزق نہیں استخوان پر	
		جب جدا قطرہ ہوا دریا سے یکتا ہو گیا	
		طامعوں کے واسطے دنیا میں زنداں چاہئے	
		موت بھی ساتھ دبے پاؤں چلی آتی ہے	بیدل
		جہاں ہے گنج وہاں ایک مار ہے موجود	بیان
		کو گل جہاں نظر آتا ہے خار ہے موجود	
		آیا جو ساتھ جان کے بے جان تن چلا	پرتو
		واں بھی گردش ہی ہے اسکو جو یہاں گردش میں ہے	
		حالت دنیا پر اے احباب شیون چاہئے	
		یہاں رنگینیٔ قدرت کا مزہ کیا کیا ہے	
		غور سے دیکھئے دنیا میں کہ ہوتا کیا ہے	
		عالم الغیب ہی جانے کہ یہ گھر کس کا ہے	
		اب دینداری ہے تو یہی	
		جہاں میں ہیں اہل جہاں کیسے کیسے	
		آخر اک روز جان کا دینا	
		کیا کسی سے ہو کوئی اسوقت میں امیدوار	تراب
		طلب سیم و زر و خواہش زینت ہے عبث	
		کھیت جو ہے اس میں آخر دیکھئے ہوتا ہے کیا	
		وہی دانہ جما آخر جو بویا	
		نت کوچ لگ رہا ہے ہر دم روانگی ہے	
		نجاست کیلئے جیسے سگ و خنزیر لڑتے ہیں	
		مسافر ہیں سبھی اس کارواں میں	
		نام کے واسطے کرتا ہے نگیں کا لا منہ	
		دل تو ان کا ہو گیا از جب سیم و زر سیاہ	
		اس جہاں کا عجیب عالم ہے	
		ظاہر میں ملے گئے جہاں سے	

مر گیا ڈوب کے نہ زور چلا	تھا یہ انجام کار دنیا کا	تراب
جو وہاں سے آئے دنیا کے چمن میں سیر کو	شبنم و گل کی طرح یا ہنس گئے یا رو گئے	〃
نہ ہوتا فرض مردہ پر کبھی غسل	اگر دنیا کی آلائش نہ ہوتی	〃
احمق ہے وہ بڑا جو بدلتا ہے دین کو	دنیائے ناپکار و پلید و کثیف سے	〃
مرد دنیا دار کو عاقل نہ کہہ اے بے شعور	طالب حق کو نہ کہہ دیوانہ ہے مجنون ہے	〃
مرے نزدیک بڑا صاحب اقبال ہے وہ	جس کی دنیا میں کٹے عمر بھر آرام کے ساتھ	〃
یارو یہ دنیا بڑی ناپاک اور ملعون ہے	اس کو کیا کہیئے جو اس مردار پر مفتون ہے	〃
چند روزہ ہے یہ دنیا اس کی کیا بنیاد ہے	جو غرور اس پر کرے فرعون ہے شداد ہے	〃
دنیا کا نام منہ سے نہ لینا کبھی تراب	ناپاک ہے یہ طعمۂ مردار خوار ہے	〃
واقعی یہ دار دنیا عاقبت کا کھیت ہے	جو یہاں آیا بدی۔ نیکی کا دانہ بو گیا	〃
اس جہاں کے رنج و راحت کا نہیں کچھ اعتبار	ایک دم میں جو یہاں خوش ہے وہی ناشاد ہے	〃
کیا دیکھکے لگائیے جگ میں کسی سے دل	عالم تمام مثل نمود سراب ہے	〃
اس مسافر خانۂ دنیا میں ہو کیونکر قرار	آمد و شد لگ رہی ہے ایک آیا دو گئے	〃
افسوس نہ کر کہ نخل بے بر	پھولے نہ پھلے گئے جہاں سے	〃
چندے یہاں کے عیش سے خوش ہو تراب کیا	دنیا میں سکھ کسی کو سدا ہو تو جانیئے	〃
جس طرح مہمانسرا میں ہوں مسافر مجتمع	ویسے ہی ہم و اں سے یاں آ کر بہم اک جا ہوئے	〃
دنیا کا عیش کچھ دو چار دن کی ہے	کرتے ہیں بد معاش عبث دولے بہت	〃
جو یہاں بوئیگا تخم اس کا وہاں پائیگا پھل	وہ جہاں دار الجزا ہے یہ جہاں دار العمل	〃
مرد دیندار کو کب آئے خوش	دار ناپائدار دنیا کا	〃
اہل دنیا سے کیا تراب ملے	ہوتے ہیں وے[1] کمال کے طالب	〃
جیفہ دنیا کو کہا ہے جب پیمبر نے تراب	اس کو کیا کہیئے جو ڈالے ہاتھ اس ناپاک میں	〃
یارو جہاں مجھے نظر آتا ہے خواب سب	اس خواب کو میں کیا کہوں تعبیر کیا کروں	〃
ملے دنیا میں راحت جس کو بیش و کم غنیمت ہے	رہے اس غمکدہ میں جو کوئی بے غم غنیمت ہے	〃
کچھ لائے نہ لے گئے جہاں سے	آئے وے[2] چلے گئے جہاں سے	〃
یہ جہاں تو ہے خاص رنج کا گھر	کس طرح چین یاں کوئی پائے	〃
رہتی دو دن ایک کے بھی پاس یہ دنیا نہیں	کون پھر ایسی زن شتاح کا شوہر بنے	〃
یاں کی پستی و بلندی کی شکایت کیا کریں	ہے یہی نقشہ ازل سے اس خراب آباد کا	تجمل
روز و شب جہان کے دھوکے میں آؤں کیا	یہ دھوپ چھاؤں ہیچ ہے میری نگاہ میں	〃
تجمل یہ کیا چند روزہ ہے دنیا	کہ درپیش یاں سب کو اک دن سفر ہے	〃
جز پشیمانی نہیں غفلت سرائے دہر میں	جو یہاں بیٹھا کف افسوس ملکر رہ گیا	تسلیم
دل نہ دے نقش و نگار دہر کو	اعتبار گلشن تصویر کیا	〃
کچھ عجب دنیا یہ ہے مہمانسرائے دلفریب	جو چلا ملک عدم سے دم یہاں لینے لگا	〃
بہار افسر اطلسی کا رخسانہ	عجب عالم ہے یہ دنیا مگر ہیچ	〃

دنیا

اسکے بھی اسباب دنیا سے سفر ہوتی نہیں — =
بے کفن زیر لحد لاش بشر ہوتی نہیں — =
کوئی دم آرام اور فرصت بشری ہے بیکار — =
ذرہ ہی عالم میں ایسی کوئی منزل خالی — =
بلبل مقام عشرت نہیں جہاں — =
جو گل ہے اس چمن میں وہ گریاں کی بھی ہے — =
نہیں ہے دشت نہیں دل اجڑا کسی کا بھی — =
نہ سمجھا تو نے چمن گلشن دنیا کو کبھی — =
زمانہ بیوفا ہے آشنا دنیا کو کہنا ہے — =
نہیں ہے یہ زوال ملکہ جوان ہے کسی کی — =
نہیں ہے یہ زوال ملکہ حکومت ہے کسی کی — =
رواں کسی کا رہا سکہ نہیں تو کسی کا — =
پھر نہ فلک نے کسی کے مراد جس کی طرح — =
اس منزل فانی میں ہے کسی کا روا کام — =
ہیں سکہ رواں میں اور کسی کا نہیں جم — =
ہار کھلے ہے ہزار دولہا کو نہیں — =
زوال دنیا بھی عروس نو جواں کے جو رنگ ہم — =
سنتے عمر میں جو خزاں کے ہے رنگ ہم — =
منہ بھی نہ کرے تماشا گلشن ایجاد کی طرف — =
دنیا کا رنگ ڈھنگ جو دیکھا خراب ہے — =

سوائے ذرہ میں آپ کے بیٹھا سمجھا ہم

ناصر

[1] وہ [2] وے اور۔

دنیا		مسافر ہو اٹھاؤ بستر اپنا اہل دنیا جلد	جرار
		زندہ کو مرنے کا دھڑکا مردہ کو محشر کا ڈر	"
		دنیائے بدنہاد کا سودا ہے سر کے ہاتھ	"
		نہ سمجھے تھے کہ یہ دنیا ہے خانۂ حرماں	"
		سبزہ بیگانہ ہے شمشاد کشیدہ تسلیم	"
		تو لاکھ مجھے پیار کر اے قحبۂ دنیا	ترکی
		بنا بنا نہ خراب کے گھر میں	"
		کیا فکر عمارت کروں اس بحر رواں میں	"
		لے لیتی ہیں دل قحبۂ دنیا کی ادائیں	"
		بھاگتی ہے مرد کے سایہ سے دور	ثاقب
		بادۂ عشرتِ دنیا کی نرالی ہے کشید	"
		دکان پیر خرابات ہے جہان خراب	"
		دولت دنیا کی خاطر کر لیا شرک اختیار	"
		جھوٹی دنیا بھر کی ہے دولت اسے کیا منہ لگائیں	"
		در بدر اس طرح دنیا دار کو دیکھا تباہ	"
		رنج[1] غم[2] درد[3] والم[4] شور[5] فغاں[6] آہ[7] و بکا[8]	"
		چار گوشوں پر سرائے دہر کے ہیں چار گھر	"
		مسافر رو ہستی ترا خدا حافظ	"
		شام غربت کا مزہ صبح وطن میں پایا	جرار
		پا کے قابو چھوڑ دے زن کو وہی کچھ مرد ہے	"
		اللہ اللہ دست کوتہ کی درازی کے نثار	"
		یہ بحر دنیا ہے خوف کی جا کہیں ہے طوفاں کہیں ہے طلاطم	"
		دکھلانا تھا خدا کو نشیب و فراز دہر	"
		گردش دوراں سے ہم بھی اس قدر مھجور ہیں	ثاقب
		دار جہاں میں ہستی فانی کو کیا بقا	"
		کشور ہستی سے کس دم قافلہ	"
		پر خطر ہے یہ منزل ہستی	"
		لٹنے کا ڈر ہے منزل ہستی میں تم قدم	"
		کب ٹھہرتی ہے کہیں دو دن یہ دنیائے دنی	جرار
		ہزاروں کہہ گئے مر کر زوال دنیا سے	"
		سرائے دہر بھی ہے مثل خانۂ قحبہ	"
		پھنسا ہوں آ کے میں اس تنگنائے دنیا میں	"
		مکاں بنائیے دنیا میں کس جگہ جرار	"
عبث		سرائے عالم فانی نہیں تاخیر کے قابل	تسلیم
		یہ وہ عالم ہے کہ جس میں بے خطر کوئی نہیں	"
		انجام ہو بخیر کہ شر ہے بشر کے ساتھ	"
		ہزاروں لے کے عبث دل میں آرزو آئے	"
		جی لگے گلشن ایجاد میں کیونکر اپنا	"
		پر تیری محبت تو مرے دل میں نہیں ہے	ترکی
		قیام کس نے کیا ہے حباب کے گھر میں	"
		تعمیر سر موج مکاں ہو نہیں سکتا	"
		اس زن سے بچیں پیر و جواں ہو نہیں سکتا	"
		باکرہ ہے زوال دنیا آج تک	ثاقب
		نہ سرور اس کا ہے اچھا نہ خمار اچھا ہے	"
		یہاں جو آئیگا خانہ خراب آئے گا	"
		بندۂ زر سیکڑوں بندے خدا کے ہو گئے	"
		بردۂ شیر خدا ہیں ہم سگ دنیا نہیں	"
		جیسے گھبرایا ہوا کوئی سگ دیوانہ ہو	"
		جتنے جی آٹھ پہر کا یہی رونا دیکھا	"
		غمکدہ[1] عشرت کدہ[2] محنت کدہ[3] ماتم کدہ[4]	"
		یہ وہ سفر ہے سقر جس کا اک نمونہ ہے	"
		عیش دنیا کا ملا تارک دنیا ہو کر	"
		رہ کے دنیا میں اٹھائے لذت دنیا سے ہاتھ	"
		ہاتھ دنیا سے جو کھینچا اس کا داماں مل گیا	"
		کنارہ کش اس سے ہو شناور تو دم میں ہوتا ہے پار بیڑا	"
		خلقت یہ آسمان و زمیں کی نہیں عبث	جنون
		دائرہ پر جس طرح ہو نقطۂ پرکار بند	"
		ہے کب قرار سایۂ دیوار معتبر	"
		راہی ملک عدم ہوتا نہیں	"
		لے لٹے کوئی کارواں نہ رہے	"
		لازم ہے یاں بشر رہے ہشیار رات دن	"
		موج دریا ہے قدم اس زن ہرجائی کا	جرار
		یہ وہ بلا ہے کہ جانبر کوئی جواں نہ ہوا	"
		رہا جو رات کو وہ صبح کو روانہ ہوا	"
		فقط مشیت پروردگار کے باعث	"
		زمیں ہے تنگ ہجوم مزار کے باعث	"

عجب طرح کی زن فاحشہ ہے یہ دُنیا	نہ اس سے پیر نہ لڑکا نہ نوجواں محفوظ	جوشش	
اچھے اچھوں کو پھانس کہا ہے	زوال دُنیا جوان ہے گویا	جلیل	
کھینچا ہے کس اُستاد نے دُنیا کا مرقع	اک ایک سے ملتی ہوئی صورت نہیں دیکھی	〃	
جلیل اب کیا کہوں تم سے اُداسی بزمِ ہستی کی	ہزاروں تھے جہاں بیٹھے وہاں دو چار بیٹھے ہیں	〃	
یہاں کے عیش و طرب کی نہیں ہے کچھ بنیاد	ہمیشہ باغ میں کب موسم بہار رہا	جویا	
نکلنے کی کوئی تدبیریاں سے کیجئے جویا	رہو گے کب تلک اس قید خانہ میں سدا بیٹھے	〃	
آنکھوں سے نہ دیکھ شکل دُنیا	گر مانگے تو خاک دے شکم کو	〃	
اک دن تجھے چھوڑ دیگی دُنیا	تو پہلے ہی چھوڑ اس کے غم کو	〃	
رہنے کی جگہ نہیں ہے دُنیا	اک روز یہاں سے جائینگے ہم	〃	
قابل مسکن نہ تھی یہ ہستیٔ ناپائدار	کر گیا جویا بھی دُنیا سے سفر اچھا ہوا	〃	
دل نہ دے دنیا کو ہے یہ آباد عدم	یہ طلسم دل شکن ہے اور فنا معمور ہے	〃	
ہے یہ دنیا مثلِ سایہ آدمی کے گرد ہے	یہ چلے تو وہ چلے نزدیک ہے اور دور ہے	〃	
منزل عبرت ہے دنیا اہل دنیا شاد ہیں	ایسی دلجمعی سے ہوتی ہے پریشانی مجھے	چکبست	
دُنیا کی جستجو میں ہوئے ہائے خوار و زار	پیدا کریں گے ربط کسی اولیا سے ہم	حیرت	
حیرت پھنسا نہ دل کو دُنیائے دُوں میں ہرگز	مٹی میں مل گئے ہیں عالی جناب کیا کیا	〃	
کہنے نہ پائے اپنا کچھ ورد دل زباں سے	ہمدم رہے ہیں ہم تو دنیا میں میہماں سے	〃	
کچھ یاں سے لے چلے ہیں کچھ اس سے لائے ہیں	اک جاں ہے تن میں سو وہ امانت خدا کی ہے	〃	
یہ ہے دُنیا کوئی دن کا تماشا	رہا ہے کوئی نے اس جا رہیگا	〃	
یہ میلا تماشا ہے دُنیا تمام	اُسے دیکھ لے اور کر اپنا کام	〃	
ہے یہ دُنیا کوئی دن کا شور و غُل	پھر رہے گلشن نہ بلبل اور نہ گل	〃	
دار دنیا ہے نہیں جائے فضا	غم کدہ حسرت کدہ ہے یہ سرا	〃	
آشنا ہے باغِ دنیا کی ہوا	دیر پھرتے کچھ نہیں لگتی ذرا	〃	
گئے جو کنج مرقد میں بچے تکلیف دُنیا سے	حصار عافیت کو لوگ کیونکر بھول جاتے ہیں	〃	
یاں زندگی خراب وہاں خوف باز پرس	آئے عدم سے ہم یہ نہایت بُرا ہوا	〃	
اس سے ثابت ہے کہ دُنیا نہیں راحت کا مقام	ابتدا ہی سے بشر ہوتے ہیں گریاں پیدا	〃	
ساتھ اپنے چاہنے والوں کے دنیا کب گئی	کیا سمجھکر لوگ جاں دیتے ہیں اس مردار پر	〃	
وہاں سے آئے تو ہم پاک و پارسا ہو کر	یہاں سے دیکھئے جاتے ہیں کیا سے کیا ہو کر	〃	
یہ جہاں تو بخط توام ہے	کہ مسرت کے ساتھ ہی غم ہے	〃	
غافل اسے سمجھتے ہیں شاید کہ پائدار	ہستی حباب ار طلسم جہاں کی ہے	〃	
جہاں کی سیر کر کے خانۂ اصلی کو جائیں گے	تماشا گاہ دُنیا ہے اُسے میلا سمجھتے ہیں	〃	
ہمیں ثابت ہوا دُنیا میں یوانوں کی بستی ہے	مقام نیستی کو دل میں سمجھے ہیں کہ ہستی ہے	〃	
جب خاک میں مل جائیں گے ہو جائیگا آرام	دنیا کے تکلف سے ہے تکلیف بدن پر	〃	
سب کچھ ہے اور کچھ نہیں عالم کی کائنات	دنیا برائے دوست ہے عقبیٰ برائے دوست	حفیظ	

دنیا		
صبح ہے دنیا سرائے فانی کی		حالی
صبح ہے دنیا سے دنیا کی کیا کیا		〃
زندگی جاگ پیار و بیکسی کا بھلا نہیں کیا		〃
اس عدو پر آسمان ہم کو بھلا نہیں کیا		〃
اس بات کو ہنسا اور جان شاد رہتی		حالی
منزل ہے اس کی اس دار فنا سے دل		〃
نگاہ و ناز اس دار فنا سے دل		〃
جہاں اس کی ہیں ہست ہیچ ہیچ		〃
محبت کا دنیا کی حق لی ناں		〃
پشیمانیاں ہیں پشیماں ہیں		〃
پھر وہی ہم ہیں کہ عشوہ ہے کرشمہ ہے ادا		〃
زوال دنیا سے ہو گیا دل سرد		〃
عیش دنیا ہے عالم فانی		〃
دیکھکر رنگ آشنا نی کی		〃
جس سے آخر کو کچھ ادا نہ ہوئی		〃
اس سے دنیا میں ہے عروس دنیا کے		〃
غرور حسن ہے اس نا بکار کے لائق		〃
بنا دو جہاں میں یوں ہی آن کا سے گویا		〃
راحت کی تلاش اس طبع خام سے گویا		نسیم

مطلع			
کون سنے جو ترا نہیں خوار اہاں	رونق	نہیں بو انس کی اس غمکدہ میں	حالی
زار اں دنیا تو ہے جوان پری		دنیا کے خرخشوں سے چیخ اٹھتے تھے ہم اوّل	آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گیا گوارا
بیٹھے خوار اسکرتی ہے یوں جب دنیا	رنجیر	دنیا میں اگر ہے بھی فراغت کا کوئی دن	وہ دن ہے کہ جبدن کہ اسے چھوڑ کے جانا
پہ دنیا سے دنی تھی صرف کیا ساری نظائی میں		دنیا کی حقیقت نہیں جز حسرت و ارمان	جھل بل میں تم اس نہ اہل فسوں گر کی نہ آنا
بڑا بیوپاری ہو ہوم کالالی کہاں مجھ کو	راہی	بارہا دیکھہ چکے تیرے فریب اے دنیا	ہم سے اب جان کے دھوکا نہیں کھایا جاتا
دنیا کا عجب حال ہے اے زندہ یوپیو		جانتا دنیا کو ہے اک کھیل تو	کھیل قدرت کے تجھے دکھلائیں کیا
احباب میں احباب کی دوستا رکھتے	زیور	آرہی ہے چاہ یوسف سے صدا	دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت
چرخ کا ہے مقام سے کوئی جنہیں		بشر بہلو میں دل رکھتا ہے جب تک	اسے دنیا کا غم کہنا پڑے گا
اس بزم میں سبھی کی سبھی کو خبر ہیں		ہم سے خود دنیا ہی بیگانی نہ جاتی ورنہ یاں	دین تک دنیا کی قیمت میں لگا بیٹھے تھے ہم
کون یہاں رہتے بھر کر کھا کے لئے	رنجیر	دہر معیار ہے یاں قلب کا سودا نہ بنے	فائدہ کیا ہے اگر مس کو زر اندود کیا
سیر کر کی عبرت آباد تجھے دیکھا ہے		خاطر جہاں میں سب کے لئے ہیں مصیبتیں	وہ کون ہے کہ عیش میں جس کی بسر ہوئی
اہل عالم جنتی قبر میں ہیں جہاں تعمیر کا		ہستی تھی میری بحر جہاں میں مثال موج	آرام آگیا مجھے جب میں فنا ہوا
ہے خراب آباد زمانہ سے کیوں آپ	رفیق	نہ ہوے طالب دنیا کبھی مردان خدا	جو ہے مرد ار سگ و زاغ و زغن کا حق ہے
حادث زمانہ تو حقیقت نما ہیں آپ		آئے عدم سے گلشن ہستی کی سیر کو	دیکھا تو سبز باغ تھا دھوکا بڑا ہوا
اس کی تجلیاں تو بھی جا عبرت		گلشن ہستی خوب ہے بستی اس میں سبھی بازار بھرا ہے	سودا کچھہ بازار کا کرلے ورنہ تجھے شرمانا ہوگا
حقیقت میں خرابات جہاں	رنجیر	ہے دنیا کا فسانہ پیچ در پیچ	اسے سمجھے یگانہ پیچ در پیچ
ان آنکھوں نے دیکھی ہے وہ دنیا		بیڑی کیونکر کٹے اس قید تعلق کی خلیق	خوش ہر اک قیدی ہے نایاب یہ زندان دیکھا
جاسے آسائش و آرام سب جسے سمجھے		مکان دہر ہے عبرت کی جا مکینوں کو	کہ پیش اس میں ہے پستی بلند بینوں کو
اب جو دیکھا تو وہ دنیا کا ہر نہ نکلا	آپ	عیاں ہے چار طرف انقلاب کا نقشہ	بدل رہے ہیں مکاں روز و شب مکینوں کو
		کسی کی تپش ہے خوشی ہے کسی کی	کسی کی خلش ہے مزہ ہے کسی کا
		صفحۂ دہر پہ یہ ہستیٔ موہوم مگر	حرف ہے تو ہے غلط نقش ہے تو باطل ہے
		کوئی عدم سے آئے نہ اس قید خانہ میں	قید حیات ساتھ نہ ہو گر لگی ہوئی
		دنیا بھی اک بہشت ہے اللہ رے کرم	کن نعمتوں کو حکم دیا ہے جواز کا
		ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا	بیشک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ
		بطن مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف سے	یاں کہاں راحت کہ تو کرتا ہے راحت کی طلب
		فلک کے رنگ سے ظاہر ہیں ماتمی آثار	خوش اپنا کیونکہ[1] ہو اس نیلگوں حصار میں دل
		خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں	پر ہمارے واسطے یاں منزل راحت نہیں
		وہ کونسا غم ہے کہ جو دنیا میں نہیں ہے	اور اس پہ دلکش یہ غم آبا و غضب ہے
		دنیا کے الم ذوق اٹھا جائیں گے	ہم کیا کہیں کیا آئے تھے کیا جائیں گے
		جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے	اب جائیں گے اوروں کو رلا جائیں گے
		گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن	اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے
		رنج دنیا سے نظر آیا عدم کا رستہ	دشت غربت کی مصیبت سے وطن یاد آیا
		باغ عالم کا اعتبار نہیں	آج ہے خشک شاخ کل تھی ہری

	ذاکر
	رونق

[1] کیونکر۔

اب مری آنکھوں میں ویرانی سے بدتر ہے جہاں	جن دنوں آباد یہ مہمانسرا تھی میں نہ تھا	رشک
بحر جہاں میں غافل سامان ہیں سفر کے	باہر حباب اپنے خیمے نکالتے ہیں	"
دنیا تمام ملک عدم میں شریک ہے	تھوڑا سا آگیا ہے یہ بازار بیچ میں	"
قید اس گنبد بے در میں کیا قسمت نے	آدمی بھاگ کے جائے تو کدھر سے نکلے	"
کس کی یہ جلوہ گہ ناز ہے بزم عالم	سیکڑوں اٹھ گئے رونق نہ گئی محفل کی	"
دنیا کا تماشا ہے فقط ہستی کی صورت	معنی ہے وہی ہست اکیلا مرے آگے	سالک
خندۂ گل بے نمک فریاد بلبل بے اثر	اس چمن سے کہہ تو جا کر کیا کرینگے یا دہم	سودا
لطف کیا رکھتے ہے اس باغ کی سیر اے سودا	شاخ پر دیکھنے دے گل کو نہ گلچیں جس میں	"
زیب و زینت کا میں دنیا میں نہیں پاتا کنار	زائل عزت ہیں اپنی طبع کی مرغوبیاں	"
سودا میں اس چمن میں ہوں جوں غنچہ دل گرفت	ماتم سرا میں صورت دلگیر شرط ہے	"
میں اک آن میں دکھلاؤں یہ طلسم جہاں	جو قید تن سے فلک مجھ کو یک نفس چھوڑے	"
دیوے تجھے وہ کچھ کہ نہ پھر چھین لے تجھ سے	زنہار نہ رکھ اب طمع خام جہاں پر	"
زوال دنیا ہے ظاہر اخوشرو	اور باطن میں بے وفا بد خو	"
آہ اے دنیا نہیں ہرگز کسی قابل ہے تو	حسرت و غم جس کا ہے انجام وہ محفل ہے تو	سرور
دنیا سے میل رکھتے نہیں اس لئے بزرگ	مکارہ ہے زمانہ کی یہ پیر زال ایک	سعید
اے تہی دست ہے بازار جہاں میں سب چیز	لینے کو جا ہے کچھ نقد خریدار کے پاس	"
اہل دنیا کے لئے دنیا کا	جشن فانی ہے الم باقی ہے	"
پوشیدہ دلا خار جدائی کا ہے کھٹکا	ظاہر میں تو ہے گلشن دنیا بہت اچھا	"
دنیا کو فنا عالم عقبیٰ کو بقا ہے	اولیٰ سے ہے وہ خانہ آخرتی بہت اچھا	"
خار حسرت کا ہے آخر چمن دنیا میں	مرکسی کا گل مقصد سے نہ دامن دیکھا	"
شمع کے مانند ہم اس بزم میں	چشم نم آئے تھے دامن تر چلے	سوز
زندگانی میں کسے آرام حاصل ہوگا	ہائے آسودہ جہاں میں کونسا دل ہوئیگا	"
بغیر از مرتے جیتے کس نے دیکھا بزم ہستی میں	کٹی اپنی تو مثل شمع صبح و شام دنیا میں	"
بہاریاں کی ہے بلبل خزاں سے ہم آغوش	لگا نہ دل کو تو اس بوستان فانی سے	"
باغ دنیا کی ہے حریف خزاں	کس بھروسے پہ آشیاں کیجے	"
ریاض دہر سے ہمدم قدم اٹھا کے چلو	مثال نکہت گل ساتھ تم ہوا کے چلو	سراج
یہ تو دنیا کی ہے سر آج ہوا	نہیں چلتی ہے ایکساں اچھی	"
سمجھکر بیوفا چھوڑا ہے ہم نے زال دنیا کو	طلب کیوں ہو طمع کیوں ہو تعب کیوں ہو فغاں کیوں ہو	"
کیا کریں لیکے اسے جس کو نہیں کچھ بھی ثبات	ہم نے اب دیکھ لیا سارا جہاں ہیچ ہے ہیچ	"
ہیں کس آرام سے ساکن عدم کے	بنے ہم صید غم ہستی میں آکے	"
یہاں ہر نقش صورت اک حباب بحر ہستی ہے	تموج سے مٹیں کیا کیا ہوئیں شکلیں عیاں کیا کیا	"
بلا نے اکدن کسے نہ گھیرا ہوس نے دنیا کی کس کو چھوڑا	سراج بیتاب مثل ماہی ہر اک بشر اس کی جال میں تھا	"
منزل آرام و آسائش نہیں دنیا سخن	جائے عبرت ہے سراسر رنج سے آباد ہے	سخن

دنیا

چار دن کے واسطے کیا کیا تجھے ساماں کئے
کوئی یاں دارا و اسکندر نہیں ملیں گے
دنیا کے تئیں ثبات نہیں جی کی بھی تعبیر ہے
اس خواب کی کیا کہئے تعبیر مفصل
دنیا میں عیش کیا ہے تو دو دن میں ہیچ ہے
دنیا کا تماشا
کیا دیکھیے کیا ہوگا ابھی دنیا کا تماشا
کہاں ہے وہ حقیقت اس فریب دنیا کی
جو نہ دیکھے کبھی سیر اس دنیائے بے بنیاد کی
اس سخن پر ہنسا کوئی
رکھتی ہے دنیا بے ثباتی میں کیا
اس گھر کی کیا بنا ہے جو بنیاد ہی نہ ہو
اس گھر کی کیا بنا ہے
اس گھر کی کیا بنا ہے جو بنیاد ہی نہ ہو
کس بات پر ہے ناز تجھے اے زمانہ
گر دل میں ہے یہ سیر کہ دنیا کو دیکھیے
دنیا کو دیکھتے ہیں نیک و بد کو دیکھتے ہیں
جو خوب سوچتے ہیں تو دنیا کا اعتبار
ہاں کچھ نہیں ہے دنیا کی خوشی و غم کے پاس
ہمان ایک دران کی خوشی و غم کے پاس

سخن

رکھتی ہے ۱۲ - دے ۲ - ہوگا ۱۲ -

تری صنعت کے کرشموں نے بھلا دی تری یاد	حیرت	وقت سب کھو دے نظارۂ عالم میں رہے	سفیر
پیچیدہ راہ دہر سے غافل سنبھل کے چل	"	مشکل پڑے گی تجھ کو نشیب و فراز میں	"
ہوش آیا تھا کہ سودائی بنے	"	پھنسکے ہم دنیا کے مکر و دہات میں	"
سرائے دنیا میں کیا دہر سے چل اب یہاں سے قدم اٹھا کر	شرمندہ	مٹا دے اپنی خودی کو غافل ارادۂ منزل فنا کر	"
رہنے کا اس جہاں میں کب اشتیاق ہے	"	کب مانگتے ہیں خضر سے عمر دراز ہم	"
جہاں کی ہے بے ثباتی صحبت برے ہیں ان کے یا اہل حکمت	"	خراب ہو کہ محل عبرت بنا ہے مدفن سکندروں کا	"
راس آئی کسی شوہر کو نہ زال دنیا	"	ہو گئی رانڈ یہ سو بار سہاگن بنکر	"
سرائے ہستی موہوم کے ہے غم سے کیا مطلب	"	مسافر کو ہے راہ فکر بیش و کم سے کیا مطلب	سرمست
آئی ہے کام یارو یہ دنیا کسی کے کب	"	کیوں اعتبار کرتے ہو اس دھوکہ باز کا	سرور
نہ ساتھ جاتی ہے دنیا کسی کے بھی واللہ	"	یہ منعموں نے عبث اس کا اعتبار کیا	"
دام الفت میں جو دنیا کے پھنسے ہیں غافل	شیفتہ	جز غم و رنج حصول ان کو بھلا کیا ہوگا	سیّد
ابھی کچھ تھا ابھی ہوا کچھ اور	"	گلشن خلق کی ہوا کیا ہے	"
خلق میں آکے نہ کیا کیا دیکھا	"	خوب قدرت کا تماشا دیکھا	"
خدا اس سے نہ جلد سیّد نجات	"	نہیں رنج دنیا گوارا مجھے	"
کارخانہ کو جہاں کے سیّد	"	دل مرا دیکھ کے مرجاتا ہے	"
جب تلک واں رہے کچھ فکر نہ تھی	"	آکے یاں مفت کا جھگڑا دیکھا	"
دنیا قیام گاہ کسی کی نہیں شفق	"	اس گھر میں میہمان جو آئے چلے گئے	شفق
زال دنیا سے کبھی کیجے نہ اُنس	"	اس زن قحبہ کے شوہر ہیں کئی	"
دنیا قیام گاہ کسی کی نہیں شفق	"	مہمان اس سرائے میں آکے سب رہے	"
گلشن رہے بہار رہے باغباں رہے	شہید	افسوس ہے کہ ہم نہ رہے اور جہاں رہے	"
عیش دنیا پر کبھی کیجے نہ ہرگز اعتبار	"	ایک دو دن کے لئے ہے پھول خندان باغ میں	"
دنیا سے رکھ کبھی نہ امید وفا شفق	"	یہ پیر زال قحبہ ہے دیدے اُسے طلاق	"
ہیں سراسر کاروبار مردم دنیا غلط	"	قول ان کے سارے جھوٹے فعل ہر تا پا غلط	"
روز کھلتے ہیں گل تازہ بتازہ اس میں	"	باغ عالم کو سدا پھولتے پھلتے دیکھا	"
کہتے ہیں جس کو دنیا وہ خواب ہے طلسمی	شاداں	آنکھیں کھلیں تو آیا ہم کو نظر نہ کچھ بھی	"
دنیا سے دل لگایا تو پھر یہیں رہو گے	"	توبہ کہیں کے ہرگز پھر تم نہیں رہو گے	"
دونے کی یہ جگہ ہے ہنسنا نہ تم یہاں پر	"	جانا ہے تم کو دیکھو پھر اس کے آستاں پر	"
لوٹ ہیں رنگینیوں پر جن بھی آدم زاد بھی	"	واہ کیا دلکش جگہ ہے عالم ایجاد بھی	شیفتہ
قطع نظر جو نقش و نگار جہاں سے ہو	"	دیکھوں وہ آنکھ سے جو نہ دیکھا ہو خواب میں	"
زال دنیا کے تعشق میں ہے خلقت کو جنوں	"	ہر مژہ اس قحبہ کی ہے صورت نشتر سفید	شہیدی
عروس دہر نہیں التفات کے قابل	"	نظر سے کہدو نہ کہائے فریب نقش و نگار	شاد
کارِ دنیا کسے تمام نکرد	"	کام جاری ہے کارخانے کا	شوق
صاحب عقل کو نہیں ہے زیب	"	کہ اٹھائے جہاں میں رہ کے فریب	"

غافلو دیکھو اور دور سے شیخ و شیر جہاں ملتا نہیں
کیوں نہ روؤں زار زار میں ہنگام وداع الفراق
کیوں نہ ہو ہر سر میں خاک حسرت عالم کی ہوا
دنیا سے کوئی اس کی نہ سیر ہوئی
اس بیوفا دنیا کو کیا ہے تیرے
دنیا کو عجب جا ہے تماشے کی جو دیکھو
اس راہ میں کیجیو تو بہت پاؤں سنبھل کر
بیدار ہو

بیدار ہو کے چشم تفکر سے دیکھ لے
عروج مرتبہ کو کم کرے سامان دنیا کا
جائے بیزاری ہے دنیا اسلئے رکھتا ہے پشت
ہے فقط دنیائے دوں صحرائے خواب
گلشن دہر ادب کا ہے مقام اے صابر
تماشا گاہ دم بازاں ہے یہ دنیائے دوں صابر
یہاں کی صفائی پہ صابر نہ پھسلو
خشکی سے تازگی ہے جہان خراب کو
نہیں ہے بزم عالم شادمانی کا مقام ایدل
پھنسایا غفلت ہستی نے اک طفلانہ حرکت میں
ہمراہ آرام ہے دنیا میں بے چینی ضرور
حب دنیا سب گناہوں کا سرا ہے غافلو
عالم اک پل ہے مسافر کے گذر جانے کو
جو لامکاں سے مجھے اس مکان میں بھیجا
دنیائے بے ثبات میں دو دن کے واسطے
رنگ نشاط گلشن دنیا ہے بے ثبات
حسرت کدۂ دہر میں رنج و الم و درد
دنیا ہے اس کا نام بڑی بیسوا ہے یہ
ہنستے کیوں گل کی روش باغ جہاں میں غافل
چین اے کس کو فلک وہ آپ ہی چکر میں ہے
جو ہوتے ہم نہ جہان خراب میں داخل
دیکھ پھر آخر خزاں ہے کوئی دن ہے یہ بہار
کوئی حلاوت دنیا میں پڑ کے کیا نکلے
دنیا ہزار رنج و مصیبت کی جائے ہے
دنیا ہے جائے رنج و مقام غم و الم
کھو کے دیں گر ہوئی دنیا تو ہوئی کیا دنیا
دنیا مثال فاختہ جاتی ہے جس کے پاس
نقش سراب ہستی ناپائدار ہے
ظہیر اٹھو ذرا ہشیار ہو کس نیند سوتے ہو
ہیں زباں پر تلخکامی کے مزے
جہاں کے جس قدر جھگڑے ہیں سب قصے کہانی ہیں
روز اک سیر ہے اس بزم گہ دنیا میں
اے بیر فلک دولت و حشمت نہیں مقبول

اے بیوقوف گلشن ایجاد خواب ہے — شاہ
بڑھا پاؤں نہ اک سو رہے گردوں پر مسیحا کا — صابر
منہ نہ پھیریگا اُدھر کو تا بمقدور آفتاب — "
دیکھ اے غافل نہ ہو جو پائے خواب — "
پانوں سے پہلے درختوں کا یہاں سر نکلے — "
گزرتی ہے یہاں سے موت بھی انساں سے دم لیکر — "
یہ دنیا نہیں دل لگانے کے قابل — "
خالق نے اخگروں سے بنایا سحاب کو — "
یہ سیل گریۂ شمع مگن کچھ اور کہتی ہے — "
تماشا دیکھتا ہوں خانۂ رنگین دنیا کا — "
کچھ سکوں کچھ حرکتیں رکھتا ہے لفظ آرام کا — "
اس سے جو بچ جائے اس کو کچھ خطر ہوتا نہیں — فنا
یعنی انسان ادھر آیا ہے اُدھر جانے کو — طالب
گڑھے میں اے مرے پروردگار پھینکدیا — طاہر
اے منعم بنانے ہو دولت مرا عبث — "
مثل انار خندۂ دنداں نما عبث — "
دو دن کے لئے آئے تھے کیا کیا نہیں دیکھا — "
دھوکے میں ہم نہ آئیں گے اس پیرزال کے — ظفر
اے ظفر ہوتے اگر یاں کی ہوا سے واقف — "
ہے ہوس راحت کی زیر آسمان بیفائدہ — "
تو ہوتے کاہے کو رنج و عذاب میں داخل — "
اس چمن میں آشیاں اپنا نہ اے بلبل بنا — "
کہ یہ تو بس مگس دانگبیں کا ہے نقشہ — "
یہ غم کدہ نہ عیش نہ عشرت کی جائے ہے — "
یاں ہوتا کس طرح تجھے غافل سرور ہے — "
ایسی دنیا پہ ظفر ہم تو ہیں لعنت کرتے — "
رہتی ہے اُس کے پاس یہ بدذات چند روز — "
مثل حباب زندگی مستعار ہے — "
نہیں یہ جائے خوابیدن کہ دنیا اس کو کہتے ہیں — ظہیر
لذت دنیائے فانی دیکھ لی — "
کہ گل بوٹے ریاض دہر کے سب نقش فانی ہیں — "
اٹھ گیا کوئی کوئی رونق محفل آیا — عاشق
دنیا ہے عجوزہ مجھے دانا نہ کرنا — "

دنیا

کچھ فسانہ ہے کہانی ہے کہ کیا ہے دنیا
کوئی ایسا نہ ملا جو کہ سنا جاتا جا
کیسے کیسے ہوئے فرعون سکندر جمشید
چار دن کے لئے دنیا میں ہے عشرت سب کو
حال کا ہی نہیں ماضی میں بھی یہ حال رہا
رزق تو کھا کے گیا کوئی تو کھا کر نہ گیا
کیسے کیسے ہیں یہاں کیسے کیسے ہوئے ہیں
دنیا تو نے کیا کیا ظالم کتنوں کو نہ برباد کیا
کیسے کیسے ہیں یہاں کیسے کیسے ہوئے ہیں
جو ہیں اب ملک و مکاں کل کو کہیں کچھ بھی نہیں
یہ فلک رنگ بدلتا ہے گھڑی میں کیا کیا
رہتے ہیں رہ گئے ہیں کتنے ہی کتنے ہی نہیں
کیسی نگاہ دہر نے ہیں کتنے ہی کتنے ہی نہیں
پڑھتے ہیں کیا کیا ہیں کیا کیا ہیں کیا کیا ہیں
مٹتے ہیں کیا کیا ہیں کیا کیا ہیں کیا کیا ہیں
زوال دنیا کا نہ کرنی ہے شاہ پر

عاشق

دنیا

ہوتے ہیں کیوں مقیم جہان خراب میں		کرتا ہے اس مقام کو کیوں کا رواں پسند	عاشق
مرد جواں ہے جاہل دولت پہ جو ہے مائل		ایماں ہے مہر غافل دنیائے پیرزن کا	"
لگی رہتی ہے یاں آمد خزاں کی	عاسر	عجب آب و ہوا ہے گلستاں کی	"
ہیچ ہے عشوہ و انداز عجوز دنیا		چاہئے یہ کہ تو مردانہ اس عیار سے بچ	"
یہ دنیا کشت زار آخرت ہے اہیں کچھ بوئے		نہ کر کچھ ناز ناداں اس جگہ کے ساز و سامان پر	"
تعمیر جہاں خاک ہے دراصل جو دیکھو	علی احمد	تعمیر ہے دل کی کہ نہیں نام کو واں خاک	"
سب ہے یہ تا دیدنی عالم اسباب میں		دیکھنا اس کو ہی تو دیدہ اگر دیکھنا	"
ہاں یہ دنیا سراب کی سی ہے		چشم حق بیں میں خواب کی سی ہے	"
یہ کیا ہے عاشق جنوں نہیں ہے یہ کیا ہے غفلت اگر نہیں ہے	"	عجوز دنیا پہ جاں نثاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ	"
دنیا ہے چند روزہ نہ اس پر اچھل کے چل		عبرتکدہ ہے اس میں تو غافل سنبھل کے چل	"
دل کو ہٹاؤ خانۂ دنیا ہے چند روز		ڈالو نہ چند روز کی بنیاد کی طرح	"
دنیا سے ایک روز سفر تجھ کو ہے ضرور	"	سیدھی طرح سے چاہے تو چاہے مچل کے چل	"
حسرت کے سوا کیا ہے طلسمات جہاں میں		کل جو ہوا پیدا تھا گیا وہ ہی گزر آج	"
بگاڑے کھیل اور لاکھوں بنائے		یہ نیرنگی ہے نیرنگ جہاں کی	"
آکر خراب کیوں ہوئے ہم اس جہان میں	"	بے قدر ہے وہی جو وطن سے نکل گیا	"
عجب لائی ہے رنگ دنیا طلسم کیا کیا ہوئے ہویدا		کہ سبزہ و گل نے ہو کے پیدا پتہ دیا صورآفریں کا	"
ہر طرح سے دیکھا ہے طلسمات جہاں کو		اک خواب ہے نظر و نہیں یہ دنیا مرے آگے	"
طلسم جہاں ہے مقام تحیر	عاصر	کہ غفلت میں انسان آئے ہوئے ہیں	"
بہت سے لوگ یاں آئے گئے اور آئیں جائینگے		مسافر خانہ ہے دنیا یونہی ہم بھی ہیں آ نکلے	"
نہیں آساں تماشا دیکھنا کچھ ملک امکاں کا		کہ یہ ہو کا مکاں ہے جس میں ہے عالم خموشاں کا	"
اس گلشن ہستی پہ نہ کر ناز تو گل چیں	عاقل	پژمردہ ہیں اک روز یہ گل اور خزاں ہے	"
یہ عدم کا اور یہاں کا حال ہے		آئے تھے گریہ کناں مضطر چلے	"
سیر دنیا دیکھکر یہ حال ہے		ہم عدم کو بھی ہیں اب شدر چلے	"
اک آیا اک گیا یہی نقشے جہاں کے ہیں	غالب	پر جاتے سب وہیں ہیں کہ اصلی جہاں کے ہیں	"
دار فانی کربلا ہے یاں کہاں آب بقا		تشنہ کامی سے ہے پتلا حال دنیا دار کا	عیش
چمن دہر کی ہوا اے عیش		غم فزا ہے نہ باعث تفریح	"
کس کو دنیا یہ سازگار رہوئی	"	عیش کرنا کبھی نہ اس سے ساز	"
غمخانۂ جہاں میں نہ خوش خوش نشست کر		اے عیش جھینکنا ہے یہاں بات بات کا	"
طفل و جواں کرشمۂ دنیا کے ہیں شکار		خوبی تو کیا ہے سحر کچھ اس پیرزن میں ہے	عزیز
نہ سمجھ سکتے ہیں موجود نہ معدوم عزیز		کوئی عارف ہو تو پوچھیں کہ یہ کیا عالم ہے	"
کچھ نہیں کشور وحدت میں مگر سب کچھ ہے		کثرت آباد میں سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں	"
نہ ملا خانۂ دنیا میں تو آرام عزیز		آؤ اس گھر سے چلیں اور کوئی گھر دیکھیں	"
نظر فریب ہے گلزار عالم امکاں		دکھائی دیتی ہیں خالق کی صنعتیں کیا کیا	عالم

کم نہیں خانۂ ماتم سے یہ دنیا جسمیں
جو مسافر آرہا مارا گیا

لاکھوں جوان دانوں میں دنیا کے آگئے
مشتاق ہو نہ اس چمن کائنات کا

آباد جسے سمجھے ہو تم گویا ہے ویراں
دنیا بھی ہے نمونۂ احوال آخرت

وہ ہی ویرانہ دنیا میں ہے گویا آباد
نادان ہے تو جو سمجھا ہے ظرف زمردیں

ہے آب و ہوا جہاں کی ناقص
فکر آراستگی خانہ تاریک کرو

مگر ہے خواب شب عمر آدمی کی
دنیا کبھی نہ دوست کسی آشنا کی ہے

مرتے ہوئے کو مارنا دیکھا بہت فدا
غافل سمجھ جہاں کا نام ہے کون و فساد

ناداں جو تجھ کو چشمۂ شیریں کا گماں ہے
دنیا کی عمر سعد جوانی میں طے ہوئی

کیا تیرہ تنگ جا ہے جہاں مطلقاً جہاں
زوال دنیا نہیں دو دن بھی کسی کی پابند

رونق دنیا نہیں کم دیدہ ہائے غول سے
آکر یہاں فلک سے فرشتوں نے کیا کیا

ہے یہ دنیا سرائے جسمیں فوق
پھنس گئے دنیا کے دار و گیر میں

مصیبت اور دنیا کی مصیبت
جائے بوقلمون نہیں یہ بحر جہاں

جیا بکام کب اس بخت ارجمند سے میں
کہتے ہیں خوشدلی ہے جہاں میں مگر غلط

مکروہ گر یہی ہیں جہاں کے تو لاکھ بار
آرام سے کوئی دم کٹ جائے گر جہاں میں

تھا بد و نیک جہاں سے میں عدم میں آزاد
قائم عبث ہے فکر رہائی کی مثل موج

دنیائے دوں کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھئے
کبھی تھوکیں نہ مرد دنیا پر

خوش نہ ہوں دولت دنیا سے زمانہ والے

سینہ زن کوئی کوئی خاک بسر ہوتا ہے — غائل
منزل دنیا ہے جا افسوس کی — فیض
صدہا بھرے فریب ہیں اس پیرزال میں — "
کیا اعتبار جلوہ گہ بے ثبات کا — "
یہ دشت جہاں غافلو میدان ہے ہوکا — فدا
موجود ہے مآل شقی و سعید کا — "
جس نے اس دیر خرابات کو ویران دیکھا — "
دنیا مگر ہے کاش شکستہ سفال کا — "
اب کوچ مقام سے ہے بہتر — "
خاک حاصل نہیں دنیا کے سفید ایواں سے — "
یہ دنیا گویا اک مہمانسرا ہے — "
جو تجگی قدیم سے اس بیوا کی ہے — "
اک پیرسال خوردہ کی اک یہ بھی چال ہے — "
ہے خرابی سے ہم دنیا کی جو تعمیر ہے — "
دنیا تمام زہر ہلاہل کی جھیل ہے — "
باقی جو کچھ کہ رہ گئی منحوس رہ گئی — "
کچھ انشراح دل کو نہ آرام تن کو ہے — "
اک نیا روز بنا لیتی ہے شوہر اپنا — "
جس کو تو آباد سمجھا ہے بڑا ویرانہ ہے — "
چارہ کسی کو عالم اسباب میں نہیں — فروغ
ہر بشر میہمان ہے گویا — فوق
ہوتی ہے کب تک رہائی دیکھئے — "
قیامت ہے قیامت ہے قیامت — قنبر
خانہ بردوش رہ تو مثل حباب — قائم
پھنسا قفس میں جو چھوٹا چمن کے بند سے میں — "
رنج و تعب ہی ہم نے تو دیکھا جدھر گئے — "
افزوں ہے عمر خضر سے فرصت شرار کی — "
ہم عمر صد خضر کے کب فرصت شرر رہے — "
آہ کس خواب سے ہستی نے جگایا مجھ کو — "
جبتک کہ بو ہے ساتھ مرے پیچ و تاب کی — "
عاشق جوان ہوتے ہیں کیا پیرزال کے — تلق
تف یہ مکار بیوا کیا ہے — قدر
رو ئینگے صورت فوارہ خزانے والے — "

دنیا

شما میں نہیں موجیں جہان فانی کی — قدر
جنون ہے اے لہر تجھ کو کنار کی — "
تمنا ہے اہل جہاں تجھ کو پانی کی — "
لاکھیاں مارکے پانی کو پار کرتے ہیں — "
ہے یہ دنیا سرائے جسمیں — "
لاکھوں آتے ہیں یہاں لاکھوں جاتے ہیں — "
طرفہ العین میں یہ بنتی بگڑتی بھی ہیں — "
کھو کر دیکھ چکا بندو کر کچھ بھی نہیں — "
دنیا سے تو نے ربط بڑھایا ہزار حیف — "
اس بیوا کے دام میں آیا ہزار حیف — "
مردان حق نے قصۂ دنیا کیا ہے مختصر — "
صورت حباب دل کی تو پیدا ہے کام ہے — "
زوال دنیا بھی ہزار کی صورت — قنبر
جس نے دیکھی یہ دنیا ہے تماشا — "
واقف نہ تھا عدم میں یہ قطعہ اشتباہ سے — قائم
آیا ہوں میں جہاں میں فقط اشتباہ سے — "
نہیں ہے لطف زندگی کا نہیں ہے کی جانیکی — قربان
نہیں ہے کچھ بھی جینا ہے کو جیو سفر کو — "
نہیں ہے کان فرق پیچ و تاب حباب میں — قطب
دنیا کے مال و زر پہ نہ ہو مغرور اے قطب — "
پیرزنی ہے آب حباب کی مثل آج — "
ہے آج

ہے آج نام کو تو نہیں کل نشان تک	میر	کیا ذکر ایسی ہستیٔ ناپائدار کا
دہر دلالہ کو بہتر ہے کہ دیدیجے طلاق	"	قطب تم زال جہاں کے کبھی داماد نہ ہو
ہاں ہاں یہ زال دہر کو دیدیجے طلاق	"	بس بھول جائیے یہ زنِ بدچلن کی یاد
زال دُنیا سے نہ کر اخلاص قطب	"	ابھی ہو جس کا ابھی سے سر سفید
اے ساکنان عالمِ ایجاد ہوشیار	"	دنیا نہیں فریب و دغا کا یہ جال ہے
یہ بے ثبات بہار ریاض ہستی ہے	"	کلی جو چٹکی تو ہنستی پر اپنی ہنستی ہے
خزاں ہے میری نظروں میں بہار اس باغ عالم کی	"	برابر جانتا ہوں بوستاں کو اور شبنم کو
دیکھے دنیا میں کم ہیں دوست اور دشمن بہت	"	سات زیر پا زمیں تو آسماں بالائے سر
فائدہ بھی یہاں تو نقصان ہے	"	سنگ کہاتے ہیں بار دار درخت
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے	"	یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
گلِ راحت کہاں ہے باغ دنیا کے اے لائق	"	بجائے گل کے اس گلشن میں خار غم بدست آوے[1]
لائق کوئی فریق میں آسودگی نہیں	"	جو کارخانہ دیکھو تو برہم بہت ہے یاں
تماشائے گل و گلزار دُنیا سب ہے لاحاصل	"	مگر اس باغ سے کچھ نیکنامی کا ثمر لیجا
جب سے جہاں ہے تب سے خرابی یہی ہے میر	میر	تم دیکھکر زمانہ کو حیران کیا رہے
اجڑی اجڑی بستی میں دُنیا کی جی لگتا نہیں	"	تنگ آئے ہیں بہت ان چار دیواروں میں ہم
یاں چلتے دیر کچھ نہیں لگتی ہے میر یاں	"	رخت سفر کو اپنے شتابی سے باندھ کہہ
جہاں میں رہنے کو جی بہت تھا نہ کر سکے میر کچھ توقف	"	بنا تھی ناپائدار اس کی اسی سے رہنا نبھانہ اپنا
یہاں کا دربار بیکراں تھا سراب پایاں کا رنگ نکلا	"	جو لوگ ترسے کچھ آشنا تھے انہوں نے لب تر کیا نہ اپنا
موہوم ہے ہستی تو کیا معتبر اسکی	"	ہے گاہ اگر کوئی بے گاہ نہیں کوئی
ہستی میں ہم نے آکر آسودگی نہ دیکھی	"	کھلتیں نہ کاش آنکھیں خواب خوش عدم سے
اک آن میں بدلتی ہے صورت جہان کی	"	جلد اس نگار خانہ سے کر انتقال چل
اس مہلت دو روزہ میں خطرے ہزار ہیں	"	اچھا ہے رہ سکو جو خبردار آج کل
حاصل بجز کدورت اس خاکداں میں کیا ہے	"	خوش رہ کہ اٹھگئے ہیں داماں جھٹک جھٹک کر
سہل مت[2] بوجھ یہ طلسم جہاں	"	ہر جگہ یاں خیال ہے کچھ اور
دیکھو نہ چشم کم سے معمورۂ جہاں کو	"	بنتا ہے ایک گھر یاں سو صورتیں بگڑ کر
جہاں میر رہنے کی جاگہ[3] نہیں ہے	"	چلا چاہیے یاں سے اسباب کر دور
خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہیں	"	کس خرابے میں ہم ہوئے آباد
کچھ نہیں موج جہاں کی موج پر مت بھول میر	"	دُور سے دریا نظر آتا ہے لیکن ہے سراب
ہوتا ہے یاں جہاں میں ہر روز و شب تماشا	"	دیکھا جو خوب تو ہے دنیا عجب تماشا
ہر گل زمیں یہاں کی رونے ہی کی جگہ تھی	"	مانند ابر ہر جا میں زار زار رویا
اس کارواں سرا میں کیا بار میر کھولیں	"	یاں کوچ لگ رہا ہے شام و سحر ہمارا
یہ تو ہم کا کارخانہ ہے	"	یاں وہی ہے جو اعتبار کیا
اس کہنہ خرابے میں آبادی نہ کر منعم	"	اک شہر نہیں یاں جو صحرا نہ ہوا ہوگا

[1] ہاتھ آئے [2] نہ ۱۲ [3] سمجھ ۱۲ [4] جگہ ۱۲۔

دنیا میں جا نہیں رہنے کی میر غرور نہیں اچھا
جو جاگہ[۱] سے جاتے ہیں اپنی وے[۲] گرتے ہیں بیحال گو
دُنیا کی قدر کیا جو طلبگار ہو کوئی
کچھ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئی
کچھ نہیں اور دیکھیں[۳] ہیں کیا کیا
خواب کا سا ہے یاں کا عالم بھی
راہ دور عدم سے آئے بستی جان کے دنیا میں
سو یاں گھر اجڑے ہیں سارے اک منزل معمور نہیں
ایسی متاع قلیل کے اوپر چشم نہ کھولیں اہل نظر
آنکھوں میں آوے[۴] جو کچھ رہوے[۵] دنیا اتنی مال نہیں
ہم ننگ خلائق عجب ہے کہ نہیں ہیں
اس عالم اسباب میں اسباب سے واقف
اسباب بے ثباتی ہوا ہوتا آگے تو
کیوں اس چمن میں ڈالتے ہم آشیانہ کی طرح
عالم کسی حکیم کا باندھا طلسم ہے
کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا
پست و بلندیاں ہیں ارض و سما سے ظاہر
دیکھا جہاں کو ہم نے کتنی کدھ[۶] جہاں ہے
عالم خاکی بھی سہل گاہ ہے
ہوئے ہیں ڈھیریاں سو شوشے[۷] جنے
کچھ چیز و مال ہو تو خریدار ہو کوئی
دنیا کی قدر کیا کہ متاع قلیل ہے
یاں اعتبار کرئیے جو کچھ ہو وہ ہے ظاہر
یہ کائنات اپنی آنکھوں میں سب نہیں کچھ
رہنے کے قابل تو ہرگز نہ تھی عبرت سرا
اتفاقاً اس طرف بھی اپنا آنا ہو گیا
نوبت ہے اپنی جب سے سنا کوچ ہی کا شور
بجتا نہیں سنا ہے کبھو[۸] اس مقام کا
یاں کوئی دن رات وقفہ کر کے آگے قصد کر
کارواں گاہ جہان رفتنی منزل ہے کیا
وہم جس کو محیط سمجھا ہے
دیکھئے تو سراب ہے وہ بھی
جو ہے سو اپنے فکر و بار میں ہے یاں
سارا جہان راہ میں اک کارواں سا ہے
سرا دہو کا ہی ہے دریائے ہستی
نہیں کچھ تہ سے تجھ کو آشنائی
اس منزل وحشت کو منزل نہ سمجھئے گا
خاطر میں رہے یاں سے دو پیش سفر بھی ہے
پیدا نہیں جہاں میں قید جہاں سے رستہ
مانند برق کے ہیں وے[۹] لوگ جستہ جستہ
بود نقش و نگار سا ہے کچھ
صورت اک اعتبار سا ہے کچھ
کچھ نہ دیکھا تھا ہم نے پر تو بھی
آنکھ میں آئی ہے نہ دنیا کچھ
دل لگی اتنی جہاں میں کس لئے
رہگذر ہے یہ تو کیا منزل ہے میاں
سرسری مت[۱۰] جہاں سے جا غافل
پاؤں تیرا پڑے جہاں ٹک[۱۱] سوچ
جو کچھ نظر پڑے ہے حقیقت میں کچھ نہیں
عالم میں خواب دیکھو تو عالم ہے خواب کا
کہیں ٹھیرنے کی جایاں نہ دیکھی میں نے میر
چمن میں عالم امکاں کے جیسے آب پھرا
مقام خانہ آفاق وہ ہے
کہ جو آیا ہے یاں کچھ کھو گیا ہے
کیا دلفریب جائے ہے آفاق دلنشیں
دو دن کو یاں جو آئے سو برسوں نہ جا سکے
کھول کر آنکھ اڑا دیدہ جہاں کا غافل
خواب ہو جائیگا پھر جاگنا سوتے سوتے
ہر ہر قدم کو اپنے رکھ احتیاط سے یاں
یہ کارگاہ ساری دکان شیشہ گر ہے
جہاں کا دید بجز ماتم نظارا نہیں
کہ دیدنی بھی نہیں جس پہ یاں نظر کریئے[۱۲]
زیر فلک جہاں تک[۱۳] آسودہ مہر ہوتے
ایسا نظر آیا اک قطعۂ زمیں بھی
کر نہ تعلق کہ یہ منزل نہیں
آہ سبکسار رہوا چاہیئے

میر

دنیا

جہاں سے تو رخصت اقامت کو باندھ
پیمنزل نہیں ہے میر سراہ
دنیا سے تو اپنا پاؤں نہ کھینچا گیا
اس سے تو کوئی منزل سے گیا سلامت
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا
دیر جمع خاطر فرصت ہے یاں کسو کو
کہ چراغ تھا سو وہ دود تھا پھر کچھ نہ دیکھا
پیش گرد نہیں ہے یاں کسو کو
ہر گل سے اس چمن میں ہے بلبل سرشک خونیں
جو روانہ ہوئے ہیں اپنی گذر اوقات کو
کیا خاک کی عمارت ہے عشق جس کا معمار
گذرا کیے جہاں میں بے عیش و تنگ دستی
مستی میں ہم نے کاٹی ساری جوانی اپنی
کھلتیں یہ کاش ہم پر اول سے آخر تک

میر

اس حدیقہ کے عیش پر مت جاؤ	مصحفی	میر
شادی و غم میں جہاں کے ایک سے دس کا ہے فرق	"	"
جو ہے سو پائمال غم ہے میر	"	"
اہل دنیا کو ہے دوزخ اہل تقویٰ کو بہشت	"	محب
یہ کارخانۂ عالم تو ہے فریب نظر	"	"
جو چونکتا وہی ہے یہاں پریشاں حال	"	"
ملتا نہیں ہے درس حقیقت کہاں مجھے	"	"
کشتِ عالم میں یہ نیکی کا ثمر ملتا ہے	"	"
بغیر اسباب کامل کچھ نہیں ہوتا ہے دنیا میں	"	"
بچھا چھڑانا قحبۂ دنیا سے ہے محال	"	"
لطفِ دنیا کیوں نہ جی بھر کر اٹھائیں زاہدو	"	"
کوئی ذرہ بھی جہاں میں نہیں ہرگز بے کار	"	"
امید و بیم کا میدان ہے عرصۂ ہستی	"	"
ہے زندگی خیال تو دنیا بھی ہے سراب	"	"
مرغ ہوا نما کی طرح پھیرتے ہیں رخ	"	"
یہاں کی شادی و غم میں کوئی بھی ہے نسبت	"	"
جو غنچہ ہنستا ہے ہنستی پہ طفل روتا ہے	"	"
خوش گیا دنیا سے جو غافل گیا	"	"
یہ مادر گیتی بھی عجب ڈائن ہے	"	"
یہ طلسم جہاں ہے پر اسرار	"	"
اپنی تو اس چمن میں عمر اس طرح سے گذری	"	مصحفی
کسی کے عقد میں رہتی نہیں ہے لونڈی دہر	"	"
بزم ہستی میں کچھ آسودہ نہیں ہم بیٹھے	"	"
ہر دم کو سمجھتے ہیں دم بازپسیں ہم	"	"
ملک ہستی سے جو جاتے ہیں جریدہ ہو کر	"	"
زمیں سرپوش خون کشتگاں ہے	"	"
جو کوئی عالم فانی سے سفر کرتا ہے	"	"
خلعت خاک میں عالم ہے جو یک رنگی کا	"	"
دنیا بری جگہ ہے وہ جب مالدار ہو	"	"
اے مصحفی حسرت کے سوا گر کوئی دیکھے	"	"
اے مصحفی کچھ یاں سے نہ لیجائیگا کوئی	"	"
ہو نہ وانستہ کسی چیز کا یاں صاحب ہوش	"	"
ہم سوئے عدم یوں گئے دنیا سے تہیدست	"	"

مے نہیں ہے ایاغ پر گل کے	میر
عید کے دن ہنسئے تو دس دن محرم روئیے	"
چال بے ڈول ہے زمانے کی	"
یہ جہانِ پُر و غل ویراں بھی ہے آباد بھی	محب
ہمارے سامنے داغ سراب رہتا ہے	"
وہ ہوشیار ہے جو مست خواب رہتا ہے	"
فطرت کا مدرسہ ہے یہ سارا جہاں مجھے	"
ڈھیر خرمن کے ہوئے بونے سے اک دانے کے	"
مصیبت کو بھی ہم اعمال کی اپنے سزا سمجھے	"
گر ایک بار بھی وہ کسی سے لپٹ گئی	"
ہم سرائے دہر میں آئے ہیں جانیکے لئے	"
آب و آتش ہے نہ ہے خاک نہ ہے باد عبث	"
سراب اتنے ہیں اس میں کہ کچھ حساب نہیں	"
خوابیں عجیب دیکھ رہا ہوں میں خواب میں	"
اہل جہاں بھی دیکھنے والے ہوا کے ہیں	"
خوشی ہو ایک تو صد مے ہزار ہوتے ہیں	"
سبب ہے ایک ہی رونیکا مسکرانے کا	"
عقل والوں کو یہاں کیا مل گیا	"
جنتی بھی ہے اور آپ ہی کھا جاتی ہے	"
جز خدا کوئی اس کو کیا سمجھے	"
یاں آشیاں بنایا واں آشیاں بنایا	مصحفی
یہ تجربہ روز ازل سے ہے کچھ طلاق نصیب	"
مثل شمع سحری ہم کو سفر ہے درپیش	"
دنیا میں مسافر ہیں نہیں کوئی مکیں ہم	"
راہ میں اپنا سب اسباب لٹا جاتے ہیں	"
سوائے خوں نہیں زیر زمیں کچھ	"
اس گلستاں کی اسے رہتی ہے حسرت باقی	"
واں نظر آتے ہیں درویش و تونگر میلے	"
مرنا پدر کا کیوں نہ پسر چاہنے لگے	"
کچھ اور تو اس آئینہ خانہ میں نہیں ہے	"
حسرت ہی فقط سوئے عدم ساتھ چلے گی	"
رہے دنیا میں وے آپ کو مہماں جانے	"
جس طرح کہ مفلس کوئی بازار سے خالی	"

غنچہ کو تبسم کی جگہ یاں نہیں ملتی — صحن چمن دہر عجب تنگ فضا ہے — مصحفی
اے دل تمام عمر یہاں کون خوش رہا — گذرے خوشی کے ساتھ جو اک دم بہت ہے یاں — "
لالہ پژمردہ دل افسردہ ہے نرگس بیمار — کونسا مرغ چمن ہے کہ فغاں میں وہ نہیں — "
کیا خوش آئی ہے دلا منزل ہستی تجھ کو — سچ بتا یاں سے تجھے قصد سفر ہے کہ نہیں — "
تو اُس سے لگا دُ جو ہمیشہ رہے منت — دلبستگیٔ عالم اسباب کہاں تک — منت
غور سے موج سیر دُنیا دیکھ — چپکا بیٹھا ہوا تماشا دیکھ — موج
چاروں طرف سے نالہ و شور و بکا ہے یہ — دُنیا کو میں سمجھتا ہوں ماتم سرا ہے یہ — مہر
دنیا نہیں سرائے سیر رہگزار ہے — کس کو یہاں قیام ہے کس کو قرار ہے — "
دُنیا کا معما ہے تعجب انگیز — گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل — "
اک دم کے لئے چاہئے کیا دولت دُنیا — گر ساتھ حشم جاہ و تزک جائے تو اچھا — "
دنیا کے لوگ چاہئیں دُنیا کے واسطے — ہم بیٹھیں اس عجوزۂ مکار سے الگ — "
بند دنیا میں پھنسے تم تو رہائی معلوم — کرم وقت سے ہوا کرتا ہے ریشم سے الگ — "
خواب کا نقشہ ہے یا نقش طلسمی یہ جہاں — عقل میری دنگ ہے نیرنگ امکاں دیکھکر — "
اس گلشن جہاں میں نہیں ہے شگفتگی — سنبل کی طرح سے ہیں پریشانیوں میں ہم — "
صلاح نیک ہے میری پھنسو نہ دُنیا میں — تمام سود کا سودا ہے یاں زیاں کیلئے — "
بندۂ دنیا نہ بن مرد خدا اتنا تو سوچ — بات اس میں کچھ نکلتی بھی ہے یا کچھ بھی نہیں — "
خواب دُنیا کا تماشا اس طرح — اے تماشائی دُنیا کب تک — "
خوشی کی جا یہ نہیں مرغ گلستاں کیلئے — کہ یہ بہار کے نیرنگ ہیں خزاں کیلئے — "
دُنیا کی ہوس کوٹ کے اس طرح بھری ہے — مائل مرا دل جانب عقبیٰ نہیں ہوتا — "
جنگل دیکھا ہے اور بستی دیکھی — ہر حال میں ہر ایک کی مستی دیکھی — "
دنیا ہے وہ جا کہ حق پرستی کے بجائے — ہم نے اے مہر خود پرستی دیکھی — "
گر اس میں پھنس گیا ہے تو سودائی ہے — نادانی محض تیری دانائی ہے — "
دُنیا ہے فقط ایک تماشا اے مہر — اور تو کیا ہے فقط تماشائی ہے — "
دنیائے دنی میں چونکہ دل بستہ ہے — تو مہر سدا خراب اور خستہ ہے — "
اس راہ میں آرام کے اسباب نہیں — چھوڑ اس کو بہت خراب یہ رستہ ہے — "
ہے رنج والم کا گھر سراسر یہ جہاں — اور رنج میں راحت کا ہے طالب انسان — "
جو رنج کا گھر ہے اس میں راحت کیسی — کوشش ہے عبث ببول میں آم کہاں — "
دُنیا ہے مہر ایک بازار لگا — آنے جانے کا ہے یہاں تار لگا — "
خواہش ہے کہ سب کو کھینچکر لاتی ہے — خواہش میں دل کو نہ تو زنہار لگا — "
مُرلی ہے عین ذات ناظرائے دل — ناظر مُرلی ہے.. ہے یہ کہنا باطل — "
ہے علت و معلول میں یکسانیت — معلول عدم ہے گر عدم ہے علت — "
دنیا ہی کو ثابت نہ کیا اُس نے مہر — جس نے اس کی کہی عدم سے خلقت — "
آئے ہو تو کچھ یہاں کا تماشا دیکھو — رہ کر دنیا میں سیر دُنیا دیکھو — "

دُنیا

دنیا ہے چار دن کا میلا اے مہر — اور اس میں غضب کا یہ جھمیلا دیکھو — "
دنیا کے لئے دین کو کھویا تو نے — خافل ابھی کیا کمائی دنیا تو نے — "
لازم ہے کہ سب تماشا دیکھیں — گھر بیٹھ کے دیکھ لے تماشا تو نے — "
تحریر کی ہم نے نکتہ دانی دیکھی — تقریر کی اے عجب زبانی دیکھی — "
دنیا وہ متاع ہے کبھی حل نہ ہوئی — اے طبع رواں تیری روانی دیکھی — "
دنیا کی ہوس کہاں نادانی ہے — اس میں اے بو الہوس پریشانی ہے — "
بنیان عالم رویا جہاں کا زائل ہے — جس چیز کو سمجھے ہو وہ جھوٹا فانی ہے — "
خودی ہے فقط بود و نبود عالم و انسان — ہے کیوں نفی سے لائی تجھے دنیا میں ہوس — "
مرجا تا تو کیوں لائی تجھے دنیا میں ہوس — بو الہوس یہاں کیفر کردار کی یاد — "
تا کہ آتی ہے یاں کیفر کردار کی یاد — دنیا میں رہ — "

دنیا			
اے نفسِ مطمئن ترسے ملنے کی کیا ہے راہ	مہر	دنیا میں رہ کے اے سگِ دنیا تلاشِ حق	مہر
دنیائے دوں میں دل کی مسرت کہیں نہیں	"	آ کے یاں شاہدِ اصلی کو تو ہم بھول گئے	"
نمودِ صبحِ طرب ہو سوا کی بوند اے غافل	"	خواب کا نقشہ ہے عالم دیکھنے والا ہے تو	"
تماشا گاہِ عالم میں تماشے گو بہت ہیں	"	مہرِ دنیا قیدخانہ ہے کہاں وارستگی	"
بہارستانِ امکاں میں خزاں بھی جلوہ گر ہے	"	پھپھاتے ہیں خوشی سے یوں جو مرغانِ چمن	"
تحیر صورتِ نظارہ ہے کیا کچھ نہیں رکھتا	"	خوشی تجھ کو دنیا میں ملتی نہیں	"
گلستانِ نظر میں کاسۂ نامِ صورت ہیں	"	ہونا ہے حالِ تیرا یاں ایکدن دگرگوں	"
عجب بیگانگی ہے وجود اس عالمِ کثرت میں	"	دنیا فنا کا گھر ہے مُلکِ فنا کی بستی	"
نمودی ہے دو اس عالمِ کثرت میں	"	عبرت کی جا یہ کارگہِ اعتبار ہے	"
جہاں آسا نمایاں ہے بجز پایانِ وحدت میں	"	گزری مگر یہ دہر سرِ رہگزار ہے	"
جھلکتی ہے دنیا کی ہستی سے ہستی تری ساری	"	وہ مخالف ہوا ہے دنیا کی	"
ہے نقشِ برآب زندگانی تری ساری	"	جائے دلبستگی نہیں دنیا	"
یہ عالم شورِ ان نیرنگِ خیال	=	سے ہنسنے کی جا نہیں ہے تر دامنی ہماری	"
اے طلسمِ دوروزہ عیش جاوداں آتا ہے	=	ہشیار ہو کہ ناداں کالک لگیگی سب کو	"
کہیں چھوڑ کے کوئی کہاں آتا ہے	=	بنا ہے تو جو ایسا بندۂ بے دام دنیا کا	"
زمانے سے وفا رسم و رہ اٹھ گئی ہے	=	نہ کر مجھ پہ بھروسا پنجروزہ ہو نہیں اے غافل	"
دنیا میں ہوا آیا جو اسکو ٹھہرنا ہے	=	یہ ہے وہ بیوفا ناآشنا کچھ بھی اگر سمجھے	"
جب نسبتیں		اجل جب تجھ کو آئیگی نہ ہوگا فکر دنیا کو	"
		چلے گی یہ نہ تیرے ساتھ تو کیوں ساتھ دے اُس کا	"
		پھنسا جو اس میں آکر وہ نکلنے ہی نہیں پاتا	"
		نتیجہ خود فراموشی ہے ہیچ سوچکر غافل	"
		ہوس بیفائدہ ہے محض بڑھ چلنے کی دنیا میں	"
		نہیں ذکر و عبادت کی جگہ غافل ترے دل میں	"
		سحر سے شام تک بس تو ہے اور دنیا کے دھندے ہیں	"
		تجھے چلنا ہے خالی ہاتھ اور نا کام دنیا سے	"
		بزمِ دنیا میں نہیں نام کو جمعیتِ دل	=
		ہوسِ دنیائے دوں کی ہے کہ تجھکو خوار کرتی ہے	=
		نہیں جز نام و صورت یہ طلسمِ عالمِ امکاں	=
		گراں ہے بارِ دنیا وہ اٹھانے سے نہیں اٹھتا	=
		نہیں پھنستے ہیں ارباب صفا دنیا کے جھگڑوں میں	=
		فانی الفت پہ لیکن کہاں تو کان دیتا ہے	=
		تعلق جتنے تو نے آکے دنیا میں بڑھائے ہیں	=
		جسے کہتے ہیں ہم دنیا وہ کھیتی آخرت کی ہے	=

یہ نخلِ آرزو ہے جس میں ثمر نہیں	مہر		
ایک خاطر میں بدستور ہے پندار کی بات	"		
بوالہوس کیا جستجو ہے اور کیا ملتا نہیں	"		
جو یہاں آیا گرفتارِ من و مائی ہوا	"		
ان کو دنیا کی لگی شاید ہوا کچھ بھی نہیں	"		
خوشی کی نہیں مہر یہ سرزمیں	"		
دنیا ہے عارضی شئے کیوں تو ہے اس پہ فریفتہ	"		
اے بوالہوس کریگا کب تک ہوس پرستی	"		
کس کو یہاں ثبات و قرار و قیام ہے	"		
کس کو یہاں قیام ہے کس کو قرار ہے	"		
سر اٹھانے کی کس کو فرصت دی	"		
گھر ہے یہ فکر و رنج پیہم کا	"		
وہ شئے ہے لوث دنیا دیکھو جسے بری ہے	"		
اے غافلو یہ دنیا کاجل کی کوٹھری ہے	"		
ذرا سوچا بھی ہے تو نے کبھی انجامِ دنیا کا	"		
زبانِ حال سے تجھ کو یہ ہے پیغام دنیا کا	"		
نہ لے پھر خواب میں بھی بھول کر تو نام دنیا کا	"		
تجھے رہنا ہے گرچہ صبح سے تا شام دنیا کا	"		
جفا جائے وفا اک قاعدہ ہے عام دنیا کا	"		
عجب ہے پیچ در پیچ اہلِ دنیا دام دنیا کا	"		
فقط دارُوئے بیہوشی سے پُر ہے جامِ دنیا کا	"		
کہ گرنے کے لئے اے غافلو ہے بامِ دنیا کا	"		
بھرا رہتا ہے اسمیں تو خیالِ خامِ دنیا کا	"		
نہیں عقبیٰ سے تجھ کو کام ہے وہ کام دنیا کا	"		
یہ ہے اک روز انجام اے دلِ ناکام دنیا کا	"		
مطمئن آئے تھے ہم اور پریشاں نکلے	"		
دلے ارباب باطن کو ہوس زیبا نہیں ہوتی	"		
مگر صورت کبھی ماہیت اشیا نہیں ہوتی	"		
نہیں جھکتی مگر اس بوجھ سے تیری کمر کچھ بھی	"		
تجھے دیتے نہیں لیکن یہ جھگڑے دردِ سر کچھ بھی	"		
خدا تیرا ہے دنیا تو تو اس پر جان دیتا ہے	"		
خدا سے بھی تجھے نادان اتنی ہی جدائی ہے	"		
سبق یہ ہے بدیہی محنت سرگرم دہقاں کا	"		

جب سوئے عسل کوئی مگس آتی ہے	دیکھا کہ بالعموم پھنس جاتی ہے	مہر
دنیا سے ہے اے مہر کنارہ ہی بھلا	پھنسکر نکلے گا کس کی یہ چھاتی ہے	〃
دنیا میں پھنس کے مہر کیا لینا ہے	اک روز وہ آئیگا کہ چلدینا ہے	〃
دریا میں بھی ٹھہرا ہے کوئی بے تحمل	تجھ کو اُس پار نا دُکھینا ہے	〃
غافل دنیا میں دل نہ زنہار لگا	ورنہ یہ سمجھ جان کو آزار لگا	〃
کس کس کا کریگا رنج کس کس کی خوشی	آنے جانے کا ہے یہاں تار لگا	〃
آخر کچھ بھی خیال عقبےٰ کا ہے	کچھ بھی تجھے خوف حق تعالیٰ کا ہے	〃
رہنا ہے نہیں کہ یاں سے چلنا بھی ہے مہر	بندہ اس طرح تو جو دنیا کا ہے	〃
ہر اک شاہ و گدا اس شاہ سے روزی کا طالب ہے	جہاں کے دور کو سمجھا ہوں میں کاسہ گدائی کا	منتہی
انجام کو جب دیکھتا ہوں دور جہاں کے	عالم نظر آتا ہے چراغ سحری کا	〃
امید نہ رکھنا کبھی دنیا سے وفا کی	مشتاق نہ ہونا کبھی کھوٹے سے کھرے کا	〃
روز و شب مجھ کو طلسمات جہاں کے اندر	نظر آتا ہے نیا نقش و نگار ایک نہ ایک	〃
اہل عقبیٰ سے یہ سگ دنیا	جتنے بڑھتے ہیں اُتنے گھٹتے ہیں	〃
کون دنیائے دنی کے نہیں رہتا پیچے	دام تزویر میں یاں کون گرفتار نہیں	〃
یہ بشر ہے شعبدۂ جہاں یہ جہاں ہے بزم مسافراں	یہ مکان دھوکے کا ہے مکاں یہ زمانہ قابل دور ہے	〃
یہ سب نشان ہے نیرنگ زاد عالم کا	نظر جو صورت نقش و نگار آتی ہے	〃
نقد دل دیتا ہے پئے دنیا	دولت لازوال کھوتا ہے	〃
کو بکو جو ہے پئے دنیائے دوں خانہ خراب	ایک دیوانہ ہے وہ بلکہ سگ دیوانہ ہے	〃
یہ مرقع جہان کا اے دل	چشم بینا میں نقش باطل ہے	〃
اس منزل ہستی میں بہت آئے گئے ہیں	ہر ایک مقامی ہے ہر اک یاں سفری ہے	〃
عالم ہستی کا یارب کچھ عجب انداز ہے	یہ نہیں معلوم تیرا راز ہے یا ناز ہے	〃
بیداری اس جہان کی سامان ہے خواب کا	یاں موج آب پر بھی گماں ہے سراب کا	میکش
جہاں میں کام کسی کا کبھی بدجمعی	بوجہ زندگی مستعار ہو نہ سکا	〃
ملک ہستی میں کیا کیا جسا کر	چار دن رہ کے پیٹ بھر آئے	〃
جو عقل رکھتا ہے تو توڑ دام دنیا کو	جو اس میں پھنستا ہے وہ بے شعور ہوتا ہے	〃
نفس کی آمد و شد کوچ کا ہے نقارہ	قیام کرنا یہاں عاقلوں کا کام نہیں	〃
یہ دن دکھائے ہمکو جھگڑے تھے کن فکان کے	ظاہر ہے رہنے والے ہم لوگ تھے جہان کے	〃
ہے نہیں اک برگ گل محفوظ باد دہر سے	گلشن ایجاد بھی صرف خزاں ہو جائیگا	〃
خوب ہی گذری عدم آباد میں لیکن یہاں	چار دیوار عناصر قید خانہ ہو گیا	〃
رو رو رچلتا ہے کسی کا کب یہاں	آکے سب سہراب و رستم چل دئے	〃
ہوتی گر اس جہان میں کچھ خوبی	کہتے پھر کیوں صفت میں اسکی خراب	مجروح
شیطاں کا اس کو جال بچھایا ہوا سمجھ	دل مت پھنسا جہان کے نقش و نگار میں	〃
یہ دنیا کی حقیقت ہے کہ گویا	مکاں اک دل لگی کا راہ میں ہے	〃

دنیا

بجز پستی میں جو اُبھرا کبھی چلا — ۵۱ھ
جہاں میں صورت حباب ہے وہ — 〃
قید قفس میں میری رہائی محال ہے — 〃
لایا ہے آب و دانہ یہاں مجھ اسیر کو — 〃
دنیا ہے مقام رہ گذر مسافر کا — 〃
تماشا ہے کریں گے آج اہل دنیا — 〃
چار دن کی ہے چاندنی دنیا — 〃
ماہ دو ہفتہ میں تمام ہوا — 〃
چلتی پھرتی چھاؤں ہے دنیا کا بیمار اور فرخ — 〃
تیری گرمی نشاط کا باعث روز روشن ہوئی — فرخ
بنیا کو سب بھونرہ دنیا کا پھیل ہے — 〃
زاہدو ہی کی نظر میں پیچ دنیا کو طلاق — 〃
دنیا ہے کیوں عجوزہ دنیا ہے پیچ دل ہے — ۱۲ھ
عاشق وہ تیری ہے جسے کوئی نظر نہ بھائے — نظمی
جیسا رہا ہے بیچ بھی کوئی نظر نہ بھائے — 〃
کیا دیکھ کر برائی بھلائی کا فضل ہے — مفضل
نہیں مقبل سے بہتر اس آدمی کا اقبال ہے — 〃
عداوت ہے بہم اس دنیا سے — 〃
غرق بحر گمرہی میں فرقہ ہے طوفان کا — 〃
عجب ہی طرح کا طوفان ہے یہ دنیا — 〃
شمر دنیا — 〃

۱۲ نہ ۵ھ

	تم اپنا یار سمجھتے ہو یاں قیام مدام	رہا ہے کون رہے گا یہاں کدام مدام
	غافل رہو نہ کوچ سے گھر جان کر ابھی	ارمان کا مقام ہے یہ ایر مانسرا
	ایک چھوٹا تو ملی دوسرے کو قید حیات	کبھی ہوتا نہیں یہ خانہ زندان خالی
	پر از مردن بھی ظاہر ہے دخل ان اہل دنیا کا	وگرنہ کیا سبب جو ان کے روضوں پر طمع ہے
	ایک کے نفع سے ہے ایک کو نقصان یہاں	جام بھر جائے جو ساقی تو ہے مینا خالی
	تنگی عالم امکاں کی یہ قاطع ہے دلیل	آئے دو چار جو اہیں وہیں دو چار چلے
	بیحیائی سے ہے دنیا میں حصول مقصد	نظر آیا نہ کبھی کاسۂ ساحل خالی
	جہاں میں تیرہ دل جو ہیں وہی بیرخ رہتے ہیں	کہ نازل ہوتی ہے آفت ہوا کی شمع روشن پر
	ملاقات دو روزہ کو یہاں آئے تھے لیکن	سرائے دہر کو سب نے مقام جنگ ٹھہرایا
	ازل میں جو کہ ہیں باہم جدا ہوتے ہیں دنیا میں	دلیل اس پر جدا ہونا ہے یاں طفلان توام کا
	ایک کا دشمن جہاں میں ہو نہ کیونکر دوسرا	عرصۂ امکاں نہیں میدان ہے یہ جنگ کا
	دنیا میں اکل و شرب ہے حاضر مسافرو	اللہ نے بنائی ہے کیا مہمانسرا
	شیر سے تا شربت مرگ ایک سے تلخی ہے یاں	غم لگا کہانے وہیں انسان جب پیدا ہوا
	عیش ہے عاریت اس باغ میں اور رنج مدام	کیا ہوں گلبن سے بھلا گل کی روش خار جدا
	چین دنیا میں زمیں سے تا فلک دم بھر نہیں	داغ ہیں یہ گل نہیں ناسور ہیں اختر نہیں
	چین کی جا کوئی دنیا میں نہیں جز غمکدہ	کیا ہی دانا ہے کہ ساکن حم میں افلاطون ہوا
	گل نہیں جز داغ حسرت بوستان دہر میں	طور ہر برگ شجر میں ہے کف افسوس کا
	رنگ عشرت کر گیا پرواز باغ دہر سے	مجھکو حیرانی ہے گل کیونکر ہے خنداں باغ میں
	باغ عالم میں نہیں ہے جز دل صد چاک گل	یاں سوا اشکوں کے کب آب رواں درکار ہے
	تہلکہ ہے جان کو ہر آن زیر آسماں	جلد نکلا چاہیئے اس قصر کی بنیاد سے
	رنگ عشرت باغ عالم میں نظر آتا نہیں	گل کو گل چیں کا خطر بلبل کو غم صیاد کا
	طفل یہ رو رو کے کہتے ہیں زبان حال سے	جو عدم میں چین تھا دامان مادر میں نہیں
	نشہ ہستی میں ساقی بادۂ عشرت کہاں	ہے سر و گردن میں صورت شیشہ معکوس کی
	آلودگی سے دہر میں بچنا محال ہے	خوں کافروں کے لگتے رہے ذوالفقار میں
	زاہد کیونکر کروں میں ترک یہ دنیا وہ ہے	سیر کو آئے تھے آدم باغ رضواں چھوڑ کر
	گل۔ شور۔ بولا۔ آگ۔ ہوا۔ اور کیچڑ پانی مٹی ہے	ہم دیکھ چکے اس دنیا کو یہ دھوکے کی سب ٹٹی ہے
	یہ میٹھ[1] عجب ہے دنیا کی اور کیا کیا جنس اکھٹی ہے	یاں مال کسی کا میٹھا ہے اور چیز کسی کی کھٹی ہے
	واہ وا کیا کیا نظیر اس خلق کے اطوار ہیں	خوار ہیں، سردار ہیں، زردار ہیں، ناچار ہیں
	یہ نعمتیں عیاں ہیں جو عالم کے واسطے	ہینگی[2] یہ سب میاں اسی آدم کے واسطے
	کلجگ نہیں کرجگ ہے یہاں دن کو دے اور رات لے	کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس سات لے
	کاخ دنیا جو ہے بازیچۂ طفلاں ہے نظیر	کہ کبھو[3] گھر یہ بنا اور کبھو لوٹ گیا
	دنیا ہے فاحشہ نہ لگا اس سے دل نظیر	مرتی ہے پیر زال یہ ہر نوجوان پر
	دنیا مقام رنج ہے بیدار ہو نظیر	غافل ذرا تو سوچ کہ قید فرنگ ہے

[1] سہارا ۱۲ [2] ہیں ۱۲ [3] کبھی۔

گلستان جہاں ہے خارِ غم ہے قسمت گلچین
ہُوا ہے کل سے جُزو اور جز سے کل ہُونا مقرر ہے
خاک دیکھا کچھ خجستان جہاں میں اور نسیم
جب نہ جیتے جی مرے کام آئیگی
سیلیٔ موجِ حادثہ پڑتی ہے اب حباب
اس بحر پُر خطر میں ہو نہیں جس کے خوف سے
سختیاں جھیلے نہ کیوں انسان دنیا کیلئے
سمجھا ہوں عیش و طیش جہانِ خراب تلخ
دُنیا کو آنکھ بھر کے نہ تھا دیکھنا تجھے
کیوں آیا باغ دہر میں کیا جانتا تھا میں
اس پیر زال دہر کی ہم ٹھوکروں میں ہیں
بدلے دنیا نے بھیس صدہا اُسے ڈرایا اُسے لبھایا
جہاں حادثہ آگیں میں ہے بشر کا وُرود
کسی کے قصر پر کیوں رشک کیجے
اب لذت دنیا پہ ٹپک پڑتی ہے رال
پہلے ہی سے آنے دے دل میں یہ خیال
جینا بھی یہاں کا سخت مرنا بھی ہے سخت
خالی نہیں غم سے زندگانی یک لخت
سامان کر رکھ یہاں سے چلنے کے لئے
منہ کھولا ہے قبر نے نگلنے کے لئے
زال دُنیا کو میں دل دیتے ہوئے ڈرتا ہوں
ممکن ہی نہیں یہاں لگانا بستر
سب کو ہے یہاں خیال آرائشِ سر
عدم اک دائرہ ہے اور محیطِ چرخ ہی مرکز
یہاں کے لالہ و گل داغِ دل زخمِ جگر نکلے
منزل اسے سمجھ کے کمر کھولتے ہیں ہم
بند کیں آنکھیں یہ کہکر ہم نے وقت واپسیں
دل ملک عدم میں نہیں لگنے کا ہمارا
دیں کے درست کرنے کو دُنیا ضرور ہے
دُنیا نہیں تو دین کی رونق کہاں سے ہو
دُنیا کو جب کسی نے عموماً بُرا کہا
ممکن نہیں ہے دین میں دُنیا نہ ہو دخیل
طلسمی کارخانہ ہے کہ اک قدرت خدا کی ہے

نہال حسرت شداد ہے گلزار رضواں کا — نشاط
یہ چندے کے لئے کچھ کا تماشا ہے خدائی کا — نسیم
ڈھیر پروانوں کا تھا شمع سحر کے سامنے — "
کیا یہ دنیا عاقبت بخشائے گی — "
اس بحر بے کنارہ میں سر کیا اٹھائیے — "
ڈر کر ہوا سوار طلاطم جہاز میں — نظم
کوہکن پر کب فریب پیرزن ثابت ہُوا — "
ہے جام واژگوں میں فلک کے شراب تلخ — "
ہستی کا ایک جام بھی ہے اے حباب تلخ — "
کر دیگا زندگی دل خانہ خراب تلخ — "
جب سے گئی ہے ہمتِ مردانہ چھوڑ کر — "
کبھی زن پیر زال بنکر کبھی بُتِ شوخ و شنگ ہوکر — "
گزر حباب کا دریائے موجزن کی طرف — "
سرا ہے یہ نہیں مسکن کسی کا — "
پھر شرکت غیر سے تجھے ہوگا ملال — "
دنیا تو ہے اک انار اور سو بیمار — "
دونوں کا ہے اک جال تختہ ہو کہ تخت — "
جینا ہے کب آسان جو ہے مرنا دشوار — "
رکھ پاس عصا گر کے سنبھلنے کے لئے — "
اور تاک میں ہر وقت ہے چرخ غدار — "
پیر گردوں کہیں دشمن جانی ہو جائے — "
ہتیائے نہ دوسرے کی جبتک چادر — "
لیکن ہے کسی کا سر کسی کی دستار — "
جہاں سارا سراپا ہے رہینِ بے سروپائی — "
نہ بھلی اس گلستاں میں طبیعت لاکھ بہلائی — "
بستی جو رہزنوں کی بسائی ہوئی سی ہے — "
کیا تماشا دیکھئے دُنیا سے عبرتناک کا — نظر
بھولیں گے نہ ہستی کے مزے یاد کرینگے — نواب
دنیا نہیں تو دعوئ دیں مکرو زور ہے — نذیر
اعلائے شان قادر مطلق کہاں اسے ہو — "
میں اس کے منہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا — "
ایسا خیال کر نہیں سکتا کوئی عقیل — "
یہ دنیا کیا ہے کچھ آتا نہیں ہے فہم انساں میں — نزہت

دنیا

دنیا ہے جان و دولت دنیا کی خاطر میں — وجاہت
دنیا ہے گل و مے ہستی نا پائیدار ہے — وزیر
دنیا میں گر ثبات ہوا بھی تو کیا ہوا — "
دنیا میں وہ جا بسے ہے دنیا کی وہ نہیں نیدار — "
پھرتے ہیں جو دنیا کی طلب میں نام نہیں — "
شاں دارا جو گردش نے کیا نام نہیں — "
گنبد رجا عالم امکاں ایل نور جہاں بیگم — "
ان کی آرائش باغ میں ہے دولت دنیا کل نہیں — "
جس شئے کو دیکھ کہتے ہیں یہ بھی خواب ہے — وارث
بیداری اے وزیر یہاں ہیں نظر بند صنعت
ہے عجب خیمہ قطرہ نیلا فانی کا — وہبی
جائے گا جہاں میں ہوا کو نا عجب
ہر ذرہ ہے دنیا کا دھوکا سراب کا

ایک

دنیا	پیش	ایک آتا ہے تو فوراً دوسرا لیتا ہے راہ	کیا سرائے اور فانی بھی مسافر خانہ ہے
		یہ دنیا ہے وہ قحبۂ پُر فتن	بچے اس سے وہ جو کہ ہیں اہلِ راز
		نہ ہو تو فکر سے دنیا کی مومن[1] باریک	سیاہ دل کو کریگا خضاب کے مانند
		بنا دے[2] دین کی لذت جسے دنیا کی خواہش ہے	قفل ہے لذت دنیا حقیقت کے خزانے کا
		بھلا اس وحشت آباد جہاں میں دل لگے کیونکر	پریشاں دیکھتا ہوں ہر طرف خاک عزیزاں کو
		یہ دنیائے دوں بھی ہے مہمانسرائے	جو شام آکے ٹھہرے سحر چل بسے
		مثل مہمانسرائے ہے دنیا	شام کا آیا صبح راہی ہے
		ہے جو دنیا وقارِ خواب ہے وہ	یہ جو نقشے ہیں نقشِ باطل ہیں
		مثل ریگِ رواں نہیں ہے قرار	جس کے دل میں ہوائے دنیا ہے
		پیرِ زال دہر کے سے جسمیں ہوں مکر و فریب	مرد سادہ کیا بنا ہے اس زن مکارہ سے
		جز رنگ کچھ نہ آب ہے بحرِ خراب میں	پانی نہ تشنہ لب کو ملے اس سراب میں
		دیکھ لے اے چشم ہر گل کی بہار رنگ و بو	گلشن دنیا بنایا ہے تماشا گاہ کو
		پاس اس قحبہ کے اک خلق کی ہے آمد و رفت	پایا ہم نے نہ کبھو[3] خانۂ دنیا خالی
		آئے تو تھے عدم سے ہو کر اداس ہمدم	پریاں سے لیک اپنا کچھ دل اچاٹ پر ہے
		رکھتے ہیں سوز و گداز ایسا ہی اہل دنیا	آگ پر موم میں جس حال تہ میں زر ہے
		ایک نظر خوش گذر بس ہے یہاں جوں شرر	عمر عدم کی ہے پھر صرف سفر شرط ہے
		ہمدم ہے جہاں جاگنے کا سپنا	آیا ہے جو یاں اُسے ہے آخر کھپنا
		جینے ہی کی ہے بہم محبت الفت	پھر آپ کسو[4] کے ہیں نہ کوئی اپنا
		ہمدم جو عیش چاہیے موجود ہے یہاں	ڈر موت کا نہ ہو تو جہاں زور جائے خوش
		دنیا کی نجاست میں جو ہوتا ہے ملوث	سرگیں کا اُسے دیکھکے ہو تنگ میں کیڑا
		کنارہ کیونکہ کیجے ہمدم اس دریائے عالم سے	پڑی ہے کشتیٔ دل بے طرح گرداب حیرت میں
		اگرچہ ہوش ہے ہمدم تو سب چھوڑ الفت دنیا	کسو[5] شے میں بھی اے ناداں تو یاں جی اپنا مت الجھا
		رُوز و شب نسان رہتا ہے امید و بیم میں	سوچیے تو ہے مکان دہر بھی اعراف دار
		ہو گئے آزاد دامِ دہر سے جو اُٹھ گئے	ہیں گرفتار آہ ہم کس دردِ سر میں بیٹھکر
		جہاں سے حسرت واندوہ کر حصول گیا	میں جس قدر کہ خوش آیا تھا وہ ں ملول گیا
		عدم سے آیا جو ہستی میں مثلِ نقشِ قدم	یہاں سے پھر اُڑا اپنے سر پہ دھول گیا
		گرفتارِ دنیا ہو یاں تم تو ہمدم	وہاں ہو گی کیا رستگاری تمہاری
		دہر ہے ظلمت کدہ غافل سمجھ اس واسطے	دن دئے روشن ہے مہر نور افگن کا چراغ
		ہے بدی نیکی کا یاں نفع و ضرر وسط بدست	باغ میں دہر کے ہے آج ثمر دست بدست
		ہے یہ دنیا سراب کے مانند	کر خیال اس کو خواب کے مانند
		دو روزہ گیا خوش باش جو آیا مسافریاں	سن اے غافل جہاں کا گھر نہ میرا نہ تیرا ہے
		آئے یہاں جس کے لئے دیکھا نہ اُسکو گھر چلے	بزم جہاں میں کیا کریں وہ رونق محفل نہیں
		کشاکش کچھ عجب دنیا میں پائی	گھٹا کی عمر تو غفلت بڑھا کی

[1] بال کی طرح ۱۲ [2] نہ ۱۲۔ [3] کبھی [4] کسی [5] کسی۔

طُرفہ پرسوز ہے یہ بزمِ نشاطِ عالم
کون وہ گل ہے خزاں کا نہیں جس کو کھٹکا
یہ دُنیا نہیں دل لگانے کے قابل
دُنیا سے نہ دل لگاؤ ہرگز
باغِ عالم کی فضا ہے چار دن
زال دُنیا کب ادا تیری پسند
زال دُنیا چاہیے میسری بلا

ساز جو ہیں ہمہ تن نالہ و فریاد ہیں سب — ہوش
قابلِ سیرِ جہاں میں کوئی گلزار نہیں — "
کہ یہ بیوا سرِ بسر بیوفا ہے — یقین
اس نے نہ کسی سے کی وفا حیف — "
پھول میں اس کے نہیں بوئے وفا — "
ہوتی ہے مردانِ حق آگاہ کو — "
اس بلا سے خدا بچائے ہمیں — "

دُنیائے فانی

دیکھ اے منعم ہے بیجا شوقِ ایوانِ بلند
پھرتے پھرتے لحد میں ٹھہرے ہم
رنگِ ثبات مجھ کو کہاں باغِ دہر میں
اپنا تن خراب بنا اور بگڑ گیا
احوال صاف ہستیٔ موہوم کا کھلا
منعم کہاں ہے فرصتِ اکدم کی بھی یہ ہستی
کوئی رہنے کے لئے آفاق میں آیا نہیں
دہرِ فانی میں تجھے فکرِ عمارت ہے تجھے
گہ عدم میں گاہ ہستی میں ہوا اپنا گزر
ہنسنے نہ پائے پھول کہ آخر ہوئی بہار
جہاں میں چند روزہ ہے مکاں کی تنگی و وسعت
کارخانہ ہے زمانہ کا سراسر فانی
ہے بے ثبات منزلِ ہستی کروسفر
کیا ہے آتے ہی عالم میں کوچ کا سامان
آئینہ کی طرح سے اس عالمِ امکاں میں ہم
ڈھونڈھتے پھرتے تھے کل تک دولتِ دُنیا جو لوگ
شاید بساطِ دہر ہے شطرنج کی بساط
یہ سب باشندے ہیں ملکِ عدم کے
ہیچ سمجھا ہوں جہاں کو نظر آتا نہیں کچھ
جو بنایا قصر وہ برباد ہونے کے لئے
دارِ فانی میں زیادہ ہے عبث فکرِ قیام
کل یہاں جو عدم آباد سے آ کے رہے

خاک میں اک روز تیرا قصرِ تن ملجا یگا — اسیر
دورۂ آخری تمام ہوا — "
گولر کا پھول ہیں کہلا اور جھڑ گیا — "
اک دم میں یہ حباب بنا اور بگڑ گیا — "
جس وقت نقشِ آب بنا اور بگڑ گیا — "
شداد کی طرح سے کیوں بوستاں بنایا — "
اس قدر ہے اعتماد عالمِ فانی عبث — "
امن چاہے تو کسی دل میں مکاں پیدا کر — "
مثلِ ریگِ شیشۂ ساعت رہے ستیا رہم — "
وقفہ کہاں ہے اس چمن کائنات میں — "
گزر شاہ و گدا کا ایک ہے کنجِ مرقد میں — "
نہ رہی ہے نہ رہیگی کوئی دولت باقی — "
آواز آ رہی ہے یہ کوسِ رحیل سے — "
زمیں پہ ایک قدم دوسرا رکاب میں ہے — "
دیکھنے آئے تماشا خود تماشا ہو گئے — "
کچھ نہیں معلوم ہمکو آج وہ کیا ہو گئے — "
جس کو میں دیکھتا ہوں جدا اس کی چال ہے — "
جسے دیکھو وہ صورت آشنا ہے — "
شکلِ اعلے ہیں شب و روز میسر مجھکو — "
ہے بنا محکم خرابی کی مری تعمیر سے — "
ایک دو روز کا میلہ ہے یہ گھر کس کا ہے — "
نہیں معلوم کہ وہ آج کہاں جا کے رہے — "

دُنیائے فانی

دُنیا سے کوئی بھی ان نامور دل شاد نہ گیا
دولت کسے ہے قرار نہ وقفہ شباب کو
بھولے ہیں غافلو یہ جہاں سے گزرنے کے
نقاشِ اسیرِ زرد جہاں سے نگارے
ہستی میں نقشِ خامہ معنی نگارے
صبح ہے شام نہیں شام سحر ہوتی نہیں
اس دورِ زندگی سے ہے ظاہر کہ جہانِ فانی
یکتی سے ہستی کو ہوا تیرا وطن بیدل
غربت میں جب ہوا تیرا وطن بیدل
ہوا ثابت نہیں کچھ بعد ہستی عدم اپنا
جو دوری دیر میں ہے سو نہیں ہے فرق ہم
مہمانسرائے کوئی کوئی ہے اسیر
آ کے یہاں سے اٹھ گئے ہیں کتنے
بیٹھے ہیں تیرے در پہ ہم اٹھ کر نہ جائیں گے
منزل ہستی میں ہیں ہم مسافر
گویا ہے تمام مجھ سے کائنات
آتی نہیں صدا کسی کی بھی یہاں کبھی

اسیر

دنیا بے ثباتی

حکیما چلو سوئے ملکِ بقا کہ دارِ فنا سے سفر کو کرو	اسیر	دارِ فانی میں ذرا ہم نہ ٹھہرتے لیکن
فنا ہے سب کو کوئی جز خدا باقی نہیں	"	فنائے اہلِ جہاں سے جہاں کو کیا پروا
جو چاہتا ہے کہ ہو دل سے رنج و غم زائل	"	اوّل تو رہی تلاشِ دنیا
وہ کر بیان آ کیا بھروسا زندگانی کا	"	رہنے آیا نہیں اس منزلِ ہستی میں کوئی
سرائے ہستی میں ہے ایک سے اس راہ میں سیر	"	بے ثباتی اس چمن کی دیکھکر
سرورِ جم و مقامِ کیقباد ہو چکا	"	باغِ ہستی میں مثالِ رنگِ بو چلے
گھڑی نزدیک کیا باغ سے زنداں میں آ کر	"	جن کو رہنا تھا وہ پیچھے رہ گئے
میرے نزدیک کیا باغ سے زنداں میں آ کر	"	اس سرا میں ہے مقام اک شب کا
جو عدم سے طرف عالمِ فنا کر جانا	"	دارِ عمل سے دارِ جزا کا ثبوت ہے
فنا ہے ہونا زر و سیم کا کھو کر جانا	"	جوان مرتے ہیں بوڑھوں سے جو پہلے کیا تعجب ہے
جہاں ہوتا ہے سب کا ہوں میں جانا نہیں	"	جبابِ سا اسیر اس بحر میں کیوں لوگ ہیں سرکش
شمل مل و منگ کیوں ہے اس رفاقت میں	"	گدا و شاہ ہیں دو چار روز لقمۂ گور
خاص و عام کی عمارت شوق سے بھی خانہ تن کا	"	گور میں رہنا ہے یاں بہر سکونت چند روز
کرو طول عمارت جو چاہو تم لیکن	"	ہوا ثابت ہیں طفلی و پیری و جوانی سے
ثبات سے ہو نشو و نما کو یا ہے فنا کا	"	حبابِ اہلِ جہاں۔ بحرِ طلاطم خیز ہے دنیا
صفحۂ دہر پہ کیا ہے بقا و فنا کا	"	سرائے ہستی سے اے مسافر ضرور کر تو اب عدم کا
دیکھیے ہیں یہاں اسکی ہے زمانہ میں	"	گئے کچھ ایسے نہیں پتا ہے جو کوئی ڈھونڈھے کبھی نہ پائے
دیکھا ہے یہ زمانہ اہلِ زمانہ روی کا	"	جانتا باقی تو دنیا کی حکومت مانگتا
دیکھا تو سب میں پایا عالم یہ چشم و شنبہ	"	موت سے کرتا ہے آگاہ زمانہ سے فلک
دیکھا ثبات گلشن گر یاں ہے تو نہیں ہے	"	کر چکے مرحلۂ ہستی فانی ہم طے
ہے بے ثباتی دنیا موقع نہیں خوشی کا	"	کثرتِ مال و منال و زر و گوہر ہمہ ہیچ
		حرص دولت، طلبِ جاہ، ہر قدر بلند
		جملہ افراد بزنگِ خط باطل۔ باطل
		حق حق اہلِ ہنر، بق بق اربابِ سیر
		چلے جاتے ہیں روز و شب مسافر
		بحرِ جہاں نہیں کوئی آشوب گاہ ہے
		کیا نہ یہ میری طرح بحرِ فنا میں ہونگے غرق
		یہ وہ منزل ہے جہاں قافلہ اترا بھی نہیں
		ظاہر میں ہوں مقیم تو باطن میں ہوں رواں
		منزل و ہر نہیں ہم سفر و جائے قیام
		تا چند یہ صحبتِ تن و جان
		جتنے احباب ہمارے تھے وہ دنیا سے گئے
		اک دم ہے سو آئے یا نہ آئے

کر چکے خوب جو چلنے کا سرانجام چلے	اسیر
مکاں کو غم نہیں غارت یکیں ہوئے تو ہوئے	"
آخر کو اجل کی جستجو کی	"
جو مسافر ہے وہ چلنے کے سرانجام میں ہے	"
پھر رہی تھی خوب شبنم رو گئی	"
مثلِ رنگ آئے بزنگِ بو چلے	"
جن کو جانا تھا وہ آگے جا چکے	"
شام آنا ہے سحر جانا ہے	"
ظاہر یہ ہے کہ شرط کوئی بے خرا نہیں	"
توانا ناتواں سے جلد طے کرتے ہیں منزل کو	"
ثبات زندگانی کیا کہ وقفہ ہے کوئی دم کا	"
زمیں کو شام تلک اپنا پیٹ بھر لینا	"
طاق کسریٰ کا فریدوں کا محل پایا تو کیا	"
کہ ہستی سے عدم تک فاصلہ ہے تین منزل کا	"
بہت ٹھہرا جو اس طرفاں ہیں کوئی۔ ایک دم ٹھہرا	"
سحر ہے نزدیک رات کم ہے سحر کا تا فلک پہ چمکا	"
غبارِ بانگِ جرس تو یکیسو نشان نہیں ایک کے قدم کا	"
چار دن کے واسطے کیا پنج نوبت مانگتا	"
روز دکھلاتا ہے کافور سحر کی صورت	"
ملک الموت سے کہدو کہ ہے تاخیر عبث	"
وسعت کشور و جمعیت لشکر ہمہ ہیچ	"
فکر دنیا، غم روزی، طمعِ زر، ہمہ ہیچ	"
مفتی و ناظر و سر دفتر و دفتر ہمہ ہیچ	"
مستی صاحب زر، کبر تونگر ہمہ ہیچ	"
کبھی ہوتی نہیں راہِ فنا بند	"
کہتی ہے موج، موج سے جلدی گزر گزر	"
ہنس رہے ہیں کیا شکستاران ساحل دیکھکر	"
کان میں آنے لگی کوس سفر کی آواز	"
دریا ہے یہ زمانہ تو کشتی نشیں ہوں میں	"
تم چلو یا نہ چلو ہم تو سفر کرتے ہیں	"
جگ ایسے ہزار لوٹتے ہیں	"
ماتم قیس کریں یا غمِ فرہاد کریں	"
حق یہ ہے کہ کچھ نہیں بشر میں	"

اظہار زندگی سے مٹی صورت حباب — امیر
سمجھا ہوا ہوں باغ جہاں کو جو بے ثبات — "
ہم اس بحر جہاں میں کشتی طوفاں سیدہ ہیں — "
بے ثباتی چمن دہر کی کرتی ہے بیاں — "
رہنے والے اس جہاں کے جتنے ہیں برباد ہیں — "
نہ زندگی نے وفا کی نہ فصل گل ٹھہری — "
ثبات بحر جہاں میں کہاں خوشی کے لئے — "
زمانہ پیش نظر رنگ بے ثباتی دہر — "
اٹھا جہان سے اے دل شتاب رخت سفر — "
ثبات اس کو نہیں عالم واشد دو روزہ ہے — آتش
کوئی زمانہ سے جاتا ہے کوئی آتا ہے — "
دنیا سے کوچ کرنا ہے اک روز ہر دو — "
حسرت انجام جہان گزراں ہے غافل — "
گھر بناتے اگر یقیں ہوتا — "
عجیب بھول بھلیاں ہیں غفلت ہستی — "
دو چار دن کی ہستی وہمی کا کیا وجود — "
قابل سیر نہیں بسکہ جہان گزراں — "
یاران رفتہ ہم سے منہ ایسا چھپا گئے — "
مسافر کی طرح رہ خانہ بدوش — "
دم بھی اس مہانسرائے دہر میں لینے نہ پائے — "
اک دم میں جا ملونگا عزیزان رفتہ سے — "
غافل منزل دنیا ہے سرائے فانی — "
اک روز اس سرا سے ہے لاکلام کوچ — "
ایک دن میں منزل ہستی سے جا پہنچا عدم — "
قالب خاکی کو تو سنتے ہیں آتش زیر خاک — "
دو چار روز لالہ و گل کی بہار ہے — "
پوچھو نہ کچھ حقیقت ہستی بے ثبات — "
میں حال بحر ہستی موہوم کیا کہوں — "
بے ثباتی جہاں کو دیکھتے جاتے ہیں پر — "
بحر ہستی میں حباب آکر چلے — "
دنیا میں کچھ قیام نہ سمجھو کرو خیال — امیر
ثبات بحر جہاں میں نہیں کسی کو امیر — "
ہم مسافر ہیں یہ دنیا ہے حقیقت میں سرا — "

دنیائے فانی

دنیا میں ثبات کا خیال ہے محال اے امیر
دنیا میں عیش منعم و مفلس یکساں ہے فنا ہے سب کو اے امیر
ہیں عیش و طرب کے جو طلبگار یہاں نہیں فنا کسی کو یہاں
مجلس گہ رنج و غم ہے یہ بزم جہاں ہے یہاں کسی کو قرار کہاں
روز ازل سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ کوئی نہیں رہتا یہاں
شاداب و صالح از نخل ہزاروں کی طرح ہے یہ بنا کہاں
بجز ہستی میں جاب اب دیکھا کوئی کہیں نہیں ہے
ہر ایک کہ آیا ہے یہاں خاک ہوا ہے کوئی کی طرح
خاک اور دفینہ ہے ہمہ خاک ہوا ہے کوئی کی طرح
دنیا ہے یہاں میں سب سے نکھیا کی
دنیا اس جہان میں مسافر ہیں سب یہاں رہنے کا
اس سرا میں ہے کسی کو نہیں ثبات
رہ گیا تھا کسی کے آنے کا ہو گیا یاد شاہ
کوچ ہے سب کا یہاں سے ہو گیا ہے دنیا
رہ گیا اس گھر میں جو ہو گیا ہے دنیا
عمر برق و شرار ہے دنیا
ہستی ہے اعتبار ہے دنیا
ہیں جو دنیا میں بے اعتبار ہے دنیا
چار دن کی بہار ہے دنیا

دنیائے فانی

آنے جانے پہ سانس کے ہے مدار	سخت ناپائدار ہے دُنیا	امیر
بدتر اس کو سمجھ خزاں سے امیر	دیکھنے کو بہار ہے دُنیا	"
جس طرح عمر گذرتی ہے امیر	آپ بھی یونہی گزر جائیے گا	"
دُنیا ہے بے ثباتیٔ افلاک کی خبر	جام جہاں نما سے ہیں کم نہیں حباب	"
حال فنائے دہر سے غافل نہیں حباب	ہر دم کو جانتے ہیں دم واپسیں حباب	"
پہچانتے ہیں خوب جو ہیں معنی آشنا	دُنیا ہے نقش آب سپہر بریں حباب	"
کہاں ہے دارِ فنا میں قرار کی صورت	نمود عمر ہے برق و شرار کی صورت	"
منزل سیل جہاں ہو گئے کتنے بے نشاں	بیٹھے ہیں جم کے ہم یہاں صورت نقش پا غلط	"
چلتے ہی گزری ہیں دم کی طرح	ٹھہرے کہاں نقش قدم کی طرح	"
ارباب کمال چل بسے سب	سو میں کہاں ایک دو رہے ہیں	"
قیام اس بحر طوفاں خیز دُنیا میں نہیں ہمدم	حباب آسا ٹھہرتے ہیں تو کوئی دم ٹھہرتے ہیں	"
دار فانی میں پتا اس کا میں کس سے پوچھوں	سب ہیں پردیسی یہاں کا کوئی ساکن ہی نہیں	"
کوس رحلت سے آتی ہے آواز	کہ خبردار اے مسافر ہو	"
دنیائے بے ثبات میں کیا ہو ہمیں ثبات	جس گھر میں ہم مقیم وہ گھر ہی سفر میں ہے	"
بحر ہستی میں تن انساں حباب آب ہیں	آن واحد میں نہ کیوں یہ گھر بنے اور ٹوٹ جائے	"
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے	زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے	"
نہ گل ہیں نہ غنچے نہ بوٹے نہ پتے	ہوئے باغ نذر خزاں کیسے کیسے	"
رہنے کیا آئے تھے دُنیا میں امیر	سیر کر لی اور اپنے گھر چلے	"
بہت بقا نہ سمجھ اے ہزار پھولوں کی	کہ چار دن ہے چمن میں بہار پھولونکی	"
ریاض دہر میں پوچھو نہ میری بربادی	برنگ بو اد ہر آیا اد ہر روا نہ ہوا	"
اس کشور فنا کا عجب طرز و طور ہے	دم بھر میں صورت اور ہے دم بھر میں اور ہے	آزاد
بزم فنا میں کچھ نہیں جز نغمۂ فنا	جو کچھ نہیں سنا ہے سنا ہی سمجھ اُسے	"
مہمانسرائے دہر ہو جب منزل فنا	پھر جو محل سرا ہے سرا ہی سمجھ اُسے	"
دُنیا ہے جب فنا تو فنا ہی سمجھ اُسے	پی جام مرگ آب بقا ہی سمجھ اُسے	"
اُٹھا بستر نئے سیاح اب یاں آنیوالے ہیں	جو ہیں موجود وہ سب آگے پیچھے جانیوالے ہیں	احمدی
نہ سمجھے ہرنہال اک روز پامال خزاں ہوگا	قیام صحن گلشن تا رضائے باغباں ہوگا	"
یہ دو روزہ نشو و نما کو تو نہ سمجھ کہ نقش بر آب ہے	یہ سراب ہے یہ حباب ہے فقط ایک قصۂ خواب ہے	انشاء
کر باندھے ہوئے چلنے پہ یاں سب یار بیٹھے ہیں	بہت آگے گئے پیچھے جو ہیں تیار بیٹھے ہیں	"
دُنیا تو سیرگاہ دو روزہ ہے آسماں	آنے کو آئے ہیں یہ ٹھہرنے کی جا نہیں	آسماں
بہار و خزاں کو نبھتا کچھ نہیں	ہے سب کچھ یہاں پر سدا کچھ نہیں	افسوس
غافل یہ لوگ چین سے بیٹھے ہیں ہے غضب	کوس رحیل کی ہے صدا رو زیاں بلند	"
بہاریں ہیں دنیا کی سب چند روزہ	رہے گا یہ میلہ تو اک دن بچھڑ کر	اشک
نہیں جمتا کسی کا نقش اس دنیائے فانی میں	حباب آسا مٹا اُبھرا جو بحر زندگانی میں	اکبر

ہزار موج صفت بحر دست و پا مارے — بحر — جباب سا مگر اپنا قیام ہو نہ سکا
کچھ اس کی فکر نہیں کل سفر ہمارا ہے — " — سرائے دہر میں بیٹھے ہیں گھر بنانے ہوئے
حباب وار ہے دنیا میں بود و باش اپنی — " — مقیم اہل فنا کوئی دم ہوئے نہ ہوئے
کونسا گھر ہے کہ جس سے نہیں مردہ نکلا — " — دار فانی میں مبارک نہیں تعمیر کوئی
ہم مسافر ہیں، سرا دنیا ہے، چندے ہے قیام — " — چار دن کے واسطے کیا دولت و زر جاتے ہے
بحر تا بت ہو گئی یہ بات جب ٹوٹا حباب — " — پائداری کچھ نہیں ہے سر اٹھانے کے لئے
منزل پہ کھلا حال کہ بازار جہاں میں — " — جان سفری زاد سفر بیچکر آئے
بھر کچھ اپنی روانی کی خبر ہے کہ نہیں — " — تیرا ہر تار نفس ہے کس سے بدن زورق ہے
ہر شے ہے بے ثبات ہے اس خاکدان میں — " — گردوں کو جانتا ہوں بگولا بلند ہے
اس سرا میں یہی سنتے ہیں یہی دیکھتے ہیں — " — کل مقام اس نے کیا آج سفر اس کا ہے
اثاثہ نہیں جس کے جانے کا غم ہو — " — گھر وہ ہے مٹی کا گھر ہے تو کیا ہے
سرائے دہر سے ایسا سفر شتاب ہوا — " — کہ اپنا منزل اول میں پا تراب ہوا
فرار کر گئی سوئے مزار تن سے روح — " — نہ جب اجل سے سفر اس حصا میں دیکھا
کیسی پیری کیسی جوانی ہم سب لوگ مسافر ہیں — " — صبح ہوئی تو کوچ کی ٹھہری شام ہوئی تو مقام کیا
کیا کہئے کیوں جلد اٹھے ہم چندے بھی نہ قیام کیا — " — دنیا میں جب چین نہ پایا مر قد میں آرام کیا
بادشاہی یا گدائی جو بن آئی کر چلے — " — ربع مسکوں چار دن اپنا بھی مسکن ہو گیا
جب سنا دنیا سے خالی ہاتھ اسکندر گیا — " — سلطنت بھی بننے میں ہم کو تامل ہو گیا
کس لئے تحصیل دنیا میں ہوں مصروف اتقا — " — کیا دیا رزندگی پر یاں اجارا ہو گیا
گوشۂ گور کے طالب ہیں عمارت کیسی — " — کفنی چاہئے سادی خود دیا کیسا
مسافر خلد کے تیار ہیں رخت سفر باندھے — " — ہمارے ساتھ چلنا جس کو ہو اٹھے کمر باندھے
ساتھ خیمہ بھی نہیں چاہئے مانند حباب — " — چھوڑ جانا ہے یہیں اپنا سب اسباب مجھے
کسے خبر ہے کہ منزل قریب ہے کس کی — " — خبر نہ ہوں جو کوئی راہ مار کر چلے
ہاتھ اٹھا بیٹھنے کو ہے یہ جہان فانی — " — پاؤں پھیلانے کو ہے گور کی منزل کی جگہ
انسان مرگ و زیست کے جھگڑے سے پاک ہو — " — یہ جان ہو ہوا کہیں یہ جسم خاک ہو
بحر اپنی بے ثباتی کوئی کیا دیکھے یہاں — " — آنکھ ملتے ہی حبابوں کی نظر ملتی نہیں
ہزار حیف نہ ٹھہرا گل و سمن کا رنگ — " — خزاں میں صورت طوطی اڑا چمن کا رنگ
دنیا میں کچھ بساط نہیں انبساط کی — " — اتریں نہ سوکھے گھاٹ کہیں آشنائے عیش
باشندگان دار فنا کو یہ چاہئے — " — بنائیں گھر نیا تو گڑھے کے سر کے پاس
آسماں بھی اک حباب اس لجۂ فانی میں ہے — " — سر اٹھاتا ہے کوئی اے بحر کس بنیاد پر
چمن میں موسم گل کا نہ کچھ زمانہ ہوا — " — ہوا کی شکل ادھر آیا ادھر روانہ ہوا
ہستی بے ثبات کا وقفہ نہ پوچھئے — " — معلوم کچھ نہ فرق وجود و عدم ہوا
ملک بقا کو جائیں گے ملک فنا سے ہم — باقی — دو دن کو کوچ کرتے ہیں پھر اس سرا سے ہم
اکدن سب چھوڑ کر جانا ہے یاں سے اسلئے — " — خوش نہیں آتا ہے باقی عالم فانی مجھے

دنیائے فانی

ترا ب

اس گنبد دوار کو بھی جو فرصت کو جلا دیتے ہیں
کوئی دنیا میں نہیں رہتے کوئی یاں سدا
جتنے موجود ہیں یاں ان کو عدم لازم ہے
آنکے دنیا میں رہا کون نہ جانا ہے ضرور
سو برس چند دو دن مہمان سرا ہے جو کوئی یاں
خانۂ عنکبوت سے کم نہیں دنیا کی بنا
عارضی ہے سب تو فانی جہاں کی ہر شے
جہاں فانی کی جہاں بنیاد ہی ہے بیخ و بنا
دیکھو دنیا کو کہ کیا شے ہے جو دیوانے عالم
بارہا نام و نشاں گیا جہاں کا دل سے
جو جو دیکھا ہے یہاں سیر کرنے کو آئے ہیں
کوئی دن رہ کے پھر جانا ہے سب کو آخر
فنا کی بیخ جس کو دیکھئے خراب میں
تماشا باغ کا دیکھے جہاں میں مختصر ہے
سکون اپنا نہیں ہے یہاں ہر آرام میں
شاعر نے بھی ہے کیا چند دن کو آئے ہیں
کسی نے بھی ہے کیا کیا جہاں پر آئے ہیں

نیز اردو ہے کہ جہاں

ترا ب

دنیائے فانی

کل ہوں گے نیست ہو کے سب ہستی فنا کے بیچ	عبرت	ترابؔ
کوئی ہے دور کوئی ہے منزل کے بیچ میں	"	"
ہاں کوچ کی صدا آتی ہے صدا چار طرف سے		
دیکھا تھوں سے کس جبیں میں	حسرت	تشنہ
شبنم کی شان آئے ہم سے چمن میں		تسلیم
شب آئے ذرا قافلہ		
ٹھہرو ذرا ٹھہرو یاں کی بستی نہ رہے		
کس طرح سے یہ چمن بھی	حالی	
دنیا سے ہے ایک رات یہاں کی بھی ہماری		
سب خاک میں کیا کوئی صورت بنا کر		
کیجے جہاں میں کیا کوئی		
نکلا جو گھر سے کہ منزل فانی میں کھو گیا		
نظارہ جس میں کیا کوئی		
مٹ جائیگی یہ بستی حسرت نہ رہیگی		
کہاں ہیں وہ کہ جنکا		
کل آئے جو آج بیٹھا		
دنیا نہیں ایک میلا		

جہاں سے کھینچ لے دامن کہ خارستاں ہے یہ گلشن	عبرت	ترابؔ
جائے عبرت ہے جہاں یہ بوجھ تو دلمیں ترابؔ	"	"
جی لگاتا ہے کیا ترابؔ ادھر		
وائے حسرت ترابؔ بار و گر		
جہاں سے آئے پھر جائینگے واں کبتک ہینگے یاں		
وحشت سرائے دہر میں آیا نہ پھر کوئی	حسرت	تشنہ
شب کے سب مہمان رہے وقت سحر سوئے عدم		تسلیم
رات کی شکلیں نظر آتی نہیں ہنگام صبح		
عالم اسباب کی زینت ہے مانند حباب		
شد و آمد سے ہی اس سرا میں تھی رونق	حسن	جاہ
بود نابود یکساں ہے باغ دہر میں		
گلستان جہاں کی بے ثباتی جاہ ظاہر ہے		
توام حیات و موت بشر ہے جہاں میں جاہ		
دیکھ اے غافل نہیں بحر جہاں جائے قیام		
کارخانہ میں زمانہ کے نہیں پاتا ثبات	حالی	
ہوں بے ثبات گلشن ہستی میں اس قدر		
غور سے دیکھا جو اس ماتم سرائے دہر میں		
روح کو دارفنا میں ہے نہایت وحشت		
عاقبت اس منزل فانی سے لازم ہے سفر	حیرت	جنون
نہیں یہ دارفنا جائے سکونت اے جوشؔ		
جائے ثبات کچھ نہیں یہ دار بے بقا		
کہاں یکجھی ہیں سیریں سیر ہو کر بزم عالم کی		
ایک دن شہر خموشاں کی طرف جانا ہے		
چند روزہ ہے یہ دنیائے دنی اے جویا		جویا
ہزار ہو گئے پیدا جہاں میں اسکندر		
آنکھوں میں ہے مرقع نقش حباب دہر		
سرائے فانی یہ خاکدان ہے لگا نہ دل اپنا اس سے منعم		
خیال کیسا غلط تھا اپنا سرائے تھے دل لگائے بیٹھے		جعفری
گئے سب اقربا و دوست دنیا سے تو پہچانا		
خواب و خیال گلشن ہستی ہے غافلو		
مقام اس کا آخر کو زیر زمیں ہے		
کہتے ہیں زندگی جسے اک انتظار ہے		جرأت
اے فلک اک چاند کے چھپنے سے ہے تیرا یہ حال		
یاں کی خزاں بھی ہیچ یہاں کی بہار ہیچ		
پڑا ہے یہ لشکر جو سارا زمیں پر		
آئے ہیں سب عدم سے جہاں میں برائے مرگ		
ایسے کتنے چاند زیر خاک پنہاں ہو گئے		جلیلؔ

لہ جان۔

کھلی کنج لحد میں بے ثباتی عیش و عشرت کی
یہ منزل دنیائے فانی گویا کہ مسافر خانہ ہے
بحر عالم میں طلسم تن خاکی ہیں حباب
افسوس نامیوں کے کیا کیا نشاں مٹے ہیں
کھلا یہ طلسم جہاں کو جو دیکھا
غیر حسرت مآل دنیا سے کبھی حاصل نہیں
دنیائے چند روز کسی سے وفا نہ کی
حباب کرتے ہیں یہ اشارے نہ فکر تعمیر کیجیو یاں
نہ پوچھو حال دنیا کوچ کا نقارہ بجتا ہے
سمجھتے اہل دنیا ہیں کہ یہ عالم فنا کا ہے
دستو دیکھا تماشا یاں کا بھی
چند مدت اب تم اے یاران آئندہ رہو
مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی
شرار و برق کی سی بھی نہیں یاں فرصت ہستی
فقیرانہ آئے صدا کر چلے
کیا ہمیں کام ان گلوں سے اے صبا
کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے ہم
کیا کہیں سوئے فنا کس طور پر جاتے ہیں ہم
مور تیں کیا کیا ملی ہیں خاک میں
وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
دل لگاتا نہ کبھی دار فنا میں ہرگز
ہر دم اپنا دم آخر کی سناتا ہے خبر
منزل عیش نہیں یہ ہے سرائے فانی
ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا
اے ذوق گر ہے ہوش تو دنیا سے دور بھاگ
یہ ننگنائے دہر نہیں منزل فراغ
یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
کہانیاں ہیں حکایات خضر و آب حیات
کریں جدائی کا کس کسکی رنج ہم اے ذوق
یہ دل لگانے کی دنیا جگہ نہیں ذاکر
بلبل ناداں چمن میں یوں نہ پھول
بس اے عمر سوئے عدم مجھ کو لے چل
سوائے ذات خدا کے واسطے ہے فنا

کہ سامان جہاں مجموعہ تھا خواب پریشاں کا	خلیل
جو شام کو ہے وہ صبح نہیں جو صبح کو ہے وہ شام نہیں	〃
دم میں بنتی ہیں تو دم بھر میں بگڑ جاتے ہیں	〃
خوشبو رہی نہ باقی سادات کے بدن میں	〃
مسافر ہے انسان دنیا سرا ہے	〃
کب سکندر لے گیا زر زیر مدفن ہاتھ میں	〃
مثل شب وصال ادھر آئی ادھر گئی	〃
کہ جس کرنا پڑیگا دم کو بڑی خرابی ہے گھر بنا کر	〃
کمر باندھے ہوئے چلنے کو سب تیار بیٹھے ہیں	خوشدل
ہوا پر کیوں مکاں کرتے ہیں پیر تعمیر کیا باعث	〃
تم ہو اب ہم تو اپنے گھر چلے	درد
پیش ازیں یک چند اس بستی میں ہم رہ کر گئے	〃
کمیں خانہ پر اس بحر میں وقفہ کوئی دم کا	〃
فلک نے ہم کو سونپا کام جو کچھ تھا شتابی کا	〃
میاں خوش رہو تم دعا کر چلے	〃
ایک دم آئے ادھر اور ادھر چلے	〃
تھے آپ ہی ایک سو گئے ہم	〃
شمع کے مانند سر کے بل ادھر جاتے ہیں ہم	〃
ہے وطن ہر شخص کا زیر زمیں	〃
خواب دیکھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا	〃
کیا خبر تھی مجھے آج آؤنگا کل جاؤنگا	داغ
ہر نفس ہر نفس احوال فنا کہتا ہے	〃
رات کی رات ٹھہر جائیں ٹھہرنے والے	〃
کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا	ذوق
اس میکدہ میں کام نہیں ہوشیار کا	〃
غافل نہ پاؤں حرص کے پھیلا سکیڑ تو	〃
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے	〃
بقا کا ذکر ہے کیا اس جہان فانی میں	〃
کہ ہونیوالے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا	〃
مٹے ہی جاتے ہو دو دن کی زندگی کے لئے	ذاکر
شاخ گل پر ہے نشیمن چند روز	〃
یہ دنیا نہیں دل لگانے کے قابل	〃
ثبات ہستی ناپائدار دیکھ چکے	رند

دنیائے فانی

محمود ہمارا ہے سماں جس و ملک و حشم و لشکر
سب یہاں رہ جائیگا کچھ نہ جائیگا ساتھ
ہے یہ دنیا ایک منزل جس میں ہیں لاکھوں مسافر
ہے یہاں جس کا ٹھکانا کل نہ وہ آج ہوا
آنکھ بند ہوتے ہی دنیا کی ہر اک شے ہے فنا
ہے یہاں جو آج کل وہ کل نہ ہوگا یاں کبھی
پھر نہ دیکھا کسی نے جو گیا اس دیس سے
ہے یہاں جس کا ٹھکانا کل نہ وہ آج ہوا
ہے یہ دنیا ایک منزل جس میں ہیں لاکھوں مسافر
ہے یہاں جو آج کل وہ کل نہ ہوگا یاں کبھی
ہے یہ دنیا ایک بستی

دنیا و فانی

لب گور سے آ رہی ہے صدا	میر	راسخ
بہاریاں کی ہے بلبل خزاں سے ہم آغوش	"	سوز
گر آ کے ہم نے تخت سلیماں لیا تو کیا	"	"
خانہ بردوش ہیں حباب کی طرح	"	سحر
چار دیوار عناصر کی تو مضبوطی نہیں	"	"
گلوں کے ہنسنے پہ زیبا ہے گریۂ شبنم	"	"
اہل عدم عدم میں پوچھینگے حال ہستی	سراج	"
یہ ہے سرائے دوراں کیجے سفر کا ساماں	"	"
کہو روح کو نکلے قالب سے جلد	"	"
صاحب خانہ ہم ہیں کہنے کو	شہیدی	"
عجب مقام تر و سرائے دنیا ہے	"	"
آن پہونچا قریب وقت زوال	"	"
یہ وہ خرابہ ہے سب اپنی اپنی راہ پہ ہیں	"	"
فنا ہے محو نہیں دیکھکر مرقع دہر	"	سخن
غافلو ہیچ ہے سب حاصل دنیا کیا ہے	"	"
یہ رونق بزم ہے کوئی دم	"	"
سب وقت پہ اپنے چل بسینگے	"	"
سچ کہا کرتے تھے اس زیست کو اصحاب غلط	"	"
ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ	"	سودا
گر ہے گوش فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار	"	"
ساحل بحر جہاں پر ہوں کہ جوں[1] ہیزم خشک	"	"
رخصت ہے باغباں کہ ٹک اک دیکھلیں چمن	"	"
ہے رنگ تماشائے جہاں صورت خورشید	"	"
مل گئے مٹی میں کیا کیا جامہ زیب اس گھر کے ہیچ	"	"
گئے جہاں سے کیا کیا ستیزہ بجوتہ خاک	"	"
اس بحر میں ہے موج کی حافظ شکستگی	"	"
اے غنچہ کیا سبب[2] کہ آتے ہی جہاں میں	"	"
سیر کی یوں کوچۂ ہستی کی ہم[3]	"	"
کر خانۂ گردوں پہ نظر چشم فنا سے	"	"
کیا اس چمن میں آن[4] کر لیجائیگا کوئی	"	"
جاتے ہیں لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے	"	"
سفر قریب ہے اکدن وہاں کو چلنا ہے	"	"
زینت دنیا نہ اصلا چاہئے		

دنیا و فانی

کہ دنیائے فانی عبث ہے عبث	راسخ	
لگا نہ دل کو تو اس بوستان فانی سے	سوز	
اک روز اس جہان سے برباد جائینگے	"	
شکل نقش بر آب ہیں ہم لوگ	سحر	
خام طبعی سے ہے پختہ قصر و ایواں کی عبث	"	
مٹے دھرے ہیں یہ نقش و نگار کی صورت	"	
دیکھا تھا خواب سا کچھ دو دن کے مہماں تھے	"	
جانا وہیں ہے جاناں جو ہے وطن جہاں تھے	"	
اگر رنج دنیا کے جھیلے رہے	"	
آئے ہیں چار دن کے رہنے کو	"	
کرینگے کوچ کب اے ہمسفر نہیں معلوم	"	
شام کے آفتاب ہیں ہم لوگ	"	
کسی کو حال کسی کا سحر نہیں معلوم	"	
مٹیگا یہ بھی جو نقش و نگار باقی ہے	سخن	
اس گھروندے میں بجز خاک کے رکھا کیا ہے	"	
ہے شمع نہ انجمن ہمیشہ	"	
کس کا ہے یہاں وطن ہمیشہ	"	
فی الحقیقت ہے یہ سب عالم اسباب غلط	"	
دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا	سودا	
جو گل آیا اس چمن میں ایکدن گل ہوئیگا[1]	"	
ڈوبا پانی میں نہ تو آگ سے جل جاؤنگا	"	
جاتے وہاں جہاں سے پھر آیا نہ جائیگا	"	
جو صبح کو دیکھا وہ نظر شام نہ آیا	"	
اب تلک نقش تو پڑتا ہے نقش بوریا	"	
کہ گل جو آیا تو مجروح بے شمار آیا	"	
فیصل ہوا حباب کہ جس دم ابھر چلا	"	
گل جھاڑ[2] سے ہے دامن تو نے بقچہ کو سنبھالا	"	
نے بیں سے جوں نالہ گزر کر گیا	"	
ہے مثل حباب اس کی بھی تعمیر ہوا پر	"	
دامن کو میرے سامنے گل جھاڑ کر چلا	"	
دنیا عجب سرا ہے جہاں آکے بس چلے	"	
تم اس سرائے میں ہو راہگیر کی صورت	سید	
چار دن کے واسطے کیا چاہئے	سفیر	

[1] ہوگا [2] مثل [3] جھاڑتا ہے [4] ہم نے [5] آکر

زمیں پہ تو نہ عمارت بنا کہ آخرکار	تمام جائینگے خرد و کلاں زمیں کے تلے[1]	شہید
نہ اُبھر لحۂ ہستی میں کہ مانند حباب	باد نخوت سے بھرے کاسۂ سر ٹوٹ گئے	〃
بحرِ دُنیا کی ہر اک لہر ہے مانند حباب	گھر کے گھر ہو گئے اک آن میں برباد کئی	〃
ہر اک صبا روش ادھر آیا اُدھر گیا	رہنے کا گھر کسی کے یہ مہمانسرا نہیں	〃
آشنا دم کا رہا اس بحر میں مثل حباب	ایکدم یاں زیست کرنا مجھ کو دوبھر ہی رہا	〃
بحرِ ہستی میں مکاں کی ہے بنا مثل حباب	گھر قیامت تک یہاں کس کا بنا رہ جائیگا	〃
شہید آنکھیں ہوئیں جب بند اپنی بحرِ ہستی میں	حباب آسا کھلا اُس دم کہ سب نظارہ دم کا تھا	〃
بحرِ ہستی میں ہست و بود مرا	جوں حباب ایک دم ہوا نہ ہوا	〃
نہ کوئی بن ہی رہا اور نہ کوہسار رہا	فقط جہاں میں فسانہ ہی یادگار رہا	〃
حباب بحرِ فنا دہر کا مکاں سمجھا	میں ہیچ پوچ زمیں اور آسماں سمجھا	〃
دنیا ہے خیال شکل حیرت	صورت کوئی اس کی کیا بتائے	〃
آخر کو ہے ایک دن جدائی	کیا کوئی کسی سے دل لگائے	〃
رہگئی بوقلمونی فلک کانوں میں	نہ خورتن ہی رہا اور نہ سنار رہا	〃
قصر گردوں کا بھی قائم نہ رہیگا اکدن	کیا عجب گر نہ رہا قصر فریدوں ثابت	〃
جو ہوتا ہستی فانی سے واقف	نہ ہنستا کھل کھلا کر گل چمن میں	〃
سب یہ دنیا سرائے فانی ہے	عشق معبود جاودانی ہے	شوق
نہ پوچھے کوئی مگر بے ثباتی عالم	کہ ہے یہ دفتر دنیا حباب کا کاغذ	شائق
سرائے دہر کو گر سوچئے دلمیں تو فی الواقع	مسافر کی نمط بس ایک شب سب کا گزارا ہے	〃
دنیا کو بے ثبات سمجھتے ہیں اس قدر	گھر میت عنکبوت سے اوہن بنائینگے	〃
دیر فانی میں عبث ہے جو کرے زر کی تلاش	لیگئے وہ ساتھ کیا جنکو تھی گوہر کی تلاش	〃
کریں کیا خواہش تاج سکندر دہر فانی میں	کہ ہم نے خاک میں ملتے ہوئے چتر و قشون دیکھے	〃
بیدار ہو کے چشم تفکر سے دیکھ لے	اے بیوقوف گلشن ایجاد خواب ہے	شاہ
حباب وار یہاں زندگی ہے دم بھر کی	یہ دم رہے نہ رہے یہ مکاں رہے نہ رہے	صفدر
غنیمت ہے دلا جو دم ہے امید بقا کیسی	عناصر میں بھی باہم چار دن کی آشنائی ہے	〃
ایسے آنے سے تو ہم کاش نہ آئے ہوتے	چار دن گلشن ہستی کی ہوا کھانے کو	〃
کچھ تقشبند امکاں رکھتا نہیں ہے پروا	کیا کیا بنا بنا کر نقشے مٹا دیے ہیں	〃
ہے سکندر کا نہ دارا کا نہ قیصر کا نشاں	چار دن سب رہ گئے اس قصر بے بنیاد میں	〃
یہاں ہے جینے کا کیا بھروسا حادثوں سے بھری ہے دنیا	یہی جو ہے موج کا تماچا تو پھر قیام حباب کتبک	〃
جہانِ فانی خراب پایا یہ بحرِ ہستی سراب دیکھا	تمام عالم کا کارخانہ برنگ چشم حباب دیکھا	〃
فقط چار دن کی ہے یہ جاہ و حشمت	زمانہ یہاں آشنا ہے کسی کا؟	〃
نہ مال و دولت نہ جاہ و حشمت نہ دوست دلیل و نہار ہوگا	فقط یہ چار دن کی ہستی ہم اور کنج مزار ہوگا	〃
رہے چند روز جہاں میں ہم چلے نامراد سوئے عدم	یہی زندگی سے حصول تھا یہی اس جہاں کا مآل تھا	〃
بحرِ جہاں میں زیست نہ کیوں ہو حباب وار	نقطوں ہی کا ہے فرق حیات و حباب میں	صابر

[1] میچے ۱۲ ۱۰ رہیگا

دنیائے فانی

کرنا کشش ہو جو دنیا سے ظفر کوئی
نہ پھیر نصیب اسے کنج فراغ اچھا ہو
سکتا اس بحر فنا میں کہاں بے فائدہ
واں پانی پر ہستی کی نہیں کچھ بنیاد
نقش بر آب ہے ہستی کی کہاں گھر بنانا
اے حباب اس پہ کیا تو نے بھروسا کیا ہے
بنتی مٹتی ہے عمارت میں بسر جاتی ہے عمر
کرتے ہیں کیا کہ ہوس ہی نہیں کرتی کوئی
ہم نے کیا کیا کہ ہوس ہی نہیں کرتی کوئی
ہزاروں ہی ہیں ہوس ہی نہیں کرتی کوئی
تماشا ہے یہ دنیا میں نہ رہیگا کوئی
کہ ہے یہ دفتر دنیا حباب کا کاغذ
دیکھا جو کھا کے تیر ستمگر کے ہم نے صاف
جو ہو اور دنیا میں پیدا تو ظفر کیا ہو

دنیائے فانی

رُوزِ معمورۂ دنیا میں خرابی ہے بسی	عاشق	ایسی بستی سے تو ویرانہ بنایا ہوتا
رنج ہے دنیا میں وافر اور ہے عشرت قلیل	"	دیکھے یاں خورسند کم۔ اندوہگیں دیکھے بہت
فکر گرداں کی ہمیشہ تجھے رہنا ہے جہاں	"	یاں مکاں کرتا ہے کس واسطے تعمیرِ عیش
مانندِ حباب ایک نفس میں ہے خرابی	"	اس منزلِ فانی میں ہے بنیادِ مکاں ہیچ
ہو جنس تنک مایۂ ہستی کا نہ خواہاں	"	یہ جنس یہ بازار یہ گوہر یہ دکاں ہیچ
نہیں ہے گلشنِ عالم شگفتگی کی جا	"	برنگِ غنچۂ تصویر ہے صد اندیشہ
قیام رنڈی کی جڑ سے بھی کم ہے دُنیا کو	"	کچھ اس کی اصل نہیں۔ ہے مگر فساد کی جڑ
جس نے رکھا یاں قدم تحت الثریٰ کو وہ گیا	"	کیونکہ نکلیں دیکھئے دنیا کے اس دلدل سے ہم
وہ کھیل کھیل جس سے بنے کچھ وہاں کا کھیل	"	کیا فائدہ ہے یاں کے ظفر کھیل کود میں
فرصتِ یکدم پہ اس بحرِ جہاں میں اے حباب	"	کیا ابھرتا ہے تو اتنا تیری ہستی ہے یہی
کھول کر آنکھ اپنی مثلِ حباب	عارف	کچھ نہ ہم نے بجز فنا دیکھا
خاکِ دُنیا کی سیر کی ہم نے	"	یہ تو اک یونہی خواب سا دیکھا
یہ جہاں مہمانسرا ہے جو ہے مہماں ہے یہاں	"	زندگی دو روز ہر مہمان کی مہمانی سے ہے
کہتے ہیں منزلِ دُنیا جسے گھر اس کو نہ جان	"	فکر کر خانۂ عقبیٰ کا کہ مسکن یہ ہے
منعم اس قصرِ محل کی ہے بنا ناپائدار	"	بعد تیرے کچھ یہاں تعمیر ہوگی اور ہی
جوں نقشِ قدم ملگئے یاں خاک میں لاکھوں	عزیز	رکھا نہ فلک نے تو کسی کا بھی نشاں خاک
سطحِ خاکی پہ بہت زور دکھائے لیکن	"	عاقبت کہا ہی گئی رستم و سہراب کو خاک
مہرۂ شطرنج کی صورت بساطِ دہر پر	"	مر گئے کتنے ہی اس دُنیا کی بُرد و مات میں
ہے سفر درپیش اس بستانسرا سے غنچہ وار	"	باندھ تو رختِ سفر غافل سفر سے پیشتر
چلے جائیں گے جیسے آئے ہیں ہم سب	"	رہے گا یہاں اور نہ کوئی رہا ہے	ظہیر
سراسر بے بقا بود و نمود کاخِ ہستی ہے	"	فنا ہونے کو غافل کل زمین آسمانی ہیں
جہاں کے جس قدر جھگڑے ہیں سب قصے کہانی ہیں	"	کہ گل بوٹے ریاضِ دہر کے سب نقشِ فانی ہیں
نہیں جائے اقامت رہگزارِ وادیٔ ہستی	"	مسافر میہمان منزلِ دُنیائے فانی میں
کاٹنا راہِ بقا کا غافلو دشوار ہے	"	دو قدم ہے راستہ بس ہستی کوتاہ کا	عاشق
جو سمجھے نسبت ہے یہ جملہ عالم	علی اصغر	دل اس کا درہم و برہم نہ ہوگا
دنیا سے ایک روز سفر تجھ کو ہے ضرور	"	سیدھی طرح سے چاہے تو چاہے مچل کے چل
یہ ہستی نیستی سے ہے زیادہ	"	مٹا کس کس کا یاں نام و نشاں ہے
گلچیں کو ہے نہ گل کو نہ بلبل کو ہے ثبات	"	پھر اس چمن میں کیا کوئی اپنا لگائے دل
نہیں قیام کسی کو سرائے فانی میں	"	ہر اک مسافر یاں درکار ملتا ہے
بے ثباتی سن کے دُنیا کی ادھر آنا نہ تھا	"	اس خرابہ میں بنایا ہم نے گھر کیا دیکھکر
ہوتے ہیں کیوں مقیم جہانِ خراب میں	"	کرتا ہے اس مقام کو کیوں کاروان پسند
عاشقِ بہارِ گلشنِ ایجاد دیکھ لی	"	ناپائدار پھول بہت اس چمن کے ہیں
سر بھی پھوڑے تو نہیں لذتِ دنیا کو قیام	"	جوئے فرہاد ہے موجود مگر شیر نہیں

لہ کیونکر

دنیا و فانی

ہے اک دن قبر میں جانا ہی گھر ہے ہمیشہ کو	نہ تو اتنا اچھل کر چل بھروسا کیا ہے دنیا کا	علی احمد
ہوا ہے نشۂ غفلت میں کیوں سرشار اے غافل	سنبھل کر چل سنبھل کر چل بھروسا کیا ہی دنیا کا	"
ہیں زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام	مہر گردوں ہے چراغ رہگزار بادیاں	غالب
کارگاہ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے	برق خرمن راحت خون گرم دہقاں ہے	"
آغوش گل کشودہ برائے وداع ہے	اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے	"
ہاں کہا یوں مت فریب ہستی	ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے	"
چمن دہر میں مانند گل آخر فصل	آنکھ کے کھلتے ہی بس روئے خزاں دیکھا ہے	غافل
اس سرائے دہر میں ہر دم مقام و کوچ ہے	کوئی بیٹھا ہے کوئی پا در رکاب استادہ ہے	"
جو آیا اس میں چندے رہ گیا ہے	یہ دنیا کیا کرایہ کا مکاں ہے	"
باغ جہاں میں آتے ہی مثل صبا چلے	حیرت ہمیں یہی ہے کہ کیا آئے کیا چلے	"
دنیا ہے مثل گلشن تصویر بے ثبات	دل مت لگا یہاں کے تو نقش و نگار سے	"
کیا کیا یہاں نہ تتلیں بنیں اور بگڑ گئیں	ہستی بھی اک نمونہ ہے موج حباب کا	"
کم از بازیچۂ طفلاں نہ جان اس خاکداں کو تو	بتا کیا کیا نہ یاں کیا کیا نہ لے چرخ کہن بگڑا	"
کب بھلا قابل اقامت کے ہے یہ مہانسرا	جو اسے گھر اپنا سمجھا وہ بڑا دیوانہ ہے	"
جو نہ گئے وہ جا کے رہیں گے	سب ہیں مسافر جانے والے	فانی
دولت۔ ثروت۔ عزت۔ حشمت	چھوڑ گئے سب جانے والے	"
دار فنا ہے دنیا فانی	آنیوالے ہیں جانے والے	"
اے فدا دنیا میں ہر دم اک تماشا ہی نیا	شب تجمل عالم فانی کا بے بنیاد ہے	فدا
ہرگز بہار باغ خزاں کو نہیں قیام	بیلا تھا جس چمن میں وہاں اب کریل ہے	"
محض یکتا شب تیرہ ہے قیام دنیا	صبح ہوتے ہی یہاں کوچ کا ساماں دیکھا	"
یک دم کی بود و باش ہے اور کیا کیا انتظام	سمجھا ہے تو قیام سرائے پسنج میں	"
ہیچ ترا ے فدا نظر آئی	سب یہ دنیا کی کائنات مجھے	"
سفر در پیش ہے غافل تجھے اس دار فانی سے	لگا دل کو نہ دنیا سے نہ عیش و کامرانی سے	فصیح
سرائے دہر میں مہمان فقط تو رات بھر کا ہے	کمر باندھے ہوئے تیار رہ عالم سفر کا ہے	"
حقیقت میں جگہ دنیا نہیں ہے دل لگانے کی	وفا کرتی نہیں یہ بیوفا سارے زمانے کی	"
بشر بھی پانی کا بلبلہ ہے کبھی تو پیدا کبھی فنا ہے	یہ بحر ہستی میں ہم نے دیکھا گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے	فروغ
کبھی تو جوش بہار گل ہے خروش باد خزاں کبھی ہے	فروغ نیرنگ باغ دنیا گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے	"
بہار باغ عالم بے ثبات ایسی ہے اے بلبل	گماں ہے خندۂ گل پر صدائے کوس رحلت کا	قلق
بھر جہاں میں اپنی بقا ہے حباب دار	ہے نقش آب نام ہمارے جہاز کا	"
کب ہے ثبات بحر جہان خراب کو	بیجا ہوا بھری ہے دماغ حباب میں	"
ہے رنگ بے ثباتی باغ جہاں کا ظاہر	دیکھو شگوفہ آیا لپٹا ہوا کفن میں	"
برنگ غنچہ بہار اس چمن کی سنتے تھے	پہ جوں ہی آنکھ کھلی موسم خزاں دیکھا	قائم
جائے بودن نہیں یہ بحر جہاں	خانہ بردوش رہ تو مثل حباب	"

بجز نیستی

ہمیں کیا کام دنیا سے ہمیں کیا کام دنیا کا — نامعلوم

بھی تو جانے کو نہ چاہا تھا پہ جانا پڑ گیا — "

بہت جانکاہ ہیں اس محفل رنگ و بو کے ہنگامے — "

کوئی دم کا جو مہماں ہے گزارہ کر نہیں سکتا — "

چمن ہے یوں ہی رہے گا ہزاروں بلبلیں آئیں — "

عالم سب کہاں کہاں ہم کہاں ہیں — "

میلے میں اپنا بھی نہ یوسف نہ شاہ حسن — "

زندہ ہے نام بھائی یوسف زندان و چاہ کی — "

باقی ہیں کہانیاں ہے سیر گاہ — "

گھر عالم کو دیکھ کر ہے جہاں سے جی بھر گیا — "

ہر کوئی دھر کر اٹھا ہے یہاں سے کوچ کا — "

گھر اٹھا رہا ہے جہاں سے کوچ کا — "

نیا بار اٹھانا جہاں سے کوچ کا — "

کوئی جہاں میں ہے اور نہ تھا چلن زمانہ کا — "

مثال چرخ ہے آنکھ جو کھلی تو یہ کھلا — "

مثل حباب ہے جہان خراب کی — "

نیا پیدا کہیں ہے جہان میں بھروسا نہیں — فروغ

ہمیں کیا کسی کو بھی دنیا میں بھروسا نہیں

بجز نیستی

بجز نیستی — "

ہے نہ ہے مگر

دنیائے فانی

بجز رنگ فنا کے لائق اس گلشن میں کیا دیکھے		حباب جو کے مانند ایکدم جو چشم تر کھولے
بحر جہاں میں آمد و شد جلد جلد ہو		مانند قطرہ جا تو بر نگ حباب آ
بڑھ کے اکدم سے نہیں گلشن ہستی کی بہار		اس سے تو سیر گلستان عدم ہے بہتر
ہر دم کو سمجھتے ہیں دم باز پسیں ہم		دنیا میں مسافر ہیں نہیں کوئی مکیں ہم
سیر جہاں سے ہم کو خبر ہے بھی اور نہیں		اک واہمہ سا پیش نظر ہے بھی اور نہیں
یہ چمن جائے اقامت نہیں تب تو شب ہے		غنچے گٹھری لئے بیٹھے ہیں سفر کرنے کو
جنگل میں جب سے قافلے آکر اتر رہے		یوں ہی یہ رہروان عدم جا بجا بسے
اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے		ہوش باش کہ عالم روا روی پر ہے
بے امتیازی چمن دہر کیا کہوں		اس بوستاں میں قد گل و خار ایک ہے
محفل ہستی میں جو آئے تھے یار		یہ نہیں معلوم وہ کیا ہو گئے
ہم تو چمکتے ہی ہوا ہو گئے		مثل شرر دم میں فنا ہو گئے
مل گئے خاک میں ایسے کہ نشاں تک نہ رہا		پھر کوئی خاک کرے گور غریباں پہ نگاہ
میرے رکھنے کی جگہ یہ ہستی فانی نہیں		چھوڑ کر مجھ کو گئی یہ ہستی باطل کہاں
یوں مل گئے خوبان جہاں خاک میں سارے		وہ صورتیں گویا کبھی پیدا نہ ہوئی تھیں
کبھی بہار کبھی ہے خزاں زمانے میں		ہمیشہ کون رہا ہے جواں زمانے میں
دنیا میں ہم رہے بھی تو کم فرصتی کے ساتھ		جیسے سرا میں رہتا ہے انسان شب کی شب
بحر جہاں میں رہنے کی تا دیر کیا خوشی		صد سالہ زندگی بھی ہے وقفہ حباب کا
نظر آتا ہے کہ اک روز میں اس گلشن سے		خاک اڑاتا ہوا مانند صبا جاؤں گا
باقی نہ مصحفی کا رہا خاک بھی نشاں	۲۲۱	نقش قدم کی طرح زمانہ سے اٹھ گیا
کیا اعتمادیاں کی عمارت کا ہے کہ یاں		خورشید زندگی سر دیوار ہی رہا
ہستی کا حساب کچھ نہ نکلا		جز عالم خواب کچھ نہ نکلا
نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا		مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے
عجب کیا چھٹا روح سے جامۂ تن		لٹے راہ میں کارواں کیسے کیسے
اے مصحفی آئے تھے احباب سنور کر جو		اس محفل ہستی میں افسوس کہ کم بیٹھے
سینکڑوں صحبتیں پوشیدہ ہوئی ہیں خاک		کوئی کیا جانے کہ اس پردہ میں کیا صحبت ہے
پوچھ کچھ صفحۂ ہستی پہ نہ انسان کا حال		ہے عجب نقش کہ بس آپ مٹا جاتا ہے
راہ عدم میں خاک ہوے یا فنا ہوئے		یاران رفتہ آہ خدا جانے کیا ہوئے
ہوتا ہے باد صبح کا تیار قافلہ		ہم بھی تو چلنے والے ہیں کیوں اضطراب ہے
سارے فانی ہی کوچ کی جا ہر ایک کو فکر و مبدم ہے		رہا سکندر یہاں نہ دارا نہ ہی فریدون یہاں نہ جم ہے
عشرتیں و نشاط و عشرت یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے		ملال رنج و غم و مصیبت یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے
کچھ نہ اس عالم فانی کا رہیگا باقی		قبر پختہ کا بنانا بھی بڑی خامی ہے
ہے نقش بر آب شکل ہستی		یہ نشو و نما حباب کیا ہے
یہ دنیا ہی سرا کوئی زیادہ پانچ دن سے یاں		یہ ٹھہرا ہی نہ ٹھہریگا نہ تم ہوں گے نہ ہم ہونگے

لائق مصحفی

کیوں عمر عبث تونے کھوئی کچھ کر لے اب بھی خدا جوئی
تہ کر تہ کر بستر اپنا باندھو آٹھ کر رخت سفر اپنا
وہ پیک اجل کا آتا ہے اور ساتھ تجھے لیجاتا ہے
جتنا یہ مال و خزانہ ہے اور تونے اپنا مانا ہے
دنیا کو نہ کہہ تو میری ہے غافل دنیا کب تیری ہے
کیوں مہر یہ عالم نسیاں کا دیتا ہے سود انقصاں کا
ہیچ ہے چھوڑ جانا جمع کیا کرتا ہے اے غافل
دنیا نہیں ہے خواب ہے ہر نقش نقش آب ہے
ہے روزگار آپ ہی ناپائدار جب
صدا ہے تہر کی دنیا جسے کہتے ہیں فانی ہے
بحر بے پایان ہستی میں ذرا مثل حباب
جہاں گزراں ہے اور جو چیز ہے اسمیں وہ گزراں ہے
کہلی ہے بے ثباتی ہستی موہوم کی جسپر
جہان پنجروزہ جا نہیں ہے استقامت کی
جہاں گزراں ہے اور جو چیز ہے اسمیں وہ گزراں ہے
جہاں کی بے ثباتی تجربہ میں روز آتی ہے
گزارا جس طرح سے ہو سکے کر لے یہاں نادان
کیوں پھنس رہا ہے رغبت و نفرت کے دام میں
دنیا ہے ہیچ اس کا ہے سب کاروبار ہیچ
منتظر بدلتے رہتے ہیں ہر لحظہ مثل خواب
گزران جہان ہے یاں ہے ہر اک شئے گزشتنی
جہان ہے بے ثبات اسباب یہ کب تک ہم ہونگے
جہاں گزراں ہے گزراں چیز میں دل بستگی کیسی
عبث ہیں حسرتیں نیائے دوں کی ایکدن آخر
بحر دنیا میں حباب آسا کسی نے دم کے دم
تہر دنیا پنجروزہ میں نہ کر دل بستگی
عالم تمثال میں رکھا ہے کیا کچھ بھی نہیں
جہاں گذراں ہے اور اس کا طلسمی کارخانہ ہے
ہوا ہے کس کا پہلے اور اب کس کا زمانہ ہے
فنا کے گھر میں بقا کی امید ہے بے سود
جہان گذراں ہے جائے عبرت کبھی نہیں سکی ایک حالت
نہ یار دنیا ہوئی جواں کی نہ طفل اور پیر ناتواں کی
عبث ہی نام اور عبث ہے شہرت بقا کی یہیں نہیں ہے صورت

میں کہتا ہوں تجھ سے یاں کوئی نہ رہا نہ رہا ہا ہا مہر
دنیا کی سرا کو گھر اپنا تو نے ہے غلط سمجھا بابا "
سب جیتے جی کا ناتا ہی پھر کون یہاں تیرا بابا "
سب چھوڑ کے یاں سے جانا ہی کرتا ہی اکٹھا کیا بابا "
سائیں کی جیسی پھیری ہے پھرتا ہے تو اس جا بابا "
ہے ذوق تجھے تو عرفاں کا تجھکو دنیا کیا بابا "
نتیجہ محض بے برگی ہے سارے ساز و ساماں کا "
یاں ہیں کچھ شئے ہوں تو حاضر ہے وہ ناظر ہے وہ "
کیونکر نہ ہو ترا گلہ روزگار ہیچ "
جو دیکھا غور سے خواب شبینہ زندگانی ہے "
جب کھلی چشم حقیقت اپنی تھا کچھ بھی نہیں "
تجھے اس بات کی لیکن ذرا پروا نہیں ہوتی "
اسے فرصت برائے خندۂ بے جا نہیں ہوتی "
عدم کے جانیوالوں کو ہے عجلت کس قیامت کی "
کیا اس فکر نے لیکن نہ تیرے دل میں گھر کچھ بھی "
مگر ہوتا نہیں تیری طبیعت پر اثر کچھ بھی "
سرائے پنجروزہ جا نہیں ہے استقامت کی "
یاں ناگوار ہیچ ہے اور خوش گوار ہیچ "
یہ نقش آب تہر ہے انجام کار ہیچ "
ہے گلشن جہاں میں خزاں و بہار ہیچ "
دریا و شہر و بحر و بر و کوہسار ہیچ "
اجل چپ آئیگی خوشیاں نہ یاں رہینگی نہ غم ہونگے "
قیام اے دوست یاں کس کا نہ تم ہونگے نہ ہم ہونگے "
چلے جب چھوڑ کر دنیا نہ تم ہونگے نہ ہم ہونگے "
کیا ہوا گر باندھ لی اپنی ہوا کچھ بھی نہیں "
تجھ سے سچ کہتا ہوں یہ مہمانسرا کچھ بھی نہیں "
جز تصور یہ طلسم امکان کا کچھ بھی نہیں "
یہاں آیا ہے جو اکدن اسے دنیا سے جانا ہی "
یہاں ہے روئے رفتن سب کا اسکو سب نے مانا ہے "
یہ خاکدان نہیں آرام جاوداں کے لئے "
ابھی ہی کچھ اور دم میں کچھ ہی یہاں کا عالم طلسم کا ہے "
نہ عورتوں سے اسے تعلق نہ اسکو مردوں سے واسطہ ہے "
رہیگا نام خدا ہی باقی یہاں ہر اک چیز کو فنا ہے "

سلمان ادیب

دنیا کی فانی

ہمہ در ہمہ میں ہمہ سے ہمہ ہمہ ہمہ ہمہ ہمہ ہمہ

دنیا و فانی

مکان اونچے اگر بنائے کھڑے رہینگے وہ سر اٹھائے — مہر
نہ تم اقارب پہ ناز کرنا نہ کچھ محبوں کا دم ہی بھرنا — "
نہ کام آئیگا مال و دولت نہ کام آئیگا مال و شہرت — "
تمہیں ہے دنیا کا فکر ہر دم تمہیں ہے دنیا کا رنج ہر دم — "
تم اٹھگئے جب یہاں سے یارو تو اے مرے یار سچ و ستمدارو — "
کبھی نہ دنیا سے دل لگانا نہیں ہے دنیا بری بلا ہے — "
کبھی یہ اسکی کبھی یہ اسکی جو غور کیجے تو کب ہے کسکی — مہر
نہ بادشاہوں کو ہی رہائی نہ مخلصی بیکسوں نے پائی — "
کیا اگر جمع ساز و ساماں ہوگئے تم اور بھی پریشاں — "
ہوئی جو حاصل بھی تمکو قدرت تو اسمیں کچھ بھی نہیں ہے نذرت — "
گئے فراہم اگر خزینے یہیں رہینگے وہ سب دفینے — "
کیا اگر جمع لاؤ لشکر چلوگے اس کو نہ ساتھ لے کر — "
جہانکی دیکھی ہے بے ثباتی مگر نہیں اسکی چاہ جاتی — "
دنیا فنا کا گھر ہے کوئی ہنس کے یاں مرا — "
کیا بھروں مادمنی کا دم خدایا دہر میں — "
بے سود ہے کبر ہیچ سب پستی ہے — "
دنیا میں ہے انسان حباب لب جو — "
جو آئے یہاں بسکہ تھے فانی نہ رہے — "
اے مہر ہماری تو حقیقت کیا ہے — "
اے ہم سفر قافلۂ ملک فنا — "
طاق ایوان جم پہ کندہ تھے یہ حرف — "
کیوں رہتا ہے تجھ کو فکر تعمیر مکاں — "
دنیا کی سرا میں پانچ دن کا ہے قیام — "
دنیا کی سرا میں پانچ دن کا ہے قیام — "
کیا سر پہ مکاں اٹھا کے لیجائیگا — "
ٹھہرا ہے کیوں دم سے کہدو کہ نکل — "
دیکھی ہم نے رواروی دنیا میں — "
دنیا اک کاروان سرا ہے اے دل — "
جب صبح ہوئی یاں سے چلا جاتا ہے — "
لکھ رکھ اے مہر بات حکمت کی ہے — "
آثار صنادید سے آتی ہے صدا — "
ہیچ دنیا ہے ہیچ بود اس کی — "
اس کے نقشے ہیں خواب کے سے تمام — "

ملیگی دو گز زمین آخر بس اتنا حصہ ہر ایک کا ہے — مہر
یہ تالب گور ساتھ ہیں سب آگے کوئی کبھی گیا ہے — "
تمہیں ہے کچھ فکر بھی عزیزو کہ ایکدن تم ہوا و قضا ہے — "
مگر تمہارا خیال دنیا کو پہلے تھا اور نہ اب ہوا ہے — "
نہ ہوگا دنیا کو رنج کچھ بھی کہ چھوٹکر کون یہ چلا ہے — "
کبھی نہ دھوکے میں اس کے آنا نہیں ہے دنیا بری بلا ہے — "
نہ یہ ہماری نہ یہ تمہاری نہ یہ کسی کی بھی آشنا ہے — "
غرض خدائی ہے محو حیرت عجیب اور طرفہ ماجرا ہے — "
سوائے اعمال ساتھ یاں سے کسی کے کچھ بھی نہیں گیا ہے — "
یہاں سکندر رہا نہ دارا تمہارا دعویٰ تو چیز کیا ہے — "
چلوگے جسدم خالی ہاتھوں نہ کوئی جانیگا پاس کیا ہے — "
جہانمیں تنہا ہر ایک آیا یہاں سے تنہا ہر اک گیا ہے — "
یہاں ہے سولی پہ نیند آتی کوئی ہے ہاں جگا دے مجھکو — "
اور دم کسی کا رنج و محن سے نکل گیا — "
ہے یہاں جو کچھ وہ تیرا ہے مرا کچھ بھی نہیں — "
سر مہر ابھارتے ہی یہاں پستی ہے — "
بس آنکھ کھلی کہ کالعدم ہستی ہے — "
دنیا ہے چیز آنی جانی نہ رہے — "
وہ یانی نہ رہے جہانمیں گیانی نہ رہے — "
مت بھول کہ کاروانسرا ہے دنیا — "
یاں کوئی رہے گا نہ کبھی کوئی رہا — "
بنوالیا بھی تو چھوڑ جانا ہے یہاں — "
کرنے جس طرح ہو گزارا نادان — "
سودائے عمارت ہے سودائے خام — "
جب آئے گا اے مہر اجل کا پیغام — "
میں بھی چلتا ہوں مہر اور تو بھی چل — "
تیرا ہے کوچ آج میرا ہے کل — "
یاں رات کی رات ٹھہرنا ہے غافل — "
اتنا سا قیام اور فکر منزل فاصل — "
دنیائے دنی جا نہ اقامت کی ہے — "
یہ کچی بنیاد ہر عمارت کی ہے — "
چشم ظاہر میں ہے نمود اس کی — "
جن کو ہرگز نہیں بقائے دوام — "

تار و پود ہستیٔ موہوم تھا بے اعتبار	ایسے گورکھ دھندے سے کتک تو نگر کھیلتے	میر
دل میں صفا صفا میں فنا تھی تمام عمر	موتی میں آب آب رواں میں حباب تھا	"
اے گلو حسن چند روزہ ہے	پھر تو یہ رنگ و پ سب ہے خاک	محب
ہر قدم پر ہے فنا ہر گام پر ہستی یہی	پانوں پھر کیوں جانب راہ عدم اٹھتا نہیں	"
قبضہ میں جہاں بھی ہو تو رہتا نہیں دائم	دارا ہے کہاں اور سکندر ہے کدھر آج	"
کہاں وہ باغ ہیں جن میں ہجوم بلبل و گل تھا	نہ گل کا ہے نشاں باقی نہ بلبل کے نشیمن کا	"
ہر مکاں کے واسطے اک دن خرابی ہے ضرور	کیا کرے کوئی حفاظت ان قدیم آثار کی	"
باغ ہستی میں بسیرا کوئی دن ہے بلبلو	چاہیئے دو تین تنکے آشیانے کے لئے	"
بحر فنا میں ڈوبے ابھرا نہ ایک بھی	منجدھار میں جو ناؤ ہماری الٹ گئی	"
باغباں سست۔ ہوا گرم میسر نہیں آب	سب یہ آثار ہیں اس باغ کے مرجھانے کے	"
زمیں سے اگتے ہی ہوتا ہے خشک ہر پودا	زمیں کا۔ آب و ہوا کا۔ یہ اثر کس کا ہے	"
سب سے نظر کا فریب اصل میں یاں کچھ نہیں	سامنے اپنے سراب دیکھیئے کب تک رہے	"
کوس رحلت بج رہا ہے وقت رخصت ہے قریب	بلبلیں ہیں ہم بغل گل ہے بصد آہ و بکا	"
جو شہر نامور تھے یارب کہاں گئے وہ	آباد کم رہا ہے یاں کوئی خانوادہ	میسر
دیوار و در بڑے تھے جہاں ان نشاں نہیں	یاں خانوادوں کے رہیں آثار تک تلک	"
وے زور و رجواں جنھیں کہیے پہاڑ تھے	جب آئی موج حادثہ تنکے سے بہ گئے	"
اس بحر میں مٹا شکل حباب ہر دم	ابھرا رہے ہمیشہ نقش بر آب کیونکر	"
پائے ثبات نہ دم بھر ٹھہرا اس میدان میں رستم کا	باغ ہستی کیا عالم تھا غم دنیا و دیں کا نہ تھا	"
فرصت ہے کم یاں رہنے کی بات نہیں کچھ کہنے کی	آنکھیں کھول کے کان جو کھولو بزم جہاں افسانہ ہے	"
شور جرس شبگیر کا غافل تیاری کا تکیہ ہے	یعنی آنکھ نہ لگنے پاوے قافلہ صبح کو چلتا ہے	"
کیا چلے جاتے ہیں جہاں سے لوگ	مگر آئے تھے میہمان سے لوگ	"
یاں حادثہ سے پاؤں کے ہر اک شجر بجر	کیسا ہی پائدار تھا آخر اکھڑ گیا	"
ضعیف و قوی دونوں رہتے نہیں	نہ یاں زال ٹھہرا نہ رستم رہا	"
نہ ٹک واشہر ہوئی دلکی نہ جی کی لاگ کچھ پائے	رہے دس دن جو اپنی عمر کے یاں ہم سو مہماں تھے	"
مجلسوں کی مجلسیں برہم ہوئیں	لوگ وے پل مارتے کیدھر گئے	"
شتابی گئی اس روش فصل گل	کہ جو رفتگی ہو جوانی کے ساتھ	"
پھرتی ہے ساتھ اپنے لگی متصل فنا	آب رواں سے ہم ہوئے نابود ہر جگہ	"
اس تنگنائے دہر میں تنگی نفس نے کی	جوں صبح ایکدم ہی رہے ہم جو یاں رہے	"
دنیا میں ہے بسیرا یارو سرائے کا سا	یہ رہروان ہستی عازم ہیں سب سفر کے	"
ہائے کس حسرت سے شبنم نے سحر رو کر کہا	خوش رہو اے ساکنان باغ ہم تو اب چلے	"
کیا رنگ و بو و باد سحر سب ہیں گرم راہ	کیا ہے جو اس چمن میں ہے ایسی چلا چلی	"
میر چلنے سے کیوں ہو تم غافل	سب کے یہاں ہو رہی ہے تیاری	"
زیست ایک ماندگی کا وقفہ ہے	یعنی آگے چلیں گے دم لے کر	"

دنیا کے فانی

اس کارواں سرائے میں کیا میر رہ سکیں
یاں کا روانہ ہے جو ہے شام و سحر چلا
یاں سکوت صبح تو خنداں ہے شام گریہ ناک
جہاں سے تو خنداں آئی ہے جانب راہ عدم
جہاں منزل نہیں ہے جنبش بے جا کوئی
کارواں ہے یہ جہاں میں نہیں رہتا کوئی
جب کہ یاں ہے یہ تکلف کہ ہے ہر شے کی تیاری
کارواں ہے یہ جہاں میں نہیں رہتا کوئی
ہے سکندر و دارا کا گھر
ملک
یہ ہے ہر ایک مسافر کی منزل
کس کو بود و ماند ہے یہ دیر کی طرح
کچھ ہوا میں اور ہے یہ ہوا کی طرح
کچھ ہوا میں فائدہ نہیں ہے اس جگہ ٹھہرنے کا
جا بیٹھ کر ہے یہ دیر کی طرح
ایک کیفیت ہے یہ دیر کی طرح
اس کارواں سرائے میں ہے کون جو نہ یاں
رہنا نہیں ہے یاں کسی کو ہمیشہ یاں
شہر خاک میں ہے جا بجا
ہے خاک میں ہے جا بجا
ہے خاک میں ہے جا بجا
ہے

دنیا بے ثباتی

قدم کیا خاک اٹھے راہ ہستی دو روزہ میں	ناسخ	لحد منہ کھولے کہتی ہے کہ آ میں پہلی منزل ہوں
کیا ٹھہرتے اس رواروی سے سرائے دہر میں		ایک شب کاٹی فقط ہم نے مسافر کی طرح
سرائے دہر میں کیا چین پائیں		ہمیشہ کھیلتی سر پر قضا ہے
رواروسے جہاں کے چین اکدم کو نہیں حاصل	"	کمر باندھے ہے کہڑا ہوں کب عدم کو قافلہ نکلے
شب کی شب ٹھہرے غریبان عدم		صبحدم مانند شبنم چل دئے
دار فانی کی رواروپہ اگر غور کیا		میزباں اپنے ہی مہمانوں کا مہماں ہوگا
اٹھ چکے ہیں مسافران عدم		جا رہے ہیں سرائے دنیا چھوڑ
مزہ کب اُن کو حاصل ہوئے عمر جاودانی کا		کہ جنکے دل میں نقش جم گیا ہے دار فانی کا
ہے وہ عارف جو دولت دنیا		دیکھ لے اور غلط نما جانے
ہیں جو مشغول عمارات رفیع و محکم		کیا قیام اپنا یہیں اہل فنا جانتے ہیں
فرد باطل سمجھ کے دنیا کو		نقش ہستی مٹائے بیٹھے ہیں
دار فانی میں نہ کر فکر قیام اے ناداں		گزر سیل ہے یاں گھر نہ بنانا ہرگز
جب کہ فانی جہان ہے تو پھر		یہ عبث اس کا کارخانہ عبث
دار فانی میں کیا ہو خاطر جمع		خود پریشان ہے یہ خواب بہت
جو کہ اس دنیا میں آئے سب گئے تحت الثری		ہے خبر دارا سکندر جم نہ اسفندار کی
نہ دولت کام آئے گی نہ اس دنیا سے کچھ حاصل		اگر تم سوچکر دیکھو یہ سب کو چھوڑ جانا ہے
ہم کہتے ہیں دنیا کو یہ ہے دار فنا ہیچ		قائم نہیں دائم نہیں ہے اسکی بقا ہیچ
عجب اس گلشن ہستی میں رنگ بے ثباتی ہے		بہار آئی ادھر نکلی ادھر شکل خزاں ہوکر
بے ثباتی میں اگر کچھ شک ہے دنیا کی تو دیکھ		قصہ اصحاب کہف اور حال دقیانوس کا
فنا ہو جاتے ہیں اک آن میں سیل حوادث سے		حبابوں کی طرح جو جوش مستی میں ابھرتے ہیں
یہ جہاں ہے کشتی بحر فنا		بیٹھے ہیں لیکن چلے جاتے ہیں ہم
مٹتا ہے دم میں صفحہ ہستی سے نام بھی		کھدوا رہے ہیں قبر میں تم کیا خطاب کو
خانہ دنیا دلاں گویا کہ ان خانہ ہے		ہو گیا جن کا گزر اسمیں گئے وہ تیر سے
بہار گلشن ایجاد کو اک روز جانا ہے		جہاں تا رنفس ٹوٹا گیا میدان ہستی سے
اس باغ میں ثبات ہے گل کو نہ خار کو		اسفل رہے جہاں میں نہ عالی نسب رہے
ارمغان داغ سودا لے چلے سوئے وطن		دو دن اس وحشت سرا میں ہم بھی مہماں ہو گئے
بے ثباتی جو ہوئی عالم کی ثابت اے فلک		آفتاب اپنی نظر میں اک شرارا ہو گیا
کارواں باد بہاری کارواں ہو جائیگا		ایک دن یہ باغ پامال خزاں ہو جائیگا
گردوں برنگ دود ہوا بے ثبات ہے		پاتا ہوں ہر ستارے میں عالم شرار کا
شکر و شکوہ ہے مورہ جائیگا اے ناسخ یہیں		دوست دشمن کا وجود اکدن عدم ہو جائیگا
ایسی ہستی سے سو درجہ عدم ہی خوب تھا		یاد صحرا مجھ کو آیا کنج زنداں دیکھکر
جو ہوا دنیا میں پیدا فی الحقیقۃ مر گیا		آدمی کو جامۂ ہستی کفن سے کم نہیں
اس چمن میں ہے برنگ گل بقائے آفتاب		بے ثباتی میں ستارے یاسمن سے کم نہیں

ہوس چیدہ اخ

ہے سب اسباب دنیا کا فضول فراہم کرنا کروں
چھوڑ جاؤنگا میں سارے عالم کو دون آباد
اس خرابے میں نہیں ہے کوئی دم خالی
آج معمور جو ہیں ہونگے وہ کل گورخالی
تنگی عالم امکاں کی یہ قاطع ہے دلیل
آئے دو چار جو اس میں سے چلے جاتے ہیں لوگ
دیکھ ہر ذرہ ہے خورشید جہاں تاب یہاں
دہر گویا ہے بہر ذرہ میں بیتاب یہاں
کیوں نہ ہو عبرت ہے دنیا میں گھر کرنا
دیر فانی میں گھر کی تعمیر نہیں کرتا
عبث اس کارخانہ کی کیفیت دریا
جہان ہر جا ہے بحر موج ہر ذرہ میں ہے دریا
عجب اس بحر فنا کا ہے یہ دستور قدیم
ہیں ہزاروں میں یہاں بلبلے پیدا و عدم
بلبلے حیف ہیں اس بحر فنا میں ناچیز
کہ جو پیدا ہوئے اور ہو گئے پنہاں فی الفور
اعتماد اصلا نہیں اس خانہ کو ہستی کا
اٹھ گیا دنیا سے خاتم کو سلیماں چھوڑ کر
نیستی ہستی کا ہے ہستی سے پیدا رنگ دیکھ
ہے حباب آسا ہوا ہر ذرہ عالم پر عیاں
جھلکتی ہے جو ہستی کی ہوا میں ہر طرف
ہے سراب دشت امکاں کا یہ سب منظر عیاں
اس خرابے میں بنا کی ہے جسنے ویراں دیکھکر
دیکھ ہر ذرہ پر نسخ نشان خیبر

ہوں چراغ اس بزم کا ناسخ کہ جسمیں لاکھ بار	پتلیوں کا عالم ہستی تماشا کر گیا	ناسخ
یہ رمز ہے کہ جائے سکونت جہاں نہیں	گردش میں کب ہے آٹھ پہر آسماں عبث	〃
بس دلا صورت ہستی کو کوئی دم ہے ثبات	یہ جہاں آئینہ ہے کاغذ تصویر نہیں	〃
بزم عشرت میں ہیں طبلے غافلو طبل رحیل	یہ مجیروں کی صدا بانگ درا سے کم نہیں	〃
ہے دلا کس کو دوام اس گردش افلاک میں	خاک کے پتلے ہزاروں مل گئے ہیں خاک میں	〃
اسفل و اعلیٰ جو ہیں مل جائینگے سب خاک میں	آسماں اس رتبہ عالی پہ زیر خاک ہے	〃
ملک و دریا رہ گئے اکثر ہوئے دونوں تباہ	ایک سا عالم نظر آیا حباب و تاج کا	〃
دنیا سرا ایسی نہیں آکر جہاں رہ جائیے	بس شب کی شب آئے ہے اور پھر گجر دم چل بسے	نیاز
گلشن ہستی نہیں جائے شگفتن اے صبا	دیکھ جو غنچہ گیا یاں کل ٹھکانے لگ گیا	نصیر
مثل نقش پا یہاں ممکن نہیں ہے بیٹھنا	اے مسافر اٹھ کہیں اور دوش سے بستر لگا	〃
جلد آکہ روح تن سے عزم سفر رکھے[1] ہے	رہنے کا کیا بھروسا اس گھر کے میہماں کا	〃
کیا خاک جائے عیش ہے دنیا کہ جوں[2] حنا	دیکھا جسے برنگ دگرہاتھ مل گیا	〃
بحر جہاں ہے دیدہ و دانستہ جوں حباب	باچشم تر گزر جو کیا ہم نے کیا کیا	〃
دنیا میں غرض ہیچ ہے یہ زندگی اپنی	جو ہم نے سراغ رہ مقصود نہ پایا	〃
کوئی دم تو اور شرط سیر ہستی کر حباب	کوچ کا کیوں ساتھ اپنے خیمہ تو لیکر اٹھا	〃
آہ کچھ ہم کو نہ تھی فرصت یکدم کی خبر	اے حباب لب جو تو نے یہ عقدہ کھولا	〃
بحر جہاں میں فرصت یک دم نہیں حباب	دل کی شکستگی کا جو کیجے بیاں درست	〃
اک دم کی ہے بنیاد حباب لب دریا	ہیہات کہ ہستی کی ہے تعمیر سردست	〃
ہنسے ہے اس لئے اس ہستی موہوم پر اپنی	کہ سیر عالم فانی کی رکھتا ہے طلب اخگر	〃
سچ ہے کہ وہ عذاب سے دنیا کے چھٹ گیا	ہستی سے جو عدم کو گیا انتقال کر	〃
طرفۃ العین کھلا تجھ سے یہ عقدہ کہ جناب	راہ ملک عدم اتنی نہیں کچھ دور دراز	〃
ہو چکی باغ میں بہار افسوس	آہ اے بلبلو ہزار افسوس	〃
حباب کا دم ہستی سے ہووے[3] کیا اخلاص	فنا سے رکھتے ہیں کب بائل بقا اخلاص	〃
شمع پروانہ سے کہتی تھی یہ انگشت اٹھا	صبح کو میں ہوں نہ تو یاد رہے رات کی بات	〃
نہیں ہے فکر زاد راہ کچھ یاران محفل کو	یہ اس مہمانسرا میں رہ کے صاحب خانہ ہو بیٹھے	〃
دل بستگی دل ہے عبث باغ جہاں سے	عقدہ یہ کھلا اب ہمیں غنچہ کی زباں سے	〃
خریدوں کوئی یا کہ بہرام ہو گا	ولے گور سے عاقبت کام ہو گا	〃
ہوا پر ہے یہ بنیاد مسافر خانہ ہستی	نہ ٹھہرا ہے کوئی یاں اے دل مضطر نہ ٹھہریگا	〃
طرفۃ العین کیا پیش نظر تو نے حباب	عقدۂ زندگی و مرگ کو حل دنیا میں	〃
بہار و خزاں کو بقا کچھ نہیں	ہے سب کچھ یہاں پر سدا کچھ نہیں	〃
دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے	ہر ذی حیات کو یہاں آخر ممات ہے	نذیر
کسطرح آرام سے بیٹھیں کہ بعد از چند روز	پیش ہے ہم کو سفر اک منزل دشوار کا	نسیم
دار فانی مقام لغزش ہے	کوئی اپنا قدم جما نہ سکا	〃

دنیا

[1] رکھتی ہے ۱۲ [2] مثل ۱۲ [3] ہو ۱۲، ۵ نہ ۱۲

دنیا بے وفائی

دنیا میں نہ کوئی خاص نہ کوئی عام رہیگا — نے صاحب مقدور نہ ناکام رہے گا — نظیر
یا سکھ میں یا دکھ میں عمر فرض جان سے گزر جانا ہی یاں — یاں چار دن کی زندگی آخر کو مر جانا یہاں — "
بسکہ سیلاب فنا دار محن ثابت ہوا — بلبلہ پانی کا یہ چرخ کہن ثابت ہوا — نظم
قسمت میں دہر میں لکھی ہوئی ہے ویرانی — میں نے ہر خاک کے ذرہ میں بیابان دیکھا — "
منزل دنیا میں مسافر جو شام — آکے رہا صبح سفر کر گیا — وقار
بحر ہستی میں رہے شکل حباب — ہر نفس تا راج فرصت ہو گیا — "
آنا رواروی میں پس و پیش ہے لگا — جائیگا کوئی آج اگر کوئی کل گیا — "
عناصر زیر تربت جا کے آپس میں جدا ہونگے — بہروسا کیا جہاں میں چار دن کی زندگانی کا — واسطی
دم بھر کا ہے قیام یہاں صورت حباب — بحر جہاں میں کوئی رہا بھی تو کیا رہا — "
ہو گئی آنکھوں کی روشن بے ثباتی دہر کی — جو حباب آیا نظر ان کو وہ جام جسم ہوا — "
بحر عالم میں نہ دیکھا کبھی عالم کو ثبات — بلبلہ تھا جو یہ پانی کا اٹھا بیٹھ گیا — "
دار فانی میں کہاں مثل شرر ہم کو ثبات — آنکھ کھلتے ہی گزر جائینگے اس محفل سے ہم — "
ٹھہرنا چار دن بھی بحر عالم میں ہوا مشکل — برنگ بوئے گل ہم اب چمن سے جانیوالے ہیں — "
محیط دہر میں کیا رہرو ملک فنا ٹھہرے — حباب آسا کوئی ساعت جو ٹھہرے بھی تو کیا ٹھہرے — "
دیدۂ غور سے دیکھا تو یہاں کچھ بھی نہیں — نیست ہے نیست ہے ہستی کا نشاں کچھ بھی نہیں — "
کہاں قیام ہے کیسی مقام کی صورت — سرائے دہر میں دو دن کے میہماں ہیں ہم — "
دنیا کو کچھ ثبات نہیں مثل نقش آب — چشم فنا سے دیکھہ کہ دریا حباب ہے — وزیر
چھانتا ہے خاک تو کیا گھر بنانے کے لئے — فکر رہنے کی نہ کر آیا ہے جانے کے لئے — "

دور آبادی

جو رگردوں سے ہی اگر خلق گریزاں ہمدم — جس کو دیکھوں ہوں نمیں وہ سوئے عدم بھاگے ہی — ہمدم
نقش بر آب زیست نظر آئے جب کہ ہم — اس بحر سے حباب نمط چھوڑ دم اٹھے — "
بر سر کوچ ہے عالم ہوا اس سے معلوم — ہفت افلاک کی ہے یہ جو گری پال پہ پال — "
قسمت دنیا سے گو آمادہ ہے خوان فلک — کیا ہوں لذت یاب کوئی دم کے ہیں مہمان ہم — "
جو یہاں آیا ہے ہمدم آخر اس کو ہے فنا — بحر عالم کے ہیں سب جاتے ہیں پتلے گل کے گل — "
حیف دنیا کو جو میں رہنے کا مسکن سمجھا — یہ اترنے کی سرا تھی دم مردن سمجھا — "
ہے رنگ و بوئے گل تو فانی لگا نہ دل کو — باغ جہان بچشم بینا نہیں خوش آتا — "
ہے بے ثبات جہاں اسمیں کر نہ فکر مکاں — بیٹے کی طرح گزارا اپنی کاہ کے گھر میں — "

عشق

جو کہ دنیا میں ہے آیا وہ عدم ہے ہمدم — دمبدم موت کا پیغام ہے ہم کو تم کو — "
پائداری نہیں اس بحر جہاں میں ہرگز — اے حباب اپنا عبث باندھے ہے گھر پانی میں — "
کون آیا ہے سدا رہنے کو یاں اے ہمدم — چل بسے یار جو ہیں وہ بھی ہیں جانیوالے — "
ہے ایسا گلخن دنیا میں اپنا جلوۂ ہستی — چمک دکھلا بیک چشمک نہ دن ہو جوں شرر غائب — "
ہمیں جوں شرر ہے مہلت یہاں ایکدم غنیمت — جو ٹک آنکھہ کھول دیکھیں یہی جانیں ہم غنیمت — "
تو ڈھونڈھے ہے یہاں دل غافل یہاں کدھر میرا — کہ رہنے کو یہ جہاں کا نہیں ہے گھر میرا ث — "
سرائے دہر فانی میں ہمیشہ کس کو رہنا ہے — اسے نادان کہہ محکم جو بے ادراک گھر باندھے — "

لہ دیکھتا ہوں ۱۲

جاؤ گے یاں سے وہاں چاہیے کچھ یاں کا پاس	اکبر	آئے ہو واں سے یہاں چاہیے کچھ واں کا لحاظ
آغاز سے زیادہ ہے انجام کا خیال	تسلیم	پیری کی آرزو ہے زمان شباب میں
بڑھ چل قدم اٹھا کر دشت جہاں سے ایدل	تعشق	سنتے ہیں سو طرح کے اس رہگزر میں کھٹکے
نقل کو پہچانتے ہیں اصل سے بنیاد میں	جویا	قالب خاکی جو پایا قبر ہم نے یاد کی
سفر درپیش ہے اٹھئے کمر کو باندھئے حضرت	حیرت	اگر دو چار دم ٹھہرے بھی جویا تم تو کیا ٹھہرے
روتی ہے شبنم چمن میں کس لئے اے باغباں		کیا خزاں بھی گل کے ہمراہ رکاب آنیکو ہے
ہوتا ہے ارادہ سفر ملک عدم کا		جب دیکھتے ہیں ابلق ایام کی صورت
عیش و عشرت میں مجھے رنج و محن یاد آیا	دلاور	جوڑا شادی کا جو پہنا تو کفن یاد آیا
کہے ایک جب سن لے انسان دو	ذوق	کہ حق نے زبان ایک دی کان دو
واں کوئی دوست نہ ہو یگانہ ہمدم اپنا		اپنے اعمال پر اس وقت میں رونا ہوگا
کھودی بنیاد مکاں کی تو لحد یاد آئی	سید	قطع پوشاک کرائی تو کفن یاد آیا
جس کو دنیا میں ہے کچھ فکر مآل اندیشی	سعید	اے سخن اس کو پھر اندیشۂ فردا کیسا
کام وہ کیجے کہ آخر کو پشیمانی نہ ہو	سخن	سوچ لینا خوب ہے آغاز میں انجام کا
اپنی ہستی پہ نہ آئے مجھے رونا کیونکر		جب فنا سامنے خورشید کے شبنم ہو جائے
غریق بحر ہشیاری کو ہر دم فکر ساماں ہو	سفیر	کبھی یاں کشتی مے پر نہ ہم نے بادباں دیکھا
ہر بات میں جاہل کی طرح کب ہیں الجھتے	شہیدی	دانا تو بہم کرتے ہیں تدبیر سے تدبیر
ہے مآل کار کا اندیشہ اب ہر دم مجھے	شاداں	بس یہی غم ہے نہیں ہے اور کوئی غم مجھے
خرچ زائد اور آمد کم یہ نادانی ہے شوق	شائق	اہل دانش پاؤں پھیلاتے ہیں چادر دیکھکر
کیا وہ دنیا کہ ضرر جس میں ہو عقبیٰ کا شہید	شوق	وہ نہ کر کام ہو جس کام کا انجام قبیح
خودنمائی خود پسندی کو ہے رہبر آئینہ	شہید	مرد آخر بیں کو ہے قبر سکندر آئینہ
مثل یہ اے ظفر ہے نکلی ہونٹوں اور چڑھی کوٹھوں	صابر	نہیں کہنے کی جو بات اسکا کہنا کچھ نہیں اچھا
کام کا ہے کو وہ کرے انسان	ظفر	اپنے نزدیک جو برا جانے
جو کوئی ہنسنے پہ روتا ہے بہت فہمیدہ ہے	عالم	رونے پر ہنستا ہے جو وہ کب مانہ دیدہ ہے
کھلجائے زندگی میں اگر لطف خواب مرگ	عاشق	بدلے مکاں کے چاہیے انساں بنائے گور
بشر کو عاقبت کار کا خیال رہے	"	بخیر دیکھیے آگے ہو کیا نہ ہو
قرض کی پیتے تھے مے پر یہ سمجھتے تھے کہ ہاں	غالب	رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایکدن
الٰہی ان کا کیا انجام ہوگا	ذوق	نہیں جو سوچتے سود و زیاں تک
ابتک مآل شادی سے آگاہ جو نہیں	فدا	کیا باؤ لا ہے مرد نگوڑا بیاہ کا
انجام پر نظر نہیں ہے جن کو اے فدا	"	کرتے ہیں وہ پسند بکھیڑا بیاہ کا
نہیں جو لوگ عاقبت اندیش	"	اے فدا ان کی عاقبت معلوم
خوف گر اعمال تلنے کا ہے اے گویا تجھے	گویا	چاہیے یوں جب ترا زور دیکھنا رونا ضرور
ملبوس نو ہو یا کہن پہنے تو کر یاد کفن	"	کیوں ہے تو محو زیب تن ہو موئے کے سامان میں
آسماں روتا ہے اسکے حال پر	"	جو کہ اپنے حال پر روتا نہیں

دیکھئے

دور زائچہ نشیبی		
خطرئی کا لگا یا جاسکتا ہے پوشاک میں		
خاک سے رغبت ہے خدا نے عقل دی ہے کس لئے		
جنبیں دی ہے ان کو تو آخر ہی کام آتی ہے		
مٹا نہ جیل پڑا جو آخر شب		
تو نہ کل اس کی ہو جاتی ہے بلی		
نفس کو قضا نہ ہیں آتی ہی بہتی ہے		
عقل کی کیپڑی کا دل کا مانا چھوڑ دے		
سمجھ ہی نہیں ہیں ناسمجھ کی ادا		
وہی ہیا ہے جو ہمزبان اس کی		
کیوں زمانہ مقتضی جس کا		
وقت کا جو نہ ہو آئی		
پچھلی عقل ورائی		
خام ہے اشک سے		
طوفان الطلاب		
منح پھیرتے ہیں جلد جو اپنا ہوا کے ساتھ		
نکے وہی ہیں نہ بیت آپ کو جانا کہیں		
جو ساز شوں سے منح چمن ہیں ہے بیاباں		
وہی تو ہے جو سوئے آشیاں پھیر کے		
قفس کو دیکھ کے جو سوئے آشیاں پھیر کے		

دیکھئے

دیکھیے صبح ہو کیا شام بنے کیا جی پر		ہم اسی سوچ میں دن رات رہا کرتے ہیں	مصحفی
وہ ہنسے سن کے نالۂ بلبل کا	"	مجھے رونا ہے خندۂ گل کا	"
خزاں کے روز کا ہوتا خیال گر دلیں	"	بہار باغ پہ نازاں نہ باغباں ہوتا	ماہ
ہو مفلسی بھی یا دامارت کے سامنے	"	بھولے بشر نہ رنج کو راحت کے سامنے	مضطر
کس طرح یا الٰہی بسر ہوگی قبر میں	"	اپنے سوا وہاں تو کوئی دوسرا نہیں	"
تا حشر ہوگی کس طرح اپنی بسر وہاں	"	مرقد میں دوست ہے نہ کوئی غمگسار ہے	"
ہے دور دراز مہر عقبیٰ کا سفر	"	کیوں کر طے ہوگا تجھ سے غافل کیونکر	مہر
بھاری ہے بہت ماومنی کی گٹھڑی	"	اور تو نے رکھا ہے اس کو اپنے سر پر	"
جنہیں خبر ہے کہ ہوگی خموش شمع حیات	"	جہاں میں رہتے ہیں وہ شور و شر نہیں کرتے	"
آتا ہے خوف دل کو مرنے کے بعد کیا ہو	"	منکر نکیر سے تو اک دن پڑیگا پالا	نواب
انقلاب دہر کا جسدم مجھے آیا خیال	"	عیش و عشرت دیکھکر رنج و محن یاد آگیا	"
بلبل ہے پس موسم گل فصل خزاں بھی	"	اے صحن گلستاں کے گرفتار ذرا سوچ	وحشت
کہہ بیٹھ نہ کچھ جس کا نتیجہ ہو ملامت	"	گفتار کا مضموں دم گفتار ذرا سوچ	"
رویے کا اسی کو بولتے انسان ہیں ہمدم	"	نظر آغاز میں کر جو سو انجام چلتا ہے	ہمدم

دوست

نہیں ہے اگر تو ہمارا تو کیا ہے		زمانہ میں کوئی کسی کا ہوا ہے	آصف
جسے دوست سمجھے تھے دشمن ہے وہ	"	نہیں اب ہمیں دوستی کی تلاش	انجم
جسکو پایا اپنے مطلب کا ہی پایا آشنا	"	آزمایا خوب ہم نے یار اور غم خوار کو	"
داستان یوسف کی سن لو جا ہلو	"	دوست بھائی کا کوئی بھائی نہیں	احسن
دیکھا جسے جہاں میں مطلب کا آشنا	"	رہرو کو بہر سایہ ہے دیوار کی تلاش	اسیر
یوں تو دنیا میں کیا نہیں ملتا	"	پر کوئی با وفا نہیں ملتا	انور
یہ سخن موج کی زبانی ہے	"	بے غرض آشنا نہیں جاتا	"
مصیبت میں جو شخص کام آئے اپنے	تشبیہ	وہی دوست اور وہی آشنا ہے	اسد
ہم اپنا جس کو سمجھے تھا غیر سے بد تر		اور دوست جس کو جانا دشمن تھا وہی جانی	اخگر
دوستی اور کسی غرض کے لئے		وہ تجارت ہے دوستی ہی نہیں	اسمٰعیل
فراخی و عسرت میں شادی و غم میں	"	بہر حال یاروں کے تم یار رہنا	"
بجا کرتی ہے دونوں ہاتھ سے تالی میان دوست	"	جو ہم کو بھول جائے اسکو کب ہم یاد کرتے ہیں	بیدم
کوئی کسی کا کہیں آشنا نہیں دیکھا	"	سوائے اسکے ان آنکھوں نے کیا نہیں دیکھا	بیان
دل سے یار و کے اٹھ گئی بالکل	"	آشنائی و دوستی کی داد	تراب
دکھہ میں سکھہ ہو جو یار ہووے ساتھ	"	صحبت یار غار ہے نعمت	"
جو دوستی کے پردہ میں کرتے ہوں دشمنی	"	اس سے کوئی عبث ہو طلبگار دوستی	"

لہ اور ۱۲ | لہ آئے ۱۲ | لہ اور ۱۲

کوئی کسی کا بعد فنا آشنا نہیں	اے بیکسی ترا بھی مجھے آسرا نہیں	تسلیم	شفیق
جیتے جی غم خوار سب ہیں ورنہ مرجانے کے بعد	کون میرا آشنا ہے کس کے میں یار و نہیں ہوں	〃	
ہوا کرتے ہیں سب مشاق بس باتیں بنانے میں	بہت مشکل ہے سچا دوست ملنا اس زمانے میں	ترجمہ	
سچ تو یہ ہے کہ کوئی کسی کا نہیں جنوں	دم دوستی کا بھرتے ہیں یہ آشنا غلط	جنوں	
دوست پایا نہ خویش و بیگانہ	سب کو سو بار آزما دیکھا	جوش	
بحر ہستی میں سیر کی ہر چند	نہ مگر کوئی آشنا دیکھا	〃	
وہی اب بیوفا کہلاتے ہیں جو ہم سے کہتے تھے	تم ایسے ہو تو ممکن ہے میں ایسا ہو نہیں سکتا	جلیل	
کون سب میں ہے ترا چاہنے والا دل سے	صاف کھلجائے اگر غور کرے تو دل میں	〃	
غیر کیا سمجھے درد دل کو جلیل	آشنا جانے آشنا کی چوٹ	〃	
یار صادق ڈھونڈتے ہو تم جلیل	مشفق من یہ زمانہ اور ہے	〃	
نہیں لازم ہے وقت بد میں جنوں	پرسش حال دوستاں نہ رہے	جنوں	
کیا بھلا امید نیکی ہو عزیزوں سے ہمیں	بھائی جب یوسف سے بھائی کو گرا دیں چاہ میں	〃	
ڈوبتے کو بحر غم میں تھامتے ہیں آشنا	دوست ہو جاتے ہیں اکثر قوت بازوئے دوست	جرار	
دوست کے رنج کا ہو دوست کو کیونکر نہ الم	روح کو قید مصیبت ہے گرفتاری دل	〃	
ہم اے دوست سمجھتے ہیں جبھی	کام جو وقت ضرورت آئے	جری	
کس کے رفیق کس کی محبت کہاں کے دوست	مطلب تلک کے یار ہیں پھر کس کے یار ہیں	جویا	
نہ آنکھوں میں مروت ہے نہ ہے خوف خدا دل میں	زباں پر دوستوں کی لذت اظہر پرستی ہے	حیرت	
حالی سے کام ہے یاں فعلوں سے اسکے کیا کام	اچھا ہے یا برا ہے پھر یار ہے ہمارا	حالی	
دوست ایک عالم کے پر مطلب کے دوست	ایسے یاروں سے خدا یا رو حذر	〃	
ہو سکے جبتک تو اپنے دوستوں کے عیب ڈھانک	درحقیقت آشنا کا آشنا ہے پردہ پوش	خوشدل	
اس نے ہم سے چھپا لیا منہ کو	جسے ہم اپنا آشنا جانے	خاموش	
جو کچھ کہ مرے ساتھ کیا دوست نے میرے	دشمن سے بھی مجھ کو یہ گماں ہو نہیں سکتا	سفیر	
دوستوں کی آزمائش وقت بد میں ہو گئی	چار تو ثابت قدم صد شکر دس میں رہ گئے	〃	
کس سے جا کر کہیں حقیقت دل	کوئی یاں درد آشنا ہی نہیں	سخن	
کیا کیجے سخن شکوۂ بیداد زمانہ	ہم نے جسے چاہا وہ ہمارا نہیں ہوتا	〃	
جہاں میں یار وفادار دوستاں نہ ملا	ملا بھی ماہ لقا ایک مہربان نہ ملا	سعید	
سمجھے تھے جسکو دوست وہ دشمن نظر پڑا	اے دوستو شکایت اغیار ہے عبث	〃	
موج دریا کو رواں دیکھکے آگے نہ بڑھے	آشنایان زمانہ کا چلن یاد آیا	〃	
دوست یک رنگ کہاں ڈھونڈتے ہو آج سراج	رنگ حباب کے ہیں اب تو دگرگوں نکلے	سراج	
کام آئیں برے وقت میں جو ہیں وہی مخلص	جاتا نہیں ساتھی کوئی تربت میں کسی کی	〃	
نہ رکھا جگ میں سم دوستی اندوہ روزی نے	مگر زانوسے اب باقی رہا ہے ربط پیشانی	سودا	
قبائے دوستی مت چاک کر یو	پھٹا دل پھر نہیں ہوتا ہے پیوند	سوز	
دوست ہو جب برسر پرخاش پھر کیا کیجئے	امر تقدیری میں شکوہ جبر دشمن سے نہیں	شائق	ذکر کرنا

لہ نہ لہ کرنا

دوست

اپنی راحت کسی سے لینے نہ دینے کی تکلیف
بار خاطر کبھی ہوئی ہی نہیں یار رہے یار دل یار
اپنی بیتی ہوئی کہتا ہوں خدا شاہد ہے
کام کرنے کے نہیں اب یہ جی غبار دل کا
آنکھیں سفید ہوکے کھلا خاتمہ کیا رونا
ذہن کو بھی نہ دوست کا خانہ کیا یار
ہیچ ہے کچھ نہ بھلا
وہ خانہ خراب کچھ نہ رہا
جب سے ہم آشنا نہیں ہیں یار
کر رہیں یار پر کہ نہیں ہیں یار
بھول جانے کی بھی جا ہیں یار
دل ہی یار دل نہ جانے کی
تو نے سمجھا ہے جن کو اپنے احباب
ہونگے ہی کام کے تو بہتیرے
گرچہ ہیں یہ خاکسار ہی سہی
جب طرح آشنا نہ رہے یار
سب ہیں اس آزمانے سے بیزار

عشق

ہم کو اعدا سے کیا گلہ ہے عزیز
بجز ذات الٰہی کون ہے دنیا میں یار اپنا
دشمنوں میں جو پھنس گئے عاشق
دنیا کے دوستوں میں نہیں ہے وفا کی بو

مضطر

عاشق جو دوستوں کی طبیعت میں ہے فساد
دشمنوں کی تو شکایت کے مزے لٹتے پر
یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح

"

نہیں ملتا کوئی زمانے میں
امتحاں بارہا یاران زمانہ کا کیا

مصطفیٰ

ایام سازگار میں اغیار یار ہیں
خواہش نہ برآئی اپنے جی کی
تا کجا کرئے تلاش اے ہم نشیں آفاق میں

مہر

دنیا میں جس کے دوست بہت ہیں عدو نہیں سب
گو زبان عام میں جو آشنا ہے دوست ہے
وسعت اخلاق سے کر سکتے ہیں عالم کو دوست

"

بارہا آئینۂ ہستی کو دیکھا ہوتے تا ند
تذکرہ کیا عکس اصلی کا کہ ہے خواب وخیال
دوست جو ہے اے مرے پیارو برائے نام ہے

"

درمیاں میں رہتے ہیں جبتک کہ جذبات غرض
اب ثنا خواں ہیں جن سے پھرا نکا کوئی کام
مقتضائے دوستی اس عہد میں یہ رہ گیا

"

دوستی اہل صفا میں ربط قلبی کا ہے نام
بھول جائے عالم ہستی کے جب نقش ونگار
دوستی کو گو کہ کہہ سکتے نہیں کار محال

"

ادعائے دوستی کرتے نہیں اہل تمیز
دوستی ہے جوہر انسانیت بہر بشر

راسخ

دوستی ہی سے ہے باغ ملک وملت میں بہار
عنصروں میں ہیں دو نیا کے نہ ہوتا امتزاج
بیستوں یا وادی ایمن ہو یا صحرائے نجد
عرش سے تا فرش اک پل میں طنابیں کھنچ گئیں
جانتے ہیں جو کہ محشر معنی اخلاق کو
مختصر یہ مصرع آخر پہ ہے شرح دوستی
عجب انداز ہے یاران زماں کا یارو

سب جفائیں سہیں جس جس کی
علی احمد طریق آشنائی ہے کہاں باقی
دوستوں کا خیال آتا ہے

عزیز
علی احمد
عاشق

دل اپنا اک زمانہ سے بیزار ہوگیا
دنیا میں ایک دن بھی نہ ہوگی بسر کبھی
دوست ملتا ہی نہیں ہائے ہمارا کوئی
کوئی چارہ ساز ہوتا غم گسار ہونا
سننے والا مری کہانی کا
میرا کچھ کام کسی سے کبھی حاصل نہ ہوا
دیکھا نہ وقت بد میں کوئی آشنا کبھی
ہم نے کس کس سے دوستی کی

"
عاقل
غالب
فوق
فدا
"
گویا

ہے جو لفظ آشنا وہ معنی بے گانہ ہے
اک آشنا بہت ہے بہت آشنا نہ دے
جانتے ہیں لیکن اہل دل حقیقت دوست کی

لائق
لا اعلم
محشر

ہے گرچہ اور ہی اجزا سے خلقت دوست کی
پھر بھی آنکھوں کو نظر آئی نہ صورت دوست کی
دو جگہ آنکھو نہیں گر دیکھو شباہت دوست کی
یہ کچھ ضرورت کے لئے ہوتی ہی چاہت دوست کی
رہتی ہے محدود اسی دن تک محبت دوست کی
فاتحہ سے گور ہی محروم تربت دوست کی
دلمیں خوش ہوتے ہیں سن سنکر مصیبت دوست کی
پاک ہو اغراض دنیا وی سے الفت دوست کی
پھر یہ ممکن ہے نظر آجائے خلوت دوست کی
پھر بھی ناممکن ہے تا امکان خصلت دوست کی
رکھتے ہیں پوشیدہ دلمیں فکر راحت دوست کی
آدمیت ہے تو پیدا کر طبیعت دوست کی
پوچھے اہل الرائے سے کوئی حقیقت دوست کی
کام اگر صبح ازل آتی نہ حکمت دوست کی
جلوہ گاہیں مختلف اور ایک صورت دوست کی
جذب روحانی یہ ہے اور یہ ہے قدرت دوست کی
کوئی ان کے قلب سے پوچھے حقیقت دوست کی
ہو مقدم اپنی ہر راحت پہ راحت دوست کی
منہ پہ کہتے ہیں بھلا پیچھے گلہ کرتے ہیں

"
"
"

نہ رکھ ہرگز توقع دوستوں سے دوستداری کی — مہر
زمانہ سازلے غافل ہے یہ انبوہ دمسازاں — "
زبانپر اور کچھ ہی دل میں لیکن اور ہی کچھ ہے — "
موافق دوست ہیں جبتک زمانہ بھی موافق ہے — "
مگس کی طرح سب ہیں جمع دستر خوان پر تیرے — "
اٹھا جب خوان نعمت یہ بھی اڑجائینگے دم بھر میں — "
فضول اور بیہودہ شغلونہیں تیرے یار ہمدم ہیں — "
بُرے وقتوں میں ساتھی کون اے نادان کسی کا ہے — "
رفیق اسدن رفاقت کرسکیں تیری تو ہم جانیں — "
تجھے لینا ہے کیا ان دوستوں سے باز آاب بھی — "
رفیق افعال ہیں تیرے رفیق اعمال ہیں تیرے — "
تجھے احباب گورستان تک بس چھوڑ جائینگے — "
کہاں اس زمانہ میں محو آشنا — محو
جو کرے تیری خوشامد وہ ترا دوست نہیں — منظر
دوستی اس کی ہے سچی جو ہر اک حالت میں — "
اور جو دوست ہی وہ دلمیں سمجھتا ہے تجھے — "
بھائی کا بھائی نہ دے ساتھ تو پھر تو ہی بتا — "
جو ضرورت پہ محبت سے کرے تیری مدد — "
اے ماہ داغ کہائے صدمہ اٹھائے — ماہ
دوست دنیا میں نہیں کوئی کسی کا بے غرض — ناسخ
کشت دخوں کا ہوگیا ہنگامہ برپا ہر طرف — نظر
دوستوں میں وہ دوست سچا ہے — ناثر
دہر میں کم یاب کیا نایاب ہیں — نسیم
دار فنا میں دیکھ لیا خوب کرکے غور — نواب
تمام خلق کو بے گانہ وار ہی دیکھا — "
مروت کا پاس اور وفا کا لحاظ — وحشت
وقت یہ ہی اب کہ دشمن کا تو کیا مذکور ہے — وہبی
لالہ وگل سب برنگ سبزۂ بیگانہ ہیں — ہر چند
محبت جو یاروں میں تھی اٹھ گئی — ہمدم
بیگانہ جو دیکھا تو عالم نظر پڑا — "
دیکھ سکتے ہی نہیں مردم چشم ایک کو ایک — "

کہ نادانی ہے عیاروں سے یہ اُمید یاری کی
تجھے امید و مبازوں سے ہے الفت شعاری کی
نہ جا باتوں پہ انکی کیونکہ یہ باتیں ہیں عیاری کی
زمانہ پھر گیا پھر کس نے تجھ سے سازگاری کی
سمجھ اس نکتۂ باریک کی نادان باری کی
بس اتنی انتہا ہے دوستوں کی دوستداری کی
ذرا یہ شغل بدلیں پھر نہیں امید یاری کی
تجھے بھی ایکدن پہونچیگی نوبت دم شماری کی
رفاقت کیا نہ آئیگی صدا بھی آہ وزاری کی
کرا اپنا فکر گرا میدہے کچھ رستگاری کی
یہ تیرے ساتھ ہونگے قبر میں جب ہوگی تاریکی
پھر آگے تو ہے اور اعمال تیرے ساتھ جائینگے
نہ کرنا کسی آشنا پہ گھمنڈ — محو
وہ مصیبت میں کبھی کام نہ آئے یکسر — منظر
ایک سا دوست رہے تجھکو نہ چھوڑے دم بھر — "
اس کی رہتی ہے سدا تیری بھلائی پہ نظر — "
دوستی کا ہو زمانے میں بھروسا کس پر — "
وہ ترا دوست ہے بیشک وشبہ اے منظر — "
سب کچھ قبول خاطر احباب دیکھیے — ماہ
ہوگئی جب صبح شمع مردہ کا پھر غم نہیں — ناسخ
ہوگئی دنیا سے راہ ورسم الفت برطرف — نظر
جو مرے عیب منہ پہ کہتا ہے — ناثر
کیمیا درویش سچا آشنا — نسیم
ناآشنا ہمارے بہت یار کم ہوا — نواب
نظر نہ ہم کو کوئی شکل آشنا آئی — "
کرے آشنا آشنا کا لحاظ — وحشت
دوستوں سے بھی توقع کوئی ہم رکھتے نہیں — وہبی
اس چمن میں کوئی اپنا آشنا ہوتا نہیں — ہر چند
عوض مہر کے اب ستم رہ گئے — ہمدم
ہمدم جہاں میں کوئی نہیں آشنا مزاج — "
کچھ بھی اب چشم مروت نہ رہی یاروں میں — "

دوستی

دوستی کی

دوستی

باغ جہاں میں کون کسی کا بدو دوست بے سود		دوستی کی دوست نے اتنی کہ دشمن ہو گیا	اسیر
بگڑیں کسے دوا سے دنیا میں کس لئے		دوستی دشمن بھی کرتے ہیں اگر چاہے خدا	"
اعتماد دوستی دنیا میں کس کو چاہیے		لذت زباں کو نعمت الواں سے کچھ نہیں	"
کل جو تنہا اپنا یگانہ آج بیگانہ ہوا		کثرت احباب سے کیا فائدہ مرنے کے بعد	"
پیام موت ہے سامان سے کسی کو کوئی کہنا		ہے دوست کی نظر میں ہنر عیب دوست کا	"
دلیل ہوتی ہے دوستی ہر دلعزیز ہونے کا		آج ساقی میں نہیں گو کہ مروت باقی	"
دوستی کا بیج بونا اب نہیں ہے کارِ سہل	برق	دل بھی پہلو سے ہوا راہِ محبت میں جدا	اسیر
نیچا دکھا کے دوست کو اب کیا ہے فائدہ		دوستی وہ ہے کہ تلوار کے نیچے بھی نبھے	"
اعتماد اس دور میں دوست پہ کرنا ہے حماقت		ہو رہ کسی کا تا نہ ہو دنیا میں تجھ کو رنج	"
دنیا میں ہیں دشمن دوست نہیں کوئی		غربت میں جو مر جاؤں تو کوئی خبر نہ ہو	اشک
فی الاصل اگر دیکھو تو دشمن نہیں کوئی	پروانہ	آشنا کوئی نہیں بحر جہاں میں ایدل	امانت
وہ پیار کی باتیں وہ محبت کی جگہ		عالم میں دوستی کے اور اس قدر تکلف	انشا
اب پیار میں وہ دوست کے جان تک نثار ہوتی نہیں		دو چار ہوا تو ہو[1] ولیکن انشا	"
دوستی کا تو ایسی دوست کا ہو		کیا کروں گرچہ بھلا ہوں بہت میں لیکن	آتش
		دوستی نبھتی نہیں ہرگز فرومایہ کے ساتھ	افضل
		بہن کو بھائی سے الفت چاہیئے	
		منحصر چھوٹے بڑے ہونے پہ کیا	آفاق
		دشمن ہیں اور دوست میں پھر فرق کیا رہا	انور
		تبدیل زمانہ کی ہوا ایسی ہوئی ہے	آزاد
		الٰہی جس سے کروں دوستی وہ دشمن ہے	انجم
		محبت کے لئے سن کی نہیں قید	
		ہر شخص بدل ہے جو خریدار محبت	
		پوشیدہ دل زار میں ہے راز کسی کا	
		ہر صبح چمن میں ہے یہ بلبل کا ترانہ	
		متحد کر دیا یہ الفت نے	
		ملے جو ہم سے ہم ملتے ہیں اس سے	
		دوست ارباب غرض ہیں یہ غلط فہمی ہے	
		دوستوں سے انحراف اچھا نہیں	
		غربت میں روح نے بھی آخر جسد کو چھوڑا	
		آشناؤں میں ہے وفا عنقا	
		اتحاد احباب سے اور اجتناب اغیار سے	
		مغز چاٹا کئے اندرز و نصیحت والے	
		دوست کب دوست کا ہوتا ہے مخل راحت	

		ابر جب شدت سے برسا برق خرمن ہو گیا	اسیر
		آب باراں برق کی مشعل کو روغن ہو گیا	"
		بھوکے جہاں میں ہم نگہ آشنا کے ہیں	"
		ساتھ اہل فوج مرقد میں سکندر کے نہیں	"
		اللہ کو کلیم کی لکنت پسند ہے	"
		خیر زندہ ہے اگر یار تو صحبت باقی	"
		باوفا دوست زمانہ میں بہت کم دیکھا	اسیر
		ڈاب میں عاشق و معشوق کو باہم دیکھا	"
		رہزن بھی لوٹتے ہیں تو تنہا کو راہ میں	"
		اگلی سی محبت نہیں یاران وطن میں	اشک
		چاہ کی راہ نہ ہم چشموں سے جاری رکھنا	امانت
		اٹھ جانے چاہئیں سب باہم دگر تکلف	انشا
		آپس میں کب نبھے گا یوں عمر بھر تکلف	"
		آہی رہتا ہے ترا مجھ کو خیال ایک نہ ایک	"
		روح جنت کو گئی جسم گلی یاں رہ گیا	آتش
		چاہیئے باہم محبت چاہیئے	افضل
		تم کو ہر حالتیں الفت چاہیئے	"
		مشکل میں دوست کے نہ اگر کام آئے دوست	آفاق
		کانوں سے بھی اب سنتے نہیں نام محبت	انور
		یہ کیسا دہر محبت میں انقلاب ہوا	آزاد
		ضعیفی کیسی اور کیسی جوانی	انجم
		ہے گرم اسی وجہ سے بازار محبت	"
		سینہ ہے مرا مخزن اسرار محبت	"
		ہے روضۂ رضواں گل بے خار محبت	"
		مجھ سے وہ اس سے میں جدا ہی نہیں	"
		نہیں ہم آشنا نا آشنا کے	بحر
		کہ خوشامد کی ہے دلجوئی محبت کیسی	"
		دشمنوں سے بھی مدارا خوب ہے	"
		سچ ہے کوئی رفاقت کرتا نہیں سفر میں	"
		نام سنتے ہیں پریشان نہیں	"
		دونوں عالم میں یہ دو چیز بن ہمیں کار ہیں	"
		غم ہمارا کسی غم خوار سے کھایا نہ گیا	"
		سو گئے پانوں تو ہاتھوں سے جگایا نہ گیا	"

[1] ہو ۱۲ - [2] لیکن ۱۲

دم محبت کا بہت بھرتے ہیں لیکن پس مرگ
دل سے یاروں کے اٹھ گئی بالکل
دوستی میں تو نے بگڑی ہم سے بدلی ہی تو کیا
آپس میں جو ہو سب سے روادار دوستی
جو رنج و دکھ ہیں حاضر و غائب ہو کسطرح
جو دوستی کے پردہ میں کرتا ہے دشمنی
آدم کا دوستدار ہو شیطاں کی طرح ہو
آشنائی ناخدا سے کرتے ہیں ہر اک تراب
اس قدر نایاب دنیا میں محبت ہو گئی
گلشن میں گوش گل نہیں سنتے صدائے گل
آؤ بازار محبت کی ذرا سیر کریں
بہت سے دوست ہیں ظاہر میں اور باطن میں دشمن ہیں
اب آشنا زمانہ میں سب گوں کے یار ہیں
گرایا بھائیوں نے چاہ میں یوسف کو کیا ڈر ہے
طے مسافت جس نے کی پہونچا نہ منزل پر کوئی
دوستی اب غرض کی ہے دوست کسی کا کوئی نہیں ہے
پوچھو نہ کچھ سبب مرے حال تباہ کا
اہل دل جتنے ہیں رکھتے ہیں محبت دل میں
دلپہ احباب کے ہے داغ محبت باقی
وہ یار کیا ہے جو نہ کبھی پوچھے حال یار
رکھو دوستی پر نہ تکیہ کسی کے
کوئی دشمن سے بھی کرتا ہے اس اسلوب سلوک
وہ آدمی کہاں ہے وہ انسان ہے کہاں
دوستی کا ہو زمانہ میں بھروسا کس پر
کیا سیر سب ہم نے گلزار دنیا
یوں گوارا نہ کرے بزم میں جل جانیکو
جب جدائی زیادہ ہوتی ہے
سراسر عشق ہوں راسخ مری ملت محبت ہے
جو کسی کا نہ ہو سخن دشمن
یہی ہے رسم محبت زمانہ میں اکثر
کوئی جہاں میں ہے ایسا یار ہوا نہ الفت میں رنج جسکو
جب اٹھ گئی جہاں سے رہ و رسم دوستی
ساتھی وہ ہے جو ہر غم و آفت میں ساتھ دے

آنیوالے ہیں سو گو رغریباں تھوڑے
آشنائی و دوستی کی داد
دل کو اپنے میرے دل سے اس گھڑی کریں
کہئے اسی کو یار و مددگار دوستی
کہئے اسی سے ہے وہ سزاوار دوستی
اس سے عبث ہو کوئی طلبگار دوستی
ہم کو تو ایسے شخص سے ہے عار دوستی
تم خدا والوں سے از بہر خدا یاری کرو
چشمۂ آب بقا چشم مروت ہو گئی
بیفائدہ ہے عشق بشر کا بشر کے ساتھ
ہو نہ ہو دل کی دوا ہے انہیں کانوں میں
حسد خلقت میں ہے انکی سبب یہ ہے عداوت کا
وہ دوست کیا ہوئے جو تھے حاجت روا دوست
غضب ہوتا اگر یعقوب نظروں سے گرا دیتے
راہ الفت دو قدم ہر ایک چل کر رہ گیا
ہے وہی آشنا غرض جسکو نہ ہو ذرا غرض
الفت کا یہ ثمر ہے نتیجہ ہے چاہ کا
ہم وہ دل رکھتے ہیں جسمیں ہیں محبت والے
رہ گئی اک یہی دنیا میں نشانی میری
وہ دوست کیا ہے جو نہ سنے مدعا دوست
بس اب دل سے شکوؤں کو دھونا پڑیگا
دوستی کرکے میاں تم نے کیا خوب سلوک
جو دوست کا ہو دوست عدو کا عدو نہ ہو
تو مجھے چھوڑ چلا اے دل شیدا کس پر
گل دوستی میں عجب رنگ و بو ہے
عشق صادق جو نہ ہو شمع سے پروانے کو
آشنائی زیادہ ہوتی ہے
جو سینہ ہوں تو بے کینہ جو دل ہوں تو بے غل ہوں
دوست اس کا جہان ہے گویا
وہ آشنا ہے کہ نکلے جس آشنا سے غرض
اسی محبت میں ہے ہم تو بڑی مصیبت اٹھا چکے ہیں
دشمن جہان کا ہے جو شکوا کرے کوئی
صادق وہ دوست ہے جو ہو مشکلکشا دوست

تسلیم
تراب
"
"
"
"
"
تعشق
ثاقب
"
جنون
"
جرأت
جوہری
"
جرأت
جلیل
چکبست
حزیں
حسالی
حسرت
داغ
"
درد
ذالق
راسخ
"
سخن
"
"
سحر
سلام

دوستی

ناکسوں کی دوستی سے دین و دنیا کو اجاڑ
پوچھ لو جاکر گلستاں سے خزاں کا احتلاط
نہ ہوا جو کہیں دل سے پیوند ہوا تو کیا
جو دل سے کہے جو مجھے اس طرح کی
لے شمع کیا خبر ہے تجھے اس گلے کی
جو ہاں دیر جلا سکے کوئی الفت کی شمع جسکو
آج کیا سوداے سینہ میں میرے کچھ کہتا ہی کیا
خاکسار دوستی ناحق تو برباد کرو
کچھ تو اس گلی کی بھی الفت کو یہاں یاد کرو
جہاں کہیں قصہ یوسف ہے آئینہ پیش
پدر کا دوست ہو دشمن پسر برادری جانے
تیرے خوف و خشیت سے محبت میں بھی کچھ نہ آئی
محبت میں بھی کچھ کمی ہے جب ہوئی آخر
جیسا تھا تری دوستی میں طالب ہوئی آخر
دنیا کی ہر ایک لذت عشرت
گر چیدہ ہے ہر ایک محبت میں
کہ دوست کون کسکی امداد وقت پر ہیں
جو آشنا ہی جو کام آشنا کے آئے

سودا
"
"
"
"
"

دوستی

کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل	میر	محبت ہے اگر مشکلکشا ہے	سوز
جس کو دیکھا آشنا نکلا غرض کا آشنا	"	دل ہے افسردہ نہایت گرمیٔ احباب سے	شیفتہ
وہ دوست نہیں ہے کہ جو مشکل میں نہ کام آئے	"	ہم ایسوں سے کرتے نہیں زنہار ملاقات	شہید
ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا	"	ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا	"
لا اسئل کی خوب ہے تفسیر مجھے یاد	"	ہے نامۂ اعمال مرا فرد محبت	"
کم مہر سلیماں سے محبت کا نہیں داغ	"	خاتم جو مرا دل ہے تو خاتم کا نگیں داغ	"
خاکپا ان کا رہوں کیوں نہ میں شائق بالقلب	"	دلسے رکھتے ہیں جو مجھ ہیچمداں سے اخلاص	شائق
چھوڑ جائینگے نہیں تنہا تجھے سایہ کی طرح	"	تو جدھر جائیگا ہم بھی ساتھ تیرے جائینگے	ظفر
لاکھ چاہت کو چھپائے کوئی پر چھپتی نہیں	"	پیار کی آنکھ اور الفت کی نظر چھپتی نہیں	"
دوست سچا کب کوئی ہم کو ملا	"	مدتوں ہم نے اگرچہ کی تلاش	ناجز
وہ رگِ گردن سے بھی نزدیک تھا	"	تھی دل مضطر تجھے جس کی تلاش	"
دوست صادق بھی ملتا ہے کہیں	"	ہے دلِ ناداں تجھے کیسی تلاش	"
سینکڑوں بندۂ بے دام نکل آتے ہیں	"	دوستی میں بھی بہت کام نکل آتے ہیں	عالم
یوں جانے کہ جان سے گویا جدا ہوا	"	ناآشناؤں کا جو کوئی آشنا ہوا	عاشق
اپنا کرایک کو یا ایک کا ہو رہ اے دل	"	ناز دلدار اٹھا منت اغیار نہ کھینچ	"
اب زبانپر بھی نہیں آتا کبھی الفت کا نام	"	اگلے مکتوبوں میں کچھ رسم کتابت ہو تو ہو	عاقل
ہوں گرفتار الفت صیاد	"	ورنہ باقی ہے طاقت پرواز	غالب
اپنے رب سے جو ٹوٹے اے فیض سب سے توڑئے	"	دوستی ہے بے ثبات و بے قیام عام و خاص	فیض
جو ملا ہم کو بلا مطلب پرست	"	آج کل کی آشنائی دیکھ لی	فوق
اسباب محبت نظر آتے نہیں لیکن کو	"	کمبخت عداوت ہی کے سامان بہت ہیں	"
کیا کیا کنویں جھنکاتے ہیں نیا میں آشنا	"	کیا کوئی اعتبار کرے یارِ غار کا	قدر
جو مہینوں بعد آتے تھے قدیمی ہو گئے	"	روز جو آتا تھا بندہ وہ نیا کیونکر ہوا	"
کوئی ہے نور کوئی نار کوئی گل کوئی کانٹا	"	ذرا اے قدر پہچانتے رہو تم دوست دشمن کو	"
چھوڑ آئے یا پہلی منزل ہی میں یہ سچ ہے	"	سب حال دوستی کا کھلجاتا ہے سفر میں	قلق
خدا کسی سے کسی دل کو آشنا نہ کرے	مضطر	یہ ابتلا ہے بری طرح کا خدا نہ کرے	قائم
وہ ظلم دوستوں نے کئے ہیں کہ میرا حال	"	عبرت کے واقعات کی پوری مثال ہے	کوثر
دیکھلے دنیا میں کم بہت ہیں دوست دشمن ہیں بہت	"	ساتھ زیر و زبر پا زمین تو آسماں بالائے سر	گویا
سب سے مل جل کر حادثہ سے پھر	"	کہیں ڈھونڈھا بھی تو نہ پائے گا	میر
ناموس دوستی سے گردن بندھی ہے اپنی	"	جیتے ہیں جبتلک ہم تب تک نباہتے ہیں	"
آگے تو رسم دوستی کی تھی زماں کے بیچ	"	اب کیسے لوگ آئے زمین آسماں کے بیچ	"
یاری جہانیوں کی کیا میر معتبر ہے	"	ناآشنا ہیں یکدم یہ آشنا ہیں	"
دشمن سے بھی کرو دوستی اے مہر مجسم	"	خاطر تو کسی کی بھی خبردار نہ ٹوٹے	مہر
لینا نہ کبھی بھول کے بھی نام محبت	"	اونچا ہے بہت بوالہوسو بام محبت	"

دشمن ہمیں خوش کرتے ہیں تعریفوں سے	ہے دوست وہی عیب جو منہ پر کہدے	محب
انمول دوستی ہے محبت کی قدر کر	دونوجہان بھی نہیں ہرگز بہائے دوست	〃
ہوتا ہے دوستوں کا بلاؤں میں امتحاں	لیتا خوشی سے دوست ہے سر پر بلائے دوست	〃
مطلب کے تو لاکھوں ہی ملے دوست محب	دنیا میں کوئی محبِ صادق نہ ملا	〃
عجیب سفلہ و احباب کش ہیں اہل جہاں	کہ ان کا دوست ہمیشہ خراب رہتا ہے	〃
اور سب کچھ جہاں میں ملتا ہے	لیکن اک آشنا نہیں ملتا	مصحفی
ہر ایک دوست ذرِ قلب ہے نہیں خالص	میں کر چکا ہوں بہت امتحاں زمانہ میں	〃
جاؤں نہیں کس کے پاس مرا آشنا ہے کون	دنیا میں بیوفا ہیں سبھی باوفا ہے کون	〃
اُنس کہتے ہیں جسے پیر و جواں میں وہ نہیں	وہ جو اک چیز محبت ہے جہاں میں وہ نہیں	〃
جتنی اُلفت زیادہ ہوتی ہے	دل کو حسرت زیادہ ہوتی ہے	〃
کوچہ سے ترے دل مجھے جانے نہیں دیتا	اسباب سفریاں سے اُٹھانے نہیں دیتا	〃
دولت دنیا نہ یاں تاج و لوا پیدا کرے	آدمی دل میں ہر اک کے اپنی جا پیدا کرے	فتحی
خاک ہے پھر دوستی لطفِ صفائی جب نہیں	آئکھہ واں میلی ہوئی یاں دل مکدر ہوگیا	ماہ
جسم انساں پہ کیا ہے موزوں	حق نے کیا خلعتِ زیبا اخلاص	نشاط
ہیں جو سالک جانتے ہیں اپنے دشمن کو بھی دوست	آبلوں کو فائدہ کرتی ہے کاوش خار کی	ناسخ
بہت کمیاب وہ احباب ہیں جو دل سے ملتے ہیں	محبت دار کچھہ آساں نہیں مشکل سے ملتے ہیں	نفیس
کہنے پہ سب کے جبر گوارا کیا تو کیا	کس کام کا بلاپ اگر دل نہیں ملا	نظم
بڑا یہ حقِ محبت ادا کیا اس نے	کوئی جو ساتھ جنازے کے چند گام آیا	〃
بے منت حبیب جو حاصل نہ ہو سکے	ہے شیرِ ناب بے مزہ او شہدِ ناب تلخ	〃
نہ قصر دل کشا رکھے نہ باغ جانفزا رکھے	بڑی جاگیر تو یہ ہے کسی کے دلمیں جا رکھے	〃
یوں ہونیکو دنیا میں تو کیا کیا نہیں ہوتا	پر دل سے کوئی دوست کسی کا نہیں ہوتا	واسطی
صاف بیگانہ نظر وقت پہ آیا وہ دوست	زندگی بھر جسے افسوس میں اپنا سمجھا	وقار
دوستی سے ہوئے پشیماں ہم	سچ ہے دنیا سے اُٹھ گیا اخلاص	وحشت
دھوکے کہایا کیا ہمیشہ غریب	یعنی وحشت کا شیوہ تھا اخلاص	〃
اُٹھائیں نہ کیا کیا پشیمانیاں	رہا دوستی کا نہ مجھکو دماغ	〃
نرالا دوستی کا ہے لقبہ اس زمانے میں	جواب کینہ دشمن ہے مہر دوستاں مجھکو	〃
خوب نہیں ہے اختلاط کھیل نہیں ہے دوستی	اے غم یار سو چکر اے دل زار دیکھکر	〃
اس سوال رکھتا ہوں خیال دوستی	جس کے چہرہ پر ہے خال دوستی	ولی
شمع اہل بزم معنے کیوں نہ ہوئے	جس اُسپر روشن ہے حال دوستی	〃
اس سخن سوں آشنا ہے دردمند	درد دوری ہے وبال دوستی	〃
اے ولی ہر آن کر مشقِ وفا	ہے وفاداری کمال دوستی	〃
عالم کی دوستی سوں ہے نفرت ولی کو نت	ہر آشنا کے دم سوں گریزاں ہے جوں چراغ	〃
مروت کے ہمیشہ ہاتھ میں ہے	عنانِ اختیار آشنائی	〃

دوستی

دوستی دل تیرا بھلا ہو عوض میں الفت کے
چاہیے کر دیجیو ہمارا بھلا نہیں خدا سے کیا
دوستوں کی محبت سے کر تیرگی ملاقات
آپس میں سخن رنج کے لانا نہیں اچھا

دورِ زمانہ

ہر خزاں کو نہیں ملا زمستاں ہے
بہت کو نہیں ملی کامرانی کا شاکیو
باغ عالم میں دور زندگی کا شاکیو
ہیں زمانہ کی دور زندگی سے بیحد ملال
ایک پیرایہ میں ہیں متاب سے گردوں سے
اختلاف ہے عالم میں دور گردوں سے
کر رہا کیسل ہے ہوتے نہیں بیحد

لہ سے ۲ ہو سے ۳ پر ۱۲ سے ۱۲

دورنگیٔ زمانہ

جو ویران گھر ہے تو آباد گور	تہمی	خرابی ہماری خرابی نہیں
ہرگز خلاف اہل دول کے سخن نہ کر		عاقل ہے تو نہیں میں نہیں ہاں میاں ملا
سمجھے جو اپنے موئے سیہ ہو گئے سفید		نیرنگ ہیں یہ قدرت پروردگار کے
نیرنگیٔ زمانہ نہیں ایک حال پر		غنچہ لئے ہے دوش پہ رخت سفر صبا
عیش کے جلسے ہجوم آلام کے	جرار	شعبدے ہیں گردش ایام کے
دیکھو تو کوئی غور سے قدرت کے کرشمے		شادی کہیں بچے کی کہیں غم ہے جواں کا
کہیں رنج ہے اور کہیں شادمانی		خدا کی خدائی میں کیا ہو رہا ہے
کیا دورنگی ہے زمانہ کی امیر	"	میں حزیں زخم ہے خنداں میرا
کہیں شادی کہیں غم طرفہ دنیا کی دورنگی ہے		پہنتا ہے کفن کوئی کوئی کپڑے بدلتا ہے
نیرنگ دیکھئے چمن روزگار کے		گل کی نمود ہوتی ہے پہلو میں خار کے
اس چمن میں رخ بدلتا ہے ہوا کا دمبدم	جنون	خواب راحت کب تلک کروٹ بدلنا چاہئے
بے اعتبار نقش و نگار زمانہ ہے		اک رنگ پر ہوا نہیں رہتی ہے باغ کی
رات کٹتی ہے بہر صورت فقیر و شاہ کی		اُس نے ہنستے کاٹ دی اور اُس نے رو کے کاٹ دی
گلوں کو خنداں بلبلوں کو نوحہ گر دیکھا کئے	"	باغ عالم کی دورنگی عمر بھر دیکھا کئے
کہاں کے شرقی کہاں کے غربی تمام دکھہ سکھ ہیں مساوی		یہاں بھی اک بامراد خوش ہے وہاں بھی اک غم سے جل رہا ہے
نیرنگ یہ زمانے میں چرخ کہن کے ہیں		رخت خوشی کہیں کہیں ساماں کفن کے ہیں
کبھی تو دن ہے اور رات کبھی	جنبش	دوست یکرنگ آسماں نہیں
رنگ جب دنیا نے بدلا پھر مرقع اور ہے		زرد ہے روئے فرحگیں چہرۂ غمناک سرخ
دیکھی کیفیت بہار و خزاں	"	میں دورنگی سے آشنا نہ ہوا
باغ دنیا کی دورنگی مجھے معلوم نہ تھی		ان گلوں سے صفت بو میں گریزاں ہوتا
ہنستے ہیں کہیں پھول کہیں روتی ہے شبنم		شادی کہیں یکہی کہیں شیون نظر آیا
مرقع عشرت و عشرت کا یہ نیرنگ عالم ہے		کہیں ہے نغمۂ شادی کسی جا شور ماتم ہے
کوئی خنداں کوئی شاداں کوئی با دیدۂ نم ہے	جبکہ	دورنگی ہے زمانہ کی کہیں شادی کہیں غم ہے
مگر یہ چند روزہ باغ میں فصل بہاری ہے		چلے باد خزاں جسدم تو کہاویں خار کیا اچھا
کیا پھولتے ہو فصل بہاری پہ اے گلو	"	کھٹکا تمہارے سر پہ خزاں کا ہے لگ رہا
جیسا کہ فصل گل میں تو بیٹھے ہے پھول پھول		ویسا ہی تجھ کو دے گی خزاں خار عندلیب
کسی کی خوشی ہے کسی کی قضا ہے		کوئی رو رہا ہے کوئی ہنس رہا ہے
کبھی ہے مرگ کا رونا کبھی نشاط حیات	جبکہ	پھنسے ہوئے ہیں دورنگی کے ہم عذاب میں کیا
کنج لحد میں رنگ دورنگی نہیں رہا		مر کر چھٹے کشاکش شام و سحر سے ہم
یکساں نہیں سیاہ و سفید جہاں بھی آہ		کیا کیا ہیں عیش و کم میں گرفتار رات دن
جہاں میں تسلیم داغوں کو کبھی نہ یکرنگ ہم نے پایا		جو دل میں کچھ ہے تو لب پہ کچھ ہی جو قال کچھ ہو تو حال کچھ ہے
ثابت ہے دورنگی سے شب و روز کی تسلیم		اک رنگ پہ یہ گلشن ایجاد نہیں ہے
ہو گئی ثابت دورنگی گلشن ایجاد کی		گل کو خنداں دیکھکر شبنم کو گریاں دیکھکر

دورنگیٔ زمانہ
بہر عالم میں کہیں عیش کہیں غم ہے یہاں
کہیں شادی کی کہیں غم کی صدا آتی ہے
کہیں خنداں ہوں کہیں گریہ کناں ہیں
کبھی شادی کبھی غم کا سماں ہے
بدلتا رنگ ہے کیا کیا زمانہ
کہیں کو عروج ہے کہیں کو زوال ہے
کہیں گرویدۂ عیش و طرب ہیں
کہیں خار و خس و خاشاک ہیں
کہیں گل ہیں بہار و خزاں ہے
کہیں شبنم کے تمام طلسم جہاں ہے
کہیں پھیلی ہے بو گل کی کہیں ہے
کہیں گرد و غبار و خزاں ہے
کہیں کی تو محل ہے کہیں کی ہے خیمہ
کہیں کی تو محل ہے کہیں کی ہے خیمہ
کہیں کی تو محل ہے کہیں کی ہے خیمہ

باپ دادا جس کے تھے مختار و مالک ملک کے
آج وہ نان شبینہ کے لئے مجبور ہے
جویا

تھا ہمیشہ جن کے سر پر تاج زریں ہر میں
آج اون کی کہنہ پری سنگ رہ جمہور ہے
〃

مخمل و قاقم پہ جن کو نیند آتی ہی نہ تھی
نیش غم سے اُن کا سینہ خانۂ زنبور ہے
〃

جن کو بزم عیش نے دیکھی نہ شکل تفرقہ
آج وہ ہیں اور تنہائی ہے کنج گور ہے
〃

کاسۂ سر ہے کہ ٹھکراتا ہے اُس کو ہر کوئی
کیا خبر فرق گدا ہے یا سر فغفور ہے
〃

چار سو تھا شور جن کا پیلتن مشہور تھے
آج اون کا گوشت مرغان ہوا مور ہے
〃

ہو کبھی افراط باران اور کبھی ہے قحط آب
طینت عالم میں خاصیت ودیعت ہے یہی
حالی

کبھی شادی کبھی غم کا سامان ہے
دکھاتا ہے زمانہ پیچ در پیچ
خوشدل

کوئی ہے شاد کوئی مبتلا کوئی ناخوش
مزاج دہر میں کیسا یہ اختلال آیا
سخن

اے گل بہار باغ ہے دور خزاں شمع
رنگ سحر مٹا یگا نام و نشان شمع
〃

دو رنگی زمانہ کی مشہور ہے
کہیں سایہ ہے اور کہیں نور ہے
سحر

ایکدن شاہ بنے کرتے ہیں جو سب پر حکم
ایک دن مشل گدا ہاتھ میں کاسا ہوگا
سیّد

ایکدن تخت پہ بیٹھے ہیں جو باجاہ و حشم
ایک دن قبر کا ان کی وہی کونا ہوگا
〃

ایک دن مسند قالین پہ جو سوتے ہیں پڑے
ایک دن خاک لحد ان کا بچھونا ہوگا
〃

ایک دن جن کے تولد کی ہے عالم میں خوشی
ایک دن ان کے غم مرگ کا شہرا ہوگا
〃

ایک دن عیش و طرب کرتے ہیں جو عالم میں
ایکدن اُن کے غم مرگ کا رونا ہوگا
〃

ایکدن سوتے ہیں محلوں میں تکلف سے جو
ایک دن ان کے لئے خاک میں جانا ہوگا
〃

ایک دن جسم میں جن کے ہے عروسی کا لباس
ایک دن اُن کے کفن بر میں سراپا ہوگا
〃

ایک دن ہوتی ہے جن جن کو خوشی چوتھی کی
ایک دن ان کا بڑے رنج سے تیجا ہوگا
〃

ایک دن زور جوانی سے اکڑتے ہیں جو
ایک دن بار ضعیفی کا اٹھانا ہوگا
〃

کوئی گدا بنا ہے کوئی بادشہ ہوا
دیکھا عجیب طرز نشیب و فراز کا
سرور

کہیں عشرت ہے دنیا میں کہیں آشفتہ حالی ہے
نہ اس سے کوئی مستثنےٰ نہ اُس سے کوئی خالی ہے
سفیر

تباہ کوئی ہے تازہ کسی کی کشتِ مراد
کہیں خزاں تو کہیں وہ بہار بنکے رہے
سراج

باغ جہاں میں گاہ خزاں ہے کبھی بہار
یکساں نہیں زمانہ کی آب و ہوا کا رنگ
شفق

کوئی شاداں ہے جہاں میں اور کوئی اندوہناک
گل اگر خنداں ہے تو گریاں ہے شبنم باغ میں
〃

رنج و راحت جہاں میں ہمدم ہے
کبھی شادی ہے اور کبھی غم ہے
شوق

ہے کسی جا جشن شادی و پگاہ
ہے کسی جا صدائے نالہ و آہ
〃

بجتے تھے جسمیں کل نک شادی کے شادیانے
شان خدا وہیں ہیں ماتم کے آج ساماں
ظفر

آوارہ گرد ہے کوئی خوشحال ہے کوئی
دُنیا کا کچھ عجیب نشیب و فراز ہے
عالم

مفلسی کے غم میں کوئی زر کے باعث کوئی خوش
ہے گدا کوئی جہاں میں اور کوئی سلطان ہوا
عاشق

کیا عالم ایجاد میں عاشق ہے دو رنگی
ہنسنے کا کہیں شور کہیں نوحہ گری ہے
〃

کہیں ہے موت کا ساماں کہیں ہے اصل کا ساماں
کہیں پھولوں کی چادر ہے کہیں پھولوں کی ڈالی ہے
عرش

باغ عالم کو کبھی اک رنگ پر پاتے نہیں
آج ہے اس میں خزاں تو کل ہے دوران بہار
فاضل

دورنگی زمانہ

عبث کی بجا دورنگی زمانہ ہے
گلے خزاں سے ہے گاہ بہار دنیا کی
〃

دورنگی زمانہ ہے
جو رونق ہے بستی میں ویرانی ہے
〃

ایک عالم کا عالم ہے دنیا میں
کہیں جشن و طرب ہیں کہیں ماتم
غزنی

کہیں دنیا میں ہے کسی کی حکومت
کہیں ہے کسی کی رعیت
〃

شاہ و گدا نہ ہے کسی کا جدا گانہ حال ہے
دنیا میں ہے کسی کی کوئی فرخندہ فال ہے
〃

کوئی ہے بیمار کوئی ہے تندرست
کوئی ہے بیمار کوئی ہے تندرست

دیکھے کوئی دورنگی دنیا کا ماجرا	نسیم	ماتم کہیں بپا ہے تو ہیں شادیاں کہیں	فاروق
اے فیض مرگ و زیست کا کچھ پوچھئے نہ حال	"	وہ فکر پیرہن میں یہ فکر کفن میں ہے	فیض
نیرنگ چشم غور سے اس غم کدہ کا دیکھ	"	اندوہگیں ہیں چارہ تو کرتے ہیں چارہ ش	قلق
دورنگی دیکھ گلزار جہاں کی	"	کہ گل خنداں ہیں بلبل نوحہ گر ہے	"
کیا کیا بھرے ہیں رنگ گلستان دہر میں	"	فصل خزاں کہیں کہیں موسم بہار کا	قطب
دورنگی دہر کی پیدا ہے یاں سے دل اٹھا اپنا	"	کسو کے گھر میں شادی ہے کہیں ہنگامۂ غم ہے	میر
ہے عبرت کی جگہ ماہر زمانہ کی دورنگی بھی	"	کوئی روتا ہے بسمل پر کوئی ہنستا ہے قاتل پر	ماہر
جو گل اک لحہ ہنستا ہے تو بلبل پہروں روتی ہے	دبیر	ذرا اے غافلو سوچو یہ کچھ عالم ہے گلشن کا	مہر
تجھ کو لازم ہے کہ غم سے نہ رکھے کچھ سروکار	"	باغ عالم کے ہیں نیرنگ خزاں اور بہار	"
ساتھ نرمی کے یہاں دیکھتے ہیں سختی بھی	"	اور خوش بختی کے ہمراہ ہے بدبختی بھی	"
یہاں شادی خوشی کی جا ہے غم سے رنج و الم بجا ہے	"	ازل سے عالم میں ہے دورنگی کوئی ہو شاد اکوئی غمیں ہے	"
تندرستی میں بگڑتی ہوئی صحت دیکھی	"	دعوی زور کے ہمراہ نقاہت دیکھی	"
کل دیکھ رہا تھا میں شفق کے نیرنگ	وزیر	تبدیلی پیہم سے مری عقل تھی دنگ	"
نیرنگ زمانہ پھر گئے آنکھوں میں	"	اس کے بھی اسی طرح بدلتے ہیں رنگ	"
بزم دنیا کے اے تماشائی	"	تو نے دیکھی بھی یاں کی رعنائی	"
کسی طرح کی یہاں دورنگی ہے	"	کیسی رنگوں میں خانہ جنگی ہے	"
میں نے شادی کے ساتھ غم دیکھا	"	ہمرکاب خوشی الم دیکھا	"
ساتھ نکبت کے ارجمندی ہے	"	ساتھ پستی ہے اور بلندی ہے	"
ساتھ ہے قہقہوں کے شور و فغاں	"	ہے تبسم کے ساتھ درد نہاں	"
مہر کے ساتھ گرم ملتا ہے	"	سخت کے ساتھ نرم ملتا ہے	"
کہیں شادی کہیں ہے بربادی	"	کوئی شاداں ہے کوئی فریادی	"
ایک پیدا جہاں میں ہوتا ہے	وحشت	ایک مرنے کے غم میں روتا ہے	"
ایک ہنستا ہے شاد ہو ہو کر	"	ایک کھوتا ہے جان رو رو کر	"
ہائے نیرنگیاں زمانہ کی	"	کیا دورنگی ہے کارخانہ کی	"
ایک حالت کبھی نہیں رہتی	"	ایک صورت کبھی نہیں رہتی	"
انقلابات کا ہے وہ چکر	"	نہیں جمتی جمائے جو نظر	"
پژمردہ کوئی گل کوئی غنچہ ہے شگفتہ	"	ہر وقت نیا رنگ ہے ہستی کے چمن کا	ماہ
ایک صورت پر نہیں ہے گلشن عالم کہیں	نسیم	خندہائے گل کہیں ہے گریۂ شبنم کہیں	مسکین
آئے ہستی میں تو یہ دیکھا تماشا جا بجا	"	دھوم شادی کی کہیں ہے نوحہ و ماتم کہیں	"
رات دن پیر فلک کی ہے دورنگی ظاہر	"	زرد ہے پرتو خور ماہ کی تنویر سفید	ناسخ
دنیا وہ زال ہے کہ دورنگی دہر سے	"	کیا کیا بدلتی رنگ یہ شفتل ہے سرخ و سبز	نصیر
کتنے اٹھے ہیں مر مر کتنے اکس رہے ہیں	"	وہ دکھ میں پھنس رہے ہیں اور لوگ ہنس رہے ہیں	نظیر
دنیا میں کوئی شاد کوئی دردناک ہے	"	یا خوش ہے یا الم کے سبب سینہ چاک ہے	"

دو دن کی کیا بہار پہ پھولی ہے عندلیب
گل و شبنم کا ہمدم صبحدم کرلے تو نظارا
دو رنگی زمانہ ہے کہ مثل شیشۂ ساعت
کبھو بہار ہے اس باغ میں کبھو ہے خزاں
جہاں میں سلسلہ توام ہے شادی و غم کا
نہیں ہے ایک طرح پر زمانہ کا نیرنگ
کسی کے حق میں یہ سم ہے کسی کو آب حیات
گدا کو بخشے ہے اک پل میں کرزن و کلیل
شگفتہ دل ہے کوئی اور کوئی پژمردہ
جو ایک شاد ہے اس سے تو ایک ہے غمگیں
خوشی حصول ہے گاہے گہے خفا ہے دل
تاثیر ہے دو رنگی لیل و نہار کی
خندہ زن کوئی کوئی اشک فشاں

کھٹکے ہزار بامیں جو رخزاں کے ہیں
چمن میں کوئی دم کا مہماں ہے خندہ و گریہ
دل عالم کدورت سے کبھو پُر ہے کبھی خالی
نہ پوچھو رنگ زمانہ کا ہے یہ رنگ برنگ
ہنسے ہے جو اسے رونے میں کچھ نہیں ہے درنگ
کہ دم میں کچھ ہے تو دم میں کچھ اور ہی ہے رنگ
فلک کسی کو ہے مامن کسی کو کام نہنگ
شہوں سے چھینے ہے اک دم میں مسند و اورنگ
جہاں ہے مثل گل و غنچہ و اشد و دلتنگ
کہیں ہے نوحہ و زاری کہیں ہیں چنگ
کبھی فسردہ ہے خاطر کبھی ہے دلپہ منگ
ناخوش دو چار دن ہیں ہیں دو چار خوش
بس یہی رنگ ہے زمانے کا

ہوش
ہمدم
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
یوسف

دولت

سرمایہ ہے بشر کے لئے مایۂ ضرر
جہاں میں وجہ شادی ہے تو دولت
جلوہ بزم عیش و سیر چمن
نشہ دولت دنیا ہے خمار عقبیٰ
افلاس دولت دونو سے ہوتا ہے دنیا میں ضرر
عبث ہے ناز تمول پہ ان امیروں کو
کیجئے غور تو دولت بھی پیمبر ہے امیر
ہے جمع مال آفت دیکھ اے بخیل غافل
جمع دولت ہے امیروں کے تلون کا سبب
دولت ملی جو ہم کو نہ اس کو ہوا قیام
سبب زوال حوادث کا ہے تو دولت دہر
نشہ زر نے کیا صاحب دولت کو یہ مست
درہم و دینار ناحق جمع کرتے ہیں بخیل
کیا فسوں گر ہیں یہ زردار کہ بھر رکھتے ہیں
سمجھا نہیں ہے دولت دنیا میں خاک نفع
لعل و یاقوت کروں کیا کہ نہیں مجھ کو جنوں

کھٹکا ہے مالدار کو دنیا میں چور کا
نہ ہنستے گل اگر ہوتے نہ زردار
ہیں شرارے سمند دولت کے
مست منعم ہیں عیش زر سے خزینہ بھر کر
اس سانپ کے دو ہیں ہن ایک اسطرف ایک اس طرف
اٹھا کے لائے ہیں کوڑا فقیر کے گھر کا
کہ کریموں کو خدا سے یہ ملا دیتی ہے
کیسے کا باندھتے ہیں کشکر گلا رسن میں
موجیں اٹھنے کی نہیں خشک جو دریا ہوگا
آیا جو گنج ہاتھ میں گنج رواں ہوا
کہ سنگ کہائے جو ہو نخل میں ثمر پیدا
فاتحہ جاکے سر گور غریباں بھولا ئو
گور میں دینگے یہ ایذا سانپ بچھو کی طرح
کژدم و مار سے صندوق و پٹارے دو چار
کہنہ لباس صاحب اکسیر دیکھکر
منعموتم کو مبارک ہو یہ پتھر دو چار

امیر
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
اسیر
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃

دولت

جانِ منعم کی بجا بعد فنا جلتی ہے	اسیر	کہنہ ہوتی ہے جو زرتار قبا جلتی ہے
نادان ہیں مال و زر پہ جو رکھتے ہیں اعتماد	"	دولت کسی کی ہے نہ کسی کا زمانہ ہے
دیکھا ہمیشہ مور و مگس کو عسل کے گرد	"	دولت ہے جس کے پاس اُسی کا زمانہ ہے
دولت آئی جو کہیں آج ہے کل میں نہ رہی	"	یہ دُلہن ایک ہی دُلہا کے محل میں نہ رہی
نشہ زر میں یہ منعم کو بلا	"	عقل سے بیدار دولت ہو گئی
تو نگر چار دن کو پھولیں بے اصل دولت پر	"	جہاں میں اعتباری اُنکی زرداری ہے پھولونکی
عادتِ بد سے ہے دولت موذیونکی لازوال	"	نیش کا ڈر ہے محافظ خانہ زنبور کا
بے مشقت دولت دُنیا ملے ممکن نہیں	"	غوطہ کھلواتی ہے غواصوں کو گوہر کی طرح
مشکل عروس دولتِ دُنیا کا ہے قیام	"	گھر رہ گئی کسی کے تو ایک رات رہ گئی
شاہی دُنیا مبارک ہو کمینوں کو اسیر	"	کب مجھے نظارہ دُنیائے دُوں درکار ہے
طلب گنج سے مقصود ہے سرمایہ رنج	"	داغ کھانے کو مجھے اب ہے یہ میٹھا پکا
تمول کو غنیمت جان منعم خیر جاری کر	"	زمانہ کروٹیں لیتا ہے پر ہر دم نہیں ملتا
کسی کو دہر میں اللہ بے قوت نہ دے دولت	"	اسیر احوال رہتا ہے پریشاں کیمیا گر کا
دولت کو اجتناب رہا مجھ سے عمر بھر	"	آیا جو گنج ہاتھ میں میرے رواں ہوا
کم مایہ کیا مقابل سرمایہ دار ہو	"	دریا سے ہے جو فیض کہاں آب جو سے فیض
خو جنہیں رُونیکی ہے دولت سے نفرت ہے انہیں	"	صورتِ گل کب ہے باغ دہر میں زردار خم
دولت میں بھی کسی کو خوشی ہے کسی کو رنج	"	ہنستے ہیں پھول روتی ہے شبنم بہار میں
حیوان کو مست کرتی ہے دولت بشر تو کیا	"	پھولے نہیں سماتی ہے بلبل بہار میں
لازم ہے صرف دے مجھے دولت اگر خدا	"	روشن چراغ روغن گل ہو بہار میں
معاذ اللہ کتنا نشہ زر ہے امیروں کو	"	رہا کرتے ہیں مثل مست بیہوشی کے عالم میں
ہوا ثابت مآل صاحبِ دولت جہنم ہے	"	جلا دیتے ہیں اکثر آگ میں ملبوس زریں کو
دنیا میں اعتبار ہے کیا مال و جاہ کو	"	مٹی گدا کے ہاتھ سے ملتی ہے شاہ کو
خوف غنا ہے جس کو گرفتار رنج ہے	"	گردش ہمیشہ رہتی ہے دولاب چاہ کو
ایذا مآل دولتِ دنیا ہے اے اسیر	"	حسرت ہے وقتِ نزع سوا بادشاہ کو
رُو سفیدی چاہتا ہے تو اگر دولت سے بھاگ	"	ارتباطِ زر سے دنیا میں محک ہے رُو سیاہ
دولت دُنیا ہے بے شک باعثِ ایذا اسیر	"	چاک ہے سینہ صدف کا گوہر شہوار سے
لازم ہے عجز صاحب دولت کے واسطے	"	ہر شاخ میوہ دار جھکی میں خمیدہ ہے
نادان ہیں وہ جن کو ہے دولت پر اعتبار	"	مطلق نہیں قیام زمانے کے واسطے
بجائے مقبرہ بنیاد کرتا ہے مکان اپنا	"	سیہ مستی سے منعم نشہ زر میں بہکتا ہے
مُردار ہے یہ نعمت دنیائے دُوں پرست	"	جس کو طلب ہے اُس کی وہ مُردار خوار ہے
دولت کو اسفلوں سے محبت کمال ہے	"	قارون کے ساتھ خاک میں قارون کا مال ہے
زہد و ورع سے صاحبِ دولت کو کام کیا	"	کرتا نہیں وضو کوئی موتی کی آب سے
مست غرور ہیں جو تونگر عجب نہیں	"	دُنیا شراب خانہ ہے دولت شراب ہے

سلطان

سلطان وہ ہے کہ جس کی رعیت سپاہ ہے	سلطان نہیں جو سمجھے رعایا سپاہ کو	اسیر
مزدور اگر نہیں تو پھر کیا ہیں بادشاہ	سارے جہاں کا بوجھ ہے سر پر دھرے ہوئے	〃
مال و زر یونہی پڑا رہ جائیگا سب دھرا	کام آئیگا وہی رکھا ہے جو زادِ سفر	اوج
دولت دنیا کی خاطر خاک چھانی عمر بھر	تھے جو برگشتہ مقدر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا	اشک
سر پر لیجاتے نہ ہم رکھ کے مثال قارون	جمع کر لیتے اگر مانگ کے زر کیا ہوتا	〃
آدمی کے لئے دولت سبب غفلت ہے	رہتا ہے خوابِ گراں عالم ہمیں ہشیاری میں	〃
آجکل ایسی زمانے کی ہوا بگڑی ہے	پاس دولت نہ اگر ہو تو شرافت ہی نہیں	〃
ذلیل و خوار رہے اے اشک لوگ نکتہ چیں	نہ جب تک آدمی کی گانٹھ میں دام و درم کچھ ہو	〃
کم ہوئی کیا حرص منعم کی جو دولت بڑھ گئی	پی گیا جتنی شراب اتنی ہی غفلت بڑھ گئی	〃
مال دنیا رو سیاہی کا سبب کیونکر نہ ہو	دیکھ لو چھونے سے جس کے ہاتھ کالے ہو گئے	〃
زر کی جانب نہیں ہے رخ اپنا	اشرفی آ کے زرد رو ہو گی	امانت
دنیا میں ہے خزانہ لڑائی کا گھر سدا	از روئے غور گنج کو الٹو تو جنگ ہے	〃
دولت دنیا سے آتش ہم نے جب پھیری نگاہ	جس طرف آنکھ اٹھ گئی تو دے لگے دینار کے	آتش
ہنر سے بیماریوں کے حال یہ ظاہر ہوا ہم کو	مقدر میں جو دولت ہو تو ہو زر خاک سے پیدا	〃
گر جیب میں نہیں تو راحت بھی نہیں	بازو میں سکت نہیں تو عزت بھی نہیں	اکبر
بے سود ہے گنج مال و دولت کی تلاش	ذلت ہے در اصل جاہ و شوکت کی تلاش	〃
تنہ کرو صاحب نسب نامے وہ وقت آیا ہے اب	بے اثر ہو گی شرافت مال دیکھا جائے گا	〃
یہ زر وہ چیز ہے جو ہر جگہ ہے باعثِ شوکت	سنی ہے عالم بالا میں بھی تعمیر سونے کی	〃
ہیں طالب نعمت کے عدو طالبِ نعمت	گھر بھر عسل لتا ہے زنبورِ عسل کا	انور
اک دن وہ تھا کہ پوچھنے والا کوئی نہ تھا	اور اب زمانہ ہو گیا اے یار آشنا	〃
بس یہیں ہے مزہ دولتِ دنیا باقی	رکھ کے کیا چھاتی پہ یاں سے کوئی سل جائیگا	〃
ہے امن جہاں میں بے زری سے	رہزن بھی غنی کو لوٹتے ہیں	〃
دے زور و زر خدا تو ضعیفوں کا پاس کر	رستم وہ ہے جو رنج نہ دے پیرِ زال کو	〃
عزیز دیدہ بلبل ہیں گل یہ زر کے سبب	بغیر مال نہیں اعتبار دیکھ چکے	〃
انور ہیں جو کہ دولت دنیا پہ شیفتہ	دل بستہ ہیں وہ حسن رخِ پیرِ زال کے	〃
جتنا سامان مناسب ہے مہیا ہے تمام	سچ ہے عزت سے رہا کرتے ہیں عزت والے	ارشد
خیال فردا نہ کر کے جو لوگ اٹھاتے ہیں زر	انہیں مصیبتیں افلاس کی دباتی ہیں	اختر
جانکاہیوں کے بعد جنہیں ملتی ہے دولت	وہ مفت میں دولت کو لٹایا نہیں کرتے	اسمٰعیل
دولت سے آبرو ہے تنک ظرف کے لئے	شیشہ کا جھاڑ بنتا ہے شیشہ سفال کا	بحر
کر و اندیشہ اپنی پستیٔ ہمت سے زر والو	لپٹ جائے نہ تم سے کوڑیالہ گنج قاروں کا	〃
منعم کو ایک دن آبرو ریزی کی برسات آئیگی	زر کو پرلگ جائینگے جگنو درم ہو جائیں گے	〃
منعم کو ہوش ہو تو ہماری فغاں سنے	تارِ رباب عیش رگ خواب ہو گیا	〃
دولت کسی طرح نہ رکی گھر سے جب چلی	گاڑا زمین میں جو خزانہ سرک گیا	〃

دولت

قدر کھوئی دولت دنیا کی نے جانی میں نے — بجر
خاک کا پتلا کیا پیدا تجھے مٹی سے کھیل — 〃
نشہ دولت دنیا کا بہت برا ہے — 〃
سنو شاہ کو درویش کا یہ دل کے دل سے — 〃
دل فقر کی ہے جاگہ دل دل نہ دل سے — 〃
چور و سیر ہم سے خدا نہ دل کیا ہے — 〃
مال دنیا جو کہ ہے ہر ایک کے برابر ہے — 〃
نشہ عیش میں کیونکر نہ مست ہو — 〃
زندگانی اہل دول آب زر شراب ہے — 〃
زندگی کے تئیں کاف صرف کا تکلف ہے — 〃
اہل دولت کو دکھاتی ہے جو تیغ دولت — 〃
آتش عیش میں بشر کا حال دیکھا چاہیے — 〃
جاہ و حشمت میں دولت کا تماشا دیکھا — 〃
سوز عشق دولت دنیا سے اشتعال نہیں — 〃
خاطر جمع ہے اب ہو کے تہی دست کہ ہم — 〃
نشہ کیا پیسہ کا ہے ہو کے تہی دست کہ ہم — 〃
نور فضل و ہنر و دولت و تقوی ہیں سنگ — 〃

دولت

دولت

دنیا میں تمول ہے تو گردوں کی بدولت — بحر
دولت بھی آکے خلق میں گمراہ ہو گئی — "
خوفِ بلائے رنج روپے والوں کو نہیں — "
دولت پہ جان دیتے ہیں راحت کے واسطے — "
جھنکار سن روپے کی یہی ہے نوائے عیش — "
زر کو بھی انتشار ہے ذرات کی طرح — "
دولت پرست گبر و مسلمان نظر پڑے — "
زر دیا جن کو خدا نے ان کے گھر روشن ہوئے — "
نگینِ فن کے لئے مال ڈانک ہے اے بحر — "
سوار پھرتے ہیں پیلِ سپہر پر مہ و مہر — "
اہلِ فنا کو دولتِ دنیا سے کیا غرض — "
بحر بھکے ہوئے ہیں اہلِ دول — "
بہرِ دولت کیوں تگ و پو میں پڑا ہے بے نصیب — "
چشمِ عبرت سے نظر چاند سورج کی طرف — "
نیاریوں کی خاک چھنواتا ہے مال — "
زردار لوگ چرخ میں آئیں گے ایکدن — "
بجا ہے اغنیا کی شکایت کرے جو بحر — "
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں مفلس اہلِ زر ملتے نہیں — "
کہو ارباب دنیا سے ورم داغِ ندامت ہیں — "
کیوں نہیں مال سمجھتے ہو خرابا تیوں کو — "
نیش عقرب سے سوا ہیں خار راہ سیم و زر — "
ذلیل ہوتے ہیں دنیا کے عشق میں انسان — "
دولتِ دنیا کے پیچھے دوڑتا ہے کیوں بشر — "
آدمی سر اٹھا نہیں سکتا — "
بحر کیوں لوگ اس کے طالب ہیں — "
اہلِ دولت کو مبارک ہے دولت کی ہوس — "
یہ زر کی بد دولت ہے نفاق اہلِ جہاں میں — "
بشر کا دل رہے گا مال ہی میں — "
دونو جہاں میں زر کی طرح ہوگے زرد رو — "
کہ اہلِ دول سے ہوئی معبود پرستی — "
زوالِ زر میں ہے یوں اپنی آبرو باقی — "
زر ہو کیا قارون کو راہِ عدم کی روشنی — "
ہلاک ہوتے ہیں زر کے لئے بنی آدم — "

اختر ہے گہر ریز تو خورشید ہے زر ریز — بحر
گھر بھول کر گدا کا گئی بادشاہ کے پاس — "
چاندی کی تختیوں پہ کھدی ہے دعائے عیش — "
سرمایۂ حیاتِ بشر ہے فدائے عیش — "
دیکھا اشرفی اگر نہ ہو دیکھی ہے تا عیش — "
حوالی چل رہی ہے جہاں میں ہوائے عیش — "
نوعِ بشر ہے بندۂ زر زر خدائے عیش — "
بنگلے گویا در و دیوار کے روزن چراغ — "
بغیر زر نہیں کھلتا کسی کے فن کا رنگ — "
بلند مرتبے ارباب سیم و زر کے ہیں — "
لو دیکھ لو کہ گنج شہیداں میں زر نہیں — "
نشۂ آبِ زر مدام نہیں — "
دانۂ تسبیح کو آب گہر ملتی نہیں — "
منزلت عزت یہاں بے سیم و زر ملتی نہیں — "
سیم و زر کی جستجو اچھی نہیں — "
زر گر کے بوتے ہیں لحدوں کے گڑھے ہیں — "
حصہ فقیر کا نہیں دنیا کے مال میں — "
کم ہوئے ہیں شان و شوکت میں متاع و مال میں — "
جلاؤ دل نہ دولت پر دھواں اٹھیگا گور میں — "
اہلِ دنیا سے کہو گنج ہے ویرانے میں — "
آہنی موزے بشر پائے ہوس میں کھینچ لیں — "
فقیر دیکھا ہے دنیا میں کیمیا گر کو — "
پاؤں توڑے سے ملیگی سلطنت تیمور کی — "
ضرب گھن سے زیادہ ہے زر کی — "
کیا بند ھا ہے گرہ میں گوہر کی — "
یہ بھی کچھ مال ہے ہم جسکی تمنا کرتے — "
سلطان و گدا میں کبھی صحبت نہیں ہوتی — "
نہ نکلے گی یہ پہلی آب زر سے — "
رو کا جو دستِ خیر کو تقسیم مال سے — "
باطل ہے اگر سجدہ کریں تاجِ زر سے — "
پس نماز رہے جس طرح وضو باقی — "
بے دئے ہوتی نہیں دام و درم کی روشنی — "
عزیز جان سے بھی بڑھ کے مال ہوتا ہے — "

بشر روز ازل سے شیفتہ ہی شان و شوکت کا	غناصر کے مرقع میں بھرا ہے نقش دولت کا	بحر
کھوٹا پیسہ بھی برے وقت میں کام آتا ہے	داغ دل میں ہے کیسہ میں اگر دام نہ ہو	"
ہے شکر کروگا رعقوبات سے بچے	خالی نے کر دیا مجھے تاج و نگیں سے دور	بر جیس
تمیز اہل دول کو ہے رطب و یابس کی	کہ سوجھتا نہیں کچھ بے فراغ تازہ و خشک	بیان
جو زمیں پر فراغ رکھتے ہیں	آسمان پر دماغ رکھتے ہیں	"
داغ رہجائیگا دل پر فکر جمع مال کا	ہاتھ کے ہیں میل دینا رو درم کیا کیجے	بیخود
تیرگی گور کی جائے گی نہیں اے منعم	کیا حصول اس سے ہوئے جو در و دیوار سفید	برق
ایک دن سرور نشۂ دولت خمار ہے	ہر ایک تخت تختۂ تابوت بنگیا	پرتو
اشرفی آئی تو اشراف بنا دیتی ہے	زر کے آتے ہی سمجھ جاؤ شرافت آئی	"
خوب بدست ہوا وہ جسے دولت آئی	چار دن مال کے ہاتھ آتے ہی نخوت آئی	"
ساتھ لیجا کے بھی قارون کو حاصل نہ ہوا	بھیجدے آگے اگر ہاتھ میں دولت آئی	"
مرتے ہیں نزات تزئین مکاں پر اہل زر	کیا تعمیر گلی لیجائیں گے سر پر اٹھا	تسلیم
پدر کے مال پہ پھولے نہ بدنصیب پسر	متاع دہر سے ہے خانۂ خراب میں کیا	"
اب ہے پیری میں مرمدی اہل کسب زر کے واسطے	خانقاہیں ویں فروشی کی دکان سے کم نہیں	"
جمع کرتے ہیں عبث منعم زر و سیم و گہر	لے گیا کیا مال دنیا سے سکندر خاک میں	"
ہرگز نہ آبرو کہیں پائے گا دہر میں	غنچہ ہزار داب کے مٹھی میں زر بھرے	"
مال ممسک کا کسی مفلس کے کام آتا نہیں	کون لیتا ہے زر گل صرف کرنیکے لئے	"
اس زمانے میں تو بے ہنروں کی ہے دولت نصیب	کون کہتا ہے کہ روزی بے ہنر ملتی نہیں	تراب
مفلس کا کام یاں نہیں دولت کا کھیل ہے	دنیا خمار خانہ ہے چلتی ہے زر کی چوٹ	"
اس قدر اہل جہاں کو ہے محبت زر سے	پیٹ میں مار لیں سونے کا جو خنجر ہوتا	"
دنیا میں سیم و زر جو بہت جمع کرتے ہیں	ہوگا حشر میں سخت انہیں پر محاسبہ	تراب
طالب دنیا کے دل میں نور چکے کس طرح	دل تو ان کا ہو گیا از جب سیم و زر سیاہ	"
یارو دنیا کے لئے اتنی مشقت ہے عبث	طلب سیم و زر و خواہش دولت ہے عبث	"
اہل دنیا کو نہ ہو کیونکر تلاش سیم و زر	ان کو آسائش یہاں بے سیم و زر ملتی نہیں	"
یہ دنیا کے لئے ایسے وزیر و میر لڑتے ہیں	نجاست کے اوپر جیسے سگ و خنزیر لڑتے ہیں	"
گنج قارون کا نہ کام آیا گیا تحت ثرا	مال و اسباب بہت حشمت و شوکت ہے عبث	"
اس زمانہ میں ہے اسی کی ساکھ	گھر میں ہو نقد جس کے وہ اک لاکھ	"
ایسی دنیا کی نمایش پہ تو یا روتف ہی	نام کے واسطے کرتا ہے نگین کالا منہ	"
جب تلک خط جاہ باقی ہے	نفس بد رو سیاہ باقی ہے	"
بہت کس لئے اسباب دنیا جمع کرتا ہے	خزانہ لیکے قارون کی طرح کیا سر پہ دھرتا ہے	"
ہوتی قارون کی عاقبت نہ خراب	مارتا لات اگر خزانے پر	"
رہزنوں سے کس طرح ہو ایمنی	جب کمر میں نقرۂ زر باندھئے	"
یک جہاں خواہش دنیا سے سراسیمہ ہے	خالی آرا زر و دولت و حشمت کم ہے	"

دولت

ان کو آزار و جگر میں کیا کیجے
جو گرفتار اسیر زر و سیم ہوئے
قبر کے واسطے تعمیر عمارت ہے عبث
ہے زمیندار کی دنیا سے فقط ہمراہی
مال و دولت ہے کسی کے بھی نہ ہمراہ گیا
رہگیا ہاتھ خالی سکندر جہان سے
کیا ہاتھ آتا ہے دولت کسی کے
نہیں سنتا کہتا ہے ہر ان زر و دنیا فریفتہ
دل سے کرتا ہے ہر ان زر کی یاد عبث
دولت دنیا کی تمنا ہے عبث
دولت دنیا کی آرزو ہے عبث
زر کے ہیں سب یہ دوست نہیں ان کا بھروسا ہے
زر نہیں ہے کسی کا دوست
شرافت کا نہیں ہے کوئی پاس
شرافت ہماری عزت سیم و زر
ہے شرافت سے تو ہماری عزت ملتی
ہے شرافت کبھی نہیں ملتی
تونگری سے شرافت کی دل سے ہے بیگانہ
بنا ہے سیم و زر سے کسی شخص میں دیکھو
دولت ہے کسی کے مکان پر نشان
محل بن رہے ہیں زر و زر

تراب
تنبل

دولت دنیا کا منہ کالا وقار اس نے دھویا	زر دار باغ دہر میں ہیں بیشتر عزیز	جنون
ہوئی خاکستر اس کو تنفر رکھا سدا	سلاطین کا خزانہ اور بت خانہ برابر ہے	جسٹار
اہل ہنر سے اس کو ہے بغض و عناد کا	داغ دینگی یہ امیروں کی چمن آرائیاں	جلیل
جاتا ہے دولت والوں میں سکون نیا میں لاکھ	اب تو اکثر اہل زر فرعون ہیں	"
زر دار ہو ادھر ہو ادھر کے زر ہے ہر جگہ	رُوز عقبیٰ ہوگے تم مانند خاک اے خاکیو	جلالی
دست طلب نہ سامنے غافل پسر ہو ناداں کسی کی	مال و دولت جاہ و حشمت چھوڑ کر ایکدن نہیں	"
دولت دنیا سے بہتر ہے قناعت کا غنا	انسان کی نیت میں اگر شر نہ ہو موجود	چکبست
ہے برابر پیش حق ریگ گداو شاہ کا	باڑ پر تلوار کی چلنا نہیں شاق اس قدر	حالی
اہل زر کو زر ہی کرتا ہے گرفتار بلا	گلشن دولت کے ہوں انگور میٹھے بھی اگر	"
فکر ہا ہی خود بخود اے منعمو حرص	باد صرصر آگ کو اس طرح بھڑکاتی نہیں	خلیل
جینا نہیں سدا تجھے اے منعمو حریص	دولت بے انتہا کا ہے نگونساری آل	"
پھر کیا کریگا کیسے یہ مال و منال تو	مال و دولت کا فلک سے نہ ہوا میں سائل	خاموش
جاہ و ثروت کی ہوس کا ہے نتیجہ حسرت	دولت ملی تو کرتے ہیں کم ظرف سرکشی	خوشدل
اہل دولت نے تاسف کے سوا کیا دیکھا	سمجھ اُن کو محروم لذات دین سے	"
دولت عالم فنا ہے یہ یقیں کر لیجئے	زر جسے کہتے ہیں وہ ہے باعث فسق و فساد	"
کون دنیا میں رہیگا جو یہاں رہیگا	زمانہ میں دولت بنی بہر سوخت	"
شمع عرفان محبت سے روشن کر لیجئے	ہے ظاہر قصۂ قارون سے منعم حالت دولت	"
ملک عالم میں جو دل کامل و مکمل نہ ہوا	مرتے ہیں خود پسندی پر امیران زماں	"
آب زر سے کبھی جامہ نہ پاک نہ ہوا	صاحب زر کو اگر علم و ہنر ملتا نہیں	بجز
ہوئے کیا پیر کنعاں کیا یوسف کو دولت میری	ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش	خرچ کرتے ہیں عبث لاکھوں روپے القاب پر
رکھئے	نشہ دولت کا بدا طوار کو جس آن چڑھا	صاحب علم و ہنر کو بھی تو زر ملتا نہیں
	کیسے بے عقل اہل دنیا ہیں	ورہم کی شکل صورت درہم سے کم نہیں
	فقر کو سمجھو سبب آرام کا	سر پہ شیطان کے ایک اور بھی شیطان چڑھا
	خدا کے قہر سے ڈر پھول دولت پر نہ اے منعم	کھوئے دیتی ہے اُن کو زر کی تلاش
	مرتے ہیں لوگ دولت دنیا کے واسطے	آفت آئے گی جو دولت آئیگی
	بوریا تا بند بستر چاہیئے	خزانہ تیرا کچھ افزوں نہیں ہے گنج قارون سے
	پھونکے دیتے ہیں مہوس دولت اجداد کو	کتوں کی طرح لڑتے ہیں مردار کے لئے
	سیم و زر کے آگے سودا کچھ نہیں انسان کی	تارک دنیا کو بھی زر چاہیئے
	اشرف الخلق ہے انسان لیکن	بے روپے اکسیر بھی اے اہل زر ملتی نہیں
	سینکڑوں جوڑنیوالے نہ رہے	خاک ہی رہنا بھلا تھا بلکہ اس اکسیر کا
	مال دنیا کو نہ پیارا تم سمجھنا منعمو	کچھ سمجھتا نہیں زر کے آگے
	عبث اے منعمو مغرور ہو دنیائے فانی پر	اور دینار و درم باقی ہے
	جوں غنچہ پریشانی خاطر کے سوا کچھ	کیا بھروسہ ہے بھلا اسکا رہا جاتا رہا
		گیا جم جاہ سے کچھ نہ تہا دست سکندر میں
		حاصل نہ ہوا جمع زر و مال سے ابتک

ہوتا نہیں نہال کوئی بے ثمر عزیز	جنون
وہاں تو وے ہیں پتھر کے یہاں ریزہ ہیں پتھر کے	جسٹار
جز گل حسرت ملا کیا پوچھئے شداد سے	جلیل
ایک کیا دو چار موسیٰ چاہیئے	"
گنج دنیا کون اپنے ساتھ واں لیجائیگا	جلالی
جز الم تو ہائے غافل اور کیا لیجائیگا	"
زر رہا تھ میں اس کے ہے کلید در مقصود	چکبست
جسقدر ثروت میں ہے دشوار پاس اعتدال	حالی
دیکھ اے زر باہ نفس دوں خدا اُن سے خدا	"
جس طرح جذبات نفسانی کو بھڑکاتا ہی دل	"
سر جھکا دیتا ہے شیشہ جب لبالب ہو گیا	خلیل
مر دتھا خواہش اکسیر و طلا کیا کرتا	"
قوار ہ ضبط کر نہیں سکتا ہے آب کو	"
جو دنیا کے ناز و نعم دیکھتے ہیں	خاموش
گر نہ ہو باور تو دیکھو گنج ہے تقلیب جنگ	خوشدل
بھرا نار سے دیکھ دینار کو	"
بجز جود و سخا اہل حشم کے ہاتھ کیا آیا	"
خرچ کرتے ہیں عبث لاکھوں روپے القاب پر	"
صاحب علم و ہنر کو بھی تو زر ملتا نہیں	"
ورہم کی شکل صورت درہم سے کم نہیں	ذوق
سر پہ شیطان کے ایک اور بھی شیطان چڑھا	"
کھوئے دیتی ہے اُن کو زر کی تلاش	ذاکر
آفت آئے گی جو دولت آئیگی	"
خزانہ تیرا کچھ افزوں نہیں ہے گنج قارون سے	رند
کتوں کی طرح لڑتے ہیں مردار کے لئے	"
تارک دنیا کو بھی زر چاہیئے	راسخ
بے روپے اکسیر بھی اے اہل زر ملتی نہیں	سحر
خاک ہی رہنا بھلا تھا بلکہ اس اکسیر کا	سودا
کچھ سمجھتا نہیں زر کے آگے	سید
اور دینار و درم باقی ہے	سعید
کیا بھروسہ ہے بھلا اسکا رہا جاتا رہا	سرور
گیا جم جاہ سے کچھ نہ تہا دست سکندر میں	سخن
حاصل نہ ہوا جمع زر و مال سے ابتک	شہید

رکھا ہے دست شفقت مادرانہ فرق پر اس کے — دیا ہے دولت دنیا نے بھی کیا ساتھ قارون کا — صابر
پانی کو جیسے دنیا میں حاصل استقرار نہیں — مال جہان کو بھی ویسے ہی ہرگز استقرار نہیں — طالب
پانی کے بڑھ جانیسے جس طرح خرابی آتی ہے — مال کی کثرت بھی آخر کو یونہی خرابی لاتی ہے — "
اہل زر نادان ہیں ان کو غم عقبیٰ نہیں — کیسے خوش ہوتے ہیں دنیا کا تماشا دیکھکر — طاہر
وہ بری دولت دنیا جو تہ خاک رہے — راہ مولا میں جو ہو صرف وہ مال اچھا ہے — "
تو کرتا کس اُمید پر غافل ہے جمع زر — قارون کے ساتھ دیکھہ تو دولت نے کیا کیا — ظفر
ساتھ زر کے پستی ہمت بھی ہوتی ہے زیاد — ورنہ مائل سوئے اسفل کس لئے قارون ہوا — "
قدر اس شخص کی دو چند ہوئی — اس جہاں میں جو مالدار ہوا — عالم
اپنے ہمراہ نہ لیجائیں گے جز درہم داغ — چھوڑ جائینگے جو دنیا میں دفینہ اپنا — "
دولت وہی ہے خوب جو ہو حق حلال کی — کرلی ہے زر در و بھی کبھی سیم و زر کی چاٹ — "
کرے گھمنڈ نہ دولت پہ ہے جہاں فانی — ہمیشہ چاہیئے انسان کو سر جھکا کے چلے — "
مرد جوان ہے جاہل دولت پہ جو ہے مائل — ایمان ہے مہر غافل دنیائے پیر زن کا — عاشق
جو پئے جمع مال ہے اس کو یہی خیال ہے — زیست ہزاروں سال ہے دم دم واپسیں نہیں — "
جو صرف نہ ہو کام کی دولت نہیں ہوتی — مجنوں کو زر داغ میں ثروت نہیں ہوتی — "
سنا ہے کحل زر سے ہوتی ہے قوت بصارت کو — جہانمیں لوگ کیوں ہو جاتے ہیں اندھے بصارت سے — "
چاروں کے لئے دنیا میں تجھے ہی منعم — طلب عزت و ملک و زر و جاگیر عبث — "
دولت نے انقلاب ہزاروں دکھا دئے — پوچھا نہ میں نے بھی کدھر آئی کدھر گئی — "
مال سے یہ پانوں کا کرتا ہے کام — ہاتھ وہ چلتا ہے جس میں زر رہے — "
دولت دنیا پہ اتنا دل نہ مائل چاہیئے — ایک دن سب یہ جہاں زیر و زبر ہو جائیگا — علی احمد
کب کسی کی بات سنتے ہیں جو ہیں اہل دول — گوش گل میں زر کے ہونیسے گرانی ہو گئی — عزیز
جاہ کو لوگ اگر فانی و باطل سمجھیں — افسر شہ کو نگوں کا سہ سائل سمجھیں — "
انقباض غنچہ سے ثابت ہوا ہم کو عزیز — جس کسی کی گانٹھ میں زر ہے وہی دلتنگ ہے — "
ہے چند روزہ گلشن ایجاد کی بہار — کیوں مثل غنچہ اس میں کوئی جمع زر کرے — "
تھا انقباض غنچہ نمط جمع مال سے — دل کھل گیا مرا جو نہ مٹھی میں زر رہا — "
اہل رفعت کو بہت جلد مٹاتا ہے فلک — لاکھ ہوا وج مگر عمر شرر کچھ بھی نہیں — "
بنا فلس ماہی زر اغنیا — کہ خست سے جزو بدن ہو گیا — "
وہ زمانہ ہے کہ گلزار میں کہیں نہ قدم — طبق گل میں عنادل نہ اگر زر دیکھیں — "
غنچہ کی جب سے تنگدلی دیکھہ لی عزیز — قطع اُمید کر چکے سب اہل زر سے ہم — "
کیا منعم حصول ہے اس سے سوائے سوز — مانند شمع سر پہ اگر تاج زر ہوا — "
اپنے ہمراہ نہ لیجائیں گے جز درہم داغ — چھوڑ جائیں گے جو دنیا میں دفینہ اپنا — "
زردار کو آسائش دنیا کا مزہ کیا — حاصل ہے غریبوں ہی کو آرام سرا کا — عاقل
جب زر کا ہے آل کارتاریکی قلب — یعنی ہوتا ہے سیہ دیوار و در ٹکسال کا — غافل
زر دنیا کسی کو بے جفا کاری نہیں ملتی — لگی ہے ہاتھ تب اکسیر جب پارے کو مارا ہے — "

دولت

ہے چھپا اس کی خبر نہیں — سب سے جو زردار ہے پیچھے — "
زر دار بھی تو اکثر — ہے عیش سے راحت بھی — نادان
چاہیں رہے عمر بھر — ہے عیش سے راحت بھی — "
کیا نفع دین کا نہیں — پیچھے پڑے جب سے تو کہ مال آیا — فیاض
پیچھے پڑے جب سے تو کہ مال آیا — "
ہاں کام کا مرد نہیں — پیچھے پڑے جب سے تو کہ مال آیا — "
ہاں چشم خدا ترس — ہے عیش سے راحت بھی — فدا
ہاں چشم خدا ترس — ہے عیش سے راحت بھی — "
ہاں حسن اگر حسن — ہے عیش سے راحت بھی — "
ہاں حسن اگر حسن — ہے عیش سے راحت بھی — "
دیکھہ اسے لئیم دولت — ہے عیش سے راحت بھی — "
دیکھہ اسے لئیم دولت — ہے عیش سے راحت بھی — "
ہے عیش سے راحت بھی — ہے عیش سے راحت بھی — فرق
ہے عیش سے راحت بھی — ہے عیش سے راحت بھی — "
دولت دنیا چھوڑ اسے غافل — ہے عیش سے راحت بھی — "
چلتی پھرتی چھاؤں ہے — ہے عیش سے راحت بھی — "

دولت		اہل دولت چھوڑتے دنیا کو ہیں حسرت کے ساتھ	فوق
		غریبوں کی بھی لو خبر منعمو	"
		اتنا ہی مجھے روز جزا داغ ملے گا	قدر
		لے منعمو روپے نہیں حسرت کے دلاغ ہیں	"
		ہو گئے لاکھوں خداوند آج کل	"
		لکھا ہوا ہے ہر ایک کیمیا کی بوٹی پر	"
		منعم یہ روپے کی زر پرستی	"
		آدمی کرتا ہے کیوں زر سے محبت اتنی	تعلق
		غش میں گھر بھرنے پہ منعم دیکھتے ہو گر کہ روز	"
		کلیجے سے لگائے رکھتے ہیں لوگ	"
		سکھا دیتا ہے اقبال آدمی کو نیک و بد آخر	"
		منہ پھیر کر چلی جب جاہ و حشم کی دولت	کمال
		دنیا ہے شست و شو کے لئے آبرو گدا	منیر
		زرداروں کو سمجھتے ہم دل میں آدمی	"
		دولت سے بیخودی ہے جوانی کے واسطے	"
		دولت کے سبب ڈرتے ہیں سب سے متمول	"
		نادان سر جھکاتے ہیں دولت کے واسطے	"
		ہر کسی کو نشہ ہے تو دولتی کا کس لئے	"
		دولت وہی اچھی ہے کہ جو کام میں آئے	مہر
		اچھا ہے وہ زر کام میں جو آئے کسی کے	"
		دولت تری اے شخص ودیعت ہے خدا کی	"
		زر قبلہ حاجات ہے سوچے اگر انسان	"
		دولت نہ ہوئی اور نہ ہو گی یہ کسی کی	"
		جبتک کہ ہے زر پاس ترے نفع کوئی لے	"
		دولت و حشمت و سیم و زر و لعل و گوہر	"
		خاک میں دولت ملائی کر کے دم	"
		کیا تعجب ہے جو ہیں تیرہ دروں دولتمند	"
		افلاس میں ممکن نہیں بزم مے و معشوق	"
		اسباب پریشانی خاطر کا ہے	"
		تنگ حالی کا خطر رہتا ہے خوشحال کے ساتھ	"
		تم پہ مال جان نہ جوکھوں میں ڈالنا	"
		تری نظروں میں زر ہے قبلہ حاجات اے غافل	"
		بدن کی جان کی صحت کی پروا کچھ نہیں تجھکو	"
		دم نکلنے کو نکلتا ہے مگر وقت کے ساتھ	فوق
		ہمیشہ نہیں رہتے دولت کے دن	"
		جتنا ہے یہاں درہم و دینار سے اخلاص	قدر
		تم کو نظر ہے مال پہ مجھکو تال پر	"
		نام کو گھر گھر خدائی ہو گئی	"
		کہ یہ نشان ہے قارون کے خزانے کا	"
		رکھ لے اسے سجدگاہ کر کے	"
		نقش جب سکے کی جاہوتا ہے دینار و زر پر	"
		ہاتھ جاتے ہیں سب مال دنیا چھوڑ کر	"
		عجب دلچسپ شئی دنیا میں زر ہے	"
		یہ دولت ہے وہ شئی شان ریاست آہی جاتی ہے	"
		جاتی ہے ساتھ اس کے سب آبرو عزت	"
		مال اہل دل کی آنکھوں ہاتھوں کا میل ہے	"
		دیکھا تو آدمی کا بھی گوسالہ بیل ہے	"
		سونا ہے نیند نشہ فانی کے واسطے	"
		اکسیر کے کہانے سے کوئی مرد ہوا ہے	"
		گوسالہ سامری کا نظر میں یہ گائے ہے	"
		پارہ کہنہ خم چرخ کہن میں کیوں نہیں	"
		بیکار ہے دولت نہ کرے خرچ اگر انسان	مہر
		بیکار پڑے رہنے میں ہے خطرۂ نقصان	"
		کر غین نہ اس میں کہ بہت سخت ہے نقصان	"
		یہ شئی وہ ہے جس سے کہ ہو مشکل ہر ایک آساں	"
		حقدار کو حق بخشے تجھے رحمت یزداں	"
		کیوں یوں عوض سود اٹھاتا ہے تو نقصان	"
		ساتھ لیجائیگا او منعم ناداں کیا کیا	"
		خاک چھانی کیوں عبث زردار نے	"
		ہو ہی جاتی ہے سیہ لاکھ ہو مکسال سفید	"
		یہ زر کا تماشا ہے یہ دولت کا مزا ہے	"
		اسباب تیرے مکان کا اے جاہل	"
		خوف چوری کا ہے دنیا میں زر و مال کے ساتھ	"
		خطرے بھی مہر ہمرہ گنج خطیر ہیں	"
		اسی مطلب سے تو نے عمر کٹ زر میں غارت کی	"
		سحر سے شام تک بس تو ہے اور تیری دولت کی	"

دولت

ابھی ہے وقت چلتی پھرتی چھاؤں دولت کی بھروسا کیا ہے اس کا آج کیا دن کیا اثاثہ ہے زمانے کی
پھیلا مال و دولت ہے جہاں میں سب چھوڑ جانا ہے ہتھیلی پر ہے سرسوں کا ثمر دنیا میں کیا کیا ہے
نہیں ہے مکثر سامان میں مسکین ولی جمعیت پریشاں تر ہے کاہل یاں طمع پر ثروتمند کا
زر قبلہ حاجات ہے سمجھے اگر انسان ہو مشکل ہر ایک آساں
شبی ہے دولت و جس کو ہو ایک بات بناؤں
اے صاحب زر آ تجھے ایک زر دل سوزاں
زر تیرا ہے کہ دولت ہے تجھے بخشی
خدا کو حق ہے یوں اہل نظر سے رحمت یزداں
دولت نہ ہوئی اور نہ ہو گی یہ کسی کی
خدا کو حق بخشے تجھے رحمت یزداں
آیا تھا یہاں جب تو ترے ہاتھ میں خالی
جب جا بھی سکندر سے رہا ہاتھ خالی
کیوں کرتا ہے ضد حق متفضل پہ بندے
کیوں یوں عوض سود اٹھاتا ہے تو نقصان
ہمراہ نہ لیجائے گا مال فراواں
جبتک کہ ہے زر پاس ترے نفع کمالے
جبتک کہ ہے زر پاس ترے نفع کوئی لے
کیوں یوں عوض سود اٹھاتا ہے تو نقصان

دولت کئی روز بیٹھکر کھائے گا — یا ساتھ اِسے باندھ کے لیجائیگا — مہر
کیا کرتا ہے صندوق مقفل میں بند — کر راہ خدا میں خرچ پھل پائیگا — "
تحصیل کیا تو ہے تحفظ کا خیال — محفوظ رہا تو صرف کا ہے جنجال — "
آنے میں بھی رنج اور جانے میں بھی رنج — لعنت تجھ پر ہزار لعنت اے مال — "
غفلت اہل دول نشہ زر سے ہے بجا — کیجئے معکوس تو زر حرفوں میں سے رز نکلے — "
چاہت دولت کی محض رسوائی ہے — تو نے کس سے طبیعت اٹکائی ہے — "
آغوش میں آج اس کے ہے کل اس کے ہے — نادان یہ میوا تو ہر جائی ہے — "
غرہ دولت پہ محض نادانی ہے — یہ چیز وہ ہے کہ آنی اور جاتی ہے — "
کل تک جو تھے مہر لکھپتی ساہوکار — آج اُنہی کے گھر بے سروسامانی ہے — "
ہرجائی سے کی تھی آشنائی تو نے — دیکھی نہیں اس کی بیوفائی تو نے — "
ہوگی نہ ہوئی نہ ہے کسی کی دولت — اٹکایا ہے دل کو کس سے بھائی تو نے — "
دیکھہ گل کو ٹک کہ ہر ایک سر چڑھا لیتا ہے یاں — اس سے پیدا ہے کہ عزت اس چمن میں زر سے ہے — میر
دنی کے پاس کچھ رہتی ہے دولت — ہمارے ہاتھ آئی ہو چکی بس — "
سلیمان سکندر کہ شاہان دیگر — نہ رونق گئی کس کی دولت سے تبکہ — "
دولت بڑی وبال ہے انسان کے واسطے — نادار کا فقیر کا کوئی عدو نہیں — مذیب
جس قدر اہل دول ہیں تن پرستی میں خراب — اس قدر مفلس نہیں ہے تنگدستی میں خراب — محب
تو بھی ایکدن چھوڑکر یہ سیم وزر مرجائیگا — کیا حفاظت ہو سکی اگلوں سے اس انبار کی — "
آجکل پاس زر و مال ہے جس احمق کے — وہی عاقل وہی لائق ہے وہی قابل ہے — "
کثرت دولت بھی کر دیتی ہے قوموں کو تباہ — منہدم کتنے چمن باران پیہم سے ہوئے — "
کثرت سے زر کی ہوتے ہیں تنگ اور دل کے تنگ — پھیلی شعاعیں گربہ کی پتلی سمٹ گئی — "
دولت بڑھی تو اور کشادہ دلی گھٹی — نظروں میں اہل بخل کی دنیا سمٹ گئی — "
سمجھتے ہیں بہت قسمت سے دولت ہاتھ آتی ہے — مگر ہم تو اسے تعلیم و محنت کی جزا سمجھے — "
فائدہ کیا جو کیا جمع زر سرخ و سفید — فائدہ قوم کو ہو جس سے وہ دولت اچھی — "
تکلیف سہہ کے مال کیا جمع عمر بھر — ہاتھ آیا ہم کو مال سے کیا جز ملال کے — "
کہنا ہو نہیں تجھے یہ ذرا کان دھر کے سن — سب دوست ہیں یہ تیرے مال و منال کے — "
دنیا کی رہ کے مال کی کرنا نہ تو ہوس — پھنستے ہیں اس سے آدمی پھندوں میں جال کے — "
عیش میں سرمست ہیں پا کے یہ دولت امیر — نشۂ جام شراب دیکھئے کبتک رہے — "
فائدہ کیا قوم کو ان اہل دولت سے محب — ہاتھ آیا مال تو عیش و طرب میں پڑ گئے — "
جو دانا ہیں وہ مال و جاہ سے پرہیز کرتے ہیں — مگر دیتے ہیں نادان جان اس پر ہر طرح پر — "
دوا کو بھی نہ ملتا ایک خدمتگار ڈھونڈھے سے — اگر ہر آدمی اس دار میں زردار ہو جاتا — "
محتاج مفلسوں کے ہوتے ہیں اہل دولت — بندھتا ہے بے بطانہ کب باندھنوں کا چیڑا — مصحفی
کیونکر نہ ہو محبت دنیا پہ اعتقاد — قارون کے ساتھ مال زمیں میں اتر گیا — منتہی
ہوتا ہے اہل زر کا ہر ایک سچ سے منتہی — مجھ سے غریب کی کوئی امداد کیا کرے — "

دولت

کیوں نہ پھانسے دولت دنیا ہمیں — مہر
ہے وہاں پر دام جس جا دانہ ہے — "
کثرت دولت دنیا منحصر — "
ہے گویا آدمی یا عطر ریو — "
قہر کا نداف شر زر دار ہے — "
ہے بڑا شر مال و زر کی — "
قہر ہے یار محبت نہیں مال و زر کی — "
زہر ہے کیا کیجئے کیا تو متاع دنیا — سکین
ساتھ کیا لے گئی ہے رفت سنہ چھوڑ دیا — "
سب کے اسباب ہیں زر دار کے — "
پھیر لیں مظلوم سے منہ بند سے نہیں زر دار کے — "
اہل دنیا عید میں سب در بہ در ہیں زر دار کے — "
سیاہی والے اگر لیں نذر انگریز سے کی — "
طمع ہوتی اگر دوں میں بدل جاتی ہے رنگ — "
دولت منعم و دوں گشن شداد کے — قدیم
چار دن کے نظارے ہیں منعم مغرور — "
تھوڑی سی دولت دنیا پہ ایک جا مت ہو — "
بیچ ہوتا ہی تنگ ظرف کو ایک جا مت ہو — "

زر و مال کا

دولت

نشاط	زر و مال کا کیا ہے انسان حریص	کہ قسمت سے بھی کچھ سوا چاہتا ہے	ماہ
	کم ظرف کو یہ دولت دنیا خدا نہ دے	فوارہ کا ابھارنے والا خزانہ تھا	"
	مال دنیا میں نہ ملتا ہے مقدر سے سوا	سیم و زر کے لئے میعاد خط قسمت ہے	"
	نہ چھو یہ روپے ہاتھ کا میل ہے	تو بس آبرو لے گہر کے عوض	محو
	تاج شہی کے بوجھ سے بچنا ضرور ہے	سر پر فساد و شر کا نہ مسکن اٹھائیے	منیر
	چلتی پھرتی چھانوں ہے ناز اں نہ ہو	منعمو رہتی ہے دولت چند روز	مضطر
	ہستی کو اپنی بھولے نہ انسان عروج میں	ہے خاک چاہیے کچھ اس اوقات کا لحاظ	"
نساخ	کثرت دولت میں لطف خانہ بربادی بھی ہے	شہد کے ہونیسے گھر لٹ جاتا ہے زنبور کا	نسیم
	لگیگی دم میں سر جنگ زمانہ سر اٹھانے پر	نہ اتنا منعمو فوارہ ساں اچھلو خزانے پر	نصیر
	کون پوچھے ہے جہاں میں بات مفلس کی نصیر	ہے جو کچھ دنیا میں سو اس سیم و زر کا اعتبار	"
	وہ بادلہ پوش اور مرے دوش پہ کمل	ہاں مفلس و زردار میں دو رات کا ہی فرق	"
	شاہ و گدا برابر دونوں ہیں بعد رحلت	کام آئیگی نہ ہرگز زیر مزار دولت	نوح
	جو زیست چاہے کرے مال سے تہی پہلو	صدف کے سینے کو کرتے ہیں نا واں چاک	ناسخ
	زردار جو ہوں کیوں نہ ہوں خنداں برنگ گل	باغ جہاں میں زر بھی کم از زعفراں نہیں	"
	جس قدر دولت ہے صحبت سے ہے اتنا اجتناب	روئے انساں سے ہے وحشت صاحب اکسیر کو	"
	ہر صاحب خزانہ کو ہے اوج ہی زوال	ٹپکے نہ کیوں اچھالکے فوارہ آب کو	"
	نہ کوئی مال دنیا کا اٹھا لیجائیگا سر پر	زمانہ میں نصیب ایسے ملے بس ایک قاروں کو	"
	مفلسوں کے منہ سے ہوتی ہے بہت شرمندگی	زر د یہ اے منعمو بے وجہ روئے زر نہیں	"
	ہر گل زبان برگ سے کہتا ہے باغ میں	انساں کو کیا نبات کو ہے زر کی احتیاج	"
	جسکے ہاتھ آیا خزانہ قصد رکھتا ہے یہی	مثل فوارہ جہاں میں سر اٹھانا چاہیے	"
	اسفلوں سے دولت دنیا کو ہے الفت کمال	دیکھو تا زیر زمیں ہمراہ قاروں مال ہے	"
	کہہ رہا ہے باغ میں ہر گل زبان حال سے	مبتلائے خار غم رہتا ہے جو زردار ہے	"
	جو مالدار ہے اسے کھٹکا ہے چور کا	مچھلی کی طرح خار ہے پائے درم کے ساتھ	"
	جو دل سے ہے تونگر بے تکلف	لٹاتا ہے وہی زر بے تکلف	"
	غافل نشۂ دولت سے نہ اتنا بہکو	دیکھنا کاسۂ سر کاسۂ سائل ہوگا	"
	اسی صندوق میں کل انکی لاشیں بند کرتے ہیں	یہ غافل آج کیوں بیفائدہ زر بند کرتے ہیں	"
	جہاں موذی ہیں دنیا میں مسخر زر سے ہوتی ہیں	کہ نقش زر خزانے میں بڑے مار افسوں ہے	"
	یہ زر سے تنفر ہے کہ ہوتا ہوں جو بیمار	جاتا ہے اٹک شربت دینار گلے میں	"
	بندۂ زر کی مرے آگے ہو رفعت کیا خاک	زر و شئی ہے وہ نظر میں جسے زر کہتے ہیں	"
	ہوتا ہے رنج دولت دنیا سے اس قدر	دینار میرے ہاتھ میں اخگر سے کم نہیں	"
	جس طرح ہاتھ سیہ درہم و دینار سے ہوں	الفت زر سے یونہی ہیں دل زردار سیاہ	"
	گنج قاروں کا سنا آپ نے قصہ صاحب	داغ دیتے ہیں زمانہ میں یہ پیسے ایسے	نشاط
	فقط یہ زر کی نمائش ہے باغ دنیا میں	ہزار رنگ بدلتا ہے گل بھی زر کے لئے	"

دنیا میں وہی خوش ہیں جو ہیں صاحب دولت — نساخ
سب دل کے پانوں چومتے[1] ہیں اس کے غلام کے — "
دنیا میں کون ہے جو نہیں مبتلائے زر — "
جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر — نظیر
دنیا میں لگا مفلس و درویش سے تا شاہ — "
مرتا ہے کوئی مال پہ ڈھونڈھتے[2] ہی کوئی جاہ — "
پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے — "
کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں — "
نقش یاں جسکے میاں ہاتھ لگا پیسے کا — "
جھمکا[3] نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شئے کا — "
رہتا نہیں کسی کا سدا مال و دھن درست — "
دین کے درست کرنے کو دنیا ضرور ہے — نذیر
دنیا نہ ہو تو دیں کی رونق کہاں سے ہو — "
ایثار و بذل وجود محقق کہاں سے ہو — "
دُنیا کو جب کسی نے عموماً برا کہا — "
جس جگہ دیکھو وہاں پر قدر ہے زرداری کی — نواب
دولت نہ غافلوں کے کبھی کام آئیگی — واسطی
کبھی دولت کو سمجھتا نہیں دولت میں فقیر — "
محبت مال کی اے غافلو بیہودہ ہے بالکل — "
عالموں کو پوچھتا ہے کون اب اس عہد میں — "
جمع دولت سے ہوا فائدہ کیا قاروں کو — "
اللہ کا خزانہ یہ دولت ہے واسطی — "
واسطی دولت دنیا کا بھروسا کیا ہے — "
کیا ہے دولت کا بھروسا جائینگے سب بادشاہ — "
بیجا تلاش دولت دنیا ہے اے وزیر — وزیر
گنج ہوتا ہے وہاں اکثر جہاں ویرانہ ہے — "
ساتھ دولت کو اگر لے گیا قارون تو کیا — "
جمعیت دل قسمت مفلس میں لکھی ہے — وقار
گر غرض ہے تجھ کو[4] صافی مار کہہ دنیا سے دل — "
نیں ہے حاصل غیر گردش اسکو جگ میں راتدن — "
بھروسا نہیں دولت تیز کا — ولی
تیرہ بختوں کو ملے فیض نہ دولت سے کبھی — "
ہر سحر کیوں نہ شگفتہ ہوں وہ لے باد سحر — ہر چند
گلزار میں ہے خندۂ گل زر کے سبب سے — ہوش

---

[1] چومتے ہیں ۱۲ [2] ڈھونڈھتا ہے ۱۲ [3] چمک شے کو ۱۲ [4] تجھ نہیں ۱۲ [5] آگے ۱۲ [6] کرکے ۱۲ [7] نہ ۱۲

راستی

صدق را مستقیم اور کذب کو کج راہ سمجھیں

صدق سے صدیق ہے اور کذب سے زندیق ہے

سچ میں بھی کبھی کوئی رسوائی ہے

سچ بولنے سے خوف ہے جھوٹوں کو بھی

سچ کہیگا اس کو سب سردار دیکھنا

راست بازوں کو ضرر پہنچے تو دن تھوڑے ہیں

توڑتے دیکھا نہیں صبر خضر کی نے راست میں

ہمسر راست نہیں ہے کوئی طلب اور راست میں

دل کی نہیں ہے بات جو منہ پر نہ لائیں

آئینہ منہ پہ صاف جو ہوتا ہے صفا دل کا مزاج

سچ یہ ہے کہ صاف آئے گا نہیں ان کا مزاج

راستی پر بھی کبھی آنچ کی جاتی ہے

اب بھلا کوئی طبیعت کی بھی جاتی ہے

نہ چھوڑا تو نے عصا ہاتھ سے کبھی اپنے

راست کرداروں کے تن آسے پہ ہے ڈر کیا

راست کرداروں کے تن آسے پہ ہے ڈر کیا

تیر پھرتا نہیں جو قت نشاں پر آیا

حصول دولت

صاف کہدیتا ہوں میں منہ پر صفائے قلب سے	بیخود	فرق مثل آئینہ کچھ دوست و دشمن میں نہیں	اسیر
ہو اگر قاتل بھی سر پر ترک حق گوئی نہ کر		موت تیری جز خدا قبضہ میں خنجر کے نہیں	"
برنگ آئنہ ہر چند طینت پاک ہے اپنی		برائی صاف کہدیتے ہیں تا عیب ہے ہم میں	"
کیا عجب ہے سخن حق کو جو باطل سمجھیں		اہل بطلاں کو گماں ہے کہ انا الحق ہے	"
نہ پھروں میں جہاں اگر پھر جائے	عالی	قول ہے قطب آسیا میرا	"
آدمی کیا راستی ہے جانور کو بھی پسند		ہم یہ سمجھے سرو پر قمری کو مائل دیکھکر	"
راستی ساتھ تواضع کے ہے انساں میں ضرور		ہے کماں ہاتھ میں بیکار اگر تیر نہیں	"
مٹائے سے کہیں مٹتا ہے باطلوں کے حق	زار	کچھ اختیار سے کیا برگزیدہ ہونا تھا	آتش
دل نہیں چلتے ہیں کج طبعوں سے ہرگز راستباز		چین پیشانی سے باہر ہے الف آزاد کا	"
غیر حق کو میں سمجھتا ہوں خیال باطل		آتش اک دلمیں نہیں ہوتی ہے دوچار کی راہ	"
منصور و فتحیاب کریگا خدا ہمیں	خلیل	حق بات بولے جائینگے گو ہوویں دار پر	اختر
دنیا میں راستی ہی بس اک ایسی چیز ہے		اللہ کو جو سب سے زیادہ عزیز ہے	افسون
منزل صدق و صفا ہے ہر طرح خطروں سے پاک	خاکسار	نیک بختوں میں سے ملے یہ راہ جو چاہے کرے	اکبر
جس کو سچ بولنے کی عادت ہے		وہ بڑا نیک با سعادت ہے	اسمٰعیل
وہی دانا ہے جو کہ ہے سچا		اس میں بوڑھا ہو یا کوئی بچا	"
سچ کہوگے تو دل رہے گا صاف	راسخ	سچ کرا دیگا سب قصور معاف	"
سچ کہوگے تو تم رہوگے شاد		فکر سے پاک رنج سے آزاد	"
سچ کہوگے تو تم رہوگے عزیز		سچ تو یہ ہے کہ سچ ہے اچھی چیز	"
سچ کہوگے تو تم رہوگے دلیر	=	جیسے ڈرتا نہیں دلاور شیر	"
سچ کہو سچ کہو ہمیشہ سچ		ہے بھلے مانسوں کا پیشہ سچ	"
سچ ہے سارے معاملوں کی جان		سچ سے رہتا ہے دل کو اطمینان	"
سچ ہے دنیا میں نیکیوں کی جڑ	زوق	سچ نہ ہو تو جہان جائے اجڑ	"
سچ میں راحت ہے اور آسانی		سچ سے ہوتی نہیں پشیمانی	"
سچ سے رہتی ہے تقویت دل کو		نرم کرتا ہے سخت مشکل کو	"
سچ کی پاؤگے صدا ہر دم کڑی		آخر شش پنج بول ہی جاتا ہے جھوٹ	"
راستی سیدھی سڑک ہے جسمیں کچھ کھٹکا نہیں	سودا	کوئی راہرو آج تک اس راہ میں بھٹکا نہیں	"
مجھ کو میری راستی مقصود تک پہونچائیگی		تیر کو سوئے ہدف کیا رہنموں درکار ہے	بحر
منزل مقصد کو پہونچائیگی اپنی راستی		کیا ہدف کی راہ میں ناوک کو رہبر چاہئے	"
پر تو ہم ایسے قول کے سچے ہیں دیکھئے		جو کچھ کہا گیا ہے زباں سے کیا گیا	"
پھر جائے یک جہاں نہ پھروں اپنے قول سے		ہر حال میں زباں کے لئے مستقل ہوں میں	پرتو
اسی کا تو ہے معتبر قول و فعل		طبیعت سے جس کی تلون گیا	تراب
معنی الحق مر کی یہی تفسیر ہے		ہے اثر کڑوی دوا میں صاف سچی ہے	ثاقب
راستی کام آئی چنگل سے خزاں کے بچ گیا		رونے والا بھی ترا سرو چمن کوئی نہ تھا	"

حصول دولت و اقبال و مال کی خاطر
رہ راستی میں جما دے قدم
جو بات سچ ہے وہ کہدے سراج خوف نہ کر
مت ڈر جو کہ بات سچی ہے
سچ بولنا زمانہ میں جن کا شعار ہے
ہندی مثل یہ ہے کہ نہیں آنچ سانچ کو
ہے موجب رضائے خدا راہِ راستی
ہے حسن راستی سے تو آراستہ اگر
حق گوئی جس کو کہتے ہیں وہ حق کو ہے پسند
بے آبرو ہے دونوں جہانمیں دروغگو
جس میں کہ راستی نہیں ویراں ہے سربسر
سچ ہے دروغ کو نہیں کونین میں فروغ
اپنا ظفر ہمیشہ سے شیوہ ہے راستی
راستبازوں کو نہیں ہے پروا لباس
حق کہے جو گلشن عالم میں اس کی موت ہے
حق پسندی حق کو ہے از بس پسند
پوچھتے کیا تم ہو حالِ راستی
کچھ نہیں خوف و خطر اس شخص کو
لائق نفرت رُخِ کذب و دروغ
ظاہر و باطن ہو یکساں مستدام
سمِّ قاتل گفتگوئے کذب ہے
عاجز اس سے خوش خدائے ذوالجلال
راست گوئی سے بلا درجہ مجھے الہام کا
اسباب زور کا ہے زمانہ درینولا
سچ مثل ہے روبرو جھوٹے کے سچا رو مرے
اے قدر ایسا آدمی اپنے پسند ہے
بات جو حق ہے وہ سن الحق مرے سے نہ ڈر
کجروی کی رہ نکل سکتی نہیں
منہ پہ کہدیتا ہوں۔ ہو صاف نش میں ایسا
سچ ہے بہت پائدار جھوٹ ہے ناپائدار
سچ کہے جاؤنگا گو لاکھ بُرا مجھکو کہیں
خوف جاں بھی ہو تو کہدیتے ہیں منہ پر بات سچ
راستی پر اُسی کو کم پایا

ہے صدق و راستی اکسیر کیمیا اخلاص — سرور
ہے باقی تراجب تلک دم میں دم — "
اگرچہ مذہب و ملت میں ہم رہے نہ رہے — سراج
منہ سے مثل کہہ جو بات سچی ہے — شاداں
سچ پوچھئے اگر تو وہی باوقار ہے — شفق
کاذب کلام پاک سے درخورِ نار ہے — "
سعدی کے قول سے یہ سخن آشکار ہے — "
تجھ سا نہیں جہان میں کوئی وضعدار ہے — "
ناحق پسند سفلہ ہے ابتر ہے خوار ہے — "
اور راست گو مثالِ دُرِ آبدار ہے — "
جس دل میں راستی ہے وہی پُربہار ہے — "
ہے روسیہ یہاں تو وہاں شرمسار ہے — "
ہم تو کبھی پھٹکتے نہیں پاس جھوٹ کے — ظفر
دامن توسن کا پابند سرتیز نہیں — عاشق
سرو و پرقمری کو دیکھا دار پر منصور کو — عرش
یاد رکھہ اس بات کو اے ہوشمند — عاجز
امن و ایمن ہے تالِ راستی — "
جس کے دل میں ہو خیالِ راستی — "
دید کے قابل جمالِ راستی — "
اس کو کہتے ہیں کمالِ راستی — "
قند و شکر قیل و قالِ راستی — "
مرحبا جاہ و جلالِ راستی — "
اٹھ گیا آگے سے میرے سب حجاب ابہام کا — فدا
دنیا میں راستبازوں کی مطلق گذر نہیں — "
بات حق کہنے پہ کیا درجہ ہوا منصور کا — قلق
جو دل میں کہدیا کچھ کہا کیا — قدر
یہ ذرا تاثیر میں کڑوی دوا سے کم نہیں — "
راستہ ہے راستی کے واسطے — قطب
پاس بھی میرے نہیں بوئے ریا آتی ہے — میکش
جھوٹ سے وہ کامیاب دیکھیے کبتک رہے — محب
صاف کہنے میں جو ذلت ہو وہ ذلت اچھی — "
بزدلوں کا اور دل ہے اور یہ دل اور ہے — "
جسکا کج فہم و کج ادا ہے دل — "

راستی

ازل سے دشمنی قائم ہے اہرمن کی حق باطل میں
جہاں رشوت مسلط ہو عدالت پھر وہاں کیونکر ہو
کہیں حق کی تو ہوتی ہے کہیں وہ مہرباں کیونکر
جو حق کہیں وہ سزاوار دار و رسن ہی ہوگی
منصور کی حقیقت تم سے کسی بیان کرینگے
جو حق کہے سے سیدھا راستہ سے پھر گئے ہیں
راستی دنیا میں سیدھا راستہ ہی ہوگی
کجروی چھوڑ اے میں کی وضع کیا کہیں ہے
سچ ہے شیوہ راستی جن کا کجوں سے کیا بنے ہے
غرض کیا شاہ بیشک اور گدا ہیں سب برابر
جو سچ ہے راستی ہے کیونکہ سچ ہے سب سے اعلیٰ
نکالے شاہ بیشک راستبازوں کو تو کیا ہے
چرخ حق کہنے سے کھینچا دار پر منصور کو
صرف سچ کہنے کا پیشہ ہے سچ ہی قول فیصل
راستی نتائج کا ہے وقت فیصل آپ ہی
شیر سیدھا تیر تا ہے

سر نگوں حق

راضی برضا

حال استقبال ماضی بن جائیگا			
بیگانہ ہونا جو ہوگا تھا جو ہوگا			
تنگی شش و دو دل تنگ کر راضی برضا ہو			
کاش خوش وہ دیکھ کے اس کے سزا دار			
جو وہ سمجھے اس کا نہیں پھولا سمایا			
جن نہیں دیکھا کیا دار پہ منصور نے			
رہے نہ مذہب میں تیری راضی برضا ہو			
سب جھوٹ سچ کوئی کیا کرے			
ہوگا وہی جو خدا کرے			
دنیا داری بھی عین دینداری ہے			
مرکز ہو گر رضائے حق عزو جل			
جن کو عنایت ازلی سے ہو خوشنودی			
وہ معتقد دعا کے بقائل دوا کے ہیں			
شاید کوئی لطیفہ غیبی ہو آشکار			
بیٹھے ہیں ہو کے بیکس فضل خدا کے			
کام اگر حسب مدعا نہ ہوا			
تیرا جانا ہوا برا نہ ہوا			

سرنگون حق گو ندامت سے کبھی ہوتا نہیں	رئیس	دار پر بھی گردن منصور ایدل خم نہیں	نساخ
راستبازوں کو نہیں بیم حوادث کا خطر		مور و بیم خزاں باغ میں شمشاد نہیں	"
راستی پیشہ ہے ان کا جو کہ یاں آزاد ہیں		باغ دنیا میں نہ دیکھا سرو کو زنہار کج	"
راستبازوں کو نہ ہو صدمہ بلائے دہر سے	رئیس	تیغ جوہر دار میں مشکل ہے آنا زنگ کا	"
جو راست ہیں کجباز سے رہتے ہیں بہت دور		رہتا ہی نہیں ربط کہیں تیر و کمان کا	"
صاحب گفتار حق کیونکر نہ ہو مشہور خلق		صرف حق باعث ہوا ہے شہرۂ منصور کا	"
راست گو کی جان کے درپے ہے ہر کجرفتار چرخ	"	صرف حق باعث ہوا ہے شہرۂ منصور کا	"
راست گو کی جان کے درپے ہے کجرفتار چرخ	"	صرف حق کہہ کر ہوا منصور شایاں دار کا	"
کج روی کو چھوڑ ظالم راستی کر اختیار		خوب دیکھا ہار ہے انجام اُلٹی راہ کا	نسیم
غیر حق آئی نہیں ہرگز زبان پر کوئی بات		ہے یہی اس دار فانی میں نشان منصور کا	ناسخ
حکمت حق ہے طبائع کی کجی اور راستی		گر کماں پیدا نہ ہو کس طرح پھینکے تیر کو	"
جو سچی بات ہو اے نظم وہ پہلو نہیں رکھتی		نظر آتا ہے یکساں ہووے سیدھا یا گہرا الٹا	نظم
پہلے اپنی بات کا پیدا تو کر لے اعتبار		پھر اگر جھوٹوں بھی کہدیگا یقیں ہو جائیگا	"
کہیں ہزار میں حق ہم وہ تیغ عریاں ہیں		کسی کا منہ نہ کریں پاس آبرو نہ کریں	"
راستبازوں ہی کو پیسا آسماں نے رات دن		وائے قسمت جب پھری یہ آسیا الٹی پھری	"
گردن باطل منصور اٹھے دار پہ کب		حق ہے یہ بات بڑے بول کا سر نیچا ہے	وقار
ہو نہ جھوٹا تو کیا کرے سچا		آگے جھوٹے کے رو مرے سچا	"
ہے مثل سایخ کو نہیں ہے آنچ		پاک اگر ہے تو کیوں ڈرے سچا	"
بخدا اس کی ہے قسم جھوٹی		ہاتھ مصحف پہ گر دھرے سچا	"
آگ جلتی ہوی اگر ہو وقار		ہو ورے تو ابھی پرے سچا	"
وہ صادق ہیں بولیں بھول کر بھی جھوٹ جو گا		انہیں ہر وقت میں پاس اپنے ہو قول موکد کا	ہوش

راضی برضا

یار مختار ہے جو چاہے کرے ہم نے امیر		گردن عجز نہ تیغ قضا رکھتی ہے	امیر
ہم نے اکثر سنا ہے اہل رضا کو کہتے		اپنی وہی ہے خواہش جو ہے خدا کی خواہش	اثر
کہو کرے گا حفاظت مری خدا میرا		رہوں جو حق پہ مخالف کریگا کیا میرا	اکبر
خدا کے در سے اگر میں نہیں ہوں بیگانہ		تو ذرہ ذرۂ عالم ہے آشنا میرا	"
جنت دے یا کہ دوزخ کچھ غم نہیں کہ مولا		راضی تری رضا میں خوش ہیں تری خوشی میں	"
منزل مقصود کا جادہ ہے تسلیم و رضا		ڈگمگایا پانوں رستہ میں تو پھر منزل کہاں	آتش
تم پھینکدو جہاں وہی باغ بہشت ہے		خواہاں نہیں ہے بندہ تمہارے نعیم کا	انجم
چاہے جنت میں بھرے جائیں کہ دوزخ میں حضور		ہم بہر حال ہیں دم آپ کا بھرنیوالے دائم	"

راضی برضا

جس احوال سے تو رضامند ہے	اگر زہر بھی ہو تو گلقند ہے	اسمٰعیل	عاشقوں
وہی خوب ہے جو ہے تجھ کو پسند	ہو آسودگی ظاہر یا گزند	"	
تقاضا مرا سخت معیوب ہے	جو مرضی ہے تیری وہی خوب ہے	"	
چند در چند اپنا یہ افسانہ ہے اے دوستو	کچھ نہ پوچھو کیا ہوا جو کچھ ہوا اچھا ہوا	"	
رنج و الم میں عمر بسر کی قسمت کا شکوہ نہ کیا	دن کاٹے آشفتہ سری میں کچھ نہ غم ایام کیا	بحسر	
بحر مانا باپ سے افزوں ہے عنایت اُس کی	خلد سمجھوں جو مجھے دے مرا یزداں دوزخ	"	
چاہیئے راضی رہوں اس کی رضا پر ہر طرح	درد و غم کیا موت اگر وہ دے کہوں کا ہے	"	
راضی برضا ہے اے دل	اپنا تو نہ غیر کا گلہ کر	"	
انسان کا مزاج اگر ہے رضا پسند	پھر غم نہیں جہان میں اسکو سوائے عیش	"	
جسمیں اسکی ہے خوشی اسمیں خوشی اسکی نہیں	مرضی حق پر رضامندیٔ بشر کیونکر نہ ہو	"	
بحسر شاکر رہو مقدر پر	کس و ناکس سے التجا نہ کرو	"	
جو ملا خوان کرم سے اُسے بہتر سمجھا	آگیا زہر بھی حصہ میں تو شکر سمجھا	"	
تو کرچاہے عطا و مہر اور جور و ستم چاہے	کسے ہے دم زنی کی تاب ہو تیری رضا ہو کر	بختاور	
دنیا کے نیک و بد سے کچھ تاباں نہیں ہے مجھ کو غم	گریوں ہوا تو کیا ہوا اور وں ہوا تو کیا ہوا	تاباں	
حاضر ہوں سب طرح سے جو کچھ ہو رضائے دوست	دل بھی فدائے دوست ہے جاں بھی فدائے دوست	تجلّی	
تن بتقدیر ہوں راضی برضا ہوں خوش ہوں میں	وہ جو چاہے سو کرے اس پہ فدا ہوں خوش ہوں میں	تراب	
وہ شکوہ کرے کس طرح خلق کا	جو تقدیر پہ حق کی خورسند ہے	"	
بال و پر سب نوچ جائیں اور قفس میں بند ہوں	تھا یونہی قسمت میں اپنی کیا گلہ صیاد سے	توفیق	
توفیق ہو رہیگا جو ہونا ہے کیا اگر	آمادۂ ستم فلک کینہ باز ہے	"	
تو بخشے نہ بخشے ہے مختار و مالک	گناہوں کی میری ہے کثرت زیادہ	تحقیق	
سر مو سے جبکا جب دشت ایمن میں ندا آئی	گزر میدان تسلیم و رضا میں سخت مشکل ہے	ثاقب	
بندے ہیں تری رضا میں راضی	کُن سے کیا کام ہے مکن کیا	"	
جس میں ہو تیری رضا ہے وہی منظور مجھے	بیم و اُمید نہیں نفع و ضرر سے مجھکو	جنون	
نہ خوشی اچھی ہے ابدل نہ ملال اچھا ہے	یا جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے	جلیل	
جرم بخشے یا سزا دے ہے تجھی کو اختیار	تو مرا غفار میں تیرے گنہگار و نہیں ہوں	جلالی	
انسان اس کی راہ میں ثابت قدم رہے	گردن وہی ہے امر رضا میں جو خم رہے	چکبست	
جہاں میں آبرو۔ ایمان۔ یا رزق مقدر ہو	رضامندی سے اس کی جو طلب کرتے نہیں پاتے	حیرت	
بھلی ہے غیر کے الطاف سے جفائے حبیب	وہی رضا ہے ہماری جو ہے رضائے حبیب	حسرت	
ہر حکم پر ہوں راضی ہر حال میں رہیں خوش	کچھ ہے اگر تو یہ ہے دنیا میں شادمانی	حالی	
میں بچا تیر حوادث سے نشانہ بنکر	آڑے آئی مرے تسلیم سپر کی صورت	"	
لطف ہو تیری طرف سے یا عتاب	ہم کو ہے سب شہد و شکر سے لذیذ	"	
جفا و جور کیا باوفا ہوا سو ہوا	ہوں میں تو راضی جو اسکی رضا ہوا سو ہوا	خاموش	
بھلا ہوا سو ہوا یا بُرا ہوا سو ہوا	طرف سے یار کے جو کچھ ہوا ہوا سو ہوا	"	

راضی برضا

عاشقوں کی خوف جنت سے نہ دوزخ کی ہوی
راضی ہیں وہ بسر سے جو صبر و رضا کریں
ہر دو دن سے شے رضا چاہتا ہوں
بہر حال تیری رضا چاہتا ہوں
شکر تقدیر یار کی حاجت نہیں
اس بگڑی کو بنانے کی حاجت نہیں
نیک و بد سے جو تیری مرضی ہو
رہی ہو وہی جو تیری مرضی ہو
جو کرے قسمت کی ہے تحریر وہی ہوتی ہے
آپ کی یونہی خوشی ہے یونہی خوشی ہوتی ہے
راضی ہوں قضا سے تیری راضی ہوں
تسلیم و رضا سے تیری راضی ہوں
ہو کامل تسلیم و رضا جو دل میں
بیٹھے ہیں وہ آکے آپ محفل میں
کیا کیا نہ ہوا مجھ سے جو مجھ پر نہ ہوا
جس کام سے جو ہوا ہوا اچھا ہوا

راضی و رضا

مطلب ہے ہم کو عیش سے کیا غم سے کیا غرض	فروغ	لب تشنگان جام تسلیم ہم ہیں ساقی	سودا
تیری خوشی سے کام ہے تیرے غم سے کیا غرض		جتنے ہیں کام تیرے سونپ خدا کو اے سوز	سوز
مطلب نکلنا چاہیے اپنی رقم سے کیا غرض		ستم کو اس کے محبوب ستم نہ کہیے کبھی	"
کیا کام خلد سے ہمیں کیا ہم سے حور کو		بے فائدہ ہے فکر حصولِ مرام کی	سخن
چلیے ہمیں جہاں کہ تری رہگذر میں ہو	قربان	مدنظر ہے مجھ کو تو ہر دم تری خوشی	"
راضی ہیں ہم اسی میں جو ہے تیری رضا میں ہو		مرجاؤں میں بلا سے مجھے اس کا غم نہیں	"
کیا ہے بہشت میں جو نہ ہو تیرا آستاں		جو رضا پر نہ اوس کی راضی ہو	"
عشرت ہے کیا بہشت میں جو تو نہ ہو وہاں		ہائے وہ بندۂ خدا ہی نہیں	"
ہو عیش میں ہمیں تو ترا غم بہشت میں		رضا ہو جو اوس کی ہمیں ہے برابر	"
ہم کیا بہشت کو نہیں جاتے خدا کرے		کہ دوزخ میں ہم جائیں یا ہوں بہشتی	"
واقف نہیں ہے کون تری رسم سے بہشت		درد و غم میں رہے خالق کی رضا پر راضی	سعید
جز دیدۂ تر میری عزا خانہ ہے بہشت		خلق کو دیکھ کے خوش ہم کو نہ حسرت آئی	"
شادی و عیش و یار سے خرم و شاد دنیا ہے		نہیں خواہاں کہ حاصل مجھکو جاہ و مال و دولت ہو	"
اے تو دل کھول کھول کے جی بھر کے یاں ہنس		جو ہو عفو جرائم ہو رضامندی عنایت ہو	"
یہ تو فرق صاف دوزخ و جنت سواد ہے		سعید اللہ بس باقی ہوس ہے	"
جو کچھ ہو تجھ کو عیش و نشاط اچھا ہے		خدا خوش ہو یہی نعمت بڑی ہے	"
غیر از رضا ہے بات یہ فقیر کا غلط ہے		مجھے آباد کر برباد کر دونوں طرح خوش ہوں	سفیر
سب کچھ ہے یاں ہے بات یہ ہیچ ہے ہیچ		میں سچے دل سے قائل ہوں خدا تیری خدائی کا	"
ہے بہتر از بہشت یہ دنیا ہے یار کو		تو خالق عالم پہ گنہگار رہے تیرا	سرور
جو حال میں ہے وہ ہے بہتر		دوزخ میں اسے ڈال یا جنت میں جگہ دے	"
کیا کچھ مجھے سے بھی جا ہے بہتر		رہو خموش نہ تدبیر کچھ کرو اے سرور	"
		طریقہ ہے یہی تقدیر آزمائی کا	"
		تسلیم سے وفاق رضا سے ہے اتفاق	شیفتہ
		نے چرخ کا گلہ نہ گلہ ہے نصیب کا	"
		کب وہ ہوتا ہے جو بندہ کی رضا میں آیا	شہید
		وہی ہوتا ہے جو مولا کی رضا نے چاہا	"
		اختیار اس کا ہی چاہے سو کرے وہ اے شہید	"
		کیا بھلا میں اور کیا مقدور مجھ مجبور کا	"
		کم و زیادِ فلک سے نہ ہو تو چیں بجبیں	"
		ہلال وار تو کر شکر جبہ سائی کا	"
		برنگ سرو گزری اس چمن میں ایک حالت پر	"
		نہ شادی ہمکو شادی کی نہ غم تا زیست تھا غم کا	"
		ہو اک ذرا تو رمز حقیقت سے آشنا	"
		اے بیوقوف شکوۂ بیگانہ کیا ضرور	"
		نیرنگیاں کہاں فلک نے بہت دیے	عاشق
		عاشق نے کب جواب رضا دیا نہیں	"
		انسان کو لازم ہے کہ راضی برضا ہو	"
		بندہ وہ ہے جو تابع مرضیٔ خدا ہو	"
		وہ جور یا ستم کرے یا رحم یا کرم	"
		راضی ہیں ہم اسی میں کہ جو ہے رضاے دوست	"
		یار مختار ہے جو چاہے کرے	"
		رنج بیہودہ دلا کیا حاصل	"
		جو خوشی اس نے دکھائی دیکھ لی	"
		جو مصیبت پیش آئی دیکھ لی	"
		راضی ہیں عتاب و کرم دوست پہ عاشق	"
		ہر حال میں لازم ہمیں شکرانہ ہے اس کا	"
		جو تم عاشق رضینا بالرضا ہو	"
		خوشی پر ناز غم کا غم نہ کرنا	"
		جو ہو ترک رہ تسلیم و رضا سے محفوظ	"
		سر بھی جائے تو رہے لغزش پا سے محفوظ	"
		نہیں ہے کوئی دلا راز قضا سے واقف	"
		تو ہو اس واسطے تسلیم و رضا سے واقف	"
		شکوۂ بخت ہے بیجا کر و تسلیم کی خو	"
		جو کہ پیشانی میں مسطور ہوا خوب ہوا	"
		ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے	غالب
		بے نیازی تری عادت ہی سہی	"
		ناکامیوں کا تجھ کو مناسب نہیں گلہ	فدا
		راضی رضائے حق تعالیٰ پہ رہ دلا	"
		ہے رضا معبود کی منظور اگر	فیض
		چھوڑ مت دامن کبھی تسلیم کا	"
		اے بے نیاز بخشدے یا دے سزا مجھے	فوق
		مالک ہے تو ہی میرے سپید و سیاہ کا	"

سر تسلیم خم رکھتا ہوں ہر دم	ہوں راضی اس میں جو تیری رضا ہے	میکش
تیرے بندے ہیں گنہگار ہیں کر جو چاہے	اتنا تو حشر میں کہدینگے خدا سے کچھ ہو	"
جنت میں بھیج خواہ جہنم میں ڈال دے	ہے اختیار تجھ کو سپید و سیاہ کا	"
راضی ہم اس میں ہیں کہ ہو جسمیں رضا تری	ہم کو ہے وہ پسند جو اُس کو پسند ہے	منتہی
غضب سے تیرے ڈرتا ہوں رضا کا تیرے خواہاں ہوں	نہ میں بیزار دوزخ سے نہ میں مشتاق جنت کا	مومن
جو کچھ وہ ہمپہ حکم کرے سب قبول ہے	حق میں ہمارے نص ظلوم و جہول ہے	مسکین
شاکر ہیں تقدیر پر اپنی راضی اپنے نوشتہ پر	منشی حکم کا رقضا کا ہم کو ہے مرغوب لکھا	"
نہ کیا شکوۂ قضا و قدر	غم کو راحت کا پیشوا سمجھے	محب
مضطر خوشی خوشی کی نہ کچھ رنج رنج کا	راضی ہوں جو مشیت پروردگار ہے	مضطر
مجھ کو جنت جو ملے شکر کرونگا تیرا	اور دوزخ میں بھی دم جاکے بھرونگا تیرا	مہر
بہشت و دوزخ ہی ہمکو یکساں اس سے ناخوش اس سے شاداں	رضا و تسلیم اپنا مسلک ہے یاں چناں ہے نہ یاں چنیں ہے	"
رزاق کو بس اس نے پہچانا ہے	بے فکر بھی فکر رزق سے دانا ہے	"
دنداں دئے جس نے نان بھی دیگا اے مہر	جو فکر کرے وہ محض دیوانہ ہے	"
ہوگا وہی مہر جو ہے منظور خدا	پھر تم جو کرو فکر تو حاصل ہے کیا	"
سب چھوڑ کے کام اپنے رضائے حق پر	بس صبر سے بیٹھے رہو راضی برضا	"
میں کیا مرے کئے سے ہوتا ہے کیا	ہوتا ہے وہی جو چاہے تو رب علا	"
میں نے سب کام اپنے تجھ پر چھوڑے	مختار ہے جو چاہے سو کر تیری رضا	"
ہے فکر عبث کہ کام کیونکر ہوگا	حق چاہے گا جس طرح برابر ہوگا	"
کام اپنا خدا کے حوالہ کر اے مہر	پھر دیکھ کہ بہتر سے بھی بہتر ہوگا	"
اچھا ہوتا ہے یا برا ہوتا ہے	ہم کو پروا نہیں کہ کیا ہونا ہے	"
مسلک ہے مہر اپنا تسلیم و رضا	ہوجائے گا جو مرد خدا ہونا ہے	"
نہ ہم لطف و قہر سے ہیں نہ ہم جور و ستم سے ڈرتے ہیں	ہمارا دیں ہے یہ تیری رضا پر صبر کرتے ہیں	"
توکل اپنا مسلک ہے رضا پر تیری شاکر ہیں	جو چاہے جور کر یا لطف ہم تو صبر کرتے ہیں	"
بے زری کا گلہ نہ کر غافل	رکھیہ تسلی کہ یوں مقدر تھا	میر
گر اس نے دیا غم تو اسی غم میں رہے خوش	جس طور رکھا اس نے اس عالم میں رہے خوش	نظیر
افلاس میں ادبار میں اقبال میں خوش ہیں	پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں	"
طوفان نوح اس میں ہو یا شور حشر ہو	ہونا جو کچھ ہے ہوگا جو گزرا گزر گیا	نسیم
غم و اندوہ و حسرت یا نشاط و شادی و فرحت	وہی تسلیم ہے ہم کو تری جس میں رضا ٹھہرے	نشاط
یارب مری تسلیم کی عادت ہوجائے	دل میں مرے جاگزیں قناعت ہوجائے	واسطی
غم ہو نہ ترے غم کے سوا اور کوئی	جو رنج کہ درپیش ہو راحت ہوجائے	"
بن گیا میں ہمہ تن شیوہ عجز و تسلیم	مجھ کو اندیشۂ بے مہریٔ جاناں نہ رہا	وحشت

رزاق

رزاق

مل رہیگا رزق تقدیر کی ہے یہیں	اسیر
کیا کچھ بھی نہ ہو سکے جب رزق ہے اٹل زمین	"
رزق کی تنگی نہ ہو کیونکر جہاں میں اللہ میں	"
ایک خوشہ رزق میں ہیں کیوں گنہگار ہیں اسے	"
تلاش رزق کرتا ہے خدا کرکے کو تھیں	"
غایت رزق ہے ہر ایک کی معین بھی	"
ہو چکا ہے خدا رزق معین بھی	"
روز دنیا ہے کسی کی رزق کا میں ار	"
خوف کی ہوں کیا ہے رزق میں یاد کا	"
روزی کی جو تنگی ہے اسیر ہے کیا کا	"
خود رزق کا ضامن تو ہے اس خوان نعمت	"
برابر رزق عالم کا ہے اس کی بیچی انامل کی	"
نہیں لقمہ کھانے میں کسی بیچی انامل کی	"
رزاق ہے وہ سب کا تا وقت شام و سحر	"
کیونکر نہ رزق سب کا	"
نہیں کمی	"

رزق

نہیں رکھتی ہے یہ فکر معیشت کس کو گردش میں	اسد	اسیر
بیزباں بھی فکر روزی سے یہاں فارغ نہیں		
مثل طفلی کے جوانی میں بھی بھوکے نہ رہے		
طفل بیچیزی سے کرتا ہی تلاش جوئے شیر		
آسیا دار مجھے رزق بھی دیتا جو فلک		
عدم سے آکے دنیا میں بجا فکر معیشت ہے		
پانی کا جانور ہو کہ کیڑا ہو سنگ کا		
اندیشہ مجھ کو سختیٔ ایام سے نہیں		
رہے محروم کیونکر نعمت رزاق سے انساں		
پرورش کرنا فقط رزاق عالم کا ہے کام		
رزق ہر روز نئے ہاتھ سے ہاتھ ہی نصیب		
رزق گردش سے کہیں ہوتا ہے دنیا میں حصول		
بند کرلے دہن حرص صدف کی صورت		
زبردستوں سے رزق افزوں یا ہی زبردستوں کو	زنجیر	
تلاش رزق سے تو ام ہے عالم میں گرفتاری		
نگاہ غور سے دیکھو تو اوس کی شان رزاقی		
وہ آسیا کی طرح رزق بھی مجھے دیگا	انور	
آسیا کی طرح سے نالاں ہو چکر کھا کر		
داغ کھایا کبھی لالہ سے کبھی پھول سے زخم		
گھر میں بیٹھے یا پھرے دردر اسیر	بجد	
رزق تقدیر اڑکے پھنچے گا		
سوائے رزق مقدر نہ ہوگا کچھ حاصل		
ملتی ہے کیڑے کو روزی سنگ میں		
قحط روزی کا زمانہ میں ہے سارا رونا		
اسیر اندیشۂ روزی جو رکھتے ہیں وہ نادان ہیں		
خلاف وقت ملیگا نہ رزق تقدیری		
بانٹتا ہے رزق سب کو رات دن دست کریم		
مزرع سبز فلک سے کیا توقع رزق کی		
کس سے مانگے کس کے آگے ہاتھ پھیلائے فقیر		
دام تدبیر میں ہے دانۂ رزق		
بے تردد کہاں ملی روزی		
ذرہ ذرہ ہے رزق کا بندہ		
شکر خورے کو ملتی ہی شکر مشہور صادق ہے		

کہ سنگ آسیا بھی ہے سدا محتاج دانہ کا	اسیر
ہے برائے شیر رونا کوک بے شیر کا	〃
شیر مادر کی طرح رزق مقدر اترا	〃
ورنہ ہر انگشت میں عالم ہے جوئے شیر کا	〃
پہلے حسرت سے میں انگشت بدنداں ہوتا	〃
مسافر کو تلاش آب نا ئوتی ہے منزل پر	〃
دیتا ہے رزق سب کو خدا تا بشام روز	〃
رزاق رزق دیتا ہے کیڑے کو سنگ میں	〃
ہمیشہ رزق پہونچاتا ہے وہ کیڑے کو پتھر میں	〃
کیا گدا کو دیگا حاتم حوصلہ پیدا کرے	〃
خانہ پرور وہ آرام سنگ منزل ہے	〃
ایک خوشہ بھی نہ حاصل خرمن افلاک ہے	〃
آپ پہونچائیگا رزاق مجھے دانہ پانی	〃
کہ مملو نعمتوں سے خوان ہے سرپوش خالی ہے	〃
کبھی اس سر زمیں میں دانہ بیدام ملتا ہے	〃
کہ سب کو رزق تھوڑا یا بہت تا شام ملتا ہے	〃
عطا کیا ہے دہن جس نے بے سوال مجھے	〃
پڑ رہے گا منہ میں گو قسمت کا دانہ دور ہے	〃
لے گیا بخت جہاں رزق مقدر پایا	〃
ہر طرح رزق مقدر مل گیا	〃
اے حریصو ہے اضطراب عبث	〃
حریص جان نہ دیں مفت دانے دانے پر	〃
ہے عبث رزق مقدر کی تلاش	〃
شیر دایہ جو پیا طفل نے خاموش ہوا	〃
کہ ضامن ہے خدا رزق اعالی و ادانی کا	〃
کریگا لاکھ کوئی اضطراب کیا ہوگا	〃
دیکھ لو عالم میں گویا ہاتھ ہے کفگیر کا	〃
ایک بھی دانہ نہیں ہے خرمن مہتاب میں	〃
رزق بے منت کے لائق آسیا تھی میں تھا	اشک
دست کوشش میں ہے خزانۂ رزق	آزاد
بحث مقسوم ہے فسانۂ رزق	〃
ہے یہ دنیا طلسم خانۂ رزق	〃
ملا ہے ہنس کو گوہر بھٹکتا پھرتا کوا ہے	اصغر

رزق

رزق ملتا ہے جنیں کو شکم مادر میں — مطمئن روزی کی قسمت سے بشر ہو کہ نہ ہو — بحسر
آدمی پتھر کے کیڑے سے توکل سیکھ لے — کیوں کسی سے ملتجی ہو جب خدا رزاق ہو — "
بیجا ہے سعی۔ رزق ہمارا جو ہے سو ہے — جو بھر گھٹے نہیں کبھی تل بھر بڑھے نہیں — "
فریب رزق میں انہ بھی ہو تو منہ کی کھاتا ہے — کہ باغ سبز ہے ہر آدمی کو کھیت گیہوں کا — "
فکر روزی میں یہ ناقدری ہے عالی ظرف کی — سب کی نظروں میں جو چینی تھا سفالی ہو گیا — "
گردش میں میرا رزق بھی ہے میری طرح بحر — آیا یہاں وہاں سے جہاں سے وہاں گیا — "
یہاں وسیلہ روزی فقط ہے یا دخدا — کہ ہیچکارہ کو کوئی ہنر نہیں آتا — "
رزق دینا ہو تو گھر بیٹھے ہی دے اے رزاق — کہ گوارہ نہیں دریوزہ گری کا ٹکڑا — "
میں پس گیا نگاہ حقارت سے بہر رزق — پتلی کا خال دانہ مجھے آسیا ہوا — "
عدم سے جانب ہستی جو میں روانہ ہوا — تگرگ وار مرے ساتھ آب و دانہ ہوا — "
کیا ہلاک مجھے میری فکر روزی نے — برنگ ژالہ عدو میرا آب و دانہ ہوا — "
کوڑی کوڑی پہ رہا دانت تلاش زر میں — ہڈیاں ہم نے چبائیں سگ دنیا ہو کر — "
رزق پہونچائیگا رزاق کہیں اب بیٹھ رہیں — باندھ کر صورت دست آس شکم پر پتھر — "
جز خدا کوئی نہیں اس بزم میں روزی رساں — سمجھے اپنے آنسوؤں کو اپنا آب و دانہ شمع — "
صاحب ہنر کو آج کوئی پوچھتا نہیں — یارب تلاش رزق کرے بے ہنر کہاں — "
حیلہ جہاں میں کچھ پئے روزی ضرور ہے — عطار کی دوکاں ہے خزانہ طبیب کا — "
خدا ہی جانے بحر احباب کی کیونکر گذرتی ہے — کلید عقل گم ہے خانہ روزی مقفل ہے — "
چوم کے پائے آسیا ہو نڈھ وسیلہ رزق کا — شکوہ زباں پر نہ لا گردش روزگار کا — "
گردش میں رزق کے لئے ہیں مثل آسیا — بیٹھا ہے کون گھر میں زمانہ سفر کا ہے — "
گردش میں کس طرح نہ رہوں قوت کے لئے — دانہ مرے نصیب کا ہے آسیا کے پاس — "
اپنے رزاق کی جو رزاقی کا آیا مجھ کو دھیان — ذرہ ذرہ سامنے آنکھوں کے دانہ ہو گیا — برق
بھرتا ہے خاک رزق سے رزاق وہاں گور — واقف ہے اس مزہ سے لب بے زبان گور — "
رزق کی فکر عبث عالم ہستی میں ہے برق — دیگا صیاد ازل دام میں دانہ مجھ کو — "
معین ہے ہمارا رزق ازل سے — ترے ممنوں نہیں اے آسماں ہم — باقی
منعم تو مالدار سہی تجھ سے کیا غرض — پروردگار پالنے والا ترا مرا — پرتو
رزق بے کوشش نہیں ملتا کسی کو دہر میں — آسیا ہے سیر فاقہ کش دہن تصویر کا — تسلیم
کوشش بیجا سے صورت روزی محال ہے — تسلیم لاکھ طور سے تو لفظ نان پلٹ — "
عنقا ہے رزق بیٹھیوں تجمل جو تم کہو — بہر تلاش ٹھوکریں کھاؤں کہاں کہاں — تجمل
رزاق رزق وقت پہ پہونچائیگا ضرور — فکر غذا نہ صبح کو کر شام کے لئے — "
ہو گئی توفیق اک آفت مصیبت رزق کی — روئے ہم گردشوں میں آسیا کو دیکھکر — توفیق
تنگی رزق کا توفیق نہ پوچھو عالم — کہ غم رزق بھی کھانے کو برابر نہ ملا — "
فکر روزی کی نہ کر ہرگز تراب — رزق کا ضامن تو ہے رزاق مرا — تراب
خدا رزاق ہے کیوں دربدر پھرے پئے دنیا — وہ روزی ہم کو دیتا ہے جو منگ آسیا بیٹھے — "

رزق

رزق کو رزاق سے نسبت میں ہو سب کی کہی — تراب
رزق کو رزاق سے نسبت ہے اٹھتا جہاں تخواہ ہو — شیرازی
پاؤں پر ہیں کاسہ کا اس کی شان رزاقی ہے یہ
پائے وحشت میں کا اس کی شان رزاقی ہے یہ — "
دیپ جلتا ہے وہاں حلقہ زنجیر میں — "
دیپ جلتا ہے وہاں حلقہ زنجیر میں
روٹی پانی گھر بھی بھیجے آپ کو مل گیا — "
روٹی پانی گھر بھی بھیجے آپ کو مل گیا
بیٹھا خلوت میں جو زانو سے تو مل گیا — "
بیٹھا خلوت میں جو زانو سے تو مل گیا
رزق گھر بیٹھے وہی دیگا بقدر احتیاج — "
رزق گھر بیٹھے وہی دیگا بقدر احتیاج
رزق کو آنکھ کے پیدا میں جس نے کل دیا — "
رزق کو آنکھ کے پیدا میں جس نے کل دیا
وہ روزی ہے رزق روزی رساں — "
وہ روزی ہے رزق روزی رساں
اٹھاتا ہے بھوکا سلاتا نہیں — "
اٹھاتا ہے بھوکا سلاتا نہیں
سکیڑوں کو میں سے رزق اڑ کے چلا آتا — جگر
سکیڑوں کو میں سے رزق اڑ کے چلا آتا
پرندگا دیتا ہے رزق ہر ایک کو مقرر کا — جنون
پرندگا دیتا ہے رزق ہر ایک کو مقرر کا
ہے غلط رازق رزق مار دوں کا — "
ہے غلط رازق رزق مار دوں کا
ہو گیا جسم سیماں رزق مار دوں کا — "
ہو گیا جسم سیماں رزق مار دوں کا
رزق قسمت آپ میں ہر ایک کی پہنچا گیا — "
رزق قسمت آپ میں ہر ایک کی پہنچا گیا
دی ہے تکلیف اسے جس کا کہ رزق ملتا ہے — "
دی ہے تکلیف اسے جس کا کہ رزق ملتا ہے
رزق جو ہے ہو نوشتہ ہے تو عالم میں ہے — "
رزق جو ہے ہو نوشتہ ہے تو عالم میں ہے
رزق ہر ایک کا ہے ہر ایک کو ملتا ہے — "
رزق ہر ایک کا ہے ہر ایک کو ملتا ہے
رزق ہر ایک کا ہے ہر ایک کو ملتا ہے — "
رزق ہر ایک کا ہے ہر ایک کو ملتا ہے
رزق ہر ایک کا ہے ہر ایک کو ملتا ہے — "
رزق ہر ایک کا ہے ہر ایک کو ملتا ہے

رزق

جو ہیں منظور اور سپیدست و پا اس خاکی میں	رزق دیتا ہے بے طلب رازق	شفق
انہیں دینا ہے روزی خالق جن و بشر کے لیے	فقر و فاقہ کی نہ سختی سے ہو مضطر انساں	
رزق کا شکر کوئی کہاں تک ادا کرے	رازق فلک سے بھیجتا ہے رزق خلق کا	"
در دولت ہے رزق دینا ہی وہ ہمیشہ فراخ کرے	باعث کرب و غربت ہیں یہی دانہ و آب	
ہر بچے کو رزق آدمی و حیوان کا ہو کا	اس آب و دانہ نے مجھے دَر دَر پھرا لیا	"
ہے وہ رازق آدمی و حیوان کا ہو کا	دُر غلطاں کی طرح عالم میں	
انساں کی جان اپنی بہت پیاری ہوتی ہے لیکن	جس طرح گردوں کو قرص مہر و مہ ملتا ہے روز	شاداں
کرتے ہیں خدا جان کو بھی نان کے باعث	تھا جو اک پتھر میں کیڑا تھی کسے اسکی خبر	
رزق دیتا ہے جہاں کس کو وہاں معلوم نہیں	عبث فکر روزی میں غلطاں ہو حامد	"
وصف میرا کر بیاں مجھ پہ ہے رزاق کیا کم ہیں	رزق اپنا غیر کو دے آپ سرگرداں رہے	
کیا کسی کے رزق ہو گھر بیٹھے جب تقدیر میں	آدمی کو رزق کی خواہش بہت دیتی ہے رنج	"
خوشا کیوں کر نہ حق ضیا رہا دولت کی	کرتا ہے پرورش وہ سب کی	
دو رازق سے زیادہ رزق ملنا غیر ممکن ہے	خدا کو بھول گئے لوگ فکر روزی میں	"
مقدر سے ہیں سب کے رزق اس کی دین ہے	دیتا ہے خدا خلیل سب کو	
اہل زمیں سے رزق کا ہے انتظار کیوں	رزق کے واسطے نہ دوڑ خلیل	"
ہے رزق آسمان سے ہر اک کے نصیب کا	شاکر قسمت کو ہے خوشدل غم روزی عبث	
روزی رساں سے ہر کس و ناکس کو کام ہے	رزاق نے کیا تجھے پیدا جہاں میں بعد	ضعیف
ہے رزق طفل کا بھی شیر میں	رزق خود اڑ کے پہنچتا ہے جو تقدیر کا ہو	"
رزق دینا ہے جو ہر ایک کو رزاق	جنگل میں بھی پہنچتا ہے حصہ نصیب کا	
رزق دیگا آدمی کو کیا نہ وہ روزی رساں	کس کا سبب مسبب الاسباب اور ہے	ضیا
رزق کا ضامن خدا۔ شاہد کلام اللہ ہے	ہمارے حصہ کا ملتا ہے ہم کو گھر بیٹھے	"
عطائے رزق سے رازق جو تو غافل نہیں رہتا	اس کے دینے کے ہیں ہزاروں ہاتھ	
نعمتیں پا کے ترے خوان کرم سے رزاق	جہاں گیا مرا حصہ مجھے وہاں پہونچا	طاہر
خدا نے رزق جو لکھا ہے جس انساں کی قسمت میں	بجا ہے دیتا ہے پتھر کے کیڑے کو بھی غذا	"
کہاں کہاں ہیں لایا ہے آب و دانہ شفق	خوان نعمت پہ ذرا دیکھ مگس کا رتبہ	
جو ہے رزاق عالم سب کو روزی بھیجنے والا	لئے تلاش میں ہو ہم سے اور نے دنیا کی فکر	"
	رزق دیگا آدمی کو کیا نہ وہ روزی رساں	
	رزق کا ضامن خدا۔ شاہد کلام اللہ ہے	عاشق
	عطائے رزق سے رازق جو تو غافل نہیں رہتا	
	نعمتیں پا کے ترے خوان کرم سے رزاق	
	خدا نے رزق جو لکھا ہے جس انساں کی قسمت میں	
	کہاں کہاں ہیں لایا ہے آب و دانہ شفق	
	جو ہے رزاق عالم سب کو روزی بھیجنے والا	

ہر کسی سے سوال ناں نہ رہے	جنون
رزق پتھر کے بھی کیڑے کو خدا دیتا ہے	"
ہر روز گرم چرخ کا ہوتا تنور ہے	"
آب و دانہ کے سبب سیپ سے گوہر نکلا	جوہری
پانی کہیں ملا ہے تو نان شبیں کہیں	"
میرے ہمراہ آب و دانہ رہا	جاہ
بھیجتا ہے غیب سے میرا خدا میرے لیے	جویا
اے تری قدرت وہاں روزی رساں تو ہی تو تھا	جلالی
وہ رازق ہے جس نے کہ پیدا کیا ہے	حامد
آدمی ہمت مثال آسیا پیدا کرے	خلیل
طفل بے دایہ کی شب کٹتی ہے چلاتے ہوئے	"
لولا لنگڑا گرا پڑا ہو	"
خیال رزق ہے رزاق کا خیال نہیں	"
ہے عرش پہ رزق آدمی کا	"
بیٹھ رہنے سے کیا نہیں ملتا	"
رزق دنیا میں بشر سے پیشتر پیدا ہوا	خوشدل
موجود پہلے رزق ترا شیر سے ہوا	رند
پردے ہیں مرے رزاق نے ہر دانے کو	"
لشکر کو روز فکر رسد کیا ضرور ہے	سحر
تشویش و فکر و کوشش و شوار کیا ضرور	"
کسی کا رزق ہو منعم کے خوان پر موقوف	"
وہی دیتا ہے کوئی کیا دے گا	"
اٹھا کے خوان کرم سر پہ آسماں پہونچا	"
یہاں ملا جو نہیں اس کو بھی وہاں پہونچا	"
ہوس رزق بھی ذلت کا سبب ہوتی ہے	"
اس کی رزاقی ہے دیتے ہے وہ کر کے کام کسے	سودا
جس نے اپنے فضل سے بخشی ہے اسکو زندگی	سرور
تسپر اپنی صورتوں سے زور حاجتمند ہیں	سوز
قلق مور و مگس کو بھی نہیں بیدست و پائی کا	سفیر
اپنے گھر چیونٹی بھی بیٹھی ہے سلیماں ہو کر	"
اسی کو ڈھونڈھنے والے بھی خرمن سے نکلے ہیں	"
ہوئے وطن سے جدا روزگار کے باعث	شفق
تو گھر گھر کے بھٹکنے سے تو بہتر ہے مکاں اپنا	"

رزق

ہر چیز کا ہے رزق معین جہان میں	ہوتا ہے ایک دن تن انساں غذا مور	عاشق
تو ہر اک اسفل و اعلیٰ کا ہے رزاق کریم	استخواں سگ کو پہنچتا ہے ہما سے پہلے	عرش
آسیا کہتی ہے ہر بار با واز بلند	رزق سے بھرتا ہے رزاق دہن پتھر کے	"
تلاش رزق مت کر پائے بند کنج عزلت ہو	قفس میں آپ سے طائر کو ملتا آب و دانہ ہے	"
غیب سے رزاق مطلق سب کو پہنچاتا ہی رزق	فکر کو شش ہی عبث ملتا ہے سب تقدیر سے	عاجز
میرے رزاق نے بھوکا نہ کسی جا رکھا	روز نعمت سے بھرا خوان کرم ساتھ رہا	فیض
محض بیجا ہے فدا فکر معاش	رزاق اپنا ہے ایزد منعام	فدا
ہرگز نہیں ہی مجھ کو تردد معاش کا	پروردگار رزق کا میر کفیل ہے	"
کیا تردد ہے جو حارج ہے عدو روزی کا	چھین سکتا ہے کوئی باؤلے روٹی تیری	"
جال سے رزق جو ہاتھ آئے بھی جنجال ہی ہو	جانور ہے کرے دانہ جو تہ دام پسند	قدر
رزاق عطا کرتا ہے گمنام کو بھی رزق	روزی وہی پہونچاتا ہے عنقا کو ہوا پر	"
دشمن کو بھی تو قسمت روزی میں نہ بھولا	فرعون نہ ہامان نہ شداد فراموش	"
کہاں دیکھیں لیجاتا ہے آب و دانہ	یہ دونوں فرشتے کہاں کھینچتے ہیں	"
رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے غیر حساب	بس تری ذات کارہتا ہے سہارا ہم کو	"
تلاش رزق میں اتنا تردد	ارے جو گھر میں ہے باہر وہی ہے	"
پہونچائیگا مجھے کسی صورت سے رزق وہ	رزاق نام ہے مرے پروردگار کا	قطب
قسمت کا کیا گلہ ہے کہ رزاق جن و انس	اے ناسپاس راز ازل خود قیم تھا	لا اعلم
فکر روزی میں پھوڑتے ہیں سر	ٹکڑے کھاتے ہیں پھوٹی قسمت کے	منیر
تلاش رزق نہ بھٹکائے آدمی کو اگر	مزے سے زیست گذر جائے ایسی راہ ملے	"
انسان کو ہے رزق فقیرانہ سے قیام	معجون آب و گل نہ جو عمر بھر رہے	"
مصحفی اوقات کا اپنی تو ہرگز غم نہ کھا	جس طرح گزری ہی باقی بھی بسر ہو جائیگی	مصحفی
پتھر کے کیڑے کو بھی دیتا ہے رزق رازق	ہوتا ہے سبز پتا اک اس کے بھی دہن میں	"
اپنے بندے سے بے خبر نہیں وہ	بطن مادر میں بھی خبر لی ہے	مہر
با ایں ہمہ وسعت بھی ہے کیا خوان فلک تنگ	آسودہ نہ اس کا کوئی مہمان نظر آیا	"
بھولا تلاش رزق میں رازق کی بھی یاد	مہر شکم پرست ہے کیونکر خدا پرست	"
وہ رازق ہے رزق بے شبہ دیگا	کھلائے گا وہ جس کا تو میہمان ہے	"
بندوں کو فکر رزق مرتب نہ چاہئے	کھلتے ہیں در ہزار جو بند ایک در ہوا	مرتب
ہم نے تو کی نہ ایک دن بھی تلاش	روزی روز عمر بھر پہونچی	محب
ایک در بند ہو تو سیکڑوں کھل جاتے ہیں	لاکھوں حیلے ہیں یہاں رزق کے پہونچانیکے	"
خود رزق اڑکے آتا ہے ٹلتی نہیں اجل	حیلے ہیں رزق کے تو بہانے قضا کے ہیں	"
خود منہ میں رزق اڑکے پہنچتا ہے صبحدم	نقصان کیا اگر نہ ہوئے آسیا کے ہاتھ	منتہی
بہر ناں در در پھرایا حیف ہے	مجھ کو صانع نے سگ دنیا کیا	"
تو ہی ہے بطن مادر میں ہمارا پالنے والا	تو ہی حامی ہے اور رزاق مرغ آشیانی کا	"

فی الشکایۃ رزق

دیا ہے جس نے جان دی ہے جس نے سر سامان دیگا
بشر بھوکا ہے کیا بے بس ہے یا بے طاقت
بہر صورت ہے تردد و تشویش
ہے عبث ہے تردد وقت پر جو ہے مقسوم
ہے کیا رزق پہنچنے کا میں ہوا قائل
نہیں ہے سبز جو شیشہ کا آب و دانہ ہوا
مرے کیا غوطے رزق خلق ادنے
مرے سو جیلے میں رزق موتی بریاں
دیکھے منہ کھولے صرف کو ابر نیسان
خیال صبح نہیں مجھ کو شام کا
وہ رزق دیتا ہے بے گھر بیٹھا
ناداں فکر کرتے ہیں جو شام کا فردا
قسمت کا کھاتا ہے رزق مقدر پہ شکر
بس رزق مقدر ہے سب کچھ دیتا ہے طاقت
بندہ کو کیا ہے مانگے کوئی دعا کیا

فی الشکایۃ رزق

رنج و غم

روز مولود سے ساتھ اپنے ہوا رزق پیدا — آتش
لاکھ ساماں دماغ اٹھانے کو ہوتے ہیں آدمی پیدا — "
آتش میں رنج سا ہے اس زندگی کے لفظ میں — "
رزق وہ کیا جس میں رنج سا ہو فن کے بوجھ سے — "
حالت غم کو دیکھ کر ہوتا ہے شادی کا گماں — "
خندۂ گل دیکھ کر ہنستے نہیں ہیں غنچہ و لب — "
رنج یاں جنکو ہے دنیا سے سفر کرتے ہیں — "
لے خوشا حال جو دنیا سے کسی طرح سے ہمراہ — "
روز ازل سے ہیں یہ پیغمبر و ولی سب — "
رنج و اندوہ و ملال اپنے گرفتار میں ہیں — "
طالب آرام کی جا ہے گرفتار ہے — "
کب بھلا نالۂ زنجیر میں صورت بنی کوئی — "
زیر زمیں بھی چین کی صورت نہیں کوئی — "
آسودگان خاک کی مٹی خراب ہے — "
شادی کے بعد سے بھی ہوتا ہے غم کو رنج — "
طفل جو گھر کو ہوتا ہے عید کا — "
آرزوؤں کے منزل کے شوق میں — "
منتہی راہ میں ہیں ابتدا اٹھائے — "
آرام کی تلاش نہ ہوں کس طرح غریب — "
رنج و غم و ملال نہ ہوں کس سے ہیں — "
رنج و غم میں شریک اسیر ہیں — اسیر

فی السماء رزقکم آیا ہے جب قرآن میں — مضطر
کیوں ہو پھر فکر معیشت ہم کو اے پروردگار

خوار رکھتی ہے تلاش رزق میں اپنی تمیز — مسکین
ورنہ ہر انگشت ہی پستاں ہے طفل شیر کو

پیشتر سر سے یہاں ہوتے ہیں ساماں پیدا — ناسخ
کھانے کے وقت سے پہلے ہوئے دنداں پیدا

رزق کا کیا غم کہ ہوتا ہے تولد بعد غسل — "
پہلے بھرتا ہے خدا پستان مادر شیر سے

ملیگا رزق تقدیری کروں تدبیر کیا ناسخ — "
وہ ہے ہر زہ ارادہ جو کرے تحصیل حاصل کا

بہر روزی ہے عبث گردش جوان و پیر کی — "
کس نے طفلی میں بھلا تدبیر کی تھی شیر کی

رزق کھا کر غیر کی قسمت کا زنبور عسل — نظم
تو نے دیکھا حلق تک جا کر غذا الٹی پھری

کس کی بیتابی نہیں خبر رزاق — نسیم
آدمی ناصبور ہوتا ہے

قرص خور کو دیکھکر تسکین رکھ اے مہمان صبح — "
تا وہاں شام پہونچاتا ہے رزاق نان صبح

جبتک رہا جہاں میں رہی رزق کی تلاش — داغ
گردش میں رات دن صفت آسیا رہا

جہد اے پیر و جوان چاہئے تم کو پئے رزق — "
طفل بھی شیر نہ بے رنج ہوئے پائیگا

پایا کبھی نہ رزق مقدر سے بھی سوا — "
ثابت ہوا یہ ہم کو کہ بیکار کی تلاش

جو رزق مقدر ہے پہنچتا ہے وہ سب کو — "
ممنوں ہے جہاں صاحب احساں نہیں ظاہر

منہ جس نے دیا وہ رزق دے گا — وزیر
گویا یہ دہان آسیا ہے

قسمت کا جو لکھا ہے وہ گھر بیٹھے آئیگا — وقار
چکی کی طرح دے تو کوئی فکر دا چھوڑ

بشر رہتے ہیں سرگرداں پئے رزق — وہبی
ملے ہیں ان کو کیا بخت آسیا کے

مثل انار رزق کی کرتا ہے ناداں بھی تلاش — ہوش
طفل انگوٹھا منہ میں لے جب شیر مادر خشک ہو

پہلے منہ کھلنے سے پہونچاتا ہے رزق — یکتا
وہ مرا مولا بڑا رزاق ہے

رنج و غم

کثرت اندوہ غم میں سچ ہے کٹ جاتی ہے عمر — اسیر
پیچ ہو جس میں وہ رشتہ مختصر کیونکر نہ ہو

تھوڑی بلا بہت ہے کم حوصلہ کے حق میں — "
گربہ ہے شیر شرزہ کنجشک کی نظر میں

غم یہاں کا وہاں ہے عیش اسیر — "
غم کریں وہ جو غم نہیں رکھتے

جو ہوا شاہ مصیبت میں گرفتار ہوا — "
سایۂ بال ہما آفت بالائی ہے

اماں چاہے اگر غم سے تو اس اپنی پریشاں کر — "
کہ دہشت برق کی ہے جبتلک خرمن فراہم ہے

مدت سے زندگی کا مزہ غم نے کھو دیا — "
کچھ صبر رہ گیا تھا سو اب ہم نے کھو دیا

غم سے چالیس برس حضرت آدم روئے — "
سچ تو ہے چاک نہ ہو سینۂ گندم کیونکر

چار اخلاط ہیں اندوہ و غم و رنج و الم — "
خون بلغم ہے مرے تن میں نہ صفرا سودا

خوشی ہوئی جو کبھی سامنا ہوا غم کا — "
شکست رنگ نے چہرہ مرا بحال کیا

غم ہے اس بحر میں کیا بے سر و سامانی کا — "
ناخدا خود ہے خدا کشتی طوفانی کا

کر دیا جوش الم نے مجھے نزدیک فنا — "
زندگی مثل حباب ایک نفس باقی ہے

شب تاریک و بیم موج و گردابے جنیں حائل	مصیبت میری کیا جانیں ٹہلتے ہیں جو ساحل پر	افسر	
دل آفت زدہ اپنا نہ ایذا سے ہوا خالی	نیا پیدا ہوا ناسور گر زخم کہن بگڑا	امانت	
خدا ہے دل جو بچے حادثوں کے پھونکے سے	کہاں تک تہ دامن کوئی چھپائے چراغ	امیر	
درد میں دکھ میں مصیبت میں کٹی ساری عمر	چار دن بھی کبھی دنیا میں اچھا نہ رہا	انور	〃
بجا ہے گر رہے دل پر ہجوم آٹھوں پہر غم کا	ہوا ہے بارش غم سے خمیر خاک آدم کا	〃	
میرے حصہ میں کہاں سے آگئی گرد ملال	چار دن میں جامۂ ہستی کو میلا کر دیا	اشک	
جب سے تن میں روح آئی مبتلائے غم رہے	چار دیوار عناصر خانۂ منحوس ہے	بحر	
گرد کلفت سے ہوں یہ آلودہ	خاک اڑتی ہے چار سو دل میں	〃	
رنج وہ راحت ہی فی الواقع جو نامطبوع ہو	بیشتر روتے ہیں بچے ماؤں کی آغوش میں	〃	
اک نہ اک رنج مجھ کو رہتا ہے	در و سر ہے اگر بخار نہیں	〃	
کیونکر نہ زرد ہو گل خرسند باغ میں	پھر پھر کے دیکھتا ہے کہ غم ہے قفائے عیش	〃	
ہمزاد ہے غم اپنا شادماں کسے کہتے ہیں	واقف نہیں عشرت کا پسماں کسے کہتے ہیں	〃	
خوش ہوا میں جو طبیعت کو کبھی غم گذرا	صدمۂ چرخ کو رقاص کی ٹھوکر سمجھا	〃	
رنج پہنچا جو مصیبت میں تو راحت سمجھے	دکھ اٹھایا کئے دل اس سے اٹھایا نہ گیا	〃	
شکر کر اے بحر غم کھانے کا مطلق غم نہ کھا	رزق بے منت کا دنیا میں سہارا ہو گیا	〃	
سامان عیش تا کے آخر کو دور غم ہے	نظروں میں ساغر مے آخر بر آب ہو گا	〃	
رنج ہوتا ہے اگر دل کو تو روتا ہے بشر	آنکھ سے بہتا ہے پانی قلب کے ناسور کا	〃	
انجام کار کیا ہے ہنسی میں سوائے رنج	ممکن نہیں کہ خوش طبعی میں نہ آئے رنج	〃	
جی خوش نہ ہو محفل عشرت ہے جائے رنج	آتی ہے شادیانے سے مجھ کو صدائے رنج	〃	
ہم اپنے ہاتھوں آپ ہیں مبتلائے رنج	چٹکائیں انگلیاں ہی تو آئے صدائے رنج	〃	
یہ چاہیئے کہ رکھیں قدم پھونک پھونک کے	چیونٹی بھی اپنے پاؤں کے نیچے نہ پائے رنج	〃	
جو کچھ کہ شر بشر سے ہو پیدا عجب نہیں	اجماع چار عنصروں کا ہی بنائے رنج	〃	
آکتا کے یہ خدا سے دعا مانگتا ہوں میں	کبتک میں کھاؤں رنج بس اب مجھکو کھائے رنج	〃	
دامن چھٹا نہ پنجۂ غم سے تمام عمر	پہنا کفن گلے سے جو اتری قبائے رنج	〃	
مر مر گئے جہان میں جینے کے واسطے	راحت کے ڈھونڈھنے میں بہت ہم نے پائے رنج	〃	
مثل الف پڑو نہ ہلاکت میں بہر عیش	یہ حرف لکھ رکھو سر راحت ہے رائے رنج	〃	
دار فنا میں ہم کو کسی سے گلہ نہیں	یہ سینہ بہر داغ ہے یہ دل برائے رنج	〃	
صورت بشر کی خود کہے دیتی ہی حال دل	ہر چند منہ پہ لائے نہ وہ ماجرائے رنج	〃	
بیگاریوں کی شکل بسر کی جہان میں	پشتارے باندھ باندھ کے ہم نے اٹھائے رنج	بحر	
ذرات کی طرح ہی عناصر کو انتشار	ہے میری مشت خاک کو آندھی چلائے رنج	〃	
غم کی اٹھی وہ گھٹا ہو گئی دنیا اندھیر	نور بینائی اڑا آنکھ سے جگنو کی طرح	〃	
چمن میں غنچہ و گل ہاتھ ملا کیا پھیلائیں	ہر ایک وقت کھڑی رہتی ہے خزاں سر پر	باقی	
ابتو سوائے رنج نہ اس غم کدہ میں ہے	وہ دن گئے خوشی سے جو میں لامال تھا	بختاور	

رنج و غم

جل جل کے کیے زندگانی خاتمہ اپنا ہو گیا — برق
غم سے چراغ عمر کا روشن ہمیشہ ہے — پارسا
شمع ہوں جاں بلب ہوں رہتا نہیں ہوں میں — 〃
کی دنیا میں کسی نے عمر بھر غفلت سے توبہ — 〃
بیٹھے اس محکمہ میں کون رنج و غم سے خالی — 〃
دنیا کے رنج و غم سے ہے کس کو رہائی — 〃
اللہ والوں کو کبھی رنج نہیں آزار ہے — 〃
ہے خدا والوں کو اپنے تو دیتا نہیں آزار خدا — 〃
دوست کو اپنے تو دیتا نہیں آزار خدا — 〃
سو طرح کے ہیں فلک نے مجھے رنج و محن اپنا — تسلیم
ہے سو ہے وہ بھی آدمی رنج و محن سے شاد — 〃
سدا ایاں رہا ہے نہ کسی کو خوشی سے — 〃
نہ دیکھا منہ کسی کا بغیر رنج و غم — 〃
شکر کر ہوں عیش کی تو نہیں نعمت اجل — 〃
غم بھی کیا ہے کہ جسے دیکھ کے ہنستے ہیں سب — 〃
ہنسا کے تم کو رلاتا ہے کون ہنستا ہے — 〃
ہنسا کے تم کو رلاتا ہے کون ہنستا ہے — 〃
شکر ہے عشرت طلب کو رنج و غم کا ساتھ ہے — 〃
شکر ہے عشرت طلب کو رنج و غم کا ساتھ ہے — 〃
ہے کیف سے بھرا ہوا ساغر غم کا بھی تلخ — 〃
میں کیف سمجھوں جو ہو شادی کا بھی تلخ — 〃

رنج و غم			
رنج فراق یار بھی صدمہ ہے موت کا بھی	رنج	مر کر بھی چلے سوختہ قسمت تہ گردوں	تسلیم
رنج و الم کا آج مرے گھر ہجوم ہے		پس فنا بھی عذاب فشار ہوتا ہے	"
کشتہ غم سے کیا تسلیم حال دل کہیں	"	ابتوائے تسلیم ہیں پامال ہر خوار و ذلیل	"
عیش کا بھی جو کبھی نام لیا رو دیئے		نیمدم بھی ہم کو جینا چین سے دشوار ہے	"
آرام کے واسطے بھی نہ کیا رو دیئے		انتہائے غم سے کیا تسلیم حال دل کہیں	"
اپنے ہمکار کا بھی بند ہوا رو دیئے		خوگر تکلیف کو تکلیف سے آتی ہے نیند	"
آج اس کے واسطے ہی کوئی رنج کوئی غم	درد	سخت جاں ہوں سختی ایام میں کٹتی ہے عمر	"
رنج کسی کا کوئی غم کسی کا نہ ہو		شہرت روز قیامت سنکے ہوتا ہے یقیں	"
کسی کے رنج کا کوئی نشاں وہاں نہ ہو		کیا خاک چھٹے کشمکش دہر سے مر کر	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		پر خون جگر گل ہے تو نالاں لب بلبل	"
کسی کے رنج کا کوئی نشاں وہاں نہ ہو		غم کدہ دہر ہے اول بھی ہے آخر بھی ہے رنج	تخلص
رنج کسی کا کسی کے واسطے		نہ پوچھ صدمے جو اے ہمسفر سفر کے ہیں	جرار
رنج کسی کا کسی کے واسطے		آکے ہستی میں عدم سے طفل روتا ہے ضرور	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		کچھ نہ بخشا اس ہوائے دہر نے جز یار غم	جوش
رنج کسی کا کسی کے واسطے		فکر معاش و دہشت روز شمار ہے	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		ہم وہ مغموم ہیں اس درد و محن میں یدل	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		کٹتا نہیں یوں رنج و مصیبت کا زمانہ	جرأت
رنج کسی کا کسی کے واسطے		کچھ نہ آیا نظر اس باغ جہاں میں ہم کو	جوش
رنج کسی کا کسی کے واسطے		انتہا غم کی نہ پائی ہم نے ورنہ دہر میں	جویا
رنج کسی کا کسی کے واسطے		ایدل کسی کو عیش کوئی عیش کے لئے	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		ہو گیا ہوں وقف غم اب مجھ میں باقی کیا رہا	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		راتدن اس کے تردد میں ہے سرگرداں شبر	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		ہم سے جلیل فکر سخن خاک ہو سکے	جلیل
رنج کسی کا کسی کے واسطے		پڑتا ہے جس غریب پہ رنج و محن کا بار	چکبست
رنج کسی کا کسی کے واسطے		چین سے بیٹھے نہ اکجا کبھی ہم خانہ خراب	حیرت
رنج کسی کا کسی کے واسطے		خانۂ دل کو نہ پایا کبھی اپنے خالی	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		غم دنیا ہیں ہزار و ان کروروں غم حشر	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		وہ دل کونسا ہے جو بے غم نہیں	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		ابتدا کی تو اذیت کا نہیں اندیشہ	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		مشفق و دوست کی حسرت ہی رہی لیں مدام	"
رنج کسی کا کسی کے واسطے		رنج کیا کیا ہیں ایک جان کے ساتھ	حسابی
رنج کسی کا کسی کے واسطے		گردش ہی مکاں میں بھی قبلہ نما کی طرح	خلیل
رنج کسی کا کسی کے واسطے		بہت مشکل ہے چھٹنا بحر غم کا ساتھ اس دل سے	خیال

ہے فکر وصل صبح تو اندوہ ہجر شام
تر ا دل مجھ سے میں ملتا مرا جی رہ نہیں سکتا
جو گذرے مجھ پہ مت اس سے کہو ہوا سو ہوا
سو دا چمن و ہر سے یہ چشم نہ رکھیو
کیا کیا تھے چاؤ دل میں آئے تھے جب عدم سے
ہوا نہ غم سے رہا جب تلک رہا جیتا
کارخانہ ہیں جہاں کے عیش سبھی غم فزوں
عشرت و آرام و راحت سے ہوے بیزار ہم
شکوہ غم فراق کا بیکار ہے سخن
عذاب فانی و لیل دستگاری ہے
آئے ہستی میں عدم سے دل کے بہلانے کو ہم
رنج کو نزدیک ہی اپنے نہیں آنے دیا
اس غم آباد میں ہوتا نہیں آکر کوئی شاد
پژمردہ ہو رہا ہوں غم روزگار سے
رنج و غم ہے مری تقدیر میں تحریر اگر
دنیا میں دل کسی کا کسی سے نہ پائے رنج
ہے اپنی اپنی فکر میں ہر شخص مبتلا
تھا موسم خزاں کا جو کھٹکا ہمیں شفق
اسی کو کچھ مزے آے نشاط عیش دنیا کے
نہیں ملتی ہمیں دم بھر بھی راحت رنج دنیا سے
ہزار رنج ہیں دنیا میں ایک جاں کے لئے
غم سے کوئی فارغ نہ ہمیں دل نظر آیا
لازم ہمیں شکایت چرخ کہن نہیں
ہو گئی عمر سب بسر اپنی
گنبد گردوں کی ہر گردش میں ہے رنگت نئی
وابستہ اپنے دم سے ہیں دنیا کے رنج و غم
موجود درد و غم تو ہیں موجود اے ظفر
خواب تھا جو زندگی جاہ و حشم میں کٹ گئی
غم اور کا دیکھا تو ہوا غم غلط اپنا
نام سرور سنتے نہیں ہم سوائے رنج
بحر فنا میں موج حوادث کا غم نہیں
رفع الم ہے حاصل لذات دنیوی
کون تھا ایسا جو ہوتا پھر رفیق

اس روز و شب کے دھندے میں میاں تو مر چلا
غرض ایسی مصیبت ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا
بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
وہ گل نظر آوے کہ جسے خار نہ ہووے
کھلتے ہی آنکھ یار و پالا پڑا ہے غم سے
کوئی بھی مجلس دنیا میں شادماں ملا
ایک دن ہو عید تو دیں ان محرم چاہنے
غم ہمارا دوست غم کے ہو گئے غم خوار ہم
خالی جہاں میں رنج سے کوئی بشر نہیں
نہ ہو گر لطف حق شامل ستم مجھ پر یہاں کیوں ہو
جب کھلیں آنکھیں کھلا ہیں رنج و غم کھانے کو ہم
میں تو ایام مصیبت میں بھی خنداں ہی رہا
رو دیا ہے وہی دنیا میں جو انساں آیا
کیا خاک شاد ہوں گل گلزار دیکھکر
نہ مٹے گا ہوں اگر سیکڑوں تدبیر اگر
یارب نصیب ہو نہ کسی کو بلائے رنج
وہ کونسا بشر ہے جسے کوئی غم نہیں
فصل بہار میں بھی نہ ہم شاد ماں رہے
اٹھایا ہے جہاں میں جس بشر نے رنج و غم پہلے
یہی ہے زندگی تو موت بہتر ایسے جینے سے
خضر بھٹکتے ہیں کیوں عمر جاوداں کے لئے
ہر شخص کا دل طائر بسمل نظر آیا
وہ کون ہے بشر جسے رنج و محن نہیں
پر غم دل بسر نہیں آتا
کیوں بسر ہوتے نہیں یہ اپنے ایام قلق
سب قافلہ ہے ایک غریب الوطن کے ساتھ
ہوتا کبھی نصیب مشکل سرور ہے
ورنہ ساری عمر اپنی درد و غم میں کٹ گئی
درد دل عالم ہے مداوا مرے دل کا
یارب چلی زمانہ میں کیسی ہوائے رنج
راحت طلب ہوئے نہ ہوئے آشنائے رنج
ہے عیش کی طلب سے جہاں میں بنائے رنج
مونس اپنا غم تھا سو بیہم رہا

راکب
"
"
"
سعید
سخن
"
"
سراج
شفق
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
شائق
"
"
صابر
ظہیر
ظفر
"
عاشق
"
"
"
"

رنج و
[illegible]
شفق
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں	میر	موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں
یا الٰہی نہ رہے کوئی ہمیشہ غم میں	"	ہو مصیبت میں کسی کی نہ بسر روز کی روز
دس دن محرم اور ہے اک دن جہاں میں عید	"	کم دن خوشی کے اور بہت دن محن کے ہیں
ہر وقت سور رنج مری جان کو موجود	"	پایاں نہیں دنیا میں مرے درد و محن کا
مزہ اس تلخکامی میں ہے میرے نانِ حلوا کا	"	نہیں ہے سوزِ غم مجھ کو من و سلویٰ سے کم تیرا
ہرگز نہ اے فدا میں کسی کام کا رہا	"	ڈسمس ہوا مقدمہ مجھ دادخواہ کا
آسیمہ سر کچھ ایسا میں آیا جہان میں	"	ملکِ عدم میں سب مرا آرام رہ گیا
ہے خام فدا جو تو ہے دلگیر	"	کرتے نہیں پختہ کار افسوس
ایام زندگانی کا غصہ شریک ہے	"	شامل ہے رنجِ حال پریشانِ عمر میں
جسدن سے میں نے ہوش سنبھالا ہے خلق میں	"	جز رنج روئے عیش نہ دیکھا فدا کبھی
گویا شادی سے دلا ہے ہمہ عالم خالی	"	غم سے پایا کسی انساں کو بہت کم خالی
جو رنج تھا وطن میں وہی رنج ہے ہنوز	"	ماتم کدہ مگر یہ سرائے سہ رنج ہے
گھیرے مجھے رہتے ہیں غم و رنج ہمیشہ	"	یہ مجمعِ احباب کبھی کم نہیں ہوتا
رنج گر ہو تو قدرِ راحت ہو		لطف کیا عیش جز بداد دانی کا
مری راتیں ہیں رنج و آلام کی		مرے دن ہیں فکر و مصیبت کے دن
ہم کو ازل سے آج تلک غم رہا نصیب	"	راحت کے نام سے بھی نہیں آشنا نصیب
ہم سا کوئی جہاں میں نہیں ہے الم نصیب	"	آئی کبھی خوشی نہ دلِ غم سرشت میں
خار رنج و غم و اندوہ گل حسرت و یاس	"	چمنِ دہر سے ہم لیکے یہ سوغات چلے
غم جو تقسیم ازل میں ہوا سب مجھکو ملا	"	اور کے واسطے حصہ مرا کم کیا کرتے
پیدا ہوا ہوں کیا میں الٰہی برائے رنج	"	راحت کے نام سے نہیں واقف سوائے رنج
وہ خفتہ بخت ہوں کہ نہ جاگے کبھی نصیب	"	دیکھا نہ خوابِ عیش بھی ہم نے سوائے رنج
وہ کونسی بہار ہے جس کو خزاں نہیں	سب	کس باغِ عیش میں نہیں چلتی ہوائے رنج
رہتے ہیں میرے دل پر اکثر ہزار سودا	"	میں ہی ہوں جو سنا تھا اک سر ہزار سودا
کہتے ہیں خوشدلی ہے جہاں میں یہ سب غلط	"	رنج و تعب ہی ہم نے تو دیکھا جدھر گئے
میرے دل میں عوض عیش بھری ہے حسرت	"	میرے پہلو میں بھرا ہے عوض الافسوس
جب سے کھلی ہے آنکھ نہ دیکھا سوائے رنج	"	سرمہ بنا مرے لئے گردِ ملال کا
ریاضِ دہر میں ہے بعد رنج راحت بھی	"	کہ پھول کھلتے ہیں ہوتا ہے جب گلاب قلم
تا نہ پہنچے رنج یاں راحت نہیں ہوتی نصیب	"	کٹکے شاخ تاک ساں یدل ثمر پیدا کروں
مور در رنج و بلا دنیا میں ہے بارِ مراد	"	سنگھائے کو دکاں سے بید کو کیا باک ہے
درد و غم۔ اندوہ کس کس کا گزر ہوتا نہیں	"	یا الٰہی دل ہے میرا یا مسافر خانہ ہے
پاس اپنے کچھ نہیں ایدل معاش		رنج و غم پر اب بسر اوقات ہے
گزرا کسے جہاں میں خوشی سے تمام روز		کس کی کٹی زمانہ میں بے غم تمام شب
اندوہ و غم سے اکثر رہتا ہوں میں مکدر		کیا خاک میں ملی ہے میری صفائے دل

	غالب
	غریب
	فلک
	فدا
	"
	"
	"
	"
	"
	"
	فراغ
	ذوق
	"
	قلق
	"
	"
	"
	"
	"
	قائم
	"
	قدر
	"
	گویا
	"
	"
	"
	مشتاق
	میر
	"

غم سے خالی نہیں کسی کا دل
جس کو دیکھو وہ مثال آسیا چکر میں ہے
درد دل اپنا کوئی کیا جانے
یارب یہ ضعف اور پھر اس پہ یہ بار غم
خوشی کو دل سے تعلق کبھی یہاں نہ رہا
دنیا کے رنج یوں سہینگے کب تک
اے موت ہمیں آن کے آزادی بخش

آج کل حال ایسا ابتر ہے
اس ایک جان زار پہ کیا کیا غذا ہے
ہر دم رہا ہے توشۂ غم اپنے ساتھ
ہمیں ہے نعمت الوان سے کیا کام
یہ عمر دراز اپنی گیسو کی صورت
بھولتا ہے کوئی یہ کہنہ رفیق
ڈال دیتا جو بار غم اپنا
بس اب مبتلا رنج میں ہے مضطر
سنگ غم دل کو لگتے ہیں ہر دم
خار غم سے برنگ گل ناسخ
تمام رنج ہیں تا حشر ساتھ اے ناسخ

بے حقیقت کو بلا سے کب ہے دنیا میں گزند
بانٹ لے کوئی کسی کا درد یہ ممکن نہیں
سو طرح کے ہیں فائدے تکلیف و بلا میں
تو ام جہان میں ہے دل انسان اور غم
دنیا میں جتنے لوگ ہیں کیا شاہ کیا فقیر
کہتی تھی آج شمع سحر بجھ کو دیکھکر
تم تو دانا ہو کہیں کیا اے نصیر اتنا یہ رنج
گھر بنائے اس قدر کثرت سے رنج و یاس نے
عشرت سرائے اہل طرب میں جگہ کہاں
غم راہ نہیں کہ ساتھ دیجے
دیکھنے کو دی ہیں جب اللہ نے آنکھیں ہمیں
موت کا ہر روز چکھا ذائقہ
غم اٹھائے اسقدر غم کا نہیں اب مجھ کو غم
زمانہ نے اکدم بھی راحت نہ دی
کبھی اس دار محن میں نہ ملی غم سے نجات

دیکھ لالہ کے دل میں بھی ہے داغ
چین دم بھر بھی بزیر آسمان ملتا نہیں
اس کو ہم جانیں یا خدا جانے
جو اٹھ سکے نہ بوجھ وہ کیونکر اٹھائیے
سوائے غم کوئی اس گھر میں مہمان نہ رہا
اور قصۂ درد یوں کہینگے کب تک
اس طرح اسیر ہم رہیں گے کب تک
زندگی موت کے برابر ہے
فکر معاش ہے کبھی فکر حساب ہے
خالی کبھی رہے نہیں اس حضر سے ہم
پڑی ہے یاں تو غم کھانے کی عادت
پریشانی و سوگواری میں گذری
عیش کے وقت بھی غم آیا یاد
آسماں آٹھویں زمین نہ بنتا
بہت عشرت و عیش میں دن گذارے
کب مرا شیشہ پاش پاش نہیں
کونسے عضو میں خراش نہیں
بجز حیات کوئی چیز مستعار نہیں
عکس تنکے کا بھی بہ سکتا نہیں سیلاب سے
بار غم دنیا میں اٹھواتے نہیں مزدور سے
بے سود نہیں یارو یہ رنج و محن اپنا
لاکھوں جو غمیں ہوئیں پیدا تکم کے ساتھ
سب کہہ میں ہیں پر ایک اک دکھہ میں ہیں اسیر
جیتے ہو کس طرح سے غم جانگداز میں
مزرع دنیائے لاحاصل پہ کھینچیں ہیں غم آپ
دل مرے سینہ میں چھتہ ہو گیا زنبور کا
ہے غمزدوں کو گوشۂ خاطر میں جا رنج
دکھ بوجھ نہیں کہ بانٹ لیجے
رنج و غم جو کچھ دکھاتا ہے مقدر دیکھنا
جبتلک دنیا میں ہم جیتے رہے
سنگدل ایام نے دل کو مرے پتھر کیا
کبھی غم سے ہم کو فراغت نہ دی
خوش پیری نہ جوانی نہ لڑکپن میں رہے

محب
"
"
مہر
"
"
منتہی
میکش
مجروح
مصحفی
محو
"
مضطر
ناسخ
"
"
"
"
"
"
"
"
نظیر
نظم
نصیر
نسیم
"
وقف
واسطی
"
"
"
"

رنج و غم

ریاکاری

ریاکاری

اچھوں سے بُرے ملکے بنا لیتے ہیں جوڑا	میر	بحر
اتفاق رکرو دغا کا ہے زمانہ میں رواج	"	"
حال دنیا کا یہ ہے جس نے لنگوٹھی باندھ لی	"	"
پر تو بڑا گنہ ہے دکھانے کی بندگی	"	پر تو
کیونکر نہ اس زمانہ میں ہو ہر طرف ریا	"	ترابؔ
دوزخ میں کیسے نہ کھائیں وہ پھل آگ کے مدام	"	"
جو شہر پتلا بنا ہو مکر اور تلبیس کا	"	"
ریا سے نفس کو فربہ نہ کر تو	"	"
شیخ اگر تو نے نظر جگ سے اٹھائی ہوتی	"	"
گنہگار روسے بدتر ہیں ریاکار	"	تائبؔ
گنہ کرتے تو کچھ لذت اٹھاتے	"	"
ریاکاریاں کام دینگی نہ زاہد	"	ثاقبؔ
مکر میں تیرے نہ آئیگا خدا	"	"
وہ رند پاک طینت ان زاہدوں سے اچھا	مومن	"
پیرے کہ خود گم ست کرا رہبری کند	"	"
لب پہ ہے نام خدا اور دل میں ہے کبر و منی	"	حیرتؔ
آب خلوص جبتک دل کے نہ داغ دھوئے	"	"
کوئی لقمہ چرب تاکا ہے شاید	میر	حالی
کئے ہیں حضرت زاہد نے خم کے خم خالی	"	داغ
جان ریاسیوں کے نہ ظاہر لباس پر	"	ذوقی
اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتائیے	"	"
کی ریا سے نہ شیخ نے توبہ	"	رعناؔ
بھلا ہے شیخ کو کچھ کچھ تو ہو چلا ہے مباح	ناسخ	سوزؔ
جو کہ ہیں اہل ریا صاف نہیں دل ان کا	"	شائقؔ
شیخ صاحب کی ریا کا نہیں اک میں شاکی	"	شہیدؔ
دوزخ میں بھی وہ دامن زاہد نہ خشک ہو	"	عاشقؔ
وعدۂ فردا کو بھولا کی عبادت زور کی	وامق	قربانؔ
پہنکر جبہ و دستار جو دنیا کماتا ہے	"	محبؔ
ممکن مجھے جو ہو بے ریا ہو	"	منتہیؔ
نہ پوچھ تو دین زاہدوں کے سمجھ لے خود کس کے ہیں یہ بندے	"	ماہرؔ
جس میں ریا کی بو ہو وہ ہے بوریا خراب	"	میکشؔ
ظاہر میں گرچہ رکھتے ہیں اہل ریا خلوص	"	"
اتنا ہی نقص ہے اے مشفق من	"	"

آرزا بشوق کا کچھ اور ہی محل ہے
نہ پوچھ تو دین زاہدوں کے سمجھ لے خود کس کے ہیں یہ بندے
جس میں ریا کی بو ہو وہ ہے بوریا خراب
ظاہر میں گرچہ رکھتے ہیں اہل ریا خلوص
اتنا ہی نقص ہے اے مشفق من

مکار مہوس ہے زمانہ ہے دغل کا
جال مکڑی نے بھی تانا ہے فریب زور کا
اولیا میں مل گیا یا کیمیا گر ہو گیا
طاعت وہی قبول ہے جس میں ریا نہیں
فسق و فجور کا تو نہیں حد و مرتبا
کھاتے ہیں جو مزے سے یہاں لقمۂ ریا
آدمی اس کو نہ کہہ بچہ ہے وہ ابلیس کا
ریاضت سے ہو لاغر بے تکلف
کب عبادت تری ناقص ریائی ہوتی
نہ دنیا کے نہ دیں کے ہیں پیروار
ریاکاری میں ہیں اس سے بھی جاتے
وہ عقبیٰ ہے عقبیٰ ہے دنیا نہیں ہے
خود کہا ہے اُس نے خیرالماکرین
جام مے محبت تو نے جسے پلایا
ثاقب نہ کھا فریب کسی حیلہ ساز کا
پھینکدے زاہد تو اپنے جبہ و دستار کو
مقبول حق نہ ہوگا یہ سجدۂ ریائی
یہ حالی کی عزلت نہیں بے سبب کچھ
بنا کے آئے ہیں اب روزہ دار کی صورت
عاری عبائے ہوش و قبائے خرد سے ہیں
معلوم ہے حقیقت ہو حق جناب کی
مرگیا وہ گناہگار افسوس
سماع خانۂ ہمسایہ حسن رہگزری
وہ تو مجبور ہیں پھر لائیں کہاں سے اخلاص
سینہ سوراخ ہے تسبیح کے ہر دانے کا
چھیننا پڑا ہے جس پہ یہاں حرص و آز کا
زاہد ناداں یہاں غفلت میں آکر سو گیا
اسی مکار زاہد کو تو ہم شیطاں سمجھتے ہیں
مسند ہو کہ اس میں بوریا ہو
کئے ہیں از بسکہ زر کو سجدے بنا ہے درہم نشان جبیں کا
جسمیں نہ کیف و ذوق ہو وہ وجد و حال کیا
ایسا خلوص بھی ہے کسی کام کا خلوص
جس قدر بوئے ریا تجھ میں ہے

اثر سجود زاہد ہو جبیں سے گر نمایاں | تو تری نماز کو میں نہ کہوں نماز ہرگز

زبان

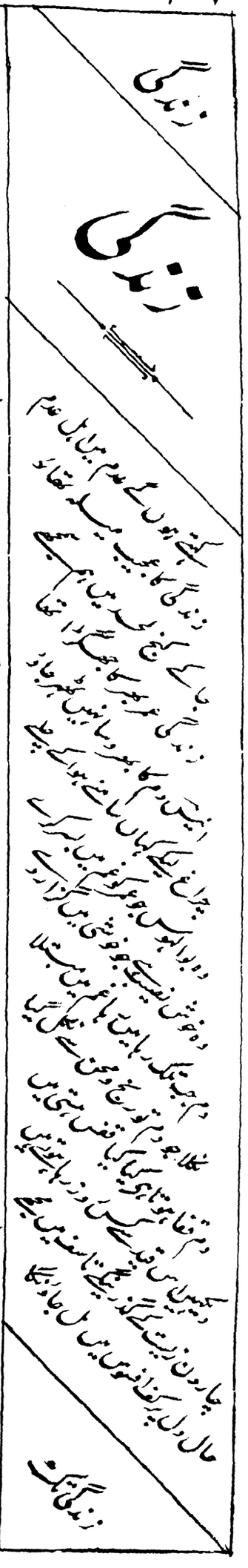
سخن ہوا اگر باعث تلخکامی
سُن لے اگر ملے ہیں تجھے گوش حق نیوش
دیکھا وہی جہان میں جو تھا بیان خلق
سُن تو سہی جہان میں تیرا فسانہ کیا
زبان پاک گر پیدا کرے انسان آتش
دل کی تسخیر ہے شیریں سخنی پر موقوف
یوں تو ہر انسان گویا ہے مگر
ہم نے جو کچھ ہے کہا منہ سے کریں گے اے بحر
جان کیا چیز ہے آئے یہ نہ چوکے انسان
قِیلَ اِنَّ الْاَلَدَّ ذُوْ وَلَدٍ
بھلا آدمی اس کو کہتا ہے کون
شمع ساں جو ہوا دراز زبان
زبان تیغ سے تیغ زباں کے پیرکوں کا
آج کہتے ہیں برا مجھ کو جو اچھا کہہ لیں
کلام تلخ کہاں اور پاکیزہ کہاں
مزہ کی بات ہے ہو تلخکامی خوش بیانوں میں
جانچ پرتال کر انسان جو ہو گرم سخن
منہ سے نکلیں نپی تلی باتیں
کس طرح گہر سنج نہ ہوں دل سے خریدار
بک بک کے مغز کھانا ہے کام واعظوں کا
محفل عالم میں بڑھ کر بولنا اچھا نہیں
لکنت سے کیوں نہ کام لیا طور پر کلیم
شیریں سخن بھی ہو تو نہ زائد کرے کلام
زیادہ سے زیادہ بات کہنا کم سے کم ثاقب
نہ کیونکر رنج پہنچے نوک باتوں میں نکلتی ہے
لحد میں ہوگی نہ تقریر و گفتگو کی مجال
آدمیت بھی کوئی شے ہے بھلا سوچو تو

تو ہم آپ اپنی زباں کھینچتے ہیں — انیس
مفتاح قفل راز خدا ہے زبان خلق — اسیر
نظارۂ خدا ہے مقرر زبان خلق — "
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا — آتش
ہر اک نام الٰہی میں اثر ہے اسم اعظم کا — "
کچھ کرامت نہیں جادو نہیں اعجاز نہیں — اسمٰعیل
شیوۂ شیوا بیانی اور ہے — "
مثل معنی کبھی ہونگے نہ سخن سے باہر — بحر
مرثے بات پر اتنی تو حمیت رکھے — "
کیا بچے کوئی طعن خلقت سے — باقی
کسی سے کہے جو برائی کی بات — "
وہ زباں سے گیا سخن سے گیا — تراب
اگر ہوا بھی تو کچھ اندمال ہوتا ہے — "
کل ہی شرمائیں گے دشنام کے دینے والے — ثاقب
کہ ایک بال زباں کو وبال ہوتا ہے — "
غلط گو بھی تو کہتے ہیں زباں شیری ملک گیری — "
غیر ممکن ہے کہ ہو جائے نہ پتھر پانی — "
اس لئے ہیں زبان کے کانٹے — "
تقریر مسلسل مری موتی کی لڑی ہے — "
اہل سخن ہیں ثاقب ہم طول سے بری ہیں — "
ہے خموشی کی علامت چرچرانا شمع کا — "
سر سے اڑیں نہ ہوش جو رک کر زباں چلے — "
حد سے شکر بڑھیگی تو ہوگا طعام تلخ — "
جو بڑھ کر بولتے ہیں وہ ہمیشہ منہ کی کھاتے ہیں — جرار
اقارب کی زباں کچھ کم نہیں ہے نیش گرزدم سے — "
زبان تیری میان دہن غنیمت ہے — "
ہم دعا دیتے ہیں اور تم کو ہے دشنام کلام — حافظ

زبان

زباں نہ ہو تو آدمی کچھ بیان نہ کر سکے — عالی
زباں ہے ہاتھ میں دولت زیادہ — ذوق
زباں خلق کو نقارۂ خدا سمجھو — "
زباں بگڑی سو بگڑی — "
زباں کی آگ سے کیا کیا زمانے میں گھر — "
زباں کی آگ سے کیا کیا زمانے میں گھر — "
زبان کی آگ سے کیا کیا زمانے میں گھر — "
زبان کی آگ سے کیا کیا زمانے میں گھر — "
زبان

زبان



کیوں نہ رکھیں گے لوگ دل سے عزیز	عزیز	سراج
بات کیجے تو کیجئے ایسی		ضمیر
بات انساں کا خاص جوہر ہے		"
جانچ پرتال پہلے دل میں کرو		"
بات تھوڑی ہی پسندیدہ اور مرغوب ہے		"
ظفر ہونا زیادہ گو نہیں اچھا سخنور کا		ظفر
زباں دراز نہ ہووے جو شمع گلگیر		"
ہر ایک سے تو نہ کر وہ کلام بیہودہ		"
ہے تو گویائی کی خاطر منہ میں انساں کے زباں	آرزو	"
تیز آگ وہ ہے جس سے پگھل جائے آئنہ		عزیز
بات جو منہ سے نکل جائے وہی بات ہے		عاشق
بات وہ جس میں بات ہو پیدا	"	"
دہن میں رہے وہ جو میٹھی زباں ہے		عاجز
کرو بات سب سے بہ نرمی ولینت		"
ہے اظہار مطلب کا بہتر ذریعہ	زمیں	"
کڑی بات اٹھائی نہیں جاتی تیری		"
زباں اس سے ہوتا ہے تلخی ہو جس میں		غالب
غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے	رنجور	فدا
گویا ہے فال نیک جہاں میں مقال نیک		کمال
اس کو برا کہے گا عالم اگر برا ہے		محب
زباں اپنی ہی جو چاہیں کہیں کیا فائدہ اس سے	راحت	"
ہے زباں کی تیغ میں لاکھوں ہی شمشیر و نیکی کاٹ		مسکین
ناطق کیا خدا نے ہے تقریر کے لئے		مہر
منہ کا ہے کام سخنہائے عذوبت آگیں		"
سخن تلخ نہیں زیب دہان شیریں		"
تری باتیں ہوں متیں اور نہایت پرمغز		"
تہمت تازہ نہ دھر سر پہ کسی کے اے دوست	رشک	وقار
بات وہ کر وقار عالم میں		وحشت
نہ ہو جو غم کا طلبگار وہ جگر کیا ہے		یکتا
بدزبانی کا نتیجہ ہے یہی		"
نظم ہو یا نثر ہو یکتا مگر		

گر ہماری رہے زباں اچھی		سراج
سننے والے کو ہو بھلی معلوم		ضمیر
بات سب گوہروں کا گوہر ہے		"
سب وجوہات سوچکر بولو		"
بولنا حد سے زیادہ سخت تر معیوب ہے		"
سخن فہمی اسی میں ہے سخندانی اسی میں ہے		ظفر
پکڑ کے چٹکی سے کیوں اس کی دے زبان توڑ		"
کہ جس سے ہو ترا مشہور نام بیہودہ		"
پھر زباں کس کام کی ہے وہ جو بدگوئی کرے		"
پرسوز وہ سخن ہے جو دل پر اثر کرے		عزیز
ترک ہو اس میں محبت کہ ملاقات رہے		عاشق
یوں تو سارا جہان ہے گویا		"
جو قابو سے نکلے وہ کیسی زبان ہے		عاجز
سنے جو کہے وہ کہ اچھی زباں ہے		"
کر و شکر حق نے تمہیں دی زباں ہے		"
بتا تجھ میں کیوں ایسی سختی زباں ہے		"
جو شیریں ہو عاجز وہ اچھی زباں ہے		"
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے		غالب
ناداں زبان پاک سے نکلے نہ بدکلام		فدا
ہرگز نہیں ہے اچھا وہ سر جو برا ہے		کمال
نظر پڑتی ہے گہری ہر جگہ اعمال قابل پر		محب
جو نہ لشکر سے ہوا وہ قوت میں ہے تقریر کی		"
ورنہ زبان شمع ہے گلگیر کے لئے		مسکین
جن کے سننے سے ہو سامع کو حلو و فرحت		مہر
دہن مار رہے وہ جیبیں رہے سیمیت		"
پوچ وبیہودہ سخن کی نہیں قدر و قیمت		"
ترک کر غیبت و غمازی و عجب و نخوت		وقار
جس کے باعث ترا وقار رہے		"
نہ ہو جو حق کی طرفدار وہ زباں کیوں ہو		وحشت
دشمن جاں اک زمانہ ہو گیا		یکتا
لفظ کم ہوں اور معنی ہوں بہت		"

زندگی تک ہیں قیامت کے یہ سارے دھڑکے	مجھ کو کیا غم ہے اگر حشر ہوا میرے بعد	آتش
برنگ سایہ گذر شاہراہ ہستی سے	کسی کے دوش کا آتش جنازہ بار نہ ہو	〃
بھروسا زندگانی کا نہیں کچھ	کفن بے رکھے اے آتش بشر مول	〃
کسی کا ہو رہے آتش کسی کو کر رکھے اپنا	دو روزہ زیست کو انساں نہ رائگاں کھوئے	〃
اچھا نہیں جہاں سے یوں سرسری گزرنا	سب کچھ کیا ہے ہم نے سب کچھ ہے ہم کو کرنا	اسلم
ہے وہم نقش ہستی ہر چند دلنشیں ہے	دیکھو اسے تو سب کچھ سوچو تو کچھ نہیں ہے	اکبر
اکبر نے سنا ہے اہل عزت سے یہی	جینا ذلت سے ہو تو مرنا بہتر	〃
یہ تماشے ہیں یہیں زیر زمیں تو کچھ نہیں	زندگی جبتک ہے سب کچھ ہے سب کچھ ہی نہیں تو کچھ نہیں	〃
فنا کا دور جاری ہے مگر مرتے ہیں جینے پر	طلسم زندگانی بھی عجب اک راز فطرت ہے	〃
ہر ایک کو ہے زمانہ میں زندگی مقصود	کسے خبر ہے کہ مقصود زندگی کیا ہے	〃
دو چار دن کی ہے زندگانی	آپس میں مل لو یارانِ فانی	〃
جس طرح ہو سکے دن زیست کے پورے کرلو	چار دن کے لئے انسان کو حسرت کیسی	〃
خواب پر اضطراب ہے یہ حیات	ہائے مرنے کو ہم ہوئے پیدا	آہ
دیکھتا ہے دمبدم گردش کو کیا افلاک کی	پیکر خاکی کو دیکھا اپنے گھڑی ہی خاک کی	آزاد
یہ اشک چشموں میں اب جم رہے رہے نہ رہے	حباب وار کوئی دم رہے رہے نہ رہے	آصف الدولہ
یہ دو روزہ زندگانی ہے اطہر	رہے گا یہاں تو نہ کوئی رہے گا	اطہر
مقام رہروان ملک ہستی ہے عدم آخر	کوئی آگے کوئی پیچھے پہنچ رہتا ہی منزل پر	اسیر
غم نہ کہا چار عناصر کی پریشانی کا	روح جب تک ہے نہ ہونگے کبھی یہ چار جدا	〃
تار نفس مرا سبب زندگی ہوا	تھا ماسمند عمر کو اس باگڈور پر	〃
چاہے جو طول عمر نہ کر عیش اختیار	روغن دماغ تر ہے چراغ حیات میں	〃
زندگی پر کون رکھتا ہے جہاں میں اعتماد	آسماں کھینچے ہے تیغ کہکشاں بالائے سر	〃
صبح و شام اپنی صبح و شام ہوئی	عمر اسی دور میں تمام ہوئی	〃
ممکن نہیں کہ روح رواں تن سے رک سکے	مٹھی میں کوئی بند کرے کیا نسیم کو	〃
تن صد چاک میں اپنے قیام روح مشکل ہے	شکستہ دام ہو جائے تو کب طائر ٹھہرتا ہے	〃
ہے جمع کاروان عناصر تو کیا ہوا	یہ چار دن میں چار طرف کو روانہ ہے	〃
کم شر سے نہیں مری ہستی	جب کھلی آنکھ ہیں تمام ہوا	〃
کیا منزل ہستی میں سیر اپنی ہے ہستی	مٹ جانے میں ہیں نقش کف پا کے برابر	〃
بے ثباتی بحر عالم میں ہے ہم سے متصل	ہستی اپنی ہے حباب آسا عدم سے متصل	〃
کیا بھروسہ ہستیٔ موہوم کا ہے اے اسیر	دم وہ دم ہے جو گزر جائے خدا یاد میں	〃
کیجئے اس چار حد میں کیا حساب زندگی	پنجروزہ ہے فروغ آفتاب زندگی	〃
اس کو وقفہ بھی ہے کچھ کچھ اس کو وقفہ ہی نہیں	ہے حباب آب سے نازک حباب زندگی	〃
اضداد کا فساد عیاں صاف صاف ہے	چاروں میں ایک دوسرے سے برخلاف ہے	〃
مثل حباب آب ہے دم بھر کی زندگی	ہم کیا ہماری ہستیٔ ناپائدار کیا	〃

زندگی

امید زندگی کی ہو کس طرح اعتماد پر
آہ دو چار خط ہیں ہر دم فنا مداد پر
چند روزہ ہے فقط روح تن انسان میں
قید یوسف نہیں لیتے کا بہت زندان میں
ہزار ارسطو و افلاطون سے بہتر
ہو اگر ہیں پیرو ان کے عدم کو گئے راہی
جب آنکھ کھلی سمجھے عدم کو چل دیا
ہستی کا ہمارے ہے کسی کو کیا اعتبار
جو نفس اپنا ہے کرتا ہے وہ کار بادیاں
کشتی عمر رواں کو بادباں کیا غرض
چار عنصر کو بدن میں ہے ربط اتنا ثبات
جب تک آجائے مجھ کو اتفاق چار عنصر بھی
بدن میں جان کی رکھے ہے چار دن کی چہل پہل
توڑ کر کیا اعتبار کیا ہے زندگانی کا
زیست کا اعتبار کیا ہے پانی کا تہ
آدمی بلبلہ ہے پانی کا
کھیل تھا عمر جو دیکھا تو نہ تھا
زندگی کیا تھی عناصر کا ذرا سا قصہ تھی
زندگی کیا ہے عناصر میں ظہوری ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

ہیچ ہے سب جو ہم نہیں	احسن	جان ہے تو جہان ہے گویا
کیا جانے کوئی بھانپتی تھی کہ زندگی	اسیر	کیا کیا نئے نئے یہ تماشے دکھا گئی
ایکدم کے لئے کیوں قیدیں ہیں دنیا بھر کی	اختر	چیز ہی کیا ہے وہ جس کی نگہبانی ہے
زندگی وہ چاہئے دنیا کی زینت جس سے ہو	اقبال	شمع روشن بنکے رہ بزم جہاں کے واسطے
دو چار دن کی ہے زندگانی	اکبر	آپس میں مل لو یارانِ فانی
جس طرح ہو سکے دن زیست کے پورے کرلو	اخگر	چار دن کے لئے انسان کو حسرت کیسی
کھل گیا اخگر معما زندگی کا بعد مرگ	"	خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
ہو سکا ہم سے نہ اجماع حواس	بحر	عمر بھر یہ گنجفہ برہم رہا
اس طرح زیست بسر کی کوئی پرساں ہوا	"	یوں میں دنیا سے اٹھا داغ عزیزاں ہوا
اپنی ہستی کو سمجھتا رہے برباد انساں	"	چار عنصر نہیں دھوکا ہے یہ چوبائی کا
اعتدال اپنے عناصر کا غنیمت جانئے	"	ناموافق ہے یہ مجمع چار سو ہو جائیگا
بحر طول امل سے باز آؤ	"	زندگی کا کچھ اعتبار نہیں
اتنا نہ اتفاق عناصر پہ ناز کر	"	بروقت دیکھنا یہیں سب برخلاف صاف
دم ہے کوئی دم کفن لے گور کھود	"	دست و پا چلتے ہیں کچھ سامان کر
زندگی پر جسے تکیہ ہے بڑا احمق ہے	"	جسم کو تلعہ نہ سمجھے کہ لحد خندق ہے
زندگانی اپنی جو دم ہے غنیمت ہی ہمیں	"	شمع ہستی کو یہ ناسور محبت چور ہے
آمد شد نفس پہ ہے موقوف زندگی	باقی	باقی حباب وار مراتن ہوا پہ ہے
پر تو ہے سب کچھ اپنے ہی اکدم کے ساتھ ہے	پرتو	سچ کہتے ہیں کہ جان جو ہے تو جہان ہے
جو کرنا ہو سو کرلو آج دیکھو راہ نکل کی	تراب	گھڑی میں کچھ سی کچھ ہو گیا بھروسہ زندگانی کا
زندگی کے ہیں یہ سارے ماجرے	"	مر گئے قصہ گیا جھگڑا گیا
شب باش یہیں ہیں ہو چلے ہم	"	شبنم کے مثال رو چلے ہم
جان ہے تو جہان ہی یارو	"	جی سے سب عیش و کامرانی ہے
فکر ہستی میں کٹ گئی اوقات	"	زندگی اب تو رہ گئی تھوڑی
یہ دم ہی جبتک تب ہی تلک عالم سونا ہے	"	گیا جب دم نکل تب کیا بنی آدم سے ناتا ہے
آدم کی آمد شد سے یہ ثابت ہوا	"	ہے حضر اک دم میں اکدم میں سفر
زندگی بحر جہاں میں ہے تحمل کوئی دم	تحمل	بلبلے دیکھو ادھر اٹھے ادھر ٹوٹ گئے
اے تعشق چار دن ہے زندگی	تعشق	دشمنوں سے بھی محبت کیجئے
آئے تھے قسمت کو رونے مثل شبنم رو چلے	تسلیم	پوچھتے ہو کیا ہماری نوجوانی کیا شباب
راحت طفلی جوانی غفلت پیری و مرگ	"	جیتے مرتے ہم نے دو آنکھوں سے دیکھے چار خواب
دیر ہی ہے رات دن طعنہ حیات مستعار	"	اس قدر بھی جینے پر ایدل نہ مرنا چاہئے
حرف باطل کی طرح چندے رہے تو کیا رہے	"	صفحہ ہستی سے اے تسلیم اٹھنا چاہئے
دنیا خراب گور پر آشوب وائے بخت	"	آئے تو کس جہاں میں چلے تو کہاں چلے
زندگانی شرط ہے اظہار عشرت کے لئے	"	قہقہے کا لطف کیا جانے دہن تصویر کا

موج غم موج خوشی موج طرب موج امید	اٹھتی ہے اس چار بحر عنصری میں چار موج	تسلیم	رائخ
اپنا حساب ایک ہے ہستی و نیستی	کیا یاں سے لیکے جائینگے لائے وہاں سے کیا	جنون	
چار دن کی زندگی ہنس بول کر یار دمیں کاٹ	پھر کہاں یہ چہچہے یہ لوگ یہ محفل نصیب	جرار	
کم نہ تھا تازیانے سے مرا تار نفس	اڑ گیا کوسوں سمند زندگانی وقت نزع	"	
دنیا میں زندگی نہیں نقش بر آب ہے	یہ روح کیا ہوا ہے یہ تن کیا حباب ہے	جوہری	
دور گزرے ہیں زیست میں کیا کیا	گئی طفلی جواں سے پیر ہوئے	"	
زیست اور مرگ کا ٹھکانہ کیا	ایک آتی ہے ایک جاتی ہے	"	
ہزار حشر ہے اے خضر جس کی ہر ساعت	پھرے خراب اسی عمر جاوداں کے لئے	جویا	
چار دن اور مکیں بنکے رہے اس گھر میں	رُوح سے کہدو کہ قالب میں نہ گھبرائے بہت	جوشش	
اے چمن والو چمن میں یوں گذارا چاہئے	باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی	جلیل	
گہ عشق گلرخوں میں گہ حرص اور ہوا میں	یوں زندگی کی حیرت کیوں تم نے خاک اڑائی	حیرت	
ہے کسی کی نہ شکایت نہ کسی کا شکوہ	کر دیا دل نے مرے جینے سے بیزار مجھے	"	
نفس کی آمد و شد تک ہے قالب خاکی	اُسے بھی ایک طلسمی حباب سمجھے ہیں	"	
نفس کی آمد و شد تک جو آجاتے تو بہتر تھا	یہ دم آئے نہ آئے زندگانی کا کیا ٹھکانہ ہے		
آہ میں نالاں نہیں درد نہانی کے سبب	درد جو دیکھے سو میں اس زندگانی کے سبب	حسرت	
اس زندگی کے ہاتھوں چین اک دن نہ پایا	یہ جان ہے بدن میں یا خار پیرہن میں	حالی	
جیتے جی رکھہ نہ فراغت کی توقع ناداں	قید ہستی میں مریجان فراغت کیسی		
بحر ہستی بجز سراب نہیں	چشمۂ زندگی میں آب نہیں		
ادھر آؤ اُدھر جاؤ نہ ساتھ لاؤ نہ لیکے جاؤ	سمجھ میں آتا نہیں ہے آساں عجب معمّا ہے زندگی کا	حمید	
یہ جلسے جیتے جی کے ہیں اگر دم ہے تو سب کچھ ہے	کہ بہتر زندگی سے کوئی میلا ہو نہیں سکتا	داغ	
ثبات بحر جہاں میں ہے اپنا نقط مثال حباب دیکھا	نہ جوش دیکھا نہ شور دیکھا نہ موج دیکھا نہ آب دیکھا	"	
فرصت زندگی بہت کم ہے	مغتنم ہے یہ دید جو دم ہے	درد	
زندگی ہے یا کوئی طوفاں ہے	ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے	"	
اس زیست کا اعتبار کیا ہے	کوئی دم میں یہ زندگی ہوا ہے	"	
جتنی بڑھتی ہے اتنی گھٹتی ہے	زندگی آپ سے آپ کٹتی ہے	"	
جس طرح ہو اسی طرح سے	پیمانۂ عمر بھر گئے ہم	"	
یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے	زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے	ذوق	
نفس کی آمد و شد ہے نماز اہل حیات	جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو	"	
دل اپنا غم دہر سے تو کر نہ اچاٹ	جس طرح بنے روز مصیبت کے کاٹ	"	
بے خطر ہیں حادثات دہر سے اہل عدم	میں گرفتار بلائے زندگانی ہو گیا	رشک	
ریاض دہر میں نابود و بود ہے یکساں	بڑھے شجر کی طرح گر پڑے ثمر کی طرح	"	
زندگی اس بحر فانی میں فنا سے کم نہیں	نقش ہستی اپنا نقش بوریا سے کم نہیں	"	
کیا اعتبار زندگی مستعار کا	انساں کی ہست و بود یہ نقش بر آب ہے		
زندگی سمجھا تھا جس کو موت تھی	مجھ کو راسخ عمر بھر دھوکا رہا	راسخ	

زندگی		رائخ
یہ بھی ہے اک رواج مصنوعی زندگی		
ہنسکر ہے اس جہاں میں بسر کیجئے گا کیا		
ہے کون بیوفا کوئی کس کا نہیں ہے کیا		
نہیں بعد فنا کوئی کسی کا		
یہ بیکسی کا عالم ہے آہ بیچارگی کا		
ہے زندگی حقیقت سے آہ بیخبری کا		
ہے زندگی ہماری مثال سراب		
زیست ہر ایک کی ہر دم تیز دیتی ہے		
بیخبر دیکھ تیرا وقت بھی اب آپہنچا		
یہ بیخبر زندہ ہوئی دنیا میں کیا کیا کرتا		
اور بھلا تو خدا جانے کیا کرتا		
تھوڑی سی زندگی کا کیا رونا		
خانۂ عاریت ہے ہفت دوست کبھی		
یہ چند روزہ زندگی مستعار کے دن ہیں		
زندگی ہے کیا کوئی طوفاں ہے		
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے		
زندگی اس جینے کے ہاتھوں عذاب ہے		
ہم تو اس زندگانی سے تنگ آ گئے		
اس زندگی نے کتنے کو پھنسایا ہے جال میں		
گزر		

زندگی

گزرا کبھی نہ وہم میں وہ اہل ہوش کے	بھوپیر	سودا
غفلت میں زندگی کو نہ کھو گر شعور ہے	"	"
نشہ کو ہرگز حقیقت کے نہ پہنچے گا کوئی	"	"
ایک تو مانند گل اس باغ میں	"	"
رات کی شبنم کی طرح دوسرا	"	"
مرتے ہیں ارباب دنیا زندگی کی فکر میں	سراج	"
دریا ہے اس کی ذات بشر صورت حباب	"	"
ہستی و عدم میں نفس چند بشر کے	ظہیر	سفیر
چار دن زندگی کے کٹ جائیں	"	"
چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے سعید	عاشق	سعید
ڈالے کمند بام فلک پر بھی آدمی	"	شفق
جب آفتاب عمر لب بام ہو گیا	"	"
کیا بھروسہ ہے دم کا آئے نہ آئے	=	شہید
نہ پوچھ زیست کا وقفہ جہاں میں کتنا ہے	"	"
آب حیات زندگی مستعار کو	"	شرم
اعتبار اس کا کچھ نہیں ہرگز	=	"
زندگی عالم فانی کی ہے مانند حباب	"	شائق
اپنی ہستی کو غم و درد و مصیبت سمجھو	"	شاد
ہم کو یہ ہستی موہوم ہے عین غفلت	"	صابر
جب نظر ہم کو مآل خواب ہستی پر ہوئی	"	"
روح یوں اس تن خاکی کو لئے پھرتی ہے	"	"
طلب دیں کی یا فکر دنیا کریں	عاشق	صفدر
کچھ اعتبار نہیں تن میں جاں رہے نہ رہے	"	"
دو دن ہمیں جینے کا بھروسہ نہیں صفدر	"	"
عالم امکاں عجب دریائے بے پایاں ہے	"	طالب
جیتے ہی جی جہان کے جھگڑے بچا سکے تھے	"	"
غضب آہوں کے جھونکے ہیں قیامت صبح پیری ہے	"	طاہر
مانند حباب آنکھ جو کھولے تو فنا تھے	"	"
زندگی جب تک ہے کوئی عیب یا دیکھے ہنر	"	ظفر
یہ ساری آمد و شد ہے نفس کی آمد و شد پر	"	"
نفس کی ہے جو کہ آمد و شد بغور کر سیر اسکی غافل	"	"
یہ دم کی آمد و شد ہے اسی میں اے مسافر	"	"
کوئی دم بھر کی ہستی میں غنیمت ہے ہیں رہنا	"	"

زندگی

دنیا کے لطف زیست جو دیوانہ لے گیا	سودا	
یہ خواب زیر سایۂ بال طیور ہے	"	
جب تلک اے یار خالی عمر کا پیمانہ ہے	"	
خرم و خنداں گزر کر گیا	"	
شام سے رو رو کے سحر کر گیا	"	
حرص کرنے دے انہیں کسطرح مرنے کا لحاظ	سراج	
رکھہ اتحاد و تفرقۂ باطنی کو چھوڑ	"	
جھونکے ہیں ہوا کے نہ ادھر کے نہ اُدھر کے	سفیر	
رنج و راحت کو دیکھتے ہیں ہم	"	
زندگی ہو جائے مرجانا ہمیں	سعید	
افسوس زندگی کی نہیں رسیان راز	شفق	
اس ہستیٔ دو روزہ کا انجام ہو گیا	"	
زندگی کی قلیل فرصت ہے	شہید	
یہاں رہا جو کوئی پل تو جوں شرار رہا	"	
اہل نظر سمجھتے ہیں دھوکا سراب کا	شرم	
زیست ہے اک حباب اے قاصد	"	
ہے طلسمات جہان گذراں نقش بر آب	شائق	
موت کی قید لگا دی ہے غنیمت سمجھو	شاد	
آنکھیں سوتے میں کھلی رہتی ہیں بیدار نہیں	صابر	
سمجھے ہم خواب پریشاں نامۂ تعبیر کو	"	
بوجھ جس طرح مسافر ہو کمر پر باندھے	"	
حیات دو روزہ میں کیا کیا کریں	صفدر	
رواں چمن میں یہ آب رواں رہے نہ رہے	"	
چرچے تو رہیں گے یہی دنیا کے ہمیشہ	"	
بلبلہ پانی کا جس میں ہستیٔ انسان ہے	طالب	
امید و بیم و درد و ہوس رنج و یاس تھے	"	
خدا حافظ ہے اے طاہر چراغ زندگانی کا	طاہر	
دنیا نظر بھر کے تماشہ نہیں دیکھا	"	
ورنہ زیر خاک سب عیب و ہنر چھپ جائیگا	ظفر	
اسی تک آنا جانا ہے نہ پھر جانا نہ پھر آنا	"	
کہ دیکھہ طے ہو رہی ہے کیونکر رہ وجود و عدم چھپا چھپ	"	
دمبدم اک سیر ہستی و عدم کرتے ہیں ہم	"	
حباب آسا لبالب عمر کا پیمانہ رکھتے ہیں	"	

پتلی کا ہے تماشا بگڑے گا دم میں نقشہ
فکر انجام کہ راحت کی تمنا کیجے

نہ طمع مال ہے ہم کو نہ خواہش جاگیر
فلک نے اور بھی پیسا کیا جہاں تک شکر

آگاہ ہوتی کشمکش زیست سے اگر
ہوس ذوق اجل لائی تھی ہستی میں ہمیں

کیا حیات کے رشتہ نے رنج کا پایا پند
غافلو ہر نفس عمر میں ہے کاہش جاں

یہ بول تار نفس سے نکلتے ہیں غافل
اے غافلو جناب کی صورت حیات ہے

کیا ہی دشوار راہ ہستی تھی
غفلت سے ہے یہ ہستیٔ موہوم کی امید

جہاں کی جتنی تکلیفیں ہیں وہ ہی ہیں راحت ہیں
اے شمع صبح تک ہے تیری زندگی تمام

دم بھر کے واسطے ہے ہماری یہاں نمود
دم بھر کی زندگی یہ نہیں چاہیے غرور

اگر تلخ کامی سے اے عیش گزری
عمر کٹنے کو کٹ گئی لیکن

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب
غم ہستی کا ہو جز مرگ اسد کس سے علاج

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانئے
قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں

اک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل
خرابی اس بنا سے ہستی فانی کی نہ پوچھو

ایسے جینے کی ہم کو چاہ نہیں
زندگی کا کچھ اعتبار نہیں

کاروان کرو رست شتاب
ناپائیدار محض ہے بنیاد زندگی

خدا جلد کر کام دل کچھ حصول
زندگی کا کچھ اعتبار نہیں

سرمایہ ابد ہے تری زندگی کا مول
میں نے مانا کہ زندگی ہے مری

کیوں زندگی عزیز ہے دنیا کی اے فروغ
کچھ طرفہ مزہ یہ زندگی تھی

عاشق — کیا روح کا سہارا کیا آسرا بدن کا
" — چار دن زیست ہے اس عرصہ میں کیا کیا کیجے
" — ہم آپ زندگی مستعار رکھتے ہیں
عزیز — یہ زندگی ہے مگر پھر امتحاں میری
" — روح رواں کبھی نہ بھٹکتی بدن کے پاس
" — تلخ اس کا جو مزہ کر چکے معلوم پھر ہے
" — ہم ایک دھاگے سے اس دار پر محن میں بندھے
" — دھار پر تیغ کی ہر وقت گلا رہتا ہے
" — کہ اعتبار نہیں کچھ حیات فانی کا
" — اک سانس پر مدار بقا و ثبات ہے
" — عمر بھر چلکے پہنچے مدفن تک
غافل — معدوم ہو حباب اگر چشم وا کرے
" — کہ رہتی ہے تمنا رغ میں بھی زندگانی کی
" — رو رو کے جمع کرتی ہے پونجی لگن میں کیا
" — شکل حیات میں ہے تشابہ حباب کا
عاجز — ظاہر ہے صاف دیکھ لو حالت حباب کی
عیش — تو اس زندگی کا مزہ کچھ نہیں ہے
" — چین سے ایک دن بسر نہ ہوئی
غالب — ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے
" — شمع بھی ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک
" — بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایکدن
" — موت سے پہلے آدمی اس سے نجات پائے کیوں
" — گرمی بزم ہے ایک رقص شرر ہونے تک
غافل — حباب آب جو کی طرح بلکہ قصر تن بگڑا
فیض — شام اگر ہے تو پھر پگاہ نہیں
" — بے قیام اور بے ثبات ہے یہ
فدا — زندگانی کی کچھ امید نہیں
" — ناحق ہے تجھکو کوشک و ایواں کی احتیاج
" — مگر زندگانی دوبارہ نہیں
" — کر گزر کچھ شتاب دنیا میں
فروغ — عمر عزیز کو نہ فدا مفت کھوئیے
" — کب اسی کا ہے اعتبار افسوس
قائم — معشوق کیا وہی ہے کہ جس میں وفا نہ ہو
" — اس سے جو کوئی جیا سو مرکر

زندگی — ناصر
" — قائم تو اپنی ہستی ہیچ سمجھا کہاں تلک
" — اے غافلاں جناب سے کوئی بھی پوچھتا نہ تھا
" — جب کہ عیش گزشتہ سے غفلت سے جان
" — بھول کر عیش گزشتہ سے غفلت سے جان
" — کہ اپنی ہستی کو عیش پر کیا کیا کام
" — انسان کو رہتا نہیں زندگی کا کچھ
" — لازم ہے آج ہستی فانی پہ فخر و ہو
قدر — غرض ہر طرح سے بسر ہو گئی
" — خدا نے دنیا میں جب بھیجا ہمارا دل لگا کر کاروان کا
" — زندگی جس میں ہو اس کو اچھا کہتے ہیں
" — کیا ہی دشوار راہ ہستی تھی
" — آمد و رفت نفس بند ہے کیا کہنا ان
" — ای نالے میں جیتا ہوں تیرا نام ہے
" — چار عنصروں کا خلاف اور ایک روح
" — جگر کے ہیں ہاتھی نہیں صورت بنا کی
" — اس دنیا میں

زندگی

مرے دنیا میں ہونیسے نہ ہونا لاکھ بار اچھا	میر	عدم کو ہے شرف اس ہستی موہوم باطل پر
نازک ہے زندگی کا رشتہ جناب عالی	"	خطرہ سے آدمی کی ہستی نہیں ہے خالی
بُرا ہو زیست کا کیا کیا الم دکھاتی ہے	"	چھٹے وہ رنج سے پیوند جو زمیں کے ہوئے
بس ایک رات کا مہماں چراغ ہستی ہے	"	سرہانے روئے گی اب شمع گور ہستی ہے
سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں	"	زندگی گر کچھ رہے تو نوجوانی پھر کہاں
باوجودیکہ نہیں فرصت یک چشم زدن	"	اپنی ہستی پہ بھی ہم مثل شرر جلتے ہیں
حلاوت اور بھی لائق کو بھی ایسی ہے	"	جہاں کے بیچ میں ہے اس قدر حیات لذیذ
کس لئے غفلت میں کھوتا اپنی ساری عمر کو	"	گر ہمیں معلوم ہوتی انتہائے زندگی
سات ہردم کے فنا موجود ہے مثل حباب	"	جور کھا ہے سر میں پھر اپنے ہوائے زندگی
ہے کچھ تو دم کے ساتھ کہ جس سے ہے زندگی	"	حکمت سے کام خالی نہیں ہے حکیم کا
جہاں میں مانگی ہوئی چیز کا بھروسا کیا	"	کہیں بھی زندگی یہ مستعار رہتی ہے
کیا تھی ہستی یہ نہ سمجھا کوئی ہائے	"	کہہ کے سب من نیز ہستم چلدئے
بہ زیست کیا ہے فقط شغل دم شماری ہے	"	یہ اپنی ہستی نہیں جبر اختیاری ہے
پھنسایا زیست کے جھگڑے میں دم شماری نے	"	قفس میں ڈال دیا جبر اختیاری نے
اک روز قطع ہوگا یہ سلسلہ نفس کا	"	ٹوٹے گی مرغ جاں کی زنجیر کھلتے کھلتے
چھوٹوں کس طرح قید ہستی سے	"	ہر نفس پیش قید خانہ ہے
جس کو لباس ہستی سمجھتے ہو دوستو	میر	اکدن وہ تار تار ہے آنکھوں کے سامنے
جہاں میں کام کسی کا کبھی بدلجمعی	"	بوجہ زندگی مستعار ہو نہ سکا
مجلس آفاق میں پروانہ ساں	"	میر بھی شام اپنی سحر کر گیا
آیا جو واقعی میں درپیش عالم مرگ	"	یہ جاگنا ہمارا دیکھا تو خواب نکلا
بود آدم نمود شبنم ہے	"	ایک دو دم میں پھر ہوا ہے یہ
ہستی اپنی حباب کی سی ہے	"	یہ نمائش شراب کی سی ہے
فرصت زندگی سے مت پوچھو	"	سانس بھی ہم نہ لینے پائے تھے
ہے زیست کوئی یہ بھی جو میر کرے ہے تو	"	ہر آن میں مرنے کو تیار رہا کیجے
کیسے ہیں وہ کہ جیتے ہیں صد سال ہم تو میر	"	اس چار دن کی زیست میں بیزار ہو گئے
اس موج خیز دہر میں تو ہے حباب سا	"	آنکھیں کھلیں تری تو یہ عالم ہے خواب سا
یہ زیست کیا ہے فقط شغل دم شماری ہے	"	اپنی ہستی نہیں جبر اختیاری ہے
پھنسایا زیست کے جھگڑے میں دم شماری نے	"	قفس میں ڈال دیا جبر اختیاری نے
چھوٹوں کس طرح قید ہستی سے	"	ہر نفس پیش قید خانہ ہے
ساتھ ہے بحر جہاں میں چار دن مثل حباب	"	تن کو ہے کس روح کی پھر آشنائی پر گھمنڈ
ہیں جبھی تک یہ کھیل دنیا کے	"	تن میں جب تک ہے اے برادر روح
پھرتا ہے زندگی کے لئے آہ خوار کیا	میر	اس وہم کی نمود کا ہے اعتبار کیا
کلفت گذری ساری مت تو زندگی کی	"	آسودگی کا منہ اب دیکھیں گے ہم عدم میں

روتے کڑھتے خاک میں ملتے جیتے رہے ہم دنیا میں
جہاں میں نہ کی میر اقامت کی نیت
ایسی معیشت کر لوگوں سے جیسے غمگش میر نے کی
اس گلستاں میں نمود اپنی ہے جوں ابر رواں
سن کان کھولکر کہ تک[1] جلد آنکھ کھول
زندگانی بھی ایک وقفہ ہے
آمد و رفت دم کے اوپر ہم نے بنائے زیست رکھی ہے
مت[2] فکر خانہ سازی میں منعم ہلاک ہو
جہاں کے بحر میں مثل حباب گھر رکھنا
انساں کی زیست آمد و رفتِ نفس سے ہے
وقفۂ زیست کھلے چشم حقیقت میں سے
وقفہ حیات و موت کا مدنظر رہے
عمارت تن خاکی کو کچھ ثبات نہیں
اس طرح آیا عدم سے ہوں ہستی کی طرف
غایتِ زندگی نہیں ہے عیش
ہے لبِ بام آفتابِ زندگی
ہے نفس کی آمد و شد پر مدار زندگی
دیدۂ بینا سے دیکھیں آشنائے بحرِ عقل
شان و شوکت جاہ و حشمت نغمۂ عیش و طرب
نشۂ عیش و طرب میں مست کیوں ہیں اہلِ شوق
صورت مرفہ و فرعون آپ کو بھولے ہیں کیوں
بعد طفلی کے ہوا جب دورۂ عہد شباب
ہر گھڑی رہنے لگا آنکھوں میں عشرت کا سرور
وقت پیری کھل گئیں آنکھیں یہ ثابت ہو گیا
چھوڑ جاؤ مر کے تم نام نکو اے دوستو
طالبانِ موت مثلِ خضر زندہ ہیں مدام
لازم ہے اشک رخ پہ رواں ہوں لہو کے ساتھ
دیکھے جو آنکھ کھول کے غافل تو جان لے
اے مرگ جلد آ کہ ترے انتظار میں
ہستی سے درگزر جو ہو مطلوب وصلِ دوست
ہیں آخر کار آیا یہ رونا
ہے جی میں یہ زندگی کا برقع
ہزاروں حوادث ہیں تا زندگی

دس دن اپنی عمر کے گویا عشرہ تھا یہ محرم کا — میر
کہ مشعر تھا آنا مرایاں سفر پر — "
برسوں ہوئے ہیں اٹھ گئے ان کے رفقے ہیں ہمارے ہنوز — "
دمبدم مرتبہ سے اپنے چلے جاتے ہیں — "
غافل یہ زندگانی فسانہ ہے خواب ہے — "
یعنی آگے چلیں گے دم لیکر — "
دم سو ہوا سے آوے[3] نہ آوے کسکو بھروسا دم کا ہے — "
بنیادِ زندگانی کی ناپائدار ہے — "
سفر عدم کا لگا ہے بندھی کمر رکھنا — "
دم سے ہوا کے بیٹھتے اٹھتے غبار ہیں — "
جا کے جس وقت حباب لب دریا دیکھو — "
شکلِ حباب بحر جو باندھے کمر رہے — "
اگر تو قصرِ فریدوں بنائے گا پھر کیا — منتہی
جس طرح جاتا ہے کوئی سیر کو بازار تک — "
اور نہ مقصود عمر غصہ و طیش — محب
کوئی دم میں میں نظر کے پار ہوں — "
تن میں سانس آئی نہ آئی کیا قرارِ زندگی — "
ہے حباب آسا یہ بنیادِ حصارِ زندگی — "
مٹنے والے ہیں یہ سب نقش و نگارِ زندگی — "
ہوش میں آئیں نہیں کچھ اعتبارِ زندگی — "
یہ سمجھ لیں موت ہے انجامِ کارِ زندگی — "
تو پند آئی شرابِ خوشگوارِ زندگی — "
چین سے کٹنے لگے لیل و نہارِ زندگی — "
تھا وہ نشہ زندگی کا یہ خمارِ زندگی — "
اس سے بہتر کچھ نہیں ہے یادگارِ زندگی — "
ہیں مگر مردہ سے بدتر جاں نثارِ زندگی — "
ہے زندگی وہی جو کٹے آبرو کے ساتھ — مصحفی
ہستی تری بزنگ شرر ہے بھی اور نہیں — "
اس زندگی نے سخت دیا درد سر ہمیں — "
جلوہ ہے آفتاب کا بعد از فنائے صبح — "
کہ عمر عزیز اپنی خواری میں گذری — "
مانند حباب دور رکھیے — "
یہی زندگی ہے تو کیسا زندگی — "

زندگی

کیا کہوں تم سے خلاف اس کی جو ہے زندگی — مصحفی
فرصت ہے زندگی کی یہ کس کارواں کے ساتھ — "
جب اٹھ چلے گا ساتھ ہمارے ہمارا دل — "
تا بوجھ سر سے اپنے اتارے ہوئے ہیں ہم — "
قالین خاک کی ہے دم آخر ہمارا بستر — "
ہے ہوا لے مصحفی اس لفظ کو معنی سے پھیر — "
ہزار جاں سے ہوں اس غنچہ دہن پہ نثار — "
زندگی اور اس سے ہو وابستہ ہوئی بس بار ہے — "
اپنی ہستی کی ہے ثابت ہوئی نفی سے ہمیں — "
وقت عیش کی ہے جو اس کو گزرتا ہے یوں — "
زندگی کیا کہی اور دن میں ہے تو زندگی — "
کیا ہے اپنے دن میں تو زندگی — "
وہ پیرہن ہے کہ طوفاں خیز — "
اس کی لوگوں میں بلا انگیز — "
اس کی ہستی کی بیان جا ہے — "
زندگانی کا کیا بھروسہ ہے — جلیل
ساتھ جھگڑے ہے میر تو جھٹ پٹ — "
اس میں ہیں

[1] آنکھ کھولتے ہی ۱۲ [2] آئے [3] نہ ۱۲

اس میں طول امل ہزار ہزار	شیخ	زندگی کا مدار ایک نفس
اتنا اے مجروح ساماں کس لیے		چار دن ہے ہستی فانی مری
اپنی ہستی ہے خواب کی صورت		بود ہے یہ حباب کی صورت
کہا سچ حضرت ناظم نے مجروح		ہماری زندگی کیا اور ہم کیا
قالب بے ثبات میں روح نے گھر کیا عبث		قصر حباب میں رہی ایسی پری ہوا عبث
قالب خاکی میں ایدل آتی ہے سیل فنا		پھرتی ہے جھاڑو صفائی تیرے گھر ہونیکو ہے
حفظ صحت کی عبث ہے تجھ کو اے ناداں فکر		ایک دن خالی یہ بیماری کا گھر ہونے کو ہے
کٹتی جاتی دم بدم ہے شاخ نخل زندگی		ہر نفس باغ جہاں میں زیست کا آرا ہوا
ظاہر میں زندگی ہے عجب بوستان سرا		پھر بعد چند دن کے کہاں ہم کہاں سرا
ہستی کا گماں کر نہ تہ پیرہن اے دل		مانند حباب آہ یہ پردہ ہے کفن کا
زندگی قید سے بڑھ کر ہے تو عشرت کیسی		تنگ ہے عرصۂ دنیا تو فراغت کیسی
کیا بھروسا زیست کا دم بھر کی ہے کل کائنات		بحر ہستی میں ہر اک شکل حباب آبنکو ہے
کھلا عقدۂ زندگی ہے حباب		کہ اک آن میں دم ہوا ہوگیا
اک دم کی زندگی میں کیا کیا		نیرنگ یہ شام کا سحر کا
اپنی حیات پر ہے مجھے شک حباب کا		کس درجہ بے ثبات ہے یہ قطرہ آب کا
دو روزہ زندگانی ہے مرنے کے واسطے		ہستی کی صورتوں سے عیاں ہے فنا کا راز
دیکھو پچتائے گا تو مضطر نہ کر		چار دن کی زندگانی پر گھمنڈ
عمر حباب دیدۂ زور و زر سے کیا بنتی ہے		آب حیواں سے رہا جام سکندر خالی
زندگی چشم جہاں میں خوار رکھتی ہے مدام		آسماں پیش زمیں بہر تواضع خم ہوا
قصر تن کی بے ثباتی کا جو آیا ہے خیال		ہر حباب اپنی نظر میں قلعۂ فولاد ہے
ساتھ تیرا چھوڑ دیگا راہ میں رہ جائیگا		اے مسافر جسم تیرا نقش پا سے کم نہیں
آدمی سے کہہ رہی ہے آمد و رفت نفس		زندگی کی کشمکش میں کوئی دم راحت نہیں
پھر کہاں یہ دلبری یہ شان یہ بانکپن لے بول لے		دم غنیمت ہے ارے ناداں ہنس لے بول لے
دنیا کے ہیچ یار دو سب زیست کا مزہ ہے		جیتوں کے واسطے ہی یہ ٹھاٹھ سب ٹھٹھا ہے
گزرتے ہیں قفس مستعار مثل نسیم		کسی کو خار نہیں ہیں کسی پہ بار نہیں
دو دن کی زندگی پہ ہے اہل دول کو ناز		حال ایک ہے لحد میں امیر و فقیر کا
ہوا پر ہے یہ بنیاد مسافر خانۂ ہستی		نہ ٹھیرا ہے کوئی یاں ایدل مخزون ٹھیریگا
دم کے اس آمد و شد کا ہے بھروسا کس کو		اپنی ہستی کو یہاں خواب سمجھتا ہے حباب
بات پانی ہے یہ شکل کوئی کیا سمجھے نصیر		زندگی ایسی ہے جس طرح سر آب حباب
طرفۃ العین کا یہ وقفہ ہے		زندگانی حباب وار ہے اب
بعد از فنا ہو خاک یہ تن کا مکاں درست		رہتا ہے گھر تو صاحب خانہ سے ہاں درست
نصیر اس کا بھروسا جو کرے وہ محض ناداں ہے		بنائے ہستی فانی ہے دم کے آنے جانے پر
پانچ دن زندگی کے دنیا میں		طرفہ حالت عجب حقیقت ہے

مجروح
"
"
"
منیر
"
"
مسکین
"
"
محبوب
ماہ
"
"
"
"
مضطر
ناسخ
"
"
"
"
نظر
نظیر
"
نظم
ناسخ
نصیر
"
"
"
"
"
"

یہ نمود عالم آب ہے یہ وجود نقش بر آب ہے
تھا چار دن کا اپنے عناصر میں ارتباط
دونوں کا ایک تار نفس پر مدار ہے
واسطی زیست کا دنیا میں بھروسا کیا ہے
خاک کے پتلے کو آخر خاک ہی میں ملنا ہے
حساب آساکروں کیا سرکشی میں
اپنی ہستی میں تو آثار فنا سارے ہیں
زیست اک دم میں ہوگی آوارہ
بحر ہستی میں رہے شکل حباب
نہیں دم کا بھروسا غمکدہ میں بحر ہستی کے
دما مہ ایک دم کا ہے نہ آئے دم تو جاں ہے
تیرے جینے سے خوشی ہو تو دم کو ایرا تو جی
کام کرنا ہے جو وہ کر لو ہوش
انسان کو جینے میں نہیں دم کا بھروسا
اس ہستی دو روزہ کا کیا اعتبار ہے
صفحۂ دہر پہ کیا نقش ہے اپنا ہمدم
غنیمت جان آدم کے گلو میں دم کی آمد شد
بھروسا ہے کیا زندگی کا کہ دم کو
فکر لاحق ہیں سیکڑوں ہمدم
اے وائے یہ تب سمجھے جب مرگ تلک پہونچے
بہار عمر جو ہے اک دو روزہ دم غنیمت ہے
زندگی سی چیز کو غفلت میں کھوتا ہے بشر
زندگی کو نیک کاموں میں بشر آخر کرے
زندگی کے دن غنیمت جان اے انجان تو

یہ حیات عین حباب ہے یہ محیط محض سراب ہے
دیکھا تو کچھ بھی دم کے نکلتے ہوئے نہ تھا
کیا اعتبار زیست ہے کیا اعتبار عمر
کہ سوا ذات خدا کے کوئی جاوید نہیں
چار دن کی ہے یہ دنیا میں بہار زندگی
ثبات زندگانی ایک دم ہے
شام کو ذرے ہیں اور صبح کو ہم تارے ہیں
اک نفس میں سحر پریشان ہے
ہر نفس تاراج فرصت ہو گیا
فقط اک جام مے پر کیا حباب آسا ابھرتے ہم
کہ دم آنا سبب ہے زندگی نوع آدم کا
ورنہ یہ جینا ترا پھر کام کس دن آئے گا
زندگانی کا اعتبار نہیں
دن رات میں یہ باندھتا مضمون ہے کیا کچھ
آخر لگی ہوئی ہے فنا اور فنا سے ہم
جوں مگیں زندگی کرتے ہیں ہم اک نام کے تھا
یہ تے حرف و حکایت سے کبھو پر ہے کبھو خالی
رواں دیکھتے ہیں دواں دیکھتے ہیں
زندگی بھی ہے دردسر تحقیق
جینے کا جو تھا چرچا فسانہ نظر آیا
برنگ گل ہے آخر رہ کے جانا آجکل پر یوں
عیش و عشرت خواب و خور میں مفت کرتا ہے بسر
رستم و جمشید و دارا و سکندر سب مرے
عیش میں بھولا ہوا ہے کر تو دل میں دھیان تو

سخت بات

اٹھاؤں سخت کس کی ہر گھڑی بات
نرم طینت کو نہیں کچھ اثر زخم زبان
نہ کبھی کو کڑی کبھی ہم نے
خالق کو سخت بات کسی کی نہیں پسند
مرہم پذیر کو نہ ہے گھاؤ جو نہیں

کہ پتھر ہے مرے حق میں کڑی بات
کاٹے کیا خاک جو تلوار پڑے پانی پر
نہ کسی کی کڑی اٹھائی بات
کیونکر زبان منہ میں نہ بے استخواں رہے
پر ایک زخم تیغ زباں کا نہیں علاج

واسطی	
〃	
〃	
〃	
〃	
وزیر	
وقار	
〃	
〃	
ہر چند	
〃	
ہوش	
ہمدم	
〃	
〃	
〃	
〃	
〃	
〃	
〃	
ہنر	
〃	
〃	
اسیر	
〃	
آتش	
بحر	
جرأت	

سخت بات

	جون
	داغ
	سفیر
	شاد
	شیدا
	صفی
	عاجز
	قدر
	مہر

سخاوت

سخن نہ تلخ کبھی تم زبان پر لانا — یہ وہ سخن ہے کہ سینہ فگار کرتے ہیں — مہر
دوست دشمن ہوں جس سے کون وہ بات — بد زبانی ہے بد زبانی ہے — محو
گلہ نہیں ہے ہمیں اپنی جاں گدازی کا — جگر پہ زخم ہے اس کی زباں درازی کا — میر
اس کی زباں کے عہد سے کیونکر نکل سکوں — کہتا ہوں ایک میں تو سناتا ہے مجھ کو دس — "
اے نظم سانپ کاٹ کے پلٹے تو غم نہ کھا — ہشیار رہ پلٹ کے نہ کاٹے زباں کہیں — نظم
ممکن نہیں بھولے سخن سخت کسی کا — مرہم سے جو بھرتا نہیں وہ زخم دہاں ہے — واسطی
دیتے ہیں سخت گوئی جاہل سے ہوشمند — دانہ پسا جو وا دہنِ آسیا ہوا — ہمت

سخاوت

جو کامیاب نہ ہو کوئی یہ نصیب اس کا — نہیں قبول کی آصف نے التجا کس کی — آصف
کرم کیا ہے جو سائل پہ غم نہ کھا منعم — خسارہ کیا ہے جو دنیا ادھر اُدھر لینا — اسیر
مال بخشا ہے خدا نے صرف کرنے کے لئے — واسطے غیروں کے اس کو چھوڑ جانا کیا ضرور — "
سائل امین ہیں انھیں دے مال اے بخیل — مل جائے گا زمین میں نہ مدفون خزانہ کر — "
دنیا میں لٹا کے ہم گھر اپنا — عقبیٰ کا ثواب لوٹتے ہیں — "
کب فرق سائلوں میں کرتے ہیں اہل ہمت — ذرّے ہیں سب برابر خورشید کی نظر میں — "
دے جو محتاجوں کو دنیا ہے کہ فرصت ہی ابھی — ڈھونڈھتا ہے خاک میں قاروں گدا ملتا نہیں — "
زندہ سخی ہے ہر دم آئے جو موت کیا غم — ہے ذکرِ خیر حاتم ابتک ہر انجمن میں — "
سائل کرم کا کون نہیں تجھ سے اے کریم — دستِ گدا و دامن سلطان کشادہ ہے — "
حاجت روائے خلق نہیں ہے ضرر رساں — بنتی ہے تیغ زر سے نہ بندوق سیم سے — "
زر سے خالی ہے دستِ اہل کرم — صاحبِ زر کرم نہیں رکھتے — "
کر فیض سے کشادہ جہاں میں کسی کا دل — لازم ہے فکرِ وسعتِ کنجِ مزار آج — "
صرف زر کرتے ہیں تعمیرِ عمارت میں جو لوگ — ان سے پوچھو کہ کشتیٔ دل میں بھی گھر کرتے ہیں — "
گو رقمِ حاتم پر ہو یہ مصرع رقم — ناخدائے کشتیٔ سائل گیا — "
خوف گر تجھکو کل کی پیاس کا ہے — کر یہاں نہرِ فیض جاری آج — اسیر
دیکھئے جسدن کشادہ ہے درِ اہل سخا — کام اُس دروازہ میں ہرگز نہیں نخیر کا — "
دیئے خدا نے عوض ایک ایک کے دس دس — کریم بانٹ کے زر صاحب خزانہ ہوا — "
خالی نہیں ہے فیض سے تکلیف اغنیا — منعم مریض ہو تو مقدر طبیب کا — "
سخاوت سے ملا ہے نامِ روشن صبح محشر تک — چراغ اس سے سوا کیا ہو گا بہتر گورِ حاتم پر — "
راہِ خدا میں دیجئے جو دستیاب ہو — لیجائیے زمین کا مال آسمان پر — "
فیاض کا ہے فیض برابر جہان میں — یکساں نگاہ مہر ہے نزدیک و دور پر — "
ارباب فیض ہیں خلشِ دہر سے بری — نشتر کا خوف کیا رگِ ابر بہار کو — "

سخاوت

غنی ساتھ دُنیا سے کیا لے گیا
مگر جو کسی کو دیا لے گیا — امیرؔ

چرخ ممسک نے مٹانے کی بڑی کوشش کی
نام حاتم تھا مگر میں کہ مٹایا نہ گیا — "

سخی کے پاس ہو اور کچھ نہ دے یہ غیر ممکن ہے
نہیں کرتا ہے مٹھی بند جبتک ہاتھ چلتا ہے — "

ایک اُس کو دیا تو دس پائے
جھک کے مل اے کریم سائل سے — "

مال رکھنے کو نہیں کہدو غنی سے بانٹ دے
لفظ میں تقسیم کے داخل کیا ہے سیم کو — "

اے غنی دے سیم و زر وقتِ بلا
مالِ دنیا جان کی خیرات ہے — "

مطبعِ عالم میں اپنا ہاتھ ہے کفگیر وار
صرف کر دیتے ہیں جو ملتا ہے ہم رکھتے نہیں — انجمؔ

صاحب دولت اگر بے فیض ہیں بے کار ہیں
کچھ نہیں رکھتے اگر دست کرم رکھتے نہیں — "

گھر میں قاروں کا خزانہ ہے تو بے مصرف ہے
دیدیا جس کو وہ دینار و درم ساتھ رہا — اشکؔ

لازم ہے اُسے جس کو خدا بخشے امارت
یک چشم تر حشم تو بسوئے غربا ہو — انشاؔ

ہو علم اگر نصیب تعلیم بھی کر
دولت جو ملے اس کو تقسیم بھی کر — اکبرؔ

خدا دے دولتِ قاروں تو کیجے
نہ حاتم نے کیا ہو اس قدر خرچ — آتشؔ

سخی کا ہاتھ اگر لنگر جہاز عافیت کا ہے
سخاوت میں کہیں پل ہے — بحرؔ

اے امیر دے چلو بذل و کرم کی روشنی
گور کے گھر میں نہیں طوغ و علم کی روشنی — "

آب زر رکھتا نہیں کیا بحر فیاضی کرے
در نہ یاں دریا کو بھی رکھا ہے کہیں اساک نے — "

زر سے جس کا خوش کیا دل گھر بنایا خلد میں
خاک میں دولت ملی جو صرف کی تعمیر میں — "

ہر جگہ مال تلف ہونے کا اندیشہ ہے
حفظ زر کی ہے مگر دامن سائل میں جگہ — "

کل سفر درپیش ہے زاد اپنا اپنا ساتھ لو
سائلوں کو دو یہ پہونچا دیں گے سر پر لاد کے — "

جو کوئی دیتا ہے اپنے خدا کو دیتا ہے
گدا بطور وکالت سوال کرتے ہیں — "

شیریں زبان و دستِ کرم کو نہ پوچھئے
دو کنجیاں ہیں میرے لئے در کشائے عیش — "

مزرعِ دنیا ہے عقبیٰ کچھ سخاوت کر چلو
کل وہ خرمن پائے گا بخشے گا جو اک دانہ آج — "

عدم کی راہ میں اک گنج ڈالتے لے بحرؔ
ہمارے پاس نہ قارون کا خزانہ ہوا — "

چلے کریم کی سرکار میں جو دنیا سے
تو کچھ ضرور نہیں توشۂ سفر لینا — "

بے دئے ممکن نہیں دنیا میں ہو اجرائے کار
عاملوں سے اسم اعظم بھی ہے دولت مانگتا — "

محتاج کو محروم نہ رکھ اپنے کرم سے
سائل کی پیالی کو سمجھ جام خدا کا — "

بخشش سے باز رکھ نہیں سکتے ہیں یہ عمل
چھینیں گے کیا شکار بھنگے عقاب کا — "

بخشدے سائل کو اپنا گھر سفر درپیش ہے
لے چلے مزدور پشتارہ ترے اسباب کا — باقیؔ

نام حاتم کا ہے باقی آجتک
گر فراغت ہو سخاوت کیجئے — برقؔ

بہرِ نفعِ غیر ہم رکھتے ہیں زر کی احتیاج
کس شجر کو آپ ہوتی ہے ثمر کی احتیاج — "

دے کر سخی اٹھاتے ہیں دنیا کی سختیاں
پتھر عوض ثمر کے ثمر ہے نہال کا — "

سو سن سے بہتر ہے زمانہ میں سخاوت
وہ سرو سے بہتر ہے شجر جس میں ثمر ہو — "

مال بخشش سے کریموں کا نہیں ہوتا ہے کم
صرف سے عالم میں کیا نقصان دریا ہو گیا — "

لازم اہل شجاعت ہے سخاوت اے برقؔ
اپنے جوہر سے نہیں ہوتی ہے تلوار جدا — "

سخاوت

یوں کس و ناکس سے جھکتے ہیں سخی	شاہ رؤف	جس طرح مرکز کرم کے کاف کا	ثاقب
غربت میں دل جو سائل دام و درم ہوا	"	خضرِ طریق شہرۂ اہل کرم ہوا	"
کشش کافِ کرم کی یوں کس و ناکس سے کہتی ہے	"	جھکا کرتا ہے بڑھ کر ہاتھ یوں دامانِ سائل پر	"
ہر دم درِ کریم کھلا ہے پئے قبول	"	گو مخمل سے بخیل کا دروازہ بند ہے	جنون
غافل جمع ہے جو مال اُسے خیرات کر دو	"	رکھ کے لیجاؤ گے کیا دولتِ دنیا سر پر	جوشش
ہر دم ہے یہی جوشش کلام اہل سخا کے	"	لے ہمتِ عالی کوئی سائل نہیں ملتا	"
انہیں کو دولتِ کونین جوشش حاصل ہے	"	خدا کی راہ میں جو صرفِ مال کرتے ہیں	"
ہاں بھر یگا درِ مقصود سے دامن وہ امیر	"	جس میں کچھ نام کو بھی بوئے سخاوت ہوگی	"
ہے وہاں امر ہیر جس دولت میں کچھ بخشش نہیں	"	حشمتِ وزر کے مکاں میں بذل و احساں ہے چراغ	جوہری
سنتے ہیں انہیں کے لئے ہے کوثر و تسنیم	"	یاں جو رہِ مولا میں لٹاتے ہیں زر و سیم	چکبست
یوں فیض کے چشمے ہوں رواں باغ وطن میں	"	جیسے کہ کرم ابر گہربار چمن میں	"
کلفتِ دنیا مٹی بھی تو سخی کے فیض سے	"	ہاتھ دھونے کو ملے بہتا ہوا پانی مجھے	"
نہ عیش کیخمری رہے گا نہ صولت بہمنی رہیگی	"	رہیگی اے منعمو تو باقی وئے کی کچھ روشنی رہیگی	حالی
چین سے رہتا ہے دنیا میں سخی	"	دیکھتا ہے رات دن عیش و خوشی	حیرت
کر سخاوت سے تو روشن نام کو	"	چھوڑنا ہرگز نہ تو اس کام کو	"
کرتے خرچ زر تو کوئی خیر میں	"	معزز ہے وہ خویش اور غیر میں	"
مثالِ گنج قاروں اہلِ حاجت سے نہیں چھپتا	"	جو ہوتا ہے سخی خود ڈھونڈھ کر سائل سے ملتا ہے	داغ
چھپتی ہے کب چھپانے سے اہلِ کرم کی شان	"	ہوتی ہے خود بخود دلِ سائل کو اطلاع	"
پہنچے نہ اہلِ فیض سے نوبت سوال کی	"	خود ہاتھ وہ ملاتے ہیں سائل کے ہاتھ سے	"
گر نہ سائل ہوں تو کیونکر ہو سخاوت مشہور	عابد	تم پہ احسان وہ اے اہلِ کرم کرتے ہیں	"
دنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیسا ذوق	"	کچھ فائدہ بے دستِ کرم اٹھ نہیں سکتا	ذوق
متاع و مال کی عزت اٹھائیگا پھر کیا	"	گدا کو دیگا نہ منعم تو پائے گا پھر کیا	رند
کرتے نہیں اربابِ کرم دست سخا بند	"	کیوں رکھیں درِ فیض کو اربابِ عطا بند	"
نہیں رکھا کبھی اپنے لئے اسبابِ دنیا کا	"	لٹایا ہے خدا کی راہ میں جو ہاتھ آیا ہے	"
دے نفع ہر کسی کو جو مقدور ہے تجھے	"	بیکار وہ شجر ہے کہ جس میں ثمر نہیں	"
میں زمانہ کی سخاوت کا نہیں ہرگز مقر	"	چھین کب لیتے ہیں کچھ دیکر کسی کو اہلِ جود	سودا
مفلس ہیں نہ بوجھ جو رکھتے نہیں ہیں کچھ	"	خالی ہمیشہ کیسۂ اہلِ کرم رہے	"
سخی بنکر خدا کے نام پر دے ڈال اپنا	"	نہ کر اس کی حفاظت کو مقرر پاسباں غافل	سرور
جہاں میں وقتِ سخاوت ہمیشہ رہتا ہے	"	سخی کا چہرۂ تابان مثالِ زر روشن	"
اہلِ کرم ہیں خلد میں قارونِ عذاب میں	"	درجہ یہ ہے سخی کا وہ درجہ بخیل کا	سید
مورِ درِ رحم ہوا حاتم طائی یہ کرم	"	قاروں مغضوب ہوا بخل کا مخزن بنکر	سعید
نام نیت سے سخی پاتے ہیں ورنہ سب کو	"	وہی رزاق زمیں اور زمن دیتا ہے	"
نفع پہنچا خلق کو حاصل یہی ہے زیست کا		وہ شجر کس کام کا جس میں ثمر ہوتا نہیں	ثاقب

کچھ صرف بھی لازم ہے اگر جمع کرے مال	زر لیکے گل آتے ہیں خزانے جو گڑے ہیں	عاشق	
کریم وُہ ہے جو دے کے منفعل خود ہو	کرم کو مدحتِ سائل سے عار آتی ہے	〃	
ہاتھ سے کچھ دے رہے ہیں جو کہ راہِ خیر میں	عیش اُن لوگوں نے ہے زادِ سفر اچھا کیا	عیش	
رد سخی کا نہیں ہوتا ہے درِ حق سے سوال	ہاتھ بخشش کا اُٹھے دستِ دُعا سے پہلے	عزیز	
جھپکاتی ہے آنکھوں کو چمک دستِ کرم کی	اے حضرتِ موسیٰؑ یدِ بیضا ہے تو یہ ہے	عزیز	
جو کہ ہیں اہلِ کرم بار ہے دولت اُن پر	ہمیں ثابت ہوا یہ شاخ کے جھک جانے سے	عاقل	
شرم کرم کریم کو رہتی ہے بالضرور	پنہاں ہے ہر سوال کے پردہ میں ہر جواب	〃	
دے فقیروں کو خدا کی راہ میں تو مال و زر	جان تک بابا خدا کی راہ میں قربان کر	عرشی	
بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب	تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں	غالب	
زندہ ہے جس کا خلق میں کچھ نام رہ گیا	حاتم کا شہرۂ کرم عام رہ گیا	فدا	
ہے صرف زر میں نعمتِ دارین کا مزہ	دولت جو تیرے گھر میں ہے اے بیحیا نکال	فروغ	
ترے سائل کو اظہارِ تمنا کی نہیں حاجت	کہ بے مانگے دیا کرتے ہیں وہ جو دینے والے ہیں	ترابان	
یہ جان تک نہیں کرتے عزیز سائل سے	نہ کیوں جہان میں ہوں صاحبِ کرم مخصوص	قلق	
کلیدِ قفل مشکل ہوتی ہے داد و دہش آخر	سخی کے ایک دن آڑے سخاوت آ ہی جاتی ہے		
ایک دیتا ہے تو دس غیب سے ملتے ہیں اُسے	اہلِ ہمت کا تہی کیسۂ زر کیا ہوگا	قدر	
سودا ہے تجھے قارون تو بن کچھ راہِ خدا میں دے بھی	یہ بوجھ نہ تجھ سے اُٹھ سکے گا سر پہ بہت تو لاد عبث		
بانٹ دے نام پہ اللہ کے حاتم بنکر	سر پہ کیا لاد کے لیجائے گا قاروں کی طرح		
احسان مہر کا مہ کامل سے پوچھئے	کیا کیا دیا کریم نے سائل سے پوچھئے	نیر	
سخی تو پھولتے پھلتے ہیں باغِ عالم میں	بخیل جلتے ہیں لیکن چنار کی صورت	محب	
بغیر حکم خدا کب کسی کو دیتے ہیں	یہ اہلِ دولت و ثروت ہیں آزمائے ہوئے		
درِ سخی پہ لکھا ہے یہ مصحفی مصرع	کہ بے نصیب نہ یاں سے کوئی گدا پھرجائے	مصحفی	
خزانے جو قاروں کے پاؤں لٹا دوں	غنی دل ہے گو پاس دولت نہیں ہے	میکش	
پڑ گئی میری جو کچھ چشمِ حقیقت سے نظر	کفِ معطی نظر آیا یدِ سائل مجھ کو	〃	
جو سائل آئے تو سر کاٹ کے ابھی دیدیں	ہمارا دل ہے غنی گو نہ پاس مال ہوا	〃	
ہمدم تجھے گر حق نے دیا مالِ فراواں	لازم ہے کرے تو بھی سپاس شہ شاہاں	مہر	
محتاج کو دے گر تجھے توفیق خدا دے	حقدار کو حق بخشش تجھے رحمت یزداں	〃	
گر حوصلہ نہیں متمول فقیر ہیں	یاں ہیں وہی امیر جو دل کے امیر ہیں	〃	
کان اچھا ہے وہی جس سے بھلائی سنئے	ہاتھ اچھا ہے وہی جس سے دیا کرتے ہیں	〃	
زندگی کی بھی تو اے دوست ہے دُنیا میں زکوٰۃ	پاس زر ہو تو سخا اہلِ سخا کرتے ہیں	〃	
کام آئے گی خیرات جو کر جائے گا	خیرات سے گھٹ تیرا نہ زر جائے گا	〃	
پیاسا پانی پی جائے جو دریا سے مہر	پانی دریا کا کیا اتر جائے گا	〃	
توفیق عطا کرے اگر تجھ کو خدا	اوروں کو کھلا بیٹھ کے اور خود بھی کھا	〃	
چلتی پھرتی ہے چھانوں دولت اے مہر	جب تک رہے پاس اس کچھ نفع کما	〃	

سخاوت

بخشش اس کی ہے جو دن میں یا رات اس کی ہے — مہر
جس نے دی اس کو ملی زیست میں یا مرنے کے بعد — 〃
ہاتھ اس کا ہے جو دیتا ہے بہ نیت اس کی — 〃
مہر فیاض کی ہر بات میں برکت اس کی — 〃
سخی کا ہاتھ ہے اللہ کے ہاتھوں پہ بلند — 〃
ہاتھ دینے کے لئے ہیں نہ کہ لینے کے لئے — 〃
جو دیا اس نے دیا اور نہ دیا پھر نہ دیا — بیدل
بھلا ہے اس کا جو کچھ دے کے بھلا ہوتا ہے — 〃
ہاتھ ہے اس کا جو دیتا ہے بہ نیت اس کی — 〃
ہوا ہے اس کا جو کچھ دے کے بھلا ہوتا ہے — 〃
ہاتھ ہے اس کا جو دیتا ہے بہ نیت اس کی — 〃
ہوا ہے اس کا جو کچھ دے کے بھلا ہوتا ہے — 〃
ہاتھ ہے اس کا جو دیتا ہے بہ نیت اس کی — 〃
ہوا ہے اس کا جو کچھ دے کے بھلا ہوتا ہے — 〃
ہاتھ ہے اس کا جو دیتا ہے بہ نیت اس کی — 〃

سخاوت			
کھاتے ہیں کھلاتے ہیں یہی دولت دنیا		کچھ نام خدا بھی تو دیا کیجئے مضطر	مضطر
رہتا ہے خاک سدا مال غنی کا		ایک دم میں تو لٹا دیتا ہیں گنج قارون	نواب
سائل کا ہاتھ چومے ہے دست خدا کے ساتھ		کوئی محتاج زمانہ میں نہ رہتا زنہار	"
آیا ہے بارش سخا موجزن ہاتھ		اس درجہ تھا تعلق مجھے ردِ سوال کا	نسیم
سخا و جود سے مشہور نام حاتم ہے		کاملوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں ناقص بھی مدام	ناسخ
ہزاروں سر کٹے ہیں تیغ پر خونریز کے کاموں میں		جو کہ ہو فیاض دیتا ہے اسے خالق فروغ	"
جو مثل شمع نثار راہ حق ہوئی محفل		خوش ہے اِدھر خدائی راضی اُدھر خدا ہے	نوح
ہوا شہرہ جو زر بخشی سے تیری نام حاتم کا		ظالم سے اہل فیض کو ہوتا نہیں گزند	ناسخ
ہوا ہے حاتم سخاوت سے زمانہ میں بلند نام		سخاوت جس کو کہتے ہیں کہاں ہے اس زمانے میں	"
مثل ابر فیض ہیں ان کے کف گوہر بار		خدا نے زر کیا پیدا اڑا دینے کو دنیا میں	"
جو اہل فیض ہیں تنگ سے کب خلق میسر و دار		کریم زندۂ جاوید ہوتے ہیں منعم	نمود

اب جینے کو تم رخصت دو اور مرنے کو مہمان کرو

خیرات کرو احسان کرو پن کرو یا تو دان کرو		نظیر
دولت جو ترے پاس ہے رکھ یاد تو یہ بات		
کھایا تو بھی اور اللہ کی کر راہ میں خیرات		"
آتا نہیں دنیا کی روانی میں کبھی فرق		
تھمتے نہیں رکتے نہیں شوریدہ سر فیض		نظم
طوبیٰ لکم اے اہل کرم واہ ری رفعت		
لے اڑتے ہیں طوبیٰ کی طرف بال و پر فیض		"
اہل کرم اٹھے بھی اٹھے صفت مہر		
اٹھ جانے پہ بھی رہ گیا باقی اثر فیض		"
کیونکر ہو اس کا دوست نہ ہو جس کو جس سے فیض		
خاموش ہو چراغ تو اعمے کو غم نہ ہو		واسطی
دے اگر دو چار درہم بھی خدا کی راہ میں		
مرتبہ زردار پائے مالک دینار کا		"
عقل دی ہے جسے اللہ نے ہے صاحب فیض		
کبھی رہتا نہیں زمرئہ خرد مند میں بند		"
خالی نہیں ہے فیض سے اک دم در کریم		
دیتا ہے بے طلب وہ نہ مانگ اس سے خواہ مانگ		"
مصرع در کریم پہ یہ ہے لکھا ہوا		
جو مدعا ہے ہم سے طلب کر جو چاہ مانگ		"
خدا از روے تو کچھ راہ خدا میں چاہئے دینا		
خیال انجام کا انساں کو لازم ہے فراغت میں		"

سرکشی

تعجب ہے جو سرکش ہیں یہ زر دار — کہ ہے سر بر زمیں شاخِ ثمر دار — امیر
حاصل ہوا نہ خاک سے مانند گرد باد — سرکش اگر زمیں سے تا آسماں گیا — اسیر
جو کرے گردن کشی لازم ہے اُس کو بارِ غم — سر اُٹھاتے ہیں تو کڑیاں پڑتی ہیں دیوار پر — "
سرکش ہیں پختہ مغز کے جوہر کہاں نصیب — موتی صدف کی طرح نہ دیکھے حباب میں — "
کیا سمجھکر آسماں پر سرکشوں کے ہیں دماغ — آخر اک دن خاک ہے سارے زمانے کی جگہ — "
کہدو سرکش سے کہ چلنے کو چلے کبر سے چال — کاسۂ سر تو غریبوں کے نہ ٹھکرا کے چلے — "
ثبات بحرِ جہاں میں کہاں ہے سرکش کو — کہ سر اُٹھا کے کوئی دم حباب رہتا ہے — "
سرکشی صورتِ آتش نہ کر اے پارۂ خاک — ذرّہ ذرّہ کو ہے معلوم حقیقت تیری — "
سرکشی عالمِ ایجاد میں بے جا ہے اسیر — سیکڑوں خاک میں پنہاں ہوئے پیدا ہوکر — "
سرکشی کو جانتا ہوں عیب میں رنگیں مزاج — قدِ آدم نخل کوئی میرے گلشن میں نہیں — "
سرکشی ادنے سے بھی لازم نہیں آفاق میں — جان سے تنگ ایک پشہ نے کیا نمرود کو — "
سرکشی کرتی ہے پامال جہاں مغرور کو — ٹھوکریں کھاتے ہوئے دیکھا سر فغفور کو — "
سرکشی کی جس نے عالم میں رہا محروم وصل — پہلوئے گل کیا ملا خارِ سرِ دیوار کو — "
سرکشی عیب سمجھتے ہیں دلا اہلِ کمال — خم نظر آتی ہے ہر اہلِ ہنر کی گردن — امانت
سرکشی آخر فرومایہ کو دیتی ہے شکست — ٹوٹتا ہے نخل پر انجام خشتِ خام کا — آتش
فرومایہ کی گردن خم فلک سے بھی نہیں ہوتی — بھلا تیغ گلی کو بھی کہیں دیکھا کہ کستی ہے — "
جو کی سرکشی اُس نے کچھ پھل نہ پایا — رہا سرو گلشن میں خالی اکڑ کر — اشک
زیبا نہیں کسی کو زمانے میں سرکشی — دھبا لگایا چاند نے اپنے جمال میں — بحر
جب آگ لگی ہے تو وہ پانی سے بجھی ہے — سرکش سے زبردست فروتن نظر آیا — "
سر اُٹھاتا چمنِ دہر میں کیا کیا انساں — مثلِ فوارہ اگر پاس خسارا نہ ہوتا — تسلیم
سر اُٹھا کر نہ چلو جورِ فلک سے اک دن — صفتِ نقشِ قدم خاک میں ملنا ہوگا — "
کوئی دم سرکش کی اے تسلیم رہتی ہے نمود — دو گھڑی دیکھا نہ فوارہ کو یکساں سربلند — "
کھاتے ہیں منھ کی صورت فوارہ سربلند — گرتے ہیں سر کے بل ہوس اوج و جاہ میں — "
سرکشی رفعت میں کچھ اچھی نہیں ہے منعمو — حال پوشیدہ نہیں نمرود اور ضحاک کا — جنوں
منعمو غرورِ مال پہ ہے سرکشی عبث — قاروں کے سر پہ بوجھ زمیں میں خزانے ہے — "
ہیں جو سرکش وہ زار رہتے ہیں — خار بے برگ و بار رہتے ہیں — جوہری
گلشنِ عالم میں دیکھو سرکشی کا ہے یہ پھل — بے ثمر ہے سرو اس پر پائے در گل اور ہے — "
جب ہوا تیر بلند آکے گرا سر کے بل — سرکشوں کو یونہیں دیکھا ہے پشیماں ہوتے — جویا
تیر جب اونچا ہوا پیکاں کے بل آکر گرا — سرکشوں کو ہم نے دیکھا سر سے گرتے بارہا — "
اِن سرکشوں سے رکھ نہ امیدِ وفا کبھی — شاخِ نہال سرو میں ہرگز ثمر نہ ہو — "
سرکشو بعد فنا خاک میں ملنا ہے ضرور — سر اُٹھا کر نہ کوئی خاک میں انساں بیٹھا — خلیل

سرکشی

نفس بے مقدور کو قدرت ہو تو تھوڑی سی بھی — ذوق
دیکھ پھر سامان اس بے سامان کا — "
اس پیرانہ سر نے کیا کیا ذوق بیشرمی سے حال — "
سوت سے خود بیچ کر خدا کا بھی نہ قائل ہوا — "
وہ ہے خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوا — "
دیکھا جہاں میں دیر سے جو سرکشی کا پھل — نفیر
جائے جہاں کی سیر جو سرکشی سے باز آئے — "
بارِ احساں سے کبھی سر نہ اٹھائے اپنا — "
سرکشی کا یہ ہے اس طرح کا انجام کہ — نشاط
ہے سرکشی میں تلف نہیں احباب کہیں — "
سرکشی سے ہے شکستہ — "
سرکشی سے ہے سرنگوں — شفیع
سرکشی سے ہے سرنگوں — "
سرکشی سے ہے سرنگوں — "
سرکشی سے ہے سرنگوں — "

سرکشی

گر پڑے فوارۂ سرکش نہ کیونکر سر کے بل — ہرچند
زیر دستوں سے نہ پیش آتو زبردستی سے دیکھ — "
سرکشی کر کے گرا فوارہ آخر سر کے بل — "
بحر جہاں میں موج کے مانند جھک کے چل

سرکشی مانند شعلہ اس قدر اچھی نہیں
جائے عبرت ہے یہ دنیا جھک کے چلنا چاہیئے
پست کرتی ہے بگولے کی بلندی آخر
چرخ بریں ہے تیغ بکف بہر سرکشاں،
اے دوست سرکشی کا نتیجہ ہے بدترین
اونچا ہے سر تیغ دم ذبح بھی دیکھو
چاہیئے جھک جھک کے ملنا سب سے دیکھو سرکشو
پڑی۔ ہے ساتھ ہی سرچنگ اک موج حوادث کی

سعی

کسی سرکش کو خدا نے نہ سرافراز کیا — رسید
دریا میں دیکھ لیں وہ حبابوں کا پھوٹنا
اگر زمانہ میں انجام سرکشی دیکھے — نشد
سرکش اپنے دو میں سونگھینگے کیونکر بوئے خلق
عوض نفس سرکش سے لیتا میں کیونکر
سرکشی سے ہے جو دکھلاتی ہے اس مجلس میں داغ — رسید
گردن کشی کیا حاصل مانند بگولے کے
پامال لوگ کیا کیا آگے ہوئے ہیں تم سے
سرکشوں کی جناب باری میں — اسمعیل
جو مالک گنج زر کا ہو بجا ہے سرکشی اُس کو
کیا کوئی سربلند کرے دعوئ عروج — "
دار پر چڑھکے کہے کیونکہ نہ منصور نصیر — "
اہل دول کو چاہیئے اتنی نہ سرکشی — "
ایک دم کی زندگی پر سرکشی مت کر حباب — "
سربلندی پر اُبھر مت ایک دم کی اے حباب — "
سرکشوں کو خاک میں دی ہی سیہ بختی ملا — "
لگے کس دم میں سرچنگ زمانہ سر اُٹھانے پر — "
جہاں میں سرکشی فوارہ ساں کرتا ہے جو کوئی — "
جو سرکش ہیں اجابھی ہیں اُن کے دشمن جانی — "
گردن کشی سے اہل صفا کو ہے احتراز — "
شعلہ شمع دھن رہا ہے سر — "

ہے بلندی کے عزیز و ساتھ پستی لگ گئی — ظفر
ہو گئے کتنے زبریاں زیر آنکھوں کے تلے — "
جو کہ ہیں سر کھینچتے وہ ہیں خجالت کھینچتے — "
برباد سرکشی نے کیا گھر حباب کا — غافل
خاکساری کر کہ آخر ایک دن تو خاک ہے — "
سرکشی کرتے تھے جو پامال ان کی خاک ہے — "
سرکشی خاک میں ہر ایک کو ملواتی ہے — "
جس نے اُٹھایا سر یہاں فوراً قلم کیا — فدا
بیوجہ پشت چرخ نہ معکوس رہ گئی — "
مظلوم سے سرکش کبھی جھک کر نہیں ملتا — "
ٹھوکریں کھانا نتیجہ ہے سر مغرور کا — قلق
حبابوں نے جب اس بحر جہاں میں سر اُبھارا ہے — "
سرو میں کیوں نہیں آتا ہے ثمر کیا باعث — قدر
منعم جہاں میں سر نہ اُٹھائیں کسی طرح — "
تو گر کے آبلۂ پا سے ہر کلاہ ملے — مُنیر
بد دماغی میں زکام مزور دزر ہونیکو ہے۔ — "
مرے ہاتھ میری کمر تک نہ پہونچے — "
ہو سکے تو شمع ساں دیجے رگ گردن جلا — میر
اس دشت میں سر کاٹ جو سیل چلے جانا — "
اس پر بھی تم جو آئے ہیں تم نے سر اُٹھائی — "
مفسدوں کی طرح سے بندی ہے — مہر
کہ فوارے کو دیکھو پاس پانی کا خزانہ ہے — ناسخ
سایہ ہے پائمال سدا کوہسار کا — نصیر
حق ہے یہ بات بڑے بول کا سر نیچا ہے — "
پابوس ہوئی شاخ شجر بھی ثمر کے وقت — "
مل گئے ہیں خاک میں یاں کاسۂ سر ٹوٹ کر — "
بیٹھ رہ بحر جہاں میں تو کنارہ کھینچکر — "
منعم غافل نظر کر سایۂ دیوار پر — "
نہ اتنا منعم فوارہ ساں اچھلو خزانے پر — "
دلا آخر وہی پھر سر کے بل گرنا زمیں پر ہے — "
بجھے آتش اگر پڑ جائے آب زندگانی میں — واسطی
نکلے سوائے سر نہ کبھی گردن حباب — "
سرکشی سے گر پشیماں ہو — وقار

قدرت نے فتوحات کی رکھی ہے یہی راہ
سعی اپنی طرف سے ہو تو اتمام سن اللہ

بے کوشش و بے جہد ثمر کس کو ملا ہے
بے غوطہ زنی گنج گہر کس کو ملا ہے

کرے سعی انساں تو امدادِ حق ہو
کہ کوشش سے بس جاتے ہیں گھر اُجڑ کر

کمال سعی سے سیدھی ہوئی مری قسمت
مگر گڑ کے بنی زُلفِ نازنیں کی طرح

اپنی طرف سے سعی جنوں پر ضرور ہے
حاجت روا ملے نہ تو سائل کا کیا گناہ

مقصود کی طلب ہے تو گھر سے قدم نکال
موتی ملے گا خاک زمانے کی چھان کے

بن آئے گی ہرگز نہ یہاں کچھ کئے بن
جو کچھ کہ کاٹنا ہے تو بونا پڑے گا

کی کوشش تو ہوا شاہدِ مقصد کا ظہور
اک چمک میں نے پسِ پردۂ قسمت دیکھی

کوشش انسان کو ہے ایسی ہی کرنی لازم
چشمۂ آب نکل آئے جو پھوڑے پتھر

اپنی ہی گر سعی سے ہو اپنا مطلب خوب ہے
کوہکن ہو قتل تیغ موج جوئے شیر سے

شاخ ارماں سے امیدوار ہو بے سعی کیا
بے ریاضت نخل کوئی بارور ہوتا نہیں

ہے کوششوں کے وسط میں رتبہ کمال کا
ہے ایک حال اول و آخر ہلال کا

مانا اگرچہ رزق کی تدبیر ہے عبث
کم ہمتی سے تکیۂ تقدیر ہے عبث

نہ کچھ چرخ کی نکلی، ہزار گردش کی
فضول سعی ہے طالب اگر سعید نہیں

دونوں جہاں کی فکر سے فرصت نہیں مجھے
فکر مآل میں ہوں کبھی فکر حال میں

حضورِ حق میں رسائی ہماری ہو جائے
کرے نہ کوشش پیہم سے گر کنارہ دل

نہ کیجے سعی تو بے سعی کام کیونکر ہو
بلا دوا نہیں ہوتا مرض علاج پذیر

کر سعی بقدر وسع پائے گا مراد
مایوس نہ ہو خدا سے رکھ دل کو شاد

جو اپنی مدد آپ کیا کرتے ہیں
ملتی ہے مہر اُن کو غیبی امداد

کر سعی کہ سعی سے مطلب حاصل
ہمت زنہار ہار مت اے شاغل

اے مردِ خدا راہِ خدا ہے سیدھی
تو چل تو سہی دور نہیں ہے منزل

اے دل تک و دو شرط ہے آئندہ مقدر
سرگشتہ تجسس میں ہوں پاؤں کہ نہ پاؤں

خوان دنیا سے کہاں نعمت ملے بے سعی غیر
وقت خوردن منہ کے اندر یوں زباں گردش میں ہے

سوال

جو چاہے سو مانگیے اللہ سے امیر
اس در پہ آبرو نہیں جاتی سوال سے

مانگنا ہو جو مانگ لے اوس سے
کون سی شے خدا کے گھر میں نہیں

سائل محتاج ممسک کو سمجھتا ہے کریم
کم نہیں چشمے سے چشمِ تشنہ لب میں آئینہ

ملی تقدیر مجھکو کاسۂ سائل کی دنیا میں
امانت دار ہوں میں غیر کے منہ کے نوالے کا

ہے اشارہ کہ کرے غیر سے انسان نہ سوال
اس لیے کاسہ سر ہوتے ہیں واژوں پیدا

کرینگے ردِّ دعا سے کبھی نہ ترک دُعا
کریں گے غرض قبول التماس ہو کہ نہ ہو

اسمٰعیل
"
تجمل
توفیق
جنوں
جاہ
حالی
سفیر
شاداں
صابر
ضیا
"
عیش
عزیز
فیض
مہر
"
"
"
"
"
واسطی
ہر چند
امیر
"
اسیر
"
"
"

سوال

طالب کہ میں کروں کیا کہ کوئی کشود بھی
ہر روز کی تگ و دو سے کہاں تک رزق کی
روکے کہاں تک اشک سے بجھا نہیں
طفل کو بھی سے بہلا نہیں
وہ غنی بے مثل ہے محتاج جس کا سائل نہیں
خار سے تا نہ ہو دامن کسی کا سوال سے
کیا ہے سوال سے
طلب سے عار ہے اللہ کے فقیروں کو
طلب ہو تو ہو کیا پیر اصدا سے تنگ کر دیں
نفرت ہے جس کو مانگنے کا سوال سے
ہے بے سوال سے
ہے بے سوال سے
سوال سے
سوال سے

سوال

اسے گرانی ہے شکوہ اہل دولت سے — پھیلانا کبھی دست طلب غیر کے آگے — توفیق
عرض کرنا مطلب دل موجب آزار ہوا — ہے تہیدستی میں تو یکساں گدا ہو سوال — ثاقب
نہ روز بازپرس ہیں دیکھا جو اب کیا — نہ جاؤں در پہ کسی کے نہ ہاتھ پھیلاؤں — "
چرخ کبھی گرا سکا نہ قطع سوال کر — ستم ہے سامنے بندوں کے پھر بھی ہاتھ پھیلاؤں — "
عزت کی ہے ہوس تو زباں اپنی بند کر — ہاتھ میں رکھتے ہیں کشتی کیوں گدائے خشک مغز — "
ذلت سوا حصول نہیں کچھ سوال سے — کیا کاسۂ حباب سے ہاتھ آیا موج کو — جوہر
مخلوق سے سوال ہے معیوب مردی — دنیا کے تنگ چشموں سے کیا چشم فیض ہے — جوہری
خالق کو خود خیال ہے ہر احتیاج کا — بڑھا کر دست حاجت آبرو اپنی گھٹانا ہے — جوش
عمر گزری فراغت سے مگر آخر میں — جواب یہ ہے گھٹاتے ہیں آبرو اپنی — "
اب سوال الحد سے ہے جھکتی ہیں گردنیں — اے فلک تجھ سے میں کیا دولت دنیا مانگوں — جویا
جھولی ہے جب سے ہاتھ میں کشکول ہو گئی — دنیا و دیں کے واسطے کیا التجا کروں — حیرت
جب سے بغل میں بستۂ جانو دبی رہی — الٰہی رات دن حیرت کو یہ تجھ سے تمنا ہے — رائخ
ہر سو سوال اللہ سے ہے تجھ میں کیا گئی — خدا سے بھی کبھی مانگا نہ ہاتھ پھیلا کر — سرور
امید کو بھی جو دنیا سے کبھی آئے نہ دیں — پھیلا بغیر حق کے نہ ہاتھ کے روبرو — "
حرف طلب جو لب پہ کبھی آئے نہ دیں — خدا کو چھوڑ کے بندوں سے ہوتا ہے سائل — "
دانتوں سے جو کہ ہاتھ پکڑتے ہیں پیٹ کے — کس لیئے اس رازق روزی رساں کو بھولکر — یکتا
دنیا میں ہاتھ پھیلتے ہیں خوار ہاتھ — جائے دروازہ پہ خلقت کے خدا کو چھوڑ کے — "
سائل کو اور کے لیئے کرتے ہیں خوار ہاتھ — مجھ گدا نے بھی کسی شاہ سے ڈالا سوال — سودا
رزق اب بندہ سے طلب ہو یہ روا دیکھ لیا — مانگا نہ کچھ کسی سے بھی ہم نے بزیر چرخ — "
سازوسامان — ان شعرا میں ہم نہیں وہ جو طلب میں پھرتے ہیں — "
پروردگار بندہ سے طلب — پھیلاؤں ہاتھ اہل دول کے نہ روبرو — سعید
اپنی حاجت خدا سے مانگ اے شرم — شرم
ہم نے درخواست جو کی حق سے ہوئی وہ منظور — شائق
نے شکوۂ بخیل نہ شکر کریم یہاں — صابر
دولت دیں کا جو طالب ہے خدا سے طاہر — طاہر
دنیا میں ہم کسی سے کبھی ملتجی نہ ہوں — "
اس کے در سے کوئی محروم نہیں ہے جاتا — ظفر
جو تمہیں مانگنا ہے اپنے خدا سے مانگو — عاشق
ہر ایک کے روبرو لازم ہے کیا غرض — کرو جو کچھ کہ ہو پیش خدا عرض — "
عوض میں ہاتھ کے لازم ہے پاؤں پھیلانا — نہ ان سے مانگ جو ردِ سوال کرتے ہیں — "
ہر دم غبار خاطر اہل دول بڑھا — مٹی کیا فقیر کا رتبہ سوال نے — عرشی
جان اپنی تو خدا کی راہ میں بابا جھڑک — آئے گر سائل ترے در پر تو او سکومت جھڑک — عزیز
ہے گداؤں سے فروغ محفل اہل کرم — بھیک کا کاسہ ہے گویا دست سائل میں چراغ — غالب
بے طلب دیں تو مزہ اس میں سوا ملتا ہے — وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے —

ساز و ساماں عیش کا افلاک سے چاہا نہ کر	آگے کم ظرفوں کے ابدل ہاتھ پھیلایا نہ کر
اس سے مانگو کہ جو خالق ہے تمام اشیاء کا	غافلو خلق سے کیوں موتے ہو سائل افسوس
سمجھو صورت سوال اے منعم اوس کی	اگر چپ ہے تو سائل بولتا ہے
ہاتھ پھیلانے سے بڑھکر نہیں ذلت کوئی	مفت خوروں کی جو عادت ہو تو ذلت کیسی
جھڑکنا ڈانٹنا گرچہ نہیں زیبا فقیروں کو	حرام محض ہے لیکن سوال رزق سائل پر
محتاج سے نہ پوچھ کہ کیا تجھکو چاہیے	مرد فقیر آپ ہی صورت سوال ہے
اسباب طرب جتنے تھے موجود تھے لیکن	ہمت مری سائل نہ ہوئی چرخ دنی سے
میر بندوں سے کام کب نکلا	مانگنا ہے جو کچھ خدا سے مانگ
حق جو چاہے تو بندھی مٹھی چلا جاؤں میر	مصلحت دیکھی میں نے ہاتھ کے پھیلانے میں
خوب کیا جو اہل کرم کے جود کا کچھ نہ خیال کیا	ہم جو فقیر ہوئے تو ہم نے پہلے ترک سوال کیا
سائل ہوں میں اے کریم تجھ سے	محتاج رہوں نہ در بدر کا
میرا کیا مقدر ہے جو خدا یا مانگوں	خود دیتا ہے تو نہ مانگوں میں یا مانگوں
تیرے ہیں ہزار ہاتھ میرے ہیں دو	پھر ہاتھ اوٹھا کر تجھ سے میں کیا مانگوں
دو ہاتھ والے جتنے ہیں ان سب سے موڑ ہاتھ	اس سے ہی مانگ جس کے ہیں اب سو کروڑ ہاتھ
اس کے سوا کسی کے پاس گر تو جائے گا	اس آبرو کو اپنی تو ناحق گنوائے گا
ہاتھ پھیلانے میں شکل برگ کچھ حاصل نہیں	دیکھ غنچے کی طرف مٹھی میں زر پیدا ہوا
ہمدم تو اپنی خواہش دل کو خدا سے مانگ	تدبیر سے حصول نہ ہو تو دعا سے مانگ
جسے گر چنار کے پنجہ کی طرح سے	ہر دعا نہ دست تمنا اوٹھایئے
کیا ملا عرض مدعا کر کے	بات بھی کھوئی التجا کر کے
ذلت ہے جو پھیلائے بشر پیش بشر ہاتھ	یارب نہ کبھی ہاتھ کا ہو دست نگر ہاتھ
حاجت اپنی کی کہنہ و تو اس سے کہہ ولی	محتاج جس کے نزدیک ہی قدیم وجد بدیاں
جس شئے کی ہو احتیاج رب دیتا ہے	جو مانگتے ہیں لوگ وہ سب دیتا ہے
ہنگام طلب نہ دے گا ہم کو کیونکر	جو سارے جہاں کو بے طلب دیتا ہے
بہتر ہے یہی ہوش کروں اس سے عرض حال	برلائے بے کہے ہوئے جو کل کی احتیاج
جو سیر چشم ہیں کرتے نہیں طلب وہ کبھی	ادا کہو لب سائل سے کب سوال ہوا
مانگنا اچھا کسی شے کا کسی سے بھی نہیں	ساری دنیا میں کہیں پاتا نہیں سائل فروغ
بے واسطے ملے وہ اسے جو طلب کرے	دربار حق میں کیا ہو توسل کی احتیاج

شاعری

امیر اک مصرعہ ترنم کہیں صورت دکھاتا ہے	بدن میں خشک جب ہوتا ہے شاعر کا لہو برسوں
نام شاعر نہ سہی شعر کا مضموں ہو خوب	پھل سے مطلب ہیں کیا کام شجر کس کا ہے
شاعر ہیں اس زمانہ کے دریوزہ گر امیر	نکلے ہیں بھیک مانگنے دیواں بغل میں ہے

شاعری

قدر	پہچانتے ہیں اہل ہنر خوب سخن کو
"	خاموش امیر اپنی بساط سے تو عمل
محب	عبث ہے میر سے پوچھا کرو ہو کیا کہتا
"	وہ بے تمیز ہی نہ حاضر ہو تو بسیود ہے فکر
مصحفی	جب طبیعت ہی نہ حاضر ہو تو بسیود ہے فکر
"	شعر گوئی تو کہاں تا فیہ پیمائی ہے
میر	دو عالم جس کو کہتے ہیں وہ بیت فن البیر ہے
ماہ	ازل میں انتخاب اس نے کیا تھا طبع موزوں کا
مہر	مضامین بلیغ دریا وار سے بہتر نکلتے ہیں
"	خدا نے کب کسی کے ہاتھ میں یہ وقعت
نظیر	ناخنہ کے کانوں میں سخن کی نہ ہو وقعت
نظم	نہیں ہوتا
نشاط	جب حسن صرف نقطہ بھی کو ہر نہیں ہوتا
نسیم	زمین شعر میں اپنا عمل سے ہر وہ شاعر ہے
"	در مضمون عالی کی تصرف میں جو نہ آیا
ولی	خدا کا شکر ہے سر اسد کو سر تاج دیواں کا
واسطی	میرے دیواں نے رکھا ہے سر تاج دیواں کا
"	نمایاں نقطہ نقطے سے ہو جلوہ نور دیواں کا
ہوش	بنا ہے مطلع الانوار مطلع اپنے دیواں کا
ہزبر	دل جذبات پر جب اختصار شاعری جھپٹا
	تو اس کو کر کے پیدا ہو زیاں کرنا دراں
	نہ رکھا
امیر	
"	
"	

شاعری			
نزع کے وقت بھی ہم شعر ہی کہتے لیکن	محض	نہ رکھ اتنی بڑی تہمت خدا کے واسطے واعظ	چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی
کلام اس کا ہے کیا جانے کیا ہے	=	اہل سخن نبی نہ ولی پھر یہ کیا سبب	کرتے ہیں سب کے دل کی حقیقت بیان صاف
نہیں ہے شاعری کچھ اس کی عیب	=	گر نہ ہو شاہ و گدا پر شاعروں کا دست فیض	نام مٹ جاتا جہاں سے ناصر و منصور کا
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	شعر پارس ہے زباں آہن ہی شاعر ممتحن	مجھ کو یہ نسخہ دیا ہے خضر سے نقاد نے
مضمحل فکر سخن ایسی کچھ آسان نہیں	=	بے سمجھے بوجھے شعر کہے عمر بھر تو کیا	کیا فائدہ کتاب سے کرم کتاب کو
جو غزل سے سود و زیاں کو غور سے	=	یوں تو ہم بھی شاعروں کے نام لیوا ہیں مگر	جو سمجھ کر شعر کہتا ہے وہی اُستاد ہے
اس مضمحل سخن کا ہر اک گاہ ہی نہیں	=	کم قدر ہوں جو اہل سخن سے سخن شناس	رتبہ نہ ہو زبان سے اعلیٰ دماغ کا
لڑ سخن سے پہلوں اہل کمال جو ہیں	=	کلام کی کوئی تعریف کس کی کرتا ہے	نہ معترض ہوں اگر اہل فن غنیمت ہے
سمجھے ہیں وہی اس بات کو اہل زباں جو ہیں	=	کیوں نہ اپنے شعر کی الفت ہو دل میں جوش کے	پاس ہوتی ہے پدر کو کس قدر اولاد کی
کر مضمحل سخن سے پہلوں سے ملتے ہیں	=	رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق	اولاد سے تو ہی بہی دو پشت چار پشت
کر مضمحل سخن کا ہر اک گاہ ہی نہیں	=	ذاکر یہ شاعری کی بھی دہن ہے بُری بلا	ہم نے بلایا خاک میں سب کاروبار کو
جو غزل سے سود و زیاں کو غور سے	=	اس رنگ کی بہار میں دخل خزاں نہیں	باغ سخن مدام ہے پھولا پھلا ہوا
نہیں ہے شاعری کچھ اس کی عیب	نصیب	ہنر ہے گرچہ فن شاعری آفاق میں سودا	اگر نادان کو پہنچے تو اس میں عیب پیدا ہو
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	کلام بے ہنر کی شور انگیزی ہے کچھ ایسی	زمین بول گاہ خلق میں جوں کھار ہو پیدا
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	جزبہ	جز جوہری کیا جانے کوئی قدر جواہر	سمجھے[1] ہی سخن رس ہی سخن میری زباں کا
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	دل احمق سے مت امید رکھنا مغز معنی کی	ہما بیضہ سے کیونکر بوم کے اے یار ہو پیدا
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	مری زبان ہی ملک سخن میں اک خیاط	عروس معنی کا ہو ٹھیک پیرہن مجھ سے
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	نہیں	کب اس کو گوش کرے تھا جہاں میں اہل کمال	یہ سنگریزہ ہوا ہے دُر عدن مجھ سے
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	زباں دہن میں تو غنچے کے بھی ہو کیا لازم	کہ جس کے منہ میں زباں ہو سخنوری جانے
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	ہماری نظم میں ہے شیفتہ وہ کیفیت	کہ کچھ رہی نہ حقیقت مئے مغاں کے لیے
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	ہو خاص کو تو قدر شہیدا اپنے سخن کی	گو عام نہ مجھ سے ہوں نہ میں عام سے واقف
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	مثال وحی مضمون جبرئیل عقل لاتا ہے	ہمیں جو کچھ کہ ملتا ہے وہ ملتا ہے فلک پر سے
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	روح شاداں اور دل ہوتا ہے اس سے باغ باغ	فرحت افزا ہے بہار بوستان شاعری
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	نہیں	رتبہ داں ان کو تلامیذ خدا کہتے ہیں	خود بُرے ہیں شعر کو جو بُرا کہتے ہیں
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	شاعری سے شہرہ ہے عالم میں میرے نام کا	ہے نتیجہ نیک تر دنیا میں اچھے کام کا
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	کیا ہے قدر رواج سخن میں مرا کلام	کاغذ مری بیاض کا پرچہ ہی نوٹ کا
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	دلچسپ تر خدا ہے ترا ہر کلام درد	تر ہے قلم بجائے سیاہی سرشک میں
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	محفل عالم میں مثل شمع سوزاں اے فروغ	نام روشن اپنا اس آتش بیانی نے کیا
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	جو ئے تھام لے دل اپنا مزہ جب ہو فروغ	ورنہ پھر شعر ہی کہنے کی ضرورت کیا ہے
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	دل شگفتہ ہو تو پھر لطف سخن بھی ہو فروغ	جس طرح پھول کے کھلنے سے مہک ہوتی ہے
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	بن گیا شاہ مضامین مل گیا ملک سخن	گر کوئی دو دن رہا امیدوار شاعری
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	شہریار و شاعر و عالم بٹھاتے ہیں قریب	ایسے لوگوں سے ملاتا ہے وصال شاعری
نہیں ہے شاعری اک شعر کا عیب	=	شعر کی فکر بن آتی ہے اُسی سے جس کو	میر کی طرح نہ ہو فکر کبھی روزی کا
شجاعت			

[1] سمجھتا ہے شہ شاہ قلما

شجاعت

سمجھتے ہیں جسے اکسیر سب وہ ہے جوانمردی
شجاع اس کو میں کہتا ہوں بڑا ہی وہ سپاہی ہے
مزا جبھی ہے کہ شیروں سے شیر لڑتے ہیں
دشمناں[1] کیوں کر سکیں مکر و فریب
ہے کلید باب فتح مدعا
راہِ غربت میں کہ مشکل ہے تمام
صاحب ہمت کوں ہے نت دستگیر

جسے کہتے ہیں غضنفر ہی مروت اس زمانے میں
کہ جس کی جنگ سے شیطان الٹے پاؤں ہو بھاگا
وہ مردکب ہیں جو پیچھا کریں شغالوں کا
صیقل زنگ و غا شمشیر ہے
ناخن مشکل کشا شمشیر ہے
ناتوانی کا عصا شمشیر ہے
مرشد حاجت روا شمشیر ہے

شرم

اگرچہ گھر سے نکالا تھا مجھ کو راحت نے
یہی سبب رو اپنے خالق سے جو نعمت مانگتا
دفن ہوتا ہے چھپا کر منہ بشر زیر کفن
جسم ہی پنہاں کفن میں گور میں پنہاں کفن
انساں نہیں وہ جس کو نہو[2] شے حیا و شرم
اس درجہ شرمسار ہوں یارب گناہ سے
حیا جس جا نگہباں ہو وہاں دربان کی کیا حاجت
اک وہ ہیں سرخرو جو یہاں سے چلے گئے
خدا کو کیا منہ دکھائے گا تو ذرا تو اے بیحیا حیا کر
کبھی جو آتا ہے اعمال کا خیال مجھے

حیا کو قفل دہانِ سوال ہونا تھا
اپنا منہ دھونے کو پہلے آب خجالت مانگتا
خاک سے کرتا ہے کیا کیا خاک کا پتلا خجالت
موت کے آتے ہی کیا کیا بڑھ گیا اپنا حجاب
بھاتا ہے جی سے شرم کو عالم حجاب کا
ہوتے نہیں جدا سر و زانوں کسی طمع
نگاہوں کا یہاں پر دہ ہو واں کیا کام چلمن کا
ہمارے قد انداست و شرمندگی میں ہیں
گناہ کرتا ہی پر لاتو کسی سے کرتا نہیں حیا تو
کمال ہوتا ہے اس وقت انفعال مجھے

شراب

پاکیزگی نفس دشمن مے ہے
جوان پیر گدا بادشاہ ہوتا ہی
اللہ نے جس کو دی ہو عقل کا بل
پیدا نہ ہوں کیوں سرور میخواری سے
بحر غم میں غرق کرتا ہے خمار شرب مے
گزرا شراب پینے سے لے کون درد سر
دخت رز کو منہ لگاتے ہیں جو رند
جو مزے سے پی رہا ہی یاں شراب

انسان کو خراب کرنیوالی شے ہی
دکھا رہی ہے زمانہ کا انقلاب شراب
ہوتا نہیں وہ بنت عنب پر مائل
مقلوب اضافت ہے شراب اے غافل
کم نہیں دوران سر بھی حلقہ گرداب سے
ساقی دماغ کس کو ہے رنج خمار کا
کہتے ہیں پہلے پیالہ کو خیر باد
کیوں نہ وہ محروم از کوثر رہے

اسیر — اس کو نہیں ملے گی شراب طہور واں
تراب — جب کو یہاں مدام خمار شراب ہے
منیکش — دل میں رکھی ہے کدورت صاف شیشہ کی پری
ولی — زہری انجام اس کا درد سے یاد رہے
" — نام سے جب ہوا مشہور عالم آفتاب
" — کاٹتا ہتا ہے خوف حق سے ہر دم آفتاب
" — جو اس کے شہر میں پھیلا وہ ڈوب کر اچھلا
بحر — سرمہ و آب یہاں کھو کر اسے آنکھ ہیں
" — جیسے ہوش یاں سے غافل شراب بنتی ہے
تسلیم — اسے ذوق دیکھ کر اسے شراب کہتے ہیں
" — پیتی نہیں ہے شیخ سے شراب کہتے ہیں
شرم — پہلے تو پیچھی آدمی کو بیخبر کرتی ہے شراب
طاہر — سوتے نشے کو سدا بیدار کرتی ہے شراب
عاشق — آج آفت حال پیتے کل ہے کرتی ہے شراب
فدا — زیست سے زنہار کو بیزار کرتی ہے شراب
گویا — ہیں عزت مکتسبی سے ہوتی ہیں خوار و ذلیل
محب — پیچ پیت اقبال کو ادبار کرتی ہے شراب

نظیر

[1] رشمن ط ہو

شکر

شکر کروں میں کس طرح شکر غنایت خدا کی
بلاؤں میں اکثر شکر ہوا جب
نعمات الٰہی کا ہیں شکر ہوا جب
بندوں پہ ہے احسان کریم عام خدا کا
کوئی شکر کیا
ہر ایک نعمت کا شکر ادا کرنا مجھ سے نہ ہو سکا
شکر خدا کا ادا کرنا اس کے اور آل کے
شکر خدا کا ہے واجب
عوض مقدر ہوتے ہیں اولاد کے ہو شراب
فقر میں صبر و قناعت میں کو حاصل ہو
رہتے ہیں شکر کرو ہی اکثر کے احسان سے
ہزاروں نعمتیں اس نے ہمیں دیں
کریں کس منہ سے ہم شکر ان نعمت
تصدق جاؤں منعم کے ہیں سامان نعمت
دیئے کیا کیا ہمیں سامان خدا کی بندگی کرنا
ادائے شکر نعمت ہے خدا کی ناپسی کا
خلاف مرضی محسن شکر کرنے سے
ہے شکر لاکھ لاکھ خدا کی جناب میں
کہیں نہ اور شراب سے نعمت
کرے جس قدر شکر نعمت وہ کم ہے
شکر پروردگار سے نعمت
جہاں پہ آدمی کو شرف نطق سے ہوا
شکر کرو دل سے زبان سے شکر کرو دیکھ
شاکر نہیں ہے آدمی یونہی اے مدام
ہو عمل دولت کامت کر اپنے سے شکر کرو دیکھ
ہواہوں میں ہمہ تن تیرے لطف کا شاکر
شکر کرو دنیا میں رہ کے
رنج ہوتا جو کوئی میرے برابر ہوتا
دولت دنیا
احسن میں کہاں اور یہ الطاف الٰہی

منہ سے لگتی ہے تو پھر چھٹتی نہیں کافر کبھی	شیفتہ	اور پینے کے لیے اصرار کرتی ہے شراب
جز علاج موت ہو سکتی نہیں اس کی دوا	بجد	جب کسی میخوار کو بیمار کرتی ہے شراب
منہ سے بو آتی ہے نفرت کرتی ہے خلقت تمام	=	میکشوں کو راندن بیکار کرتی ہے شراب
تندرستی دین و ایماں آبرو اور جان و مال	=	چھوڑتی کچھ بھی نہیں جب وار کرتی ہے شراب
تھیں ابھی اخلاص کی باتیں کہ جوتی چل گئی	=	دم کے دم میں یار کو اغیار کرتی ہے شراب
میکشوں کے حال پر ہے اک زمانہ طعنہ زن	=	ہائے کیا رسوا سر بازار کرتی ہے شراب
ناچتے ہیں بیخودی میں کس مزے سے بادہ کش	=	بے حیا بے شرم بداطوار کرتی ہے شراب
دخت رز سے خدا رکھے محفوظ	=	کیا بھرے گھر کیے ہیں اس نے خراب
اگرچہ مجھ میں ہیں صابر زمانہ بھر کے عیوب	پیرو	ہزار شکر کہ رند شراب خوار نہیں
چاہیئے مے سے بچے ہر اک بشر	=	آتش دوزخ ہے یہ پیہر جگر
زہر کا ساغر ہے جام جم نہیں	=	موت کے قاصد سے ہرگز کم نہیں
نشے چھٹنے ہیں ترے دشمن ہیں	شراب	رگ جاں کو یہہ خار گلشن ہیں
زہر قاتل اثر میں ہے یہ شراب	=	خار اور خس شر میں ہی یہ شراب
نگاہ لطف جو بندے پہ بے نیاز کرے	=	شراب اور شرابی سے احتراز کرے
پینے کے ساتھ معنت میں ہو درد سر نصیب	=	یہ سر بسر قصور ہے کس کا شراب کا
نہ ضائع کیجیے گا مایۂ جاں شراب خانہ خراب پیکر	=	کہ ہوگا مغز و جگر کا نقصان شراب خانہ خراب پیکر
ہوتے ہیں خراب دین و دنیا جس سے	=	وہ زہر ہلاہل اور شیطاں ہے شراب
کس قدر مہلک اثر ہے او ترا قاتل شراب	=	تو لگی منہ سے ادھر پھوڑے جگر میں پڑ گئے
عقل و خرد کے ساتھ گئی عزت آبرو	=	کیوں میکشو یہہ دیکھا نتیجہ شراب کا
مے ہے سم قاتل اسے زنہار نہ پیا	=	اے مہر خبردار خبردار نہ پیا
رہتی ہے نہ آبرو نہ عزت نہ مال و زر	=	اے میر بس یہی ہے کرامت شراب میں
خدا محفوظ رکھے شغل مے سے ہر مسلماں کو	=	یہی وہ ڈیڑھ چلو ہے کہ ایماں کو ڈبوتا ہے

شکر

شکر رب ایک زباں سے نہیں ہونیکا ادا	اسیر	ہو جو توفیق تو ہر موئے زباں پیدا کر
ہے شکر لاکھ لاکھ خدا کی جناب میں	=	دس سے بڑے تو بیس سے اچھے گزر گئے
کرے جس قدر شکر نعمت وہ کم ہے	=	مزے لوٹتی ہے زباں کیسے کیسے
حیواں پہ آدمی کو شرف نطق سے ہوا	=	شکر خدا کرے جو زبان بشر کھلے
شاکر نہیں ہے آدمی یونہی اے مدام	انشا	اندوہ خورد و غدغۂ برد ہے سو ہے
ہواہوں میں ہمہ تن تیرے لطف کا شاکر	اقبال	کہ روٹکڑوں کے عوض میں زباں نکلتی ہے
رنج ہوتا جو کوئی میرے برابر ہوتا	امیر	شکر کرتا ہوں کہ ہر ایک سے کمتر ہوں میں
احسن میں کہاں اور یہ الطاف الٰہی	احسن	بندہ سے کبھی شکر خدا ہو نہیں سکتا

شکر کر تسلیم ہاتھ آئے اگر نان جویں
دولت دنیا نہ دی بخشی قناعت شکر ہے
کیا شکر جس نے ہوا فتحیاب
خدا نے کہا ہے یہ قرآن میں
رحمتِ حق کا ادا شکر ہو کیونکر ہم سے
شکر سے میٹھی کوئی نعمت نہیں،
ہے فرض ادائے شکر لیکن کیونکر
یہاں افلاس میں بھی شکر سے دم بھر نہیں غافل
کس زباں سے شکر لطفِ عام ہو یارب ادا
کیونکر نہ شکر خالق رزاق کیجیے
شکر بندوں کا خدا کے جو نہیں کرتے ادا
خاطر جہاں ہیں سب کے لیے ہیں صعوبتیں
شکر کس منہ سے ادا ہو تیرا اے ربِّ کریم
جز شکر کے شکوہ نہ کبھی آئے زباں پر
میں بھلا کون ہوں اور میری حقیقت کیا ہے
ہر مو بہ تن خلقتِ خاکی جو زباں ہو
شکرِ نعمت چاہیے انسان کو ہنگامِ عیش
اگلی وفا کا شاکر ہوں جفا کا ابکی شکوہ کیا
تیرے کرم کا ہے مقرِ جسم پہ میرے بال بال
دیا تو نے مجھے اپنے کرم سے نورِ ایماں کا
کس کس کا ادا شکر ہو ناچیز زباں سے
خدا کے خوانِ عنایت سے رزق ملتا ہے
جو کچھ دے خدا اس کا احسان مانو
ہر حال میں ہے شکر خدا کا بہت اچھا
کہاں ہو شکر یہ خالق کی مہربانی کا
رزق بے منت دیا مور و مگس کو دہر میں
جبتک رہے دہن میں زباں اور زباں میں نطق
زباں نہیں جو کریں شکر اس کی نعمت کا
کیا نہ دست مگر غیر کا سوا اپنے
ہر بال اگر جسم پہ بندہ کے زباں ہو
کیوں نہ ہوں میں شکر سے رطب اللساں شائق مدام
کر نہ شکوہ کہ مجھے یہ نہ دیا وہ نہ دیا
کھاتا ہے جس کا رزق دیا روز و شب مدام

یہ وہ نعمت ہے جسے کرتے تھے پیغمبر پسند
اے کریم آخر ترا مجھ پر کرم یہ بھی تو ہے
کھلا اُس کے منہ پر ترقی کا باب
فزوں شکر سے مال ہو آن میں
ہم گناہ کرتے ہیں اور اُس کو حیا آتی ہے
رسم خط میں شکر و شکر ایک ہیں
شکرِ نعمت بقدرِ نعمت ہوا ادا
وہ ناشکرے ہیں جو بھولے ہوئے بیٹھے ہیں دولت پر
ہے فقیروں کو لقب تیرے کرم سے شاہ کا
ملتی ہیں نعمتیں ہمیں اے آسمان لذیذ
وہ نہیں لاتے بجا شکر خدائے لایزال
لازم ہے شکر نعمت پروردگار پر
لاکھ احساں کئے جو عضو بدن مجھکو دیا
انسان ہے باہر ہنو مرغئ رب سے
شکر کس طرح ادا مجھ سے ہو یارب تیرا
مقدور کسے ہے ترے احساں کے بیاں کا
کیا جو مثل شیر بیٹھا جانور خس خانہ میں
بہت روزوں جو ویسی کی تو دن دو چار ایسی کی
شکر گزار ہیں ترے ولسان ذوالحنک
کروں میں کس زباں سے شکر یارب تیری احساں کا
اس بندہ پہ مالک تیرے احسان بہت ہیں
سفیر شکر کر و فیض یاب ہم بھی ہیں
کہ ہو شکر نعمت سے افزوں زیادہ
ہے بندۂ شاکر بہت اچھا بہت اچھا
دکھایا لطف مجھے خوب زندگانی کا
شکر کس سے ہو سکے یارب ترے احسان کا
لب سے سپاس نعمت یزداں نکالیے
اسی کے لطف سے یہہ دیکھتے بہار ہیں ہم
میں کس زباں سے کروں شکر اس عنایت کا
نعمائے الٰہی کا نہ کچھ شکر بیاں ہو
حال پر اپنے خدا کی یہ عنایت دیکھکر
شکر کر تو کہ دیا ہے تجھے انسان بنا
رازق کا شکر یہ ہے تجھے بار بار فرض

تسلیم
"
تائب
"
تحقیق
ثاقب
"
"
جوہر
جوش
حالی
خاطر
رند
"
"
سوز
سحر
سودا
سخن
"
سراج
سفیر
"
سعید
سرور
شفق
"
شاداں
شرم
شائق
"
ظفر
عیش

شکر

سر کیا کیجیے کرم سے اپنے عطا کی ہیں نعمتیں
عاشق عاجز شکر ہے شکر ہے الحمد کے اوپر
بشر کو چاہیے شاکر رہے اللہ کے سائل سے
کہیں مطلب نکلتا ہے بھلا سائل سے غافل کا
قسمت کی کرنی بھی ہے شکایت بہت بری
ہر حال میں ہو شکر پروردگار سے
زبان مردم آبی نہ کیوں ہو سوال پانی میں
کر رزق دنیا ہے وہ بے طمیعت نہیں بری
قسمت بری سہی پہ طبیعت نہیں بری
ہے شکر کی جگہ گلہ و شکایت نہیں مجھے
ادا ہو تیرے احسان و کرم سے غیر ممکن ہے
کریں شکر ایک دن کی نعمتوں کا گر زباں بھول
ہماری حاجتیں کیجے اب کس کس عنایت کا
ادائے شکر کیجے کس طرح بڑھکر دیا ہر دم
ادا فضل خدا سے قطب بخشے پر
ادا کر شکر حق دل سے زباں سے
شکر ہے صبح گلہ مجھ میں مختارہ
صبح ہو تو صبح راحت ہو تو راحت دیکھیے
صبح کہتا ہوں کہ شکر کیجیے وہی شکر کہ جس میں
دل اور زباں اور عمل تینوں ہو یکساں

احسان امین

عاشق
=
=
=
=
عالم
=
=
غالب
=
عاجز
=
=
=
=
=
قطب
=
مہر
=

احسان ہیں بے شمار تیرے یارب	افضال ہیں سازگار تیرے یارب	مہر
کس طرح کروں شکر ادا حیراں ہوں	منہ ایک کرم ہزار تیرے یارب	〃
شکر نعمت کے ہیں یہ معنے اگر سوچے کوئی	دے اگر خالق تو دے بندہ بھی اُسکی راہ میں	〃
جو چیز یہاں ہے دی ہوئی تیری ہے	یارب یہ عیاں ہے دی ہوئی تیری ہے	〃
کس منہ سے کروں شکر ادا حیراں ہوں	منہ میں جو زباں ہے دی ہوئی تیری ہے	〃
غم فرقت ہو یا ہو شادی وصل	دلا ہر حال میں شکر خدا کر	منتہی
نان نعمت دے کہ دے نان جویں	ہر طرح بندہ ترا شکور رہے	〃
میرے مالک نے مرے حق میں یہ احسان کیا	خاک ناچیز تھا میں سو مجھے انسان کیا	میر
شکر کیا اس کی کریمی کا ادا بندہ سے ہو	ایسی ایک ناچیز مشت خاک کو انسان کیا	〃
شکر کس منہ سے ہم کریں میکش	حق نے کیا کیا نہیں دیا ہم کو	میکش
ہر وقت شکر نعمت پروردگار سے	شیریں کلامیوں کا مزہ اے زباں اٹھا	ماہ
حق کا احساں جب تک اے غافل ادا ہوتا نہیں	منزل توحید کا طے راستاں ہوتا نہیں	محبوب
ہے شکر خدا آج تک تو مجھے	رکھا اُس نے مسکیں ہر انساں میں خوش	مسکین
منعم کے شکر میں بھی بلائیں کبھی کبھی	تنہا برائے لذت دنیا زماں نہیں	ناسخ
ادائے شکر نعمت ہے خدا کی بندگی کرنا	خلاف مرضیٔ محسن نشاں ہے ناسپاسی کا	〃
راندن سجدۂ شکرانہ ہے واجب منعم	کہ خدا دیتا ہے اور نام ترا ہوتا ہے	وزیر
نفس کی آمد و شد میں ہوں جب دو نعمتیں حاصل	زباں کھولے ادائے شکر میں کیا منہ ہے انساں کا	واسطی
شکر ہر حال میں واجب ہے خدا کا مجھ پر	دس سے بہتر ہوں اگر بیس سے بدتر ہوں میں	〃
کیا کرے اہل غرض سے اندنوں کوئی سلوک	شکر کے بدلے زمانہ میں شکایت رہ گئی	وہبی
ہیں زمانہ کی حکمرانی پہ شکر واجب ہے اے ہمایوں	کہ ایسا منصف مزاج ہم کو خدا نے فرمانروا دیا ہے	ہمایوں
زر گل پا کے باغ میں گل بھی	شکر کرتا ہے سو زبانوں سے	یکتا

شکایت زمانہ

آج کل ہم نے زمانہ کی یہ حالت دیکھی	ایک کے دل میں محبت نہ مروّت دیکھی	آصف رح انشا
خدا کے واسطے اے صاحبو کہو تو سہی	کہ رسم مہر و وفا بھی کچھ اس دیار میں ہے	〃
نجیبوں کا عجب کچھ حال ہے اس دور میں یارو	جسے دیکھو یہی کہتے ہیں ہم بیکار بیٹھے ہیں	〃
کہاں تک کروں میں زمانہ کا شکوہ	مصیبت ہے یوں تو سب اہل ہنر پر	〃
خصوصاً وہ جو وفاداروں میں ہیں یاں	برستا ہی افلاس ہے ان کے در پر	〃
روز افزوں ہے دشمنی تیری	ہم سے اے روزگار کیا باعث	احسن
شکایت جو گردوں کی عبث ہے	کہ حکمت کیا کوئی جانے خدا کی	〃
کیا کہئے روزگار کیا کہنا	کر دیا مجھ کو خوار کیا کہنا	〃
دبے زمانے نے غوطے ہمیں یوں	بھلاتے ہیں جس طرح کندھا پکڑ کر	اشک

شکایت زمانہ

کیوں راست بازوں کو پڑے ہے زمانہ
اپنی سے شکایت ہے جا
خیر کس پیش زنی کی شکایت ہے ہمیں
کہ مقابل نظر آتے ہیں ہمیں نیچ جہاں
عجب کیا شکست سے رفتار گئی
ہیں زمانے میں سب کی سے خالی
ہیں زمانے میں بہت ہنر و دانش
عجز و فاکی توقع سے اہل دنیا سے
عیش و فاکی ہے زمانے سے ہوس
پیشوا ہیں ہمیشہ سے وفا کی امید
زمانہ کا ہوگا
خدا سے عالم الغیب ایسی باتوں کو سمجھتا ہے
شکایت ہے ہمیں
شکایت ہے
نفع
گلہ
آپ ہی ظاہر کرو آپ ہی شکوہ آتا
پھر ہے صاحب روش ہی زمانہ آتا
سکھا یہ ہمیں

کیا مرے دل کو ہو رنگ سحر و شام پسند	اس کچہری میں نہیں اہل ایام پسند	اسیر
ستارہ اپنا گردش میں ہو آتش اسکی گردش سے	فلک کی تنگ چشمی سے ہماری تنگدستی سے	آتش
گردوں سے نہ ہو دولت دنیا کا طلبگار	کب فیض کو پہنچا ہے کوئی مال دنی سے	〃
شہسواروں کو گراتا ہے پشت زین سے	کس قدر اہل ایام بُرا مرکب ہے	〃
عوض یہی ہے زمانہ کی راستبازی کا	سلوک تو نے جو اے چرخ کج نہاد کیا	〃
فرصت عمر قلیل اور یہ قصہ ہے طویل	تا کجا شکوۂ ناسازیٔ بخت ایام	اخگر
خالق ہی جب نہ دے تو گلہ آسماں سے کیا	ساقی نہ منہ لگائے تو ساغر سے کیا کہیں	اسیر
دشمن جاں ہیں سب زمانے میں	یاں کسی کا کہاں کوئی ہے یار	انور
چکی میں پیستا ہے نشیب و فراز دہر	صدمے پہنچ رہے ہیں زمین آسمان سے	〃
از بس بدی پہ اہل فلک لیل و نہار ہے	اب جی میں ہے جہان سے باگیں اوٹھائیے	〃
زمانے کی کچھ ایسی بدلی ہوا ہے	کہ اب بھائی کا بھائی دشمن بنا ہے	اسد
زمانے نے بدلا ہے رنگ اپنا جب سے	جو تا آشنا وہ بھی نا آشنا ہے	اطہر
اہل عالم کا عجب دستور ہے	کہتے ہیں بدنام کو بد سے بُرا	احمد شاہ
چشم کرم کسو ہی سے اپنے تئیں نہیں رہی	رسم مروت اُٹھ گئی مہر کہیں نہیں رہی	پیماں
رنج پر رنج دیے ہیں ہمیں ان دونوں نے	شکوۂ خاص کریں یا گلۂ عام کریں	بحر
یہ وہ زمانہ ہے ہنستے ہیں لوگ رونے پر	ہوئی ہے نغمۂ نے پیش مرد ماں فریاد	〃
خوش رہے کوئی گھڑی بھر تو غنیمت سمجھے	یہ زمانہ وہ نہیں ہے کہ کوئی شاد رہے	〃
بھیک مانگے سے نہیں ملتی ہے اُلٹی رسم ہی	بحر سائل کو پیالہ و اژگوں درکار ہے	〃
ایک دو کا شکوہ کس کس کی شکایت کیجیے	اور خلقت ہو نئی دنیا خدا پیدا کرے	〃
سفلہ پرور ہے زمانہ عجب اس کا کیا ہے	سُم سلیماں کو دے چیونٹیوں کو شکر دے	〃
چرخ مینائی موافق ہو اگر	دَور دَور جام و صہبا دیکھیے	〃
کوئی اس زمانہ سے باہر نہیں	زمانہ کا کس سے گلہ کیجیے	〃
ابنائے روزگار سے اب کیا گلہ بحر	تھوڑی رہی ہے دیکھنا یہ بھی گزر گئی	〃
اہل جوہر کو زمانہ سے شکایت ہی عبث	جاننے والے نہ باقی رہے انجان ہے	〃
ادنے سے ناموافقت روزگار ہے	مالوف جس سے ہم ہیں وہ ہم سے رسیدہ ہے	〃
گردش چرخ سے قیام نہیں	صبح گھر میں ہوں میں تو شام نہیں	〃
زمانہ مجھ کو عبث پائمال کرتا ہے	خلش کسی سے جو رکھتا نہیں خار ہوں میں	〃
للہ الحمد بہت تھوڑی رہی ہے اے بحر	چار دن کے لیے کیا شکوہ ایام کریں	〃
کیا دنیا کا رنگ کہوں کس کس سے نہ مجھ کو انس ہا	بوئے وفا اک گل میں نہ پائی گلشن کو اتمام کیا	〃
دشمنی رکھتا ہے ارباب منش سے آسماں	ہاتھ ملتا عمر بھر دم بھر جو راحت مانگتا	〃
آج دنیا میں جو کرتے ہیں گلہ افلاک کا	کل وہی زیر زمیں شکوہ کرینگے خاک کا	〃
اس چمن میں رنگ کس کس سے نہیں پہنچا مجھے	شکوہ گلچیں کا کروں میں یا گلہ صیاد کا	〃
وسعت رزق آسیائے چرخ سے ممکن نہیں	گردۂ ناں اک دو ناحصہ ہی مہر و ماہ کا	〃

شکایت

جب کہ دانہ پیدا کرتے ہیں ہمیں کو اہل رفعت	برق
زمانہ چھوڑیگا کب ہم سے پہلے آسماں ہوگا	تاباں
کوئی کب تک زمانے سے آشنا رہے	نسیم
کہاں تک اب کہا جائے زمانے کی آشنا سے	〃
دن بدن اب بھی کیا طاقت دل بیمار کی	تراب
مجھ کو بھی سمجھا ہے کیا اس زمانے میں ہزاروں تھے تراب	〃
اہل حق اگلے زمانے میں نہایت کم ہیں	
اس زمانہ میں خدا دار اسے امید رکھے	〃
کہیں کسی سے کوئی اس وقت میں امید رکھے	
کہاں بسر ہوئی ہیں بہت اہل مروت کم ہیں	〃
بے مروت ہیں کیوں نہ ہو یہ	
زمانہ آخری آیا قیامت کیوں نہ ہو یہ	
نفاق اب یاں تلک پہنچا ہے کہ ہر دو فرقے میں	〃
حسد سے اس زمانہ میں عدو فتنہ گر ہیں یہ	
اگر دیکھیں کہیں اک جا ہمیں دو آشنا بیٹھے	
اہل جہاں ہیں خواب اپنے عمل سے تراب	
اہل جہاں کب تک رہیں	〃
وضع بد روزگار دیکھے کب تک رہے	
اغنیا اس وقت میں ہیں بد معاشی سے خراب	
کرتے ہیں یہ بادہ و دولت اپنی ساری کھو کے آخر	
کرتے ہیں زیادہ تر خراج اس وقت سے عمدہ	〃
کرے ہر صاحب دول کو مبتلائے کیمیا یہ	
ثبت لوگوں	

شکایت زمانہ			
جہاں میں آشنا اپنا نہ پایا	سودا	بہت لوگوں کے نکلے کام ہم سے	تراب
جسے دیکھا اُسے بیگانہ پایا	=	جن کو وسعت ہے وہ تنگی سے بسر کرتے ہیں	=
جب اس صیاد نے چھوڑے مرآشیاں چھوڑے	=	اے دل راحت طلب شکوہ نہ کرنا چاہیئے	تسلیم
کسی ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہاں چھوڑے	=	آرام نہیں گردش بیجا سے کسی کو	=
نہیں ہم سا تو اس کا کاہل جور	=	لائے نہ کبھی شکوۂ بیداد زباں پر	=
ہوا بھی ہے یار و زمانہ کسی کا	درد	دوست نے وہ ستم کیے کہ مجھے	=
اہی الاماں از جور گاہے گاہے بآسمان میں	=	ایک دن ابلق ایام کرے گا پامال	=
زمانہ ہے اب ہمیشوں میں یار و زمانہ کا ڈھنگ	=	زمانہ کے گلے شکووں کا قصہ مختصر ثاقب	ثاقب
دگرگوں ہے یار و زمانہ کا ڈھنگ	=	ٹھوکریں خوب کھلائیں مجھے دوراے چرخ	=
نیا ہے اب اس کا رخانہ کا ڈھنگ	=	بخت کا چرخ کا زمانے کا	=
کاتب تقدیر کا لکھا عیاں ہے حرف حرف	=	بظاہر جس کو سمجھو دوست وہ باطن میں دشمن ہے	جوشش
صاحب تدبیر کا اثر ہے وقت آج کل	=	دوستوں کے بن گئے سب دوست دشمن آجکل	=
ساتھ بدکاروں کے نیکوکار ہیں خانہ خراب	=	چار دن عیش سے رہنے نہ دیا دنیا میں	=
ہو رہی ہے عاقلوں کی عقل شش در آج کل	=	ہم پر زمانہ تنگ نہ ہوتا اگر جلیل	جلیل
نفسی کی صدا ہے مرد و زن سے گوش زد	=	جس کو چاہوں وہ برائی چاہیئے	=
صاف آتا ہے نظر آشوب محشر کا وقت ہے	=	چلی ہے کچھ ہوا ایسی کہ سبزہ تک نہیں اپنا	جویا
انقیاد والاماں الرحم کا برادر کا وقت ہے	=	تلخیٔ دوراں کے ہیں سب شکوہ سنج	حالی
دشمن جاں ہے چندوں اور یہ زندوں نے بنا دی	=	اب تو دنیا میں نظر آتا ہے کمتر اخلاص	حیرت
جس سے ناگہ وہ صدی یہ ہے مقرر آج کل		نام سنتے ہیں جہاں میں نظر آتا کسے	=
بائیں بنگلوں		اہل زمانہ آگے بھی تھے اور زمانہ تھا	درد
		کیے پردہ لاکھوں ظلم کو ہم پر زمانے نے	داغ
		اس دور میں نصیب کہاں عیش جاوداں	=
		زمانہ کو ذاکر یہ کیا ہو گیا	ذاکر
		وفا نے گل میں نے چشم مروت باغباں میں ہے	سودا
		صدمہ ہر چند ترے جور سے جاں پر آیا	=
		شاکی نہیں خدا سے بنی گر یہ شکل زشت	=
		بوئے وفا رنگ محبت نہیں ہے یاں	سوز
		بیگانہ ہوا نہ ہووے آخر	=
		یار اغیار ہو گئے اللہ	=
		نہ اپنوں نے کبھی پوچھا نہ بیگانوں نے آ دیکھا	=
		یہ میری آنکھ کی تقصیر ہے میں دوس دوں کسکو	=
		جہاں میں پوچھتا پھرتا ہوں ہر اک سے یاری کو	=
		بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہا کنعاں کے بھائی	=
		ہمارے کام پر کوئی نہ آیا	تراب
		اہل دولت ہیں بہت اہل سخاوت کم ہیں	=
		جو دکھائے گردش ایام دیکھا چاہیئے	تسلیم
		عالم مجھے فانوس خیالی نظر آیا	=
		یوسف ساز زمانہ ہیں برادر نہیں ملتا	=
		ہوس شکوۂ عدو نہ رہی	=
		مجھ سے رہ رہ کے بگڑتا ہے یہ تو من کیا	تعشق
		یہ طول شام غم صبح قیامت کا فسانہ ہے	ثاقب
		پانوں سے باندھ دیا رزق کے پیمانے کو	=
		کام ہے خاک میں ملانے کا	=
		ہوا ہے انقلاب اے جوش ایسا زمانے میں	جوشش
		ہے تعجب ربط عنصاطبیعی و آہن آج کل	=
		خاک نے آب نے آتش نے ہوا نے ہم کو	=
		آتے نہ سوئے میکدہ ہم خانقاہ سے	جلیل
		ہائے نیکی کا زمانہ ہی نہیں	=
		گلستاں جہاں سے اڑ گئی ہے بو محبت کی	جویا
		یہ بھی ہے یارو کوئی رنجوں میں رنج	حالی
		نہیں رکھتے ہیں برادر سے برادر اخلاص	حیرت
		اس زمانہ میں عنقا کے برابر اخلاص	=
		پر اب جو کچھ ہے یہ تو کسی نے سنا نہ تھا	درد
		مگر افسوس ہم اب تک نہ یہ جور و جفا سمجھے	داغ
		غم بھی اگر ملے تو دہی ارمغاں ہے اب	=
		مروت نہیں کچھ محبت نہیں	ذاکر
		نکل بلبل کہ ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر	سودا
		تہ شکوہ نہ کبھی میری زباں پر آیا	=
		ممکن نہیں کھا رکا مالی گلہ کرے	=
		یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اٹھا	سوز
		ایسا کوئی آشنا نہ دیکھا	=
		کیا زمانہ کا انقلاب ہوا	=
		الٰہی اس جہاں میں آنکر جز رنج کیا دیکھا	=
		جسے غمخوار سمجھا تھا وہی اہل دغا نکلا	=
		محبت اٹھ گئی یارو ہوا کیا دوستداری کو	=
		بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے[1] کہ	=

[1] ہو ۱۲۔

یا الٰہی بندگاں پر خطا پر رحم کر
بھروسہ کس کی محبت کا ہم کریں یارب
کیا یہ کیجے سخن شکوۂ بیدادِ زمانہ
مرے نزدیک غیبت سے سوا ہے
آسماں کو غبار ہے ہم سے
فریب و مکر و دغا و حد ہر ایک میں ہے
دلبستگی اے شہید چھوڑ دو
ہیں جتنے خویش و اقارب وہ سب غقارب ہیں
ہوں تنگ زمانہ سے مگر جاؤں کدھر آہ
ہر کوئی یاں رنجش بے وجہ پر آمادہ ہے
ہو گئے طبع بہیمی کے سراسر خوگر
کچھ زمانہ سے نہیں حاصل بجز رنج و الم
رکھتا ہے ٹھوکروں میں زمانہ ہمیں مدام
فلک پیر کو گوش شنوا تو نہ دیے
دیتی ہے نکلنے یہ کوئی کشتیٔ مقصود
اس زمانہ میں ظفر ایسے کہاں درد آشنا
نہیں دنیا میں ہوا خواہ کسی کا کوئی
یکساں نہیں عالم کوئی دشمن ہے کوئی دوست
امید آشنا سے تو کیا وہ زمانہ ہے
بحر عالم کی ماہیت دیکھی
ہوں تنگیٔ زمانہ سے دلتنگ اس قدر
ہوئی ہے گردش دوراں سے خاک تک برباد
یہ زمانہ وہ ہے اے عاشق کہ اب
زمین و چرخ کے دو پاٹ مثل آسیا نکلے
اہلِ دنیا کے بہت ہاتھ سے تنگ آیا ہوں
زمانہ میں نہیں کچھ امتیاز ناقص و کامل
جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
یارب زمانہ مجھکو مٹاتا ہے کس لیئے
مارا زمانہ نے اسد اللہ خاں تمھیں،
کہوں کیا خوبیٔ اوضاع ابنائے زماں غالب
خاک میں ناموس پیمان محبت مل گئی
خالی نہیں ہے عالم و جاہل سے روزگار
گنجایش اے فدا نہیں اخلاص کی ذرا

درہم و برہم زمانہ ہے سراسر آجکل
پدر پسر سے پھرے اور پسر پدر سے پھرے
ہم نے جسے چاہا وہ ہمارا نہیں ہوتا
بجا ہو یا کہ بیجا ہو شکایت
ایک دن خاک میں ملا دے گا
عجب طرح کا دکھائی دیا جہان کا رنگ
دنیا میں نہیں کوئی کسی کا
کسی عزیز کا اس وقت میں کہاں ہے عزیز
عالم کوئی عالم سے نرالا نہیں ملتا
لطف صحبت کا نہیں افراد انساں میں رہا
حیف دنیا میں پے نام بھی انساں ہے
اہلِ دنیا سے طبیعت کو اٹھایا چاہیئے
گویا کہ ہم ہیں سنگ کسی رہگذار کے
دی زباں مجھ کو کہ کر رنج و محن کا شکوہ
ہے ایک بلا گردش گرداب زمانہ
چاہتا دل میں نہ ہو جو ایک خواری ایک کی
کچھ نصیبوں ہی سے بن جاتی ہے انساں کی ہوا
ہے ایک سے راحت تو ظفر ایک سے تکلیف
بھائی سے رفع ہو نہ برادر کی احتیاج
آشنا دشمن آشنا کے ملے
ارماں کے دل میں رہنے کی وسعت کہاں ہے اب
چھٹے گا وقت فنا واسطہ زمانے کا
وجہ ذلت آبرو ہونے لگی
جوان کے درمیاں آئے وہ پسکر سرمہ سا نکلے
عاشق اب زیر زمیں اپنا گزارا ہوگا
برابر ہے فلاطوں ہو کہ ہو طفل دبستانی
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی
لوح جہاں پہ حرف مکرر نہیں ہوں میں
وہ ولولے کہاں وہ جوانی کدھر گئی
بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی ہو بارہا نیکی
اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسم یاری ہائے ہائے
کوئی ہے بے وقوف کوئی ذی شعور ہے
سینہ بھرا ہوا ہے جہاں کا نفاق سے

شکایت زمانہ

شخص کہتا ہے یہاں سے شاکی
دنیا میں کہاں موافق آیا
غضب کی مشق سے تجھکو بھی اے نیرنگیٔ عالم
کروں میں کیا کہ کس کا کس سے کوئی وضع
اس زمانہ میں کسی کا کسی سے
دشمنی دوست بھی اب کرتے ہیں دشمن کیا
قسمت الٹی ہے زمانہ کی ہوا الٹی ہے
وہ مجھے بھول گیا میں نے بھلا دیا کیا
کیا بات ہے عالم میں قیامت سے زیادہ
الفت نہیں انسان کو انساں سے ذرا بھی
ہے کس کے دل میں وسعت جو کسی کی جا کرے
نہیں ہے وسعت روزی زمانہ میں کہ ہلاں

نہ بزرگوں میں بزرگی ہے نہ خردوں میں ادب	بیخ	کیا ہوا ہائے زمانہ تری رفتار کو آج
کیا زمانہ کا گلہ کرتا ہے ناداں مت کر	ناسخ	مہر
سب کچھ ہے سب کے واسطے گر کیجئے تلاش	=	نکتہ چینوں کی کسی روز بری گت ہوگی
نہ رہزنوں سے بھی رہزن کبھی جو کرتے تھے	نعاب	//
زمانہ اس طرح بدلا ہے پہچانا نہیں جاتا	=	دنیا میں ایک مہر و محبت مگر نہیں
تدبیر نا مساعد و تقدیر واژگوں	=	//
دنیا میں جس شریف کو اس وقت دیکھیے	=	سلوک آج وہ یاروں سے یار کرتے ہیں
غم و الم سے کوئی دم کو ہو تو ہو فرصت	=	//
اولاد کام آتی ہے اب تو نہ جاہ و مال	=	ہوا پلٹی ہے ایسی دیکھنے والے کو حیرت ہے
رکھا ہے کب زمانہ نے قائم کسی کا نام	=	//
جور و نقصاں ہے زمانہ کا برابر یارو	=	کیا کوسئے زمانۂ ناسازگار کو
جو نظر آتی ہے صورت ہو وہ معنی سے تہی	نصیر	//
اس عہد کو نہ جانئے اگلا سا عہد میر	=	محتاج ہے ذلیل ہے بے روزگار ہے
کیا کوئی الفت کسی سے کر کے ہوگا شاد کام	=	مضطر
یاری جہانیوں کی کیا میر معتبر ہے	نظمی	//
بن بلاؤں کو میر سنتے تھے	=	وگرنہ عیش تو غنتا ہے اس زمانہ میں
بدی نتیجہ ہے نیکی کا اس زمانے میں	=	محب
میر صاحب زمانہ نازک ہے	=	//
کیا چال ہیگی زہر بھری روزگار کی	=	ریگ رواں پہ نقش بنایا مٹا دیا
التفات زمانہ پر مت جا	=	مسکین
جو ملا اس نے بے وفائی کی	=	چھینتا ایک سے ہے ایک کو گردش بتا ہے
کلیجہ نہ کیجئے فاروں کی بیوفائی کا	=	ممنون
ہزار حیف ہے اب وہ زمانہ آیا ہے	=	اس زمانہ میں مرقع ہے جہاں تصویر کا
میں اعتبار کروں کس کی بیوفائی پر	=	وہ دور اب نہیں وہ زمیں آسماں نہیں
جاؤں میں کس کے پاس مرا آشنا ہے کون	=	میر
جتنا کہ ہمیں خوار یہ رکھتا ہے زمانہ	=	دوستی ہے دشمنی الفت نہیں کلفت ہے اب
وہ جو ہم لوگوں سے کرتے تھے محبت مر گئے	نظمی	//
مجھ کو ہبتلا زمانۂ غدار	=	ناآشنا ہیں اک دم یہ اک دم آشنا ہیں
زمانہ کی ایذا کا شکوہ نہ کر	=	//
چمن دہر میں جمعیت خاطر ہے کسے	=	ان کو اس روزگار میں دیکھا
عجب زمانہ ہوا ہے ابتر کہ بہت نظر میں ہیں نام آور	=	//
شام سے تا صبح مضطر صبح سے تا شام ہم	=	بھلا کسی سے جو کرتا تو وہ برا کرتا
سوائے مکر زمانہ میں رسم و راہ نہیں	=	//
		دونوں ہاتھوں سے تھامیئے دستار
		//
		سب اس گزندہ کی ہے سیہ مار کی روش
		//
		سیر دنیا ہے روزگار فریب
		//
		کچھ عجب رنگ ہے زمانے کا
		مصحفی
		کہ ان دنوں یہی تاثیر ہے زمانے کی
		//
		کہ آشنا کو نہیں پاس آشنائی کا
		//
		کوئی کسی کا زمانہ میں آشنا بھی ہے
		//
		دنیا میں بے وفا ہیں سبھی باوفا ہے کون
		//
		اتنے تو گنہگار زمانہ میں نہیں ہم
		//
		جی کے دشمن رہ گئے اہل مروت مر گئے
		//
		تو نے کس سے نہیں برائی کی
		منہتی
		گزرنے گزرتے گذر جائیگی
		//
		بوئے گل کو بھی جو دیکھا تو پریشاں دیکھا
		ماہر
		زلال کیونکر نہ ہو مکدر عروج ہی درد تہ نشیں کا
		//
		ایک عالم میں ہیں کیوں اے گردش ایام ہم
		مومن
		وہ کون جا ہے جہاں چاہ زیر کاہ نہیں
		ناسخ

اک نہ اک، اک نہ اک کا شاکی ہے
بخت کا، چرخ کا، زمانے کا

نوح

بتکدہ ہوگیا خدا کا گھر
کیا ہی وضع زمانہ برہم ہے

وقار

ہوا ہے جب سے کہ اس نیر ہویں صدی کا دور
رہا نہ فرق کچھ اشراف اور کمینوں میں

"

یہ زمانہ وہ ہے ناقص اس کو سب کہنے لگے
علم و فن میں جس کو استعداد کامل ہوگئی

"

امن عالم میں کیوں نہیں یارب
اس کے قابل مگر بشر نہ ہوا

چشتی

اپنا تو دل ہے خون زمانہ کے رنگ سے
جس کا شمار عیب میں کل تھا ہنر ہے آج

"

وحشت سخن شناس زمانہ میں اب کہاں
کیونکر نہ روئیے کہ طبیعت پہ ناز ہے

"

گرم بازاری فریب نہ پوچھ
بس یہی ایک کمال باقی ہے

"

ابنائے روزگار کا کیا پوچھتے ہو حال
راحت رساں تو کم ہیں پر ایذا رساں بہت

وہبی

جس دن کو دیکھتے ہیں ہم وہ مالا مال ہے
مقدرت لیکن کچھ ارباب کرم رکھتے نہیں

"

وہ کیسے ناداں ہیں جو کرتے ہیں اے زمانہ تری شکایت
کہ نوع انساں کو تو نے تادیب دیکے انساں بنا دیا ہے

ہمایوں

نہ پاس محبت نہ چشم مروت
زمانہ کا طور اب عجب دیکھتے ہیں

ہمدم

پژمردگی شگفتہ دلوں کو ہوئی نصیب
بگڑا ہے رنگ کیا چمن روزگار کا

ہنر بر

جو چاہو کہو ہوش زمانہ ہے یہ آشوب
جہاں کا ہے دور نہیں قدر ہنر آج

ہوش

صبر

ناگوار ہو غم دنیا تو ہے درکار صبر
صاف کرتا ہے توقف آب خاک آلود کو

اسیر

ہوئی ہے دل کی غنا صبر خدا داد کے بعد
ضاد اس واسطے کرتے ہیں قرعاد کے بعد

"

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد
میوہ چیں چمن خلد ہر اک عنا پر ہے

"

نالہ کش اہل دول صاحب تمکیں صابر
شور دریا میں ہے خاموش لب ساحل پر

"

صبر کی لذت اگر طبع گدا پیدا کرے
خشک روٹی نان نعمت کا مزہ پیدا کرے

"

مال دنیا جو مرے پاس نہیں صبر تو ہے
شکر کرتا ہوں کہ اب کچھ نہیں درکار مجھے

"

نہ دیتا صبر تو غم بھی نہ دیتا
جو غم دیتا تو صبر اللہ دیتا

"

نہ دینے پر جو صبر اللہ دیتا
برابر تھا نہ دیتا خواہ دیتا

"

قمقمۂ صبر کی لذت کوئی کیا جانے
ذائقہ اس میں بھی ہے نعمت الوان کی طرح

"

بہت بخشی مجھے دنیا کی دولت
الٰہی صبر بھی تھوڑا عطا کر

"

دولت صبر عطا کی ہے خدا نے مجھکو
زیر خنجر بھی نہ تڑپوں گا میں بسمل ہوکر

"

صبر کا کچھ حال طوفان حوادث میں پوچھ
ایک خرمن تھا سو وہ بھی وقف سرصر ہوگیا

"

تخت و تاج و مال و دولت کیا کروں
یا الٰہی صبر تو تھوڑا مجھے

"

صبر کی تلخی کی حالت میں اثیم
یہ بکھیڑا سب ہے کچھ دن کے لیئے

اثیم

جلد بازی کی بھی عادت ہے بری
کام میں صبر و تحمل چاہیئے

افضل

جو مقدر میں ہے ملتا ہے ضرور
چاہیئے انساں نہ ہوئے ناصبور

افسوس

صبر

جب سے دل میں اور دل کے مدعا ہیں بہت — اسیر
دو جہاں میں اور دل کے مدعا ہیں بہت — "
آدمی کے لیئے دنیا میں مشکلیں ہیں بہت — "
خوش نصیبی ہے وہ جو صبر کی عادت رکھے — "
صبر آسکو یاد کر بیٹھے ہیں غلبۂ کسی — "
فکر اسکے صبر کی دولت ہیں بخیلوں کو — "
روئے دھوئے سے بھلا ہوگی نہ تقدیر کسی — "
پائے مقدور سے باہر ہے تمنا کس کی — "
شکوہ بیجا ہے کیا جانے ہیں کیا راز خدا — "
صبر کرنے پہ ہیں کیا کیا نہ ثمر ہاتھ آئے — "
ہے ہر اک شے کے لیئے وقت مقرر اس کا — "
ہر گھڑی ہے ہمیں اک نئی افتاد کا غم — "
دل کو ہے صبر و شکیبائی سے کیا کام اب — "
ہے یہ بیجا کہ کریں ہم گلہ بیداد کا غم — "
ہے یہ بیجا کہ کریں ہم گلہ بیداد کا غم — "
دل کو ہے صبر و شکیبائی سے کیا کام اب — "
ہر گھڑی ہے ہمیں اک نئی افتاد کا غم — "
صبر کرنے پہ ہیں کیا کیا نہ ثمر ہاتھ آئے — "
ہے ہر اک شے کے لیئے وقت مقرر اس کا — "
شکوہ بیجا ہے کیا جانے ہیں کیا راز خدا — "
پائے مقدور سے باہر ہے تمنا کس کی — "
روئے دھوئے سے بھلا ہوگی نہ تقدیر کسی — "
فکر اسکے صبر کی دولت ہیں بخیلوں کو — "
خوش نصیبی ہے وہ جو صبر کی عادت رکھے — "
صبر آسکو یاد کر بیٹھے ہیں غلبۂ کسی — "
آدمی کے لیئے دنیا میں مشکلیں ہیں بہت — "
دو جہاں میں اور دل کے مدعا ہیں بہت — "
جب سے دل میں اور دل کے مدعا ہیں بہت — "

صبر

صبر			
صبر جو ہو سکے تجھ سے تراب	عاجز	باعث آرام جان و دل ہے صبر	تراب
کلید در حل مشکل ہے صبر	=	جہاں ایک مزرع ہے حاصل ہے صبر	تائب
درد میں انساں دل صبر آزما پیدا کرے	=	زخم کی صورت دہانِ بے صدا پیدا کرے	توفیق
دولت دنیا نہیں ہے یہ کہ ضائع جائیگی	=	جمع کرلے صبر کی دولت جہاں تک ہو سکے	ثاقب
مارنا دم نہ تہ تیغ الم اے ثاقب	=	کہتے ہیں اہلِ رضا صبر کا پھل میٹھا ہے	〃
نہ کیوں ہو ابتدائے صبر حرف صاد سے ثاقب	=	کہ اچھی چیز پر اہلِ بصیرت صاد کرتے ہیں	〃
گنج قارون نہ عمر نوح سے کام	=	صبر ایوب دے خدا مجھکو	〃
شیریں ثمر ہے نخل مصیبت میں صبر بھی	=	گو ابتدا ہے تلخ مگر انتہا لذیذ	جوہری
قوت دست خدائی ہے شکیبائی میں	=	وقت جب آکے پڑا ہے یہی کام آئی ہے	حالی
صبر کرنا ہر گھڑی ہر حال میں ہے بہتر بن	=	رحمتِ خلاق ہے بندوں کی زحمت کا علاج	خوشدل
تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق	=	ہے برا وہ ہی کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے	ذوق
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے	=	کیوں برا کہنے سے تو اسکے برا مانتا ہے	〃
صبر ہو تو دل پہ ہو سکتا ہے جبر	=	ورنہ تھوڑی سی مصیبت ہے بہت	راسخ
خوش حال وہی ہے کہ جو ہر حال میں خوش ہے	=	غمگیں کبھی اپنا دل خرم نہیں رکھتے	سحر
جس نے دیا تھا عیش وہی ہوگا پھر کفیل	=	ایدل یہ اضطراب نہ عسرت میں چاہیئے	سفیر
آغاز میں کرڑوا ہے بہت صبر کا کڑوا	=	ثمرہ ہے پر انجام میں اسکا بہت اچھا	سعید
کب تلک اس دل کو ظالم صبر ہم دیتے رہیں	=	جب کہ اپنے میں شکیبائی نہیں ایوب کی	سودا
بیقراری سے کچھ نہیں حاصل ہا	عاصی	لطف صبر و قرار میں پایا	سید
مصیبت میں لازم ہے صبر و تحمل	=	کڑی راہ عرفاں کی منزل یہی ہے	سراج
جگہ دے صبر کو گر دل میں انساں پھر مزے دیکھے	=	ہزاروں نعمتیں موجود ہیں خوان قناعت میں	سخن
چھاتی پہ سنگ صبر شفق نے رکھا مگر	=	تڑپا کبھی نہ ماہیئے بے آب کی طرح	شفق
صبر کرنے سے بر آئیگی شفق دل کی مراد	=	فائدہ کچھ بھی نہ ہوگا بیتے گھبرانے سے	〃
اے شہیدی شرط ضبط نفس ہے خواص کو	=	زیست چاہے دم نہ مار اس بحر اخضر کے تلے	شہیدی
مثل ہے صبر ہے کنجی فلاح کی یارو	غالب	نہیں ہے وصف بشر بیقرار ہو رہنا	شاداں
اللہ کا ہے مورد الطاف بیگمان	=	عالم میں جو بشر کہ صبور و شکیب ہے	شائق
چرخ کا شکوہ ذکر حاصل نہ ہوگا کام دل	=	رنج کیا اس کا نہ ہونے دے اگر ہوتا نہیں	〃
جو کہ صابر ہیں بدل رنج و بلا کے نزدیک	فدا	اجر اس صبر کا ان کے ہے خدا کے نزدیک	〃
صبر ہر امر میں لازم ہے بنی آدم کو	=	ہی وہی بگڑی ہوئی بات بنانے والا	صادر
اے صبر صبر کو نہ کسی طرح چھوڑنا		یہ وہ رفیق ہے جو رہا انبیا کے ساتھ	صبر
ٹالا بہت اس کو ستم و جور و جفا نے		یہ صبر وہ پتھر ہے کہ چھاتی سے نہ سرکا	طاہر
صبر درکار ہے ہر کام میں انساں لاریب		صبر سے مشکلیں ہو جاتی ہیں آساں لاریب	عیش
صبر کر عاجز کہ حاصل ہو مراد		بیقراری جان کا آزار ہے	عاجز
صابروں کا ساتھ دیتا ہے خدا		صبر کیجے تا ملے ایسا رفیق	〃

صبر جو ہو سکے تجھ سے تراب — صبر کا شیریں ثمر ہے عاجز
کلید در حل مشکل ہے صبر — صبر کا شیریں ثمر ہے
درد میں انساں دل صبر آزما پیدا کرے — صبر مشکل صبر کا شیریں ثمر
دولت دنیا نہیں ہے یہ کہ ضائع جائیگی — صبر کا شیریں ثمر
مارنا دم نہ تہ تیغ الم اے ثاقب — اگر صبر عاجز صبر کا
نہ کیوں ہو ابتدائے صبر حرف صاد سے ثاقب — شیریں ثمر ہے صبر کا
گنج قارون نہ عمر نوح سے کام — شیریں ثمر ہے نخل مصیبت میں صبر بھی
قوت دست خدائی ہے شکیبائی میں — صبر کرنا ہر گھڑی ہر حال میں ہے بہتر بن
تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق — اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے
صبر ہو تو دل پہ ہو سکتا ہے جبر — خوش حال وہی ہے کہ جو ہر حال میں خوش ہے
جس نے دیا تھا عیش وہی ہوگا پھر کفیل — آغاز میں کڑوا ہے بہت صبر کا کڑوا
کب تلک اس دل کو ظالم صبر ہم دیتے رہیں — بیقراری سے کچھ نہیں حاصل ہا
مصیبت میں لازم ہے صبر و تحمل — جگہ دے صبر کو گر دل میں انساں پھر مزے دیکھے
چھاتی پہ سنگ صبر شفق نے رکھا مگر — صبر کرنے سے بر آئیگی شفق دل کی مراد
اے شہیدی شرط ضبط نفس ہے خواص کو — مثل ہے صبر ہے کنجی فلاح کی یارو
اللہ کا ہے مورد الطاف بیگمان — چرخ کا شکوہ ذکر حاصل نہ ہوگا کام دل
جو کہ صابر ہیں بدل رنج و بلا کے نزدیک — صبر ہر امر میں لازم ہے بنی آدم کو
اے صبر صبر کو نہ کسی طرح چھوڑنا — ٹالا بہت اس کو ستم و جور و جفا نے
صبر درکار ہے ہر کام میں انساں لاریب — صبر کر عاجز کہ حاصل ہو مراد
صابروں کا ساتھ دیتا ہے خدا — صبر کیجے تا ملے ایسا رفیق

صبر کا شیریں ثمر ہے عاجز
صبر مشکل صبر کا شیریں ثمر ہے
اگر صبر عاجز صبر کا
شیریں ثمر ہے نخل مصیبت میں صبر بھی
صبر کرنا ہر گھڑی ہر حال میں ہے بہتر بن
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے
خوش حال وہی ہے کہ جو ہر حال میں خوش ہے
آغاز میں کڑوا ہے بہت صبر کا کڑوا
بیقراری سے کچھ نہیں حاصل ہا
مصیبت میں لازم ہے صبر و تحمل
چھاتی پہ سنگ صبر شفق نے رکھا مگر
صبر کرنے سے بر آئیگی شفق دل کی مراد
اے شہیدی شرط ضبط نفس ہے خواص کو
مثل ہے صبر ہے کنجی فلاح کی یارو
اللہ کا ہے مورد الطاف بیگمان
چرخ کا شکوہ ذکر حاصل نہ ہوگا کام دل
جو کہ صابر ہیں بدل رنج و بلا کے نزدیک
صبر ہر امر میں لازم ہے بنی آدم کو
اے صبر صبر کو نہ کسی طرح چھوڑنا
صبر درکار ہے ہر کام میں انساں لاریب
صبر کر عاجز کہ حاصل ہو مراد
صابروں کا ساتھ دیتا ہے خدا

وہ زبان خنجر صبر ہوں کہ زباں میں جس کے سخن نہیں
وہ دہان زخم ملال ہوں کہ دہن میں جس کے زبان نہیں

ہاتھ خالی رکھتے ہیں ہم لوگ نقد صبر سے
آپ جس دولت کے خواہاں ہیں یہاں حاصل کہاں

روٹی جس دن نہ ملی پیٹ پہ پتھر باندھا
پڑ رہے خاک پہ جس روز کہ بستر نہ ہوا

گو خاک پھانکنا ترے باعث نصیب ہو
اے آسیائے گردش ایام ہے لذیذ

صبر کا کرنا دلا بے جا نہیں
دیکھ تو ہوتا ہے کیا گھبرا نہیں

صبر و محنت سے کوئی کام کرو
زندگانی میں کچھ تو نام کرو

ثبات و صبر سے کرتے ہیں جو کام
وہ پاتے ہیں ریاضت کا ثمر بھی

صبر کی قوت بڑھا جو ہے علاج برملا
مال و جاہ و زور و زر سے کوہ غم اٹھتا نہیں

رضا و صبر پہ ہر دم جو ہے نظر اپنی
کسی بلا میں مجھے کوئی اضطراب نہیں

صابر پہ ہو گیا غیظ مخالف کا اثر
چقماق سے جلتی ہے ہری گھاس کبھی

انسان نے پائی ہے طبیعت مگر ایسی
صبر اس کو کسی حال میں دم بھر نہیں آتا

رنج میں شکر خدا کر تجھے راحت ہو گی
غم میں کر صبر ترے حال پہ رحمت ہو گی

تم اختیار کرو صبر چیز اچھی ہے
بڑی خدا کے ہی نزدیک چیز اچھی ہے

کرے جو صبر اسی کی تمیز اچھی ہے
یہ چیز اچھی ہے ہاں اے عزیز اچھی ہے

پڑے جو آ کے مصیبت تو دل پہ جبر کرو
جناب حق میں کرو شکر اور صبر کرو

تسکین اور سکوں سے رکھ کام دوستو
سب اضطراب ہیچ ہے سب اضطرار ہیچ

اے مہرستائے جب ہجوم آلام
لے صبر سے کام اور تحمل سے کام

بے جا ہے مصیبتوں میں گھبرا جانا
کیا جانئے کیا ہے حکمت رب انام

سہہ لے رنج اور غم کو سہہ لے غافل
دکھڑے رونے سے کچھ نہیں ہے حاصل۔

اُلٹی تکلیف اور ہوتی ہے سوا
تکلیف کی جانب جو رہے گا مائل

حصول مطلب میں اضطرابی نہ تو کیا کر کہ ہے خرابی
جو چاہے مضطر تو کامیابی تو ہو گی حاصل ذرا تو ٹھہر

چاہیئے مضطر نہ ہو ہرگز کسی تکلیف میں
آدمی پیدا ہوا ہے رنج و راحت کیلیئے

شکر ہے آتی نہیں لب پہ شکایت تا مرگ
عمر ہی گذری ترے بندہ کی غم کھاتے ہوئے

گھبراؤ نہ پا کے نامرادی
غم کھاؤ جو چاہتے ہو شادی

مجھ کو موسیٰ کیا فرعون بنایا اوس کو
زر تو نمرود کو دیا صبر مجھے زر کے عوض

بنا جب صبر دیوار قناعت حجرۂ دل میں
تو پایا عرش دامن کرسی ایوان رفعت کا

صبر سے انسان پاتا ہے فروغ
صبر ہے شیر اور بے صبری ہے دوغ

صحبت

فائدہ چاہے اگر اہل کرم سے صحبت
نہ بھرے مے سے جو شیشہ سے رہی جام جدا

جو بیٹھے صحبت کامل میں آخر وہ بھی کامل ہو
کہ چھوتے ہی طلا پارس بنا دیتا ہے آہن کو

یا الٰہی صحبت احباب ہو دل کو نصیب
ہے بہت اس آئینہ کو انجمن کی آرزو

قدر — انسان کو نیک کرتی ہے نیکوں کی پیروی
" — خوشبو ہوئی ہمیل سے حاصل اور میر کو
گویا — اولی کو نشینی سے اعلیٰ بلند کو
محب — تنہا ہوں پست سایہ نخل بلند کو
" — صحبت ناجنس سے ہوتے ہیں دون اہل صفا
مہر — کاسہ سائل سے دیکھو آئینہ عجم مکرر
" — صحبت پیر و جواں رہتی نہیں ہرگز اسیر
" — ایک دم کو ربط ہوتا ہے کسی کو چاک چاک
" — صحبت ناجنس گرتی ہے جگر کو چاک چاک
" — شیر بھٹ جائے اگر شامل رہے ہو شیر میں
" — صحبت ارباب دولت میں کہاں اہل کمال
" — پیر تے ہیں سب شناور موتیوں کی آب ہیں
مضطر — پل جاتی ہے طبیعت اتحاد اہل رفعت سے
میکش — ہوا ہے آب آتش چشمہ خورشید روشن میں
" — صحبت اثر کرتی ہے ضرور
نسیم — ظاہر ہے پیر اعلیٰ قدر میں انسان
وزیر — ہے بغیر از صحبت جاں کی ہوا سمیہ
ہوش — صحبت سے پل جاتی ہے گفتن کی ہوا سمیہ
یکتا — فیض کی صحبت ناقص سے ہے خام طمع
اسیر — فیض لیتے ہیں بیج شاخ ثمر خام طمع
" — حسن لیلیٰ ہے مجنوں ہے

صحبت			
کون کہتا ہے نہیں گرئی صحبت میں اثر	شیرازی	جل اُٹھا پنبہ شرر سے جو ہم آغوش ہوا	اسیر
نبھتا نہیں ہے ساتھ لطیف و کثیف کا	=	گڑتی نہیں ہے روح زمیں میں بدن کیساتھ	〃
ہوتی ہے نازل بر جمعیت احباب سے	=	بیشتر پڑتا ہے ڈاکہ کشور معمور پر	〃
جو بد ہیں ان کو کب ہوگا اثر نیکوں کی صحبت کا	=	موافق بھی منافق بھی تھے اصحاب پیمبر میں	اسیر
ہمجنس کی تاثیر نحوست سے نہیں خوف	=	تارا کوئی صدقہ نہیں دیتا ہے زحل کا	انور
ابھی امیر کو صاحب بُرا بھلا نہ کہو	=	بُرے بھلے کا تو صحبت سے حال کھلتا ہے	امیر
اگر نام آوری مقصود ہے نیکوں سی صحبت رکھ	=	ہوا ہے شہرۂ آفاق لفظ طبیب سنبل سے	آتش
چندے میں پاک صحبت طاہر سے ہو نجس	=	سرکہ نمک سے چار گھڑی میں شراب ہے	〃
بدسرشتوں کو نہ نیکوں کا اثر ہو ہرگز	=	صحبت گل سے نہ ہوں کبھی خوشبو کانٹے	〃
لطف صحبت بہت غنیمت ہے	=	میاں آزاد دم غنیمت ہے	آزاد
مارڈالا رنج تنہائی نے غربت میں ہمیں	=	اب خیال آیا کہ یاروں ہی کی صحبت خوب تھی	اکبر
صحبت ناجنس سے سو بار ارشد الحذر	=	زندگی بھی تلخ اس سے عاقبت بھی پر خطر	ارشد
صحبت بد میں بگڑتے دیر کچھ لگتی نہیں	=	دیکھ لینا بحر تو بھی لا اُبالی ہو گیا	بحر
صحبت سے کاملوں کی جو کامیاب ہوگا	=	ہر جزو کل بنے گا نقطہ کتاب ہوگا	〃
کسی کو گوارا صحبت مفلس نہیں ہوتی	نسیم	نہ دیکھا شمع نے منہ ایک دن گور غریباں کا	〃
کہاں تک نیک صحبت کا اثر ہوگا نہ انساں کو	=	لے تا نبا جو پیسے سے تو رنگت آہی جاتی ہے	〃
ممکن نہیں کہ صحبت بد کا اثر نہ ہو	=	دیکھو کپیچ زلف میں ہے بل کمر میں ہے	〃
کوئی دم غم غلط احباب میں ہو جاتا ہے	=	دل افسردہ کو بہلاتی ہے صحبت کیسی	〃
ہزار شکر ملے ہم نہ بدمزاجوں سے	ذوق	ضرور جان ہماری یہ کینہ جو لیتے	〃
کسی امیر سے ملکر نہ خوش ہوئے ہم تو	=	کسی فقیر سے اب رسم و راہ کرتے ہیں	〃
نہ جنس سے زیادہ بلا کوئی شئے نہیں	=	کس طرح آگ پانی سے صحبت برار ہو	برق
یہ سچ ہے ملکے نیکوں سے برا بھی نیک ہوتا ہے	=	ہما ہو جائے جو پہنچے ہما تک استخواں ہوکر	〃
خرد کو ربط بزرگوں کا بڑھا دیتا ہے	=	قطرہ دریا سے جو مل جائے تو دریا ہو جائے	〃
ملائم سخت طینت برق کب صحبت سے ہوتی ہیں	=	زباں کے وصف پیدا ہو نہیں سکتی ہیں منہ میں	〃
بُری صحبتوں میں گھڑی بھر جو بیٹھے	=	وہ کتنا بھی ہو نیک بد کار ہوگا	پرتو
کچھ نیک نتیجہ بھی نہیں صحبت بد سے	=	پرہیز ہی بہتر ہے دل خواہان ملاقات	〃
اس کی صحبت میں رہو جس سے نصیحت پاؤ	=	جگ میں اوباش بہت لائق صحبت کم ہیں	تراب
ہم کو دنیادار کی صحبت ہے زہر	=	صحبت اہل اللہ کی تریاق ہے	〃
یا رو خدا شناسوں کی صحبت سے کیمیا	=	بیٹھو تراب صاحب عرفاں کے سامنے	〃
ہے یہ صحبت اتفاقی ہم کہاں پھر تم کہاں	=	ہے غنیمت جان لے یہ زندگانی چند روز	〃
جس کی خدمت سے عاقبت ہو بخیر	=	اس کی صحبت سے احتراز نہ کر	〃
جس کی صحبت میں نہ ہو کچھ اثر اور کچھ حاصل	=	دور رہنا ہے بھلا اس سے کہ صحبت ہی عبث	〃
باز آ بہر خدا خلق کے ملنے سے تراب	=	کام سے اس کے اگر خلق خدا ہے مانع	〃

صحبت

بے حسوں پر صحبت عیسیٰ نفس کا کام دے — ثاقب
لگا کر آنکھ سے رکھیں اگر یعقوب بھی برسوں — "
پاک طینت گر بدل دیں اصل غیر — "
فرومایہ کی صحبت سے حذر لازم ہے انساں کو — جنون
جہاں میں کس طرح سے نیک و بد کا ساتھ ہے دیکھو — "
ترقی کا سبب ہوتی ہے صحبت پاک بازوں کی — جاہ
صحبتِ اہلِ کرم فیض سے خالی ہی نہیں — "
صحبت سے بے ہنر کے نہیں نیک کو ضرر — جویا
نہ ہو دیوانہ منعم بیٹھ کر پریوں کی صحبت میں — جلیل
دنیا کا ذکر یاں کبھی آتا نہیں جلیل — "
جو چاہو فقیری میں عزت سے رہنا — "
اس کے جویا ہیں وہی جن کو خدا دے توفیق — خاطر
فیضِ کامل سے پہنچتا ہے یونہیں ناقص کو — "
ہم دشمن بھی ہو یکجا تو الفت ہو ہی جاتی ہے — داغ
آپ ہوتا ہے تمیز نیک اور بد کا سہیم — رند
اثر صحبت کا ہوتا ہے مقرر کچھ نہ کچھ آخر — سحر
رائیگاں ہو صحبتِ اہلِ نظر ایسی نہیں — سراج
کیا کام اہلِ علم کو اہلِ دول سے ہے — سفیر
بد صحبتِ اہلِ معنوی میں گر اثر کرے — شہیدی
کہتا ہوں تجھ سے جاں لے یہ بات میری بیچ — شاداں
صحبت ہے تنک ظرف کی یوں کان سے سن لے — "
بیٹھے ناجنس تو حیواں بن جائے — شاداں
صحبت سے خاکساروں کے کیونکر نہ عار ہو — شفق
صحبت کامل سے ناقص ہو نہ کامل ہے محال — شہید
شیخ جی سچ ہے کہ ہوتا ہے اثر صحبت کا — "
کجروؤں کو راست بازوں سے نہیں ہوتا ہی اُنس — شائق
اُٹھتا ہے خوب صحبت ہمجنس سے مزہ — "
زاہدِ خشک کی صحبت سے اُٹھے کیونکر لطف — "
فیض تو صاف طینت کر کے عزیز مصر ہو — صادق
فائدہ کرتا نہیں کچھ ہمنشینوں کا کمال — صابر
کشش دل سے ہے پیروں کی جوانوں کو گریز — "
ہے سبک روح کو کیا نم اثر صحبت کا — "
قرب سے تر دامنوں کے ہو نہ پاکوں کو ضرر — "

جان ڈالے موسم گل بلبل تصویر میں
سیاہی سورۂ یوسف کی یوسف ہو نہیں سکتی
کیوں حرم میں آب زمزم شور ہو
غضب کا نشہ کم ظرفوں کو ہو جاتا ہی دولت کا
گلستاں میں نہیں ہوتے جدا گل خار سے پیدا
بنا موتی صدف میں جا کے قطرہ آب نیساں کا
دامن بحر میں ہو جاتا ہی قطرہ گوہر
برباد آب بحر میں آب گہر نہ ہو
اگر انسان بننا ہے کوئی انسان پیدا کر
صحبت ہیں پسند ہے اہلِ قبور کی
نہ رکھو امیروں سے ملت زیادہ
کب ہے فردوس سے کم صحبت نیکاں ناظر
جس طرح عکس سے خورشید کے ہو بدر اللہ
یہ ہے مل بیٹھنا ایسا محبت ہو ہی جاتی ہے
آدمی بن جاتا ہے انسان انسان دیکھ کر
نشانی دل کی اتنا اک پریشانی ہے گیسو میں
بے ہنر پرکھے جسے جنس ہنر ایسی نہیں
بھاتی نہیں شریف کو صحبت رذیل کی
پینے سے نیم کے ہو مذاق کباب تلخ
صحبت سے بُرے شخص کی اے مارقو چل بیچ
جوں پانی نکل جائے پیالے ہے نکلا
صحبت نیک سے حیواں انساں بن جائے
ہوتا ہے آسمان پر زردار کا مزاج
جب ملا اکسیر سے اکسیر تانبا ہو گیا
خشکی زہد نے چھوڑی نہ تری شیشہ میں
دیر تک صحبت نہیں ہوتی کمان و تیر کی
رکھتے ہیں ربط ہم سے گدا ہم گدا سے ربط
ہے کسی کو بھی بھلا قرب جمادات سے حظ
روح ہے مانند گوہر حاصل دریا کے بیچ
پاس عیسےٰ کے حرارت سے ہے رنجور آفتاب
تیر ہو حلقۂ آغوش کماں سے باہر
چشم نظروں کو بھگوتی نہیں گریاں ہو کر
عین گریہ میں رہے تار نظر سوکھے ہوئے

صحبت ناجنس سے دل طبع ہیجان کا کھوٹا — صابر
صحبت ہیں ملنے سے مل کے مول اس کا کم ہوا — "
سیر ہیں ملنے سے جس کی ہزار طرح کے نشے — "
نکتہ ہوں بات ہیں جس کی ہزار طرح کے نشے — "
بشر کو چاہیے پایہ سے اس بشر کے نشے — "
صفات نیک کی نا اہل سے ڈھال کے نشے — "
کوئی گلاب نہ چھولوں سے کیوں کر کے ملاقات خراب — عاشق
ہو بیچ آپس میں جو اور ہوا و فات خراب — "
جس کی عادت ہو خراب اہلِ صفا میں بھی خراب — "
صحبت دل ہیں صحبت اہلِ صفا میں آب ہیں — عاشق
زہد سے آلودہ ہو جاتا ہے آبِ تاک ہوا — "
خشک مغزوں سے حلاوت اہلِ صحبت کو ہو خاک — "
ہانس کے پودوں میں لطف بیشکر ہوتا نہیں — "
رہے گو لاکھ صحبت فرق ہے ادنیٰ و اعلیٰ میں — "
رہے دل میں ہے دل گل میں گل میں خار کی صورت — "
زخاروں میں ہے بھاتا ہے دوتیسر کا — غنیمت
اس لیے قرب ہوتا ہے عالم میں جوان و پیر کا — "
ربط کب ہوتا ہے دل سے دل اچٹ کے چاہیں سے — عاقل
صحبت اہلِ وطن میں جا کے چاہیں نہیں — "
چھاؤنی اب وادیٔ غربت میں ہو صحبت کا اثر ہوتا — "
اصل اچھی ہو تو صحبت کا اثر ہوتا ہے پورا — "
نیک کب چرتا ہے صحبت زندان

صحبت

صحبت رنداں سے واجب ہے حذر	=	جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیئے	غالب
آساں نہیں ہو وقعتِ دربار اے خدا	=	دشوار تر ہے کام حضور ملوک کا	فدا
گلشن میں لطف بلبل و گل ہے بہار تک	=	سچ تو یہ ہے کہ صحبتِ یاراں ہو چند روز	قدر
ہر اک صحبت ہو ان سے بیدرد بے ادبوں سے نیکو کو کیا ہے مطلب	=	کہ تلخیٔ زہر نیش سے کیا مزہ بدلتا ہے انگبیں کا	"
سابقہ جبتک اے قلق نہ پڑے	=	حال انسان کا ہو کیا معلوم	قلق
فیض لو عاقلوں کی صحبت سے	=	بھاگو تم جاہلوں کی صحبت سے	کمال
کہنا نہ ماننے میں کوئی مزہ نہیں ہے	=	بد صحبتوں سے بھاگو ان میں بھلا نہیں ہے	"
صحبت اٹھاؤ اچھی تم بیٹھو عاقلوں میں	=	پیدا کمال کر کے شامل ہو کاملوں میں	"
جہاں میں صحبت بد سے خدا رکھے محفوظ	=	مدام چشم حسد سے خدا رکھے محفوظ	لائق
دانا بچائے صحبت منعم میں آبرو	=	دریا میں اپنے اصل پہ آب گہر رہے	نبیر
صحبت کا اثر ہرگز حیواں کو نہیں ہوتا	=	انسان کے رنگ آخر انسان پہ پڑتے ہیں	مصحفی
ذلیل سے نہیں بنتی شریف کی صحبت	=	نصیب دردکشوں کو زوال ہوتا ہے	منتہی
سرعتِ برق سے صحبت کی ہے تاثیر ریع	=	اس اثر سے نہیں ممکن ہے بچانا دل کا	محب
صحبتِ نیک ابد کی ہے تاثیر	=	خلقت کب برا بھلا ہے دل	"
تفریح عجب قلب کو ہوتی ہے محب	=	چار آدمی مل بیٹھتے ہیں جب اک جا	"
صحبت بد کے اثر سے نہیں بچتا کوئی	=	زداوباش کے سایہ سے بھی نفرت اچھی	"
باز رکھتی ہے خدا کے قرب سے	=	صحبت جاہل نکمی چیز ہے	منّت
ہو کے ہی رہتا ہے صحبت کا اثر	=	جاہلوں سے میل جول اچھا نہیں	"
ہیں جو آہن دل اثر صحبت انہیں کرتی نہیں	=	آگئی کس دن گدازی شمع کی گلگیر میں	ماہر
کرے کیا صحبتِ نیک ان پہ تاثیر	=	ازل سے جن کی طینت میں بدی ہے	مخمور
باغ میں کیسے کھلے جاتے ہیں پھول	=	سب کو آئی مجمع احباب خوش	محو
اثر یو جہل پر کس دن ہوا دین محمد کا	=	کہیں ناقص بھی کامل ہوتے ہیں صحبت سے کامل کی	میکش
کہتا ہے ہر زمانہ اکسیر	=	در اصل ہر قرب را نسان کی تاثیر	مہر
یہ دیکھ کمال کر دیا بد کو نیک	=	طاقت ہے اسی میں کہ بدل دے تاثیر	"
پھولوں کا جو سوت کا ہوا قرب اے یار	=	ہے آج بزرگوں کے گلے کا وہ ہار	"
نیکوں میں بیٹھ مہر نیکوں میں بیٹھ	=	آنکھوں میں بٹھائیں تا کہ تجھکو ابرار	"
دامان لوث بدی سے بیباک ہوا	=	انسان لوث بدی سے بیباک ہوا	"
بہتی ہوئی گنگا ہے تو اے صحبت نیک	=	جو تجھ سے ملا آن کے وہ پاک ہوا	مہر
جس طرح ہے دلفزا فضائے گلزار	=	آتا ہے وہاں دل میں سکون اور قرار	"
تیرا وہی فیض ہے اے صحبت نیک	=	جو تجھ سے ملا آن کے وہ پاک ہوا	"
کھٹی بھی تھی جس درخت میں نارنگی	=	پیوند لگانے سے ہوئی وہ میٹھی	"
اے صحبت نیک آفریں ہے تجھکو	=	عادت نہیں تبدیل طبیعت کر دی	"
بازار میں ہے اگر دوکان عطار	=	خوشبو سے ہے عطر بیز سارا بازار	"

صحبت

نہ ہوگی گرم صحبت سرکشوں کی خاکساروں سے	سلامت رہ نہیں سکتی ہو دم بھر آگ پانی میں	مہر
راستبازوں نہ کج طبیعوں سے ہو کیوں کر گریز	رابطہ دم بھر نہیں رہتا کماں سے تیر کو	ناسخ
باوقاروں کی صحبت میں سبک ہیں بے وقر	ہو سکے کوہ گراں کا نہ کبھی ظل بھاری	〃
نہ ترک صحبتِ احباب کیجیو ناسخ	گرا جو برگ شجر پائمال رہتا ہے	〃
قربت منعم سے ہو خاک مفلس کو حصول	آب دریا سے ہوا ہے ترلب ساحل کہاں	ناسخ
ہو صاف دل کو صحبت کثیف ناپسند	دم بھر ہوا ٹھہرتی نہیں ہے حباب میں	〃
صحبت اسفل سے اعلیٰ کو مناسب ہے گریز	کانپتا ہے پرتو خورشید روشن آب میں	〃
قبول صحبت اہلِ صفا ہے صافی قلب	صدف کو صاف دلی ہے صفا گہر کیلیے	نشاط
اثر لطف پہ جو غالب تھا صحبت کا اثر	زاغ شبرنگ عبث مرغ سلیمان نہ ہوا	〃
معراعلم سے جو ہیں نہ ان میں بیٹھ اے غافل	کہ گمراہی کے رستے صحبت جاہل سے ملتی ہیں	نفیس
واسطے صحبت احباب ہے اپنی تو حیات	کس طرح خضر بسر کرتے ہیں تنہائی میں	واسطی
جو بیٹھے صحبت جاہل میں کیا ہو نفع جاہل کو	جگائے خواب غفلت سے کبھی غافل نہ غافل ہو	〃
وزیر نیکوں کی صحبت سے بد بھی ہوتے ہیں نیک	کسی کو کاٹے نہ زنہار یاسمیں کا سانپ	وزیر
اے عزیزان سیر گلشن ہے گل داغ الم	صحبت احباب ہے معنی باغ زندگی	ولی
صافی دلاں کے پاس بیٹھا ہے کسب غرت کا سبب	دریا سے ہو کر نہ نشین پہنچا ہے موتی آب کو	〃
غنیمت ہے بہم جتنک ہے صحبت	بھروسہ اے صنم کیا زندگی کا	وقار
چھوڑ دوں دھر کی محبت کو	نیک سمجھوں نہ بد کی صحبت کو	〃
غنیمت ہے غافل یہ دنیا میلا	ملے گا نہ پھر کوئی ساتھی بچھڑ کر	وجاہت
نہ دیکھے کوئی یارب دوست کو دشمن صحبت میں	یہ ایسی سیر ہے جس کا تماشا ہو نہیں سکتا	وحشت
کیمیا سے ہے زیادہ صحبت روشندلاں	خاک بھی رتبہ نہیں جس کے حضور اکسیر کا	ہمدم
رکھیں اہلِ صفا تیرہ دروں سے نہ آمیزش	جو پانی کو ملاؤ تو کہاں ملتا ہے روغن ہے	〃
رہتے ہیں تیرہ دروں سے دور روشندلاں	جہانیاں سے رہے کیوں نہ فرق سے خورشید	〃
ملے کب فائدہ تریاق کا زہر ہلاہل سے	بدوں کے ہو کبھی نیکی نہ حاصل ہم بھی سنتے ہیں	〃
زہد زاہد نہ کم صحبت تر دامن سے	قربت بحر سے تر دامن ساحل نہ ہوا	ہوش
نیک صحبت سے بشر کو فائدے ہوں بیشمار	نیک صحبت سے ہو حاصل عزت و فخر و وقار	ہنر
نیک صحبت سے وتیرہ ہو درست انسان کا	نیک صحبت سے طریقہ ہو درست ایمان کا	〃
صحبت عالم سے انسان کو ملے علم و ہنر	صحبت صانع سے صنعت سیکھے دنیا میں بشر	〃
ہندسہ داں کی جو صحبت سے ابشر ہو بہرور	ہندسے کے علم سے واقف ہو بیخوف و خطر	〃
صحبت شاعر سے فہم شعر ہو انسان کو	صحبت سیاح سے ظاہر جہاں کا حال ہو	〃
راہِ ایماں پر چلے جنت میں ہو انساں کا گھر	صحبت درویش سے امید دل پائے بشر	〃
نیک صحبت سے بشر کے دل کو راحت ہو ضرور	بدظنی مٹ جائے دل کی نیک عادت ہو ضرور	〃
صحبت مہتاب سے انجم ہیں روشن چرخ پر	نیک صحبت کا جہاں میں نیک ہو بیشک اثر	〃
چور کی صحبت سے چوری میں اگر پھنس جائیگا	قید ہو کر قید خانہ میں بشر پچتائے گا	〃

صحبت

صحبت عیاش میں پڑیگا انسان اگر ... ہنر
صحبت بد ہو جائے گا برباد ہوگا مال و زر ... =
نشہ بازوں کی اگر صحبت کسے گا ہوگا بیقرار ... =
صبر و ہوش و تاب و طاقت کھوئے گا انسان سے پسند ... =
صحبت بدکار آئے گی انسان کو ضرور اس کو گردن ... =
صحبت بد کا ہو جس انسان کے دل میں تمام ... =
صحبت بد کا ہو جس انسان کے دل میں تمام ... =
صحبت بد سے گروہ جائے گی ذرا انسان کی ... =
صحبت بد سے گروہ جائے گی ذرا ایمان کی ... =
بھول کر بھی پھر نہیں چلیے کبھی اس شوخ کو ... =
صحبت بد سے نہ ہو جائے گا ہوگی پھر مٹی خراب ... =
صحبت بد میں پڑے گا ہوگی کافر و فجار ... =
صحبت بد سے گھٹا لاکھوں کا فخر و وقار ... =
صحبت بد سے ہزاروں ہوگئے دنیا میں خوار ... =
صحبت بد سے نہ ہو جائے گا ہوگی پھر مٹی خراب ... =
اس سے لازم ہے کہ صحبت بد چھوڑ دے ... =
خوف ایزد دل میں رکھے نیکوں کی صحبت کرے ... =
اے ہنر خوش ہو کے صحبت میں بیٹھے لاکر ذرا اچھا دکھا ... =
نیک صحبت بدوں کو نیک سے دیتی ہے بنا ... =
صحبت نیکاں ہدوں کو نیک سے ہمدم اثر آہن اب میں ... =

تیرا ہے جو ہے سب ہے میرا کچھ نہ اپنا

بد کو اپنے رنگ پہ لاتے ہیں پاکباز	ہوتے ہیں پڑ کے آگ میں میلے ظروف سُرخ	یکتا
صحبت جاہل سے ہے دانا کو یوں لازم گریز	جس طرح نفرت ہوا سے یخ تاکماں کو تیر سے	〃

صفائے باطن

پاک طینت نہیں لیتے ہیں کسی کا احسان	سبزہ باداں سے کبھی دانۂ گوہر نہ ہوا	اسیر
کب رہیں اہل صفا ہو کر کسی کے زیر دست	لاکھ کھینچے خط پر رہتا ہے روغن آب پر	〃
صاف باطن صحبت مردم سے رکھتے ہیں گریز	دیکھ لو ہے شہر سے باہر دوکان میفروش	〃
دل روشن ہو بری وسوسہ شیطاں سے	دزد مایوس ہے جس گھر میں ہو مہتاب چراغ	〃
صاف باطن کو لباس ظاہری درکار کیا	کس لیئے فانوس کا پہنے ہے پیراہن چراغ	〃
بے زنگ آئنہ ہر ایک سے دل صاف رکھتے ہیں	بسر ہوتی ہے اپنی صحبت گبر و مسلماں میں	〃
اہل صفا کو وضع سبک سخت عیب ہے	کس کام کا وہ آئنہ جس میں کہ دل نہیں	〃
کلفت بدن کی کر نہ سکے دل کو بے صفا	پیراہن سیاہ سے عیب حرم نہیں	〃
جو روشندل ہیں ان کا اک جہاں ہے تابع فرماں	رواں ہے مہر اخور شید روشن ہفت کشور میں	〃
تیرہ باطن صاف باطن کو نہ پہونچیں گے کبھی	کیا شب مہتاب سے نسبت شب دیجور کو	〃
ہیں جبین سے اہل صفا آشنا نہیں	دیکھا ہے کس نے آب گہر میں نشان موج	〃
رتبۂ اہل صفا کیا سمجھینگے یہ تیرہ بخت	دیکھتا ہے کوئی کب تاریک شب میں آئنہ	〃
جو صفائے قلب رکھتا ہے وہ ہے ہر دلعزیز	ہے برابر ہو عرب میں یا عجم میں آئنہ	〃
عیب ظاہر سے ضرر کچھ اہل باطن کو نہیں	کیا ہوا صحراب مسجد ہو اگر تیرا کج	〃
زینت ظاہر نہیں ہے نور باطن پر دلیل	دل سیہ ہے کیا اگر ہو چہرۂ ہندو سفید	〃
روشندلوں کو روک نہیں ہے کہیں اسیر	کرتے ہیں ہر مکان میں شمس و قمر گذر	〃
بے رنج ہیں جو صحبت اہل صفا میں ہیں	پڑتی نہیں گرہ کبھی چینی کے بال میں	〃
ہے ایک شکل بد و نیک دوست دشمن سے	وہ آئنہ ہے یہ دل جس میں رنگ زیب نہیں	〃
دشوار ہے کچھ دل کی صفائی نہیں آسان	چینی کا خمیر اُٹھتا ہے چالیس برس میں	〃
باطن کو کیا خرابی ظاہر کرے خراب	بڑھ جائے نور کعبہ جو پوشش سیاہ ہو	〃
نیک و بد دونوں ہیں ارباب صفا کو یکساں	دوست دشمن پہ کشادہ ہے در آئینہ	〃
اہل صفا کو کب سے ہے سرکشی اسیر	ظاہر ہے یہ کہ آب گہر بے حباب ہے	〃
مخالف رنج دے سکتے نہیں ہیں صاف طینت کو	کھٹک کب چشم آئنہ میں ہو مژگان جوہرے	〃
بر نگ آئنہ یکساں نظر میں ہیں بد و نیک	کسی کو کام نہیں کچھ صفا گزینی سے	〃
آئنہ کو دیکھکر ثابت ہوئی ہم پر یہہ بات	دوست دشمن دونوں یکساں ہیں اگر دل صاف ہے	〃
دل جن کے صاف ہیں وہ تواضع پسند ہیں	پانی زمیں پہ جانب پستی روانہ ہے	〃
سخت دل کو کب ہے حاصل رتبۂ اہل صفا	آب گوہر میں ہے آتش سنگ اور آہن میں ہے	〃
ہوتے ہیں کہیں اہل صفا باعث ایذا	زخمی نہ ہوا موج کی تلوار سے کوئی	〃

کلفت سے امیر صاف کر دل	یہہ آئنہ ہے جلا کے قابل	امیر
فی المثل آئینہ ساں شفاف جس کا دل نہ ہو	دیکھنے والوں کو تسکیں اس سے کچھ حاصل نہیں	انشا
سب پہ روشن ہے یقیناً کہ بہر صورت ہے	منجلی آئنہ سے اہلِ صفا کا سایہ	〃
لغزش نہیں کرتا قدم ارباب صفا کا	انداز و پسندیدہ ہے مردان خدا کا	احمدی
اک قلندر کی پسند آئی مجھے کتنی یہ بات	چار ابرو کی صفا سے دل صفا ہوتا نہیں	آتش
صفائے قلب سے زیر نگیں ہیں بحر و بر دونوں	ملا رتبہ سکندر کا مجھے آئنہ سازی سے	〃
سیاہی دور کر دل کی تو پیدا نور عرفاں ہو	سہرا فنی کو کچلا جس نے مال اُس کا خزانہ ہے	〃
زیادہ چشم سے لازم ہے روشنی دل میں	خیال یار ہے اس گھر میں مہماں ہوتا	〃
اہل صفا کی قدر نہیں کرتے تیرہ روز	روشن ہے حال آئنہ سے زنگبار کا	〃
دیں نہ ارباب صفا ہرگز کسی کے دل کو رنج	گوشۂ دامن سے امکا بھاڑ کب بلور کا	〃
صاف ہو ہر چند بد باطن عزیز دل نہو	کج نما آئنہ ہرگز دیل کے قابل نہیں	〃
روشندلوں کو بار حوادث سے کیا گزند	صرصر سے گل ہوا نہ چراغ آفتاب کا	امانت
ہیں خرابی سے بری اہلِ صفا نہ یر فلک	شدت باراں سے کب آئینہ کا گھر گر پڑا	〃
صاف ظاہر ہو گیا سرمایۂ زیب و صفا	کیا تعجب ہے جو باطن با صفا ملتا نہیں	〃
صورت آئینہ اے افگر رہو ہر اک سے صاف	دامن دل پہ نہ کچھ گرد ملال غم رہے	افگر
صفائے دل ہو تو راز نہاں عیاں دیکھیں	اک آئنہ میں طلسمات دو جہاں دیکھیں	انور
کدورت سے جس کا کہ سینہ صفا ہے	وہی با صفا ہے وہی بے ریا ہے	افسوں
منہ کہتا ہے بھلا اور بُرا آئینہ	ہے جہاں صاف دلی بات صفا آتی ہے	آزاد
حرص دنیا کو کیا جگہ ہو کہ دل	نقد توحید کا خزانہ ہوا	احسن
آدمی جب آئینہ ہے آدمی کے واسطے	ناخوش و خوش ہو جو کوئی مدح و ذم کیا کیجئے	بیخود
مس دل کو کیا ہے صاف جس نے	زر خورشید میں طل جانتا ہے	بحر
ہے سزاوار زیارت جو صفا پیدا کرے	خلقت آئینہ کچھ کعبہ کے پتھر سے نہیں	〃
حاصل صفائے قلب ہوئی کسر نفس سے	ہیں خاک ہو کے عرش خدا کی ضیا ہوا	〃
صفائے قلب سے حاصل ہو ہم کو سلطنت جم کی	کہ گھر بیٹھے ہے آئینہ حقیقت سارے عالم کی	بشیر
پیش روشن طبع سائل کیوں نہ مالا مال ہو	مہتاباں رفع کرتا ہے قسمر کی احتیاج	برق
صاف باطن ظاہر بد پر نظر کرتے نہیں	سنگ بھی ہے دیدۂ اہل نظر میں آئنہ	بیان
مرگ سے غافل نہیں جو شخص ہے روشن ضمیر	صبح کے ڈر سے یہاں شبکو نہیں ہوتی ہے شمع	پرتو
انسان کو صاف سینہ بے کینہ چاہیئے	منہ دیکھنے کے واسطے آئینہ چاہیئے	تسلیم
تہمت آلودگی سے پاک طینت پاک ہیں	چادر آب رواں کو شست و شو سے کیا غرض	〃
عرض سے اے شیخ کعبہ ہر دل صاف رکھ	چاہے جبہ رنگ چاہے جامۂ احرام رنگ	〃
حسن باطن کو نہیں پروائے زیب ظاہری	نکہت گل کو نہ اکیدن فکر عریانی ہوئی	〃
صورت تصویر ہر لوث ہوس سے پاک ہیں	جو جسد جس میں رہے ہم وہ جگر کہتے نہیں	〃
عارفوں کے قلب کی کیا بات ہے عرش مجید	اولیا را کہ سخن ہے ترجمہ مشکوٰۃ کا	تراب

صفائے باطن

گر آرسی ہو صاف تو چہرہ نظر آئے	=
من چیکے ہے اس دل میں نہ ہو جس میں کدورت	=
صوفیوں کو تصفیہ دل کا مقدم ہے شراب	=
قلب ہے جس کا ملوث وہ بدن دھوتا ہے کیا	=
بدن کو اپنے سبھی پاک و صاف رکھتے ہیں	=
کسی کا آئنہ دل کا تصفیہ نہیں کچھ	=
کسے دل میں سوا اس کے نہیں ہے	=
یہاں نازل وہی ہوتا ہے جو	=
کسی کا تصفیہ باطن طریق صوفیہ ہے	=
خراب آئینہ دل پھوٹی اپنے بھاگ جاتا ہے	=
نہ ہو کیونکر صفا دل کی کہ	=
صفا ہیں آرسی صوفی کے دل سے	=
کہاں پہلوج حفظ اور کہاں وہ لوح سادہ ہے	=
کہاں اس کی قدر ہو گی	=
ہے وہی صاحب دل و روشن ضمیر	=
جس کا دل صاف ہے	=
نور حق ہے جس کے دل میں جلوہ گر	=
حقیقتاً کسی کا	=

صفائے باطن	حقیقت کو ہر اک صورت میں ظاہر	تراب
خلاق جو روشن دل ہیں	کہتے ہیں عالم میں صاحبدل خدا والوں کو سب	〃
دشمن کی بھی طرف ہیں	تراب کیوں نہ ہو نور خدا سے روشن دل	توفیق
اس صفائے کی قلب	جو روشن دل ہیں اپنے فیض کو مخفی نہیں کرتے	〃
نور کی پیچھے کر	صاف دل نیک و بد خلق نہاں رکھتے ہیں	ثاقب
اسے نور دکھائی	قلب تاریک تجلی گہ محبوب غلط	〃
ہاں جلوہ فگن دل	نور عرفاں سے دل کو روشن کر	جوش
روشن دلوں کو	فیض سے روشن دلوں کے ہی سینہ دل بہرہ یاب	〃
دامن آلودہ	صاف طینت ہیں مگر زنگ کدورت سے بری	جرار
روشنی دل کو	صاف باطن کی ضرورت کوئی رک سکتی نہیں	جنون
حشر میں ہوجائے	تیرہ دل فانی ہیں باقی ہیں مگر اہل صفا	جاہ
اس گناہ کر	ازل سے جو ہیں روشن دل ہی من زنگ کلفت سے	〃
مثل آئینہ دل	تو جو ہے صاف مثل آئینہ	جویا
جب آئینہ دل	غریز خلق ہوتا ہے تو کلفت دور کر دل کی	جلیل
صاف آئینہ	نہیں دشمن سے بھی میرے دل شفاف بغض و کینہ	جیرت
صورت آئینہ	رہتے ہیں سدا صاف جو ہیں صاف طبیعت	حقنما
اپنے دل میں	جو صاف دل ہیں گرد علائق سے پاک ہیں	حالی
کر گیا اپنے	تاریکی خودی نہ رہے تب ہو دل صاف	خلیل
صاف طینت	بت پندار کو توڑو تو ہو دل صاف جلیل	خاموش
نشست اردکا	مثل آئینہ ہے دل صاف تو وہ انسان ہے	خوشدل
صاف	ڈھونڈھتا ہے جس کو وہ ہی جلوہ فرما آپ میں	درد
	کبھی دشمن سے بھی نہ کھٹکے ہم	〃
	اہل صفا جہاں میں کمدر رہو کبھی	داغ
	قلب اپنا صاف کر لے سونا رد پارس بھی	ذوق
	جو چاہے کہ ہو جائے باطن صفا	سخن
	نہیں مشتاق آئینہ کے وہ جو صاف طینت ہیں	〃
	اکسیر پہ ہوس اتنا نہ ناز کر	〃
	دل اگر صاف نہ ہو پاک نہ ہوگا انساں	سیماب
	خورشید دارد دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ	
	صاف نہ ہو قلب ہو تو خود بینی و نخوت نہ ہے	
	کام آب کالے خاک سے بھی روشنی طبع	
	رنگ آئینہ ہم اور سینہ صاف ہوئے	
	ورنہ گرد و کدورت سے ہی پاک	

	سمجھتے ہیں دل آگاہ والے	تراب
	جان بھی اس دل کو کہیئے جسمیں اس کا نور کا	〃
	کہ ہر مکان کو صاحب مکاں سے رونق ہے	〃
	ہے سب پر روشنی یکساں چراغ ماہ کامل کی	توفیق
	آئینہ عیب و ہنر سب کا دکھا دیتا ہے	〃
	عشق میں شوق ہے خود آرائی کا	ثاقب
	گھر میں اللہ کے چراغ جلا	〃
	تیرگی شب کی مٹانے کو جلاتے ہیں چراغ	〃
	دوست دشمن سے رہا کرتا ہے ایکدل آئینہ	〃
	قطرہ پانی کا صدف میں آتے ہی گوہر بنا	〃
	آئینہ عالم میں روشن ہے سکندر خاک ہیں	〃
	نہیں محتاج صیقل آئینہ مہر درخشاں سے	جوش
	دل میں میرے لیے بھی غبار نہیں	〃
	کہاں منھ کے لائق ہے جو آئینہ مکدر ہے	جرار
	بدلنے کا نہیں اس آئینہ کو میں سکندر سے	جنون
	آئینہ کے دل میں کبھی کینہ نہیں آتا	جاہ
	کب بہر شوب چادر آب گہر گئی	〃
	جب زنگ اڑ گئی تو صفا آئینہ میں ہے	جویا
	تم خدا خانہ بناؤ اسی بت خانہ میں	جلیل
	ہے زمانہ میں بشر کے لیے جوہر اخلاص	جیرت
	دیکھ لے گر دل کو آئینہ بنا گر آدمی	حقنما
	صاف تھے آپ سبکو پایا صاف	حالی
	تاثیر رد ہے تجربہ کب ہو غبار کی	خلیل
	پھینکدے پارس بھی اور اکسیر اپنے ہاتھ کی	خاموش
	تو کر دور آئینہ دل سے زنگ	خوشدل
	صفا تو عارضی ہے اور کدورت اسکی ذاتی ہے	درد
	بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا	〃
	یوں تو ابلیس کو بھی شرط وضو آتی ہے	داغ
	رد شنصیر ملتے ہر اک نیک و بد ہے ہے	ذوق
	ظاہر اس شیشہ سے سب عیب و ہنر ہوتا ہے	سخن
	آئینہ نے منہ گرد سے عمر دھلایا	〃
	جو اپنے دل پہ کسی شکل سے غبار آیا	〃
	روشنی ہے صاف باطن کے لیے	سیماب

صاف ہوجاتا ہے آئینہ کدورت سے مگر
صاف باطن ہیں جو کہہ دیتے ہیں کرتے ہیں وہی
سایا ہے جو خاطر میں خیال ایزد برحق
دشمنوں سے صاف باطن اور پاتے ہیں فروغ
ہے عمارت کا بنانا دہر فانی میں عبث
نہیں کینہ ہے دشمن سے بھی اس کو
اُٹھا پردۂ زمیں سے تا برش
کر صفا حاصل کہ دل میں جلوہ گر ہو جائے یار
زنگ دوئی کو دل کی صفا نے مٹا دیا۔
دل کی صفا ضرور ہوئی خودنمائی کو
تیرگی ظاہری کھوئی نہ باطن کا فروغ
روشن دلوں کو ہو نہ سیہ باطنوں سے رنج
لوح دل سے کبر و کینہ دھوے جب
دل کا آئینہ اگر زنگ گناہ سے پاک ہو
شتاق دلِ اہلِ صفا کا نہیں کوئی
نمود اپنی اگر چاہے صفائے قلب پیدا کر
آبرو پائی تمی کیا میں نے صفائے قلب سے
دل فقیری سے صفا کر اس سے کیا حاصل اگر
منہ پہ جو کچھ ہے وہی دل میں ہے
خوف کیا روشن دلوں کو خانۂ تاریک سے
جن کی طینت پاک ہے دھبا نہیں لگتا انہیں
کدورت سے صفا سے فرق ہوجاتا ہے رتبہ میں
جو روشن دل ہیں وہ کب رکھتے ہیں پروائے مال
اللہ رے صاف دل کی ہمائے صفائیاں
عاشق ہیں کدورت دنیا سے کیا غرض
صاف دل جو نہیں شکل ہے ہی پانا تیرا
حرص دنیائے دنی سے پاک رکھنا چاہیے
طینت کی بھی صفا کو ہے صحبت میں کیا اثر
غیر تو کوئی نہیں پھر کیا ہے یہ ما و منی
دل کا آئینہ کدورت سے اگر ہوتا بری
صاف باطن کے نہیں کھلتے ہنر
روشندلوں کو بخت سیہ سے ضرر نہیں
اے عیش ہے صفائی دل کا یہی طریق

جب کہیں دل میں غبار آیا صفا ہوتا نہیں — شفق
ہم تو ہو جاتے نہیں سہو انبھی دریا کے نزدیک — شایق
گزر پھر کیونکہ ہو دل میں مرے وسواس شیطان کا — "
دشمنی کچھ شمع سے چلتی نہیں گلگیر کی — "
چاہیے انسان کو ہر حال میں تیمر دل — "
یہ رکھتا ہے مرا صدق و صفا دل — "
دیدۂ دل جب کہ میں نے وا کیا — "
آب میں موجود ہے گو اس سے دور ہے آفتاب — صابر
وہ آئینہ ہوں عکس بھی جس کو گراں ہے آب — "
بے آئینہ نظر نہیں آتا ہے یار رخ — "
نقش کاغذ پر سفید اٹھتا ہے اپنے نام کا — "
سایہ جلے نہ آتش نخل چنار سے — "
وصل ہے تخم محبت بوے جب — "
سارے آئینہ سے ہو ظاہر یہ بہتر آئینہ — طاہر
اس آئینہ کا دیکھنے والا نہیں کوئی — "
جہاں میں آئینہ سے نام روشن ہے سکندر کا — "
سینۂ بے کینہ تھا یا آئینہ کا خانہ تھا — "
تو نے داڑھی کو بڑھایا یا صفا چٹ کر دیا — ظفر
مثل آئینہ با صفا ہیں ہم — "
قبر میں جا کر چراغ عقل کب گم ہو گیا — عاشق
خاک میں سوتے ہیں پر میلا کفن ہوتا نہیں — "
انہیں بالوں سے بنتے ہیں یہ کملی وہ دوشالے کی — "
دیکھو اپنے گھر میں کچھ رکھتا نہیں زر آئینہ — "
جس جا نگاہ کی وہیں جلوہ ہے نور کا — "
رکھتی ہے کام ہم سے صفا اور صفا ہم — "
یعنی گمراہ نہ پائے گا ٹھکانا تیرا — "
یوں تو دل کو سب کہا کرتے ہیں دل اللہ — "
جو اپنا آشنا ہے وہ روشن ضمیر ہے — "
ترک کر عاشق اسے دل کی صفا کیواسطے — "
اپنے دشمن کو بھی ہم اپنا برادر جانتے
آئینہ میں جس طرح جوہر رہے
گل ہو چراغ من کا نہ مار سیاہ سے — عرش
مرغوب دل ہو جو کوئی شے تو اسی کو چھوڑ — عیش

صفائے باطن

صفحہ — شعر — شاعر

صفحہ ۱۰۰ — صفائے باطن ہو نہیں عارف صفا طینت — عالم
صفحہ ۱۰۱ — صفائے آئینہ ہو باعث حیرانی — "
صفحہ ۱۰۲ — نہیں چینی عداوت ہو کہ الفت — "
صفحہ ۱۰۳ — عیب آئینہ دل میں صفا ہے — فائز
صفحہ ۱۰۴ — اہل صفا ہمیشہ ہیں تکلیف سے بری — "
صفحہ ۱۰۵ — اہل صفا کو نہیں کھٹکا ہے خار کا — "
صفحہ ۱۰۶ — صاف رکھنا دل کو آئینہ کی مثل — فیض
صفحہ ۱۰۷ — صاف باطن مسلمانی نہیں — "
صفحہ ۱۰۸ — کیا پیدا آئینہ دل و صفا ہے — "
صفحہ ۱۰۹ — جب تلک رخ یار نہ پیدا ہو — "
صفحہ ۱۱۰ — جلوہ عکس رخ یار کے ہے صفحہ — فروغی
صفحہ ۱۱۱ — صاف دل جو نہیں کسی پہ روشن ہے — "
صفحہ ۱۱۲ — تیرے آئینہ کو دیکھا نہ کبھی دامن سے — فگار
صفحہ ۱۱۳ — سینہ مرا روشن ہے تو موسی عمراں سا — "
صفحہ ۱۱۴ — یادگار صفا سے اہل کدورت دیں بچوں — "
صفحہ ۱۱۵ — اہل صفا سے اہل کدورت دیں بچوں — "
صفحہ ۱۱۶ — صفا ہے ذرہ میں صورت میں جوہر ہے — "
صفحہ ۱۱۷ — صفا میں نور جا ہے صورت میں کہیں چہرہ بلال سا — "
صفحہ ۱۱۸ — یوں تو صورت میں ہر کہیں آتی ہے — "
صفحہ ۱۱۹ — تو معنی میں ہو صورت نہیں کسی سے کم — "
صفحہ ۱۲۰ — صفحہ ۱۲۱ — صفحہ ۱۲۲ — صفحہ ۱۲۳ — صفحہ ۱۲۴ — صفحہ ۱۲۵ — صفحہ ۱۲۶ — صفحہ ۱۲۷ — صفحہ ۱۲۸ — صفحہ ۱۲۹ — صفحہ ۱۳۰ — صفحہ ۱۳۱ — صفحہ ۱۳۲ — صفحہ ۱۳۳ — صفحہ ۱۳۴ — صفحہ ۱۳۵ — صفحہ ۱۳۶ — صفحہ ۱۳۷ — صفحہ ۱۳۸ — صفحہ ۱۳۹ — صفحہ ۱۴۰ — صفحہ ۱۴۱ — صفحہ ۱۴۲ — صفحہ ۱۴۳ — صفحہ ۱۴۴ — صفحہ ۱۴۵ — صفحہ ۱۴۶ — صفحہ ۱۴۷ — صفحہ ۱۴۸ — صفحہ ۱۴۹ — صفحہ ۱۵۰ — صفحہ ۱۵۱ — صفحہ ۱۵۲ — صفحہ ۱۵۳ — صفحہ ۱۵۴ — صفحہ ۱۵۵ — صفحہ ۱۵۶ — صفحہ ۱۵۷ — صفحہ ۱۵۸ — صفحہ ۱۵۹ — صفحہ ۱۶۰ — صفحہ ۱۶۱ — صفحہ ۱۶۲ — صفحہ ۱۶۳ — صفحہ ۱۶۴ — صفحہ ۱۶۵ — صفحہ ۱۶۶ — صفحہ ۱۶۷ — صفحہ ۱۶۸ — صفحہ ۱۶۹ — صفحہ ۱۷۰ — صفحہ ۱۷۱ — صفحہ ۱۷۲ — صفحہ ۱۷۳ — صفحہ ۱۷۴ — صفحہ ۱۷۵ — صفحہ ۱۷۶ — صفحہ ۱۷۷ — صفحہ ۱۷۸ — صفحہ ۱۷۹ — صفحہ ۱۸۰ — صفحہ ۱۸۱ — صفحہ ۱۸۲ — صفحہ ۱۸۳ — صفحہ ۱۸۴ — صفحہ ۱۸۵ — صفحہ ۱۸۶ — صفحہ ۱۸۷ — صفحہ ۱۸۸ — صفحہ ۱۸۹ — صفحہ ۱۹۰ — صفحہ ۱۹۱ — صفحہ ۱۹۲ — صفحہ ۱۹۳ — صفحہ ۱۹۴ — صفحہ ۱۹۵ — صفحہ ۱۹۶ — صفحہ ۱۹۷ — صفحہ ۱۹۸ — صفحہ ۱۹۹ — صفحہ ۲۰۰ — صفحہ ۲۰۱ — صفحہ ۲۰۲ — صفحہ ۲۰۳ — صفحہ ۲۰۴ — صفحہ ۲۰۵ — صفحہ ۲۰۶ — صفحہ ۲۰۷ — صفحہ ۲۰۸ — صفحہ ۲۰۹ — صفحہ ۲۱۰ — صفحہ ۲۱۱ — صفحہ ۲۱۲ — صفحہ ۲۱۳ — صفحہ ۲۱۴ — صفحہ ۲۱۵ — صفحہ ۲۱۶ — صفحہ ۲۱۷ — صفحہ ۲۱۸ — صفحہ ۲۱۹ — صفحہ ۲۲۰ — صفحہ ۲۲۱ — صفحہ ۲۲۲ — صفحہ ۲۲۳ — صفحہ ۲۲۴ — صفحہ ۲۲۵ — صفحہ ۲۲۶ — صفحہ ۲۲۷ — صفحہ ۲۲۸ — صفحہ ۲۲۹ — صفحہ ۲۳۰ — صفحہ ۲۳۱ — صفحہ ۲۳۲ — صفحہ ۲۳۳ — صفحہ ۲۳۴ — صفحہ ۲۳۵ — صفحہ ۲۳۶ — صفحہ ۲۳۷ — صفحہ ۲۳۸ — صفحہ ۲۳۹ — صفحہ ۲۴۰ — صفحہ ۲۴۱ — صفحہ ۲۴۲ — صفحہ ۲۴۳ — صفحہ ۲۴۴ — صفحہ ۲۴۵ — صفحہ ۲۴۶ — صفحہ ۲۴۷ — صفحہ ۲۴۸ — صفحہ ۲۴۹ — صفحہ ۲۵۰ — صفحہ ۲۵۱ — صفحہ ۲۵۲ — صفحہ ۲۵۳ — صفحہ ۲۵۴ — صفحہ ۲۵۵ — صفحہ ۲۵۶ — صفحہ ۲۵۷ — صفحہ ۲۵۸ — صفحہ ۲۵۹ — صفحہ ۲۶۰ — صفحہ ۲۶۱ — صفحہ ۲۶۲ — صفحہ ۲۶۳ — صفحہ ۲۶۴ — صفحہ ۲۶۵ — صفحہ ۲۶۶ — صفحہ ۲۶۷ — صفحہ ۲۶۸ — صفحہ ۲۶۹ — صفحہ ۲۷۰ — صفحہ ۲۷۱ — صفحہ ۲۷۲ — صفحہ ۲۷۳ — صفحہ ۲۷۴ — صفحہ ۲۷۵ — صفحہ ۲۷۶ — صفحہ ۲۷۷ — صفحہ ۲۷۸ — صفحہ ۲۷۹ — صفحہ ۲۸۰ — صفحہ ۲۸۱ — صفحہ ۲۸۲ — صفحہ ۲۸۳ — صفحہ ۲۸۴ — صفحہ ۲۸۵ — صفحہ ۲۸۶ — صفحہ ۲۸۷ — صفحہ ۲۸۸ — صفحہ ۲۸۹ — صفحہ ۲۹۰ — صفحہ ۲۹۱ — صفحہ ۲۹۲ — صفحہ ۲۹۳ — صفحہ ۲۹۴ — صفحہ ۲۹۵ — صفحہ ۲۹۶ — صفحہ ۲۹۷ — صفحہ ۲۹۸ — صفحہ ۲۹۹ — صفحہ ۳۰۰ — صفحہ ۳۰۱ — صفحہ ۳۰۲ — صفحہ ۳۰۳ — صفحہ ۳۰۴ — صفحہ ۳۰۵ — صفحہ ۳۰۶ — صفحہ ۳۰۷ — صفحہ ۳۰۸ — صفحہ ۳۰۹ — صفحہ ۳۱۰ — صفحہ ۳۱۱ — صفحہ ۳۱۲ — صفحہ ۳۱۳ — صفحہ ۳۱۴ — صفحہ ۳۱۵ — صفحہ ۳۱۶ — صفحہ ۳۱۷ — صفحہ ۳۱۸ — صفحہ ۳۱۹ — صفحہ ۳۲۰ — صفحہ ۳۲۱ — صفحہ ۳۲۲ — صفحہ ۳۲۳ — صفحہ ۳۲۴ — صفحہ ۳۲۵ — صفحہ ۳۲۶ — صفحہ ۳۲۷ — صفحہ ۳۲۸ — صفحہ ۳۲۹ — صفحہ ۳۳۰ — صفحہ ۳۳۱ — صفحہ ۳۳۲ — صفحہ ۳۳۳ — صفحہ ۳۳۴ — صفحہ ۳۳۵ — صفحہ ۳۳۶ — صفحہ ۳۳۷ — صفحہ ۳۳۸ — صفحہ ۳۳۹ — صفحہ ۳۴۰ — صفحہ ۳۴۱ — صفحہ ۳۴۲ — صفحہ ۳۴۳ — صفحہ ۳۴۴ — صفحہ ۳۴۵ — صفحہ ۳۴۶ — صفحہ ۳۴۷ — صفحہ ۳۴۸ — صفحہ ۳۴۹ — صفحہ ۳۵۰ — صفحہ ۳۵۱ — صفحہ ۳۵۲ — صفحہ ۳۵۳ — صفحہ ۳۵۴ — صفحہ ۳۵۵ — صفحہ ۳۵۶ — صفحہ ۳۵۷ — صفحہ ۳۵۸ — صفحہ ۳۵۹ — صفحہ ۳۶۰ — صفحہ ۳۶۱ — صفحہ ۳۶۲ — صفحہ ۳۶۳ — صفحہ ۳۶۴ — صفحہ ۳۶۵ — صفحہ ۳۶۶ — صفحہ ۳۶۷ — صفحہ ۳۶۸ — صفحہ ۳۶۹ — صفحہ ۳۷۰ — صفحہ ۳۷۱ — صفحہ ۳۷۲ — صفحہ ۳۷۳ — صفحہ ۳۷۴ — صفحہ ۳۷۵ — صفحہ ۳۷۶ — صفحہ ۳۷۷ — صفحہ ۳۷۸ — صفحہ ۳۷۹ — صفحہ ۳۸۰ — صفحہ ۳۸۱ — صفحہ ۳۸۲ — صفحہ ۳۸۳ — صفحہ ۳۸۴ — صفحہ ۳۸۵ — صفحہ ۳۸۶ — صفحہ ۳۸۷ — صفحہ ۳۸۸ — صفحہ ۳۸۹ — صفحہ ۳۹۰ — صفحہ ۳۹۱ — صفحہ ۳۹۲ — صفحہ ۳۹۳ — صفحہ ۳۹۴ — صفحہ ۳۹۵ — صفحہ ۳۹۶ — صفحہ ۳۹۷ — صفحہ ۳۹۸ — صفحہ ۳۹۹ — صفحہ ۴۰۰ — صفحہ ۴۰۱ — صفحہ ۴۰۲ — صفحہ ۴۰۳ — صفحہ ۴۰۴ — صفحہ ۴۰۵ — صفحہ ۴۰۶ — صفحہ ۴۰۷ — صفحہ ۴۰۸ — صفحہ ۴۰۹ — صفحہ ۴۱۰ — صفحہ ۴۱۱ — صفحہ ۴۱۲ — صفحہ ۴۱۳ — صفحہ ۴۱۴ — صفحہ ۴۱۵ — صفحہ ۴۱۶ — صفحہ ۴۱۷ — صفحہ ۴۱۸ — صفحہ ۴۱۹ — صفحہ ۴۲۰ — صفحہ ۴۲۱ — صفحہ ۴۲۲ — صفحہ ۴۲۳ — صفحہ ۴۲۴ — صفحہ ۴۲۵ — صفحہ ۴۲۶ — صفحہ ۴۲۷ — صفحہ ۴۲۸ — صفحہ ۴۲۹ — صفحہ ۴۳۰ — صفحہ ۴۳۱ — صفحہ ۴۳۲ — صفحہ ۴۳۳ — صفحہ ۴۳۴ — صفحہ ۴۳۵ — صفحہ ۴۳۶ — صفحہ ۴۳۷ — صفحہ ۴۳۸ — صفحہ ۴۳۹ — صفحہ ۴۴۰ — صفحہ ۴۴۱ — صفحہ ۴۴۲ — صفحہ ۴۴۳ — صفحہ ۴۴۴ — صفحہ ۴۴۵ — صفحہ ۴۴۶ — صفحہ ۴۴۷ — صفحہ ۴۴۸ — صفحہ ۴۴۹ — صفحہ ۴۵۰ — صفحہ ۴۵۱ — صفحہ ۴۵۲ — صفحہ ۴۵۳ — صفحہ ۴۵۴ — صفحہ ۴۵۵ — صفحہ ۴۵۶ — صفحہ ۴۵۷ — صفحہ ۴۵۸ — صفحہ ۴۵۹ — صفحہ ۴۶۰ — صفحہ ۴۶۱ — صفحہ ۴۶۲ — صفحہ ۴۶۳ — صفحہ ۴۶۴ — صفحہ ۴۶۵ — صفحہ ۴۶۶ — صفحہ ۴۶۷ — صفحہ ۴۶۸ — صفحہ ۴۶۹ — صفحہ ۴۷۰ — صفحہ ۴۷۱ — صفحہ ۴۷۲ — صفحہ ۴۷۳ — صفحہ ۴۷۴ — صفحہ ۴۷۵ — صفحہ ۴۷۶ — صفحہ ۴۷۷ — صفحہ ۴۷۸ — صفحہ ۴۷۹ — صفحہ ۴۸۰ — صفحہ ۴۸۱ — صفحہ ۴۸۲ — صفحہ ۴۸۳ — صفحہ ۴۸۴ — صفحہ ۴۸۵ — صفحہ ۴۸۶ — صفحہ ۴۸۷ — صفحہ ۴۸۸ — صفحہ ۴۸۹ — صفحہ ۴۹۰ — صفحہ ۴۹۱ — صفحہ ۴۹۲ — صفحہ ۴۹۳ — صفحہ ۴۹۴ — صفحہ ۴۹۵ — صفحہ ۴۹۶ — صفحہ ۴۹۷ — صفحہ ۴۹۸ — صفحہ ۴۹۹ — صفحہ ۵۰۰ — صفحہ ۵۰۱ — صفحہ ۵۰۲ — صفحہ ۵۰۳ — صفحہ ۵۰۴ — صفحہ ۵۰۵ — صفحہ ۵۰۶ — صفحہ ۵۰۷ — صفحہ ۵۰۸ — صفحہ ۵۰۹ — صفحہ ۵۱۰ — صفحہ ۵۱۱ — صفحہ ۵۱۲ — صفحہ ۵۱۳ — صفحہ ۵۱۴ — صفحہ ۵۱۵ — صفحہ ۵۱۶ — صفحہ ۵۱۷ — صفحہ ۵۱۸ — صفحہ ۵۱۹ — صفحہ ۵۲۰ — صفحہ ۵۲۱ — صفحہ ۵۲۲ — صفحہ ۵۲۳ — صفحہ ۵۲۴ — صفحہ ۵۲۵ — صفحہ ۵۲۶ — صفحہ ۵۲۷ — صفحہ ۵۲۸ — صفحہ ۵۲۹ — صفحہ ۵۳۰ — صفحہ ۵۳۱ — صفحہ ۵۳۲ — صفحہ ۵۳۳ — صفحہ ۵۳۴ — صفحہ ۵۳۵ — صفحہ ۵۳۶ — صفحہ ۵۳۷ — صفحہ ۵۳۸ — صفحہ ۵۳۹ — صفحہ ۵۴۰ — صفحہ ۵۴۱ — صفحہ ۵۴۲ — صفحہ ۵۴۳ — صفحہ ۵۴۴ — صفحہ ۵۴۵ — صفحہ ۵۴۶ — صفحہ ۵۴۷ — صفحہ ۵۴۸ — صفحہ ۵۴۹ — صفحہ ۵۵۰ — صفحہ ۵۵۱ — صفحہ ۵۵۲ — صفحہ ۵۵۳ — صفحہ ۵۵۴ — صفحہ ۵۵۵ — صفحہ ۵۵۶ — صفحہ ۵۵۷ — صفحہ ۵۵۸ — صفحہ ۵۵۹ — صفحہ ۵۶۰ — صفحہ ۵۶۱ — صفحہ ۵۶۲ — صفحہ ۵۶۳ — صفحہ ۵۶۴ — صفحہ ۵۶۵ — صفحہ ۵۶۶ — صفحہ ۵۶۷ — صفحہ ۵۶۸ — صفحہ ۵۶۹ — صفحہ ۵۷۰ — صفحہ ۵۷۱ — صفحہ ۵۷۲ — صفحہ ۵۷۳ — صفحہ ۵۷۴ — صفحہ ۵۷۵ — صفحہ ۵۷۶ — صفحہ ۵۷۷ — صفحہ ۵۷۸ — صفحہ ۵۷۹ — صفحہ ۵۸۰ — صفحہ ۵۸۱ — صفحہ ۵۸۲ — صفحہ ۵۸۳ — صفحہ ۵۸۴ — صفحہ ۵۸۵ — صفحہ ۵۸۶ — صفحہ ۵۸۷ — صفحہ ۵۸۸ — صفحہ ۵۸۹ — صفحہ ۵۹۰ — صفحہ ۵۹۱ — صفحہ ۵۹۲ — صفحہ ۵۹۳ — صفحہ ۵۹۴ — صفحہ ۵۹۵ — صفحہ ۵۹۶ — صفحہ ۵۹۷ — صفحہ ۵۹۸ — صفحہ ۵۹۹ — صفحہ ۶۰۰ — صفحہ ۶۰۱ — صفحہ ۶۰۲ — صفحہ ۶۰۳ — صفحہ ۶۰۴ — صفحہ ۶۰۵ — صفحہ ۶۰۶ — صفحہ ۶۰۷ — صفحہ ۶۰۸ — صفحہ ۶۰۹ — صفحہ ۶۱۰ — صفحہ ۶۱۱ — صفحہ ۶۱۲ — صفحہ ۶۱۳ — صفحہ ۶۱۴ — صفحہ ۶۱۵ — صفحہ ۶۱۶ — صفحہ ۶۱۷ — صفحہ ۶۱۸ — صفحہ ۶۱۹ — صفحہ ۶۲۰ — صفحہ ۶۲۱ — صفحہ ۶۲۲ — صفحہ ۶۲۳ — صفحہ ۶۲۴ — صفحہ ۶۲۵ — صفحہ ۶۲۶ — صفحہ ۶۲۷ — صفحہ ۶۲۸ — صفحہ ۶۲۹ — صفحہ ۶۳۰ — صفحہ ۶۳۱ — صفحہ ۶۳۲ — صفحہ ۶۳۳ — صفحہ ۶۳۴ — صفحہ ۶۳۵ — صفحہ ۶۳۶ — صفحہ ۶۳۷ — صفحہ ۶۳۸ — صفحہ ۶۳۹ — صفحہ ۶۴۰ — صفحہ ۶۴۱ — صفحہ ۶۴۲ — صفحہ ۶۴۳ — صفحہ ۶۴۴ — صفحہ ۶۴۵ — صفحہ ۶۴۶ — صفحہ ۶۴۷ — صفحہ ۶۴۸ — صفحہ ۶۴۹ — صفحہ ۶۵۰ — صفحہ ۶۵۱ — صفحہ ۶۵۲ — صفحہ ۶۵۳ — صفحہ ۶۵۴ — صفحہ ۶۵۵ — صفحہ ۶۵۶ — صفحہ ۶۵۷ — صفحہ ۶۵۸ — صفحہ ۶۵۹ — صفحہ ۶۶۰ — صفحہ ۶۶۱ — صفحہ ۶۶۲ — صفحہ ۶۶۳ — صفحہ ۶۶۴ — صفحہ ۶۶۵ — صفحہ ۶۶۶ — صفحہ ۶۶۷ — صفحہ ۶۶۸ — صفحہ ۶۶۹ — صفحہ ۶۷۰ — صفحہ ۶۷۱ — صفحہ ۶۷۲ — صفحہ ۶۷۳ — صفحہ ۶۷۴ — صفحہ ۶۷۵ — صفحہ ۶۷۶ — صفحہ ۶۷۷ — صفحہ ۶۷۸ — صفحہ ۶۷۹ — صفحہ ۶۸۰ — صفحہ ۶۸۱ — صفحہ ۶۸۲ — صفحہ ۶۸۳ — صفحہ ۶۸۴ — صفحہ ۶۸۵ — صفحہ ۶۸۶ — صفحہ ۶۸۷ — صفحہ ۶۸۸ — صفحہ ۶۸۹ — صفحہ ۶۹۰ — صفحہ ۶۹۱ — صفحہ ۶۹۲ — صفحہ ۶۹۳ — صفحہ ۶۹۴ — صفحہ ۶۹۵ — صفحہ ۶۹۶ — صفحہ ۶۹۷ — صفحہ ۶۹۸ — صفحہ ۶۹۹ — صفحہ ۷۰۰ — صفحہ ۷۰۱ — صفحہ ۷۰۲ — صفحہ ۷۰۳ — صفحہ ۷۰۴ — صفحہ ۷۰۵ — صفحہ ۷۰۶ — صفحہ ۷۰۷ — صفحہ ۷۰۸ — صفحہ ۷۰۹ — صفحہ ۷۱۰ — صفحہ ۷۱۱ — صفحہ ۷۱۲ — صفحہ ۷۱۳ — صفحہ ۷۱۴ — صفحہ ۷۱۵ — صفحہ ۷۱۶ — صفحہ ۷۱۷ — صفحہ ۷۱۸ — صفحہ ۷۱۹ — صفحہ ۷۲۰ — صفحہ ۷۲۱ — صفحہ ۷۲۲ — صفحہ ۷۲۳ — صفحہ ۷۲۴ — صفحہ ۷۲۵ — صفحہ ۷۲۶ — صفحہ ۷۲۷ — صفحہ ۷۲۸ — صفحہ ۷۲۹ — صفحہ ۷۳۰ — صفحہ ۷۳۱ — صفحہ ۷۳۲ — صفحہ ۷۳۳ — صفحہ ۷۳۴ — صفحہ ۷۳۵ — صفحہ ۷۳۶ — صفحہ ۷۳۷ — صفحہ ۷۳۸ — صفحہ ۷۳۹ — صفحہ ۷۴۰ — صفحہ ۷۴۱ — صفحہ ۷۴۲ — صفحہ ۷۴۳ — صفحہ ۷۴۴ — صفحہ ۷۴۵ — صفحہ ۷۴۶ — صفحہ ۷۴۷ — صفحہ ۷۴۸ — صفحہ ۷۴۹ — صفحہ ۷۵۰ — صفحہ ۷۵۱ — صفحہ ۷۵۲ — صفحہ ۷۵۳ — صفحہ ۷۵۴ — صفحہ ۷۵۵ — صفحہ ۷۵۶ — صفحہ ۷۵۷ — صفحہ ۷۵۸ — صفحہ ۷۵۹ — صفحہ ۷۶۰ — صفحہ ۷۶۱ — صفحہ ۷۶۲ — صفحہ ۷۶۳ — صفحہ ۷۶۴ — صفحہ ۷۶۵ — صفحہ ۷۶۶ — صفحہ ۷۶۷ — صفحہ ۷۶۸ — صفحہ ۷۶۹ — صفحہ ۷۷۰ — صفحہ ۷۷۱ — صفحہ ۷۷۲ — صفحہ ۷۷۳ — صفحہ ۷۷۴ — صفحہ ۷۷۵ — صفحہ ۷۷۶ — صفحہ ۷۷۷ — صفحہ ۷۷۸ — صفحہ ۷۷۹ — صفحہ ۷۸۰ — صفحہ ۷۸۱ — صفحہ ۷۸۲ — صفحہ ۷۸۳ — صفحہ ۷۸۴ — صفحہ ۷۸۵ — صفحہ ۷۸۶ — صفحہ ۷۸۷ — صفحہ ۷۸۸ — صفحہ ۷۸۹ — صفحہ ۷۹۰ — صفحہ ۷۹۱ — صفحہ ۷۹۲ — صفحہ ۷۹۳ — صفحہ ۷۹۴ — صفحہ ۷۹۵ — صفحہ ۷۹۶ — صفحہ ۷۹۷ — صفحہ ۷۹۸ — صفحہ ۷۹۹ — صفحہ ۸۰۰ — صفحہ ۸۰۱ — صفحہ ۸۰۲ — صفحہ ۸۰۳ — صفحہ ۸۰۴ — صفحہ ۸۰۵ — صفحہ ۸۰۶ — صفحہ ۸۰۷ — صفحہ ۸۰۸ — صفحہ ۸۰۹ — صفحہ ۸۱۰ — صفحہ ۸۱۱ — صفحہ ۸۱۲ — صفحہ ۸۱۳ — صفحہ ۸۱۴ — صفحہ ۸۱۵ — صفحہ ۸۱۶ — صفحہ ۸۱۷ — صفحہ ۸۱۸ — صفحہ ۸۱۹ — صفحہ ۸۲۰ — صفحہ ۸۲۱ — صفحہ ۸۲۲ — صفحہ ۸۲۳ — صفحہ ۸۲۴ — صفحہ ۸۲۵ — صفحہ ۸۲۶ — صفحہ ۸۲۷ — صفحہ ۸۲۸ — صفحہ ۸۲۹ — صفحہ ۸۳۰ — صفحہ ۸۳۱ — صفحہ ۸۳۲ — صفحہ ۸۳۳ — صفحہ ۸۳۴ — صفحہ ۸۳۵ — صفحہ ۸۳۶ — صفحہ ۸۳۷ — صفحہ ۸۳۸ — صفحہ ۸۳۹ — صفحہ ۸۴۰ — صفحہ ۸۴۱ — صفحہ ۸۴۲ — صفحہ ۸۴۳ — صفحہ ۸۴۴ — صفحہ ۸۴۵ — صفحہ ۸۴۶ — صفحہ ۸۴۷ — صفحہ ۸۴۸ — صفحہ ۸۴۹ — صفحہ ۸۵۰ — صفحہ ۸۵۱ — صفحہ ۸۵۲ — صفحہ ۸۵۳ — صفحہ ۸۵۴ — صفحہ ۸۵۵ — صفحہ ۸۵۶ — صفحہ ۸۵۷ — صفحہ ۸۵۸ — صفحہ ۸۵۹ — صفحہ ۸۶۰ — صفحہ ۸۶۱ — صفحہ ۸۶۲ — صفحہ ۸۶۳ — صفحہ ۸۶۴ — صفحہ ۸۶۵ — صفحہ ۸۶۶ — صفحہ ۸۶۷ — صفحہ ۸۶۸ — صفحہ ۸۶۹ — صفحہ ۸۷۰ — صفحہ ۸۷۱ — صفحہ ۸۷۲ — صفحہ ۸۷۳ — صفحہ ۸۷۴ — صفحہ ۸۷۵ — صفحہ ۸۷۶ — صفحہ ۸۷۷ — صفحہ ۸۷۸ — صفحہ ۸۷۹ — صفحہ ۸۸۰ — صفحہ ۸۸۱ — صفحہ ۸۸۲ — صفحہ ۸۸۳ — صفحہ ۸۸۴ — صفحہ ۸۸۵ — صفحہ ۸۸۶ — صفحہ ۸۸۷ — صفحہ ۸۸۸ — صفحہ ۸۸۹ — صفحہ ۸۹۰ — صفحہ ۸۹۱ — صفحہ ۸۹۲ — صفحہ ۸۹۳ — صفحہ ۸۹۴ — صفحہ ۸۹۵ — صفحہ ۸۹۶ — صفحہ ۸۹۷ — صفحہ ۸۹۸ — صفحہ ۸۹۹ — صفحہ ۹۰۰ — صفحہ ۹۰۱ — صفحہ ۹۰۲ — صفحہ ۹۰۳ — صفحہ ۹۰۴ — صفحہ ۹۰۵ — صفحہ ۹۰۶ — صفحہ ۹۰۷ — صفحہ ۹۰۸ — صفحہ ۹۰۹ — صفحہ ۹۱۰ — صفحہ ۹۱۱ — صفحہ ۹۱۲ — صفحہ ۹۱۳ — صفحہ ۹۱۴ — صفحہ ۹۱۵ — صفحہ ۹۱۶ — صفحہ ۹۱۷ — صفحہ ۹۱۸ — صفحہ ۹۱۹ — صفحہ ۹۲۰ — صفحہ ۹۲۱ — صفحہ ۹۲۲ — صفحہ ۹۲۳ — صفحہ ۹۲۴ — صفحہ ۹۲۵ — صفحہ ۹۲۶ — صفحہ ۹۲۷ — صفحہ ۹۲۸ — صفحہ ۹۲۹ — صفحہ ۹۳۰ — صفحہ ۹۳۱ — صفحہ ۹۳۲ — صفحہ ۹۳۳ — صفحہ ۹۳۴ — صفحہ ۹۳۵ — صفحہ ۹۳۶ — صفحہ ۹۳۷ — صفحہ ۹۳۸ — صفحہ ۹۳۹ — صفحہ ۹۴۰ — صفحہ ۹۴۱ — صفحہ ۹۴۲ — صفحہ ۹۴۳ — صفحہ ۹۴۴ — صفحہ ۹۴۵ — صفحہ ۹۴۶ — صفحہ ۹۴۷ — صفحہ ۹۴۸ — صفحہ ۹۴۹ — صفحہ ۹۵۰ — صفحہ ۹۵۱ — صفحہ ۹۵۲ — صفحہ ۹۵۳ — صفحہ ۹۵۴ — صفحہ ۹۵۵ — صفحہ ۹۵۶ — صفحہ ۹۵۷ — صفحہ ۹۵۸ — صفحہ ۹۵۹ — صفحہ ۹۶۰ — صفحہ ۹۶۱ — صفحہ ۹۶۲ — صفحہ ۹۶۳ — صفحہ ۹۶۴ — صفحہ ۹۶۵ — صفحہ ۹۶۶ — صفحہ ۹۶۷ — صفحہ ۹۶۸ — صفحہ ۹۶۹ — صفحہ ۹۷۰ — صفحہ ۹۷۱ — صفحہ ۹۷۲ — صفحہ ۹۷۳ — صفحہ ۹۷۴ — صفحہ ۹۷۵ — صفحہ ۹۷۶ — صفحہ ۹۷۷ — صفحہ ۹۷۸ — صفحہ ۹۷۹ — صفحہ ۹۸۰ — صفحہ ۹۸۱ — صفحہ ۹۸۲ — صفحہ ۹۸۳ — صفحہ ۹۸۴ — صفحہ ۹۸۵ — صفحہ ۹۸۶ — صفحہ ۹۸۷ — صفحہ ۹۸۸ — صفحہ ۹۸۹ — صفحہ ۹۹۰ — صفحہ ۹۹۱ — صفحہ ۹۹۲ — صفحہ ۹۹۳ — صفحہ ۹۹۴ — صفحہ ۹۹۵ — صفحہ ۹۹۶ — صفحہ ۹۹۷ — صفحہ ۹۹۸ — صفحہ ۹۹۹ — صفحہ ۱۰۰۰

صفائے باطن

صفائے قلب پیدا کر کہ آئینہ سے لاثانی	چشم ظاہر سے صفائے باطنی جاتی نہیں	قدر
ہمیں ہیں ننگِ اسکندر صفائے باطنی ہے	دل نہ ہو صاف تو ظاہر کی فقیری کیا مال	"
بدے سے کیا ہو نیک طینت کو ضرر ہے	زندگی میں کہیں ہوتی جو صفائے باطن	"
دلِ پاک نیز ربطِ لفظِ تو آرسی ہے	مثالِ آئینہ ہم سب سے ہیں صاف	"
دلِ پاک و صاف ہو تو حسد کیا ضرور ہے		
صاف طینت کو نہیں درکار کچھ اپنا عروج		
جو کہ روشن دل ہیں ان میں عیب ہی ہوتا نہیں		
صاف دل زینت ظاہر کے نہ ہونگے محتاج		
ہم صاف دل ہیں صورت آئینہ اے قلق		قلق
حال خوب و زشت کہدیتا ہوں منہ پر صاف صاف		
آنکھ میں روشن دلوں کے شمع بھی لیک ہی		
کام کب آئے شبِ تاریک میں گل کا چراغ		
روشندلوں کو گردشِ دوراں سے کیا ہے خوف		
ہر آن اس کے سامنے دلبر ہے جلوہ گر		
سینہ بے کینہ ہو تو اچھا ہے۔		
کہنا ہوا جو کہدیا رکتے نہیں کہیں		
جو دل ہیں مصفا وہ کدورت نہیں رکھتے		
پوچھو یہ نکتہ مرد کامل سے		
سات پردوں میں بھی چھپ جاؤ گے جا کر جو کہیں		
کریں صیقل تو پھر یہ دل مجلا ہو ہی جاتا ہے		
تیرگی دل کی صفا کر کے دیکھ		
آگیا صاف دل میں عکسِ دوست		
دل کی آتش کو خوب روشن کر		
کدورت سے ہوا دلِ صاف تب آنکھیں کھلیں اپنی		
آئینہ خانہ جب اس دل کا مجلا ہو گیا		
قلبِ تیرہ پر اگر صیقل کریں روشن بنے		
حیرت ہو سکندر کو وہ صورت نظر آئے		
جہل و پندار سے کہدو کہ نکل جائیں وہ		
فلک جس طرح تر ہوتا نہیں ہے ابر باراں سے		
ظرفِ ناپاک ہے تو اس میں ہے ہر شئے ناپاک		
جس طرح عرش سے رحمت کے فرشتے اترین		
انہیں کو ہوتا ہے دیدار یار بے پردہ		
دیدار کی اے قہر ہوس بوالہوسی ہے		

کب بنام سرخ سے ہو جاتی ہے تلوار سرخ		قدر
ناحق آئینہ صفت صاف کرے چار ابرو		"
جانتی چشم لحد آنکھ کا تارا ہم کو		"
جو دل میں بات ہے منہ پر وہی ہے		"
جس مئے کو پیجئے وہ شراب طہور ہے		"
آئینہ کے گھر کو دیکھو احتیاج بام کیا		قلق
دیکھ لو دیکھا ہے کس نے جو رشمع طور کا		"
نور آئینہ کا بے خانہ زر کیا ہوگا		"
سب نیک و بد ہیں ایک ہماری نگاہ میں		"
ہوں وہ آئینہ کہ جس سے ہیں مکدر سکڑوں		گویا
رشتۂ زنار و سبحہ کعبہ بتخانہ کے بیچ		لائق
جب تلک روشن نہ ہو لائق ترے دل کا چراغ		"
خورشید کو گھٹاؤ نہیں ماہتاب سے		"
دل کو جو آئینہ کی طرح باصفا رکھے		"
نہیں اچھی ملال کی باتیں		میکش
ہم صاف گو ہیں دل میں خیال و چنیں نہیں		"
آتا نہیں کچھ رنج و محن آئینہ کے اندر		"
راہ کیوں دل کو ہوتی ہے دل سے		"
دیکھ ہی لیں گے مگر چشم بصیرت والے		"
اندھیر است گیا جب دم اجالا ہو ہی جاتا ہے		"
چشمۂ آب بقا جیحہ میں ہے		"
واہ کیا کہنا اس صفائی کا		"
گر تجھے کچھ فروغ پانا ہے		"
بغل میں ہی چھپا رکھا تھا ہم نے نور کا تڑکا		"
دونوں عالم کا تماشا اس میں پیدا ہو گیا		"
ہے ہر ایک انسان کے پوشیدہ تن میں آئینہ		"
آئینہ ہے آئینہ داں ارباب صفا کا		مہر
خانۂ دل میں میرے صدق و صفا آئی اب		"
دلِ صافی پہ آسکتا نہیں ہے داغ عصیاں کا		"
دل نہیں صاف تو کیا خاک عبادت ہوگی		"
یوں دل پاک میں انوار چلے آتے ہیں		"
دلوں کو صاف جو آئینہ وار کرتے ہیں		"
جب تک دل ناصاف مصفا نہیں ہوتا		"

صفائے باطن

ذرا ارک کے صاف طینت نکلتا ہے اور کچھ ہو	پانی کھرا جو ہو تو پھر گھر بنتا ہے	میر
میری صفائی باطن کا ہے جواب کہیں	جز مجھے ہو جو ٹوٹنے دل حباب کہیں	ماہر
دوست کا چاہیئے ہے باطن صاف	کیا ہے ظاہر میں اگر ہوا اخلاص	مجروح
طالب دیدار ہونا ہے اگر تو زاہدا	صاف کر آئینہ دل سے ریا کے زنگ کو	مسکین
سب مذاہب کی یہی ہے غایت	دل انسان گناہ سے ہو پاک	محب
سمجھو جو دل کو صاف کیا مثل آئینہ	دونو جہاں کی سیر ہمارے مکاں میں ہے	"
ہو نصیب اس کو نہ کیوں جلوۂ حق اے محبوب	جس کو معلوم ہے آئینہ بنانا دل کا	محبوب
اسی کا جلوہ نظر آئے جس گھڑی دیکھو	رکھو جو دل صفت آئینہ صفا کر کے	"
کس طرح سامنے وہ ترے مہ لقا رہے	جب تک نہ آئینہ ترے دل کا صفا ہے	"
میٹ کر زنگ دوئی دل کو نہ کیوں صاف کریں	بنکے آئینہ نہ کیوں آپ میں پاؤں تجھکو	"
پاک کر غیریت سے دل پہلے	کیوں عبث تو مصفائے تن میں ہے	"
روشن وہ آئینہ دل اہل صفا ہے ماہ	جس کو کبھی نہ ہو گی سکندر کی احتیاج	نساخ
روشندلوں کو تیرہ دروں سے غرض نہیں	محتاج آفتاب نہیں ماہتاب کا	"
صاف باطن سے نہیں افتادوں کو بھی خوف بیم	جس کو کچھ خطر نہیں ہے شعلۂ آواز کا	"
ہیں جو روشن دل گوارا کب کریں احسان غیر	مہر کا آئینہ کب محتاج ہو سیماب کا	"
پائیں روشندل سے بہرہ ساکن نزدیک و دور	فیض پہنچاتا ہے سب کو گو کہ ہے دور آفتاب	"
جو ہیں خونخوار ہو رہ کو صفائی حاصل	نہیں دیکھا کبھی رنگ رخ بہرام سفید	"
جو صاف دل ہیں وہ نہ رہے پیچ و تاب میں	ہوتی ہے موج بھی کہیں موتی کے آب میں	"
حاصل صفائے دل نہ کبھی بد گہر کو ہو	پیدا نہ ہو گہر بھی خنجر کے آب میں	"
بہرہ وروشندلوں سے ہوتے ہیں کل نیک و بد	فیض عالم میں ہے جاری مہر عالمتاب کا	نصیر
ضرر کب ہو عدو کی دشمنی سے پاکداماں کو	ملوث کب گناہوں سے ہوا دامان مریم کا	"
صاف دل کے آگے رتبہ سربلندوں کا ہے پست	آب میں آتا نظر ہے چرخ اخضر زیر پا	"
مثال آئینہ جوہر دلا تو پیدا کر	کہ سب سے رکھتے ہیں دنیا میں باصفا اخلاص	"
عیب بھی اہل صفا کا کچھ ہنر سے کم نہیں	کیا ہوا دریا میں موجوں کی جو ہے رفتار کج	نسیم
اذیت شست و شو کی پاک طینت کب اٹھاتے ہیں	مصفا ہر کدورت سے ہے خرقہ آشنائی کا	ناسخ
پاکان ازل کو نہیں پروائے مربی	عیسیٰ کو ضرر کچھ نہ ہوا بے پدری کا	"
پاک طینت جو کہ ہیں ان سے تعلق دور ہے	خار سے کیا الجھے گوشہ چادر مہتاب کا	"
روشندلوں سے رکھتے ہیں نفرت سیاہ کار	مکروہ جیسے وصل کی شب ہے سحر مجھے	"
پاکبازوں کے سوا کوئی ہو کیونکر کامیاب	یہ در جنت ہے دروازہ ترے گھر کا نہیں	"
آئینہ کو دوست رکھتے ہیں جہاں کے خوب و زشت	دل ہوا جب صاف بس عالم سے جھگڑا پاک ہے	"
بگڑا جب بہر خود بینی دل صاف آئینہ	تھا جہاں اپنی نظر سے میں سو پیدا ہو گیا	"
سیر خشکی و تری گھر میں میسر ہو جائے	دل اگر آئینہ ہو جائے سکندر ہو جائے	"
لگا نہ خاک سے دامن نہ خاک دامن سے	صبا کی طرح جہاں سے مرور میں نے کیا	نظم

صفائے باطن

جو اہل دل ہیں الگ ہیں وہ اہل ظاہر سے	نظم
نہیں ہوں صاف تو شیخ کی جانب نہ برہمن کی طرف	واسطی
بغل آئینہ ہوں صاف دوست دشمن سے	"
کسی سے بھی نہیں رکھتا غبار دل میں	"
کسی سے بھی نہیں رکھتا غبار دل میں	"
آئینہ سے ہے آئینہ ظاہر میرا	"
کس قدر صاف ہے جو رکھتے ہیں دل کو صاف	"
آئینہ کی طرح سے جو رکھتے ہیں دل کو صاف	"
آئینہ کس طرح دیکھے کوئی ان کا عیب نہیں	"
ہیں دوست نیک و بد کو جو اہل صفا	"
آئینہ ہے بیخوف ہیں اہل صفا	"
خاوند راہ دل صحرا نشیں نہیں	"
ننگ راہ دل ہو غبار	"
جو صاف طینت کہ ہے دل ہو غبار	"
بنہ مستی میں بسر آئینہ ساں ہے صیقل	"
جو صفا باطن ہو کیوں دل پہ کدورت آئے	"
سینہ بے کینہ ہے آئینہ ساں صیقل	"
جلا دینے کا باعث آئینہ کی خاکساری ہے	"
نمایش ہے صفائی قلب کی وقت کدورت میں	وہبی
صفا ہرگز نہیں ہوتا ہے اربابِ دغل کا	"
دل صاف نظر پڑے کینہ سے کیا	"
دوست دشمن ہو جائے صاف کینہ سے	"
جو دل جو ہو جائے صاف	"
نکلا خاطر	

	نکال خاطر فاتر سے جام جم کا غم	صفا کر آئینہ دل سکندری یہ ہے	ولی
	روشندلوں کو ربط نہ ہو سبزۂ بخت کو	خاش دیکھ سکتا ہے نورِ سحر کہاں	ہر چند
	سیہ کاروں کی کب چاہیں مدد جو صاف باطن ہیں	کہ روغن کی نہیں حاجت چراغِ ماہ روشن کو	"
	کرتے ہیں دیدِ حق اپنے ہی دل میں جو ہیں روشندل	اس آئینہ میں عکسِ یار اے غافل نمایاں ہے	ہمدم
بیاں	روشن دلوں کی ذات سے ہو رونقِ جہاں	خورشید ہے فلک پہ پر توئے زمینِ چراغ	"
	دل نہ ہو جب تک منور کب مصفا چشم ہو	شمع روشن ہو تو ہو روشنی فانوس کی	"
	ہمدم جو کچھ ہمارے اس دل میں روشنی ہے	آئینہ مہر و مہ کا ایسا ہے کب جلا میں	"
تسلیم	کدورت دل سے دھوتا جلوہ گر ہو یار کی صورت	خس و خاشاک سے رکھ صاف جوں آئینہ گھر اپنا	"
	بینا اگر ہے چشم تو روشن رکھے ہے دیکھ	ہر آن اپنے جلوہ سے دل کا مکاں کیں	"
	منظور یار ہمدم بس ایک صفائے دل ہے	جیسا کہ خار خس سے گھر ہوئے رفتہ بہتر	"
	دل کے آئینہ میں یوں اُسکی تجلی ہے نمود	صاف ہمدم جوں نظر آتا ہے درپن میں چراغ	"
	ہو نہ کس صورت ہویدا اُس پہ حالاتِ جہاں	آئینہ کی شکل یہاں جس کو دل روشن ملا	"
	مضمحل کر کہ دل ابھی غافل	آئینہ مثال ہوتا ہے۔	"
شباب	جوں آئینہ کہیں ہیں منہ پر بُرا بھلا وہ	جو صاف دل ہیں ان کو کینہ نہیں خوش آتا	"
	روشندلوں کی ذات ہے مانندِ آفتاب	درکار گو رمیں نہیں اُن کے شبِ چراغ	
	ہمارا دل وہ آئینہ ہے جس کو	نہیں صیقل سے کچھ حاجت جلا کی	ہنر بہ
	صاف دل جو ہیں رہا کرتے ہیں وہ بیباک مثل	دیکھ لو محفل میں کرتی ہے کبھی پروانہ شمع	ہوش
	ہے مقدر میں تو پڑ جائے گی اس پر بھی نظر	چشمِ دل چاہے انسان کو دارہنے دے	"
	بندۂ حق کو خوش آتی ہے صفائی دل کی	زنگ ہر عیب مٹاتی ہے صفائی دل کی	ہنر
	بدظنی صاف چھڑاتی ہے صفائی دل کی	دل تو دل جان کو بھاتی ہے صفائی دل کی	"
	دل کو آئینہ بناتی ہے صفائی دل کی	جلوۂ نور دکھاتی ہے صفائی دل کی	"
	ان محروم نہیں کوئی جو ہیں روشندل	ذرے بھی مہر کی پرتو سے چمک جاتے ہیں	یکتا
	عادے بھی ملے تو بے کدورت ہم ملے یکتا	کسی صورت نہ بل آنے دیا آئینۂ دل پہ	"
	بری ہیں صاف باطن صاف دنیا کی صعوبت سے	ضرر پہنچا نہیں سکتی کبھی شمشیر پانی پر	"
	زمیں کیا آسماں سے بھی نہیں چھپتے ہیں روشندل	چہارم چرخ پر ہے مہر پر تو اس کا عالم میں	یم

صلح کل

نرقب	برائی نہ چاہے بروں سے بنا ہے	اگر ہے تو دنیا میں مشکل یہی ہے	آصف رح
	کیسے ناداں ہیں کہ اچھے کو بُرا کہتے ہیں	ہو بُرا بھی تو اسے چاہیئے اچھا کہنا	امیر
	بندگی ہے اپنی سب سے مہرباں ہیں سب کے سب	شیوۂ سنّی و صوفی رند درد آشام بھی	انشا
	باراں کی طرح لطف و کرم عام کئے جا	آیا ہے جو دنیا میں تو کچھ نام کئے جا	آتش

نہیں کچھ منحصر اچھے بروں پر فیض اچھوں کا
درخت پُر ثمر سے نیک و بد کھاتے ہیں سب میوہ

سمجھتے ہیں بڑا ہر ایک کو بندہ ہو یا حر ہو
تری آنکھیں نہیں قابل یہ پلّے ہیں ترازو کے

ہر ایک بزم میں میں شمع بزم ہو کے رہا
سبزہ بیگانہ روی سے یا ئمال خلق ہے

بہتر میں وہی تو ایک فرقہ جنتی ہوگا
ظرف اعلیٰ ہے تو ادنیٰ سے بھی ثاقب لکھے چل

بے خلش ہم نے بسر کی نیست گلشن میں جلیل
نہ کی وہ بات جس سے سختیاں ہنستے رقیبوں کی

ہیں تو دشمن کا بھی دشمن نہیں سچ کہتا ہوں
گبر سے رکھ رام رام اور شیخ صاحب کو سلام

خورشید وار دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ
بزرگوں کی آنکھوں سے دیکھو اگر

گورے کالے ہر ایک کے سر پر
صلح کل ہوں دل لگی دونوں سے ہے

راحت مزہ نہیں ہے برائی میں تو یہاں
نیک و بد سے دوستی اپنی بڑھائے صلح کل

جو کسی کا نہ ہو سخن دشمن
دیکھتا سب ہوں بس ایک نگہ سے میں سفیر

جنگ ہنتا دو دولت کے پہ جھگڑے سب جائیں
یاروں سے بے تکلف اغیار سے لطف

تقوے میں ہم شریک ہیں رندی میں ہم شریک
جس بشر کو ہے خداوند جہاں سے اخلاص

صبر اپنی وضع نے ہم کو ملایا خاک میں
ہے یہ دنیا میں بزرگوں کی شناخت

سب سے الفت سب سے ملت سب سے راضی سب سے میل
میری نظر میں ایک ہیں کیا دوست کیا عدو

اس کا رتبہ بہت ہے پیش خدا
دشمن کا بھی دل دہ پئے آزار نہ ہوگا

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم
دوست دشمن مجھے یکساں ہیں جہاں میں گویا

صلح کل کو جب سے ہم رکھتے ہیں دوست

ثاقب	برستا ایکساں ہے ابر رحمت باغ و صحرا میں
〃	نہیں رہتا کوئی محروم فیض اہل باطن سے
〃	خدا والے خودی سے دور رہتے ہیں خدائی میں
〃	نہ اعلیٰ کو سمجھ بھاری نہ ادنیٰ کو سمجھ ہلکا
〃	ہر ایک باغ میں رہ کر بنا گل بے خار
〃	ہے معطر بوئے گل سے دوست دشمن کا دماغ
〃	کہ جس نے صلح کل پر اپنے مذہب کی بنا رکھی
جلیل	کنکری رکھ دیتی ہے سگے کو اکثر پھوڑ کر
〃	ربط گلچین سے تو یارانہ رہا صیاد سے
〃	سلامت ہم رہے بتیس دانتوں میں زباں ہو کر
جویا	عمر بھر مجھ کو محبت سے سروکار رہا
خاموش	حق نے کھینچی ہے یہ ہر تصویر اپنے ہاتھ سے
ذوق	روشن ضمیر ملتے ہر ایک نیک و بد سے ہیں
رمز	بد و نیک کوئی نہ آئے نظر
〃	سایۂ آفتاب یکساں ہے
راسخ	بغض مومن سے نہ کچھ کافر سے لاگ
راحت	سب کا بھلا ہو اور کسی کا برا نہ ہو
سرور	خاص بھی جس سے ترے غمخوار ہوں اور عام دوست
سخن	دوست اس کا جہان ہے گویا
سفیر	کم نہیں مردمک چشم سے مردم مجھ کو
〃	صلح کل جب ہو موحد اگر انساں ہو جائے
〃	برتاؤ ہے جہاں میں سب سے برابر اپنا
شیفتہ	صحبت سے اپنی کوئی ملول و خجل نہ ہو
شایق	اس کو دنیا میں ہے ہر خرد و کلاں سے اخلاص
صبر	سب سے بنجائے خیال اس بات کا اکثر رہا
صادر	چلتے ہیں نیکی کی لاٹھی ٹیک کر
ضمیر	حق سے یوں پیوستہ جیسے مشک پیچاں کی بہل
طاہر	احول نہیں ہوں میں جو مجھے ہو دوئی پسند
عالم	جو بروں کو سدا بھلا جانے
عزیز	ہم وہ ہیں کہ ہم سے کوئی بیزار نہ ہوگا
غالب	ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایمان ہو گئیں
فدا	نہ کسی سے ہے محبت نہ عداوت میری
فیض	کوئی اپنا دشمن جانی نہیں

صلح کل

ذوق	زمانہ میں رہ کر کہ جملہ جہاں اپنا بنا لو
قدر	کرو دشمن کو بھی دوست اپنا بھی ہے
〃	حضور میں ایک ہے مرتبہ بھی دنیا بھی ہے
میکش	صلح کل اختیار کر اے دل
〃	چھوڑ جنگ و جدال کی باتیں
〃	صلح کل ہے اگر تو اہل بنے
مہر	جو کسی کا نہ ہو سخن دشمن
〃	ہو سکے جس سے جو دنیا میں کرے
〃	ہم سے جو شخص برائی بھی کرے
〃	ہم سے ہر دم وفا سب کا بھلا کرتے ہیں
〃	کر کوئی شخص کچھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں
مجذوب	کر ہو جس جی میں جو ہیں مشرب یہ ان کا اہل
〃	صلح کل میں ہو سبھی کا بھلا چاہتے ہیں
〃	صلح کل میں ہو سبھی کا بھلا چاہتے ہیں
〃	صلح کل میں کرو نہ شاد و دیکھا
〃	ہم نے دشمن کو بھی جو ہے کہا
مضطر	صلح کل میں ہو نہ مشرب جو ذرا سچ کہنا
〃	صلح کل میں نہیں ہے حضرت مضطر ہوتی
نظیر	آج عزت نہیں ہے ملت و مذہب کا کوئی یاں
〃	جب راہ میں جو آن پڑے خوش ہے آن
〃	ہے سب سے

ہے سبھ سے الفت مجھے زنار سے اخلاص	یعنی ہے ہر ایک کافر و دیندار سے اخلاص	نمود
کوئی ہو کینہ جو اپنے لئے ہے	تجھے کیا تو نہ ہو دشمن کسی کا	نظم
دلشکن اپنے پرائے کا نہ دنیا میں ہوا	دوست کے مانند پاس خاطر دشمن کیا	〃
جو کہ کہتے ہیں برا مجھ کو وہ اچھے ہیں وقار	جو برے ہیں میں انہیں کہتا ہوں اچھا ہر وقت	وقار
جو کوئی ہر رنگ میں آپس کو غافل کر نہیں گنتے	ہمیں سب عاقلاں میں اسکوں عاقل کر نہیں گنتے	ولی
سب سے رہنا صاف دل یہ کام کم مشکل نہیں	دل سے سب دھو ڈالنا کینہ بہت دشوار ہے	ہمدم
بر آئے سب کی آرزوئے دل خدا کرے	اپنے سے جو برا ہو اس کا بھلا کرے	〃
اے شیخ و برہمن حق باطل کی کیا ہے بحث	راہ بتان دروغ نہ راہ خدا دروغ	〃
نیک و بد ہوتے ہی آئے ہیں برا کس کو کہیں	باغباں پھول جو خوش رو ہیں تو بدخو کانٹے	ہوش
ہو کوئی بادشاہ خواہ گدا	سب کے سر پر فلک کا سایہ ہے	یکتا
دولت سے اس جہاں کی غنی دل ہیں جو بزرگ	ان کی نظر میں فرق غریب و امیر کیا	یم

ضبط و تحمل

حوادث میں کوئی ہوتے ہیں مضطر صابر تکیں	برنگ خس بہا سکتا نہیں سیلاب پتھر کو	اسیر
غصہ کے وقت بھی نہ کسی کو برا کہے	لازم ہے اختیار بشر میں زباں رہے	〃
سائل کہے جو سخت تحمل کر اے غنی	پڑتے ہیں سنگ ہر شجر میوہ دار پر	〃
جبتک رہا جہاں میں اٹھایا کیا میں رنج	جو وضع ناگوار ہوی اختیار کی	〃
ناگوار اکو جو کرتا ہے گوارا انسان	زہر پی کر مزۂ شیر و شکر لیتا ہے	آتش
خدا کا شکر کرتا ہوں کسی سے کچھ نہیں کہتا	جو کچھ صدمہ گذرتا ہے گزرتا ہے میرے دل پر	امجد
دم گھٹ کے نکل جائے تو اچھا ہے نکل جائے	مر جائیں گے اظہار تمنا نہ کریں گے	توفیق
شکر ہے کھل نہ سکا حال کسی پر میرا	ہوں وہ مطلب جو نہ آیا کبھی تقریر میں بھی	〃
رنج پر رنج سہے اف بھی نہ کی اے ذاکر	ہم سا دیکھا ہے جہاں میں کہیں یکتا کوئی	ذاکر
وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا	پر میرا جگر دیکھ کہ میں اف نہیں کرتا	ذوق
ایک دل اور اس پہ اتنے بار غم اللہ رے دل	اور اس طاقت پہ ایسا کوئی بے طاقت نہیں	〃
نہیں اف کرتا ہر گز آفتیں برداشت کرتا ہوں	پسند آیا ہے جس دن سے مجھے شیوہ تحمل کا	سعید
صابر کو بردبار سمجھ کر نہ چھیڑیئے	کہتے ہیں قہر ہوتا ہے غصہ حلیم کا	صابر
اف نہیں کرتے ہم اس محرومیٔ تقدیر پر	تا نہ چھائے تیرگی آئینہ تدبیر پر	عاقل
لاکھ صدمہ ہوں مگر منہ سے نہ کہنا بہتر	جو گزر جائے اسے دل ہی پہ سہنا بہتر	عالم
گو میں ستم کشیدہ اذیت رسیدہ ہوں	رنجیدہ ہوں کسی سے نہ میں دلکبیدہ ہوں	عاشق
گر اسکی نہ دورنگی جہاں کی ہم کو	ہمیشہ ابلق ایام زیر ران دیکھا	〃
نہ بھائے عسرت سے امتحان میں عشرت اس جہاں میں	سنا ہے زندان مومنان میں مزہ ہے کفار کے جہاں کا	قدر
ہے اپنا شیوہ خلق سے آئینہ کی مثال	ہم کو محبت اور عداوت سے کیا غرض	مضطر

ضبط کرنالوں کو اے بلبل نالاں دم لے — کان سپٹ جائیں گے غنچوں کے فغاں خوب نہیں — ہنر
ضبط کر جائے عوض دے دبرائی کا کبھی — پہنچے انساں کو جو انساں سے زیاں خوب نہیں — "
بات انساں جو سنے کانوں سے خاموش رہے — منہ سے کہنا کسی کا رازِ نہاں خوب نہیں — "
مرد آزاد کو لازم ہے شکایت نہ کرے — سخن بد ہو اگر ور وزبان خوب نہیں — "
ضبط سے خلق میں انسان کی آزادی ہے — ضبط آئے نہ جو غصّہ میں تو بربادی ہے — "
ضبط دنیا میں دلیری کا ہے اسم دیگر — ذاتِ انسان میں جو سچ پوچھو یہی ہے جوہر — "
ضبط سے قدر ہو انسان کی عالم میں کہیں — یوں تو انسان سے حیوان میں کچھ فرق نہیں — "
ضبط ہے اصل نکو نامی انساں اے دل — رغبت و حرص و ہوا ہوتی ہے اس سے زائل — "
ضبط کو کام میں لائے جو بشر خوب ہے یہ — نفس زشت کی طاقت کچلے مرغوب ہے یہ — "
ضبط سے ہوتی ہے انسان کو عزت حاصل — حسن اخلاق میں ہے ضبط کی عادت داخل — "
خواہش بد کو نہ انسان جگہ دے دل میں — ہوشیاری سے عمل ضبط کا رکھے دل میں — "
ہند کے عالموں کا قول یہی ہے ہر دم — ضبط سے جیتے نفس کو تو وہی ہے رستم — "
ضبط انساں کے ہے چال چلن کی بنیاد — ضبط سے خالقِ عالم کی رہے دل میں یاد — "
ضبط کو کام میں مردانِ خدا لاتے ہیں — آہ کرتے نہیں ہیں رنج و الم کھاتے ہیں — "
ضبط سے نل کو دوبارہ ہوی شاہی حاصل — ضبط ہی سے ہوے یوسف بھی عزیز ہر دل — "
ضبط سے بلبل بیتاب گل تر سے ملی — ضبط سے قمری ناشاد صنوبر سے ملی — "
خاک پروانہ ہوا جلکے جو بے ضبط ہوا — چاک سینہ ہوا ناقوس نے نالہ جو کیا — "
زندہ دل ضبط کو ہر کام میں کر جاتے ہیں — شکوہ کرتے نہیں تکلیف میں مر جاتے ہیں — "
ضبط سے ربط بشر کیلئے لازم ہے ہنر — ضبط سچ پوچھو تو ہے راہِ خدا کا رہبر — "

ضعف

معذور پیش حق ہے وہ طاقت نہیں جسے — تکلیف کب ہے شرع کی مردم گیاہ پر — اسیر
رہتا ہے خشمگیں وہ فقط مجھ نحیف پر — گرتا ہے مادہ بھی تو عصو ضعیف پر — "
یہ ضعف ہے کہ نکلتی نہیں ہیں اب دل سے — کبھی فلک سے بھی اونچی ہماری آہیں تھیں — امیر
وہ ناتواں ہوں جو لیٹا کبھی میں بستر پر — گماں ہوا کہ شکن پڑ گئی ہے چادر پر — "
وہ ناتوان ہوں نکالے جو گھر سے یار مجھے — چلوں وہ چال کہ پہونچوں نہ حشر تک در پر — "
کس طرح طالب ہوں میں دنیا کے عز و جاہ کا — بوجھ اوٹھ سکتا ہے کس سے خیمہ و خرگاہ کا — جرار
قضا سر پر نہایت ناتواں ہوں — سبھر و سہ کیا ہے میرا میں کہاں ہوں — "
عہد پیری میں نہ اٹھا ضعف سے دست دعا — وائے حسرت رائیگاں وقت سحر جاتا رہا — جوش
مری تو سن لے کہ مانند شمع وقت اخیر — پگھل چکا ہے سراپا زبان باقی ہے — سودا
قدرت نہ ہم کو آہ کی نے طاقت فغاں — نکلے تو کیونکر اپنے دل زار کی ہوس — "
کر دیا ضعف نے عاجز غالب — ننگِ پیری ہے جوانی میری — غالب

طمع

خدا کو بھی ہے طمع نام کو ارادوں کی — سوال جس نے کیا اس کو زیر دست کیا — امیر
چڑھ ہے زمانے میں جس کا نام طمع — بربادی ہوئے طمع مال و زر میں لوگ — انشاء
قارون کے ساتھ کیا دولت کو دیکھ کر — جو ہیں طمع اہیں جنہوں غم و دولت بیگانہ حاصل — "
فقیر میں جلن ہوتی ہے زیادہ حرص و طمع — شباب عمر سے ہمسر کھو طمع نے دین لیا — آبرو
فلک نے ہمسر سے بڑی نعمتوں کو چھین لیا — حبب حرص و طمع میں مبتلا رہتا ہے جو آدمی — اصغر
برائے مال و زر اندوختہ میں کیوں طمع ہے جو آدمی — تاریخ دین

طمع

طمع	عنف	تابع دین کبھی دولت کا نہ شیدا ہوگا زمانے بھر میں ہے مشہور حال اخوان صفا کا
		اہل دولت کی ہوس مرنے پر بھی جاتی نہیں صاحب اکسیر کو دیکھا فقیر
		چربی چھا جاتی ہے آنکھوں میں طمع وہ چیز ہے
		اہل طمع کے پاؤں کو چکر ہے کس لئے
		جب کیمیا کے شوق نے تاراج کر دیا
		کس قدر کھاؤ گے خوشخوری میں کیا پاؤ گے
		گنج قاروں کا نہ کام آیا گیا تخت ثریٰ
		گدا سے زیادہ تر محتاج ہیں اسوقت کے امرا
		کب تلک زر کے لئے پھرتا رہے گا دربدر
		پھنسے ہیں لذت دنیا میں اہل دنیا یوں
		مالداروں کو زیادہ ہے طمع دنیا کی
	قدر	انساں کے دل سے جاتی نہیں کوئی دم طمع
		طماع کو دکھاتی ہے پہلے بہار عیش
		قارون ہے اپنے سر پہ خزانہ لئے ہوئے
	قاتمر	دولت دنیا کی بیجا ہے ہوس
		کچھ اپنے کیسہ میں گو ہم گدا نہیں رکھتے
		آدمی کچھ غرض سے دیتا ہے
		قرآن اٹھاتے ہیں طمع زر کے واسطے
	گویا	طمع دولت کی بے تاب و تعب مت رکھ زمانے سے
		آجائے گر خزانۂ قاروں بھی ہاتھ میں
		لالچ ہے بری چیز خبردار ہو شا و آن
	صاحب	نہ دیکھا کبھی ہم نے طامع کو شاکر
		دانے کے لالچ سے دیکھا مرغ نے دام و قفس
		طمع و حرص و ہوس ہیں خالی لفظ
		نہ طمع مال ہے ہم کو نہ خواہش جاگیر
		طلبے بھی نہ ملا شہد خوان دنیا سے
	منتھی	طامع دنیا کو دیکھا ہے نہیں ہے سرخرو
		دانا تو طمع کا نہ کبھی کام کریں گے
		پیٹ بھرتے ہی نہیں اہل ہوس کا دیکھا
		طمع بھی کیا بری شئے ہے کہ مثل ماہ چہار دہیں
		غنی ہونے پہ بھی عیب طمع جاتا نہیں ہرگز

	پیر و شبیر خدا کیا سبک دنیا ہوگا۔
امیر	طمع دنیا کی وہ ہے جس سے بازو ٹوٹ جاتے ہیں
اشک	غنچہ و گل شاخ سے مٹھی میں لیکر زر گرا
بحر	کیمیا کی آرزو اچھی نہیں
پرتو	گنج زر سر پر اٹھانے کو بنی مزدور شمع
تراب	تقدیر ہی کا ان کی یہ چکر اگر نہیں
	دنیا کا سب اثاثہ ہے گویا لنگوٹ میں
	نان و حلوے کی طمع بہر حلاوت ہے عبث
	مال و اسباب بہت حشمت و شوکت ہے عبث
	کہ ہر صاحب دول کو مبتلائے کیمیا پایا
	ہے جہاں کی ناخوشی و شادمانی چند روز
	ہو جیسے طعمۂ مردار پر غراب کا حال
	مرد محتاج کو ہے روزی فردا کی تلاش
تجمل	رہتی ہے مثل خوں رگ دل میں ہم طمع
	انجام کو دکھاتی ہے رنج و الم طمع
	گو مر گیا مگر نہ گئی ایک دم طمع
	قبر میں جب ہاتھ خالی جائے گا
جنون	طمع کسی کی سوائے خدا نہیں رکھتے
داغ	جب اٹھا دے طمع تو پھر کیا ہے
رند	دیندار اگر یہی ہیں تو اسلام ہو چکا۔
سودا	مہوس تا نہ جھونکے آگ میں مس زر نہیں ہوتا
شفق	پوری نہ ہو جہان میں زردار کی طمع
شاوان	جان اپنی گنواتی ہے مگس میٹھے کی لالچ
صبا	کبھی پیٹ ظالم کا بھرتا نہیں ہے
طالب	خوان پر گر کر اپنی جان دیتی ہے مگس
عیش	ان سے حاصل ہو کیا بجز حسرت
عاشق	ہم آپ زندگی مستعار رکھتے ہیں
	ہوئے ذلیل پے لذت دہاں کیا کیا
	زردگوں ہوتا ہے چہرہ ایسے دولتخواہ کا
عزیز	دانہ کو تصور گرہ دام کریں گے
قلق	یہ گڑھا وہ ہے جو پاٹے سے نہیں پٹتا ہے
	گھٹا دیتا ہے غربت کو بڑھا دست حاجت کا
	دل اہل ہوس پیوند ہے دامان دولت کا

دستِ طمع کو توڑ کے مقصد کو کر حصول
آتی نہیں بہادروں کو نفس پروری
اپنی نظر میں جو طالب دنیا ہے زر مرید
کیا فقر میں گزر ہو چشم طمع سے بغیر
آگے کسی کے کیا کریں دستِ طمع دراز
حب دنیا الفت زر دل سے دم بھر کم نہیں
ہو گئی زر کی جگہ دل میں خرابہ ہو گیا
زر کے پیچھے طالب زر رہو رہے ہیں کیا ہلاک
خطرے کو جب جاہ کے دل سے نکالیئے
جو طامع ہیں فراغت اِن کو دنیا میں نہ ہو حاصل
مغنموں کا دل طمع سے بھی کبھی خالی ہوا
جو کہ طامع ہو وہ چھانے خاک ایدل دربدر
مرد بے پرواہوں ہے مجھ کو فقیری کا مزہ
حال دیکھو صاحب اکسیر کا

حال قاروں سن کے یہ ثابت ہوا
طمع مال کی سر بسر عیب ہے
جذب کرتی ہے زمیں قطرۂ باراں کو مدام
زر کی طمع نے سب کا لہو کر دیا سفید

دنیائے دوں سے ہاتھ اُٹھا کامیاب ہو — فتحی
گنّے کو پالتا نہیں جو شیر مرد ہے — میر
اس پیر زال پر جو ہو غالب وہ مرد ہے — "
ہے راہ تنگ ایسی جیسے سوئی کا ناکا — نسیم
وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے — ناسخ
اس پر اے زاہد ارادہ ہے خدا کی یاد کا — "
پیشتر جس جا خزانہ تھا خرابہ ہو گیا — نیاز
فائدہ کیا نقد جاں دیکر جو کوئی پائے زر — ناسخ
یہ بے طرح کا چور ہے گھر میں دھنسا ہوا — "
امیری میں پہنچ سکتا نہیں ہے کوئی گدائی سے — "
ربع مسکوں پر قناعت کب ہوئی تیمور کو — واسطی
کس نے دیکھا گھر میں بیٹھے رہتے ہیں سائل کہاں — "
ہیں جو طامع اُن کو دنیا کی رہے دولت پسند — ولی
خاک چھنواتی ہے دولت کی طمع — ہمدم
باعث آفت ہے دولت کی طمع — ہنر
خیالات گنج نہاں سر سے ٹال — "
پُر طمع دل نہیں ہوتا کبھی غافل سیراب — "
کچھ آج کل عجیب زمانہ کا رنگ ہے — "

ظاہر و باطن

حال باطن کا عیاں ہوتے ظاہر اے اسیر — اسیر
ظاہر اگر برا ہو بزرگی میں فرق کیا — "
شیشے کی طرح ظاہر و باطن میں نہیں فرق — "
اہل ریا کا ظاہر و باطن کہاں ہے ایک — آتش
فروغ ظاہری کو داغ روشندل سمجھتے ہیں — اسمٰعیل
دنیا کے لئے ہیں ہمارے دھندے — "
ہیں صرف زباں سے خدا کے قائل — "
باطن کو بھی صورت ظاہر پر کر قیاس — انور
زبان و دل میں تفاوت جو آدمی کے نہ ہو — بختاور
گھر میں تو نہیں بوریا بھی فائدہ کیا شیخ — تسلیم
اہل صورت کو کمال باطنی حاصل کہاں — "
کم نہیں شیشۂ ساعت سے ابنائے جہاں

سُرخ آتا ہے نظر شیشۂ مے گلفام کا
مسجود خلق کعبہ ہے رخت سیاہ میں
جو دل میں ہمارے وہی مطلب ہے دہن میں
دلمیں صنم بغل میں کلام مجید ہے
چراغ بادہ اے آتش نہ ہو محتاج روغن کا
ظاہر ظاہر ہیں اور باطن گندے
دل کی پوچھو تو خواہشوں کے بندے
انگور میں شراب شکر نیشکر میں ہے
صفائی ظاہر و باطن رہے گہر کی طرح
دروازے پہ لٹکانے سے بانات کا پردہ
قابل نشو و نما کب ہے چمن تصویر کا
صاف ہیں ظاہر میں اڑتی ہے دل مدبطن میں خاک

ظاہر و باطن

بہت اس کو مرہیں کھنچے کے
نہ چھل پایا رہا ہی کے بھرے
نظر ہیں ہاں کو صاف رہتے ہیں
باطن کی کسنے ہیں دور بھی سے مزہ باطن میں
وہ جو ظاہر میں بہت شیخ ہیں ان کے باطن
کیا ہوا صورت بنائے کیا ہوا صورت سے
خوبی ان کی باطلب دل کا میرے
چہرہ آئینہ ہے مفتی پنہاں میں
ہیں اگر آئینہ ہے زوروں ہے
کھلی صورت سے مفتی کی حقیقت
دل جو حال سے مفتی کی
جو کچھ دل میں ہے سو زبان پر
ہاتھ میں ہے خدا امر و خدا اچھی نہیں
اس طرح یاد خدا کرنا ہے بیشک
عالم ہے آتا ہے جھی آنکھ کی
دل جو ہے ہے کی ہیں جلیل کی
کسی ہے جو دیکھے تو ہے ہے ہے
دل میں

ظلم

باطن کو لوث حرص و ہوا سے تو پاک کر	ظاہر کی سودمند ولاشست و شو نہیں	سعید
ظاہر و باطن رہے انسان کا ہر دم یکساں	فائدہ کیا صاف منہ پر اور کدورت دل میں ہو	سراج
دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ ہے	ایسی الفت سے ہم کو نفرت ہے	عاشق
عاشق یہ قول شاعر صادق بیاں ہے سچ	جن کے دلوں میں فرق ہے ان کی زبان میں فرق	〃
صاف جوں آئینہ منہ پر کہو جو دل میں ہو	پر یہ اچھی نہیں ہر بات میں عیار لپیٹ	〃
ظاہر اصوفی مگر باطن سیاہ	فوق تیری پارسائی دیکھ لی	فوق
ایک ظاہر و باطن ہے ہمارا اے قدر	چشم بیخواب ملے یا دل بیتاب ہیں	قدر
بر میں ہے جبہ و دستار مگر دل میں فریب	دانت کھانے کہ ہیں یہ اور وہ دکھانے کیلئے	محب
خس ظاہر پہ شرف رکھتا ہے خس باطن	پھل اچھا ہے وہی جس میں خوش آئے دوست	〃
کیا لباس ظاہری کی اصل یہ بے اصل ہے	جب طمع اڑ گیا تو صاف تانبا کھل گیا	مہر
تم غم کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دو کبھی	غم کا خیال ہیچ ہے اور غمگسار ہیچ	〃
شخص ظاہر بیں کا بد باطن کا یہ احوال ہے	گھر کے اندر ہے اندھیرا اور باہر سفید	منتہی
اہل بصر کو جلوۂ خالق پہ ہے نظر	صورت پرست محو تماشائے خلق ہے	مصحفی
خدا دیتا نہیں انسان کو حسن ظاہر و باطن	بری ہوتی ہے سیرت جنکی صورت اچھی ہوتی ہے	مضطر
صاحب معنی سے کیا صورت پرستوں کو مثال	شیر قالیں اور ہے شیر نیستان اور ہے	مسکین
شیشۂ ساعت کی صورت منہ پہ ملتے ہیں حسود	ہے کدورت دل میں گو ظاہر میں ہیں بسیار صاف	〃
جو آدمی ہے ظاہر و باطن میں فرق ہے	خوبرو نہیں وہ کبھی زشت خو نہیں	ناسخ
خوار جو ظاہر میں ہیں ان کو حقارت سے نہ دیکھ	کیمیا گر پھرتے ہیں اکثر گدا کے بھیس میں	〃
صورت نے کبھی غیبت میں دم نہ مارے گے	صاف جو ہوگا دل کا وہ کہے گا منہ پر	نسیم
ٹیم ٹام آئینہ کی جو ہے وہ سب منہ پر ہے	عالم ہو کے سوا گھر میں مگر کچھ بھی نہیں	وقار

ظلم

غم کسی کو نیش زن کے مرگ کا ہوتا نہیں	کون روتا ہے جہاں میں مردۂ زنبور پر	اسیر
ارباب ظلم گردش و پستی نصیب ہیں	گرداب میں نہنگ تو اڑدر ہے غار میں	〃
جو ظالم ہیں جہاں میں پھولتے پھلتے نہیں ہرگز	کبھی امید سرسبزی نہیں ہے چوب دار کو	〃
ہیں جو ظالم فتنہ ہو جاتے ہیں افزایش میں اور	باڑھ کر دیتی ہے خونریز جہاں تلوار کو	〃
سخت دل کی بعد مرنے کے بھی ہے مٹی خراب	کب کفن دیتا ہے کوئی کشتۂ فولاد کو	〃
ظالموں سے نہیں رہتا ہے زمانہ خالی	روز جلاد نیا آتا ہے جلاد کے بعد	〃
خونخوار کو عروج ہے ذلت کا سامنا	شہ پر کھلے جو باز کی ٹوپی اتر گئی	〃
قدم قدم یہی آتی ہے خاک سے آواز	گریں گے مجھ میں جو کرتے ہیں پائمال مجھے	〃
مودیوں سے بھی خدا چاہے تو ہو جاتا ہے نفع	شہد ملتا ہے جہاں کو خانۂ زنبور سے	〃
سلوک خاک کریں گے بھلا یہ ظلم شعار	کسی نے دیکھی ہے کوڑی کٹار سے باہر	〃

ظلم کی قوت بنا دیتی ہے انساں کو شریر	ربط یکساں نے کیا خونریز عالم تیر کو	اسیر
جتنے اہل ظلم ہیں سب ایک ہیں خرد و بزرگ	موڑ ہاتھ آیا ہے نیزے کے برابر تیر کو	〃
شریک صحبت ظالم کو خوف ظلم نہیں	شکار تیر کسی دن کمان کا زاغ نہ ہو	〃
بیجا ہے اہل ظلم سے امید فیض کی	کوڑی کٹار کی نہیں ملتی فقیر کو	〃
زیر زمیں بھی ظلم فلک سے نہیں نجات	مردوں کی چھاتیوں پہ ہے پتھر دھرے ہوئے	〃
اوج فلک سفلہ ہے بیداد گروں سے	اڑتا ہے یہ پر اور مریدوں کے پر و سے	〃
دیتا ہے ظالموں کو فلک دولت جہاں	بند و ق جو جہاں میں ہے صاحب خزانہ ہے	〃
یہ زور ظلم نہیں عقل کی ہے کوتاہی	فلک پھرتے ہے سدا ناپتا زمین و زات	〃
جو سنجیدہ ہیں اون کو کام کیا ایذا رسانی سے	کیا حملہ نہ شاہین ترازو نے کبوتر پر	〃
جو رنج دے اسے حاصل ملال ہوتا ہے	کہ خار چبھتا ہے جب پایمال ہوتا ہے	〃
رعیت کو ستانا بادشاہوں کو نہیں لازم	جو ہوں صحت سے اعضاء روح کو آرام ملتا ہے	〃
نہ دیکھا سخت طینت کو کبھی سرسبز دنیا میں	شگوفہ پھولتے پاتا نہیں دیوار آہن پر	آتش
ظالم کو سعی سے نہیں بحر جہاں میں نفع	ممکن نہیں کباب جو مچھلی کا شست کھائے	〃
پھل کسی ڈھب کا نہ توڑا انشا کسی کو دکھ نہ دے	تا دعا تجھ کو کریں سب پھول پھلیاں باغ میں	انشاء
سایہ میں جس درخت کے آرام پائیے	کیا ظلم ہے کہ اس کے ہی اثمار توڑیے	〃
کہا مان اچھا نہیں ظلم بے جا	ارے دل دکھانا برا ہے کسی کا	انجم
ظالم کبھی سرسبز جہاں میں نہ ہوا	ملتا ہے ضرور نیک و بد کا بدلا	امجد
کیونکر نہ سر شمع کو کاٹے گلگیر	گردن پہ ہے اس کی خون پروانوں کا	〃
ظالم ظلم و ستم بہت بے جا ہے	انسان کے لئے نرم دلی زیبا ہے	〃
لیتا ہے خدا سخت دلوں سے بدلا	دور ہونے سے قطرہ کا جگر سفتہ ہے	〃
انسان کی زمام ہے خصلت کے ہاتھ میں	اہل جفا کو چین کہاں بے جفا کئے	اسمٰعیل
بگڑتی ہے جس وقت ظالم کی نیت	نہیں کام آتی دلیل اور حجت	〃
یہ ظلم سارے ہیں چند روزہ ہی ایکدن انتقام کا بھی	آ میر حمام گرم کر لیں فقیر کا جھونپڑا جلا کر	امیر
کہو قاتل سے کہ سر کاٹ کے مغرور نہ ہوں	اپنے سر کو بھی تو خنجر قاتل سمجھیں	〃
سخت طینت کے لئے راحت زمانہ میں نہیں	چشم بادام آشنا ہوتی نہیں ہے خواب سے	انور
آدمی سنگدلوں پاس نہ حاجت لے جائے	شکم گرسنہ پر باندھ مکے پتھر نیٹھے	بحر
بیدرد ہیں وہ لوگ جلاتے ہیں جو کہ دل	اشکوں سے ہم بجھائیں گے کسی کا جو گھر جلے	〃
رحم بے رحموں پہ آتا ہے مقام صبر ہے	میں نہیں کہتا خدا پہنچے مری فریاد کو	〃
ظلم کا جن کو علاقہ ہے عجب ان سے نہیں	جان عالم زر ستانی کے عوض میں کھینچ لیں	〃
ظالم جگر جلوں کے تظلم سے خوف کر	گلخن دہان داغ ہے شعلہ زبان داغ	〃
دنیا ہی میں نتیجہ ظلم و ستم ہوا	پتھر کے بن گئے یہ بتوں کا جنم ہوا	〃
کشت امید سے ظالم کو نہیں کچھ حاصل	خرمن ماہ سے کب چرخ نے دانہ پایا	برق
سمجھتا نہیں ہے مال ستمگر کو اور کا	بیکار زیر چرخ غذا آسیا کی ہے	〃

نظم

یہ چور و اچکے کو ما را کوئی ملک سے نکالے ہے — بیان
روسیاہی اپنی اور دور کرنے سب دھوتی ہے سر دھوکے — پانی
ظالم کو دل آزاری سے کچھ نہیں کرتے نفرت
بے رحم کبھی رحم نہیں کرتے راحت نہیں
جو معاون ظالموں کا ہے اسے راحت نہیں — نسیم
تیز ہوتی ہے چھری تنگ فسان رہتے ہیں
روح سے اپنے پریشان رہتے ہیں بیداد گر
سر بلندوں پا پا بیشہ چرخ بے بنیاد کا
سر بلندی کو زوال دیکھا چھوٹے چھوٹے زمانہ میں
ہمیشہ بے شرم ہے سدا محروم رہتے ہیں
ظالم و اشقی دل سے کسی دن خفیہ پیکاں کا
نہ چھوڑا باغ عالم میں کسی نے کبھی پھول
ظالم نہ دیکھے دہر میں ہم نے کبھی رات دن
ظالم رہتے ہیں سب سوفار رات کی — نوشین
رہتے ہی تکلیف ظالم کو بھی خوار کی
دیتی ہے تکلیف روتی ہیں آنکھیں بار بار کی
اشک خوں رونی ہیں آنکھیں کو بھی راحت نصیب — ثاقب
موزیوں سے ہو گر انکھیں کو بھی راحت نصیب
قیمت ظالم بھی کب آزار ہے
ظلم فکر صید خوہ صیاد ہے

ظلم کا انجام

ظلم

ظلم دارا پہ نہ کرتا تو سکندر ہرگز زیر دستوں پر تعدی ظلم ہے اپنے لئے عمر ظالم کی کم نہیں ہوتی	مضطر	ثاقب
اتنا تو اے فلک ہو کہ وہ ہاتھ نوٹ جائیں یہ سچ ہے جو کسی کا دل جلاؤ[1] سے	محب	جویا
بے درد ہیں جو درد کسی کا نہیں رکھتے کب اپنے ظلم سے ظالم امان پاتا ہے		جلیل
غریبوں پر نہ کیجئے جور گر خوف خدا بھی ہے		حسن
ظالم کو نہیں ملتا ہے آرام جہانمیں ظالم جو ہے کبھی نہ کبھی نامراد ہو		داغ
ظالم اپنی سختیوں سے آپ اٹھاتا ہے شکست		سرور
بزم عالم میں نہ ہو ظلم سے زینت ای شمع وبال جان ظالم عاقبت ہے فعل ظالم کا		سوز
ظالم کو خدا نے نہ دیا ظرف حیا کا		شہید
وضع ظالم کی درستی ہے اجل کا دھوکا		شیر
آفت قہر الٰہی سے بھی ڈرا اے غافل توانائی نہیں اس میں ستائے ناتوانوں	ہ	صابر
جو کہ ظالم ہیں سزائے ظلم سے بچتے نہیں ظالم کو نہیں حاجت اسباب ستم کچھ		"
جو ظالم ہیں ہمیشہ نطق سے بے بہرہ رہتے ہیں چار دن زیست کے بے لطف نہ کر اے ظالم	مضطر	"
ظالم نہ اختیار پہ مغرور ہو کبھی ڈرتے رہو شکستہ دلوں کے ستانے سے		"
خاک میں مجھ کو ملا کر بچ رہے گا کیا فلک ثمرۂ عشرت سے ہیں محروم خونخواران دہر		عالم
دل کسی کا دکھے نہ کر وہ بات دل کے دکھانے کا ہے نتیجہ بہت برا	تلامی	عاشق
خوش نہ ہو اوحرام خور اصلا پیسے ہیں خاک نشیں اہل اوج کے ہاتھوں	نظیر	"
آتی ہے سنگدل دلوں کو کب کڑی بات تو نکی تاب پامالوں سے ہے رتبۂ ظالم یہاں بلند		غافل
اے سنگدل تو خوف کر و گھر ہے خدا کا ہم اپنی خود نہیں حالت تباہ کرتے ہیں		فیض
نشہ لب چشمۂ حیواں سے نہ آتا واپس میں پریشان ہوں تو کیا افلاک سرگرداں نہیں فرق آتا نہ چرخ گرداں میں		"
جو پھول توڑتے ہیں عنادل کے سامنے وہ دل ہی دل میں داغ اس کا اٹھائے[2]		فدا
ایسے بھی ہیں یارب کہ تمنا نہیں رکھتے ستم سے رہتا ہے کب صاحب ستم محفوظ		"
مجھے ڈر ہے کسی دل سے مبادا بد دعا نکلے چکر میں سدا چرخ جفا کار رہے دن رات		قدر
ہوتا نہال ظلم کبھی بار ور نہیں ٹوٹنے کا خوف ہے فولاد کی شمشیر میں		"
سرخ ہوتا دہن غنچۂ گلگیر نہیں ستم ضحاک کا باعث ہی اقبال فریدوں کا		میکش
دیکھو نہیں رکھتا ہے شکم جیم جفا کا مانع ظلم کبھی راستی تیر نہیں		"
ناتواں کو نہ دے رنج توانائی میں کسی ذی روح کی بے جاں نہیں یہ کام انساں کا		عرش
شمع کا سر کاٹ کر کالا ہے منہ گلگیر کا		عیش
محتاج فسان کی نہیں شمشیر نظر ہے زبان تو ہے نہیں گویائی پر خار بیاباں میں		عاقل
کون دنیا میں بھلا آیا ہے رہ جانے کو کیا چار دن رہی جو حکومت یزید کی		"
دل اس صدا سے ہلتا ہے عرش عظیم کا ایک دن ظالم سزا اپنے کئے کی پائے گا		عالم
سبز کب باد بہاری سے درخت دار ہو کام کی بات ہے تو بات ہے یہ		عاشق
ظالم صدا نہیں ہے خدا کی جریب میں مظلوم کا مال جمع کر کر کے		"
زمین نشانہ ہے آفات آسمانی کی جو کہو وہ کوہ سے پھر کر ملے الٹا جواب		غافل
دیکھو زمین پست ہے اور آسمار بلند اچھا نہیں گر تم نے دکھایا مرے دل کو		"
کوئی ستاتا ہے تب آہ آہ کرتے ہیں		فیض

[1] جلائے [2] اٹھائے۔

بے جرم و خطا جس ظالم نے مظلوم ذبح کر ڈالا ہے
اس ظالم کے بھی لو[1] ہو کا پھر بہتا ندی نالا ہے — نظم

جو ناز ان مردم آزاری پہ ہو اس کو یہ دو مژدہ
اجارہ چیونٹیوں کو مل گیا کور تہمتن کا — ناسخ

سخت دل جو ہیں انہیں محروم رکھتا ہے فلک
بیضۂ فولاد سے بچہ کہاں پیدا ہوا

خار خونخوار ہیں باغ جہاں میں ہم نصیب
موسم گل میں شگفتہ غنچہ پیکاں نہیں — "

ہو خاک کوئی منعم ظالم سے منتفع
حلقوم آب تیغ سے ہوتا ہے تر کہاں — "

فیض ظالم سے نہیں پایا کسی نے غیر ظلم
آب دہقاں سے بھلا کیا کشت دہقاں سبز ہو — "

ہے نکوکاری عبث اے بانی بنیاد ظلم
فائدہ حجاج کو کیا کعبہ کی تعمیر سے — "

اے شیخ دگیر سبحہ و زنار توڑیے
پر دل کسی بشر کا نہ رہنوار توڑیے — "

اہل ستم ستم سے نہ باز آئیں گے کبھی
خونخواریاں ہیں صورت شمشیر دم کیساتھ — "

مردم خونخوار ہیں کیا مال پیش اغنیا
قدر لوہے کی بھلا ہو خاک زر کے سامنے — "

ہیں جوانی میں جو ظالم ہوں گے ظلم پیری میں
کوئی جز مار کہن سال اژدہا ہوتا نہیں — "

جہاں میں سنگدل سے ہوتی ہے راحت کسی حاصل
نہ ہووے نشۂ لب سیراب ہرگز آب آہن سے — نساخ

سنگدل سے رفع ہووے کیا کسی کی احتیاج
کار سیم و زر نکلتا ہے کہاں فولاد سے — "

جہاں میں سنگدل سے ہوتی ہے راحت کسے حاصل
کہ دفع تشنگی کا کب اثر ہے آب آہن میں — "

زنہار جور پیشہ نہ ہو اے ستمگرو
سمجھو کہ ایک روز پئے زنہار ہے — نشاط

دیکھ لے گلزار عالم میں ہے کم ظالم کو عیش
پھول کتنے ہیں سپر میں ایک پھل تلوار میں — وزیر

جہاں فروغ ہے وہاں موزیوں کو دخل نہیں
نہیں ہے چشمۂ پرنور آفتاب میں سانپ — "

حق پرستی کا اگر ہے دعوے
بے گناہوں کو ستایا نہ کرو — ولی

ہم تو چیونٹی کو بھی تکلیف نہ دیں تا مقدور
کون وہ لوگ ہیں جو دل کو دکھا دیتے ہیں — وہبی

ظلم پوشیدہ ہے اس کا جس کو حاصل ہے فروغ
ایک دن دیکھا نہ آغوش فلک میں تیر کو — ہوش

اٹھائے سر جو چلے دہر میں ستم پیشہ
فلک کی طرح نہ کیونکر وہ شرمسار رہے — "

ظلم جو کرتا رہے عالم میں وہ ہوتا ہے ذلیل
خم نہ پائے شمع پر کیونکر سر گلگیسہ ہو — "

جتنے ظالم ہیں شعار ان کا ہے عالم میں نفاق
ہم جدا پاتے ہیں عالم میں حروف دار کو — "

سمجھ لے خانۂ ظالم خراب ہے آخر
بدی ہی کرتے ہیں مذکور ظالموں کے بعد — ہمدم

ظلم پر باندھی جس انساں نے کمر
عہد میں اس کے ہو کوئی شاد کیا — یکتا

عاجزی

توبہ نیازمند سے کب عذر ہو سکے
اے بے نیاز لے سر تسلیم خم ہوا — آصف[2]

تری کنہ حقیقت کو نہ پہنچا
مقدر سے سوا ہے نارسا دل — "

پسیجے گا دشمن سے دشمن کا دل بھی
کرے منتیں گر کوئی پاؤں پڑ کر — آشک

عجز بندوں کا کیوں پسند نہ ہو
کہ یہی تو خدا کے گھر میں نہیں — امیر

خدا بھی عاجزوں کی عاجزی نتاہی مخمر میں
بڑی سرکار میں دربار میں یہ عذر چلتا ہے — "

عاجزی

کی عاجزی جو ہم نے کسی سرکش نفس
پیدا ہوا اس لباس میں تیغ ہوا تھا — نساخ

فرد و مجوس میں صاحب کمال ہوتا تھا
جو پڑھ کے بیٹھ گیا کشکول ہلال ہوتا تھا — تراب

عبودیت ان کا ہے عجز سب سے
کرتی بندگی کا ہے عجز سب سے — "

تراب آدمی کی صفت عجز ہے
ذکر کیا کبھی کبر یائی کی بات — "

سکھا جھکانا زمیں پر جبیں طاعت ہے نماز
دیکھ رکوع و سجود کی مشق کر — نسیم

قدر فنی آپ کی عجز ہے
ذرہ ہیں ہم آپ کے عجز ہے — "

ہمارے ہاں وہ ہے کمال جس میں
کمال شکر کی جا ہے کہ عجز درکار ہے — جلیل

اہل نخوت سے نہ بولی عاجزی
ہے یہی تیرا دعوی چیز دوز — "

وہی ہے اہل تواضع جو ہے سب سے عاجز
وہی ہے یوں تو ہے خم جس کی پشت پر کمان کی طرح — "

[1] لہو

[2] آصف

عاجزی

عاجزی	ہر حال میں ہے باعث عزت فروتنی	جویا
	بندوں کے حرف عجز ہیں اللہ کو پسند	جوش
منظور	کمال ہوتا ہے ہر ایک کو عاجزی سے حصول	جوہری
〃	عجز و نیاز کا ہے کیا شیوہ اختیار	حسین
〃	خدا کا رستہ چلو صفا ہے اوپ سے سر کو جھکا جھکا کر	خاموش
〃	عاجزی اہل ریاضت کی خدا کو ہے پسند	سفیر
〃	گر ہو کشود کار جہاں کیا بعید ہے	〃
〃	چاہیئے سب سے عجز اے سید	سید
〃	ششدر ہوں امتیاز و خطا و صواب میں	سراج
〃	انہیں کی آبرو ہے جن کا ہے افتادگی شیوہ	سخن
〃	محقق اگر علم حق کا ہے تو	سالک
〃	جو بندے خاص ہیں تیری زباں پر انکی جاری ہے	شایق
〃	سب کا نیازمند ہوں مجھ کو نہیں غرور	〃
میر	داور محشر نے پوچھا بھی نہ روز باز پرس	صابر
〃	زر مجھ کو ملے لاکھ گلستاں جہاں میں	طاہر
〃	افتادگی سے خاک کو حاصل ہوا سکوں	عزیز
〃	ہم بتا دیں تم کو کیا ہے عز و شانِ عاجزی	عاجز
〃	جس میں ہو گی عاجزی ہو گا وہی ہر دلعزیز	〃
〃	ہے شرافت جبین کرتا ہے وہی اس کو پسند	〃
〃	دوستانِ حق نے رکھا ہے اسے دل سے عزیز	〃
〃	اس گلستاں میں ہمیشہ رہتی ہے فصلِ بہار	〃
ہونس	ایک دن یہ اوج پر پہونچائے گی بیشک تمہیں	〃
〃	نہ چھوڑو عاجزی کو زندگی تک اپنی تم عاجز	〃
〃	عاشق امید عفو کی ہے انکسار سے	عاشق
〃	عاشق جھکائے رکھیو جبین نیاز کو	〃
〃	بر لا مراد بخشش عاصی کی اے خدا	〃
〃	گرچہ ہم نہیں قابل تری رعایت کے	〃
〃	جھک کے ہر ایک سے ملے کام میں ہر ایک کے آئے	عادل
〃	فوراً دعا قبول ہوئی اضطراب میں	خدا
〃	شیوۂ عاجزی نہ چھوڑ اے فیض	فیض
〃	حد سے بڑھ کر عجز بھی کرتا ہے انسان کو خراب	قلق
〃	جو چاہے رحمت حق عجز کر شعار اپنا	گویا
عبادت	جھکے رہنے سے گردوں کے کبھی گردوں کی ظاہر ہے	〃

	پھولے وہی شجر جو خزاں میں قلم ہوئے	جویا
	مجرم جو منفعل ہو خطا کچھ نہ پوچھیئے	جوش
	جبیں پہ ماہ کی ہے داغ جبہ سائی کا	جوہری
	جب سے نشان ہم نے خودی کا مٹا دیا	حسین
	مثال نقشِ قدم بنو تم غرور ہستی گر اگر کر	خاموش
	سر جھکے ان کے جہاں واں خانقاہیں ہو گئیں	سفیر
	خوے نیاز باب اہل کی کلید ہے	〃
	تو ہے کیا تیرا مرتبہ کیا ہے	سید
	مالک سوال رحم ہے تیری جناب میں	سراج
	گہر بنتا ہے گرتا ہے جو قطرہ ابر نیساں سے	سخن
	ہے لازم تجھے عجز کرنا نہ لاف	سالک
	کہ ہم سے حق ادا ہوتا نہیں تیری عبادت کا	شایق
	خدمت گذار ہوں میں صغیرہ کبیر کا	〃
	سربلندی ہو گئی حاصل مجھے تجھ سے	صابر
	میں گل کی طرح جامہ سے باہر نہیں ہوتا	طاہر
	آسودگی نتیجہ ہے عجز و نیاز کا	عزیز
	ہے پسند ایزد برتر بیان عاجزی	عاجز
	سب کو محبوب اور پیاری ہے زبان عاجزی	〃
	دل شریفوں ہی کا ہوتا ہے مکان عاجزی	〃
	ہو بیاں کس منہ سے کیا ہے عز و شانِ عاجزی	〃
	کیا تجھے خوف خزاں ہے باغبان عاجزی	〃
	نردبان اوج ہے عاجز بیان عاجزی	〃
	کہ اچھے کام کا اچھا نتیجہ ہو ہی جاتا ہے	〃
	معذور ہو نہ طاعتِ پروردگار پر	عاشق
	رتبہ بلند ہے سر عجز و نیاز کا	〃
	آخر گدا تو ہم بھی ترے آستاں کے ہیں	〃
	ہمارے عجز کا کر پاس التجا کا لحاظ	〃
	ہو جو غربت میں بھی تو لطف وطن کا آئے	عادل
	کام آیا گڑگڑانا خدا کی جناب میں	خدا
	یہ وہ شئے ہے نہیں خدا کے پاس	فیض
	کی اسی نے سرکشی جس سے بہت جھک کر ملے	قلق
	رواں ادھر کو ہے پانی جدھر کو پانی ہے	گویا
	سمجھتا ہوں خم شمشیر میں تسلیم دشمن کو	〃

عبادت

دیدا اس کی ہی کرو جس نے بنایا سب کچھ
سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
رزق ما یحتاج جب دیدے تجھے اللہ پاک
خالق کی عبادت سے یہ زینت ہوی حاصل
حق مہرباں ہے اس پر کہ جس نے
مزد طاعت میں خدا جنت جو بخشے کیا عجب
بندگی خاک ہے جب غیر کو ایذا پہونچے
چاہیئے مشق ریاضت مرد جوہر دار کو
آنکھیں جہاں میں ہیں وہی جو ہیں خدا شناس
چاہیئے سعی اس کے ملنے میں
کٹ جائے وہ زباں نہ ہو جس سے دعائے خیر
رہے انسان شب بیدار دنیا کے خزانے میں
بے رغبتی سے شب کو سحر بھی کیا تو کیا
دنیا میں رہ کے اس کی عبادت نہ بھولتے
ہیں منفعل خطاؤں پہ زاہد کو زعم زہد
دنیا میں بحر کون عبادت گزار ہے
اے بندہ تجھ کو چاہیئے مولا کی بندگی
بندگی میں خدا سے پاؤ گے
تسلیم و رضا اس کی ہمیں چاہیئے ہر حال
بندگی میں اور اس سے زیادہ کیا ہو نفع و سود
اس زمانہ میں تراب اور عبادت معلوم
بھر[1] عمر تراب اس کی اطاعت میں جو گزرے
بہت امید جنت پر بہت دوزخ کی دہشت پر
بندے تو سب خدا کو خداوند کہتے ہیں
وہ عبث بندہ نوازی کی رکھے اس سے امید
تراب اس کی طلب ہے فرض ہم پر
جو یہاں طاعت کرے جنت وہاں پاؤ گے تراب
معشوق تب ایاز ہوا بادشاہ کا
پیدا کیا خدا نے عبادت کے واسطے
عابد نہ کہیو اس خدا کے لئے کوئی
بندگی خوب ہوی جن سے خدا کی واللہ

نہ کہ ہر لحظہ فدائے گل و شمشاد رہو — انشاء
او بے خبر اکی تمنا بھی چھوڑ دے — اقبال
کر عبادت بسر اور سر کو رکھ بالائے خاک — اکبر
سجدہ کا نشان ماتھے پہ جھومر ہے ہمارا — "
صرف عبادت میں کی زندگانی — "
اہل ہمت بخشدیے ہیں محل مزدور کو — اسیر
میں نے پتے نہ پئے سجدۂ دادر توڑے — "
صاف کر دیتا ہے صیقل زنگ سے تلوار کو — "
کہئے اسی کو گوش کہ جو حق نیوش ہے — "
بے ریاضت خدا نہیں ملتا — انور
پھوٹے وہ آنکھ جو کہ نہ وقت سحر کھلے — آتش
مسافر کو ہے اس مہماں سرا کے درمیاں کھٹکا — "
تا تیر نالۂ شب واہ حسر میں ہے — اسمٰعیل
عقبے کا کام کچھ ہمیں بار گراں نہ تھا — آثم
اب دیکھیں کیا پسند ہو اس کی جناب میں — بیدل
صوم و صلوٰۃ داخل رسم و رواج ہے — بحر
پیدا کیا ہے جس نے اسے فکر تو ہے
مدعا جس قدر تمہارا ہے
خاوند ہے وہ بندہ کی ہے کام ہمارا
ایک حسنہ یاں کرے کوئی تو واں ملتے ہیں دس
بس غنیمت ہے کسی سے ہو اگر فرض ادا
پھر تو کوئی نعمت نہیں جینے کے برابر
کوئی کمتر عبادت خالصاً للہ کرتا ہے
حق بندگی کا کچھ بھی ادا ہو تو جانئے
جس سے مولا کی نہ ہو خدمتگزاری ہائے ہائے
ہزاروں جس سے مطلب ہیں ہمارے
آتش دوزخ سے کیا ڈر بے گناہی چاہیئے
مولا کی بندگی میں جب اس نے خطا نہ کی
کیوں پیٹ بھر کے کھائے دن رات سوئے
مقصود جس کو جنت و حور و قصور ہے
وہی مردانِ خدا اہلِ کرامات ہوئے

عبادت

دنیا میں اس کو ہمیشہ کہو بہت جس نے عبادت کی — تراب
غنیمت ہے وہاں جو دم خدا کی یاد میں گزرے — "
بندگی سے ہے سر کو مولائی ہوئی — نواب
ہے شرف کیا بندۂ آزاد میں
دل سے جو عبادت ہو تو مقبول ہے راضی — "
اخلاص سے سجدہ ہو تو مسجود ہے راضی
حقیقت سے کریم و سجدہ کی واقف نہیں غافل — "
ہیں بندہ نواز مسجود تیری رسائی کی
ہاں لفظ اجر دلالت ہے عبادت کے لئے — "
جو یہاں آیا وہ آیا ہے عبادت کے لئے
صدا سائل کی ہے ثواب تجھے دل کو پسند آئی — "
غنیمت جان لے اب تو جو دم اللہ کی ہے
ہے واجب لوجہ اللہ عبادت خدا کی ہے — جعفر
مردوں پہ نہ رحم عین عبادت خدا کی ہے
فقر و دولت کا سر دیئے قبلہ کیا کیجئے
بندگی لازم ہے فارغ بیٹھنا زنہار نہیں — جرات
دنیا کی فکر عشق بتاں عیش پروردگار بیچ
بیٹھ ہو پیش طاعت پروردگار بیچ — سرور
بندگی میں گرچہ دن بھاگ گئی
ہو گیا نور خدا سے مطلع الانوار چہرہ

[1] تمام عمر — [2] پائے ۱۲

عبث			
بے عبادت قبول اک	ورد کر نام خدا لیل و نہار	مجید	سرور
غالب جب تک کہ ضعیفوں کا	کر دل حسن عمل کی شمع روشن گور کی خاطر		″
کیا ہے تیری	مرگ کا اندیشہ پھر کیا رہ گیا باقی اُسے	مجید	″
عزت دنیا میں ہے	تو بندہ ہو کے نہیں حق کی بندگی کرتا		″
اے قمر ہے وہ عبادت	خالق کی بندگی میں ہے دارین کی فلاح		سعید
کر ایک خدا کی بندگی	اسجد کے ساتھ اقترب ارشاد اس کا ہے		سراج
سر جھکا کر چھپ گیا	تم دیر میں نہ پھٹکو گر جا میں تم نہ جاؤ		شفق
سر جھکانے میں ہے	بندگی کی جس کی اس کی مل گیا اس کو خدا		ضمیر
بندگی سے جناب حق	ہوی عمر غفلت میں طاہر بسر		طاہر
سر جھکانے میں ہے	آسماں کے سر جھکانے سے یہ ثابت ہوگیا		″
سوائے بندگان حق	سر وہ کس مطلب کا جو سجدہ سے ہو نا آشنا		″
بندگی سے ہی	عاجزوں کی دستگیری میں نہ کر پہلو تہی		″
سر جھکا کر حق	دھیان طاعت کا عبادت کا خیال اچھا ہے		″
طاعت ہے بندگی	گناہ سے پاک ہوا دل صفا ہوئی حاصل		عاجز
جنت کی لالچ اور	پائیگا نور اجابت مثل خورشید اے عزیز		عزیز
اخلاص سے	خدائے بندہ نوازی ہو بندگی ہے یہی		عاشق
	بیدار ہو کہ رات بہت کم ہے زیست کی		″
	ذکر خدا سے غافل نہ ہو تم		علی احمد
	سستی ہے جو کہ پڑھتے ہیں وہ کیا نماز میں		″
	کئے لاکھوں برس سجدے ہوا شیطان مگر ناری		″
	غافل خدا کے واسطے کچھ جاگ لے یہاں		فدا
	دے چلے راہ خدا میں جان و مال اپنا جو دولت		″
	خدا سے تو لگا کر ترک دنیا		″
	روئے خدا کے غم میں پے بخشش ابد		″
	یہ ہیں باعث وصل ذات صمد		فوق
	مقبول بارگہ ہو ابھی بندگی تو کر		قطب
	چاہئے لائق کہ جو دولت بیدار نصیب		لایق
	طاعت سے خدا کو تو نہیں نفع و ضرر		محب
	خدا کی عبادت شب و روز ہے صاحب		مشتاق
	ہو سکے جتنی کرو تم بندگی		مظہر
	ریاضت میں فنا کر آپ کو اے خاک کے پتلے		محبوب
	عبادت ہی کیا وہ تو جس پہ ہے نازاں		″

مغفرت کا ہے اگر امید وار	سرور
رکھو اجلا چراغ بندگی سے اپنی گھر کو	″
خدا کے بندوں میں ہو جائے نامور بندہ	″
جس کی گزری طاعت مولا میں ساری زندگی	″
ذرا تو شرم کر اے مرد بے حیا صورت	″
بندہ کو حفظ امر و نواہی ضرور ہے	سعید
رفعت عزیز ہے تو رہے سر جھکا ہوا	سراج
لیکن جہاں رہو تم بس اس سے دل لگاؤ	شفق
بے عبادت بے ریاضت کب کسی کو وہ ملا	ضمیر
کرو بندگی اب تو اللہ کی	طاہر
اہل رفعت کرتے ہیں سجدہ مدام اللہ کا	″
وہ زباں کس کام کی بھولے جو نام اللہ کا	″
ہاتھ ابھی چلتے ہیں کرلے کوئی کام اللہ کا	″
اس کا انجام ہے نیک اس کا مآل اچھا ہے	″
عجیب چیز ہے یارب کوئی عبادت بھی	عاجز
ہاتھ اٹھا کر تو بھی ہنگام سحر سر کھول دے	عزیز
وہی ہے بندہ جو معبود کو پسند ہوا	عاشق
اے بخت خفتہ وقت ہے عجز و نیاز کا	″
اک روز سب کو ہے موت آنی	علی احمد
تو کاہلی کو چھوڑ دے کاہل نماز میں	″
حقیقت کیا ہماری ہے بھروسہ کیا عبادت کا	″
پیوستہ زیر خاک آرام سوئیے	فدا
آئے تھے مفلس مگر دنیا سے دولت لے چلے	″
فدا یہ کارخانہ سب فنا ہے	″
دنیا کے واسطے تجھے رونا حرام ہے	″
ریاضت کی راتیں عبادت کے دن	فوق
کیا مغتنم ہے قطب یہ عالم شباب کا	قطب
رہیو غافل نہ کبھو وقت سحر سے پہلے	لایق
بندہ کو ہی ملتا ہے عبادت کا ثمر	محب
جو دل سے نہ کرتا ہو غافل وہی ہے	مشتاق
تا نہ ہوئے حشر میں شرمندگی	مظہر
مٹے جو راہ مولا میں رہے وہ بے نشاں ہو کر	محبوب
تو ہے قبلہ رو دل ترا چار سو ہے	″

اخلاص کے ساتھ ہو عبادت ای مہر
اخلاص نہیں ہے تو عبادت ہی نہیں — مہر

تم اختیار کرو طاعت خدائے کریم
کہ ذات پاک ہے اس کی غفور اور رحیم — "

نہ پوچھ مہر کہ کیا چیز حق کی طاعت ہے
اسی میں خیر ہے تیری اسی میں برکت ہے — "

اس کے سجدے میں ولا تو بھی جھکا سر اپنا
جو کہ ہے مالک کونین اُسے کر اپنا — مہتاب

نت ہزر بھج ہزر بھج رے بابا جو ہر سے دھیان لگاتے ہیں
وہ ہر کی آس رکھتے ہیں ہر ان کی پیاس بجھاتے ہیں — نظیر

جو بھگتی ہیں سو ان کو تو نت ہر کا نانو سہاتا ہے
جس گیان سے ہر سے نیہہ بڑھے وہ گیان انھیں خوش آتا ہے — "

ہر نام کے جپنے سے من خوش نیہہ جتن سے رکھتے ہیں
نت بھگت جتن میں رہتے ہیں اور کام بھجن سے رکھتے ہیں — "

رکھا نہ معصیت نے کہیں کا ہزار حیف
بندہ ہو اور تابع فرماں نہ ہو تو کیا — نظم

تسبیح اس نے بعد پڑھی بھی تو کیا حصول
سو مرتبہ خدا کو جو بھولا نماز میں — "

چاہیے ہر سانس میں یاد خدا
آئے ہیں بندے عبادت کے لئے — نصرت

خورشید کے نیچے سے اشارہ ہے کہ عاقل
اللہ کی جانب کو اٹھا وقت سحر ہاتھ — نسیم

وہ کام کر کہ جس میں ہو کل تیری مغفرت
اے بندۂ خدا ہے تجھے اختیار آج — واسطی

اے دل اس باغ میں مت چن گل راحت تو وہاں
پائیگا نخل عبادت سے ثمر خاص الخاص — ہمدم

مالک جو نیک و بد کا ہے اس ذات پاک کی
اب صدق دل سے لازم اطاعت ہوی نہیں — "

کارخانوں میں نہ دنیا کے کرو فکر ہزر بر
چاہیئے طاعت معبود کے سامان کی تلاش — ہزر بر

سر اٹھا سجدۂ طاعت سے نہ ہرگز یکتا
سچ کہا ہو کہ خوشامد سے خدا راضی ہو — یکتا

عبرت

وہ سینہ جو عشرت کدہ تھا ہمیشہ
اُسے دیکھیے اب تو ماتم سرا ہے — آصف رح

مقام نیستی عبرت کی جا ہے ہوشیاروں کو
خبر بعد فنا ہوتی نہیں آسائش تن کی — احد

آئی صدا یہ قبر سکندر سے بعد مرگ
دیکھا جوان آنکھوں سے عالم تھا خواب کا — "

اب سکندر ہے نہ دارا ہے کہیں
ایک کا باقی نہیں مطلق نشاں — احمد

مل گئے مٹی میں سارے شہریار
اب نہ رستم ہے نہ ہے اسفند یار — "

زندگانی کا مزہ ملتا تھا جن کی بزم میں
انکی قبروں کا اب مجھ کو پتا ملتا نہیں — اکبر

بالائے زمیں پاس سکندر کے تھا سب کچھ
اب جا کے ذرا دیکھیے تربت میں بھی کچھ ہے — "

سر خاک شہنشاہاں عالم کہتی ہے عبرت
قدم رکھے بچا کر آئے جو شہر خموشاں میں — "

بے تسلیم سر جھکتا تھا سب کا جگے ایواں میں
انہیں کی خاک اب پامال ہے گور غریباں میں — "

پوچھتا ہوں میں جو عبرت سے مآل ہستی
راستہ گور غریباں کا بتا دیتی ہے — "

تماشا دیکھ اکبر دیدۂ عبرت سے دنیا
اجل کی نیند جب آئے لحد میں جا کے سو رہنا — "

ہر خزاں دیدہ ورق کوچ کا دیتا ہے سبق
یہ گلستاں ہے گلوں کا ادبستاں بلبل — "

یہ دیکھتے ہو جو کاسۂ سر غرور غفلت سے کل تھا مملو
یہی بدن ناز سے پلا تھا جو آج مٹی میں گل رہا ہے — "

سمجھ ہو جس کی بلیغ سمجھے نظر ہو جس کی وسیع دیکھے
کبھی یہاں خاک بھی اڑیگی جہاں پہ فرزم ابل رہا ہے — "

عبرت

سنو کہ اسی فکر میں ہیں روز و شب سکندر و دارا
ان امیروں کا جن کو خدا نے عطا کئے تھے تاج و نگیں
خاک پہ گور غریباں میں بن بن کے ہزاروں بیٹھے ہیں
خلق میں ہوتے ہوئے ہو مقبروں میں
خامشی سے وہ جس نے آکر
شاہ ہو کہاں دیکھے ہیں ہم نے
عبرت کی جا ہو اکبر ایسے مکان واسے
ہے خیمہ زن کے سوئے افلاک خاک وہ صورت کہاں گئی
اے خفتگان خاک سے وہ نزاکت کہاں گئی
فتوے کہاں گئے وہ کہ وہ شوکت کہاں گئی
دارا کو دیکھیے وہ شجاعت کہاں گئی
رستم سے پہلوانوں کی قوت کہاں گئی
کتنی ہے پاشاہوں کی حشمت کہاں گئی
وہ جاہ و دبدبہ وہ حشمت کہاں گئی
شداد سے کہو کہ وہ دولت کہاں گئی
قارون سے پوچھیے کہ خزانوں کی بابت کہاں گئی
کیسے حسیں کی نیند ہے کانٹوں کی سیج پر
وہ پھول سے بدن وہ نزاکت کہاں گئی

عبرت

پوچھو جو نیچے خاک کے سوتے ہیں بادشاہ	اسیر	ان کی وہ اونچی اونچی عمارت کہاں گئی
شاہ و گدا جہاں میں ہے مالک پس فنا	"	رو گز زمین قبر کے دو گز کفن کے ہیں
سامان عیش جن کو مہیا تھا کل تلک	"	محتاج آج ہائے وہ دو گز کفن کے ہیں
مالک جو زندگی میں رہے تاج و تخت کے	"	محتاج بعد مرگ وہ دفن و کفن کے ہیں
مسہری پھولوں کی اس کی لحد پہ آہ نہیں	"	جو سونے والا تھا اے آسماں چھپر کھٹ کا
قصر دنیا میں عمارت ہے محل عبرت کا	"	جس کا جشن آج ہے کل اس کا یہاں ماتم ہے
انقلاب چمن دہر ہے عبرت کا مقام	"	تھے جہاں گل نظر آتے ہیں وہاں خار پڑے
منزل دل کی خرابی کا الم کیا کیجے	"	کیسے کیسے خانہ آباد ویراں ہو گئے
دم فنا کیجئے اپنا نفس سرد کے ساتھ	"	ٹھنڈے ٹھنڈے طرف گور غریباں چلیے
اہل دنیا کی خرابی ہوئی ظاہر مجھ کو	"	نظر آئے جو کہیں گنبد مدفن ٹوٹے
ٹاٹ بھی مرقد میں ملنیکا نہیں کل سرفروش	"	خوش نہ ہو گو آج بندہ صاحب قالیں ہوا
جنہیں کج کلاہی کا تھا اپنے عزہ	"	نہ خاک وہ بھی نہاں ہو گئے
عبرت سے بے ثباتی عیش جہاں کو دیکھ	"	دو چار دن ہے خندۂ پادر رکاب صبح
پستی لحد کی یاد ہے ہر وقت اے اسیر	"	کب ہے مجھے بلندئ ایواں کی احتیاج
پھر ہوی عبرت کے دنیا آخرت کا کھیت ہے	"	اڑ گیا پھر رنگ میرا کشت دہقاں دیکھ کر
حال دنیا عین عبرت ہے اگر ہو چشم فہم	"	شرم عریانی سے آنسو پانی پانی ہو گیا
دنیا کا حال دیدۂ عبرت سے دیکھئے	"	مٹ مٹ گئی ہیں نامووں کے نشان گور
ہوئی تلف تاج و تخت کیا کیا مٹی زر و مال کیسے کیسے	"	کہاں ہے وہ حشمت سکندر نشان دیکھو کہیں ہے جم کا
دو پھول بھی چڑھینگے نہ کل ان کی قبر پر	"	جن کے گلوں سے لپٹے ہیں پھولوں کے ہار آج
کہاں دولت کہاں حشمت کہاں ثروت کہاں شوکت	"	کہے کو کو نہ کیونکر فاختہ طاخ فریدوں پر
چشم عبرت ہو تو مردے نہیں کم واعظ سے	"	مرگ اک دن ہے یہ زندوں کو خبر کرتے ہیں
عبرت نے کہا بنی جو تربت	"	سرحد ہے یہ ملک آرزو کی
عبرت کی جا ہے گنبد گردوں کا انقلاب	"	ہیں گرد باد تربت صاحب کلاہ پر
تکیہ میں جا کے دیکھ تو پست و بلند دہر	"	درویش کا ہے پاؤں سر بادشاہ پر
اکدن زمیں جا کے کرینگے نہ خواب خوش	"	بے فائدہ بناتے ہیں منعم مکاں بلند
شاہوں کو کیا ہے خامشئ قبر سے خبر	"	نوبت کا زور شور ہے بالائے بام روز
لے گئی گور غریباں میں اجل دونوں کو	"	طاق کسریٰ سے فریدوں سے رہا دور محل
دنیا کا حال گور غریباں میں دیکھئے	"	کشتے یہ سب غریب اسی بیسوا کے ہیں
چرخ نے ایسے مٹائے لحد صاحب تاج	"	اب نہ گنبد ہے نہ گنبد کا کلس باقی ہے
کہاں وہ دولت و حشمت کہاں وہ شوکت و ثروت	"	بجا ہے ورد کو کو قمریٔ طاق فریدوں کو
منعم لحد میں طول عمارت سے ہے خجل	"	رکھ کر نہ لے گیا در و دیوار دوش پر
آج جو پیدا ہوا کل ہے ضرور اس کی وفات	"	تعزیت بھی چاہئے پیچھے مبارک باد کے
رخصت اے اہل جہاں سوے عدم جاتے ہیں	"	پھر کے آنے کے نہیں اب کی بہت دور چلے

اس قدر مصروف جو تعمیر ہائے دور میں ہے
آخر تو ایک روز ہے آنا یہاں ضرور
کیا اٹھائے جائینگے سب خاک کے پیروں میں ہم
دیکھئے کیا وقت ہے کس کے لئے کیا ہونی ہے
اس قدر لازم ہے اس کو آخرت سے فکر
نام تک باقی نہ رہا اسکندر و دارا کا سا
بیٹھے ہیں عبرت سے وقت والادت کے گور غریباں میں

وہی ہم ہیں پڑے ہیں آج تنہا کنج تربت میں
گدگسری و فریدوں پہ جو پہنچوں پوچھوں
کیا رنگ جہاں میں سور ہے ہیں
پوچھتی ہے تیصر و خاقاں سے عبرت گور میں
لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر
جس جگہ دو گز زمیں پائی کھدی سمجھا میں گور
ہے آج جو سرگزشت اپنی
گور میں کہتی ہے عبرت قیصر و متفور کے
شوق ہوتا ہے عمارت کا تو مجھ سے عبرت
امیر فاتحہ پڑھنے کو لے کہاں آئے
ابھی مزار پر احباب فاتحہ پڑھ لیں
جو کل تھے ساتھ گئے آج کس طرف یارب
مجمع تھا جہاں شب کو وہاں صبح کو دیکھا
رکھتے جو لوگ ہیں نظر عالی
سیکھ لو اچھوں سے اچھی عادتیں
لحد میں سوئے ہیں چھوڑا ہے شہ نشینوں کو
ہوا لگنے نہ دیتی تھی جن کو بلبل
کل تلک جن کے تھے ہر طرح کے سامان درست
قبر جمشید پہ جا کر سے پوچھے کوئی
جس گھر میں ہے نسرین و سمن یا گل و لالہ
جن ماروں کے پرتو سے بنا منور
ناقص بھی کاملوں سے کچھ کم نہیں ان سے
بے ادبوں کی ادب آموزیاں
زمانہ اس سے کرتا ہے آج خارکشی
وہ مانگ تانگ کے پیتے ہیں او کہہ سے پانی
وہ عطر فتنہ سے بستا تھا جن کا پیراہن
اونھیں یہ گردش ایام کا گرانزلہ
بلبلوں کا تھا جہاں صحن چمن میں انبوہ
جو بنائے تھے کبھی ایوان کسریٰ کا جواب
اب دیکھے قبر میں کوئی ان کے بدن کا حال
چار اینٹیں ہوئیں کس کی نہ محل عبرت
جائے عبرت ہے کسی کی ایک سی گزری نہیں
خاک میں وہ چار بالشت حکومت مل گیا

اونھیں آنکھوں سے مجمع احباب دیکھا ہے — اوج
تم یہاں سوتے ہو کیا حال ہے ایوانوں کا — امیر
دو بنتے ہیں چار رو رہے ہیں — 〃
کیوں پڑے ہو آج وہ کس بل بدن میں کیوں نہیں — 〃
آئے تھے دنیا میں اس دن کیلئے — 〃
جب نئی دو چادریں دیکھیں کفن یاد آگیا — 〃
کل اس کی کہانیاں بنیگی — 〃
کیوں نہیں کرتے ہو اب صاحبقرانی پر گھمنڈ — 〃
کہتی ہے گور جھنکا کر کہ یہ گھر کس کا ہے — 〃
مزار ہے نہ نشانِ مزار باقی ہے — 〃
پھر اس قدر بھی ہمارا نشان رہے نہ رہے — 〃
کسی کا حال کسی کی خبر نہیں معلوم — 〃
ہے شمع کیلی کوئی پروانہ نہیں ہے — اختر
نہیں عبرت سے کوئی شئے خالی — آزاد
اور بروں سے تم کو عبرت چاہیے — افضل
قضا کہاں سے کہاں لے گئی کمینوں کو — انیس
وہی گل جفائے خزاں کھینچتے ہیں — 〃
آج آنکھوں سے انھیں بے سروساماں دیکھا — انور
ہے یہاں بھی ہوس دولت دنیا دیکھی — 〃
اب نسل ابابیل میں ہے ان کا قبالہ — اسمعیل
اب ان کا مقابل میں تہ خاک ہے بستر — 〃
سیکھا ہے کاملوں نے کسب کمال کرنا — 〃
ان کے بگڑنے نے سنوارا مجھے — 〃
جو محو سرو صنوبر تھے خانہ باغوں میں — 〃
بھری تھی جن کے لئے مشکبو ایاغوں میں — 〃
میسر اب انھیں روغن نہیں چراغوں میں — 〃
سمائی بوی گل و مل تھی جن دماغوں میں — 〃
آج چڑیا بھی وہاں زمزمہ پرواز نہیں — 〃
گردش افلاک سے گرد بیاباں ہو گیا — 〃
ملبوس تن بچاتے تھے جو گرد راہ سے — اکمل
متیم سے آج سلاطین کے تعمیرون ہیں — بحر
آج اگر تقدیر سیدھی ہے تو کل معکوس ہے — 〃
چار تختوں کے لئے وارا ہے کیا دس ہے — 〃

عبرت

موت کے ہاتھوں پہ کیسے ہیں خاک پہ پھینکے ہوئے
دیکھ پیارے سے نظارہ کیجئے باغ و بہار کے
نقش عبرت سے خوش آج ہیں کل ڈھیر ہیں خاک کے
کر خواب دیکھتے ہیں جب خیال کرتے ہیں
نقش عبرت سے جابلوں کو ذرا دیکھ بھال کرتے ہیں
دار فانی میں عمل کرتے ہو بنیاد عبث
جن کو دیکھا کہ بھلے بھلے یاد نہ رہا
آن کو دیکھا کہ ایک دن برباد ہے
خانقاہ و مسجد و مدرسہ ہا ہر طرف
عبرت کا ہے محل یاد نہ آیا
نقش عبرت کا ہے محل یاد نہ آیا
خانہ دل مت بنا ہو ایک دن عبرت کا گھر
جان دینے کو بھی ہوگا نہ میسر عبرت
موج مرگ کو بھی ہوگا نہ میسر عبرت
کیا جلسہ ہے کہ دار فنا کے جلسہ
ہے چشم دور بیں کے لئے عالم عبرت
ہوئی تمام

عبرت			
کل جو تھے جہاں میں آج وہ نہیں کہیں آج کہیں ہیں کل وہاں نہ رہے کہیں	توفیق	ہوگئی توڑ کے کوٹھے کو گریزاں دولت	اب جواہر کی جگہ ڈھیر ہیں کنکر پتھر
بجز نہ وہ کہ کیے تھے مکر و فن کار کیا ہوئے	"	اسپ چوبی پر نہ چڑھنا ہو جسے انجام کار	ہاتھی گھوڑا پالکی اس کو مقرر چاہئے
وہ آفریں وہ حسن وہ نیرنگ کیا ہوئے	"	وائے اے حکام دنیا کچھ خبر اس کی نہیں	کل جہاں بستے تھے اس جا آج ویرانہ ہوا
ہنستا تھا جس کی دید کو گلزار کیا ہوئے	"	طاق کسریٰ نہ رہا قصر فریدوں نہ رہا	کاریگر ہے جو تعمیر در و بام کریں
وہ گل بدن وہ لب گلفام کیا ہوئے	"	ذرا تو سوچ اے غافل رہیگا شادماں کب تک	کرے گا خون اپنے وقت کا ناقدر داں کب تک
حشر خرام و قد بالا کہاں گئے	"	انھیں سوکھے ٹکڑے بھی ملتے نہیں ہیں	جو کھاتے تھے روٹی کبھی گھی چپڑ کر
وہ نغمہ خیز شوخی و ناکام کیا ہوئے	"	پھولوں کی سیج بن جنھیں آرام ہی تھا	کب اُن کو گوریں ہے میسر پلنگ خواب
افسوس اب وہ مجمع احباب کیا ہوا	"	نہ ایوان شاہاں نہ گور غریباں	فلک نے بتائے نشاں کیسے کیسے
افسوس اب بہشت آئینہ کیا ہوئے	"	خدا کا ہے کیا قہر ہندوستاں پر	تبہ ہوگئے خانمان کیسے کیسے
وہ شمع جس سے دم سے رونق بزم تھی کبھی	"	نیند آتی تھی نہ کل جنھیں آغوش یار میں	وہ آج سو رہے ہیں اکیلے مزار میں
وہ جن کی صدائیں ہوتی تھیں ہر سو بلند	"	جیتے سب شان بھی مرکر بجائے تخت و تاج	خاک رکھتا ہے سکندر زیر پا بالائے سر
فریاد بیکسی کی صدا جن کی شور غلغلہ	"	زندگی تک جلوہ اہل دول ہے دہر میں	پھر نہ دیکھا ہم نے جلتے قصر قیصر میں چراغ
تھا جن کے چہچہوں سے چمن شور غلغلہ	"	جز مشت خاک خاک نہ ہاتھ آئی بعد مرگ	مانند گرد باد چلے اس جہاں سے ہم
بیکار ہیں پڑے ہوئے وہ بازوئے حسین	"	رکھتے نہ تھے جو قاقم و سنجاب پر قدم	مرقد میں آج ان کو نہیں بوریا نصیب
کھلتے تھے جن سے وہ قصر و ایواں کدھر گئے	"	چادر گل شمع بالیں کس لئے تسلیم اب	کیا دھرا ہے غیر مشت استخواں تربت میں آج
کیا ہوگئے وہ نشاط کے ساماں کدھر گئے	"	وہ تکلف اب کہاں جب سے ہوئے پیوند خاک	پھول ہیں دو چار بالائے لحد دو چار شمع
وہ عیش کے دھوم دھام کے ساماں کدھر گئے	"	وائے قسمت بعد مردن گور اہل قصر پر	گنبد مدفن تو کیا اک سنگ تربت بھی نہیں
دیبا نہیں کہاں ہیں وہ گلکاں کدھر گئے	"	یہ لب گور سکندر سے صدا آتی ہے روز	تختۂ تربت ہی سر پر چتر شاہانہ رہا
سودا		آنکھوں کے سامنے سے جو ہٹتے نہ تھے کبھی	پنہاں وہ اب نظر سے ہیں مثل نظر دریغ
		رہتے تھے جو نگاہ تمنا میں رات دن	دم بھر میں ان کو کھا گئی کس کی نظر دریغ
		سوتے ہیں فرش خاک پر اہل غرور و ناز	ہیں محو خواب طالع بیدار ہر طرف
		بجھتی تھی جن کے واسطے ہر سو بساط عیش	وہ سو رہے ہیں خاک پہ ناچار ہر طرف
		بزم نشاط کیا ہوئی ساماں وہ کیا ہوئے	وہ میزباں کہاں گئے مہماں وہ کیا ہوئے
		وہ جلوہ ہائے حسن خود آرا کہاں گئے	آئینہ ہائے دیدۂ حیراں وہ کیا ہوئے
		تھا جن سہی قدوں پہ گماں سرو ناز کا	پھرتے تھے جو چمن میں خراماں وہ کیا ہوئے
		آشفتگان دام ہوس وہ کہاں گئے	وابستگان زلف پریشان وہ کیا ہوئے
		کیا ہوگئے وہ خاک نشینان کوئے دوست	آوارہ گرد کوہ و بیاباں وہ کیا ہوئے
		کرتے تھے تیغ کند حوادث سے جو سوال	بے مہر غیرت سہ تاباں وہ کیا ہوئے
		بوسیدہ ہڈیوں کے سوا جن میں کچھ نہ تھا	اے بیکسی مزار غریباں وہ کیا ہوئے
		وا گلی وضع کیا ہوئی نقشہ وہ کیا ہوا	کیا ہوگئے وہ لوگ زمانہ وہ کیا ہوا
		وہ خواب عیش طالع بیخواب اب کہاں	وابستگی عالم اسباب اب کہاں
		وہ بزم عیش انجمن ناز اب کدھر	وہ دیدۂ بازئی رخ احباب اب کہاں
		وہ صورتیں جو سامنے تھیں خواب ہوگئیں	وہ بیٹھکیں وہ مجمع احباب اب کہاں

سرمست ساغر مئے عشرت وہ کیا ہوئے	سر شام جام بادۂ عرفاں کدھر گئے	توفیق	عبرت
جو بیٹھتے تھے مسند دولت پر کیا ہوئے	پھرتے تھے جو تباہ وہ پریشاں کدھر گئے	"	
احباب کے سوا نہ بہلتا تھا جس کا جی	بے گور و بے کفن ہے وہ تنہا پڑا ہوا	"	
دیکھ احوال سکندر کہ جہاں سے غافل	لے گیا بعد فنا دست تمنا خالی	"	
زندگی میں تھے بہت جان کے حافظ لیکن	گور دارا پہ کسی نے نہ نگہباں چھوڑا	تجمل	
جس جگہ تخت نشیں ہوتے تھے دارا جمشید	آشیاں زاغ و زغن کے ہیں ان ایوانوں میں	"	
دارا کا ہے پتہ نہ سکندر کا ہے نشاں	لاکھوں اسی طرح سے زمیں کے تلے ہوئے	"	
مثل دارا و سکندر کے سلاطین جہاں	کیسے دنیا سے گئے دلمیں سب ارمان گئے	"	
مر کے دنیا سے گیا ہے ہاتھ خالی کسطرح	کیا سکندر کی وہ ساری بادشاہی کیا ہوئی	"	
جائے عبرت ہے جہاں یہ سوچ تو دلمیں ترابؔ	کس طرح آئے یہاں سب کس طرح مرنے لگے	ترابؔ	
کفن اس کو بہت ایسے تکلف سے دیا تو	وہاں سے جو یہاں آیا ہوا سر تا قدم ننگا	"	
چند گز تو یہ کفن قبر میں لے جانا ہے	توشہ خانہ میں یہ پوشاک کی کثرت ہے عبث	"	
قبر کے واسطے کافی ہے کئی ہاتھ زمیں	یہ زمینداری و تعمیر عمارت ہے عبث	"	
کل تھا چہرے پہ جو سر پیچ مرصع باندھے	آج دیکھا اُسے اک پگڑی سُتری ہے سر پر	"	
خاک میں گل گئے آتی ہے کفن سے بدبو	سیج پر پھولوں کے سوتے تھے جو نت عطر ملے	"	
دن میں جو بدلتا تھا کئی طرح کے پوشاک	افسوس ہے لاش اس کی پڑی خاک پہ ننگی	"	
ڈھونڈھتا تھا خیمہ کے لئے دست میدان	کیا سخت عذاب اُس پہ ہوں گور کی تنگی	"	
اک قدم جو بے سواری چل نہ سکتے تھے کبھی	کام وہ کرنے لگے اس وقت میں سامیر کا	"	
جو رکھتے تھے بہت سامان دنیا	وہ مرتے وقت بے سامان اُٹھے	"	
کسی کو جو کبھی تنہا نہ گھر میں رہنے دیتے تھے	وہی تنہا اوسے اب گور میں دھرنے کو آئے ہیں	"	
کیا ہی آغوش لحد میں ہیں بُری حالت سے	جو بہت ناز سے تھے گود میں دایہ کے پلے	"	
بہتر قاقم پر جس کو نک نہیں آتی تھی نیند	بیخبر سوتے پڑا دیکھا اوسے اب خاک میں	"	
رہرو آگے بڑھو قافلہ کا کوچ ہوا	یہی کہتا ہے جرس سینو ذرا اس کی صدا	"	
بچھی وہ وقت خزاں جاکے راغ میں کرسی	دم بہار جو تھی صحن باغ میں کرسی	ترکی	
کون اپنے ساتھ اوٹھا کر لیگیا اورنگ و شمع	کچھ انہیں شاہوں کی تربت پر سوائے سنگ و شمع	تعشق	
وہ کفن سے منہ چھپائے سو رہے ہیں زیر خاک	چین آتا تھا جن کو شب کو بے اورنگ و شمع	"	
غم آتے نہ پاتا تھا کل جس مکان میں	اسی گھر کو بیت الحزن دیکھتے ہیں	"	
کاش یہ جمشید کو معلوم ہوتا جام میں	کاسۂ سر کاسۂ دست گدا ہو جائیگا	"	
تھا کبھی دور اسیران قفس اے صیاد	اب تو ایک پھول کو محتاج ہے گلشن کیلا	"	
خزاں اک ایک کا سر توڑ کر گلچیں سے کہتی ہے	یہ وہ شاخیں ہیں کل جن پر نشیمن تھا ہزاروں کا	ثاقب	
چتر منزل ہے کہیں باقی نہ سنگ آستاں	آہ شیریں تر اخسرو کو لحن کوئی نہ تھا	"	
عزیز مردم دیدہ سے تھے یہی احباب	چلے جو آنکھ مری خاک سے چرائے ہوئے	"	
تھی جن میں خوے لطف و کرم کیا ہوئے وہ لوگ	ہوتے تھے جو تم سے پشیماں کدھر گئے	توفیق	

وہ جنہیں آج ہم یہاں عضو عضو تن جدا
ہو گئے ہیں سب کاروں انہیں
وہ کیا یوسف بے کارواں اور کیا یہ جائیگا
کسی سے کیا اٹھے اس جہاں میں باقی ہوس
ج جب سے اس جہاں کا اس جہاں میں نشاں ہوگا
جنوں
نشاں جا صاحب کے ساتھ ہوں میں ایک دن ایسا
کہ جب کسی نے ہمارے کی
کہ جب سے آسمان نے کونہ تنگی نہ ماتھے کی
محل عبرت ہے شیشوں میں ہیں اسکندر کیا کیا
جو دیکھا خوب تو دھر دارا اور اسکندر کیا کیا
نہ یاد یوسف کا کاسے تھے ان مکانوں میں
محل عبرت کا کاسے ہے بیاض فرد
خوب اشکل زبان ہیں نہ اسکو
ہے کارون نے جہاں عشرت پکار اٹھی
جلیلی
ذرا دیکھ اس جہاں کو اور ہی
ذرا دیکھ اس جہاں کو اور ہی
کہ ہے آنکھ ہیں
کہ ہے آنکھ ہیں
جوش
ہے آنکھ ہیں
ہے آنکھ ہیں
ہے آنکھ ہیں
ہے آنکھ ہیں
ہے آنکھ ہیں
ہے آنکھ ہیں
ہے آنکھ ہیں
ہے آنکھ ہیں
ہے آنکھ ہیں
ہے آنکھ ہیں
ہے آنکھ ہیں
ہے آنکھ ہیں

عبرت		جن مکانوں میں فرش مخمل تھا	اب وہاں نقش بوریا دیکھا	جوشش
چلے جاتے ہیں سکندر سے خالی ہاتھ سارے	جلیل	خاک میں وہ آج سوتے ہیں کفن پہنے ہوئے	کل معطر جن کے بر میں خلعت شاہانہ تھا	جرار
سکندر نے نہ دنیا سے لیا کچھ ساتھ جاری تھا		کوئی اتنا تو حریصوں کو سنا دے جا کر	ہاتھ خالی لے جاتا ہے سکندر اپنا	〃
بجز نقش قدم کچھ بھی نہ چھوڑا آن کا نشاں کچھ بھی نہیں	جلالی	کل جنہیں فرش پہ پھولوں کے نہ نیند آتی تھی	خاک پر سوتے ہیں وہ زیر مزار آج کی رات	〃
زمانہ میں کیا کچھ نہیں انقلاب		گور اسکندر پہ دیکھا ہم نے یہ مصرع رقم	کام کچھ آتی تھیں ہے شوکت شاہانہ آج	〃
سکندر نہیں		کل جہاں کرتے تھے طاؤس چمن طنازیاں	قاختہ کرتی ہے کوکو ہے وہاں ویرانہ آج	〃
عبرت ہیں ہر اک چشم عبرت بھی ہم	جمیل	تصور قیصر و فغفور جائے عبرت ہے	کہ چشم غول سے ہر طاق پر بجائے چراغ	〃
روتے ہیں سکندر کی غریبانہ بے کسی پر		وہی قصر سلیماں اب ہے بازی گاہ غولوں کا	پر پنہ اودوں کے مجمع روزہ رہتے تھے جہاں ہر سو	〃
خاموش ہیں		میسر شاہیانہ ہے نہ ان کی گور کو چادر	کیا تھا جمع جن لوگوں نے اسباب جہاں ہر سو	〃
کچھ جھونکوں میں باقی ان کی نشانیاں ہیں	خفیف	نظر عبرت سے کرنی چاہئے اہل بصیرت کو	کہ ہیں نقش فنا نقش و نگار قصر شاہانہ	〃
کچھ زیست میں کسی رخ روشن کی تجلی		سحر ہوتے ہی باقی شمع روشن ہے نہ پروانہ	نگاہ یاس کرتا ہے مکاں پر صاحب خانہ	〃
دیکھی نہ کوئی اب گور میں پیارے کسی فرد کی صورت	حالی	جاؤں مرقد پہ سکندر کے تو اتنا پوچھوں	کیا ہوئی شان تری کیا ہوی شوکت تری	〃
کہاں ہے سکندر و دارا و کیقباد و فریدون		نہ بے انسانے جن کو فرش گل پر نیند آتی تھی	انھیں کے حال کی اب لب پہ یارو کہانی ہے	〃
ہوئے سب ایک خاک میں سب ہیں ایک گرد		ہزاروں زندگی میں باغ جو تقسیم کرتے تھے	نہ خاک آج وہ محتاج ہیں پھولوں کی چادر کے	〃
جو تھے شاہ وہ بن گئے آج مشت خاک	عبرت	مر گئے لیکگئے سینہ پہ ارماں کیا کیا	حسرتوں سے بھری گور غریباں کیا کیا	جوہری
دیکھ ابن سکندر سے دیکھ ادھم		خاک میں حیف ملی حشمت شاہان کیا کیا	اہل ساماں ہوئے یاں بے سر و ساماں کیا کیا	〃
چشم عبرت سے یہاں ہم		اے خزاں تو نے یہ کیوں کھولی بہار گلشن	چیچے کرتے تھے مرغان خوش الحان کیا کیا	〃
نقش لوح مزار ہیں ہم		ہائے کیا کھوئی خزاں نے صحن گلشن کی بہار	آشیاں زاغ و زغن کے ہیں بجائے عندلیب	〃
منصرم ایسے ہوئے نصف سکھوں مل گئے ہیں خاک میں		ہوئے بے نشاں اہل نام و نشاں	مٹے نام اُن کے نشان کی طرح	〃
جز خزاں کے فائدہ تعمیر سے		دفن یاں ہو چکیں ہر ایک جگہ لاش پہ لاش	ہیں پڑے زیر زمیں غافل خواب ایک پہ ایک	〃
کیجئے تو		رہتے تھے جن کی سواری میں علم پرچم نشاں	بے نشاں ایسے ہوئے نام و نشاں کچھ بھی نہیں	〃
		ہو گر گدا کے حال گئے شاہ و شہریار	کچھ فوج کام آئی نہ کچھ عز و جاہ آہ	〃
		ہم اوج چرخ جہاں میں بنے تھے جنکے مکاں	اب ان کا کچھ نہ نشاں مزار باقی ہے	〃
		رکھو عبرت سے زمیں پر پاؤں ہر ہر گام پر	قبر قیصر تربت جم مرقد فغفور ہے	〃
		نہ وہ قاروں ہے نہ دارا ہے نہ اسکندر ہے	نہ وہ دولت ہے نہ عظمت ہے نہ نفرت باقی	〃
		کیا یاد فنا نے سب کو برباد	نہیں ہے نامیوں کا اب نشاں تک	جویا
		مال و دولت حشمت و باغ و مکاں رہ جائیگا	ساتھ جانے کا نہیں سب کچھ یہاں رہ جائیگا	〃
		بٹھاتے بھی نہ تھے اپنے برابر جو غریبوں کو	برابر جا کے سوتے ہیں وہ گور غریباں میں	〃
		یونہی رکھا ہے گاب بکھیڑا	فقط حسرت ہی لیجائیں گے یہاں سے	〃
		جسے کل خلق کرتی تھی سلام آج اس کا تربت ہے	اگر سمجھو تو یہ بنیاد ہے دنیا کی ثروت کی	〃
		دیکھ آج کدھر گیا فلاطون	تریاق بنایا جس نے سم کو	〃
		خسرو کو فنا نے کر دیا خاک	برباد کیا قضا نے جم کو	〃
		خواب تھی کروٹ یہاں کی بعد مرنے کے کہو	لے گیا کچھ بھی نہ دنیا سے سکندر ہاتھ میں	〃

عبرت

کچھ تو عبرت ہوگی ابنائے جہاں کو دیکھکر	آئینہ لیکر سر قبر سکندر رکھ دیا	رشک
چشم عبرت سے تماشا دیکھتے ہیں روز ہم	عالم ایجاد و فانوس خیالی ہوگیا	"
کیوں نہ ہو شاہ و گدا کا بعد مردن ایک حال	جز کفن کیا خاک دنیا سے تو نگر لے چلا	"
آج جو شہر بسایا گیا وہ کل اجڑا	روز بنتا ہے بگڑتا ہے گھروندا کیا	"
کس کا دنیا میں دلا تا بعد م ساتھ رہا	گور تک منعموں کا جاہ و حشم ساتھ رہا	"
قصر شاہانہ تو ہے اے رشک عبرت کا مقام	خاک اب اڑتی ہے رہتا تھا جہاں روز رقص	"
خاک میں مل گیا شاہوں کا تجمل بس مرگ	ٹھوکریں رہروؤں کی کھاتے ہیں سر جا بطرف	"
نہ نیند آتی تھی جن کو قرش گل پر بھی نزاکت سے	زمیں آج کیسے پاؤں پسارے ہوئے وہ آج سوتے ہیں	"
ہیں اندھیرے میں ہزاروں بادشاہوں کے مزار	مقبروں میں قمقمہ دو چار جلتے ہیں کہیں	"
دیکھکر خالی مکاں کیا کیا ہمیں عبرت ہوئی	گر کبھی احباب سوئے طاق کمرے لیگئے	"
زندگی بھر تو بڑے عیش سے گزری لے رتک	اغنیا کا پس مردن کوئی مدفن دیکھے	"
خاک میں مل گیا سب جاہ و حشم شاہوں کا	کہیں مرقد کا نشاں تک نہیں نوبت کیسی	"
جز کفن ساتھ نہ جاے گا پس مرگ غافل	ہاتھ خالی گئے دنیا سے خزانے والے	"
زندگی تک ہے یہ فرق اعتباری چند روز	مر کے یکساں رتبۂ شاہ و گدا ہو جائے گا	رند
نشان تک تاجداروں کے نہیں ملتے یہ نوبت ہے	جو چشم غور سے دیکھو تو دنیا جائے عبرت ہے	"
ذرا دیکھو عبرت سے سوتے ہیں غافل	مزاروں میں پہنے کفن کیسے کیسے	"
یہ آج صاحب طبل و علم ہے کل وہ ہے	ہے اپنے نام کی نوبت ہر اک بجا جاتا	"
عبرت کی ہے جگہ جنھیں کل تک غرور تھا	محتاج آج حیف وہ گور و کفن کے ہیں	ریاض
ضعف اس کوچ میں خیمہ کی حاجت کچھ نہیں	نزع میں ہے کیوں تردد شامیانے کے لئے	سحر
ضرور چاہیئے تہ خانہ قصر منعم میں	کہ سامنے رہے ہر دم مزار کی صورت	"
خاک پر بیٹھ ننگے سر غافل	نہیں سودائے تخت و تاج اچھا	"
رہنا نہ تھا تو تا حق گھر کیوں یہاں بنایا	خامی یہ عقل کی ہے پختہ مکاں بنایا	"
گور میں خاک نشیں تخت نشیں یکساں ہیں	قصر و منظر ہی تلک ہے یہ امارت تیری	"
مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز	یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں	سوز
قبہ ٹھوکر مار کے چلتے ہیں رعنائی سے یار	سوجھتا اتنا نہیں ہم خاک کے پیوند ہیں	"
کیا جانے کس کی خاک ہے رکھ ہوش نقش پا	یوں دھر قدم کہ تا نہ دبے دوش نقش پا	سودا
ہماری خاک پہ بجز نقش پا	کوئی نہ آ خاک بسر کر گیا	"
گوشۂ تاریک مرقد میں ہیں اب محو سکوت	بولتا تھا جن کا طوطی وہ لب سحر آفریں	سرور
زانوئے دلدار پر راحت جنھیں ملتی نہ تھی	ٹھوکریں کھاتے ہیں غافل دیکھ ان کے سر پڑے	سخن
شکایت کر رہی ہے آسیا بھی اس زمانہ کی	جو دانا ہیں سمجھتے ہیں وہی تقریر پتھر کی	"
خاک میں مل گئے اورنگ نشینان جہاں	صرف اب نام کو ہے خاک کا تودا باقی	سعید
چل بسے جمشید و دارا تخت و افسر رہ گیا	ہر گدا کی ٹھوکروں میں کاسۂ سر رہ گیا	"
جز کفن لے نہ گیا گور میں منعم کچھ بھی	جسقدر جمع کیا تھا سر و ساماں چھوٹا	"

عبرت

ہستی اور نیستی ہیں نظر آتی سب خواب
جا کے پھر آج اس کا رونے والے ہیں دیکھیں
ہیں جو بیٹھے شیخ کلوں سے بے حال باغ میں
کل جو تھے دولت و دنیا کے مالک آج وہ دیکھیں
ہیں کیا کیا لوگ جو اب خاک کے پیوند ہیں
ہیں کیا کیا لوگ جو اب خاک کے پیوند ہیں
آہ کل تک جن کی ٹھوکر پر تھا تاج خسروی
آج وہ ہیں خاک پر سر رکھے ہوئے
ہیں جو خنداں بیٹھے صدا دیتے ہیں یاں سے گور کی
اٹھ رہ اب تو ذرا پھولوں سے بستر جم
نوحہ گر واں سے ہے زمیں میں سما گیا
چشمہ سے رہے زمیں میں سما گیا

جاہ و حشم

عبرت

عاشق	جاہ و حشم پہ ناز تھا جن کو جہان میں	اب ڈھونڈھیے تو ان کا پتہ نام و نشاں نہیں
"	وہی انسان ہے جو بھولے نہ اپنے ساز و سامان پر	نگاہ عبرت آلودہ کرے گور غریباں پر
=	فلک نے خاک میں ان کو ملایا	مٹے جاتے تھے جو نام و نشاں پر
=	غافل اس بحر میں تو دیدۂ عبرت وا کر	حباب ایک نفس زندگانی ہے
=	اے کوزہ گر و کاسۂ گل خاک نہ سمجھو	ہر کاسۂ سر ہے یہ فلاں ابن فلاں کا
=	دیدۂ عبرت سے گورستان کی جانب کر نگاہ	خاک پر سوتے ہیں کیا کیا قصر و ایواں چھوڑ کر
=	بد کو ہیں بد نیک کو ہیں نیک سب زیر فلک	منہ سے کہہ کانوں سے سن گنبد کی یہ آواز ہے
=	پیوند زمیں کر کے اعزہ مرے بولے	اب سو کہاں پاؤں کو پھیلا کے ہمیشہ
=	عشاق کا جب فسانہ سنا ہو گیا یقین	نام آوروں کا خلق میں پیدا نشاں نہیں
=	کہہ رہی ہے مغنوں سے سینہ کوبی کی صدا	کل وہ ماتم خانہ ہے جو آج نوبت خانہ ہے
=	تھا یہ جن کو قصر عالی و رنگ و شمع	ہیں وہ زیر خاک سینہ پر ہیں انکے سنگ و شمع
=	جب آئے ہاتھ تھے خالی چلے بھی خالی ہاتھ	نہ لائے یاں کے لئے لے چلے نہ واں کے لئے
=	دیدۂ عبرت سے تو میخانۂ ہستی کو دیکھ	ایک قطرہ کاسۂ سر میں نہیں فغفور کے
=	دیکھ لے شکل مآل ہستی موہوم یہاں	آئنہ ہر سنگ ہے غافل ہماری گور کا
=	ہے یہ قبرستان یا وہ گور فقیر	دیکھ لے اے چشم عبرت کچھ نہ کچھ
=	کہاں وہ قصر فریدوں وہ تخت گاہ کہاں	نشان تک نہیں باقی قصور و ایواں کا
=	سایہ درخت کا بھی نہیں ان کی قبر پر	زر بفت کا نصیب جنھیں شامیانہ تھا
=	واقعی رنگ جہاں ہے چلتی پھرتی دھوپ چھاؤں	الحذر اے چشم عبرت ابلق ایام سے
=	عبرت کا محل ہے یہ فضائے چمن دہر	ایام بہار گل شاداب کہاں تک
=	دیکھ غنچہ کو ہے آخر نشتر گل پژمردگی	پیر پر ہنستا ہے تو کیا اے جواں بیفائدہ
=	اے ظفر خالق نے سب اس میں بنائے اونچ نیچ	یہ جو کہ نیچی زمیں اور آسماں اونچے کئے
=	جن نامورو ں کے کر جہاں زیر نگیں تھا	اب ڈھونڈھے ہے تو انکا ہی کہیں نام و نشاں ہیچ
=	تو نے اے منعم اگر تعمیر اچھی کی تو کیا	لوگ سب لے جائیں گے اک دو برس میں توڑ کے
=	بہار گل ہے دو دن پھر اڑے گی خاک گلشن میں	خزاں جس وقت اے باد سحر دو دن کے بعد آئی
=	پڑا رہ جائے اب کچھ نہیں بس وقت دم نکلا	بکھیڑا ہے جو تیرے ساتھ اے غافل یہیں تک ہے
=	نہ کچھ بھی ساتھ اپنے لے گیا منعم بجز حسرت	ظفر یہ دولت و حشمت یہیں کی سب یہیں چھوڑی
=	گرچہ برنگ گل ہنسے باغ جہاں میں ایک دم	شبنم گل کی طرح پھر روتے ہی ہم چلے گئے
=	کچھ نہ ساتھ لے گئے قیصر و جم جہاں سے	چھوڑ کے یاں کا سب یہیں جاہ و حشم چلے گئے
=	تھے جو رفیق و آشنا ڈھونڈھیں انہیں کہاں ظفر	دیکھے ہمیں ہزار ہا حسرت و غم چلے گئے
=	بجتے تھے جس میں کل تک نوبتی کے شادیانے	نشان خندہ وہیں ہیں ماتم کے آج ساماں
=	عروج زیست میں دو دن مقام عبرت ہے	غذائے مور سلیماں کے استخواں دیکھا
=	ایک دن اس خانۂ تن کو بھی ہے عاشق شکست	جو مکاں ٹوٹا ہوا دیکھا ہوئی عبرت مجھکو
=	نشان ان کے فقط باقی ہیں جن کے ظرف عالی تھے	ہوئی عبرت جو دیکھا طاق کسریٰ جام جم خالی

عاشق
شاد
شیفتہ
شفق
شہید
"
شہیدی
"
"
نثار
نثیر
صابر
"
"
"
طاہر
"
"
ظہیر
"
ظفر
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
عاشق
"
"

عبرت

اے بنکسی کہاں ہیں وہ سرمایۂ غرور	ملتا نہیں نشان اب ان کے قبور کا	عاشق
جب چلے دنیا سے خالی ہاتھ سب	یوں تو ہم نے عمر بھر پیدا کیا	"
جہاں پر چمکتے تھے مرغان باغ	وہ ہے مسکن کرگس و بوم زاغ	علم
سروں پر تھے جن کے جواہر کے تاج	جو لیتے تھے شاہان سرکش سے باج	"
جو ہے تخت شاہی پہ مسند نشیں	وہ ہیں خواب ناز کج زیر زمیں	"
جو سر کج زینت وہ تاج ہے	وہ کل اک نگینہ کا محتاج ہے	"
جہاں کل جواہر کے انبار تھے	کروروں درم اور دینار تھے	"
وہاں کیا ہے اب خاک ہے سنگ ہیں	عجب کچھ زمانہ کے نیرنگ ہیں	"
وہ گلشن کہ جس میں ہزاروں تھے پھول	وہاں دیکھئے آجے ہیں ببول	"
چشم عبرت کیوں نہ روئے خوں کہ ہنگام خرام	ہر قدم کس کس کا آجاتا ہے مدفن زیر پا	عیشی
آج ان کے مقبروں کا بھی نشاں ملتا نہیں	جن کے آگے کل نشان و نوبت و نقارہ تھا	عرش
دیکھ کر حال خرابات جہاں کو اے عرش	ہے یہ انسان کو لازم کرے عبرت پیدا	"
تماشا انقلاب دہر کا عبرت سے کر غافل	گدا کے پائینتی مدفن ہے شاہوں کا سرہانا ہے	"
چشم عبرت بیں سے اے غافل جہاں کی دید کر	تخت و تابوت ایک ہے شاہ و گدا کیواسطے	"
وہ تخت کہاں ہے کہاں ہے وہ تاج	جسم بھی گزرا جہاں سے، گئے بھی	عالم
مقبروں میں کبھی ہوتا ہے گزر جب اپنا	رونا آتا ہے مجھے دیکھ کے عبرت کیا کیا	علی احمد
اہل بنیش کو ہے طوفان حوادث مکتب	لطمۂ موج کم از سیلیٔ استاد نہیں	غالب
اے تازہ رہروان بساط ہوائے دل	زنہار اگر تمہیں ہوس نائے و نوش ہے	"
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو	میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے	"
سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں	خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں	"
بنانے پر عمارت کے عبث مرتے ہیں یہ منعم	کہ خشت گور تک باقی نہیں فغفور و قیصر ہے	غافل
یوں صفحۂ جہاں سے مرا نام مٹ گیا	حرف غلط کو جیسے مٹائیں کتابت سے	"
صرف تعمیر مکاں رہتا ہے اب منعم عبث	خاک میں تو بھی ملے گا اور یہ تعمیر بھی	"
کل کسی اللہ کے ہے قبضہ میں	میرے کو تو جانتا ہے آج اپنا	فیض
عبرت کا ہے مقام کہ جو تھے شاہ جم جناب	قائم کی جانصیب انہیں بوریا نہیں	"
کل جن کے آستاں پہ تھا اقبال کا ہجوم	کتبا بھی آج ان کی کوئی گور پر نہیں	فنا
عالم تھا جن کے طنطنۂ جور سے خراب	اب زیر خاک خاک بھی کچھ شور و شر نہیں	"
مخمل کے فرش پر جنہیں کم خواب آتا تھا	زیر زمیں نہیں ہے بچھونا بھی ٹاٹ کا	"
آج پژمردہ ہے ہمرنگ گل دو روزہ	کل جسے ہم نے یہاں تازہ و خنداں دیکھا	"
آسماں فرسا تھا جن کے فرد شوکت کا علم	اب زمین پر نام کا ان کے نشاں ملتا نہیں	فلک
کہاں ہیں وہ کہ جن کی بیع مسکوں پر حکومت تھی	کہاں ہیں وہ خدائی کا جنہیں دعویٰ تھا نخوت تھی	فصیح
کہاں مزدود ہے شداد ہے فرعون خودسر ہے	کہاں سہراب ہے رستم ہے دارا ہے سکندر ہے	"
ہوئے کیا وہ جو کہدیتے تھے منہ سے کر دکھاتے تھے	ہیں منہ میں موت کے سب منہ جو مرنے سے بچاتے تھے	"

عبرت

کہاں ہیں وہ کہ جن کے پاس لاتعداد دولت تھی	کہاں ہیں وہ کہ جن کے پاس سے جن میں طاقت تھی	فصیح
کہاں ہیں وہ زیادہ اہل ثروت سے جن میں طاقت تھی	کہاں ہیں وہ کہ جن کے پاس سے لشکر کے لشکر تھے	قیس
کہاں ہیں وہ جو فیصر و خاقان سے سر تھے یہ ایران سے لشکر	کہاں ہیں وہ جو فیصر و خاقان سے سر تھے یہ ایران سے لشکر	قدر
نہیں ہے کیا ہوں جہاں سے سر تھے یہ ایران سے لشکر	لاکھوں جہاں سے کیا نامیوں کی خاک اڑائی	"
اس خاک نے کیا کیا نامیوں کی خاک اڑائی	اس خاک سے کہیں ہیں ہزار افسوس ہیں	"
ڈھونڈھو تو کہاں ہیں ہزار افسوس ہیں	منعم کہیں جہاں ہیں بنائیں عمارتیں	ضیق
منعم کہیں جہاں ہیں بنائیں عمارتیں	دیکھ اے منعم مکاں بنا ہزار حیف	"
دیکھ اے منعم مکاں بنا ہزار حیف	ہے چشم عبرت بیں سے دیکھ اسے عندلیب	"
ہے چشم عبرت بیں سے دیکھ اسے عندلیب	ہے قبلۂ گل کا عالم آخری پیوند خاک کا	"
ہے قبلۂ گل کا عالم آخری پیوند خاک کا	کس نے کہا کہ باغ و مکاں تو بنوائے	"
کس نے کہا کہ باغ و مکاں تو بنوائے	قبر میں ایک مٹھی خاک کا سب کا ٹھکانا ہے	"
قبر میں ایک مٹھی خاک کا سب کا ٹھکانا ہے	نیرنگ دہر دیکھ یہ عبرت کا ہے مقام	"
نیرنگ دہر دیکھ یہ عبرت کا ہے مقام	ہے آشیان بوم ہمایوں کی گور پر	"
ہے آشیان بوم ہمایوں کی گور پر	دیکھے ہیں ہم نے بیٹھے ہوئے خاقان و	"
دیکھے ہیں ہم نے بیٹھے ہوئے خاقان و	نشان سکندری تک	"
نشان سکندری تک	سب جلوے سب ہیں ہیچ	"
سب جلوے سب ہیں ہیچ	ہے کیا ہے ایک سے بڑھ کر ایک	"
ہے کیا ہے ایک سے بڑھ کر ایک		

عبرت

کیا کیا نہ حسرتیں لئے او آسماں چلے	میر	قلق
یہ بھی نہ کچھ کھلا کہ ہر آئے کہاں چلے		
چین زمانہ کا غافل محل عبرت ہے		قائم
جو آگیا ہے تو یاں سے تو مت گزر گستاخ		
گلستان جہاں کا دیدہ کبھو چشم عبرت سے		
کہ ہر اک سرو قد ہے اس چمن میں نخل ماتم کا		
جو نقش قدم ہے اس زمین پر		قدرت
آئینۂ حال رہرواں ہے		
دارا نہیں سکندر و نوشیرواں نہیں		قربان
عنقا کی طرح نام ہے باقی نشاں نہیں		
کہاں وہ طفلیں کہاں وہ باتیں کہاں وہ جلسے کہاں وہ محفل		گویا
یہ سب کا سب خواب کا تھا ساماں چھپایا بن دکھا دکھا		
آج افسانے سا کرتا ہے بہر خواب ناز		
دیکھ بینا بے خبر کل تو بھی اک افسانہ ہے		
زیر فلک بھلا تو روتا ہے آپ کو میر	میر	
کس کس طرح عالم یاں خاک ہوگیا ہے		
سب ہے یکساں جب فنا یکبارگی طاری ہوئی		
ٹھیکرا اس مرتبے میں کیا سر فغفور کا		
ہمارے دیکھتے زیر نگیں تھا ملک سب جن کے		
کوئی اب نام بھی لیتا نہیں ان ملک گیروں کا		
آتا نہ تھا فروسر جن کا کل آسماں سے		
ہیں ٹھوکروں میں انکے آج استخواں زمیں پر		
کن آنکھوں دیکھیں رنگ خزاں کے کہ باغ سے		
گل سب چلے ہیں رخت سفر اپنا باندھ کر		
کیا کیا جہاں اثر تھا سو اب واں عیاں نہیں		
جن کے نشان فیلوں پہ ان کا نشاں نہیں		
منعم اہل کا طول یہ کس جینے کے لئے		
جتنی گئی اب اتنی تو مدت نہیں رہی		
تھا ملک جن کے نگیں صاف مٹ گئے		
تم اس خیال میں ہو کہ نام و نشاں رہے		
اک محو تماشہ ہیں اک گرم ہیں قصہ کے		
یاں آج جو کچھ دیکھا سو کل وہ فسانہ تھا		
بزم عشرت پر جہاں کی گوش و اکر جائے چشم		
آج یاں دیکھا کیا جو کچھ کل افسانہ ہوا		
کارواں در کارواں یاں سے چلے جاتے ہیں لوگ		
ہر طرف اس خاکداں میں دیکھے ہیں گرد و گرد		
کیا کیا ہوئے ہیں اہل زباں ڈھیر خاک کے		
کیا کیا مکان دیکھتے ناگاہ ڈھے گئے		
میر جنگل پڑے ہیں آج جہاں		
لوگ کیا کیا نہیں تھے کل بستے		
کیا خاک میں ملایا ہم کو سپہر گردوں نے		
ڈھونڈھے نشان تربت پاتے نہیں ہمارا		
منعم کا گھر تمامی ایام میں بنا		
سو آپ ایک رات ہی واں میہماں ہا		
نام آج کوئی یاں نہیں لیتا ہے ان کا		
جن لوگوں کے املاک یہ سب زیر نگیں تھا		
ملا ہے خاک میں کس کس طرح کا عالم یاں		
نکل کے شہر سے ذرا سیر کر مزاروں کا		
ذرا گور غریباں کی کر سیر کہ دنیا میں		
ان ظلم رسیدوں پر کیا کیا نہ ہوا ہوگا		
دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں		
تھا کل تلک دماغ جنھیں تاج و تخت کا		
کل چمن میں گل و سمن دیکھا		
آج دیکھا تو باغ بن دیکھا		
نہیں تجھ کو چشم عبرت یہ نمود میری ورنہ		
کہ کیسے یہ خاک میں گئے تجھ سے تاجدار		
خاک آدم ہی ہے تمام زمین		
پانوں کو ہم سنبھال رکھتے ہیں		
تجھے گر چشم عبرت ہے تو آندھی اور بگولے سے		
تماشا کر غبار افشانی خاک عزیزاں کو		
ہر مشت خاک یہاں کی چاہتی ہے کچھ تامل		
بے سوچے راہ نہ چل اک گام پہ کھڑا رہ		
یاں سرکشاں جو صاحب تاج و لوا ہوئے		
پامال ہو گئے تو نہ جانا کہ کیا ہوئے		
اے حب جاہ والو جو آج تاجور ہے		
کل اس کو دیکھیو تم نہ تاج ہے نہ سر ہے		

جن کے ہمراہ چلا کرتی تھیں فوجیں اے قہر
صنادید عجم کے ہر جگہ آثار شکستہ
بنے ہیں وہ محل زاغ و زغن اور بوم کے مسکن
کمہار اپنے گدھوں پر جا کے مٹی واں سے لاتے ہیں
پھٹکتا بھی نہیں جا کر کوئی اب آہ کھنڈروں میں
کس و ناکس کی ٹھوکر کھائیں جب خود سر مکینوں کے
مکان عاقبت کی فکر کر رہنا ہے واں چل کر
مکاں کا شوق تیرا جب مری نظروں میں پورا ہو
چلا جائے گا خالی ہاتھ خالی ہاتھ آیا تھا
زمیں پر ٹھوکریں کھاتی پھرے گی کھوپڑی اکدن
فقط دو گز کفن ملتا ہے بہر آخری منزل

جو قہر جہاں پناہ کہلاتے تھے
دیکھے ان کے ہی کائنہ سرہم نے
رقص اور سرود روز رہتے تھے جہاں
آثار مکاں کے تو کچھ باقی ہیں
رہتے تھے جہاں صاحب عالم اور شاہ
یہ رنگ زمانے دیکھتے ہیں اگر
آثار صنادید ہیں کیا عالی شاں
گویا کہ زبان حال سے کہتے ہیں
میرا ہے مال اور میرا ہے مکاں
میرا میرا اسی طرح سے کرتے
اے راہرو ملک بقائے کامل
ساز و ساماں کی گٹھریاں باندہ نہ تو
جامہ زیبی کا شوق نادانی ہے
جب آئے تھے تو آئے تھے عریاں اے قہر
اے قہر عبث ہے ہوس عزت و جاہ
دیکھے بہت صاحب عالم ہم نے
کچھ سوچیے جناب نہ حیرت سے دیکھیے
جو کل تھے مسند جمشید کے پر

کل جو کہلاتے تھے شاہ ہفت کشور خلق میں
جن کے نشاں بلند تھے کل اس زمیں پہ آج
جو سر کہ جام جم کا تھا بانی مبانی آج
بگولے خاک اڑاتی پھرتی ہے آج انکے صحرا میں

وہ ہیں قبروں میں پڑے رایت و پرچم سے الگ
زبان حال سے کیا کہہ رہے ہیں سن تو کانوں سے
بھرے رہتے تھے جو ہر وقت تنہا ہی مہمانوں سے
عمائد تھے جہیں فرسا کبھی جن آستانوں سے
مکاں تھے یاں بھری رہتی تھی دیوڑھی پاسبانوں سے
بتا تو ہی توقع کیا رکھے کوئی مکانوں سے
تجھے لینا ہے یاں کیا بوالہوس آرام خانوں سے
کہ نوباں سے چلے اور سر پہ رکھکر لے چلے گھر کو
نہ کالے ہاتھ کر بے سود دلالی میں دولت کی
جزائے سربلندی میں یہی تقدیر تیری ہے
بھری رکھی رہے گی یونہی سب صندوق الماری

خاطر میں خدا کو بھی نہیں لاتے تھے
یا نو نہیں پڑی تھے ٹھوکریں کھاتے تھے
اتو بھی نہیں بولتا افسوس وہاں
لیکن آثار اب مکینوں کے کہاں
ہے آج شغال و بوم کی جائے پناہ
آثار صنادید پہ عبرت سے نگاہ
لیکن مسمار و منہدم اور ویراں ہے
دنیا میں عبث ہے فکر تعمیر مکاں
میرے زن و فرزند میری عزت و شاں
غافل تری اک روز نکل جائیگی جاں
تنہا چلنا ہے تجھ کو سوئے منزل
یہ ٹھاٹھ یہیں پڑا رہے گا غافل
چھوڑو تم اس کو ہوس رانی ہے
جب جاؤ گے تو قبر میں عریانی ہے
رہتا نہیں حال ایکساں شام و پگاہ
اب بھیک بھی مانگے نہیں ملتی واللہ

ہر ایک شے کو دیدۂ عبرت سے دیکھئے
ہے اڑتی خاک انکی کو بکو آج

بے نشاں ہیں آج وہ نام و نشاں چھوڑے ہوئے
ڈھونڈ ہو تو نام کو بھی نہ باقی نشاں رہے
مٹی میں ملا اڑاتی ہے اس سر کے جام کی
رہے تھے تخت جم پہ ہائے جو مسند نشیں برسوں

قہر
"
"
"

عبرت

جامی	اے مصحفی میں روؤں کیا پچھلی صحبتوں کو	مصحفی
"	آفاق میں کل عالم تصویر تھا جن پر	"
"	چشم بینا کے لئے عالم ہے سارا درسگاہ	محب
"	سیر و تفریح نہیں ہے فقط آبادی میں	"
"	ایک دن خاک تری گرد سر راہ ہو گی	"
"	ہڈیاں بھی اہل دولت کی نظر آتی نہیں	منیر
"	آج اے منعم لباس زیست میلا ہو گیا	"
"	ہیں کہاں وہ لوگ اگلا کارخانہ کیا ہوا	"
"	جانے والے جز مہد کیا چھوڑ کے جائینگے یہاں	"
"	جسم خاکی چھوڑ دے گی روح دامن جھاڑ کر	"
"	مکاں تھے عرش سے جن کے ہوائے تند دنیا سی	"
"	تنہا لحد کے اندر ہوں گے گدا کی صورت	
	سوتے ہیں زیر خاک شاہ و گدا	
ماہر	جانے والو سفر قبر کی سختی دیکھو	
"	منعمو وہ بھی سنا دار فنا میں تم نے	
مست	او مئے غفلت کے ماتے آ ذرا تو ہوش میں	
محبوب	عبرت یہ کہہ رہی ہے پس مرگ قبر پر	
ماہ	کسرے کا وہ محل نہ فریدوں کا طاق ہے	
"	پیوند خاک سینکڑوں خونخوار و جوان ہوئے	
"	ہم نے سنا ہے یہ لب نوبت سے بارہا	
"	چشم عبرت سے جو دیکھا رتبۂ شاہ و گدا	
"	استخوان سر فغفور سے کہتا ہے مجھے	
"	مٹایا اے فلک کس نے یہ نام قیصر و کسرے	
"	کبھی بال ہما کرتے ہیں شاہوں کی مگس رانی	
"	جن غافلوں کو خلعت شاہی پہ ناز تھا	
"	اے فلک خلعت زرتار جو کل پہنے تھے	
"	ایوان و محل تھے جن کے مشہور	
"	کسریٰ سے بھی بلند تھیں جنکی عمارتیں	
"	کنج لحد میں خاک پہ سوتے ہیں آج وہ	
"	نہ اب سلیماں ہے نہ وہ تخت رواں باقی	
"	ہمت عالی سے جن کے کانپتا تھا اک جہاں	
"	شور تھا عالم میں جن کے کروفر کا آج وہ	
"	کل ہے اک دو گز زمیں رہنے کو بعد از قبض روح	

بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں	مصحفی
ویراں نظر آتے ہیں وہی قصر و محل آج	"
علم و حکمت کا سبق ہم کو کہاں ملتا نہیں	محب
عبرت انگیز ہیں احوال بھی ویرانے کے	"
بستر گل پہ بھی وہ پانوں نہ دھرنے والے	"
خاک اڑاتی ہے زمیں اس کا خزانہ کیا ہوا	منیر
فخر جس پر تھا وہ اجلا کارخانہ کیا ہوا	"
اس نئی دنیا سے پوچھو وہ زمانہ کیا ہوا	"
یادگار رفتگاں گرد سفر ہونے کو ہے	"
ایک جھٹکے میں جدا گرد سفر ہونے کو ہے	"
نشاں تک نام کو باقی نہیں ہے انکی تربت کا	
جتنے ہیں اس جہاں میں جاہ و جلال والے	"
بوریا ہے نہ چارپائی ہے	
بار جاں پھینک کے رہرو سوئے منزل آیا	ماہر
مرنے قبر میں جو حال سلیماں دیکھا	"
دیکھ گورستاں میں سوتے ہیں یاران شباب	مست
جز بیکسی ہے کون ترا غمگسار آج	محبوب
شاہوں کا یاں نشاں نہ رہا نام کے لئے	ماہ
کیا کیا زمیں پہ جور ترے آسماں ہوئے	"
جو نامور جہاں میں ہوئے بے نشاں ہوئے	"
ٹھوکریں کھانے کے لائق تاج قیصر ہو گیا	"
حسرت تاج میں اب ٹھوکریں کھاتے ہو عبث	"
نہیں ملتا نشان طاق ایواں اسکا کیا باعث	"
کبھی ہے ٹھوکروں میں تاج سلطاں اسکا کیا باعث	"
سوتے ہیں منہ چھپائے ہوئے وہ کفن میں آج	"
آج وہ زیر زمیں تن پہ کفن رکھتے ہیں	"
دروازہ ہے گور ان کے گھر کا	"
عبرت کی جا ہے گور میں اب انکا گھر ہوا	"
کل تک جنھیں تھا فرش میسر حریر کا	"
ہر ایک نامی کا دنیا سے مٹا نام و نشان کیسا	"
بیت ہیں کنج لحد میں دبدبہ کچھ بھی نہیں	مقبول
دفن ہیں زیر زمیں باقی رہا کچھ بھی نہیں	"
آج گو قبضہ میں سارا ربع مسکوں ہو گیا	ناسخ

جن کے سروں پر آب مگس راں ہے ہما
دیدۂ ظاہر سے ہے اے غافلو پنہاں تو کیا
پاشکستہ جو ہے کرتا ہے جہاں میں سلطنت
ٹھوکر لگا کے چلتے ہیں جس کھوپری پہ لوگ
چمکتی ہے جو ریت اکثر نشاں ہے مہ جبینوں کا
باغ میں گلبن ہیں گلد ستے مزاروں کے تمام
ہوئے سیل فنائے قصر عالی بے نشاں لاکھوں
جس جگہ تھے قصر و منظر بن گئے گوریں تمام
آبلوں کو دیکھکر عبرت کرو اے غافلو
جب نہایا میں تو آیا غسل میت کا خیال
ہے مکاں گور تنگ سونے کا
صبح جب دیکھی کفن کا دھیان مجھ کو آگیا
موت کو یاد کرے تا رکفن آئیں نظر
ہوش میں آتا ہے انسان مرگ انسان دیکھکر
دنیا سے جیسے آئے تھے ویسے ہی ہم چلے
اے خود آرا اٹھ گیا دنیا سے خالی ہاتھ کیوں
جو جیتے جی نہیں بیٹھے ہیں کنج غربت میں
بزم عشرت میں ہیں طبلے غافلو طبل رحیل
نامور ہوتے ہیں ہو جاتے ہیں اکثر بے نشاں
اسی صندوق میں کل ان کی لاشیں بند ہوتی ہیں
سوچ اے منعم عمارت کا تو ہے مذکور کیا
نقش ہستی محو ہوتے ہیں بر نگ نقش پا
گور رستم کو جو دیکھا کھول کر
فقرا ے منعم بناتا ہے تو اوروں کے لیے
خیمہ بنوانے میں ہیں مصروف جو یہ اغنیاء
جمع کیا کرتے ہو معماروں کو تم اے غافلو
پسند آتا ہے گر تجھ کو عروج اکدم کا اے منعم
عبث ان غافلوں کو رات دن فکر عمارت ہے
کرنے ہو تعمیر اوروں کے لئے قصر واں
حشر تک زیر زمین دو روز بالا ئے زمین
لاکھوں ہی نامور ہوئے دنیا میں بے نشاں
کل تلک آراستہ دیکھی ہے جس جا بزم رقص
کل جہاں جاوش کرتے تھے صدائے دور باش

ناسخ

ان کا لحد میں آج کوئی استخواں نہیں
دیدۂ عبرت سے دیکھو گلشن شداد کو
یہ صدا آتی ہے ہر دم نربت تیمور سے
کس بادشاہ کا یہ سر پر غرور ہے
جسے ہم روندتے پھرتے ہیں یہ سب خاک انسان ہے
خاک میں کیا کیا ہی گل رخسار پنہاں ہو گئے
تری عبرت کو منعم ایک باقی قصر گردوں ہے
شہر جو آباد تھے شہر خموشاں ہو گئے
اشک خونیں رد تے ہیں آنکھیں غریب آزار کی
قطع جب ہونے لگے کپڑے کفن یاد آگیا
کیا کروں گا بیٹنگ سونے کا
گور یاد آئی کیا جس دم نظارہ شام کا
اس لئے ہوتے ہیں موٹے بدن پر سفید
یاد آتا ہے وطن گور غریباں دیکھکر
یاں تک کہ لاش کو بھی میسر کفن نہیں
لے گیا ہوتا یہ آئینہ سکندر ہاتھ میں
انھیں کی خاک بنی گرد باد صحرا میں
یہ مجیروں کی صدا بانگ درا سے کم نہیں
مہر کن کہتے ہیں جن کو گور کن سے کم نہیں
یہ غافل آج کیوں بے فائدہ زر بند کرتے ہیں
گور بھی ملتی نہیں دنیا میں کیکاؤس کی
کچھ خبر ہے راہ چلتے میں کسی پامال کی
ایک مشت استخواں پوشیدہ ہے
جانتے ہیں ہم برابر تجھ کو اور مزدور کو
جانتے ہیں تنگ شاید چرخ کی خرگاہ کو
قبر پر جا بیٹھتے ہیں چھوڑ کر تعمیر کو
ہو اک قصر تن محکم محل کی پائیداری سی
کریں عبرت کہ کیا کیا قصر و ایواں ہو گئے خالی
تو تم کو ملی قسمت مگر معمار کی
جز لحد دنیا میں کچھ تعمیر کی حاجت نہیں
اک گور میں ہیں کھے سکندر بھرے ہوئے
آج واں کوئی بگولوں کے سوا رقصاں نہیں
غیر شیر و گرگ آج اس جا کوئی درباں نہیں

عبرت

نظیر

فرش خاکستر ہے وہ ہمراہ سوتے ہیں پڑے
روز روشن رہتے تھے جن کے منہ پر نیچے
جا بجا عبرت کی ہے یہ دنیا غافل ٹوٹے پھوٹے گھر ہیں
تاج تھا جب سر پہ وہ تخت و افسر تھا
کیا جام جم گدائی چھوڑ کے سوا ب
گھر ہے یاں سے نہ مالکیر جاتی ہے
فرش خاکستر ہے وہ ہمراہ سوتے ہیں پڑے
بستر خاک پہ ہیں ہوتے وہ جن کے
سر پہ جا ئیوں دا غ نے کیا جام تھا خاک
جن کے نہیں ہے دور فلک سے کیا خراب
کیا کیا ہیں خوب صورت اور فوج بھی تھا
جب چل بسے ہیں سب کا جا تھا خاک
دنیا کے اس سرائے میں کس کا جا تھا
یہ ہے مکان کس کا یاں کس کا جا تھا
نوراللہ بیگ

عبرت

ذرا عبرت سے نقصان و کمال ماہ کو دیکھو			نظم
گلستاں ہو کہ خارستاں یہ دونوں جاے عبرت ہیں			"
ہوا میں ان کے ذرے ہوں تو ہوں جو نامور گزرے			"
ذرا سن تو سہی کیا شور ہے شہر خموشاں میں			"
کل تلک منہ ڈھانک کر سوتے میں دم گھٹتا تھا نظم			"
یہ اڑکے تاج سلیماں سے خاک کہتی ہے			"
عبرت مجھے ہوتی ہے پلٹنے پہ صدا کے			"
کوئی خبر نہیں دیتا ہے خاک جم کی مجھے			"
لحد میں مال و زر کچھ کام آئیگا نہ منعم کے			"
گواہی دیر ہے ہیں روز مختر دست و پا میرے			"
ستاہاں سرفراز کا اتنا تو ہے نشاں			نشاط
مت نظر کر نشاط دوراں پر			
عبرت کی جا ہے دیکھ ذرا آنکھ کھول کر			نواب
گر تو مرتا ہے تو بیکار ہے یہ دولت و جاہ			"
کل تک جو شمع محفل عیش و نشاط تھے			نسیم
نازاں نہ تخت و تاج و علم پر ہوں بادشاہ			واسطی
فلک شکوہ بناتے تھے یاں جو قصر بلند			"
اعضاء کا ان کے خاک کے نیچے نہیں نشاں			"
چشم عبرت سے زمانے کا تماشا کرلے			"
جن امیروں کو بڑا طبل و علم پر تھا غرور			"
ہوئی عبرت مجھے دیکھی جو سحر شبنم کو			"
جہاں یہ واسطی عبرت کدہ ہے			"
مسند ہے نہ تکیہ نہ مسہری نہ بچھونا			وہبی
بناتے ہیں عیش منعم عمارت دہر فانی میں			"
نام آور جتنے تھے وہ خاک میں سب مل گئے			"
خواہش اسباب کی بس عالم اسباب میں بھی			وزیر
آنکھ جب پڑ جائے گی آنسو رواں ہو جائیگا			وحشت
آئینہ ہے چراغ سکندر کی گور پہ			وقار
ٹھوکروں سے پاؤں کی پامال ہیں وہ آج دیکھ			ہر چند
کسرے کے طاق پر یہ لکھا تھا بہ آب زر			ہوس
اہل دنیا کو جگایا خفتگان خاک نے			ہوش
آخر اک دن تختہ تابوت ہونا ہے نصیب			ہمدم
چین سے کیا سوتا ہے منعم بچھا کر یاں پلنگ			"

شاہ کیا کیا ہو گئے ہیں اس زمیں کے تخت پر
جز نظر رکھتے تھے چرخ ہفتمیں کے تخت پر
ہے کسی کا بھی نہ ہرگز اس زمیں کے تخت پر
ہے یہی احوال اک دن اپنی پشت خاک کا
کھیوں میں جہاں کے کر تو نظر
آئینہ میں جہاں سکندر و دارا
اب کہاں ہیں کہاں سکندر و دارا کہاں گئے
کہاں کیے خانہ آباد و ویراں ہو گئے
آج کیوں نازاں ہے تاج و تخت پر اپنی کوئی
ہو گئی کل جبھی کی سرمانیل کوئی

عدم

عدم

سخت ہے راہ عدم انساں کو بے اعمال نیک
واہ کیا سیدھی عدم کی راہ ہے

کر دو جو غور عدم تو وہ ایک ہستی ہے
رفتہ رفتہ لحد میں پہنچے ہم

وہ شہر مقرر ہے کچھ اس شہر سے بہتر
ہموار راہ ہے کوئی رہزن کا ڈر نہیں

عدم کی راہ سے ہموار کوئی راہ نہیں
دلا ملک عدم کے خوف سے کیوں دم نکلتا ہے

دم واپسیں ظلمت قبر محشر
کڑی ہے اسقدر منزل عدم کی

جاتا ہے جو ہستی سے عدم کو نہیں پھرتا
ملک عدم کی آمد و شد کا ہے کیا شمار

کیسی ہموار ہے راہ عدم آباد امیر
کارواں عدم آباد رواں ہے خاموش

عدم کو چلے جاتے ہیں آگے پیچھے
ہستی سے رواں قافلے رہتے ہیں شب و روز

نہ پستی و بلندی ہے نہ ایسے بھیڑ کے رستے
جہاں ہوگا ترا جانا کہوں کیا حال میں اس کا

عدم میں جا کے کہوں گا سرائے ہستی سے
یارو جو شہر عدم سے آئے ہیں اس ملک میں

کون ادھر کی یہاں خبر لائے
تراب اس طرف خبر کون لائے

ہم نہیں واقف عدم میں کیا تھی دلچسپی مگر
پوچھے کس سے کہے کون عدم کا احوال

جاتا ہے عدم کو اک زمانہ
ملک عدم میں بیٹھ رہے جا کے سب عزیز

اک دم کی مسافت ہے پہنچ جائیں گے جلدی
کس طرح طے کریں گے الٰہی رہ عدم

کھلتا نہیں عدم سے خرابات دہر میں
شام کو آئے جلے وقت سحر سوئے عدم

کڑی تھی اس قدر منزل عدم کی

مرد بے توشہ کو تکلیف سفر کیونکر نہ ہو — اسیر
اک سر مو بھی نہیں زنہار کج — 〃
نہاں ہوا جو ادھر ہو گیا ادھر پیدا — 〃
راہ غربت کٹی وطن آیا — 〃
دنیا سے عدم جا کے پھر آتا نہیں کوئی — 〃
بہتر کوئی عدم کے سفر سے سفر نہیں — 〃
نہ کچھ مسافت منزل نہ راہ کی گردش — انور
مسافر سینکڑوں جاتے ہیں رستہ خوب چلتا ہے — 〃
عدم کے ہیں رستے کٹھن کیسے کیسے — اکبر
کہ مر مر کر پہنچتے ہیں وہاں تک — امیر
بے نشہ شہر ہے کوئی دلچسپ ادھر بھی — 〃
ستر جہاں میں آئے بہتر چلے گئے — 〃
چین سے سوتے چلے جاتے ہیں جانیوالے — 〃
خاک اڑتی ہے نہ آواز ذرا آتی ہے — آزاد
ہر اک شخص کا بس یہی راستہ ہے — افسوں
مسدود عدم کا کبھی رستہ نہیں ہوتا — آتش
عدم کی راہ سب راہوں سے ہے نیچر سیدھی — 〃
وہاں پرسش کوئی اپنا نہ بیگانہ ترا ہوگا — نجاتدر
لباس عاریتی بر میں تھا اتار آیا — برق
کیوں پھرے جاتے ہیں وہ الٹے ادھر کمریں کسے — تراب
جو یہاں سے گئے نہ پھر آئے — 〃
نہ آیا ادھر پھر ادھر جو گیا ہے — 〃
روز دنیا سے ادھر اک قافلہ جاتا رہا — تسلیم
ایک بھی ملک سے نہیں جا کر پھرتا — 〃
ہر چند کہ راستہ نہیں ہے — 〃
ایسے گئے پھر نہ ادھر سے ادھر پھرے — 〃
کچھ دور یہاں سے عدم آباد نہیں ہے — 〃
کوئی نہ راہبر ہے کسی کا نہ ساتھ ہے — 〃
کیوں ہوشیار آئے تھے کیوں بے خبر چلے — 〃
رات بھر کے لئے تعمیر مکاں کیا کرتے — 〃
کہ پہنچے خاک میں مل کر یہاں تک — 〃

عدم

ہے کیا سیدھی عدم کی راہ — نسیم
رک جا کہیں گمراہ نہ ہو کارواں عدم — 〃
دور جانا ہے کوچ کو رخصت کیجئے — ثاقب
ہر بار اب ہے عدم آباد بھی — 〃
جانفزا کس درجہ ہے دیر عدم آباد بھی — 〃
جا رہا ہے جان دے کر کیا جہاں زیر زمیں — 〃
عدم آباد کی بستی سے کیا کوئی نہیں آتا — 〃
بلندی سے بلندی ہے کہیں پستی سے پستی ہے — 〃
عدم کا ہے سفر آخر سبھی رہ باغ ہستی ہے — جلیل
وطن کو اپنے کوئی جاتے ہیں روز و شب کوئی — 〃
ہزاروں قافلے جاتے ہیں روز و شب عدم — 〃
وہاں کے حال سے کوئی خبر آتی نہیں ہوتی — 〃
پھرے کے آیا ہے کوئی راہ عدم سے ایک — 〃
سینکڑوں قافلے اس راہ گزر سے نکلے — 〃
رفتگان عدم آتے نہیں آتی — 〃
انتظار نہیں ہے ساتھ نہ ہو — 〃
ہے کیا سیدھی عدم کی راہ — 〃

عدم			
پوچھو نہ ہم سے یہ کہ عدم میں کیا ہے	ناسخ	پھر اعدم سے نہ کوئی ہمدم کہ حال یاروں کا پوچھتا ہم	جلیل
کل دنیا سے چلتی ہیں جو دن رات سفر کرتے ہیں	=	عدم سے آکے عدم کو اگر نہ پھر جاتے	حرار
جہاں کچھ کھلتی نہیں کیا جانیے کیا بات ہے		پہنچ جاتے ہیں بند آنکھیں کیے منزل پہ سب رہبر	″
جب آنکھ بند ہے راہ عدم کا ہر رہرو	=	خائیں قصر و ایواں کیا ہمیں بھی ہے وہاں جانا	جوش
کس دم میں پہنچ جاتے ہیں لاکھوں سرائے ہستی سے		منزل راہ عدم دیکھیے طے کیونکر ہو	″
عدم کو جاتے ہیں کوئی ادھر کا ادھر نہیں آتا	نشاط	رہرو ملک عدم کی نہیں آتی جو خبر	″
عجب دیوانہ ہے وہ جو عدم کے لوگ اپنے جانے والوں سے		ساتھ نہ کوئی جائے گا ہوں گے رواں جدا جدا	″
عدم آباد کی بستی ہے وہاں کے جانے والوں سے		کیونکر کٹے گی راہ عدم کی سفر ہے سخت	جوہری
ذرا کہہ دو کوئی جا کر عدم کے آنے والوں سے		جوہری راہ عدم میں نہیں ڈر رہزن کا	″
چلو تم بھی عدم کو ابھی آئے تھے ابھی جاتے ہیں		کسی سے راہ میں ہوتا نہیں کسی کا ساتھ	″
کیا جینے والے بھی کبھی لامکانی ہیں	=	بے شک کوئی جا لائق تقریح وہاں ہے	″
عدم کے رہنے والے بھی نہ بیگانہ زبانی ہیں		چلے تو ہیں مگر اہل عدم جو بیچ میں	حیرت
زمین عدم خاک سیاہ عجیب عالم ہے		درپیش رہ ملک عدم ہے تمہیں حیرت	″
کہیں ہیں جانور آدم کہیں ہیں آدمی نایاب		کیا جانیے کیا لطف ملا ملک عدم میں	″
		گئے عدم میں تو یاران رفتہ پوچھیں گے	″
		نہیں معلوم یہ ملک عدم ہے کس تماشے کا	″
		آتا کوئی جو ملک عدم سے تو پوچھتے	″
		وطن چھٹے تو کہو کس طرح قرار آئے	″
	عاجز	زینت زیر زمیں گرچہ نہ ہوتی دلکش	ذاکر
		رہروان عدم آباد کے جانے والے	″
		دم ادھر چھوٹا ادھر عدم پہنچا	″
	نکہت	سفر ملک عدم کا ہے وفور ضعف ہے ہمدم	″
		یہاں چلے ابھی اے ساکنان ملک عدم	″
		یارب مسافران عدم کی خطا معاف	″
		ہے عبث جستجوئے اہل عدم	راسخ
		عدم نے ہر طرف ہستی کا ناکا روک رکھا ہے	″
		مسافران عدم کا کہیں نشاں نہ ملا	″
		مسافران عدم کا نشاں ہو کس سے	سعید
		ملک عدم میں خیر سے جانا محال ہے	سخن
		اس کے پھر آنے کی امید کسی کو بھی نہیں	″
		ملک عدم وہ ملک ہے جا کر وہاں سے پھر	″
		کچھ ہو تو عدم میں راحت	سرور
		ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ	سودا
		عجیب دلچسپ ہے وہ عالم کہ جو گیا ہو گیا وہیں کا	″
		یہاں ٹھہر کے غریب الدیار کیا کرتے	″
		عدم کی کیا سڑک ہے صاف کیچڑ ہے نہ دلدل ہے	″
		سرائے دہر سے چل کے جہاں تباہ و گدا ٹھہرے	″
		ساتھ کوئی نہ کہیں کوچ سفر کی آواز	″
		راستہ بند ہے کیا ڈاک کے ہرکاروں کا	″
		راہ عدم کا جوہری ہوگا سفر الگ الگ	جوہری
		اٹھتے نہیں ہیں سنتے ہیں رنج و محن میں پاؤں	″
		جس کو دیکھا ہے یہاں بے سر و ساماں دیکھا	″
		ہر ایک دم میں رواں رہرو عدم سو سو	″
		کرتا نہیں رخ کوئی ادھر جا کے عدم سے	″
		بہت ہوا ہیں عصر عدم سے آئے ہوئے	حیرت
		کچھ فکر بھی کرتے ہو کبھی زاد سفر کی	″
		جو یار گئے پھر نہ ادھر سے ادھر آئے	″
		کہ تم بھی جامۂ ہستی وہیں اتار آئے	″
		جسے ہم دیکھتے ہیں وہ اسی جانب روانہ ہے	″
		چرچا ہمارا ہوتا ہے اہل وطن میں کیا	″
		عدم سے آئے تو دنیا میں اشکبار آئے	″
		یوں عدم کو کبھی اپنا نہ پرایا جاتا	ذاکر
		ایسے جاتے ہیں کہ پھر لوٹ کے آتے بھی نہیں	″
		ہے قریب اتنا فاصلہ کیا ہے	″
		اور انبار گنہ رکھکر چلے سر پر خدا حافظ	″
		ذرا تو ٹھہر کہ ہم بھی ہیں چلتے ساتھ کے ساتھ	″
		مفلس گئے غریب گئے بے ٹکٹ گئے	راسخ
		پہلی منزل میں سب ملیں گے آپ	″
		گماں ہے باب امکاں پر در شہر خموشاں کا	″
		رواں ہوا جو ادھر کو وہ کارواں ملا	سعید
		چلے ہی جاتے ہیں یہ کارواں خدا کی پناہ	سخن
		منزل کڑی ہے اور ہے تھکنا بھی راہ کا	″
		قافلہ یاروں کا جو ملک عدم جا پہنچا	″
		اے غافلو کہو یہاں آنا کہاں رہا	سرور
		ہستی تو ہم عذاب دیکھا	سودا
		دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا	″

کیا شبستان عدم بھی ہے تماشے کی جگہ
نقد طاعت سے تہیدست چلے سوئے عدم
لحد سے اٹھ نہیں سکتا ہے حشر تک مردہ
ملک عدم کا حال کسی نے نہ کچھ کہا
جاتا ہے کوئی واں تو پھر آتا ادھر نہیں
کیا جانے جس مقام کی مطلق خبر نہیں
وہ راہِ راہ عدم ہے جو بادشاہ چلے
مسافران عدم کی خبر ہو خاک ہمیں
عدم کے جانیوالے قبر میں رہتے ہیں مدت تک
قبر انساں ہے در شہر عدم
الٰہی کیسی مشکل ہے عدم کی راہ آساں کر
ساکنان عدم آباد کی پرسش مجھ سے
سایہ کی طرح آئے یہاں اور ڈھل گئے
دیکھئے پہنچیں گے کب تک تا در ملک عدم
کیا پوچھتے احوال ہو تم ملک عدم کا
عدم کے جانیوالا آج تک پھر کر نہیں آئے
وہاں کیا تماشا کوئی ہو رہا ہے
عدم کا قافلہ چپ اس طرح ہے رواں
عجب منزل شوق ملک عدم ہے
ملک عدم بھی ہے کوئی دیوار قہقہہ
ہیں وجود اور عدم قریب قریب
ہے ملک عدم بھی کیا ہی دلچسپ
عدم کے جانے والوں سے نہ پوچھو
ملک عدم کو جاتے ہیں لیکن کوئی بشر
راہ عدم کو سینکڑوں جاتے ہیں پر خموش
کیا دور ہے عدم کہ جو جایا نہ جائے گا
ملک عدم سے جا کے پھر آتا ہر ایک شخص
امن ہو گا غم و آزار سے شاید اس میں
لوگ جاتے ہیں ادھر سے تو چلے سوئے عدم
وادیٔ ملک عدم میں نہیں خطرہ مسکیں
یا الٰہی کیا عدم کوئی تماشا گاہ ہے
ہمصفیران عدم آباد سے پوچھے کوئی
خاک خوش آئیں گے سناٹے عدم آباد کے

ملک ہستی سے جو جاتے ہیں وہاں آتے ہیں
ہم کو اس راہ میں چوروں سے خطر کچھ بھی نہیں
عدم کی راہ تھکاتی ہے پہلی منزل میں
آیا نہ پھر وہاں سے جو بہر خبر گیا
ہرگز پھر اس کے حال کی آتی خبر نہیں
پھرتا کوئی تو پوچھتے ہم ماجرائے گور
برہنہ پا و تہیدست دیے کلاہ چلے
دہان گور سے کس کو جواب ملتا ہے
بہت دلچسپ ہے نشاید تماشا پہلی منزل کا
جو سوار آیا یہاں پیدل گیا
کہ اکثر راہرو تھک تھک کے اس منزل میں ہارے ہیں
نقش ہستی میں اگر اپنی مٹا لوں تو کہوں
ملک عدم ازل سے ہمارا وطن ہوا
قافلے چلتے گئے سب پہلی منزل میں رہے
اک ہو کا سا عالم ہے نہ دیوار نہ در ہے
کہاں سے پوچھتے احوال کچھ شہر خموشاں کا
ہزاروں عدم کو چلے جا رہے ہیں
کسی کے کان میں بانگ درا نہیں آتی
چلے جاتے ہیں کارواں کیسے کیسے
آیا نہ پھر ادھر جو مسافر ادھر گیا
ان میں کچھ فاصلہ بعید نہیں
کوئی نہ پھرا وہاں سے جا کر
وہیں جاتے ہیں آئے تھے جہاں سے
واپس سرائے دہر میں آیا نہیں ہنوز
ہے کارواں مگر جرس کارواں نہیں
اک دم کے دم میں پہنچیں گے قرباں وطن میں ہم
ہوتا نہ واں مکان جو آرام گاہ کا
جو ترقی پہ سدا ملک عدم ہے نہ خاک
پھرتے دیکھا نہ کوئی ہم نے ادھر سے ہرگز
قافلہ ہے کہ یہیں دھیں چلا جاتا ہے
جاتے ہیں عالم جو پیر و جواں چھوڑے ہوئے
آشیاں کن شاخوں پر ہیں کس چمن میں گھر بنے
پھرتے ہیں آنکھوں میں جلسے عالم ایجاد کے

عزیز	عدم	بیخبر
〃		
〃		
عالم		
عاشق		
〃		
〃		
〃		
〃		
〃		
〃		
〃		
〃		
〃		
〃		
فوق		
فروغ		
〃		
فدا		
〃		
قدر		
قطب		
〃		
قربان		
〃		
لائق		
〃		
〃		
مسکیں		
میکش		
〃		
〃		

عدم

عدم کے رہنے والو تم کو اتنا تو بتانا تھا — نسیم
سفر ہوگا دشوار ملک عدم کا — "
کیا ہی سبک تھے مضطر دنیا میں ہم جب آئے — "
عدم بھی ہے قفا شاگاہ شاید — "
کہاں قافلۂ رہروان ملک عدم — "
اک یار بھی آیا نہ ادھر ملک عدم سے — "
کیا تھا نشان نظر آتا ہے وہاں حیران ہوں — "
یارانِ عدم سنتے نہیں بات کسی کی — "
مسافران عدم کی خبر نہ پوچھو کچھ — "
عدم کی بستی بسی رہتی ہے خمار رکھے — "
عدم سے آئے ہیں جائیں گے پھر عدم اکدن — "
راہ بتاتے ہیں وہی راہبر و ملک عدم — "
راہی ملک عدم رہرو ہیں دھڑکا دل میں ہے — "
ممکن نہیں کہ زیست میں اہل عدم ملیں — "
لوگ کیونکر عدم کو جاتے ہیں — "
راہ عدم میں چھوٹ گیا جسم و جاں کا ساتھ — "
کس طرح راہ عدم مجھ سے دلاسے ہوگی — "
نہ لایا عدم کی خبر کوئی اب تک — "
عدم کی بہت سخت تھی راہ لیکن — "
جو گیا عالم فانی سے نہ آیا پھر کر — "
عدم کا قافلہ کیا جانے کس طرف کو گیا — نظم
عدم کا خواب بھی نرگس کو خواب نوشیں تھا — "
میں تو سمجھا تھا عدم سابق بھی ہے لاحق بھی ہے — "
سراغ اہل عدم کے قافلوں کا پھر ممکن ہے — "
عدم میں کون سا آرام دنیا سے زیادہ ہے — "
رہ عدم کا پتہ کیا چلے کسی کو وقار — "
منزل ملک عدم دیکھئے کیونکر طے ہو — نوح
آخر اکدن عدم کو جانا ہے — وقار
ہستی سے ہے عدم تک اک دن ضرور جانا — "
یہاں ملک عدم کا سفر ہے کیا درپیش — ہمدم
بس وہ ہوا وہیں کا گزرا جو اس جہاں سے — "
عدم کی راہ ہے دشوار تر اور پر خطر شاید — "
نہیں معلوم ہے ملک عدم کو بد دعا کس کی — "

ع

عدم میں ہم نے آبادی نہ دیکھی — نسیم
نئی روز اس میں اک بستی بسی ہے — "
اک مسافر کی خبر ملتی نہیں ہے — "
عدم کی راہ ہے — "

ع

سوداہ میں وہ علم و ہنر میں جو ہیں — محمد
میں ہیں جاہ کے اور شان کے خواہاں — "
میں ہیں کر دولت — "
علوم — "
زینت — "
تو ورزش — "
تو — "
ہیں — "
ہیں — "
ہیں

قدر جانیں علم کی ارباب علم — کیا کہے گا مرد جاہل مرحبا — امیر — علم
افسوس ہے انسان نہ ہو علم کا جویا — وہ مال ہے یہ صرف سے جو کم نہیں ہوتا — آتش — علم ہی کرتا ہے بیشتر دلوں میں روشنی
رکھ اب خیال علم کا ہر وقت اے عزیز — بے شک پنھائیگا یہ تجھے زیور تمیز — افضل — علم ہی اوزار ہتا ہے ساری عمر جہاں کا چراغ
گو اس جہاں سے سعدی و عرفی گذر گئے — پر علم سے وہ نام زمانہ میں کر گئے — " — کل ہوا رتبا اس کے بہت امن و اماں سے گزری
علم کی تحصیل میں اے مہرباں سستی نہ ہو — دھیان دیکر خوب دل سے تم سبق اپنا پڑھو — " — رات دن اس کے حصہ میں یہاں علم کی دولت آئی
علم سے مطلب ہے ہونا ماہیت سے آشنا — ہے وہ جاہل جو دوئی میں پڑ کے بھی الجھا رہا — افسوس — جس کے حصہ میں نہیں ہوتے ہیں یہ حاصل ناداں
ہو بے عمل کے علم کا کیا فائدہ عیاں — شکر کے نام لینے سے میٹھا ہو منھ کہاں — " — بے مشقت نہیں ہوتے ہیں کسی کے اشراف
صاحبو علم سے حاصل ہو جہاں کی دولت — علم ہر قوم کو ہے باعث خیر و برکت — اشہری — ہنر و علم سے پاتا ہے شرف انساں
علم ہر قوم کو پہنائے لباس تزئیں — علم ہر جسم کو دے فخر کا زیبا خلعت — " — علم سے پاتا ہے انسان جانور سے شرف
ایشیا کو تھا اسی علم نے گلزار کیا — اب ہے یورپ کو اسی علم سے حاصل عزت — " — ورنہ اس بیمار کی کہاں سے کہاں رسائی
کام سورج سے لئے علم نے ایسے ایسے — دیکھکر ہوتا ہے عالم انھیں محو حیرت — " — جو علم کی نظر میں ہیں سبھی ہیں شریف
الغرض علم کو تم اپنے عمل میں لاؤ — مستقل طور سے دکھلاؤ کمال محنت — " — جاہل کی نظر میں ہے وہ سب سے مقرون ہے
گزرے ادھر فلک سے نہ کس طرح شان علم — جب علم کا مکان بنے لامکان علم — احسن — علم و عرفاں ہو تو البتہ ہے وہ سب سے مقرون ہے
دیکھو کمال علم کہ وہ کس جگہ نہیں — چھایا ہوا زمین پہ ہے آسمان علم — " — بہتر از جہان ہے گر جہل سے کہاں ہو
نظروں میں اہل دہر کی جاہل سمائے کیا — ذی رتبہ ہے وہی کہ جو ہے رتبہ دان علم — " — علم کو خوار کر رہے سے پوچھ
اپنے بھی قصہ ہائے گزشتہ کو بھول جاؤ — سن لے جو گوش دل سے کوئی داستان علم — " — جاہل کو خوار علم سے کیا
جاہل خدنگ طعن سے ہوتے ہیں دلفگار — کیا چڑھ گئی ہو دیکھو عزیزو کمان علم — " — نوبی ہنر و خوبیاں آدمی کا علم
ادنےٰ سا بھی ہر کام ہے اب علم کا محکوم — بے علم ہے جو قوم سو حال اسکا ہے معلوم — اسمٰعیل — تر از جاہ علم کیا
اے علم ہے تجھی سے نقش و نگار ہستی — ہے گلشن جہاں میں تجھ سے بہار ہستی — اوج — ہوا فقیر اور تاجدار علم سے
تو آفتاب بنکر ہر سمت ہے منور — تیری ہی یہ تجلی پھیلی ہوئی ہے گھر گھر — " — نوروں ان نہ ہو علم سے نیر تاباں
اسرار سر قدرت تو نے کئے ہویدا — شان جمال مطلق ہے تجھ سے آشکارا — " — ہے شخص بے علم زمیں پر بوجھ
مخلوق کے دلوں پر تیرے ہیں سکے بیٹھے — چاروں طرف جہاں میں بجتے ہیں تیرے ڈنکے — " — ہے جس میں علم وہ ہے جواہر سے بیش قیمت
کشت امید انساں نزہت فزا ہے کیا کیا — باغ مراد تجھ سے پھولا پھلا ہے کیا کیا — " — وہ شب تار ہے جس میں اختر نہیں
تو بوئے گل کی صورت پھیلا ہوا ہے ہر سو — ہر ہر دماغ میں ہے تیری بسی ہوئی بو — " — جو ہے بے عمل پڑھا کیا
آنکھوں کو نور تجھ سے دل کو سرور تجھ سے — شان جمال مطلق کا ہے ظہور تجھ سے — " — کہا اس کو قرآں نے بیشک و رفع
مشکل جو مسئلے تھے حل کر دئے ہیں کیسے — ہر فن کے تو نے کھولے دشوار فہم عقدے — " — ستاب
اے علم تجھ سے کیا کیا انساں نے فیض پائے — حاصل ہوئے ہیں رتبے کیا کیا بڑھے ہیں پائے — " —
جو مٹ گئے ہیں انکا تجھ سے ہی نام باقی — ہے یادگار ہستی اب تک کلام باقی — " —
کیا رتبہ ہے عالموں کا اللہ غنی — یہ لوگ ہیں نائب رسول مدنی — بحر — "
پے دنیا ہے زیور علم واعظ — وہ مصحف کو حمائل جانتا ہے — " —
کشتئ حفظ ہے ارباب ہمز کی تعلیم — پار اتر جائینگے استاد بھی شاگرد کیساتھ — " —
انتظام کار عالم منحصر ہے علم پر — اٹھ گیا جب علم دنیا میں تو پھر اندھیر ہے — برتر —
علم کے آب ہی سے نار ہوا بجھتی ہے — کبھی ہوتے نہیں دیکھا دل جاہل ٹھنڈا — نجماور —

کتابیں گدھے پر اگر لاد دو	خبر وہ حقیقت سے اصلا نہ ہو	تائب
ناخدائے کشتیٔ عالم نہ کیوں ہوں اہل علم	علم کہتے ہیں جسے نبیوں کی وہ میراث ہے	ثاقب
دولت دنیا تو بس دنیا ہی میں رہ جائے گی	علم کی دولت مگر عقبے میں بھی کام آئے گی	"
اس کے سایہ سے جو بھاگا وہ خدا سے بھاگا	علم کہتے ہیں جسے دامن رحمت ہے وہی	"
نادان اہل علم کا افلاس ہے غنا	رہتے ہیں ان کے دل میں خزانے بھرے ہوئے	"
جو جاہل ہے قیامت تک وہ عالم ہو نہیں سکتا	کہ عرفان خدا بے علم حاصل ہو نہیں سکتا	"
عالم بے عمل نہیں شاخ خزاں رسیدہ ہے	سایہ سے جس کے راہرو مثل صبا رسیدہ ہے	"
جو عالم بے عمل ہے اس کی باتوں پر اثر کیا ہو	وہ چشمہ ہے تو کھاری ہے وہ گوہر ہے تو جھوٹا ہے	"
بے عمل عالم سے جاہل ہے بھلا	پھول وہ کیا جس میں رنگ و بو نہیں	"
علم پر جبکہ عمل ہی نہیں پھر کیا حاصل	یوں تو شیطان سے بڑھکر نہیں عالم کوئی	"
ایسے عالم سچ ہے اپنے وقت کے بوجہل ہیں	علم دیں پڑھتے ہیں جو عالم فریبی کے لئے	خاطر
حیات جاودانی کا وسیلہ علم ہے خاطر	قیامت تک رہا کرتا ہے زندہ نام عالم کا	"
ہرگز صراط علم سے غافل نہ بچ کے چل	اس راہ سے رسول ملے اور خدا ملے	رمز
زر کا بھی کچھ لطف جاہل کو نہیں	ہے بڑی دولت جو استعداد ہو	سحر
چاہئے تحصیل زر سے بیشتر تحصیل علم	آبرو انساں کو بے فضل و ہنر ملتی نہیں	"
کرو نہ نالۂ موزوں ہزار کی صورت	بغیر علم نہیں اعتبار کی صورت	"
ہے لطف عجب خرچ میں ہے دخل زیادہ	زائل کبھی یہ علم کی دولت نہیں ہوتی	سعید
انساں گہر ہے علم و فن اسمیں ہے آب و تاب	بے آبرو ہے آدمی کو علم گر نہیں	شیر
اس کو بے عزت کہے گا اک زمانہ یاد رکھ	دوڑ میں علم و ہنر کے پیچھے جو رہ جائے گا	صدر
علم کے پانی سے ہے سرسبز دنیا کا چمن	پانی پہنچے گا نہ جس پودے کو وہ مرجھائیگا	"
فیض تعلیم کو ہے شرط گذارش اپنی	کہ مس سرو پہ کرتی اثر اکسیر نہیں	صابر
سخت وضعوں کو نہ تعلیم سے نرمی ہو نصیب	لاکھ آتش سے نہ بے آب ہوے زر نکلے	"
شرافت ہے انسان کی علم سے	لیاقت ہے انسان کی علم سے	ضمیر
ہو فقر کی خواہش کہ امیری کی طلب ہو	بے علم جہاں میں کوئی دولت نہیں ملتی	ظہیر
اطلبوا العلم کے معنی سے ہوا یہ آشکار	ہے تلاش علم جادہ منزل مقصود کا	"
عالم وہ کیا عمل نہ ہو جس کا کتاب پر	بے فائدہ ورق تو ہے جاہل الٹ گیا	ظفر
صلاحیت بجز تعلیم پیدا ہو نہیں سکتی	کبھی غلبہ نہیں ہوتا کسی کو غل مچانے سے	عاصی
جو بحر علم میں غواص ہو تو اے غافل	ضرور ہاتھ ترے دُرِّ آبرو آئے	فصاحت
کہتے ہیں جسے علم وہ ہے ایک ہی نقطہ	اس علم سے آگاہ اگر ہیں فقرا ہیں	فیض
عزت سے اگر جینا ہے تو علم پڑھو تم	یاں تک کہ مرو بھی تو اسی ہی میں مرو تم	فوق
بے علم کے ہنر کی ترقی بھی ہے محال	رہبر کی ہے تلاش ہر اک راہرو کو فرض	قاسم
مر کر نہ جائیں صاحب جوہر کی قوتیں	جب تو قوی ہے کشتۂ فولاد کا مزاج	قدر
آساں نہیں نبی کی طبیعت ذکی سی ہو	مشکل حصول علم ہے کودن کے واسطے	قطب

جس کو ہے فوق سب پر وہ فوق علم کا ہے	زینت ہے جو گلے کی وہ طوق علم کا ہے	کمال
کچھ اس میں شک نہیں ہے یہ خیال سچا	نادانو جہل شئے سے بہتر ہے علم شئے کا	〃
بس چاہئے برابر الفت مطالعہ سے	بڑھتی ہے دیکھنا کیا قوت مطالعہ سے	〃
جس کو حاصل ہو قوت تقریر	کیوں نہ اسکی ہو عزت و توقیر	〃
علم حاصل کرو تم اے بچو	جی ہٹاؤ نہ پڑھنے سے بچو	〃
دولت علم کا بڑا ہے اثر	خاک ہے اس کے آگے دولت و زر	〃
دولت و زر کو کچھ کمال نہیں	دولت علم کو زوال نہیں	〃
علم سے کوئی شئے نہیں بہتر	باعث آبرو ہے علم و ہنر	〃
بغیر علم و ہنر آدمی کی کیا وقعت	غرور حسن پہ اپنے یہ خوبرو نہ کریں	عجب
علم کا اس سرزمیں پر قدرداں ملتا نہیں	عالموں کا تو یہاں نام و نشاں ملتا نہیں	〃
فلک پر قوت تعلیم نے عالم کو پہنچایا	پڑے غار مذلت میں سر غافل کے تکڑے ہیں	〃
ہے شکایت یہ زمانہ کا ستم اٹھتا نہیں	جانب علم و عمل لیکن قدم اٹھتا نہیں	〃
نتیجہ تربیت تعلیم کا ہے	نہ اچھا ہے نہ ہے کوئی برا دل	〃
دولت علم گر نہیں ہے پاس	مفلس بے نوا گدا ہے دل	〃
خدا نے دی جسے دنیا میں علم کی دولت	وہ اپنے سامنے تاروں کو بھی گدا سمجھا	〃
بے علم و فضل شیخ کے جبہ سے فائدہ	ہے بار پشت خر پہ حماقت کی جھول کا	〃
سالک منزل حقیقت ہوں	بدرقہ علم رہنما ہے دل	〃
زر و جاگیر سے کیا دل کو حاصل	بغیر علم تو ہے بے نوا دل	〃
انسان علم ہی سے پہنچتا ہے تا بہ عرش	اس راہ میں نشان کئی نقش پا کے ہیں	〃
جس ملک میں تعلیم کا آتا ہے قدم	جاتا ہے وہاں سے بھاگ جہل اظلم	〃
انسان ہے بے علم و ہنر کے بیکار	ہر کار میں تعلیم ہنر ہے درکار	〃
ممکن نہیں بے علم ترقی کا وجود	تعلیم سے کھل جاتی ہے راہ سدود	〃
پتھر ہے وہ دل جسمیں نہیں صدق و صفا	بے علم و ہنر ہیچ ہے انساں کا وجود	〃
بے محنت علم کس نے عزت پائی	بے جوہر علم کس نے وقعت پائی	〃
اب چھوڑ دیجئے للہ جہالت اپنی	بے علم و ہنر کے نہیں عزت اپنی	〃
گو عقل بشر گوہر تابندہ ہے	بے علم کہاں آدمی بینندہ ہے	〃
ہوتی نہیں دولت سے بشر کی عزت	بے جوہر ذاتی نہیں ممکن وقعت	〃
گر نہیں علم تو تجھ سے نہیں لطاؤس حسیں	او مرے ناز سے بن ٹھن کے سنورنیوالے	〃
غلامی کا ذریعہ علم کو سمجھے تو کیا سمجھے	ہم اس کو زور بازو سے خدا ظل ہما سمجھے	〃
جو سمجھے دولت جاوید ان علمی خزانوں کو	مآل اندیش ہیں وہ قوم کی سچی بقا سمجھے	〃
ہے یہی علم تو اک حضرت آدم کی شرف	ورنہ انسان کو حیواں پہ شرافت کیسی	〃
بے ریاضت نہیں آتا ہے کوئی علم و ہنر	اپنی غفلت کا گلہ کیجئے قسمت کیسی	〃
عہد طفلی ہی میں پڑھنا ہے تو پڑھ اے ناداں	ورنہ ایام جوانی میں تو فرصت کیسی	〃

علم

علم		خاک وہ تعلیم ہے جس سے نہ ہوں عالی دماغ	محب
		علم سے انساں خلیفہ ہے خدا کا برملا	"
		بے حصول علم نطق و عقل سب بیکار ہیں	"
		تربیت تعلیم سے انسان ہوتا ہے ملک	"
		زباندانی نہ ہو جس میں نہ سمجھو آدمی اس کو	"
		جہاں دیکھتے ہیں جہالت کی باتیں	"
		مثال بدر ہوتے ہیں وہی کامل زمانہ میں	"
		جسے ہے پائداری وہ ہے حسن خلق و علم و فضل	"
		علم دائم زندگی ہے جہل ہے انساں کی موت	"
		ثبات و صبر و طلب محنت و ریاض دوام	"
		نسل پر کیا فخر ہے علم و ہنر پر فخر کر	"
		علم بھی دولت ہے پھر زر پر عبث گرتے ہیں لوگ	"
		دبیگی جہل و تعصب سے کیا شعاع علوم	"
		ہوے جو کتابوں سے دولت کے سائل	منیر
		آدمی کو علم ہو تو خضر کی حاجت نہیں	منت
		کیا عجب ہے ہو اگر کشف القلوب	"
		ہنر و علم بھی حقیقت میں	مضطر
		تلوار کی جس طرح ہے خوبی جوہر	مہر
		انسان کا اے عزیز جوہر ہے علم	"
		تم اختیار کرو علم و فضل کی تحصیل	"
		ہر اک طرح کی ترقی کی علم ہی ہے سبیل	"
		زک آکے کوئی بھی عالم کو دے نہیں سکتا	"
		اقبال اگر گل ہے تو گلشن ہے علم	"
		اے مہر نہیں زوال جس دولت کو	"
		بہتر ہیں ہے مشغلہ کوئی تو ہے تحصیل علم	"
		پڑھ کتب وہ کہ تجھ کو راہ دکھائیں	"
		علم کا شوق بہتریں ہے شوق	"
		ابتدا اس کی سیر باغ جہاں	"
		ابتدا انتہا ہیں دونوں خوب	"
		نسب سے مال سے زر سے فضیلت ہو نہیں سکتی	"
		جو کوئی کسب کرے تو اسی کو ہو حاصل	ہمدم
		منظور جس کو دونوں جہاں کی ہو بہتری	ہنر
		انسان کی قدر ہوتی ہے علم و ہنر سے خوب	"

		پیٹھ پر لاتے ہیں یورپ سے کتابیں لاد کے	محب
		اشرف المخلوق ہے قبضہ میں ہے ارض و سما	"
		بے مدد علم و ہنر کے عقل سے ہوتا ہے کیا	"
		اور علم و فضل و دانش ہی سے ملتا ہے خدا	"
		تفاوت نطق کے باعث سے ہے انسان و حیوانیں	"
		مگر علم و تہذیب کم دیکھتے ہیں	"
		در علم و عمل پر جو رگڑتے ہیں جبیں برسوں	"
		کہاں رہتا ہے قائم مثل گل رنگ حسیں برسوں	"
		آب حیواں اور ہے زہر ہلاہل اور ہے	"
		یہ علم و فضل کے رستے ہیں سب بنائے ہوئے	"
		آدمی تو سب یہ پیدا ایک آدم سے ہوے	"
		چاہتے ہیں آپ سا زردار ہو داماد بھی	"
		دبا گہن میں کہاں آفتاب رہتا ہے	"
		وہی باب علم و ہنر تک نہ پہنچے	منیر
		بچکے چلتا ہے یہ اکثر راہ ناہموار سے	منت
		روشنئ چشم باطن علم ہے	"
		دولت لازوال ہے صاحب	مضطر
		یا آب ہے جس طرح سے خوبئ گہر	مہر
		اخلاق ہے آب اور ادب ہے زیور	"
		شرف ہوتا کہ تمھیں اس سے حاصل اور فضیل	"
		یہ چیز وہ ہے کسی کو یہاں نہ قال و قیل	"
		یہ وہ خزانہ ہے چور اس کو لے نہیں سکتا	"
		دولت ہے اگر لعل تو معدن ہے علم	"
		اس دولت بے بہا کا مخزن ہے علم	"
		اس خزانہ کی جو ہے کنجی کتاب اس کا ہے نام	"
		آدمی سے تجھے فرشتہ بنائیں	"
		مغتنم ہے اگر رہے یہ ذوق	"
		انتہا شوق علم کی عرفاں	"
		چیز ہے علم دلکش و مرغوب	"
		مگر علم و ہنر ہی سے ہر انساں کی شرافت ہے	"
		کسی کا ورثہ نہ ہے علم نے ہنر میراث	ہمدم
		وہ جان و دل سے اپنے کرے چاہ علم کی	ہنر
		جس کو ہے علم کوئی نہیں اس بشر سے خوب	"

علم و ہنر عطا ہے بس انساں کے واسطے — یہ خلعت خدا نہیں حیواں کے واسطے — ہنر
خدا نے جس بشر کو دی لیاقت — ہوئی تحسیں کے قابل اسکی عادت — "
لیاقت والے نے جب چشم وا کی — نظر آئی اُسے صنعت خدا کی — "
لیاقت باعث عزت ہے بے شک — لیاقت موجب شوکت ہے بے شک — "
جو ہو عمدہ لیاقت اس کو حاصل — بشر ہو بارگاہ شہ میں داخل — "
لیاقت سے وزیر شہ بشر ہو — کرم کی مہر کی ہر دم نظر ہو — "
لیاقت سے ہو حاصل مال و دولت — لیاقت سے ہو حاصل جاہ و حشمت — "
لیاقت سے ملے شیریں کلامی — لیاقت سے ہو حاصل نیک نامی — "
لیاقت سے نہیں ہے جو خبردار — وہ مردم کی نظر میں ہے بد و خوار — "
رہے انساں لیاقت سے جو غافل — نہ ہو کچھ زندگی کا لطف حاصل — "
دنیا ہے مکر ۔ مکر کو ہے شرط وقفیت — شیطان کا بھی کام نہ بے علم چل سکا — یکتا
کرے عمل جو نہ پڑھ کر ہمیشہ اس سے بچو — کہ بند پانی میں بوے فساد آتی ہے — "
اثر کیا خاک ہو باتوں میں اسکی — وہ جاہل ہے جو عالم بے عمل ہے — نیم

عمر ناپائدار

نہ جان کا ہے بھروسہ نہ عمر رفتہ کا — یہ بے وفا ہوئی کس کی وہ آشنا کسکی — آصف
آئے گی نہ پھر کے عمر رفتہ — ہم مفت میں جان کھو رہے ہیں — امیر
گزرا ہوا زمانہ پھر آتا نہیں کبھی — وہ کونسا ہے دم جو دم واپسیں نہیں — "
جہاں سے مجھے لائی تھی میری عمر — وہیں سیر دکھلا کے پہنچا گئی — "
بڑی بے وفا عمر رفتہ تھی ہائے — مسافر کو رستہ میں لٹوا گئی — "
لائے تھے مثل شرر تھوڑی سی عمر — آنکھ ادھر کھولی اُدھر ہم مر چلے — "
سنتی نہیں ہائے عمر رفتہ — اک عمر سے ہم پکارتے ہیں — "
نہ بھول اس زندگی پہ غافل نہیں ہے کچھ اعتبار اسکا — کہ راہ لیگی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ مجھے بتا کر — "
ہیں وہ ناداں جنھیں دو روزہ جینے پہ ہے ناز — دیر کتنی ہے اجل آج نہیں کل آئے — "
یوں بیٹھے بیٹھے زیست کے دن ہوگئے تمام — کشتی میں جیسے ساکن کشتی رواں رہے — "
دو روزہ زیست غنیمت ہے ذکر حق کرلے — بدن میں جان دہن میں زباں رہے نہ رہے — "
بڑھتی ہے عمر جتنی ہوتی ہے عقل افزوں — ہر دم نیا مزہ ہے اس بادۂ کہن میں — "
کشتیٔ عمر کا انجام ہمیں یاد آیا — کھا کے چکر کوئی کشتی جو کہیں بیٹھ گئی — "
نہ کیونکر عمر کا رشتہ ہو کوتاہ — اٹھایا کرتے ہیں ہم پیچ پر پیچ — امیر
عمر رواں رواں ہے کوئی جانتا نہیں — یہ طرفہ کارروان ہے کہ جسمیں درا نہیں — "
کثرت اندوہ و غم میں پیچ ہے گھٹجاتی ہے عمر — پیچ ہو جس میں وہ رشتہ مختصر کیونکر نہ ہو — "
عمر رواں کی ہوگی روانی کبھی نہ دور — وہ کون ہے جو روک سکے اس سمند کو — "
جو ہے سوار اس پہ وہ پا در رکاب ہے — کتنا سمند عمر رواں میں شتاب ہے — "

عمر ناپائدار — جہاز

کیونکر نہ عمر رواں ہو تیز رو — جو رشتۂ نفس ہے اسے تازیانہ ہے — "
آزردہ ہے کہ پختہ نہیں ہے ارادہ — دشمن ہے نخل ہستی ناپائدار کا — "
غالب خدا کی یاد پہ تو کس طرح بھولے — ساتھ دیگا کیا یہ دولت افسوس جب ہے ہمراہ روح — "
عمر جب آخر ہوئی افسوس تب سمجھے یہ بات — دولت کہاں سے ہمراہ کسکے ہمراہ — "
اب فقط تیغ میں ہے عمر اور نزع کی تشنگی باقی — گزرے گی یہ عمر کیونکر ہے بیقراری — "
گزرے ہیں لاکھ ایام عمر رفتہ کو پھر نہ پایا — تھوڑی سی عمر باقی ہے بیقراری — "
کیا عمر جب کہ عمر تک فاصلہ ہے دو ہی منزل کا — اس کو نہ ہے ثبات نہ اسکو قیام ہے — "
اب عمر کی نقاہت سے ہے یہ حال — اٹھ نہیں سکتا بیٹھے بیٹھے — احقر
ہے عمر پر یہ زندگی کا اعتماد — کیا کر نہیں سکتا کوئی — "
زمانہ سے پوچھتے احوال کسطرح — نہ اس سے کہوں کہ عمر رواں کس طرح کٹی — احسن
میں کیا کہوں کہ اب نہیں ملتی یہاں کہیں — اپنی گئی ہوئی کا مجھے غم نہ تھا ولے
جب تک جیا ہوں عمر رواں کا ہوں منتظر — تو سن عمر رواں تھا مجھے معلوم نہ تھا — "

جہاز عمر رواں پر سوار بیٹھے ہیں	توفیق	سوار خاک ہیں بے اختیار بیٹھے ہیں	آزاد
یہ صدا آتی ہے رفتار سمند عمر سے		وہ بھی گھوڑا ہے کوئی جس کو کہ کوڑا چاہئے	آتش
عمر گزشتہ کا کہیں لگتا نہیں پتہ	"	بالائے آسماں نہیں زیر زمیں نہیں	"
اک دم میں جا ملوں گا عزیزان رفتہ سے		کیا عرصہ ہے زمانۂ ماضی سے حال کا	"
ہے مغتنم بہ آمد و شد دم کی چند روز		کشتیٔ عمر کی ہے روانی ہوا کے ساتھ	اشک
دم میں دنیا سے مجھے ملک عدم تک لے گیا	"	آفریں ہے تو سن عمر رواں کی چال پر	امانت
نہ کی آہ کچھ عمر رفتہ کی قدر		عجب جنس کو رائگاں کر دیا	انیس
انیس دم کا بھروسہ نہیں ٹھہر جاؤ		چراغ لیکے کہاں سامنے ہوا کے چلے	"
کرنے نہ پائے سیر جہان خراب کی	توفیق	کیا طے سمند عمر نے منزل شتاب کی	انور
کرتا ہے قطع منزل ہستی کو آن میں		اس راہوار عمر کی رفتار دیکھنا	اثر
روزق نشیں بحر فنا ہے ہر اک بشر		ظاہر میں گو مقیم ہے لیکن روانہ ہے	بحر
عمر گریز پا کی ہے کیا کیا محافظت	"	گھیرے ہوئے ہیں چاروں عناصر فصیل سے	"
رکا نہ یہ فرس بدلگام عمر رواں		اگرچہ دورۂ آفاق بھی دہا نہ ہوا	"
دم بھر ہے بحر ہستی میں عمر رواں کی چال		چلتے ہوئے سفینے یہ موج ہوا کے ہیں	پرتو
چار دیوار عناصر کی خرابی کیا کہوں	"	الٹے پاؤں پھر گئی عمر گریزاں دیکھکر	تسلیم
دیکھتی بھی نہیں منھ پھیر کے پس ماندوں کو		ڈھنگ سیکھی ہے تو اے عمر گریزاں کس کا	"
دشوار ہے ٹھیروں سفر ملک عدم میں		رک جائے کہیں عمر رواں ہو نہیں سکتا	"
آئے دنیا میں چلے پھر عدم آباد کو ہم	"	اتنی ہی عمر دو روزہ تھی سفر ہونے دو	"
جینے کو عبث ہر دم ہشیار سمجھتے ہیں		اس عمر دو روزہ کو بیکار سمجھتے ہیں	"
کیا جلد اپنی عمر دو روزہ گزر گئی		مثل نگاہ شوخ ادھر آئی اُدھر گئی	"
ملا کر چلی خاک میں سیکڑوں کو	"	نہ کام آئی عمر گریزاں کسی کی	"
عبث اپنے سے امید رفاقت		وفا ممکن کہاں عمر رواں سے	"
ہم سفر تھا میں ترا لیکن جہاں میں کو بکو		ٹھوکریں کھانے کو اے عمر گریزاں رہ گیا	"
بحر ہستی میں دما دم کا ہے مثل حباب	"	کیا سمجھ کر کیجئے اس عمر فانی پر گھمنڈ	"
کٹی عمر دو روزہ مثل شیشہ بزم عالم میں		نہ سر پیدا کیا ہم نے لیا احساں نہ ساماں کا	"
چار دن میں یہ زمانہ بھی گزر جائیگا		ابھی روئیں گے جوانی کو لڑکپن کیسا	تعشق
حیات کا ہے تعشق بھلا بھروسہ کیا	"	ہوا حباب میں ہے یا ہے جسم زار میں روح	"
نہ ہو سست کیوں دمبدم تار عمر		یہ رشتہ کو محکم کسی کا نہیں	تراب
دار فانی میں زیست دو روزہ کیلئے		عمر گریز پا تجھے کیا کیا نہ چاہئے	ترکی
لے گیا شوق عدم کیا تیز دنیا سے مجھے	"	رہ گیا پیچھے بہ مشکل گرد افسانہ مرا	توفیق
رہتا ہے رواں قافلۂ عمر شب و روز		آواز نفس کم نہیں آواز درا سے	"
جز یک نگاہ اسکا وجود و عدم نہیں		عمر رواں بھی مثل شرر جلد باز ہے	"
چلا ہے کیا ہی سبک کارواں عمر رواں		نشان پا نہیں پیچھے کہیں غبار نہیں	"

کچھ تو لحاظ ساتھ کا منزل میں چاہئے
جیتے جی اپنی کہیں عمر رواں رکتی ہے
ہے عمر رواں میں شمع کا رنگ
پیدل تو کیا کبھی نہیں سنتا سوار کی
مرکب عمر رواں بھی ہے نہایت چالاک
غافل بہوش باش کہ یہ حال عمر ہے
کبھی لڑکپن کبھی جوانی کبھی ضعیفی ہے اور پیری
سیکڑوں حسرت وارمان وتمنائیں ہیں
سمند عمر کی میں تیز رفتاری کا قائل ہوں
عمر رفتہ پہ بار بار افسوس
عمر رواں نے مجھ کو کہاں لاکے دی دغا
چلی جاتی ہے نوائے عمر رفتہ
ہزار افسوس نوائے زندگانی
وہ دل نہ وہ دماغ نہ وہ آرزو رہی
شمع ساں ساشب کے مہماں ہیں ہم
لیکے رخصت حسن کوئی دم کی
تجھ پہ بھولے محبت کوئی اے عمر
کرتی نہیں ذرا بھی توقف جہان میں
شکوۂ مہر ووفا اے دل ناداں کس کا
کوئی ہے شہسوار ایسا جو دنیا میں اے روکے
کیا جانیں چھپکے جاتی ہے کیونکر یہ بے وفا
یہ جوان لوکہ منزل مقصد کو لے لیا
تیری اس چال سے ہوگا تن بیجاں محتاج
چھوڑ دینگے ہم ایک دن دنیا
جاتی ہے عمر رواں موج رواں سے آگے
ابتدا سے ہے رواں مرکز اصلی کیطرف
پانی پہ نقش کیا ہے ایسا
گل کو نہ ہے ثبات ہم کو بے اعتبار
جان کچھ تجھ پہ اعتماد نہیں
پیری چلی اور گئی جوانی
نفس کی آمد وشد سے عیاں ہے گویا ہم
اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
ایکدم عمر طبیعی ہے یہاں مثل حباب

ہم ناتوان ہیں تیز نہ عمر رواں چلے
ہے تماشہ کہ سفر میں ہوں سفر سے پہلے
گھر بیٹھے گزرتی ہے سفر میں
منہ زور کیا یہ عمر رواں کا سمند ہے
تیز رو ایسے کسی نے نہیں توسن دیکھے
جس طرح برق تھی ادھر آئی ادھر گئی
بشکل ریگ روان صحرا یہ عمر ہر دم کھسک رہی ہے
اور یہاں زیست کی دم بھر نہیں مدت باقی
قدم رکتا نہیں دم بھر بھی اس منہ زور توسن کا
ایک افسوس کیا ہزار افسوس
اس ناتواں کو چھوڑ گیا کارواں کہاں
یہ ہم کو کس مصیبت میں پھنسا کر
چلی تو خاک میں ہم کو ملا کر
اے عمر رفتہ لائیں تجھے ہم کہاں سے اب
صبح ہوتے ہی پھر کہاں ہیں ہم
سیر کو یہاں کی ہم بھی آئے تھے
تو کی جس سے بیوفائی کی
کیا جانیے یہ عمر گریزاں کہاں کی ہے
ساتھ دیتی ہے بھلا عمر گریزاں کس کا
بلا کی تیزیاں ہیں توسن عمر گریزاں میں
دیکھا کبھی نہ عمر گریزاں کو راہ میں
ایسی جو چال توسن عمر رواں کی ہے
تو کرے گی ہمیں اے عمر گریزاں محتاج
عمر ناپائیدار کے باعث
لیتے ہیں عالم ہستی سے کنار ادریا
خوب ہم نے تجھے اے عمر گریزاں دیکھا
جیسے ناپائیدار ہیں ہم
کس بات پہ چمن ہوس رنگ وبو کریں
زندگانی کا کیا بھروسہ ہے
اے درد کہاں کی زندگانی
مکان عمر کے طے کر رہے ہیں زینوں کو
ہنسکر گزار یا اوسے رو کر گزار دے
فکر امروز نہ ہے نہ غم فردا ہم کو

جلیل
"
"
جنوں
جوش
"
جوہری
"
جرار
جویا
"
جرأت
"
حفیظ
حسن
"
حالی
حیرت
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
درد
"
"
"
دل
ذوق
"

عمر ناپائیدار

گزرنی عمر جو پھولوں وہ آسمانی ہیں — ذوق
گر پھیلے جائے کوئی گشتی دنیائی ہیں — "
عمر رواں کا توسن چالاک اس لئے — جوہری
بچھڑوں نہ یار جلد کہ یہ ساتھ کی ہے — جرار
راہ خوشی میں ساتھ کے وہ دن جو گئے گئے — حفیظ
حسرت عمر ناپائیدار کی ہے — حسن
چاہتا ہے عمر ناپائیدار کا — حالی
جو عمر ناپائیدار کے باعث — درد
کس بات پہ چمن ہوس رنگ وبو کریں — "
زندگانی کا کیا بھروسہ ہے — "
اے درد کہاں کی زندگانی — "
رات دن عمر کے طے کر رہے ہیں زینوں کو — دل
عمر کی رات ہے کٹنی — ذوق

عمر کا پائیدار

ہوس کیجئے نہ عمر جاوداں کی	عمر کے باقی جو ہیں اے بے خبر دو چار دن	کھیل میں ضائع یونہیں یہ بھی نہ کر دو چار دن	سرور
ہے مختصر سی عمر جاوداں کی	کر جہاں میں عمل نیک غافلو	کیا اعتبار زندگی مستعار کا	مسعود
کہاں تک ٹھوکریں کھائیں یہاں کی	قلیل عمر پہ سنگین مکاں بناتے ہو	ثبات کو نسا ہے سنگ میں شرر کیلئے	مسحر
عمر فنا کی ہوا سے کچھ جلا سے نہیں	پہنچے جو تازیانۂ تار نفس لگے	کوسوں سمند عمر گریزاں نکل گیا	"
جو فنا جاتے ہیں واپس پھر کے وہ آتے نہیں	ڈھونڈھے جس شئے کو مکن ہے ابھی نوالے	ایک یہ عمر گزشتہ ہاں مگر ملتی نہیں	"
عالم ارواح کے نزدیک ہوتے جاتے ہیں	ہماری زیست کے ایام ایسے جلد کٹے	کہ جیسے گوندگی دیدۂ حباب میں برق	سفیر
ہاں اٹھ اے غافل کہاں یوں آتے اور جاتے نہیں	کشتی عمر بحر فانی میں	ہوتی جاتی ہے غرق روز بروز	سراج
دنیا سے سفر دل ہاں یوں ساتھ ہے	رواں ہے عمر کی کشتی فنا کے دریا میں	بدن میں جان ہے کوئی دم حباب کے مانند	سعید
داغ یہ جاتے ہیں سینکڑوں انسوں ساتھ ہے	اس میں تو تیز یوں کے سوا اور کچھ نہیں	کیوں روح کو ہے تو سن عمر رواں پسند	سخن
پہلے عمر کی دو روزی کی مہلت میں	احباب میری سالگرہ سے ہے شاداں	غمگین ہوں میں کہ عمر میں اک سال گھٹ گیا	شفق
عجب سے کہ عمر رواں کی ہمیں	آج کا کام شفق کل پہ نہ چھوڑو زنہار	عمر کا عالم فانی میں بھروسہ کیا ہے	"
جہاں نہ ڈانڈ دنگنے والے کا تھل ہے	دم ہے کہ ہوا کا ایک جھونکا	ہے تو سن عمر میرا چالاک	شہید
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	نہ سمجھے عمر کا ہم کچھ مبادی و مقصود	کہ یہ چلی ہے کہاں اور کہاں سے آئی ہے	"
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	کیا گرم و تند رو ہے نوائے ناقۂ حیات	رفتار ہے تری شتر بے مہار تیز	"
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	پتہ عمر رفتہ کا لگتا نہیں ہے	پریشاں ہوں میں کاروان ہی بچھڑ کر	شاد
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	نہ دیکھی کبھی گرد عمر رواں کی	بہت تیز چلتا ہے گھوڑا ہمارا	شایق
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	تر اراہ بھرتے ہی پہنچا عدم میں	سمند عمر کیا چالاک نکلا	صبا
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	روکیں سمند عمر کو ہم کس مقام پر	کیا اختیار اس فرس بے لگام پر	"
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	ہر دم رواروی میں ہے یہ تو سن حیات	ہر وقت اپنا پاؤں ہے گویا رکاب میں	صابر
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	اکر اذاں سنی تھی چلے تو ہوی نماز	ہم عرصہ حیات میں کیا آئے کیا چلے	"
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	ہوس کیا کریں دولت و جاہ کی	کہ ہستی نہیں عمر کوتاہ کی	طاہر
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	بے سود ہے اب عمر گزشتہ کا تاسف	بیہات گیا وقت پھر آیا نہیں جاتا	ظہیر
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	انساں کی زندگی ہے تو دو نفس تلک	سامان کرتا ہے جینے لاکھوں برس تلک	ظفر
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	نہیں پائیدار اپنی تعمیر ہستی	کہ ٹھیرے وہ کیا جس کی بنیاد کم ہو	"
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	یہ جو دم کی آمد و شد ہے اسی میں اے ظفر	دمبدم اک سیر ہستی و عدم کرتے ہیں ہم	"
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	ہر دم نفس رواں ہے سو ہستی و عدم	یہ ہی سفر ہے اور سفر کس کا نام ہے	"
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	عمر جاتی ہے گزر اور نہیں ہوتی معلوم	اس مسافر کا کچھ انداز سفر اور ہی ہے	"
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	نفس کی ہے یہ جو آمد و شد بغور کر سیر اے غافل	یہ دیکھ طے ہو رہی ہے کیونکر رہ وجود و عدم جھپاجھپ	"
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	عمر رواں کی کشتی اک دم نہیں ٹھہرتی	ہیں یاں مقیم جتنے یہ ہیں سفر میں بیٹھے	"
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	نہیں اے ہمدم چلتا یہ دم آہستہ آہستہ	رواں ہے کاروان سوئے عدم آہستہ آہستہ	"
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	گم ہے نشان وقت جو غفلت میں کھو دیا	اے عیش ڈھونڈتا ہے کہاں تو سراغ عمر	عیش
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	دن گزرتے ہیں ماہ آتے ہیں	ماہ جاتے ہیں سال آتے ہیں	عاشق
جہاں سے کہ جانے والے کا تھل ہے	طفلی گئی شباب گیا پیر ہو گئے	یہ دن بھی کاٹ دینگے جب آئی گزر گئی	"

چھاؤں جس طرح ڈھلتی پھرتی ہے	اس طرح عمر کی روانی ہے	عاشق
ہو جائے مغفرت تو ہوں دریائے غم سے پار	بنتے سفینے اپنی ہو عمر رواں کے ہیں	〃
زمین پر پاؤں رکھا ہو تو نقش قدم کوئی	ہوا رکھیں کہ بجلی نام اس عمر گریزاں کا	عاصی
کشتیٔ عمر ہے یوں شام و سحر پانی میں	جس طرح بلبلہ کرتا ہو سفر پانی میں	علی احمد
مثل حباب آنکھ کھلی وقت واپسیں	ہم نے تو عمر ایک نفس میں تمام کی	عزیز
پیک نفس نے یہ خبر دی عزیز	قافلۂ عمر رواں ہو گیا	〃
بحر ہستی میں عمر کا ساغر	شکل جام حباب ہوتا ہے	عالم
شہسواروں سے بھی اس کی باگ رک سکتی نہیں	یہ سمند عمر غافل اس قدر چالاک ہے	غافل
یہ نفس کی ہے روا رو کہ ہیں خوف دل کو سو سو	یہ ہوا میں شمع کی لو کبھی گم کبھی عیاں ہے	〃
تیری فرصت کے مقابل اے عمر	برق کو پاؤ جو حسنا باندھتے ہیں	غالب
رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے	اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے	〃
میں مرمٹا تلاش میں لیکن بلا نہ کھوج	یارب چلی گئی مری عمر رواں کہاں	فیض
عرصہ نہیں کچھ اس کے طلوع و غروب میں	کیا آفتاب عمر سریع الزوال ہے	〃
تو کسی کی نہ ہوئی ہے نہ ہماری ہوگی	خاک بیچا کریں اے عمر گریزاں تیرا	فدا
عمر سب کھوئی یونہیں الفت رزیں فرخ	ہائے افسوس کبھی یاد خدا تو نے نہ کی	فرخ
ہے خود نجو دروں فرس عمر اے فروغ	مہمیز کی نہیں اس تیز سن کو احتیاج	فروغ
پوچھ نہ قائم کہ گئی کیونکر عمر	جس طرح ہو یکچند بسر گر گیا	قائم
جو عمر مقرر ہے سانسوں سے ہوا پر ہو	وقف رہ صرصر ہے فرماں میرے دھتکار کا	قدر
تو سمجھتا ہے کہ میری عمر بڑھتی جاتی ہے	وہ تو کم ہوتی چلی جاتی ہے ہر اک دم کیا تھ	〃
اے عمر رواں کہاں گئی تو	تنہا مجھے گور میں سلا کر	〃
ڈاک انفاس گرامی کی رواں ہے ہر دم	زندگی بھر نہیں یہ پیک ٹھہرنے والے	منیر
اگرچہ اس کا بھروسہ نہیں کسی کو بھی	مگر یہ عمر رواں دم میں سکولائی ہو	〃
اُستاد بھاگنے میں ہے اے پیک عمر تو	شاگرد تیرے چال کی رفتار سیل ہے	〃
دولت عمر کے سالگرہ سے کیونکر	باندھ لے گا نٹھ میں کسطرح خزانہ کوئی	〃
بھر جہاں کی مچھلیوں میں ہم ہیں اے فلک	عمر اپنی کوتہی و درازی ہے شست کی	〃
گھٹتی ہے بات کہنے میں گھڑیاں نہ اے حیف	رد کے سے کوئی رکتی ہے عمر رواں کہیں	〃
طفلی گئی شباب مٹا پیری آگئی	ہونا جو تھا ہوا وہ جو گزرا گزر گیا	فتنی
رواں ہر دم جو یہ عمر رواں ہے	یہ کس جانب روانہ کارواں ہے	میکش
تو سن عمر کی روانی کو	سرعت نبض تازیانہ ہوا	〃
چھوڑے گی اپنے بعد نہ تنہا یہاں مجھے	ہمراہ لے کے جائے گی عمر رواں مجھے	〃
کشتیٔ عمر رواں کیوں نہ رواں ہو دن رات	اپنا ہر مد نفس جنبش دریائی ہے	〃
چھوڑ دم جھانسوں کو غافل اپنے دم کی خبر	ختم دو سانسوں میں یہ عمر رواں ہو جائیگی	〃
ہستی میں کچھ نہ پتہ نہ ٹھکانہ عدم میں ہے	جائے گی ڈھونڈتے کہاں عمر رواں مجھے	〃

عمر کا پایدار — مصحفی

حباب سب جسے ہستی ہی ہوا زندگی ہماری
کروں ہوں کس کس کی میں کس کس طرح سے خوشامد
ہیں عمر کے دم کی کس کس طرح سے خوشامد
جو ہے چراغ سحر کی طرح سے خوشامد
نظارہ کروں ہوں کس کس طرح سے خوشامد
ہیں عمر کے دم کی کس کس طرح سے خوشامد
جو ہے حباب کی طرح سے خوشامد
صد سالہ زندگی بھی ہے پل مار کر مجھے
جاتا ہے مثل برق عمر کس قدر مجھے
جاتا نہیں ہے جلد قافلہ ہوں
مہلت نہیں ہے کس کس طرح سے خوشامد
رو کے کوئی سوار اے آب رواں کی طرح
عمر رواں تو جاتی ہے آب رواں کی طرح
بڑھتا گیا جوں توں گھٹتا گیا زندگی کے دن
اک سال اور سالگرہ سے گھٹا دیا
ہستی عمر رواں ہے چمکتے حباب کی
کون کچھ پوچھے میرے شب و شباب کی
حالت نہیں ہے عالم نقطہ سے کم مری
کر دیں نہ ایک جنبش مژگاں میں آنکھوں میں
دیا نہ دیا

عمر ناپایدار

دیر افسوس کرتے رہیے گا	عمر جاتی رہی شتاب بہت	میر
طائر عمر کو نظر میں رکھ	غیب سے ہاتھ یہ شکار آیا	"
دیر بھی کچھ لگی نہ مرتے ہیں	عمر جاتی رہی شتاب بہت	"
دیکھا پلک اٹھا کے تو پایا نہ کچھ اثر	اے عمر برق جلوہ گئی تو شتاب کیا	"
اس عمر برق جلوہ کی فرصت بہت ہے کم	جو کام پیش آئے تجھے اسیں ہو شتاب	"
یہ جو مہلت ہے جسے کہتے ہیں عمر	دیکھو تو انتظار سا ہے کچھ	"
گرم رفتن ہے کیا سمند عمر	نہ لگے جس کو ہوا کا گھوڑا	"
عمر کا سرنگ چلتا ہے	ابلق روزگار کے سے رنگ	"
زندگاں میں جہاں کے ہیں ہم بھی	ساتھ اس کارواں کے ہیں ہم بھی	"
کیا راہ چلنے سے ہے اے میر دل مکدر	تو ہی نہیں مسافر ہے عمر بھی گزریں	"
پنجروزہ عمر کیجئے زاہدی یا عاشقی	کام کچھ چلتا نہیں اس تھوڑی سی مدت میں یاں	"
بوئے گل یا نوائے بلبل تھی	عمر افسوس کیا شتاب گئی	"
سوار ہوتے ہی بھاگا چراغ پا ہو کر	سمند عمر میرے اختیار میں کیا تھا	"
مہلت عمر دو روزہ کتنی کرے فضولی کا ہے پر	آئے جو ہیں دنیا میں ہم تو جیسے کہیں مہمان گئے	"
گزر جاتا نہ دم کے ساتھ کیونکہ بحر ہستی سے	لگا ناکشتی عمر رواں پر بادباں میرا	ماہر
بیاں ہوستی بنیاد قصر تن کیا خاک	حباب سمجھے ہیں جو استوار سمجھے ہیں	"
بحر عالم میں نہ کچھ مٹتے ہوئے دیر لگی	نقش بر آب خط مہر سلیماں دیکھا	"
تو سن عمر سے رہو ہوشیار	دے نہ پٹکے یہ رخش ہے چالاک	مجروح
نشست وقت ہے یوں اپنی بحر ہستی میں	کہ جس طرح سے کوئی کشتی رواں پر ہو	مسکین
نہ جو رو کے رکے عمر رواں میں وہ روانی ہے	کرو کچھ فکر عقبے اموت اکدن پیش آنی ہے	مہر
اے مہر گیا قافلہ عمر رواں	کس سوچ میں بیٹھے ہو اٹھو میری جاں	"
گھڑیال گھڑی گھڑی نہیں بجتی ہے	آواز جرس کی آرہی ہے ناداں	"
خاصیت عمر جبکہ ٹھہری گزراں	اے مہر گزر جائیگی یہ عمر رواں	"
مداحت میں بسر ہوئی تو کیا سود ہوا	اور رنج میں گزری تو ہوا کیا نقصان	"
اچھی بری سب تری گزر جائے گی	ہے حق کی رضا جیسی گزر جائے گی	"
اے مہر بہت گزار چکی عمر رواں	تھوڑی سی رہی یہ بھی گزر جائے گی	"
اعمال ریاضت اور عشق و عرفاں	سامان نجات میں سے کچھ بھی نہیں یاں	"
روتی ہے تری جان کو کھڑی نومیدی	اے عمر گزشتہ تجھے ڈھونڈھوں میں کہاں	"
عمر عزیز چشم زدن میں بسر ہوئی	گویا ہماری ہستی موہوم خواب تھا	"
جو کرنا ہے کر لے کہ نہیں دم کا بھروسا	سمجھا ہے جسے عمر چراغ سحری ہے	"
ہستی عمر رواں ہے چشمک برق جہاں	کوئی کہہ سکتا ہے کتنک ہے یہاں اسکا قیام	"
کیا بھروسہ دم کا ہے آیا نہ آیا اے عزیز	وقت فرصت مغتنم ہے کام آئیں گردہ کام	"
گھٹتا عمر کو ہے ہر نفس جو آتا جاتا ہے	سمجھ اس رمز کو پھر خرد سے ہے اگر کچھ بھی	"

سرائے دہر میں ہم مثل برق آکے چلے	تڑپ کے کاٹ دیا وقت مسکرا کے چلے	نظم
جانیوالوں میں ادھر کے تو سبھی تھے لیکن	سب کے آگے تجھے اے عمر گریزاں دیکھا	"
برق سے تیز کہیں ہے روش عمر رواں	جس نے ایک سانس لی وہ سیکڑوں منزل آیا	"
کسی گڑھے میں گرا دے نہ تجھکو توسن عمر	وہ تیز گام ہے تو شہسوار بھی تو نہیں	"
دم شماری میں گزر جاتی ہے انساں کی عمر	اس میں تقدیم ذرا بھی نہیں تاخیر نہیں	"
رات دن قافلۂ عمر ہے سرگرم سفر	دل دھڑکتا ہے تو آواز درا آتی ہے	"
نہ تھمی عمر رواں لاکھ پٹکتا رہا دل	سچ کہا ہے کہیں مٹی میں ہوا آتی ہے	"
دولت بے بہا ہے عمر عزیز	کوئی دولت بھی اپنی کھوتا ہے	نظامی
خوش عیش ہوتے نادان ماہ نو کو دیکھکر	ایک مہینہ عمر کا ہوتا ہے کم ہر ماہ میں	ناسخ
وادی ہستی میں آتے ہی عدم کی راہ لی	ساتھ اپنے توسن عمر رواں پیدا ہوا	"
ہوگئی بالکل ہماری عمر غفلت میں بسر	عرصہ اپنی زندگانی کا مگر اک خواب تھا	"
یہی کہتی ہوئی جاتی ہے چلی عمر رواں	میرے دامن سے نہ باندھے کبھی صرصر من	"
بیاں کیا ہو سکے عمر رواں کی مجھ سے چالاکی	کہ اس توسن سے لگا ہے نہ ترکی کو نہ تازی کو	"
غبار راہ ہم سمجھیں نہ کیونکر جسم خاکی کو	رگ جاں توسن عمر رواں کو تازیانہ ہے	"
اشارہ آمد و رفت نفس کا ہے یہی ہر دم	بدن میں جو دم آیا ہے مقرر اسکو جانا ہے	"
ہمارا ہر نفس اک بادباں ہے	روانہ کشتئ عمر رواں ہے	"
عاقلان پیر و نقط منشوند	ہے حیات اپنی یہ حیات نہیں	"
قافلہ عمر کا ہے پابہ رکاب	زیست کا کیا ہے اعتبار افسوس	نصیر
کرتی ہے روح یہ نفس گرم سے صلاح	ایسے چلو یہاں سے کسی کو خبر نہ ہو	نشاط
نظر آنے کی پھر نہ رکھیو چشم	آنکھ کھلنے تک آشنا ہیں ہم	"
ہے رخصت جاں حال میں تبلا نہیں سکتا	رہوار بہت تیز ہے ٹھیرا نہیں سکتا	نسیم
مانند موج جاتی ہے کیوں عنان وقار	انسان کو ہر نفس جو فنا کا سفر نہیں	وقار
کیوں رات دن رواں نہ رہے شہسوار عمر	کرتا نہیں قیام کہیں راہوار عمر	واسطی
جا گرم کرنے پائے نہ ہستی میں واسطی	کیا جلد بجھ گیا ہے چمک کر شرار عمر	"
بہت منہ زور ہے تھمتا نہیں ہے شہسواروں سے	رکے گا روکنے سے توسن عمر رواں کیونکر	"
ملے آرام کیونکر ساکنان ملک ہستی کو	نہیں ممکن کہیں عمر رواں کا قافلہ ٹھیرے	"
یہ مجھ کو جشن سالگرہ سے الم ہوا	اک سال زندگی کا میرے اور کم ہوا	"
روکوں میں کس طرح کہ یہ منہ زور ہے بہت	قابو میں میرے توسن عمر رواں نہیں	"
نہ دیکھا نقش قدم کا صدائے پا نہ سنی	سمند عمر سا کوئی سبک خرام نہیں	وزیر
نوجوانان چمن کو دیکھ چمک اے عندلیب	عمر جاتی ہے چلی ہر دم جوانی کی طرح	ہوش
ہمارے اڑہ دم سے کٹے ہے نخل حیات	کب اس کی کاٹ کا رکھتا ہے اور آرا منہ	ہمدم
ہم زیست سمجھتے تھے اس آمد و شد دم کو	یہ آرہ تو ہستی کا شجر کاٹنے دوڑا	"
اپنی مثل حباب ہستی ہے	دم کے ہنسنے پہ موت ہنستی ہے	"

احسان	روانہ ہوگئی کیوں عمر کرکے کوتاہی جہاز عمر کا کب بادباں ہے مفت ضائع کرو نہ عمر عزیز دم آخری جان جو دم سے ہے	یہ کیا ہوا جو نہ ٹھہرا شباب کیا باعث ہوائے دم سے ہی ہر دم رواں ہے پھر نہیں وقت جاکے آنے کا کیا بھروسہ ہے جاکے آنیکا
ہزبر ہرچند یکتا 〃		

عید

امیر 〃 〃 〃

تہنیت عید کی لکھتا ہوں تو رشک آتا ہے	میں نہ پہونچوں پہ در دوست پہ پہنچے یہ کارڈ	بحر	
عید رمضاں ہو مبارک دوستو	گل مبارک تم کو ہو اے بلبلو	بہار	
عید آئی شاد ہیں برنا و پیر	عید آئی خوش ہیں نادار و امیر	〃	
عید کی کیونکر نہ ہو سب کو خوشی	ہوتی ہے باعث خوشی کا عید ہی	〃	
واہ کیا دن دلکشا ہے عید کا	واہ کیا دن جانفزا ہے عید کا	〃	
عید آئی عید آئی کہتے ہیں	شاد اس دن طفل و برنا رہتے ہیں	〃	
عید کی سب کو خوشی ہوتی نہ کیوں	عید وہ ہے لاتی ہے بہجت فزوں	〃	
اب مناتے ہیں خوشی لو عید کی	کیوں نہ ہو ہم کو مسرت دید کی	〃	
دید کس کو دیدیاراں مرحبا	دوستان غمگساراں مرحبا	〃	
گیا گلے ملنے کی ہوتی ہے خوشی	پوچھنا کیا عید رمضاں کی خوشی	〃	
عید آتی ہے کہ آتی ہے خوشی	جب صبا آتی ہے لاتی ہے خوشی	〃	
عید آئی شکر خالق کیجئے	اب زکواۃ مال صاحب دیجئے	〃	
خوش رہو رب جہاں رب غفور	تم کو بھی ہوگی مسرت بالضرور	〃	
عید کا دن ہے خوشی کے واسطے	عید ہے بس خرمی کے واسطے	〃	
عید کی بچو منا ؤ تم خوشی	دو کسی کو تم نہ رنج و غم کبھی	〃	
خوش رکھو اماں باپ کو بچو سدا	دل میں رکھو مرتبہ استاد کا	〃	
خدمت استاد تم پر فرض ہے	کوئی اس خدمت سے کیا بہتر ہے شئے	〃	
تم کو کرتا ہے نصیحت یہ بہار	کرتے رہنا طاعت پروردگار	〃	
خوش ہیں سب بچوں سے بوڑھو تک جہاں آئی ہے عید	کر رہی ہیں سیم تن اٹھکیلیاں آئی ہے عید	〃	
ابر ہو مے ہو گھٹا گھنگھور ہو مطلوب ہو	پھر در و دیوار سے سن لو کہ ہاں آئی ہے عید	〃	
تم خفا دشمن خفا اور دوست ہیں ناآشنا	کچھ انوکھی رنگ کی ہم کو یہاں آئی ہے عید	بدر	
چھوڑ دو غیروں کے جھگڑے خاک ڈالو ان کے سر	دو گھڑی مل بیٹھو لے جان جہاں آئی ہے عید	〃	
یہ گلے ملنا ترا اے مہ جبیں اعجاز ہے	خود بخود دل کہہ رہا ہے بیگماں آئی ہے عید	〃	
ہو گئے ہو بدر تم کاہش سے کیوں مثل ہلال	لوگ خوش ہو ہو کے کہتے ہیں یہاں آئی ہے عید	〃	
لہلہاتا باغ میں ہے ہر شجر آئی ہے عید	کر رہی ہے شوخیاں باد سحر آئی ہے عید	〃	
ہو گئے بیخود دلی جب سے خبر آئی ہے عید	سچ ہے یہ اپنے لئے اک دردسر آئی ہے عید	〃	
وصل کا وعدہ وہ سچے دل سے لکھدیجئے تجھے	کہیو تو اتنا زباں سے نامہ بر آئی ہے عید	〃	
عید کی خوشیاں کریں جو گھر میں ہوں گھر بار ہو	ہم سے بیوطنوں کو کیا صاحب خبر آئی ہے عید	〃	
ہم تو کچھ ایسے گئے گزرے کسی کے جور سے	ہر کسی سے پوچھتے ہیں کیوں کدھر آئی ہے عید	〃	
یاد آتا ہے کسی کا ہنسکے یہ کہنا کہ آج	بدر تم مل تو گلے دل کھولکر آئی ہے عید	〃	
ہجر کے مارے ہوؤں کا خوب درماں آج ہے	یار ہے خنجر بکف اور عید قرباں آج ہے	〃	
سر ہتیلی پر لئے پھرتے ہیں شوق قتل میں	جب سے سن رکھا ہے ہم نے عید قرباں آج ہے	〃	
بھولکر بھی ٹس سے مس کرتا نہ اے مرغ سحر	ورد ہے سب کی زباں پر عید قرباں آج ہے		

عید

کاش ڈالے کیڑوں میں سر اس نے بچھایا رخ حنا	بدر
آستانہ قبر کا کر صاحب عید قرباں آج ہے	〃
ہر نہیں ملتے تو خنجر ہی گلا دو حلق سے	〃
ہر اک جاں ہاں جائے پوچھنے ذرا اتنا کوئی	〃
اس نے خوش قسمت ہے جس کی عید قرباں آج ہے	〃
کون خوش قسمت ہے بسمل تیرے ہی ہوگے حلال	〃
ہو نہ ہو لب بند کہہ رہی ہے عید قرباں آج ہے	〃
صاف صورت کہہ رہی ہے عید ہو عید	بادہ
سب دیکھے سمجھے سمجھ دیں ہو عید	〃
سب سانی مہ تقی کی ہو عید	جوہری
عید کی چھ کی پہانی ہے	〃
عید ہے ہمت شادمانی ہے	〃
جا بجا ہیں ہمت شادمانی ہے	〃
اسکے وقتوں میں عید ہوتی تھی	〃
اب تو اک عید سی ہوئی ہے	〃
سارے بچے خوشی سے پھولے ہیں	〃
عید آئی ہے صاحب خاطر	〃
غنچہ اک دھوم سے کھلا جاتی ہے	〃
مومنوں کی برات جاتی ہے	〃
ہے بھی عید گاہ میں جاکر	〃
ہے عید آزمائی ہے	
آج تقدیر جاگی ہے	

عید

جو ہیں قابل بھی دستگیری کے	عید کے دن انھوں نے ٹھانی ہے	جوگی
عید ہے یار سے گلے مل کر	دل کی حسرت ذرا منانی ہے	"
روزے اس کے ہیں عید اس کی ہے	پیٹ میں جس کے دانہ پانی ہے	"
گھٹا افلاس کی ہو جب چھائی	عید کیا خاک پھر منانی ہے	"
آج الٹ جائے محفل رنداں	عید کیا روز روز آنی ہے	"
عید کے روز تو خدا کی پناہ	رند ہر ایک جم کا ثانی ہے	"
عید کے روز سب ہیں خوش جوگی	لیکے مینھا تو نوحہ خوانی ہے	"
کہتے ہیں آج عید مگر کس کی عید ہے	جن کے دلوں کے مدنظر کچھ خرید ہے	حیدر
ہوگی انھیں کی کہتے ہیں جن آج عید ہے	ہم کو تو عید یار ستمگر کی دید ہے	"
ابروے یار چاند ہے رخ اس کا عید ہے	جس دن نظر پڑے وہی روز سعید ہے	"
دیکھا نہیں ہے چاند جو ابروے یار کا	بے دید کس طرح سے کہیں آج عید ہے	"
جو عید عاشقاں ہے مُیسّر ہمیں بھی ہو	پھر تو یہ ہم بھی جانیں کہ ہاں عید عید ہے	"
یاں جاں بلب پڑے ہیں کسی کے فراق میں	اللہ رے ستم کہ وہاں جشن عید ہے	"
دل پارہ پارہ ہوگیا ابرو کی یاد میں	جب سے کہ چاند دیکھا ہے وحشت مزید ہے	"
اس مہروش کو دیکھتے گر چاند دیکھ کر	حیدر بھی دل سے کہتے کہ عید سعید ہے	"
عید اور نوروز ہے سب دل کیساتھ	دل نہیں حاضر تو دنیا ہے اُجاڑ	حالی
مہ صیام گیا اور روز عید آیا	خوشی کا عید کے حق ہر کوئی بجالایا	"
کیا خدا کا ادا شکر روزہ داروں نے	کہ اپنے صبر کا انعام ہم نے بھر پایا	"
رہین منت ساقی ہیں بادہ خوار تمام	کہ تیس روز کے پیاسوں کا روزہ کھلوایا	"
گئے ہیں ایسے مساجد سے مختلف خوش خوش	کہ جیسے طفل ہو مکتب سے چھوٹ کر آیا	"
شگفتہ آتے ہیں اس طرح عیدگاہ سے لوگ	کہ گنج گویا انھوں نے خرابہ میں پایا	"
حسین جامہ میں پھولے نہیں سماتے ہیں	کہ دن خدا نے نمایش کا ان کو دکھلایا	"
عزیز دوست گلے ملتے پھرتے ہیں باہم	خدا نے سیکڑوں روٹھوں کو آج منوایا	"
اُدھر ہے فصل بہار اور اِدھر ہے عید الفطر	سماں نشاط کا ہے شہر و دشت پر چھایا	"
صدمۂ ہجر و کاہش غم سے	عید بدتر ہوئی محرم سے	داغ
یاس ہو تو امید پھر کیسی	دل نہ خوش ہو تو عید پھر کیسی	"
ملو داغ سے بھی کہ ہے عید کا دن	گلے آج خلق خدا مل رہی ہے	"
پھولا رہے شاہی کا چمن عید مبارک	اے شاہ دکن شاہ زمن عید مبارک	"
اس وقت مسافر بھی پکاریں بدل آں میں	جب دل سے کہیں اہل وطن عید مبارک	"
اے داغ تو بھی نشۂ صہبا میں ڈوبکر	وہ شعر تر سنا کر رہے یادگار عید	"
باہم ہوں جس طرح سے بغل گیر مسلمین	اس طرح ہیں نشاط طرب ہمکنار عید	"
تیر قضا کا طائر غم بھی نشانہ ہے	آیا ہے دام شوق ولی میں شکار عید	"
پرتو فگن ہیں نیر اقبال بادشاہ	چمکا ہے روزگار میں کیا روزگار عید	"

عید

ہمیشہ عید کا انتظار رہتا ہے	داغ
کہ چاند عید کا دیکھا ہے یا وہ ابرو ہے	"
ہیں فوج میں عید کے جشن ہیں	"
عید ہے قتل مرا اہل تماشا کے لئے	"
سب گلے ملنے لگے جب کردہ جلادیا	"
قتل عاشق سے جہاں عید منانی تھی	
اب وہاں ماتم کناں ہے خاک شاہ کے آج	ذوق
تھی عید جس کے دیکھنے کی صبح صبح چین	"
دور میں عید سے ہے آج بجا رہی مندیل	
مژدہ عید سنانے کی بچھن کی رہی	"
عید کی رہ رہے ہیں آج بدل کر پوشاک	
ہوئے ہیں آراستہ باغ تمام بلبل	"
فصل سے باغ تمام باغ ہوا بلبل	
نظر آتا ہے لب بام شوق تقریبیں	
پھیکا پھیکا ہے لب بام سے اشکِ یار سے	
عید کے دن سب ملیں گے درد و دیوار سے	
گلے ملتے ہیں عید کے روز	
ہے نظر سارے تماشائی دیدے کے	
مت چھپا منہ اور شبِ عید کے ملنے والے	
ورنہ کب	

ورنہ کب ہے عید یکیں بے وطن بے یار کی
ہوک اک اٹھتی ہے دل میں سرمیں اٹھتا ہے غبار
پھر بھی تم کو ہو مبارک عید رنگیں خستہ جاں
وگلشن جہاں میں نمایاں بہار عید
غنچے چٹک کے ہوتے ہیں کیسے نثار عید
کیا عید کی خوشی ہے گلستان دہر میں
مہندی کے بدلے خون تمنا لگائے ہیں
روتے ہیں ملکے عاشق و معشوق دیکھئے
کیا تہینت کا شور ہے دیکھو تو صبح سے
لڑکے خوشی سے کہتے ہیں عیدی کو دیکھکر
کیسے نکھر رہے ہیں حسین ماہتاب سے
ہم مست عید ہیں ہمیں کیا عید کی احتیاج
ہم کو دیار غیر میں کیا عید کی خوشی
یوں ہوئی عید تو کیا عید تو ہاں جب ہوتی
خوشی سے روز روز عید قربان جاتا ہے وہ
ہماری عید تو جب ہے کہ دیکھیں تیرے ابرو
دم بسمل اے بت عشوہ گر خوشی عید کی سی ہوئی مجھے
عین سے عید عبادت کو بتا دیتی ہے
دال سے راہبر داد و دہش ہوتی ہے
عید کی عین سے احباب وطن عیش کریں
دال سے ہے انھیں دلدار انہیں دیگر ہی
تم کو اے اہل وطن عید مبارک ہووے
خوب دو گانے پڑھو اور یگانوں سے ملو
آکے غربت میں ہوئے ہم ہیچکارہ دوستو
عید کے دن بھی محبان وطن سے ہیں بعید
نا آشنا سے عید مبارک کی ہے صدا
عید کرتے ہیں وہاں لوگ خوشی سے باہم
ہیں پھنسے عید کی رسموں میں ہمارے ساتھی
قتل کر ڈالے بلا سے پر لگا لیوے گلے
عید کو بھی گر نہ ہو تیرا وصال
حمد شکر اس کو آج تمنائے دل ملی
کہتی ہے تجھ سے عید کہ اے فخر روزگار
ڈر تھا کہیں مزاج منغض نہ ہو حضور

جس کو غربت میں تمنا ہو کسی دلدار کی — رنگین
عید ہے لوگوں کی مجھ کو موت کا ہے انتظار — "
اور یہ کہنا کسی کا ہو تیرے در و زباں — "
مرغان خوشنوا نے کیا ہے نکھار عید — شوق
اترا تی پھر رہی ہے نسیم بہار عید — "
اس عید پہ نثار ہے فصل بہار عید — "
کیا کیا کئے حسینوں نے ہائے سنگھار عید — "
کیا کیا لٹا رہی ہے دُر شاہوار عید — "
ڈنکے بجا رہی ہے نسیم بہار عید — "
دیکھو ہمارے پاس بھی ہے یادگار عید — "
جوبن برس رہا ہے غضب ہے سنگھار عید — "
ساقی چڑھا ہوا ہے غضب ہے خمار عید — "
اہل وطن کو شوق مبارک بہار عید — "
کہ گلے میرے وہ آکر مرا پیارا ملتا — ظفر
محبت سے جو کرتا جان قربان الٰہی ہے — "
ہلال عید کو اے بے جہیں دیکھا تو کیا دیکھا — "
خم تیغ تیرا جو سامنے نظر آیا مثل ہلال تھا — "
یاد سے پھر یاد الٰہی کو جتا دیتی ہے — غلام جیلانی
عید آکر ہمیں دیندار بنا دیتی ہے — "
یاد سے یاران سفر رنج و الم پیش کریں — "
کیوں نہ یہ رنج سوا اور وہ خوشی بیش کریں — "
بار و احباب سے داود مبارک ہووے — "
جشن یہ صورت جمشید مبارک ہووے — "
تیغ حسرت نے کیا دل کو دو پارہ دوستو — "
آنکھیں کب دیکھیں مجنوں کا نظارہ دوستو — "
ہیں بے مزہ نشاط جہانگیر کے مزے — لایق
ہے بجز غم کے نہیں کوئی ہمارا غمخوار — لاہلم
ہم گرفتار بلا اور مصیبت ہے ہزار — "
منتظر اس بات کا ہیں عید قرباں ہیں سدا — "
خاک ڈالوں عید پر اے مہ جمال — "
مدت سے گرچہ عید کو یہ انتظار تھا — "
کیا کیا نہ تیرے دید کو دل بیقرار تھا — "
ہر روز وعدہ نے میں کیا مجھکو عار تھا — "

عید

عشرت نصیب اب سے کوئی ایسا کیجئے
یوم عید شوال بھی غفلت میں گزارتی تھا
خوشیاں منانے کے پھر ہیں سب کل عید کی
اور بھکاری آرزو ہے فقط ہیں سب عید کی
عید آئی ہے تو ہم بھی جانے آئی ہے عید
گلے بھی نہ ملے تو ہم بھی جانے آئی ہے عید
تمام عمر کی محنت و کوشش عید یوں ہی گئی
گلے بھی نہ ملے تو ہم بھی جانے آئی ہے عید
عید کے دن منہ چھپا کے عید یوں ہی گئی
آنکھ بھی نہ ملے تو ہم بھی جانے آئی ہے عید
عید کے دن جا چار سے عید کا دستور ہے
مرحبا اے چار سو عید خوش آمدید
ہوتی ہے چھوٹوں کی عید بڑوں کی عید
میری بھی ہے عید تو بھی ہے عید
چل رہی ہے عید کی چہل پہل
بھر رہا ہے عید کا میلہ
بھر رہا ہے عید کا میلہ
مبارک ہو احباب وطن عید خوشی کی
مبارک ہو آپ کو بھی عید
دل بھی ہے عید کی مبارک ہو
عید ہوں نا آشنا جس کی مبارک ہو
نقشی بھی

عید

خوشی بھی باعث افسوس ہوگئی افسوس	ہلال عید سے ابرو ے یار یاد آئی	لا اعلم
میں ایکدن بھی دوست سے اپنے نہ مل سکا	امید عید کی تھی سو وہ بھی نکل گئی	"
سحر عید کی کچھ مجھ کو خوشی ہے تو یہ ہے	کہ عزیزان وطن یاد کرینگے مجھکو	"
عید قرباں ہے یہی دن تو ہے قربانی کا	آج تلواروں کے مانند گلے مل قاتل	"
کھٹکا خزاں کا ساتھ رہا ہر بہار کے	لیکن بہار عید ہمیشہ بہار ہے	"
عید آئی ہے نظر عید مناؤ صاحب	شرط اسلام کی ہے کیجئے بغل گیر مجھے	"
شکر خدا ہے پیش نظر جلوہ عید کا	مشتاق دل بہت تھا مرا جس کی دید کا	"
اب دیر کیا ہے آؤ گلے مل تو شوق سے	ساعت بھی نیک دن بھی مبارک ہو عید کا	"
عید کی ساری خوشی دل کی کلی کھلنے سے ہے	اور کھلنا اس کلی کا یار کے ملنے سے ہے	"
آج لگ جاؤ آج ہے عید رمضان	ہاتھ پھیلائے گلے ملتے ہیں سب پیر و جواں	"
اے عید زہے نصیب تیرے	جو تجھ سے ملے حبیب تیرے	"
آ عید میں خیر مل لوں تجھ سے	کر عفو اگر خطا ہو مجھ سے	"
عید قرباں ہے آنے والی	دل کوئی نہیں خوشی سے خالی	"
جس دن قسمت سے عید آئی	ہوگی دربار تک رسائی	"
پیاری عید تو ہے وہ دلبر	جس کا چرچا گھر گھر در در	مصور
جان ہے سب کی پر ان ہے سب کی	سچ پوچھو تو مان ہے سب کی	"
ہو مبارک عید تم کو دوستو	عالم غربت میں ہیں تم سے دور	مدار
عید آئی گلشن عالم میں یا آئی ہے بہار	کھل رہے ہیں دل کے غنچے اور چہکتے ہیں ہزار	مسلم
آج جشن عید قربان ہے بط مئے ہو حلال	ساقیا ہو بادۂ خونیں سے سبزہ لالہ زار	"
لو آگئی عزیزو عید الضحیٰ مبارک	ملنا گلے سے باہم عشرت فزا مبارک	محوی
قربانیوں کا کرنا نام خدا مبارک	عمرہ کا اور حج کا ہونا ادا مبارک	"
عید الفطر جو آئی ہر سو ہے شادمانی	خوش ہیں وہی خدا کی جن پر ہے مہربانی	"
کیوں ہو خوشی نہ سب کو عید الضحیٰ جو آئی	ہے میٹھی عید کی سی آہیں بھی دلربائی	"
جب واشر بوا کلوا کی ہم کو ہوئی ہدایت	تو عید کی خوشی میں واجب ہوئی دو رکعت	"
ظاہر سے ہم کو مطلب اللہ جانے باطن	سب سے ملاپ لیکن لازم ہے عید کا دن	"
عید الضحیٰ کا محوی کر کے فقط بہانہ	رسم یگانگت کا کرتے ہیں ہم ترانہ	"
جو حکم دینا ہے دیدو کہ عید قرباں ہے	تمہارا چاہنے والا نثار ہو کہ نہ ہو	ناز
دل اگر فارغ نہیں ناسانہ ہے ساز نشاط	عید کے دن رنج ہوتا ہے دل محبوس کو	ناسخ
اے عید تو ہی حاصل ماہ صیام ہے	اے عید تو ہی ثمرۂ قعد و قیام ہے	نامی
اے عید تو ہے شوکت اسلام کی دلیل	تیوہار ایک بھی تو نہیں ہے ترا عدیل	"
ہاں بے نوا بھی عید منالیں بلا ہراس	ان کے دلوں سے آج تو ہو جائے دور یاس	"
ہے آج وہ دن کہتا ہے اسلام جسے عید	ہر شخص کے لب پر ہے یہاں نعرۂ توحید	"
کرو پہنتے پھرتے ہیں جوں ماہ و مشتری	ہے سب کے روز عید کی دل میں خوشی بھری	نظیر

عید
نظیر
" میری تو عید ہوتی ہے جس دن کہ عید ہو / عید سے تو عید کو عید اور عید گاہ
" کیا کام عید ہوتی ہے میری تو عید سے / دن عید کے ہی مجھ سے ہوا وہ بنگاہ سے
" عید آئی ہے تو آج بھی دن رہے ہے امید / عید کے دن تو گھر سے نکلتے ہیں عید گاہ
" عید کے دن تو گھر سے نکلتے ہیں عید گاہ / عید کے دن تو گھر سے نکلتے ہیں عید گاہ
" عید کے دن تو گھر سے نکلتے ہیں عید گاہ / عید کے دن تو گھر سے نکلتے ہیں عید گاہ
نظیر
" آنکھیں تو منتظر ہیں کسی کی ہر اک طرف / آج ہی عید ہوتی
" آنکھیں تو منتظر ہیں کسی کی ہر اک طرف / آج ہی عید ہوتی
" آنکھیں تو منتظر ہیں کسی کی ہر اک طرف / آج ہی عید ہوتی
لا اعلم
" ہو جو کہیں وہ روز شادی کا دن ہو / عید ہوتی
" ہو جو کہیں وہ روز شادی کا دن ہو / عید ہوتی
" ہو جو کہیں وہ روز شادی کا دن ہو / عید ہوتی
" ہو جو کہیں وہ روز شادی کا دن ہو / عید ہوتی
" ہو جو کہیں وہ روز شادی کا دن ہو / عید ہوتی
" ہو جو کہیں وہ روز شادی کا دن ہو / عید ہوتی
" ہو جو کہیں وہ روز شادی کا دن ہو / عید ہوتی
" اب جا کے کل سے چاند نکلے تو عید ہو / عید ہوتی
" عید آئی ہے تو آج بھی دن رہے ہے امید / عید ہوتی
خوشنویس

خوشیاں مناتے پھرتے ہیں سب لوگ عید کی
عید کے دن شکوۂ جور و جفا جاتا رہا
ہو مبارک دوستوں کو شادیٔ ایام عید
خیر و خوبی سے خوشی عید کی جاوید رہے
حوریں جنت کو مبارک ہوں فلک کو تارے

اور مجھ کو آرزو ہے فقط تیری دید کی — لا اعلم
تم گلے سے مل گئے سارا گلا جاتا رہا — "
اتفاق باہمی ہے جانفزا انعام عید — "
تندرستی رہے اللہ کی تائید رہے — "
باغ کو گل ہوں تمہیں عید مبارک ہوئے — "

عیش

دنیا کی سیر اور ہے عیش و نشاط اور
بزم جمشید مئی محفل پرویز مئی
بسکہ ذکر العیش نصف العیش ہے
عیش کا دہر میں مکاں و یگا کبھی نہ آسماں
عیش کا نام ہی سنا ہے امیر
قدر راحت کی پس رنج ہے دنیا میں امیر
راحت کو ڈھونڈتا ہے عبث تو جہان میں
خوگر جور رنج کے ہیں وہ راحت طلب نہیں
عشرت قبول نہ کر کبھی اختیار میں
غافل نہ مثل برق ہو شادی سے خندان رہ
غضب ہے منزل ہستی میں آسایش طلب ہونا
آدمی کی بے شعوری ہے طلب راحت کی یاں
جو عاقل ہیں انھیں راحت کی فکر اصلا نہیں ہوتی
دن رات ہے امیروں کو آرام سو غرض
کیا خاک ہو امید کمینوں سے عیش کی
جانتا ہوں راحت دنیا کو سر تا پا الم
نکلا جو دم تو راحت و آرام ہے امیر
یہ باغ دہر میں ہے مجھ کو ناپسند خوشی
جمع ہوتے نہیں دو عیش کبھی زیر فلک
کرتے ہیں فکر عیش جہاں خراب میں
خانۂ عیش کو دیمک ہے لب گور صدا
عشرت ارباب غافل کو نہیں رنگ ثبات
چاہتی ہے مرغ عیش اہل دنیا ہو شکار
بے محل راحت جو ہو انسان کو ہوتا ہے رنج
ہر کوئی دنیا میں ساز عیش کا بھرتا ہے دم

جام جہاں نما نہ کبھی جام جم ہوا — آصف ح
ہے زمانہ میں وہی عیش کا ساماں اب تک — "
یاد ایام فراغت ہی سہی — اسمٰعیل
گرگ سے ماہ مصر کا پوچھتے ہو پتہ عبث — امیر
ڈھونڈ مارا جہاں بھر میں انھیں — "
تب چلوں باغ کو جب قیدیٔ زنداں ہوؤں — "
اس کا زمیں میں ہے نہ پتہ آسمان میں ہے — "
جسم گلیم پوش کو دینی ہے شال رنج — "
آئے ہنسی تو قہقہہ دیوار دیکھ کر — "
یاران غم سے ہے گل آدم خمیر کی — آتش
ہجوم خواب سے رہروئے ہے آخر خلل پایا — "
داغ ہیں یہ خانۂ چرخ کہن میں آبلے — "
خیال عیش رکھنا ہر گھڑی ہے کام جاہل کا — احد
ساقی سے مدعا ہے دیا جام سو غرض — آزاد
کب مروحہ بنا پر زاغ سیاہ کا — اسیر
فربہی پر مجھ کو ہوتا ہے یقیں آماس کا — "
آوراگی ہے جسم کی روح رواں تلک — "
چلے جو زور کروں سد باب خندۂ گل — "
مے سے لبریز کبھی کاسۂ طنبور نہیں — "
ہے جستجوئے چشمۂ حیواں سراب میں — "
ایک دن شہر بھی ہو گا وہ جنگل ہو گا — "
بیشتر ہو جاتے ہیں مفلس تونگر خواب میں — "
خاک پر تار شعاعی کا بچھا کر دام صبح — "
پائے خوابیدہ نہ کیوں پائے اذیت خواب میں — برق
آدمی کا رشتۂ جاں تار ہے طنبور کا — بحر

عیش

دار عقبا میں اس نہیں روز عیش کی — "
دل خوش ہوا جو کوئی گھڑی نشتر معا — "
نشاط و عیش جہاں پر نہ بھروسا کرنا — "
سر سبز کھیتاں ہے اور سیراب نہریں — "
عشرت سے موج آب ادھر ادھر سے ہوا ہے عیش — "
بیچی جب اب سمرنیں بھر سے ثابت ہوا ہیں — "
فریاد عندلیب سے ثابت ہوا عیش — "
ہمدل سے وداع آہ جو میں سے ہوا عیش — "
اس بحر قطع زیست ہوئی رنج کرب — "
ہنسی کھو دیجا خدا سے نہ سنائی صدائے عیش — "
لازم عشرت جو میں دنیا میں طلب کرتا ہوں — "
عیش ہے دار فنا میں سراسر تصور میں — "
سوں چہ عیش ہے راحت نہیں ہوتی — "
سوجا میں بیچا ہے عشرت نہیں ہوتی — "
عیش دنیا میں بشر کی ہے دیا دوں مار بنے — "
عشرت میں بشر کی ہے دیا دوں مار بنے — "
جب پیر ہوئے معاش عشرت — "
بلبل ہے جفائے باغباں سے — "
عیش دنیا — بحر

عیش			
عیش دنیا کی طرف رخ نکرو اے رندو	عزیز		بحر
غم عیش سے وابستہ ہے اور عیش ہے غم سے			بازغ
سخت تر ہے عذاب دوزخ سے			بیدم
رہتے ہیں ظالم ہمیشہ شاد و خرم دہر میں	عاقل		تسلیم
راحت وہ ہم نے پائی قفس میں کہ عمر بھر			″
خوب گزریگی مری کنج لحد میں تنہا			″
ساری کمائی لٹ گئی عیش و نشاط میں			ثاقب
پایمالی کے سوا کیا ہے مآل عشرت	فدا		″
نہ دیکھی عیش کی صورت کبھی بے رنج دنیا میں			″
تو ارم زبسکہ سختی و نرمی جہاں کی ہے			جنون
سبق دیتا ہے خوشی کے بعد انساں کو فلک	فرقت		″
اے فلک شادی و ماتم کو ہم اکساں سمجھے			″
ریاض دہر میں یکساں ہے شادی و ماتم			″
مژدہ دیگر گور میں کہتے ہیں یہ ہم سے فلک	قمر		جرار
لحد میں جا کے ان اٹکھیلیوں سے ہوگا چھٹکارا			″
بڑے ناداں ہیں جو بھولے ہوئے بیٹھے ہیں عقبیٰ کو			″
بشر جنت میں ہے جب تک نشاط زندگانی ہو			″
گزرتے ہیں گھڑیوں میں عشرت کے دن	کامل		جوہری
میرا طریق عیش جدا ہے جہان سے			داغ
خوش و ناخوش بسر ہو جائے گی یہ زندگی لیکن			سخن
موسم شیب میں بیفائدہ ہے لعب شباب			سودا
حاصل تو ہوا وصل ہیں رات پر افسوس			″
یاں فکر معیشت ہے وہاں دغدغۂ حشر	سوگ		″
بہار چند روزہ پر عبث دل شاد کرتے ہیں			سرور
منزل دنیا نہیں جائے نشاط	مضمون		″
موسم عیش کو جاتے ہوئے کچھ دیر نہیں			سحر
اس خرابات میں یہ عیش محل کس کا ہے			″
تو ام زمانے میں ہے غم و عیش ہر جگہ	عبد		شاد
ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے			شہیدی
جس عیش میں یاد آئیں غم و رنج کے صدمے			صابر
مآل عیش و قت نزع غافل تلخ کامی ہے			ظہیر
اے او شوکت عہد جوانی دیکھنے والے			عزیز
ہو مآل کار جس کا رنج و غم			″

دیدۂ غول ہیں اس میکدہ کے جام تمام
لازم ہیں غم و عیش بس عیش پس غم
جستجو عیش جاودانی کی
کم نہیں ہوتا کبھی خندہ لب سوفار کا
بھولے سے بھی نہ یاد کسی دن چمن رہا
زندگی ہوگی نہ مرنے کا تقاضا ہوگا
باقی کفن کو تار نہیں اب بساط میں
پھول کھلتے ہیں گلستاں میں بکھرنے کیلئے
ہنسی کے ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو بھی نکلتے ہیں
پیدا بدن میں گوشت نہ بے استخواں ہوا
نمکدہ ہیں دہر کے بیکار ہے راحت کی حرص
غم سے غمگین کبھی راحت سے نہ مسرور ہوئے
بہار کیا ہے نہ دیکھیں تیرا خزاں کیلئے
منزل مقصود کو پہنچے ہوئی راحت نصیب
جینگے جب تلک دنیا میں کھیلے گی قضا سر پر
جہاں غفلت سرا ہے عیش اک خواب پریشاں ہے
مثال حور پہلو میں عروس نوجوانی ہے
نہیں کاٹے کٹتے مصیبت کے دن
چلتا ہوں چھوڑ چھوڑ کے ہر رہگزر کو میں
جسے آرام کہتے ہیں یہ یاں ہوگا نہ واں ہوگا
کب ثمر دیوے ہے جو نخل خزاں پر آیا
اک پل میں شب عیش و طرب ہوگئی آخر
آسودگی کہئے جسے یاں ہے نہ واں ہے
مری دانست میں وہ عمر کو برباد کرتے ہیں
کیوں بچھاتا ہے بساط انبساط
دن ہے بجلی کی چمک رات ہے اے یار گھٹا
برق ہے رخنہ در سایۂ دیوار گھٹا
رنجیدہ ہے کوئی تو کوئی شاد ماں کہیں
دن عیش کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے
وہ غم ہی نہیں دسترس عیش پس غم
نہایت خوش مزہ ہر چند لذات جہانی ہیں
رہیگا محو عشرت تا بچے اب رکھ لے آئینہ
اے عزیز ایسی خوشی اچھی نہیں

بھنور میں لذتوں کے پھنسکے پھر نکل ابھرا ہی — بچے رہتے اگر انساں تو بیڑا پار ہو جاتا — محب
دیکھ پہچانے گا جب اترے گا اس بے کا خما — نشۂ عیش میں غافل ہے عبث تو لے دو دست — "
دور عشرت ہے برق کی چشمک — بلبلہ سے ہے کم تبائے قدح — محو
عہد عشرت اک سکرتی دھوپ بس — دور ساغر ایک چلتا آفتاب — "
ہائے کچھ عیش کو ثبات نہیں — دور چلتا ہوا ہے ساغر کا — "
رنج و راحت کی قدر عالم میں — شاہ کیا جانے کیا گدا جانے — نتھی
فرصت عیش اپنی یوں گزری — کہ مصیبت پڑی تمنا پر — میر
کیا جانوں لوگ کہتے ہیں کس کو سرور قلب — آیا نہیں یہ لفظ تو ہندی زباں کے بیچ — "
بیٹھ کر مسند پہ صنم خوگر راحت نہ بن — چلنا ہے اس گھر جہاں تکیہ نہیں بستر نہیں — میکش
خالی نہیں فریب سے عیش اس جہان کا — ساغر شراب کا ہے کف شیشہ باز میں — نظم
لذت عشرت ہوئی بے تلخکامی کب حصول — ذائقہ میں دیکھ لو رکھتی ہے تلخی ہر شراب — ناسخ
ہے بروں کو عیش اچھوں کو ہے دنیا میں رنج — توڑتا ہے گل کو گلچیں چھوڑتا ہے خار کو — "
روز مولد سے نہیں عیش و طرب قسمت میں — رمز یہ ہے کہ بشر ہوتے ہیں گریاں پیدا — "
بحر جہاں میں غم ہے کسی کو کسی کو عیش — ماہی کو خار اور صدف کو گہر ملا — واسطی
ہیں جہاں میں طالب امر محال — جو یہاں کرتے ہیں راحت کی طمع — "
شادی و غم چمن میں توام ہے — آنکھ ہے پھول اشک شبنم ہے — وقار
نہ ہنس رلائے گا تجھ کو خمار بادۂ عیش — مے نشاط تو اس بزم میں مدام نہیں — نذیر

عیب و ہنر

اصل کا عیب نہ ہو نقل سے ہرگز زائل — مردم رنگ کی کھنچتی نہیں تصویر سفید — اسیر
کس طرح بے آزمائش ہو عیاں عیب و ہنر — ایک ہے بخل و کرم جس شہر میں سائل نہیں — "
کلفت دنیا چھپا دیتی ہے مردوں کے ہنر — زنگ کر دیتا ہے پنہاں جوہر شمشیر کو — "
جو عیب پوشش کی ہے وضع پردہ در کی کہاں — کہ شام صادق و کاذب نہیں سحر کی طرح — "
قدرتی جو چیز ہے پاکیزہ ہے وہ عیب سے — زنگ سے ہوتا نہیں آئینہ زانو سیاہ — "
عیب اصلی صحبت کامل سے بھی جاتا نہیں — کب مٹی ظلمت حروف سورۂ والنور سے — "
بے لباسی سے ہیں ارباب ہنر صاحب قدر — جوہر تیغ عیاں ہوتی ہے عریانی سے — "
پیدائشی جو عیب ہے ہوتا نہیں وہ دور — اینٹھن نہ جائے کوئی جلائے رسن ہزار — "
نہر نے رنگ کیا بوئے مشک کا پیدا — ہزار ہم نے چھپایا پہ آشکارا ہوا — "
ہم ہنر پیشہ دیکھتے ہیں ہنر — عیب میں ہوگی بے ہنر کی نظر — "
عیب ہیں عیب سمجھتے ہیں ہنر کو بھی اسیر — آگ کا نام یہ نافہم دھواں رکھتے ہیں — "
مطلب کسی کے عیب سے کیا ہے ہنر پسند — چنتے ہیں پھول ہم شجر خاردار کے — "
کیا جانے کوئی صاحب جوہر کا مرتبہ — سمجھے وہ قدر تیغ کی جس کو نگاہ ہو — "

عیب و ہنر

اہل زمانہ دیکھتے ہیں عیب ہی کو بس	شیفتہ	کبھی بھٹکیں نہ گردِ عیب دنیا میں وہ بختاور
کیا کہیں اپنا حال اے شانق		عیب جوئی غیر کی کرتا بُرا ہے مدعی
کوئی ہم سا شرط آدمی کی آدمیت کے واسطے		یا ور نظر جو تم کو عیبوں پر اپنے ہوتی
کیا ہنر چیوان سے عیب و ہنر میں کوئی فرق		لباس عاریت سے ہوتے ہیں اہل ہنر عاری
خالی نہیں ہے عیب سے جوہر کوئی		بے کار ہے تیر جو ہو بے پر
لیکن ہنر سے عیب نکلتا نہیں کبھی		کمر چست کر بہر کسب ہُنر
نام سے عارض کے نہ ہرگز عیب ہنر		کہ اموال سے ہمیشہ ہے زوال
کسی کو کیوں کہیں ہم سے بُرا اے ظفر	ظفر	جو کوئی بات نہ پوچھے تری تو کیا شکوہ
ہم ہی سب سے دولت عیب لازوال		گلہ بخت غلط شکوہ فلک کا بے سود
ہنر کس سے کہتے ہیں		کفش دوزوں کی نہیں کچھ قدر زر دوزوں سے کم
کہتا ہوں عالم شعر کی میں	شانق	خانہ سازی میں جو ہدہد نے ہنر پیدا کیا
ہنر علم و ہنر اہل کمال کرتے ہیں		مردِ یک چشم کا رکھ لیتی ہے پردہ عینک
عیب ہی جب سے کمال کرتے ہیں		کسوٹی پر لگا کر دیکھ پہلے اپنے عیبوں کو
نعت سے		ہاتھ میں ہوتا اگر کچھ بھی ہنر
		اتنی ہی دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے
		نہ کچھ پوچھئے حال علم و ہنر کا
		اگر کچھ ہنر ہے تو انسان ہے
		کیوں نہ ہر ذی ہوش سمجھے راہ بخشش کی اسے
		یہ ہوا آئینہ سازی سے سکندر کی عیاں
		عیب نکلا جو ہنر پیدا کیا
		بنا کے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئینہ گر
		دنیا میں ہے غرور تکبر ہنر کے ساتھ
		رہے گر اہل قدر کی ہے تلاش
		عیب سے مجھ کو بچایا اے رہنر
		کسی ہنر کسی فن میں نہیں کمال مجھے
		ہنر سے دور ہے بد اصل کی خلقت کو آئینہ
		بشر کے عیب و ہنر گفتگو میں کھلتے ہیں
		ہنر کی عیب کی صورت یہ ہے زمانے میں
		کیا بڑا عیب ہے یہ خلق ہنر دشمن ہے
		کبھی چھپ سکتے ہیں گو لاکھ چھپائے کوئی
		چھپائیں اپنے اور غیروں کے عیبوں کو کریں ظاہر
		ہے خرد مند وہی جو کہ ہنر کو سیکھے
		یہ وہ دولت ہے جسکو کچھ زوال آتا نہیں مطلق

کمر اپنی جنھوں نے بہر تحصیل ہنر باندھی	بختاور	
خود نظر کرتا نہیں اپنے برے اعمال کو	تراب	
ہرگز نہ تم سے ہوتی غیروں کی عیب بینی	"	
ہمیشہ انگلیاں رہتی ہیں باہر آستینوں سے	توفیق	
ہے فخر ہنر سے آدمی کا	ترکی	
کرتا ہو فضائل سے تو بہرہ ور	تائب	
ہنر ور کے کیسہ میں ہر دم ہے مال	"	
ہنر نہیں کوئی تجھ میں یہ عیب کیا کم ہے	ثاقب	
جب بجز بے ہنری مجھ میں ہنر خاک نہیں	"	
خواہ ادنے خواہ اعلے ہو ہنر ہو کوئی ہو	"	
ایک مشت پر ہے لیکن تاج شاہی مل گیا	"	
عیب غیروں کا چھپاتے ہیں چھپانیوالے	"	
شگاف خامہ کو ناخن پر اکثر آزماتے ہیں	"	
رہتے عزت سے نکل جاتے جدھر	حالی	
جس قدر کرنی ملامت اور کو آسان ہے	"	
ہیں زردار سب بس زمانے کے قابل	حیرت	
ہنر گر نہیں ہے تو حیوان ہے	"	
اہل تقوے کی عبادت ہے چھپانا عیب کا	خاطر	
جو کرے کسب ہنر وہ نامور ہو جائے گا	خلیل	
ہم نے کھویا جس قدر پیدا کیا	داغ	
ہنر ور اپنے بھی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں	ذوق	
ہے کونسا ہنر جو کریں بے ہنر دماغ	رشک	
ذات میں اپنی کر ہنر پیدا	رہبر	
عیب گویوں کو دعا دیتا ہوں	"	
شبکل ماہ نہ ہوگا کبھی زوال مجھے	راسخ	
خمیر تنگ سے بنتا ہے تو جوہر نہیں ہوتا	سودا	
ہر ایک شعر سے ظاہر ہے ولولہ دل کا	سحر	
کہ اب تو عیب نہیں عیب کو ہنر کہنا	سعادت	
کھٹکا آنکھوں میں جو اہل ہنر و فن دیکھا	سعید	
خود ہی کھل جاتے ہیں سب عیب و ہنر آپ سے آپ	سراج	
خدا سرور کرے منہ کالا ایسے نکتہ چینوں کا	سرور	
بے ہنر صحبت ارباب ہنر سے نکلا	شاداں	
بشر کو چاہیے حاصل کرے علم و ہنر پہلے	شفق	

نعمت اپنے واسطے کسب ہنر کی چاٹ	عالم	لیں مال وزر وہی جنھیں ہے مال وزر کی چاٹ
کثرت عیب نے اپنے یہ چھپایا ہے عزیز	عزیز	کہ جو دیکھے تو وہ جانے کہ ہنر کچھ بھی نہیں
دیکھتے ہیں جو ہنر عیب کو کب دیکھتے ہیں	غریب	عیب کے دیکھنے والے تو ہنر دیکھا چلے
کیا منہ ہے جو ارباب ہنر سے کریں باتیں	فیض	جز عیب کوئی ہم سے ہنر ہو نہیں سکتا
رات دن کرتا ہے فرخ تو جو دولت دولت	فرخ	سوچ تو دل میں ذرا تجھ میں ہنر ہی کیا ہے
لازم ہے اپنے عیب و ہنر میں کرے تمیز	قلق	جائے بشر نہ دوستوں کی واہ واہ پر
عیب کو پہلے ہنر سے دیکھتے ہیں لوگ قطب	قطب	ہیں مہ نو کی طرف ہر ہر بشر کی انگلیاں
ٹھوکریں ان کے لئے اہل ہنر ہیں جتنے	مصحفی	ہے تری چال تو کچھ اے فلک پیر نئی
دیکھ دل میں تو اپنے عیب و ہنر	محب	کس قدر صاف آئینہ ہے دل
جو دیکھا چشم بصیرت سے تو ہوا معلوم	〃	ہمیں بُرے ہیں جہاں میں کوئی خراب نہیں
بہت داغ اوروں کے ہم دیکھتے ہیں	〃	مگر اپنے عیبوں کو کم دیکھتے ہیں
خالی نہیں ہے عیب سے کوئی بجز خدا	منتہی	مجھ میں یہ عیب ہے کہ مرے پاس زر نہیں
عیب بھی جائے ہنر ہوتا ہے اپنے حال پر	〃	بہر شانہ کس قدر زیبا مگر دندانہ ہے
اپنی فلاح کے لئے سیکھے کوئی کمال	مفتون	آسودہ حال رہتے ہیں کسب ہنر سے لوگ
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں	میر	عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے
کیوں نہ اس عیب ہیں کا ہوں ممنوں	منت	جو بتائے رہ صواب مجھے
نظر عیب ہیں کی ہے عیبوں کے اوپر	مہر	ہنر ور ہمیشہ ہنر دیکھتے ہیں
رائے خلقت کی بری یا اچھی	〃	ہے فقط عیب و ہنر پر مبنی
جو عیب جس میں ہو نہیں جاتا کسی طرح	نساخ	چھٹتا نہیں ہے چاند کا دھبا کسی طرح
عیب پر اپنے کر نظر پہلے	ناصر	پھر اُٹھا آنکھ دوسروں کی طرف
لاکھ جوہر جو ہوں کسی میں تو ہوں	ناثر	مجھ میں ہے عیب اک زمانے کے
بے ہنر کیوں نہ ہو گلزار جہاں میں بے قدر	نظامی	کوئی بھولے سے بھی چھوتا ہے گل بے بو کو
قلم کو پر چشم دولت فقط ہنر سے ملا	〃	وگرنہ گھاس ہے اک خشک دشت صحرا کی
شعر گوئی میں جو کی اوقات صرف	نور	اس سے ہم کوئی ہنر ہی سیکھتے
باغ جہاں میں اہل ہنر ہیں تمکش آہ	نصیر	چلتے ہیں سنگ نخل ثمر دار کی طرف
ہنر کے نور سے ہوتی ہے دور ظلمت جہل	نشاط	ہزار عمر فدا کیجئے اک ہنر کے لئے
آدم کی تو اولاد میں ہر فرد بشر ہے	نواب	انسان ہے وہی جس میں کہ جوہر ہے ہنر کا
ہنر سے ہے نام بشر تا قیامت	واسطی	زمانہ میں ہے جام اگر جم نہیں ہے
ہے جہاں میں ہنر شناس بہت	〃	آدمی کے لئے ہنر ہے شرط
کسی کو جوہر ذاتی نظر نہیں آتا	وقار	وگرنہ کون ہے جس کو ہنر نہیں آتا
وہ عیب نہیں عیب جو ہو ساتھ ہنر کے	〃	اس عیب کو بھی بلکہ ہنر پھر نہیں لگتا
جو رونا ہے تو اب اس بات کا ہے	واہ	ہنر کوئی نہ سیکھا واہ ہم نے
جگ[1] میں نہیں[2] اہل ہنر اپنے ہنر سوں[3] بہرہ یاب	ولی	کو کن کوں[4] فیض کب پہنچا ہے جوئے شیر سوں

عیب و ہنر

لازم ہے آدمی کے لئے عاملہ ہنر
گر کسب ہنر ہو تو وہ انسان کیا ہوا
ہنرورو کی مشتاق ہے صاحب ہنر فراز ہی
ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی جو ہے بازار کی
جو نہیں دوست میرے عیبوں کا
ایسے دشمن سے جان دینی ہوں
ایسے فہمیدہ بھی کیا خاک کریں اہل کمال
جو ہمیں فن میں نہ سمجھے کہ ہنر میں کیا ہے
عیبوں کا عیب دیکھنے کے بجائے چھپایا ہے
دیکھتے ہیں ہنر کو اہل نظر کا قصور ہے
اپنے عیبوں کو دیکھتا ہوں میں
کھوٹے کو اک عمر میں پرکھتا ہوں ہنر

---

[1] دنیا ۱۲ [2] نہیں ۱۲ [3] سے ۱۲ [4] سے ۱۲

غرور

کبر سب خاک میں مل جائے گا مغروروں کا	اک ذرا گور غریباں میں گزر ہونے دو	امیر
ہے دلیل جبن ظاہر سپر میں رکھتے ہیں غرور	فہم زن سے بھی کہیں مردوں کی ہو دستار کج	"
جب منعم مغرور سنے کی بات نہ ہم سے	چپ ہو رہے ہم صورت دیوار سمجھ کر	اسیر
ذرا سی بات پر اہل تکبر پھاڑ کھاتے ہیں	درندے ہیں یہاں بھی کچھ نہیں موقوف جنگل پر	"
طاؤس کی طرح ہیں خراماں یہ اہل کبر	انسان ہو کے مرتے ہیں حیواں کی چال پر	"
جب ہوا مغرور انساں روشنیٔ دل کہاں	بزم میں آتے ہی گل کر دیتی ہے صرصر چراغ	"
سمجھتا ہے یہ اپنے دل میں مغرور	زمیں ہے آسماں ہے اور میں ہوں	"
ایک ہی اصل ہے یہ کبر یہ نخوت کمینی	میں اگر خاک ہوں پھر کچھ بھی یہ اکسیر نہیں	"
رکھ زمیں پر قدم آہستہ ذرا اے مغرور	مورچے دب کے سلیماں سے نہ فریاد کریں	"
غضب ہے ملکے تکبر سے چاہتا ہے یہ زہد	کہ مثل طاعت ابلیس رائیگاں ہوں میں	"
جھومتے چلتے ہیں کیوں رستہ میں یہ نخوت فروش	کہدو ہشیاروں سے چھوڑیں مست کی رفتار کو	"
بڑھ کے بولے گا جو دنیا میں وہ پائے گا سزا	دار موجود ہے منصور کی سرتابی کو	"
بس اسی روز پہ یہ کبر یہ نخوت نمرود	چھین لی ایک ہی پشہ نے خدائی تیری	"
آخر مآل عجز ہے تیرے غرور کا	اے باغباں خزاں بھی ہے پیچھے بہار کے	"
کبر چھوڑو سرکشی اچھی نہیں اے اہل کبر	رزق پشہ ایک دن مغز سر نمرود ہے	"
کھینچتا ہے دور آپ کو کیوں ماہ و آفتاب	ہوتا ہے سبب غرور بہت سیم و زر کے وقت	اسیر
کھینچے ہے اور آپ کو کیا سرکشی سے یہ	ملتا نہیں ہے چرخ ستمگار کا دماغ	"
چرخ کے ہاتھوں سے اٹھ سکتے نہیں اہل غرور	عاقبت گر کر زمیں میں آہ گڑ جاتی ہے برق	"
موسم پیری میں کبر نوجوانی کب تلک	چونک غافل شب گئی دن آشکارا ہو گیا	"
غرور بحر جہاں میں ہے عین بے مغزی	ہوا جو قطرے میں شامل ہوئی حباب ہوا	"
عجب ناداں ہے جو مغرور ہے عمر دو روزہ پر	بدن میں چار دن ہے اعتدال اس چار عنصر کا	"
ہو گریزاں کبر سے معلوم کیا تجھ کو نہیں	ایک پشہ سے ہوا احوال کیا ضحاک کا	"
غرور اچھا نہیں ہے اے صنوبر قامتو اتنا	کہ کوکو کہہ رہی ہیں قمریاں کسریٰ کے ایواں پر	"
زوال دولت اقبال ہو جاتا ہے نخوت سے	بجھا دے شمع کو جھونکا نسیم صبح گاہی کا	"
اوج دنیا پر نہیں ہے سرکشی لازم اسیر	رہروؤں کی ٹھوکریں کھاتا ہے سر فغفور کا	"
احباب کی نظر میں تیرا عیب ہے ہنر	مغرور اے اسیر نہ ہو واہ واہ پر	"
یہ کج فہمان نو دولت خدا جانے ہیں کیا سمجھے	ہلال آسا مدار ان کا ہے بالکل خود نمائی پر	"
عبث اے دوست تجھ کو ہے تکبر چار عنصر پر	ہوا ہے خاک کی دشمن تو آب آتش کا دشمن ہے	"
عمل نیک بھی مغرور کا ہے قابل حک	چھپ رہا باغ ارم دہر میں شداد کے بعد	"
زائل اندوہ کرے گا سر انساں سے غرور	تیغ میں بال جو ہوگا تو کہاں بل ہوگا	"
کیا دولت دو روزۂ دنیا کا اعتبار	ملتا نہیں ہے کیوں ترا اے بیخبر مزاج	"

بیجا ہے اسپ و خیمہ و خرگاہ پر غرور	خرلوٹتے ہیں تربت بہرام گور پر	امانت
پاؤں نخوت سے جو رکھتے تھے سر افلاک پر	ہاتھ اٹھا کر زیست سے وہ سو رہے ہیں خاک پر	〃
بے محل اپنی عمارت پر ہوا جس کو غرور	بنتے بنتے قصر کی تعمیر آدھی رہ گئی	〃
تعجب نخوت اہلِ زمیں پر مجھ کو آتا ہے	یہ اس پر کیوں بگڑتے ہیں کہ جیسیں مر کے گرتے ہیں	اکبر
مت بول بڑا بول نکل جائے گا اک روز	یہ بولتا تن میں جو ترے بول رہا ہے	〃
زمیں کے تلے جن کو جانا ہے اک دن	وہ کیوں سر کو تا آسماں کھینچتے ہیں	انیس
باپ دادا پر عبث اترا رہا ہے بوالفضول	عاق کر دیتے ہیں اکثر ناخلف اولاد کو	انجم
کام قاروں کے نہ آیا مال و زر	منعم بیجا ہے دولت پر گھمنڈ	〃
بادشاہ ہفت کشور ہے تو کیا	کر نہ دو دن کی حکومت پر گھمنڈ	〃
عقل میں جب فتور ہوتا ہے	مال کا تب غرور ہوتا ہے	〃
باور خوبیں کا نخل مدعا ہوتا نہیں	حجت قاطع ہے اس پر ماجرا شداد کا	انور
کہیں نہ لقمۂ بادِ اجل فنا کر دے	بہت نہ سر کو اٹھائیں حباب پانی میں	〃
موت آجائے تو آجائے بلا سے لیکن	دل میں انسان کے پندار نہ آنے پائے	〃
تھا لباس قائم و سنجاب پر جن کو غرور	بے سر و ساماں گئے اس عالم اسباب سے	〃
نظر عیبوں پہ اپنے چاہیے اے اشک دانا کو	خرابی آئی جب انسان یہ سمجھا میں کامل ہوں	اشک
قدم رکھ زمیں پر نہ ظالم اکڑ کر	فلک پیس ڈالے گا تجھ کو رگڑ کر	اثر
نہیں جن کو جاہ و حشم کا تکبر	وہی لطفِ جاہ و حشم دیکھتے ہیں	اسمٰعیل
اظہار سخت ہے نشان بے ہنری کا	جو اہل ہنر ہیں کبھی دعوی نہیں کرتے	〃
کیا جو کبر تو شیطاں کے ہاتھ کیا آیا	وہی عزیز ہے عزت جسے خدا نے دی	〃
گئی کس کے سر سے ہوائے غرور	یہ آندھی جب اٹھی نہ زائل ہوئی	بحر
غرور کر کے نگاہوں سے گر گئے مغرور	بلند جتنے ہوئے اتنے اور پست ہوئے	〃
غرور خوب نہیں مشتِ خاک کے حق میں	ہوا سے مل کے پریشاں غبار ہوتا ہے	〃
اتنا مغرور کیوں باغباں ہے	یہ چمن چار دن میں خزاں ہے	〃
تفاخر آلِ تمغا پر عبث اولاد آدم ہے	نہیں ممکن مقدر کا نوشتہ فرد باطل ہو	〃
اتنا ہوا ہے کبر پہ پھولو نہ گلرخو	دو روز کی بہار ہے یہ عمر بھر کہاں	〃
مہ دو ہفتہ کا عالم مقامِ عبرت ہے	غرور چاند سے چہرے پہ خوبرو نہ کریں	〃
سارے جہان کو ہے غرور اپنی شان پر	ہر ایک شخص کا ہے دماغ آسمان پر	〃
کوسِ رحیل یہ ہے وہ میل رہ عدم	شاہوں کو کیوں گھمنڈ ہے نام و نشان پر	〃
کیا دم کا بھروسہ یہ ہوا ہے نہ بہت پھول	ہے مثل بگولے کے تری نشو و نما خاک	〃
کس چیز پہ اغماض مجسم ہیں زری پوش	سر ڈالیں گریباں میں ہے زیرِ قبا خاک	〃
اکڑ کے چلتے ہیں رکھ رکھ کے ٹوپیاں ٹیڑھی	امنگ پر ہیں زمانے کے نوجواں کیا کیا	〃
جائے حیرت ہے جو نفرت دہ خود بینی سے	نظر آتا ہے اس آئینہ میں چہرا الٹا	〃
دوشالہ اوڑھ کر غرا نہ تو ہم چرم پوشوں سے	درفش کاویانی سے بڑھا رتبہ فریدوں کا	〃

غرور

اے فلک قدر نہ کر کبھی زنہار گھمنڈ	بجز
کر چکا ہے بہت اونچوں کو نیچوں سا مار گھمنڈ	〃
ننگ ہے میل رہا ہے نہ کوئی کبھی زنہار گھمنڈ	〃
اپنی دولت پہ نہ کر اے پسر نادان گھمنڈ	〃
نہ اٹھا ہاتھ فلک سے کسی درویش پہ ظلم	〃
خاک ہو جائے گا اک روز ترا بھی نخوت	〃
اہل دولت سے بھی قدرت ہے کہیں صورت چھین	〃
جب نہ اتنی بھی کسی سے نہ کہیں صورت چھین	〃
سر پہ چڑھ بولے گا اک روز یہ چرخ ستمگار گھمنڈ	〃
سب نکل جائے گا اے جوگی یہ جنگل کا سا ہے	〃
زور و زر کس کے رہے ہیں جو رہے گا یہ گھمنڈ	〃
آگرا کب بار تواں سے تو ہوا بار گھمنڈ	〃
دانے کھیتوں کے ہوا سے نہ کبھی زنہار گھمنڈ	〃
بیکسو مفلسوں کے حق میں ہے زہر مار گھمنڈ	〃
اے امیر راہ دنیا میں نہ ہرگز کیجو	باقی
پانوں میں ٹھوکریں کھلوائے ہے یہ خار گھمنڈ	〃
لالہ سا داغ جگر میں ہے زر دار کا	〃
دو دن سے خوش نہ ہو کہ ترا بخت ہے جواں	بلاغت
اے دل وہ وصال چند کو علت نہ جانیو	〃

غرور خوب

غرور

غرور خوب نہیں بخت عارضی پہ فلک		بیدل
کبر کہتے ہیں جسے خصلتِ شیطانی ہے		برق
سرکشی اچھی نہیں ہر وقت شیشہ کی طرح	چغتائی	"
تراب آدمی کی صفت عجز ہے		تراب
جس کو کچھ اپنے علم و ہنر کا غرور ہے		"
فقیر کو ہے تکبر امیر سے واجب	=	"
ایمن ہیں کب وہ ضغطۂ گور و عذاب سے		"
گھمنڈ وہ نہ کرے پالکی اور ہاتھی پر		"
عبث ہے فوج پہ مغرور اپنی شاہِ زماں	جعفری	"
آدمی غرہ عبث کرتا ہے اپنی ذات پر		"
یہ مٹی ایک دن ہو جائے گی بحرِ تلاطم میں		تجمل
تمام عمر نہ مغرور ہوش میں آیا	=	"
کہتا ہے بدر ہو کے سرِ آسماں ہلال		"
چل تکبر سے نہ آگے ترے پیچھے مغرور		"
لحد کو دیکھ اے منعم نہ پھول اس شان و شوکت پر	جعفری	"
سمجھتے کیا ہیں جوانی گنوا کے جو ناداں		تسلیم
گرمیٔ تقریر گر حاصل نہیں کس کام کی		"
ایک دن کی زندگی پر کیوں نہ اترائے حباب	=	"
جہاں میں اہلِ نخوت ہم نے دیکھے محض بے معنی		"
اپنی خود بینی نے ہم کو کھو دیا مثلِ حباب		"
ہوا ثابت حباب بحر کے بے جا اُبھرنے سے	=	"
تسب کا تفاخر نہ کر زنہار		تائب
کل فلک سے ہمسری کرتے تھے جو اہلِ غرور		تہور
سرنگوں ہو گیا فوارہ نکل کر باہر	=	توفیق
یہ جان لے جھکے گا سراک روز خاک پر		"
ہو کر بلند ہوتا ہے فوارہ سرنگوں		"
گردنِ شیشہ جھکی اور کہا جب قلقل	=	ثاقب
جاتی رہے گی ظاہر و باطن کی روشنی		"
جو چوکیں سرکشی سے اہلِ نخوت بعد مُردن بھی	جلیلی	"
کبر سے نازل ہوا دنیا میں دوزخ کا عذاب		"
نہ ہوا تنا بھی اے نو دولتو مغرور دنیا پر		جنوں
زیرِ گردوں کب رہی مغرور کی گردن بلند		
نہ ہوا اے منعمو مغرور مال و دولت و زر پر		

کہ ہر کمال کو آخر زوال ہوتا ہے		بیدل
عجز سے جانے کو تا عرش لبشہ خاک ہوا		برق
سامنے محتاج کے جھک جائے گردن چاہیے		"
نہ کرنا کبھی کبریائی کی بات		تراب
جاہل اسی کو کہیے وہی بے شعور ہے		"
کہ عاجزی میں یہاں فقر کی حقارت ہے		"
کبر و غرور سے جو دکھاتے ہیں دبدبہ		"
نگاہ جس کی ہو دنیا کی بے ثباتی پر		"
غرور دولہا کو ہوتا نہیں برات پر		"
اصل جس کی قطرۂ پیشاب ہے یا خون ہے		"
حباب آسا اٹھاتا ہے عبث مغرور سر اپنا		تجمل
ہمیشہ مست زمانہ میں بے شراب رہا		"
نخوت نہ چاہیے کبھی اپنے کمال پر		"
موت کھینچے ہوئے شمشیر فنا آتی ہے		"
یہاں بھی جسم اگر آیا تو بے طبل و علم آیا		تسلیم
اکڑ کے چلتے ہیں پیری میں نوجواں کی طرح		"
شمع کیوں کرتی ہے اس آتش زبانی پر گھمنڈ		"
سر تو رکھتا ہے مگر سر میں نہیں رکھتا دماغ		"
حباب اتنا اُبھرتا ہے مگر حکمت سے خالی ہے		"
کھول کر چشم دیکھا کچھ نہ پایا آپ کو		"
کہ ہیں معنی سے دم کے بھرنے والے بیشتر خالی		
بشر بے ہنر ہے مثالِ غبار		تائب
آج وہ زیرِ زمیں ہیں سر اٹھا سکتے نہیں		تہور
آسماں گردن سرکش کو اٹھا دیتا ہے		توفیق
گردن کشی جو صورتِ مینا کرے کوئی		"
جھکتا ہے وہ ضرور جو گردن فراز ہے		"
سچ تو کہتے ہیں بڑے بول کا سر نیچا ہے		ثاقب
غافل چڑھا نہ آنکھ پہ شیشہ غرور کا		"
لحد میں کیوں کھڑا ہی دفن ہو مردہ فرنگی کا		"
پر فرشتوں کے جلے جس سے یہ ایسی آنچ ہے		"
نہیں معلوم کیا انجام تم کو کبر و نخوت کا		جنوں
بنگیا جام گدائی کا سر شاہ کا		
کہ دیکھو یاس کا عالم ہے کیا قبرِ سکندر پر		

ہالداروں کو ہے دولت پہ گھمنڈ
خوش جمالوں کو ہے صورت پہ گھمنڈ
زاہدوں کو ہے خدا کی رحمت پہ گھمنڈ
بدنیں کو خلق کی مشکِ حباب دمبدم میں ہے
اترتی جائے گی مشکِ حباب دمبدم میں ہے
ہوا بھری ہوئی نخوت کی جس کلاہ میں ہے
ہیں اونچی ٹوپیاں جن کی عجب غرور سے کجیں
حباب بحر کا سر بھی اسی کلاہ میں ہے
اوج و عروج جاہ پہ پہنچا ہے آسماں مزاج
دیکھی زمیں انہوں نے جو تھے آسماں مزاج
شاں با دو آتش ہوئے سر کش
خیمہ جسم آب و گل سمجھ کر
گرہ میں مفلس کے کچھ جو زر ہو جائے
غرور اس کا ہے انسان کو اس سے مقدر پر
بھروسہ جا ہے انسان کو اپنے مقدر پر
بقا جہاں کو نہیں عمر کو دولت وزر پر
عبث غرور ہے پھولے ہیں کیا گل
دو روزہ حسن پہ پھولے ہیں اترا رہے ہیں
ہیں کنطوف میں اترا رہے ہیں

تا کجا اے اہل دنیا تا کجا	دولت و جاہ و تجمل پر گھمنڈ	جلیل	عجب و غرور
صاف رکھ دل کو تکبر سے مدام	ہوگا روشن جہاں میں تیرا نام	حیرت	داغ فلق پیراز کبک کوہ میں حیراں ہوں
ہے تکبر مایۂ شر و فساد	پاک رہنا اس سے اے عالی نہاد	〃	پشت خاکست میں اتنا غرور کس کا ہے
بندگی چاہیئے حیرت کہ وہ ہے بندہ نواز	اس کے دربار میں ہوتا نہیں منظور گھمنڈ	〃	داشت سے کبر اہل جہاں سے مجھے نفرت
جتنے ناداں ہیں انہیں کا تو ہے دستور گھمنڈ	پر خردمند سے رہتا ہے سدا دور گھمنڈ	〃	رفتاد گی نہ ہوئے دراصل تا ناداں
دہر میں چشم حوادث سے بچے رہتے ہیں	جب تلک کرتے نہیں قیصر و فغفور گھمنڈ	〃	ذکر غرور تو نہیں راس تا سکل
اہل ایمان کیا کرتے ہیں اس سے نفرت	رہتا ہے بادۂ نخوت سے جو مخمور گھمنڈ	〃	جو نیست کے کیا مورد عنایت کیا
جو گئے زیر زمیں دل میں تکبر کو لیئے	ان کے ہمراہ ہوا خاک میں مستور گھمنڈ	حالی	غرور جس نے کیا موردِ عنایت کیا
غرور حسن بجا ہے سمجھ لو	نہیں رہتا سدا جوبن کسی کا	خلیل	معلم الملکوت آج تک نہیں لائق
غرور جاہ بے جا ہے تامل کار سوچو تو	یہی اعمال دنیا سے بشر کے ساتھ جاتے ہیں	درد	بھیجا کرسی پہ انساں کو نہیں جانے کیلئے
جنہوں نے آپ کو سب سے سمجھ لیا ہے بڑا	بڑائی دیکھ نہیں سکتے غیر کی زنہار	رند	پانوں لٹکائے ہوئے بیٹھا ہے لائق
کچھ بھی ہوا غرور کی جس سر میں پھر گئی	مثل حباب دم میں وہ برباد ہو گیا	〃	نہیں ہے آدم خاکی غرور کے لائق
دیکھیے جس کو یہاں اُسے اور ہی دماغ ہے	کرکب شجر اغ بھی گو ہر شجر اغ ہے	〃	غرور دیکھ ہے ربیب منعم
کس ہوا میں ہم ابھرتے ہیں عبث مثل حباب	یہ تو ثابت ہے کہ مشت خاک بے بنیاد ہے	رعنا	غرور بنا ہے کیا دے گا
حواس خمسہ میں اس کے فتور ہوتا ہے	جنوں سمجھتا ہوں جس کو غرور ہوتا ہے	راسخ	بت بنا ہے کیا دے گا
غافل غرور و کبر کو اس میں جگہ نہ دے	بھر جائے گا یہ کاسۂ سر مار و مور سے	رکجور	نو خدا کو جو اب بندے کو بندگی
مثل حباب چند نفس کی نمود پر	جو تھا وہ اپنے وقت کا افراسیاب تھا	رحمت	بنا ہے کیا دے گا
راہ میں اتنا نہ تن تن کر چلو اے غافلو	جھکے کے پیری میں قد موزوں کماں ہو جائیگا	〃	نہیں ہے آدم خاکی غرور کے لائق
اہل نخوت کی نمائش بھی ہے مانند حباب	جان کی خیر ہے جبتک کہ ہوا رہتی ہے	سوز	بنا ہے کیا دے گا
داغ پیر گردوں میں بھرا ہے بادۂ نخوت	بچشم غور دیکھا تو اک مینائے خالی ہے	〃	بنا ہے کیا دے گا
مئے خودی سے ہے دنیا میں ہر شہ مدہوش	ہرن ہو نشۂ دولت تو چوکڑی بھولے	سخن	زیبا ہے اور بجا ہے غرور
زمیں پر چلیں آج کیوں ہم اکڑ کر	اسی میں تو رہنا ہے اک روز گڑ کر	〃	فرعون غرق نیل ہوا ہے غرور سے
غرور و کبر رہا کس کا بحر فانی میں	اٹھایا سر تو فنا صورت حباب ہوا	〃	کرتا نہیں پسند کسی کا خدا غرور
جھکا نیکو تیرے جھکا آسماں ہے	چلا کر نہ رحمت زمیں پر اکڑ کر	سودا	دنیا میں قتل نے دی ہے فضیلت بکبر کو
تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار	سوجھتا اتنا نہیں ہم خاک کے پیوند ہیں	〃	ہے عیب جس میں تجھ سے بنے جا خدا غرور
خدا کی بندگی کا سوز ہے دعویٰ تو ہر اک کو	ولے دیکھا جسے بندہ ہے اپنی خود نمائی کا	〃	فلک بال ہما کو پل میں دیتا ہے مگس رانی
مغرور ہو نہ ہستیٔ ناپائیدار پر	دو دن کی زندگی کا بھلا اعتبار کیا	〃	گوہر نکالنے کا کسب و کمال آیا
عبث اے منعمو مغرور ہو دنیائے فانی پر	گیا جس دم جہاں سے کچھ نہ تھا دست سکندر میں	〃	کیا کروں ہائے زمیں سخت فلک سے ہے دور
اکڑ اکر کیوں نکلتے ہو غرور و کبر و نخوت سے	زمیں پر غافلو رکھو قدم آہستہ آہستہ		باغ جہاں
داغ جھڑ گیا آخر ترا نہ اے نمرود	چلا نہ لشکر سے کچھ بس تری خدائی کا		
عجب ناداں ہیں جن کو ہے عجب تاج سلطانی	فلک بال ہما کو پل میں دیتا ہے مگس رانی		
نازاں نہ ہو تو اس پر گر تجھ کو سنگ میں سے	گوہر نکالنے کا کسب و کمال آیا		
اے میاں دیکھ نہ بھائیگا خدا کو غرور	کیا کروں ہائے زمیں سخت فلک سے ہے دور		

غرور			
اک دن بہار حسن کو ہوگی خزاں غرور	عاشق	باغ جہان میں گل خوشرنگ ہیں ہزار	سعید
ناحق ہے تجھ کو پھول سے رخسار پر گھمنڈ	=	اے گل پس بہار خزاں ہے لگی ہوئی	"
اچھا دیا سبق ملامت سے غرور کا	=	کبر و نخوت وہ بلا ہے جس کے دست ظلم سے	"
سرسبز کب نہال ہوا ہے غرور کا	=	پشہ نے نوچا قہر سے نمرود کا دماغ	سعید
زندہ ہے کس جہان میں ہو کر شکست زندہ بھی	=	ہے سعید کی ہر دم یہی آرزو	"
شرمندہ ہے غرور سے غرور کا	=	جہل اور عجب و تکبر تو نہیں ہیں بھلے	شاداں
ہیں جو مغروروں کو تعلیمیں سے	=	اے دیوانے نہ تکبر کر خدا کے واسطے	"
آرزوئے سلام ہوتی ہے	=	بدتکبر سے نہیں خلقت انسان میں کچھ	"
جو خاکساری سے فلک نے مٹایا ہے غرور کو	=	بولا ہے جس نے بول بڑا سرنگوں ہوا	شفق
مرے نہ ملائک کو انسانیت	=	جو مدزباں ہو بشر اس سے کیا کلام کریں	"
ہوتی عبرت نہ شیطان جو مقتول	=	تم کو نیاز چاہیے ہر شخص سے شفق	"
حق سے خاکساری پسندیدۂ خدا	=	سرکش زمیں پہ رکھتے نہیں پاؤں کبر سے	شیدا
ہے مجسمہ خاکساری زوال کا	=	سرکش کو باغ دہر میں نیکی کا پھل کہاں	شفیقہ
انسان کا غرور ہے باعث زوال کا	=	کرنا توہین کسی شخص کی از راہ غرور	شایق
ملتوں کی تھی عبادت جو بتوں کو نخوت آگئی	=	جب کوئی دانا ہوا مغرور یہاں	"
رانڈ و دگا کہ فنا دیکھ تو شیطاں ہوا	=	یاد رکھ لاتمثے مرحا کے بھی تو مضمون کو	"
دیدیا ہے پل میں گرا کر تاجداری کا	=	خودی کو کبر کو جس نے کہ چھوڑا	"
گھمنڈ کیجے کیا مہ و خورشید کا	=	دنیا کے اختتام پر جس کو غرور ہے	"
غرور کا نہ جوانی نہ زر نہ علم کا گھمنڈ	=	نہ کر فخر نسب کل آدمی یکساں ہیں خلقت میں	صادر
غرض کبھی نہیں اچھا کسی کے حق کا گھمنڈ	=	تکمیل ہو نہ بجھاں میں غرور سے	صابر
غرور و بیکسی	=	ڈبوے عاقبت بدطینتوں کو لافکتائی	"
	=	بلبل بہار گل پہ نہ مغرور ہو کے پھول	ضیا
	=	نہیں دیتی کسی کا ساتھ دنیا عمر بھر ہرگز	ضمیر
	=	مانند عزازیل وہ شیطان بنا	طالب
	عیش	جابوں سے زبان موج کہدے بحر ہستی میں	طاہر
	=	جلادے سوز نخوت اس کو مثل شمع اے طاہر	"
	=	سروساماں یہ ہے کیا کبر غافل اک دن	ظفر
	=	اتنا نہ اپنے جامہ سے باہر نکل کے چل	"
	=	تھے دعوے خدائی جنہیں انکے اے ظہیر	ظہیر
	=	دل میں کبھی نہ کبر نہ سر میں غرور تھا	عاشق
	=	غرہ رہا کسی کا نہ دنیا میں اے پری	"
	=	ہو نہ مغرور ماہ کو دیکھو	"
	=	اس قدر رکھتا ہے نخوت سے تنفر روزگار	"

رنگیں ترا ایک توڑنے کو ایک کا گھمنڈ
پھولا ہے کس ہوا پہ یہ اڑ جائے گا گھمنڈ
مبتلا قہر خدا میں عمر بھر ضحاک تھا
چڑیوں کا سنگریزا ہوا جسم فیل کا
خودی سے بچانا خدایا مجھے
بن نہ حیوان ذرا خصلت انسان میں آ
خیمہ گر پہنچے فلک تک آسماں ہوتا نہیں
شکر اللہ کہ نہیں نام کو پندار مجھے
حق کو نہیں پسند رعونت کی گفتگو
جو پُر غرور ہو سر اس کو کیا سلام کریں
زیبا ہے گر کرے کوئی اہل ہنر گھمنڈ
مرنے کے بعد ہوگی غبار زمیں جبیں
دیکھو کہ سرو میں کبھی ہوتا ثمر نہیں
ہے معیوب نہایت شرفا کے نزدیک
آسیائے چرخ میں پیسا گیا
پاؤں رکھا کر ذرا او اہل نخوت دیکھ کر
خبر رکھتا ہے وہ راہ فنا کی
کچھ شک نہیں کہ عقل میں اسکی فتور ہے
دکھا کچھ جوہر ذاتی کہ اسیں ہی شرف تیرا
اک سرملا تمام جد میں حباب کو
ہوا فرعون کی داڑھی پہ قبضہ دست موسےٰ کو
آخر خزاں ہی ہونگے فنا سب چمن کے پھول
نہ ہو مغرور اے منعم حصول گنج دولت پر
جو اپنے کیے پر کبھی مغرور ہوا
ہوا میں جو ابھرتا ہے سر مغرور ہوتا ہے
جہاں میں جو ہو سرکش گردن مغرور کی صورت
جسم سے ہے سر جدا اسکے ہے تلوار جدا
دنیا ہے چل چلاؤ کا رتبہ سنبھل کے چل
پامال ہڈیاں ہیں سر پر غرور کی
افتادگی کی راہ سے میں بے قصور تھا
کیا بیکسی ہے آج سلیماں کی گور پر
حد سے بڑھ کر زوال آتا ہے
جو چلاتن کریہاں پستی اُسے دکھلائی ہے

غرور و ریا عیش اچھے نہیں ہیں	برا کبر کو کبریا جانتا ہے	عیش
خود پسندی شیوۂ شیطان ہے	کذب گوئی غارت ایمان ہے	عاجز
جاتے ہیں خالی ہاتھ جہاں سے گدا و شاہ	انسان کو گھمنڈ نہ دولت پہ چاہیے	عالم
جائے عبرت ہے تکبر نہ کریں دولت پر	جو غنی ہوتے ہیں اک دن وہ گدا ہوتے ہیں	〃
ان کا آخر کو تکبر نے مٹایا نام تک	فی الحقیقۃ اس جہاں میں جن کو زیبا تھا دماغ	〃
ایک پر ایک کو خالق نے فضیلت دی ہے	ہیچ وہ ہے جو سمجھتا ہے کہ یکتا ہوں میں	〃
موج اس قلزم امکاں میں ہے سرکوب حباب	کیوں نہ زیر و بم ہستی سر مغرور رہے	عزیز
ساغر کے آگے مٹ گئی مینائے مے کی سرکشی	سچ ہے نہیں بجھتی کبھی نخوت کسی مغرور کی	〃
وہ کون ہے جس کو نہیں یاں غرۂ بے جا	خالی نہیں پاتا ہوں میں پندار سے کوئی	غافل
وائے نادانی کہ ہیں انجام سے کیا بے خبر	دو ہی دن کی زندگی پر ہو گئے مغرور ہم	فیض
بیجا ہے زعم دولت دنیا پہ اے حسیں	ہے معرض فنا میں ترا جاہ اور حشم	فدا
جس کو کہ فدا دولت دنیا کا ہے غرور	تحقیق اس کی شان اہانت خراب ہے	〃
ہرگز خودی کسی کی خدا کو نہیں پسند	کوئی نہ منھ سے بات نکالو غرور کی	〃
جوہر ذاتی پہ گر ہو فخر تو زیبا بھی ہے	باپ دادا کی فضیلت پر حماقت ہے گھمنڈ	فرخ
اے دل مغرور سوچ انجام کو	ٹھوکریں کھاتا سر مغفور ہے	فوق
مہ کامل کو ذرا غور سے دیکھے انساں	جو کہ بڑھ جاتے ہیں حد سے وہی گھٹ جاتے ہیں	فروغ
تیری رحمت سے وہی دور نظر آتے ہیں	اپنی طاقت پہ جو مغرور نظر آتے ہیں	〃
نہ کر غرور تو منعم کہ ایک گردش میں	فقیر کا سا پیالہ ہے تاج شاہی کا	قائم
کبریائی کا جو دیکھا میں نے جس جا پر ظہور	اپنی اپنی حد میں جو شہ تھا اک نمود تھا	قدرت
گھٹ کر ہلال ہو مہ کامل غرور سے	کامل وہ ہے جو سر نہ اٹھائے کمال پر	قدر
یہ ماؤ منی چھوڑ یہ سودا نہیں اچھا	کیوں ہوتا ہے تو مورد الزام خدا کا	〃
فرعون اور تجھ سے ہو دعوائے ہمسری	شاید بگڑ گیا ہے کہیں پارٹیل کا	〃
شاعری پر یہ گھمنڈ اے قدر تو بہ کیجئے	اب بھی دنیا میں پڑے ہیں لاکھوں بہتر آپ سے	〃
محیط عالم فانی میں فائدہ منعم	سر غرور رہا گر حباب دار بلند	قلق
قدرت خدا کی دیکھئے انسان اور غرور	اک مشت خاک کا ہو دماغ آسماں پر	〃
سر غرور اٹھاؤ نہ سرکشو اتنا	ملے گا خاک میں سب بانکپن زمیں کے تلے	〃
اے منعمو غرور سخاوت نہ چاہیے	دو ہاتھ ہیں تمہارے خدا کے ہزار ہاتھ	قبول
بیجا غرور اس کے نقش قدم میں کیا ہے	دم بھر میں کیا ہوا تھا دم بھر میں جانے کیا تھا	کمال
دنیا کے مال و جاہ پہ غافل نہ کر دماغ	کیوں چڑھ کے اسپ و فیل پہ بنتا ہے خر دماغ	کیف
ٹھوکریں کھائیگا اکدن سرکشی اتنی نہ کر	او سر بمہیز کیوں پھولا ہے اس دستار پر	گویا
قاروں کا رہ گیا دم مردن یہیں گھمنڈ	کچھ مال کام آیا نہ زیر زمیں گھمنڈ	میکش
بشر ہے وہی جس میں نخوت نہیں ہے	وہی دل ہے جس میں کدورت نہیں ہے	〃
ساتھ ہے بحر جہاں میں چار دن مثل حباب	تن کو ہے کس روح کی پھر آشنائی پر گھمنڈ	〃

غرور

جنھیں زندگی میں غرور ہے انہیں عقل سے نہیں شعور ہے	میکش
مغرور اس سراے غرور ہے کہ قیام عمروں نہیں	〃
تکبر علم کا اہیں کو نہیں ہوتا جنھیں علم ہوں	〃
اہانت اپنی بخشی سب خدا نے کیے جاہل کو	〃
جو ہو غرور بشر کو تو دیوتا ہی ہے	〃
وگرنہ خاک کا پتلا بھلا آدمی کو شوخ	〃
منہ جو ہے غرور سے ٹیڑھا تو ہے پرائے دو بیل ہے	〃
جھوٹے بڑوں کا شیخی بگھارنا اس قدر	〃
دور دور کے بھی ہوئی جو ہے آگاہ اس قدر	〃
سب سے بھلی ہوئی جو ہے آگاہ اس قدر	〃
دنیا کی سلطنت نہیں کچھ مال غافلو	〃
اتنی سی کائنات پہ اتنا غرور کیا	〃
بھولا ہوا ہے کس لئے جھوٹے پہ آدمی	〃
اس مشت خاک کو ہے ابھی غم اور کیا	〃
گھمنڈ اپنی جو کرتا ہے بشاشت	مضطر
دانش آ وہ شخص ہے جنھیں مرے آگے	〃
دانشمند وہ شخص ہے جو سوچ کے غافل	〃
نہ ہو مغرور اتنا زندگی پہ کہ نہیں کوئی	〃
قضا کا وقت ٹلتا ہی نہیں کوئی	〃
ان مضمون کی شمشیر و جاہ اس قدر نہیں	〃
جس قدر کہ فقیروں سے غرور	〃
سن بات یہ	〃

سر میں بھرا ہوا ہے تری بادۂ غرور	نظم	مصحفی
موج شراب ناز ہے چین جبیں نہیں	"	"
دل میں وہ دیکھا ہے جس کی کوئی تہ نہیں	"	"
خواب وہ ایک دن ہوئے جس کی کوئی تعبیر نہیں	"	محب
جو ہزاروں ایک دن ہوئے تھے پیش آبادی ہی	نظیر	"
گنبد گردوں سے ٹکرا کر صدا آئی پھری	"	"
سر اسکا سر نہیں دنیا سے گئے جو بے	"	مہر
غرور و کبر میں اپنا نہ تن و سے	"	"
حکم میں تیرے سر عجز اپنی سر بار	"	"
جانا اپنے ہاتھوں داد بیداد	"	"
مغرور نہ ہو دولت و اقبال پہ فریفتہ	"	"
اس دولت و اقبال کو کیوں آہ و آفتاب	نظیر	منتہی
کھینچا ہے دور آپ کو کیوں آہ و آفتاب	"	"
ہوتا ہے بیچ غرور جاہ اہل فقر کے آگے	"	"
ہوتا ہے غرور جاہ اہل فقر کے آگے	"	میر
ہوا جو خود نما اس باغ میں جلدی فنا ہوگا	ناسخ	"
تو جہاں کے بحر عمیق میں سر پر ہوا نہ بلند کر	"	"
مر گئے پر خاک ہے سب کبر و ناز	"	"
کیا کوئی زیر فلک اونچا کرے فرق غرور	"	"
فرد آتا نہیں سر ناز سے اب کے امیروں کا	"	"
غفلت سے ہے غرور تجھے ورنہ ہے بھی کچھ	"	"
تھوڑی ہی دور کھینچا ہے کیا آدم آپ کو	"	"
یہ پیش حضرت آدم اگر اک سجدہ کر لیتا	"	"
شیطان بن گیا ہے فرشتہ غرور سے	"	مضطر
کمال زہد و تقوی پر نہ پھولے آدمی ہرگز	"	"
بحر ہستی میں حبابوں نے ابھر چلنے پر	"	منت
رکھتے ہیں کہیں پاؤں تو پڑتا کہیں ہے یہ	"	ماہ
سنبھلو زمین ہے فلک ہفتمیں نہیں	نظم	نظم
منزل گہ فقیر و تونگر زمیں میں ہے		مصحفی
کہ ہر قدم پہ ہے اک سر یہاں زمیں کے تلے		"
بیٹھ جاتا ہے جو رستہ میں یہی مرکب ہے		"
گوئے بازی بمثیز دیکھا ہے سر مغرور کا		"
سر کو جھکائیے نہ یہاں سر اٹھائیے		محب
کہاں جم کہاں جام جم دیکھتے ہیں		"
کیا کبر و غنا سے تری طینت کا ہے خمیر		"
جب گرا پھر صاحب جاہ و حشم اٹھتا نہیں		"
چلا نہ پشہ سے کچھ بس تری خدائی کا		"
کسی سے آنکھ یہاں پر نہ اے حباب ملا		مہر
دیکھا تھا ہم نے جن میں سر اسر بھرا غرور		"
اک مشت خاک سے تو نہ ہو یا خدا غرور		"
منہدم اک دن رواق آسماں ہو جائیگا		"
دل میں نہ اٹھے جس کے خیال من و مائی		"
ہائے کس طرح مجھے چشم بصیرت ہوگی		"
یہ تیری انانیت کرے گی تجھے خوار		"
رحمت حق کا تہ دل سے اگر ہے خواہاں		"
حال دیکھے جو کبھی طور سے انساں اپنا		منتہی
سامنے آنکھوں کے اک دن اس کا نیچا سر ہوا		"
یہ مشت خاک ہے اک دن ہوا ہے		"
جف بندے ہوئے خدا نہ ہوئے		میر
کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا		"
کہ یہ پنجروزہ جو بود ہے کسی موج پر کا حباب ہے		"
نہ جھکے سر گو کسی مغرور کا		"
ایک پتھر حادثہ کا آ لگا سر چر گیا		"
اگرچہ آسماں تک شور جائے ہم فقیروں کا		"
یاں وہ سماں ہے جیسے کہ دیکھے ہے کوئی خواب		"
اس مشت خاک کا ہے دماغ آسماں پہ		"
تو ابلیس لعین شیطان پھر مشہور کیوں ہوتا		مضطر
کیا فائدہ ہوا جو پڑھی جا بجا نماز		"
کہ انساں کو برا کر دیتا ہے یہ بانکپن اپنا		منت
ہر قدم کھائے ہیں موجوں کے تھپیڑے کیا کیا		ماہ
سنبھلو زمین ہے فلک ہفتمیں نہیں		نظم

کمال انسان نے پیدا کیا جو گاؤ زوری سے
تفاخر کیا زمیں اک گاؤ نے سر پر اٹھائی ہے
ناسخ

آخو غذائے مور ہے ہر جنبۂ قوی
اظہار زور کرتے ہیں پیل دماں عبث
〃

کاسہ چینی پہ اے منعم نہ کر اتنا غرور
ہم نے دیکھا ٹھوکریں کھاتے سر فغفور کو
〃

غرور اوج دو روزہ عبث ہے تجھ کو اے اسفل
ہیں مثل ماہ گردوں ہوں تو شل ماہ متفع ہے
ناسخ

چونہ بتیں گی خاک میں منعم کی ہڈیاں
بیجا غرور کرتے ہیں دہر خراب میں
〃

مرد خدا سے منعموا اچھا نہیں غرور
فرعون کو ڈبو دیا موسیٰ نے آب میں
〃

قاقم و سنجاب پر اہل دول کو کیوں ہے ناز
اک کفن مرنے پہ ملتا ہے گدا و شاہ کو
〃

ٹھوکریں کھائے گا اک دن سرکشی اتنی نہ کر
اور سر بے مغز کیوں بھولا ہے اس رفتار پر
〃

بھری ہے باد نخوت جس کے سر میں
حباب آسا ہے وہ دم بھرا بھرتا
وقار

نہیں دم کا بھروسہ نمکدہ میں بحر ہستی کے
فقط اک جام مے پر کیا حباب آسا ابھرتا ہے
〃

یہ اہل کبر مٹے بادگار تک نہ رہا
نشان کیسے کسی کا مزار تک نہ رہا
واسطی

اہل نخوت کی رکھے دور فلک کب نخوت
شیشۂ بادہ سمجھ ہوتا ہے انجام تہی
ہمدم

اے شمع بزم دہر میں اتنا نہ سر اٹھا
گلگیر دیکھ لے کہ ہے رکھا لگن کے پاس
ہوش

غربت

غربت میں کس طرح نہ پریشان ہو غریب
اک عمر ہو گئی نہیں آیا ہے گھر سے خط
امیر

شگفتگی کے ہوں ساماں ہزار غربت میں
پر ایک سی ہے خزاں و بہار غربت میں
〃

امید و بیم و غم بیکسی و درد و فراق
یہی رفیق ہیں دو تین چار غربت میں
〃

تہیدستوں کو کیا خوف بلائے آسمانی ہے
کف افسوس مل کر رہ گئی برق اپنے خرمن پر
〃

میں غریب اور غریبوں کا خدا والی ہے
ہونے دو سارے زمانے کو ادھر ہو نے دو
〃

خنجر کھچا جو میان سے چمکا سیان صف
جوہر کھلے جو مرد وطن سے نکل گیا
〃

نازاں ہے وہ قسمت پہ یہ ہے شائق قسمت
ظاہر میں یہی فرق ہے محتاج و غنی میں
امیر

ساماں اگر نہیں تو حوادث سے کیا خطر
جو نخل بے ثمر ہے وہ ہو سنگسار کیا
〃

دو پوش ہم سے دولت دنیا ہے اس لیے
رہ جائے رہ رئے زشت کا پردہ نقاب میں
〃

یارو غریب کا کوئی اس کے سوا نہیں
وہ آستاں جس کا کوئی آستاں نہیں
〃

ہم ہیں مفلس مفلسوں کی ہے ہمیں معلوم قدر
اہل زر جو ہیں کریں وہ اہل زر کی آبرو
〃

مکاں کہنہ میں کیونکر غریب کی ہو بسر
جو سقف ایک ہی چھینٹے میں چار سو ٹپکے
〃

چھین لیگا کس طرح کوئی زبردستی اسے
مفلسی بھی کیا کسی زردار کی دولت ہوئی
〃

امیروں سے کہو پھولیں نہ کمخواب و مشجر پر
گزر جائیگی محتاجوں کی بھی ایک ایک چادر میں
〃

ہے ایک دیدۂ مادر میں طفل خرد و بزرگ
گدا و شاہ میں کچھ فرق زیر خاک نہیں
〃

مفلسی معو امیروں کو کرے کون سلام
کسی سرکش سے جھکاتی نہیں گردن مجھ کو
〃

مفلسوں کو دیدۂ کم سے نہ دیکھو منعمو
گنج سے خالی نہ سمجھو اس کو جو ویرانہ ہے
〃

غزلیات

مفلسوں کو ہو بہار کس طرح میں دشمن چراغ
ہے ہمارے خانۂ تاریک میں روشن چراغ
امیر

تنگدستی سے ہمیں ہے روز روز کا تواب
دن گزرتا جاتا ہے رزق شام کی تدبیر میں
〃

فقری کا کام ہے بیکسی سے لطف دکھلانا
شمع خلق نے فقروں میں زیادہ سوز الفت دیکھا
〃

امیروں سے ہمیں وہ جس قدر گرمی سے ملتا ہے
دوشالے میں کہاں وہ جس قدر گرمی ہے کمل میں
〃

دعوت دوشیں بھی مشکل ہے سلمان اک طرف
تخت کیا بوریا بھی اپنے مسکن میں نہیں
〃

غربت کیا بوریا بھی ہے سامان اک طرف
غربت میں بیکسی ہے امیر مزار میں
〃

کچھ اقتضائے حاجت انسانی ہے ضرور
کچھ غریبوں کا خدا ہے خدا دار کیا کیجے
〃

کاسب طلاح ہے سب مال بھی ہیں
مفلسی میں زر مرغ بے پر ہے عبث
〃

مفلسی میں زر ہے دل کی مفلسی کے سبب
خوان سیمیں اژدہائے گنجہائے سیم ہے
〃

حال غربت میں
〃

غربت

حال غربت میں کہوں اہل وطن کا کس سے	تجمل	وہ یکیں دور رہے سب و مکاں دور رہے	اسیر
کچھ عجب عالم غربت نے دکھایا نقشہ	〃	کہ مجھے نقشۂ یارانِ وطن بھول گیا	〃
رُخ افلاس خدایا نہ دکھانا مجھکو	توفیق	پانچ دن زیست ہیں ہفت ہزاری رکھنا	〃
جان بچتی نظر آتی نہیں غربت میں اسیر	〃	مرگ ہمدم کو لیے جاتی ہے وطن سے باہر	〃
راہ غربت میں کس نے ساتھ دیا	〃	سایہ مجھ سے چلا جدا ہوکر	〃
اتفاقات کا نہ حال غریبوں سے پوچھیے	〃	ہے زیست نان توشہ و آب سبیل پر	〃
کیا غم اگر وطن میں نہیں صورت آشنا	〃	پہچانتے ہیں وادی غربت میں سب مجھے	〃
تنگدستی نے زمانے میں یہ پایا ہے رواج	تراب	یوسف اس راہ میں تکتا ہے خریدار کی راہ	آتش
انہیں کیا نعمت الوان سے جن کو عرش سی اُترا	〃	یہی اک جو کی روٹی اور ابالے ساگ کا جوڑا	انشا
در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں	ناقب	رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں	اختر
آسماں ہم سے پھر گیا پھر جائے	〃	ملک جاہ و حشم نہیں رکھتے	بحر
ہزار تیغ کے جوہر ہوں دیدہ بینا	〃	غریب کا کسی مفلک کو خیال نہیں	〃
مفلسوں کے دل سے پوچھا چاہیے حرص و ہوا	〃	گرد بادوں کے تتق ہیں خانہ برباد میں	〃
مفلسی کا دور ہے کیسا لباس فاخرہ	〃	گر گیا کہنہ دوشالہ بھی کنارے اندنوں	〃
مفلسوں کو امن ہر جا ہے سفر ہو یا حضر	〃	زر نہیں تو ڈر نہیں سارق ہو یا قزاق ہو	〃
مفلس سے کیا ملے کوئی بازار دہر میں	〃	سودا نہ ہاتھ آئے جو مٹھی میں زر نہ ہو	〃
وہ مجھ فقیر سے زر کا سوال کرتے ہیں	〃	مرا لہو غرق انفعال کرتے ہیں	〃
غریبوں کو سر آرام ہے نہ پائے قرار	〃	بگولے بن گئے ہیں ہر دوانِ کوئے فراق	〃
افلاس سے ہے باب ملاقات مقفل	〃	مہمان بھی آتا نہیں نادار سمجھ کر	〃
پاک رکھا ہیں دنیا میں تہیدستی نے	〃	آب زر سے کبھی دامن نہ ہوا ترا پتا	〃
مدتیں گذریں چمن چھوٹے ہوئے	〃	آشیاں کس شاخ پر تھا یاد کیا	بیدل
خدا کھوئے غریبی کو کہ میرا کھوج تک کھویا	〃	نہ دنیا میں ٹھکانا ہے نہ عقبیٰ میں کوئی گھر ہے	〃
یہ مانا عیش غربت سے وطن کی ذلتیں اچھی	〃	مگر لطف سفر وہ ہے حضر خود جس کا شعبہ ہے	〃
حال غربت میں دیکھئے کیا ہو	〃	رہ خطرناک اور منزل دور	بیان
نام ذلت نہ رکھیں کس لیے ناداری کا	〃	مال آیا اگر اس دور میں عزت آئی	پرتو
ہوگئے زرد غم و رنج سے خود صورت زر	〃	مفلسوں کو جو کبھی خواب میں زر یاد آیا	〃
تسلیم مفلسی سے دم وزن منزلت	تسلیم	مانند حرف وصل نہیں اعتبار میں	تسلیم
بے زری سے زر رو ہوتا ہے انساں دہر میں	〃	پوچھتا ہے کون اے تسلیم مفلس کا مزاج	〃
مفلسی سے اہل معنی کا نہیں گھٹتا وقار	〃	کس جگہ رتبہ سے حرف مہملہ جاتا رہا	〃
غربت میں مر کے رہ گئے بے گور بے کفن	〃	آکر بگولا خاک میں ہم کو ملا گیا	〃
آئی نہ بھول کر بھی ہوائے وطن کبھی	〃	غربت زدوں کا دشت بھی سنسان ہی رہا	〃
ہم سفر کوئی ہو غربت میں نبھ جاؤں گا	〃	لے کے میں داغ وطن گھر سے نکل جاؤں گا	〃
اتنی مدت گذری غربت میں کہ دل تک بھول گیا	〃	اب تو یارانِ وطن کی یاد بھی آتی نہیں	〃

انشا

پوچھا کون ہے ان کو جو ہیں وہ خاطر بے آرزو
عالم غربت میں تمنائے وطن کب بھی نہیں
جس کی قسمت میں ہو غربت اپنی بات
کس سے کہیے جو بیت کی بات
کوئی سنتا نہیں غریب کی بات
ہم سفر جب پہلے پہل گھر سے نکلے تھے سفر
نکل جانے کو
ناامید آئے تھے دامن آنسو بھی
فعل کرتے ہیں کسی کو غریب انسان بھی
خدا کرے کسی کو غریب الوطن نہیں
کہ پیسے نام کو دانے کو محتاج نہیں
کہ پیسے بس اشک قلم سے ہی ہنسنے میں نظر
پیسے بس اشک قلم سے ہی ہنسنے میں نظر
دو رسا فراق فرصت سے جا نکلتا ہوں
کبھی جو ہے غریبی کہ میں وطن میں نہیں
نکالتی ہے غریبی کہ میں وطن میں نہیں
اہل وطن نے مجھ کو بھلا یا تو کیا ہوا
کافر ہوں گر نہ ہوتے دل میں وطن کی یاد
کشمکش نے یاد غربت کی
وطن میں بھی نہ چھوڑا
کبھی ہم بھی تھے بہاں میں کبھی ہم بھی یہاں تھا
کبھی یہاں آرزوئے نشو و نما غربت میں
کبھی ہم سے بھی اشک نہ پوچھیں ہوا
گر کسے آنکھوں سے کبھی اشک نہ پوچھیں ہوا
اشک خون

غربت

اشکِ خوں دل سے نکلتے ہی گرے آنکھوں سے — ثاقب
خیر ہم شامِ غریبی کی مناتے ہیں جلیل — جلیل
ہمیں تو یاروں سے بچھڑے ہوئے زمانہ ہوا — "
شگفتہ خاک ہو غربت میں غنچہ خاطر — "
کارواں کا دشتِ غربت میں نہ پایا کچھ تپہ — جوش
یارانِ وطن کچھ ایسے بھولے — جویا
پاؤں اٹھتے نہیں افلاس کی زنجیر پڑی — حیرت
بخ غربت کی کوئی آوارہ وطن سے پوچھے — خلیل
ہم کو غربت میں بھی ایسے رنگ آتے ہیں نظر — خوشدل
کہتا ہے سروِ شاخِ ثمر کو دیکھ کر — داغ
اہلِ جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک — ذوق
دنیا میں فکرناں ہے عدم میں عذاب ہے — رند
ہمصفیر و کچھ نہ پوچھو رعب کا غربت میں حال — رعب
کوئی میری خبر لیتا نہیں دور از وطن ہوں میں — رنج
غربت سے جو پلٹے تو رہا کچھ نہ ہمیں یاد — "
غربت میں جز خدا کے کسی کا نہ تھا خیال — "
زادِ راہ پاس نہیں اور سفر ہے درپیش — سحر
سمور و قاقم و سنجاب ہے سرما میں منعم کو — سودا
دشتِ غربت میں ہوں آوارہ بگولے کیطرح — سرور
غربت میں رنج کھاتا ہوں ہو کر میں گھر سے دور — سراج
غربت میں مل کے کہتی ہے یہ یاد اقربا — "
تکلیف ہی میں ہوتی ہے آسایشوں کی قدر — "
لاشہ ہمارا دادیٔ غربت کو تھا عزیز — شہید
چرخ بے مہر نے رہنے دیا اک جا نہ سراج — "
اہلِ صفا کی قدر ہو غربت میں بیشتر — "
پریشاں ہوں جب عالمِ غربت میں سبکبار — شفق
خانہ بدوش جو کہ ہیں ان کا ہے یہ کلام — شایق
بے برگ درخت کی نہیں قدر — طاہر
غربت سے فزوں ہوتی ہے قدر اہلِ ہنر کی — ظفر
یوں تو سب اپنے دوست ہیں سب سے ہی رسم و راہ — عاشق
آئے قرار کیونکر ان کے دلِ حزیں کو — "
بے مایہ مر بھی جائے تو حاصل نہ ہو فروغ — "
گوہر نکل کے بطن سے ہوا عزیز — "

کیا بری چیز غریب الوطنی ہوتی ہے — ثاقب
جن کے سایہ میں غریبوں کی بسر ہوتی ہے — جلیل
ہماری یاد بھی اب بزمِ دوستاں میں نہیں — "
جلیل اپنے چمن کی ہوا نہیں آتی — "
میں جرس کی طرح سے اے جوشِ نالاں رہ گیا — جوش
اک دن بھی صبا نہ آ کے جھانکی — جویا
بہرِ پرواز عطا کر مجھے شہپر یارب — حیرت
ہوش اڑا دیتی ہے انساں کے ہوائے غربت — خلیل
لبکہ ہو جاتا ہے دل یادِ وطن سے باغ باغ — خوشدل
مفلس ہے بے وقار نوا گر کے روبرو — داغ
لعل کیوں اس رنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کر — ذوق
سچ تو یہ ہے غریب کی مٹی خراب ہے — رند
عندلیب خوشنوا ہے محو دستانِ وطن — رعب
در و دیوار بھی روتے ہیں اب تو میری غربت پر — رنج
احباب کہاں اور کہاں تھا وطن اپنا — "
احباب یاد آئے جب آیا وطن کے پاس — "
میں یہ کہتا ہوں کہ ہنگامِ مرا کیا ہوگا — سحر
رکھتے ہیں آسرا غربا بے لنگ و لبخ آتش کا — سودا
ڈھونڈھتا ہوں پر نشانِ کارواں ملتا نہیں — سرور
ہے آشیانہ بلبلِ بے بال و پر سے دور — سراج
کم بخت کس لیے تو وطن سے نکل گیا — "
غربت میں مسافر کو نہ کیوں آئیگا گھر یاد — "
خود شامیانہ قبر پہ چرخِ کہن ہوا — "
روتے ہیں عالمِ غربت میں بڑے گھر والے — "
گوہر کو آبرو نہیں حاصلِ وطن میں خاک — شہید
جوں نکہتِ گل خاک ہو پھر قصدِ وطن کا — "
غربت میں وہ مزا ہے کہ یادِ وطن نہیں — "
پرساں نہیں کوئی مفلسی میں — شفق
در خواہ گہر ہے کہ عدن میں نہ رہوں گا — شایق
جس سے نہیں ہے میل وہ غربت وطن میں ہے — طاہر
بے خانماں جو ہو کر رخصت ہوئے مکاں سے — ظفر
جلتا نہیں چراغ بھی مفلس کے گور پر — عاشق
قدر اس نے پائی جو کہ غریب الوطن ہوا — "

غربت

میری ہیں ہمت راہ میں غربت کی بلائیں — عاشق
نکلی ہے پہنچ جائیں مصیبت کا جو دل میں — "
غربت میں وہاں دی نہ ہوئے بار و شیش غیر — "
اے آسماں کہاں تک ایذائے دشت غربت — "
غربت سے کہ جا کے کاندھے چڑھے نہیں — عاکف
اے آسماں کہاں تک ایذائے دشت غربت — "
غربت میں کیا غریب اپنا آسایش وطن میں — "
زندہ ہو کیا غریب غربت میں اے خدا پھر — "
کرتے ہیں یاد غربت میں بچپن کا اپنا — "
ہوگئے احباب غربت میں بچپن کا اپنا — "
یوں سفر میں بھول جاتا ہے وطن آدمی — "
یوں سفر میں بھول جاتا ہے وطن آدمی — "
نقشِ پا کی عالم غربت میں — "
اہلِ وطن کی یاد ہے وہ صحبت میں — "
جو گزرنی ہے کس کو کیا جانے — غنچہ
بیکسی کوئی کس سے کہے اپنی عمر تمام — "
غربت میں ہوئی گئی بسر اپنی عمر تمام — "
ہمارا تو یاد بھی نہ رہا وہ وطن کہاں — "
کرو رحم ہم غریب پر کہ غریب ہیں کہاں — "
غربت میں غریب کے لئے حل نہ مشکل ہوا — "
محرومِ ہیں غربت کے لئے حل نہ مشکل ہوا — عاقل
پانی سے جو کے نکلا ہے دم — "
غربت میں عاقل کے نکلا ہے دم — "
وطن دیکھیں پہنچ کر سرِ تربت — "
افلاس

افلاس مر گئے پر اتنا سلوک کرتا	نظیر	قدر
یوسف کی طرح چاہیے اس کو عزیز تر		قطب
کوئی بے زر کی نہیں کرتا ہے خاطر داری		منتہی
طبل و علم ہے پاس ہمارے نہ ملک و مال		مہر
عزت اپنی ہتھیلی میں رکھی خدا نے ہزاروں شکر		میر
فقر سے سونے کے لیے اٹھتے ہیں		میر
غربت میں کس سے چشم کرم کی امید ہو		″
مجھے گنج مفلسی پر نہ غرور کس طرح ہو		″
ہم بھی گھر اشک کی دولت سے غنی ہیں		مصحفی
تنگدستی میں یہ نہیں معلوم		″
ہے غریبی میں خبر کس کو وطن والوں کی	ورلی	″
بے زری کہتے ہیں جس کو مصحفی		″
نہیں افلاس میں اب کوئی شناسا میرا	ہم	″
زمانہ سیم و زر سے مصحفی خالی تھا کب ایسا		″
ہماری بے زری نے ہم کو صدموں سے بچایا ہے		″
پاس جس کے نہیں کوڑی نہ کوئی یار شفیق		محب
ہم غریبوں نے کیے وہ کام خلق اللہ کے		″
ساتھ دولت کے گئیں سب یہ صفات حسنہ		″
کوئی خوشحال نظر ہی نہیں آتا افسوس	نہیں	″
دیکھتے ہو تم کہ حال اپنا ہے فاقوں سے تباہ		″
افلاس میں بھی ٹھاٹھ امارت کے ہیں وہی		″
غربت ہی میں برباد رہی خاک بھی اے آہ	کیتی	ماہ
گھر میں ایذا ہو جنہیں رنج و سفر سے دونی		مرکر نہ ہوا بار میں یاران وطن کا
فقیر بے نوا کو کیا سفر کرنے میں دقت ہے		″
وطن نے ہمیں چھوڑا ہم نے وطن کو	″	″
کیا تھا میں نے ابھی طے نہ وادیٔ غربت		ایسے غربت زدہ کب یاد وطن کرتے ہیں
جو سعادت مند ہیں رہتے ہیں وہ بے خانماں		بھلا وے گیا وطن کی یاد دل سے رنج غربت کا
ہوتی ہے غربت میں ثروت پر بڑی ایذا کے بعد		کہ غربت میں مدت سے آئے ہوئے ہیں
ہوں بیقرار وادیٔ غربت میں اس قدر	″	مضطر
دشت غربت میں مرے مرنے کو		نظم
بھر غم سے تہیدستوں کو ہے آسان نجات		ناسخ
بے زروں کا بھی کہیں ساتھ کوئی دیتا ہے		″
اسباب تھا تو کیا کیا رکھتے تھے لوگ رشتہ		″
شرمندہ مجھ سے یارب درد کفن نہ ہوتا		″
پردیس میں جو کوئی غریب الوطن ملے		″
کوئی بیکسی کی نہیں کرتا ہے غمخواری دل		″
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا		″
قدرت سے دست قدرت سے یا حیف ہیں مقدور نہیں		″
مفلسی گانٹھ میں اکسیر لیے پھرتی ہے		″
آنکھیں تُرا رہا ہے زمانہ غریب سے		″
کہ شہان دہر کو بھی نہیں دستیاب ہرگز		″
گو چرخ نے اوروں کو زر و مال دیا ہے		مصحفی
خرچ اپنا کہاں سے اٹھتا ہے		″
پوچھتے کیا ہو اسیروں سے چمن والوں کی		″
کوئی بیماری سے بیماری ہے یہ		″
رنج غربت نظر آتا ہے وطن میں مجھ کو		″
نہ اپنی مفلسی عالم کی ناداری پہ روتا ہوں		″
درخت بے ثمر کو خوف سنگ رہروان کیوں ہو		محب
کامل فن بھی اگر ہے تو وہ ناقابل ہے		″
جو نہ اسکندر۔ فریدوں خسرو و جم سے ہوئے		″
تنگدستی میں محب جود و سخاوت کیسی		″
سب کے سب مفلس و قلاش یہ عسرت کیسی		″
پھر شکایت کیا کریں ہر دم تمہارے سامنے		″
اب تک ہے کیا سروں میں امارت بھری ہوئی		″
مرکر نہ ہوا بار میں یاران وطن کا		ماہ
ایسے غربت زدہ کب یاد وطن کرتے ہیں		″
بھلا وے گیا وطن کی یاد دل سے رنج غربت کا		″
کہ غربت میں مدت سے آئے ہوئے ہیں		مضطر
کہ پہنچی شام غریباں سواد منزل پر		نظم
دہر میں پیدا ہما کا آشیاں ہوتا نہیں		ناسخ
رنج اٹھائے کس قدر یوسف نے زندان چھوڑ کر		″
اک آن ہے مقام تو اک آن کوچ ہے		″
جو گڑھا آیا نظر وہ گور ہے		″
کچھ نہیں وقت شمار رکھتے شمار ہاتھ میں		″
جان شیریں نے نہ دی دیکھ لو فرہاد کسیاتھ		″
مفلس ہوا تو ہرگز رشتہ رہا نہ ناتا		نظیر

غصّہ

ہے بجا اہل جنوں اہل غضب کو کہنا — سایۂ جن میں یہ انسان رہا کرتے ہیں — اسیر
ہے حلم وجہِ عزت کرتا ہے خوار غصہ — ہے علم مثل گل کے گویا ہے خار غصہ — زمانہ
غصہ پی جاتا ہے ہوتی ہے شرافت جسمیں — رنج کھاتا ہے پئے غیر جو ہوتا ہے نجیب — راز
کھو دیتا ہے یہ عقل و ہنر کو غصہ — کرتا ہے سوا فساد و شر کو غصہ — شیفتہ
شیطان جو کرتا ہے رگ و پے میں حلول — دیوانہ بناتا ہے بشر کو غصب — "
تکسیر نفس میرے وظیفہ کا نام ہے — توہین خویشتن ہے لقب اشتعال کا — فدا
خنجر کے مثل جامہ سے باہر ہوا تو کیا — وہ آدمی ہے رکھے جو وقت غضب لحاظ — قدر
بدی کا بدمآل کار ہے نیکی کا نیک آخر — ندامت غیظ سے ہوتی ہے خوشنودی تحمل سے — قلق
کیا بشر اس کو کہیں غصہ سے جو بچائے جن — زرجو کشتہ ہوگیا اخلاق زرجاتا رہا — واسطی

غفلت

کیوں نہ پائے وہ سزا جو ہو خدا آگاہ غافل — مار کھائے جو سبق طفل دبستاں بھولا — اسیر
چونکو شتاب خواب تغافل سے غافلو — دیتا ہے ہر سحر یہی پیغام آفتاب — "
آتی ہے کان میں یہ لب گور سے صدا — ہشیار غافلو کہ بہت ہے اجل قریب — "
اہل غفلت سے یہ کہدو کہ ہوئے بال سفید — کوچ کی صبح نمایاں ہوئی سوتا ہے عبث — "
سچ تو ہے یہ اہل عالم کیا تغافل پیشہ ہیں — کور دکر بنجاتے ہیں کیسے یہ سنکر دیکھ کر — "
غفلت تجھے دکھائے گی دنیا کی عشرتیں — دولت کسی کو ہاتھ لگے جیسے خواب میں — "
اس بحر بے ثبات میں غفلت ہے زندگی — کھلتے ہی آنکھ کچھ نہیں رہتا حباب میں — "
خواب غفلت سے ذرا کھول مسافر آنکھیں — شب کٹی صبح ہوئی کوچ میں تاخیر نہیں — "
غافلو کچھ تو ڈرو آب سے آتش نہ بنو — خاک ہو جاؤ گے اک روز ہوا جانے دو — "
اہل ہستی ہیں کس قدر غافل — کچھ خیال عدم نہیں رکھتے — "
نہ کر فکر قیام اس میں کہ آفتگاہ ہے دنیا — رہ سیلاب میں غافل بناتا ہے مکاں کوئی — "
منزل ہے دور سوتے ہو کیا غافلو اٹھو — دن چڑھ گیا ہے دھوپ بھی بالیں پہ آگئی — "
وائے غفلت ہیں اتنا بھی نہ معلوم ہوا — کہ کہاں سے ادھر آئے تھے کہاں آکے چلے — "
اسیر اس بزم میں غفلت سے بھی ہے منفعت کیا کیا — مسافر بھولتا ہے خواب میں تکلیف منزل کی — "
مرگئے شیب میں غفلت میں کٹا عہد شباب — شب کو سویا کئے ہم صبح کے ہنگام چلے — "
ہیں پیام مرگ یہ موئے سفید — جاگ غافل صبح پیدا ہوگئی — "
کیا چلیں ہم کہ ہاتھ خالی ہے — زاد راہ عدم نہیں رکھتے — "
غافل اس دنیائے فانی میں نہ کر فکر قیام — یہ سرا ہے شب کے شب میں رہ گیا تو رہ گیا — "
غفلت اچھی نہیں غافل کہ ہوئے بال سفید — کوچ کا وقت ہے یہ خواب سحر خوب نہیں — "

غفلت

مرزوں کو زوال اور عمر سے غفلت نہ جا سکتی
روباہ جیلہ ساز سے شیروں کی گھات میں
دن جوانی کے گئے موسم ہے اب برسات کا
چونک غافل کہ محرم ہونی سے بزم ناز
کس طرح آنکھ سے آنکھوں پہ ہو نظر بندی
پردۂ غفلت سے آنکھوں پہ ہو نظر بندی
اژدہائے غافل نگلے پہ ہو نظر بندی
آخر یاد وقت زوال آفتاب سے بے خبر
محفوظ ہے دور بینگی عالم سے بے خبر
نے صبح ہے نہ عالم سے اگر غافل ہے
جرم جاہل نہیں مقصد سے اگر غافل ہے
راہ بھولا ہوا کیا جانے کدھر منزل ہے
چار دن کے لئے دنیا میں ہے یہ غفلت باقی
کام وہ کیا کہ جسے دولت دنیا سمجھا
غافل نہ بھول دولت کا سمجھا اعتبار کیا
اس دو ہوس چھاؤں کا سا پھیلاؤ جگ
توں بہ سکتا ہے کشتی زر کی بہار جگ میں
جوانی جا چکی پیری میں اب سمجھے تو کیا سمجھے
غفلت سے اہل کیسے نہیں مردہ سے خواب
ان کا بھی خواب کیسا ہے یہ غفلت دنیا

غفلت

	غفلت دنیا کہاں آسایش عقبےٰ کہاں	خواب راحت اور ہے خواب پریشاں اور ہے	اسیر
	نرمیٔ اہل جہاں پر نہ ہو غافل اے دل	موم ظاہر میں تو باطن میں ہیں فولاد یہ سب	"
	آنکھ پیری میں کھلی کھو کر شباب	شام کو سوئے ہوئے بیدار صبح	"
	چھوڑ کر گنج عبث سانپ سے مشغول ہے تو	فکر کر دین کی دنیا کی محبت کب تک	"
	جانا ہے دور قافلہ منزل سے جا چکا	کھولو اسیر آنکھ کہ کم رات رہ گئی	"
	اجل سر پر ہے بالوں میں سپیدی جاگ اے غافل	سحر پیدا ہوئی خورشید آیا تیرے بالیں پر	"
	یہ گنبد خمیدہ نہیں جائے اعتماد	اے بیخبر نہ سوتہ افلاک اینڈ اینڈ	انشا
	خیال ہستیٔ موہوم دل سے دور کر انشا	سفر درپیش ہے تجھ کو تو اس پر آہ غافل ہے	"
	حیف ایام جوانی کے چلے جاتے ہیں	ہر گھڑی دان کی طرح ہم تو ڈھلے جاتے ہیں	"
	وائے قسمت غافل آیا میں امیر	عمر بھر غافل رہا غافل گیا	امیر
	تن سے باہر آ کے دہیان آیا عدم کا روح کو	قید سے چھٹ کر مسافر کو وطن یاد آ گیا	"
	وقت سفر ہے شور سحر ہے چیت مسافر قافلہ راہی	واہ ری غفلت فکر نہیں کچھ بیٹھے ہیں اتنک کھو کے گھر ہم	"
	پیری میں بھی ہم ہزار افسوس	بچپن کی نیند سو رہے ہیں	"
	اس قدر ہو رہو کیوں پاؤں پھیلائے ہوئے	زنگ کی آواز آتی ہے سفر کا وقت ہے	"
	دیکھ غفلت میں جوانی کو نہ کھو	عمر بھر میں اک یہی تو رات ہے	"
	نہ رہنے نہ جانے کی ہم کو خبر ہے	یہ کیسی اقامت یہ کیسا سفر ہے	"
	دنیا کا یہ رنگ اور ہم کو	کچھ ہوش نہیں ہے سو رہے ہیں	"
	افسوس آنکھ خواب تغافل سے تب کھلی	جب آفتاب حشر نمودار ہو چکا	"
	عین غفلت میں ہے خوش اسطرح یہ اہل جہاں	جیسے ہنس پڑتے ہیں لڑکوں کو جو آ جاتی ہے نیند	"
	حال ہشیاری کا بیدار دلوں سے پوچھو	ہم تو غافل گئے غافل رہے غافل آئے	"
	کیا ہوا تجھ کو کہ غافل ہے او امیر سے امیر	حرص سے طبع ہے مشتاق نواہی تیری	"
	جوانی اور پیری ایک رات اک دن کا وقفہ تھا	خمار و نشہ میں دونوں کو کھویا ہائے کیا سمجھے	"
	ساماں ترقیوں کے ہوتے رہیں گے یوں ہی	ہم میٹھی میٹھی نیند میں سوتے رہیں گے یوں ہی	اشک
	اٹھ جائے جو آنکھوں سے پردہ کہیں غفلت کا	ہر شئے میں نظر آئے جلوہ تری صورت کا	"
	چار دیوار عناصر یہ نہ بھول اے غافل	کہیں ایسا نہ ہو لڑکوں کا گھروندا ہو جائے	"
	خواب غفلت میں تھے ایسے مبتلا	ابتدا میں کچھ نہ سوجھی انتہا	احمد
	غفلت میں ہم نے عہد جوانی کو کھو دیا	اب بیٹھے ہاتھ ملتے ہیں کھو کر تمام رات	آتش
	نفس امارہ سا رکھتا ہے یہ سرکش دشمن	آدمی کے لئے غافل نہیں رہنا بہتر	"
	کوئے مقصود سے یوں رکھتی ہے غفلت مجھے دور	جیسے سو جانے سے ہو جاتے ہیں بیکار قدم	"
	اخیر ہو گئے غفلت میں دن جوانی کے	بہار عمر ہوئی کب خزاں نہیں معلوم	"
	پردے یہ غفلتوں کے اگر دل سے دور ہوں	مائل سجود سر پر غرور ہوں	"
	مگر جانا نہیں شاید کہ یاں سے اہل عالم کو	یہ دو دن کے لئے کیا قصر و ایواں مول لیتے ہیں	"
	نہ خوش ہو فربہیٔ تن سے غافل	سبک کرتی ہے مردہ کو گرانی	"

غفلت

غفلت کی یاد جوانی میں غافل کو
غفلت کی وقت فضیلت تمام
گرنہ وقت بھی سنبھلے میں گر پیچھے
بھی سنبھلے کہ نہ پیچھے
نہیں سمجھتے کہ غافل آخر کار ایک دن
عطر کیا ہے سوہ کافور کیا ہے
نشہ غفلت کی حقیقت
خواب میں جیسے
خواب میں اہل جہاں
بچے ہیں
نہ سمجھے
ذرہ غفلت سے
سمجھ رکھنا
پھیرا اس سے
جوانی
ہری ہوئی
عدم کا
خلوت خانہ
سوتے ہی
خالی یاروں کا
عالم میں

غفلت

عالم ہمیں خوش آیا ازبسکہ اس جہاں کا — آگر عدم سے بھولے نقشہ بھی ہم وہاں کا — آتش
صورت ریگ رواں گرم سفر ہوں روز و شب — کچھ نہیں معلوم جاتا ہوں کدھر منزل کہاں — "
حال پر اپنے کسی وقت تو کر چشم کو تر — ہے پھر اندھا وہ کنواں جس میں نہیں پانی ہو — "
راحت طلب کو رنج کشوں کی خبر کہاں — آگاہ کیا سوار ہے تو سن کے بوجھ سے — "
صدا آتی ہے کیوں غفلت میں تم اے اہل تباں ہو — برنگ بوئے گل اس باغ میں دو دن کے مہماں ہو — احد
کھو کر کے جوانی نہ کرو پیری میں غفلت — شب کا ہے نہیں خواب یہ ہے نیند سحر کی — "
مستی سے سو ملک عدم جانا ہے اک دن — اودل تجھے کچھ فکر بھی ہے زاد سفر کی — "
سوؤ گے کب تک بس اب اٹھو انیس — دن بہت غفلت میں تھوڑا رہ گیا — انیس
قرین مہر کے ہے آفتاب قیامت — عبث قبر پر سائباں کھینچتے ہیں — "
حق سے اگر ہے غافل ہرگز نہیں ہے عاقل — ہنری جو ہے تو پھر کیا پرویز ہے تو پھر کیا — اکبر
پھنسایا جھوٹی باتوں سے مجھے دنیائے غفلت میں — سُلایا مجھ کو اس مکار نے افسانہ خواں ہو کر — "
غافلوں کے لطف کو کافی ہے دنیاوی خوشی — عاقلوں کو بے غم عقبےٰ مزہ ملتا نہیں — "
کچھ قدر نہ کی عہد جوانی کی صد افسوس — ہم رہ گئے غفلت میں یہ آیا بھی گیا بھی — "
کون ہے ایسا نہیں ہے موت کی جس کو خبر — پھر جو غفلت ہے تو یہ دنیا کا اک دستور ہے — "
خواب غفلت سے نہ چونکے اہل عالم ہے غضب — گو بہت نیرنگی شام و سحر دیکھا کئے — "
چھپر کھٹ یاں جو سونے کی بنائی اس سے کیا حاصل — کرو کچھ غافلو کچھ قبر میں تدبیر سونے کی — "
اکبر غافل اٹھو یہ خواب غفلت تا کجا — عمر کی شب ہو چکی وقت سحر ہونے لگا — "
کیا تم سے کہیں جہاں کو کیا پایا — غفلت ہی میں آدمی کو ڈوبا پایا — "
عبادت نہ کی اور کئے فعل زشت — ہم آئے تھے کیوں اور کیا کر چلے — "
کٹے جاتے ہیں عمر کے پورے دن — نہیں معلوم جائیں گے کہاں تک — اختر
اپنی منزل کو پہنچ بھی گئے جانے والے — فقر و فاقہ میں تو اے قوم رہے گی کب تک — "
نیکنامی کی نہ پائی کبھی اس نے خوشبو — چڑھ گیا مغز میں جس شاہ کے غفلت کا بہار — اسمٰعیل
پڑے بے خبر ہائے سوتے رہے — عبث نقد اوقات کھوتے رہے — "
غفلت میں ہیں سرمست بدلتے نہیں کروٹ — گوسر پہ اٹھائی ہے زمیں شور درانے — "
کٹی عمر غفلت میں اپنی تمام — گیا دن گزر ہونے آئی ہے شام — "
یہ تھا مرحلہ جس کو سمجھے تھے گھر — مہیا کیا کچھ نہ زاد سفر — "
گئی رائیگاں مفت عمر عزیز — نہ کی چیز ناچیز میں کچھ تمیز — "
گیا وقت اور ہاتھ آیا نہ کچھ — بہت کھو کے بھی ہم نے پایا نہ کچھ — "
فکر دین کے ساتھ رکھنا فکر دنیا بھی ضرور — ہیں بہت دشمن کہیں دھوکا نہ دیجائے کوئی — اقبال
غافل یہ لوگ چین سے بیٹھے ہیں ہے غضب — کوس رحیل کی ہے صدا روزیاں بلند — افسوس
ہو نہ غافل کہ ہر اک شخص ہے مہماں بیٹھا — گور میں پاؤں کو لٹکائے ہے انساں بیٹھا — انور
فصل گل آکر گئی فصل خزاں داخل ہوئی — وائے غفلت دونوں ہاتھ اپنے گریباں میں رہے — "
بدلہ نہ کوئی اصر نہ ہم سے ہوا اے بحر — ناکام رہے کچھ نہ کیا کام خدا کا — بحر

خواب غفلت

ہیں بار ارجہاں سے سبکسار ہم نہیں — جو خفتگان خاک ہیں بیدار ہم نہیں
اہل بہار سے ہے سبکسار ہوا سو وا نعدا کی راہ کا — غافلوں سے سبکسار ہے منزل مقصد کو بھول جانا
جو دولت فنا میں کھو بیٹھا ہے غافل — بنا کر پوشش ایام سے خاطر جمع کیا ہوگا
ہوئی گر گوش ایام سے خاطر جمع کیا ہوگا — ہوئی گر گوش ایام سے خاطر جمع کیا ہوگا
شام عمر کیسی ہوگی ہے سب کچھ خواب میں — ارے کیا دن میں سے سب کچھ خواب ہوگا
دل کیسی خیال میں ہے سب کچھ خواب ہوگا — دل کیسی خیال میں ہے سب کچھ خواب ہوگا
چشم غفلت سے نظر میں باغ خالی ہو گیا — چشم غفلت سے نظر میں باغ خالی ہو گیا
اے نسیم ہل کہاں ہے تو خاک جو فاضل ہوئے — اے نسیم ہل کہاں ہے تو خاک جو فاضل ہوئے
حافظ ہوئے تو خاک خبردار ہو کون ایسا ہے — حافظ ہوئے تو خاک خبردار ہو کون ایسا ہے
اپنی غفلت سے خبردار کبھی ہو آیا — اپنی غفلت سے خبردار کبھی ہو آیا
عہد طفلی نہ جوانی میں رہا ہے تمام غفلت — عہد طفلی نہ جوانی میں رہا ہے تمام غفلت
دانمی منزل ہستی سے چھڑے دل یاد آیا — دانمی منزل ہستی سے چھڑے دل یاد آیا
جو یہاں آیا اسے کرنا ہے اک دن جانکنی — جو یہاں آیا اسے کرنا ہے اک دن جانکنی
موت کو بھولے ہوئے ہیں سب کے سب غافل — موت کو بھولے ہوئے ہیں سب کے سب غافل
سو رہا یاد آئی دن ہے سب کے سب غافل — سو رہا یاد آئی دن ہے سب کے سب غافل
مسافر گھر کو بھول گیا تو ہے — چلے تو بھول گئے تو ہے مسافر اپنا
خواب غفلت

غفلت

خواب غفلت سے جو اب چونکے تو کیا	وقت کوئی لمحہ کوئی دم رہا	بحر
بحر گھٹنوں پر جھکا پیرانہ سر	ڈھل گیا سورج بہت دن کم رہا	"
ہوا جو کچھ کہ عشرت کا مآل کار ہونا تھا	صدا نوبت کی سنکر غافلو ہوشیار ہونا تھا	"
بحر اپنی کس سے کہئے خلق ہے غفلت پسند	مردم خوابیدہ کو کب شوق افسانہ ہوا	"
خدا جانے کہاں ہوں اور کیا ہوں	کھلے احوال کیا جب ہو خبر بند	"
مقام گریہ ہے شاید کہ غفلت مردم	جو شب کے پردہ میں کرتی ہے پاسبان فریاد	"
غافل نکل کے باغ تعلق سے سیر کر	کیا برگ دل بہار پہ ہے بینوا کے پاس	"
ہوائے عیش کو سر سے نکال ہوش میں آ	سحر ہے شام جوانی سفید بال نہیں	"
خواب غفلت ہے تماشائے جہاں کچھ بھی نہیں	کھل گئی آنکھ تو فرماؤ کہ ہاں کچھ بھی نہیں	"
غافل سیاہکاری دنیا سے خوف کر	نار سقر بھری ہوئی ہے اس زنگال میں	"
یہ وقت ہاتھ سے جو گیا پھر ملو گے ہاتھ	دنیا ہے خواب بیٹھے ہو تم کس خیال میں	"
افسوس عمر کٹ گئی رنج و ملال میں	دیکھا نہ خواب میں بھی جو کچھ تھا خیال میں	"
دروازۂ غفلت ہے کھلا آدمیوں پر	راحت کا محل ڈھونڈتے ہیں دار محن میں	"
روز خلقت سے جو ہو پنبۂ غفلت در گوش	اس کو ناصح کی نصیحت کا اثر کیونکر ہو	"
عمر دو روزہ میں نہیں اک دم کا اعتبار	فکر مآل کار سے غافل بشر نہ ہو	"
کار امروز بفردا مگذار اے ناداں	روح کا پھر تن خاکی میں گذر ہو کہ نہ ہو	"
غفلت میں کچھ کسی کے شناسا ہوئے نہ ہم	آنکھوں کو بند کر کے زمانہ کی دید کی	"
نیرنگیٔ دنیا کا تماشا ہے نمایاں	غفلت اسے کہتے ہیں کہ عبرت نہیں ہوتی	"
ایک دن رہنا ہے اسمیں گور کو غافل نہ بھول	تیرا وہ گھر ہے جو باہر ہے تری املاک سے	"
سیہ کاری میں کچھ سمجھے نہ بالوں کی سفیدی کو	پیام آیا مگر چونکے نہ ہم خواب تغافل سے	"
تکیہ مسند پہ اگر ہے تو یہ غفلت کیسی	گنج زر خواب میں ہاتھ آیا ہے دولت کیسی	"
مآل کار کی غفلت شعار کو کیا فکر	میان خواب کسے اعتبار ہوتا ہے	"
فکر کر تجھ کو بھی درپیش سفر ہے غافل	اٹھ گئے سب ترے احباب تو بیٹھا کیا ہے	"
دیکھ لڑکوں کو جوانوں کو اگر ہے تمیز	غافلوں کو ہے خوشی رنج ہے ہوشیاروں کو	"
یہاں غفلت کی پٹی ہے سب آنکھوں پر شبرباند ہے	نہ رکھ چشم امیدان سے خدا پر رہ نظر باندھ	"
ہر گھڑی کہتا ہے گھڑیال با آواز بلند	دار فانی میں نہ غافل کوئی مہمان رہے	"
اہل زمانہ نشۂ غفلت میں چور ہیں	جام زمردین فلک جام بنگ ہے	"
پنبۂ بالش و بستر پئے راحت رکھے	گوش دل میں نہ مگر پنبۂ غفلت رکھے	"
کس سے احوال جہاں پوچھئے غافل ہے جہاں	خواب میں خواب کی دیتا نہیں تعبیر کوئی	"
کس نے یہ ہمیں بھلا دیا ہے	معلوم نہیں کدھر گئے ہم	"
نہ کھلا حال وجود و عدم اپنا آخر	مل گئے خاک میں ہم خاک سے پیدا ہو کر	"
خوش نہ ہوگا کوئی سوتا چونک کر	بحر تو غافل کو سمجھا کر نہ چھیڑ	"
فائدہ غافل کو اپنے مال سے ہرگز نہیں	سلطنت کس کام کی دیکھے جو کوئی خواب میں	برق

اہل غفلت کو نہیں سوز یقین — بیتاب
آسمان ہیں مردہ سے ہزار زندہ کی صورت خوابیں ہیں
ہوتے ہیں سب جاگتے بیتاب اور تصور خواب ہم
خلق کو خواب سے کرتے ہیں بیدار — پریشان
ہوئی کو خواب سے کرجاؤ گے اے شمع سحر
ہمیشہ دہیان رہتا ہے جو یوں تعمیر ایواں کا
عمر کے دن جو گزرتے ہیں کہ ہیں آرام میں
کہتے ہیں ذکر گزشتہ کو کہ یہ بھول غفلت
ہوتے ہیں منہ تو کہتے ہیں کہ ہیں نصیب
کیا یہاں سے غافلوں کے واسطے راحت گئی
کھلتے ہی تو غفلت کے فرصت بھول گئے
صبح کو یاد نہیں خواب میں دیکھا کیا ہے
اس زیست میں موت سے کرات تھا ری
اے غافلو عمر کے گزرتے ہیں جاتی
گو جاگتے غفلت نہیں بیدار — نجمی
اے غافلو کیا غفلت خواب سفر
غافلو ہشیار ہو کر باندھو اسباب سفر
غافلہ کا کوچ ہے دل سے جرس کا پیچ و خم
غفلت میں ہم بھی خاک نہ سمجھے ہزار حیف
پیدا ہوئے تھے آئے تھے کس کام کیلئے
دنیا کے

دنیا کے بکھیڑوں میں پھنسے کیوں تجمل	آغاز میں سب کر چکے انجام کی ٹہری	تجمل	
ساری شب ہستی میں گذری غافلو ہشیار ہو	وقت طاعت آب خجلت میں نہانا چاہیے	〃	غفلت
ہماری عمر غفلت کے سبب برباد جاتی ہے	خدا کی یاد دم بھر بھی نہیں بھولے سے آتی ہے	〃	
تا کجا ہمانسرائے دہر میں تسلیم خواب	دیکھ آغاز سحر بیدار ہو بستر اُٹھا	تسلیم	
لحد کو نشہ دولت میں بھولے ہیں منعم	خبر نہیں کہ وہاں کام زر نہیں آتا	〃	
آوارگی میں عمر دو روزہ گزر گئی	اپنا کہیں غبار کے مانند گھر نہ تھا	〃	
بتائیں کیا کہ ہوا غفلت شباب میں کیا	خبر نہیں ہے کہ ہم دیکھتے تھے خواب میں کیا	〃	
اہل غفلت لذت راحت سے دیکھے بے نصیب	دیدۂ تصویر کا بنتا نہیں غمخوار خواب	〃	
غافل و ہشیار ہیں عالم میں مثل حرف خط	غیر کو دیتے ہیں خبریں خود خبر رکھتے نہیں	〃	
ہو چکی شام جوانی صبح غفلت تا کجا	اس قدر اے بیخبر خواب گراں اچھا نہیں	〃	
کس قدر تسلیم اس ہستی پہ ہیں بھولے ہوئے	وقت آخر ہے مگر فکر عدم رکھتے نہیں	〃	
عالم کی ہے خبر مگر اپنی خبر نہیں	غفلت بھری ہوئی ہے دل ہوشیار	〃	
یہاں فریب و نشیب و فراز اکثر ہے	خدا کے واسطے اتنا نہ منہ اُٹھائے چلو	〃	
گٹھڑی دولت کی رکھی جس نے بڑی ہے سر پر	کچھ خبر اس کو نہیں موت کھڑی ہے سر پر	تراب	
راتدن جو خواب و خور میں کرتے ہیں اوقات صرف	آدمی ان کو نہ کہیئے وہ تو گاؤ میش ہیں	〃	
عجب غفلت و کاہلی میں تراب	چلے جاتے ہیں عمر فانی کے دن	〃	
مرد غافل اس کو کہیئے جسمیں ہے طول امل	الاماں غفلت میں جس کی عمر سب برباد ہو	〃	
صبح سے تا شام دن بھر خواب غفلت میں کٹا	رات آئی اب تو جاگو کار بیداری کرو	〃	
جو دنیا میں رہ کے ہو حق سے غافل	نتیجہ اُسے کیا ملا زندگی کا	〃	
اے دل غفلت زدہ بیدار ہو سوتا ہے کیا	عمر آخر ہو چکی ہشیار ہو سوتا ہے کیا	〃	
دم غنیمت ہے نہ ہو غافل خدا سے ایکدم	زندگی نعمت ہے غفلت میں اسے کھوتا ہے کیا	〃	
جو غفلت ہی میں جاگا اور سویا	کمائی کچھ نہ کی سب اس نے کھویا	〃	
ہنسی میں جس کی گزری عمر ساری	وہی دنیا سے چلتے وقت رویا	〃	
زندگی تھوڑی ہے کیا جانئے کب آئے موت	اس قدر طول امل موت سے غفلت ہے عبث	〃	
کرو دن رات بیداری کہ غفلت ہو سیہ کاری	جو کوئی سویا روئے گا جو جاگا ہنسے گا وہ جو ہے جاگا	〃	
پھنسے ہیں لذت دنیا میں اہل دنیا یوں	ہو جیسے طعمہ مردار پر غراب کا حال	〃	
کیوں بڑا ہے میں نہیں واں کی تجھے فکر تراب	وقت آیا نہیں کیا کوچ کی تیاری کا	〃	
کیونکر نہ خفتہ بخت ہم ان کو کہیں تراب	جو یاد حق سے غافل بیدار سو گئے	〃	
غفلت و عصیاں میں جنکی ہو گئی اوقات صرف	ان سے پوچھو تم نے کیا پایا یہاں کیا کھو گئے	〃	
عمر بیخبری و غفلت میں چلی جاتی ہے	موت سایہ کی طرح پیچھے لگی آتی ہے	〃	
منتظر ساعت کا رہ غافل نہ رہ حق سے تراب	آئے دن چلنے کے تھوڑی زندگانی رہ گئی	〃	
بے طرح ہو گی اُسے واں شرمساری ہائے ہائے	کٹ گئی غفلت میں جس کی عمر ساری ہائے ہائے	〃	
ہم تو غافل تھے ہوا اب تجربہ	صبح آئے گھر میں بدلے شام کے	〃	

غفلت			
ہوس کو غفلت میں کیا عمل سے جوانی	عالی	آنکھ سے پردۂ غفلت جو اُٹھا کر دیکھیں	جلیل
تھا آب بقا گھر میں مگر ہم نے نہ جانا	"	راہ رہی غفلت نہ چونکا گور تک	"
آخر ہوئی رات اور ابھی یاں نہ عمل ہے	خاطر	ہوس رہتی نہ دنیا کی نہ رہتا نشۂ دولت	جوہر
اس واسطے اوروں کی بھی غفلت سے گیا ہے		پڑا ہے پردۂ غفلت ضرور آنکھوں پر	جگر
بھولا ہے تو دنیا میں بنا کر کے بہانا		عہد پیری میں مناسب نہیں غفلت اے دل	جاہ
قصہ زر میں کسو نے کا بھی کھو کر نہ سونا		مکاں ہستی کا کیا غفلت سرا ہے	جنوں
عالم غفلت میں بسر ہوتی ہے سب کی		نقد ہوش و خرد و دولت دین و ایمان	"
غفلت نہیں معلوم ہے کس کو بھی یہاں سے		پیش خالق شب کے سونے سے ہے بہتر جاگنا	"
کچھ فکر نہیں ہے کسو غفلت میں بسر سے		نہ کچھ فکر طاعت نہ یاد خدا ہے	جوہری
نادہ ہو کے تو لے دل کو جہاں جا کے وہاں سے	نہالی	رہے ہم محو آواز جرس ہائے	جویا
غافل جہاں کی دید کو مفت نظر سے		کہیں ایسا نہ ہو یکبار دیوار فنا بیٹھے	"
پھر دیکھنا نہیں ہے اس عالم کے خواب سے		گئی سب عمر غفلت میں کیا سامان نہ منزل کا	"
پھر دیکھنا نہیں ہے کسو کو غفلت سے		جو کچھ سمجھتے تو یہ رنج کیوں اُٹھاتے ہم	"
سیر کرو دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں		جانتے سب ہیں کہ مرنا ہے ہمیں اک دن ضرور	"
زندگی گر کچھ رہی تو جوانی پھر کہاں		واں سے تو کیا کہکے آیا کیا گیا یاں آن کر	"
واسطے غفلت کرنا تھا		فکر عقبےٰ کی نہ واں کی یاد یہ غافل ہوا	"
جو ہیں پہلے کام کرنا		کھو دئے غفلت میں طفلی و شباب	جوش
		عمر کو لہو و لعب ہی میں گنوایا ہم نے	"
		بھولے بیٹھے تھے خودی میں جو خدا کو خود سمر	جلالی
		جگا کے تھک گئی عبرت بھی خواب غفلت سے	خفیظ
		زندگی تو نے عبث کھیل میں کھوئی حیرت	حیرت
		چلتے چلتے جو یہاں راہ میں ٹھیرے یارو	"
		یہ دنیا ہے کیا دل لگانے کی جا	"
		سرائے فانی میں دل لگا کر تماشا دنیا کا خوب دیکھا	"
		غافلو کرتے ہو کیوں دنیا سے فانی میں بنا	"
		کبھی وحشت نہ کرنا چاہئے گور غریباں سے	"
		خبر اس کی نہیں سر پر خزاں کے دن بھی آتے ہیں	"
		ہوس میں دنیا ہی کی بسر کی نہ اسکے انجام پر نظر کی	"
	واعظ	ہشیار جو مشہور ہیں دنیا کے طلب گار	"
		ارے اے غافلو کیا حشمت دنیا تمھاری ہے	"
		رہ گئے وہ جو بجا لانے تھے فرمان ہم کو	"
		شب چلی موئے سیہ ہونے لگے حیرت سفید	"
		عقبےٰ کی بھی کچھ خبر نہیں ہے	حسرت
		دل کے آئینہ میں لاکھوں ہی سکندر دیکھیں	جلیل
		سوتے پاؤں سے میں تا منزل گیا	"
		کوئی منعم مے غفلت سے گر بیدار ہو جاتا	جوہر
		زمانہ جام بدست و خزانہ بروش ست	جگر
		صبح طالع ہوئی جاگ اب ترا سونا ہے عبث	جاہ
		جو غافل اس کے رہتے ہیں کہیں سب	جنوں
		ایک غفلت تری سب کے تئی ہے ناداں تا راج	"
		ہوشیاروں کو نہیں لازم کریں غفلت کی حرص	"
		گئے بھول سب کچھ یہاں آتے آتے	جوہری
		گیا آگے غبار کارواں تک	جویا
		یہ کیسے سایۂ غفلت میں ہیں یاں آشنا بیٹھے	"
		اُٹھو کچھ کام واں کا بھی کرو کرتے ہو کیا بیٹھے	"
		خزاں کی کس کو خبر تھی بہار کے آگے	"
		بادۂ غفلت سے لیکن ہر کوئی مخمور ہے	"
		کیا کہے گا جا کے واں کس بات پر مغرور ہے	"
		کچھ خبر تجھ کو نہیں کس کام پر مامور ہے	"
		جوش اب پیری میں پچھتاتے ہیں ہم	جوش
		آ کے اس بزم خرابات میں نادان رہے	"
		دم میں اے چرخ انھیں زیر زمیں دیکھ لیا	جلالی
		مگر نہ چونکے ہم اس پر بھی اُف ری بے خبری	خفیظ
		گلشن عیش کا دم بھر نہ تماشا دیکھا	حیرت
		دیکھنا کوئی نہ یاں گوہر ایماں بھولے	"
		جو بیٹھا ہے بے فکر نکیر لگا	"
		وہ عہد حق سے بھی کر کے بھولا کہے کی اپنے خبر نہیں ہے	"
		مل گئے ہیں سیکڑوں محلوں سے اُٹھکر خاک میں	"
		تمھیں اے غافلو آخر یہی بستی بسانی ہے	"
		چمن میں گریۂ شبنم پہ غنچے مسکراتے ہیں	"
		گنوائی غفلت میں عمر ساری الٰہی توبہ الٰہی توبہ	"
		وہ سب ہیں انجام سے غافل نظر آئے	"
		کوئی پوچھے تو اُن سے کیا عدم سے ساتھ لائے ہیں	"
		تو نے دھوکا دیا اے عمر گریزاں ہم کو	"
		خواب سے چونکو کہ سر پر آفتاب آیا ہے	"
		دنیا سے تو بے خبر گئے ہم	حسرت

ہے آدمی کی پردہ غفلت سے زندگی
خبردار اے دل خبردار رہو
جب پاؤں تھکے تو جستجو کی
نہیں جز بے مزگی کوئی مزہ دنیا میں
برباد ہوئی عمر عبث حضرت ذاکر
وقت فرصت کر نہ افسوس غنیمت جانا
رہیں گے کب تلک اے رند خواب غفلت میں
وہی خواہش ہے دنیا کی وہی غفلت ہے عقبیٰ سے
چشم عبرت ہے ذرا سیر چمن کر غافل
بے خبر بیٹھے ہو کیا منزل ہستی میں رند
عمل خیر کر لے کچھ غافل
منہ ہو گئے سفید سیہ کاریوں میں رند
غنیمت سمجھو وقت فرصت کو غافل
دیکھا بھی نہ ہم نے خواب غفلت میں تھے
ساعت معلوم اجل کے آنے کے نہیں
شہد میں جیسے مگس ہم حرص میں پابند ہیں
تہمتیں چند اپنے ذمہ دھر چلے
مثال بت سب کے سب بے حس ہیں دیکھو قہر خدا کی نیند میں
پڑے ہیں کیسے یہ ہے غافل چڑیاں ہیں کس کس بلا کی نیند میں
دیکھئے واماندگی اب کیا دکھائے
اعمال سے میں اپنے بہت بے خبر چلا
اتنے دنوں تک کے جہاں میں کارہائیاں کچھ نہ کیا
کچھ فکر عاقبت نہیں افسوس ہے سخن
کچھ کام نہ ہم سے دین و دنیا کا ہوا
فکر سے توشہ عقبیٰ کے ہے غفلت کیسی
سعید جاتی ہے غفلت میں عمر ہوش میں آ
اس قدر کس لئے غفلت ہوئی کیوں بھول گیا
بن کے ہشیار پڑے بھول ہیں اہل دنیا
خدا سے ہیں محروم دنیا کے طالب
غفلت میں ساری عمر بسر کر چکا سراج
آج تک بیٹھے تھے ہم غافل مآل کار سے
کھلا تب یہ کٹی سب عمر جب بے سود گردش میں
نہیں اٹھتے ہیں جگاتا ہے زمانہ ان کو

مر جائے گر ذرا بھی ہو غافل کو اطلاع — داغ
نہیں اب نہیں تیری غفلت کے دن — "
جب دل نہ رہا تو آرزو کی — "
پر مزہ دار بنا دیتے ہیں غفلت کے مزے — ذوق
جز بے ہنری تم کو کچھ آیا نہ ہنر خاک — ذاکر
کل جسے سہل سمجھتے تھے وہ اشکال ہے آج — رند
ہیں کس خیال میں اہل جہاں نہیں معلوم — "
نہیں کرتے ہیں اب تک فرق بد میں اور بہتر میں — "
مل گئے خاک میں لاکھوں گل رعنا کیسے — "
کوچ درپیش ہے تیاری کرو چلنے کی — "
وقت فرصت وگرنہ جاتا ہے — "
کس کام کو تم آئے تھے اور کر کے کیا چلے — "
نہ ہاتھ آئے گا پھر یہ موقع جواب ہے — "
اب آنکھ کھلی کہ جب جوانی نہ رہی — رشید
پھر بھی کچھ فکریاں سے جانے کی نہیں — "
وائے غفلت اس سیہ زنداں میں یوں خرسند ہیں — سوز
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے — "
یہ جاگے تھے ابتدا میں کس دن جو ہوئے ہیں انتہا کی نیند میں — "
نسیم غفلت کی چل رہی ہے اندھیری ہیں بلا کی نیند میں — "
قافلہ یاروں کا سفر کر گیا — "
آیا تھا آہ کس لئے اور کیا میں کر چلا — "
ہائے ری غفلت ہم نے تو مرنے کا بھی سامان کچھ نہ کیا — سخن
کیوں کھو رہا ہے عمر کو غافل ادھر ادھر — "
اوقات یہ مفت میں گزاری اپنی — "
اہل جاگیر یہ دنیا کی ہے جاگیر عبث — سعید
کدھر خیال ہے دنیا ہے خواب کے مانند — "
یاد کیا روز ازل کا تجھے اقرار نہیں — سید
زر کے طالب ہیں کوئی زر کا طلب گار نہیں — "
خرابی کے طور اب ہمارے ہوئے ہیں — "
دو دن تو اپنے ہوش میں آ کاہلی کو چھوڑ — سراج
دیکھکر حال جہاں واچشم عبرت پھر ہوئی — "
ہماری آخری منزل ہے تربت جسکو کہتے ہیں — "
خواب غفلت میں بیدار نہ ہونے والے — سفیر

غفلت

زینہ کیا گر خواب سے پھر نہ اٹھی میری غفلت — نسیم
زینہ بھی نہ شانہ لا سکے یہ کھلا ہم پہ — "
سبھی کب تن سے گزرنی ہے عالم میں بیہوشی — شرر
جان کب تن سے گزرنی ہے جو آتی ہے بیہوشی — "
ہوئی کب ہوشیار ہو گزری جو آتی ہے بیہوشی میں — "
بس اب بس ہو گئے سرشار اس مستانہ غفلت میں — شیفتہ
بھلا کب تک رہو گے مست اس میخانہ غفلت میں — "
اس واسطے ہم آئے تھے دنیا میں کیا سب نے — "
اس کا جو دیکھئے تو شہید ایک ہی سب ہے — شہید
چھوڑ غفلت کو تیاری سے اے غافل سب ہے — "
قافلہ چلنے کو تیار ہے تو خواب میں کیا — "
دیکھو کہاں ہیں زیست سے اے غافل سب ہے — "
دنیا جسے سمجھتے ہیں ہم وہ سراب ہے — شاداں
جو کام تھا نہ کیا اور وہ کیا جو کیا تو کیا — "
کر جو کام تھا نہ کیا اور وہ کیا جو کیا تو کیا — "
زردار ہوتے ہیں یوں جو ہیں خاک کو بھی چھوتے — "
صبح کھلا نہ اس قدر ہو تو کر ہیں شب کو یاں — "
غافل نہ اس قدر ہو کچھ اپنا بھلا سمجھ — "
حرص جا تا نہیں جب تک نہ بیداری طاری ہو — "
غفلت اچھی نہیں مناسب ہے کر بیدار ہو — "
ہے اب بس بزم مناسب ہے کر بیدار ہو — "

جاگیر ایل

غفلت	جاگ اے دل خواب مستی سے فغاں کا وقت ہے	عزیز
	اے ننگ جہاں اے شاد حزیں کچھ شرم بھی اک ہوتی ہے	
	جاگ شائق وقت اب نزدیک ہے	شائق
	اس قدر غفلت تجھے شائق کبھی لازم نہیں	"
	ضرور آفاق سے سفر ہے سروراں قابل حذر ہے	صفدر
	یہ خواب غفلت رہیگا کبتک پیری آلی کبھی جوانی	"
	جہاں کے اچھے بروں سے خبر نہیں ہم کو	"
	وائے حسرت مرکے یہ عقدہ کھلا	صابر
	صبح پیری ہوئی اور کوچ کا وقت آپہونچا	"
	اپنی غفلت سے ہم آزاد بھی ہوکر نہ چھٹے	"
	اہل غفلت اصل پر اپنی نہیں کرتے رجوع	"
	عدم کی فکر کریں عالم وجود میں کیا	"
	اہل غفلت اہل دانش کے ہیں، محتاج مدد	ثاقب
	ظاہر تمھیں عقبے کی ذرا فکر نہیں ہے	طاہر
	نہ آغاز سوچے نہ انجام سے ہے	ظہیر
	اے راہبر و ملک عدم خواب کہاں تک	"
	سب یار کوچ کر گئے بیری کھلی نہ آنکھ	ظفر
	گزری اسی طرح سے غفلت میں جوانی اپنی	"
	نہ کیا کام کچھ ایسا جو وہاں کام آتا	"
	یہ جو تم دیکھتے ہو غفلت ہیں	"
	وائے اے بے خبر و تم کو خبر خاک نہیں	"
	جب تک رہے بیدار رہا عالم غفلت	عرش
	اب رات نہیں صبح کے آثار ہیں ظاہر	"
	غافل نہیں تو دیکھ لے سختی کو قبر کی	عاشق
	عمر غفلت میں کیوں گزرتی ہے	"
	صبح ناکام کی طرح آنکھ کھلی پیری میں	"
	مردوں سے بھی زندان میں سوا پاتے ہیں غفلت	"
	بھر سے اٹھا تعلق دنیا کے تو حجاب	"
	بہت خواب غفلت میں سوئے ہو عاشق	"
	مفت برباد عمر کی عاشق	"
	جاگ جاگ عیش سحر ہو گئی منزل ہے کڑی	عیش
	اے عیش اٹھ بسا رکے بیٹھا ہے پاؤں کیا	"
	یہ کیا غفلت ہے منہ دھو اٹھکے اب شتک امت سے	عزیز

	ہو گئی آخر شب عشرت اذاں کا وقت ہے	شہیدی
	اے جہل مرکب اے حیواں اے بے خبر زناں کچھ کیا	شاد
	خواب غفلت میں بہت سو یا کیا	شائق
	دیکھو نیرنگ جہاں گو دیدۂ بیدار ہے	"
	مقام عبرت یہ خشک و تر ہے شراب کبتک کباب کبتک	صفدر
	ذرا ہو بیدار سونیوالو سحر ہے نزدیک رات کم ہو	"
	کسی سے نفع کسی سے ضرر نہیں ہم کو	"
	زندگی بھر عمر نے دکھلائے خواب	صابر
	حیف ہے پاس مرے زاد سفر کچھ بھی نہیں	"
	نہیں معلوم کہ کیا بند رہا کیا کھولا	"
	دانۂ خشخاش کی رنگت نہیں تریاک میں	"
	حیات پردۂ غفلت ہوئی جہاں کیلئے	"
	نیک و بد پہ خواب کے دیکھا اثر تعبیر کو	"
	ایسا کوئی غافل نہیں دیکھا نہیں دیکھا	طاہر
	ملے خاک میں ہم جوانی کی صورت	ظہیر
	دلبستگی عالم اسباب کہاں تک	"
	غفلت نے کیا کہوں مجھے کیسا سلا دیا	ظفر
	جیسے مستی میں گزر جائے ہے میخوار کی رات	"
	کھوئی یاں عمر ظفر ہنسنے پہ نہیں ہائے عبث	"
	خواب ہے غافلو خدا کی قسم	"
	کہ اجل سر پہ ہے سامان سفر خاک نہیں	"
	آیا جو ہیں خواب تو سب کچھ نظر آیا	عرش
	بیدار ہوا اے عرش کہ وقت سفر آیا	"
	مردوں کے استخواں سے خالی گڑھے نہیں	عاشق
	موت کا کچھ خیال آتا ہے	"
	کیسی غفلت میں جوانی تری دن رات گئی	"
	جس خواب میں آواز ہے وہ خواب گراں ہے	"
	غفلت کا پردہ دل سے جہاں آفریں اٹھ	"
	اٹھو جلد وقت دعا ہو گیا	"
	آکے یاں کیا کیا دیا تو نے	"
	اتنی غفلت بھی کہیں اہل سفر کرتے ہیں	عیش
	آرام کی جگہ تو یہ دنیائے دوں نہیں	"
	صدا دیتا ہے میر کارواں لے ہوش میں آجا	عزیز

غفلت

ہے یہ معلوم کہ ہم پیش خدا جائیں گے	علی احمد	صفحہ
پس مردن جو ہم نے آنکھ کھولی جا کے تربت میں	عطا	
وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں	غالب	
بے خبر موت سے اپنی ہے یہ ناداں کیسا	غافل	
عہد پیری میں بھی غفلت نہ گئی اپنی دریغ	"	
نزع میں آنے لگی ہے فکر زاد آخرت	فیضی	
عمر غفلت میں گنوائی میں نے	"	
آغاز سے آگاہ نہ انجام سے واقف	"	
عہد پیری میں بھی غفلت ساتھ ہے	"	
دام غفلت میں جو فرخ نہیں ہم آئیں گے	فرخ	
غافلو دنیائے دوں رکھتی نہیں پائے ثبات	فوق	
اٹھو بھی اے فوق سب مسافر بستر اپنے اٹھا رہے ہیں	"	
جو ہوتی کیفیت غیب کی خبر اے قطب	قطب	
مجھ کو غفلت نے خبر ایام فرصت کی نہ دی	قدرت	
طلب میں عشرت دنیا کی مت کھو عمر دو روزہ	قائم	
وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا	"	
تو صید گاہ دہر میں غافل ہے کس لئے	قدر	
کچھ نہیں سوجھتا ظلمت کدۂ عالم میں	"	
کچھ بھی غفلت کا نہ ثمر پایا	"	
جاگ اے دل خواب غفلت سے کہ شیطان ساتھ ہے	"	
کہاں تک خواب غفلت قدر آنکھیں اپنی ڈالو	قدر	
کیا کہو گے قدر بولو تو جو پوچھے گا خدا	"	
بند ہو جائے گی جب آنکھ تو پچتائے گا	"	
کچھ من ضحک ہنسی نہیں ہے	"	
پتلیاں آنکھوں سے اٹھتی نہیں چلنا کیسا	"	
ہوں میں حیراں کہ بڑھاپے میں یہ غفلت کیسی	"	
کوئی رہ کر محل میں بھول نہ جائے	"	
پھنسے ہشیار ہو کر دنیوی غفلت کے پھندے میں	"	
اہل دنیا بھولے ہیں اللہ کو	"	
اتنی بھی فکر نہیں بیٹھے ہیں گو پا بر کاب	"	
عاقل ہے تو تو زیست ہی میں بندوبست کر	قلق	
فکر مآل کار تو کچھ زیست بھر نہ کی	"	
ریاض دہر میں اس رنگ سے گزرتی ہے	"	

کیسے غافل ہیں کہ انجان بنے بیٹھے ہیں	علی احمد	صفحہ
تو اس دم دہیان آیا آج تک تھے خواب غفلت میں	عطا	
اٹھے بس اب کے لذت خواب سحر گئی	غالب	
آ کے یاں بھول گیا آپ کو انساں کیسا	غافل	
خواب میں ہم رہے اور صبح کا آغاز ہوا	"	
وقت رحلت ہم نے اسباب سفر پیدا کیا	فیضی	
یہ مثل صحیح ہے کہ سویا چوکا	"	
افسوس کہ ہم لوگ بھی کیا بیسر و پا ہیں	"	
دن نکل آیا ابھی سوتا ہوں میں	"	
جس جگہ جانا ہے فی الفور پہنچ جائیں گے	فرخ	
مرتے ہو کیا چار دن کی زندگی کے واسطے	فوق	
یہ خواب غفلت رہیگا کب تک جو جانیوالے ہیں جانے ہیں	"	
تو اس کی یاد میں غفلت ذرا نہ کرتے ہم	قطب	
آہ جب جاتے رہے دن تب ہمیں پچتانے لگا	قدرت	
یہ عشرہ ہے دہے کا سا اسے غم میں بسر لے جا	قائم	
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا	"	
پھندا لگا ہوا ہے ترے بال بال پر	قدر	
پردے پڑ جاتے ہیں ہو جاتی ہے غفلت کیسی	"	
ملی تنخواہ نہ بیکاری کی	"	
چور کا کھٹکا ہے اس عالم میں غافل کیلئے	"	
پڑے ہیں آج تکیے میں جو کل تک تھے چھپر کھٹ میں	قدر	
عمر غفلت میں گزاری تو نے اے غافل کہاں	"	
خواب غفلت سے نہ چونکا کبھی اے دل افسوس	"	
غافل نہ کسی پہ تو ہنسا کر	"	
یوں ہی بیکار ہیں سب مردم آرام پسند	"	
نیند آئی مجھے ہنگام سفر کیا باعث	"	
یاد رکھے مزار کی صورت	"	
یہ ہم نے جاگنے میں خواب دیکھا ہے خیالوں کا	"	
ہر کوئی بندہ کا بندہ ہو گیا	قلق	
سفر گور میں بے زاد سفر کیا ہو گا	"	
انساں کو بعد مرگ بھی ہے گھر کی احتیاج	"	
زاد سفر کا اب ہے دم اختصار سوچ	"	
خبر خزاں کی نہ فصل بہار سے واقف	"	

غفلت

	لائق جو کوئی ہے خواب میں غفلت کے روز و شب	بیدار کب کرے اُسے تعبیر کی تڑپ	لائق
میر	یہ بے خبری کہ یاد جس کی	تھی واجب و فرض اُسے بھلایا	مومن
	موسفیدی کے قریب اور ہے غفلت مومن	نیند آتی ہے بارام اگر آخر شب	"
	عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن	آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے	"
	جب تم ہی نہیں کرتے ہو خود اپنی مدد	غیروں سے محب اسکی شکایت کیسی	محب
	تغیر ہر گھڑی ہے جسم میں انجام مٹی ہے	خدا جانے کہ پھر کیوں جان دیتا ہے عبث گل پر	"
	کیا ہی ادبار نے غفلت میں دبوچا آکر	کچھ بھی مہلت نہ ملی ہم کو سنبھلنے کیلئے	"
	بھوکوں مر جائیں گو تمام غریب	ان امیروں کی پر بلا جانے	"
	آدمی کیا کہے کوئی اس کو	جو نہ اپنا بُرا بھلا جانے	"
	کریں خواب غفلت کی کیا ہم شکایت	نہیں جس نے مارا وہ قاتل یہی ہے	"
	غفلت و پستی و خود بینی و خود رائی و جہل	یہی اسباب تو ہیں خاک میں مل جانے کے	"
	نہیں کی علم میں محنت جفاکی	یہ ہستی ہم نے خود اپنی فنا کی	محب
	ہزار حیف گئی عمر رائگاں ساری	رہیگا تا بہ قیامت یہی ملال مجھے	"
	عمر ساری یوں ہی گئی بیکار گئی کچھ نہ کیا	ہائے برباد گئی وقت کی دولت کیسی	"
	خاک میں مل گئیں غفلت ہی سے قومیں اگلی	بیخبر سوتی ہے اے قوم یہ غفلت کیسی	"
	خواب و خور عیش و طرب سو ہمیں فرصت کیسی	وقت کی مفت لٹی جاتی ہے دولت کیسی	"
	نہ سمجھے اپنی ہی غفلت کے یہ سارے نتیجے ہیں	یہ کرتوتوں کو اپنے چرخ کے جور و جفا سمجھے	"
	کر جوانی کھو کے پیری میں خیال انجام کا	ہے غنیمت صبح تک آئے جو بھولا شام کا	"
	دانا ہے گر تو کر کوئی دنیا میں کار خیر	ناداں خیال خام ہے پختہ قبور کا	"
	ہم کو اپنی بھی کچھ خبر ہی نہیں	ایسے دنیا میں ہیں کہاں مدہوش	"
	پیری میں علم دفن کی ہوتی ہے ہمیں ہوس	افسوس یہ خیال نہ آیا شباب میں	"
	ذرا سی عمر وہ بھی صرف ننگ و خشت کرتے ہیں	مکاں رہتا ہے صدیوں اور رہتے ہیں کئی برسوں	"
	کیا مٹانے کی ہماری سعی کرتے ہیں عدو	آپ ہم غفلت سے اپنی خاک میں مل جائینگے	.
	عالم کے لوگوں کا ہے تصویر کا سا عالم	ظاہر کھلی ہیں آنکھیں لیکن ہیں بے بصر سب	میر
	تب کھلی آنکھ میر اپنی جب	جا چکا کارواں دریغ دریغ	"
	کاروان ہائے صبح ہوتے گیا	میں ستمدیدہ محو خواب رہا	"
	میر چلنے سے کیوں ہو تم غافل	سب کے ہاں ہو رہی ہے تیاری	"
	کھول آنکھیں صبح سے آگے کہ شیر اللہ کے	دیکھتے رہتے ہیں غافل وقت گرگ و میش کو	"
	خواب غفلت میں ہیں یاں سب تو عبث جاگا میر	بے خبر دیکھا انھیں میں جسے آگاہ سنا	"
	صبح پیری شام ہونے آئی میر	تو نہ چونکا اور بہت دن کم رہا	"
	فکر تعمیر میں نہ رہ منعم	زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد	"
	ہم سے کچھ آگے زمانہ میں ہوا کیا کیا کچھ	تو بھی ہم غافلوں نے آکے کیا کیا کچھ	"
	غفلت میں گئی آہ مری ساری جوانی	اے عمر گذشتہ تیں تری قدر نہ جانی	"

ہوتا نہیں ہے بے خبری کا مآل خوب	افسوس ہے کہ دیر خبردار ہم ہوئے	امیر
چاہیئے پیش از فنا آنکھیں کھلیں	حیف اس کا وقت جو غافل ہے یاں	"
سامان آخرت سے ہے بے فکر کس لئے	غافل پکار کر نہیں آتی قضا کبھی	میکش
ایک دن جدائی ہوگی سنبھل اب بھی کر کچھ	غافل تھا زیست میں یہی کرتی تھی پند روح	"
چلدئے سب قافلے والے رہے ہم خواب میں	جب کھلیں آنکھیں کہ آپہنچا ہے سر پر آفتاب	"
جاتے ہیں سیدھے جہنم کو رعونت والے	ڈوبتے چاہ ضلالت میں ہیں غفلت والے	"
کیا تھی ہستی یہ نہ سمجھا کوئی ہائے	کہکے سب من نیز ہیم چل دئے	"
ہمدم سرائے دہر میں غفلت نہ چاہیئے	یہ بھی خبر ہے آئے ہو کس کام کیلئے	"
غفلت کی نیند نے ہمیں اٹھنے دیا نہ ہائے	آتی رہی صدائے جرس کارواں سے	"
آتی ہے چشم اہل دنیا میں	سو گئے پاؤں خواب غفلت کے	منیر
نہیں سنتا ہے اے منیر کوئی	ڈنکے بجتے ہیں کوس رحلت کے	"
بال پکے عمر آخر ہو چلی اب آنکھ کھول	آفتاب آتا ہے سر پر دوپہر ہونیکو ہے	"
غفلت ہے نام نشۂ فانی کی فکر کا	ہشیار اس کو جانئے جو بے خبر رہے	"
غفلت نہیں ہے عالم پیری میں خوشنما	آنکھوں میں اب مقام نہ خواب سحر کرے	"
بیہودہ صرف کرتے ہو کیوں عمر مستعار	اے غافلو عروس اجل کا یہ مہر ہے	"
خواب غفلت مہر کب تک جاگیئے اٹھ بیٹھیے	صبح ہونے آئی شب گزری فسانہ ہو چکا	"
غفلت اہل دول نشہ زر سے ہے بجا	کیجئے قلب تو زر حرفوں سے رنگ نکلے	"
مسافر انہ ٹکے ہوا ٹھو مقام فردوس ہے ارم کا	سفر ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہے	"
اہل غفلت کا گزر کب ہوشیاروں میں ہوا	نیند آتے کس نے دیکھا دیدۂ تصویر میں	"
گر یہ خواہش ہے کہ دیدار تجھے کل ہو جائے	چشم غفلت سے اٹھا پردہ پندار کو آج	"
ہم رہے اور زندگی بھر دل میں دنیا کا خیال	حشر کیا ہوتا ہے اپنا روز محشر دیکھئے	"
خدا سے ہوں جدا وہم خودی میں پھنسکے دنیا میں	نتیجہ دیکھ کوئی مری غفلت شعاری کا	"
پڑے سوتے ہو کیا غفلت کی نیند و نہیں ذرا جاگو	گیا وقت گرامی قدر و عمر بے بہا جاگو	"
فضولی ایکدن دو دن کی نبھ جائے مگر غافل	غضب کرتے ہیں وہ جو اسمیں عمر یں صرف کرتے ہیں	"
اٹھ اب ابھی خواب غفلت سے اے سوتا ہے کیا نادان	کہ چڑیاں چگ گئیں جب کھیت پھر ہوتا ہے کیا ناداں	"
سحر سے شام تک دلبستگی کا فکر ہے اور تو	نہ تجھ کو فکر عقبیٰ کا نہ کچھ فکر مآل اپنا	"
عجب فرصت ملی ہے تجھکو اس جانبوہ بازی کی	غضب غفلت نے پھیلایا ہے اس دنیا میں جال اپنا	"
بُرے شغلوں میں تو نے عمر جیسی چیز کھوئی ہے	کرے تجھ پر دعا ہے فضل رب ذو الجلال اپنا	"
کبھی شغول جو ہوتا نہیں تو فکر عقبیٰ میں	بھروسا تجھ کو ہے کس چیز پر نادان دنیا میں	مہر
رلائے گی تجھے آنکھوں سے خون اک روز نادانی	نہ بھول اس کو کہ غفلت کا نتیجہ ہے پشیمانی	"
پینا کبھی نہ بادۂ غفلت کا جام مہر	یہ مے ہے وہ کہ نشہ ہے ہیچ اور خمار ہیچ	"
اب تو کر یاد حق جوانی نہ رہی	مہر میں وہ ہوائے کامرانی نہ رہی	"
کبتک اس طرح خواب غفلت کبتک	بیدار ہو مہر زندگانی نہ رہی	"

غفلت

ہیں غفلت سے غفلت سے اٹھی کیا کیا گمانی ہے	مہر
خیال آتا نہیں مطلق کہ اک دن یاں سے جانا ہے	"
فسوس آنکھیں سفید نمودار ہو سے	"
آنکھیں سرخ اور دانت بھی بیکار ہوئے	"
پیغام اجل تو آن پہنچا اب بھی نہ خبردار ہوئے	"
افسوس عمر اب بھی یہاں سوتا ہے	"
پھیلا کر پاؤں کے پھر تا ہے	"
میرے دھی کا ہاتھ رکھے اسے ہے	"
چلتے کو اٹھوں کیا دیکھتا ہے	"
کیوں عمر عزیز ایگاں کھوتا ہے	"
سنیدی سنیدی صبح رسید	"
موئے سیاہ ہوئی صبح رسید	"
اے قوم نمودار ہوئی صبح رسید	"
اٹھو اب خواب غفلت کب تک	"
چلنے کی کرو یہاں سے چلنے کی سبیل	"
نزدیک ہے منزل جوانی تھی اور سر پر ہے رات	"
غفلت سے ہاتھ غافل ہمہ تن رکھتے ہیں	"
شبنم کا بلبلوں پہ کفن رکھتے ہیں	"
موت بھولے ہوئے کب یاد کسی کو آئی	قتیلی
اٹھا کر پردہ غفلت دل دیکھ	
نہیں دنیا مقام اپنا ہے کوچ	
سکھو یہ	

غفلت

کھویا بہار عمر کو غفلت میں منتہی	گزرا جہاں نظر میں تری خواب کیطرح	منتہی
نخل باغ جہاں کے او غافل	جتنے بڑھتے ہیں اُتنے گھٹتے ہیں	"
بوقت نزع کھلا ہم کو یہ ہزار افسوس	جہاں ہمارے لئے تھا نہ ہم جہاں کیلئے	"
طفلی و عہد جوانی کا نہ پوچھو احوال	بیخودی آگے تھی اب بے خبری رہتی ہے	"
ہوا پیری میں ہوش عہد شباب	کھلی آنکھ جس دم سحر ہوگئی	"
افسوس ہے کہ ہم کو دم واپسیں کھلا	کیا کر چلے ہیں آئے تھے کس کام کے لئے	"
واحسرتا کہ قافلہ یاروں کا چل چکا	ہم سے ابھی ہوا نہیں ساز سفر درست	مصحفی
دیکھے جو آنکھ کھول کے غافل تو جان لے	ہستی تری برنگ شرر ہے بھی اور نہیں	"
بھولے ہیں اس کو جس سے ہے سب جہاں کی رونق	یوسف کو گم کیا ہے اندھوں نے کاروان میں	"
آہی لیا بے خبری نے ہمیں	کون ہے یاں کسکو خبر کیجئے	"
اے مصحفی کل قافلہ یاروں کا ہے راہی	کچھ تو نے بھی چلنے کا سر انجام کیا ہے	"
سب اپنے مہرباں منزل پہ پہونچے	رہے اک ہم ہی پیچھے کاروان کے	"
اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے	بہوشیار باش کہ عالم رواروی پر ہے	"
اٹھ مصحفی آفتاب نکلا	تو وقت سحر بھی خواب میں ہے	"
جو بندہ کہ یکچند فراموش زمیں ہے	اک دم میں جو دیکھو تو ہم آغوش زمیں ہے	"
غافل نہ اتنا نشۂ دولت میں مست ہو	چڑھ کر اُتارہی تو بُرا ہے سُرور کا	"
عمر دو روزہ پہ یہ طول امل اے غافل	تھوڑی راحت کے لئے محنت بسیار نہ کھینچ	مجروح
بحر دنیا میں تو غافل نہ اُبھر مثل حباب	ایک دم میں خدا جانے یہاں کیا ہو جائے	"
پڑے ہوتے ہو غفلت میں ذرا آنکھ تو کھولو	ہوئی ہے شام اٹھ بیٹھو مسافر گھر کو جانا ہے	مذہب
غافل بگوش ہوش تو سن تو سہی ذرا	آوازہ سر پہ ہے ترے کوس رحیل کا	مضطر
تاسف کر تکتے پن پر اپنے	تو دانتوں سے یہ دست بے ہنر کاٹ	محو
کب خبر غافل کو ہو نقارے گو بجتے رہیں	کوچ ہوگا صبح دم ہر سو صدائے کوس ہے	مسکین
خواب غفلت سے تجھے اے مسکین	دل ہشیار جگاتا ہی نہیں	"
گھات میں ایماں کی شیطان ہے غافل تو ہو	چور کا قابو نہیں چلتا ہے کچھ ہشیار پر	"
طرّہ نہیں ہے اہل تجسّر کے فرق پر	پگڑی جلی ہے برق تغافل کی آگ سے	"
زندگی بھر عیش کے سامان میں مصروف ہیں	کور باطن ہو رہے ہیں سوجھتا کچھ بھی نہیں	مقبول
آج کچھ ہو نہیں سکتا ہے تو کل کیا ہوگا	سر پہ جب آن ہی پہونچیگی اجل کیا ہوگا	نظم
انگلیاں کانوں میں رکھکر اے مسافر سن ذرا	آرہی ہے صاف آواز درا اچھی طرح	"
سرائے دہر میں سوؤ گے غافلو کب تک	اُٹھو تو کیا تمھیں جانا نہیں وطن کیطرف	"
دیدۂ بیدار میں ہے ہو کا عالم ہر طرف	بزم ہستی خواب ہے اور دیدہ غافل میں ہے	"
رہتے ہیں سدا فکر عمل سے غافل	سب آجکی فکروں میں ہیں کل سے غافل	"
کیونکر نہ رہیں فکر اجل سے غافل	کیا کم ہیں بشر کو زندگی کے افکار	"
طائر تو سب یاد کریں اور ہم غفلت میں رہیں اسیر	ہم سا غافل دنیا میں اب کوئی نہیں ہے آہ نظیر	"

عمر غفلت میں کٹ گئی افسوس	آہ افسوس صد ہزار افسوس	نصیر
قطع کرنا ہے رہ ملک عدم کو چستو	غافلو عمر کا ہر آن فرش شمع نمط	"
اے غافلو کس بات پہ بھولے ہو کہ اکدن	کھینچے گا قضا کا تمھیں پیغام تہ بکہ	"
کہاں کا وصل کس کا عیش کیسا لطف او غافل	قریب آیا زمانہ روح و قالب کی جدائی کا	نسیم
ہے مسرت راحت دنیا سے غفلت کے سبب	کون خوش ہوتا ہے بیداری میں عیش خواب سے	ناسخ
جو نصیحت نہ سنے اور نہ آخر بیں ہے	اس کو ہم کور بھی کہتے ہیں جو کر کہتے ہیں	"
کہاں ہوتی ہے رویا میں تمیز خواب و بیداری	نہاں ہے اہل غفلت سے معاحق و باطل کا	"
خبر نہیں جنھیں کچھ انقلاب گردوں کی	غرور نیر اقبال و جاہ کرتے ہیں	"
اہل غفلت جو کہ ہیں دنیا میں نابینا ہیں وہ	بند ہو جاتی ہیں آنکھیں خواب کی تاثیر سے	"
اجل سر پہ کھڑی ہے خواب غفلت میں زمانہ ہے	چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنانا ہو	"
اہل غفلت کا ہے ہر جزو بدن تک دشمن	ہاتھ بھی خواب میں ہے سینہ کو اک سل بھاری	"
قید غفلت میں بھلا قطع ہو کیا راہ طلب	پانوں میں خواب گراں کے ہے سلاسل بھاری	"
گریز اپنے خدا سے کیوں ہے بندوں کو میں حیراں ہوں	رعیت کو محبت ہوتی ہے سلطان عادل سے	"
پیری آئی کودکی سے ہے مگر غفلت رہی	کیا ہمارا ہائے یہ خواب پریشاں ہو گیا	"
اپنے گڑنے کی نہیں تم کو خبر اے غافلو	ہو گئی جمعیت خاطر خزانہ گاڑ کر	"
کیا کسوٹی کی طرح سے ہو گئے ہیں دل سیاہ	کس قدر ہم غافلوں کو ہو گیا سودائے زر	"
ناتوانوں کے الم سے اہل غفلت کو ہے عیش	خوش ہوا ہے ناخن مطرب لگا جب تار پر	"
اے غافلو کھل جائیں اگر گوش حقیقت	آئے دہن غیر سے بھی یار کی آواز	"
زندگانی ہے علامت مرگ کی اے غافلو	اور کچھ اس خواب کی تعبیر کی حاجت نہیں	"
غفلت اہل جہاں تردامنی کی ہے دلیل	غلبہ ہوتا ہے رطوبت سے مقرر خواب کا	"
لوگ دنیا سے جو دن رات سفر کرتے ہیں	کوچ کی بے خبر و لو یہ خبر کرتے ہیں	"
ہو گئی بالکل ہماری عمر غفلت میں گزر	عرصہ اپنی زندگانی کا مگر اک خواب تھا	"
اسی صندوق میں کل ان کی لاشیں بند ہوتی ہیں	یہ غافل آج کیوں بیفائدہ زر بند کرتے ہیں	"
توقع ہے شب فرقت میں مجھکو صبح ہونیکی	معاذ اللہ کتنا موت سے انسان غافل ہے	"
نقش ہستی محو ہوتے ہیں بہ رنگ نقش پا	کچھ خبر ہے راہ چلنے میں کسی پامال کی	"
عیاں پیری ہوئی موئے سفید اب بڑھتے جاتے ہیں	غضب ہے سر پہ آیا آفتاب اب تک میں غافل ہوں	نظامی
یاد اس کی تری دلمیں ہے تو ہے وہ یاد بھی	کس لئے تو دوڑتا پھرتا ہے غافل ہر طرف	نواب
آیا کس واسطے ہے اور یہ کیا کرتا ہے	دیکھ پہچانے گا اے دل تو ذرا ہوش میں آ	"
فکر عقبیٰ بھی کر کچھ اے نساخ	نقش بر آب زندگانی ہے	نساخ
ہو چکی رات ہوئی صبح بس اے غافل چونک	چھوڑ غفلت کہ ہوئے موئے سیہ نام سفید	وزیر
عین بیہوشی ہے ہشیار نہ سمجھا چاہیئے	اہل غفلت کی تو بیداری بھی کہلاتی ہے نیند	"
صنعتوں نے صرف کی تعمیر میں عمر عزیز	یہ نہ سمجھے خانۂ تن کی بنا محکم نہیں	"
باغ عالم کا تماشا باعث غفلت ہوا	دیکھنا آنکھوں کا کانوں کے لئے افسانہ تھا	"

غفلت

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

بھولے بیٹھے ہیں کس لئے غافل	امیر	واسطی
ہو کے غافل نہ کبھی ابلق ایام سے بیٹھ		″
دیکھتا ہوں بیشتر مردوں کو زندہ خواب میں		″
چونک اے غافل گیا عہد شباب		″
جانتا ہے ہر بشر آخر کو مرتا ہے ضرور		″
سرائے ہستی کو گھر میں سمجھا ہوں کوئی دیکھے تو یہ غفلت		″
محبت زن و فرزند میں نہ ہو غافل		″
وائے غفلت مجھے ہر روز نئی فکر رہی	امیر	
نہ عقدہ کھلا آج تک اے وقار		وقار
موے بدن سفید ہوئے چونک آنکھ کھول		″
ستم ہیں یہ وحشت تری غفلتیں		وحشت
برس کتنے گزرے یہ کہتے ہوئے		″
کام بن آتا نہیں کچھ کیا چلے جاتے ہیں دن		ہمدم
کرنے کا تھا جو کام وہ ہم سے ہوا نہیں		″
غافلوں کو نظر آتی ہے کہاں صورت یار		″
اٹھ کے ہشیار ہو کس خواب میں ہو اے ہمدم		″
ہو پیدا دہر میں سب عمر ہمدم رائیگاں کھوئی		″
پانے کی تھی جو بات سو اس کو نہ پائے ہم		″
آئے تھے کس لئے یاں کیا کر چلے نہ سمجھے		″
غفلت سے ہمکو پیری میں دنیا کی ہے ہوس		″
نیستی نکلی جو ہستی تھی دم مرگ کھلا		″
میں نے دنیا کو یہ جانا تھا کہ ہے دار قرار		″
محو غفلت میں ہو رہے ہو عبث		″
دم زدن میں آہ دم کا سلسلہ جاتا رہا		″
ہو نہ غافل سرائے دنیا میں		ہوس
جن لوگوں نے غفلت میں کی عمر بسر اپنی		″
بزم ہستی میں تو بیٹھا ہے ہوس کیا غافل		″
نہ کی کچھ پختگی بنیاد قصر زندگانی کی		یکتا
منعم جاہ و زر و مال پہ مائل ہو کر		″
یہ مانا میں نے قاروں سے سوا تیرا خزانہ ہے		یم

موت نزدیک ہے خبر ہے شرط		واسطی
شہسوار و نکو دکھاتا ہے یہ چالاک زمیں		″
غافلوں کو زندہ سمجھوں اس قدر غافل نہیں		″
زندگی کے دن بہت اب کم رہے		″
پر وہ غفلت ہے آنکھوں پر چھا رہی زندگی		″
پھنسا ہوں آ کر قفس میں لیکن ابھی تصور ہے آشیاں کا		″
بہت قریب ہیں وہ دن کہ ہوں قریب جدا		″
قصۂ عمر گزشتہ نہ کبھی یاد آیا		″
ہم آئے تھے کیوں اور کیا کر چلے		وقار
اچھا نہیں ہے اے دل بیہوش خواب صبح		″
تجھے کاش ہو تا شمار نفس		وحشت
کہ کچھ کام کر لیں گے اب کے برس		″
جو گئے وہ عمر کے ہیات کب آتے ہیں دن		ہمدم
پیدا ہوئے تھے کاہے کو دنیا میں واے ہم		″
اُن کے آئینۂ دل زنگ پکڑ جاتے ہیں		″
ہر ہاں کوچ پہ بیٹھے ہیں تو غافل کیا ہے		″
کوئی پوچھے کہ بارے آنکر کیا کیا تو نے		″
ان محنتوں میں جان کو ناحق کھپائے ہم		″
روز ازل سے ہیں ہم غافل بنے بنائے		″
آنکھ نہیں نیند آئی چلی جب ہوائے صبح		″
حیف ہستی کا گماں تھا مجھے معلوم نہ تھا		″
دم شب و روز رواں تھا مجھے معلوم نہ تھا		″
آپ اپنے کو کھو رہے ہو عبث		″
خواب غفلت میں ۔ ہایں قافلہ جاتا رہا		″
چیت یہ جاے ہوشیاری ہے		ہوس
واللہ بُرا سمجھے باللہ بُرا سمجھے		″
کچھ جو کرنا ہے تو کر عمر چلی جاتی ہے		″
کیا تو کیا کیا غافل مکاں تعمیر تھیر کا		یکتا
کس قدر بیٹھے ہو تم موت سے غافل ہو کر		″
ارے غافل دو روزہ زندگی کا کچھ ٹھکانا ہے		یم

غور و فکر

انصاف سے جو دیکھا نکلے وہ عیب سارے — حالی
اصل کو بھی غور کرے آدمی — رنگ
لیل و نہار سے یہ غرض ہے الٰہ کی — شایق
نہ کر عجلت کہ عجلت کا نتیجہ ہے پشیمانی — شفق
کچھ بھی ہو جائے قدم پر نہ ہٹے واں سے ظفر — ظفر
نہیں ہے بے تامل خوب کوئی کام دنیا میں — "
ہوا کہنے سے لکھنا معتبر باعث تامل کے — "
نظر آتے ہیں دم فکر جہاں کے مضموں — عاشق
مطلب کوئی رہا نہ کبھی ذی شعور سے — "
عرش آشیاں نہ طائر فکر رسا کا ہے — "
تو آیا کس لئے نادان وہ تو کام ہونے دے — لایق
ہستی میں نیستی کا تردد ضرور ہے — ماہ
بے سوچے سمجھے کچھ نہ نکالے زبان سے — مضطر
تری آنکھیں نہیں یہ دونوں پلے ہیں ترازو کے — ناسخ
دم غنیمت سمجھ خبر لے نسیم — نسیم
اے شمع نہ سوچے گر بد و نیک — "
پیر خرد صلاح دے اب مجھ کو کیا کروں — نشاط
اے ولی فکر صاف صاحب دل — ولی

جتنے ہنر تھے اپنے عالم میں آشکارا
کون تھا کس چیز سے کیا ہو گیا
یعنی کرو تمیز سفید و سیاہ کی
بشر کو چاہئے سب کام کرنا سوچ کر پہلے
پانوں ہر کام میں تم سوچ کے اول ڈالو
ظفر کیجئے بھلائی یا برائی سو چکر پہلے
کہ چلتی ہے زباں جلد اور قلم آہستہ آہستہ
دل سکندر ہے تو آئینہ بھی ہے زانو کا
تھوڑی سی فکر کی تو بہت سا سمجھ گیا
انسان کے لئے ہیں یہ عقل شعور پر
اگر آغاز کھویا ہے بخیر انجام ہونے دے
نادان ہے بے خطر جو مسافر سفر میں ہے
لازم ہے آدمی کو ہر اک بات کا لحاظ
ہمیشہ نیک و بد کو تول ناسخ اس ترازو میں
سچ گر ہے تو بے خبر کیوں ہے
رشتہ کاٹے گا تجھ سے ہر ایک
وقفہ تو کم ہے ہستی بے اعتبار کو
گوہر بحر نکتہ دانی ہے

فراق

روز فراق کا تو گزرنا مہم ہوا — آصف رح
ظلمت میں کیا تمیز سفید و سیاہ کی — اسمٰعیل
میں کبھی کافر بھی رہتا نہ غم فراق رہتا — "
پوچھتے کیا ہو ہوئی فرقت میں کیونکر زندگی — انجم
ہجر میں جو کہ ملتی ہے لذت — "
حال فرقت بیان کروں کیونکر — "
آج کیا روئیں شام فرقت کو — "
صدمۂ ہجر سے کیونکر نہ ہو نالاں مرا دل — امیر
جو تجھ سے دور ہیں نزدیک ان کے ہر شب ایک — بیان
نہ آیا اور کچھ اس چرخ کو آیا تو یہ آیا — جرأت
غم فراق سے کٹتے ہیں یوں ہمارے دن
گئے ہو جب سے تم یاں سے نہیں سدھ بدھ میں اپنے

یہ دن وہ دن نہیں جو بڑھا اور کم ہوا
فرقت میں کچھ حساب نہیں صبح و شام کا
اگر اپنی زندگی پہ مجھے اختیار رہتا
خون دل پیتا رہا لخت جگر کھاتا رہا
وصل میں وہ مزہ نہیں ہوتا
لب سے لب آشنا نہیں ہوتا
عمر اپنی یوں نہیں کٹائی ہے
ٹھیس لگتی ہے تو چینی بھی صدا دیتی ہے
بہار اور خزاں باغ و راغ تازہ و خشک
گھٹا ناوصل کی شب کا بڑھانا روز ہجراں کا
کہ لوگ دیکھتے ہیں دست دعا کو سارے دن
نہ جینے کی نہ مرنے کی نہ آنے کی نہ جانے کی

فراق — جرأت
دیکھی لیل و نہار اور ہے زمین و آسماں اور — "
چھپر اس بن ہوئی ہے سیر گلشن سب کساد سب — "
لطف سے بے یار ہیں سب گل خنداں سب کساد سب — "
دیکھئے دیدہ گریاں کی اور انجمن آرائی سب — "
ہے ہوس اور دوستی اور دوستی ہے ہوس اور — "
میں ہوں اور فکر ناشاد کہ فکر آشیاں ہے — "
وصل میں رنگ اڑا میرا کہ رخ یار کھلا — درد
ہجر میں کیا کیا مجھے یاد آئی ہے — "
ہم سے بھاگا نہ کرو دور غزالاں کی طرح — "
اس کو منظور نہیں میرا بھی آنا — سودا
بلبل باغ سے جاتی نہیں گلشن سے کہیں — "
پھول کے ایک دم کہیں ہوویں جدا خار و خس — "
دیکھئے ایک دم کہیں سیر بتاں تنہا — "
وہ ہم نہیں جو کریں سیر بتاں تنہا — "
آرزوئے وصل میں یہ دل بھٹکتا ہی رہا — شیفتہ
صبر و تسکین سے اب تاب و تواں جاتا
درد فرقت سہا نہیں جاتا
شب ہجر کی نہ ہاں کوئی ہمسر تھا میں
موئی تو

کوئی تو ہمدم شریک رنج و راحت چاہیے	نے ہنسی ہے ایک کی اچھی نہ زاری ایک کی	ظفر
کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے	مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا	غالب
دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں	خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں	"
وحشت آتش دل سے شب تنہائی میں	درد کی طرح رہا سایہ گریزاں مجھ سے	"
ہوتی نہیں شمار نفس میں کہیں تمام	یارب یہ شب ہے یا کوئی روز حساب ہے	قائم
اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر	پھر ملیں گے اگر خدا لایا	میر
اے تجھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف	گل سے چمن بھریں ہوں نہ ہو تو ہزار حیف	"
نہ کٹی ہم سے شب جدائی کی	گو بہت طاقت آزمائی کی	مومن
شاہد رہیو تو اے شب ہجر	جھپکی نہیں آنکھ مصحفی کی	مصحفی
اپنی تو رات گریہ و زاری میں کٹ گئی	اور یونہی کچھ ستارہ شماری میں کٹ گئی	"
اے شب ہجر کہیں تیری سحر ہے کہ نہیں	نالۂ نیم شبی تجھ میں اثر ہے کہ نہیں	"
آتی ہے مجھ کو یاد جدائی روح و تن	ہوتا ہے آشنا جو کسی آشنا سے دور	ماہ
دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے فراق دوست	کیسا تمہارے ہجر میں جان پر عذاب تھا	مہر
ہوا ہے کیا پہاڑ اللہ اکبر روز تنہائی	نہ کٹتا ہے نہ گھٹتا ہے نہ ہٹتا ہے نہ ٹلتا ہے	ممنون
کیا بیاں کیجئے کہ کیا ہے فراق	قہر ہے ظلم ہے بلا ہے فراق	مضطر
لوگ کہتے ہیں جان کنی ہے سخت	سخت تر ایک جانگزا ہے فراق	"
ہاویہ میں بھی ہے عذاب الیم	پر زیادہ الم فزا ہے فراق	"
ناتواں ہم ہیں دیکھئے کیا ہو	طاقت صبر آزما ہے فراق	"
دشمن بھی اپنے دوست سے یارب جدا نہ ہو	نا آشنا کو بھی الم آشنا نہ ہو	وزیر
غم فراق جو ہر دم لحد جھنکاتا ہے	یہ رفتہ رفتہ مجھے خاک میں ملا دیگا	ہنر بر

فضل خدا

واہ رے شان کریمی ترے صدقے قرباں	جس گنہ گار کو دیکھا وہ گنہ گار نہ تھا	آصف رح
مرے حال بد پر کرم کرنے والا	خدا ہے خدا ہے خدا ہے	"
بے ٹھکانوں کے ٹھکانے ہیں ترے لطف و کرم	بے سہاروں کے لئے ہیں یہ سہارے پیارے	"
بندوں پہ اپنے شان کریمی سے رحم ہے	کیا فضل و فیض ہیں مرے پروردگار کے	"
رحمت کا تری رات دن امیدوار ہوں	نادم ہوں اپنے فعل سے غفار ہو چکا	"
اکسیر ملتی ہیں بے مانگے نعمتیں کیا کیا	بڑا کریم ہے جس کا امیدوار ہوں میں	امیر
یہاں تک صاف کر ڈالا ہے جوش ابر رحمت نے	پتہ بھی اب نہیں ملتا مرے عصیاں کے دفتر کا	اوج
نیکیوں سے ہیں سوا جرم ہمارے یارب	پر سوا دونوں سے ہے رحم کا دریا تیرا	افسر
بشر ہو یا ملک ہو کام کا ہو یا نکما ہو	وہ اچھا ہے وہ اچھا جو ترے نزدیک اچھا ہو	اکبر
ہم عاصیوں کو بخشش گئی پاک کر گئی	آئی جو موج رحمت رب غفور کی	"

فضل خدا

گدا کو دم میں مل جاتا ہے رتبہ بادشاہی کا	رہے انسان ہر دم تنتظر فضل الٰہی کا	امیر
جو تیری مدد نا خدائی کرے	تو پھر کوئی طوفان سے کیوں ڈرے	اسمٰعیل
اگر فضل کا ترے لنگر ملے	تلاطم سے پھر کشتی کیونکر رہے	〃
ازل میں نہ تھا جز ترے مدعا	ترا لطف تھا اور تیری عطا	〃
خدایا نہیں ہے کوئی غم گسار	مگر تو کہ ہے سب کا پروردگار	〃
نہ تھا کوششوں کا ہمارے صلہ	عنایت سے تیرے ملا جو ملا	〃
دیا تو نے کیا کچھ بغیر التماس	غرض تیرے الطاف ہیں بیقیاس	〃
ترے لطف کا ہو سہارا اگر	تو غالب ہو تنکا بھی سیلاب پر	〃
جو تیری عنایت کا فانوس ہو	تو آندھی سے کیا خوف ہو شمع کو	〃
شرم گناہ نے تو ڈبویا ہی تھا مجھے	گر دستگیر مژدہ لا تقنطو نہ ہو	〃
تری عطا ہے مری احتیاج ہے سابق	کبھی سوال کی نوبت نہ تو نے آنے دی	〃
البتہ اس کے فضل پہ موقوف ہے نجات	کچھ زہد خشک میں ہے، دامان تر میں ہے	〃
جو شامل ہے کرم اس کا تو کیا غم کشت عقبیٰ کا	سیہ نامہ سے اپنے کام لونگا ابر رحمت کا	بحر
غم حوادث دوران اد سے نہیں لازم	ہے جس پہ سایہ فگن ظل ایزد متعال	باسط
وسیلہ ہے نہ بختاور کا کوئی	توقع ہے فقط تیرے کرم سے	بختاور
دشمن ہوں اگر لاکھ تو کیا خوف ہے اس کو	وہ دوست ہو ہر وقت جس انسان کا حافظ	〃
انسان خاطی ہے تو خطا پوش	کہیا فضل ہے یا غفور تیرا	باقی
خدا ہو مہربان تو مہرباں ہوتے ہیں دشمن بھی	ہمارے کام اکثر آسماں ہی نے بنائے ہیں	بارق
اپنے بندوں کی خیر خوب خدا لیتا ہے	کون کھوتا ہے سوا اس کے بشر کی تکلیف	تسلیم
دیکھو انسان جوش رحمت کا	وہ ہوتے آتا ہے منہ ندامت کا	〃
گنہگار بے حد ہوں لیکن خدا	مرے جرم سے تیری رحمت زیادہ	تحقیق
لے گئی خلد میں ساتھ اپنے گنہگاروں کو	عرصہ حشر سے خالی تری رحمت نہ گئی	توفیق
یارب نسا ہے جب سے تو بندہ نواز ہے	تقوے شعاریوں پہ گناہوں کو ناز ہے	〃
ہم سمجھتے ہیں کہ دشوار ہے تقصیر قضا	وہ اگر چاہے تو توفیق کوئی بات نہیں	〃
وجود قطرہ یہ مانا نہیں ہے بحر مگر	مرے کریم بتا پھر ترا کرم کیا ہے	〃
توفیق کو نواز دے اک بات پر جو تو	کیا دور ہے الٰہی تری بارگاہ سے	〃
گرچہ بندہ ہے گنہگار خدائے غفار	رحمت حق سے کسی حال میں مایوس نہ ہو	تراب
نہ ہوتا گر خدا کا نام غفار	گنہگاروں کی بخشایش نہ ہوتی	〃
کبھی وہ لطف نہ محمود سے ایاز پہ ہو	جو اپنے بندوں سے پروردگار کرتا ہے	〃
کرم سے جو مولا کے ہو سرخرو	وہ دنیا میں کیونکر نہ ہو سرفراز	〃
رہے جس پہ یار و خدا کا کرم	جہاں میں وہی سب سے ہے محترم	〃
ہو فضل الٰہی سے اگر خاتمہ بالخیر	کچھ چیز نہیں پھر تو یہ دنیا کے مصائب	〃
یاد پڑتی ہے گنہگاروں کو جب رحمت تری	دل سے سب خطرے عذاب گور کے مٹ جاتے ہیں	〃

لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

کہدیا ہے

جلالی

فضل خدا		کہہ رہی ہے رحمت حق صبر کر	جلالی
	دل	کرم ہے نام اس کا رحمت حق اسکو کہتے ہیں	"
		اس کو کیا آفتاب حشر سے خوف	جوشش
	ذکر	زاہد تری نظروں میں بہت ہیں میرے عصیاں	جلیل
		اسکی رحمت کی طرف دیکھو جلیل	"
		جلیل خستہ جاں ڈوبا ہے گو بحر معاصی میں	"
		شکر ہے حشر میں پرسش نہ ہوئی اپنی جلیل	"
		سبقت غضب پہ لے گئی رحمت غفور کی	"
		جزا سزا کا تجھے اختیار ہے یارب	"
		کہاں ہم اور کہاں بخشش ہماری	"
	رجاء	تھا مجھ کو یہ گمان بوقت حشر میں جلیل	"
		نگہبان ہے تو خوف ہے مجھے	"
		کام کیا کوئی کسی کے آئے گا	جبری
		اعانت سے کسی کے کچھ نہ ہوگا	"
		ملک دشمن جو ہو جائے تو ہو جائے	"
		خدا مہربان ہے تو سب مہربان	"
		عجب مہربانی ہے بندہ پہ حق کی	"
		اقبال جس کا یار ہے کیا اسکو خوف خصم	"
		جانب رحمت ہے تناطیس عصیاں اپنے پاس	حالی
		ہے نرو بال جذبہ توفیق درمیاں	"
		دور خ ہے گر وسیع تو رحمت وسیع تر	"
		شرم کرم کی میں بھی گر پردہ داریاں	"
		دیکھا ہے ہم نے عالم رحمت کو غور سے	"
		مشکلوں کی جس کو حالی ہے خبر	"
		نہیں محدود بخششیں تیری	"
	سخن	مجھ کو یقین ہے تری رحمت کے سامنے	حیرت
		گنہ اگرچہ ہوئے بے شمار ہم سے مگر	"
		کوئی بہبود حیرت کا نہیں خواہاں خداوندا	"
		کرم سے کھولدے عقدے پڑے ہیں کام میرے	حسرت
		وہ جس کو معصیت سے بچائے وہی بچے	"
		گرچہ ہے خوشدل گنہگاروں میں تو ہے خوف کیا	خوشدل
		خدا اپنا حافظ ہے پھر خوف کس کا	خاموش
		گناہ اپنے ہیں بہتیرے ہونے دو خاموش	"

گناہوں سے جان تھرتھراتے رہیگی	تو رحمت کھڑی مسکراتے رہیگی	سراج	
رحمت ہی لے تو لے مجھے اپنی پناہ میں	میں نے تو کچھ اٹھا نہیں رکھا گناہ میں	"	فضل خدا
باب توبہ میں رویا جو گنہ یاد آئے	ابر رحمت رخ مایوس ڈھلانے آیا	"	
رحمت راہ طلب رحمت نے آسان کی سراج	زیر پا ہر سنگ بھی روئی کا گالا ہو گیا	"	
سدا پیش نظر رکھتے ہیں یارب	خیال آیت لاتقنطو ہم	"	
ستار تیرا دامن رحمت وسیع ہے	کیوں عاصیوں کو خوف ہو روز حساب کا	"	
مرے کریم کو منظور بخش دینا تھا	دعا کو ہاتھ اٹھانا ہی اک بہانا تھا	"	
کریم تو ہی ہر اک کا جہاں میں ہادی ہو	اگر ہو فضل بشر پر تو راہ شر سے پھرے	"	
یہ سمجھو جہانیں سوا ذات حق کے	نہیں کوئی حامی تمہارا ہمارا	"	
جہاں میں دھوم ہے تیرے کرم کی اے مالک	عروج دے جسے عالی مقام ہوتا ہے	"	
جب ترے سایہ سے ہو فیضیاب	یوم سعادت میں ہما ہو گیا	"	
عجب بھولا ہوا زاہد ہے تو اپنی عبادت پر	یہاں ہم عاصیوں کو ہے بھروسا اسکی رحمت پر	سرمست	
کوئی دنیا میں نازاں ہے کوئی عقبیٰ کی جنت پر	یہاں ہم مجرموں کو ہے سہارا تری رحمت پر	"	
یارب تو اپنے فضل سے کردے مجھے رہا	قیدی ہوں میں ہوا و ہوس اور آز کا	سرور	
رحمت کا طلب گار ہے یہ سرورؔ گناہی	گو نیک ہے یا بد یہ گنہگار ہے تیرا	"	
سید کوئی فقیر ہو یا اہل جاہ ہو	بڑھ کر وہی ہے جسکو کہ بخشے خدا عروج	سید	
وہ بہکتا نہیں گمراہ کے بہکانے سے	شان رحمت سے جسے راہ پر لاتا ہے تو	"	
ہوتا نہ جو شاہوں پہ ذرا ظل الٰہی	یہ مملکت و تاج یہ اورنگ نہ ہوتا	"	
نام خدا کا ہے غفور بخشے گا ایک دن قصور	غیر سے چاہے مغفرت میری خطا کو کیا غرض	سفیر	
قہر کہتا ہے گنہگاروں کو جنت نہ ملے	رحم کہتا ہے کہ کوئی نہ جہنم میں رہے	"	
شان کرم یہ ہے کہ سبکسار میں چلوں	گٹھری اٹھائیں سر پہ فرشتے گناہ کی	"	
تیرے سوا کسی کا سہارا نہیں کریم	آئے نہ تجھ کو رحم مجھے یہ یقین نہیں	"	
سفیرؔ زار کو بھی بخش یارب	اسے بھی آس ہے تیرے کرم کی	"	
جب پڑی داور محشر کی نظر ہم پہ سفیرؔ	سب خطائیں ہوئیں روپوش عطائیں آئیں	"	
شاق اس پہ خود ہے شان رحیمی کو دیکھئے	میں مرتکب ہوا جو گناہ عظیم کا	"	
نہیں کچھ مجھے پرسش حشر کا غم	گناہوں سے ہے تیری رحمت زیادہ	"	
رحمت وسیع تر ہے خدائے کریم کی	واں کیا بساط میرے گناہ عظیم کی	"	
سو بار جوش رحمت باری کو آچکا	نیت بھی میں نے کی نہیں اب تک گناہ کی	سفیر	
نہ مایوس ہو اسکی رحمت سے تو	کہ قرآں میں آیا ہے لاتقنطو	"	
جوش آگیا ہے رحمت باری کو اے سفیرؔ	جنت میں اک پکار ہے ہل من مزید کی	"	
جانتا ہوں کہ گنہ کرنے سے خفت ہوگی	پر نہ کیا حشر میں حامی تری رحمت ہوگی	"	
جو بخششیں ہوئیں خالق کی ان پر حد سے زیادہ	گناہ گاروں سے جھک جھک کے بے گناہ ملے	"	
لیکر مدد مراد اٹھوں گا میں اے سفیرؔ	بیٹھا ہوں سر جھکائے خدا کی جناب میں	"	

کیوں نا امید ہوں میں ترے فضل سے کریم	سفیر
دولت بھی کوئی شے ہے تری بارگاہ میں	"
میری مدد اگر ہو تو اٹھ جائیں سب کے کام	"
وہ کیا عجب ہے تیری عنایت میں جا بجا	"
قسمت میں جہاں کا جب ناخدا ابن جا سے کیوں نہ ہو	سعید
تو چھوڑ دے موج حوادث سے کیوں نہ ہو	"
بھروسا اس کی رحمت کا ہے بیڑا	"
ہیں پر نازاں تو خاص فضل الٰہی پہ ہے نظر	"
اپنی تو بس یہ ہے نہ بھروسا اگر ہے اللہ	سودا
نفس شیطان پشیمان ہو تو جاتی ہو جائے	
فضل حق ہو تو تنزل بھی ترقی ہو جائے	
قطرہ کو بحر ہو صدف سے میں نکلنے دیکھی	شائق
جو ہو گیا ہو جنان و دیعت جوش بخشش پہ ہے جو عصیاں کا	"
بہانا ہے کیا کسی نہ کیوں عاصیوں کو ہے	
امید مغفرت کی ذات رحیم و غفور سے	
کیوں نہیں	

فضل خدا

رکتی نہیں ہے فضل خدائے کریم سے	عاشق	دانا کی احتیاج نہ ناداں کی احتیاج
مخلوق سے نہیں ہے امید کشود کار		ہوفی روا خدا سے ہے انسان کی احتیاج
ہر چند غرق لجۂ عصیاں ہوں مگر		غفار سے توقع عفو قصور ہے
کیا خزانہ میں کمی ہے ترے اے میرے کریم	شاد	شاد نے دل میں جو کچھ اپنے ہے ٹھانی ہوجائے
کیا کریں گے ہم عبادت پر غرور		سچ تو یہ ہے فضل اس کا چاہیے
دیکھ سب کہتے تھے شاطر اب بخشا جائیگا	شاطر	بار عصیاں پر مرے فضل خدائی ہوگئی
تائید حق رفیق اگر ہے تو خوف کیا	شہیر	ناحق مخالفت جو زمانہ کیا کرے
خدا ہو دوست بندہ کا تو ہے اعدا ہی کیا ہوتا	شہید	ہو اس کا فضل تو دشمن کے ہے اغما سے کیا ہوتا
نہ کرتا حق مدد تو مردم دنیا سے کیا ہوتا		سوائے عالم بالا میاں بالا سے کیا ہوتا
نہ ہوتا فضل حق گر شامل حال آپکے اے نوح		تو بسم اللہ مجریہا و مرسیہا سے کیا ہوتا
ہوتا ہے فیض عالم بالا بقدر ظرف	صابر	مثل صدف گہر نہیں ملتا حباب کو
زہد پر ناز ہے مجھ کو نہ عبادت پر گھمنڈ	طاہر	میں گنہگار ہوں مجھ کو ہے بھروسا تیرا
ساحل تک آ ہی جائیگی کیا زورق امید		جس کا خدا ہے اس کو غم ناخدا عبث
طاہر یہ اس کریم کا ہے بحر و بر میں فیض		موتی ملے صدف کو تو غنچوں کو زر ملا
اللہ کے کرم کے امیدوار ہیں ہم	ظفر	مایوس کیوں ہو بندہ لطف خدا یگاں سے
ہے یہی امید چشم رحمت حق سے مجھے	عاشق	حشر میں دیکھے نہ مرے جرم و عصیاں کی طرف
دریائے عفو جوش پہ ہے اس کریم کا		جز ذات پاک کون ہے حامی الیم کا
رحمت ہے بہت ہی اس کی بڑھ کر		بخشے گا وہ حساب ہم کو
گناہ بخشدئے تو نے لاکھ رحمت سے		مرے کریم مجھے انفعال ہو کہ نہ ہو
بخشش پہ نظر رکھی نہ تعزیر دی ہم کو		اللہ نے بس ہم سے خطا کو نہیں دیکھا
طالب نہ کیوں ہوں رحمت رب کریم کا		آٹھوں پہر ہے خوف گناہ عظیم کا
توبہ سے ہو رہا ہوں پشیماں میں ہمنشیں		ہوتے گناہ اور کہ خالق کریم تھا
کچھ بھی نشاں نہیں مرے داغ قصور کا	عاجز	اللہ رے جوش رحمت رب غفور کا
کرتے ہیں کس قدر تری رحمت پہ ناز ہم		خوف عذاب حشر سے ہیں بے نیاز ہم
تیری بخشش کا بھروسا ہے شفاعت پہ نظر		داغ عصیاں کے سوا کیا ہے گنہگار کے پاس
فضل سے اس کے نہ ہو عفو گنہ عاشق اگر		حشر میں پھر ہو کہاں روئے سیہ کاراں سفید
گنہ کرتا ہوں میں بخشش پر اس کی مطمئن ہو کر		ثواب آخرت ٹھہریگا بدلہ میرے عصیاں کا
مہرباں ہے جو خداوند اپنا	عاصی	کام رہنے کا نہیں بند اپنا
کوئی ہے یا نہیں نہیں کچھ غم		جب خدا ہے ولا ہمارے ساتھ
چشم پوشی جو کریں غیر نہیں غم عاشق		میرا اللہ مگر قاضی حاجات رہے
حافظ اگر خدا ہے بندہ کو خوف کیا ہے		خالق وہ روح کا ہے صانع ہے وہ بدن کا
پرسش نہ ہوگی ایک گنہ کی بھی دیکھنا		میری نظر ہے رحمت پروردگار پر
اک نگاہ مہر نے بدلا زمانہ کا یہ رنگ		جتنے بیگانے تھے سارے آشنا ہونے لگے

جو کچھ دیا ہے مالک نے بے سوال دیا

فضل خدا

وہ نہیں بھولتا گو عیش میں بھولے انساں	عالم	قطب
جب خدا کا فضل اے عاجز ہوا	عاجز	
امیدوار جو رہتے ہیں تیری رحمت کے	〃	
عاجز ہے نظر اپنی تو رحمت یہ خدا کی	〃	
بے ادب پر فضل حق ہوتا نہیں	〃	
ایک کیا خورشید محشر لاکھ ہوں کچھ ڈر نہیں	علی احمد	
علی احمد عصیاں سے گھبرانہ اتنا	〃	
مژدہ لاتقنطوا اے دوستو	〃	
میری سیاہ کاریاں بیحد ہیں پر مجھے	〃	
کہا لاتقنطوا اللہ اکبر کیا محبت ہے	〃	
نبی نوع انساں میں پیدا کیا	〃	
حادثات دہر سے ہے امن تا ممکن ولے	〃	
امید کا محل ہے نہ موقع ہے بیم کا	〃	
غنی جہاں بے نوا ہو گیا	خدا	
ہے معرفت عنایت یزداں پہ منحصر	〃	
کیا شور رہزنان سفر آخرت میں ہے	〃	
کیا پایاب بندوں کیلئے دریائے مشکل کو	〃	
فضل حق ساتھ ہی بندہ کے ہوا پر ہم نے	〃	
ہر کوئی ہے بحال خود خرسند	〃	
جس کو چاہے خدا کرے مقبول	〃	
خدا کے کرم کی نہایت نہیں	〃	
خدا مہرباں ہے تو کل مہرباں	〃	
افضال کردگار جو حامی نہ ہو فدا	〃	
بعد ہر مشکل کے آسانی ہے رب کے فضل سے	〃	
محفوظ ہر بلا سے ہے دونوں جہان میں	〃	
پروردگار تیری یہ بندہ نوازیاں	〃	
آج دھل جائے مری فرد عمل	〃	
ہاتھ خالی کب ترا سائل گیا	〃	
گو کہ تھا قابل دوزخ فروغ مجرم	فروغ	
عزت وہ گھٹائے تو کبھی بڑھ نہیں سکتی	〃	
گو عدل لے چلا ہے ترا مار کی طرف	〃	
جس وقت ذرا تیری رحمت کی چڑھی ندی	قدر	
حق نے جو میرے حال پہ فضل و کرم کیا	قطب	

وقت تکلیف مددگار خدا ہوتا ہے
شام غم خود صبح عشرت ہو گئی
انھیں کو دیکھتے رہتی ہے تیری رحمت بھی
ہم زہد و عبادت کا بھروسا نہیں رکھتے
یاد رکھ اس بات کو اے مردیں
عاصیوں پر سایہ داماں رحمت چاہئے
کہ فضل خدا موجزن ہو رہا ہے
اپنے عصیاں پر میں نازاں ہو گیا
یار و ہے ناز رحمت پروردگار پر
بڑا احسان کیا ہم پر ٹھکانا کیا رحیمی کا
خدا کا بشر پر وہ انعام ہے
فضل ہے ہمراہ بندہ کے مدام اللہ کا
ہے سر پہ اپنے فضل خدائے کریم کا
گدا پر جو فضل خدا ہو گیا
مخدوب کوئی ذاکر و شاغل نہیں رہا
فضل خدا ہے بدرقہ اس راہ سخت کا
فدا پایاں نہیں ہے کچھ خدا کی مہربانی کا
گور میں بھی گزر رحمت یزداں دیکھا
ہے ترا فضل عام عالمگیر
رحمت حق تو ناپدید نہیں
یہاں کس پر اس کی عنایت نہیں
مجھے آسماں کی شکایت نہیں
اس دور میں کیسے کسی کا نباہ ہو
آج تو تیزاب ہے کل کو وہ جوئے شیر ہے
جس کو خدا کے فضل و کرم پر نگاہ ہے
سلطان ہے فقیر تری بارگاہ کا
تجھ سے اے ابر کرم کیا دور ہے
مانگنے والے کو سب کچھ مل گیا
کس طرح پر تری رحمت کو گوارا ہوتا
رتبہ وہ بڑھائے تو کبھی کم نہیں ہوتا
رحمت کی پر نظر ہے گنہگار کی طرف
پس ناؤ ہے کاغذ کی بیڑا مرے عصیاں کا
سارا جہاں مجھ پہ بہت مہرباں ہوا

بھیجے گا قطب تجھ کو وہ خالق غفور سے
نیچے کا نوٹ
کرنا خوف گنہگار کا بخشش کی تو بڑھائے گی یہ آرزو
امید رکھ لاتقنطوا یا خدا کے فضل آسمان میں
قرآں میں اہل خدا کے لائق ہیں اہل خدا ہی وارث ہیں
لائق بھی اپنے دل کی بڑائی ہے آرزو
اس کے کرم سے میں نہیں نومید ابتک
جس کے تئیں چاہے ہیں لائق ہمیں نہیں
مقبولیت کب تک جواں ہو پیر ہو
مغفور مقبولیت کی ہی حسرت کی جب نگاہ ہے
الٰہی تیری ہی رحمت پہ ہے مدار فقیر کا
نوٹ
خوبیوں نہ پاک مراد فقیر کا نہیں رکھتے
خوف ہے دونوں جہاں کا ہے
فضل جب اس کا ہے منظور فضل کرایں
فضل نوٹ رکھ منظور کو
ہے نہ دیکھ وہ آسان ہے تو بات مشکل ہے
کام جتنے ہیں عرض کے
شکر ہے کیونکر ادا ہو کام جتنے ہیں
رحمانی ہوئی
نہیں کچھ ہم نہیں ہو لائق کہ ہیں
بھروسا نہیں وہ تو اسے منظور نظم ہو

فضل خدا

ڈریں کیوں خطاؤں پہ ہم اپنے مضطر	وحشت	مضطر
عجب کیا ہے جو مضطر اپنی وہ شان کریمی ہو		
مظہر گناہ گار ہے لیکن بصد نیاز		مظہر
مرجاتے ہم تو ڈر کے گناہوں کے خوف سے		میکش
ایک دن اپنی یہ سب تر دامنی دھو جائے گی	وحشی	
یارب تو اسے بھیج کہاں ہے تری رحمت		
سیاہ کار جو کار سیاہ کرتے ہیں	وقار	
دیکھ لینا حشر میں اتنی ہو گی مغفرت		
گناہ گار ہے میکش اور آپ ہیں غفار		
پھر وسے پر تمہارے بھر رحمت کے مرے مولا		
مجھ گنہگار کو لیجائیں گے جب دوزخ میں		
سن کے یہ کرتے رہے نامۂ اعمال سیاہ		
خطائیں دیکھ کے بخشا جناب باری نے		
یونہی ڈر کر مرے جاتے ہو ناحق اے گنہگارو		
ماہ داغ لے زر ہو گا مجھے مثل درم		ماہ
حق ہے اے کریم ترے خوان عام سے		
جوش میں آئے جو ابر کرم رب کریم	وفیق	
خوف کیا محبوب عصیاں کا تجھے		محبوب
تری رحمت ہے وہ دریا کہ نہا کر اس میں		مہر
آسرا ہے رحمت حق کا فقط ورنہ یہاں	ولی	
دیکھئے رحمت حق میل کدھر کرتی ہے		
میرا کیا منہ ہے جو خدایا مانگوں	ہوشی	
پھیلائے کیا کوئی مرے پروردگار ہاتھ		
الٰہی کیا تعجب ہے تری ذرہ نوازی سے		
مہر بندہ ہے ترا اس پہ رہے فضل و کرم		
یوں عقیدہ رہے رحمت میں تری مستحکم		
دے تو اگر سہارا چڑھ جاؤں میں بھی بیشک		
رجوع قلب ہو تو غیب سے تائید ہوتی ہو		
ہلکا ہو جائے گا افضال خدا سے دم میں		
مہرباں گر اپنا خلاق جہاں ہو جائیگا		
جب حق کا میرے حال پہ لطف و کرم ہوا		
پرسش حشر سے اے نظم بچالے گی مجھے		نظم
تو ہو اگر عطا کیا کہ ہوا ذوق طلب		وحشت

گناہوں سے ہے اس کی رحمت زیادہ		مضطر
گدا سے مینوا کو بخشدے رتبہ امیروں کا		"
امیدوار ہے ترے فضل عمیم کا		مظہر
گر کچھ امید رکھتے نہ تیری عطا سے ہم		میکش
برسینگے رحمت کے بادل داغ عصیاں دیکھکر		"
کیوں پاک مرا دامن عصیاں نہیں ہوتا		"
تجھے غفور سمجھ کر گناہ کرتے ہیں		"
پلہ عصیاں مرا جتنا گراں ہو جائیگا		"
میں ہوں خطا کے لئے آپ ہیں عطا کیلئے		"
لئے موجود سر پر بار عصیاں کی گراں سل ہوں		"
دیکھ لینا کہ لگے ساتھ ہی رحمت آئی		"
ابر رحمت کا برستا ہے گنہگاروں پر		"
مجھے تو پار اتار گنہگاری نے		"
بہا لیجائے گا اک روز دریا تم کو رحمت کا		"
جب مرے مولا کا کچھ مجھ پہ کرم ہو جائیگا		ماہ
بھوکا نہ ایک دن بھی کبھی یہاں اٹھا		"
بحر سوا ج سے اونے ساہو قطرہ گستاخ		"
آئی ہے صاف آیت لاتقنطوا		محبوب
بے خطا ہو کے خطاوار چلے آتے ہیں		مہر
زہد و طاعت بندگی صدق و صفا کچھ بھی نہیں		"
میل ہے حضرت انسان کا عصیاں کی طرف		"
خود دیتا ہے تو نہ مانگوں یا مانگوں		"
بندے کا ایک ہاتھ ہے تیرے ہزار ہاتھ		"
کہ بخشے مہر سے عاصی کو بھی تو بے نیازی ہو		"
بندگی کا تری دنیا میں وہ بھرتا ہے دم		"
بندھیا چل ہے جنبش نہ ہو اس کو زنہار		"
گو میرے دسترس سے اونچا ہے بام تیرا		"
خدا کو یاد کرلے بندۂ مجبور مشکل پر		محب
گو گناہوں سے تو نواب گرانبار رہوا		نواب
غم ہے کیا دشمن اگر سایہ جہاں ہو جائیگا		"
دشمن جو تھا وہ دوست ہوا پھر نہ غم ہوا		"
اس کی درگاہ عطا پاش و خطا پوش مجھے		نظم
کہہ بھی سکتا ہوں کے دلمیں کوئی ارماں نہ رہا		وحشت

جو ہو لطف خدا شامل تو سب بندے بن آئے
رہتا ہے در فیضان الٰہی دن رات
خبر گیراں خدا رہتا ہے دن رات اپنے بندوں کا
حلہ جنت کفن میرا ہوا اے جرم پوشش
ہنر بر فضل خدا سے عدو کا خوف نہیں
تلاش ناریں ان کو ہمیشہ ری دیدی
بچا لیتا مجھے اے رحمت معبود محشر میں

بنے تب وہ رر خالص ملے اکسیر جب میں میں
وہاں ولا قفل کہاں کا ہے کہ ہر کی کنجی
سلاتا ہے۔ جگاتا ہے۔ کھلاتا ہے پلاتا ہے
روضہ رضواں تری رحمت سے مدفن ہو گیا
جو تیغ کو ہے بلندی تو ہے سپر کو اوج
عجب کلیم نے دیکھی ترے کرم کی آگ
ترا ہی آسرا ہے اور تیرا ہی سہارا ہے

فعل بد

بے فائدہ نیکی کی توقع ہے بدوں سے
مردم دنیا جو کجرو ہیں تعجب کیا اسیر
دنیا میں نیک سے ہے فزوں بد کا امتیاز
کر و مست آج کل حضرت برائی کو ابھی چھوڑو
بارہا دیکھا ہے ہم نے نیک و بد میں اتفاق
بدی کر کے بیکار رہتا ہے انساں
ہر امر میں دنیا کے موجود حد دیکھو
برا ہوتا ہے بدکاروں کا انجام
نہیں جہاں میں محسن کشی سے بد کوئی کام
دیکھ کر میرے عمل کہتے ہیں اعضا میرے
باندھی جو جنت پر کمر انسان نے کبھی
فقط اعمال نیک و بد ہیں اپنے اور اک ہم ہیں
دل میں گراں نظر ہیں سبک عاقلوں کے ہیں
محروم ہے وہ جنت و حور و قصور سے
کشت دنیا میں بو کے تخم بدی
روشندوں کا حد سے نہ بڑھ کر قدم پڑے
ہنر سے دور ہے بد اصل کی خلقت کہ آئینہ
ملیگا پھل بھی برا تخم زشت بونے سے
اگرچہ نیک و بد سب حکم سے خالق کے ہوتے ہیں
چھپتا نہیں چھپائے سے نمایاں ہے علیا
کام کا ہے کو وہ کرے انساں
کیوں برا مانوں کہے مجھ کو برا اگر کوئی
پکڑا جو تجھ کو ہے عسس روزگار نے

تجنا نہ میں کیا کام موذن کی اذاں کا
بیشتر گلشن میں آتے ہیں نظر اشجار کج
کیا کیا گراں نہ شہد سے قیمت میں سم ہوا
نہیں جو کام اچھا وہ نہ آج اچھا نہ کل اچھا
لعل کو دیکھو شرر کے ساتھ پتھر میں رہا
نہ خنجر چلے خاک و خوں میں لتھڑکر
آدم کو کیا حیران شیطاں کے لب جھپنے
برے افعال سے رکھتا نہ تو کام
رگ ایں سنگ نہ اشجار سایہ دار پدسم
ہم کو دوزخ میں جلانے کو ہوا تو پیدا
شیطاں کا بھی باپ ہوا بھوت بن گیا
نہ کوئی ساتھ اپنا ہے نہ ہے بیگانہ نوبت میں
نادان اپنے فعل زبون و خفیف سے
فسق و فجور سے جو یہاں کے خراب ہے
ہوگا محتاج دانے دانے کا
باہر رکھے نہ سایہ سے بڑھ کر چراغ پا
خمیر سنگ سے بنتا ہے تو جوہر نہیں ہوتا
مآل کار سے انساں کبھی نہ غافل ہو
برا جو فعل ہو سرزد اسے اپنی خطا جانے
پوشیدہ لاکھ کیجئے فسق و فجور کو
اپنے نزدیک جو برا جانے
میرے اعمال ہی خود مجھ کو برا کہتے ہیں
خمیازہ ہے یہ فعل بد و نا صواب کا

ہمدم		فعل بد
"	موجود ہے فعل بد	
"	ہر گز نہ سنے فعل زبوں جی ذرا چلا	
ہنر بر		
"	روکش نہ ہو فعل بد جوانی میں جا بجا	
"	ہیں بھی نہایت اعمال سے نیچر کا	
اسیر		
"	بد بھی طفیل نیک	
آتش		
اسمٰعیل		
اشک		
"		
انشا		
احمدی		
امیر		
بحر		
پرتو		
تجمل		
تراب		
"		
ذائق		
سودا		
"		
سفیر		
سید		
عالم		
"		
عاشق		
فدا		

بدگہر سے خاک حاصل ہو ایذا کے سوا — غیر خونریزی نہیں کچھ کام تیغ تیز کا — ناسخ
ہرگز نہ رکھے بد سے کوئی امید نیکی — کب ہو متقوی دل موتی کیطرح ہیرا — "
جو بدگوہر ہیں ان سے کیا خطر عالی مقاموں کو — کہ ایمن سنگ سے اے شیشہ ہے گردونکا — "
نیک ہیں گلشن ایجاد میں کم بد ہیں بہت — خار پھولوں سے کہیں ہوتے ہیں افزوں پیدا — ناسخ
بدعمل جو ہیں وہ باز آتے نہیں تعزیر سے — چور کو پروا نہیں گو ہے مثال داشمع — "
چھپکے تنہائی میں کرتے ہیں جو اعمال قبیح — سخت غافل ہیں ادھر اور ادھر دیکھیں تو — واسطی
بدطینتی سے نیک عمل کی نہ رکھ امید — جو ہے شجر خراب ہے اسکا ثمر خراب — "
جس کے نطفہ میں ہو بل وہ رہے کیونکر سیدھا — چلتے دیکھا ہے کہیں سانپ زمیں پر سیدھا — ہوش
بدی کرنے سے بدنامی رہے دنیا میں مدت تک — کہ لعنت آج تک ہر اک بشر کرتا ہے شیطانکو — ہرچند

فقر

عالم فقر میں تکلیف گوارہ ہے امیر — نہ ملیں گے نہ ملیں گے امرا سے کچھ ہم — امیر
کیا خوف ہے آندھی کیطرح آئے جو دولت — رویاں بھی نہ میلا ہو گلیم فقرا کا — "
لیتے ہیں ایک جس سے دلا دیتے ہیں یہ دس — بے شک ہیں اغنیا سے زیادہ گدا کریم — "
لباس فقر کا ایسا پسند ہے مجھ کو — بناؤں پھاڑ کے گدڑی جو خلعت شاہ ملے — "
تکلیف ہے پر شکر گدا کو ہے مناسب — شاہوں کی طرح کچھ غم عالم تو نہیں ہے — "
زمانہ کی خبر سے ہم کو کیا کام — امیر اپنی نہیں رکھتے خبر ہم — "
نیرنگی چار باغ عالم — گدڑی ہے ترے گدائے در کی — "
یک رنگ ہم وہ تھے کہ دورنگی نہ کی پسند — پہنا کفن تو جامۂ ہستی اتار کے — "
طمع جو لذت دنیا کی ہو فقیروں کو — کرے ابھی تو نئے بوریا شکر پیدا — امیر
ہم فقیروں پہ اگر فضل الٰہی ہوگا — بوریا زیر قدم مسند شاہی ہوگا — "
فقیری میں مزہ حاصل ہے بڑھکر بادشاہی سے — قدم رکھتے نہیں تیرے گدا تخت سلیماں پر — "
کاشانۂ فقیر میں جا بن کے سر حق — سلطان کی بارگاہ میں ہو کر خبر گزر — "
تھا کام کا جو فقر کیا اس کو منتخب — دولت کو لیا ہم نے نہ بیکار سمجھ کر — "
لی سلطنت دہر نہ درویش نے تیرے — پھینکا سر سلطان پہ آسے یار سمجھ کر — "
فقیر ہیں ہمیں کافی ہے پیرہن گندہ — پسند کس کو ہے کمخواب و گلبدن کی بہار — "
بوریا بس ہے کلاہ فقر کافی ہے ہمیں — تخت دارا کی نہ ہے تخت سکندر کی طمع — "
ہو کر امیر شوق فقیری وہی رہا — ہے جا بجا گلیم کی پیوند شال میں — "
کام کیا تنگیٔ عالم سے فقیروں کو ترے — جھونپڑے میں بھی فراغت سے بسر کرتے ہیں — "
کریں نہ اس کی تمنا دوشالہ پوش امیر — سوا گدا کے کوئی لایق کلیم نہیں — "
فقیروں کو نہ چشم کم سے دیکھیں صاحب دولت — امیر الفقر فخری مصطفےٰ ارشاد کرتے ہیں — "
خالق نے بے نیاز کیا مجھ حقیر کو — ملبوس خاص شاہ نے بخشا فقیر کو — "

دولت میں فقر سے بھی نہیں ہیں کنارہ کش
ساماں تونگری کے فقیری میں کیا ضرور
یاد آتے ہیں امیری میں فقیری کے مزے
مرد بے توشہ جہاں میں نام کیا پیدا کرے
غنی ہیں فخر میں دولت ہے ترک آرزو ہم کو
نہیں درکار ہرگز فرش شاہی ہم فقیروں کو
پیش نظر یہاں کب نان حلال ہو
شکر صد شکر کہ دل فقر میں رہتا ہے غنی
تخت طاؤس اس سے نہیں کچھ
بھولی مسافرت میں رہ فقر کب مجھے
کشور فقر وہ کشور ہے کہ جس کشور میں
خواہش اسباب ہوگی باعث نقصان فقر
اہل آرام فقیری کا مزہ کیا جانیں
فقر کیا گنج اگر ہاتھ لگا بالقوہ
ننگ درویشی سے کیوں رکھا ہے پتلا خاک کا
شاہ ملک فقر ہوں تخت زمیں ہے زیر پا
فقیری میں وہی باقی ہے رفعت اوج طالع کی
پروا نہیں کرتا ہوں فقیری میں امیری کی
کوئی عالم میں نہیں مرتبہ دان درویش
صاف کہتا ہے یہی وہ جو خدا کہتا ہے
قطع امید جو کی ہمت عالی کے سبب
قدر کامل کی ہے کامل کو جہاں میں معلوم
دنیا کی فکر گوشہ نشینوں کو عیب ہے
مسند کی نہ آرزو نہ ہیں تخت کی تلاش
وہ گداہوں میں دبایا منعموں کو بعد مرگ
اہل دیں کی اور خصلت طرز دنیا اور ہے
دی فقیری نے مجھے سیل حوادث سے نجات
کاشانۂ فقیر میں دولت کو دخل کیا
نفرت جو خلق سے ہے وہ درباں سے کم نہیں
صحبت اہل فنا ان کو خوش آتی ہے مگر
تکلف کی نہیں حاجت ہے کچھ ارباب معنی کو
بزم سلطاں کو مبارک ہو سریر شاہی
امیروں کو سفارش ہو مبارک اہل دنیا کو

تکیہ ہے مجھ فقیر کا نواب گنج میں — امیر
خلعت کی آرزو ہے نہ ہم کو خطاب کی — "
بوریا خوب تھا مسند ہمیں درکار نہ تھی — "
منہ میں نقمہ ہو تو آواز آسیا پیدا کرے — "
کیا کشتہ اگر سیماب دل کو کیمیا سمجھے — "
زمیں قالین ہے ہر نقش قدم تصویر قالی ہو — "
میں آسمان فقر یہ گویا کمال ہو — "
مانگتے رتبہ شاہی تو گدائی ہوتی — "
اڑ کے آندھی میں بوریا میرا — "
دیکھا جہاں فقیر کا تکیہ ٹھہر گیا — "
مانگتے پھرتے ہیں دارا و سکندر ٹکڑے — "
آرزوے بوریا بوئے ریا ہو جائیگی — "
بوریا شیر کا مسکن ہے نیستاں کیطرح — "
دولت فخر کہاں صاحب اکسیر کے پاس — "
قول ہے الفقر فخری صاحب لولاک کا — "
پھر رہا ہے چتر سر پر گردش ایام کا — "
کر تکیہ ہے ہمارا کوہ تکیہ گدائی پر — "
چادر ہے گزی کی مجھے اطلس کے برابر — "
قہر درویش تہیدست بجان درویش — "
ترجمہ مصحف رب کا ہے بیان درویش — "
کھل گئی جوہر تیغ زبان درویش — "
ہے جو درویش وہ ہے مرتبہ دان درویش — "
باقی اگر ہے حرص تو کل سے کیا غرض — "
ہم ہیں فقیر جاہ و تجمل سے کیا غرض — "
مقبرہ سے بیرے قصران کا کوئی خالی نہیں — "
گران شیروں سے ہو سکتا ہے کب روباہ کا — "
تیغ باراں کی ہوئی کملی سپر برسات میں — "
سلطان محل نہیں یہ سلیماں محل نہیں — "
کیا خانۂ فقیر کو درباں کی احتیاج — "
گھر جو تکیے میں بنا کر فقرا رہتے ہیں — "
بھلا درکار کیا حرفوں کے دامن کو کناری ہو — "
بوریا تک نہیں رکھتا ہے مکاں میں درویش — "
خدا سے سلسلہ ہے مجھ گدائے بے توسل کا — "

فقر — امیر

لذت فاقہ سے آگاہ جو کل ہیں خاص — "
بہر جزمنی سے ہے نعمت حظ اکسیر کو — انور
فقر میں لطف ہے شاہوں کے برابر کیا — "
عیش ہاں تخت کا ہے فقر میں خاک کے اوپر تو — "
لاکھ سے سلسلہ فقر نہ چھوٹا ہرگز — "
بھیک کر دق بنا سے ہے گوارا نام — "
فقر ہے بھی ہوا و ہوس زر سے خالی — "
فقر کا منصب و تمکین ہے شاہوں سے سوا — "
فقر کی نظر سے دیکھیں تو سکندر کیا ہے — "
فقر ہی سے ہے نعمت کو یقین اس کو قرار — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "
فقر وہ شیر کا ہے شیر کا ہے فقر وہ شیر کا — "

فقر

فقر کی دولت کو کیا خالق نے بخشا ہے وقار — انیس
فقیروں کی مجلس ہے سب سے جدا — "
سکندر کی خاطر بھی ہے سد باب — "
غنی ہوں دی ہے خدا نے بھی دولت فقر — اشک
موے پر جب گدا و بادشاہ کا حال یکساں ہے — "
جَو کی روٹی میں فقیری نے دیا ہے وہ مزہ — "
فقر کی دولت سے رہتا ہے ہمیشہ دل غنی — "
سلطنت کا ہے مزہ نفس کشی میں غافل — "
بادشاہت ہو تو کیا جس میں حلاوت ہی نہیں — "
دولت خدا پرست لٹائیں جو فقر کی — امانت
پیر فلک کے دور میں ہیں فرد ہم فقیر — "
خیال تن پرستی چھوڑ فکر حق پرستی کر — آتش
مرد فقیر ایذا دیتے نہیں کسی کو — "
بسر ہو جائے گی کمل کے سایہ میں فقیر وں کی — "
فقیری نے دیا ہے رتبہ عالی بادشاہی سے — "
بادشاہی سے فقیری کا ہے پایہ بالا — "
فقر کے کوچہ میں قدر دولت دنیا نہیں — "
فقیری سلطنت ہے خاکسار کوے جاناں کو — "
کملی مری پشمینہ سے رکھتی ہے مجھے گرم — "
منزل فقر و فنا جائے ادب ہے غافل — "
فقیری جس نے کی گویا کہ اس نے بادشاہی کی — "
نہیں رکھتے ہیں امیری کی ہوس مرد فقیر — "
نعمت فقر سے موجود جسے رغبت ہو — "
نعمت فقر سے محظوظ ہوا ہوں ایسا — "
چھوڑ کر ہم نے امیری کی فقیری اختیار — آتش
دولت فخر سے رکھتا ہے غنی — "
فقیر کو نہیں درکار شال امیروں کی — "
کسی کو ملک دیا ہے کسی کو مال دیا — "
مقام شکر ہے جو آسماں دے خرقہ فقر — "
ثابت قدم فقیر کو ہے نفس کشی شرط — "
پا برہنہ سر عریاں وطن گرد آلود — "
مسند شاہی کی حسرت ہم فقیروں کو نہیں — "
گردش دوراں سے مردان خدا بے باک ہیں — "

ہاتھ پھیلاتا ہے سلطاں بھی گدا کے سامنے — انیس
امیروں کا یاں تک گزارا نہیں — "
جو دار بھی ہے تو مدارا نہیں — "
یہ بادشاہ سے جھک کر گدا نہیں ملتا — اشک
بجائے تخت ہم کو بوریا دیتا تو اچھا تھا — "
نان نعمت سے مجھے منعم کے نفرت ہو گئی — "
ہاتھ پھیلاتے ہیں کب ہم غنیا کے سامنے — "
عجب اکسیر یہ پیش فقر ارہتی ہے — "
نعمت فقر سے بہتر کوئی نعمت ہی نہیں — "
پھیلائیں بادشاہ بھی آگے گدا کے ہاتھ — امانت
کمل کی آرزو ہے کنارہ ہے شال سے — "
نشاں رہتا نہیں ہے نام رہ جاتا ہے انساں کا — آتش
میں ذکر آرہ ہرگز زیر شجر نہ کرتا — "
مبارک اہل دولت کو ہو شال نمدی — "
دو عالم میں مرا دل ہے جہاں میں جام جم کا — "
بوریا چھوڑ کے کیا تخت سلیماں مانگوں — "
ٹھوکریں کھاتے ہیں یاں پارس کے تھپیڑے پتھر — "
مبارک جام ہو جمشید کو خاتم سلیماں کو — "
سنجاب سے افزوں ہے یہ قاقم سے زیادہ — "
بادشاہ تخت سے یاں اپنے اتر لیتا ہے — "
جسے ظل الٰہ کہتے ہیں درویشوں کا کمل ہے — "
شیر کی کھال ہی ہے قاقم و سنجاب مجھے — "
آب شیریں میں ہے نان نمکیں تھوڑی سی — "
خشک کر کے انہیں کھاؤں جو ملیں تر ٹکڑے — "
بوریے پر بیٹھے ہیں قالیں کو ٹھوکر مار کے — "
ہم کو آتش دل خرسند اپنا — "
سر برہنہ سر گو شوادہ کیا کرتا ہے — "
فقیر ہوں مجھے اللہ نے ہے حال دیا — "
کفن پہنکے ہے اس گھر سے جہاں نکلا — آتش
بے دیو کے مارے ہوئے رستم نہیں ہوتا — "
ہے کرامات گدا حال گدا سے پیدا — "
فرش ہے گھر میں ہمارے چادر مہتاب کا — "
نوح کی کشتی کو اندیشہ نہیں گرداب کا — "

ہم فقیرانہ بسر کرتے ہیں عسرت میں مگر	کیوں کریں ہستی کے ساماں کی تلاش	اکبر
نہ پایا گر مکین لامکاں کو	مٹا دیں گے ہم اپنے بھی نشاں کو	〃
میں ہونگا سربرآوردہ نہ کیوں خاک قدم بنکر	کہ اکثر مرد کامل ہوتے ہیں مرشد کی خدمت سے	افسر
جائے گا کبھی نہ شاہ کے گھر	جو شخص گدا ہے تیرے در کا	انجم
ہر وقت جو خدا پر نظر رکھتے ہیں	کب دل میں خیال سیم و زر رکھتے ہیں	امجد
جاہ اچھا ہے نہ حشمت نہ جلال اچھا ہے	بندۂ حق کو فقیری ہی کا حال اچھا ہے	اکبر
راہ حق کی ہے طلب آسی اگر	خاک رہ ہو مرد حق آگاہ کی	آسی
یہ ہنگامہ آرا ہیں سب بے خبر	وہ چپ ہیں جنھیں کچھ خبر ہو گئی	اسمٰعیل
حلقہ میں قلندروں کے آکر	تحقیق تمام ہو گئی ہے	〃
ہوس ہے گر سر و ساماں کے جمع کرنیکی	تلاش کر سر و سامان بے نوائی کا	〃
صاحب نظر کو فرق شب و روز کچھ نہیں	ہر روز روز عید ہے ہر شب شب برات	〃
دلجوئی فقیروں کی ہے خوشنودی معبود	تکریم غریبوں کی ہے اکرام خدا کا	بیخود
کشتی درویش پر بیٹھو تو بیڑا پار ہے	چاہئے دانو سمندر ہے یہ سوتا چاہ کا	〃
تو جب تک دوست دنیا کا ہے دنیا تیری دشمن ہے	فقیروں کو نہ ڈالے کام ہے اندیشہ شبخون کا	〃
کسی فقیر کے کمل کو پوچھتا ہے کون	کہ دور دور زمانہ میں ہے دوشالوں کا	〃
نجات اے بحر اس میں ہے کہ دنیا سے کنارہ	نہیں درویش کی کشتی کو کھٹکا موج طوفاں کا	〃
ہے یادگار زمانہ میں اپنی تنہائی	فقیر کا کوئی قائم مقام ہو نہ سکا	〃
اپنا ہو آپ قاتل مٹی میں جیتے جی مل	ڈھا بیٹھ کعبۂ دل حج کا ثواب ہوگا	〃
نقش دنیا کا مرے دل پہ اثر کیا ہوگا	فقر کہتا ہے کہ حاجت نہیں زر کیا ہوگا	〃
شاہ کا پایا خطاب اس نے جو ہو بیٹھا فقیر	آگیا اس دائرہ میں جو وہ دارا ہو گیا	〃
فقر کا پوچھو مزہ سلطان ابراہیم سے	چھوڑ کر شاہی کو درویشی کا خواہاں ہو گیا	〃
محمل نشیں سے کعبۂ مقصود دور ہے	پہنچا وہی جو کشتی مقصود پر گیا	〃
کچھ سکندر کی حقیقت نہ قلندر سمجھا	اپنی ٹمنی سے نہ آئینہ کو بہتر سمجھا	〃
امن میں جو رہ سماوی سے ہیں اصحاب گلیم	دیکھ لو سایہ نہیں ہے پائمال آفتاب	〃
ہوئے فقیر تو دنیا کی آفتوں سے چھٹے	ہر اک بلا کو ہوا نقش بوریا تعویذ	〃
دینے والے کا کب احسان گدا لیتے ہیں	آبرو بیچ کے ٹکڑا فقرا لیتے ہیں	〃
لات ماری ہے فقیروں نے جہانبانی پر	افسر و چتر سلاطین کے سر مارے ہیں	〃
گو ہوں فقیر باغ سعادت نصیب ہوں	ہے آشیاں ہما کا مرے ہر نہال میں	〃
علائق سے ہو آزادی فقیری اسکو کہتے ہیں	کفن کو بھی نہ رکھے کچھ قلندر ہو تو ایسا ہو	〃
اگر بے رنج ہستی چاہتا ہے تو فقیری کر	فقیری یہ ہے زندوں سے نکل مردوں میں داخل ہو	〃
فقر کے پردہ میں دنیا خوب ہوتی ہے شکار	بوریے پر بیٹھکر شیر نیستاں ہو گئے	〃
ذرۂ خاک ہیں ہم لوگ سمجھئے جو فقیر	قدر کیجئے تو ہمیں آنکھ کا تارا کیجئے	〃
دولت فقر سے میں بھی ہوں غنی اے ہمدم	بوریا بھی نہیں کم مسند کم خوابی سے	〃

فقر		
دی دنیا سے با ایمان اٹھے	کیا پٹے کپڑے سے تنگ آئے فنا فی اللہ کو	گور کے پیوند کو کیا بخیہ گر کی احتیاج
جو حاصل کر کے کچھ عرفاں اٹھے	کیونکر گلیم پوش نہ درویش ضمیر ہوں	رکھتا ہے آئینہ کو نمد کا غلاف صاف
کبھی اس کے عشق میں دونوں جہاں سے کر گذرے ہیں	زیب و زینت نہیں ارباب فنا کے گھر میں	خانہ گور کو در کار نہیں چھت پردے
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	ہو دوزانو غنیا کے پاس مت قالین بچھا	پاؤں پھیلا لو رے یہ اپنے گھر میں سو مدام
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	گدا بنکر ترے در پر رہے بس ہے یہی خواہش	نہ خوش آتا ہے بختاور کو ہرگز ٹھاٹھ شاہانہ
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	وحید عصر ہوتا ہے دوئی کا نام مٹوتا ہو	خدا ہی میں خودی کر کے فنا مل جائے درویش
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	حیات جاودانی کس طرح اس کو نہ حاصل ہو	کہ پہلے موت سے آفاق میں مر جائے درویش
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	ہوا ہے معتقد جس دن سے درویشو کا بختاور	رکھے ہے سر جہاں پر کوئی رکھتا پائے درویش
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	میں خاک نشین ہوں کیا کروں گا	اے صاحبو لیکے کرسی و میز
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	بہتر از نخل فقیری میں فرش خاک ہے	پانوں پھیلا کر جو لیٹے ہاتھ تکیا ہو گیا
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	بے سبب نام ان کا شاہ نہیں	کہ فقیری بھی ایک دولت ہے
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	گدا کے واسطے ہے فرش قالین	بچھانے کے لئے گر بوریا ہو
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	ساماں کی احتیاج نہیں اہل فقر کو	جب ہے زمیں نہیں ہے اگر بوریا نہ ہو
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	غصہ سے امیروں کے خطر کچھ نہیں ایسا	اللہ نگہباں فقیروں کے غضب سے
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	امیروں کی خوشامد کرتے ہو اتنی عبث یارو	فقیروں سے ملو کچھ فقر کا جاہ و حشم لے لو
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	کوئی او ہم سے پوچھے فقر میں کیا بادشاہی ہو	غنی ہے دل فقیروں کا بظاہر گو تباہی ہے
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	تخت پر لات جس نے ماری تراب	بورے پر وہ کب کرے گا ناز
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	یوں ادب کیجئے فقیروں کا	جیسے آداب ہو امیروں کا
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	سر جھکا کے قدم پہ فقرا کے	بادشاہوں کا اور وزیروں کا
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	مٹ گیا حوصلہ امیری کا	جب سے پایا مزہ فقیری کا
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	فقیری کا مزہ خوب اس نے بے ریب و ریا پایا	نہ بستر کے لئے کبھی جز بوریا پایا
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	کس سے کہئے مزہ فقیری کا	فقر بے اضطرار ہے نعمت
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	امیروں کو ہے گر امیری پہ ناز	فقیروں کو بھی ہے فقیری پہ ناز
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	گدائی میں کرے جو بادشاہی	وہ ہے سرتاج شاہان ممالک
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	چاہئے درویش کو نازاں ہو اپنے حال پر	جس طرح دولت پہ کرتے ہیں گھمنڈ اہل دول
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	خاک وزر جنکو برا ہے وہی درویش ہیں	بے نصیبوں کو انھیں کی خاک در ملتی نہیں
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	وہ آدمی کیا جو سگ دنیائے دنی ہے	درویش کو کیا چاہئے اللہ غنی ہے
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	رتبہ ہے فقیروں کا امیروں سے زیادہ	درویش کی خدمت میں رہو یارو ادب سے
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	دنیا کی سلطنت کو سمجھتے ہیں یوں فقیر	توشہ کبھی بنے کوئی جیسے بیاہ میں
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	خدا ہ بناہ فقیروں کی ناخوشی سے تراب	وہ جس پہ گرم ہوں جھٹ پیرہن میں آگ لگے
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	فقر میں اس کی آن بان ہے اور	جس میں کچھ آن نامرادی ہے
کبھی دونوں جہاں اس کے لئے قربان کر بیٹھے	کم کوئی فقرا سے ملتا ہے خدا کے واسطے	دفع اعدا کے لئے یا کیمیا کے واسطے
کبھی اپنی خودی کی دھاک ان کے سامنے بیٹھے	نان خشک راضی ہوا چٹنی گدڑی پہ شاکر ہوں	یہی قوت گدایاں ہے یہی دلق گدائی ہو
فقر		

قبر کی تنگی و تاریکی سے ان کو ڈر کہاں	جو یہاں حجرہ میں بیٹھے ہیں نہیں گھبراتے ہیں	تراب
کیوں نہ درویشی میں خوش رہیے تراب	اس قدر آرام یہ عزت نہیں	〃
خود بخود سب آرزوئیں اسکی برآئیں تراب	جو کرے خاطر سے اپنے سید باب آرزو	〃
بڑی ہے ذلت اس کو مجرئی ہونا امیروں کا	گلے میں جس کے کفنی سر پہ جس کے تاج شاہی ہے	〃
ہم ملائیں اسکو مولا سے تراب	جو خدا کے واسطے ہم سے ملے	〃
فقیروں کی توجہ جس طرف آئے وہ بن جائے	جو ان سے منہ بگاڑے اسکو حاصل روسیاہی ہے	〃
فقیروں کی کتابیں پڑھ کے کوئی کامل نہیں ہوتا	وہ رہبر کس طرح ہوگا جو رہ نادیدہ راہی ہو	〃
مہرباں جس پہ ہو تراب فقیر	کیوں غرض مند وہ امیر کا ہو	〃
فقیروں کی دعائے بد غضب ہے الاماں اس سے	تراب اس بات سے یارو تمہیں آگاہ کرتا ہے	〃
کیونکر نہ سر جھکائیے اس کے قدم پہ ہم	جس کے قدم سے ہاتھ طریق خدا لگی	〃
تراب کس لئے جائے وہ گھر امیروں کے	جسے نہ کچھ غرض دولت و امارت ہے	〃
ہرگز نہ پاوے ناں جویں کا وہ ذائقہ	لذت پڑی ہو جس کو غذائے لطیف سے	〃
جو فقیر اپنے ہوائے نفس کا مغلوب ہے	اس کو کیا کہیے وہ سالک ہے نہ وہ مجذوب ہے	〃
غصہ سے امیروں کے خطر کچھ نہیں ایسا	اللہ نگہباں فقیروں کے غضب سے	〃
ہزاروں میں کوئی دو ایک ہونگے	بہت کم ہیں خدا کی راہ والے	〃
وہی گھر بیٹھے اپنے چین کرے	جس کا دل اس جہان سے اٹھ جائے	〃
مہربانی خدا کی اس پہ جان	جس پہ فقرا کی مہربانی ہے	〃
ہم کو کچھ دولت نہ کچھ اسباب شاہی چاہیے	خاتمہ بالخیر ہو فضل الٰہی چاہیے	〃
خدا پناہ فقیروں کی کبریائی سے	کہ ان کو ننگ ہے دنیا کی بادشاہی سے	〃
راہ اصول حق تو نہیں دور کچھ تراب	صاحب دلوں کے دل سے اگر راہ کیجئے	〃
زر خاک برابر ہے تراب اسکی نظر میں	دنیا سے جو کوئی جھاڑ کے داماں نکل جائے	〃
خدا کے لوگوں سے ڈرتے رہو خدا کیلئے	کہ بیخودی میں ہے نسبت انھیں خدائی سے	〃
جس جگہ فقر و قناعت کی طراوت ہو تراب	آتش آزاد طمع حرص و ہوا ٹھنڈی ہے	〃
مصاحبت ہے خداوند خلق سے جن کو	تنفر کو ہے عالم کی آشنائی سے	〃
جن کا تمام آرزوؤں سے موا ہے دل	جگ میں وہی تراب شہ زندہ دل ہوئے	〃
تصوف بے تکلف ظاہر و باطن کی ہو صفوت	نہ ہو جس میں کدورت کچھ وہی صوفی صافی ہے	〃
جیتے جی پہنے وہی کفنی تراب	جس کو حاصل ہو فنا مردگی	〃
کام درویشی کا ہم سے کچھ نہ بن آیا تراب	اس لباس فقر میں کہنے کو ہم درویش ہیں	〃
کرم سے جو مولا کے ہو سرخرو	وہ عالم میں کیونکر نہ ہو سرفراز	〃
نہ رہے جو کسی کے کام کے کچھ	شکل درویش وہ بنا بیٹھے	〃
چھپنے کا نہیں وہ تو نظر باز سے ہرگز	مگر مکر سے کوئی شکل بزرگوں کی بنا دے	〃
یارو جو ہوا صدر نشیں فقر و فنا کا	وہ آرزو بستر و بالش نہیں کرتا	〃
زباں اس کی ہوئی ہے گنگ جس نے اسکو پہچانا	وہ عارف ہی نہیں دعویٰ کرے جو حق شناسی کا	〃

فقر

کس طرح خدا والوں سے ہو نفس پہ قابو	تراب
ہو نفس کی خواہش جو کبھی پوری نہ کرنا	〃
فقیروں کی دعا سے ہے جب تک آزاد ہو تو کیا	〃
درویش نہ ہو جب تک آزاد ہوا تو کیا	〃
ہوتی نہ اگر آرزو جنت و درویش	〃
رکھتا نہ کوئی فقیروں سے دولت درویش	〃
فنا فی اللہ ہوئے بغیر نہیں ہوتی	〃
ہو شاہ گدا کی گر نہ بندوں سے ہوس	〃
درویش مست مے عشق چلچلاتی دھوپ	〃
کوئی ہمسر نہیں ہے فقر و فنا کا	〃
دنیا سے جو کوئی جھاڑ کے داماں نکل جائے	〃
کوئی ہمسر نہیں ہے فقر و فنا کا	〃
آتش آزاد طمع حرص و ہوا ٹھنڈی ہے	〃
تنفر کو ہے عالم کی آشنائی سے	〃
جگ میں وہی تراب شہ زندہ دل ہوئے	〃
نہ ہو جس میں کدورت کچھ وہی صوفی صافی ہے	〃
جس کو حاصل ہو فنا مردگی	〃
اس لباس فقر میں کہنے کو ہم درویش ہیں	〃
وہ عالم میں کیونکر نہ ہو سرفراز	〃
شکل درویش وہ بنا بیٹھے	〃
مگر مکر سے کوئی شکل بزرگوں کی بنا دے	〃
وہ آرزو بستر و بالش نہیں کرتا	〃
وہ عارف ہی نہیں دعویٰ کرے جو حق شناسی کا	〃

عیش

فقر			
عار ہے کبر اور کبر ہے ننگ	سعید	عیش ہو آرزو دنیا و دیں کی	تراب
ہیں جہاں شاہ حرص میں کمتر		دوست و بہر خدا ان سے نہ کر ناسرکشی	ہوں مراتب اپنے زانو پر جو سر ڈالے ہوئے
راحت میں کب ہے فکر معیشت میں کب ہے غم		نیک و بد سب ہیں تراب اسکے ظہور اسما	تجھ کو یک رنگ نظر چاہیئے ہر فرد کے ساتھ
بندہ ہے فکر رزق سے آزاد		فقیر کو ہے تکبر امیر سے واجب	کہ عاجزی میں یہاں فقر کی حقارت ہے
بے غرض ہیں فقیر خلق سے خوش		مجھ کو نامی و گمنامی سے اپنے کیا غم	طالب نیستی و فقر و فنا ہوں خوش ہوں
بے طمع ہیں فقیر سب سے غنی		اسے نام و نشاں کی اپنے کیا فکر	جو گم رہتا ہو فکر بے نشاں میں
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		دیکھ پڑتا ہے ان کو کچھ تو حق	دھیان جو اس طرف لگا بیٹھے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		جو عالم بگاڑے گا اپنا تراب	رہے گا بنا وہ ہی عالم کے بعد
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		کیوں نہو درویش سب کا خیر خواہ	کان لطف و معدن اشفاق ہے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		تراب اپنے مخالف پر دعائے بد کرے کیونکر	کہ بد خواہی تو دشمن کی فتوت کے منافی ہے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		اغنیا سے بے نیازی کیوں نہ ہم کیجئے تراب	مالداروں سے فقیروں کو تکبر چاہیئے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		فکر دنیا ہے نہ خوف پرسش روز جزا	دونوں عالم سے بدا ہے بادہ خوار کوئے دوست
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		فقر کے سامنے شاہی کی حقیقت کیا ہے	بوریا بدلوں نہ میں مسند قیصر کے عوض
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		کام ہفتاد و دو ملت سے ہے توحید کو کیا	ایک اللہ کے ہم ہو گئے یکسو دکر
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		ترے نام کے جو ہوئے ہیں فقیر	انھیں مسند و بوریا ایک ہے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		ٹکڑا ملا تو شکر کیا اس فقیر نے	جھوٹی گوائی لب نان جوین نہیں
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		مطبخ شاہی کے خاصہ کا نہیں بھوکا فقیر	خوان یغما بھیجدے کھانے کھلانے کیلئے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		ہم فقیروں کو علاوہ حشم دنیا سے	اپنی محفل میں سکندر ہے نہ دارا کوئی
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		راحت کی خوشی رنج کا کچھ غم نہیں رکھتے	طالب ہو کسی شے کا وہ دل ہم نہیں رکھتے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		بیخود رہے خودی تو وہاں ناپسند ہے	دیوانہ جو بنا ہے وہی عقلمند ہے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		نہیں مسند خصوصیت ہو جس پر اہل دولت کو	حصیر فقر پہ بیٹھا ہوں آئے جسکا جی چاہے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		وہی جہاں میں رموز قلندری جانے	بھبوت تن پہ جو ملے بس قیصری جانے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		کہہ سلیماں سے نگیں پر اپنے تو نازاں نہ ہو	پیش ارباب ہمم یہ دست زیر سنگ ہے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		بہتر ہے کہ جنگل میں بسر ہو تن تنہا	بھاتا نہیں رہنا ہمیں صحبت میں کسی کی
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		کیمیائے خاکساری ہم فقیروں کیلئے	جو چلا اس راہ پر اونچے سے اعلے ہو گیا
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		کہتا ہے دل کہ عشق خدا میں ننا تو ہو	بھولے سے رخ نہ کر زر و دینار کی طرف
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		محو خدا کو کب ہے دام و درم کی خواہش	زاہد تجھے مبارک باغ ارم کی خواہش
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		جگہ آنکھوں میں دیتے لوگ سرمہ کیطرح تجھکو	سراج کشتہ مٹ کر بے نشان و نام ہونا تھا
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		کبھی جہاں میں ہمیں سرکشی نہ آئی پسند	کہ مشت خاک سے تھے خاکسار بنکے رہے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		ہم روز ازل سے ہیں وہ پابند قناعت	مل جائیں خزانے بھی تو پروا نہ کریں گے
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		کیمیا سے نہ ملے دولت غیبی غافل	فخر اکسیر ہو تو خاک ہمہ تن بنکر
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		سعید کچھ نہیں پروا کوئی ملے نہ ملے	ملا وہ چاہئے کیا غم ہے گر جہاں نہ ملا
بے غرض ہیں فقیر سب سے غنی		تارک کل جو ہیں۔ میں تیرے طلبگاروں میں	اہل دنیا میں ہیں محسوب نہ دیندار وں میں

رہ صراط سے کیا خوف ہو سفیر اسکو	رہے ہوں جسکے قدم جادۂ ثواب میں	سفیر	
کیونکر رہوں نہ ملک قناعت میں حکمراں	قائل ہوں صدق دل سے خدائے قدیر کا	〃	فقر
روز ازل سے طالب دولت نہیں ہیں ہم	جو لوگ بوالہوس ہیں انہیں آنطئے حرص	〃	
ہو افسر شاہانہ امیروں کو مبارک	درویش کو کیا کام کلاہ تتری سے	〃	
بڑھایا فقر کی دولت نے یہ وقار مرا	گدا کے بھیس میں آ آ کے بادشاہ ملے	〃	
پرواہ نہیں ہے بستر کمخاب کی مجھے	نیند آگئی بچھا لیا ٹکڑا حصیر کا	〃	
نہیں دنیا سے کچھ وابستگی غربت گزینوں کو	ہیں ہر انجمن میں یاد خلوت خانہ آتا ہے	〃	
بچوں نہ فقیر کی حالت میں کیونکر بلاؤں سے	بنے گا خود یہ مرا نقش بوریا تعویذ	〃	
میرے نصیب کا جو ہے مجھ کو ملے گا وہ ضرور	فکر کرے مری بلا بہر متاع مندلک	سخن	
اگر چاہیں تو پھر انسان کی تو کیا حقیقت ہے	طبیعت موم کر دیں صاحب تاثیر پتھر کی	〃	
بے فائدہ ہے فکر کہ نام و نشاں رہے	جو بے نشاں ہوا اُسے نام و نشاں کیا	〃	
طمع و حرص نہیں جاہ و حشم کی مجھ کو	اس قدر چاہتا ہوں رفع ضرورت ہو جائے	〃	
ہر وقت میں ہر بات میں ہر کام میں خوش ہیں	ہم کو جو بھروسا ہے سخن اپنے خدا کا	〃	
غرض کسی سے نہیں ہے مجھے خدا سے غرض	اور اس کے بعد اگر ہے تو مصطفےٰ سے غرض	〃	
کبھی راز حق کو نہ لائے زبان تک	بڑھے نور تن میں چھپائے جہاں تک	سید	
حق تو یہ ہے جو کوئی طالب مولا ہوگا	اس کو دنیا سے سروکار نہ اصلا ہوگا	〃	
دین و دنیا کا ہوں نہیں طالب	ہاں طلبگار ہوں تو تیرا ہوں	〃	
ہے دعوئے فقر کا جامہ امیر کی صورت	بگڑے خوب بنائی فقیر کی صورت	〃	
لازم ہے یہ کہ اور کسی پر نہ لائے دل	پھر جائے ہر طرف سے خدا سے لگائے دل	〃	
جو آگاہ ہیں لذت فقر سے	بہت جانتے ہیں ریاضت عزیز	〃	
ہے سید مزہ جو کچھ توحید کا	سمجھتا ہوں کثرت سے وحدت عزیز	〃	
یو تو درویش ہزاروں ہی نظر آتے ہیں	ان کا قائل نہیں جو صاحب تاثیر نہیں	〃	
دنیا کو سہو سے بھی نہ دیکھے گا وہ کبھی	جس کی نظر میں نور خدا ہو لیا ہوا	〃	
جس سے اللہ ملے ڈھونڈ اسی مرشد کو	پیر شیطان ہے جس کا کہ کوئی پیر نہیں	〃	
جس کو نسبت نہیں اللہ سے کچھ بھی اے شیخ	اس کی عزت نہیں حرمت نہیں توقیر نہیں	〃	
اپنی ہستی کی کچھ خبر نہ رہے	فقر چاہے تو یہ بڑا ہے کمال	〃	
جبر کر نفس پہ مٹ جائیگی جی کی خواہش	فخر اس میں ہے نہ رکھ دل میں کسی کی خواہش	〃	
حاصل نہیں ہونے کا مزہ فقر میں ہرگز	اللہ کا جب تک کہ طلبگار نہ ہوگا	〃	
درویش نہیں وہ جو نہ ہو شرع پہ قائم	مسنون ہے فرمان نبی حکم خدا شرط	〃	
نہ دنیا سے رغبت نہ عقبےٰ سے مطلب	کبھی کے یہ دونوں کنائے ہوئے ہیں	〃	
جس نے درویشی میں کچھ پایا فروغ	مکر سے جاتا رہا اس کا فروغ	〃	
کب مرے اہل فقر اے سید	گرچہ ظاہر میں انتقال کیا	〃	
خبر ہے کون محویت کا عالم کوئی کیا جانے	جو حق آگاہ ہو تو حید حق کا مرتبا جانے	〃	

فقر			
جلیل کی آنکھ میں زرکی نہیں ہے قدر	جلیل	اٹھا لیتے ہیں ارباب صفا یوں داغ بدنامی	توفیق
اس نظر نظر نہیں کرتے ہیں جو حاصل خسرا	"	دیکھو آئینہ کا صاف ہے کیا ظاہر و باطن	"
ہیں کاغذ سے پرزوں پہ جاری جو کہ شاہی مستورے	"	گدائے مست ہیں ثاقب مگن ہیں اپنی کملی میں	ثاقب
کاغذ نہیں سے رتبہ کم نہ ہوئے ہیں		جو ہے خواہاں فقر کی دولت کا وہ	جنوں
پیکر کی ہوئی ہیں	حزیں	عجب آرام سے اپنی فقیری میں گزرتی ہے	"
کاغذ کے ہیں		ہے کملی مجھ گدا کی خلعت زرتار سے بہتر	"
کاغذ کے	عالی	بوریائے فقر زینت ہے فقیری کے لئے	"
		اہل دنیا کی اٹھائے ضرب کب مرد خدا	جرار
		مبارک حسرت ترک جہاں اہل تنعم کو	"
		چاہے رضائے حق تو فقیری کر اختیار	"
		ہمسری کا مری دعوئے تجھے منعم ہے عبث	"
		دولت کی عاقبت طرف فقر ہے رجوع	"
		مبارک ہو امیری انکو جو دولت کے خواہاں ہیں	"
		ہوا ثابت مآل دولت دنیا فقیری ہے	جوشش
		بادشاہی ہے ترے در کی گدائی ہم کو	"
		چاہئے وہ فقر جس پر مصطفےٰ کرتے تھے فخر	"
		بادشاہوں کے بھی دوشالوں سے	"
		ہاں دئے رتبۂ اعلیٰ ہیں خدا نے ہم کو	"
		اس بوجھ کو دنیا کے عبث سر پہ اٹھانا	"
		رہتے ہیں ایک حال میں مست	جوہری
		فکر دنیا سے غرض ہے نہ خبر عقبےٰ کی	جلیل
		اب کے صوفی بھی نہیں صاف دل افسوس جلیل	"
		جماتے ہیں بیٹھے تصور کسی کا	"
		ناز دولت ہے امیروں کو جلیل	"
		بیٹھ کر پردہ میں یہ ہنگامہ آرا کون ہے	"
		عالم قید میں بھی روح رہا ہوتی ہے	"
		چشم حق کو کھول اور توحید حق پر کر نظر	جلالی
		ترے در کی گدائی کا طالب ہو تاج ہی خواہش ہے	جویا
		غنی ہیں یاں تلک سائل تمھارے	"
		ہوں وہ مستغنی کہ ڈالوں گنج تاروں پر بھی خاک	"
		اسکو فکر سلطنت مجھ کو خیال دو جہاں	"
		میں کسی سے کس لئے خواہاں ہوں جو داد ہر	"
		ہیں جلوہ گر جو مسند صبر و رضا پہ آج	"
نظارہ ہے دیدنی		خسرو ہیں وقت کے تو ہم روزگار ہیں	"

ملتا ہے فقر میں یہ رتبہ شاہی غافل
منعم فقر یہ درگاہ خدا میں ہے عزیز
ہم فقیروں کو نہیں چاہیے دنیا میں فروغ
دیکھ چشم حقارت سے نہیں منعم کو ہیں
شرف جانکر بادشاہی سے بہتر
رہی ہو دل میں نہ جن کے کوئی ہوس باقی
زنہار ادھر کھولیو چشم حقارت
دولت فقر کے حضور گرد ہے ساری سلطنت
حرص دنیا سے جو یاں آزاد ہیں
کب لباس دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
آپ کو کھویا مگر جو یا خدا کا ہو گیا
رہا وزیر سے مطلب نہ بادشاہ سے کام
فقر کی دولت غنی کر دیتی ہے انسان کو
دولت الفقر فخری مل گئی
ہفتاد و دو ملت میں بہت جھگڑے تھے راسخ
بیخود کبھی ہونا کبھی ہنسنا کبھی رونا
ہم فقیروں نے کسی مغرور کی دیکھی ہے آنکھ
فقیر مست ہیں کیا ہمکو کام دنیا سے
ہو فقر کا لباس کہ گدڑی ہو فقر کی
جو گلیم فقر میں رہتے ہیں شاد
کون پیش خالق اکبر ٹھہرتا ہے عزیز
بنا دیتا ہے کوچہ فقر کا تیرے کو بھی سید ہا
ہوں گدا پر موت سے بدتر سمجھتا ہو سوال
سوا تیرے محبت ماسوا کی دل سے اٹھ جائے
آخرت میں وہی اچھے ہیں جو ہیں صاحب فقر
قانع ہیں فرش خاک پہ جاتے نہیں کبھی
عسرت و یسرت کا عالم اپنے آگے ایک ہے
نہ دیکھینگے اٹھا کر آنکھ بھی ہم تخت شاہی کو
دنیا کی زندگی کو سمجھتا ہے ہیچ و پوچ
ہے زہد کا یہ مرتبہ ادنے کے بے خبر
دل لگی جس کو ہو اسکی چاہ سے
جو مسبب کی لگا ہو دید میں ہر روز و شب
جس کسی کو ہو غرض اللہ سے

تاج رکھتا ہے وہ سر پر جو گدا ہوتا ہے — جلیل
خلد میں جائیں گے مفلس امرا سے پہلے — 〃
بوئے کبر آتی ہے مشعل کا دھواں دور رہے — 〃
پارۂ دق قلندر آفتاب و ماہتاب — 〃
گدا تیرے در کا رہنا چاہتا ہوں — خاموش
وہ لوگ بھی مرے پروردگار ہوتے ہیں — خورشید
یہ فقر کی دولت ہے کچھ افلاس نہیں ہے — درد
کہتے ہیں جسکو یاں ہما اپنی نظر میں زاغ ہو — 〃
ڈالتے ہیں خاک وہ اکسیر پر — ذاکر
خانۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا — ذوق
راز جن پر منکشف فقر و فنا کا ہو گیا — رند
چھوڑا یا فقر نے اک اک کی التجا سے غرض — 〃
جس کو یہ منصب ملا جاگیر کی حاجت نہیں — 〃
راسخ کم اختیاج اچھا ہوا — راسخ
بہتر رہے ہم سب سے بہتر سے نکلکر — 〃
ہر وقت میں یہ حال ہے بہر فقرا شرط — سید
بادشاہان جہاں آنکھیں ملا سکتے نہیں — شیفتہ
ہر ایک حال میں رکھتے ہیں ہم خدا سے غرض — شفق
بعد از فنا ہے ایک ہی شاہ و گدا کا رنگ — 〃
کیا کریں گے قاقم و سنجاب کو — 〃
حشر کے دن دیکھنا رتبے گدا و شاہ کے — 〃
کھنچیا جب جنتری میں تار کا سب حرم نکلتا ہو — شہیدی
بے کفن گرتا نہ میں سلطان سے خلعت مانگتا — 〃
آہی درد دے دل میں تو ایسا اپنی الفت کا — شایق
گرچہ قدر ان کی نہیں ہے امرا کے نزدیک — 〃
آغا کے سامنے نہ کسی خاں کے سامنے — 〃
رشک ہم کرتے ہیں اوروں کی حالت دیکھکر — 〃
خدا کردے اگر مسند نشیں فقر و قناعت کا — 〃
جس کو حصول رتبہ کشف القبور ہے — 〃
دل میں ترے رہے نہ طمع مال و جاہ کی — 〃
بغض اسے رہتا ہے جب جاہ سے — شاہ
اٹھ گیا اس کی نظر سے سب خیال اسباب کا — 〃
بیغرض دنیا کی ہے وہ چاہ ہو — 〃

	رنگ اپنا بدلتے نہیں ارباب سعادت	وہونے سے نہ اجلا ہو کبھی سایہ ہما کا	صابر
	خاکساری ہے فروغ اپنی نگاہ پاک میں	مثل اخگر ہم چھپے بیٹھے ہیں اپنی خاک میں	"
	خاکساروں کو نہیں قید علائق سے غرض	چلتی ہے بیخوف صرصر خاک دامن گیر پر	"
	فرش خاک و جامہ باریک سے خوش ہے فقیر	اے ہوس کس زندگی پر خواہش اورنگ و شمع	"
	لے ضعیفوں سے مدد حاجت روائی کیلئے	آدمی بھرتے ہیں شیر نی سے روزن ہو کا	"
	غنی گداہوں متاع دنیا کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا	نہ اس کے آنکی مجھ کو شادی نہ اسکے جانیکا مجھکو غم ہے	صفدر
	اہل دول سے کیوں فقرا کو ہو ارتباط	یہ شیر ہیں انھیں سگ دنیا سے کیا غرض	طاہر
	ہیں کیوں کلہ فقر کو تاجیز سمجھتا	کیا تاج شہی میں پر سر خاب لگا تھا	"
	خدا نے خلعت فخری دیا ہے مجھ کو ظہیر	لباس فقر کو میں پارہ پارہ کیا کرتا	ظہیر
	ظہیر دنیا کے جاہ و حشمت ہمارے احباب کو مبارک	ملا ہے تمغائے فقر فخری خطاب ہم کیکے کیا کرینگے	"
	ہے رہروان راہ خدا کا جدا طریق	اس کارواں سے ضد ہے نہ اسکاروان سے ربط	"
	چھوڑ سب کی دوستی کر دوست داری ایک کی	ایک کا ہو یا نبھ جائے گی یاری ایک کی	ظفر
	جب کہ نا آشنا ہوں میں سب سے	تب کہیں اس سے آشنا کچھ ہوں	"
	کب فقیروں کے آگے دنیا میں	عزت تاجدار دونی ہے	عالم
	جس کو ہو ورد زباں نام خدا صبح و مسا	دہیان عقبے کا نہ دنیا سے اُسے کام رہے	"
	مثل استغنائے منعم ہے ہماری احتیاج	ہم اگر مفلس ہوئے تو دل تونگر ہو گیا	عاشق
	مسند کو لات مار بچھا بوریائے فقر	اے دل بساط فکر چہان و چنیں اُٹھا	"
	بسر ہو جاتی ہے دونوں کی دونوں گرم رہتے ہیں	کسی کے سر پہ کملی ہے کوئی اوڑھے دوشالہ ہو	"
	یہ ملبوس گدا پوشاک سے منعم کے اعلےٰ ہو	کہ اس کے صبر کی گدڑی استغنا دوشالہ ہو	"
	لذت کو ترک کر کے جو کھاتے ہیں نان خشک	گل کے چراغ جلتے ہیں ان کے مزار پر	"
	جو قابل ہیں کبھی وہ خوردہ دنیا پر نہیں مائل	وساوس ایسے ویسے کب دل کامل میں رہتے ہیں	"
	وہی جان راہ حق ہیں تو عمر ابد ملی	خضر بقا ہمارے لئے یوں فنا ہوئی	"
	راہ حق سیدھی ہے اس سے کس طرح کوئی پھرے	اس سے پھر سکتا ہے کس کا ہاں مگر غافل کا رخ	"
	نہیں عاشق زر و دولت کی پروا	قناعت پیشہ ہوں میں دل غنی ہے	"
	دنیا سے کام رکھتے مطلق نہ دیں سے ہم	ہیں جب سے آشنا صنم مہ جبیں سے ہم	"
	حوریں بھی ناپسند ہیں پریاں بھی ناپسند	ہے اپنے دل کو وہ صنم مہ لقا پسند	"
	کیا چشم ظاہری سو باغ جہاں کروں	لازم ہے چشم دل کو سو با غبیاں کروں	"
	انھیں حال ساتوں طبق کا ہے روشن	جو اپنی خودی کو مٹائے ہوئے ہیں	"
	دولت دیں جس کو حاصل ہو گئی	پھر وہ دنیا پر لگاتا لات ہے	"
	خاکساروں کا تری درگاہ کے	مرتبہ اعلےٰ بہت ہے شاہ سے	"
	فقیروں کا ٹھکانا ہے بھلا کیا	اور اُن کا آشنا نا آشنا کیا	"
	خاکساران جہاں نقش نگیں کے مانند	جس جگہ بیٹھ گئے پھر وہ اُٹھائے نہ گئے	"
	ہم ڈھنگ پہ عاشق کے ہیں قربان کہ تا زیست	جھگڑے سے جہاں کے وہ الگ گوشہ نشیں تھا	"

کب اس کے آستاں پہ نگوں اپنا سر نہیں — عاشق
سر اوج فلک پر ہے مرا فقر و غنا سے — 〃
ہرگز نہ اس کے دل کو لگے سیم و زر کی چوٹ — 〃
رتبہ اہل فقر دیکھے تو منعم یہ کہے — 〃
منظور تھی کچھ دن کے لئے سیر جہاں کی — 〃
جسے یقین ہے خدا تری کبریائی کا — 〃
اس کے کوچہ کے گدا کے آگے — 〃
ترے در کی گدائی اور غلام بے درم ہونا — 〃
مسند کو لات مار بچھا بوریائے فقر — 〃
اگر منعم تری شال قبا ہے — 〃
جس کی طینت پاک ہے دھبا نہیں لگتا نہیں — 〃
پہن لے کسوت الفقر فخری جسم خاکی پر — عزیز
اک ذرہ نہیں کم ہے مری شان کی قیمت — 〃
وہ فقر دوست کہوں کہ ڈراتا ہے خواب میں — 〃
رہیں فقیر موئے پر بھی بادشاہ نشاں — 〃
الٹ دے کاسہ تو بنجائے صورت افسر — 〃
چتر فیروزہ فلک تخت زمرد سبزہ — 〃
کیوں تاج سلطنت کی تمنا کرے فقیر — 〃
سالکان رہ تجرید وہی ہیں قطعاً — 〃
اگرچہ رفعت میں نامور ہیں زمانہ کے مرجع نظر ہیں — 〃
صورت نقش قدم خاک نشیں ہیں درویش — 〃
ساز نخوت نہ بنا کسوت درویشی کو — 〃
کچھ نہیں دنیا سے مطلب ورنہ دولت سو غرض — 〃
دولت کے لیے حد ہے فقیری ہے وہ دولت — 〃
ناطاقتوں کو ہوتے ہیں اہل صفا عصا — 〃
تقدیر نے بٹھا دیا مسند پہ فقر کی — 〃
ہم فقیروں کا بدن آلودگی سے پاک ہے — علی احمد
کیا دنیا و مافیہا سے انکار — عاقل
نہیں خلق خدا سے کچھ مطلب — 〃
جو زندہ ہیں راہ خدا میں فنا — 〃
روکا ہے جس نے سلسلہ احتیاج کو — غافل
رنگین مزاج ہیں پھٹے کپڑوں میں باغ باغ — فیاض
فقیری میں مطیع اپنا کیا ہے دوست دشمن کو — خدا
〃 — 〃
〃 — 〃
〃 — 〃
〃 — 〃
〃 — 〃

مجھ کو اپنا اس کے سوا دوسرا نہیں — عاشق
قاروں کے لئے بار ہو اشوق درم کا — 〃
جسکے ہو دل میں کچھ بھی ذرا سی ادھر کی چوٹ — 〃
تکیہ بیجے میں کروں خاک پر مسند مل جائے — 〃
ہم گھر نہیں رکھتے کہیں بستر نہیں رکھتے — 〃
کبھی خیال نہیں اس کو خودنمائی کا — 〃
شاہی، ملک سلیماں ہے ہیچ — 〃
یہی تعظیم بہتر ہے یہی توقیر بہتر ہے — 〃
اے دل بساط فکر چہاں وچنیں الٹ — 〃
مرے تن پر نشان بوریا ہے — 〃
خاک میں سوتے ہیں پر میلا کفن ہوتا نہیں — 〃
اے او محو آرائش یہی ہے زینت عقبےٰ — عزیز
گو صورت گردوں میں تواضع سے جھکا ہوں — 〃
آسیب بن کے سایہ بال ہما تجھے — 〃
اڑ ہے جو طائر روح گدا ہما ہو جائے — 〃
طلب جو ترک کرے شاہ ہر گدا ہو جائے — 〃
یہ ملا فقر میں سامان عمارت ہم کو — 〃
کس کو غرض پڑی ہے کہ سر پر بال ہے — 〃
قطع اسباب کو جو قطع منازل سمجھیں — 〃
گرمہ نو کی وضع پر ہیں سر تواضع ہے خم ہمارا — 〃
منعم تکیہ کسے کہتے ہیں بستر کیا — 〃
کلہ فقر کو دیہیم سر شاہ نہ کر — 〃
تیری الفت چاہیے تیری نعمت چاہیے — علی احمد
درویش جہاں بیٹھ گیا بس وہی گھر ہے — عاقل
عیبک لگائیں ضعف اگر ہو نگاہ میں — 〃
ہم خاکسار خاک کو بستر بنائیں گے — 〃
بوریا ہی ہم کو اپنا کیسہ دانا کرسے ہے — غافل
فقیروں کی بھی کیا ہمت بڑھا دی — فیاض
حق تعالےٰ سے کام ہے میرا — خدا
انھیں دین و دنیا سے کیا کام ہے — 〃
گو ہے گدا جہاں میں مگر بادشاہ ہے — 〃
ہنستے ہیں جیسے گل کا تبا پیرہن ہوا — 〃
قوی ان کی زبردستی پہ اپنی زیردستی ہے — قبول

فقر

فقیری میں مطیع اپنا کیا ہے دوست دشمن کو
فقری ان کی زبردستی پہ اپنی زیردستی ہے

فقر		ہم اہل دول کی کبھی پروا نہیں کرتے	ہاں دولت دنیا کی تمنّا نہیں کرتے	قلب
	میر	جو کوئی در پہ ترے بیٹھے ہیں	دونوں عالم سے پرے بیٹھے ہیں	قایم
		دین کی ہو نہ طلب اور نہ دنیا کی ہوس	چاہئے بندہ کو ہر حال میں مولا کی ہوس	قربان
		طلب ذات نے آزاد کیا دونوں سے	خوف دوزخ کا نہ فردوس معلّے کی ہوس	〃
		کام کیا اچھے بُرے سے ہے مجھے اے قرباں	محو بیرنگ ہوں دنیا کی نہ عقبے کی ہوس	〃
		دے الفت اپنی مجھ کو اپنی خدایا کسی طرح	تیرے سوا نہ غم ہو کسی کا کسی طرح	〃
		مطلب ہے سیم و زر سے نہ شاہ و گدا سے ربط	رکھتے ہیں دو جہاں میں فقط ہم خدا سے ربط	〃
		قید تعینات سے ہم ہو چکے رہا	الا سے اب فقیر کو مطلب نہ لا سے ربط	〃
		مطلب ہے لامکاں کے مکیں کو مکان سے کیا	ہم خاکسار ہم کو ہے نام و نشاں سے کیا	〃
		فقیر کے لئے کیا فکر بیش و کم مخصوص	ہر ایک حال میں مولا کا ہے کرم مخصوص	〃
		سمجھتے کاسۂ واژوں ہیں تاج شاہی کو	کسی کا مال فقیروں کے یاں نظر میں نہیں	〃
		جانا ہے سو خلد ہی بھیس بدلکر	اچھی کوئی پوشاک نہیں ہے کفنی سے	قیس
		کام پوشاک سے نہیں ہم کو	عیب پوشی ہمارا شیوہ ہے	گویا
		سوائے نام خدا کیا ہے ہم فقیروں پاس	کہ سرنوشت میں ہم سنگ ہم نگیں کے ہوئے	〃
		اے ہما پیش فقیری سلطنت کیا مال ہے	بادشہ آتے ہیں پابوس گدا کے واسطے	〃
		چھوڑ دینا کر قناعت بیٹھ کنج فقر میں	خاک مت سر پر اڑا ظل ہما کے واسطے	〃
		دیکھ کہدیتے ہیں مت ہاتھ سے کھو دولت فقر	شاہ کہلاتا ہے جو کوئی گدا ہوتا ہے	〃
		تعلق ہوئے دامنگیر سالک کا یہ ممکن ہے	نہیں آب رواں کو خوف موجوں کے سلاسل کا	〃
		ہم فقیری میں بھی گویا بادشاہی کرتے ہیں	زیر سایہ اپنے ہے سایہ ہما کے بال کا	〃
	مصحفی	جو کامل ازل سے ہے اے لائق تو کر یقین	جاری رہے گا حشر تلک اس بشر سے فیض	لائق
		تکیہ ہے جس فقیر کو تیری ہی ذات کا	محتاج پھر نہیں ہے وہ سیر و صفات کا	〃
		برتر از جاہ و حشم لائق تمہارا فقر ہے	چاہئے ظاہر تکلف عالم اسباب کو	〃
	میر	تاثیر فقر پاک کے قائل ہیں خاکسار	جس گھر میں نقش بیٹھ گئے بوریے ہوئے	میر
		فقیروں کو سب نعمتیں ہیں میسر	صدائے لب جام سائل یہی ہے	〃
	عارف	درویش کچھ گھٹا نہ بڑھا ملک شاہ سے	خرقہ کلاہ پاس جو اسباب تھا سو تھا	میر
		ثبات قصر و در و بام خشت گل کتنا	عمارت دل درویش کی رکھو بنیاد	〃
		کیا اہل دول سے ہے اے میر مجھے نسبت	یاں عجز و فقیری ہے واں ناز و امیری ہے	〃
		درویشی کی جو سوختگی ہے سو ہے لذیذ	نان و نمک ہے داغ کا بھی ایک شے لذیذ	〃
		میر کیا ہے فقیر مستغنی	آوے اس پاس بادشاہ تو کیا	〃
		میعشت ہم فقیروں کی سی اخوان زماں سے کر	کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا	〃
		ہم سے نہ غیر عجز کبھی کچھ بنا نہ میر	خوشحال وہ فقیر کہ جو بے نیاز ہو	〃
		اب بھی دماغ رفتہ ہمارا ہے عرش پر	گو آسمان نے خاک میں ہم کو ملا دیا	〃
		ایسا فقیر ہونا بھلا کیا ضرور تھا	دونوں جہاں میں میر عبث رو سیہ ہوا	〃

فقر پر فخر ہے شاہی سے گدائی اب تو	مانگنا بھیک کا عزت ہو تو ذلت کیسی	محب
جب سے سیکھا ہے محب یہ ترک خواہش کا عمل	کیا کہوں تم سے کہ کسی روح کو راحت ہوئی	〃
نوکری میں تھیں محب سو طرح کی پابندیاں	فقر میں لیکن ہیں اب خوشحال بھی آزاد بھی	〃
وہی ہیں چین سے اس خانۂ حوادث میں	خوشی نہ زیست کی جن کو نہ ہو قضا کا خوف	〃
بنتا ہے خاک ہو بھی سونا	محتاج نہیں فقیر زر کا	مہر
کانوں سے سن کے اور ان آنکھوں سے دیکھ کر	ہم محو جلوہ ہائے سمیع و بصیر ہیں	〃
نہ غیر کا دل میں دھیان آئے نہ ماسوا پر خیال جائے	الٰہی تو آنکھ میں سمائے سبق کچھ ایسا پڑھا دے مجھ کو	〃
فکر دنیائے عبث فکر ہے عقبےٰ کا فضول	فکر کو دور میسر تجھے راحت ہو گی	〃
الٰہی تیری کاوش ہو الٰہی تیری کاوش ہو	مرے سینہ میں دل کی جا کوئی پیکاں پیدا کر	〃
ہے منزل عرفاں گھر ارباب صفا کا	واں تیر اگذرا ے سگ دنیا نہیں ہوتا	〃
گلشن دہر کی جانب فقرا آئے کب	یہ ہے باغ اس میں بسیرے کو ہما آئے کب	〃
ہمارے واسطے دو گز زمیں کافی ہے	مکاں چاہیے کیا مشت استخواں کے لئے	〃
مر کے پاتے ہیں محبت میں بقائے ابدی	کیا غضب دیکھ تو ارباب فنا کرتے ہیں	〃
سختیاں سہ لے مگر اف نہ کرے	یہ ہے اے مہر نشانِ درویش	〃
بہت جستجو میں پھرے تیری در در	ہم اب بیٹھکر اپنے گھر دیکھتے ہیں	〃
جسے ملک فنا میں ہے بقائے جاوداں حاصل	وہی اے غافلو غفلت سے یاں بیدار ہوتا ہے	〃
نفس ہم مار چکے موت کا کچھ خوف نہیں	منتظر بیٹھے ہیں کس روز شہادت ہو گی	〃
ہم نے شیطان و رحمان کا جھگڑا چھوڑا	ذات واحد میں دو عملی کی نہ صورت ہو گی	〃
ہم وہ ہیں رہتے ہیں دنیا میں سدا غم سے الگ	دور رہتا ہے غم و رنج و الم ہم سے الگ	〃
جب سما جاتا ہے آنکھوں میں وجود واجب	دیکھتا کون ہے اس عالم امکان کیطرف	〃
کلاہ فقر اگر میسر ہاتھ آجاتی	میں اس جہاں کا تاج شہانہ کیا کرتا	منتہی
غرض شاہ سے ہے نہ مطلب گدا سے	نہ ہے پیش دل بیش و کم کی حقیقت	〃
قند و نبات و شہد مبارک ہو شاہ کو	چٹکی بھر اس فقیر کو بھی ہے نمک لذیذ	〃
اس دیبے ثبات میں دانا کے واسطے	نان جویں مزہ کی ہے آب و نمک لذیذ	〃
سمور قاقم و سنجاب شاہ کو ہو نصیب	یہ منتہی ہے گدا گرم اپنی کمل میں	〃
خواہش نہ مال و زر کی نہ خواہاں ہوں سیم کا	کافی ہے ایک پارچہ مجھ کو گلیم کا	میکش
جو اچھے لوگ ہیں خود کو برا سمجھتے ہیں	جو ذی خرد ہیں وہ کب حب جاہ کرتے ہیں	〃
گر طالب ہے مولا کا	اپنی ہستی مٹا کر	〃
عالم سے نرالا ہے نرالا چاہنے والا	دنیا تو کدھر طالب عقبےٰ نہیں ہوتا	〃
کہئے اوس کو فقیر بے پروا	بادشاہوں کی جو گدا نہ سنے	〃
اور ہی باتوں پہ دیدیتے ہیں دل صاحبدل	ظاہری شکل پہ مرتے نہیں سیرت والے	〃
جزو کو دیکھتے ہیں کل پہ نظر کرتے ہیں	معرفت رکھتے ہیں ہر شے کی حقیقت والے	〃
ہوں وہ غنی کہ دل میں نہیں جس کے جائے حرص	روز ازل ہی توڑ دے میں نے پائے حرص	

فقر

ہے فقر میں جو کچھ صبر و توکل کی آڑ میں
ناشکرے ہیں جو کہ صبر و توکل کی آڑ میں
ان کو نہ مل جائے کہیں جو فقر کی آڑ میں
چھپتی اس سے نہیں ہے بیٹھ کر دل کی آڑ میں
ایک وہ بھی ہیں کہ دریا میں ہیں جا کر بیٹھے
سکھ جائے جو پیچھے وہ دریا نہیں
فیض ہو ان خدا رسیدوں کا
دنیا کے کب فریب میں آتے ہیں پیر زال
دنیا کی دام میں کبھی آتے نہیں جمال
ہیں جب کہ شعلہ زن سب سے نفس خیال
مری نظروں میں سب سے نفس خیال
پیارے کہنے والا ہوں سب سے نفس خیال
فانی طالب ہوں سب سے نفس خیال
پیارے ہیں جن کو ان کی آنکھوں میں
نہیں

نہیں آتی ہے اپنے دل میں جب زر کبھی میکش	محبوب	یہ وہ آئینہ ہے جس پر نہیں تحریر سونے کی	میکش
نظر میں بھر تی نہیں اپنے دولت دنیا	〃	ہمارے سامنے کیا مال مال والوں کا	〃
کچھ بیاں ہم سے تو کر لطف فقیری اے دل	〃	یہ مزا ملتا اگر تخت نشیں ہو جاتا	〃
ہستی مطلق اب تو دائم ہے ان کی ہستی	〃	جیتے ہی مٹ چکے جو وہ پھر عدم نہ ہونگے	〃
جو گدا ہیں تیرے در کے یار انکی آنکھ میں	〃	سنگریزے ہیں جواہر دیکھنے کے واسطے	〃
خودی کو جو مٹا بیٹھے انھیں سنگ حوادث سے	〃	نہ کچھ راحت پہونچتی ہے نہ کچھ آلام ہوتا ہے	〃
مال وزر پر آنکھ ڈالے گا نہ تیرا سیر چشم	〃	ہیں یہ سب لعل و جواہر اس کے پتھر آنکھ میں	〃
وہ سر کو جھکائے ہوئے رہتے ہیں جہاں میں	〃	جو کوچۂ تسلیم و رضا دیکھ چکے ہیں	〃
خواہش نہ مال وزر کی نہ خواہاں ہوں سیم کا	〃	کافی ہے ایک پارچہ مجھ کو گلیم کا	〃
اس وقت مرا سینہ عرفاں کا ہے گنجینہ	〃	محتاج نہیں ہوں یارب کسی دولت کا	〃
نہ دیکھ چشم حقارت سے جسم تیرہ کو	〃	چھپا ہوا اسی ظلمت میں نور ہوتا ہے	〃
یارب نہیں ہے خواہش جاہ و حشم مجھے	〃	ہے اک دل فسردہ اسے دردناک کر	〃
مطلب نہ سلطنت نہ کرامت سے ہے ہمیں	〃	کس شئے کی التجا کریں شاہ و گدا سے ہم	ماہ
دولت ہے کیمیا کی فقیروں کے صرف میں	〃	اکسیر یہ غبار ہے کس خاکسار کا	〃
جلوہ ہے ہر صنم میں خدائے کبیر کا	〃	واللہ حق شناس ہے رتبہ فقیر کا	〃
شاہوں کو فقیروں پہ شرف ہو نہیں سکتا	〃	ہاں عزت ذاتی ہے جدا عزت زر اور	〃
قربان ہو اس شان کریمی کے یہ بندہ	〃	ہے نام شہنشاہ ترے در کے گدا کا	〃
مری پاپوش ٹھکرائے نہ تاج و تخت شاہی کو	〃	جو تیرے فضل کا سایہ مجھے ظل ہما ٹھہرے	〃
جو ہستی کو اپنی مٹائے ہوئے ہیں	〃	خدا سے وہی لو لگائے ہوئے ہیں	مضطر
جسے منظور ہو قرب خدا گلزار عالم میں	〃	ملا دے خاک میں ہستی کو اپنی وہ بشر پہلے	〃
کس بات پر غرور ہو کس بات پر دماغ	〃	گھر میں تو خاک بھی نہیں اس خاکسار کے	〃
نہ ہم کو مونس و ہمدم نہ آشنا کی تلاش	〃	کہ عاشقان خدا کو ہے بس خدا کی تلاش	〃
ہم فقیروں کو نہیں خوب لباس وزر ہی	〃	بادشاہوں کے تئیں خوب ہے یہ زینت خاص	مہتاب
جن کے اعمال نیک ہوتے ہیں	〃	ایسے مرتے ہیں جیسے سوتے ہیں	محو
آپ کو خاک جو کیجے تو ملے نقد مراد	〃	ہاتھ اپنے یہ عجب نسخۂ اکسیر لگا	ممنون
وادی فقر میں رکھ گام ادب سے کہ یہاں	〃	خدمت مور میں دیکھا نہ سلیماں گستاخ	〃
نظر میں اپنی سمائی ہے شان حق محبوب	〃	زمانہ ہو تو ہو دشمن ہیں ملال نہیں	محبوب
فقر اصاف سمجھ جاتے ہیں دل کی حالت	〃	ان کو تقریر سے مطلب ہے نہ تحریر سے کام	〃
یہ بات سب میں کہاں ہے جو ہوتے ہیں کامل	〃	خدا کو بندہ کو تبلاتے ہیں جدا کر کے	〃
جو واصل حق ہیں وہ ہر اک کو	〃	بندہ سے خدا بنا رہے ہیں	〃
تیرے عشاق کا تسلیم و رضائے شیوہ	〃	شکر ہر حال میں ہے لب پہ شکایت کیسی	〃
آرزو ہے کہ رہوں تیرے در کا گدا	〃	ہفت اقلیم کی شاہی مجھے درکار نہیں	〃
وہی کامل ہے جسے لاگ ہے حق سے	〃	باعث فقر کوئی جبہ و دستار نہیں	〃

ماں باپ یار دوست جگر سب ہے ہوا اداس	محبوب	فقر
غرض پیالی سے کیا اصل فقیری ترک دنیا ہے	نسیم	
فقیروں کے لئے دنیا و دین دونوں مہیا ہیں	"	
ساغر بکف جہاں کوئی مست الست ہے	"	
دلیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند	ناسخ	
آ کر سرائے دہر میں مردان راہ حق	"	
شاہ کہتے ہیں اُسے جس سے گدا پائیں مراد	"	
ہے نگہبانی کو بس گداؤں کی دعا	"	
بادشاہی ہی کر رہے ہیں انزوائے فقر میں	"	
فقر سے ایسی مرے خاطر کو ہے چسپیدگی	"	
گدائے میکدہ کس چین سے ہیں خاکنشیں	"	
اغنیا کو ہے یہاں حسرت فقیروں کو ہے عیش	"	
بس فقیر اس جا وہی ہے جو کوئی ہے بے سوال	"	
فقر کے عالم میں جی اپنی وہی ہے عمدگی	"	
واں امیری ناز ہے عجز فقیری ہے یہاں	ناسخ	
ہیں فقیر آزاد و غم اور زیر بار غم امیر	"	
اس کا دم بھرتے ہیں بیٹھے ہوئے دنیا سے الگ	نظم	
کیا فائدہ اگر تو ہوا نام کو فقیر	نظیر	
جو فقر میں پورے ہیں وہ ہر حال میں خوش ہیں	"	
جو راہ دیں پہ ثابت قدم ہیں اے نواب	نواب	
کلاہ فقر کے آگے ہے تاج شاہی ہیچ	"	
ہے سقف منقش کے تلے جائے تو نگر	"	
نظر میں کیوں نہ سیم و زر نجس ہو خاک روکو	"	
ترے گدا ہیں تو کیوں شاہ جی نہ کہلائیں	"	
مصروف بندگان خدا بندگی میں ہیں	ندا	
بری ہے ذات تری فکر دین و دنیا سے	"	
گدائی وہ کہ تازہ مغز شاہی جس کی خوشہ ہو	واسطی	
کب سر و فرق ہے شاہ و گدا میں واسطی	"	
بوریا کافی ہے تجمل گدائی ہے بہت	"	
کافی ہے ہم کو فقیر میں تجمل و بوریا	"	
وہ غنی ہوں ہو گزر میرا جو قسمت گاہ میں	"	
سنا ہے حال ابراہیم ابن ادہم کا	"	
تخت شاہی جو ملے اس پہ لگاؤں ٹھوکر	"	

ہر دم اسی کریم کی رکھ اپنے دل میں آس	محبوب	فقر
ہمارا ہاتھ کیا کم ہے ہمیں کاسہ گدائی کا	نسیم	
کبھی خالی کبھی لبریز ہے کاسہ گدائی کا	"	
بیضائے موسوی بھی وہاں داغ دست ہے	"	
واللہ ہوشیار ہے وہ جو کہ مست ہے	"	
سب کاٹتے ہیں بخشش دنیا پڑے پڑے	"	
نام کو دنیا میں یوں تو جو گدا ہے شاہ ہے	ناسخ	
اور اب دربان کیا شاہوں کے در پر چاہیے	"	
پائے خفتہ کو کہیں اب طالع بیدار ہم	"	
مہر اعضا سے نشان بوریا ہوتا ہوں میں	"	
یہ عیش تخت پہ کب بادشاہ کرتے ہیں	"	
باغ کے مزدور ہی اچھے رہے شداد سے	"	
لے گیا جام گدائی جس نے وہ جم ہو گیا	"	
بھر کدیہ چا۔ ہیے کاسہ سر فغفور کا	"	
رابطہ رہتا نہیں ہرگز گدا و شاہ کا	ناسخ	
بوجھ گر ہوتا ہے کم سے بہت کم مثال کا	"	
ہر نفس میں جبہ ارض و سما آتی ہے	نظم	
ہو کر فقیر بھی تو رہا جال کا اسیر	نظیر	
ہر کام میں ہر دام میں ہر حال میں خوش ہیں	"	
نگاہ اپنی وہ سوئے الہ رکھتے ہیں	نواب	
گدا کے پاؤں پہ سر بادشاہ رکھتے ہیں	"	
کافی فقیروں کے لئے سایہ شجر کا	"	
کہ آ جاتا ہے نشہ کبر کا انساں کو دولت میں	"	
نہیں ہے فرش تو تخت گیاہ رکھتے ہیں	"	
جو نیک رو ہیں وہ تو پرستندگی میں ہیں	ندا	
خدا کے ساتھ اگر ہے عاملہ تیرا	"	
مٹایا بوریے نے رنگ ہر گلزار مسند کا	واسطی	
جو گدا کا کاسہ ہے وہ تاج سر فغفور کا	"	
مجھ گدا کو کب ہے تاج و تخت سلطاں کی ہوس	"	
اے آسماں کسے ہوس تخت و تاج ہے	"	
بوریائے فقر یوں تخت سلیماں چھوڑ کر	"	
گدا کا رتبہ میسر کہاں ہے سلطان کو	"	
مسند فقر پہ دل ہے متمکن میرا	"	

فقر نامہ

ہر کام میں ہوتی ہے مدد غیب سے ان کی — رہتی ہے کہیں حاجت مردان خدا نہ — وقار
اس کو کیا ہستی میں خوف نیستی — نیست ہیں حور و غلمان ہست ہو — "
پائے بوسی سے سر بلند ہے وہ — جو کوئی اس کی رہ میں خاک ہوا — "
وہ ہی چمکا ہے کہ جو ذرہ کو سمجھا خورشید — آبرو اس کی ہے جو قطرہ کو دریا سمجھا — "
پرب کی جو کنٹھا پہنے اُسے گھر بار کیا کرنا — ہوئی جو گن جو کوئی پیو کی اُسے سنسار کیا کرنا — ولی
جو پیوے نیر نیناں کا اُسے کیا کام پانی سوں — جو بھوجن دکھ کا کرتا ہے اُسے آدھار کیا کرنا — "
مجھے اسباب خود بینی سوں دائم عکس ہو دلمیں — کیا جو ترک زینت کوں اُسے درپن سے کیا مطلب — "
پایا ہے جو کوئی کہ دولت فقر — مشتاق نہیں سکندری کا — "
پھیکی لگی اسکوں شان دولت — چاکھا جو مزہ قلندری کا — "
نفس سرکش پر جو کوئی پایا ہے یہاں فتح و ظفر — دائم عقبےٰ کے بھر الحق کہ وہ منصور ہے — "
جو صاحب دل ہیں اُنکو درکار نہیں ہے زینت — جیون آرسی نمد کی سر پر کلاہ بس ہے — "
زندگی ہے جس کوں دائم عالم باقی منے — جلوہ گر کب اس کے آگے عالم فانی ہوا — "
دل میں ہمارے نور خدا کا ظہور ہے — کیا متصل ہے ہم سے حرم اور حرم سے ہم — ہمدم
ہمدم رہے ہیں محو تجلی یار ہم — خیر و شر جہاں سے راحت ہوی ہیں — "
جو ترے غم میں ہوے خاک کیا ترک لباس — ان فقیروں کی گزر گئی کوئی دم تکیہ پر — "
امکان عشق کو مت کہہ کہ از خود رفتہ ہیں — گو بظاہر موج کی دربار میں ہو رفتار کج — "
جو تجھ کو فقر کی دولت ہو کم مت جان شاہی کو — بہ از قالین و مخمل بوجھ فرش بوریا اپنا — "
پڑے چلن جو توکل کا ہم فقیروں میں — بجائے سکۂ زر نقش بوریا ہو جائے — ہوشی
ہے مثل ضرب سکۂ زر نقش بوریا — ہم مفلسوں کو کیوں ہو تمول کی احتیاج — "
خوشحال ہیں کیوں دونوں جہاں سایہ ہوا سکے — کملی یہ فقیروں کی دوشالہ تو نہیں ہے — "
زروں میں دیکھتے ہیں رخ قدرت خدا — آئینہ صوفیوں کو ہے آغوش نقش پا — "
جنت کے ہیں طالب نہ طلبگار عمارت — عالم سے ہے انداز جداگانہ ہمارا — "
کبھی نہ گھٹ سکے رہے اہل جاہ سوائے ہوش — رہا یہ تاج فقیری کا زیب سر ہر روز — "
بوریا کافی ہے کجلول گدائی ہے بہت — مجھ گدا کو کب ہے تاج و تخت سلطانی ہوس — "
جامہ اس در پہ فقیری کا جو پہنا ہے ہنر بر — بادت دھونڈتے ہیں گوشۂ دامن میرا — ہنر بر
گدائے خاک نشیں میں رہوں ترے در کا — نصیب دولت دنیا کا اہل زر کو اوج — "
کچھ تمنائے فروع ظاہری اصلا نہیں — نور عرفانی سے روشن ہے ہمارے دلمیں شمع — "
آزاد رنج و فکر سے رہتا ہے روز و شب — رکھتا ہے بادشاہوں پہ تیرا گدا شرف — "
خوش کوئی شال کوئی مخمل میں — ہیں گدا مست اپنی کمل میں — "
مجھ گدا کو ہے ذوق نفس کشی — مال و زر کی کریں تو نگر حرص — "
اس کی گلی میں خاک نشینی ہے سلطنت — دیہیم کی ہوس نہ تمنائے تخت ہے — "
یکساں رہتی ہے عالم پہ فقیروں کی نظر — نیک یا بد ہو کوئی سب کو دعا دیتے ہیں — یکتا
کشکول فقر جام جہاں بیں سے کم نہیں — رتبہ ترے فقیر کا افزوں ہے شاہ سے — یوسف

خدا دین و ایماں کو قائم رکھے
اس زمانے میں ہے ہر شخص کو دنیا کی تلاش
جو طالب عقبےٰ ہے نشاں اسکا یہی ہے
اس جہاں کے عیش و راحت پر بہت ہنستے ہو کیا
چاہیئے سب کو آخرت کا غم
سفر درپیش ہے واں کا کرو کچھ فکر توشہ کی
جو کچھ تھا یہیں کے واسطے تھا
یہیں کی فکر میں ہر دم ہو حضرت جویا
یاں تو بدولت زہد و ورع کے کچھ کئی خاصی عزت ہے
خاکی نہیں کچھ دم کا بھروسا کرے کچھ تو عقبےٰ کا تو
کر فکر زاد سفر کچھ تو راکب
کوئی ہووے گا نہ واں حال کسی کا پرساں
غافل نہ رہ کہ فکر مقدم وہاں کی ہے
راہ میں تجھ کو سبکسار جو رہنا ہے سفیر
توشہ ہے سعید اور نہ سامان سفر ہے
کچھ فکر عاقبت نہیں افسوس ہے سخن
انجام کا ہو کھٹکا امید ہو بخشش کی
یہی تو ہے ہمیں ہر دم خیال کیا ہوگا
کچھ توشہ عقبےٰ کی بھی کر فکر تو شائق
الٰہی آبرو واں ہم سیہ کاروں کی رکھ لینا
زاد عقبےٰ جو میسر ہو تو پھر سب کچھ ہے
رخت ہستی باندھ اے دل جانب ملک بقا
فکر معادیاں جسے شام و سحر نہیں
سفر کی فکر کر اے غافل آگئی پیری
عمر ضایع کرنا بیجا رہرو ملک عدم
عاشق کا بیڑا پار لگا دیجو اے خدا
دکھ سکھ یہاں کا کیا ہے یہ دو دن کی بات ہے
کچھ قبر میں کفن کے بدلنے کی فکر کر
غم دنیا سے ہے اندیشہ عقبےٰ بڑھکر
کب تک نیا کے جھگڑے
سامان آخرت سے ہے بیفکر کس لئے
کھانے کے واسطے غم عقبےٰ ہی لیکے جائیں
وقت سونے کا نہیں اب چونک اے سرمست خواب

نہیں ہم کو دنیا کے جانے سے غم — تراب
بس غنیمت ہے جسے کچھ بھی ہو عقبےٰ کی تلاش — "
دنیا کے لئے کچھ کدو کاوش نہیں کرتا — "
غم اُدھر کا لائیے اور آہ و زاری کیجئے — "
غم نہ ہو زنہار دنیا کا — "
کڑی ہے گور کی منزل جہاں پہلے اترنا ہے — "
کیا فکر کی آپ نے وہاں کی — جویا
کیا نہ آپ نے سامان کچھ وہاں کیلئے — "
بن نہ پڑا پر کل کے لئے جو کرنا تھا سامان نہیں — حالی
کرلے کچھ اول کا اندیشہ تجھ کو بھی اکدن مرنا ہوگا — خاکی
کہ اس زندگی کا بھروسا نہیں ہے — راکب
اک سہارا فقط افضال خدا کا ہوگا — سعید
دولت دھری رہ گئی یہیں جو یہاں کی ہے — سفیر
زادِ رہ بھیجدے منزل میں سفر سے پہلے — "
افسوس ہے دن کوچ کا نزدیک آیا — سعید
کیوں کھو رہا ہے عمر کو غافل اِدھر اُدھر — سخن
مذہب میں سخن اپنے ایماں اسے کہتے ہیں — "
خبر نہیں کہ پس مرگ حال کیا ہوگا — "
یوں گرامی یہ گنوانا نہیں اچھا — شائق
سنا ہے سخت ترے معرکہ روز قیامت کا — "
نہ رہے عالم فانی کا جو سامان رہے — "
ہو نہ مائل اس خراب آباد کی تعمیر پر — شمس
حیوان سمجھتے ہیں ہم اسے وہ بشر نہیں — شیر
پڑا ہوا ہے تو کیوں بافراغ صبح کے وقت — ظفر
رکھ لے کل کے واسطے توشہ سفر ہے دور کا — عاشق
بحر فنا سے جب ہوا رادہ عبور کا — "
پر عاقبت ہماری خدایا بخیر ہو — "
ہے زیست میں ہوس جو لباس جدید کی — "
جان کھو کر بھی نہ آسان ہو مشکل وہ ہے — ماہ
کچھ تو فکر عقبےٰ کر — میکش
غافل پکار کر نہیں آتی قضا کبھی — "
دنیا سے ساتھ زاد سفر کچھ نہ کچھ تو ہو — مضطر
کرلے کچھ سامان عقبےٰ ہے غنیمت یہ شباب — مست

فکر عقبےٰ

جو کچھ ہو دنیا کی محبت ذات میں ہوتا ہے — نجیب
حشر میں کوئی کسی کا آشنا ہوتا نہیں — "
بہت سامان دنیا کا تو سب جمع کیا لیکن — نجیب
چلے جو ساتھ وہ عقبےٰ کا بھی سامان پیدا کر — "
کیا کیا کیا کیا کر کے جمع کیا — "
کیا کیا کیا کیا کر کے جمع کیا — "
دل مضطر آرزوئے کیا کیا کیا کیا — "
جب دنیا کیا کیا کیا کیا — "
دل مضطر آرزوئے کیا کیا کیا کیا — "
کیا ک

ہزاروں داغ کلیجہ پہ کھائے بیٹھے ہیں	اسیر	فلک کے ہاتھ سے ہم بھی ستائے بیٹھے ہیں	آصف
اے چرخ بے مروت بل بے تنک مزاجی		خوش تیرے گھر میں دو دن اک مہمان نہ ٹھہرا	آتش
آسماں سے ہے توقع کسے سرسبزی کی		ہوں وہ افتادہ زمیں جو نہ اُگی دہقان سے	〃
برسرِ ظلم جو چرخ ستم ایجاد آیا		تھے بھولے ہوان کو بھی خدا یاد آیا	انجم
امید تر حم ہو اور آسماں سے		یہ نہ آشنا آشنا ہے کسی کا	〃
نام کو میرے نشاں تک بھی نہ باقی رکھا		مجھے اس چرخ ستم گار نے پیسا کیسا	〃
نہ کرم کا ہے سلیقہ نہ ستم کا ہے وقوف		آج تک چرخ کہن کو نہ کوئی کام آیا	〃
کیا خطا تیری ہم نے کی اے چرخ		بے سبب کیوں ہمارا دشمن ہے	〃
دام سے چرخ منحوس کے نکل جاؤں ابھی		کام دے مجھ کو جو اوروں کے مثال تیر و پر	احسن
رلاتا ہے ہمیں کیوں اب تو ہیہم		ہنسایا تھا بھلا اے آسماں کب	〃
اے فلک دشمن کو یوں عیش و نشاط		اور ہم کو یاس و حرماں واہ واہ	〃
دنیا ہے دشمنوں سے بھری ظلم کیلئے		اے چرخ میں غریب ہی کیوں تجھکو بھا گیا	〃
کیوں عداوت ہے چرخ کو احسنؔ		مجھے کوئی ہنر نہیں آتا	〃
میری ہستی بھی کیا حرفِ غلط تھی		مٹایا کیوں فلک میرے نشاں کو	〃
موت بھی مانگے نہیں ملتی فلک		اور تجھ سے پھر برآئیں کیا	اسیر
فلک سے کام کسی کا کوئی نکلتا ہے		کبھی نہ عقدہ کشا ناخن ہلال ہوا	〃
صورتیں کیا کیا دکھاتا ہے زمانہ کو اسیر		ہے حذر ہر ایک کو لازم چرخ بہت باز سے	〃
مطلب ہو خاک حاصل اس چرخ وارگوں سے		سمجھے ہوئے تھے دریا جسکو سراب نکلا	〃
کس قدر دیتا ہے دھوکے اہل حاجت کو فلک		ریگ پیاسوں کو نظر آتی ہے دریا دور سے	〃
بنایا چرخ نے اک خانۂ گور		ہزاروں ملک لاکھوں شہر ڈھا کر	〃
کبھی تو نے نہ دیا بادۂ عشرت اے چرخ		ہم نے تکلیف ترے دور میں کیا کیا پائی	〃
جا ہے اہل جہاں کو خوف کچھ زیر فلک		بیخبر بیٹھے ہیں ساکن قصر بے بنیاد کے	〃
ملی کسی کو فراغت نہ آسماں کے تلے		یہ مثل دولت مملک نہاں زمیں ہے	〃
اسیر امید عشرت آسماں سے سخت بیجا ہے		فقط یاروں کو دھوکا کہاں ہے جام و ژن میں	〃
دار دنیا میں بجا ہے دبکے مر جانے کا ڈر		دیکھتے ہیں آسماں کے سقف بے دیوار ہم	〃
کبھی راحت نہ پائی دور چرخ سفلہ پرور میں		نکلکر شیر کے منہ سے گرا میں کام اژدر میں	〃
پیسا یہ آسیائے فلک نے تہ زمیں		بہرام کیا کہ سر مہ ہوئے استخوان گور	〃
گردش ہے اس کی یوں ہی معلوم کیا فلک نے		کس کو کہاں بگاڑا کس کو کہاں بنایا	〃
ہم کو عزیز کر کے کیا چرخ نے ذلیل		یہ ذرہ آفتاب بنا اور بگڑ گیا	〃
کہا گیا بے فائدہ مجھ کو فلک نے		اونٹ کے منہ کا میں ریزہ ہو گیا	〃
ستم چرخ کے شاکی ہیں عبث مردم دہر		حکم سلطاں ہو تو جلاد کی تقصیر نہیں	〃
لاق ایام دکھلاتا نہیں کس کو زمیں		کیا عداوت اپنے راکب سے ہے اس مرکوب کو	〃
انجم نہیں یہ دانت مہی میں ہیں آشکار		ہنستا ہے آسماں مرے حال خراب پر	〃

نئی ادا یہ نہیں فلک کی سدا سے اسکا یہی ہے شیوہ
راحت و آرام کا دشمن ہے یہ چرخ دنی
گردش سے ساکنان جہاں کو مضر نہیں
گنبد چرخ میں ہر ایک کو نالاں دیکھا
جس کی طینت میں کجی ہو وہ نکلتی ہی نہیں
رسوا ہوا تباہ ہوا در بدر پھرا
فلک سے کیا گورکھے امید آسایش
نکلی نہ میرے دل کی کبھی کوئی آرزو
ہفت افلاک سے راحت کی توقع ہے عبث
دیکھا جس کو ہوں وہ حال میں اپنے ہے مست
دل صد چاک کو میرے نہ ستا اے گردوں
ترقی کی تمنا تجھے کیا اے آسماں کیجے
پانوں توڑے در بدر مجھ کو پھرایا عمر بھر
خوف مفلس کو نہیں ہوتا جفائے چرخ سے
یہ کیسی ہے فلک کینہ خواہ کی گردش
چرخ کے ہاتھوں تہ و بالا ہیں دل احباب کے
چین دم بھر نہیں دیتا ہے غریبوں کو فلک
فلک نے ہمکو دکھایا یہ سرد و گرم جہاں
اجلاف کو مراد اعزہ کو یاس ہے
فلک کو دیکھتے کچھ بھی جو برخلاف اُن سے
پر ارمان ارباب دنیا سے اٹھے
کبھی ستارہ جو میرے نصیب کا چمکا
فلک خدا نہ کرے تیرا کوئی ہمساں ہو
میری ناشادی سے ہوتا ہے تجھے کیا فائدہ
عالم کو محل و گوہر و تاج دلوایا
بعض ہی اوقات راحت ہم کو دی ہے چرخ نے
آسماں سے طمع نعمت الوان مت رکھ
دست قدرت نے تجھے ہر چند گردش میں رکھا
کیوں نہ ہو نادان کو آرام دور چرخ میں
فلک کرتا ہے پاجی پرستی اس زمانہ میں
دے کر عروج سر پہ چڑھایا غبار کو
دن رات مہر و مہ کے دکھاتا ہے شعبدے
دے اتنی گردشیں نہ مجھے آخر اے فلک

کسی کو حد سے سوا بڑھانا کسی کو بالکل تباہ کرنا
بس چلے اس کا تو گھر میں بوریا رہنے نہ دے
طبقے ملے زمین میں چرخ کہن کے کیا
گھر میں نمک کے رضامند نہ مہماں دیکھا
چرخ ستیزہ کار رہا سب سے کبھی سیدھا نہ رہا
اب کون ظلم چرخ ستمگار رہ گیا
کہ سایہ بھی نہیں رکھتا ہے یہ شجر کیطرح
میرا بھلا نہیں تجھے اے آسماں پسند
نعمت غم کے سوا خاک ہے ان خانوں میں
گردش جام سے کم گردش افلاک نہیں
چھیڑنا خوب نہیں خانہ زنبور کو دیکھ
یہ اوج عارضی ہمت کو اپنے ناگوار ہے
آسیائے چرخ سے سرگشتگی حاصل رہی
ہوے جو عریاں اُسے کیا خوف رہزن چاہئے
زمانے میں ہے جہاز تباہ کی گردش
اس ہنڈولے میں کوئی بیٹھا نہیں آرام سے
سانس لینا کسی منزل میں فلک کیا جانے
کہ آئے قطرہ کی صورت گئے شرر کیطرح
کہتا یہ پیر چرخ بھی مردم شناس ہے
مزاج پوچھتے ہم شہر کے زوالوں کا
فلک نے نکالی نہ حسرت کسی کی
چراغ پا ہوا شبدیز آسماں کیا کیا
نہ حکم دوسرے دن بھی ہو دو نوالوں کا
جو نہیں کرتا ہے اک دم شاد مجھکو اے فلک
اے آسماں بتا تو مجھے تو نے کیا دیا
رنج و غم سے اس ستمگر نے ہمیں اکثر دبا
ہے پڑی اوندھی نہ ہاتھ آیا تو اس قابیل ٹال
چرخ کجرفتار تو بھی تو نہ آیا راہ پر
ابتدا سے تا دن گہوارہ ساں گردش میں ہے
نہ ہوا دبار شہ فاکیوں جو ہوا اقبال ارذل کا
گردوں تیرہ فہم بھی کیا دوں نواز ہے
گردوں یہ کاہیلو ہے کوئی حقہ باز ہے
انساں ہوں کوئی ساغر صہبا نہیں ہوں میں

اکبر
اشک
〃
انور
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
بحر
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃

روز و شب گردش میں رہنا اس کا ہے باعث نہیں	کچھ نہ کچھ لائے گا اک دن چرخ نیلی فام رنگ	تسلیم
نیچا فلک دکھاتا ہے ہر خوشجمال کو	یوسف بھی تین دن رہے پستی چاہ میں	"
قید فلک سے اہل فلک بھی ہیں داغ داغ	طوق گلوے ہار نہیں ہے یہ ماہ میں	"
ابر گریاں رعد نالاں برق پر سوز و تپاں	تجھ سے خوش اے آسمان فتنہ گر کوئی نہیں	"
آسمان خاک پس مرگ مجھے دیگا کفن	ایک چادر تو کبھی اس سے اڑائی نہ گئی	"
مٹاتا ہے کیوں آسماں ہمکو تسلیم	نہ ارماں کسی کے نہ ساماں کسی کے	"
کیا رکھے کوئی چرخ سے سامان کی امید	خورشید جب جہان میں یوں ننگے سر پھرے	"
ہر حال میں کرتا ہے جو پامال مجھے تو	دیتا نہیں کیا اے فلک پیر دکھائی	"
لطف ہوتا ہے نہ کچھ صدمہ ہوا کرتا ہے	اب تو یہ چرخ نئے ظلم کیا کرتا ہے	"
خالی نہیں ہوں درد و جفائے فلک سے میں	زیر زمیں بھی لیکے جگر میں کھٹک گیا	"
دے گا آرام ہمیں کیا فلک سرگشتہ	روز و شب چرخ میں ہیں گردش ایام سے آپ	"
دیو سیاہ چرخ کو چلنا ہے بر خلاف	مانگے اگر نشاط تو غم لائے آسماں	جویا
کب تک یہ جور و ستم مجھ پر اے فلک	دیکھیں کہاں فلک ہمیں ترسائے آسماں	"
ایکدم فرصت نہ دی ہمکو فلک نے رنج سے	سوز دل پیدا ہوا گر درد سر اچھا ہوا	"
جو دو دل میں محبت ہو تو یہ نو اجدا کردے	ہمیشہ تفرقہ آپس میں چرخ کینہ ور ڈالے	"
چرخ کجرو نے جنوں تم کو کیا مثل کماں	اب کہو کس کو دکھاؤ گے یہ دم خم اپنا	جنوں
میں نے کیا تیرا بگاڑا ہے ذرا کہہ تو سہی	حسرتیں خاک میں اے چرخ مری تو نہ ملا	"
فلک روشن دلوں کو ایک جا رہنے نہیں دیتا	مہ و خور را تدن رہتے نہیں ہیں یکمنزل میں	"
شکایت فلک کی جنوں ؟ کیا بڑی ہو	کہو تو زمانہ ہوا ہے کسی کا	"
فلک کا نام نہ لو بوڑھے غمزے کرتا ہے	واں ستم کا مزہ کیا جہاں شباب نہیں	جلیل
دربدر پھرتے ہی گزری چرخ کو	یہ اسی بیدادگر کا کام ہے	"
خاک میں چرخ ملاتا ہے ملانے دو جلیل	اور بھی آئینہ دل کی جلا ہوتی ہے	"
کدھر دھونڈھوں میں راہ عافیت بچکر کدھر جاؤں	بلا میں چار سو گھیرے کھڑا ہے آسماں مجھکو	"
نتیجہ ظلم کا گردش نہیں تو پھر کیا ہے	فلک سے پوچھئے کیا پا گیا ستا کے مجھے	"
کیا ہزاروں کو سیدھا فلک کی گردش نے	مرا نصیب مگر راہ پر نہیں آتا	"
اس مشق ستم پر بھی یوں ہی ساتھا گردوں	آیا تو یہی آیا دو دل کو حسد اکرنا	"
فلک نہ اہل دیتا ہے شہرت بے کمالوں کو	کسی دن انگلیاں اٹھتے نہ دیکھا ماہ کامل پر	"
شکنجے میں کڑوں کو آسماں نے یہ دبایا ہے	کہ ہر پرزہ ہے پامال خلائق آہنی پل کا	جرار
بنکے پتھر سے ہوے چور ہزاروں شیشے	رنگ بدلا نہ کبھی گنبد مینائی کا	"
ملایا خاک میں ایسا فلک نے شاہوں کو	لحد کا ان کی زمیں پر نہیں نشاں باقی	"
زمیں پہ ٹیک لگائی نہ چرخ نے کسکی	رہا نہ زال نہ رستم سا پہلوان باقی	"
ملائے خاک میں پیر فلک نے نوجواں کتنے	گرے اس چاہ میں مانند یوسف کاروان کتنے	"
استخواں پیسے فلک نے سرمہ آسا سا لہا	چاروں جس کو ہوئی دنیا میں یارب راحت نصیب	"

خاک بسر فقیر
فلک کجرو ستمگار
گردش چرخ سے سب خاک کے پیوند ہوئے
اب نہ مظلوم نہ ظالم کا پتہ ملتا ہے
کل کل بچھائے چرخ جفا کار دیکھے
کس کل بچھائے اس نے شترنج کے مہرے
کیا دشمن زمین دوز فلک بھی نکالتا ہے
پیس مروں زمین میں اور چرخ گردداں
دل میں خوب ہم اور چرخ نیلی فام
خاک بھی نام کو نہ ہوگی کل مرے بعد
خاک کو چرخ کجرو نے کیا کیا نہ دکھایا
خاک ہو جائے گی چرخ آسماں
خاک ہو جائے گی چرخ آسماں
خاک ہو جائے گی چرخ آسماں

آسماں سے بس نہیں چلتا ہے ہم جائیں کہاں	یا الٰہی پھر نہ ایسا گنبد بے در ملے	جوہری
نہ سکھ سے سونے دیا کسی کو نہ اس سے راحت کسی نے پائی	عبث ہے اے جوہری شکایت مدایۂ خوفلک رہی ہے	〃
یوں بے سبب زمانہ پھرتا نہیں کسی سے	اے آسماں کچھ اس میں تیرا بھی ہے اشارہ	حالی
ہوگا تو پہلے ہوگا اے چرخ مہرباں تو	کچھ ان دنوں تو ہم پر نامہربانیاں ہیں	〃
رسوا و خوار و خستہ اس طرح سے نہ کرتے	پر چرخ کے ستم سے یوں بے وقار ہم ہیں	حیرت
فلک نے تو اتنا ستایا نہ تھا	کہ جس کے عوض یوں رلایا نہ تھا	حسن
آدمی کو ہے تہ گردوں محال آسودگی	پس گیا جو زیر سنگ آسیا دانہ ہوا	خلیل
کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں	اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں	داغ
دیتا ہے دور چرخ کسے فرصت نشاط	ہو جس کے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں	ذوق
بدخصلتوں کو کرتا ہے بالانشیں فلک	اونچی ہے آشیانہ زاغ و زغن کی شاخ	〃
رات دن چکر میں تو رہتا ہے کسکے واسطے	کیا فلک تو نے ہماری بھی کہیں تدبیر کی	ذاکر
فلک ابتو دکھا رہبر کو کچھ سامان راحت کا	بسر کب تک کرے ایام غم افسوس حسرت میں	رہبر
ہر تمثال جوانوں کو پھنسایا تہ دام	کون جانتا ہے خدایا فلک پیر کا پیچ	زکی
فلک پیر کے پھنسے تہ دام	ایک سے ایک نوجواں افسوس	〃
موئے آخرش جو پیر فلک سے	ستم ناکشیدہ جواں کیسے کیسے	〃
گر نکالا آسماں نے گھر سے اپنے ہے سزا	آن کر مہمان بن بیٹھے تھے صاحب خانہ ہم	سودا
گر شکل کمال خانہ گردوں ہے منقش	پر اس میں نظر گوشۂ آرام نہ آیا	〃
آراستہ جو بزم ہوئی دور فلک میں	واں جام بجز گردش ایام نہ آیا	〃
آفات ہی اے چرخ اٹھا جانے ہے تو سے	ظالم کسی گرتے کو تجھے تھامنے آیا	〃
دنیا تمام گردش افلاک سے بنی	مٹی ہزار رنگ کی اس چاک سے بنی	〃
اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر	دو تا ژدون ہے عقل تیری اوندھا ہے تو فہم کر	〃
طلب نہ چرخ سے کر نان راحت اے سودا	پھرتا ہے اپنا وہ کاسہ لیئے گدائی کا	〃
مہماں جو کوئی آیا گھر آسماں دنی کے	دو دن کھلا کے روٹی اس کو ندان مارا	〃
شاید آرام پائیں زیر زمیں	چین کچھ زیر آسماں نہ ملا	سحر
اے فلک مجھ کو ستائے اور کچھ	رنگ جو لانا ہے لالے اور کچھ	سرور
اے فلک راحت کسے کہتے ہیں تیرے دور میں	نام یہ شاید ہے میری گردش ایام کا	سخن
تائید پر کسی کی کسی سے خلاف ہے	یہ ڈھنگ تو ہمیں نہیں اے آسماں پسند	〃
تم بھی گر ہوئے ہم پر تو اس گردن گرداں کے	ازل کے روز سے گردش جو لکھی تھی مقدر میں	〃
فلک تیری کبھی کو مانتا ہوں میں	نہیں ممکن کہ سیدھا مجھ سے تو ہو	〃
ہونے دو فلک ہے جو مراد دشمن ارماں	ہم اس سے کبھی کوئی تمنا نہ کریں گے	〃
سیر دکھلاتا ہے پستی و بلندی کی سفیر	چرخ گردوں کا بنڈولاتہ و بالا ہو کر	سفیر
تم سے چرخ کے دنیا میں کوئی بچ نہیں سکتا	نظر آتا نہیں آتے ہوئے پتھر فلاخن کا	〃
کہاں تک اے سفیر اس چرخ کی بازیگری دیکھیں	چلو پتھر اگیں آنکھیں تماشہ ہو نہیں سکتا	〃

فلک کی شعبدہ بازی پہ جو کہ حیراں ہو نظر
چرخ کی شعبدہ بازی کا تماشا دیکھے — سفیر

رونا آتا ہے کبھی گاہ ہنسی آتی ہے مجھ کو
فلک اے کیا ترے ہاتھ سے کیا زیر زبر کی دولت نے کی

طالب ہوں میں تجھ سے کیا زر کی دولت نے کی
آسمانوں کا ہے کیا ذکر کبھی دشمن ہیں

ایک بھی دوست نہیں ہے مرا ان سارے گردوں
ہمارے اس سے کیا ہے کسی کو

جب سے یہ چرخ نے بنیاد جفا کی ہے بھری
عادت ہے تجھ کو اے فلک کینہ باز کی

جس جا گئیں ہیں دور میں امید راحت کی
ہوئے ہیں قتل میں کتنی خواہش کرد دن کی

سرانجام اس دو رنگی چرخ دوں سے
زمیں پر کیا مجال کھیں گردش چرخ دوں سے بند

ہم سے کیا ہیں مست اہل دل کیا دیا
ہمیں کو گردش ایام کا

نقطے ہیں

فلک کجرو ستمگار

فقط ہمیں پہ نہیں ظلم چرخ سفلہ نواز — عاشق
ہر ایک شخص پہ ہے جو آسماں قاصد — شایق
نام کیوں پیر فلک کا یہ ہوا ہے ظالم — "
کسی بیکس کو مگر اس نے ستایا ہوگا — "
شکایت فلک پیر سے حصول — "
کوئی بھی اسکے ہاتھوں سے یہاں کامیاب ہے — "
فرط حسد سے خوب ہی ہم کو دیا کیا — "
رنج و الم یہ گنبد گردوں نے نئے — "
آخر تو کسی وقت دن اپنے بھی پھریں گے — "
اے چرخ اگر گردش ایام یہی ہے — شفق
مٹائے کیسے کیسے نام و نشاں گردوں نے — "
بھلا فرمائے ان کا کہ اب نام و نشاں کیا ہے — "
ہر گردش فلک بسر انتقام ہے — شوق
ستم کی خو نہ چھوڑی ہے نہ چھوڑیگا کبھی ظالم — "
ہر شام عیش صبح الم کا پیام ہے — "
گر گٹ کرد ملاحظہ اہل زمیں نیا — شاد
رہا ہے آسماں کس دن کسی کا مہرباں ہوکر — "
گر اسی طرح رلائے گا زمانہ کو فلک — شہید
ہر لحظہ رنگ بدلے ہے چرخ کہن نیا — "
ہیں ایسا کون تھا کہ مجھے چھیڑ چھیڑ کر — صابر
اشک نکلیں گے ہر اک کان سے گوہر کے عوض — "
ملایا خاک میں گردون دون نے — "
اے چرخ تو نے اپنے جگر کے مٹائے داغ — "
گردشوں سے کس لئے فرصت مجھے دم بھر نہیں — "
پھیریں گے دوش پر ہم یکے جاں کو — "
چرخ ہم روشن دلوں کو خاکمیں رکھتا ہے تا — "
اے فلک کچھ ہیں تری تقدیر کا چکر نہیں — "
نہ کف جود مثال کف دریا کھولا — "
مثل انگر زیر خاکستر نہاں تنویر ہو — "
رہا طوق گلو حلقہ ہیں پاؤں کے چکر کا — "
فلک نے عمر بھر ہمکو رکھا زندان گردش میں — عاشق
چرخ نے پھر دیا کیونکر مری تقدیر کو — "
اک زمانہ اس سے تنگی میں ہے میں حیران ہوں — "
کیا کیا تجھے دانوں گھاتے ہیں یاد — "
او چرخ بخیل مردم آزار — "
اے آسماں پسند ہے کیا وضع ماتمی — طاہر
دیکھا نہ ایک دن بھی ترا پیرہن سفید — "
گھر غریبوں کے گھروندے کیطرح مٹتے ہیں — عاقل
نہ گیا اے فلک پیر لڑکپن تیرا — "
سر فرازوں کو گراتا ہے مدارج سے فلک — "
شیوۂ بال ہما خاص مگس رانی ہے — ظہیر
کب بنھایا گردش گردوں نے ہم کو مثل گل — ظفر
مثل شبنم ہیں ہمیشہ گرد و زاری میں ہم — "
چین دے کسکو فلک وہ آپ ہی چکر میں ہے — عاسر
ہے ہوس راحت کی زیر آسماں بے فائدہ — "
ڈھکیلے بن بن کے دنیا میں مکاں بہتوں کے ہیں — "
اے فلک تو نے مٹائے یاں نشاں بہتوں کے ہیں — "
عجب کچھ تفرقہ ڈالا فلک نے — عاجز
کہیں گل ہیں کہیں جا ہیں غنادل — "
گردش سے تیری چرخ ہزاروں شہ و گدا — علی احمد
ایسے مٹے کے نام کو تربت نہیں رہی — "
جہاں بیٹھے زمیں بھٹی جہاں اٹھے فلک ٹوٹا — عاشق
قیامت ہم پہ توڑی ہے زمیں و آسماں تو نے — "
پیچ سے چرخ کہن کے پس گئے لاکھوں جواں — "
ظلم کی کثرت جو کی یہ زال دور ستم ہوگیا — "
یہاں ہوں کیا چرخ کے مدت سے ہیں دیکھیں — "
اس خوان میں دو گردہ نان مہ و خورشید — "
فلک کے پاس کیا ہے جو وہ دیگا — "
بسر کرتا ہے خود وہ قرص ناں پر — "
ضد ہے فلک سے ہمکو ہم سے فلک کو ہے — "
رفتار پیر کی نہ کریں گے جواں پسند — "
ایک دور میں ہزاروں کو ملایا خاک میں — "
کیا بگاڑا تھا جواں مردوں نے چرخ پیر کا — "
گردشوں سے اسیائے آسمان پیر کے — "
پس گیا گندم کی صورت دل جواں و پیر کا — "

دیکھے کیا کیا نہ ان آنکھوں سے گردشِ ایدل — گردشِ چرخ اسے کہتے ہیں کجی ہے یہ ہے — عالم
ایسا ہوں تنگ جی میں ہے کچھ کھا کے سو رہوں — اٹھتے نہیں ستم فلک کج مدار کے — 〃
فلک کے ظلم سے شاکی نہیں ہے کب کوئی — مٹائیں صفحۂ ہستی سے صورتیں کیا کیا — 〃
باغِ ہستی میں اے فلک اکبار — شاخِ امید بار ور نہ ہوئی — 〃
کیوں عطا کی اپنی گردش تو نے میرے بخت کو — یہ عنایت بھی ستم اے چرخ کجرفتار ہے — 〃
دشمن لگا ہے تاک میں راحت کہاں نصیب — رہنے نہ دیگا چین سے یہ آسماں کہیں — 〃
دوستوں کو جد کیا افسوس — فتنہ گر پیرِ آسماں نکلا — 〃
کیا ازل سے ہے مزہ تفرقہ اندازی کا — کبھی اس چرخ نے دو دل کو نہ اک جا دیکھا — 〃
فلک اقبال مندوں سے بھی بالماسک پیش آیا — سکندر کو نہ حیواں میں دیا یک قطرہ پانی کا — فدا
کیا خاک مجھ سے کارِ جہاں کچھ درست ہو — دنیا میں آسماں نے مجھے خاک کر دیا — 〃
آیا ہے جو عدم سے لباسِ وجود میں — کیا کیا نہ جورِ گردشِ افلاک لے گیا — 〃
کس لئے قہرِ خدا چرخ پہ نازل نہ ہوا — جانبِ مہر یہ ظالم کبھی مایل نہ ہوا — 〃
لیسے جو بل نکالے مرے چرخ پیر نے — عالم تھا مجھ میں کیا کسی بڑھیا کے چرخہ کا — 〃
غیر پر اک حال پر رہتا نہیں میری طرح — کیوں نہ پھر ممنون ہوں میں گردشِ افلاک کا — فروغ
نہیں بھو کے ہم اے فلک نعمتوں کے — کہ تیری عنایت سے غم کھا رہے ہیں — فوق
کب تک یہ مصیبتیں رہیں گی — اے چرخ یہ انقلاب کب تک — 〃
کیسے کیسے ماہ چہروں کو ملایا خاک میں — دفترِ گردوں کہیں ہوتا نہیں برہم ہنوز — فیض
یہ پیرِ چرخ سے ایمن نہ ہو کہ ایک جہاں — اس آسیا نے انھیں کروٹوں میں پیسا ہے — قائم
بھو کے کوکب ہو کاسۂ واژوں سے انبساط — یعنی طمع نہ رکھ فلک دوں سے انبساط — 〃
جو آیا گلشنِ دنیا میں بیشک اسکو گردش ہے — تری چالوں سے بچکر کیونکر اے چرخ بریں نکلے — قربان
دنیا ہے اک زمانہ کو چکر یہ رات دن — امید رکھیں خاک نشیں آسماں کو کیا — 〃
کیونکر کرے نہ خوار مجھے چشمِ خلق میں — دشمن ازل سے چرخ تو اہلِ ہنر کا ہے — 〃
زر انجم بشکل گنج رکھتا ہے سدا سر پر — نہیں ہے آسماں قاروں سے کم ثروت میں — قدیر
اے چرخ تیرے گھر میں ستم کی کمی نہیں — ہے ساتھ کرسیوں کی کرامت بھری ہوئی — قدر
رطب و یابس رنج جھیلا گردشِ افلاک کا — یا بصورتِ پانی کا ہوں میں یا گولا خاک کا — 〃
دل ٹوٹا ایسے صدمے دئے آسمان نے — ٹکرا کے اس جہاز نے کشتی تباہ کی — 〃
اے قدر شامِ غم سے مجھے مستی رہیں — نہ آسیائے چرخ برابر تمام رات — 〃
یہی پھراتا ہے قسمت جو دسترس ہو مجھے — سر آسماں پر پٹکا کروں زمین کے عوض — 〃
ویران گھر کیا تو مجھے خانماں خراب — یارب ہو مرے گھر کی طرح آسماں خراب — 〃
دورِ فلک کے کھوے میرے حواس خمسہ — پتے سے گنجفہ میں کیا ابتری ہوئی ہے — 〃
حرفِ غلط کی طرح فلک نے مٹا دیا — نام آور و نگاہ نہ چھوڑا نشاں کہیں — قرار
تری کیا یاد کریں گے فلک ناانصاف — دل ناشاد و ہمارا نہ کبھی یاد کیا — خلق
گردش ہے ساتھ ساتھ رہا میں جہاں کہیں — دم تو چین لینے دے اے آسماں کہیں — کوثر

فلک کے جور و ستم

فلک

دے ہیں داغ لاکھوں ماہ کو گردوں گرداں نے — مضطر — ملایا خاک میں پیر فلک نے یہ جواں کیسا — ماہ
پیر فلک نے کسکو ملایا نہ خاک میں — کس دن زمیں نے کھائے ہیں خوشرو جواں نہیں — "
ہے سنگدل فلک کی ظاہر — دروازہ بند اس کے گھر کا — "
دیکھس تو ہم اے ماہ اختر سے ہمارے — کرتا ہے کبھی چرخ ستمگار کہاں تک — "
نیرنگی فلک کا یہ پیشہ چمن میں ہے — دو روزہ کی بہار ہمیشہ چمن میں ہے — "
فلک نے اہل زمیں کو نہ چین سے رکھا — ستا کے ان کو یہ ظالم ستائیگا پھر کیا — "
پامال راہ اس کے کیا کیا عزیز دیکھے — آئی نہ کچھ سمجھ میں گردوں کی چال کیا ہے — میر
زیر فلک رکا ہے اب جی بہت ہمارا — اس بے فضا قفس میں مطلق ہوا نہیں ہے — "
نئی گردش ہے اس کی ہر زماں میں — خلل سا ہے دماغ آسماں میں — "
ایک گردش میں ہیں برابر خاک — کیا جھگڑتے ہیں آسماں سے لوگ — "
دیر کیا لگتا رہے ہے یاں نہیں مہلت بہت — دے کسے فرصت سپہر دوں ہے کم فرصت بہت — "
پھرے گا رنج تازہ کوئی آسماں مجھے — ممکن نہیں کہ دیکھ سکے شادماں مجھے — میکش
بن سالک رہ حق پیچ دور ہی جہاں کے — چکر میں لے نہ آئیں چکر یہ آسماں کے — "
پاس میں کیونکر پہنچ جاتا ہوں یارب وقت ظلم — دیکھنے کو تو بہت چرخ کہن سے دور ہوں — "
آسیائے فلک اللہ رے مردم سائی — استخواں تک مرے برباد ہوے پس پس کے — "
کیا سخت دلی ہے کہ جواں خاک میں مل جائے — اک اشک نہ چشم فلک پیر سے ٹپکے — معصفی
خوار رکھتا ہے ابتلک ہم کو — دیکھ سکتا نہیں فلک ہم کو — "
شامیانہ بھی نہیں قبر پر ان کی پس مرگ — تیرے مارے ہوئے اے چرخ کہن جیتے ہیں — "
آسماں ایک خانہ پر دود ہے — اس میں تو میرا گھٹا جاتا ہے جی — "
لاکھ چاہا زمیں پہ بیٹھ رہیں — چین کب آسماں دیتے ہیں — "
پس گئے اہل زمیں یوں آسماں کے زیر پا — مورچہ جیسے کسی پیل دماں کے زیر پا — "
آسماں ہیں گرد باد اور اس میں ہم ہیں مثل خس — خاک پھر آرام ہو اس فقر بے بنیاد میں — "
ہے مہرہ بازیچہ طفلاں سے بھی بدتر — کس کام کا ہے گنبد گردوں مرے آگے — "
رکھتا ہے مصحفی کو جو ناحق تو اپنی لاگ — اے چرخ سفلہ اس نے ترا کچھ لیا دیا — "
ملا کے خاک میں مٹی تو میری کی برباد — کرے گا اور یہ کیا چرخ پائمال مجھے — محب
لینے دے دم کہیں تو نہ اب دربدر پھرا — چکر میں ڈال رکھا ہے کیوں آسماں مجھے — "
لینے دیا نہ گردش قسمت نے واں بھی دم — ثاقب کی طرح پھینکا فلک نے جہاں مجھے — "
آدمی ہے خانہ دنیا بنانے کے لئے — اور یہ افلاک ہیں بنیاد ڈھانے کے لئے — "
کوزہ گر یہ گردش افلاک — اور یہ چرخ ہے کمہار کا چاک — "
بغیر کیسہ مت چشم کرم رکھ چرخ گرداں سے — بجائے آب ہے نادان اس دولاب میں آتش — ممنون
وہیں تفرقہ چرخ بدخو نے ڈالا — کہیں دو وہیں دیکھی الفت زیادہ — مضطر
جتنا جی چاہے ستالے پیر فلک مجھے — اس کا بدا بھی ملیگا کبھی یہ یاد رہے — "
کس جرم پہ دیتا ہے نئے رنج شب و روز — تقصیر ہے کیا اے فلک پیر ہماری — "

فلک

کب کیا ہے فلک پیر میں بیجا کوسوں — نخل امید کبھی چرخ نے پھلنے نہ دیا
چین سے جن کو یہاں چرخ نے رہنے نہ دیا — وہی آرام سے جا کر عدم آباد سے سب
آسماں نے کچھ ایسا نہیں سے اہل جہاں — کوئی باقی نہیں رہنے کا اماں ہونے تک
پارساں ہوں میں اور نہر آتشیں میں سجدے — ایسے دیکھے ہیں فلک چرخ کے ناداں کتنے
فلک کے ہاتھ سے کوئی نہ بچ سکا ہرگز — بھلی کی نہ کوئی راہ جب مجھ کو نظر آئی
اس اس دور فلک میں فلک پیر نہیں — بے سفر اپنی کا سنہ پیر ارادہ نہیں
فلک کو دیکھ کر کیا کوہ کن نے سر اٹھایا اور پھر — فلک نے سر پہ جھک کر کوہ کن کے ڈال دیا
فلک کو دیکھ کر اس نے اسامی — فلک نے اس کو آخر کر دیا پامال دیا
اس فلک نے بھی کیا آباد دل ناشاد کا — لاکھوں ہی شہر دل برباد کر ڈالے ہیں
فلک

تب تک تیار ہوا نہیں بنگلہ

فلک نے پیسا ہے اسطرح جیتے جی ہم کو	کہ اے زمین نہیں ڈرتے تیرے فشار سے ہم	نظم
اٹھاؤں ظلم میں کس کس کا تو فلک میں عدو	کہ دل تو ایک ہے دو تین چار بھی تو نہیں	〃
فلک ہے ایک شتر کینہ ور خدا کی پناہ	عقال پاؤں میں جس کے نہیں مہار نہیں	〃
ازبسکہ یہ چرخ فتنہ انگیز	ہے خرمن عیش پر شرر ریز	نسیم
آرام نہیں ہے تو نصیر آہ ہمیں تک	دن رات رہے ہے فلک پیر کو جنبش	نصیر
ایک عالم ہاتھ سے اسکے ہے گردش میں نصیر	سرکشی کرتا ہے سب سے چرخ کجرفتار صاف	〃
فلک سے کس کو توقع ہو ساری روٹی کی	کرے ہلال کو جب نیم نان سے رخصت	نواب
بجا ہے شکوۂ ظالم زمیں پہ انسان کو	نئی دکھاتا ہے گردش جو آسماں گستاخ	〃
آپ ہم گردش میں ہیں نیرنگی تقدیر سے	کیوں پھراتا ہے ہمیں گردون گرداں ہر طرف	〃
کجروی سے تجھے گردش ہی میں رکھا دن رات	راہ سیدھی پہ کبھی چرخ ستمگر نہ ہوا	〃
نکلا نہ کوئی کام بھی کبھی اس سے ایخدا	ہوا اور چرخ عالم ایجد کیوا سطے	〃
ریز گردوں کس کو کہیے عیش میں راحت میں ہے	جس کو دیکھو اک نئی الجھن نئی آفت میں ہے	نیرنگ
نشاں باقی رہا جز نام کس کا دار فانی میں	ابھی در پے کس کس کے یہ دور گردوں ہے	نساخ
مقبرے کو جائے شادی سمجھے وہ دیوانہ ہے	دفن لاکھوں ہو گئے اس گنبد افلاک میں	ناسخ
سلطنت کی نہ طمع چرخ زبردست سے رکھ	کوئی سر جنگ نہ جڑ دے کہیں افسر کے عوض	〃
کیا ہے گرگٹ آسماں کے سامنے	بدلے اک اک دم میں سو سو بار رنگ	〃
کیوں ہے امیدمان اہل زمیں	آسماں ہے یہ کچھ تنور نہیں	〃
اس کو حال جگ میں کیوں ہوئے وفراغ زندگی	گردش افلاک جس کو ہے ایاغ زندگی	ولی
جمعیت آسماں سے توقع بجا نہیں	ہیں آفتاب و ماہ ہمیشہ سفر میں	〃
اے چرخ جب نتیجۂ امید یاس ہے	پھر کس امید پر کوئی امیدوار ہو	وحشت
فلک کی صلح کو سمجھے رہو وقار جدال	بنے بھی دوست جو دشمن تو اعتبار کہاں	وقار
فلک پہ بھی ہے طفل مزاج	کام اس کا گر پڑا دیکھا	〃
کیوں وقار اپنا گلہ پیر و جواں پھاڑتے ہیں	پیر کہنہ ہے فلک حد سے ہے سنتا اونچا	〃
دور آسماں کا مجھ سے پرکار وار اس کو	کرتا جدا ہے گاہ سے ہے ملاتا گاہ	〃
گردش میں آسیائے فلک کی جو آگیا	ناداں و دانا دانہ کے مانند دل گیا	〃
اے خدا یوں ہی فلک برسر بیداد ہے	روند نا خاک مرے وہ ستم ایجاد رہے	〃
رزدیا زوز دیا مال دیا گنج دیا	اے فلک کونسی راحت کے عوض رنج دیا	وزیر
گردش گردوں نے یہ ملایا خاک میں	ہر کس و ناکس میں نقش کف پا ہو گیا	ہزبر
مٹایا مٹانا تھا مجھ کو جہاں تک	فلک باز آ اب بھی آخر کہاں تک	〃
ہمدم رہا میں چرخ سے گردش ہی میں سدا	چلتی پھر اس پہ باقی ہے راہ عدم مجھے	ہمدم
اس طرح چرخ گرداں عالم کو پیستا ہے	دستے ہیں آسیا میں جیسے گیہوں کی تھولی	〃
آسیائے چرخ کی گردش پہ غصب ہے ہمدم	دانا نادان سبھی پسکے ہوئے آٹا سے	〃
دانا دلوں کی دشمن ہے آسیائے گردوں	پھر دانت پیستی ہے دانیکی طرح دل کر	〃

فلک کجرفتار

جو نغمۂ اوج پہ ہو تو نہ رہے اس سے امید
بھی فلک سے سب اپنا دامن کا
کردش سے چرخ غوض اس تقدیر مخالف سے
ہوئی جب تک ہوا پیدا چلنا
کہ سے ہیں شرف میں اور بوجھ گل صفتوں
کب ہیں شرف میں آسماں کی عالم سے
ہوئے ہیں آسماں کی عالم سے
ہوئے ہیں آسماں کی عالم سے
ہوئے ہی

فنا

رہا جو آکر اس گھر میں ہو گیا تاراج — فلک کے قصر کا کیا کہن دن پڑا ہی رنگ — ہدم
ہے نظر حق پر ہمیں اے چرخ دوں — تجھ سے کب ہے چشم عز و جاہ کی — "
کیوں دانت پیستا ہے جو تنکا ہیں سوکھ کر — اب بھی خم پیراب بھی ہیں تیرے خلال ہم — ہوشش
کیا دانا مجھے مشہور لوگوں نے یہ ڈرتا ہوں — نہ پیسے گردش گردوں آسیا ہو کر — "
گردش نہ کس جواں کو دی آسمان نے — کہیے تو کب یہ پیر عدوئے جواں نہ تھا — "
امام پر نہیں موقوف اہل باطن سے — ہمیشہ ابلق ایام بدلگام رہا — "
روز کس روز کیا کب کی شکستہ نہ کمال — نوجواں سے ہے برہم فلک پیر عبث — "
پیسے فلک نے دانۂ دل کو تو کیا بعید — دانے کا ہوش کرتی ہے کب آسیا لحاظ — "
ایک جادو بار کب ملکر رہیں کر دے جدا — چرخ کینہ تو زہر چند ہے حد و احباب کا — ہر چند
واہ دانوں پیچ یاد ہیں اس زال چرخ کو — آیا جو اس کے پیچ میں پیر و جواں گرا — "
اہل زمیں کو روزی ہو تائید چرخ سے — محتاج مرد سو گئے اس پیر زال کے — "
اس سے عاجز شیر دل ایسے ہوئے ہیں جاں سے تنگ — یاد ہزاروں مکر ہیں اس چرخ کے روباہ کو — "

فنا

جانتے مرتبہ فنا کا جو لوگ — زندگی میں فنا فنا کر تے — اسیر
فنا اک روز ہو جائے گی جتنی جاہ و حشمت ہے — تسلسل پلٹنوں کا دور باطل ہے رسالوں کا — "
اپنا تن خراب بنا اور بگڑ گیا — اک دم میں یہ حباب بنا اور بگڑ گیا — "
پیوند خاک قالب خاکی مرا ہوا — یہ غم کدہ شتاب بنا اور بگڑ گیا — "
خاک سے پھر خاک میں اک روز ملجائینگے ہم — ایک اپنی ابتدا اور انتہا ہو جائے گی — "
کسی شئے کو وقفہ ذرا نہیں وہ ہے کون جسکو فنا نہیں — کبھی زندگی کو بقا نہیں یہ حباب بر سر آب ہے — "
ہستی فانی کو ناداں ہیں جو سمجھیں معتبر — ایک دن معدوم ہے عالم میں جو موجود ہے — "
جن فنا انس فنا عرش فنا فرش فنا — ذات باقی ہے تو اللہ کی بس باقی ہے — "
آب و آتش کا ٹھکانا ہے نہ خاک و باد کا — حال ابتر ہو گیا مجموعۂ اضداد کا — "
خبر قافلۂ اہل فنا کیا معلوم — نہ پھر اس ملک عدم سے کوئی دنیا کیطرف — "
دنیا گزراں ہے زندگانی فانی — طفلی مہماں ہے نوجوانی فانی — امیر
پیری میں جو ہڈیاں چٹکتی ہیں امیر — کانوں میں صدا آتی ہے فانی فانی — "
بہار و خزاں کو بقا کچھ نہیں — ہے سب کچھ یہاں پر سدا کچھ نہیں — افسوس
باعث تسکین نہ تھا باغ جہاں کا کوئی رنگ — جس روش پر میں چلا آخر پریشاں ہو گیا — اکبر
نہیں جمتا کسی کا نقش اس دنیائے فانی میں — حباب آسا مٹا ابھرا جو بحر زندگانی میں — "

چار دن مجمع احباب نہ رہنے پایا	دیکھتے دیکھتے برہم ہوئی صحبت کیسی	اشک	فنا
چاہتے ہو دوسروں کو نفع پہنچانا اگر	ان کی خاطر اپنی ہستی تم مٹاؤ بیشتر	احسن	"
موسم خزاں ہے سر پر مرجھائے پھول سارے	آتے نہیں نظر اب وہ خوشنما نظارے	اسمٰعیل	"
ہائے کس کو روئیے اور کس کی خاطر پیٹیے	کیسی کیسی صورتیں نظروں سے پنہاں ہوگئیں	"	"
نہ بچے پر نہ بچے سیل فنا سے نہ بچے	گر کوئی کنگرۂ چرخ پہ بھی پل باندھے	برق	"
بے مٹے انسان کا رتبہ کبھی بڑھتا نہیں	جب حباب بحر ٹوٹا آب دریا ہوگیا	"	"
جائینگے زیر زمیں ہم ایکدن مرنے کے بعد	رمز ہے روز ولادت گاڑدینا نال کا	بیدل	"
بحر ہستی میں ہر اک قطرہ کو لازم ہے فنا	روتے روتے غم میں میرا خاتمہ کیونکر نہ ہو	بحر	"
نقش فانی ہیں گل برنگ حباب	خاک اڑائیں گے ابیار چمن	تراب	"
جو پیدا ہے اسے لازم فنا ہے	اسی کو ہے بقا اور سب ہیں ہالک	"	"
خراب فنا ہے جو نشو و نما ہے	شجر ہوں تو کیا ہوں ثمر ہوں تو کیا ہوں	"	"
سوا نیستی کے نہ ہو کچھ بھی ثابت	جو ہستی میں اپنی کرے غور کوئی	"	"
پیدا ہو جو کوئی اک دن اسے فنا ہے	کہنا یہ ناروا ہے افسوس ہم نہ ہونگے	"	"
ہیں یاد اپنے مرشد کی یہی اک بات آتی ہر	کہ فانی ہے یہ سب عالم وہی اک ذات باقی ہو	"	"
مرگئے وہ بھی جو مردے کو جلا دیتے تھے	کوئی دنیا میں نہیں رہنے کو آیا ہے سدا	"	"
جتنے موجود ہیں یاں ان کو فنا ہے لازم	آکے دنیا میں رہا کون فنا سے محفوظ	"	"
یہاں جو شخص مرا کہتے ہیں وصال ہوا	خدا کے ملنے کی صورت ہو کیا فنا کے سوا	"	"
اول و آخر ہمارا نیستی و فقر ہے	خالی ہاتھ آئے تھے یارو جائینگے دامن تہی	"	"
فنا کی سیر جس کو دیکھنا ہو	تماشا باغ کا دیکھے خزاں میں	"	"
کیونکر تراب اس سے کرے دل لگی بھلا	مثل حباب جسکو ہر دم فنا لگی	"	"
بلبلوں سے کہتی ہے باد بہاراں دیکھ لو	چند روزہ ہے بہار گلعذاراں دیکھ لو	"	"
برائے نام وجود و عدم ہے عالم کا	جو بحر دیکھ پڑا کھل گیا حباب کا حال	"	"
نقش پا ہیں ہوس نام و نشاں کچھ بھی نہیں	ہم تو اٹھنے کے لئے بیٹھے ہیں مسکن کیسا	تعشق	"
نیستی ہستی کا جھگڑا محشر تک مٹتا نہیں	بنگیا دریا حباب آب دریا ٹوٹ کر	تسلیم	"
آخر ہے بہار زندگانی فانی	نیرنگ شباب و نوجوانی فانی	"	"
پس فنا بھی نہ تکلیف پیرہن سے چھٹے	کفن نہ ہم سے چھٹا اور نہ ہم کفن سے چھٹے	"	"
تماشے بحر جہاں کے دیکھوں فنا تو ہی کہاں ہے فرصت	ہوا کے مانند کوئی دم کو اسیر قید حباب ہو نہیں	"	"
چھوڑیں کس واسطے تسلیم زمانہ میں نشاں	جب ہیں عالم ہستی میں نہیں نام کہاں	"	"
خود ہوں لبریز فنا حباب دریا	تو مٹاتا مجھے اے چرخ ستمگر کیا ہے	"	"
پس فنا ہے عجب تفرقہ تہ مدفن	عدم کو روح گئی دست و پا کفن میں رہے	"	"
مال و منال و شادی و اندوہ سب ہیں ہیچ	دنیا ہے خواب خواب کا کیا اعتبار ہے	"	"
خزاں چمن میں گل نیستی کھلائے گی	نہ پھول ہونگے نہ غنچہ نہ باغباں ہوگا	"	"
چاہتا ہے دید معشوق حقیقی کی اگر	اپنی ہستی کا اٹھادے اے دل شیدا حجاب	"	"

جوش	سودا	جوشش سب خاک یہ اک گردش ایام میں ہے	تو عبث فکر درستی در و بام میں ہم
"	=	چمک پر جن کا نجم بخت مثل ماہ تاباں ہے	جہاں سے وہ بھی مثل شمع روشن جانیوالے ہیں
جرار	=	ہے ایک دم کے لئے یہ نمایش ہستی	فنا نہ ہوگا اگر نقش آب کیا ہوگا
"	=	منہدم ہونی ہے اک روز بنائے ہستی	چار عنصر کے گھروندے کی ہے تعمیر عبث
"	=	ہیچ ہے نیرنگ ہستی اصل کچھ اسکی نہیں	ٹوٹ جائے گا طلسم زندگانی وقت نزع
"	=	بہت ہے سیل فنائے سبکروان عدم	کہ ایکدم کے سوا وقفہ حباب نہیں
"	=	نشان بادشاہان سلف مطلق نہیں ملتا	مگر کچھ کچھ پتا دیتا ہے ان کا خشت ویرانہ
"	=	وہاں گور کے لقمے بنیں گے پیر و جواں	رہے گا کوئی تو انہ ناتواں باقی
"	=	امید زیست کی ناداں ہیں جن کو ہے جرار	رہیں گے ہم نہ رہے گا یہی جہاں باقی
"	=	منعم سمجھ کے کیجیو تعمیر قصر کی	واقف نہیں عمارت نوشیرواں ہی کیا
"	=	فنا کے بعد یوں مل جائیں گے ہم اصل میں اپنی	پہونچکر بحر میں ملتا ہے جیسے قطرہ پانی کا
جاہ	=	گلشن عالم میں ہے اے جاہ کب رنگ ثبات	شام کو جو گل کھلے وہ صبح تک مرجھا گئے
جلالی	=	جام فنا سے لاکھوں جب ہیں فنا جلالی	کیا خاک اس بقا کا پھر اعتبار ہوتا
"	=	اب کہاں نمرود اور فرعون اور شداد و عاد	ہے فقط حیرت کا عالم اور یہاں کچھ بھی نہیں
جلیل	=	اڑا کر مٹھوں کی خاک صرصر کہتی پھرتی ہے	یہ تھے سب سرو گل جو مٹ گئے نذر خزاں ہوکر
"	=	ہستی ہے عدم مری نظر میں	سو جھمی ہے یہ ایک عمر بھر میں
حیرت	=	بحر فنا میں خاک کسی سے لگائیں دل	تکیہ نہیں ہے عمر پہ اپنی حباب کو
"	=	تجھے کیا طائر جاں گلشن ہستی سے جانا ہے	یہ سنتے ہیں ترا باغ عدم میں آشیانہ ہے
"	=	ہر ایک کو تری وحدانیت سے ہے ثابت	فنا کے بعد رہے گا مقام ہو باقی
خلیل	=	ثبات ہستی ناپائیدار کچھ بھی نہیں	قیام گردش لیل و نہار کچھ بھی نہیں
خاطر	=	ہے خاک گور لب کیلئے اک نہ ایکدن	موقوف کچھ گدا پہ نہ ہے تاجدار پر
خاموش	=	دو عالم کی ہستی ہے موہوم ساری	جسے دیکھتا ہوں عدم جانتا ہوں
"	=	وضع وجود اپنا مثال حباب ہے	ٹوٹے اگر حباب تو پھر کیا ہے پانی ہے
ذاکر	=	سب کچھ مٹائے ہستی موہوم نے نشاں	ہاں اک نشان قبر ہے سو بے نشاں فقط
ذوق	=	کیا جانیں ہم زمانہ کو حادث ہے یا قدیم	کچھ ہو ہلا سے اپنی کہ ہیں فانیوں میں ہم
راسخ	=	شور یہ ہر سو ہے گورستان میں	کچھ نہیں ہے کچھ نہیں انسان میں
"	=	مٹتا جاتا ہے گردوں نشاں تک مٹنے والوں کے	زمیں کے پیٹ میں سب کی سمائی ہوتی جاتی ہے
رعنا	=	خاک پروانہ رہے گی نہ تو یہ شمع سحر	اب کوئی دم میں نسیم سحری آتی ہے
زکی	=	فصل گل کوئی دن خزاں ہے بعد	خندہ زن کیوں ہیں بلبلاں افسوس
"	=	نہ اتنا پھول گل کو دیکھ بلبل	دو روزہ یہ بہار بوستاں ہے
"	=	علم ہے نہ دارا کا جم کی نہ حشمت	مٹے ان کے جاہ و نشاں کیسے کیسے
سودا	=	اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن	جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا
"	=	کر ہے گو نقش فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار	جو گل آیا اس چمن میں ایکدن گل ہوئیگا

گمان یہ کبھی دل میں نہ بھولکر کرنا	کہ عمر ہے ہمیں کافی ابھی بسر کرنا	سردار	
تن نحیف میں جاں کیلئے قرار کہاں	ثبات عرصہ ہستی متعار کہاں	〃	
ہو کل کو تم کہ نہ ہو اعتبار کل کا نہیں	کہ وقت آہ ہمیں کوئی اجل کا نہیں	〃	
بدن سے روح دم نزع جب جدا ہوگی	خبر ہے کس کو جو حالت پس فنا ہوگی	〃	
عدم کو منزل ہستی سے جب گزر ہوگا	نہ راہبر کوئی ہوگا نہ ہمسفر ہوگا	〃	
کونسی بنیاد پر بنواتا ہے قصر عظیم	ایکدن تو آپ بے نام ونشاں ہوجائیگا	〃	
دنیا میں جو کہ آیا ہے جائیگا ایک روز	سب کے ہوا ازل سے ہے دار نفنا پسند	〃	
سنعما دولت دنیا ہے نہ دنیا باقی	سب ہیں فانی ہے فقط نام خدا کا باقی	سعید	
کوئی نکلے گا اول کوئی آخر دار فانی سے	چلے جائیں گے سب سوئے عدم آہستہ آہستہ	سراج	
جو چیز ہے یہاں کی وہ کام کی نہیں ہے	امید صبح کی ہے تو شام کی نہیں ہے	شفق	
کچھ ہیں ہستی میں آنے کا نتیجہ نہ ملا	خاک میں مل گئے ہم خاک سے پیدا ہوکر	〃	
رنگ بہار ہستی موہوم ہیچ ہے	ہے پائیدار تا بقیامت فنا کا رنگ	〃	
رکھتے ہیں زندگی حباب آسا	دار فانی میں خود فنا ہیں ہم	〃	
سمجھ رکھ یہ دو دن کی بہار زندگانی ہے	نہ تم ہونگے نہ ہم ہونگے سبھی اُٹھ جانیوالے ہیں	شاد	
آخر کو ہے ایک دن جدائی	کیا کوئی کسی سے دل لگائے	شہید	
سر اقلیم فنا کوکب ہے پاؤں پر ضرور	منزل وارفتگی کو کچھ نہیں رہبر ضرور	〃	
دم میں ہوا ہوں میں کہ ہے ظاہر حباب وار	بحر جہاں میں حال مرے اعتبار کا	〃	
بحر ہستی میں ہست و بود مرا	جوں حباب ایک دم ہوا نہ ہوا	〃	
سب فنا ہے اک بقا اللہ ہے	کون دنیا میں رہا شاطر ابد	شاطر	
نقش پا راہ فنا تجھ کو بھی پیش آنی ہے	اک نشاں کہنے کو باقی ہے مگر فانی ہے	شیدا	
نہ ایکدن ربط جسم وجاں ہے نہ پاس آبرو دولت وحشم ہے	فنا فنا ہے فنا فنا ہے عدم عدم ہے عدم عدم ہے	صفدر	
غیر ذات حق جسے دیکھا اُسے پایا فنا	میہماں سارا زمانہ ایک صاحب خانہ تھا	〃	
سچ ہے کوئی حباب سے سیکھے فنا کی طرز	قطرے سے بحر ہووے اگر ٹوٹ کر ملے	صفا	
ایک دو دن سے زیادہ نہیں یہ رنگ یہ بو	گل تر پھولے ہیں اے بلبل شیدا کس پر	طاہر	
آنکھیں جو دے خدا تو نہ ہو آشنائے عیش	کم ہے حباب سے بھی ثبات وبقائے عیش	〃	
وہ اُٹھا شور جرس وہ ہوئی آواز رحیل	قافلہ ایک دم آسودہ منزل نہ ہوا	ظہیر	
فنا ہے سب بہار باغ ہستی	نسیم صبح جھونکا ہے خزاں کا	〃	
حباب آسا ہے عیش دستی کہ دم کے دم کی ہے عیش دستی	یہ خاک تو وہ ہے بحر ہستی شراب ہم لیکے کیا کریں گے	〃	
میری نمود و بود ہے تصویر نقش پا	نقش فنا ہوں صورت تحریر نقش پا	〃	
فنا ہونے کو ہے دنیا میں جتنی آفرینش ہے	عبث زردار مغرور نشاط کامرانی ہیں	〃	
خزاں کے ہاتھ سے گلشن میں خار تک نہ رہا	بہار کیسی نشان بہار تک نہ رہا	عاشق	
اکبر کے تھے جو قوت بازو کہاں گئے	باقی نشاں تک بھی نہیں نور تن کے ہیں	〃	
کسی کی پستی و رفعت کو اعتبار نہیں	نہ کرسی رہتی ہے گھر کی نہ بام رہتا ہے	〃	

فنا

زینت کہاں تک بھلا وہ ہوگی فنا ایک دن عالم موجود سے
ہوگی فنا ایک دن یہ باقی ہیں سب عدم سے وجود سے
کوئی نہ جیتا رہا نہ باقی ہیں سب عدم سے وجود سے
دور دورہ نہ رہا کسی کا ہے سب فنا آدمی سے
جانتے ہیں بقا کو جو کر فنا آدمی سے
عاشق ہیں اس جہاں میں ہوگی نہ ان کو فانی سے
ایک تو ہوگا فنا ہوگا ہوگا فنا ایک دن
ہیں بھی جو ہم تو کیا ہیں کر آخر کو ہے فنا
دھڑکا ہے مشتری کا پھر امید و بیم کا
جگ دنیا ہی مری جان ہے فانی
پھر تو سب کچھ ہے سکندر کا
حال آئینہ دیکھا پس فنا کا
سب ہے مالک ہے فنا
فنا ہے سب ہیں فنا اور نہیں ہے باقی
فنا ہے سب ہیں فنا اور نہیں ہے باقی
ہوگا ایک دن ہوگا ایک دن ہوگا
فنا ہے سب ہیں فنا اور نہیں ہے باقی
فنا ہے سب ہیں فنا اور نہیں ہے باقی

فنا

نہ گل ہوں گے گلستاں میں نہ گلزار جہاں ہوگا	میثم	رہے گا بس وہی اک مالک ہر دو جہاں باقی	علی احمد
ہزاروں شاہ کشور تھے ہزاروں اولیا گزرے		بہت ڈھونڈھا نہ پایا ایک بھی انکا نشاں باقی	〃
ہوا تھا سکہ جاری ملک میں جن بادشاہوں کا		الٰہی اب کہاں ان نامیوں کے ہیں نشاں باقی	〃
رہے گا چمن اور نہ ہوگی تو بلبل	مضطر	عبث گل پہ تو خندہ زن ہو رہی ہے	〃
کرے ہے حرف بایائے شعلہ قصہ تمام		بطرز اہل فنا ہے فسانہ خوانی شمع	غالب
چند روزہ ہے یہ میلہ اک نہ اک دن غافلو		سب جوان و پیر دنیا سے سفر کر جائیں گے	فدا
جہاں میں جو پیدا ہوا ہے بشر		فنا ہو گیا ہے فنا ہو گیا	〃
اے تو نگر ہے تری عزت دنیا ہمہ ہیچ		پشم انعام ہے مغرور دوشالہ تیرا	〃
موجود جو یہاں ہے وہ معدوم ہے ضرور		ہرگز کسی کو خلق میں پائندگی نہیں	〃
ہے ہیچ جہاں کا کارخانہ		ہر شادی و غم گر فنا ہے	〃
کون کس کا ہے فقط وہم ہے میرا تیرا		ہے یہ سب ہستیٔ موہوم کا جھوٹا دھندا	فیض
باغ ہستی ایکدن اے فوق بن ہو جائیگا		بلبلیں اڑ جائیں گی ویراں چمن ہو جائیگا	فوق
جو ماں کے پیٹ سے نکلا وہ گور جھانکے گا		وہ کون ہے نہیں جس کو رہ عدم مخصوص	قربان
یاں کسی چیز کو قیام نہیں		ہم نے ہستی میں آکے دیکھ لیا	〃
عبث ہے یہ مجروح طول امل		بکھیڑے یہ سب چھوڑ جائیں گے ہم	مجروح
ایک دن آخر کو سب اٹھ جائیں گے		کچھ نہ نیک و بد سوا لیجائیں گے	مظہر
مال و منصب کے تئیں جائینگے چھوڑ		رشتۂ الفت کے تئیں جائینگے توڑ	〃
خویش و بیگانہ نہ کوئی جائے ساتھ		یک بیک رہ جائیں گے مل مل کے ہاتھ	〃
چشم عبرت سے ذرا دیکھو یہاں		حضرت آدم سے لے تا ایں زماں	〃
کیا ہوئے وہ بادشاہ نامور		کیا ہوئے وہ اہل جاہ و اہل زر	〃
کیا ہوا اسکندر صاحب قراں		کیا ہوا جمشید دارائے جہاں	〃
کیا ہوا قارون و کسرائے کیقباد		کیا ہوا نمرود و شداد اور عاد	〃
کیا ہوا رستم ہوا کیا پیرزال		کیا ہوا وہ کر و فر جاہ و جلال	〃
کیا ہوئے حضرت سلیماں نامدار		کیا ہوا وہ ملک و مال بے شمار	〃
کیا ہوئے یوسف عزیز دو جہاں		کیا ہوئے یعقوب پیر ناتواں	〃
چھوڑنا دنیا کا اکدن ہے ضرور		چار دن کو رنج ہو یا ہو سرور	〃
جبکہ مرنا ہے مسلّم دوستو		ہے برابر تخت ہو یا خاک ہو	〃
فنا ہے حسن کو دولت کو زندگانی کو		جہان میں نہ کوئی باغ بے خزاں دیکھا	نیر
مصحفی کا نشاں پوچھ کہ مدت گزری		پائنتی گھس گئی تربت کا سہارا نہ رہا	مصحفی
بشر کیا جز خدا ہیں سب ہی فانی		زمیں بھی چرخ بھی شمس و قمر بھی	محب
ہست ہوتے ہیں عدم کیواسطے		یہ معما ہے کبھی کھلتا نہیں	مسکیں
آئے بھی قیامت تو نہ موت آئیگی ان کو		جو مٹ کے یہاں ملک بقا دیکھ رہے ہیں	〃
بانشاں ہے وہ جو بے نشانی ہو گیا		ہے وہی باقی جو پیش یار فانی ہو گیا	〃

فنا

کہہ دو یہ اہل فنا سے کہ نہ ہمت ہاریں — مہر
کیوں وہم خودی ہے قالب خاکی میں — "
وہم خودی نہ قالب خاکی میں کر کبھی — "
فنا لازم ہے اس شے میں بقا جس کا نتیجہ ہو — "
فنا پیدا کر اول پھر بقائے جاودانی ہے — "
اجل کا جب پیام آیا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے — "
خیال یار و اعدا چھوڑ دو وہ بھی دن آئیگا — "
بھلائی آؤ کچھ کر لیں کہ دم کا کیا بھروسہ ہے — "
کسی سے دشمنی و بغض و کیں رکھنے سے کیا حاصل — "
غنیمت جاننا مل بیٹھنا یاران ہمدم کا — "
ارائے وہ کرو جو زندگی میں ہو سکیں پورے — "
حباب دبحر کے مانند ہے حق سے جدائی ہیہات — "
نہ یہ چپلیں نہ یہ دھومیں نہ یہ چرچے ہم ہونگے — "
نقش باطل جب خیال ماو من ثابت ہوا — نظیر
مرکے جب خاک میں ملنا ٹھہرا — نظم
پا گئی راہ فنا تو تو ٹرپ کر اے برق — "
غضب ہے بحر فنا کا دھارا کہ مجھ کو الجھا کے مار — "
فنا ہو یوں کہ ملے بعد اس کے عمر ابد — "
ہیچ نظروں میں اگر عالم فانی ہو جائے — "
دوست دشمن سب کے سب ہیں رفتنی مثل نسیم — "
دیتی ہے فوج فنا پیہم شکست — "
دم ہستی پہ حباب اپنے عبث ابھرے ہے — ناسخ
فانی ہر ایک چیز ہے فانی جہاں ہے — "
روح رواں و جسم کی صورت میں کیا کہوں — "
ٹک آنکھ بصیرت کی ذرا کھول کے دیکھو — نصیر
کیا کیا ہوئے دنیا میں شہنشاہ جہانگیر — نذیر احمد
ایوان فریدوں ہوئے مشہور جہاں میں — نسیم
افلاک کا دور اور ستاروں کی یہ سب سیر — نشاط
اک وقت میں ہوگا نہ پتا کون و مکاں کا — "
رضواں ہو نہ جنت ہو نہ دوزخ ہو نہ اعراف — "
جب حشر کا دن آئیگا ہو جائے گا ظاہر — "
ہوگا نہ کبھی چار عناصر میں بہم ربط — "
گلشن کا نہ یہ ڈھنگ ہونے گل کا ہو یہ رنگ — "

دور کچھ بھی نہیں وہ راہ بقا آئی اب — مہر
رہنے کیلئے مکاں کہیں نہیں ہے زنہار — "
جھگڑا ہی اس کا ایک نہ اک روز پاک ہے — "
عوارض کو کہیں ناداں ثبات و استواری ہے — "
نشاں دیتے ہیں ظلمت کے کنارے آب حیواں کا — "
عزیزو وہ بھی دن ہوگا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے — "
نہ یہ ہوگا نہ وہ ہوگا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے — "
جہاں سے کوچ جب ٹھہرا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے — "
کسی دم یاں حباب آسا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے — "
وہ دن آیا کا ہے آیا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے — "
پڑا پہلے اگر مرنا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے — "
ہوئی جب چشم حیرت وا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے — "
میاں اک دن وہ آئیگا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے — نظیر
دہر میں انسان آوارہ وطن ثابت ہوا — نظم
پھر یہ تربت کا نشاں کیا ہوگا — "
دیکھیں ملتا ہے ہمیں جادہ منزل کیونکر — "
نفس نے موجوں کا جال بنکر لحد نے کام نہنگ کر — "
نکالیں آب بقا ظلمت مزار سے ہم — "
پھر یہی ہیچمدانی ہمہ دانی ہو جائے — "
گل تو کیا کانٹا بھی اک دن اس گلستاں میں نہیں — ناسخ
لشکر ہستی میں بھاگا بھاگ ہے — "
آنکھ کھلتے ہی مقام اس پہ کھلا فانی کا — نصیر
مقصود اس فنا سے مگر امتحان ہے — نذیر احمد
جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا — نسیم
آئے جو نظر ہیچ ہے نام خدا ہیچ — نشاط
وہ ہیچ تھے خود اور ہے اب انکا پتا ہیچ — "
خود ہیچ تھے وہ اور ہے اب انکی بنا ہیچ — "
ہو جائیگا ثابت کہ یہ ہے بسیر و پیا ہیچ — "
ہو جائیں گے اک پل میں یہ سب ارض و سما ہیچ — "
غلماں و ملک حور بھی ہو روز فنا ہیچ — "
جو خلق ہوا ہیچ ہے اور خود ہے قضا ہیچ — "
ہر اک کی کمی بیشی سے سمجھو گے یہ تم ہیچ — "
غنچے بھی یہ سب ہیچ ہوں اور باد صبا ہیچ — "

قدرت خدا

نشاں اہل نشاں ہوگئے بہت معدوم — ظہور قدرت پروردگار باقی ہے — آصف
صنعت خالق جدا ہے صنعت انسان جدا — دیکھ لو ہے جان سے خالی بدن تصویر کا — اسیر
غلط اہل زمیں احوال گردوں کا بتاتے ہیں — گرفتاروں کو کیا معلوم کیا ہے سقف زندان پر — "
بھلا باریکیاں کیا حصر ہونگی اسکی قدرت کی — بتائے تو کوئی ہے بال کتنے جسم انساں پر — "
صنعت خلق جدا صنعت خالق ہے جدا — خانۂ دل نہ بنے گا کبھی معماروں سے — "
فقیروں کو فقیری شاہ کو شاہی مبارک ہو — کہ عین مصلحت ہے کام جو اللہ کرتا ہے — "
بڑا قادر ہے اپنے کارخانے کو وہی جانے — خدا جانے کہ گزرے کتنے آدم مثل آدم کے — "
ہے دلیل ہستیٔ خالق یہ دورِ افلاک کا — کوزہ گر جب تک نہ ہو شکل ہی پھرتا چاک کا — "
دخل قدرت میں خدا کی کوئی کر سکتا نہیں — کب سکندر نے بنایا آئینہ ادراک کا — "
بخشی ہے طاقت اس تن خاکی کو نطق کی — کیا قدرت خدا ہے کہ آئے سخن میں خاک — "
رہیں ناشاد و مومن شاد ہوں کافر زمانہ میں — نہیں ہے دخل انساں کو خدا کے کارخانہ میں — "
تو وہ قادر ہے جو چاہے ایک شت خاک سے — بے پدر سو عیسیٰ معجز نما پیدا کرے — "
نہاں نہیں ہے نفس کے شمار سے پیدا — جہاں کو اس نے کیا اختیار سے پیدا — "
جسے سب روح کہتے ہیں جہاں میں — مرے نزدیک وہ حکم خدا ہے — "
اک ذرہ تھا وہ جس سے خلقت ہوئی زمیں کی — اک قطرہ تھا وہ جس سے یہ آسماں بنایا — "
صنعت خالق میں کیا دخل بشر — بن سکا کب شیشۂ دل ٹوٹ کر — اسیر
سیکڑوں ہست کئے نیست سے۔ پھر نیست سے ہست — کارخانے یہی اللہ تعالیٰ کے رہے — "
ہنکر بگڑتے ہیں جو گھروندے ہزارہا — ہیں کھیل امیر صنعت پروردگار کے — امیر
عجب قدرت حق کے اے بتاں یہ کھیل — کہ مٹی کے پتلے کو گویا کیا — "
دست قدرت سے بنایا ہے خدا نے قصر تن — دخل معمار اس میں ہے نہ دخل ہے مزدور کا — آتش
باغ عالم میں ہر اک گل ہے خدا کی قدرت — باغباں کون ہے اس کا یہ چمن کس کا ہے — "
زاہد مرے مولا کے اسرار نہیں پاتا — غافل اُسے کیا پاوے ہشیار نہیں پاتا — انشا
نمود و سطوت پروردگار ہے دیکھو — جہاں تلک کہ کرے کام یہ نظر کا ثبوت — "
اس کے پرتو کے یہ سب جلوے تھے — موسیٰ و نور و نار و طور و قبیس — "
میری امید بر آتی ہے اب انشاء اللہ — کونسی چیز ہے اللہ کے جو گھر میں نہیں — "
حق تعالیٰ کی طرف سے جسے امداد نہ ہو — تو وہ گھر تا بقیامت کبھی آباد نہ ہو — "
خالق کو ہر طرح کا ہے اے اشک اختیار — چاہے تو انقلاب مقدر نہ ہو سکے — اشک
کس میں ہیں ایسی قدرتیں صدقے میں تیرے باغباں — باغ کو تو بنائے دشت۔ دشت کو تو بنائے باغ — انجم
کرشمے تیری قدرت کے سمجھ میں کچھ نہیں آتے — سمائی ہے یہ کیونکر ساری مخلوقات آنکھوں میں — "
چل رہی ہے جس سے جسمانی مشین — کوئی پوشیدہ کہانی اور ہے — اسمٰعیل
نکلے چلے آتے ہیں تہ خاک سے کھانے — یہ خوان کرم کس نے بچھایا ہے خدا نے — "

امیروں سے عبث کوئی ملتجی ہو از پئے دنیا
خدا قادر ہے اک دم میں گدا کو شاہ کرتا ہے — تراب

قصبۂ قدرت میں اس کے خلق ہے جوں چوب خشک
حرکت خانہ نہیں کاتب کے بن تحریک کے — 〃

قدرت نمائیوں میں نہیں کچھ سبب کو دخل
بے تیل جل رہا ہے چراغ آفتاب کا — تسلیم

پتا پتا ہے چمن پیرائے کن کا یادگار
اس گلستاں میں کبھی تنکا بھی بے حاصل نہ توڑ — 〃

جلوہ گر قدرت سے ہیں لعل بدخشاں سیکڑوں
کیسے کیسے جلتے ہیں معدن میں بے روغن چراغ — 〃

راز کچھ قدرت خالق کا نہیں کھلتا ہے
کس لئے آئے ہیں کیوں جاتے ہیں جانیوالے — تجمل

مرفع میں عالم کے جس سمت دیکھو
تماشا ہے قدرت کی صنعتگری کا — 〃

عجب مصور قدرت کی ہے یہ صناعی
جو شکل بنتی ہے وہ لاجواب بنتی ہے — جوش

جسے چاہے وہ عزت دے جسے چاہے وہ ذلت دے
نہیں کچھ دخل بندہ کو خدا کے کارخانے میں — 〃

کیسے کیسے گل کھلائے ایک مشت خاک سے
کھیل ہیں یہ شگفتہ گلشن ایجاد کے — 〃

بے نیازی کہئے یا کہئے اسے قدرت کا کھیل
کل جسے پیدا کیا آج اس کو ناپیدا کرے — جلیل

مدتیں ہوگئیں وہی ہے بہار
چمن روزگار کس کا ہے — 〃

پھول سے موتی صدف سے موتیا پیدا کرے
ہے وہ قادر جس سے جو چاہے خدا پیدا کرے — 〃

نظر جرار صنع صانع قدرت پہ لازم ہے
عبث دار فتنہ ہیں تصویر کے ہم رنگ و غن پر — جرار

مرقع صنع کا دکھلا رہا ہے صانع قدرت
یہ سب تمثیلیں ہیں نظارہ کے قابل دیکھتے جاؤ — 〃

اے قادر جہاں تری قدرت کے میں نثار
پیدا کیا کسی کو کوئی گرد ہو گیا — جلالی

حسن قدرت منحصر کچھ چھوٹی چیزوں پر نہیں
بلکہ یہ جلوہ نما ہے ہر جگہ پر ہر کہیں — حامد

کوہ و راغ و ابر و باد و مہر و مہ جن و بشر
نور حسن حق سے ہیں یہ سب منور سر بسر — 〃

قدرت کی صنعتوں کو دیکھو خدا کے بندو
اک چھوڑا دس نے دو دو منہ پر لگائیں آنکھیں — 〃

وہی جو کہ کرتا ہے رائی کو پربت
وہ پربت کو بھی کر دکھاتا ہے رائی — حالی

صنعت خدا میں عقل آدمی کی حیران ہے
حال کچھ نہیں کھلتا کیا طلسم ہے تن کا — خلیل

چاہے جس ذرہ کو خورشید درخشاں کر دے
مرے نزدیک ترے فیض سے کچھ دور نہیں — رند

خالق نے ایک ایک سے بہتر کیا ہے خلق
دارا کوئی کسی کو سکندر بنا دیا — 〃

ذرہ بھی تو خالی نہیں قدرت سے خدا کی
ہر شئے میں سخن اس کی خدائی نظر آئی — سخن

شاکی نہیں خدا سے نبی گر یہ شکل زشت
ممکن نہیں کمہار کا مٹی گلہ کرے[1] — سودا

جوں غنچہ ہو گرہ میں تو کر اس چمن کی سیر
جھمکا ہزار رنگ کا اک مشت زر میں ہے — 〃

بغیر حکم نہیں جنبش ایک قطرے کو
خلا محال ہے کس جا نہیں ہو اموجود — سحر

کس کو ہے دخل اس کی قدرت میں
یاں نہ دوڑے خرد نہ پہونچے گماں — سید

تری قدرت کے ہزاروں ہی تماشے دیکھے
نئے انداز نیا رنگ دکھاتا ہے تو — 〃

جس نے کچھ وعدے کیا اور خودی میں آیا
بام توقیر سے فی الفور گراتا ہے تو — 〃

سمجھتے ہیں کہ ہے صنعت ید قدرت
جو دیکھتے ہیں محقق جہان کی صورت — 〃

گل کھلے ہیں بہار قدرت کے
طرفہ نیرنگ کا دکھایا رنگ — 〃

گلزار آگ قدرت خالق سے ہوگئی
بیکا ہوا نہ بال بھی جسم خلیل کا — 〃

[1] مٹی ۱۲

قدرت خدا
بنائیں جدا اگائے نہ سب صورتیں
تیرے قدرت و شان رب غفور — سراج
تصدق بلبلیں ہوتی ہیں تیری صنعت پر
چمن آرائیاں دکھلائی ہیں اسے بلبل صنعت — 〃
چمن آرا سے کلغی زرفشاں سے باغباں کیا
بھوپر قدرت خالق ہویدا ہے بیکس بلبل صنعت — سرور
چمن آرا سے کلغی زرفشاں سے باغباں کیا
سکھائیں قدرت کو جو ہنر اعظم نیا — 〃
سکھائیں قدرت کو جو ہنر اعظم نیا
خاک کو کیا ہے پانی پر اس نے بچھایا — 〃
زمیں کو سبز رنگ سے عشق اپنی
بنے دیکھ کر رنگ سے کارخانہ جس کا نیا — 〃
عجب کارخانہ عجب قدرت عجب شان تیری
عجب تیری قدرت کو جب نا — 〃
بھلا کسی کو کسی سے مقابلہ کیا ہے
ہزاروں تمثیلیں ہیں بھری ہوئی باتیں کی تیری — 〃
عجب ہے قدرت میں کس سے کب کیا ہے
قدرت میں ہے رنگ اپنا اپنی تیری قدرت سے — شفق
بدلتے ہیں کیا چیز ہے آسماں کیا ہے
ہوئی تیری

قدرت خدا

ہو فقیری یا کہ شاہی سب یہ ہیں قدرت کے کھیل	ایضاً	بوریا اک جا تو اک جا تخت و افسر بن گیا	شاداں
دیکھیں کیا کارخانے قدرت اللہ کے		اڑ گئے ہوش سلیماں ایک دانے مور سے	شرم
بو میں گل ہے۔ گل میں بو ہے واہ رے صنعتگری		گاہ بستہ۔ مگہ شگفتہ۔ گہ خزاں گاہ بہار	صادق
گہسار کو بتا کے جواہر نگار دھوپ		دکھلا رہی ہے صنعت پروردگار دھوپ	طاہر
قدرت کی طاقتوں کو دست قضا ہے روکے		انسان کی کوششیں ہیں بیکار اور معطل	ظفر
صنعت خالق قدیم کروں کیا تحریر		جیسا اک بار کیا خلق دوبارہ نہ کیا	عالم
کسی کو دخل کیا ہے کارخانہ میں خدائی کے		جسے چاہے خدا اک آن میں زیر و زبر کر دے	"
اس کی قدرت کے تماشے ہیں یہ عالم دیکھلو		ایک آنے کے لئے ایک جانے کے لئے	"
تاسف تا کجا اے دل یہ اس کے کارخانے ہیں		کوئی دنیا میں آتا ہے کوئی دنیا سے جاتا ہے	"
خدا دکھاتا ہے بندوں کو قدرتیں کیا کیا		بنا بنا کے بگاڑی ہیں صورتیں کیا کیا	"
دیکھا دنیا میں جو کچھ آنکھوں نے		اس کی قدرت کا اک تماشا دیکھا	"
گدا کو شاہ کرے شاہ کو گدا کر دے		کسی کو دخل ہے کیا اس کے کارخانے میں	عالم
کہیں سامان ہے شاہی کا کہیں جھوٹ فقیروں کا		کہیں مسند کہیں تکیہ عجائب شان قدرت ہے	عرش
رموز خالق عالم میں فکر بے جا ہے		نہ ہو سکیگی کبھی مدحت دہن خاموش	عاشق
ابر نیساں میں یہ دیکھ کیسی کچھ تاثیر ہے		کیا عیاں بطن صدف سے گوہر غلطاں ہوا	"
چمن میں دیکھتے ہیں قدرت اسکی رنگا رنگ		نہ گل سے انس ہمیں نے بہار سے اخلاص	"
خدا کی قدرت کو دیکھو عاشق کہیں تو عرش بریں بنا		کہیں ہے تحت الثرے کا نقشہ فلک کے اوپر زمیں سے گہرے	"
اس کی قدرت کا کھیل عاشق زار		آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے	"
جدا جدا ہے ہر اک کی صورت الگ الگ ہے ہر اک کی رنگت		طرح طرح کے بنائے ہیں گل وہ اپنی صنعت دکھا رہے ہے	"
ہر طرح کی اس نے صنعت اپنی دکھلائی ہے خود	فوق	کیسا یکتا دو جہاں میں خالق یزداں ہوا	"
کوہ سے پیدا کیا ہے لعل کیسا قیمتی		سب جواہر میں ہے یہ تو خوب ہی تاباں ہوا	"
تری قدرت کی وسعت کا تجھی کو علم ہے یارب		کیا دو حرف کن میں دونوں عالم کو عیاں تو نے	"
لاکھ پردوں میں گر کہے کوئی		پر یہ ممکن نہیں خدا نہ سنے	"
نہ کچھ بھی کر سکا موسے کافرون		بڑا قادر مرے اللہ تو ہے	عاجز
اس کی قدرت سے نہیں دور کہ وہ چاہے اگر		آگ میں پیدا کرے پھول شرر پانی میں	علی احمد
تری قدرت ہی ہر اک جا دیکھی		کونسی جا ہے کہاں ہے کہ نہیں	عاقل
کل تک جو مارے پھرتے تھے دَر دَر برہنہ پا		آج ان کو حق نے مالک اقبال کر دیا	خدا
کیا قدرت خدا کا جہاں میں ظہور ہے		غم ہے کسی کو اور کسی کو سرور ہے	"
خالی نہیں ہے عالم و جاہل سے روزگار		کوئی ہے بے وقوف کوئی ذی شعور ہے	"
محتاج ہے کوئی یہاں نان شبینہ سے		آٹھوں پہر کسی کا فروزاں تنور ہے	"
کوئی ہے نوجواں کوئی پیر مغنی		کوئی ہے خاکسار کوئی پُرغرور ہے	"
ہے خاوقت کوئی تہیدست کوئی		کوئی ہمیشہ نشۂ دولت میں چور ہے	"
پھرتا ہے دوڑ دھوپ میں کوئی برہنہ پا		سر پہ کسی کسی کے کلاہ سمور ہے	"

اس کے ید قدرت میں مرض بھی ہے شفا بھی	فروغ	قدرت خدا
سبحان تری قدرت آسودہ ہے سب خلقت	قدر	
اک کف خاک سے دیکھی تری صنعت کیا کیا	"	
آدمی کی کیا حقیقت تھی اسے کیا کر دیا	"	
نہ پوچھو کھیل قدرت کے عجب نیا بنائی	"	
ملا جہاں سے جہاں آفریں کا ہم کو پتہ	"	
جو تو چاہے خاک کر دے تیرے آگے کھیل یہ	قلق	
یہ نیرنگیاں ہیں جو باغ جہاں میں	قربان	
پتھر میں لعل سیپ میں در یتیم	کوثر	
اللہ رے زور قلم صانع قدرت	منیر	
ہر اک شئے میں نظر آتا ہے جلوہ	عب	
خدا خود آپ ہے دانا و بینا	"	
دیکھو اگر بچشم تامل تو مصحفی	مصحفی	
کیا عقل پیر خلقت افلاک اس کے	"	
ایک اک پھول میں سو رنگ دکھاتی ہے بہار	"	
پتے ہیں کسی میں کوئی بے برگ شجر ہے	مسیح	
جسے چاہے وہ گھر بیٹھے دے سب کچھ	مہر	
کس نظر سے قدرت صانع کے منظر دیکھئے	"	
جس سانچے میں چاہے ڈھالدے وہ	منیکش	
جاری ہیں سیکڑوں کلیں اس میں	"	
پانی سے اس جہاں میں ہر شے کی زندگی ہے	"	
ہر اک بشر میں دیکھتا ہوں تیری قدرتیں	"	
مجمع یہ عناصر کا ضدین ہیں سب اک جا	"	
یہ کشف و نز جہاں گردش زمانہ نہیں	"	
حق نے دو مشعل یہ روشن کی ہیں عالم کیلئے	"	
کرتا ہے کیا انگریزی چرخ پر بیٹھا ہوا	"	
عدم کوئی جاتا ہے کوئی ہستی میں آتا ہے	"	
وہ جس کو چاہے گدائی دے بادشاہی دے	مضطر	
گر آنکھ ہے تو باطن انساں کی سیر کر	"	
معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا	ناسخ	
ہر جگہ جلوہ ہے ترا بر ملا	نیاز	
اس کی قدرت کے ہیں یہی معنی	نشاط	
ظلمات جہاں کے صنع کا عالم نرالا ہے	"	
	"	
	"	

قدردانی

خداوندو دو عالم سب ہے تیرے دست قدرت میں — نواب
وسعت چمن طرازی قدرت کی دیکھیا — وحشت
نعمتیں کھانے کا حق نے کیا ساماں پیدا — ہر چند
عجب نقاش ہے صنعت پہ دیکھو کلک قدرت کی — 〃
عجب ہے نقش کاری خامۂ نقاش قدرت کی — 〃
ہے پیدا کی تو نے باغ عالم میں شام غم ہی سے صبح راحت — ہمایوں
زمیں کے ذرہ فلک کے تارے بندھے ہیں اک سلسلہ میں سارے — 〃
کہ اس صانع کی نیرنگی صنعت پہ نظر ہمدم — ہمدم
یہ جو بے پایاں ہے دریائے جہاں بہر عبور — 〃
قدرت حق پہ نظر کیجو کہ بے چوب طناب — 〃
ماہ و خورشید کیا ہیں کیجو نظر — 〃
قدرت حق سے کیا مورنے مہاں ورنہ — ہوش
چاہیے وہ جس کو نطق و سماعت عطا کرے — 〃

اگر تو شاہ کو چاہے تو اک دم میں گدا کردے
پیدا ہے جلوۂ گل و شمشاد ہر طرف
عہد طفلی میں دہن میں کئے دنداں پیدا
کہ کی ہے نقش کاری نجم سے گردوں کی چادر میں
ستاروں سے کیا زریں فلک کا شامیانہ ہو
جو روتے تھے مثل شبنم ان کو ہی گل بنا کر منہ دیا ہے
خدا نے ہر ایک شئے پہ قانون کا تسلط بٹھا دیا ہے
ہوا سے روز موج آب جو بنتی بگڑتی ہے
ہیں بندھے قدرت سے ساتوں آسمانکے پانچ پل
خیمۂ افلاک دم میں تنتے تنتے تن گیا
رونق روزگار ہیں دونوں
جاہ و حشمت میں سلیماں تجھے کچھ سو رکم
پیدا ہو خاک سے دہن و گوش نقش پا

تم نے آصف کی نہ کی قدر وہ ہے مرد شجاع — آصف
صاحب علم و ہنرمند کی سب کرتے ہیں قدر — 〃
بشر کو بعد نعمت کے ہے ہوتی قدر نعمت کی — آتش
قدر نعمت بعد نعمت کے ہے کرتا آدمی — 〃
خدمت حق میں نہیں کوئی کمی کی ہم نے — 〃
کار اعلےٰ کو کرے ادنیٰ وہی بیقدر ہے — 〃
سچ ہے بڑھ جاتی ہے مرجانیسے انسانکی قدر — امیر
پستی قد مانع عز و شرف ہوتی نہیں — اسیر
رتبہ بقدر حال ہے سب کا جہان میں — 〃
کوڑی کے کام کا نہیں جو ہر جہان میں — بحر
کیا رہے قدر۔ جو ہر قطرہ نیساں ہو گہر — 〃
چشم تحقیر سے دیکھا نہ کسی کی جانب — 〃
صاحب علم و ہنرمند کی سب کرتے ہیں قدر — تراب
نہیں ہوتا ہے کبھی بے ہنر انسان عزیز — جوش
دور فلک نے ہم کو گو خاک میں ملایا — جلیل
ہے قدرداں کے آگے وہ ہی وقار اب تک — 〃
سچ ہے انساں کی ہوا کرتی ہے پرسش اسکے بعد — جویا
خواہش قدر ہنر کسب ہنر سے پہلے — 〃
آج غم کرتے ہیں میرے آشنا میرے لئے — 〃

فہم ہے جن کو وہ اہل کار کی کرتے ہیں قدر — ناسمجھ حاکم کو کوئی قدرداں ملتا نہیں — محب
ہوں نگاہ مردم بینا میں گل — چشم بدبیں کی نظر میں خار ہوں — "
کسی علم و فن میں جو ہوتے ہیں کامل — انھیں کو یہاں محترم دیکھتے ہیں — "
اگر ہو جوہر ذاتی سے آدمی ممتاز — تو پھر کہیں نہ کہیں قدرداں نکل آئے — ماہ
قدر کردو دن کی خاطر ہے یہ تصویر گلی — پھر نشاں ملتے نہیں خاکستر برباد کے — مسکیں
مارڈالا مفلسوں کی قدردانی نے مجھے — مثل زر خاک کدورت میں میں مدفوں ہوگیا — ناسخ
چاند چھپتا ہے جو دو دن ہوتی ہے مشتاق خلق — ہوگئی قدر اس کی جو نظروں سے پنہاں ہوگیا — "
مبصر ہو جو آئے ہمدم اسے دکھلائیے گوہر — سخن کیجئے اسی سے جو کوئی قدر سخن جانے — ہمدم
اہل دولت کو ہے لازم صاحب جوہر کی قدر — ہوگیا زر سنگ سے پارس کے جب آہن طلا — "
قدر صاحب کمال کی کرنی — ہے امیروں کے واسطے زیبا — یقین
قدر جوہر کی کریں وہ جس میں خود جوہر بھی ہو — ورنہ ناقص کرسکے گا کیا بھلا کامل کی قدر — "
قدر ہوتی ہے علم سے بے شک — قدر جاہل کی کوئی کیا جانے — "
ہنر سے قدر ہے اہل ہنر کی — نہ ہو جس میں ہنر ہو اسکی کیا قدر — "

قسمت

اک زمانے کو کیا تسخیر آصف آپنے — آپ کی تقدیر اچھی آپکی تدبیر بھی — آصف رح
اس کے اقبال سے کیا کیا نہ ہوا دنیا میں — شاہ آصف تو نفیسے کا سکندر نکلا — "
منجموں کا نہیں بھروسہ کہ علم رکھتا ہے حق تعالیٰ — نہیں ہے روشن کسی پر اصلا کہ کیا ہے مطلب خط جبیں کا — اسیر
خضر رہبر آب حیواں سے سکندر بے نصیب — کامیابی دہر میں موقوف ہے تقدیر پر — "
اس کو منظور نظر ہے اور کچھ ہوتا ہے کچھ — ہستی ہے تقدیر کیا کیا صاحب تقدیر پر — "
فائدہ ممکن نہیں تقدیر اگر کوتاہ ہے — اس قدر دست ستم کرتا ہے کیوں ہزداز — "
دست و پا ہم کیا ہلائیں جو رضا اللہ کی — وہ کریں تدبیر جو قائل مقدر کے نہیں — "
جائے کیا رنج مقدر عالم اسباب میں — چہرے پر گوہر کے ہے گرد یتیمی آب میں — "
جو قسمت میں نہ ہو ہرگز نہیں ملتا ہے انساں کو — سکندر نے بہت ڈھونڈھا نہ پایا آب حیواں کو — "
نہ علم ہو نہ ہنر ہو نہ فضل ہو نہ کمال — یہ ایک بات بشر میں نہ ہو مقدر ہو — "
پستی کے سوا اوج مقدر میں کہاں ہے — رفتار ہماری روش آب رواں ہے — "
طالع ملے ہیں پست ہمیں حوصلے بلند — دوزخ میں بھی گزر نہیں جنت پسند ہے — "
بعد فنا بھی گردش قسمت پسند ہے — مٹی کو میری شیشۂ ساعت پسند ہے — "
ہوں میں سمند حادثۂ دہر پر سوار — قسمت کا پیچ پانوں میں میرے سوار ہے — "
کیا بار اں طلب بجلی گری کشت توقع پر — عجب طالع ہمارے ہیں عجب قسمت ہماری ہے — ہ
روئے رفعت نہ دکھایا کبھی پستی کے سوا — باز آیا میں مقدر کی مددگاری سے — "
کیا خبر خلق کو درویشی و سلطانی سے — کوئی آگاہ نہیں ہے خط پیشانی سے — "

کیوں اٹھاؤں میں دعا سے بے توقع ہو کے ہاتھ	ہے وہ قادر کیا بدل سکتا نہیں تقدیر کو	اسیر
گور فرہاد سے اب تک یہ صدا آتی ہے	کہ بن آتی نہیں قسمت جو بگڑ جاتی ہے	〃
تحصیل علم فہم فراست کمال عقل	انساں کو کچھ نہ چاہئے تقدیر چاہئے	〃
ہیں ہر جگہ زمیں میں خزانے گڑے ہوئے	دولت قدم قدم پہ ہے تقدیر چاہئے	〃
شاہوں کے سزاوار ہے یا فر شاہی	کیتے تحمل جو ہم اس بار کے ہوتے	〃
گردش کی احتیاج نہیں مثل آسیا	پہنچے گا منہ تلک جو مقدر کا دانہ ہے	〃
چاہا تو بہت پر نہ ہوا وصل میسر	تقدیر کے آگے کوئی تدبیر نہ سوجھے	〃
توشۂ راہ عدم کی نہ کر اتنی تدبیر	آب و دانہ کا تیرے ساتھ ہے اسباب جہاں	〃
جب تک نہ ہو تدبیر سے تقدیر موافق	بن آتی نہیں صاحب تدبیر سے تدبیر	〃
مٹتی کسی عنوان نہیں لوح جبیں سے	لکھی جو گئی صاحب تقدیر سے تقدیر	〃
چشمہ نہ سکندر کو ملے خضر سو رہبر	بگڑی ہوئی تقدیر بناتا نہیں کوئی	〃
کیا کروں میں جو گزر خانہ دلبر میں نہیں	دخل انسان کا سچ ہے کہ مقدر میں نہیں	〃
وائے قسمت کے حلاظم نے الٹ دی کشتی	جب لگا دور سے ساحل نظر آنے مجھکو	〃
کبھی کس شے کی ہے فضل خدائے بندہ پرور سے	تلاش دانہ کی خرمن ملا مجھکو مقدر سے	〃
کس کا شکوہ کیجئے کس کا گلہ	تھی مقدر میں جو ہونی ہو گئی	〃
دعائیں مانگ کر انسان ناحق وقت کھوتا ہے	بگاڑیں کیا اثر رکھا ہے کیا زاری ہی ہوتا ہے	احمدی
مطلب نہ سرنوشت کا سمجھا تو شکر کر	دیوانہ ہو جو حال قضا و قدر کھلے	آتش
وا ہوئے ہرگز نہ وہ عقدے جو تھے تقدیر کے	سعی کرتے کرتے ناخن گھس گئے تدبیر کے	〃
کبھی قسمت کے لکھے سے زیادہ لکھ نہیں سکتا	وہ نادان ہے جسے خوف کرانا کا نہیں آیا	〃
کہوں کیا ہوئی عمر کیونکر بسر	میں جاگا کیا بخت سویا کیا	〃
نہیں ٹلتی کسی صورت سے بلائے مبرم	ڈھونڈے کسوا سطے آتش کوئی گنڈا تعویز	〃
مقسوم کا جو ہے سو وہ پہنچے گا آپ سے	پھیلائے نہ ہاتھ نہ دامن پسار یئے	〃
ابلیس حد سے رہے تدبیر میں میری	تدبیر کو کیا دخل ہے تقدیر میں میری	〃
سلامت مند ہیں قسمت پہ شاکر	ہما کو مغز بادام استخواں ہے	〃
مقدر میں اگر ہے میوہ چکنا	ملے گی جھک کے آتش بار و شاخ	〃
دوست جو اپنا تھا دشمن ہو گیا	راہبر قسمت سے رہزن ہو گیا	〃
ہے برخلاف سارا زمانہ تو کیا ہوا	کی بخت نے مدد تو وہ دلبر ہے اور ہم	〃
جنس مقصود مقدر ہی سے ہاتھ آتی ہے	یوں تو بڑھیا بھی ہے یوسف کے خریدار و ہیں	〃
نہ پھیر و اس سے منہ آتش جو کچھ درپیش آجائے	دکھاتا ہے جو آنکھوں کو مقدر دیکھتے جاؤ	〃
لاکھ خست کی نہ نکلی وصل کی صورت امیر	سامنے تقدیر کے چلتی ہیں تدبیریں کہیں	امیر
تم کو پھولوں کے چھپر کٹ ہیں کانٹے ہیں نصیب	خیر قسمت وہ تمہاری ہے یہ تقدیر اپنی	〃
گردش جو ہو تقدیر میں کچھ سعی کام آتی نہیں	منزل کچھ آگے بڑھ گئی پہنچا جو میں منزل کے پاس	〃
مٹ نہ سکا تقدیر کا لکھا روز رہے پامال خطر ہم	صرصر غم سے دفتر دل کے سارے ورق ہیں درہم برہم	〃

چارہ ساز اپنے تو مصروف بدل ہیں لیکن — انشا
دہر میں جس کا مقدر نام ہے اے ہمدمو — احد
سوچو تو آگے چل کر قسمت میں کیا لکھا ہے — اکبر
ہے جو قسمت میں وہی ہوگا نہ کچھ کم نہ سوا — "
دنیا کے انتظام پہ اکبر نہ ہو ملول — "
جتنا قسمت ہے ملے گا وہی — انور
غبار کارواں ہیں ہم اگر قسمت رسا ہوگی — اختر
لاکھ تم چاہو مگر ملتا ہے اے انجم وہی — انجم
کوشش و تدبیر سے جاتی نہیں قسمت کی کھوٹ — اثر
کیونکر سلجھاؤں بھلا اُلجھے ہوئے کاموں کو — احسن
نصیب شرط ہے پل رزق کے ہیں بند تو کیا — بحر
بیٹھوں گھر میں یہ ہو نہیں سکتا — "
بحر عمر آخر ہوئی در در گدائی تا کجا — "
گلے شکوے نہ کر ارض و سما کے — "
ہم صغیرو دیکھئے تقدیر میں کیا ہے لکھا — "
بحر اپنی اپنی قسمت ہے بشس مہر و ماہ — "
کبھی تقدیر پر تدبیر کو غالب نہیں دیکھا — "
بیاں کیا کیجئے مصیبت کسی پہ کیا زور اپنی قسمت — "
ہاتھ آتا ہے مقدر سے ہمائے دولت — "
خوبیٔ قسمت سے مجھ کو عیش غم ہو جائے گا — "
عیش قسمت سے مجھے جلوہ دکھا کر اڑ گیا — "
اڑ کے پہنچا میں وہاں لے گئی تقدیر جہاں — "
جو مقدر کا مقر ہے نظر آیا خاموش — "
اہل تدبیر کے قولوں سے نکلتی ہے یہ بات — "
نصیب فتح کبھی ہے کبھی شکست مجھے — "
بے کوشش آب و دانہ میسر قفس میں ہے — "
جو بدا ہے ہماری قسمت میں — "
بحر کچھ کام نہ نکلا کبھی دانائی سے — "
دربدر مثل گدا پھرتے ہیں ٹکڑے کے لئے — "
بس نہیں چلتا بشر کا کام نکلے کس طرح — "
تقدیر سے کیا زور ہے لیکن وہ گدا ہوں — "
کاردانی پہ نہیں دولت دنیا موقوف — "
اہل دولت کے تقرب میں بھی تقدیر ہے شرط — "

کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہیں
عمر بھر دیکھو نہ ہم سے وہ کبھی سیدھا ہوا
دیکھو گھروں میں کیا تھا اور آج کیا رہا ہے
آرزو کہتے ہیں کس چیز کو حسرت کیسی
انصاف یہ نہیں ہے کہ پاجاؤ سب تمہیں
ایک دانہ سوا نہیں ملتا
کسی صورت پہنچ جائینگے گرتے پڑتے منزل پر
بخت میں جو لکھدیا ہے کاتب تقدیر نے
کیوں پڑے ہیں لوگ اس کے پیچھے پنجے جھاڑ کے
پھانس اک تقدیر کی ہے ناخن تدبیر میں
ملے صدف کو نہ دریا سے بوند پانی کی
روز پھرنا ادھر اُدھر مجھ کو
اب نہ بستر سے ہو تکیہ کرو تقدیر پر
خدا کو یاد کر بندے خدا کے
آشیاں میرا بھی ہے گھر ہے جہاں صیاد کا
زر اسے بخشا اسے کاسہ دیا خیرات کا
یہاں خشت جبیں سے توڑتے ہیں خم فلاطوں کا
نہ مجھ کو اغیار کی شکایت نہ شکوہ محبوب نازنین کا
جال کس کس نے بچھایا نہیں دانائی کا
دل اگر خوش ہو کے پھولے گا ورم ہو جائیگا
رال کا شعلہ تھا جام آتش تر اڑ گیا
آب و دانہ کو میں اپنے لئے دو پر سمجھا
جو ہے تقدیر کا منکر اسے سائل دیکھا
جو کہ تقدیر سے غافل ہوا عاقل ہیٹرا
کہیں تو تیر ہوا میں کہیں نشانہ ہوا
اس اپنی بے پری کے تصدق ہزار پر
ہم بجا لائیں گے وہ ساری شرط
کرے گستاخیٔ تدبیر کو تقدیر معاف
مطمئن جو بے حیا اپنے مقدر سے نہیں
سنگ رہ تقدیر ہو جاتی ہے تدبیر میں
در بند کروں میں جو مجھے دربدری ہو
بخت انسان کے اچھے ہوں ہنر ہو کہ نہ ہو
دخل کیا پنجۂ مژگاں کو گہر ہاتھ لگے

قسمت

ہو گئے سلطاں گدا جس وقت قسمت پھر گئی — بجا
سب امیر سلطنت خواب پریشاں ہو گئے — "
بد نصیبی اگر قسمت میں ہے — "
تو پھسل پاؤں مقیموں کے شجر سے — "
نہ ملے گا سوا مقدر سے — "
جس سے ہے جو ملال آتا ہے — "
مقدر کی چشم عنایت ہو گئی — "
تاسے کی لیڈی نظر ہو گئی — "
بیٹھ تو خوش ہے زمانے کے انقلاب سے باہر — "
بیٹھ جائے گا تیرا جو کچھ مقدر ہے — "
بدل نہ جائے گا پانسہ بدلتا نہیں — "
مقدر کا کسی کی زور چلتا نہیں — "
فلک رنگ کی نہیں دنیا میں جو چلن نہ ہو — "
کوئی چیز اپنی نہیں ہے جو مقدر چاہے — "
جو بشر چاہے وہ حاضر ہے مقدر جیسے — "
تنگ رہ پر لب بسمل کے جو خوشی ہیں — "
ہو مقدر میں رسائی تو رسائی ہو جائے — "
تنگ رسی میں نہیں ہے جو مقدر میں نہیں — "
خاک پر ٹھوکر سے کوئی یا نصیب اک سکہ کوئی — "
عزت میں جو صرف آئے محبت میں تو آئے — "
تقدیر کے لکھے کو مٹا یا نہیں جاتا — "
مقدر میں

قسمت			
خلاف ہوسے جو تقدیر کیا کرے کوئی		مقدر میں جو ہے وہ ہوگا ضرور	برق
ہے جبر بھی بہ مجبور اعتماد تقدیر		وہی پیش آئے گا ہر وقت بیکس	بیکس
دخل دنیا ہے جبر تقدیر میں اے دل کب تک		ہم نے کھلتے ہی نہیں دیکھا گرہ تقدیر کی	بیدل
خاص بھی ہوتی نہیں ہے پیش آئے		دستیابی در مقصود کی دشوار نہیں	بازغ
پیش بینی میں جو ہوتا وہی تقدیر میں ہے		کس کو تقدیر کے لکھے کی خبر اے برہم	برہم
چاہیے کوئی سے خط تقدیر کو کیا کیا		لکھا پیشانی کا پیش آیا اب رونے سے کیا حاصل	بیدم
ہوا نکل ہر کی طرح چکر میں رہے اہل زمیں کیا کیا		آج کی تو گزر گئی لیکن	پرتو
فلک کی طرح چکروں فتنہ رنگا رنگ ہیں		بے تردد جو مقدر میں ہی ہوتا ہے نصیب	"
فلک نے بہ ہزاروں فتنہ رنگا رنگ ہیں		چلے تھے جب سوئے ہستی کہا تھا قسمت نے	تجمل
برا آیا تھا جو میرا بخت تقدیر سے چھپا سکندر کا		یارو کیوں پھرتے ہو تدبیر میں دنیا کی خراب	تراب
پل سکی نہیں تدبیر سے چھپا سکندر کا		خاک تاثیر ہو طالع جو موافق ہی نہیں	"
غضب ہے نشہ لب نکلات جبیں		جو ہے تقدیر پر راضی توکل اسکو کافی ہے	"
بعد مضمون خط لوح جبیں		اپنی خواہش کے موافق نہ ہوا کام کوئی	عجیب
پیش آیا ہے مضمون خط لوح جبیں		تراب اپنی تدبیر سے باز آ	"
کہ اک دن پیش آئے گا جو لکھا ہے مقدر کا		بہت تدبیر کر دیکھی درست آئی نہ کوئی بھی	"
جو مقدر میں ہے اس کو نہ مٹا سکتی کوئی		جو مقدر ہے ملے گا وہی بے سعی و تلاش	جرار
خط تقدیر جبیں ہے خط تقدیر جبیں		نصیبا ہو تو بن آئے سبھی بات	"
ہیں شہنشاہ کہیں اور کہیں زیر نگیں		کیا کہوں مضمون کیا ہے غیب کی تحریر کا	"
کہ کیا کیا اس نے اے دل روزی کے تردد ہیں		عقدۂ تقدیر کو شش سے کھلے تسلیم کیا	تسلیم
بیکار ہے تدبیر سے کیا حاصل		سیر گلزار ارم یا قید زندان سقر	"
تقدیر ہے تدبیر سے کیا حاصل		کشائش کا ربستہ کی کہاں ممکن ہے اپنوں سے	"
		بعد مردن رکھتے ہیں امید راحت کیوں بشر	"
		کس لئے چارہ گر درد تو تدبیر میں ہے	"
		تسلیم کیوں بگڑتے ہو ہر دم نصیب سے	"
		شکایت کیا مجھے بیرحمی صیاد ظالم سے	"
		عمر بھر تدبیر سے بگڑے مرے سامان وصل	"
		قضائے الٰہی میں جو لکھ گیا	تائب
		قلم سے جو تقدیر کے ہے رقم	"
		بگڑی مری خود آپ ہی بنجائے گی توفیق	توفیق
		زور قسمت پہ چل نہیں سکتا	ثاقب
		بھیب پر پیچ ہے کچھ منشئ تقدیر کا خط	"
		سرد دانا چھین ہی لیتے شہ خاور کا تاج	"
		کلید قفل مرگ و زیست یا گنجینۂ قسمت	"
		کہ آئی ہوئی موت ٹلتی نہیں	
		ازل سے جو قسمت میں میری لکھا ہے	
		پیش کچھ جاتی نہیں ہے ناخن تدبیر کی	
		ہاں مگر شرط ہے قسمت کا رسا ہو جانا	
		نہیں معلوم کہ کیا کیا ابھی پیش آنی ہے	
		بھلا تقدیر پر بیدم کسی کا زور چلتا ہے	
		کل مقدر میں دیکھیں کیا کیا ہے	
		کبھی تقدیر کو محتاجئ تدبیر نہیں	
		جو پیش آئے گا ناچار دیکھتے جانا	
		ہوگا حاصل وہی تمکو جو ہے قسمت میں بدا	
		لکھتے ہیں لوگ عبث باد ہوائی تعویذ	
		دوا دھوکے کی ٹٹی ہے وہی اللہ شافی ہے	
		وہی ہوتا ہے تراب اس نے جو کچھ چاہا ہے	
		برائے خدا تن بتقدیر ہو	
		وہی ہوتا ہے اے یارو جو کچھ اللہ کرتا ہے	
		روز و شب دغدغہ و فکر معیشت ہے عبث	
		کوئی پرساں نہیں جگ میں ہنر کا	
		پڑھ نہیں سکتا میں لکھا کاتب تقدیر کا	
		کام کچھ کرتا نہیں ناخن یہاں تدبیر کا	
		دیکھئے کیا دیکھتے ہیں خاک ہو جانے کے بعد	
		نہیں تدبیر ناخن کارگر عقدہ نامل میں	
		کیا بد لجائے گا مرنے سے مقدر خاک میں	
		ہو رہے گی کبھی صحت بھی جو تقدیر میں ہے	
		ممکن نہیں کہ حکم قضا و قدر پھرے	
		مری تقدیر میں اک دن اسیر دام ہونا تھا	
		وائے نادانی کہ پھر قائل نہیں تقدیر کا	
		نہیں کوئی ہرگز اسے چھیلتا	
		نہیں ہونے کا اسمیں کچھ بیش و کم	
		ہے ناخن تدبیر مرے عقدہ کشا آپ	
		موت کا وقت ٹل نہیں سکتا	
		نہ کھلتا ہے نہ مٹتا ہے نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے	
		بس اگر چلتا کسی تدبیر سے تقدیر پر	
		اگر قبضہ میں آجاتے تو ہر بندہ خدا ہوتا	

کیسی تقدیر کی تحریر ہے پتھر کی لکیر	لکھ گئی روز ازل جو وہ مٹائی نہ گئی	جوہری
نہیں ملتا ہے جو قسمت میں نہیں ہے جویا	گرچہ ہم سینکڑوں تدبیر کیا کرتے ہیں	جویا
گر نہ ہو قسمت میں تو جویا کبھی	خاک نہ ہو فائدہ اکسیر سے	"
بیکار ہیں ہنر نہ ہو قسمت میں کچھ اگر	قسمت اگر ہے خوب تو مت ہو ہنر نہ ہو	"
لاکھ اے عاشق کرو تدبیر تو ہوتا ہے کیا	مٹ نہیں سکتا نوشتہ خامۂ تقدیر کا	جلیل
لکھنا اور پڑھنا ہے سب تقدیر کا	تنگ ہے یاں قافیہ تدبیر کا	حالی
رہنے دے مئے کو ساقی ہم تو چلے جہاں سے	قسمت میں جس کے ہوگا وہ جام پی رہیگا	حسرت
پھرتا ہے جب مقدر پھرتی ہے ساری دنیا	ہیں گردشیں ہزاروں اک گردش زمیں میں	حمید
تدبیر موافق ہو تو ہے خیر نہیں تو	اپنا نہ کسی کا ہے نہ بیگانہ کسی کا	حیرت
خط تقدیر کا شکوہ ہے عبث	اس نوشتہ کا ہے بیکار جواب	خلیل
آج فردا کی عبث فکر ہے ابدل تجھ کو	وہی پیش آئے گی واللہ جو پیش آنی ہے	خرد
جو بندۂ مولا ہیں وہ تقدیر میں ہیں خوش	پابند نفس کوشش و تدبیر میں ہیں خوش	خوشدل
ناصحا خاموش تو رہ کچھ نہ کہہ	جو مری تقدیر سو تدبیر ہے	خاموش
تو نہ کر اپنے لئے تدبیر اپنے ہاتھ سے	کام کرتی ہے تری تقدیر اپنے ہاتھ سے	"
زور و زاری ہے نہ کچھ زر سے ہو مطلب حاصل	اپنی قسمت کا لکھا جو ہے وہی ہوتا ہے	"
کچھ سعی سے اقبال میسر نہیں آتا	ہر آئینہ گر داغ سکندر نہیں ہوتا	داغ
حاصل ہوئی بھی عقل فلاطوں اگر تو کیا	چلتی نہیں کسی کی مقدر کے روبرو	"
تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی	بگڑی ہوی تقدیر بنائی نہیں جاتی	"
جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کس طرح نہ ہوتا	حکم ازلی ذوق یونہیں ہو ہی چکا تھا	ذوق
مثل سچ ہے سمجھ لیں اب تو دل میں حضرت ذاکر	بنے تدبیر سے کیا کام جب بگڑا نصیبا ہو	ذاکر
گلزار روزگار میں وہ خوش نصیب تھے	دامن میں اپنے جو گل امید بھر گئے	رند
ہوگا وہی جو کہ ہے تقدیر الٰہی	قائل نہ شگوں کا ہوں نہ میں فال زیاں کا	"
جو لکھا ہے مقدر میں وہی فعل اس کا ہوتا ہے	عجب انسان کو مستوجب الزام کرتے ہیں	"
نہ ملے گا زیادہ قسمت سے	رنج بیہودہ کیوں اٹھاتا ہے	"
ہے جو قسمت میں بہر تقدیر ملتا ہے وہی	استشارہ کیجئے یا استخارہ کیجئے	رشک
راسخ مٹے گا کیا تری تقدیر کا لکھا	یعنی نکل گیا جو قلم سے نکل گیا	راسخ
کچھ مسبب نہیں حاجت ہے سبب کوئی اور	فکر ساماں نہ کرو بے سروساماں ہو کر	سحر
کم زیادہ ہو نہیں سکتا ہے کچھ تقدیر میں	گو کہ قدرت ہے اسے لیکن ہے عادت کے خلاف	"
بے جا ہے عرض مطلب بیکار ہے دعا بھی	ہوگا وہی ابد تک جو لکھدیا ازل میں	"
رنج سے ہوتا ہے کیا جبتک نہ ہو تقدیر	آنسوؤں کو آبرو مثل گہر ملتی نہیں	"
جسکی تقدیر میں جو ہے وہی ملتا ہے اُسے	چاند نے گردۂ ناں تاروں نے دانے پائے	"
ہر حال میں نوشتۂ تقدیر پاس ہے	فرمان خسروی کی سند کیا ضرور ہے	"
کس کا سبب مسبب الاسباب اور ہے	تشویش و فکر و کوشش دشوار کیا ضرور	"

قسمت	
جو مقدر میں ہے تحریر وہی ہوگا	سعید
خط تقدیر پڑھا میں نے نہیں اور کسی نے نہیں	"
چارہ قسمت پہ نہیں اب کسی انسان کا بس	"
خضر پہنچا ہے جہاں کوئی عمر بھر تو کیا	
گر ادا کر جبیں کو کوئی عمر بھر تو کیا	
تحریر بھی مٹی ہے کہیں نوشتہ تقدیر کی حیف	سودا
ایک عقدہ نہ کھلا رشتۂ تقدیر سے ناخن تدبیر کا	"
ہم کہ آب چشم سے سرخ سرخ ہیں	
گزرا ہے کہ کل جو تھا سو نوشت میں	سودا
لیکن نہ وہ کل آج تک کاروبار ہے	
ہر چند بے تلاش نہیں کاروبار ہے	
کرنا آسان حوالۂ تقدیر کیا کیا ہے	سالک
یاوری طالع کرے تو کیا کیا ہے	
شکر نیرنگیٔ تقدیر ہے تدبیر کو کیا دخل	سخن
پیش تقدیر ہے جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے	"
وہی ہوتا ہے جو قسمت میں اس کے رشتۂ تقدیر کا	
کیا کیا عقدہ پیدا ناخن تدبیر کا	
بس جہاں چلتا نہیں ہے کیوں کروں تدبیر اپنی	
نفع کیا ہے جب تقدیر اپنے ہاتھ ہے	
ہم خود کرتی ہے جب تقدیر اپنے ہاتھ سے	
	صہبا لکھنوی

قسمت			
بات بن آئی نہ کوئی اے ظفر تدبیر سے		صبر بہتر ہے نہ کیجے کوئی تدبیر سراج	
دانا وہ ہے جو سمجھے کہ تقدیر ہے کیا		بساط دہر میں ہم مہرۂ شطرنج کی صورت	سفیر
احمق ہے وہ جو خواہش اکسیر میں جیئے		یہ جدھر چاہتی ہے کھینچکے لیجاتی ہے	"
اپنا اپنا ہے نصیبا ایک کو دو ایک کو تین		مٹ سکتا کوئی حرف خط تقدیر نہیں	سید
عمر گزری ہے غم و محنت میں ساری ایک کی		ہے جو تقدیر حق وہی حق ہے	"
دل ہے کہتا اور ہے تدبیر کہتی اور ہے		کیا جانئے کیا لکھدیا قسام ازل نے	سرور
عقل کہتی اور ہے تقدیر کہتی اور ہے		اس نے جو چاہا مقدر میں لکھا روز ازل	شوق
سنے مال سے نہ زر سے نہ تدبیر سے چلا		ہوتا ہے جو قسمت کا وہی ہوتا ہے آخر	شاد
پھلا اگر اقبال تو قسمت میں ہوگئے نہیں تدبیر سے ہم		کام سب ہم نے حوالہ کر دیا تقدیر کے	شفق
اپنی دانست میں نہیں ناچار ہیں تقدیر سے ہم		جو بدا تھا نصیب میں پایا	"
کیا کریں بس نہیں چلتا ہے کچھ تدبیر کا		کب وہ ہوتا ہے جو بندہ کی رضا نے چاہا	شہید
ہو نہیں سکتا نوشتہ سے زیادہ ایک حرف		ہے وہی ہونا جو لکھا ہے تری تقدیر کا	"
اس پہ جو راضی رہے وہ یک قلم راضی رہے		تدبیر سے وہ مٹ نہیں سکتا ہے زینہار	"
بنائے سے کہیں تقدیر بنتی اور بگڑتی ہے		بہت اپنی تدبیر کرتا ہے بندہ	"
مگر تقدیر سے لڑنا کہاں ہر جا کوئی جیتا		پنجۂ تقدیر پر رکھ عقدۂ دل کا کشود	"
اس سے فقط فرمان ہو یا کاتب تقدیر کا		قسمت میں نہ ہو آب تو ظلمات میں پانی	"
عالم اگر چہ لاکھ طرح سے بچے کوئی		ہر چند کہ مختار حقیقت میں ہے تدبیر	"
ہوتا نہیں ہے حکم قضا و قدر غلط		بے مقدر دولت باقی نہ حاصل ہو کبھی	شہیدی
عالم کسی		اور بھی دیتا جو حق سے کر کے منت مانگتا	"
		جو یار نے کیا سو بھلا دیکھ کر کیا	شاداں
		ہے خاک نشیں کوئی کوئی تخت نشیں ہے	"
		شاطر جو ازل میں فقط لکھدیا ہو رب	شاطر
	نصیب	تدبیر ہر اک چیز کی آسان ہے اے شرم	شرم
		احباب فکر عیش کریں یا نہ کچھ کریں	شیدا
		بیفائدہ سب سعی ہے بیکار ہے کوشش	صفدر
	ناصر	شاہد قسمت کا ہو دیدار صابر کس طرح	صابر
		متہم قسمت ہو بگڑے کام گر تدبیر سے	"
	عالم	لاکھ سر پھوڑیں تو ہم ہوتا ہے کیا بے سود ہے	صغیر
		جو یہ سمجھے کہ ملتا ہے وہی جو کچھ ہے قسمت میں	ظفر
		لکھا پیشانی کا پیش آتا ہے ہم شاکی نہیں	"
		جو ہیں نصیب پہ شاکر سدا کبھی انکو	"
		ظفر نوشتۂ تقدیر پہ جو راضی ہیں	"
		ہے عبث کوشش فروغ انساں کا ہے قسمت کے ہاتھ	"
		جو ہے قسمت میں وہ ہوتا ہے مگر آپ سے آپ	سراج
		پھریں گھر گھر بھی تو کیا فکر لا حاصل سے ہوتا ہے	سفیر
		ایک جا بیٹھنے دیتی نہیں قسمت ہم کو	"
		گرچہ ہوتی ہے خطا پر مری تقصیر نہیں	سید
		نہیں اس میں کسی کا چارہ ہے	"
		معلوم ہمیں حال مقدر نہیں ہوتا	سرور
		کاتب تقدیر کا لکھا مٹا سکتے نہیں	شوق
		چارہ نہیں انسان کو امر شدنی میں	شاد
		جب نہ بن آئی کوئی تدبیر اپنے ہاتھ سے	شفق
		تھا جو تقدیر کا لکھا دیکھا	"
		وہی ہوتا ہے جو مولا کی رضا نے چاہا	شہید
		کیوں تو ہے مغرور قائل خوبیٔ تدبیر کا	"
		جو کچھ قلم نے دفتر تقدیر پہ لکھا	"
		یہ ہوتا ہے وہ جو خدا چاہتا ہے	"
		کیوں تو منت کش ہے غافل ناخن تدبیر کا	"
		ہمراہ خضر جا کے سکندر نہیں پاتا	"
		ظاہر میں کوئی شئے نہیں تدبیر سے بہتر	"
		آکے قابو میں مرے وہ سیمبر جاتا رہا	شہیدی
		پر فزوں قسمت سے کیا ہیں اہل غیرت مانگتا	"
		تقدیر کے لکھے کو نہ کوئی مٹا سکے	شاداں
		ہوتی ہے مقابل کہیں تقدیر سے تدبیر	"
		تقدیر کا نوشتہ مٹایا نہ جائیگا	شاطر
		تقدیر جو بگڑے تو بنائی نہیں جاتی	شرم
		مٹتا نہیں نصیب کا شیدا لکھا ہوا	شیدا
		ملتا نہیں انساں کو مقدر سے زیادہ	صفدر
		زنگ آلودہ ہے آئینہ مری تدبیر کا	صابر
		ہیں رواں اشک ندامت دیدۂ تقدیر سے	"
		ملگئی تدبیر بھی اب شومیٔ تقدیر میں	صغیر
		رہا اس کو ظفر پھر فکر بیش و کم سے کیا مطلب	ظفر
		کاتب تقدیر کی تحریر پر شاکر ہیں ہم	"
		نہ کچھ نشاط فراخی نہ رنج تنگی ہو	"
		نہ انکو لوح سے شکوہ نہ ہے قلم سے گلہ	"
		جب تلک طالع نہ چمکا ہے نہ چمکے آدمی	"

عالم کسی کو مرضئ مالک میں کیا دخل	تقدیر کا زباں سے نہ کرنا گلہ کبھی	عالم	
ہے وہ تقدیر کی کجی جس سے	کام سیدھا خراب ہوتا ہے	"	
کسی سے شکایت نہیں ہم کو عالم	مقدر میں تھا جو لکھا ہو رہا ہے	"	
کیوں فکر کم و بیش ہے کم حوصلہ تجھ کو	ملتا نہیں قسمت سے ہے کم اور زیادہ	عیش	
قسمت میں جو ہے وہی ملے گا	مقسوم قسیم ہے ہمارا	عرشی	
عقدے ہزاروں ناخن تدبیر سے کھلے	لیکن کبھی نہ عقدۂ تقدیر وا ہوا	عبید	
فکر کیوں کرتا ہے عاجز جو تری قسمت میں ہے	تجھ کو ملجائے گا اک دن وہ تری تقدیر سے	عاجز	
لکھدیا کاتب تقدیر نے جو کچھ لکھنا تھا	کرتا ہر لحظہ ہے پھر شکوۂ تقدیر عبث	عاشق	
سرائے دہر میں تقدیر کا یہ حکم جاری ہے	کوئی بیٹھے کمر کھولے کوئی باندھے کمر بانده	"	
کام بگڑے تو کسی طور بنائے نہ گئے	جو نوشتے تھے مقدر کے مٹائے نہ گئے	"	
میں قائل تحریر مقدر ہوں ازل سے	کچھ فکر سے مطلب ہے نہ تدبیر کی حاجت	"	
تدبیر سے کچھ خاک بھی ہونا نہیں حاصل	ملتا ہے کب انساں کو مقدر سے زیادہ	"	
کیوں نہ قسمت کا ہو شکوہ پھر بھلا	پیش یاں کوئی نہ جب جوہر چلے	"	
جو مٹائے سے مٹے وہ نہیں لکھا میرا	کیوں مشیت کہوں تحریر مقدر نہ کہوں	"	
عبث رگڑتا ہے سر پتھروں سے تو زاہد	بھلا مٹے گا یہ تقدیر کا لکھا کیونکر	غریب	
موافق ہے جب تک کہ اپنا زمانہ	بہت خوب کہتا ہے سارا زمانہ	"	
کاتب اعمال کرتے ہیں عبث تحریر کیا	حشر میں دیکھا نہ جائیگا خط تقدیر کیا	"	
ہم نے افلاک کو سو رنگ بدلتے دیکھا	پر مقدر کے نوشتہ کو نہ ٹلتے دیکھا	فقیہ	
جسکی قسمت میں جو لکھا تھا وہ موجود ہوا	کوئی مقبول ہوا اور کوئی مردود ہوا	فدا	
جب تلک ہو نہ خواہش تقدیر	کام آتی نہیں کوئی تدبیر	"	
تقدیر سے کچھ بس نہیں چلتا ہے کسی کا	بیکار ہوے جاتی ہے تدبیر کسی کی	فیض	
لاکھ منصوبے کرو ہوگا وہی	جو خدائے پاک کو منظور ہے	فوق	
اس مقدر نے ہمیں اے دوستو	شکل جو جو کچھ دکھائی دیکھ لی	"	
جو مری تقدیر میں لکھا ہے وہ پیش آئیگا	زور کچھ تدبیر سے چلتا نہیں	"	
وقت کھوتا ہے تو دل مفت میں تدبیر کے بیچ	آپ ہی ہوگا جو لکھا ہے ترا تقدیر کے بیچ	قایم	
کوئی مختار کہے یا کوئی مجبور ہمیں	ہم تو واقف ہیں کہ اصلا نہیں مقدور ہمیں	"	
قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند	دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا	"	
لیجا کے رکھ دیا خط تقدیر حشر میں	ثابت ہوئیں نہ میری خطائیں کسی طرح	قدر	
تقدیر میں لکھا ہے تو وہ اڑکے ملے گا	ہوگا تہ کو ہسار اگر دانہ ہمارا	"	
میں نہ کہہ دونگا جو کچھ تو نے لکھا میں نے کیا	خود خط تقدیر ہی خط اماں ہو جائے گا	"	
معاذ اللہ تعزیرات عصیاں مجھ پہ ناحق تھے	خدا نے خیر کی تقدیر کا لکھا نکل آیا	"	
حسد کی جا نہیں یہ اپنی اپنی قسمت ہے	کسی پہ لطف کوئی مورد عتاب رہا	قلق	
قسمت میں جو لکھا ہے وہ تحریر ہاتھ میں	بس ہے مجھے مرا خط تقدیر ہاتھ میں	قطب	

قسمت

حصول کا سامان کیسے دن رات چکر ہے
مقدر میں نہیں جو اس کا ملنا کیا ہے
کوشش بیجا ہے سعی کرو ایک
کیا ہو تقدیر میں وہ ہو کے رہے گا
قسمت میں جو لکھا ہے سو ہوتا ہے خواہ مخواہ
کچھ ہو کوئی دل میں کسی سے کیا کہے
بیجا ہے کوشش مقدر میں جو لکھا ہے ہوتا ہے
جو لکھا ہے اس میں کیا چلے چال کی تلاش
نہیں ہوتا ہے جو کچھ ہونا ہے
تقدیر پہ بھروسہ کرو ہاتھ پہ ہاتھ دھرکے بیٹھو
بیکار کی دوا ہے بیکار ہے دعا کے ساتھ
قسمت کے سوا پایا نہ اک دانہ روزی میں
قسمت کے سوا آوارہ سدا دشت و جبل میں
طالع رسا آوارہ سدا دشت و جبل میں
تقدیر ہی بھیک بھی ہاتھ آتی ہے قسمت نہیں ملتی
یوں بھیک بھی ہاتھ آتی ہے قسمت نہیں ملتی
لکھے دفتر ہیں لکھے کا ہے کو
یہ نہ طالع کا ہے کا ہے کو
آگاہ نہیں انساں اسے تقدیر کا لکھا
کیا چاہئے ہے پھر جو طالع کا لکھا ہے
ہم تیرے ہوئے بن کب جو کچھ کر ہوا چاہے
رہتا ہے ہوا ہے بن کب جو کچھ کر ہوا چاہے

عبث

قسمت			
بے سود تیرے دوڑے تو چکر میں ہے	مہر	ہے عبث یہ تردد و تشویش	پہنچے ہے وقت پر جو ہے مقسوم
ٹلتا نہیں وہ جو تیرے مقدر میں ہے		سوال گور میں آکر کریں گے جب کہ نکیر	دکھاؤں گا خط قسمت جواب کے بدلے
رہ جائے گا جو تیرا خود کاشتہ نصیب		شاہوں میں گداؤں میں زہادمیں رندوں میں	جس جا پہ نظر آئی تقدیر نظر آئی
بار ہے آدمی پہ فکر ہے ہوگا وہی ضرور		آئے ہیں لوگ چین نہ آرام کے لئے	تقدیر لائی ہے فقط الزام کے لئے
جو کچھ کہ ہے مشیت پروردگار میں	مجروح	جو کچھ کہ لکھدیا تھا ہوا جو کہا کیا	تہمت ہے پر جہان کی سر پر لگی ہوی
جو کچھ کہ لکھا میں مقدر میں لکھا گیا		ہوتا نہیں ہے آہمیں کم و بیش آج کل	پھر دیکھکر نوشتۂ تقدیر کیا کروں
کس کو دکھا سکتا نہیں ہے خط تقدیر عجیب		مقدر سے زیادہ ایک لقمہ	گدا کیا لے گا کیا سلطان دے گا
کوئی پڑھ سکتا نہیں ہے کارِ تقدیر میں یارو		لکھدیا تھا جو ازل کو وہ ہوا	ہیں جہاں میں مفت رسوا ہوگیا
بیش تھی غضب کار تدبیر کس گردن	بیش	جو کچھ کہ لکھدیا تھا ازل میں وہی کیا	روز حساب ہوگا مجھ سے حساب کیا
سو بار کی تدبیر پشیمانی		دربدر ناصیہ فرسائی سے کیا ہوتا ہے	وہی ہوتا ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے
ذرا دیکھو تو کس رویہ ہیں حکمت تحریر		دشمن و دوست کی تدبیر سے کیا ہوتا ہے	وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے
مٹائے سے نہیں مٹتی ہے تحریر		عبث کرتے ہو کیوں ہر کام میں تدبیر پہلے سے	وہ ہوگا لکھ چکا جو کاتب تقدیر پہلے سے
بے مقدر کے کوئی کام نہیں بنتا ہے		کوئی تقدیر کے لکھے کو نہیں پڑھ سکتا	ہو رہے گا مری قسمت میں جو ہونا ہوگا
آپ رہتے تقدیر کر دیں سب بری پھر بھی		ایک صورت کبھی طالع کی نہ دیکھی ہم نے	خط تقدیر لکھا ہے عجب الٹا سیدھا
بے مقدر کچھ کسی کو مل نہیں سکتا کبھی		باہر ہے کہ آدمی گھر میں ہے	دشت و کہسار یا بحر و بر میں ہے
کرب حیراں سب اگر پہنچا کر قسام ازل	ماہ	تقدیر نچا رہی ہے ہر اک کو ناچ	جسکو دیکھا اسی کے چکر میں ہے
اپنا اپنا ہے یہ مقسوم کر دیتے ہیں		کب تک خوار و زبوں پھرائے گی تو	کب تک در در مجھے جھنکائے گی تو
ایک کو فکر نہیں ایک کو زر دیتے ہیں		اب چین بھی لینے دے ذرا اے تقدیر	کب تک مجھے یوں ناچ نچائے گی تو
کیا جانے کیا ہو خط تقدیر سے پیدا		کیا فکر بیش و کم سے مچل پائے گا	جو مہر مقدر میں ہے ملجائے گا
سمجھا نہیں لوح و قلم بھی شش و پنج سے		لوٹا لے جا کنوے پر یا دریا پر	پانی تو بقدر ظرف ہی آئے گا
بخت یاور		کس طرح سے کارگر ہو کوئی تدبیر	گز بھر چلتی ہے مہر آگے تقدیر
		ہم سوچتے کچھ ہیں ہوتا ہے کچھ	دیکھو تو سہی حکمت اللہ قدیر
		سرگشتہ و حیران پڑے پھرتے ہیں	دانا ہیں کہ انجان پڑے پھرتے ہیں
		تقدیر کا چکر ہے وہ چکرائے مہر	احباب پریشان پڑے پھرتے ہیں
		مشیت ازلی میں جو ہو چکا مرقوم	مجال کس کی ہے جو کر سکے اُسے تغیر
		اسی سبب سے ہے کل سعی سعی لاحاصل	کبھی جبیں کی مٹائے نہیں مٹی تحریر
		نصیبوں کو عبث روتے ہیں کیا حاصل ہے رونیسے	نہیں ملنے کی دھونے سے بھی یہ تحریر پانی میں
		نہ کر تحصیل عزت کے لئے یہ سعی لاحاصل	وہی ملتا ہے جو پیشانی میں تحریر تیری ہے
		جو تری تقدیر کا ہے خود بخود ملجائے گا	لیکن اس سے تو اگر چاہے سوا ملتا نہیں
		رکھتا ہے جسے مہر زمانہ تقدیر	در اصل وہی ہے حکمت رب قدیر
		ممکن نہیں کوئی اس پہ غالب آجائے	بیکار اسی لئے ہے ساری تدبیر
		سعی و تدبیر تو ہے اپنی اپنی	لیکن ملتا ہے جو مقدر ہے وہی
		اے مہر سمندر میں لگا کر غوطہ	کوڑی لایا ہے کوئی موتی کوئی

بخت یاور ہے ترا کیا کرے کوئی محبوب	گرچہ بن جائے عدو ایک زمانہ تیرا	محبوب	
سعیٔ بے سود میں مصروف عبث ہے عادل	کبھی تقدیر کے بنتے نہیں تدبیر سے کام	"	
اس بخت پہ کوشش سے تھکنے کے سوا حاصل	گر چارۂ غم کرتا رنج اور سوا ہوتا	مومن	
بے بخت رنگ خوبی کس کام کا کہ میں تو	گل تھا ولے کسی کی دستار تک نہ پہنچا	"	
فغان آبشار و اشک ابر و گریۂ شبنم	جدھر دیکھو اُدھر رونا ہے اپنی اپنی قسمت کا	نظم	
وہ داغ جو قسمت میں لکھا ہے نہیں مٹتا	گھستا ہے جبیں ماہ تو ملتی ہے جبیں اور	"	
تقدیر کے لکھے کو میں کیونکر بُرا کہوں	لغزش محال ہے قلم کارساز میں	"	
زانو پہ ہاتھ مار کے پتھر پہ پھوڑ سر	مٹتا نہیں نصیب کا غافل لکھا کبھی	"	
ہوتا نہیں نوشتۂ قسمت کو انقلاب	مٹتا نہیں لکھا ہوا تقدیر کا کبھی	"	
ہیں کہتے بدھ اب یاں سوچ بڑی ٹھیراتی ہے	تقدیر کے آگے یارو تدبیر نہیں کام آتی ہے	نظیر	
ہے یونہی تدبیر ناداں عالم اسباب میں	ناؤ کاغذ کی بہائیں جیسے اطفال آب میں	ناسخ	
خار تدبیر ہے پیش گل تقدیر عبث	وقت پر باغ میں آئیگی بہار آپ سے آپ	"	
دنیا میں لاکھ سعی سے پایا نہ ایک باغ	ملنا نہ سہل جان تو اے بیخبر بہشت	"	
دولت تقدیر کو تدبیر کی حاجت نہیں	معدن زر ہے جہاں اکسیر کی حاجت نہیں	"	
سعی سے گوہر مقصد نہیں ہوتا حاصل	نہ کبھی آب رواں سے ہوا گوہر پیدا	"	
سمجھیں کہ نرم و سخت مقدر ازل سے ہے	کب ہر کسی کے گوشت میں ہے استخواں عبث	"	
گر بخت ہے بلند تو کیا چاہئے ہنر	تیغ ہلال کو نہیں جوہر کی احتیاج	"	
ہے جو قسمت کا لکھا آئیگا بر رو ہر طرح	خط رخسار کو کچھ حاجت تحریر نہیں	"	
کسی میں زر کسی میں سنگ یہ ہے پھیر قسمت کا	برابر گرچہ ناسخ دو نو پلے ہیں ترازو میں	"	
مٹ نہیں سکتا ہے اے نساخ قسمت کا لکھا	محو ہو سکتا نہیں داغ جبین ماہتاب	نساخ	
ایک ساعت میں بدلجاتی ہے سو سو باریہ	خاصہ تقدیر میں ہے پہلو دلدار کا	نسیم	
نیک و بد تقدیر سے ہے ورنہ سب ہیں جانتے	دوستی ہوتی ہے نیکی میں بدی میں دشمنی	"	
ذرہ کا بھی چمکے گا ستارہ	قائم جو زمین و آسماں ہے	"	
منحصر علم و ہنر پر ہے نہ ہے تدبیر پر	ہاتھ آتا مال وزر کا بند ہے تقدیر پر	نصیب	
ہو نشاط یا غم ہو اپنی اپنی قسمت ہے	چاہئے برا کس کا گو چہ ہو بھلا اپنا	نشاط	
ازل میں جو کچھ ہوا مقرر نہ حال اسکا کھلا بشر پر	پڑھا کسی نے نہ آجتک یہ کہ کیا ہے مضمون خط جبیں کا	نواب	
ہوگا وہی جو ہونا لکھا ہے نصیب میں	بے فائدہ ہے کوئی کرے اب ہزار سوچ	وقار	
کھا نہیں سکتا ہے قسمت کا کسی کی گر کوئی	رشک کیوں کھاتا ہے پھر انساں کو انساں دیکھکر	"	
جو وقار اس نے لکھا اس سے قلم پھرتا نہیں	زائد و کم تھا جو ہونا وہ مقرر ہو گیا	"	
کیوں اے دل غافل تو ہے تدبیر کے پیچ	تدبیر سدا رہتی ہے تقدیر کے تابع	ہمدم	
جو لکھا جس کے مقدر میں وہی ہوتا ہے	کاسۂ سر کے اے ہمدم نہ مٹیں ظرف کے حرف	"	
ہمدم جناب حضرت دل سے یہ عرض ہے	تقدیر جو ہی ہے وہی تدبیر آپ کی	"	
لاکھ تدبیر کرو پر یہ ہلالی سچ ہے	خط تقدیر میں جو ہے وہ لکھا دیکھیں گے	ہلالی	

گردش

جو مقدر میں نہ ہو قطرہ نہ ٹپکے حلق سے	آب حیواں پیکے بھی تشنہ سکندر پھرا	"
تقدیر کے لکھے کو مٹاتا نہیں کوئی	دیکھا ہوں جا بجا میں کیوں بن بنکے ہاتھ	"
قابلیت، ہوشمندی، ذہن و ذکا و فہم و ہوش	کچھ نہ ہو انسان میں چلی ہوئی تقدیر ہو	"
ہے اس طرح کدورت دل میں یہ جیسے غبار		اسیر
شام ہو جس طرح کوئی تنگ غبار میں		"
روشندلوں سے صاف کبھی زشت رو نہیں		"
زنگی کو آئینے سے ہمیشہ ملال ہے		"
کشتی ہے جو خشکی میں ہماری شب و روز		"
یہ وہ کشتی ہے جو کدورت میں رواں رہتی ہے		"
دل کو کدورتوں نے سکندر بنا دیا		"
اس آئینہ کو حیف ہے وہ بے جلا رہے		"
ہیں جو جگر کدورت سے صاف اگر دل صاف ہے		"
نامۂ اعمال بھی ہے صاف جیسے جگر		"

کدورت

چاہئے گرد کدورت سے رہے دامن پاک	عاصی	امیر
جس دل سے کدورت نہ گئی خاک ہے وہ دل	"	کیا آئینہ جو اہل صفا ہو نہیں سکتا
کام کیا گرد کدورت سے اسیر	"	صاف اپنا سینۂ بے کینہ ہے
کدورت سے دل میں تعفن ہو پیدا		نہیں کام آتی کبھی پال سڑ کر
کوئی دل گرد کدورت سے نہ خالی پایا	عزیز	اے فلک ہم نے بہت خاک یہاں چھانی ہے
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر		لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا
کدورت کب جگہ پاتی ہے دل میں صاف طینت کے		نہ دیکھا گرد کو جس نے کبھی دریا کے ساحل پر
ڈھیر ہے دل میں یہ کدورت کا	عاجز	مٹی لینے کلال آتا ہے
یکرنگ آشنا نہیں ہم نے پرکھ لیا		منہ پر کھرے ہیں آپ مگر دل میں کھوٹ ہے
صاف طینت رہے انسان بہت مشکل ہے		دخل کیا خاک کا پتلا نہ کدورت رکھے
لوث دنیا میں اسی طرح نظر پاک رہے	فدا	جس طرح آنکھ نہ سرمہ سے کدورت رکھے
دل رہے صاف کدورت نہ آنے پائے		آئینہ پر کبھی زنگار نہ آنے پائے
کدورت کو نکالے قلب سے عیقل گری یہ ہے		پھٹے دل کو کرے ثابت رفوگر ہو تو ایسا ہو
آدمی دیکھے کدورت کا صفا کا مرتبہ	قدر	ہے زمیں زیر قدم اور آسماں بالائے سر
دل مکدر رہا صفا نہ ہوا		فیض آئینہ رواں کا نہ ہوا
تیرہ دروں سے ہے امید کرم عبث		پانی کہیں برستا ہے ابر سیاہ سے
غبار دل کو آنسو رفع کر سکتے نہیں ہرگز		کدورت دور ہو سکتی نہیں دریا سے ساحل کی
دیتے ہیں اہل کدورت ساتھ کس کا دہر میں		گرد رہ کو ہمرہی کارواں سے کیا غرض
ٹھیرنے دیتی نہیں طبع مکدر یک جا	عیش	روز مثل شیشۂ ساعت سفر رکھتے ہیں ہم
جاگ اس دل پہ پڑے شیشۂ ساعت کیطرح		آئینہ ہو کے بھی جس دل سے کدورت نہ گئی
سینے میں کدورت نہیں گر اہل حسد کے		کیوں آئینۂ دل کو مصفا نہیں کرتے
آئینہ دل ہے مرا اور یہ ہو جائیگا صاف		خاک میں کس کو ملائے گی کدورت تیری
کدورت سے زمانہ کی بزنگ شیشۂ ساعت	مہر	ملے ہم درد گر کوئی تو کیجے دل بہم خالی
چھپا سکے نہ کبھی ہم بشکل آئینہ		ذرا بھی دل میں کسی سے اگر غبار ہوا
کیوں سیاہی بڑھے نہ دل کی سفیر	"	جب ہمیں فکر شست و شو ہی نہیں
کدورت آتی ہے دل کی زباں پر		کہے انساں نہ رنجش میں سخن صاف
دل مکدر ہو تو در کیونکر سخی کا باز ہو		کھل نہیں سکتا جو فضل آلودہ ہو زنگار میں
جس سے آزردہ ہو دل ایسی صفائی کو سلام		حال خوب و زشت کہدیتا ہے منہ پر آئینہ
یہ جان لو آئینہ ہے آئینہ بھی بے مثل		آلودہ کدورت سے اگر دل نہیں ہوتا
صاف طینت کو کدورت سے کسی کی ڈر نہیں		چاندنی کا فرش کب مٹی سے میلا ہو گیا
عالم میں کدورت نہ کسی سے جو ذرا ہو		تب سینہ میں دل آئینۂ عیب نما ہو
ہے گرد کدورت سے بری جوہر ذاتی		ہیرے میں کسی طرح کثافت نہیں ہوتی
کدورت سے صفا سے فرق ہو جاتا ہے رتبہ میں		انھیں بالوں سے بنتے ہیں یہ کملی وہ دوشالہ ہے

کدورت

قطرۂ شبنم ہے گوہر سے کدورت کی صفا کا	
کیا ہنسی آئے گی جب دل میں کدورت ہو گی	
کس جہاں دل کو مصفا نہیں رکھتے	
جو آئینہ دل ہیں جہاں عیش و طرب میں زندہ ہیں	
آئینہ ہم ہیں سرمے اور دنیا میں کدورت سیکھے	
کدورت اک کثافت ہے جو دنیا میں نکالے ہیں	
کدورت اور لطافت سے سیاہی روشنی آہن کی	
کدورت دل کی دیتے ہیں کدورت ساتھ کس کا دہر میں	
اہل کدورت ساتھ کس کا دہر میں	
اندھا کر دیتے ہیں خود رنگ حسد سے دل کو	
صاف سینے سے کسی کے کدورت نہیں جاتی	
ہر گز نہ دل اپنا مصفا سے مکاں	
آئینہ دل ہے مرا اور یہ ہو جائیگا صاف	
سینہ میں گر ہے کدورت کا وہ گھر نہیں	
دل میں اگر خودی ہے خدا کا وہ گھر نہیں	
منعکس کیونکر ہو دل میں روئے روشن یار کا	
تیرے آئینہ میں اے نادان جلا کچھ بھی نہیں	
رہی گرد	

رہیں گرد کلفت میں اہل کدورت
زمیں اس زمانے کے قابل یہی ہے

مثال آئینہ روشن ضمیر ہم ہیں نصیر
رہے ہے اہل کدورت کے زنگ سینے پر

کدورت سے تعلق کیا انھیں جو پاک طینت ہیں
نہیں ممکن جو الجھے خار سے دامن بیاباں کا

گو ہے عسل سے خانہ زنبور سب بھرا
بے نیش و نوش سے دل پرکینہ کب بھرا

خوبرویان ازل کو کب کدورت ہو نصیب
شوب کی حاجت نہیں ہے خانۂ گل پاک ہے

ملے اغیار سے بھی بے کدورت ہم ملے جسدم
کسی صورت نہ میل آنے دیا آئینۂ دل پر

کم ظرفی

شست و شو سے گر ہوا اُجلا رذیل
جامۂ اصلی میں دھبّا رہ گیا

آفت جاں ہے فرومایہ کو طاقت ہونا
چوب کو تیر کے ملتا ہے قیامت پر کا

نہیں رہتا مزاج سفلہ ہرگز ایک حالت پر
بلندی کا بگولے کی مآل کار پستی ہے

بد اصل میں اسیر کہاں جوہر شرف
کرتا ہے کون سجدہ زمین کثیف پر

اڑ چلا اسفل فلک پر جب اسے طاقت ہوی
جب نکالے مورچہ نے پر سلیماں ہو گئے

کم ظرف تجھے سارے غنچۂ گل
کیا پھولے ہیں ایک مشت زر میں

کیا عیب پوش ہوگا تنک جس کا ظرف ہے
چھپتا نہیں ہے جسم قباے حریر سے

بنی میں دوست اور بگڑی میں بجاتے ہیں وہ دشمن
خدا منھ بھی نہ دکھلائے کبھی ایسے کمینوں کا

کیا تنک مایہ کی ہمت سے پڑے گی پوری
کاسہ لبریز کہیں اس سے بھی کم ہوتا ہے

کہیں طغیانیٔ بارش سے دریا بھی اُبلتا ہے
جو خالی ظرف ہیں کب مال و زر پاکر بھرتے ہیں

رکھتا ہے تلخ کام فرومایہ کو خُدا
اکثر ہو شور مثل نمک آب چاہ کا

دیکھا نہیں حباب نے دریا کے ظرف کو
پیچیدہ باد کبر جو غافل کے سر میں ہے

کیا ہو کم مایہ سے امید کرم
جام بھرتا ہے تو چھلکتا ہے

ظرف دیکھو چرخ پر ہے آجکل اس کا دماغ
جس نے پائی مثل خورشید ایک نان سوختہ

کم ظرف ہے وہ ضبط جو کرتا نہیں نالہ
گل ہنستے تھے جب مرغ چمن گرم فغاں تھا

سفلوں سے نہ ہو پرورش اہل سعادت
امکان نہیں بوم کے بیضہ سے ہما ہو

جب کسی کمظرف نے چاہا اٹھاؤں بار علم
بوجھ بھاری ہوگیا اور جسم ہلکا ہوگیا

دریائے فیض سے ہے تنک ظرف بے نصیب
مثل صدف گہر نہ ہو پیدا حباب میں

کمظرف ظرف چاہئے نعمت کے ظرف کو
برتن تھا اوچھا جس سے ترا دودھ اُبل گیا

اعلیٰ کی جگہ ملتے ہیں اسفل کئی دن سے
اشراف بنے پھرتے ہیں ارذل کئی دن سے

خواہان بزرگی ہوے ادنےٰ بھی جہاں میں
تعظیم طلب کرتے ہیں ارذل کئی دن سے

سفلہ جب تک کہ ہے محتاج اسی میں ہے خیر
دشمن جاں ہوے جسوقت ترے مورکے پر

نصیر	نسیم
وقار	ہرچند
یکتا	انیس
آتش	"
اسیر	بحر
جلیل	سفیر
سرور	سودا
شفق	صابر
عزیز	"
"	"
عاشق	عاقل
عرش	فدا
قطب	"
مسکیں	

کم ظرف

ناسخ	نفع فیاضی سے کمظرفوں کو کیا مثل چراغ
	ہے ضرر عالی منش کو پست ہمت سے نہ ہو کر
ضمیر	کر سکے مطلق سیل چھو سکتا نہیں دریا کے دامن کو
	ہیں ظرفوں سے کیا ممکن جو کچھ فیض کو پہنچے
"	کرے جب جام چشمی ہے بحر بے منت سبب کر دشت آب
	تنگ چشمی ہے ہمیں رہبر و خضر اہل مطلب کو
	ہمت نے دیکھا موجب شہرت جلا ہو کس طرح
	تنگ ظرفی ہے سبب کس نے کیا کوس حباب
	آج تک کچھ سنا ہے کس نے کیا کوہ کنی جاری
ہرچند	فیض دریا ہو تنگ ظرف سے کیونکر
	قطرہ کب آب گہر سے ہے کمظرف ہوے
	سیر اب دریا دل سے ہے جام حباب میں
	پائی کسی نے دیکھا ہے دولت دنیا نصیب
	ہوتے ہیں کمظرفوں کو ہر گز نوروغ
	ہوتے ہوتے موتی کس نے دیکھے ہیں تالاب میں
	ہوا میں بزم ہوا میں گہر ہے چیز اچھ
	ہے جنوں کو نہ ہوا میں بزم ہے چیز اچھ
	ہے کمظرفوں کے حق میں موت بہتر
	روشن اپنا کرے ہے کب مہ کامل

کمال

کوئی کمال تو رکھتا ہو آدمی اے اشک	کہ کام آہی رہے گا ہنر کبھی نہ کبھی	اشک
اثیر آیا جو مضموں ہاتھ ہم کو ماہ کامل سے	مقدر داغ سے خالی نہیں صاحب کمالوں کا	اسیر
انساں کے واسطے ہے ہنر باعث فروغ	یوسف عزیز خواب کی تعبیر سے ہوا	"
ہے کمال ایدل جہاں میں دشمن اہل کمال	مشک نافہ باعث خونریزی آہو ہوا	"
نامور انساں کو بعد مرگ رکھتا ہے ہنر	آئینہ سازی سے اسکندر کا باقی نام ہے	انور اسمٰعیل
ارباب ہنر کی کرۂ ارض پہ ہے دھوم	سب حلقہ بگوش انکے ہیں وہ سب کے ہیں مخدوم	
لو جان بیچکر بھی جو فضل و ہنر ملے	جس سے ملے جہاں سے ملے جسقدر ملے	"
ناقص و کامل ہیں پھر کیا بات رہ جاتی اگر	جام خالی کی طرح معمور ساغر بولتے	بحر
مزید مردم مفلس کا مال ہوتا ہے	ذلیل اہل غرض کا کمال ہوتا ہے	"
اس زمانہ میں نہیں کوئی خریدار کمال	ید بیضا بھی اگر ہو تو نہ زر ہاتھ لگے	"
شکوہ صدمات فلک کا نہ کریں اہل کمال	آتے ہیں نخل ثمردار پہ اکثر پتھر	"
کمال ہو کسی فن میں کمال مشکل ہے	ہوا میں پیر تو میرا ہنر جوان ہوا	"
ذات میں چاہئے صفت اچھی	گل کو معشوق رنگ و بو نے کیا	تراب
نہیں علم و ہنر جس میں بہائم سے وہ بدتر ہے	وہی انساں ہے دنیا میں جسے کچھ بھی کمال آیا	تجمل
رکھتا ہے نقص جو وہ ہے حیوان اصل میں	ہے انحصار عزت انساں کمال پر	"
کمال شئے ہی جب وجہ زوال نقص شئے ٹھہرا	مہ نو کس طرح گھٹ کر مہ کامل نہ ہو جاتا	توفیق
مرے کمال فنے کی داد بے کمالی کی	بنایا ناز نے میرے نیاز مند مجھے	"
کمال جوہر انساں مثال جاودانی ہے	نہیں باقی کوئی مرد اور نام مرد باقی ہے	جویا
مر کے پاتے ہیں شہرت اہل کمال	ڈوبنے والے ہی ابھرتے ہیں	جلیل
اہل کمال خلق میں ہوتا ہے ایک ایک	خالی زمانہ رہتا نہیں ہے امام سے	خلیل
جوہر دکھاؤ صاحب جوہر کے روبرو	ہے قدر آئینہ کی سکندر کے روبرو	داغ
آسماں دشمن ارباب ہنر ہوتا ہے	شکر صد شکر کہ آتا نہیں کچھ کام مجھے	"
اے داغ فلک دشمن ارباب ہنر ہے	ظالم کو خبر ہو نہ کمالوں سے ہمارے	"
مری بے کمالیاں ہیں مجھے سود مند راسخ	کوئی باکمال ہوتا تو اسے زوال ہوتا	راسخ
کمال کیا کرے حاصل سرائے فانی میں	وہ دن ہیں کوچ کے جو اعتبار کے دن ہیں	سحر
کیا ہو قدر کمال دنیا میں	سیکڑوں صاحب ہنر گزرے	"
فضل کامل سب فنوں میں قدردان ہر کمال	کیوں نہ ہو قربان دل ایسے طبیعت دار کے	"
جو ہوا حال و قال کا جامع	ہے وہ بے شک کمال کا جامع	سالک
نام ہوتا ہے کامل کا ہو کوئی بھی کمال	کیا ہی مشہور شجاعت میں تہمتن دیکھا	سعید متخن
مٹایا حرف غلط کی طرح زمانے نے	نظر کہیں جو کوئی صاحب کمال آیا	

جو ہوا کامل وہ کرتا ہے خموشی اختیار
ماہ نو جب بدر ہوگا بے زباں ہو جائے گا
گویا

اسباب کے محتاج نہیں صاحب جوہر
سامان کچھ آئینہ کے گھر میں نہیں رہتا
مہر

خوشبو دیتا ہے مشک ڈبے میں رکھا
فانوس میں بھی شمع رہی نور افزا
〃

ارباب کمال لاکھ اپنے کو چھپائیں
جوہر نہیں اے مہر چھپائے چھپتا
〃

اہل کمال کو نہ زوال آیا ایک دن
کب داغ دل سے ماہ کی صورت بدلگئی
ماہ

ہر باکمال بندۂ اہل کمال ہے
ہے جوہری کو صاحب جوہر کا اشتیاق
〃

چھپانے سے نہیں چھپتا کمال شئے کسی کا بھی
زمانہ میں ہنر والوں کا شہرہ ہو ہی جاتا ہے
میکش

گناہ

جو عصیاں کر کے دعوے کر رہا ہے بیگناہی کا
نہیں ڈر اس کو روز حشر اعضا کی گواہی کا
اسیر

توبہ کی احتیاج نہیں وہ کریم ہے
بدتر سمجھ گناہ سے عذر گناہ کو
〃

انساں کو چاہئے کہ بری ہو گناہ سے
اندیشہ کیا ہلال کو روئے سیاہ سے
〃

دل گناہ کرنے میں خیرہ ہو گیا
جو صغیرہ تھا کبیرہ ہو گیا
〃

عجب نہیں ہے گنہگار آدمی ہیں اگر
یہاں تو آ کے فرشتے خطا سے پاک نہیں
〃

مرضی ہے آپ کی نہ کریں آپ اگر قبول
بدتر کہیں گناہ سے عذر گناہ ہو
〃

لازم ہے اجتناب معاصی سے غافلو
کیا داستاں سنی نہیں قوم ثمود کی
آتش

اس گزرگاہ میں لازم ہے گناہ سے پرہیز
زاہد و چاہئے اپنا نہ گراں دوش کرے
〃

اعضا گواہی دینے کو حاضر ہیں روز حشر
مرتا ہے کیا سمجھ کے یہ انساں گناہ پر
احمد

جمع عصیاں کا یہ پشتارہ کیا
بوجھ سا اک اپنے سر پر دھر چلے
〃

ساتھ عصیاں تولئے جاتے ہیں ہم
خوف سے عادل کے گھبراتے ہیں ہم
انیس

گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے
خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے
اشک

کیا گن ہوں کی دم نزع تلافی کرتے
دست و پا پھول گئے وقت سفر کچھ نہ ہوا
انشا

ہرگز پھٹک نہ گرد معاصی کے اے عزیز
اپنے صفائے قلب سے کھو زنگ آئینہ
اکبر

افسوس سفید ہو گئے بال ترے
لیکن ہیں سیاہ اب بھی اعمال ترے
〃

ملکے یاروں سے ہوا شوق گناہ
آدمی کا آدمی شیطان ہے
〃

ڈر خدا کے قہر سے حال گناہ
سب کہیں گے تیرے اعضا صاف صاف
〃

ڈھاک عیب مرے تو ہی کہ ہر بات میں یارب
ہر عضو گواہی کے لئے بول رہا ہے
〃

ظلمت عصیاں سے ڈرنا چاہئے
یہ بلائے ناگہانی اور ہے
انجم

دکھائے گا کسے محشر میں اپنا منھ انجم
سیہ کار بھی ہے اور روسیاہ بھی ہے
〃

تردد ہے یہی یارب کہ روز حشر مرقد سے
گراں بار عمل ہے سر پہ کیونکر لیکے نکلیں گے
افسر

بھرا ہے گناہوں سے اعمال نامہ
مجھے بخش یارب گنہگار ہوں میں
احسن

ہے تار تار مدگناہ ہائے بے شمار
دامن ہمارا فرد بنا ہے حساب کا
بحر

اہل دنیا کے نوشتہ میں سیہ کاری ہے
فردیں مختوم ہیں قلبوں میں سویدا کیسی

گناہ

مقام شرم ہے دنیا سے روسیاہ چلے
بحر

غبار کے ساتھ کسی نے کہا بعزوجاہ چلے
〃

ہم اس جہان سے کیا ہی بعز وجاہ چلے
〃

بہار معصیت گو دو روز کی ہے مگر
ماہ

جب تک نہ غرق ہو عرق انفعال میں
〃

آلودہ دامن ہوں سے کیسے دل کو نہ داغ ہو
〃

ہے وقت اب بھی منزل الہام خیز کو
بختاور

کر گھٹائے گرمئی عصیاں بشر کو برف
〃

کیا چھپے اللہ سے آلام جو ہوں سر پہ ہمارے
نسیم

ہر لغزش کے ساتھ آں جا ہوں سے ہے ہمراہ توفیق
توفیق

لغزش بعد توفیق ہے کیا بات ہوا
〃

رہ گئی ساتھ ہی توبہ کے ندامت بھی ہوا
〃

ہے توبہ سے گناہ کی بخشش کا بھی سبب
تراب

ہے توبہ سے گناہ کی بخشش کا بھی سبب
〃

دل میں ذوق گناہ باقی ہے
〃

حشر میں نفعار کو عاصیوں میں آپ گنتی ہے
〃

سیاہ ہو گا رخ عاصیوں کا یاں سے
〃

تمامت اعمال

گناہ			
ہزار زندگی میں اچھا بنا یہ سودا	حیرت	شامت اعمال سے واں حشر میں ہونگے سبک	تراب
دنیا سے معصیت کی ہم بچ چلے تھے لیکن	"	وہ سزاوار جہنم کیوں نہ ہو	"
سو علم جب جاوے گی میں توباؤں گا الٰہی توبہ		ہم سے گناہگار کا احوال ہوگا کیا	"
گریاں ہے بارگناہگاری الٰہی توبہ		وہاں سے پاک آیا یاں سے کیا ناپاک جاتا ہے	"
رو کے دنیا میں ملا فوز گنہ دنیا کا		تو اس ناخدا کو نہ کہہ با خدا	"
آج کا کام جو ہے کل پہ اٹھا رکھا ہے	حافظ	دیکھیں کسطرح لگے پار خدا خیر کرے	"
دوش پہ بارگناہ عمر دراز آئی		گر یہی اعمال بد ہیں دیکھئے کیا ہو تراب	"
پیش آئی ہے مجھے منزل الٰہی توبہ		شامت فسق وزنا سے جگ میں آتی ہے وبا	حسینہ
بہت ہوئے ہیں شرمندہ بھاری الٰہی توبہ		ناخدا کہتا ہے کشتی عاصیوں کی دیکھکر	"
خطا کا بندہ ہوں ذات باری الٰہی توبہ		رہے جو غرق بحر عیش دن رات	حافظ
خطا معاف ہے جاتا ہے جس وقت گناہ آتا ہے	حسین	واں آئیگا آگے جو کیا ہے عمل بد	"
چاند چھپ جاتا ہے جس وقت گہن آتا ہے		ہو صغیرہ بھی سمجھ کر تو کبیرہ ہے گناہ	ثاقب
زندگی جیل ہے جس میں ہے گناہوں کی سزا		شبستاں کب بنا زنداں مہ کنعاں کے جلوؤں سے	"
شامت اعمال سے ہے حشر میں ہر		جب گناہ لہرائے دل میں نور عرفاں چھپ گیا	"
شمع سے ہے دامن		کلید دوزخ و جنت انھیں کے ہاتھ میں ہے	"
		خدا سے بھی خطائیں بخشوا ہی لیں مری آخر	"
		عرق موت کے قطروں کی گنہ سے یہ ہٹ	"
		اٹھالیں گے مرے اشک ندامت	"
	ثابت	ثابت گناہگار میں وہ ہوں کہ الاماں	ثابت
	جلال	اک اک عمل زشت کی گھڑیوں ہے ندامت	جلال
		گناہ بولے میں گھبرا گیا جو روز حساب	"
	جنوں	آدم کی نسل سے نہیں جس سے نہ ہو گناہ	جنوں
	جوش	گناہ ہم نے کئے ہیں سر پہ کمال انکا ہے بوجھ بھاری	جوش
	جلیل	کچھ نہیں میرے بے شمار گناہ	جلیل
	"	کیوں نہ ڈھانکوں منھ کفن سے میں سراپا جرم ہوں	"
	"	مجھ سے گناہگار کو بھی حشر میں جلیل	"
	"	پڑ جائے خاک میری خطا پر عجب نہیں	"
	"	شرم گناہ سے حشر میں رو پوش ہے جلیل	"
	جلالی	دوش نازک پشت خم تن زار او ر ہمت ضعیف	جلالی
	بحر یا	خدا کے واسطے اے ناخدا اب دستگیری کر	بحر یا
	"	طاعت کو پوچھتا نہیں تو یا کوئی کہیں	"
	"	ہے سر پہ گناہ کا بوجھ بھاری	"
	"	عصیاں بدن سے چھٹ کے نکلے ہیں سو نہیں	"

میرے گناہوں سے مری تربت بھی تنگ ہے — ناسخ
وہ سیہ کار ہوں کہ کالا منھ — "
جو کچھ نہ ہونا تھا رب غفور ہم سے ہوا — "
گناہگار نہ ہوتے تو عفو کیا ہوتا — "
قیامت میں نہ ہوگی بات ہلکی پلہ بھاری ہے — "
قابل حسرت ہے مرگ ناسخ عصیاں شعار — "
گزری سیاہ کاری میں یارب تمام عمر — "
سما جائینگے لیکر بار عصیاں جیتے جی یارب — "
اس قدر شرم معاصی سے ہوں پانی پانی — "
دنیا سے سبھی بُرے بھلے جائیں گے — رشید
گنہ آجائیں اپنے جب تجھے یاد — مسرور
عفو گناہ کے لئے حق کی جناب میں — "
امانت میں خیانت جو کرے دوزخ میں جائیگا — "
ہے منفعل بہت ہی یہ سرور گناہ سے — "
یوں تو بے شک گناہگار ہیں ہم — سخن
سمجھ چکے کہ غفور الرحیم ہے معبود — "
دیکھ لینا سبب بخشش عالم ہوگا — "
تصور میں گناہوں کے میں اب ایسا پشیماں ہوں — "
ضعیفی کا فقط حیلہ ہے اے یار و حقیقت میں — سعید
ہیں ایسے گنہگار کہ بخشش سے ہیں مایوس — سعید
وہ سیہ کار ہوں میں دیکھتے ہی عرصۂ حشر — سفیر
جتنی خطائیں کی تھیں وہ سب کہدیں صاف صاف — "
چکر میں چرخ ہے مرے حال تباہ سے — "
للہ ہاتھ روک لے اے کاتب عمل — "
اللہ رے تیرگی ترے عصیاں کی اے سفیر — "
اس درجہ بڑھ گئی ہے سیاہی گناہ کی — "
چلا تھا شوق میں حوروں کے سید صا باغ جنت کو — شوق
گناہ سے کرلے توبہ جلد اے شوق — "
جان کر جو گناہ کرتے ہیں — شفق
اے شفق عصیاں سے باز آ ورد کر نام خدا — "
عصیاں میں تو نے عمر گزاری مگر شفق — "
ریش میں تیرے شفق آنے لگے موئے سفید — "
عدم سے تو ہستی میں ہم صاف آئے — شاد

تربت نہیں ہے حلقۂ کام نہنگ ہے
تختۂ گور آبنوسی ہے
کئے گناہ بہت کم قصور ہم سے ہوا
الٰہی تیرے کرم سے ظہور ہم سے ہوا
مرے عصیان بیحد سے ترے احسان بیحد کا
ہاتھ خالی لے چلا ہے بوجھ سر پر لے چلا
آدھی شباب میں گئی آدھی خضاب میں
زمیں کا سینہ پھٹتا ہے جہاں ہم پاؤں دھرتے ہیں
آنکھوں کی راہ سے بہ جاؤنگا آنسو ہو کر
کیا ساتھ بجز گناہ لے جائیں گے
بہت افسوس کر اے مرد دانا
منت بہت سی چاہئے اور بیشمار عرض
رہیگا بول بالا دونوں عالم میں امینوں کا
کس طرح آئے گا یہ تری بارگاہ میں
معترف ہیں مگر گناہ کے ساتھ
گناہ کرکے ہمیں انفعال کیا ہوگا
جب کھلا حشر کے دن نامۂ عصیاں میرا
ڈبو دیگی مجھے تر دامنی بحر ندامت میں
کمر خم ہوگئی اس سے ہے سر پر بوجھ عصیاں کا
لیکن تری رحمت کے طلبگار ہمیں ہیں
ایسا سمیٹے کہ مرا گوشۂ داماں ہو جائے
کس طرح میں چھپاتا کہ خالق علیم تھا
اک حشر حشر میں ہے ہجوم گناہ سے
رحمت کو انفعال ہے میرے گناہ سے
جس سے کہ آفتاب قیامت گہن میں ہے
ظلمات چھا نوں ہے مرے بخت سیاہ کی
گریباں گیر ہو جائیں گے عصیاں میں نہ سمجھا تھا
وگرنہ دیکھ بچپنا نا پڑے گا
خود کو خود ہی تباہ کرتے ہیں
موت ہر دم سامنے ہے کیا بھروسہ جان کا
افسوس ایک کار ثواب آج تک نہیں
باز آ بہر خدا اب تو سیہ کاری سے
گنہ ہوں میں یاں سے چلا ہم لقمہ کر

گناہ			
جز رنج و ندامت اور ہاتھ آیا گناہ کا			
کہیں دھبا نہ لگ جائے لباس زندگانی میں	عیش	گناہوں کی سیاہی سے بچانا اپنے دامن کو	قربان
ہاتھ میں اعمال نامہ بار عصیاں پشت پر	عشقی	آکے دنیا سے یہ تحفہ لے چلے ہم روسیاہ	
گناہگار ہیں تر دامن اشکباری سے	عزیز	خبر جو یاس کی رحمت سے گر یہ دیتا ہے	
کہ چھپ گئی ہے سپیدی سیاہکاری سے	"	عزیز نامۂ اعمال کیا پڑھا جائے	
کہ سہو انسان سے پروردگارا ہو ہی جاتا ہے	عاجز	کہونگا حشر میں میری خطائیں عفو کردے اب	گویا
کون ہے تیرے سوا یاں مرا یاور یا رب	علی احمد	بحر عصیاں سے مرا پار لگا دے بیڑا	
ہیں خالی ہاتھ اور یہ منزل ہے دور کی	"	راہ عدم ہے اور گناہوں کا بار ہے	
ایک ایک کے اللہ عمل تول رہا ہے	"	ڈرتے رہو عصیاں سے رکھو یاد اسی کو	لائق
پوشیدہ لاکھ کیجئے فسق و فجور کو	عالم	چھپتا نہیں چھپائے سے خالق پہ ہے عیاں	
کیا خوب سیر ہستی گلزار کر چلے	"	لیکر چلے بار گنہ باغ دہر سے	معصی
ہے بحر عفو جوش پہ رب غفور کا	عاشق	جتنا ہو کم قصور ہے اپنے قصور کا	
اٹھتا نہیں ہے بار عذاب الیم کا	"	عصیاں کے بار سے مجھے دے سبک خدا	
تجھ سا کوئی بخشندۂ عصیاں نہیں دیکھا	"	مجھ سا کوئی آلودۂ عصیاں نہیں یارب	منتہی
عاشق بیچارہ پُر عصیاں کا دفتر لے چلا	"	نیکیوں کا ہر کوئی محضر لئے جاتا ہے ساتھ	
جز فضل خدا کوئی بھی خواہاں نہیں دیکھا	"	مجھ جیسے خطاوار گنہگار کا صاحب	
یہ بار جب کہ نہ مجھ شرمسار سے اٹھا	"	خدا کے رحم نے بخشے گنہ کیا ہلکا	
سر پہ شرم معصیت کا بار کیونکر لے چلا	"	کچھ نہ پوچھو ہم نشینو ہائے مجھ سا ناتواں	
لرزاں ہیں معاصی کے سبب ہاتھ دعا میں	"	اس بیکس و عاجز کی تو رکھ لیجو خدا شرم	
جو بحر اشک ندامت میں ہیں نہائے ہوئے	"	خطر ہو کیا انھیں دریائے معصیت کا کچھ	
یارب تو اپنے فضل سے مجھ کو ابھار دے	"	دریائے معصیت میں ہوں ڈوبا ہوا بہت	
کیا خبر تھی ہمیں آلودۂ عصیاں ہونگے	"	گلشن دہر میں بھی آکے خجل ہم تو ہوئے	
فضل و کرم سے اپنے تو حرف گناہ کاٹ	"	میں پُر گناہ اور تو آمرزگار ہے	
نجات کس طرح ہو ہماری الٰہی توبہ الٰہی توبہ	"	ہے سر پہ بار گناہ ہماری الٰہی توبہ الٰہی	
مجھ سا کوئی آلودۂ عصیاں نہ ملے گا	"	دکھلائے جو بندوں کو وہ خالق کرم اپنا	
اللہ کو ہے بندہ کی تقصیر کا لحاظ	"	اظہار بھی گناہ کا کرنا گناہ ہے	
جہاں میں نام باقی رہ گیا ہے پارسائی کا	فدا	بہت کم پاک دامن ہے کسی کا لوث عصیاں سے	میر
کیا نہ مجھ کو دیکھتا ہے حاکم دربار غیب	"	فصل بد کا مرتکب ہے بے خطر دنیا میں تو	
کہ جو پاسنگ بھی ہوتا ترا زوئے قناعت کا	قلق	کیا اتنا نہ کار خیر بد افعال ایسا ہوں	
جہاں سے صورت قاروں عدم کی راہ چلے	"	اٹھا کے پشت پہ پشتارۂ گناہ چلے	
یہ ہاتھ خود اپنے حق میں ہیں سم ہر ایک ہوسناکیوں کا	قدر	چھپائیں محشر میں کیا گناہ ہم گواہ اعضا ہیں اپنے ہم	
کہ جس طرح تری رحمت کا کچھ حساب نہیں	"	اسی طرح سے مرے بے حساب عصیاں ہیں	
ہائے مر مر گئے لاشہ کے اٹھانے والے	"	بعد مرنے کے ہوا قدر گناہوں کا یہ بوجھ	
عمر بھر میں نے سیہ کاری کی	"	کیوں لحد میں نہ رہے تاریکی	

گوشۂ نشینی

کہیں سو کیا کہیں سر پر ہمارے	قیامت شامت اعمال لائی
ہیں گناہ بے مجبور کرتی ہے عادت	اگرچہ فطرت انساں ہے معصیت سے بری
اللہ مرے گناہ بے حد	وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا
مومن از بس ہیں بے شمار گناہ	غم روز حساب نے مارا
نہ کیوں ہو سکتہ سا مجھ پہ طاری گنہ سے ہی طرفہ شرمساری	مثال فوارہ ہائے جاری گیا قدم تک عرق جبیں کا
یہ منفعل میں گناہوں سے تھا دم گریہ	کہ تر عرق میں مرے آنسوؤں کا تار رہا
جہاں میں آئے تھے ماہر تو تھی سبکدوشی	چلے تو سر پہ گناہوں کا بار لیکے چلے
شرم گناہ کم نہیں بار گناہ سے	اٹھتی نہیں زمیں سے گنہگار کی نظر
تمنا مغفرت کی ہے کہ ہے غفار نام اسکا	وگرنہ انتہا کیا ہے گنہ ہائے کبیرہ کی
روح رواں گنہ سے سبکدوش ہو رواں	منزل ہے دور سر پہ نہ بار گراں اٹھا
عصیاں کی میرے گرچہ کہانی دراز ہے	بس اتنا آسرا ہے کہ تو بے نیاز ہے
اس درجہ دب رہا ہوں میں بار گناہ میں	آیا ہوں سر جھکائے تری بارگاہ میں
وہاں پہ دیکھئے کیا ہوگا روز محشر میں	یہاں تو اپنا گنہگار بال بال ہوا
گناہگاروں کو دوزخ جلاتی ہے جس دم	حصار تیری ہی رحمت کا نور ہوتا ہے
مرقد میں پسا جاتا ہوں بار گنہ سے	جھکتا ہے جو گردوں تو دباتی ہے زمیں اور
کسی کی خانہ ویرانی نہیں کرتا وہ عادل ہے	جو عابد کے لئے جنت تو عاصی کے لئے دوزخ
پایا یا نصیر گلشن ہستی سے یہ ثمر	بار گنہ سے صورت شاخ خمیدہ ہوں
عدم کی راہ میں ہو خوف کس طرح نہ بھلا	ہم اپنے دوش پہ بار گناہ رکھتے ہیں
ذرا سے جرم پہ جھانکے کنویں فرشتوں نے	یہ آدمی ہیں کہ کیا کیا گناہ کرتے ہیں
الٰہی ہمارے گناہوں سے ہم کیا	ہمارے فرشتے بھی شرما رہے ہیں
افعال تو وہ کہ جس سے شیطاں ہو خجل	پھر اس پہ ہیں نفس کی بدی سے غافل
اے جلوۂ قدس اک نظر اس جانب بھی	تا گرد گنہ سے پاک ہو میرا دل
رہتا ہے یہ دھیان میرے دل میں اکثر	ہے شرک بڑا گناہ سب سے بدتر
قرآن میں اللہ یہ فرماتا ہے	لا تدع مع اللہ الٰہا آخر
عرض ہمدم کی یہی ہے کہ اے میرے اللہ	میرے اعمال کا دھو ڈال منگا کر کاغذ
تیرگی عصیاں کی کھو دی دولت ایماں کو کیوں	گنج کا عالم میں پاتے ہیں محافظ مار کو
محشر میں مغفرت ہو ہی عذر گناہ پر	رحمت نے خاک ڈالا دی فرد سیاہ پر
نہ ہو مجھکو امید بخشش کی کیوں کر	گنہ کر کے اک عمر نادم رہے ہم
روز و شب کر گناہ اے یکتا	گر جہنم کی ہے ہوس دل میں

عزلت گزیں ہوں میں ہوں مجھ کو ننگ و نام سے	میر
ہم اس کے گھر جو بیٹھے تو کعبہ ہوا کہ یوں	مرزا
بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار میں	مومن
کنج خلوت میں ہوں ہوا سے بھی	"
سر و نخل میں ہوں مجھ کو	ماہر
عزلت میں مرے جا سے	"
گوشہ میں ہوں مجھ کو	"
ہمارا گوشہ عزلت بھی	مصطفر
بجائے بیٹھے ہیں	ماہ
نشاں کی طرح سے	مہر
سارے جہاں سے گوشہ عزلت	میکش
آخر تو ہوگا کارخانہ	"
سب دل میں ہیں یہ گوشہ عزلت	"
سب خلقوں سے گوشہ عزلت	نظم
دریا کی طرح سے	ناصر
جب سے بجا ہے	نصیر
ناصور نور ہے	نواب
ہزار گردوں کا	وزیر
	وسیم
	وحشت
	"
	واسطی
	"
	ہمدم
	ہوش
	یکتا
	"
	"
	اسیر

پانوں عزلت میں دل بے سروساماں پھیلا	تسلیم	جوں گدا ہاتھ نہ تو پیش خیساں پھیلا — اسیر
موجب نام آوری ہے زاہد گوشہ نشیں		پانوں اپنا جوں نگیں گھر سے نہ تو باہر اٹھا — "
مرحلے طے کنج عزلت میں کئے		بیٹھے بیٹھے سیکڑوں منزل گیا — امیر
جتنے عارف ہیں وہ دنیا سے الگ رہتے ہیں	تراب	خضر کب گھر میں ہیں رہزن کے ٹھہرنے والے — "
تماشا گوشہ گیری دشت غربت کا دکھاتی ہے		وطن میں ہوں مگر مجھ کو ہیں یاران وطن بھولے — آتش
اس قلزم ہستی میں ہیں وہ گوشہ نشیں ہم		دن رات رہا مثل حباب اپنا مکاں بند — "
نہ اٹھکر در بدر ہو کنج عزلت میں جو بیٹھا ہے	نشتی	دہن سے چھوٹ کر بیقدر دیکھا ہم نے زنداں کو — "
رعونت کونسی شئے پر ہے ان عزلت گزینوں کو		حصیر کہنہ دیکھا دست خشک و پائے شل پایا — "
رتبۂ اکمل کو پہنچا جو ہوا عزلت نشیں		گوہر یکتا صدف میں قطرۂ دریا ہوا — احد
باغ عالم میں ہے سب کو محفل آرائی پسند	تہانی	ہے دل شاعر کو لیکن کنج تنہائی پسند — اقبال
اجل پسند ہے ہم کو بھی کنج تنہائی		رہیں گے چین سے مرقد میں اپنے گھر کی طرح — اشک
راتدن گوشۂ عزلت میں پڑے رہتے ہیں		جاکے بیٹھیں جہاں ایسی کوئی صحبت ہی نہیں — "
رایگاں تنہائی میں کرتا ہے کیوں عمر عزیز		ہو جو میت کا گماں عزلت گزیں ایسا نہ ہو — "
کنج عزلت میں وہی لوگ ہیں مشغول بحق		جو در دل پہ لگا بیٹھے ہیں ابجد کا قفل — انشا
جی میں کیا آگیا انشا کے یہ بیٹھے بیٹھے		کہ پسند اس نے کیا عالم تنہائی کو — "
سیر گلشن کی نہ تکلیف ہمیں دے انشا		کنج عزلت ہی میں ہم اپنے بھلے بیٹھے ہیں — "
پسند آئی ہے عزلت میں ہوا و اب گھر کا گوشہ ہے	جنوں	خدا کی یاد منزل ہے قناعت اپنا توشہ ہے — اکبر
جفائے دہر سے کیا خوف ہے عزلت نشینوں کو		چراغ زیر دامن کو نہیں اندیشہ صرصر کا — انور
ضرر پہنچ نہیں سکتا ہے گوشہ گیروں کو		شکار تیر نہ ہرگز کماں کا زاغ ہوا — "
نہ ملاقات کسی سے ہو تمنا ہے یہی	جلیل	بند کر بیٹھئے دروازہ ارادہ ہے یہی — بحر
مانند غول سب سے کنارہ ہی خوب ہے		نظارہ کر جہان کا وحشت کی آنکھ سے — "
خدا کا فضل رہا زاویہ نشینوں پر		کبھی نہ قطب نے مانند ماہ کی گردش — "
چھٹ گئے گردش سے جو قیدی ہوئے		گوشۂ عزلت ہمیں زنداں ہوا — "
جبکہ بیٹھے گوشۂ عزلت میں مثل آسیا		پیٹ کا پتھر ہمیں نان توکل ہوگیا — "
ساتھ آیا مرے کوئی نہ کوئی جائے گا ساتھ		مورد لطف ازل سے ہوں میں تنہائی کا — "
گوشۂ عزلت میں رہتا ہوں میں عنقا کی طرح		خلق میں شہرہ ہے گمنامی سے میرے نام کا — باقی
اہل عزت کو ہے عزلت یہاں لازم ورنہ		گھر کب اس شرم کے پتلے کا دل زار نہیں — پرتو
عجب آرام آج تک پایا		سر پہ احسان ہیں کنج عزلت کے — "
دل دانا مرا بس دیکھ چکا سب کا سلوک		عالم ہستی میں خوش منزل عزلت آئی — "
مناسب ہے رہیں اب سارے عالم سے کنارہ کش		وہ ڈوبا بحر نخوت میں جسے ہم آشنا سمجھے — "
یہ نظر جز اولیا تسلیم کس کو ہے نصیب		بیٹھکر خلوت میں تنہا سیر کثرت دیکھنا — تسلیم
کھولکر آنکھیں جو دیکھا بعد مردن قبر میں		غیر تنہائی رفیق بیکسی کوئی نہ تھا — "
کنج عزلت کے مزے سے دل کبھی بھرتا نہیں		بے نیازی نے عطا کی ہے مجھے عنقا کی حرص — "

جویا	جب تعلق کو ترک کر بیٹھے	کوئی دشمن ہے اور نہ یار اپنا
〃	کیوں آج میں جدا نہ رہوں سب سے ناصحو	کیا جائیگا لحد میں مجھے اک جہاں نہ چھوڑ
خلیل	گوشہ گیروں ہی کو بخشی ہے خدائے رحمت	بطن مادر میں کسے غم ہوا تنہائی کا
〃	عہد کا اپنے فلاطوں اُسے ہم نے سمجھا	کنج عزلت میں جو تنہا کوئی انساں بیٹھا
خوشدل	ترک عزلت سبب رنج و الم ہوتا ہے	طفل جب تک کہ رہا بطن میں گریاں نہ ہوا
راسخ	ہے اگر حق نے دیا عیب و ہنر کا امتیاز	بیٹھکر گوشہ میں کر ہر اک بشر کا امتیاز
سودا	کنج عزلت جیتے جی مرمٹ کے گور	مجھ کو دو گوشہ ملے آرام کے
〃	اختلاط اہل آبادی سے دل آیا ہے تنگ	اے خوشا وقت کہ تنہا ہم تھے اور ویرانہ تھا
میر	اکیلا ہو کے رہ دنیا میں گر جا ہے بہت جیا	ہوئی ہے جس تنہائی سے عمر خضر بولا فی
〃	الگ سب سے ہو قبر ہو یا مکاں	بہر طور ہے کنج عزلت پسند
سحر	کیوں نہ میں قدر کروں گوشہ تنہائی کی	کوئی توقیر نہیں مردم ہرجائی کی
سفیر	سخن جہان میں بس تم الگ رہو سب سے	نہ کام غیر سے رکھو نہ آشنا سے غرض
سخن	لطف تنہائی میں وہ میں نے اٹھایا ہے کہ اب	جی اچٹتا ہے سدا مردم کی کثرت دیکھکر
شائق	کنج عزلت ہم نے عالم میں کیا ہے اختیار	اہل دنیا کی شناعت اور عداوت دیکھکر
〃	جب مرگئے کسی کو کوئی پوچھتا نہیں	عاشق چھٹے نہ گوشۂ عزلت حیات میں
شہید	جوں مردمک چشم سدا گوشہ نشیں ہوں	گھر سے قدم اپنا کبھی باہر نہ نکالا
ظفر	جو نام صفحۂ عالم پہ چاہتا ہے تو	تو گھر میں گوشۂ عزلت وہیں پکڑ کر بیٹھ
عاشق	جب مرگئے کسی کو کوئی پوچھتا نہیں	عاشق چھٹے نہ گوشۂ عزلت حیات میں
عزیز	جو رہے سب سے جدا اس کو زیادہ ہو فروغ	کون سب انجم سے انور ہے سوائے آفتاب
〃	مثال آئینہ عزلت سے پائی ہے عزت	ہوا ہوں خانہ نشیں حفظ آبرو کے لئے
غالب	رہئے اب ایسی جگہ چلکے جہاں کوئی نہ ہو	ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
〃	بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہئے	کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
〃	پڑئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار	اور اگر مرجائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو
فدا	جو تنہائی ملی ہے صحبت ارباب دنیا سے	مزہ تب خضر نے پایا ہے عمر جاودانی کا
فوق	دامن کہسار کے سایہ میں جاکر بیٹھ رہ	کاٹنی ہے زندگی اپنی اگر راحت کیساتھ
محب	خواہش یہی دل میں اک ہے یارب	عزلت میں کٹے یہ زندگی اسب
مصحفی	عالم کی سیر کرتے ہیں عزلت میں بیٹھکر	جلوے ہمارے دل ہی میں ارض و سما کے ہیں
〃	گوشۂ عزلت میں بیٹھا چھپکے آخر کار میں	خوش نہ آیا اختلاط مردم دنیا مجھے
〃	کوئی واقف نہیں احوال سے میرے اتنک	ہیں اگرچہ اس شہر میں ہوں گوشہ نشیں مدت سے
میر	اے خوشا حال جو ہیں غرق تصور میں ترے	کنج عزلت میں خبر سارے زمانہ کی نہیں
مہر	عزلت گزیں نہ بدلیں گے اے بادشاہ عہد	گوشہ تری کلاہ کا کنج فراغ سے
〃	دنیا ہے دنی اس کی ہے ہر بات کمینی	چھوڑ دو بھی ایسے اور کرو گوشہ نشینی
	جس طرح حوض میں رہتا ہے گل نیلوفر	گرچہ عالم میں ہیں رہتے ہیں عالم سے الگ

جلیس	گوشہ گیری کو وہ اللہ نے شہرت دی ہے	کہ نہ اس کے پرِ پرواز کو عنقا پہونچا	نظم
	بیٹھے ہیں گوشۂ عزلت میں ہم اب توڑ کے پانوں	ہاتھ منت کشِ اربابِ دول کیا ہوگا	〃
	نہیں پہنچے گا صدمہ گوشہ گیروں پر کسی صورت	بلائے آسمانی سے رہا خم میں فلاطوں ہے	نساخ
جلالی	حادثاتِ دہر سے خانہ نشیں کو خوف کیا	طائرِ قبلہ نما کو ڈر نہیں صیاد سے	〃
	گوشہ گیری سے بچے انساں فریبِ دہر سے	خوفِ عنقا کو کبھی ہوتا نہیں صیاد کا	〃
	گوشہ گیری کے سبب یکتا ہوا انسان ہر میں	ہو صدف میں گوہرِ نایاب قطرہ آب کا	〃
حیرت	آبرو گوشہ نشینی ہے تو پھرنا ذلت	تھا گہر بہ کے بنا رشتۂ گوہر آنسو	وزیر
	کنارہ کش ہیں جو بحرِ جہاں سے بے خطر ہیں وہ	نہیں درویش کی کشتی کو خوفِ غرقِ طوفاں میں	〃
	کی ہے ازل سے گوشہ نشینی جو اختیار	عنقا کا نام خلق میں ہے کسقدر بلند	واسطی
	نہ کیونکر گوشۂ عزلت میں بیٹھوں	حوادث سے فراغت چاہتا ہوں	〃
	دل سے باتیں۔ رفع سارا شور و شر۔ قائم حواس	سارے عالم سے ہے ہم کو گوشۂ عزلت پسند	〃
	جو ہے نام منظور ہو گوشہ گیر	کہ عزلت سے عنقا کی شہرت ہوئی	〃
سراج	واسطی چاہئے اربابِ دول کو عزلت	حصہ چوروں کا ہوا گنج جو مدفوں نہ ہوا	〃

گورِ غریباں

شاد	دو جگہ خفتگانِ خاک مجھے	تھوڑے تھوڑے ذرا پرے سرکو	اسمٰعیل
	نہ ہو آواز پا سے دردِ سر عالی دماغوں کو	ذرا غافل قدم آہستہ رکھ گورِ غریباں پر	اسیر
	رہتی ہے گورِ غریباں کی سڑک کب خالی	آہی رہتے ہیں غم و درد کے مارے دوچار	〃
شائق	خفتگانِ خاک کی قبروں پہ آہستہ چلو	سو رہے ہیں چین سے انکو جگانا کیا ضرور	〃
	چل سوئے گورِ غریباں اے حریصِ مال و زر	دیکھ کتنی آرزوئیں نذرِ مدفن ہوگئیں	اوج
	تماشا دیکھ گورستاں میں نیرنگِ زمانہ کا	جو گل ہے خندہ زن تو رو رہی ہے شمع مدفن پر	آتش
شہید	اُجالا نہیں قبر میں کچھ بھی ایمن	اندھیرے ہی میں ہم تو سوتے ہیں پڑکر	ایمن
	تمیزِ نیک و بد ہرگز نہیں ہے خاک کے نیچے	بشر یکساں نظر آتے ہیں سب آغوشِ مادر میں	برق
شفیق	خشتِ گل! فسردہ سبزہ۔ شمعِ چپ۔ بالیں اداس	جی بھر آیا عالمِ گورِ غریباں دیکھ کر	تسلیم
	مدتوں کی خوش بیانی بزم نظم و نثر میں	چلئے اے تسلیم اب شہرِ خموساں کی طرف	〃
	ہم یہ سمجھے رکھ گئے جب گور پر غمخوار شمع	گھر میں تاریکی ہے جلتی ہے پسِ دیوار شمع	〃
	یہی ہے کہ نوبت بجے مقبرے پر	سوا اس کے کیا غل مچانے سے حاصل	〃
	آسودگانِ خاک کا عالم نہ پوچھئے	دن ہے نہ رات ہے نہ مہینہ نہ سال ہے	〃
	سوتے ہیں مدفن میں ہم کس چین سے آرام سے	صبح کا دھڑکا نہ دن کا غم نہ دن ہے شام سے	〃
	رووٗنگا حسرتِ مردہ پہ میں اُنکی اے جوشؔ	ہوگا جانا جو سوئے گورِ غریباں میرا	جوش
	نشانِ رہروِ ملکِ عدم عنقا صفت پایا	نہیں معلوم ہوتا حال کچھ شہرِ خموشاں کا	〃
	تلاشِ پوششِ مرقد عبث رہتی ہے یاروں کو	کہ کافی چادرِ مہتاب ہے گورِ غریباں پر	جرار

ہمسائگیٔ گورِ غریباں سے ہے آرام	تکیہ نہ ہو تو ہاتھ سے بستر نہیں رکھتے	عاشق
اے آرمیدگانِ زمیں غم سے چھٹ گئے	پھیلائے پاؤں لیٹے ہو کیسے فراغ سے	〃
اندھیرا ہی قبروں پہ افسوس ہے	ہے بے شمع گورِ غریباں ہنوز	عالم
سرمۂ حلق ہوی گور کی ظلمت شاید	شور بستی میں تو ہے شہرِ خموشاں میں نہیں	عزیز
گزرِ احباب کا ہوتا نہیں گورِ غریباں پر	ہماری قبر تک محتاج ہے دو چار پھولوں کی	قدر
آرہی ہے یہ لبِ گورِ غریباں سے صدا	بوجھ مشتِ خاک پر ہے سیکڑوں من خاک کا	قلق
دلا یہ گورِ غریباں بھی روز بستی ہے	بجائے ابر یہاں بیکسی برستی ہے	گویا
شاہوں کے مقبروں سے الگ دفن کیجیو	ہم بیکسوں کو گورِ غریباں پسند ہے	لاعلم
شان و شکوہ گورِ غریباں نہ پوچھئے	گنبد نہ قبر پر نہ کہیں شامیانہ تھا	ماہ
شان و شکوہ گورِ غریباں نہ پوچھئے	جو ذرہ خاک کا ہے چراغِ مزار ہے	〃
اک حال پر ہیں شہرِ خموشاں میں روز و شب	یہ آسماں وہاں ہے نہ یہ آفتاب ہے	میکش
یاں ہیں آرام میں کیا کیا نہ نزاکت منشاں	مت چلو خاک پہ اے راہ نوردانِ گستاخ	ممنوں
اگر ہے مخلصی قیدِ علائق سے تو اس جا ہے	نظارہ کیا نتائج خیز ہے شہرِ خموشاں کا	مہر
حسرت و یاس و تاسف نے کیا دل میں ہجوم	ہم جو نکلے طرفِ گورِ غریباں ہو کر	ہزبر
بیکسی غم نہیں جو قبر پہ آئے نہ کوئی	ہیں مہ و مہر تو چادر کے چڑھانے والے	ہوش
نقد جاں دے کر خریدا ہے مکانِ قبر کو	اب نہ جائیں گے کہیں شہرِ خموشاں چھوڑ کر	ہر چند

لڑکپن

کم سن ہے بشر جتنا اُتنا ہی بری غم سے	کوتاہ اگر دن ہو مزدور کو راحت ہو	اسیر
فکر کچھ دنیا و عقبیٰ کی نہ تھی	اپنی طفلی کا زمانہ خوب تھا	احمد
کیا بند نیکی کو مٹھی میں اپنی	بدی نے نہیں راستہ جس میں پایا	افضل
بے غمی عالمِ طفلی کی جوانی میں کہاں	کاش ہم نے نہ کبھی ہوش سنبھالا ہوتا	تسلیم
کیا بھلے ہیں عہدِ طفلی کے بھی دن	عیش ہے مخصوص اسی سن کے لئے	عاشق
ہر اک آلایشِ دنیا سے ناداں پاک رہتا ہے	تعلق سے بری ہے جبتلک انسان ہے لڑکا	ماہ
پڑا سوتا ہے بچہ راتدن غفلت کی نیند میں	جب آنکھیں کھولتا ہے تو ہے حال زار کا رونا	مہر
غرض سونے میں اور رونے میں اسکی عمر جاتی ہے	بتا سکتا نہیں کوئی بڑا ہو کر وہ کیا ہوگا	〃
رہیں گے کونسے جذبات اسکے طبع پر حاوی	کریں گے کونسے افکار اسکے دل میں گھر اپنا	〃
بہت آتے ہیں دنیا میں بہت جاتے ہیں دنیا سے	یہ بچہ بھی کہیں اس رہ میں چھوڑیگا نشاں یا	〃
بدلتے سین اس پردہ میں ہیں آہستہ آہستہ	بدن میں جس طرح نشو و نما پاتا ہے وہ بچا	〃
وہ اسکی شکل و صورت جس سے بھولا پن برستا ہے	وہ اسکی حرکتیں ہیں جان و دل سب اس پہ سب شیدا	〃
وہ مطلب کا ادا کرنا نگاہوں اور اشاروں سے	وہ اسکی چشمکیں جن پر فدا ہے گھر کا گھر سارا	〃
ہٹیلی اور پیاری ضد وہ اسکی چھوٹی باتوں میں	وہ کہنا اور کرنا کام کرنا اور باز آنا	〃

لڑکپن

وہ اسکا بولنا ٹوٹے ہوئے الفاظ بے معنے
شرابی کی طرح وہ لڑکھڑاتی چال کا چلنا
نہ ہو اگر بیکسی اس میں تو کیا اچھا زمانہ ہے
تماشا گر نئے پیدا ہیں یہاں اپنے کو ہونا ہے
بچے کو ہو آتی ہے ہر شے کی ہوس جب
پوری ہوتی نہیں تو رو دیتا ہے بے بس
سمجھا ہے غلط زمانہ بے فکری
اس بولہوسی و بے کسی و ہوس
بچے کو سمجھتے ہیں کہ یہ ہے بے آزار
سرور اور یہ رونا کیا
یہ ہے سرور اگر ہے تو یہ فریاد
دلشاد اگر ہے تو یہ کہنا بچپن
بچے کو خوشی کا ہے بہت حصہ من
گھر دور خوشی کا ہے بہت حصہ من
حق ہے ہر بات میں جو اوروں کا
اس کے دل میں کہاں خوشی کا مکاں
اس بات کا اسے ہے بہت گواہ
اس بات کا اسے ہے بہت گواہ
خاطر نہیں جمع یہ بچپن
بچپن نعمت ہے بھی سب سے بڑھ کر
بچپن میں بھی ہے کچھ نہ کچھ
ہوتے ہوں

محنت

ہارنے	موٹے ہوں یا کہ دبلے گورے ہوں یا کہ کالے یہ بالے پن کا یارو عالم عجب نیا ہے	کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے یہ عمر وہ ہے جس میں جو ہے وہ بادشاہ ہے	نظیر "

محنت

	منزل دنیا نہیں ہے یہ مقام امتحاں	جیت لے میدان مشقت سے نہ ہمت ہار دل	امیر
	چرائے رنج و مشقت سے جی نہ طالب عیش	کہ نوش نیش کے ہمراہ گل ہے خار کے ساتھ	"
	اوروں پہ امیر تکیہ کب تک	تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو	"
	زور بازو سے کماتے ہیں سو یہ کہتے ہیں	خشک روٹی میں مزہ ہے سو مزعفر میں نہیں	انشا
	جی چھوڑ بیٹھے مرد یہ ہمت سے دور ہے	قسمت تو ہر طرح ہے پہ محنت ضرور ہے	آزاد
	محنت کرو انعام لو انعام پہ اکرام لو	جو چاہو گے مل جائیگا محنت کرو محنت کرو	"
	یاں آئے ہو تو کچھ تو کر کے بیٹھو	مت ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھو	احمدی
	حصول مدعا چاہے تو استعمال قوت کر	اثر اللہ نے محنت میں دے رکھا ہے محنت کر	"
	نہ کی جب شرط کی پروا گیا مشروط ہاتھوں سے	اہم مقصد کہاں ہوتے ہیں حاصل خالی باتوں سے	"
	بعد محنت ہو جو راحت اور ہو جاتی ہے حرص	بھوک بڑھتی ہے شفا ہوتی ہے جب بیمار کو	اسیر
	بے مشقت کبھی ہوتی نہیں راحت حاصل	غرق دریا ہوا نخواص تو گوہر پایا	"
	باتوں سے حاصل کچھ نہ ہو ہمت سے لب باندھو کر	بک بک سے کیا ہے فائدہ محنت کرو محنت کرو	افضل
	محنت جو کی جی توڑ کر ہر شوق سے منہ موڑ کر	کر دو گے دم میں فیصلہ محنت کرو محنت کرو	"
	بچپن رہا کس کا سدا انجام تو سوچو ذرا	یہ تو کہو کھاؤ گے کیا محنت کرو محنت کرو	"
	ہاتھ پاؤں کو ہلا راحت اگر مطلوب ہے	رات آسائش سے ہوتی ہے بسر مزدور کی	انور
	بے خاک کے چھانے ہوئے زر کس کو ملا ہے	بے کاوش جاں علم و ہنر کس کو ملا ہے	اسمٰعیل
	بے خون پئے لقمۂ تر کس کو ملا ہے	بے جور کشی تاج ظفر کس کو ملا ہے	"
	جو رتبہ والا کے سزاوار ہوئے ہیں	وہ پہلے مصیبت کے طلبگار ہوئے ہیں	"
	کیا خوف ہاتھ پاؤں خدا نے عطا کئے	چلتے ہیں تو حاجت خیل و خدم نہیں	"
	غایت ترکیب اعضا ہے یہی کچھ کام کر	کاہلی اے بے خبر منشا نہیں تقدیر کا	"
	معطل نہیں بیٹھتے شغل والے	شکار افگنوں کو نشانے بہت ہیں	"
	نہیں مبتلا جو تن آسانیوں میں	انہیں دم بدم تازہ دم دیکھتے ہیں	"
	امید کیجئے اگر امید کچھ نہیں	غم کھائے بہت جو خیال سرور ہو	"
	اگر مفلسی ہو تو کیوں رنج کیجے	کسی کی نہیں رہتی یاں ایک حالت	اصغر
	جو محنت مشقت کرے کوئی انساں	کما سکتا ہے زر بقدر ضرورت	"
	فائق ہے سلطنت سے مشقت کا مرتبہ	مٹی کی ٹوکری بھی جو سر پہ ہے تاج ہے	بحر
	ٹوکری سر پہ مشقت کی ہے تاج سروری	سایۂ بالا ہما سایہ ہے برگ کاہ کا	"
	عرق ریزی ہے ناحق مثل باراں باغ دنیا میں	کہ غیر از خار و خس آخر کو کچھ حاصل نہ ٹھہریگا	"

مشتاق تھے ہمت سے اس آواز کے نغمے — آرام تو صدائے جرس عیش ہیں سب کچھ
اچھا کہا ہمت تو بھی کہا ہے سب کچھ — جہاں میں بیکار تو محنت نہیں جاتی
لازم ہے کہ ہاتھ پاؤں ہلائے برائے رزق — رکھتا ہے کہ جاں توڑ کے عزت کی عادت
کرو محنت و جانفشانی کی عادت — کرو عیش و عشرت میں پرہیز محنت
نہ بنا مگر آئے کام محنت — نہ کیا کام محنت
بزرگوں نے کیا ہے سچ کہا ہے خوب — محنت اٹھا پھل کھا راحت
محنت کی کمائی کے نہ چھانے ہیں خوب — بے محنت
بے محنت اپنا تو بنتا ہے خوب — محنت
محنت کی ہے جو روٹی ہے خوب — محنت
محنت کرو محنت کرو محنت کرو — محنت
محنت و مزدوری میں ہے عزت کی روٹی — محنت
محنت سے دنیا میں دم بھر نہ بیٹھو — محنت
فراغت ہو جو فراغت کی باتیں کیجے — محنت
اگر چاہئے ہو فراغت کی باتیں کیجے — محنت
قصہ کوتاہ کر اب اٹھ کہ بہت سو لیا تو — محنت
واہ جب دل پہ اٹھائے گئے تو کام سے ہم — محنت
محنت دولت

طمع دولت کی بے تاب و تعب رکھ زمانہ سے	مہوس تا نہ جھونکے آگ میں مس زر نہیں ہوتا	سودا
دوڑ دھوپ ایسی کرے انساں تو حاصل ہو کمال	ماہ کامل سب ستاروں میں سریع السیر ہے	سحر
جو جسکا طلبگار ہے پالیتا ہے اسکو	برباد کسی شخص کی محنت نہیں ہوتی	سعید
جو کرتا ہے محنت وہ پاتا ہے راحت	جو پیسے ہے آٹا وہی چھانتا ہے	شاداں
گر تجھے زر کی طلب ہے کر تو محنت اختیار	آسماں سے کچھ خدا سونا نہیں برسائے گا	صدر
محنت جو کرو تو پاؤ راحت	محنت نہ کرو تو ہوگی زحمت	عاجز
محنت سے سنورتا ہے ہر اک کام	سستی کا برا سمجھ تو انجام	〃
محنت سے کبھی نہ جی چرانا	آرام کی ہو اگر تمنا	〃
محنت سے ہو علم و فضل حاصل	ناقص ہو تو اس سے ہوگا کامل	〃
محنت جو کرو ملے گی دولت	محنت جو کرو تو ہوگی عزت	〃
محنت ہی سے دور ہوگی پستی	رفعت بھی نصیب اسی سے ہوگی	〃
محنت ہی سے ہو نصیب صحت	محنت میں غرض بڑی ہے برکت	〃
محنت سے ملے گی آبرو بھی	محنت سے برآئے آرزو بھی	〃
محنت سے مدعا ہو پورا	ہر کام ہو سستی سے ادھورا	〃
محنت کرو چاہیئے جو صحت	محنت کرو چاہیئے جو عزت	〃
محنت ہی تو رحمت خدا ہے	محنت ہی تو نعمت خدا ہے	〃
افلاس سے پھر نہ ہوگی زحمت	محنت کی ہو جس کسی کو عادت	〃
محنت سے کشود ہو میسر	محنت رہ مدعا کی رہبر	〃
عاجز تمھیں کیوں ملے نہ راحت	ضائع نہیں جب کہ ہوتی محنت	〃
وہ روشنیٔ طبع سے کچھ بہرہ ور ہوا	کھایا دھواں ہے راتوں کو جس نے چراغ کا	فدا
بڑی مشقت و محنت سے ملتی ہے روٹی	بڑی اذیتوں سے دانت سب نکلتے ہیں	قدر
بے مشقت کام دنیا کا ہوا حاصل کہاں	مل گیا غواص کو گوہر لب ساحل کہاں	〃
ممکن نہیں کمال کو پہنچے ہر ایک شخص	محنت ضرور چاہیئے ہر فن کے واسطے	قطب
ہیں سراپا رات دن مصروف اپنے کام میں	رہتے ہیں بیکار کب اہل ہنر کے ہاتھ پانوں	〃
ہر نخل تازہ ہو کر ہوتا ہے بارآور	محنت کا پھل ملے گا محنت کرو برابر	کمال
ہر عضو ریاضت سے قوی ہوتا ہے	پھل پاتا ہے جو تخم شجر ہوتا ہے	محب
محنت سے محب ملتی ہے دولت عزت	کھوتا ہے وہ دولت جو بہت سوتا ہے	〃
طفلی میں جو کرتا ہے محب محنت سخت	طالع ہے بلند اسکا جواں اسکا ہے بخت	〃
خوشی اس زندگی کی کاہلوں کو ہو نہیں سکتی	کہ راحت آدمی کی منحصر ہے شغل و محنت پر	〃
کثرت کار سے ہوتی ہے قوی ہر طاقت	کبھی تھکتے ہی نہیں کام کے کرنے والے	〃
ایک مدت میں ریاضت کا ثمر ملتا ہے	کیا لگاتے ہی شجر علم کا پھل لائے ابھی	〃
بے جوتے بوئے مانگتے ہیں خوشۂ مراد	طالب یہ نا سمجھ ہیں خدا سے محال ہے	〃
جھیلنے میں سختیوں کے کچھ تو ملتی ہے مدد	عیش و عشرت میں بھی محنت کی اگر عادت رہی	〃

محنت

نعمت دنیا خدا دیتا ہے اہل کار کو — محب
اس مقولہ کی صداقت میں ہے کسکو قیل و قال
پھل ریاضت کے ہیں دنیا میں خوشی و مال و جاہ
کاہلی کے ہیں نتائج نکبت و رنج و ملال
راحت کی نہ کچھ قدر نہ لذت کاہلی کی — 〃
کاہل آرام نہیں زیست کا دانشمند
جو کہ رکھتے نہیں اپنے بازوئے محنت
وہی دست اہل کرم دیکھتے ہیں
جب سے چھوڑا ہم نے ذکر محنت و جد و ثبات
فقر و نکبت ذلت و خواری میں ہیں ہم مبتلا
کاہلی چھوڑ دے مائل ہو ریاضت کی طرف
راحت آرام نہیں محنت سے پہلے دوست — فدا
راحت جاں سمجھی ہے محنت سے کچھ تو حاصل نہیں
بے محنت کی آرام میں ہاتھ آہ ہے — قدر
محنت میں اور کاہلی میں ہے فرق یہ
محنت سے کام کیجئے تو واہ واہ ہے — قطب
محنت سے بڑھ کے دوست نہیں آخر انجام
امتحاں سخت ہے کٹھن ہو تو ہے اچھا انجام — کمال
محنت سے ہو جو حاصل دولت دنیا ہی — محب
سختیاں جھیلیں جو ہم نے دولت دنیا کی
ہے مثل

مصائب

مصائب

اب زمانہ کا کوئی رنج ہے آصف
کیا خوشی کا کوئی زمانہ تھا
نرم دل کو سختی ایام کر دیتی ہے سخت
جم گئی جب برف پانی سنگ خارا ہو گیا
ایسا اے دہر سے میں ہیچمدان رشک دارا ہوں
ہونا تھا جو خراب وہاں وہ یہیں ہوا
کیا حادثات دہر سے میں سخت جان ہوں
توڑا گیا جو سخت پڑا میں صفیر سا
تکلیف رنج ہوتی ہے کب فیض غیر سے
احسان جس سے کم نہ ہو عالم کی دولت
ہے کارگر انجانی فقط آہ کا مری
ورنہ مرے کو کون ہے کشتی کی آس
ہے مصیبت دہر میں اہل ریاضت کے لیے
آرام کو ہے جیتا ہے مفلس سے غنی کو
امیری فقیری کا ہے ایک حال
کنج قفس میں دونوں برابر ہیں ہمصفیر
کچھ مرتبہ میں شاہ و گدا بیش و کم نہیں
شاہ میں اور گدا میں نہیں فارق جو حیات

آصف
امیر
=
=
=
=
=
=
=
=
=
=
=
=
=
=

ہے مثل نگیں شرط جگر کاوی محنت
کاہیدہ ہو ریاضت باطن سے دل اگر
سچ ہے برکت کے ساتھ ہے برکت

واسطی

عالم میں ارادہ ہے اگر ناموری کا
لیجائے سوے خلد اڑا کر ہوائے دل
طالب زر کو ہے سفر سے فیض

وزیر وقار

مساوات

لحد میں ساتھ یہ قصر بلند و بام نہیں
نہ شادی کچھ بنانے کی نہ کوئی غم مٹانے کا
یہ چمن زار ہے کس کا وہ گلستاں کس کا
مرتے ہی ہو جاتے ہیں دونوں برابر خاک میں
ہے کوئی ان میں خشک اور کوئی تر
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے
اگرچہ قصر سلطانی ہو یا تکیہ گدا کا ہو
بنے ہیں ایک ہی مٹی سے سب رذیل و شریف
دیکھا مقام ایک امیر و فقیر کا
انجام غرض ایک ہے ہر شاہ و گدا کا
محبت میں سبھی یکساں ہیں جس کی جیسی بن آئی
ہر ایک خرد و کلاں میں برابری ہو جائے
واں ہے حقیقت ایک گدا اور شاہ کی
مجھ کو یکساں ہیں سب غریب و امیر
پس فنا نہ شمار گدا و شاہ رہے
فرق کیا فرق گدا و فرق عالمگیر میں
ایک ساں شاہ و گدا دونوں کفن رکھتے ہیں
دو گز چادر کفن کی مل جاتی ہے
دنیا دونوں کے واسطے فانی ہے
ہے شاہ و گدا کا تہہ یکساں رتبہ
جب مر گئے خاک میں بتا فرق ہے کیا
رتبہ زیر خاک یکساں ہے گدا و شاہ کا
کچھ فرق نہیں زیر زمیں شاہ و گدا میں
زمانہ میں حاصل ہے کس کو فراغ
ہو صرصر خزاں کہ نسیم بہار ہو
رکھتا ہے تاج شاہ رکھے ہے گدا کلاہ
مرتے ہی ایک ہے دونوں کا نشاں کیا باعث

آتش
تسلیم
=
=
حالی
ذوق
ذاکر
رمز
سفیر
سخن
سودا
=
شائق
فدا
مضطر
ماہ
=
مہر
=
=
=
ناسخ
وہبی
وحشت
=
ہمدم
ہوش

کنج عزلت میں نہیں مجھ کو حوادث سے نجات
کب ملی ہم کو زمانہ کے حوادث سے نجات
اپنی بربادی سے کرتے ہیں جہاں کو شاد ہم
حادثات دہر سے غافل ہیں کب اہل جہاں
بھاگ کر پست و بلند دہر سے جاؤں کہاں
حادثات دہر سے نازک دلوں کو خوف کیا
وہ صابر ہیں کہ تلخی باغ عالم کی گوارا ہے
حادثوں کی تاب لا سکتے نہیں ہیں خام طبع
حادثات دہر کی ہے تند اگر ایسی ہوا
فارغ جہاں میں رنج سے اہل رقم نہیں
دنیا میں مبتلائے مصیبت ہیں اہل حق
ہو روا حاجت کب اُنکی جن کو ہے گردش مدام
پیدا ہوا میں دہر میں رنج و محن کے ساتھ
لقمۂ غم میں ہے شائد خاصہ اکسیر کا
سارے عالم میں تو آرام نہ پایا ہم نے
آلام سد راہِ سبکرو نہیں اسیر
اس عمکدہ میں جو ہے وہ آفت رسیدہ ہے
زندگی بھر مورد آفات عالم میں رہا
سختئ ایام نے توڑے دل اہل جہاں
کبھی تو برق گرتی ہے کبھی سیلاب آتا ہے
کیا کلفت جہاں سے بچیں مردم جہاں
پیس ڈالے گی ہمیں اک روز دانہ کی طرح
دنیا کے حادثات سے جسمیں نجات ہو
فلک سے سنگ حوادث ہمیشہ آتے ہیں
بیشتر حادثۂ دھر ہے محتاجوں پر
گرداب قہر موج ہے آفت ستم حباب
مثل مئے انجمن دہر میں ناشاد ہیں سب
قلزم مواج میں کبتک ٹھہرتا ہے حباب
صورت دانہ پیستا ہے مجھے
عدم کچھ خوب تھا اے زندگانی
زنداں سے کم یہ پیکر خاکی نہیں اسیر
سختئ دہر سے دم بھر نہیں آرام اسیر
بحر عالم میں ہے آفت لازم اہل کمال

زیر بام آکر بچھاتی ہے ہوائے بام شمع
ہے وہی سینہ وہی سنگ وہی گردن و تیغ
بلغ عالم میں ہیں مثل نکہت برباد ہم
گھر حباب آسا بناتے ہیں رہ سیلاب میں
کوئی گھر دنیا میں صحن و بام سے خالی نہیں
طوق اے ساقی کبھی شیشے کی گردن میں نہیں
مزہ ملتا ہے ہمکو میوۂ شیریں کا حنظل میں
گرتے دیکھا جلد باراں میں گلی دیوار کو
ایک دن اپنا چراغ زندگی خاموش ہے
ہرگز بغیر زخم زبان قلم نہیں
یوسف کنوے میں اور پیمبر تھے غار میں
کب کوئی پیتا ہے پانی کاسۂ گرداب میں
ہے مثل صبح چاک مرے پیرہن کے ساتھ
کھائیے جتنا زیادہ اشتہا پیدا کرے
ہاں اسیر ایک ہے اب گوشۂ تربت باقی
کب روکتی ہے موج کو زنجیر پائے موج
ہے صبح عید بھی تو گریباں دریدہ ہے
برق سے خرمن جلا گھر گر گیا سیلاب سے
ایک پتھر سے ہزاروں فتنے برپا ہو گئے
ہمیشہ مورد آفات عالم اپنا خرمن ہے
چارہ ہے رہروؤں کو کہاں گرد راہ سے
گردش گردون دوراں آسیا ہو جائے گی
ایسی کوئی زمیں نہ کوئی آسماں ملا
میں اپنا شیشۂ دل کب تلک بچاؤں گا
تن عریاں کو ستاتی ہے زمستاں کی ہوا
اشراف سے کمینے ہیں برتر تو کیا ہوا
دہن غیر سے آمادۂ فریاد ہیں سب
عالم آشوبی میں ہے فکر تن آسانی عبث
چرخ ہر صبح آسیا ہو کر
پھنسایا کس بلا میں ہم کو لاکر
جبتک جئے عذاب رہا اپنی جان پر
قید خانہ میں مرے آتے ہیں اکثر تپھر
ٹوٹنے کا خوف ہے قطرہ جو گوہر ہو گیا

اسیر

معاصب

بے نصیب خلق کب میخانۂ عالم میں عیش
بادہ ملتا ہے یہاں تو زخم کے انگور کا
نجات دنیا کے مشغولوں سے ہیں نہیں کوئی دینے والا
دراز عمر حاصل قاتل جو آسرا ہے تو اسکے دم کا
اسی کشمکش جہت میں خوب جو دیکھا تو لے اسیر
اسی وہ صدمہ سے سیل آفت سے کہاں جائے قیام
جز خرابی ہے حباب آسا جہاں میں بیت کس
پانی پانی ہے نہ ملا امن بیت کس
حادثوں سے برق گرانی مری بار امانت پر
اسیر نے برق سے نہ ملا جہاں میں آرام
اسیر بھی نہ ملا بحر جہاں میں طوفانی تپ
ہوگئی عمر بسر نالۂ افغاں میں ہی
راحت کہیں نہ پائی دیوار و در کی طرح
ہر خم پیں میں ہیں سرگرداں بگولوں کی طرح
دور گردوں سے نہ فرصت ہوئی گھر کی طرح
خاک نشینوں سے واقف نہیں ہیں ہیچ
اس میکدہ میں عیش سے واقف نہیں ہیں ہیچ
اسیر کبھی ہنسی تو اجرام ملال میں
فکر دنیا میں سر کھپانا ہے کار دیوانہ
اسیر کاموں میں بھی ہم بھیجے ہیں بیکار نہیں
آفت دہر

	آفت دہر سے خالی کوئی تعمیر نہیں	گوشۂ امن بجز خانۂ زنجیر نہیں	اسیر
	اہل حق بھی ہیں یہاں پست و بلند	چرخ پر جیسے ہیں یوسف چاہ میں	"
	مقام فکر ہے نیرنگیٔ ریاض جہاں	وہ کون غنچۂ گل ہے جو سر بجیب نہیں	"
	راحت نصیب اہل جہاں ہو گماں نہیں	اسکی طلب ہے دہر میں جسکا نشاں نہیں	"
	ہے ثمرۂ مصیبت خاصان حق کا حصہ	کھنچتا ہے سر پہ آرہ کبھی اماں شجر میں	"
	اے ربط چار عنصر تو نے ہمیں پھنسایا	اندوہ میں ہمیں ہیں تشویش میں محن میں	"
	راحت سے تجھے عدم میں ہستی میں رنج اٹھائے	آئے اسیر ناحق خلوت سے انجمن میں	"
	حادثوں میں ہوتے ہیں مغلوب غالب بیشتر	لوٹ لیتی ہیں وبا میں عورتیں بازار کو	"
	دل قوی جن کا ہے وہ کیونکر حوادث سے ڈریں	سیل کی پروا نہیں کچھ آہنی دیوار کو	"
	سارے عالم میں نہ پایا چین کا ہم نے مقام	چل کے زیر خاک کچھ تربت میں راحت ہو تو ہو	"
	دیکھتا ہوں جسے پاتا ہوں اُسے سرگرداں	کون راحت میں ہے اس گنبد گرداں کے تلے	"
	دنیا میں ہے ہوائے حوادث اگر یہی	برباد ایک روز یہ مشت غبار ہے	"
	آسودگی کی ارض و سما میں نہ رکھ امید	ناداں تہی یہ دیگ خالی تغار ہے	"
	بزم جہاں میں غم سے کسی کو نہیں نجات	سوزاں ہے مثل شمع اگر تاجدار ہے	"
	دنیا کی آفتوں سے چھٹا جو گیا اسیر	سرحد ہے گور ملک عدم کے دیار کی	"
	نظر آتی نہیں آرام کی جا ساری دنیا میں	نکالوں اے جنوں کیونکر قدم زنجیر کے گھر سے	"
	جو آفت میں رہا کرتے ہیں انکو خوف آفت کیا	نہیں ڈر کو دکان اشک کو مژگاں کے لشکر سے	"
	گردش چرخ سے پیدا ہیں حوادث کیا کیا	مینھ ہمیشہ یہ کماں تیروں کا برساتی ہے	"
	ایک آفت جو ٹلی دوسری آفت آئی	تا دم مرگ بکھیڑے سے یہی دنیا کے رہے	"
	دیکھا نہ غیر روز سیہ میں نے عمر بھر	رحلت مری جہاں سے شب درمیاں ہوئی	"
	جوش باران حوادث سے نہیں جائے خطر	وہ گدا ہوں مری کملی مجھے بار آنی ہے	"
	آنکھ کھولی تو ہجوم غم و حرماں دیکھا	محفل دہر میں کب عیش کا ساماں دیکھا	"
	رنج یاں جنکو ہے آتش انھیں واں راحت ہے	اے خوشا حال جو دنیا سے خفا جاتے ہیں	آتش
	ہستی چند روزہ نے تو تنگ ہی رکھا	خواب عدم میں دیکھیں گے صورت فراغ کی	"
	گھر گرایا جو مرا سیل حوادث نے تو کیا	چار دیواری عناصر کی گرائی ہوتی	"
	رات آرام سے کٹتی ہے نہ دن راحت سے	زندگانی دو روزہ مجھے پیاری ہے	"
	رنج دنیا سے زیادہ ہے عذاب مرقد	جائے آرام نہیں گنبد گرداں کے تلے	"
	غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں	ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے	"
	ہے بجز رنج و الم عمکدۂ دہر میں کیا	کوئی آرام سے یاں اپنی بسر کیا کرتا	اشک
	خوشی کا نام بھی اپنی زباں پر اب نہیں آتا	سہے اے اشک میں نے اسقدر رنج و محن ایسے	"
	بسر کیونکر ہو اس دنیائے ناہموار میں اپنی	جہاں دیکھو ہزاروں خار ہیں لاکھوں ہی ٹیلے ہیں	"
	اس قدر عالم ہستی میں اٹھائے صدمے	جو گیا یاں سے وہ پھر کر کبھی آتا ہی نہیں	"
	ملا نہ چین خرابات دہر میں کوئی دم	مر کے گر جائیں گے کہیں نہ کہیں	"

ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزع	عرصۂ کارزار ہے دنیا	امیر	
نشۂ عیش یاں نصیب کسے	کہ سراپا خمار ہے دنیا	"	
امیر اک مرقع ہے یہ دار فانی	غم و کلفت و حسرت و بیکسی کا	"	
آئی نہ اپنے کام عمر غم میں کٹی مدام عمر	تنکے چنے تمام عمر صورت کہربا عبث	"	
خالی مصیبت سے نہیں انساں کو ہستی و عدم	ہیں منزلیں دونوں کٹھن ایک اس طرف اک اُس طرف	"	
غم سے چھوٹوں تو میں کچھ عیش کا سامان کروں	اتنی اس عمکدۂ دہر میں فرصت ہی نہیں	"	
مقام شکر ہے غافل مصیبت دنیا	اسی بہانہ سے اللہ یاد آتا ہے	اکبر	
فکر دنیا خوف عقبےٰ سیکڑوں رنج و الم	ہائے کیا کیا کلفتیں ہیں اک دل ناشاد میں	"	
زندگی میری بسر اشکوں کے دریا میں ہوئی	جسم و سر کب آشنائے بستر و بالیں ہوا	امانت	
دل آفت زدہ اپنا نہ ایذا سے ہوا خالی	نیا پیدا ہوا ناسور گر زخم کہن بگڑا	"	
مشکلوں کا ہے بہت دل میں ہجوم آفسر کے	کام ہو جائے خدایا کہیں آساں میرا	افسر	
ایک آفت ہو تو انسان کہے حال اس کا	گور کے گود میں پلتا ہوں میں پیدا ہو کر	بحر	
گرد و کلفت سے میں آلودہ ہوا ہوں بال بال	اس زمیں نے ڈھا دیا ہے آسماں بالائے سر	"	
بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد	غم نہیں آفت پہ آفت ہو جہاں بالائے سر	"	
کبھی نہ میرے عناصر کو تازگی بخشی	نہ چار باغ سے میری ہوی دوچار بہار	"	
خدا سے کہونگا کہاں مجھ کو بھیجا	میں اس عمکدہ میں نہ دم بھر رہا خوش	"	
روتے ہیں ساری رات سارے دن	کیا بُرے کٹتے ہیں ہمارے دن	"	
آب و دانہ مجھے کہاں لایا	نہ ملا چین عمر بھر مجھ کو	"	
بچائے موجۂ آفات سے ہو ناخدا ایسا	جہاز زندگی تھم جائے لنگر ہو تو ایسا ہو	"	
طالع منحوس کیا کم تھے تباہی کے لئے	چرخ کیوں درپے ہوا مجھ خانماں برباد کے	"	
ہزاروں میں نہیں ہے خانۂ دنیا کی آرائش	مرے پر فیصلہ ہے جیتے جی سارا بکھیڑا ہے	"	
نہ دیا چین کبھی حسرت دنیا نے مجھے	داغ بن بنکے جگر میں مرے ارمان رہے	"	
گھر بیٹھے ہی نصیب جو آفت سفر میں ہے	چکر ہماری روح کو دوران سر میں ہے	"	
چین دینے کے نہیں اے بحر یہ لیل و نہار	دن کو تڑپا کیجئے راتوں کو رویا کیجئے	"	
عدم سے آئے تھے ہستی میں کیا بری ساعت	نہ اس قدر جئے ہم رنج جس قدر گزرے	"	
لشکر اندوہ و غم سے ایسی بربادی ہوئی	پیکر خاکی ہمارا گرد لشکر ہو گیا	"	
تھوڑی سی زندگی میں اٹھائے بہت عذاب	پیری میں موت کا بھی تقاضا اٹھا لیا	"	
طفل کرتے ہیں فغاں پیٹ سے پیدا ہو کر	کوئی اس خانۂ احزاں میں نہ دلشاد آیا	"	
خبر نہیں مجھے دنیا تھی یا جہنم تھا	یہ جانتا ہوں کہ میں مورد عذاب رہا	"	
ان آفتوں میں پڑا ہوں کہ لوگ کہتے ہیں	خدا نے کی نہیں اس شخص کی قضا پیدا	"	
سامنا ایسی بلاؤں کا رہا دنیا میں	ملک الموت بھی آئے تو ہراساں نہ ہوا	"	
رنج دن رات ہے پروانہ و سرخاب کی شکل	زحمت روز کبھی ہے تو کبھی کلفت شب	"	
قالب خاکی میں کیونکر روح بے کھٹکے رہے	خوف دب مرنے کا ہے اس قصر بے بنیاد سے	"	

مضامین

جو زر زمیں میں ہوئے ہیں وہی ہیں	زبیر
کسی کو نہیں ہے کسی سے غرض	نجمی
ہزار غم ہیں سب اہل حال میں	
لحد میں سب ہیں برابر غنی و مفلس کے	
جوان و پیر ہیں سب خاک کے نہاں میں	
نہیں ہے زندگی کا اعتبار	
ہیں لاکھوں پیچ اس زلف رسا میں	نسیم
نہیں ہے کچھ ٹھکانا اس دل بیتاب کا	
ہے بوجھ بھاری	
ہے اس کا نام	
ہیں اس کے ہاتھ میں	جنون
ٹوٹے جام	
ہے جہان خراب	
ہے کس کا	
ہے اس کا	
ہے اس کا	
ہے ا

مضامین			
سامنا رہتا ہے اندوہ و الم کا ہر دم	زہ	اٹھائے میں نے جو صدمے الم کے	جویا
ایک دم غم کدۂ دہر میں کس کا نہ رہا		کدھر جاؤں کہاں ٹھیروں نہ یہ پرساں نہ وہ خواہاں	جلیل
واں سے چلے یاں سے لاکھ غم لیکر		مختصر حال زندگی یہ ہے	"
پھر چلے ہونو ہو عدم میں راحت	نکہت	حسرت و اندوہ و حرمان و غم و رنج و فراق	جوشش
جو کوئی دیکھتا ہے روتا ہے		اے جوش درد و حسرت ایذا و رنج و محنت	"
مجھ دل داغدار کی صورت		سختی سہی نہیں کہ اٹھائی نہیں کڑی	چکبست
آئے ہیں ہم جہان فانی میں		باغ جہاں میں ہم رہے رنج و عنا کے ساتھ	حیرت
داغ اٹھانے کو رنج ہونے کو	سحر	یاس و حسرت ہیں اور کہیں آہ و فغاں	"
سحر زندگی کے لیے ہوئے		یا رہے دکھ میں یا رہے غم میں	حسرت
یہی دن جو کٹے تو ہوئے		اے فلک باقی نہیں میرے جگر میں جا داغ	"
عشرت و آرام و راحت سے ہوئے	سخن	آسمان و زمیں شکنجہ ہے	خلیل
غم ہوا روزگار کے غم سے		چمن دہر میں خالی نہیں زحمت سے کوئی	"
کارخانے میں جہاں کے غم سے		ٹوٹتے پھول ہیں پڑتے ہیں ثمر پر پتھر	"
ایک دن ہو عید تو دس دن محرم		اچھے رہے جو کر گئے کوچ اس مقام سے	"
دنیا میں عیش کس کے تو دو دن ہیں عید کے		الٰہی تو نے ہمیں کس بلا میں ڈال دیا	داغ
دن ہیں اگر عیش کے تو دکھ بھی ہیں ساتھ		فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالے میں	"
جتنے آنکھیں کھلی ہیں دکھ ہیں سب	سخن	کبھی کچھ درد رہتا ہے کبھی کچھ سوز رہتا ہے	"
مٹ گئیں جب آنکھیں تب سخن سب		کیا درد دل کہوں کہ سراپا ہوں درد مند	"
گر ہوئے		اے حیات دو روزہ لے آئی	"
		پورا ہو کوئی کام مصیبت زدوں سے کیا	"
		دل زمانے کے ہاتھ سے سالم	درد
		اے درد جس کی آنکھ کھلی اس جہان میں	"
		زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے	"
		ماتم کدۂ جہاں میں جوں ابر	"
		روندے ہے نقش پا کی طرح خلق یاں مجھے	"
		ہوا نہ سامنا دنیا میں کس کس آفت کا	رند
		ایسے جینے پہ رند خاک پڑے	"
		سامنا لاکھ مصیبت کا پڑے پر کوئی	"
		دم بھر نہ رہے چین سے افسوس ہے اے چرخ	"
		کیوں دئے ہیں تو نے قسام ازل	"
		رنج و اندوہ و ملال و رشک و غم	"
		سانس دیکھی تن بسمل میں جو آتے جاتے	"
		زیر گردوں نہیں آرام کی صورت کوئی	"
		یوں ہو گئی زراعت دل پائمال غم	"
		کسی کا دل نہ یا رب یوں حزیں ہو	جویا
		گل بازی بناتے ہیں زمین و آسماں مجھ کو	جلیل
		لاکھ سودا تھا اور اک سر تھا	"
		مونس و ہمدرد ہیں اپنے یہ دو چار اندنوں	جوشش
		اترے ہیں یہ مسافر آکر سرائے تن میں	"
		دنیا میں کیا کسی پہ مصیبت پڑی نہیں	چکبست
		دیکھا نہ ایک گل کبھی عیش و عنا کے ساتھ	حیرت
		گھیرے رہتے ہیں عدو ہر گھڑی دو چار مجھے	"
		ہم نے دنیا میں آکے کیا دیکھا	حسرت
		اور کیوں دیتا ہے مجھ کو داغ پر بالائے داغ	"
		چین اس میں ذرا نہیں ملتا	خلیل
		ٹوٹتے پھول ہیں پڑتے ہیں ثمر پر پتھر	"
		اچھے رہے جو کر گئے کوچ اس مقام سے	"
		الٰہی تو نے ہمیں کس بلا میں ڈال دیا	داغ
		سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والے میں	"
		ہمارے دل پہ صدمہ اک نہ اک ہر روز رہتا ہے	"
		آتی نہیں ہے بات سوائے فغاں مجھے	"
		کن گرفتاریوں میں تو مجھ کو	"
		جو رہ گئی مراد تباہی میں رہ گئی	"
		کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا	درد
		شبنم کی طرح جان کو اپنے وہ رو گیا	"
		ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے	"
		اپنے تئیں آپ رو گئے ہم	"
		اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے	"
		دو روزہ زندگی میں سیکڑوں ملال ہوئے	رند
		موت اس زندگی پہ ہنستی ہے	"
		آسرا غیر کا مردان خدا لیتے ہیں	"
		ایذا ہی اٹھاتے رہے پیدا ہوئے جب سے	"
		رنج لاکھوں ایک جی کے واسطے	"
		صدمے ہیں یہ آدمی کے واسطے	"
		اور جلادنے چرکا دیا جاتے جاتے	"
		سب اٹھانے کو یہاں رنج و محن بیٹھے ہیں	"
		گویا ہوا گذار ملخ اپنی کشت میں	"

گہر ہونے سے پہلے قطرۂ دریائے رحمت تھا	اٹھائیں روح نے قالب میں آکر سختیاں کیا کیا	سراج
آرام سے ہے کون جہان خراب میں	گل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں	شیفتہ
چکر میں ہوں ہر رات تو گردش میں ہوں ہر روز	گرداب کی صورت ہے مجھے گھر میں سفر روز	شہید
سچ ہے فراق میں کبھی آتا نہیں خیال	آتا خدا کا نام ہے رنج و محن میں یاد	"
کیا خاک عمر چین سے اپنی گزارئیے	بزم جہاں میں عیش ہے کم غم زیادہ ہے	"
ستم ہے سیل حوادث کے زیر گنبد چرخ	حباب دار نہیں کوئی ایکدم محفوظ	"
چار دن کٹنے خوشی سے یاں مگر افسوس ہے	عشرت امروز رہن فکر فردا ہوگئی	"
اے شوق سیر دار محن خوب کر چلے	پایا نہ ہم نے اس میں دل شادماں کہیں	شوق
فکر دنیا اک طرف ہے فکر عقبیٰ اک طرف	اپنی ہستی کو تہ تیغ دو دم رکھتے ہیں ہم	شاد
بن گیا آماج گاہ ناوکِ رنج و بلا	کچھ نہ پوچھو حال مجھ سے اس دل رنجور کا	شفق
گریاں رہے کبھی کبھی گرم فغاں رہے	کچھ روز آکے ہم جو تہ آسماں رہے	"
نقش قدم بنے ہیں کہیں اور کہیں غبار	پامال روزگار رہے ہم جہاں رہے	"
گوشۂ عافیت اس دہر میں ناپیدا ہے	چین مجھ کو تہ گردوں نہ تہ خاک آیا	"
چکر دئے اس چرخ ستمگار نے کیا کیا	گردش میں شب و روز ہوں پرکار کی صورت	"
رنج و غم و درد و الم بیکسی و تنہائی	ہیں یہی مونس و دل سوز ہمارے دو چار	"
پریشانی میں ہوتی ہے بسر عمر	برابر ہیں ہمیں شام و سحر حیف	"
کشمکش سے دہر کے ہم تنگ ہیں	اے اجل آ چک کہ قصہ پاک ہو	"
ہیں اک نہ اک رنج میں سب مبتلا شفق	آرام نام کو تہ چرخ کہن نہیں	"
دنیا میں کچھ سوائے رنج و محن نہ دیکھا	کنج قفس میں ہم نے رنگ چمن نہ دیکھا	صفدر
رنج دنیا سبب راحت عقبیٰ ٹھیرے	وہی اچھے رہے جو مورد آفات رہے	صبا
نہ گھبرانا ہجوم رنج و فرط درد سے صابر	کہ ہے افواج کی کثرت سے ہر سردار کی رونق	صابر
آدمی کے لئے زندان الم ہے دنیا	حاصل عمر یہاں رنج سوا کچھ بھی نہیں	ظہیر
ایسی مصیبتوں کا جس سے فلک بھی کانپے	کیونکر مقابلہ ہو اک مشت استخواں سے	ظفر
منجدھار میں ہے کشتی ٹوٹا ہوا ہے لنگر	سر پر ہے رات کالی طوفان ہے بلا کا	"
آرام جس کو کہتے ہیں کونین میں نہیں	زندے جو ہیں خراب تو مردے عذاب میں	عرش
سرور ہو یا ہو عیش و عشرت بلا ہو یا ہو غم و مصیبت	گلے پڑی ہے جو زندگی اب تو چاہئے سب گزار دینا	عارف
ہمیشہ رنج و الم میں ہوئی بسر اوقات	سمجھ میں آیا نہ کچھ اپنے ماجرا دل کا	عالم
حیف اک دن بھی نہ دنیا میں اٹھائی راحت	کاش اس سے تو میں عالم میں نہ پیدا ہوتا	"
درد و غم سے ایک دن فرصت مجھے ملتی نہیں	کیا مری تقدیر کی خالق یہی تحریر ہے	"
عجائب لطف سے صدمے دل ناداں اٹھاتا ہے	سزا اپنے کئے کی آپ یہ جس وقت پاتا ہے	"
کون فارغ ہے فکر و غم سے عیش	کیا ہے دنیا میں غیر رنج و قلق	عیش
عمر کٹنے کو کٹ گئی لیکن	چین سے ایک دن بسر نہ ہوی	"
رہیں خوش کس طرح دنیا ہے سراپا غم و رنج	خانۂ غم میں بسر زیست بشر کرتے ہیں	"

معاصب

پڑی ہی ہے یہ ڈوب دنیا میں	نفیس
جس کو دیکھا وہ بجز غم کا غریق	شیفتہ
گھر رہا را گئی کٹنی ہے عمر	"
بے خانش کوئی حاجت ہے	"
اس فسانے کو ہوئی ہے	"
رنج پر رنج اور غم پر	"
ہو چکی جو کچھ ہونی تھی	"
الٰہی غنچۂ دل	"
اجل پر غیر پر	"
درد و رنج و بلا	"
ایک لمحہ اس گھڑی	"
دل کے شکوے کریں	"
کس قدر ہے	"
قابل رحم مصیبت	"
عدم سے غم	"
ہجوم	"
بڑا ہو کر	"
بوجھ وہ	"
کام وہ	"

یہ سنگ حوادث فلک سفلہ نے مارے	صحب	غافل
آئے ہیں تنگ ہم ستم روزگار سے	"	"
وہ رنج اٹھائے ہیں کہ غیروں کا تو کیا ذکر	"	فروغ
موت کی بھی التجا کرنے کو فرصت چاہیے	"	"
فروغ آرام کب پایا ہوا ہوں جب سے میں پیدا	"	"
دین کی پابندیوں کی شرط ہے دنیا کے ساتھ	"	فوق
ہماری آب و گل میں ہے ازل کے دن سے بربادی	"	قلق
طالب طبل و علم کو بھی نہ دیکھا چین سے	"	"
دم بھر یہاں بسر نہ ہوئی اپنی عیش سے	"	"
یارب زمین سخت ہے اور آسماں ہے دور	"	قدر
ٹکڑے دل و جگر ہوے آنکھوں کے سامنے	"	"
بنے قدر ایسے غبار ہم ہوئے گردشوں میں وہ خوار ہم	"	"
سخن گو کے لئے سختی یہاں ہے	"	"
ٹوٹا جہاں کوئی شہاب سمجھا میں خانماں خراب	"	"
گلشن دنیا کا پھل ہر ایک ہے برچھی کا پھل	"	گویا
غم و رنج و اندوہ حرمان و یاس	"	منتہی
گردش دھر در پئے دانا	"	"
بہر زمین کہ رسیدیم آسماں پیداست	"	مہر
اک اگر دکھ ہو تو ناصح کیجئے اس کا علاج	"	"
ہے خمیر زندگی افکار اور آلام سے	"	"
اے مہر حکیم دے اگر تلخ دوا	"	"
حکمت میں نہ دے حکیم مطلق کی دخل	"	"
آدمی جب تھپیڑے کھاتا ہے	"	"
عہد جوانی رو رو کاٹا پیری میں آنکھیں بند کیں	میر	میر
ہر صبح میرے سر پر اک حادثہ نیا ہے	"	"
جن بلاؤں کو میر سنتے تھے	"	"
کبتک اس تنگنا میں کھینچئے رنج	"	"
فکر معاش یعنی غم زیست تا بکے	"	"
کھا گئی یاں کی فکر سو موہوم	"	"
آتش غم میں بسکہ جلتے ہیں	"	مصحفی
دل ایک اور لاکھوں ہی افکار رنج و غم	"	"
سختئ دہر نے جس طرح مرا دل توڑا	"	"
نے حلق خونچکاں ہوں نہ حلق بریدہ ہوں	"	"

ہر عضو مرے کا لبد خاک کا ٹوٹا	غافل
جائیں کہاں نکل کے فلک کے حصار سے	"
خود اپنی مصیبت کا مجھے غم نہیں ہوتا	فروغ
جان دینا بھی ہجوم غم میں مشکل کیوں نہ ہو	"
دیا ہے رنج اٹھانے کے لئے حق نے مجھے دل کو	"
ہائے کیا کیا دقتیں ہیں آدمی کے واسطے	فوق
لڑکپن میں جو کھیلے کھیل تو خانہ بازی کا	قلق
کیا میں اس غمخانہ میں اسباب راحت ڈھونڈتا	"
دست جفائے چرخ سے داغوں پہ کھائے داغ	"
بے بس ہوا ہوں مرغ گرفتار کی طرح	قدر
کس کس کے اس جہاں میں خدا نے دکھائے داغ	"
کہ مثال دائرہ فلک جو اٹھے تو بیسر و پا اٹھے	"
جبھی بتیس دانتوں میں زباں ہے	"
مجھ پہ پڑا کوئی عذاب مجھ پہ کوئی بلا چلی	"
چوب درباں ہے نہال خشک اس گلزار کا	گویا
ہمارے بھی کیا کیا مددگار ہیں	منتہی
صفت سنگ آسیا ہے یہ	"
کہو تو چین کی صورت ہو پھر کہاں پیدا	مہر
سر میں سودا دل میں سوزش ہے جگر میں درد ہے	"
چین سے کیا بیٹھنے پاتا ہے یاں کوئی بشر	"
بیجا ہے مریض کی شکایت بیجا	"
شائد کہ مصائب ہی میں ہو تیرا بھلا	"
اس کو اللہ یاد آتا ہے	"
یعنے رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا	میر
پیوند ہو زمیں کا شیوہ اس آسماں کا	"
ان کو اس روزگار میں دیکھا	"
یاں سے یارب تو ہی نکال ہمیں	"
مرجائے کہیں کہ ذرا آرام پائے	"
وہاں کیا ہوگی کچھ نہیں معلوم	"
شمع ساں استخواں پگھلتے ہیں	مصحفی
دنیا کے مخمصوں سے پریشاں نہ ہوں تو کیا	"
کبھی اسطرح سے شیشہ کو نہ توڑے پتھر	"
اتنا تو جانتا ہوں کہ آفت رسیدہ ہوں	"

کشتیٔ تن کو نہیں بحرِ حوادث میں امن
ٹوٹ ہی جاتے ہیں ہر موج میں لنگر دو چار
میکش

جمے ہیں غم کے پرے آ کے کشورِ دل میں
نقارہ بج گیا اندوہ کے رسالوں کا
"

ہو رہی ہے تنگ دنیا میں رہِ تفریحِ طبع
ہمدم ضیق النفس باد سحر ہونے کو ہے
نفیر

تلواریں ہم نے دستِ حوادث سے کھائی ہیں
بیٹھے ہیں گھاٹ گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے
"

اس زندگی سے حشر میں اللہ ہی بچائے
انسان جس کو رنج و بلا میں بسر کرے
"

بیکس نہیں ہے بے وطنی میں کوئی بشر
دنیا کی آفتوں کو ہے صحبت غریب سے
"

ہندوستان بھر میں ہے ماتم معاش کا
جس گھر میں دیکھتا ہوں یہی ہائے ہائے ہے
"

جی میں ہے آہ سے احوالِ دگرگوں کر دوں
تنگ رکھتی ہے مجھے گردشِ ایام بہت
مجروح

کیا مصیبت کی سختیاں ہوں بیاں
دن قیامت ہے اور رات پہاڑ
مضطر

مضطرب کیوں نہ ہو دل مضطر
بن گئیں اس کو مشکلات پہاڑ
"

یارب مجھے نجات دے اس مخمصہ سے تو
افکار کا ہجوم ہے دن رات بے طرح
"

چلتی رہی نفس کی چھری دل پہ رات دن
عالم میں چہن صورتِ بسمل نہیں ملا
نظم

لی نہ غم کدۂ دہر میں جگہ اتنی
کہ روؤں بیٹھ کے میں نامرادیٔ دل پر
"

خوف سے بھولے ہوئے ہیں لوگ اپنی خواہشیں
ایسے پر آشوب عالم میں کہاں کی خواہشیں
نظر

دیکھیں ہوتا ہے دن بسر کیونکر
شب تو گزری خدا خدا کرتے
نواب

گر یہی حال ہے میرا تو سوئے ملکِ عدم
میں اگر آج نہ جاؤں گا تو کل جاؤں گا
"

تم تو دانا ہو کہیں کیا اے نصیر اتنا یہ رنج
فروغِ دنیائے لاحاصل پہ کیوں کھینچیں ہیں آب
نصیر

آرام نہیں تو ہے نصیر آہ ہمیں ذرا
دنرات رہتی ہے فلک پیر کو جنبش
"

گلچیں روزگار کے ہاتھوں سے اے نصیر
دیوار و در کی سیر کروں کیا بنا کے پھول
"

حادثوں سے بے خطر نساخ ہیں عالی دماغ
خوفِ اہلِ آسماں کو کب ہوا سیلاب کا
نساخ

حادثاتِ دہر سے ایمن رہے عالی دماغ
خوفِ سکانِ فلک کو کب ہوا بھونچال کا
"

اس دور میں گزر نہیں جز غم نشاط کا
وہ کونسا ہے دل کہ جو اندوہگیں نہیں
"

آرام کہاں نصیب ہم کو
کھٹکا در پیش ہے سفر کا
نسیم

گھر بنائے اس قدر کثرت سے رنج و یاس نے
دل مرے سینے میں چھپتا ہو گیا زنبور کا
"

جاتا کہاں حوادثِ عالم سے بھاگ کر
کس جا یہ آسمان نہیں یہ زمیں نہیں
واسطی

لگا رہتا ہے کھٹکا ہر گھڑی سیلِ حوادث کا
خرابات جہاں میں گھر کوئی آباد کیا کیجے
"

ہے پختہ مزاجوں کے لئے سنگِ حوادث
رہتا ہے سلامت ثمرِ خام ہمیشہ
وقار

وحشت نہ پوچھ حالِ پریشانیٔ دماغ
ہیں ناوکِ بلا کے ہدف چار سو سے ہم
وحشت

کہیں کیا جو دنیا سے ہم لے چلے
غم و رنج درد و الم لے چلے
ہوش

پختہ مغزوں کو نہیں باد حوادث سے ضرر
صدمۂ صرصر سے ہو جاتی ہے شاخِ خام خم
"

کر دیا موجِ حوادث نے وہیں برباد آہ
جوں حباب اس بحر میں ہم کوئی دم بیٹھے اٹھے
ہمدم

ہر شخص سے اٹھنے کا نہیں بارِ مصیبت
دشمن بھی کسی کا نہ کبھی پائے مصیبت
ہنر

نازک دل انساں ہے دکھائے نہ مصیبت
موت آئے مگر شکل نہ دکھلائے مصیبت
"

مضامینِ مصیبت

دنیا میں بڑا روگ ہے آزارِ مصیبت
یارب کوئی انساں نہ ہو بیمارِ مصیبت

رستے کا بھلا راہرواں آشنا مصیبت سے ہو دور میں
بہن کے رواں آشنا مصیبت سے ہو دور میں

ہنگامِ مصیبت کا نہیں کوئی بھی ہمدرد
یوسف کے سگے بھائیوں نے دیکھ لیا بھالی

نس کس سے تمنا کرے اس وقت میں کوئی
پھر کس سے تمنا کرے اس وقت میں کوئی

کیا قہر خدا ہے یہ مصیبت کا زمانہ
اس وقت میں بیگانے کہاں آشنا کا بھی

اس وقت میں جس نے مصیبت کا زمانہ
کانوں سے سنا جس کو مصیبت کا فسانہ

بے موت بھی وہ مر گیا پھر کر کے بہانہ
بیٹھے ہے ہو دل تنگ مصیبت میں ہر اک ناں

بر گشتہ مصیبت سے ہر کیوں ہو لا کھوں کا ایماں
ڈرتا ہے مصیبت سے ہر کیوں ہو لا کھوں کا ایماں

کچھ غم نہیں ہے جو اللہ ہے ساتھ
مصیبت

مصیبت میں کوئی ساتھی نہیں

عین بے جا ہے قریبوں سے کشائش کی امید	اشک کا عقدہ کشا ناخن مژگاں نہ ہوا	امیر
بعد مردن نہیں ہوتا ہے کسی کا کوئی	دفن ہمراہ برادر کے برادر نہ ہوا	〃
گور میں مردے کو رکھکر ہو گئے رخصت عزیز	ہم سفر کوئی ہمارا پہلی منزل میں نہیں	〃
گور میں ساتھ پس مرگ کسی نے نہ دیا	اقربا چھوڑ گئے اوّل منزل مجھ کو	〃
مردہ و بال خویش و احبا ہے بعد مرگ	تابوت ہے درست نہ اپنا کفن درست	〃
آشنا بھی نہیں آتے ہیں برے وقت میں کام	دفن ہوتی نہیں ہمراہ بدن خاک میں روح	〃
اقربا کے رشتۂ الفت بھی کٹ جاتے ہیں صاف	قطع کرتے ہیں فرشتے جب طناب زندگی	〃
ساتھ کسی نے نہ دیا وقت قتل	ہاتھ جدا پاؤں جدا ہو گیا	〃
کسی کا ساتھ مصیبت میں کوئی دیتا ہی	قفس میں پھول نہ ہمراہ عندلیب آیا	〃
مرگ کے بعد کسی نے نہ دیا ساتھ امیر	کام بیگانہ ہی آیا نہ یگانہ ٹھیرا	〃
سچ ہے کوئی نہیں ہوتا ہے مصیبت میں شریک	نیند کیا موت بھی آئی نہ شب ہجراں میں	〃
نہیں ہے بزم جہاں میں مرا کوئی پرساں	ذلیل صورت ناخواندہ میہماں ہوں میں	〃
چل دلا سوئے عدم آب زندگی کا لطف کیا	کوئی غمخواروں میں کوئی دوستداروں میں نہیں	〃
جدا ہیں جسم سے اعضائے جسم زیر زمیں	خدا کی شان جو اپنے تھے وہ پرائے ہوئے	〃
کشتی شکستگاں کا نہیں ناخدا شریک	کون اب بجز خدا ہو برے وقت کا شریک	〃
یہ اہل عیش مجھ نالاں کا کیا درد جگر جانیں	چمن میں ہنستے ہیں گل کون سنتا ہے عنادل کی	〃
سفینہ بے کسوں کا غرق ہوتا ہے تو ہوتا ہے	کسے پروا بلا جانے سبکساران ساحل کی	〃
چھوڑ کر ہم کو لحد میں چل دئے	دوستوں کی بے وفائی دیکھ لی	〃
وقت بد میں کون ہوتا ہے مصیبت کا شریک	ہجر کی شب کے اندھیرے میں مہ کامل کہاں	آتش
رفیق حال برے وقت میں نہیں کوئی	شریک جنگ میں شمشیر کا نیام نہیں	〃
حالت بد کا نہیں کوئی زمانہ میں شریک	جسم سا ممکن نہیں ہے پیرہن میں آملے	〃
ساتھ دیتا نہیں مشکل میں امانت کوئی	صبر آیا نہ کہیں عاشق بیتاب کے پاس	امانت
سب برے وقت پہ کرتے ہیں کنارہ افسوس	آیا ساحل نہ کہیں ماہی بیتاب کے پاس	〃
وقت بد میں اشک بھی ہو جاتے ہیں اپنے عدو	آسماں بنجائے آہوں کا دھواں کیا دور ہے	اشک
وقت بد میں نہ ہوا کوئی امیر آکے شریک	یار سمجھا تھا میں جس کو وہ مرا یار نہ تھا	امیر
کسی کا ساتھ زمانہ میں کوئی دیتا ہے	پھرا جو سر تو نہ دیکھا کلاہ کی گردش	〃
پتلیاں تک بھی پھر جاتی ہیں دیکھو دم نزع	وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں	〃
امیر آیا جو وقت بد تو سب نے راہ لی اپنی	ہزاروں سیکڑوں میں درد و غم دو آشنا ٹھیرے	〃
برے وقت کا کب کوئی آشنا ہے	زمانہ ادھر ہے جدھر کی ہوا ہے	اطہر
برے وقت کا کوئی ہمدم نہ یاور	بھلے وقت کا ہر کوئی آشنا ہے	افسوں

زوال میں نہیں باقی کوئی کسی کا شریک
تنہا لحد میں چھوڑ کے ہم کو چلے گئے

کون ہوتا ہے برے وقت کا ساتھی بدیل
جانتے تھے جس کو ہم اپنا وہی بیگانہ تھا

جز خدا آشنا نہیں کوئی
سب بھلے وقت کے اخلاص بتانے والے

سکھ کے سب ساتھی ہیں دکھ کا تو نہیں کوئی رفیق
وقت مشکل میں کوئی ساتھ نہیں دیتا ہے

وقت مشکل خود غرض دیتے نہیں ہمدم کا ساتھ
لو نزع کے عالم میں پھری جاتی ہے پتلی

مصیبت کو کوئی مٹاتا نہیں
راحت و آرام و عقل و طاقت و ہوش و حواس

وقت بد میں بدتر از غیر آشنا ہو جائے گا
ساتھ کس کا کوئی دیتا ہے پریشانی میں

وقت پڑتا ہے تو کوئی آشنا ہوتا نہیں
دل سے نالے بھی نکلے جاتے ہیں

ولے قسمت کہ رہا ہیں لب بحر ذخار
عزیز و اقربا و دوست سب دنیا کے جھگڑے تھے

زندگی میں ہی ہیں سب یار سمجھ لو حیرت
دن اچھے تھے جب تک مرے مہرباں تھے

نہ کرے دوست یگانوں کا بھروسا کوئی
وقت بد میں کون دیتا ہے کسی کا ساتھ رند

ہیں یہ سارے جیتے جی کے واسطے
ہوا نہ روز فراق میں یوں کہ ایکدم بھی آپ میں ہوں

قبر تاریک میں احباب نے تنہا چھوڑا
چھوڑ کر قبر میں رخصت ہوئے سارے احباب

نہ بعد از دفن مہ قدیر عزیز و اقربا ٹھیرے
رنج و الم میں کون دے ساتھ بلا نصیب کا

دل بستگی اے شہید چھوڑو
چل دئے صبر و خرد بیتابیٔ دل دیکھکر

ایام مصیبت میں کسی نے نہ وفا کی
وقت خدا نہ نخواستہ پڑ جو گیا تو سب خلاف

ہمیں رہے خوشی جو نصیب ہوی تو عزیز و رفیق بھی ساتھ رہے

رفیق دوست پسر اقربا غلام عزیز
افسوس اپنے کام نہ اسوقت آئے دوست

طور جل جل کے پھنکا دا د نہ دی موسیٰ نے
سچ تو یہ ہے کوئی بگڑے وقت میں اپنا نہ تھا

کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور
پر برے وقت کوئی دوست مددگار نہیں

یار راحت میں بہت یار مصیبت کم ہیں
ہر گراں بار سے کرتے ہیں سبکسار گریز

آرزوئیں رہ گئیں دل میں گیا تنہا شباب
سچ ہے کوئی اپنا دم مشکل نہیں ہوتا

اڑی پر کوئی کام آتا نہیں
مہرباں کرنے لگے نامہربانی وقت نزع

گور میں ہر عضو آپس میں جدا ہو جائے گا
رنگ گلشن میں کبھی ہم سفر بو نہ ہوا

دشمن فرہاد نکلا تیشۂ فرہاد بھی
کون اپنا شریک حال ہوا

آشنا چھوڑ کے تنہا مجھے سب پار ہوے
فنا کے بعد کوئی دیکھنے آیا نہ تربت میں

کوئی آتا نہیں پھر گور غریباں کی طرف
برے وقت میں سب کنارے ہوئے ہیں

سچ ہے مشکل میں کسی کا نہیں ہوتا کوئی
یار ثابت اک ملی دنیا میں تنہائی مجھے

کون مرتا ہے کسی کے واسطے
نہ رہتے دیکھا کبھی برے وقت آکر بھی میں یار اپنا

اٹھ گئی شمع بھی باری شب اول بھر کے
نہ رہا ایک نگہباں سر تربت باقی

نہ ہمدم ایکدم ٹھیرے نہ یار و آشنا ٹھیرے
چھوڑ دیا امید نے دل کو فگار دیکھکر

دنیا میں نہیں کوئی کسی کا
راہ لی ہمراہیوں نے راہ مشکل دیکھکر

سچ ہے یہ مثل کوئی کسی کا نہیں ہوتا
شاد کہاں کسی کو یاد اگلی تری بھلائیاں

رہ ملک عدم کی طرف جو چلے کوئی اپنا شریک سفر نہ رہا

باقی
بلاغت
بیدل
بیدم
بیان
پرتو
تراب
تجمل
تسلیم
"
"
جرار
جنون
جلال
جمیل
"
جویا
حیرت
"
داغ
ذوق
رند
"
سودا
سفیر
سراج
سعید
شاد
شہید
"
شفق
شاد عظیم آبادی
صفدر

مصیبت میں کسی کی ساتھی نہیں	کس یاس سے اک ایک کا منھ دیکھ رہا ہوں	مہر
جب تک ہے زر و مال تو یار ہیں سب	مشکل میں شریک ہو نہ کوئی	
جب وقت پڑے گا دیکھ لیجو غافل	ملا کے خاک میں تن کو گئی بہشت میں روح	
جب تک بھلا رہے ہو تو ہم سب ہیں یار	حادثات دہر میں یاروں کی یاری دیکھ لی	"
بحرِ جہاں میں مرغِ چمن موسمِ خزاں میں	وقت بد میں شریک دردوالم	
کنارہ روح کرجاتی ہے وقت مرگ اس سے	یہ بعد دفن مری قبر سے صدا آئی	
فی الحقیقت ہے مصیبت میں نہ اپنا آشنا	اکیلے گھر میں سہارا ہے تیرا اے مالک	مشین
مشکل کے وقت کون کسی کا ہے دوست یار	سچ تو یہ ہے زندگی تک ساتھ ہیں یار و عزیز	
پیچھے سے کوئی دیتا ہے کسی کا ساتھ	ہم نے تکلیف میں دیکھا نہ کسی کو ہمدرد	
مرنے کے بعد کوئی کسی کا نہیں ہے آشنا	کام آیا نہ برے وقت کوئی اے غافل	ماہ
جاتا ہے ہر مسافر ملکِ عدم اکیلا	کون ہوتا ہے بُرے وقت میں حالت کا شریک	
رکھ لے مرقد میں کوئی دیتا نہیں ساتھ	کام آیا نہ برے وقت کوئی اے غافل	
میں اکیلا ہی رہ گیا افسوس	برے وقت میں کون دیتا ہے تن	
تیرہ بختی میں کسی کا نہیں دیتا کوئی ساتھ	برے وقت پر کام آتے نہیں	
اقربا دوست سب اسوقت بدل جاتے ہیں	تنگدستی میں کسی نے بھی نہ پوچھا اے فوق	منشی
کسی کا کوئی روز ساتھ نہیں دیتا ہے	بدل جاتی ہے صورت نزع میں پھر جاتی ہیں آنکھیں	
کرتا تاریکی میں ساتھ کوئی ہم نشیں	مرنے کے بعد کوئی ساتھ نہیں دیتا ہے	
کیا وقت پڑے ہیں خزاں میں چمن سے دور	یہ اندھیرا ہے کہ وحشت ہے لحد میں ہم کو	
پیٹھ بھی بھائی ہیں وقت پڑا	ہم کو لحد میں رکھے ہیں یوں دوست منتشر	منشی
	قلق نہ کوئی برے وقت کا شریک ملا	
	جسد کو روح نے چھوڑا جو دیکھا نزع کا عالم	
	وقت مجھ پر جب پڑا ہر ایک نے دھوکا دیا	
	کیسے رفیق کس کے ہوا خواہ کس کے دوست	"
	آشنا مطلب کے ثروت میں تو لاکھوں ہیں محب	
	سچ ہے کہ بعد مرگ کسی کا کوئی نہیں	ناسخ
	نزع میں مردم دیدہ بھی تو پھر جاتے ہیں	
	آشنا کنج لحد میں ہمیں سب چھوڑ گئے	
	دیتا نہیں ہے ساتھ برے وقت میں کوئی	
	ہمچشموں کی آنکھوں کو بدلتے ہوئے دیکھا	
	اپنا دیکھا ہے اور پرایا دیکھا	
	اے مہر برے وقت کا جو ساتھی ہو	
	اپنا دیکھا ہے اور پرایا ہم نے	
	اے مہر بنی کا ہے زمانہ ساتھی	

کوئی بھی برے وقت میں شامل نہیں ہوتا	عارف
مرنے پہ جدا ہو تن سے جاں تک	عرش
کسی کا کون زمانہ میں یار ہوتا ہے	"
آزمایا جس کو ہم نے وقت پر جاتا رہا	"
نہ برادر نہ آشنا دیکھا	عالم
عجیب دوست تھے جو خاک میں ملا کے چلے	"
اندھیری قبر میں ہمدم ہمیں سلا کے چلے	"
بعد مردن کس کو ہے گور غریباں سے غرض	"
بس بھلا چاہتے ہیں خویش و برادر اپنا	"
جس کو سمجھا تھا میں اپنا وہی بیگانہ ہوا	غافل
کہ دم مرگ یہاں آنکھ بھی پھر جاتی ہے	"
نہیں معلوم یہ اپنے ہیں کہ بیگانے ہیں	"
جو تھے دوست نا آشنا ہو گئے	فیض
عجب لوگ ہیں اس زمانہ کے لوگ	"
کام نکلا کبھی اپنے سے نہ بیگانے سے	فوق
کسی کا ساتھ دیتا ہے کہاں کوئی مصیبت میں	فروغ
سب لوگ اپنے اپنے کردار دیکھ لیں گے	قدر
کس جگہ چھوڑ گئے ہائے سب احباب ہمیں	"
جیسے لٹا پٹا ہو کوئی کارواں خراب	"
بہت شریک بہت دردمند دیکھ چکے	قلق
کسی کا ساتھ دیتا کون ہے وقت مصیبت میں	قدیر
صبر رخصت لے گیا راحت نے استعفا دیا	مصحفی
رخ پھیرتے ہیں سب یہ مخالف ہوا کے ساتھ	محب
ایک بھی آفت میں یار مہرباں ملتا نہیں	"
رکھتی نہیں ہے روح تن زار سے غرض	مذنب
ہاں برے وقت میں ہے کون کسی کا ہوتا	"
اس برے وقت میں کوئی بھی ہمارا نہ ہوا	"
طاقت بھی ہو گئی ہے تن زار سے الگ	مہر
جب وقت پڑا کوئی بھتیجا تھا نہ بھائی	"
سو بار ہے سب کو آزمایا دیکھا	"
ایسا کوئی نہ ماں کا جایا دیکھا	"
سو بار ہے سب کو آزمایا ہم نے	"
بگڑی کا کوئی یار نہ پایا ہم نے	"

وقت بد میں ہر طرف سے چشمکیں ہونے لگیں — آئینوں میں جا بجا سورج گہن ثابت ہوا — نظم
پہلو سے دو گھڑی جو سرکتے نہ تھے کبھی — گھبرا گئے وہ قبر میں تاخیر دیکھ کر — "
کسی کے کوئی کام آتا نہیں وہ وقت آیا ہے — کہ انساں ہاتھ سے اپنے لحد اپنی بنا رکھے — "
روز بد سے ڈر کے ہو جاتے ہیں پھر — دوست دشمن آشنا نا آشنا — نسیم
بیکسی میں بجز اللہ کے دیکھا ہم نے — اپنا غمخوار کوئی یار و برادر نہ ہوا — نواب
دیکھا نہ پھر کے آنکھ چرائے چلے گئے — رکھ کر لحد میں اپنے پرائے چلے گئے — "
کوئی شریک برے وقت کا نہیں سچ ہے — عدو تو کیا نہ مرے دوستدار کام آئے — وہبی
کسی کا ساتھ مصیبت میں کون دیتا ہے — بدن کے ساتھ ہوئی دفن کب مزار میں روح — واسطی
سایہ بھی تو ہمراہ لحد میں نہیں جاتا — ساتھی کوئی مشکل میں کسی کا نہیں ہوتا — "
اسیر دام ہو کر بلبل نالاں نہ کر شیون — شریک حال ہوتا کون ہے کسکی مصیبت میں — ہمت

مصیبت کے بعد راحت

فروغ جاں کبھی بے کلفت ملال نہیں — وہ آفتاب نہیں ہے جسے زوال نہیں — اسیر
بعد تکلیف کے راحت کا بھی ہونا ہے ضرور — کیا عجب آڑے مری آئے مصیبت میری — انجم
بے رنج راج ہووے نہ بختاور حاصول — راحت کی گر طلب ہے تو رنج و محن کو دیکھ — بختاور
مصیبت اگر ہے تو راحت بھی ہوگی — کہ گاہے چناں اور گاہے چنیں ہے — ترکی
جو پہلے نیش کھائے ذائقہ وہ نوش کا پائے — برائی سر پہ لے اول تو ہو ساماں بھلائی کا — جوش
کیوں آمد خزاں سے ہوں افسردہ مثل گل — کیا پھر کبھی نہ آئے گا موسم بہار کا — جویا
آتے ہیں اشک کثرت خنداں سے آنکھ میں — افسردگی دلیل ہے ہونا سرور کا — "
ہے سامنا بلا کا پس از عافیت ضرور — ہوتی ہے عافیت کی توقع بلا کے بعد — حالی
میں رنج و غم سے گھبراتا نہیں اسکا سبب یہ ہے — مصیبت کہتی ہے بعد اسکے راحت آنیوالی ہے — سراج
شکایت کیا خدا سے ہے اگر بنکر بگڑتی ہے — بدل عسرا کا یسرا ہے اگر تقدیر پھرتی ہے — شاطر
سختی سے ملا کرتی ہیں آرائشیں صابر — بے پیسے نہ ہاتھوں میں ہوا رنگ حنا کا — صابر
اے سپہر مدعی اب غم سے فرصت چاہئے — بعد عسرت کے مقرر ہے جو سیرت چاہئے — عاشق
عاشق کشود کار کے امیدوار ہیں — حد سے زیادہ غم ہے ہوی انتہائے رنج — "
اٹھالے تھوڑی سی تحصیل علم میں محنت — یہ سچ ہے ملتی ہے محنت کے بعد راحت بھی — عاجز
یکساں کبھی زمانہ کی حالت نہیں رہی — عسرت بھی کیوں رہیگی جو عشرت نہیں رہی — عاشق
رنج کے بعد میسر تجھے راحت ہوگی — غم نہ کھا غم سے پریشان طبیعت ہوگی — مہر
چھٹکر قفس سے جائینگے گلشن میں ہمصفیر — ہونگے کبھی نہ قابل پرواز بال کیا — میکش
اشارہ یہ تجنیں خطی سے ہے — وہ رحمت میں ہے جو کہ زحمت میں ہے — محو
کسی کو ملک و مال آساں نہیں دیتا کبھی گردوں — اگر یوسف بھی ہو پہلے کنویں اسکو جھنکا رکھے — نظم
راحت کے بعد رنج ہے راحت ہے بعد رنج — ایما یہی ہے گردش لیل و نہار کا — ہوش

معرفت

کریں بیکلف سے عرض قصد کعبہ — مصیبت کے بعد راحت
یہاں بھی خدا ہے وہاں بھی خدا ہے — ہمیشہ زمانہ میں خوشی بعد محن دیکھئے ہیں
بہت دور ہے منزل دوست ایدل — ہجر ظلمت میں نہاں صبح وطن دیکھئے ہیں
جو چلتے ہو ہی چلو خدا ہی خدا ہے — "
عشاق کی گزر فنا ہے مرکے زندگی — "
ان کے لئے تو ایک وجود و عدم ہوا — "
پروانہ ہے وہ جلوہ جانانہ کسی کا — "
خود شمع کا شعلہ بھی ہے سر تا بقدم آنکھیں — "
کیا گزرتی ہے کس طرح سے آنکھیں — "
کہتے ہیں مسافر کسی ہمراہ کو تیری — آزاد
رہتے ہر دم ہمیشہ یاد تیری — "
جدھر دیکھو ادھر بس تو ہی تو ہے — "
بند کر لیجئے جس وقت رہ دیدہ و گوش — "
بے تکلف خبر ارض و سما آتی ہے — "
اسی سے

معرفت

اس نے موسیٰ سے کیا ہے لن ترانی کا خطاب	خبیر	معرفت ہیں رتبہ عیسیٰ کو ملا رنجور کا	انور
پر تو خورشید وحدت قصد کثرت جب کرے	"	سینۂ ہائے صاف کو کاسہ کرے بلور کا	"
کیا جانے کوئی نور ہے کب سے ترا روشن	"	ہے فاصلہ معلوم کسے روز ازل کا	"
کعبہ و دیر میں بھی ڈھونڈھ پھرے	"	اس کے گھر کا پتا نہیں ملتا	"
نہ دیر و کعبہ میں ڈھونڈا اُنور نے	"	نہ یہاں وہ ملا نہ واں نکلا	"
اس کا جلوہ عیاں ہے ہر شے میں	"	چشم حق بیں سے کب نہاں ہے یار	"
انور عبث تلاش میں اسکی ہو تم خراب	"	جو بے نشاں ازل سے ہو اس کا نشاں کہاں	"
کیونکر اس بے نشاں کو ڈھونڈھیں	"	قاصر ہمت ہے جستجو کی	"
رنگ بو گل ای شوخ تو چھپتا نہیں ہرگز	"	نہاں ہو لاکھ پردوں میں ولیکن آشکارا ہے	"
مطلع اپنی حقیقت سے نہ ہم اکدن ہوئے	"	ہست و بود اپنی مثال کاغذ باطل رہی	"
دیکھ سکتا ہے ترا دیدار روز حشر کون	"	چشم موسیٰ تو نہ لائی تاب تیرے نور کی	"
ناحق صفت جام تنک بزم میں چھلکا	"	منصور تھا شیشہ کی طرح پیٹ کا ہلکا	"
جو نہ بوجھ اٹھا کسی سے وہ اٹھایا بسطح	آسی	ضعف خلقی میں اگر جوش توانائی نہ تھا	آسی
نظر آتی ہیں ہر سو صورتیں ہی صورتیں مجھ کو	آتش	کوئی آئینہ خانہ کارخانہ ہے خدائی کا	آتش
خبر اول و آخر نہیں مطلق آتش	"	نہ تو آغاز ہے معلوم نہ انجام اپنا	"
بحر میں صورت حباب ہیں ہم	اسیر	دم میں مل جائیں گے جدا ہو کر	اسیر
ہے عالم کثرت میں بھی وحدت کی نمائش	"	عاقل ہے تو موجوں کو نہ دریا سے جدا جان	"
جادۂ راہ بقا غیر از فنا ملتا نہیں	"	ہے خودی جب تک کہ انساں ہیں خدا ملتا نہیں	"
کمال نیستی سے دل اگر آگاہ ہو جاتا	"	زباں سے ہو نکلتا تن فنا فی اللہ ہو جاتا	"
اہل حکمت کی طرح یارب مجھے مجرم نہ کر	"	عقل ان کو چاہیے مجھ کو جنوں درکار ہے	"
پاک ہو جسد لگا بحر فنا میں غوطہ	"	جسم خاکی جسے کہتے ہیں وہ آلایش ہے	"
بُرا ہو غفلت دنیا کا جس سے عمر بھر بھٹکا	"	خبر کیا تھی جسے میں آپ سمجھا تھا وہی تو تھا	"
کوئی مرسلی نہیں جو آئے ہیں عرش پر عرش	انجم	ہم تو عاشق ہیں ترے نام پہ مر جانے والے	انجم
عالم بے خودی میں جا کر ہم	"	کیا کہیں دیکھ آئے کیا کیا کچھ	"
عرش و کرسی کی خبر لائے ہیں لانے والے	"	ایک موسیٰ ہی نہ تھے طور کے جانے والے	"
یاد میں تیری ہیں ز خود رفتہ	"	خود نہیں یاد اپنا نام ہمیں	"
جو بھول جائے تجھے تو حرام ہے کھانا		پئے جو یاد میں تیری تو مے حرام نہیں	"
تم جو چڑھے ہوئے ہو ہماری نگاہ پر		آنکھوں میں جب سمائے تو پردہ کہاں رہا	"
ہم نے جو چپے چپے پر سجدے کئے تجھے		کیونکر کہیں کہ دیر و حرم میں نہاں رہا	"
جلوے دکھائے پردۂ قدرت کے آڑ میں		پھولوں کی اوٹ سے صفت بو عیاں رہا	"
اتنا تو اپنے چاہنے والوں کا ہو خیال		بے خانماں کیا تو وہ خود لامکاں رہا	"
آنکھ اٹھا کر جدھر جدھر دیکھا		تجھ کو اے یار جلوہ گر دیکھا	"
وہ نظر سے گو کہ نہاں رہا ولے اس کا دل میں خیال تھا		کیا غور ہم نے جو آسماں پہ فراق عین وصال تھا	"
یاں کفر سے غرض ہے نہ اسلام سے غرض		بس ہے اگر غرض تو تیرے نام سے غرض	

ہے فرق ذرا سا اور نہ ہر شئے ہمہ اوست
گرداب و حباب و موج سب پانی ہیں

حرم اور دیر میں یکساں ہے جلوہ دوست کا لیکن
یہ بینائی ہی اپنی مانع دیدار ہوتی ہے

ہیں سارے جلوے سبحان والے
آنکھوں سے دیکھیں عرفان والے

کنت کنزا مخفیا کا رنگ ہر غنچہ میں ہے
پڑھ رہا ہے سورۂ انا فتحنا پھول پھول

جل گیا طور گرے غش میں حباب موسیٰ
ہے تجلی تری یا خالق سبحاں آتش

گلشن میں جا کے دیکھو بلبل کی یہ صدا ہے
تو ہی بسا ہوا ہے ہر گل میں ہر کلی میں

ہر رگ و پے میں نہاں ہے پھر بھی ہے ناز حجاب
کیا ترا جلوہ نہیں لکھا مری تقدیر میں

بند کیں آنکھیں تو میرے سامنے پھرتا رہا
کھول دی آنکھیں تو چپ بیٹھا دل دلگیر میں

مسجد میں میکدہ میں کعبہ میں بتکدہ میں
ہر جا مکاں ہے تیرا او لامکان والے

جلوہ گر دل ہی میں اکبر ہے جمال محبوب
کعبہ و دیر میں تم خاک اڑاتے ہو عبث

نہ ہو وحدت تو کثرت بھی عدم ہے
حدوث آئینہ حسن قدم ہے

نہ پایا ہے نہ پائے گا کبھی تو
کہ ہے معروف و عارف آپ ہی تو

منہ پہ لاؤں تو یہ کم ظرف بہک جائیں ابھی
بات جو پیر خرابات نے سمجھائی ہے

ہم عالم خواب میں ہیں یا ہم میں خواب
ہم خود سائل ہیں خود سوال اور جواب

آئی نہیں کوئی شئے کہیں باہر سے
ہم خود ہیں سبب اور ہیں خود ہی اسباب

حقیقت سے نہیں ہے کوئی آگاہ
مشبہ اور موحد سب ہیں گمراہ

مطلق گیانگی ہے تو نزدیک و دور کیا
پہونچا ہے جو قریب وہی دور دور ہے

تارک وہی ہے جس نے کیا کل کو اختیار
یعنی حریص تر ہے وہی جو صبور ہے

شعور ہستئ موہوم ہے کفر
فنا بعد فنا بعد فنا فرض

یہاں تک میں یکساں و یکسو ہوں
کہ تو میں بنے اور میں تو ہوں

تیمم کر کہ خاکستر ہے دریا
لگا غوطہ کہ ہے گرداب صحرا

اگر ناسوت میں ہے موج پرجوش
تو ہے لاہوت میں دریائے خاموش

وہیں سے جب کہ اشارہ ہو خود نمائی کا
عجب کہ بندہ نہ دعویٰ کرے خدائی کا

آئینہ بن کہ شاہد و مشہود ایک ہے
اس روئے پاک کو نظر پاک چاہیئے

میں اگر وہ ہوں جو ہونا چاہیئے
میں ہی میں ہوں پھر مجھے کیا چاہیئے

ہیں زمین و آسماں ہنگامۂ وحدت سے پر
مجھ کو آتی ہے یہ میری ہی صدا کہسار سے

خود منادی و منادی ہوں نہ غیبت نہ حضور
عالم غیب سے یوں دل میں ندا آتی ہے

عیاں دیکھا تو پہونچا غیب ہو میں
نہاں ڈھونڈھا تو آیا رنگ و بو میں

مگر مطلق میں ہے تو عین مطلق
نہ جامد ہے نہ مصدر ہے نہ مشتق

ہے اصل روح تو روحانیوں میں
ہے قید جسم تو جسمانیوں میں

مقید میں مقید ہے تری ذات
نہیں ہوتا کسی خانہ میں تو مات

تری وحدت میں کثرت ہے نمودار
کہ بے کثرت نہیں وحدت کا اظہار

ہے اک آئینہ خانہ بزم کثرت
بتاؤں غیر کس کو ما سوا کیا

امجد
افسوس
اکبر
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃
اسمٰعیل
〃
〃
〃
〃
〃
〃
〃

معرفت

گر کفر کی راہ سے رسائی ہو وہاں	رہتیں	اسمٰعیل
بندہ ہوں تو اک خدا بتاؤں اپنا	=	″
ہے بندگی و ہم اور خدائی پندار	=	″
ڈھونڈھا کرے لاکھ کوئی کیا ملتا ہے	=	″
جب تک کہ ہے بندگی خدائی کا حجاب	=	″
کس طور سے کس طرح سے کیونکر پایا	=	″
باقی رہا مدعا نہ دعویٰ نہ دلیل	ایک	″
مقصود ہے بعد جستجو سے باہر	=	″
اندر باہر کا سب تعین ہے غلط	=	″
تقریر سے وہ فزوں بیاں سے باہر	=	″
اندر باہر ہے وہ نہ پیدا پنہاں	=	″
بیداری و جود ہے خواب عدم میں غرق	=	″
ہے راہ کی تلاش تو گر ہی طلب	=	″
خاک سے افلاک تک ہے دور تیرے نام کا	=	″
اول و آخر بھی تو ہے ظاہر و باطن بھی تو	=	″
ایک دو گھونٹ جام وحدت کے	قسمیں	″
سب سمائے تجھ میں ہی یا تو سمایا سب میں ہی	=	″
کیسی طلب کہاں کی طلب کس لئے طلب	=	″
ہے کائنات گرد رہ کائنات عشق	=	″
مر چکے جیتے جی خوشا قسمت	=	″
خلوت کا بھروسہ ہے نہ جلوت کی توقع	=	″
ہے شعور ما سوا بھی اک حجاب آگہی	حسن	″
غیر سمجھا ہے کسے اے ہمنشیں	=	″
تم نے کب دیکھا ہے بے رنگی کا رنگ	=	″
تیرے سوا اُسے نظر آتا نہیں کوئی	=	″
جب تک ہے عشق و عاشق و معشوق میں تمیز	=	″
اپنی ہی جلوہ گری ہے یہ کوئی اور نہیں	=	″
اتنا تو جانتے ہیں کہ بندے خدا کے ہیں	=	″
ہے مجھے کشمکش سعی و طلب سے نفرت	=	″
ہو دم عرض تجلی پاش پاش	=	″
حسن کی کیا ابتدا کیا انتہا	=	″
نہ ہو جب فرق ہی تو راہ کیوں ہو	=	″
تھی چھیڑ اسی طرف سے ورنہ	=	″

اس کفر کو تو جادۂ اسلام سمجھ	″
خالق ہوں تو اک جہاں دکھاؤں اپنا	″
میں وہ ہوں کہ خود پتا نہ پاؤں اپنا	″
دن کا کہیں رات کو پتا ملتا ہے	″
بندہ کو بھلا کہیں خدا ملتا ہے	″
دل نذر کیا سراغ دلبر پایا	″
کھوئے گئے آپ ہی تو سب بھر پایا	″
وہ گل ہے دلیل رنگ و بو سے باہر	″
مطلب ہے کلام و گفتگو سے باہر	″
ادراک سے وہ بری گماں سے باہر	″
سرحد مکان و لامکاں سے باہر	″
لب بند ہو گئے یہی روز نشور ہے	″
عاقل وہی ہے عقل میں جسکی فتور ہے	″
کونسی محفل ہے وہ جس میں ترا چرچا نہیں	″
تو ہی تو ہے پر کہیں تیرا پتہ لگتا نہیں	″
جو نہ پی لے وہ متقی ہی نہیں	″
اس پہیلی کو کسی نے آج تک بوجھا نہیں	″
ہم ہیں تو وہ نہیں ہے جو وہ ہے تو ہم نہیں	″
وہ دل ہی کیا کہ جس میں تری جستجو نہ ہو	″
اس سے اچھی تو زندگی ہی نہیں	″
سب وہم تھا یاروں نے جو تاکے تھے ٹھکانے	″
بے خبر جب تک نہ ہو لے باخبر ہوتا نہیں	″
میرے دل میں بدگمانی اور ہے	″
بے نشانی کی نشانی اور ہے	″
حاصل جہاں میں جسے عین الیقین ہے	″
کھلتا کسی پہ راز حدوث و قدم نہیں	″
غور سے دیکھ اگر آنکھ میں بینائی ہے	″
آگے حواس گم خرد نارسا کے ہیں	″
دل مرا ترک تمنا کا تمنائی ہے	″
سینہ مثل طور سینا چاہئے	″
شیفتہ بھی بے سر و پا چاہئے	″
نہ ہو کوئی تو پھر آگاہ کیوں ہو	″
میں اور مجال آرزو کی	″

دیدۂ حق بیں نہ تھی محتاج دیدار حبیب
کون ایسی جا نہیں ہے وہ جہاں ملتا نہیں
اکمل

زاہد ذرا مقام تصوف کی سیر کر
جس نے خودی مٹائی وہ بندہ خدا ہوا
اوج

راہ مقام بار تصور سے ہی قریب
جب آنکھ بند کی وہیں طے راستہ ہوا
〃

خالق کی معرفت میں ہے عاجز ہر اک بشر
آگاہ کیا جدید ہو حال قدیم سے
بحر

دیکھ آنکھوں میں اگر کچھ معرفت کا نور ہے
کر مک شب تاب بھی موسیٰ چراغ طور ہے
〃

تو جس سے ہے بعید وہ تجھ سے قریب ہے
غافل تجھے خبر نہیں حبل الورید کی
〃

جو اس کو دور سمجھتے ہیں عقل سے ہیں دور
کہ یار ہے رگ جاں سے زیادہ تر نزدیک
〃

حبابوں نے ساحل پہ مٹ کر بتایا
کہ ہستی خودی ہے خدائی فنا ہے
بیدل

نیستی باعث شہرت ہے مثال عنقا
ہم نہ ہوتے تو یہاں نام ہمارا ہوتا
برق

پردہ پوشی سے رہا آپ کی پردہ سب کا
شکل دکھلاتے جو تم اور ہی نقشا ہوتا
〃

اسی کا جلوہ جہاں میں ہے وہی وہی ہر جگہ نمایاں ہے
وہ جسم میں ہے وہ جاں میں ہے نشان بتاؤں میں کیا کہاں کا
〃

وصال یار تمہید فراق ہر دو عالم ہے
کہ اوس کا ہو کے پھر کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا
بیخود

نظر آیا مجھے ہر رنگ میں تیرا ہی ظہور
میں نے ہر شے میں تری جلوہ نمائی دیکھی
باقی

نئی شان سے ہوا جلوہ گر وہ جہاں پہ جلوہ کناں ہوا
کہیں بیگمان و گماں بنا کہیں بے نشان و نشاں ہوا
بیدم

کہیں خیر و شر کہیں بوالبشر کہیں راہبر کہیں رہبر
کہیں آپ اپنا یقیں بنا کہیں آپ اپنا گماں ہوا
〃

دونوں عالم میں بجز یار کوئی غیر نہیں
بس حقیقت میں یہی ماحصل عرفاں ہے
〃

کہیں رب ارنی کی دی صدا کہیں لن ترانی سنا گیا
جو نہاں ہوا تو نہاں ہوا جو عیاں ہوا تو عیاں ہوا
〃

گہ مریض و مرض و مسیح بن وہی چارہ ساز دوا بنا
کہیں دل بنا کہیں دلربا کہیں اپنا در دنہاں ہوا
〃

کبھی اپنی ہستی عدم دیکھتے ہیں
کبھی حملہ حادث قدم دیکھتے ہیں
〃

جو تیرے سوا دیکھتا ہو سو جانے
تو ہی تو ہے اتنا تو ہم دیکھتے ہیں
〃

اسرار جو مختص ہیں وہی کھول رہا ہے
در پردہ ہر اک ساز میں جو بول رہا ہے
〃

آپ کو کھو کے نہ پوچھو کہ ملا کیا ہم کو
ہو کے بیدم بخدا جلوۂ جاناں دیکھا
〃

دوئی کا دور ہو یکسر نشاں یکتا نظر آئے
مٹے پردہ تو ہم کا تو یہ ناداں بے دانا
بختاور

جب تک پردۂ خودی پڑا ہے نظر نہ آئیگا ہرگز
کھو کے خودی کو خود بخود ہو اس کو آسا پاتا ہے
〃

ہے نہیں خالی کوئی جا اس کے شمع نور سے
جو نظر سے اپنی گزرے ہے وہی ہے سر بسر
بختاور

دیر و مسجد میکدہ کیا کعبہ و بتخانہ کیا
جس کو دیکھے گا یہی سمجھے گا ہے اس کا ہی گھر
〃

اس بے نشاں کا جیسا نہ ملتا تھا کچھ نشاں
ویسا ہی اب ملا ہے نشاں ہر نشاں کے بیچ
〃

بسا آنکھوں میں ہے جلوہ جو تیرا
نظر آتا ہے تو ہی چار سو آج
〃

خلق کی جانب سے سی لے چشم اپنی ای عزیز
شوق ہے تجھ کو اگر اس یار کے دیدار کا
〃

پھروں تھا ڈھونڈھتا جسکو اسے اب جا بجا دیکھا
ہر اک شے میں وہ ہی ظاہر اگرچہ ہے چھپا دیکھا
〃

عشق اس کا مجھے بھاتا ہے جو ہے کل پہ محیط
وہی ہر سو نظر آتا ہے جو ہے کل پہ محیط
〃

نخل فرحت سے وہی سب کو ثمر بخشتا ہے
اور وہی رنج دکھاتا ہے جو ہے کل پہ محیط
〃

خاک سے کرتا ہے پیدا وہی شکل انساں
خاک میں پھر وہ ملاتا ہے جو ہے کل پہ محیط
〃

معرفت

وہی ذرہ سے بناتا ہے مثال خورشید
پھر وہی خورشید سے ذرہ بناتا ہے جو ہے کل پہ محیط

شمع محفل ہے وہی اور وہی پروانہ
قدر وہی جانتا ہے جلاتا ہے جو ہے کل پہ محیط

کہیں مجنوں کہیں لیلیٰ کہیں فرہاد و شیریں
کہیں سب بنکے بگڑ کر دکھاتا ہے جو ہے کل پہ محیط

وہی سب فیض کو ملتا ہے جو ہے حسن نیاز
طالب فیض کو نہیں پاتا ہے جو ہے کل پہ محیط

دونوں عالم سے گزر کر ہے وہی ذات یکتا
طرف وحدت سے کثرت میں لاتا ہے جو ہے کل پہ محیط

نہ سمجھے پھول سے کانٹے نہ سمجھے کانٹے سے پھول
وہی اک جلوہ گر دلبر کا جلوہ جا بجا سمجھے

سمجھ والوں نے سمجھے سب کو اپنے اپنے سمجھ کے
سمجھ کر کچھ نہیں وہ بے سمجھ کر کیا سمجھے

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
سمجھ کر کچھ نہیں وہ بے سمجھ کر کیا سمجھے

وہی ہے کل وہی ہے جز وہی ہے ماسوا سب کا
سمجھ کر کچھ نہیں وہ بے سمجھ کر کیا سمجھے

کہاں تک کوئی اس کی ذات کو سمجھے خدا جانے
سمجھ کر کچھ نہیں وہ بے سمجھ کر کیا سمجھے

جسے سمجھا اسے سمجھا نہ سمجھا کچھ نہ سمجھا

	جس سمت نظر جاتی ہے اے یار تو ہی ہے	گلزار میں گل تو ہی ہے اور خار تو ہی ہے	بختاور
	تجھ کو ہی تو کہتے ہیں نر نکار نر بخن	اور جگت میں جو بسا ہے اوتار تو ہی ہے	״
	ایجاد اور ابقا کا ہے مالک تو ہی پیارے	افنا سے پھر رکھتا بھی سروکار تو ہی ہے	״
	ہر بزم میں روشن ہے تو ہی شمع کی صورت	پروانہ نمط جلنے کو تیار تو ہی ہے	״
	مسجد میں کہیں بیٹھکے تو وعظ کرے ہے	میخانہ میں بنتا کہیں میخوار تو ہی ہے	״
	جز تیرے نہ بختاور غمگین کو ہے خواہش	کونین میں مطلوب بس اے یار تو ہی ہے	״
	جب چشم بستگی ہو مجھے اس جہان میں	آنکھوں کے سامنے وہی عالیجناب ہو	بیمان
	ذاتِ حق ہے جلوہ گر لیکن نہیں طالب کوئی	شمع تو روشن ہے پر افسوس پروانہ نہیں	تاباں
	انا الحق صورتِ منصور ہر ذرہ کے لب پر ہے	کوئی دیکھے عیاں ہونا ترے اسرار پنہاں کا	تمنا
	عجب دولت ہے یارو گنج عرفاں	خدا کی معرفت ہے کانِ نعمت	تراب
	نہ دنیا سے لذت نہ عقبےٰ سے رغبت	ادھر ہوں تو کیا ہوں اُدھر ہوں تو کیا ہوں	״
	اسے وہ کیوں نہ پہچانے جو خوب اپنے تئیں جانے	کہیں چاہے سو مُلّا نے تراب ایسا نہیں بھولا	״
	تراب اس ذات میں ایسا تو گم ہو	گھلے جس طرح پانی میں بتاشا	״
	کس طرح تراب آتی ہے ارواح بدن میں	کوئی عارفِ حق صاحب اسرار سے پوچھو	״
	نشاں اس کا کسی سے کب بیاں ہو	وہی پائے نشاں جو بے نشاں ہو	״
	کیوں نہ ہو واصل بحق نکلے جو عالم سے تراب	بندہ جب چھوٹے خودی سے تب خدائی تقدیر ہے	״
	وہی ہے سمیع اور وہی ہے کلیم	یہ طرفہ سخن ہے عجب بات ہے	״
	نہ کوئی معشوق ہے صوری نہ کوئی عاشق مجازی ہے	وہ اپنے حسن پر خود آپ گرم عشقبازی ہے	״
	جائے اندیشہ ہے گھر خالی رہے گر ای تراب	دل میں جب حق بس گیا تب اُٹھ گئے سب وسوسے	״
	ہے عدم کے سوا بطون میں کیا	معرفت کا مزہ ظہور میں ہے	״
	رہو جاگتے چاہو سوتے رہو	مصاحب تمہارا وہ دن رات ہے	״
	چاہوں مسجد میں رہوں چاہوں بتوں کے بیچ جا	حق رہے پاس تو پھر دونوں یہ گھر ہیں اپنے	״
	کنت کنزاً سے نہیں علم جسے کیا جانے	کس طرح آئے یہاں کون و مکاں سے آئے	״
	نہیں جس سے ہرگز ملاقات ہے	جو دیکھا تو سب کے وہی سات ہے	״
	بد کہے کیونکر کسی کو بوجھ کر دل میں تراب	سب ظہورِ بے چگوں سب جلوۂ بیچون ہے	״
	وہ تو ہے دل میں ترے کعبہ چلا ہے جس لئے	شیخ جی باہر نہ جا گھر سے خدا کیوا سطے	״
	طبیعت سے اپنی نکل جائے سالک	کھلے تب حقیقت سفر در وطن کی	״
	کہاں طالب کہاں رہتا ہے مطلوب	جہاں موجود اور واحد وہی ہے	״
	ہر فنا میں ہے رویدا و بقا	ترک مطلب حصول مطلب ہے	״
	غائب از خلق کیوں تراب نہ ہو	وہ تو حاضر ترے حضور میں ہے	״
	تیرے قدم سے حرمت دیر و کنشت ہے	مسجود ان کا تو ہے نہ گل ہے نہ خشت ہے	״
	لگا تو شوق سے بحر محیط میں غوطہ	کہاں کی موج کہاں کا حباب جانے دے	״
	ذرہ ذرہ میں چمکتا ہے وہی مہر منیر	نور سے اس کے نہ کوئی ذرہ کو خالی کہئے	״

مجھے یار سے اب یہی گفتگو ہے — جو تو ہے سو میں ہوں جو میں ہوں سو تو ہے — تراب
تراب اس نے دل میں ترے گھر بنایا — تو کس کے لئے در بدر کو بکو ہے — "
تراب کہہ نہیں سکتا نشان شعلۂ طور — پتا جب اس کا ملے طالب سراغ جلے — "
جہاں تک نظر جائے دیکھوں اسی کو — جہاں میں وہی جلوہ گر چار سو ہے — "
ارنی تو یہاں کہکے بہت مر گئے عشاق — اس وادیٔ ایمن میں قدم رکھو سنبھل کے — "
دُور و نزدیک کس کو کہئے تراب — نظر آتا مجھے وہی سب ہے — "
کلمۃ الحق ہے کہ جز حق نہیں موجود کوئی — ہم تو اس بات سے کچھ اور ہی اثبات ہوئے — "
پیدا جو ہم نہ ہوتے اُسے کون جانتا — ظاہر ہوا ہے وہ تو ہمارے ظہور سے — "
ہی پردہ نے میں نغمۂ ہو — گویا ہے وہی زبان نے سے — "
وہ نیستی کا مذاق لوٹے جو قید ہستی سے اپنے چھوٹے — تراب کا دل جو ہے ٹوٹے ملے خدا سے نے گیانی — "
آنکھ پھیلا کے دیکھ ہر بندہ — اپنے مولا سے کیا مقرب ہے — "
نہ سمجھے کوئی یار سے غیر مجھ کو — کہ صورت میں میری وہی ہو بہو ہے — "
صفت جس کی سب سُن کے مشتاق ہیں — خدا جانے یارو وہ کیا ذات ہے — "
ہر ابتدا کو چاہئے کچھ انتہا تراب — آغاز عشق کو نہیں انجام چاہئے — "
جدھر جاؤں تراب اور اُدھر وہی ہے — کوئی اس سے کہاں جائے کدھر جائے — "
بچ گئے وے جو اُسے پہچانکے چپکے رہے — بڑھ کے باتیں جو کریں عرفاں کی مارا پڑے — "
پھر اسی کا وجود دیکھ پڑے — اپنی ہستی کو جب عدم کر دے — "
حقیقت کا مزہ سالک نہ پائے — طبیعت سے نہ جب تک خوب مرے — "
اُسے میں آپ سے باہر کہاں ڈھونڈوں کہاں بھٹکوں — حقیقت عین صورت ہی کھلا یہ سخن اقرب ہے — "
کثرت سے اس قدر تری وحدت کا زور ہے — چاروں طرف جہاں میں انا الحق کا شور ہے — "
کون بوجھے یہ معما کس سے کہئے چیستاں — خود وہی گویا ہوئے اور خود وہی شنوا ہوئے — "
اس طرف شرک جو کفار کو سمجھاتا ہے — اس طرف کلمۂ توحید وہ فرماتا ہے — "
ہر شئے میں تراب اصل کو دیکھ — کیا کام تجھے لحاظ شئے سے — "
قرب پہ یار کے دلیل صریح — ھو معکم و نحن اقرب ہے — "
رام کہتا ہے کوئی اس کو کہیں کوئی خدا — وہی مولا ہے وہی حق ہے وہی داتا ہے — "
تراب اور سب سے یہی خوب ہے — کہ اپنی محبت خدا دے مجھے — "
وہ باہر نہیں اپنے طالب سے ہرگز — اِدھر اور اُدھر جبل سے جستجو ہے — "
سب گرفتار یک یقین ہیں — ہم تو عاشق ہیں لا تعین کے — "
جہاں چاہو وہاں دیکھو جگ اس کے نور سے پُر ہے — نہیں اسکی تجلی سے کوئی سنگ و شجر خالی — "
انا الحق کہہ اُٹھا منصور جب حق سے ہوا معمور — وہی خود بولتا ہے نے میں جسکی نغمہ سازی ہے — "
وہ صورت گو مری آنکھوں سے ہے دُور — خیال اس کا تو میرے روبرو ہے — "
جوش ہستی میں ہیں تمنائی — نیستی جان نامرادی ہے — "
عارف اس کو کہئے جو اپنے تئیں پہچانکے — ہر جگہ اپنی حقیقت کا تماشائی رہے — "

معرفت

حقیقت کو اپنی جو سمجھا ہے خوب — وہی اہل کشف و کرامات ہے —
کھٹن ہے جو منزل طریقت کی طے — وہی طالب عالی درجات ہے —
دو عالم سے کھویا ہے جس نے اپنے — اُسی کو ملا یار کا ساتھ ہے —
ہمیں تو نظر آتا ہے اس میں وہی — نہ دیکھا کسی نے کہ کیا بات ہے —
نہ دیکھا اس کا کوئی نشان — وہ ہے بے نشان اور بے ذ

معرفت

وہی دل میں سمایا ہے وہی آنکھوں میں چھایا ہے	ترآب	ترآب ایسے معاصی سے کدھر چھوٹے کہاں بھاگے
مسجد و دیر و صومعہ کعبہ	=	سب کہیں وہ رہا کہاں نہ رہا
غیر حق کوئی نہیں ہرگز ترآب	=	جھوٹی تہمت ہم یہ کس پہ باندھتے
نہ ہو وہ جس سے کبھی جدائی کرے نہ ہرگز جو بیوفائی	=	اسی کی بہتر ہے آشنائی ترآب اسکو تو آشنا کر
جہل سے تم پر ہوئی یہ معرفت کی راہ گم	=	ھو معکم اینما کنتم سے کیا واقف ہو تم
آپ ہی میں اس کو پائے کچھ جو پائے آپ کو	=	اور کوئی اس سے نہیں نزدیکتر راہ وصول
اپنے نام و نشاں سے جب گزرو	=	راہ تب پاؤ بے نشاں کی طرف
جلوہ گر اک ذات ہے جسکی صفت ہیں سینکڑوں	=	اک طرف کہتا ہے مرجا اک طرف کہتا ہے تم
ہے ترآب عاشقی اسی کی خوب	=	حسن کو جس کے ہو کبھی نہ زوال
کعبہ و مسجد میں جاتے ہو بھلا جی کس لئے	=	وہ تو ہے دلمیں تمہارے پھرتے ہو تم جس لئے
ہوا جو کوئی محو ذات قدم	=	نہیں اس پہ لگتا وجود و عدم
آنکھ کھولو دیکھ لو عالم میں ہے کس کا ظہور	=	کون ہے ظاہر زمیں سے لیکے تا چرخ نہم
دیکھ پڑتا ہے کچھ تو ان کو حق	=	دھیان جو اس طرف لگا بیٹھے
حق تو فرمایا ہی ہیں تو سب کہیں ہوں سب کے پاس	=	کس طرح دیکھوں اس کو میں عالم سے الگ
آشنا دریا سے ہو موجوں سے مت سازش کرو	=	دم میں یہ جائیں گی پانی ہو کے موجیں کلہم
کیا میں اس کا نشان بتلاؤں	=	بے نشاں ہے نشان سے باہر
ہر جگہ یار جلوہ گر ہے ترآب	=	گھر اسی کا ہے کعبہ ہو یا دیر
گر خدا سے وصال چاہے ترآب	=	آپ کو نفی کر اسے اثبات
وہی ہے اول و آخر وہی ہے ظاہر و باطن	=	ترآب اس سے یہی کہہ کلمۃ الحق کا جو ہے سائل
بالیقیں ہے ترآب سب میں وہ	=	ہے جو وہم و گمان سے باہر
کہنا بعید ہے یہ گھر تو ہے دور تیرا	=	ہے جلوہ گر ہر اول جوں کوہ طور تیرا
جو عالم بگاڑے گا اپنا ترآب	=	رہے گا بنا وہ ہی عالم کے بعد
نہ تجھ سے ملا جو یہاں جیتے جیتے	=	اسے عمر بھر غم رہا زندگی کا
دیکھتا ہوں عرش کے اوپر سے تا تحت الثریٰ	=	شرق سے تا غرب اک ہی ہے نہیں کوئی دوسرا
اس طرح تنزیہ بوجھ اور اس طرح تشبیہ جان	=	دونوں حالت میں نہیں کوئی دیدا اس کے ماورا
ہماری شکلیں ہیں یہ سب جو دیکھ پڑتی ہیں	=	جہاں تمام ظہور و نمود ہے اپنا
جو خالی نہیں اس سے کون و مکاں	=	تو باطل نہ کس طرح کہئے خلا
بندہ کا محرک تو وہی حضرت حق ہے	=	اک ذرہ ترآب آپ سے جنبش نہیں کرتا
جدا بندہ سے وہ کب ہے جو کہتا نحن واقرب ہے	=	ملا وہ سب سے یوں اب ہے بہم جوں دلمیں اور چولا
حق تعالیٰ عشق اپنا دے تو بہتر ہے ترآب	=	حسن صوری کچھ نہیں اس سے تو جی بالکل اٹھا
نہ ہوتا ہے بیاں اس کا نہ ملتا ہے نشاں اس کا	=	خدا ہی جانے کیا عالم ہے اسکی بے نشانی کا
کچھ حق کے سوا نسبت بندہ کو نہیں پھبتی	=	مجبور ہوا تو کیا مختار ہوا تو کیا
گر مومن و کافر میں رشتہ ہے حقیقت کا	=	تسبیح ہوئی تو کیا زنار ہوا تو کیا

معرفت

نہ مسجد سے غرض اسکو نہ بتخانہ سے کچھ مطلب	تراب اس طرف رُخ کرتا ہے ای مولا جدھر ہے تو	تراب
جو آپ کو کچھ اور کہے اور اُسے کچھ اور	نزدیک میرے وہ تو حقیقت سے دور ہے	//
حق عیاں کس سے کہوں پنہاں رکھوں کس سے تراب	ظاہر و باطن نہیں اس کے سوا کچھ اور ہے	//
غیر اُٹھ جائے نظر سے جس کی عارف ہے وہی	ہر جگہ واجب کو دیکھے دید امکاں چھوڑ دی	//
نحن و اقرب الیہ کے معنی	وہی سمجھے گا جس کو عرفاں ہے	//
ہم تو اس بیرنگ کو ہر رنگ میں لیتے ہیں دیکھ	دور کہئے اسکو کیونکر سب سے جو نزدیک ہے	//
جاہلوں کو کیا خبر وہ کس طرح ہے جلوہ گر	روز روشن بے بصیرت کو شب تاریک ہے	//
قصد مسجد کرے یا عزم سو دیر کرے	مالک الملک ہے چاہے وہ جدھر سیر کرے	//
جان بوجھ اللہ کیا منھ سے کہے اپنے تراب	صفحۂ دل پر جو اس کے نقش ہو مکتوب ہے	//
تم وجہ اللہ سے معلوم ہوا سب میں ہے وہ	منہ کیا ہم نے جدھر یار ہی کا پایا منہ	//
ذرہ ذرہ میں ہے تراب وہی	گو منزہ جناب باری ہے	//
کنت کنزاً تو اشارہ و کنایہ ہے تراب	ہم نے جو ذات نہاں تھی سو نمایاں دیکھی	//
غیر انسان کسی سے اُٹھ نہ سکا	کیا امانت کا بوجھ بھاری ہے	//
عارف نفس عارف رب ہے	واہ جی معرفت کا کیا فن ہے	//
آپ کو جس نے کچھ نہ پہچانا	وہ تو جاہل ہے سخت کودن ہے	//
تراب کیوں نہ کروں ہر کسی سے میں الفت	مجھے تو سب کہیں محبوب دیکھ پڑتا ہے	//
کیوں اس سے چھپکے رہئے کیا حق ہیں اسکے کہئے	نزدیک ہو جو سب سے کہنے میں دور آوے	//
حق تو محسوس ہے کون اسکو کہے ہے معقول	جو کہ موجود ہے کس طرح سے محسوس نہ ہو	//
فانی کسے کہتے ہیں فنا ہوتی ہے کیا چیز	نابود وہ کب ہوگا جسے بود ہے یارو	//
جو بندہ آپ کو پہچانتا ہے	وہ عارف ہے خدا کو جانتا ہے	
جس نے خلوت میں حضوری کا مزہ پایا تراب	خلق سے وحشت ہے اسکو سب سے بھاگا بھاگ ہے	//
جس نے کیا سب سے ہمیں بے خبر	ہم کو تراب اس کی خبر چاہئے	//
آپ کو پہچان کے جو اس کو پہچانے تراب	عارف اس کو کہئے ہم طالب ہیں اس عرفان کے	//
ہمیں تو لا تعین دیکھ پڑتا ہے تعین میں	حقیقت سے نہیں خالی ہمارا عشق صوری ہے	//
ہے مجاز آئینہ حقیقت کا	دیکھو ہر شئے میں جلوۂ اللہ	//
ہے بحکمت دوا دوش تیری	کہیں درد اور کہیں دوا ہے تو	//
کہنے کو ایک مرتبۂ ذات بحث ہے	ورنہ صفات ذات سے کب منفصل ہوئی	//
خودی سے اپنی گزرنا ہی جیتے جی مرنا	بڑی خرابی سے ہوتی ہے طے فنا کی راہ	//
رہے جو سدا پاس تیرے تراب	تو اس سے نہ بہر خدا دور ہو	//
مہر کو ذرہ میں اور بحر کو قطرہ میں دیکھو	زیادہ اور کیا کہوں ہی بات بڑی چھوٹا منھ	//
ترا ناخدا تو خدا ہے تراب	وہ کس طرح تجھ سے بھلا دور ہو	//
کھلی ہے یوں تھو معکو کی کیفیت مجھ پر	کہ جیسے بحر ہو سرتا قدم حباب کے ساتھ	//
ہم کو ہر کثرت میں وحدت دیکھ پڑتی ہے تراب	وہ موحد ہی نہیں وحدت کا جو قائل نہ ہو	//

معرفت

	جس کو میں چاہوں وہ مجھے چاہے	غیر ہے کون جس کو چاہوں میں
	کوئی میرے سوا نہیں موجود	عرش ہوں فرش ہوں سماہوں میں
	اُسے نام و نشاں سے اپنے کیا فکر	جو گم رہتا ہو فکر بے نشاں میں
	دل مرا محو یار ہے ایسا	خطرۂ ماسوا کی تاب نہیں
	مجھ سے سب مانگتے ہیں اپنی مراد	سب کا مقصود و مدعا ہوں میں
	حقیقت سے گر بے خبر ہوں تو کیا ہوں	ملک ہوں تو کیا ہوں بشر ہوں تو کیا ہوں
	آشنائی اسی کی خالص ہے	ہو جو یکرنگ ظاہر و باطن
	صورت میں تفرقہ ہے حقیقت میں کچھ نہیں	سیدھا ہی قد وہی ہے جو خم ہے سجود میں
	ایک قطرہ بھی نہ پایا ہم نے پانی کے سوا	جزو ایسا کون ہے جس میں وجود کل نہیں
	اہل عرفاں کو ہے ہمیشہ قرب	حسب دلخواہ آگے کیا کہیے
	چاہے کوئی برا کہے چاہے بھلا کہے	اپنی تو جان بوجھ میں دن رات ایک ہے
	موت سے یار وہی بے ڈر رہے	زندگی میں آپ سے جو مر رہے
	وحدت کی آنکھ سے جو نظر بھر کے دیکھئے	عالم زار ض تا بسما ذات ایک ہے
	ہندو سے پوچھو چاہو مسلمان سے پوچھ لو	دونوں یہی کہیں گے کہ حق بات ایک ہے
	سدا میں آپ سے رہتا ہوں نے کی طرح نہی	وہی میں کہتا ہوں جو کچھ جیب کہتا ہے
	کافر ہے وہ کرے جو نہ نفی دوگانگی	مومن کو لا الٰہ سے اثبات ایک ہے
	تراب اس کو کہاں چون و چرا ہو	جو ہر صورت میں اس بے چوں کو دیکھے
	اسی سے جب ہے حقیقی ہو یا مجازی ہو	اسی سے نام اسی سے نشان الفت ہے
	توحید کی سمجھ میں جو ہے تراب یکتا	اس کو نہیں کسی سے ہرگز دوگانگی ہے
	خودی گم ہو تو پھر کیا خود بدولت سے جدائی ہے	جو بیخود ہو تو جانے بیخودی میں کیا خدائی ہے
	راہ فنا میں سالک ثابت قدم نہ ہوں گے	ہستی سے اپنی بالکل جب تک عدم نہ ہوں گے
	سلوک راہ حق بے پیر کیا ہو	نہیں خالی یہ رستہ رہزنوں سے
	کب اینما تولوا ہووے کسی پہ روشن	جب تک نہ اس کے دل میں وحدت کا نور آئے
	تراب آئے جو کوئی مسجد سے بتخانہ میں آنے دی	خدا کا گھر ہے وہ اس میں کسی کا کیا اجارا ہے
	تراب بے نشاں کی کوئی نشانی کس طرح لائے	نہ واں تک عقل پہونچی ہے نہ واں ورا کچھ جاتا ہے
	ہے سب اللہ آگے کیا کہیے	ہے وہ ہمراہ آگے کیا کہیے
	کس سے کہئے تراب اس کا بھید	اس حقیقت سے کون محرم ہے
	حق تو بے پردہ عیاں ہے آنکھ کھولو دیکھ لو	سو جھتا جس کو نہیں وہ کیا کرے معذور ہے
	وہ مقید کس طرح عالم میں ہو	جس کو سیر عالم اطلاق ہے
	اندھا ہے وہ جو اس کی طرف دیکھتا نہ ہو	اہل بصر کو خواہش دیدار چاہئے
	جو ہر وجود میں ثابت اسی کی ہستی ہے	تو خود پرستی سری عین حق پرستی ہے
	ہوا تھا عالم ارواح میں جو مست الست	یہاں بھی اس کو وہی بیخودی وستی ہے
	وہی کچھ سمجھے بے نشاں کی بات	اپنی جو ہستی و نشاں سے گئے

تراب	
	ساری ہر ایک عدد میں ہے واحد ہے
	ہر کو کثرت میں جو سمجھا بوجھا
	فی الحقیقت وہی معبود وہی
	ذات مطلق ہے کہ اطلاق میں معبود وہی
	شہود میں کون اس کے سوا
	مقصود وہی مقصد وہی
	جب کثرت میں ہے وحدت کی وہی
	وہی عارف ہے کہ پہچانے ہے
	یہاں میں ہے نہ وہاں ہے
	طلوع شمس و قمر میں ہے
	ہے وہ ہمراہ آگے کیا کہیے
	ہے وہ ہمراہ آگے کیا کہیے
	اس حقیقت سے کون محرم ہے
	سو جھتا جس کو نہیں وہ کیا کرے معذور ہے
	جس کو سیر عالم اطلاق ہے
	اہل بصر کو خواہش دیدار چاہئے
	تو خود پرستی سری عین حق پرستی ہے
	یہاں بھی اس کو وہی بیخودی وستی ہے
	اپنی جو ہستی و نشاں سے گئے

ہم دل و جان سے بندہ ہیں اسی مولا کے — تراب
تراب اس لاتعین سے پڑا سابقہ جس کو — "
نیک و بد اور کسے کہئے ہمیں ہیں سب کچھ — "
پھر انا الحق ہی نکلتا ہے مرے منہ سے تراب — "
جب تلک اس بے نشاں کی فکر میں گم ہو نہ عقل — "
تو دی شیخ جام گر مجھ کو قسم ہے پیر مغ تجھ کو — "
تراب جو رگ گردن سے ہے مرے نزدیک — "

یار دانی کہو جہاں چاہو
حق تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے ہوں نزدیک بہت
سوا اس کے نہیں کوئی جہاں میں
میں پاس شریعت سے نہیں کہتا ہوں یہ حرف
گر آنکھ کھلی ہووے نظر آوے وہ سب میں
تراب اس کو وہی دیکھا اپنے تئیں بھول
تراب پھر تو خدا ہی خدا نظر آئے
کوئی دوسرا ہو جس سے کہے غیریت کی بات
آنکھ موندی تو عدم کی سیر ہے گم ہے وجود
حباب کا تو ظہور و بطون دریا ہے
زمیں سے تا بفلک بلکہ اور عرش تلک
بچشم معرفت کچھ فرق ہم نے

یار میرے دل میں ہے اور دل ہے میرا یار میں
عجب دولت ہے یار و گنج عرفاں
ہر طرف دیکھتے ہیں اس کا جمال
وہ ہرجائی نے اپنا پردہ آپ ہی آپ سے کھولا
کعبہ ہو کہ بتکدہ ہو یار و
خدا کی شکل پر آدم بنا ہے
تعین ہیں نہیں جز لاتعین
کہیں موسیٰ کہیں فرعون ہامان
کہیں زاہد کہیں عابد کہیں رند
کہیں دارا کہیں شکل سکندر
کہیں ہنستا کہیں روتا کہیں چپ
کہیں حکمت کہیں دارو کہیں درد
کہیں دشمن کہیں ہے دوست جانی
کہیں ذرہ کہیں خورشید غرا

جس کو رحمان کہیں کہتے ہیں اور رام کہیں — تراب
وہ کب غفلت سے پڑتا ہے تعین کے بکھیڑے میں — "
ہم ہی ہیں نیک کہیں اور ہمیں بدنام کہیں — "
جس گھڑی اپنی خودی سے میں گزر جاتا ہوں — "
تب تلک اس کی نشانی معتبر ملتی نہیں — "
سقاھم ربھم پڑھکے شراب آگے مرے دھر دے — "
اسی کو اب میں گلے سے لگا کے بیٹھ رہوں — "
ہے تجلی کوہ طور عیساں — "
ناحق اب دور اسے جانکے دل بھٹکاؤں — "
تلاش اس کی کر و یار و جہاں ہو — "
ساجد ہے وہی ایک جو مسجود ہے یار و — "
خورشید ہر اک ذرہ میں موجود ہے یار و — "
رہے گا کب تلک تو ما و من میں — "
خودی سے اپنی جو وارستہ مجرد ہوں — "
اک یار ہے تراب کی دید و شہود میں — "
آنکھ کھولی تو وہی ہے ظاہر و باطن وہی — "
اسی سے نکلا اسی میں حباب ڈوب گیا — "
جو دیکھتا ہوں تو سارا وجود ہے اپنا — "
یگانہ سے نہ بیگانہ میں دیکھا — "
یہ نہ پوچھو دل کہاں اور گھر کہاں دلدار کا — "
خدا کی معرفت ہے کان نعمت — "
حضرت ذوالجلال کے طالب — "
نہیں گر سب کہیں تو ثم وجہ اللہ کیوں بولا — "
ہیں دونوں اسی طرف کی راہیں — "
یہ آدم کیا عجب عالم بنا ہے — "
وہ ہے بیچوں یہ سب عالم بنا ہے — "
کہیں عیسیٰ کہیں مریم بنا ہے — "
کہیں شبلی کہیں ادہم بنا ہے — "
کہیں زال و کہیں رستم بنا ہے — "
کہیں شادی کہیں ماتم بنا ہے — "
کہیں زخمی کہیں مرہم بنا ہے — "
کہیں غیر و کہیں محرم بنا ہے — "
کہیں قطرہ کہیں قلزم بنا ہے — "

معرفت

تراب اس کی دم ہمت سے ہے یہ سب — تراب
تراب وہ ہمدم ہمت ہے جو — "
انا الحق صوت منصور معزز دار پر کیونکر بنا ہے — "
کروں کیا دیکھ کر حیراں ہوا ہوں تو ہی آ کر — "
ہوا العشق دشوار لا معشوق لا عاشق کہاں کیونکر بنا ہے — "
دیر و حرم میں ہوں طالب تیری خدا کی — "
میں باغ میں ہوں بلبل تو گل ہے کس ادا کا — "
ہے جلوہ تیرا ہر سو تو ہی نظر نہ آوے — "
دل میں ہے تو ہی تو ہے تجھ سے ہے آرزو ملنا — "
وہ ذات حق ہے جلوہ پیرا فنوں نہیں ہے — "
شیخ تو ڈھونڈتا ہے کعبہ و بتکدہ میں — "
ہر جا ہے تو ہی تو ہے تجھ سے ہے آرزو ملنا — "
یہ کیا ہے تیری طرف جی کی راہ ہے — "
دل وہ کیا جو تجھ کو نہ ڈھونڈے — "
قطرہ وہ کیا جو تجھ میں نہ ملے — "
اسے عبث تو نے اس کو انسان کیا تھا کچھ نہ تھا — "

جب نہ تھا نہ تھا اس کو انسان کیا تھا کچھ نہ تھا — تراب

— شاہ اکبر

معرفت

کلیم اللہ پر کیا کیا نہ بن جاتی خدا جانے
حجاب بیخودیٔ شوق اگر حائل نہ ہو جاتا — توفیق

دیکھیں جو الگ عالم نیرنگ سے ہو کر
اک وہم ہے کہتے ہیں جسے ارض و سما آپ — ″

اک خاص ادا حسن تلون کی ہے ورنہ
فرمائیے کیا ہیں کہ جو ہیں سب سے سوا آپ — ″

جلوہ ہے جو عالم اس کا کیا دل کی خصوصیت
آزاد تعین کیوں پابند مکاں ہوتا — ″

ایمن وطور تو کیا خود بھی نہ ہوتے موسیٰ
ایک دم اور جو تو جلوہ نما ہو جاتا — ″

وہ پاس مرے ہو کر پنہاں ہے نگاہوں سے
کیا ہوتا خدا جانے گر دور مکاں ہوتا — ″

چاہیں وہ آپ ہی جب اپنا تماشا ہونا
ان سے خلوت میں بھی ممکن نہیں تنہا ہونا — ″

شعب

کس طرح رنگ دوئی اس کا نظر میں جچتا
جس کو آتا ہو ہر اک رنگ میں یکتا ہونا — ″

ہر ایک رنگ میں گر اس کی دید لازم تھی
تو ہم سے بھی کہیں اس کو دوچار ہونا تھا — ″

کسی کے جلوہ کے قائل ہوں بے سبب کیونکر
نہاں نہ تھا تو کہیں آشکار ہونا تھا — ″

رہا کرتے ہیں جو یا حبس کے ہر سو مومن و کافر
اسے ہم اپنے نزدیک رگِ گردن سمجھتے ہیں — ″

آ کر جہاں میں ہم پہ کھلا ان کا راز حسن
جب ہم نہ تھے تو پردۂ ہستی حجاب تھا — ″

وہ اس لئے ہمیں نظر آتا نہیں ہنوز
تاب نظر بقدر تماشا نہیں ہنوز — ″

پنہاں وہ اس طرح ہے کہ پیش نگاہ ہے
پیدا وہ اس طرح ہے کہ پیدا نہیں ہنوز — ″

سنتے ہیں جلوہ گر ہے کوئی بزم دہر میں
آنکھیں مگر کسی سے شناسا نہیں ہنوز — ″

تھا اور کون حائل شوق خیال بجز
خود شوق دید پردۂ چشم حباب تھا — ″

تھا امتیاز جزو و کل اپنی نگاہ میں
ورنہ جو بحر تھا وہی عین حباب تھا — ″

بہر کلیم خاص تھی کیوں جلوہ گاہ طور
جب ہر جگہ جمال ترا بے حجاب تھا — ″

تھا ایک کارگاہ یقین کا نام بحر
جب امتیاز قطرہ و موج و حباب تھا — ″

ہو کے نزدیک بھی وہ دور رہا آنکھوں سے
قرب مطلب سے رہا بعد منازل مجھ کو — ″

تھا

کہیں ہم دل کو کس حجت پہ نذر نگاہ ناز کریں
وہ کیونکر جلوہ آرائے مکاں ہو لامکاں ہو کر — ″

بنا آئینہ اشیا تجلی گاہ حسن ان کو
ہوے وہ اور بھی پیدا نگاہوں سے نہاں ہو کر — ″

کسی کا بار غم عشق اور مرا دل زار
عجب ہے کوہ گراں کاہ سے اٹھا کیونکر — ″

آپ سے جانا ہے توفیق ٹھکانا میرا
جادۂ گم شدگی جادۂ منزل ٹھہرا — ″

نہیں ہویا جو ہر پہلو میں تیرا
مجھے تبلا کہ ہے وہ کو فسا دل — ″

پھر وہی وادیٔ ایمن ہے وہی جلوۂ طور
دیکھنے کو بھی تو آئے کوئی موسیٰ بنکر — ″

آ جاؤ نظر صاف کہ منکر کو یقیں آئے
کیوں آئنۂ وہم میں ہیں جلوہ نما آپ — ″

خیال کھینچکے باہر نکال ہی لایا
چھپے وہ لاکھ مگر آپ کو چھپا نہ سکے — ″

جو کرتے بھی تو کسی کی تلاش کیا کرتے
ہم اپنے آپ کو کھوئے بغیر پا نہ سکے — ″

ہے اتصال مانع دید اور تو قریب
پھر کس طرح سے تیرا تماشا کرے کوئی — ″

مانا کہ تیری دید نہ مشکل سہی مگر
موسیٰ کا حوصلہ بھی تو پیدا کرے کوئی — ″

ظہور ہستیٔ مطلق ہے ہے اعتبار وجود
وگرنہ کیا ہے حدوث اور یہ قدم کیا ہے — ″

لو بیخودی سے بچ نہ سکے حضرت کلیم
پردہ نگاہِ شوق کا حائل نہ ہو سکا — ″

حرم و دیر میں ہے جلوہ نمایاں کس کا	کلمہ پڑھتے ہیں سب گبر و مسلماں کس کا	ثاقب	
قطرہ وہ ہوں کہ مجھ میں سمائی ہے بحر کی	مطلوب جزو و کل ہوں وہ طالب ہیں یار کا	〃	
کلام ہر دم یہی ہے اسکے غریق دریائے معرفت کا	نمود بحر جہاں ہیں مثل حباب ہم لیکے کیا کرینگے	جوش	
تصور ہم نے جب تیرا کیا پیش نظر پایا	تجھے دیکھا جدھر دیکھا تجھے پایا جدھر پایا	جلال	
کیا پتہ دوں تجھے قاصد وہ کہاں رہتا ہے	دل سے دور اور قریب رگ جاں رہتا ہے	〃	
موسیٰ کو سوچ ہے کہ ہیں ہم ہیں طور پر	کانوں میں آرہی ہے کدھر سے صدائے دوست	جلیل	
سمجھوں کسے رقیب کروں کس سے دشمنی	آتا نہیں نظر مجھے کوئی سوائے دوست	〃	
سارا جہاں آئینہ خانہ ہے یار کا	آیا وہی نظر جدھر اپنی نظر گئی	〃	
دیکھنا جلوۂ دیدار کا مشکل ہے جلیل	ہو نہ یاد رجسے وہ حالت موسیٰ دیکھے	〃	
ہر جگہ شان نئی آن نئی رنگ نیا	کیا کرے دیکھنے والا ترا کیا کیا دیکھے	〃	
دریا سے دور رہنے میں قطرہ کا ہے وجود	پایا تجھے تو آپ کو پانا محال ہے	〃	
نہ کعبہ ہی چھٹا ہم سے نہ چھوٹا کوئی بتخانہ	جلیل اس بے نشاں کی جستجو گھر گھر پھرلائی	〃	
تو ہی تو ہر سو نظر آنے لگا	لن ترانی اب تری بیکار ہے	〃	
رنگ وحدت باغنیں چھایا ہوا ہے اے جلیل	سونگھتے ہیں ایک سی بو دوست دشمن پھول میں	〃	
اس کے نیرنگ پہ ہم مرتے ہیں	بے نشاں ہو کے جو ہر جائی ہے	〃	
وہ ہے پردہ میں مگر پھر بھی جلیل	سارے عالم سے شناسائی ہے	〃	
حسن یکتا کے فدا وحدت میں کثرت دیکھئے	ایک صورت اور لاکھوں دلمیں جا پیدا کرے	〃	
دیکھوں ہزار آنکھ سے جلوہ ترا مگر	جب دیکھنے بھی دے مجھے کثرت ظہور کی	〃	
گر اُسے پردۂ کثرت میں نہ چھپنا ہوتا	ذرہ ذرہ میں نہ یوں جلوہ نمائی ہوتی	〃	
جلیل اسکی طلب سے باز رہنا سخت غفلت ہے	غنیمت جانیئے اسکو کہ وہ مشکل سے ملتا ہے	〃	
بے نشاں تجھ کو سمجھکر صبر آجاتا مجھے	پر یہ مشکل ہے کہ میں واقف ہوں تیرے نام سے	〃	
دل میں تھا وہ سرور وہ آنکھوں میں نور تھا	سمجھے تھے ہم جو دور سمجھ کا قصور تھا	〃	
ہم نے پیا تھا بادۂ وحدت ازل کے دن	کچھ کچھ ابھی تک اس کا مزہ ہے زبان پر	〃	
ہے چار طرف خدا کا جلوہ	پردہ تو کہیں اٹھے خودی کا	〃	
کو چلی ہے آپ سے باہر مجھے اسکی تلاش	یہ سفر اپنا سفر اندر وطن ہو جائیگا	〃	
یار در خانہ و ما گرد جہاں می گردیم	جان ہے گرم تلاش اور ہے جانان دلمیں	〃	
جلوہ ہے رنگ میں خلاق بے اشباہ کا	ہے ہر اک بلبل میں عالم مرغ بسم اللہ کا	جوہر	
ہوتے ہیں صورت پرستی سے بشر معنی پرست	ہے فنا فی الشیخ سے رتبہ فنا فی اللہ کا	〃	
ہر بزم میں وہ زینت محفل نظر آیا	ہے سب سے جدا سب میں وہ شامل نظر آیا	جوہری	
کوہ پر حضرت موسیٰ تجھے کب دیکھ سکے	جس نے دیکھا ہے ترے حسن کو پنہاں دیکھا	〃	
کیوں بھٹکتے پھرتے ہیں دیر و حرم	منزلوں ہے دور راہ کوے دوست	〃	
ہوئی ہے جب سے تجھ سے آشنائی	ہوا ہر ایک سے نا آشنا دل	〃	
بے پردگی سے اسکی ہے خود رفتگی کا حال	موسیٰ کے دل سے پوچھئے بے پردگی کا حال	〃	

معرفت

دل میں جلوہ صاف ہے کا ہر نظر آتا نہیں — جوہری
جس قدر وہ پاس ہے اتنا ہی پر پاتا نہیں — 〃
دیکھ لینا ایک دم میں کیا ہوا جاتا ہے کا حال — جلیل
دیکھنا آسان ہے پر دیکھ کر سمجھا نہیں — 〃
دیکھا سب کچھ دیکھنے والے کو دیکھا نہیں — 〃
ڈھونڈتا ہے کیا جلیل اس بے نشاں کو شکل میں — 〃
جلوہ آپ آپ ہے اور آپ ہی آئینہ ہے — 〃
جلوہ گاہ حسن میں ہے سب کو حیران کر دیا

معرفت

عالی	عبث دیر و حرم میں جستجو کرتا ہے تو جویا	جہاں ڈھونڈو وہیں آتا نظر اللہ ہی اللہ ہے — جویا
	آنکھوں سے دل میں آیا جس وقت نور تیرا	ایماں نے ہو کے روشن دیکھا ظہور تیرا — جلالی
	پیکر شراب وحدت بھولا میں خواب غفلت	چھایا مری نظر میں جس دم سرور تیرا — 〃
	وحدت کا ہر طرف سے کیوں شور و غل نہ اٹھے	بیٹھا ہوا ہے سکہ نزدیک و دور تیرا — 〃
	اللہ رے بے نیازی اللہ رے کارسازی	پایا ہر ایک شئے میں ہم نے ظہور تیرا — 〃
	دعویٰ ہوا خودی کا جھگڑا مٹا دوئی کا	ہم خاکیوں میں آیا جس دم غرور تیرا — 〃
	مسجد کعبہ و بتخانہ پہ کیا ہے موقوف	جس جگہ چاہا تجھے ہم نے وہیں دیکھ لیا — 〃
	نہ چھپا پر نہ چھپا تیرا جمال وحدت	پردہ اُٹھتے ہی تجھے پردہ نشیں دیکھ لیا — 〃
	حق یہ ہے تاب انا الحق تھی کہاں منصور کو	اس کے منہ میں نطق کی گویا زباں تو ہی تو تھا — 〃
	کون دوزخ کو بنا سکتا تھا جنت کا چمن	نازنیں اک نور قدرت کا نشاں تو ہی تو تھا — 〃
قرشی	غافل ظہور اس کا کعبہ میں دیر میں ہے	واں ہے خدا یہاں بت زاہد خدا خدا کر — 〃
	ہے فرش خاک پر بھی روشن تری تجلی	اور عرش پر بھی پایا ہم نے مقام تیرا — 〃
	جو کوئی غور سے دیکھے تو کثرت عین وحدت ہے	نظر آتا ہے خوشہ میں وہی جو کچھ ہے خرمن میں — حامد
	آیۂ سخن کے معنی کا کوئی ناظر نہیں	گر ہوا حافظ تو کیا قرآن پڑھ کر آدمی — حقنما
	فکر یک ساعت نہ کی مسجود و ساجد کون ہے	عمر بھر سجدہ کیا سر کو جھکا کر آدمی — 〃
	جو نہیں گزرا خودی سے کیا خدا کو پائیگا	سیکڑوں اس راہ میں بیٹھے ہیں ٹھکا کر آدمی — 〃
	نظر میں جگر میں سماعت میں دل میں	جہاں دیکھتا ہوں وہاں تو ہی تو ہے — 〃
	دل میں سینہ میں جسم میں جاں میں	دیکھتا ہوں تو سر بسر تو ہے — 〃
	کچھ ایسا گم گئے ہیں ہم تلاش یار میں جاکر	کہ مطلق مل نہیں سکتا ہمارا ہی پتہ ہم کو — 〃
	بجز حق کے نظر آتا نہیں ہے غیر نظروں میں	کہوں میں کون ہے یاں ماسوا اللہ ہی اللہ ہے — 〃
	جہاں میں ذرہ ذرہ نور سے معمور ہے اس کے	کوئی دیکھے تو آنکھوں سے ذرا اللہ ہی اللہ ہے — 〃
	بغیر از یار کے مجھ کو نظر آتا نہیں میں بھی	کچھ ایسی میری نظروں میں سبھی ہے یار کی صورت — 〃
	دیکھتا ہوں جدھر اُدھر ہے تو	کہیں ناظر کہیں نظر ہے تو — 〃
	جس طرف سر کو جھکاتا ہوں تو پاتا ہوں تجھے	دیر و کعبہ میں نہیں خاص ٹھکانا تیرا — 〃
	دیکھتا ہوں میں جدھر تو ہی نظر آتا ہے	وصل ہر دم مجھے حاصل ہے خدایا تیرا — 〃
	تجھ میں میں ہوں نہیں معلوم کہ تو ہی مجھ میں	کس طرح حل ہو خدایا یہ معما تیرا — 〃
	دیکھتے ہیں تجھے ارباب نظر ہر پل میں	دیدۂ اہل بصیرت ہے ٹھکانا تیرا — 〃
	ایک شہرگ میں کیا خداوندا	ہر رگ و پے میں جلوہ گر ہے تو — حق نما
	یہ جتنے مذہب و ملت ہیں سب دنیا کے جھگڑے ہیں	ذرا سمجھو تو خالق کون ہے شیخ و برہمن کا — حیرت
	جلوہ فرمائے لامکاں تم ہو	کوئی جس جا نہیں وہاں تم ہو — 〃
	اے گوہر یکدانہ خلقت تو نہ تھی پہلے	لیکن تری قدرت سے وحدت میں یہ کثرت ہے — 〃
	کونسی شئے ہے کہ جس میں نہیں جلوہ تیرا	ہم کو تو ہی نظر آتا ہے جدھر دیکھتے ہیں — 〃
	خبر نہیں یہ کہ کیا ہے کیسا ہے کون ہے اور تو کہاں ہے	یہ اپنے میں اور تجھ میں ہم نے علاقہ اک استوار دیکھا — عالی

جو دیکھا چشم حقیقت نگر سے سوے زمین — تو ذرہ ذرہ اک آئنہ ہے خدائی کا — خاطر
صورت حبابی ہے سب کی مگر اک وجود ہے — گل ہیں ہے کون خار مغیلاں میں کون ہے — خاموش
تحیّر مجھے ہے تری جستجو ہے — تو آئنہ سا خود مرے روبرو ہے — "
تجھے جب کہ ڈھونڈھا نظر آپ آیا — عیاں ہوں میں تجھ میں نہاں مجھ میں تو ہے — "
بسا ہے وہ بیرنگ ہر رنگ میں یوں — رگ و ریشۂ گل میں جس طرح بُو ہے — "
آپس میں کیوں جھگڑتے ہو اے شیخ و برہمن — دیر و حرم کا سمجھو تو بس ایک بانی ہے — "
ہر رنگ سے نمود ہے کون و مکاں میں کن — بیرنگ ذات پاک اگر لامکاں میں ہے — "
شیخ اور برہمن نہیں سمجھے — دیر و کعبہ بسا دیا کس نے — "
اگر ہے راحت جنت و گر ہے محنت دوزخ — اوسی سے نور ہے پیدا اُسی سے نار ہے پیدا — "
وہ کعبہ ہے مکاں کس کا وہ بتخانہ محل کس کا — اُدھر ہے کفر کی صورت اِدھر دیندار ہے پیدا — "
زلیخا بنکے سودائی پھری جوں چاہ یوسف میں — جہاں میں سب اوسی سے عشق کا بازار ہے پیدا — "
شکل انساں میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا — حق سے ناحق میں جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا — "
باوجودیکہ ترا مژدۂ نحن اقرب — گرچہ قرآں میں لکھا تھا مجھے معلوم نہ تھا — "
گنامی ہماری ہے یہی نام ہمارا — آغاز ہمارا ہے نہ انجام ہمارا — "
ذرا تو دیکھو ذرا تو سوچو خدا اسی دل کو بھلا بھلا کر — سوا خدا کے نہیں ہے کوئی خدا سے ڈر تو خدا خدا کر — "
وہی ہے حاضر وہی ہے ناظر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر — تو آپ کہتا ہے میں ہی میں ہوں ہوا ہے کیوں بے حیا حیا کر — "
گیا میں دیر و حرم میں ڈھونڈا نہ پایا آخر کو پایا دل میں — ملا ہے مدت کے بعد مجھ سے بہت سا مجھ کو پھر پھر اکر — "
نہ پوچھو خاموش ہو رہو تم ہے آپ مختار اپنے دل کا — رکھا ہے بلبل کو کیوں رُلا کر رکھا ہے گل کو ہنسا ہنسا کر — "
ہم نہیں ہیں ہم نہیں ہیں ہم نہیں — دیکھنے کو ہم نظر آتے ہیں ہم — "
ڈھونڈھتے ہیں جبکہ حق کی ذات کو — آپ خود اپنے تئیں پاتے ہیں ہم — "
مانند گل و خار بُرے یا ہیں بھلے ہم — ہیں کون اسی گلشن قدرت کے پھلے ہم — "
دیر سے مطلب نہ کعبہ سے غرض — جی جہاں جاتا وہیں جاتے ہیں ہم — "
شیخ سے ہے نہ مدعا گبر سے ہے نہ التجا — دیر کدھر کدھر حرم عقل کہاں ہے ہم کہاں — "
نہیں مجھ کو چاہت ہے دیر و حرم کی — جہاں تو ملے واں ملا چاہتا ہوں — "
اگر شکل گل ہوں وگر خار ہوں میں — گلستان قدرت کا اظہار ہوں میں — "
کہا ہے قرآں میں نحن اقرب سمجھو اسکو نقاب میں ہے — رکھا نہیں وہ کسو سے پردہ خودی ہے تو خود حجاب میں ہے — "
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن — ہے ایک نکتہ کہ جس کا مطلب بیان ساری کتاب میں ہے — "
اگرچہ روشن ہے ماہ رخشاں فلک منور ہیں نوراں — نظر میں آوے نہ کچھ بھی جاناں تو اپنی مستی کے خواب میں ہے — "
دماغ صاف ہو تو بو کو سونگھیں کھلیں جو آنکھیں تو سیر دیکھیں — اوسی کی خوشبو تو عطر میں ہے اوسی کی رنگت گلاب میں ہے — "
خودی جو دور ہوئی قیس بن گیا لیلیٰ — ہوا حباب سے نکلی تو عین آب ہوا — دل
ہمیشہ آپ کو ڈھونڈھا تمہارے پردہ میں — تلاش مشک میں آہو بہت خراب ہوا — "
ہٹا جو پردہ خودی کا تو کھل پڑا وہ ہے — حجاب میں نے اٹھایا وہ بے نقاب ہوا — "
عدم سے دیکھنے رنگ ظہور ہم آئے — ملا نہ جس کے لئے اتنی دور ہم آئے — داغ

معرفت

فاضل خدا کی یاد کو ہرگز نہ بھولیو — اپنے تئیں بھلا دے اگر تو بھلا کرے
دولت میں تیری حرف دوئی کا نہ آسکے — ہے جملہ ما سوا کا مٹانا یہی کرے
آئینہ کیا مجال ہے تیرا جواب دے — ہے جلوہ گاہ تیرا واں بھی جو کچھ ہو تیرے
ہاں بھی ہو تو ہو سے ہو سوا کا اثر کیا — اس درد و غم کو کھینچ تو ہے قصور تیرا
نقصان اگر ہے تجھ کو تو ہے خانہ خانہ تھا — مدرسہ یا دیر تھا کعبہ یا بتخانہ تھا
ہر جا بھی جہاں سے ہے تو ہی تو جلوہ گر ہے — ہر سمت ہر دیار میں ہر سو وہی وہی
احوال دو عالم کا ہے پیش نظر تجھ کو — سمجھا نہیں تا حال ہے تیری ہی کم نگاہی
ہے منظر انوار صفا میری ہی آئینہ — ہے جلوہ نما ہر دم ہر آن ہر جا میں
ہے ظلمت کفر اور ضلالت کی گھٹا چھائی — ہے نور ہدایت کا ہر سمت ہر دیار میں
ہے ذرہ ذرہ میں تیرے جلوہ کی تجلی — ہے قطرہ قطرہ میں تیرے دریا کی روانی
ہے عالم ہستی کا ہر اک نقش عجب نقش — ہے ہر اک نقش میں تیرے ہی نقش کی نمائی
ہے ہر اک نقش میں تیرے ہی نقش کی نمائی — ہے ہر اک نقش میں تیرے ہی نقش کی نمائی

معرفت			
لاکھ ڈھونڈا ہی کئے پر نہ ملا تیرا نشاں	بھٹکتے پھرتے ہیں عاشق تیری ہر جا زمانہ میں	نہیں ہے دیر و کعبہ میں تیا پھر اب کہاں تو ہے	ذاکر
آپ جب سے کہ نظر سے ہوئے پنہاں ہر سو	زمانہ بھر میں حاصل ہے تصرف ہر جگہ تجھ کو	یہ دل تو ہے جگر تو ہے زباں تو ہے بیان تو ہے	،،
ذرہ ذرہ میں ہی اپنی تو جلوہ دیکھا	پتہ دیر و حرم میں کیا ملے شیخ و برہمن کا	نشان بے نشاں تو ہے مکان لامکاں تو ہے	،،
اس لطف پہ خدا ہوں میں اس میں نثار	تری ہر سمت سے آواز آتی ہر طرف ہیں ہاں	تو ہے ناقوس بتخانہ میں مسجد میں اذاں تو ہے	،،
جدھر سے جب کہ نظر آیا جلوہ دیکھا	ترا ملنا نہ ملنا دو ہی باتیں ہیں زمانہ میں	عیاں بتخانہ میں دیکھا تو کعبہ میں نہاں تو ہے	،،
جب سے دیکھا ہے تجھے آنکھوں سے دیکھا ہوں	کہیں عاشق کہیں معشوق میں جلوہ ترا دیکھا	زلیخا بھی تو ہی یوسف بے کارواں تو ہے	،،
جدھر دیکھا ہے خدا ہی خدا ہوں دیکھتا ہوں	زمانہ میں عیاں ہر سو یہ تیرا رنگ قدرت ہے	جہاں میں تو ہی تو ہے تو زماں ہے آسماں تو ہے	،،
زمین و زماں اور مکین و لامکاں میں	نظر آتا ہے ہم کو ذرہ ذرہ میں ترا جلوہ	نہاں تو ہے عیاں تو ہے گماں تو ہی یقیں تو ہے	،،
ہر اک جا تیرا جلوہ جو اس نے دیکھا ہوں	کمند فکر کیا جائے ہماری بام گردوں تک	کسی نے بھی جسے دیکھا نہیں وہ نازنیں تو ہے	،،
جہاں پر ٹک گئی اپنی جبیں دیکھا وہیں تو ہے	کہیں تو نور بنکر آنکھ کی پتلی سے ظاہر ہے	بنے ہیں دل ترا مسکن کہیں پردہ نشیں تو ہے	،،
مکاں دونوں ہیں تیری دیر و کعبہ میں مکیں تو ہے	غرض ہم کو نہیں دیر و حرم سے ہم تو عاشق ہیں	جہاں پر ٹک گئی اپنی جبیں دیکھا وہیں تو ہے	،،
کہ دل میں خدا ہی خدا ہو رہا ہے	یہ ادنیٰ سا کرشمہ ہے کہیں ظاہر کہیں باطن	مکاں دونوں ہیں تیری دیر و کعبہ میں مکیں تو ہے	،،
ماسوا اس کے کیمیا کیا ہے	بتوں کی محبت میں کیا ہو رہا ہے	کہ دل میں خدا ہی خدا ہو رہا ہے	،،
نظر جس جگہ پڑ گئی تو ہی تو ہے	خاک میں مل کے خاک ہو جانا	ماسوا اس کے کیمیا کیا ہے	،،
ادھر تو ہی تو ہے اُدھر تو ہی تو ہے	سمایا ترا جلوہ آنکھوں میں ایسا	نظر جس جگہ پڑ گئی تو ہی تو ہے	،،
وہ کونسا مکاں ہے جہاں تو نہیں نہیں	ترا نور دیکھا زمیں سے فلک تک	ادھر تو ہی تو ہے اُدھر تو ہی تو ہے	،،
دل میں سو آنکھیں ہیں ہر آنکھ میں بینائی ہے	کیوں ہم تری تلاش کو دیر و حرم میں جائیں	وہ کونسا مکاں ہے جہاں تو نہیں نہیں	رنجور
خدا ہی خدا ہر طرف دیکھتا ہوں	لاکھ پردوں میں ہو تو ڈھونڈھ نکالیگا خیال	دل میں سو آنکھیں ہیں ہر آنکھ میں بینائی ہے	رمز
مہری نظروں میں کھبا جب سے ہے جلوہ تیرا	خدائی پہ جب ڈالتا ہوں نگاہیں	خدا ہی خدا ہر طرف دیکھتا ہوں	رحمت
دل میں وہ دیدۂ بد دور نظر آتے ہیں	کوئی صورت نظر آتی نہیں اچھی مجھ کو	مہری نظروں میں کھبا جب سے ہے جلوہ تیرا	راکب
کچھ پتا تو ہی بتا دائے ایمن ان کا	آئینہ خانۂ دنیا میں رہی جن کی تلاش	دل میں وہ دیدۂ بد دور نظر آتے ہیں	راسخ
پاک تھا جو خاک ہو جانے سے پہلے خاک تھا	جستجو ہے حرم و دیر سے مایوس ہوں میں	کچھ پتا تو ہی بتا دائے ایمن ان کا	،،
ترے جلوہ پہ کیا صیاد تجھے دیکھ لیا	زندۂ جاوید تھا جو مر چکا تھا پیش مرگ	پاک تھا جو خاک ہو جانے سے پہلے خاک تھا	،،
فرد ہے وحدت کا اسکی ہر شجر کا ہر ورق	چشم موسیٰ نے لیا پردہ میں یہ عین خواب	ترے جلوہ پہ کیا صیاد تجھے دیکھ لیا	،،
اے دوستو ہے کام یہاں امتیاز کا	پتا پتا دفتر وحدت ہے اس گلزار کا	فرد ہے وحدت کا اسکی ہر شجر کا ہر ورق	سرور
کیا جانے کوئی اس میں جو اسرار ہے تیرا	ملت پہ ناز شیخ و برہمن کو ہے ہمیشہ	اے دوستو ہے کام یہاں امتیاز کا	،،
نشان خودی جس نے اپنا مٹایا	انسان میں سنا ہے کہ خدا رہتا ہے پنہاں	کیا جانے کوئی اس میں جو اسرار ہے تیرا	،،
تو ہی جلوہ گر ہے جہاں دیکھتا ہوں	نشاں تیرا پایا تو پایا اسی نے	نشان خودی جس نے اپنا مٹایا	،،
جہاں جس نے ڈھونڈا وہیں تجھ کو پایا	حرم میں بھی تو دیر میں بھی تو ہی ہے	تو ہی جلوہ گر ہے جہاں دیکھتا ہوں	،،
در بدر دیکھا کہیں تخت پہ بیٹھا دیکھا	جدھر دیکھئے اس کا جلوہ عیاں ہے	جہاں جس نے ڈھونڈا وہیں تجھ کو پایا	،،
جس طرف آنکھ اُٹھی یار کا جلوا دیکھا	سینکڑوں رنگ میں تجھ کو ہے خدایا دیکھا	در بدر دیکھا کہیں تخت پہ بیٹھا دیکھا	،،
کہیں رسوا تجھے ہمشکل زلیخا دیکھا	آکے دنیا میں عجب ہم نے تماشا دیکھا	جس طرف آنکھ اُٹھی یار کا جلوا دیکھا	،،
	نکلے آیا ہے کہیں یوسف کنعاں تو ہی	کہیں رسوا تجھے ہمشکل زلیخا دیکھا	،،

وہ کس جا ہے کہ جس جا تو نہیں ہے — جہاں پر دیکھا ہم نے تو وہیں تھا — سرور
یوں تو مشکل ہے نشانِ یار کا ملنا تجھے — ہاں وہ مل جائیگا جب تو بے نشاں ہو جائیگا — 〃
جس طرف دیکھا وہی یار نمایاں پایا — کہیں ظاہر اُسے دیکھا کہیں پنہاں پایا — 〃
کون ہے وہ جو نہیں بندۂ احساں تیرا — کلمہ گو ہے ہر اک گبر و مسلماں تیرا — سعید
پردے کو تعین کے درِ دل سے اُٹھا دے — کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا — سودا
چھپنا چھپنا آپ ہی اپنے میں مستانہ ہوا — کیا قیامت ہے کہ کس پر کون دیوانہ ہوا — سالک
تو ہی جب چاہے تو ملنا ہے نہیں تو تو کہاں — تیری خواہش میں یہاں دیوانہ ہر دانا ہوا — 〃
شخص و عکس و آئینہ یہ اصل میں سب ایک ہیں — آپ اپنا غیر کہلانے کو بیگانہ ہوا — 〃
آپ ہی کرتا ہے کرواتا ہے اچھا یا بُرا — جو کہ سمجھا اس کو اے سالک وہ فرزانہ ہوا — 〃
وصل کا تجھ کو حق کے ہے گر شوق — رکھ نہ باقی خودی ذرا ہرگز — 〃
ایک تم یہ بات سچ دیگر نہیں موجود ہے — غیر حق کس کو بھی ہم بھولے سے بتلائیں گیا — 〃
غیر ہو کر دیکھنا سالک محالا تو سے ہے — دیکھ لو اپنے میں جب چاہو نشاں کوئی دوست — 〃
کرلے سالک تو حاصل اکثر قبض — بسط ناقص ہے اور کامل قبض — 〃
جو ہے راہِ سلوک سے واقف — وہ کریگا یقین دل پر قبض — 〃
یعنی سمجھو یہی ہے کلّا سان — بسط سے لاکھ درجہ بہتر قبض — 〃
اس صفت کو لیا ہے پروانہ — جان کھوتا ہے اپنی رکھکر قبض — 〃
ہے قدم پہلا عارفوں کو بسط — اور سمجھو قدم ہے دیگر قبض — 〃
کشف گوئی کا گر تجھے ہے خیال — چشم ظاہر کو کر نہ وا ہرگز — 〃
رویت حق ہو اس جہاں میں اگر — غیر کے وہم کو نہ لا ہرگز — 〃
گر بقا حق سے ہونا چاہے تو — دل کسی سے نہ تو لگا ہرگز — 〃
گر فنا فی الرسول ہونا ہے — پیر سے تو نہ منھ پھرا ہرگز — 〃
تجھ کو منظور غیب دانی ہو — دے کسی کو نہ دل میں جا ہرگز — 〃
غیب میں ہستی کا اپنی آپ ہی دیوانہ تھا — علم کے بھی قید سے اس جائے پر بیگانہ تھا — 〃
جب خیالوں کا مفصل کے بنایا اک مکاں — وہ مکاں کیا تھا کہ گویا کُن کا اک کاشانہ تھا — 〃
میں کہوں میں کون ہوں اور رب ہی میرا کونسا — کہتے ہیں دو ایک کو آنکھوں سے نادان دیکھکر — 〃
شرک کی باتوں سے اس عالم کے میں بیزار ہوں — کیوں نہیں ہر شے کو کہتے ذات یزداں دیکھکر — 〃
کیا ہوا غفلت کا جالا کس لئے اُن پر پڑا — قل ھو اللہ احد بھولے ہیں قرآں دیکھکر — 〃
لیسمع بی یبصر بی میطش اللہ نے کہا — بھول بیٹھوں کس لئے یہ قول رحماں دیکھکر — 〃
ہم کہاں سے آئے ہم کو کب صفت اور ذات ہے — جو نہیں ہے اس کو ہو کہنا نہ اے جاں دیکھکر — 〃
دیکھکر اللہ کو کہتے نہیں اللہ ہے — یہ عجب الٹے ہیں میں ہوں ان کو حیراں دیکھکر — 〃
سب جگہ اللہ ہی ہر شے میں اس کی ذات ہے — غیر ہیں معدوم اس سے کیوں ہیں انجان دیکھکر — 〃
یہ عجب اُلٹی سمجھ ہے دیکھ اک دو بولتا — شرک پر لائے نہیں پر حق پہ ایمان دیکھکر — 〃
تم وجہ اللہ خود قرآں میں اللہ نے کہا — کس لئے قائل نہیں ہوتے ہیں ذقان دیکھکر — 〃

معرفت

اعتقاد سے خودی کا اگر تو نہ اٹھا ہے — تو نہ دیکھے گا کبھی ذات خدا بے حجاب
غیر ہیں سب سے بلند و برتر و بالا و منزہ — ہیں وہ دونوں میں بہ برزخ رسالت مآب
ہے اس طرح حق جلّ جلالہ میں بعینہٖ — جس طرح تل میں ہے کاجل سیاہ لازم و ملزوم
تعین کا ہے تل ذات خالص سے کاجل — ہو جو مستغرق ہے کہ ہے ذات حق اور
ہو جو مستغرق ہے کہ ہے ذات حق اور

معرفت

وحدت کے مرتبہ میں جس شخص کی نظر ہے	سید	اپنے سے بے خبر ہے اللہ سے باخبر ہے
اندھا ہے یاں کا عقبے میں بھی وہ اندھا بیشک	"	بینا ہے وہ جو علم عرفاں سے باخبر ہے
ہے فرض عین سب پر دنیا میں حق کو پانا	"	جو دور اس سے ہوگا شیطان راہبر ہے
سالک سلوک سے جا پردے اٹھا دی ساتوں	"	تو دیکھ یاں سے حق کو گر تجھ کو وہ نظر ہے
رب سے عیاں عبد ہے عبد سے ظاہر ہے سب	"	لازم و ملزوم سا ایک کا اک ہے سبب
خلق میں خالق ہے یوں گل میں ہے جیسے کہ بو	"	بات ہے نادر یہی حق میں جو خلقت ہے سب
ایک سے ہوتے ہیں لاکھ لاکھ میں وہ ایک ہے	"	غیریت و عینیت حق سے ہے یوں روز و شب
ظاہر و باطن ہیں دو نام یقین دیکھ لو	"	ایک میں ہے خود احد ایک میں شکل عرب
ایک کی نسبت ہیں دو پر نہ حقیقت میں ہیں	"	اصل میں دو جو کہا اس کا ہے مشرک لقب
ذات کو کہنا ہے ذات اور صفت کو صفت	"	اس کو وہ اور اس کو یہ کہنا سراسر غضب
ذات بقا جس طرح علم بھی ہے اس طرح	"	ہوگی حقیقت فنا بولو یہ خلقت کی کب
تھا گنج میں اس ذات کے ہیرے کا اجالا	"	اس گنج سے جب ہیرے نے اپنے کو نکالا
محتاج جو تھا نور کا وہ عدم اضافی	"	اس ہیرے کے پرتو سے ہوا ماہ دوبالا
پھر پہلی تجلی سے کیا ثانی تجلی	"	ڈالا فلک کن پہ وہی مادے ہالا
پوشیدہ نظر سے ہوا الماس کا ٹکڑا	"	پہنا ہے مگر اس نے اسی موتی کا مالا
خارج کا پکڑ شوق نکل آیا جو باہر	"	آدم ہوا خود سلمہ اللہ تعالیٰ
جنت میں لگا رہنے کو لے حوروں سے خدمت	"	پھینکا ہے وہی نور نے اک نور کا جالا
خارج ہوا جنت سے لگے ہونے ظہورات	"	ہر شئے سے نمایاں ہوا اس کا ہی اجالا
کیا کیا نہ تماشا کیا اے خاک کے پتلے	"	کس جائے سے تو آکے یہاں ہوش سنبھالا
کرنے کو بیاں کیا ہوا اب اپنی حقیقت	"	دے گنج ظہورات خداوند تعالیٰ
کس واسطے ہے اپنی حقیقت سے فراموش	"	کیوں آکے یہاں کرنے لگا حیلہ حوالہ
ذات مطلق میں فنا کر کے دیا اوج بقا	"	عشق کا اعجاز اک جادو نظر آیا مجھے
نہیں اپنی ہستی سے مطلق خبر	سید	محبت نے یاں تک مٹایا مجھے
انسان ہے تو لازم ہے کہ کر دل سے ادا شرط	"	روز ازل اللہ سے کر آیا ہے کیا شرط
چشم عرفاں سے جہاں میں نے نگاہ غور کی	"	جلوۂ جاناں ہر اک پہلو نظر آیا مجھے
حقیقت میں نہ جسکو خاص وحدت سے محبت ہے	"	وہ باطل سے ملا ہے آپ کو حق سے جدا جانے
کب چھپا ہے وہ بشر کے آگے	"	ہے عیاں سب کی نظر کے آگے
اگر ہے وصل تو ظاہر نہ کر وصال کا راز	"	چھپا چھپا کہ یہ ہے رب ذوالجلال کا راز
ہم ہیں زمین ہم ہیں ستارے ہیں قمر	"	ہم برج آفتاب ہیں ہم آسماں ہیں ہم
ہم ہیں مریض ہم ہیں مرض ہم ہیں درد دل	"	ہم ہیں علاج ہم ہیں دوا نبض داں ہیں ہم
ہم باغ ہم نہال ہیں ہم پھول ہم ثمر	"	بلبل ہیں ہم بہار ہیں ہم باغباں ہیں ہم
ہم رند ہم ہیں زہد ہیں کفر ہم ہیں دیں	"	ہم حسن ہم ہیں عشق بلائے زماں ہیں ہم
سید کہیں جو کلمۂ توحید کیا عجب	"	ہم ہیں کلام ہم ہیں دہن اور زباں ہیں ہم

سالک
"
"
"

حق تو یہ ہے کہ اس کے ہیں معنی مراقبہ	خلوت میں بیٹھ جائے جہاں سے اُٹھا دل	سید	
اگر اوج چاہے تو کر نور تن کو	بلاشبہہ پہونچے گا تو لامکاں تک	〃	
یار جس کے رگ و ریشہ میں سماتا ہے تو	بے تصور اُسے ہر جا نظر آتا ہے تو	〃	
نہ خلوت نہ جلوت پہ کچھ منحصر ہے	نہ دم جائے خالی رہے ہو یاں تک	〃	
ہوا جس دم خدا کو ذات کا عشق	دیا انسان کو بے انتہا عشق	〃	
اسی کے ہاتھ آیا مقصد کل	خدا کی ذات سے جس نے کیا عشق	〃	
یدِ قدرت نے خود نوک قلم سے	ہے لفظ کن سے بھی پہلے لکھا عشق	〃	
جب کھلے تجھ پہ رازِ من عرف	جز خدا پھر رہے نہ کوئی خیال	〃	
بیخود کبھی ہونا کبھی ہنسنا کبھی رونا	ہر وقت میں یہ حال ہے ہر فقر شرط	〃	
جو تیری محبت کے مارے ہوئے ہیں	وہ دونوں جہاں سے کنارے ہوئے ہیں	〃	
خدا سے نہیں جن کو امید محبت	وہی اپنی بازی کو ہارے ہوئے ہیں	〃	
آپ ہی خدا ہے آپ نبی آپ کائنات	ہر رنگ بے عدیل ہے اس بے عدیل کا	〃	
کام کیا عشق حقیقی سے تجھے اے زاہد	سمجھے کیا راز کہ تو محرم اسرار نہیں	〃	
جب تلک ظاہر نہ ہو نور خدا	دین و دنیا میں نہ پائیگا فروغ	〃	
ذات میں ذات گم کر اے سید	تو میسر ہو تجھ کو حق کا وصال	〃	
جسے رازِ الٰہی کھل گیا وہ بے بصر کب ہے	جو اہل معرفت ہوگا وہی اس کا مزہ جانے	〃	
موج دل سے نماز پڑھ سید	بحرِ حق کا یہی کنارا ہے	〃	
ہوا محو عرفان میں اس قدر	کسی نے نہ عالم میں پایا مجھے	〃	
جس نے نہ پیا جام مئے ناب طریقت	کامل نہیں سالک نہیں مستانہ نہیں ہے	〃	
تم وجہ اللہ کا جس دم تصور بند کیا	ظاہر و باطن اسی کا رُو نظر آیا مجھے	〃	
کیا کس نے فنا عشق خدا میں آپکو پہلے	اُسے اہل طریقت کیوں نہ پھر اہل بقا جانے	〃	
کیسے کہتا نہ بھلا قالوا بلیٰ یہ سید	انت انت کے فسانہ کو بھلایا تو نے	〃	
آنکھ جب کھولی نہ کچھ ہر سو نظر آیا مجھے	جس طرف دیکھا اُدھر بس تو نظر آیا مجھے	〃	
جو مقامات ہے عرش اسکی جگہ ہے	اللہ کے عاشق کے لئے بام یہی ہے	〃	
ہر دل میں جو خود جلوہ نما آپ ہوا ہے	اے اہل نظر عین دلارام یہی ہے	〃	
کیوں تو مشغول ذات غیر ہوا	دیکھ اللہ کے سوا کیا ہے	〃	
گم کرے گر آپ کو تب ہو عیاں	ورنہ پردہ ہے خودی کا درمیاں	〃	
دیدۂ باطن اگر کھولے گا تو	دیکھ لیگا آپ میں سارا جہاں	〃	
نور اس کا ہے ہر جگہ ظاہر	ایک وہ ہے ہزار آنکھوں میں	〃	
کیا جلوۂ خالق دلِ انساں میں نہیں	پہچان کہ تو صورت حیواں میں نہیں	〃	
سخن و اقرب ہے کیوں ہے غافل داں	کیا تذکرہ اس بات کا قرآں میں نہیں	〃	
نیست ہونے سے تو ہستی پائیگا	ہست سمجھے گا تو پستی پائے گا	〃	
نفی کا کر ذکر تو شام و سحر	تجھ کو تا اثبات حق کی ہو خبر	〃	

معرفت

ارے آپ کو پہچان تو پہچانے خدا کو	معرفت
کر باقی سب کھیل تو شہود و وجود ہو	〃
نور نظر عالم علم علیم کا	〃
کیا کیا نہیں اس نقش سے ظاہر ہوا حق کا	〃
دیدہ و دانستہ کی یہ شان ہے	〃
سخن در آفرینش کی یہ عجائبات ہے	〃
کیا خاک پڑھ سکے آدم نہ ہو میرے بعد	〃
کوئی سمجھا بھی اس کو نہ کھلا میرے بعد	〃
راز سربستہ کا ہوا ہے یہ ظہور	〃
خاتمہ بالایمان کسی نے نہ لیا میرے بعد	〃
عشق کا داغ کسی کا نہیں نہیں	〃
وحدت نہیں سکتا میں ہے کثرت کی ہوس	〃
چلچلا کر جیوں سکان میں ہے تیرے جلوہ گاہ کا	〃
شعلہ وہ اے دل ہو ہمارا کس کے جلوہ گاہ کا	〃
آئینہ خانہ یہ ہے ہستی کے عین اللہ کا	〃
عین ہستی ہی ہے حق نمائش گاہ کا	〃
نقطہ مطلق ہوا ہے حق کا ولا الا اللہ کا	〃
شغل دل کر کیوں نہ ہو سبق ہم کو ملا ہے آہ کا	〃
عشق میں پہلا سبق ہم کو ملا ہے آہ کا	〃
دیدۂ دل سے	〃

معرفت

دیدۂ دل سے ہوا شیدا ہوں حق درگاہ کا — کیوں نہ حاصل ہو نظارا ہم کو وجہ اللہ کا
لا الہ سے ہزار و (۱) مرحلے طے ہو گئے — مشغلہ حقا یہی ہے واقف و گمراہ کا
برج وحدت میں نہ کیوں روشن ہو نقش لا الہ — شمس جہت پر تو فگن ہے نور الا اللہ کا
خضر و موسیٰ جادۂ امکاں میں دونوں ایک ہیں — فرق یاں کچھ بھی نہیں رتبہ گدا و شاہ کا
ہو گیا تسبیح الف سے لام کو اللہ کا — شاہدی رشتہ جو نظم میم پایا آہ کا
تھے ملک مسجود آدم دیکھ کر نور وجود — ورنہ یہ خاکی کا تپلا مشت تھا بس کاہ کا
کیوں نہ دیکھے عکس حق کو رو بے پرتو میں — آئینہ اعظم ہوا ہے خاص مہر و ماہ کا
تھا ارادہ کن میں جو کچھ ہستئ بے بود کا — خلقت آدم میں وہ مظہر ہوا موجود کا
کیا کہوں راز حقیقت ساجد و مسجود کا — صورت آدم سے نقشہ بن گیا معبود کا
جاعل فی الارض میں ہے رمز بھی مولود کا — یعنی آدم ہے خلیفہ عالم موجود کا
کنت کنزاً پر اشارہ جب ہوا معبود کا — آئینہ آدم بنا کل عالم موجود کا
دیکھ کر ناز و ادا اس نقطۂ مفقود کا — مظہر آدم بنا عالم میں کل موجود کا
مل گیا بار امانت کا صحیفہ جس گھڑی — بن گیا آدم مجسد عالم ذی الجود کا
وہ خدا جو بخدا تھا مجھے معلوم نہ تھا — پر یقین میں جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
کیوں نہ لے عہد بھی معبود کے بے پردہ لباس — درمیاں دل کے خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
نور مطلق کے لئے بدنام مجھ کو کر گیا — جب عدم سے جانب ہستی کے مرکز پر گیا
پردۂ دل میں تجھے پردہ نشیں دیکھ لیا — سخن اقرب سے جہاں چاہا وہیں دیکھ لیا
غضب امدار ترا پردہ نشیں دیکھ لیا — لامکاں سمجھا تھا پر تجھ کو مکیں دیکھ لیا
لا الہ سے تجھے غیر کہیں دیکھ لیا — جلوہ گر تجھ کو ہر اک شئے میں یہیں دیکھ لیا
دل میں کس کس کے نہیں تجھ کو مکیں دیکھ لیا — لاکھ پردوں میں تجھے پردہ نشیں دیکھ لیا
بے نشاں تجھ کو سبھی لوگ یہاں کہتے ہیں — بانشاں ہم نے تجھے دل کے قریں دیکھ لیا
خود تو حیران ہوا مجھ کو کیا سرگرداں — تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا
ہستئ موہوم کے جذبہ سے کیونکر مر گیا — جسم بے سایہ کو کس کی عاریت میں دھر گیا
بادکے مانند ہم کرتے یہاں ہیں بود و باش — بن گئے پردہ نشیں گو ہو گئے پردہ فاش
اسم کی صورت سے ہم رکھتے ہیں مخفی ہر جگہ — گاہ کثرت میں تو گہ وحدت میں کرلی بود و باش
تو محل کی رونمائی جبکہ حاصل ہو گئی — اٹھ گیا پردہ حجابی ہو گیا اسرار فاش
دیدۂ حق سے ہوئے ہیں یار کے نگران ہم — دیکھتے ہیں ذرہ ذرہ میں اسی کی شان ہم
کونین کے مقصود میں موجود ہمیں ہیں — بندہ کے گہے شکل میں معبود ہمیں ہیں
ابلیس کہاں اور کہاں حضرت آدم — مقبول خدا آپ ہیں مردود ہمیں ہیں
شعلہ ہیں ہمیں نار ہمیں نور ہمیں ہیں — موسیٰ ہیں ہمیں جلوہ گہ طور ہمیں ہیں
گلزار ہمیں نار ہمیں نور ہمیں ہیں — آذر ہیں ہمیں اور بت مغرور ہمیں ہیں
اپنا ہی تماشا میں یہاں آپ ہی دیکھا — ناظر ہیں ہمیں دیدۂ منظور ہمیں ہیں
دعویٰ ہوں انا الحق پہ میں ہی کفر کا فتویٰ — خود دار ہمیں جذبۂ منصور ہمیں ہیں

سرمست
//
//
//

ظاہر و باطن کے اپنے واجب و امکاں کو دیکھ	بے خبر رہ کر نہیں مردود ہونا چاہئے	سرمست
ابتدا سے انتہا تک ہے سفر اپنا مدام	ہو کے یاں نابود پھر موجود ہونا چاہئے	〃
تو ہی سب عبد و رب کے مخمصے میں رکھدیا سب کو	تا وہ شئے ہے کیا جو تیرے میرے سوا بھی ہے	〃
کمال عشق اگر چاہے تو رکھ مدنظر خود کو	رموز لا آلہ میں فنا بھی ہے بقا بھی ہے	〃
نفی اثبات کے جھگڑے سے ہیں سرمست چھوٹا ہوں	جو ظاہر لا ہی الا اللہ حقیقت میں آلہ بھی ہے	〃
دو زا دل سے مجھے سودا ہے نور و نار کا	کون کہتا ہے ہمارے سر سے خیر و شر گیا	〃
صورت انسان پہ حق خود ظاہر و پیدا ہوا	گاہ حوا آدم و گہ مریم و عیسےٰ ہوا	〃
اشرف الاذکار سے ٹوٹا ہے دم ناسوت کا	بندھ گیا جب سے تصور عالم ملکوت کا	〃
لا ہے اول لا ہے آخر لا ہے ظاہر اور بطون	لا میں ہے رمز و کنایہ اشرف الجبروت کا	〃
لا کی ہستی میں سراپا معنئ انسان ہے	لا ہے مظہر گنج مخفی منزل لاہوت کا	〃
لا کے اسرار حقیقت سے وہی ہے فیض یاب	صفحۂ دل سے دُور کر دے نقش جو ناسوت کا	〃
پیر اشرف نے مجھے سرمست یاں ٹھہرا دیا	فاصلہ جب اک قدم کا رہ گیا ہاہوت کا	〃
نور مطلق کا مجھے جس دم اشارہ ہو گیا	میں تماشے کے لئے خود بزم آرا ہو گیا	〃
موت قبل الموت کا یہ راز افشا ہو گیا	خواب بیداری کے عالم کا تماشا ہو گیا	〃
لا نفی مخلوق حق اثبات آلہ ہو اگر	پھر تصور کس کی، چشمی کا نقشا ہو گیا	〃
نقطۂ اول کا جب حاصل نظارا ہو گیا	وہ نقاب محویت سے آشکارا ہو گیا	〃
کُلُّ شئیٍ امرکن سے آشکارا ہو گیا	کار ہائے دین و دنیا ختم سارا ہو گیا	〃
عدم سے ڈھونڈھتا تجھ کو کہاں کہاں نکلا	چھپا تو مجھ میں تھا دیکھا تو جان جاں نکلا	〃
فثم وجہ کا معنے یہ بے گماں نکلا	تو شش جہت ہی کا برزخ وہ راز داں نکلا	〃
پتہ کیا تیرا لگائے بھلا کوئی دانا	کہ جس کے نام و نشاں کا نہ کچھ نشاں نکلا	〃
کبھی تو رام ہوا گاہ تو رحیم بنا	عجیب ناز ترا یار فیض راں نکلا	〃
طلسم وحدت و کثرت ہی کے عناصر ہیں	چھپا وہ نقطہ کی صورت میں تھا قراں نکلا	〃
خدا را واجب و امکاں کے تو بطوں سے نکل	اگر تو بر سر انصاف مہرباں نکلا	〃
دریائے احدیت سے بنا وحدیت حباب	وحدت کی موج دیکھکے کثرت میں میم کا	〃
دیر میں کعبہ میں کلیسا میں	نظر آتا ہے یار ایک ہی شخص	سراج
جو ہے اقرب رگ گلو سے سراج	تو اُسے ڈھونڈھتا ہے باہر کیا	〃
دیر و حرم میں کیا ہے جو واں ہی یہاں بھی ہے	جنگل کو اختیار نہ کر اپنے ہی کو چھوڑ	〃
جو ہے اقرب رگ گلو سے سراج	تو اُسے ڈھونڈھتا ہے کیا باعث	〃
واحد خدا کی ذات ہے ایدل دوئی کو چھوڑ	رکھ بخودی سے کام ہمیشہ خودی کو چھوڑ	〃
ہر شئے میں اس کا ذرہ ہے ہر ذرہ طور ہے	موسیٰ کی طرح طالب دیدار بھی تو ہو	〃
دل کو آئینہ بنا زنگ دوئی دل سے مٹا	تشکل دلدار کی آئے گی نظر آپ سے آپ	〃
زمیں پہ کیا کوئی اس کا پتہ لگائے گا	کہ آسماں کو بھی اس کا مکاں نہیں معلوم	〃
جستجو جب کہ تری ہے تو ہے میرے نزدیک	مسجد و دیر و کلیسا و حرم چاروں ایک	سخن

معرفت

ذرہ ذرہ میں نور ہے اس کا
تشکل جو ہو مہر و ماہ سے پوچھ
جلوہ فرما ہے وہی آئینہ آرا ہو کر
پردہ اپنے ہی کرتا ہے تماشا ہو کر
نگاہ ہو تو ہر اک جا اسی کا جلوہ ہے
متاع یار معین ہی جو دنیا میں نظر بھی نہیں
ہوش رکھتے ہیں جو دنیا میں نظر بھی نہیں
میاں وہی ہے جو تیری رگ گلو سے قریب
اگر کچھ ہو تو تیری آرزو ہو
ہر ذرہ میں ہے جلوہ جانانہ کا عالم
دل لگ گیا ہے جب سے ترے آستانہ سے
انس ہے تیری جب سے اپنی کسی پہ
نظر ہو بیگانہ ہے ہر ایک آشنا
نظر ہوں میں ہیں ہی نظر میں سما گیا
جلوہ ہے کس کا میری نظر میں سمایا
جلوہ ہے ہر جا ہر جگہ ہر شئے میں
بے خود و سرشار ہیں ایک ہی راہ میں
خود رفتہ ایک ہی ہیں کہ خبر نہیں
لاکھوں ہیں مگر شیدا ہیں ایک ہی پر
ہیں تو تھا علیہ

معرفت

میں تو تھا علم الٰہی میں ازل سے پہلے — عالم کون و مکاں پر ہے تقدم مجھ کو — سخن
دل تو تیرا مکان ہے گویا — بلکہ تو دل کی جان ہے گویا — "
بے نشاں ہو کے دُور رہو نچایں — گھر مرا لامکان ہے گویا — "
جلوہ فرما ہے تو ہر رنگ میں اے جان جہاں — تو نے جس جامہ کو پہنا ہوا زیبا کیسا — "
دوئی درمیاں نہ ہوتی تو میں تیری شکل ہوتا — تری شکل گر نہ ہوتا تو تری مثال ہوتا — "
جس نے اس صاعقۂ طور کا جلوا دیکھا — اس کو موسیٰ کی طرح محو تجلے دیکھا — "
تبخانہ و مسجد و خرابات — ہیں تجھ کو کہاں کہاں نہ دیکھا — سوز
بے خبر آپ سے رہتا ہے بڑی باخبری — سوز کرتا ہوں خبر تجھ کو خبردار نہیں — "
میری نظروں میں تو ہر ذرہ شہ خاور ہے — شاید اس خاک کے پردہ میں کوئی دلبر ہے — "
نہ یہ ہے نہ وہ ہے نہ میں ہوں نہ تو — مری جان اللہ ہی اللہ ہے — "
ہائے کیا شیخ و برہمن کی غلط فہمی ہے — ایک ہی راہ کے دونوں ہیں یہ چلنے والے — سفیر
جو باتیں سنتے ہیں دیر و حرم کی — یہ رونق ہے ترے ہی دم قدم کی — "
جب تو ہو جلوہ گر نظر پاکباز میں — کیوں دوڑتا پھرے وہ عراق و حجاز میں — "
آئینہ خانہ یہ عالم ہے ترے جلوہ کا — دیکھ سکتے نہیں تقصیر ہے بینائی کی — "
تمام عمر خراب اس کی جستجو میں رہے — رہا وہ ہم میں پہ ہم اسکی آرزو میں رہے — "
ممکن نہ تھا حواس بجا رہتے دیکھ کر — حادث تھے جو تھے یکلیم تو جلوہ قدیم تھا — "
دل یار سے غافل نہ ہو کر کام جہاں کے — کثرت پہ کبھی مانع وحدت نہیں ہوتی — سعید
حیران ہوں احوال ترا کس سے میں پوچھوں — جو لینے خبر تیری گیا بے خبر آیا — "
خواہش دل تو ڑ دل کا مدعا مل جائیگا — ہاں خودی کو چھوڑ دے غافل خدا مل جائیگا — "
گاہ آنکھوں میں کبھی دل میں رہا جلوہ نما — گاہ ظاہر اسے دیکھا کبھی پنہاں دیکھا — "
مہر کیا ماہ کیا عالم میں ہے جلوا تیرا — تیرے انوار سے خالی نہ کوئی جا دیکھی — "
ظاہرا اس سے گو جدا ہیں ہم — پر حقیقت میں ایک جا ہیں ہم — "
کوئی جا آپ سے نہیں خالی — کیا تماشا ہے جا بجا ہیں آپ — "
کبھی ظاہر کبھی ہیں پوشیدہ — گہ نہاں گاہ برملا ہیں آپ — "
خاک پر ہیں کہیں کہیں بر تخت — کہیں سلطاں کہیں گدا ہیں آپ — "
عہد حسن ازل ہے تا بہ ابد — ابتدا آپ انتہا ہیں آپ — "
بے دکھائے جمال اور دیدار — لبوے جو دل وہ دلربا ہیں آپ — "
یہ جس کے ہیں گل و گلشن وہ باغباں ملا — تلاش جسکی ہے دل کو وہ دلستاں ملا — "
ہووے مشہور خدائی جو خودی سے گذرے — ترک کر نام و نشاں نامور ی پیدا ہو — "
غیر حق کا جو طلبگار رہے دیوانہ ہے — عشق اللہ کا ہے اور ہے سودا باقی — "
یاد اسے کس کی رہے جس کو خبر ہو تیری — دونوں عالم سے اُسے بے خبری پیدا ہو — "
ہوا ہے تو روحدت منعکس آئینۂ دل میں — نظر آتا ہے ذرہ ذرہ مطلع مہر تاباں کا — شاکر
پردہ تو اک نمود کی ہے تصویر — اور غیب میں اک شہود کی ہے تصویر — "

سمجھا بھی تو یہ کہ کچھ نہ سمجھا تجھ کو	جانا بھی تو یہ کہ کچھ نہ جانا تجھ کو	شاکر
تعلق لاکھ ہو پھر بھی جہاں سے بے تعلق ہو	اسی کو تیرے عاشق ہمت مردانہ کہتے ہیں	شاد
نازمیں تجھ سا بھی اے جان جہاں ملتا نہیں	ہر جگہ موجود ہے لیکن نشاں ملتا نہیں	شوکت
حرم ہو دیر ہو دل ہو کہ عرش اعلیٰ ہو	کہاں کہاں ترا جلوا نظر نہیں آتا	شرم
ترے ہی نور کا ہر چیز میں جلوا دیکھا	ترے ہی حسن کا ہر ایک میں چرچا دیکھا	شائق
دیر و حرم سے قطع نظر جب کہ کر چکے	پھر سجدہ سے غرض ہے نہ زنار سے غرض	〃
وہی یاں جلوہ گر ہے اور میں ہوں	وہی پیش نظر ہے اور میں ہوں	〃
ساری دنیا کی سیر کی ہم نے	اس کا ثانی نہ دوسرا نکلا	〃
نہیں ہے غیر کا یاں ذکر ہرگز	فقط چرچا ترا ہے اور میں ہوں	〃
کیا کیا تمھیں ڈھونڈھا نہ ملے دیر و حرم میں	پھر رہتے ہو کس جا نہ یہاں ہو نہ وہاں ہو	〃
یہ بار گراں عشق کا انساں نے اٹھایا	کوئی نہ جب اس بار کا حامل نظر آیا	〃
دل نور کہتا ہے تجھے پیش نظر	آنکھ سے تو نے اگر پردہ کیا	
انھیں کا نام رہ جائیگا دنیا میں یقیں سمجھو	جو اپنا نام یکسر لوح ہستی سے مٹا دینگے	〃
غرض نہ ہم کو ہے مومن سے اور نہ کافر سے	اسی کا جلوہ ہے ہر شیخ و شاب میں مخلوط	شاہ
شاہ اغراض تو نہ کر اس سے	جو پھرا یار سے خراب ہوا	〃
جس فنا میں ہو بقا حاصل تمھارے عشق میں	کیوں نہ ہم کو ہووے پھر ایسے فنا کی احتیاج	〃
صحرا کی ہے تلاش نہ گلزار کی تلاش	ہے باغ و جان و دل میں مجھے یار کی تلاش	〃
روپ پر صدقے کبھی ہیں اور کبھی بہروپ پر	سیر کثرت ہے کبھی اور گاہ ہے وحدت ہمیں	〃
چھوڑ دے جسم کو فنا ہے یہ	وصل جاناں جو ہے بقا ہے یہ	〃
اس کی الفت میں ہوئے دونوں جہاں سے جو بری	اہل دنیا کے وہی نفع و ضرر سے چھوٹے	〃
دل لگی ہو جس کو اس کی چاہ سے	بغض اُسے رہتا ہے حب جاہ سے	〃
کہتے ہیں صوفیاں صافی دل	کہ ہے عشق خدا بہت مشکل	شوق
عشق اللہ کا جو مائل ہو	ترک دنیا کرے تو کامل ہو	〃
کہاں ہستی کے جلوے تھے کدھر عرصہ عدم کا تھا	ہوئے بیدم تو سمجھے سب ظہور اپنے ہی دم کا تھا	شہید
تری تلاش میں آئے عدم سے ہم یاں تک	وگرنہ ہستئ ناپائیدار میں کیا تھا	〃
یار اب تو امانت کا دلا سر پہ سنبھالا	الآن توکلت علی اللہ تعالیٰ	〃
اس نور کے پرتو کا ہے جلوہ میری دل میں	موسیٰ کو نظر طور پر آیا جو اُجالا	〃
کوئی ایسا ہو آئینہ کہ جس میں تو نظر آئے	زمانہ بھر کا جھوٹا کیا حقیقت ساغر جم کی	شاعر
راہ پوشیدہ پوچھے کس سے	بے خبر ہے جسے خبر ہے کچھ	شیفتہ
دل صاف ہوا آئینہ رو نظر آیا	سب کچھ نظر آیا جو نہیں تو نظر آیا	صبا
دیکھا نہ رہا ہوش ذرا بھی تن و جاں کا	ہم بھول گئے آپ کو جب تو نظر آیا	〃
میں نہ کہتا تھا انا الحق سو کہایا مجھ کو	یہ عجب ناز کہ پھر مجھ کو سردار کیا	صادق
ہوں کافر لیکن در زباں ہے ہر دم مجھکو لا الٰہ	محرم جو کوئی اس راز سے ہے اس نادرسی میخوار بھلا	〃

معرفت

جب کہ بھلا اسلام بھلا کفر بھی بھلا	سارق
اٹھا دے خطرہ دوئی کو تو حیرت ہے صادق	〃
نہ دیکھا کچھ بھی بن اس جلوہ موجود کے	〃
جس جا پہ دیکھیے اب اسی کا ظہور ہے	〃
اصل میں جو ہے سو انا سو ہوا انا الحق آنا	〃
پوں انا کہنے میں کیا ہے کفر و شرک تا	〃
ہاں کون تھا جو مرا	〃
اسم کہ تھا مسمی میں آپ ہی آپ تھا	〃
ہاں کہ ہوئے جب ہوا آپ ہی آپ	〃
آپ تھا محبوب جب ہوا آپ ہی عاشق	〃
چار دن کی ہے زندگی میں خود فراموشی کیا	〃
اسم کہ تھا فاعل اب وہی ہے الا اللہ	〃
لا میں کیا تھا اثبات میں غفل میں ہشیار ہوا	〃
اس کے سوا کچھ نہ دیکھا	〃
جس طرف آنکھ اٹھا دیکھتا ہے اس ایک کی مثال ہوا	〃
شخص مجلی جانا نہ مرا	〃
ہے جہاں میں جلوہ گر	〃

معرفت

	ہے جہاں میں جلوہ گر اس یار کی ذات و صفات	گاہ ہوتا ہے صفات اور گاہ ہے وہ عین ذات	صادق
نظیر	بیٹھکر گوشہ کے اندر گوشۂ عزلت میں تو	جائزہ سب کا لیا دے جانشیٔ واجبات	〃
	جہاں دیکھو موجود اس کی تجلی	مقرر نہیں کچھ یہ دیر و حرم پر	〃
	گہ وجوب و گاہ امکاں گہ وجود و گاہ نور	ہوش میں بیہوش خود بیہوشی میں ہے ہوشیار	〃
	جو غیر ہے سو عین ہے جو عین ہے سو غیر	جو نار ہے سو نور ہے جو نور ہے سو نار	〃
	دیر میں کیا نہیں اور کعبہ کیا ہے یار و	مظہر عشق جہاں پوچھو وہاں ہے موجود	〃
	ہر احد ہے جلوہ گر اس سے مگر وہ لاشریک	بے نشاں میں بانشاں ہے بانشاں میں بے نشاں	〃
حاشیہ	کسے ہے غرض جائے دیر و حرم میں	بہر سُو اُسے دمبدم دیکھتے ہیں	〃
	اے بے سمجھ سمجھ کہ یہ مشہود کون ہے	ہر شئے میں دیکھ لے کہ یہ مسجود کون ہے	〃
	آپ میں ظاہر ہوا اور آپ میں ظاہر کیا	میں کیا اقرار مجھ سے ہیں ہوں اپنا کارساز	〃
	نہ کچھ رہے گا نہ کچھ ہے مگر ہے ایک وجود	اُسی وجود کو موجود جا بجا دیکھا	〃
	کیا جب سے اقرار قالو بلیٰ کا	ہوا تب سے نازاں میں نقد قدم پر	〃
	مٹ اپنی ذات سے کہ ملے عمر جاوداں	پائیگا جان تازہ ہمیشہ بسان موج	صابر
	برہمن ہم کسے پوجیں کہ ہیں ہیں سب کچھ	چاہیے اپنی پرستش مجھے پتھر کے عوض	〃
	جس طرف دیکھوں نظر آتا ہے تو ہی تو مجھے	مثل شعلہ رخ نظر آیا ترا ہر سو مجھے	〃
	نظر آتی ہے ہر آئینہ میں صورت مجھے تیری	کوئی پردہ ترے جلوہ کو حائل ہو نہیں سکتا	〃
	معرفت تیری بہت دشوار ہے ادراک کو	جس قدر محرم ہوا اتنا ہی نامحرم ہوا	〃
	لامکاں کیا ہے کسی جائے نہ ہوتا ریکی	مثل شعلہ رخ انور ترا ہر سو نہ ہوا	〃
	چشم حق بیں سے جو عالم پہ نظر کی ہم نے	ایک عارض پہ نظر آتا ہے صدہا برقع	〃
	حقیقی و مجازی رنگ سے آگاہ ہیں طالب	بتوں پر جان دیتے ہیں مگر اللہ والے ہیں	طالب
	گل نوبہار ازل ہو تو کسی معرفت کے چمن میں جا	نہ ملا کے خاک میں رنگ و بو اسد خزاں کے دہن میں جا	〃
	تری جا ہے سب سے بلند تر تجھے پستیوں پہ ہے کیوں نظر	ترے گھر کا نقشہ ہے عرش تو سفر سے پھر کے وطن میں جا	〃
حاشیہ	جو تو آئینہ میں ہے جلوہ گر تو دوئی کا اپنی گماں کر	نہیں پانے ایک سے دو قمر کسی پانی والی لگن میں جا	〃
	جو حقیقۃً ترا یار ہو خط و لب پر اس کے نثار ہو	اسے لعل و مشک سے پیار ہو نہ ختن میں جا نہ یمن میں جا	〃
	کبھی کشت دل کو جو آب دی تو سرشک غم سے تو کام لے	پئے لعل گوہر بے بہا نہ یمن میں جا نہ عدن میں جا	〃
	وہ ہے پیش نظر اور پھر نظر آتا نہیں ہرگز	پڑا غفلت کا پردہ ایک ایسا ہے کہ کیا کہیے	ظفر
	چراغ دشمن کیا برق میں کیا اور شرر میں کیا	جہاں دیکھا وہاں اک جلوہ تیرے نور کا دیکھا	〃
	خالی نہیں ہے اس سے کوئی حد کوئی جہت	ہر چند وہ نہیں ہے حدود و جہات میں	〃
	نہ وہ زمیں کے نہ ہے آسماں کے پردے میں	مگر ہے جلوہ نما دو جہاں کے پردہ میں	〃
	گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو	یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں	〃
	وہ اس طرح سے جہاں میں ہے جا بجا موجود	کہ جس طرح سے بدن کی ہر اک سانس میں روح	〃
	بدل رہا ہے وہ باغ جہاں میں کیا کیا رنگ	ہمیشہ دیکھو بہار و خزاں کے پردے میں	〃
	دکھاتا ہے ہر رنگ میں اپنا جلوہ	میں اس شوخ کی خود نمائی کے قرباں	〃

چاہو کہو تعصب دینی سے کچھ دلے	رام و رحیم میں نہیں میری گمان میں فرق	عاشق
جو کچھ جہاں میں ہے وہ ہے اس کا ہی سب ظہور	گو بے نشاں ہے کہنے کو پر بے نشاں نہیں	〃
سب میں ہے دیکھ چشم حقیقت سے وہ خدا	ظاہر میں گو نہاں ہے بباطن نہاں نہیں	〃
عاشق تو کیوں بھٹکتا ہے سارے جہان میں	وہ کون شئے ہے جس سے بھلا وہ عیاں نہیں	〃
آپ کو کھوئے تو پائے یار کو بے اشتباہ	فائدہ کوئی بھی اے دل بے زباں ملتا نہیں	〃
گو کسی کے گمان میں کچھ ہے	جز خدا بھی جہان میں کچھ ہے	〃
باصرہ اس لئے بخشا ہے کہ اس کو دیکھو	چشم حق بیں نہ ہو عاشق تو ہی بیکار نظر	〃
جب سب جگہ وہی ہے پھر دیر کیا حرم کیا	دل بیٹھ اپنے گھر میں جائیں کہاں کہاں پر	〃
اس درجہ تصور سے تری آنکھیں ہیں مخمور	جس سمت نظر اٹھ گئی تو ہی نظر آیا	〃
ہیں کیا کہ مہر و ماہ بھی پھرتے ہیں آتدن	اس آرزو میں تا نظر آجائے روئے دوست	〃
وہ عاشق نے اٹھایا بار الفت	نہ اٹھا جو زمین و آسماں سے	〃
تو ہی ہے دلبر تو ہی ہے جاں میں تو ہی جلوہ ہے دو جہاں میں	تری ہی نیرنگیاں ہیں ساری تو ہی تو سب میں سما رہا ہے	〃
تیرے جلوہ کے ہیں نشاں ہر سو	ہر طرف ہم نے جا کے دیکھ لیا	〃
ترا ہی جلوہ ہے جس جا خیال دوڑایا	جدھر جہان میں ہم دیکھ بھال کر آئے	〃
جلوہ وہ جو کبھی نہ دیکھا تھا	نقش ہستی مٹا کے دیکھ لیا	〃
تلاش میں تری چاروں طرف پھرا میں لے	نگاہ جس طرف اٹھی تو ہی نظر آیا	〃
امکاں میں نہ تھا جو اسے امکان میں پایا	پھر کیونکر کہیں ہم نے خدا کو نہیں دیکھا	〃
جستجوئے خانہ دلدار میں	خود کو کھو کر دل میں گھر پیدا کیا	〃
تو ہی تو دل میں سمایا ہے خدایا میرے	ماسوا تیرے جو مسلوب ہوا خوب ہوا	〃
دیر ہو کعبہ ہو بتخانہ کلیسا کوئی ہو	چشم حق بیں میں وہی جلوہ ہے اک اللہ کا	〃
ملا جب بحر میں قطرہ ہوا بحر	فنا ہونا ہے ہستی جاوداں کی	〃
خودی کھوئی تو بے خود ہو گئے ہم	ہے غفلت یاں کی ہشیاری وہاں کی	〃
ملا اس رنگ میں جب رنگ اپنا	حقیقت کھل گئی دونوں جہاں کی	〃
اسی کا جلوہ ہے دیکھ ہر جا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے	اسی کی قدرت کا ہے تماشا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے	〃
پردہ جس وقت دوئی کا اٹھا	وہی ہر جا نظر آیا مجھ کو	〃
نظر آتا ہے تو ہی تو مجھ کو	تیرا جلوہ ہے چار سو مجھ کو	〃
تصور میں نہیں رہتے کبھی ہم تو جدا ان سے	کہ جس جا پردہ ہوتے ہیں اسی جا ہم بھی تے ہوں میں	〃
سب راز خفی جلی ہیں اس میں	گر اپنے آپ دیکھو بھالو	〃
تھا دہم دو کی تفرقہ پرواز ورنہ	جس مرتبہ تو دور تھا اتنا ہی قرب تھا	〃
ہر کام نگاہوں میں ابھی کچھ ہے ابھی کچھ	جو ہم میں آجائے یہاں وہ ہی یقیں تھا	〃
پہنچے وہاں ہیں آپ کہ جائے نظر نہیں	جس جا خیال و وہم دوئی کا گماں نہیں	〃
ہے حوصلہ ہی پست کچھ اپنی نگاہ کا	ورنہ ہر ایک شئے میں ہے جلوہ الٰہ کا	〃
ترا جلوہ ہر اک سو ہے ترا ہر جا ہے کاشانہ	جدھر کو دیکھتا ہوں ہیں وہ جا تیرا جلوخانہ	〃

معرفت

نسخہ ہی کیمیا ہے تو ہی اکسیر تو ہی تو	طبل قوی ہے تو ہی تو ہی شیرازہ	عاشق
ذرہ و دم میں بھی تو ہی کل میں ہے تو ہی تو	ہے تو ہی تو ہی تو ہی تو ہی تو ہی	〃
الفت فقط نہیں ہے تجھ سا نہ پایا	بہت ہی خاک چھانی لاکھوں کی	〃
تو ہی پایا ہے تو ہی تو ہی تو ہی	ہوا تیرے ہی ہاتھ کی حسرت نہیں	〃
ہوا کیا کیا کہا ہے اور کیا ہاتھ	اس کا کیا کہنا ہے شرکت نہیں	〃
محبت میں مطلوب و طالب وحدت نہیں	کثرت میں کچھ لطف وحدت ہے	〃
صرف دوئی کا ہے حجاب تو دونوں جہاں کی	پھر اک نگہ میں جلوے تو دونوں جہاں کے ہیں	〃
پردہ وحدت خود کو جلائے تو نور ہے	اس خاک کو اکسیر بنائے تو نور ہے	〃
وہ اک نگہ میں ہے تو دل میں ہے تو نظر میں ہے	پھر دور و نزدیک ہیں	〃
ہر ایک میں ہے تو ہر ایک سے جدا ہے	ہیں سب تیرے ہی نام	〃
تیرے سوا کوئی نہیں		〃

معرفت			
عرش پر فرش پر انسان میں ملک میں جن میں	علی حزیں	فیض وحدت کی یہ کثرت سے ہے کل رونیدگی	عشق
سب میں تیری ہی نشانی تھا مجھے معلوم نہ تھا		ہر ایک جا پہ اسی کے ہے جلوہ کا پرتو	
گل میں بلبل کی فغاں تھا مجھے معلوم نہ تھا		جب دوئی کھوئی تو پھر سب کچھ عیاں ہونے لگا	
ذرہ میں جلوہ کناں تھا مجھے معلوم نہ تھا		مطلع دل مہر و مہ کے دونوں مصرع ہی بنا	
تن میں جاں نور میں ظلمت میں ضیا مجھے معلوم نہ تھا		ہے ٹھکانا مہ وشوں کا اور مسلمانوں کا ایک	
دو جہاں نور سے تیرے ہی ہویدا مجھے معلوم نہ تھا		گلشن دیر و حرم میں بھی اسی کا ہے ظہور	
ہر جگہ جلوہ فشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا		بار الفت کا لیا عاشق اٹھا	
عرش پر تھا تو زمیں پر بھی وہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا		نقش دوئی مٹے تو رہے پردۂ حجاب	
میں ہی لیلیٰ میں ہی مجنوں میں ہی محمل میں تھا		خود رفتگی سے ہم کو ملا اتحاد یار	
قیس میں دشت نوردی میں بیابانوں میں تھا		بار در خانہ و ما گرد جہاں می گردیم	
آپ ہی آپ تھا عشق میں اپنے ہی فدا		وہ ہر جگہ ہے نہیں طور ہی پہ کچھ موقوف	
آپ ہی عاشق و معشوق ہوا		انا الحق کیوں نہ کہہ دوں بخودی میں	
		گو نظر آتا تھا منصور بظاہر سب کو	
		جس کو ہو کچھ وہم و دوئی کا گماں	عاجز
		دل میں آنکھوں میں سے ہم نے چھپا رکھا ہے	
		ذات میں تیری فنا ہو تو کوئی ایسا ہو	
		سر میں سودا رہے تیرا ہی دہن ہے سر کی	
		ہوئے ظاہر تو نہ ہم دیکھ سکے	
		فنا فی اللہ کے ہیں راستہ پر جو کہ اے عاقل	عاقل
		سارے عالم سے ہوئے نا آشنا	
		واصل وہی سالک ہی جو دھوکے میں نہ آئے	
		لازم بشر کو ہے کہ مرے پہلے موت سے	
		بھولے ہوئے ہیں اپنا ہم ما و من حقیقی	عشق
		اس جلوہ گہ دہر میں جو کچھ ہے وہی ہے	
		ہے بزم میں خلوت صفت معنی و الفاظ	
		ہے اپنے حال پر اہل طلب کو حیرانی	
		فعل تکوینی ایک دوری جنبش پر کار تھا	
		جس وقت نہ تھا وقت نہ فرق تن و جاں تھا	
		مسجد کہ حرم تکدہ یا دیر مغاں تھا	
		نظر آئیں تری نیرنگیاں ہر گل سے گلشن میں	
		کس کی رنگت ہے چمن میں کس کا رنگ	
		معما میم احمدؐ کا نہ پوچھو	
		نور میں نار میں غنچہ میں ثمر میں گل میں	

آشیاں میں تھا کوئی تنکا جو باقی کاہ کا	عشق
ہر ایک شئے میں سمایا ہے رنگ و بو ہو کر	〃
دل بنا اپنا ہی حمام جم تماشا گاہ کا	〃
روح کو پہلا سبق تھا یاد الا اللہ کا	〃
منزل دیر و حرم میں پھیر ہے کچھ راہ کا	〃
ہر جگہ جلوہ ہے اس کا آپ خود پنہاں ہوا	〃
سب سے برتر اس لئے آدم رہا	〃
وہ گل ہے کونسا کہ نہیں جس میں بو و رنگت	〃
دیوانگی نے پردۂ غفلت اٹھا دیا	〃
عرش و کرسی میں نہ پایا اسی پایا دل میں	〃
ہو اس کی دید کی کچھ تم میں تاب و طاقت بھی	〃
کبھی میں ہوں تو یا رب گاہ تو ہے	〃
پر حقیقت میں منصور سردار نہ تھا	〃
وہ نہیں عارف ہے ہرگز اے جواں	عاجز
دیر میں کعبہ میں بتخانہ میں کیا رکھا ہے	〃
تو ہی تو آنکھوں میں ہو اور تو ہی تو دل میں	〃
آرزو دل کی یہی ہے کہ تو ہی ہو دل میں	〃
ہوئے پنہاں تو نہ پنہاں دیکھا	عاقل
عدم آباد سے بھی دور کچھ ان کا مکاں ہوگا	〃
جب سے تم سے آشنائی ہو گئی	〃
ہیں غول بہت خضر نما راہ فنا میں	عزیز
کیوں مثل خضر خواہش آب بقا کرے	〃
جبتک پھنسے ہوئے ہیں تقیدات و من میں	〃
جب اور نہیں ہے تو نہ تم تم ہو نہ ہم ہم	〃
ہر چند کہ ہوں سب میں مگر سب سے جدا ہوں	〃
تلاش کرتے ہیں جس کی ملا و ناپدید نہیں	〃
نقطۂ اول وجود احمد مختار تھا	〃
وہ جان جہاں بے تن و جاں جلوہ کناں تھا	〃
تھا قبلہ وہی خانہ ترا جلوہ جہاں تھا	
چمن میں بلبلوں کے لب پہ تیرا ہی فسانہ تھا	علی احمد
کس کا جلوہ نور میں انوار میں	〃
خدا جانے یہ کیا راز نہاں ہے	〃
رنگ تیرا ہی عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا	〃

مکان دل میں نہ چھپتا اگر وہ ہرجائی	تو مجھ کو کاہے کو خود اپنی جستجو ہوتی	عشق
سمجھا جو ہیچ کل کو درائے خدائے پاک	بہرہ اسے نصیب ہے راہ سدید کا	فدا
کیونکر نہ بولے حق کو نہ ناحق کے روبرو	واقف ہے جو معانیٔ ہل من مزید کا	〃
کھل گئی دل کی حقیقت کھل گئی	مل گیا تیرا ٹھکانا مل گیا	فروغ
جلوہ افروز نمائے رنگ ہے ہر جا وہ ہے	چشم ہفتاد و دو ملت کا تماشا وہ ہے	قادر
بصیرت ہو تو سب جا اس کا جلوہ	وہ باطن ہے تو ظاہر بھی وہی ہے	〃
سری سرکشی عین افتادگی ہے	میں وہ قطرۂ اشک چشم فنا ہوں	قدر
جو لن ترانیاں ہیں پوری کہانیاں ہیں	خالق پکارتا ہے خلقت کے پیرہن میں	〃
وہ رہتا ہے خود میری گردن کی رگ میں	وہی بولتا ہے جو میں بولتا ہوں	〃
تجھ میں عالم ہے فنا عالم میں تو موجود ہے	جس طرح گوہر میں ہو آب اور گوہر آب میں	〃
جو سمجھ گیا وہ سمجھ گیا جو بہک گیا وہ بہک گیا	کہ عجیب حال ہے گو مگو وہ نہاں نہیں وہ عیاں نہیں	〃
جو ہے عرش پر وہی فرش پر کوئی خاص سکا مکاں نہیں	وہ یہاں بھی ہے وہ وہاں بھی ہے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں	〃
اے یار ہم نے آپ کو پایا جہاں تہاں	کعبہ میں بتکدہ میں تمہارا ظہور ہے	〃
پوشیدہ و عیاں ہے اسی طرح پاک ذات	جیسے فلک سے مہر کا عالم میں نور ہے	〃
شکل دوئی پسند نہیں میری آنکھ کو	ٹپکا جو اشک گوہر یکدانہ ہو گیا	〃
اجل آئیکا ڈر ہے اور نہ کچھ خطرہ فنا کا ہے	جیسے سب ہستی سمجھے ہوئے ہیں عین ہستی ہے	قبول
جو نہیں ہے وہ فنا ہے جو فنا ہے وہ بقا ہے	نہ ریا نہ کبریائی نہ خودی نہ خودنمائی	قربان
توڑا ہے جب تعین ثابت ہوا یہ مجھ کو	ہے کون دو جہاں میں قرباں سوائے جاناں	〃
میں ہوں جو عالم نیرنگ میں تو اے ہمدم	کہیں خزاں ہوں کہیں بوئے جانفزا ہوں میں	〃
کیا باک وقت مستی قرباں اناالحق بولا	یہ بھی ترا سخن ہے وہ بھی کلام تیرا	〃
ہر اک مقام پہ یکساں ہے جلوۂ یزداں	نہ شرط کعبہ نہ ہے خانۂ صنم مخصوص	〃
چھوڑ کر قید طلب مطلب دل کو پایا	نہ طلب عشق کی نے عاشق شیدا کی ہوس	〃
جلوہ فرما آپ اے قرباں ہے وہ	ہستئ موہوم کا دھوکا غلط	〃
کچھ نہ پوچھو یہ ہم سے کیا ہیں ہم	مرأۃ ستر کبریا ہیں ہم	〃
ہے حدوث و قدم ظہور اپنا	کہیں فانی کہیں بقا ہیں ہم	〃
طے کر چکے ہیں دشت فنا و بقا کو ہم	کچھ زندگی سے ہم کو غرض نے قضا سے ربط	〃
نامرادی جسے کہتے ہیں وہ ہے عین مراد	کام خواہش سے ہے مجھ کو نہ تمنا کی ہوس	〃
رنگ لایا کبھی گلشن میں گل تر ہو کر	خود ہوا نغمہ سرا بلبل مضطر ہو کر	〃
ہمارا ہی جلوہ ہے ہر جا نمایاں	ہمیں شہر ہیں اور بیاباں ہمیں ہیں	〃
ہماری ہے صورت ہے یہ شکل آدم	گدا ہیں ہمیں اور سلطاں ہمیں ہیں	〃
ہمیں کو ہے زیبا یہ تشبیہ و تنزیہ	ہمیں قید ہیں اور غریباں ہمیں ہیں	〃
ہمیں تخم الفت ہیں تناخ و شجر ہیں	ہمیں برگ و گل ہیں گلستاں ہمیں ہیں	〃
ہمیں نے کہا ہم سے ہی سخن و اقرب	ہمیں ہم ہی ظاہر ہیں پنہاں ہمیں ہیں	〃

معرفت

ہمیں سے ہے یہ ساری ابتدا انتہا الست ازل میں
ہمیں ہیں ہم سے ہے یہ سب ماسوا الست ازل میں
ہمیں ہیں ہم سے ہے یہ سب ماسوا الست ازل میں
ہمیں ہیں ہم سے ہے یہ سب ماسوا الست ازل میں

معرفت			
نیستی ہستی کی گئی اثبات اس کا ہو گیا	کشش	شہ رگ سے بھی قریب ہے وہ یار دلربا	پھر کس کا قطب کرتے ہو تم انتظار آج
اس میں اپنا چھپا وہ مجھ سے پیدا ہو گیا	"	تکرار کر رہے ہیں عبث شیخ و برہمن	ملتا ہے یار کا کہیں یوں برملا سراغ
حسن و آئینے کا پیش نظر کھیل ہے	"	مکان دل میں نہ چھپتا اگر وہ ہرجائی	تو مجھ کو کاہے کو خود اپنی جستجو ہوتی
غیب میں تھا جو سب کا سب نکھر میں ہے	"	ملتا نہیں ہے یار مجھے خود مرا سراغ	اپنی تلاش ہی میں ملا ہے ترا سراغ
جلوہ باہر ہے سارا اندر کا	"	لبریز شوق میرا از بسکہ مو بمو ہے	سمجھا نہ میں یہ اب تک یہ میں ہوں یا کہ تو ہے
میرے خانۂ دل میں چھپ رہے تھے وہ	"	چشم باطن سے اگر اہل بصیرت دیکھیں	ان کو دل ہی میں نظر آئے خدائی صورت
گھر سے جن کو میں ڈھونڈھتا نکلا	"	کس کس صورت سے جلوہ گر ہے	اللہ رے نمود بے نشان کی
جب سے پیر بصیرت ہوئی حاصل مجھ کو	"	ہر اک صورت میں تجھ کو جانتے ہیں	ہم اس بہروپ کو پہچانتے ہیں
میں ڈھونڈھ رہا تھا جسے وہ مجھ میں تھا	"	چشم باطن سے اگر اہل بصیرت دیکھیں	ان کو دل ہی میں نظر آئے خدا کی صورت
جب تک خودی کو اپنی نہ کھویا وہ ہاتھ آیا	"	میرے سب سے تیرا عیاں مدعا ہوا	اے یار میں خبر ہوا تو مبتدا ہوا
جب غور کر کے دیکھا تو کچھ بھی اس فسانہ میں تھا	"	جھپک گئیں جو یکایک کلیم کی آنکھیں	یہ کون وادیٔ ایمن میں بے نقاب ہوا
کنت کنزاً مخفیاً کی کیا ہی صورت یار کی	"	نہ ہوگا کوئی مجھ سا محو تصور	جسے دیکھتا ہوں سمجھتا ہوں تو ہے
کیا شمع ہمہ آئینہ خانہ ہو گئی	"	جب ہوا رتبۂ فنا فی اللہ	غم نہیں گر جہان فانی ہے
ذرہ ذرہ میں نظر آتی ہے صورت یار کی	"	آپ سے جب گذر گئے پہنچے	یاد ہے راستہ ترے گھر کا
کل جہاں میرے لئے آئینہ خانہ ہو گیا	"	جلوہ گر آنکھوں میں گر وہ بے نشاں ہو جائیگا	ہر مکاں اپنی نظر میں لامکاں ہو جائیگا
راہ طلب میں کیا کہوں جو کچھ کیا تھا کیا ہوا	"	وہی تھا جس کو میں سمجھا من و تو ایک مدت تک	زہے غفلت رہا میں مدعی دعوئ باطل کا
رشحۂ نعت تید		زباں کی بند ہر جانب سے روزن کھل گئے دل کے	نظر کی بند پردہ اٹھ گیا بس ستر حائل کا
		جلوہ ہے اس کا چار سو گر آنکھ ہو تو دیکھ لے	ہے یوسف خورشید رو ہر ذرہ اس میدان میں
		دیکھتا ہوں سب میں ہی گویا میں جلوہ یار کا	کونسے ذرہ کو کہئے نیر اعظم نہیں
		عشق کا بار اٹھا تب مری گردن پہ رکھا	حامل اس بوجھ کا جب گنبد گرداں نہ ہوا
		نہیں ہو سب کی نظروں سے نہیں دیکھا کوئی اس کو	اگرچہ عالم آرا ہے جمال آشکارا اس کا
		حضرت عشق کا جلوہ ہے سبھی جا ورنہ	کوئی جا ایسی نہیں اس کی جہاں شان نہیں
		گر صاف ہو دے تجھ سے گزر آئینہ کی طرح	ہرگز چھپے نہ جلوۂ جانانہ سنگ میں
		ہے کل شئے فنا اور اللہ باقی	میں باقی کا باقی بنا چاہتا ہوں
		یہ کیا طلسم ہے ایسا کہ چشم تحقیقات	کرے جدھر کو نظر واں ترا سراغ لگا
		جو چاہے یار کے جلوہ کو روز شب لائق	برنگ دیدۂ تصویر مت ہو خواب طلب
		محو کر آپ کو یوں مستی میں اسکی جیسے	بوند پانی کی نہیں آتی نظر پانی میں
		جاننا باطل کسی کو یہ قصور فہم ہے	حق اگر سمجھے تو سب کچھ حق ہے یاں باطل ہے کیا
		دیا دکھائی مجھے تو اسی کا جلوہ میر	پڑی جہان میں جا کر جہاں نظر میری
		عام ہے یار کی تجلی میر	خاص موسیٰ و کوہ طور نہیں
		ہم نے پایا اسی آنکھوں کی سیہ پتلی میں	سات پردوں میں تجھے پردہ نشیں دیکھ لیا
		طور و بتخانہ و کعبہ کی ضرورت کیا ہے	دیکھنا اس کا ہے منظور کہیں دیکھ لیا
		ہماری عقل پہ پتھر کہاں اڑائی خاک	حریم کعبہ کو سمجھے رہے ترا گھر ہے

رمز نعت فیہ سے واقف ذرا تو ہو — غافل یہ کوئی اور ہے تجھ میں چھپا ہوا — میکش
تردد ہے کیا راہ پر و حرم میں — انہیں کا تو گھر ہے جہاں جایئے گا — "
جس کو ہو چشم بصیرت دیکھ لے آٹھوں پہر — جلوہ گر رہتا ہے ہر ذرہ کے اندر آفتاب — "
تلاش میں جو کوئی اس کے نکلے گم ہو جائے — جہاں میں یار کا بھی ہے عجیب گھر نایاب — "
خالی نہیں مکاں کوئی سب میں مکیں ہیں آپ — جا کر کہیں جو ڈھونڈھیں غرض کیا یہیں ہیں آپ — "
تم اور کب کسی سے ہو آنکھوں کا ہے قصور — جل الورید سے بھی تو صاحب قریں ہیں آپ — "
اک رنگ نہ ہو کیونکر پھر وحدت و کثرت کا — ہر شکل سے ملتا ہے نقشہ تری صورت کا — "
جس شئے پہ نظر ڈالی وہ تجھ سے نہ تھی خالی — کثرت میں نظر آیا عالم مجھے وحدت کا — "
خورشید کو ذرہ میں اس بحر کو قطرہ میں — جب دیکھا کہ جب اٹھا پردہ جو تھا غفلت کا — "
تو اور اگر ہوتا میں اور اگر ہوتا — شہ رگ سے نہ مل جاتا زینہ تری قربت کا — "
دیکھوں تجھے بے پردہ پھر جسم پہ ہو جامہ — عریاں جو نہیں ہوں میں احساں ہے شریعت کا — "
تو میکدہ والوں میں مسجد میں شوالوں میں — کس کس سے نہیں ملتا جادہ تری ملت کا — "
بیٹھا ہے کیا مکاں میں تو لامکاں پہ پہنچ — مر کر جہاں پہ جاتے ہیں جینا وہاں پہ پہنچ — "
اے دل وہاں خوشی میں ہوتی ہے گفتگو — خلوت میں اس کی جانا ہے تو بے زباں پہنچ — "
بیٹھا ہوا یہیں سے نہ سن نغمۂ جرس — غافل ذرا تو اٹھ کے سوئے کارواں پہنچ — "
ہمچو دہ عالم میں غیر کس کو کہیں — جب کہ ہے ایک سب کے اندر روح — "
آدم میں دم اسی کے تو دم سے ہے جلوہ گر — کیا ہے خدا نہیں ہے تو اے عقلمند روح — "
پتلا نہ بنتا میرا جو صورت پہ یار کی — ہرگز نہ ہوتی اس تنِ خاکی میں مندروح — "
ہوتا عروج خاک نہ مسجود ہوتی یہ — ہم روح سے بلند ہیں ہم سے بلند روح — "
یقیں پایا خودی میں ہم نے خود خود سے جدا ہو کر — لباس آب و گل میں عبد بن بیٹھے خدا ہو کر — "
مقام ہو نظر آجائے ہر جسم مقید میں — ذرا دیکھیں تو ان چاروں عناصر سے جدا ہو کر — "
ثم وجہ اللہ نے آنکھیں کھولدیں — اب تو ہر جانب تجھے پاتے ہیں ہم — "
خالی نہیں ہے کوئی جگہ مجھ سے جان جاں — یہ سب قصور آنکھ کا ہے تو کہاں نہیں — "
خالی نہیں ہے تجھ سے کوئی تیلا خاک کا — وہ دل ہے کونسا کہ جہاں تو مکیں نہیں — "
آتی ہے ہر شئے سے رب انی انا اللہ کی صدا — بن گئی مخلوق بھی ساری خدا میرے لئے — "
نہیں کہتا ہوں میں اک حرف منہ سے — وہی جو بولتا ہے بولتا ہے — "
مکاں اس یار کا گو لامکاں ہے — مگر آباد اس سے کل جہاں ہے — "
نہیں کچھ بھی وہاں جس جا نہیں تو — وہیں سب کچھ ہے اے جاں تو جہاں ہے — "
جسے تو ڈھونڈھتا پھرتا ہے غافل — وہی تو یہ رگ و پے میں نہاں ہے — "
آنکھ وے اللہ تو ہر شئے میں ہے دیدار دوست — ذرہ ذرہ ہے منور دیکھنے کے واسطے — "
جو طالب مولا ہیں بجز دیدِ رخِ دوست — عقبیٰ سے غرض ان کو نہ دنیائے دنی سے — "
عالم میں کچھ نہیں ہے سوائے وجود حق — اس مسئلہ میں اور ہے پھر قیل و قال کیا — "
جب غیر حق نہیں ہے تو پھر کیسا قرب و بُعد — کیا چیز اتصال ہے ہے انفصال کیا — "

معرفت

آنکھ میں تیری تخیل ہے تصور دل میں — جلوہ اندر ہے ترے دیکھ لے باہر ان کا — "
ہے ترا دیدہ بینا ہی تجلی گاہ — جلوہ گر دیکھ لے آئینہ میں ہے ان کا — "
آنکھ نابینا ہے تو کیا ہے ترا دل بینا — دیکھ لے دیدۂ بینا سے تماشا ان کا — "
جب نہ ناپید ہیں یہاں اور عیاں ہیں ہر سو — ہے تجھے وہم کہ آنکھوں سے نہاں ہیں وہ — "
جلوہ نما ہے ہر جا نور ہیں نور و زماں میں — چمکا رہے ہیں نور و مکاں میں وہ — "
کیسی چھپائے دھوم ہے کون و مکاں میں — کیسی کھیلتے ہیں ہر ایک جا میں وہ — "
چھپتے ہیں کہیں ہیں ہویدا لامکاں میں — ہے کہاں نہیں ہیں وہ ہیں جہاں میں وہ — "
پہلو میں دل میں آنکھ میں ہیں وہ زباں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
آنکھوں میں نور ہیں وہ ہیں وہ زباں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
یوسف کی طرح چھپ کے ہیں وہ جلوہ گر — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
عاشق ہوئے ہو اپنی ہی خود آپ تم — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
عاشق کے دل میں ہیں وہ ہیں وہ زباں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر پھول میں ہیں وہ ہیں وہ گلستاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر چیز میں ہیں وہ ہیں وہ جہاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر سمت ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر ذرہ میں ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر شئے میں ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "
ہر جا ہیں وہ ہیں وہ ہر مکاں میں — ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ ہیں وہ — "

معرفت

تنکش تو تم کو ڈھونڈھتا ہی رہ گیا جا — کیا بے نشان بن گئے ہر اک نشاں ہیں آپ — میکش
نہ کیونکر خودی کو خدا سمجھیں اب ہم — خودی ہی میں تو خود نمائی ہے تیری — "
یہ کام کی ہے بات کہ ان آنکھوں سے دیکھے — کچھ باتوں کے سن لینے سے عرفاں نہیں ہوتا — "
کب سامنے اس کا رُخِ زیبا نہیں ہوتا — ہر شخص مگر دیکھنے والا نہیں ہوتا — "
کس طرح نظر آئیگا عکسِ رُخِ دلدار — آئینہ ہی اس دل کا مُجلّا نہیں ہوتا — "
ہم ہر جگہ دیکھتے ہیں برقِ روئے یار — موسیٰ کی دید گاہ فقط ایک طور تھا — "
نشان ہم پا گئے اس بے نشاں کا وہ ہیں گم گشتہ — جسے ڈھونڈھوا کے ملک عدم میں کفر و دیں رسول — "
مرآت حُسن یار ہے سارا جہاں مجھے — ہے آفتاب ذرۂ ریگِ رواں مجھے — "
ہائے رے غفلت کہ اس کو ڈھونڈھتے پھرتے رہے — یہ نہ سمجھے یار ہے قالب میں آدم زاد کے — "
تشکل آپ و گل میں یہ جلوے نہیں لاضداد کے — چھپکے بیٹھا ہے کوئی قالب میں آدم زاد کے — "
گھر گھر تمہاری شہرت عالم میں ہو رہی ہے — چھپ چھپکے اور بیٹھو پردہ میں آسماں کے — "
اوراقِ نفس و قلب ذرا تو الٹ کے دیکھ — پڑھنی پڑیگی جو یہ وہی تو کتاب ہے — "
پائیں اسے قریب بہت اپنی جان سے — پردہ اگر دوئی کا اُٹھے درمیان سے — "
دیکھتا ہوں جسکو وہ صورت سے ملتا ہے تری — تیرا ہی نقشہ نظر آتا ہے ہر تصویر میں — "
پے ترے کچھ بھی نہیں اے جانِ لطفِ زندگی — تو نہ ہو تقدیر میں تو کچھ نہیں تقدیر میں — "
آنکھ جس دن سے کھلی ہے اپنی — ذرہ ذرہ میں خدا دیکھتے ہیں — "
ہر شبہ سے منزہ ہے عیاں — فرد میں رنگ صفا دیکھتے ہیں — "
ہے رسوائی کا میرے غل فلک پر — زمیں پر ہوں مگر برباد ہوں میں — "
تلزم ذات خدا سے نہ سمجھ مجھ کو جدا — میں وہ قطرہ ہوں کہ جس کا ہے وطن پانی میں — "
عالم میں یہ تفرقے نہ پڑتے — تم چھپکے نہ بیٹھتے جو گھر میں — "
کھول آنکھ ہے ذرہ ذرہ خورشید — اک نور نہاں ہے اس کدر میں — "
وہ سنگ میں ہے وہ ہے شجر میں — رونق ہے اسی سے بحر و بر میں — "
خود سے اسے دُور ڈھونڈھتے ہیں — عالم میں تلاش یار گھر میں — "
جلوہ گر نور خدا ہے چار سو — آنکھ سے پردہ مگر اُٹھتا نہیں — "
مل گیا جس کو یہاں تیرا پتہ — پھر پتہ اس کا کہیں ملتا نہیں — "
آنکھ کھلنے پر وہ ہر صورت سے ہوگا آشکار — اس کی قید لامکاں بھی مکاں ہو جائیگی — "
دیکھے نکل کے انسان قبضہ سے جسم و جاں کے — ہر اک مکاں کے اندر جلوے ہیں لامکاں کے — "
اک دن وہ تھا کہ ڈھونڈھتا تھا میں نشانِ یار — ملتا نہیں ہے اب کہیں میرا نشاں مجھے — "
پردہ اُٹھا دے ایک ہی جب ذات شخص و عکس — بیکار ڈال رکھا ہے کیوں درمیاں مجھے — "
حشمہ کو اندھا اُٹھیگا وہ ضرور — جس نے دنیا میں تجھے دیکھا نہیں — "
بر ملا پھرتے ہو تم کونین میں — کس جگہ ہم نے تمہیں دیکھا نہیں — "
جب یہ سمجھے کہ ہم ہی ہیں سب کچھ — پھر بقا کی طلب فنا سے غرض — "
ویراں ہو وہ مکاں کہ جہاں تیرا گھر نہ ہو — پھوٹے وہ آنکھ جس میں کہ تو جلوہ گر نہ ہو — "

اجل کے عوض میں بقا آئی ان کو — جو ہیں موت سے پہلے مرجانیوالے — میکش
فقط اک نام کا مجبور ہے جو چاہے کر بیٹھے — لیا حق سے بشر نے اختیار آہستہ آہستہ — //
ہستی وہ ہے کہ جس میں دوئی کا گذر نہ ہو — محو خودی وہ ہے جسے اپنی خبر نہ ہو — //
نحن واقرب کہکے چھپتے ہو کہاں ای جان جاں — تم جہاں ہو ہم وہیں۔ دیکھیں کہاں جائینگے آپ — //
نحن توحید سے بھرا ہوا ہے ایک ایک حرف — فرمایا ہے خدا نے جوامع الکتاب میں — //
اشارہ نحن اقرب کا اگر کچھ فہم میں آوے — مسلماں پر فدا کافر ہو کافر پر مسلماں ہو — //
وقت سماع عارفوں کو کیوں نہ ہو اثر — وہ یار نغمہ سنج ہے چنگ و رباب میں — //
میٹ دے سب ہستیٔ موہوم کا نام و نشاں — رکھتا ہے اول جو سیر لامکاں کی آرزو — //
جسے ہوں دیکھتا ہے تیری صورت — کسے ہیں پھر کہوں اور کس کو تو آج — //
مٹا نام و نشاں مرنے سے پہلے اپنا ای میکش — اگر کچھ شوق ہے تیری بھی دل میں بے نشانی کا — //
ترے ہی دم سے ہے ای جان رگ جاں کو فیض — نحن اقرب سے چلا آتا ہے شریاں کو فیض — //
جو دم پاک تھا آدم میں خدا نے پھونکا — آج تک وہی چلا آتا ہے انسان کو فیض — //
ہے یہ لامکاں میں اس کا مکاں ہے خاص — ہر جا ہے جلوہ گر تو کہو کب نشاں ہے خاص — //
جو بیٹھے سات پردوں میں تھے چھپ کر — وہی یہ پھر رہے ہیں کو بکو آج — //
خودی نہ جاتی تو خود میں نہ دیکھتے تجھ کو — نہ پاتے ہوتی نہ گر تیری جستجو دل میں — //
پھیرتا رہتا ہی تیغ نحن اقرب ہر گھڑی — گھر بنا رکھا ہی ظالم نے رگ گردن کے پاس — //
پردہ میں بھی بے پردہ ہی وہ پردہ نشیں اور — رہتا تو کہیں اور ہے شہرت ہی کہیں اور — //
جسکی مجھے تلاش تھی پہلو میں تھا مرے — میری سمجھ سے دور تھا کب مجھ سے دور تھا — //
ہمراہ اس کے ہیں جسے اپنی خبر نہیں — کس درجہ باخبر ہیں کسی بے خبر سے ہم — //
تو مقید ہے تو ہی مطلق ہے — شرط تجہہ میں ہے جزا تجہہ میں ہے — //
جب وہ ہر رنگ میں ہے رنگا رنگ — پھر سیاہ و سپید ہی کیا ہے — //
جب ہو اللہ فی السما و الارض — پھر یہ قرب و بعید ہی کیا ہے — //
نفخت فیہ سے معمور ہیں کیا خاک کے تپلے — خدا کی شان ہے جاگ اٹھی ہے تقدیر مٹی کی — //
داخل ہر ایک جسم میں فرما کے اپنی روح — قصہ ہی پاک کر دیا قرب و بعید کا — //
سجدہ کس کس کو کروں پاؤں پڑوں کس کس کے — ہو گئے خلق میں لاکھوں تری صورت والے — //
ہر اک مکان یار کا کچھ لامکاں نہیں — یہ سب نشان اسی کے ہیں وہ بے نشاں نہیں — //
گھر میں بیٹھے کہتے ہیں ہے لامکاں گھر یار کا — غور سے ڈھونڈیں تو کوئی اس سا خالی گھر نہیں — //
مٹاتے ہیں خودی کو کس طرح سے ایک سو ہو کر — سمجھتا ہے وہی پلٹا ہو جو ہذا سے ہو ہو کر — //
نحن واقرب کا اشارہ جو ہویدا ہو جائے — عنصر جسم ہر اک عرش معلی ہو جائے — //
ہر شئے میں تیرا جلوہ ہی یاں ما سوا ہے کون — کوئی جہاں میں دوسرا تیرے سوا نہیں — //
تو جس کو ڈھونڈھتا ہے کہاں وہ خدا نہیں — وہ دم کے ساتھ ہی تیرے اک دم جدا نہیں — //
کھلے جو آنکھ تو وہ کشف نور ہوتا ہے — کہ ذرہ ذرہ سے حق کا ظہور ہوتا ہے — //
ہزار رنگ سے ظاہر ظہور ہوتا ہے — ہر ایک شئے سے عیاں تیرا نور ہوتا ہے — //

معرفت

سرور رکھتا ہے وہ جام بادۂ توحید — میکش
جہاں کو بخشی ہے جب سے ہی بادل نے نشاط — //
ہر ایک پتی نے گلزار کی نشہ ہے پایا — //
گلہ نہیں جن کو نیا یا پرانا ہے ساقی — //
یہاں انھیں کی نظر میں فتور ہوتا ہے — //
تمہارے قرب سے پائی ہے جس نے قربت عالم — //
اسی کی نوت سے جو جس سے بھی قریب ہوا — //
اگر نہ دور رکھے تو شراب سے بھی دور ہوتا ہے — //
اسی کے رنگ سے لالی ہے جس کی یار کی — //
عالم میں رنگ رکھتا ہے وہ یار رنگ رنگ — //
ہے رنگ رنگ دل میں جسم جاں میں — //
تیرا جلوہ ہر رنگ میں کافر میں مسلماں میں — //
مسلماں ہے کافر ہے ساحر ہے عالم میں — //
وہ یکتا ہے دو عالم میں بلا کثرت میں وحدت میں — //
دکھا تجھ کو تماشا ہے بلا کثرت ہو جا — //
کھلے نور دل نور تجلا ہو جا — //
کھلے جو آنکھ تو دل میں ہی وہ ہمارا ہو جا — //
سمائی ہے جو دل میں وہ ہی ہمارا ہو جا — //
سمائی ہے جو دل میں وہ ہی ہمارا ہو جا — //
سمائی ہے جو دل میں وہ ہی ہمارا ہو جا — //

معرفت			
ذرہ ذرہ ہے یہاں طور کا منظر		تجھے طوف حرم کا تو شوق ہوا نہیں اسکی خبر تری لیلیٰ کیا	نظر آئیگا شیخ یہ تجھ کو خدا تری آنکھ سے پردہ اُٹھا ہی نہیں
یہاں تری آنکھ سے پردہ سرک تک		بجز شاہد نہ دیکھا دیدۂ حق بیں سے جب دیکھا	مجھے رہ رہ کے آتا ہے تعجب پاسوا کیا ہے
جہاں میں جا بجا تجھی کو جلوہ گر دیکھا		نگاہ حق رس و حق بیں و حق جو چاہئے غافل	وہاں پردہ نہیں جلوہ سربازار رہتا ہے
یہاں بھی تو وہاں بھی تو مکاں بھی تو لامکاں بھی تو		طرح انداز زمیں تو ہی تو تھا	یہ مکاں ہے یا مکیں تو ہی تو تھا
مکاں تیرا کہاں ہے لامکاں ہے تو ہی تو ہی		وجد کرتے کیوں نہ مستان الست	دل میں حرف دلنشیں تو ہی تو تھا
سمایا ہے زمیں و آسماں میں تیرا جلوہ		کیوں یقیں کرتے نہ ارباب یقیں	مرجع حق الیقیں تو ہی تو تھا
صدائے قل ھو اللہ احد ہے گوش زد ہر سو		دل ازل سے مطلع الانوار ہے	اس جگہ خلوت گزیں تو ہی تو تھا
زبان عالم رویا طلسم عالم امکاں		محفل آرا عالم امکان ہے	اے مرے محفل نشیں تو ہی تو تھا
عیاں ذات احد میں ہے تری ذات فروزاں تو		ہے دیر میں بھی تو ہی اور کعبہ میں بھی تو ہی	یہ بھی مکان تیرا وہ بھی مقام تیرا
خودی دل سے اٹھا دے سینہ ذرہ پر فروزاں ہو		کثرت میں جسے جلوۂ وحدت نظر آئے	وہ لاکھ دلوں میں دل دانا نہیں ہوتا
ترا نائب ترا ہی پرتو و ہمسر ہویدا ہے		ہر جائی ہے وہ اور نہ دیکھا کہیں ہم نے	ایسا بھی پڑا آنکھ پہ پردہ نہیں ہوتا
عیاں ہے ذرہ ذرہ میں پہ پنہاں بھی ہے ہر جا		مست الست اس کے ہیں پابند تا ابد	روز ازل سخن جو دہن سے نکل گیا
عیاں بھی جا بجا ہے پنہاں بھی ہے عبد و معبود		برتو نام و صور ہیں ہر جگہ سب سے ملا	تو مرے پردہ نشیں پردہ میں ہر جائی ہوا
کرشمہ کیا الہٰی عبد و معبود		تجھے پاتے ہیں وہ جاں سے گزر جاتے ہیں جو اپنی	ترا دیدار سودا ہے ازل سے جانسپاری کا
پیمبر آئینہ ہے سر بسر ہے قہر		ذات باری سے نہ پہلے تھی نہ اب ہے دوری	غافلو اپنے توہم میں گرفتار رہو تم
عبد و معبود دونوں محدود ہیں محدود		تری ذات احد جوہر ہے اور نیرنگیاں عارض	حدوث عالم امکان سے ثابت ہے قدم میرا
اور ذات بسیط اور کامل میں دیکھی		ماہ و خورشید میں انوار تجلی کیسی	ان کے پردہ میں کوئی نور کی صورت ہوگی
بسیط میں دیکھی اور کامل میں دیکھی		خدا ہی پیش و پس پائیں و بالا راس و چپ لیکن	تجھے یہ جستجو رہتی ہے کب دیدار ہوتا ہے
ساقی دیدی اور دیدی		خودی کا نام ہے ما و منی گر یہ اُٹھا دی تو	ابھی موجود تیرے سامنے دلدار ہوتا ہے
		مری آنکھوں میں سمائی ہے تمہاری صورت	ماسوا میں بھی نظر آتے ہو بس تم مجھ کو
		چشم عرفاں تجھے رحمت ہو نظر وہ بخشی	غیر کا ہو نہیں سکتا ہے تو ہم مجھ کو
		ہے خدائی میں خودی کی شان ہر جا آشکا	پوچھ مت کیا ہے خودی مرد خدا کچھ بھی نہیں
		نیرنگ دو جہاں ہیں ذات احد میں تیری	ثابت حدوث سے ہے یارب دوام تیرا
		تو ہے نگار زیبا آئینہ خانہ دنیا	وحدت میں ہو رہا ہے کیا ازدحام تیرا
		بام عرفاں پر نہیں چڑھنا کٹھن	عشق کی حبل المتیں تو ہی تو تھا
		کون ہے حق سے جدا کون ہے یاں حق کے سوا	کل ہے حق جزو ہی حق حق ہے عیاں حق ہے نہاں
		حق ہے موجود نہیں اس کے سوا کوئی وجود	حق ہے موجود ادھر اور اُدھر یاں اور واں
		ماسوا نام ہے جس شئے کا فقط وہم ہے وہ	جس طرح خواب کے نقشہ کا طلسمی ساماں
		نگاہ حق رس و حق بیں و حق جو یاں پیدا کر	نظر آئیگا تجھ کو نور حق عرفاں پیدا کر
		بھول جائے آپ کو تو اس کا ملنا سہل ہے	وہ ہے یکتا تو ہے جب تک دوسرا ملتا نہیں
		حق ہے احد احد میں دوئی کو نہ دخل دے	اے مہر ہے حدوث غلط اور قدم غلط
		ماسوا ہے خواب کا نقشہ دلا کچھ بھی نہیں	دیکھنے والا ہے تو تیرے سوا کچھ بھی نہیں
		صدائے قل ھو اللہ احد ہے گوش زد ہر سو	نہیں کچھ ماسوا تیرے سوا باتیں ہی باتیں ہیں

میکش
مہر
"
"
"

ساقی ہے وہی اور وہی میکش ہے — صورت اس کی ہی جام مل میں دیکھی — مہر
کہتا ہے یہ کون جلوۂ کثرت ہے — یہ کثرت محض خواب کی صورت ہے — //
ہے دیدۂ خواب میں تری چشم ای مہر — وحدت ہے جدھر دیکھیے یاں وحدت ہے — //
بسکہ ہوں ہستیٔ مطلق مرا واجب ہے وجود — ماسوا کو ہے فنا اور بقا میری ہے — //
جبکہ علت ہے عدم کیوں نہ ہو معلول عدم — کالعدم ہے یہ جہاں اور بقا میری ہے — //
اہل باطن کی نظر میں ماسوا ہے وہم محض — لیک یاں فہم قاصر وہم خود ہی چیز کیا — //
صدق وہ ہرگز نہیں جس کا نمودی ہے وجود — عالم رویا کی ماہیت ہے یہ عقدہ کھلا — //
خواب کی سی صورتیں ہیں ماسوا کی صورتیں — استحالہ ہے زبان حال سے یہ کہہ رہا — //
چشم بینا کی نظر میں ہے فقط ان کا وجود — پھر کہاں صورت نہ دیکھے جبکہ صورت آشنا — //
اس تماشا گاہ میں چشم تماشا بیں ہے تو — دیکھتا ہے تو تو ہے وحدت میں کثرت ونما — //
ہستیٔ مطلق ہے تو اسکی اضافی ہے حیات — ماسوا کی منحصر ہے ذات پر تیری بقا — //
تو نہیں تو وہ نہیں ہے تو ہے تو اسکا وجود — یہ نمود ظاہری باطن میں ہے کیا حق نما — //
اب علم کہیئے اسے یا اس کو کہیئے عین ذات — دونوں حالوں میں غرض کوئی نہیں ہے دوسرا — //
ماسوا ہے ذات مطلق ماسوا ہے عین ذات — کب خدا سے وہ جدا ہے کب خدا اس سے جدا — //
خالق و مخلوق ہو سکتا ہے کب نور بسیط — لم یلد کے اور لم یولد کے ہے یہ صلا — //
جو ہے تو وہ ہے مگر کیا ہے یہ کہہ سکتے نہیں — ماعرفنا ہے ازل سے قول ارباب صفا — //
دعوئ باطل نہیں ہے دعوئ ارباب کشف — ذات جسکی علم ہے معلوم وہ کب ہو سکا — //
سر عرفان الٰہی ہے مگر گونگے کا گڑ — آدمی کہتا ہے لیکن کہہ نہیں سکتا مزا — //
لا تعین نطق ہے وہ بے تقید علم ہے — راحت بے مثل و بے اندازہ و لا انتہا — //
ہے نہ اس میں کچھ تعین ہے نہ اسمیں کچھ خودی — ایک بحر نور ہے وہ بے کدورت پر صفا — //
ایک بحر نور ہے مبسوط عالم پر محیط — ایک بحر نور میں ہے جا گزیں ہر دوسرا — //
شور ہے کون و مکاں میں قل ھو اللہ احد — کیا فقط تجھ کو ہی بس رہنا خدا سے ہے جدا — //
پندار اپنا مانع دیدار ہو گیا — شاہد کو ورنہ اب ہے نہ پہلے حجاب تھا — //
جب تک تھی آنکھ بند جدائی بھی تھی اسے — جس وقت چشم وا ہوئی دریا حباب تھا — //
اس کے مزے بتائیں گے مست الست ہی — روز ازل سوال ترا لاجواب تھا — //
شراب بیخودی پی اس طرح سے تشنہ جاں ہو کر — خودی جبکے تری نور خدائے دو جہاں ہو کر — //
ذرہ ذرہ ہے ترے نور سے معمور یہاں — دیکھنے تجھ کو گیا طور پہ موسے کیونکر — //
جبتک خودی ہے تجھ میں ہیگا خدا سے دور — یاں مایۂ فساد فقط امتیاز ہے — //
نتیجہ غافلو یہ ہے تمہاری سہو و نسیاں کا — کہ نوری ہو کے پنہاں جامۂ خاکی ہے انساں کا — //
کنار بحر ہے پایان وحدت پوچھتا کیا ہے — ھو الاول ھو الآخر نشاں ہے اس کے پایاں کا — //
وجود واجب حق جب سما جاتا ہے آنکھوں میں — طلسم آباد آتا ہے نظر یہ شہر امکاں کا — //
نظر میں عارفوں کی ماسوا آئینہ خانہ ہے — یہاں ہر چیز میں جلوہ ہے عکس روئے جاناں کا — //
مجازی مہر زینہ ہے حقیقت کا جو تو سمجھے — ملا کثرت میں مجھ کو راستہ توحید یزداں کا — //

معرفت

جز ذات بیچون حق نہیں نیستاں ماسوا
ہادی ہے اور طور پہ موقوف کچھ نہیں
جب کھلی چشم حقیقت بیں یہ عالم کچھ نہیں
دور میں سمجھا تھا جو کچھ وہ بھی کچھ تھا کچھ نہیں
منزل لاتعینیاں میں فرق نا تھا نہیں
ہے یہ امکاں ہی میں امکاں کا یہ امکاں کچھ نہیں
خود بخود امکاں تھا ہے امکاں ہی میں امکاں کچھ نہیں
تیرے دل میں جو کچھ ہے تجھ کو دھوکا ہے
نظام ہے ہی ہے ہی ہے ہی ہے ہی ہے
دل کا کعبہ ہے نہایت دور ہیں
میں تعین سے نہایت دور ہیں
نور ہیں میں نور ہیں

معرفت

آپ موسیٰ آپ کوہِ طور ہوں — خود انا الحق اور خود منصور ہوں — مہر
تھا ازل میں میں ہی تو عزلت گزیں — تا ابد میں ہی ہوں دارائے زمیں — "
ذات میری ہے دوامی بالیقیں — جسم کو ہو گی فنا مجھ کو نہیں — "
نور سے پُر نور میرے شش جہات — نور سے میرے منور کائنات — "
مرکز نام و صور ہے میری ذات — نور سے میرے منور کائنات — "
کام مجھ کو کچھ نہیں اعمال سے — ہوں بُری اچھے بُرے افعال سے — "
ہے زماں حادث فقط میں ہوں قدیم — ہے مکاں محدود و در مجھ میں مقیم — "
ہست ہوں میں لیک ہست لایزال — نور ہوں میں لیک نور بے زوال — "
ماسوا کا محض وہمی ہے جسد — کون ہے میرا شریک نیک و بد — "
یہ طلسم امکان کا ناسوت ہے — خواب کہتے ہیں جسے ملکوت ہے — "
مہر غفلت عالم جبروت ہے — میرا عالم دائما لاہوت ہے — "
مجاز و حقیقت میں جلوہ ترا ہے — جہاں جائیے ایک تو رونما ہے — "
حسینوں میں تو حسن و ناز و ادا ہے — تو عشاق میں عشق و صدق و صفا ہے — "
کہیں تو ہے معشوق عاشق کہیں ہے — کہیں رند میکش کہیں شیخ دیں ہے — "
دلوں میں طبائع میں تو جاگزیں ہے — غرض کوئی جا تجھ سے خالی نہیں ہے — "
مکاں تیرا ہر ایک لامکاں ہے — نشاں ہر جگہ تیرا اے بے نشاں ہے — "
نہ خالی زمیں ہے نہ خالی زماں ہے — کہیں تو نہاں ہے کہیں تو عیاں ہے — "
ترا لامکاں نام زیبا نہیں ہے — مکاں کونسا ہے تو جس جا نہیں ہے — "
کہیں ماسوا میں نے دیکھا نہیں ہے — مجھے غیر کا وہم ہوتا نہیں ہے — "
ذاتِ شاہد ہے احد اور ہے بحد شہود — وحدتِ ذات میں کثرت کا معما کیا ہے — "
عبد و معبود و عبادت میں یہ تفریق ہے کیوں — عبد و معبود و عبادت کا جھگڑا کیا ہے — "
اصل سے ہوتی ہیں کس طرح فروعات جدا — اصل میں وصل فروعات کا نقشا کیا ہے — "
کون ہے پردہ نشیں کس کو ہوا ہے دیدار — اور اس پردہ میں ماہیت اخفا کیا ہے — "
منعکس شیشۂ دل میں جو ہو عکس پُر نور — غور سے دیکھ کہ وہ عکس ہے کس کا کیا ہے — "
کس کو کہتے ہیں فنا اور بقا اور امکاں — زندگی کہتے ہیں کس چیز کو مرنا کیا ہے — "
تو نے سمجھا حقیقت کا شریعت سے فرق — رند اور شیخ کا آپس میں قضیا کیا ہے — "
چھا گئی ہستیٔ مطلق پہ نمودِ ہستی — آفریں ہو تجھے امکاں ترا کہنا کیا ہے — "
بیخودی کیا ہے خودی کیا ہے خدا کیا ہے مہر — ایک ہی چیز میں تفریق تکثر کیسا ہے — "
تجھی کو میں نے گل و گلستاں میں دیکھا ہے — تجھی کو میں نے بہار و خزاں میں دیکھا ہے — "
نہ پوچھو مجھ سے کہ کس کس مکاں میں دیکھا ہے — جہاں میں دیکھا ہے اور جسم و جاں میں دیکھا ہے — "
نہ کوئی نور عیاں ہے کہ تیرا نور نہیں — نہ کوئی شے کہ تری ذات کا ظہور نہیں — "
تو کوہسار میں رفعت ہے اور عظمت ہے — تو مرغزار میں نزہت ہے اور طراوت ہے — "
جہاں جہاں کہ ہیں میدان تیری وسعت ہے — تو پہن بحر ہے صحرائے بے نہایت ہے — "

بحر وحدت میں ہو گر چشم حباب آسا وا	دل کو کثرت سے سروکار کہاں رہتا ہے	مہر
کون و مکاں سے گر نہ تعلق رہے تجھے	کھل جائے ماہیت ابھی کون و مکان کی	//
ای خود آرا ہے ترا آئینہ خانہ دنیا	یہاں کثرت میں بھی دیکھینگے تو وحدت ہوگی	//
سوائے ذات نہیں ماسوا یہ جو لانگاہ	ہوئی ہے خلق فقط وہم اور گماں کیلئے	//
تماشائے کثرت میں وحدت خدا کی	جنھیں راز کی ہے خبر دیکھتے ہیں	//
یوں بے نشاں ہوئے ہیں کسی کی تلاش ہیں	سُدھ بُدھ نہیں رہی ہمیں نام و نشان کی	//
ملے وہ برقع نام و صور میں جب ملے ہم سے	تماشا ہے ملے ہیں اور ملکر چھپتے پھرتے ہیں	//
رہے خدشہ نہ دنیا کا لگے یوں تجھ سے دل میری	آلہی دے مجھے توفیق تو کہنے لگوں ہر شیا	//
قال کو چھوڑ کے آحال کے درجہ میں شیخ	اس سے بہتر کوئی عالم ہے نہ حالت ہوگی	//
تیری ہستی سے ہیں اشیائے نمودی سب ہست	تو نہ ہو تو نہ ہو ہستی کا کسی کی امکاں	//
ہے کون سمیع اور کلیم	خود سنتے ہیں خود سنا رہے ہیں	محبوب
مطلوب ہمیں ہیں ہمیں ہیں طالب	ہم آپ کو آپ پا رہے ہیں	//
انساں کہیں کہیں فرشتہ	وہ ایک ہی سب کہا رہے ہیں	//
ہر شئے میں بھرا ہوا ہے جلوہ	ہم سب میں تمھیں کو پا رہے ہیں	//
ڈھونڈتے ہو تم جسے وہ صورت جاں ہے نہاں	جب نہ ہو وہ جان میں جاں تو وہ جاں ہی نہیں	//
لن تنالوا البر حتی تنفقوا کو جان کر	جو ہوا عامل بچھر اس سا کوئی انساں ہی نہیں	//
طور پر دیکھکے خود آپ ہی اپنا جلوہ	خود کو بیہوش بنایا تجھے میں جانتا ہوں	//
تو وہ بہروپ ہے ہر شئے میں عیاں ہو ہو کر	لامکاں خود کو بتایا تجھے میں جانتا ہوں	//
دیکھنے اپنا جمال آپ ہی محبوب کا دل	آئینہ اپنا بنایا تجھے میں جانتا ہوں	//
حق کو نہ جان صرف ملیں لامکاں ہیں ہے	اس بے نشاں کا جلوہ تو ہر ہر مکاں میں ہے	//
کعبہ میں شیخ ہے تو کلیسا میں برہمن	کیا کیا ترا ظہور خدایا جہاں میں ہے	//
مدعی یہ تو بتا کس سے خدا ملتا ہے	کہ جہاں دیکھو وہاں اپنا پتا ملتا ہے	//
دونوں عالم میں خودی ہی سے خدا کا ہے ظہور	جب خودی خاک میں ملجائے تو کیا ملتا ہے	//
مر چکا مر نیکے آگے تو ہوا یہ معلوم	سچ ہے محبوب کو حق بعد فنا ملتا ہے	//
ہے ایک ہی اس کے سوا کون ہے باقی	میں میں جو تو کہتا ہے کہاں تیرا نشاں ہے	//
کعبہ کو کلیسا کو نہ جا بھول کے غافل	تو ڈھونڈھ رہا ہے جسے وہ تجھ میں نہاں ہے	//
عنقا ہے یہاں غیر کردں نفی کسے میں	جب اسم وہی فعل وہی ہے وہی جاں ہے	//
جو آپکو کرتے ہیں فنا ذات خدا میں	ہے ان پہ عیاں صاف جو کچھ راز نہاں ہے	//
جب تک نہ ہو تو جھگڑے سے فارغ من و تو کے	دیدار خدا تجھ کو یہاں ہے نہ وہاں ہے	//
خدا کی ذات مقید نہیں ہے اے ناداں	تو دیکھتا ہے کسی شئے میں کب سماتا ہے	//
ہے رنگ عجب تیرا کیا کوئی تجھے جانے	ہر شئے میں بھرا رہ کر پھر سب سے نرالا ہے	//
نہیں ہے حق تو ای غافل کہاں تو	بغیر از تخم کے کیونکر شجر ہو	//
من و تو کا پتہ توحید تک چلتا ہے اے غافل	تو حد جس کا حاصل ہے وہ ذات حق میں شامل ہے	//

معرفت

محبوب

معرفت

محبوب

جو ہو خیال کی صحت نہ کیوں خودی ہٹ جائے
تعینات سے تھا میں بڑی خرابی میں
نہ کیونکر اس سے ہو اثبات جامع الاضداد
اگر محبوب تم دیکھو حقیقت کی نگاہوں سے
وہی پاتا ہے ہر اک شئے میں تجھ کو
تھی خودی جب تک رہی کوسوں خدا سے دور ہم
کرکے پیدا واحدیت اور وحدت کا ظہور
یار اپنے آپ ہیں اغیار اپنے آپ ہیں
اہل عرفاں کی نظر رہتی ہے باطن ہی پر
مر چکے مر نیکے آگے تو ہوا یہ معلوم
نصیب اس کو کہاں جلوۂ خدا ای دل
حق کا ظہور مجھ سے مرا حق سے ہے ظہور
مطلوب کوئی اور نہ طالب ہے کوئی اور
محبوب جس کا نام ہے جانو وہ میں نہیں
جو ہستی کو اپنی عدم دیکھتے ہیں
کھلا کنت کنزاً کا جب سے معما
ہمیں ہیں ہمارے سوا کون ہے یاں
دیول میں اور کعبہ میں ہے جلوہ گر وہی
ہر شئے میں ذات اس کی تو موجود ہے مگر
اے دل وصال یار کا ہونا محال ہے
کیا خاک سمجھے حق کو وہ اور حق کے غیر کو
تو دیکھ گوش دل سے ذرا اس کے غور سے
مسجود تجھ سے زاہد ناداں نہیں جدا
حیرت کا ہے مقام یہ محبوب دم نہ مار
ہم نہ دیکھیں تو یہ ہے اپنی بصارت کا قصور
نحن و اقرب کی خبر خاص جو سن لی ہوتی
میری غفلت ہی نے رکھا تھا مجھے تجھ سے دور
تھے جو بے نام و نشاں ہم و اصل جاناں ہے
جس طرف دیکھا نظر آیا نہ کوئی جز ترے
حق کے سوائے ظاہر و باطن میں کون ہے
جز حق نظر میں اس کی کہاں غیر کا پتہ
غافل خودی کے ساتھ خدا کا ظہور ہے
جب دل سے اپنے زنگ خودی کو مٹا دیا

خبر اسی کو ہے جو راز اینما سمجھا
انا مینت جو مٹی آپ کو خدا سمجھا
خدا کو بندہ کو جس نے کہ ایک جا سمجھا
ہر اک کی شکل میں پھر حق نہ ہو جلوہ کنا کیونکر
دوئی سے پاک جس کا ہو گیا دل
اب انا الحق کہہ رہے ہیں صورت منصور ہم
ہیں کہیں ساکت بنے بیٹھے کہیں معزور ہم
خود سے خود نزدیک ہیں اور خود ہی خود میں دور ہم
بت بھی آتے ہیں آگے تو خدا کہتے ہیں
قربت حق ہے جسے لوگ فنا کہتے ہیں
خودی کو جس نے کیا اپنی پائمال نہیں
بندہ نما ہے حق تو سمجھ حق نما ہوں میں
بھولا ہوں خود ہی راہ خود ہی رہنما ہوں میں
سب کی نظر میں گرچہ نظر آ رہا ہوں میں
وہ پھر خود ہی خود کو قدم دیکھتے ہیں
خدا اور بندہ بہم دیکھتے ہیں
وہ آئینہ ہے جس کو ہم دیکھتے ہیں
تیرا ہی یہ قصور ہے تو دیکھتا نہیں
ہر شئے کو حق کی ذات سمجھنا روا نہیں
تیرے خیال میں ابھی ہستی فنا نہیں
جس پر کہ من عرف کا معما کھلا نہیں
وہ کون شئے ہے جس میں صدائے انا نہیں
تو جانتا ہے جس کو خدا وہ خدا نہیں
باقی ہر ایک شئے ہے کسی کو فنا نہیں
اینما کا ہے کو کہتا جو وہ پنہاں ہوتا
دیر و کعبہ میں ترا کیوں کوئی جویا ہوتا
تھا وہیں تو میں جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
اسم و نسبت کا ہمارے گھر میں پردا ہو گیا
میرے حق میں عالم اک آئینہ خانہ ہو گیا
آفت کوئی رہا نہ تو کوئی انا رہا
جس کے حضور آئینۂ اینما رہا
جب بیخودی ہوئی تو خودی میں خدا رہا
جس شئے پہ آنکھ ڈالی تجھے دیکھتا رہا

محبوب

معرفت

محبوب دیکھا کہ بھی نکتہ کی بات ہے
خلوق ہو یا میں ہیں خالق نما رہا
جس طرف دیکھا نظر آیا مجھے جلوہ ترا
دونوں عالم مجھ کو اپنے حق میں آئینہ ہو گئے
اپنا کنتم سے فزونیک ہوں اور کنز مجھ کو ورد ہے
میں نہ کہتا تھا محبوب ظاہر کے خود ہی دشمن ہے
عارفان حق جو ہیں ان کا بھی دشمن کون ہے
بجز اپنے نہیں ہے کچھ اب میں یہ
سلف میں کچھ نہیں ہے
غلط فہمی تھی ترا اول تو اب آیا کہ دھوکا تھا
نہ تھا اول نہ ہوگا تجھ میں اے دل
خودی کا بھی نہ ہونا تجھ میں ہے
تو پھر حق جلوہ گر ہے تو نہیں ہے
جو سمجھا خود کو اس نے خود کو پہچانا
جو ہے عالم کے غافل دھوکہ کھایا
جو ہے تو ہے کے غافل دھوکہ کھایا
مکان دل میں تیرے سما گیا
خیال اپنا جب سے مقابل وہ دو ہیں ہے
جہاں ہم ہیں مقابل وہ دو ہیں ہے
میں موجود ات ہوں

میں محوِ ذات ہوں مجھ کو خبر اپنی نہیں مطلق	نہ جانوں میں خدا ہے کون کس کا نام بندہ ہے	محبوب
مقامِ دید میں کب دخل ہے رائی و مرئی کا	وہ کافر ہے کہا جس نے کہ حق کو ہم نے دیکھا ہے	〃
جدھر میں دیکھتا ہوں تجھ کو ہر اک شے میں پاتا ہوں	جہاں میں جب سے اے جانِ جہاں تو جلوہ فرما ہے	〃
حیات و موت بس اک کھیل ہے محبوب کے حق میں	کہ دن بھر میں ہزاروں بار مرتا اور جیتا ہوں	〃
فائدہ کچھ نہ ہوا ہو کے خودی سے فارغ	بیخودی میں بھی وہی تجھ سے ہے پردا باقی	〃
دونوں عالم میں کوئی تیرے سوا اے جاناں	تھا نہ قبل اس کے نہ اب ہے، نہ رہے گا باقی	〃
ذات سے جس کو تعلق نہ ہو وہ کیا جانے	فانی کہتے ہیں کسے نام ہے کس کا باقی	〃
دیکھ کر کارگہِ ہیچ کو یہ حال کھلا	فانی ہر اک ہے فقط آپ کو دیکھا باقی	〃
ہستی کو اپنی صاف مٹا دے جو آپ میں	ممکن ہے وہ جہان میں زندہ سدا رہے	〃
رکھکر خودی میں کس لئے پھرتا ہے دربدر	گم کر دے آپ کو تو خدا ہی خدا رہے	〃
صورت سے اپنی آپ رہیگا تو بے خبر	جب تک نظر میں تیری جما آئینہ رہے	〃
توحید ہے وہی کہ نہ ہو کوئی غیر حق	ہے شرک اس کا نام کہ تو اور خدا رہے	〃
محبوب ہیں جو ترک تعلق پہ آ چکوں	اس سے جدا نہیں نہ وہ مجھ سے جدا رہے	〃
گل ہے نہ کوئی اور نہ بلبل ہے کوئی اور	گلشن ہے وہی وہ ہی نسیم سحری ہے	〃
کیا جان سکے کوئی طلسمات کو تیرے	ہر چیز میں موجود ہے پھر سب سے بری ہے	〃
جاننا آپ کو اور مر نیکے آگے مرنا	دین و ایماں ہے یہی ہستیٔ انساں ہے یہی	〃
وہ بھی ہے کوئی طاعت جسمیں ہوتی ہو اٹھا بیٹھ	آپ کو مٹا دینا خود خدا پرستی ہے	〃
تو جستجو میں جس کی آوارہ کو بکو ہے	ہے کون غیر تیرا ناداں وہ تو ہی تو ہے	〃
آئینہ ذات کا تو مظہرِ صفات کا تو	دل ہُو ہی ہُو ہے تیرا اور جان ہُو ہی ہُو ہے	〃
ہے کون اس سوا یاں کہتا جو غیر حق ہوں	باز آ دوئی سے غافل کیسی یہ تیری خو ہے	〃
نظر آیا نہ کوئی غیر تیرا	سمایا جب سے تو میری نظر میں	〃
کہاں کا قرب غافل بُعد کیسا	بشر حق میں ہے اور حق ہے بشر میں	〃
نہ یہ اس سے جُدا ہے اور نہ وہ اس سے جُدا ہرگز	فقط اک نام ہی کا پھیر ہے مَظہر میں مُظہر میں	〃
ہو فنا فی اللہ کی منزل سے کیونکر نصیب	شیخ کی جو ذات میں پورا فنا ہوتا نہیں	〃
شخص حق ہے تجھ میں اس کا عکس اور تو آئینہ	شخص و عکس اک ہوتے ہیں پر آئینا ہوتا نہیں	〃
وصل حق کا تو خواہاں ہے تو سب کو چھوڑ دے	جب تک اس کا تو نہ ہو لے وہ ترا ہوتا نہیں	〃
جس جگہ اپنی بسر کرتے ہیں حق کے واصل	اس جگہ روز و شب و شام و سحر کچھ بھی نہیں	〃
مئے وحدت کو کبھی پیکے تو دیکھ اے زاہد	اس میں ہر طرح کا ہے نفع ضرر کچھ بھی نہیں	〃
مری ہستی ہی کیا ہے میں نہیں ہوں	وہی مجھ میں بسا ہے میں نہیں ہوں	〃
لباس چار عنصر کو پہن کر	وہی جلوہ نما ہے میں نہیں ہوں	〃
من و تو کی صدائیں مجھ کو محبوب	وہی خود دیر ہا ہے میں نہیں ہوں	〃
کونسی جا نہیں ترا جلوہ	تو ہی تو وادی و چمن میں ہے	〃
بھلانا اپنی ہستی ہے جنہیں یاد	وصالِ حق انہیں ہر ایک دم ہے	〃

معرفت

دو عالم میں سوا تیرے کسی کو	محبوب
نہ دیکھا ہے نہ دیکھیگا کسی نے	〃
خدا کی ذات پر حق کی تجلی	〃
خدا کی ذات پر حق کی تجلی	〃
اسی کی راہ پر ہیں کافر و دیندار چلتے	〃
اسی کی راہ پر ہیں کافر و دیندار چلتے	〃
جو حق کو ڈھونڈتا ہے اپنی ہستی سے	〃
جو حق کو ڈھونڈتا ہے اپنی ہستی سے	〃
جو کچھ دنیا میں ہے ناداں مظاہر ہے حق کے	〃
جو کچھ دنیا میں ہے ناداں مظاہر ہے حق کے	〃
جب دل ہی ہے پردہ دار جس کا	〃
جب دل ہی ہے پردہ دار جس کا	〃
یہی ہے شانِ حق کی شان متصل	〃
یہی ہے شانِ حق کی شان متصل	〃
موجود و مقصود و مسبب جو کچھ ہے وہ تو ہی ہے	〃
فعل و فاعل اسم و مسمّا جو کچھ ہے وہ تو ہی ہے	〃
تعین مٹا دے ہر اک	〃

معرفت

تعین مٹا دے ہر اک شئے کا زاہد	محبوب	کہ یار اپنا جلوہ کناں چار سو ہے
نہیں غیر تیرے سوا دوسرا میں	"	وہ تو ہی تو ہے ڈھونڈتا جس کو تو ہے
تو اپنے کو دیکھ آپ دل غیر سے دھو	"	یہی تو نماز اور غسل و وضو ہے
وصل بھی اک مقام حیرت ہے	"	یاں نہ بندہ نہ یاں خدا دیکھا
جدا ہیں حال کی باتیں جدا ہیں قال کی باتیں	"	اَنَا کہکر کوئی کوئی منصور اصلا ہو نہیں سکتا
تو پہلے علم وحدت سیکھ کر ہو بعد کو عامل	"	وگرنہ ثمرۂ یہود پیدا ہو نہیں سکتا
سب میں ہی عکس تیرا تو سب ہے ہی مبرا	"	عالم فقط ہیں دونوں آئینہ خانہ تیرا
عرش و کرسی پہ ترا جلوہ ہے ساری لیکن	"	خاص مومن ہی کے دل میں ہے ٹھکانا تیرا
ہوائے شوق میں تیرے جو میں نے کی گلگشت	"	ہر ایک پھول میں تیرا ہی رنگ و بو دیکھا
بن گئے آئینہ خانے مرے حق میں کونین	"	کہ نظر آتی ہے اب اپنی ہی صورت مجھ کو
کائنات آئینہ خانہ بن گئی	"	جس کو دیکھا اس کو پایا روبرو
خود پرستی چھوڑ اس میں ہی بدی	"	لن تنالوا البر حتی تنفقوا
میں نہیں ہوں میں نہیں ہوں میں نہیں	"	نفس ہو دل ہو جگر ہو جان ہو
شئے نہیں وہ کہ جس میں تو نہ رہے	"	گل نہیں جس میں تیری بو نہ رہے
باز آ جت من و تو سے	"	گم ہوا ایسا کہ غیر ہو نہ رہے
معرفت سے جو اپنی ہے غافل	"	دین میں اس کی آبرو نہ رہے
لفظ کن کے ہیں زمانہ میں یہ سارے جلوے	"	اس کو منظور ہو وحدت تو یہ کثرت کیسی
جانتا ہی جس کو غائب تو وہی مشہور ہے	"	ہے وہی ساجد وہی سجدہ وہی مسجود ہے
ما سوا اللہ کہہ رہا ہے کس کو ای محبوب تو	منون	نام یاں حق کے سوائے غیر کا نابود ہے
تقائے حق کی کیوں تجھ کو طلب ہے	"	وہ تو ہی ہے جدا تجھ سے وہ کب ہے
سمجھتا ہے خدا کو دور خود سے	"	ارے ناداں یہ تیرا کیا غضب ہے
نہ رکھ کل پر تو ہو لے خود سے واقف	"	سمجھ لے وقت فرصت ہی تو اب ہے
فنا کر ذات حق میں اپنی ہستی	مصفی	خدا کے ذکر کرنے کا یہ ڈھب ہے
پردۂ لا میں ہے روشن نور لا الہ الا اللہ کا	"	جو یہ سمجھا رمز وہ حق ہے ولی اللہ کا
کبیرہ جرم ہے غافل سمجھ خود کو نہ تو موجود	"	سوا حق کے وجود اس جا کسی کا ہو نہیں سکتا
لوگ کہتے ہیں کہ نفس مرتا ہے	"	پر اسے ہم نے ذی بقا دیکھا
وھو معکم اینما کنتم	"	یہ نہ سمجھا تو تو نے کیا دیکھا
یوں تو لاکھوں ہیں رہنما لیکن	"	کوئی رہبر نہ آپ سا دیکھا
مدعی لاکھ شور کرتے ہیں	حب	واصل حق کو بے صدا دیکھا
مٹایا دل سے جو دعوئی رائی و مرئی	"	نظر اٹھائی تو بس خود کو جا بجا دیکھا
کیا بتائیں کہ ہم نے کیا دیکھا	"	جب خودی مٹ گئی خدا دیکھا
ہے موحد مری نظر میں کیا	"	بت میں بھی جلوۂ خدا دیکھا
ہوا جو موتوا قبل ان تموتو جیتے جی محبوب	"	رہا زندہ ہمیشہ پھر وہ مردہ ہو نہیں سکتا

عشق میں یار حقیقی کے جو مستی ہو گی	دل پریشاں کی اسی وقت درستی ہو گی	مہتاب	
ہرجائی ہے تیرا جلوہ لیکن	دیکھا تو کھیں نظر نہ آیا	مومن	
یاں عقل ہے گم کہ بس تجھی کو	پایا ہر شئے میں پر نہ پایا	〃	
شوق میں بھی ہے ترقی اور یہ بھی ہے خبر	لن ترانی حضرت موسیٰ نے پایا تھا جواب	مست	
ذات باقی کے سوا سب کو فنا ہے مسکیں	نہیں فانی ہوا جو آپ کو فانی سمجھا	مسکیں	
کیوں نہ ہووے مردم اہل نظر حیرت فزا	ہے در و دیوار آئینہ تیری تصویر کا	〃	
ملا دے خاک میں پہلے ہی آپ کو مسکیں	نہیں فانی ہوا جو آپ کو فانی سمجھا	〃	
ملا دے خاک میں پہلے ہی آپ کو مسکیں	کہ ایک روز تو ہونی ہے ترے تن کی خاک	〃	
مجھ میں اور تجھ میں نہیں کچھ فرق ہے جز نام کے	مٹ گیا جب نام میرا بس تو ہی تو ہو گیا	〃	
کبھی بھی آپ میں رہتے نہیں خود رفتگی سے ہم	مٹایا آپ کو ہم نے کہا یہ تجھ سے مل پیدا	〃	
آئینہ خانہ میں مسکیں خوب کی میں نے نگاہ	صاف چہرہ اپنا ہی ہر سو نظر آیا مجھے	〃	
وائے نادانی کہ اس کو ڈھونڈھتے ہیں چار سو	اور وہ دل میں جگر میں چشم میں ہے جان میں	〃	
قصر ہستی میں نہ دیکھا اپنی صورت کے سوا	ہو گیا آئینہ ہے مجھ کو در و دیوار صاف	〃	
ہے وہی عالم میں مسکیں جلوہ آرا چار سو	اور اسی کا ہے جہاں میں جلوہ ہر دم فروغ	〃	
ہو دیر و حرم شیخ و برہمن کو مبارک	مجھ کو تو کیا عشق نے دربان تری در کا	نواب	
پھر رہا ہوں اشارہ پر اس کے	ہوں میں پتلا بنا ہوا گل کا	〃	
صفتیں کیسی ہوئیں ذات خدا سے پیدا	راگ کیا کیا ہوئے ہیں ایک ملے سے پیدا	نسیم	
یار ہے جس کو تو سمجھا غیر ہے	غیر اپنا کون اپنا غیر ہے	〃	
دو سمجھنا صاف ہے بے وحدتی	ایک ہے بیگانہ ہو یا آشنا	〃	
ہے سیر ممکنات حقیقت کی آنکھ سے	کثرت کو دیکھتا ہوں وحدت کی آنکھ سے	ناصر	
باغ جہاں میں شور ہے تیرے ظہور کا	ہر ایک پھول آئینہ ہے تیرے نور کا	نظامی	
جلوۂ حسن بتاں کی ہے نمایش کیسی	ابدل اس باغ کا ہو گا چمن آرا کیسا	ناظم	
نہیں ہے شرک سجدہ کی جہت مشرق ہو یا مغرب	سمجھتا ہے اگر تو ایک مرجع سب اشاروں کا	نظم	
نظر آتا ہے جلوہ صاف ادھر کر دے ذرا روشن	جو تاریکی نہ ہو تو پھر کوئی پردہ ہے چلمن کا	〃	
سلایا اس نے جب چاہا جگایا اس نے جب چاہا	ہماری اور اس کے بیچ میں پردہ ہے غفلت کا	〃	
تجھے یکتا سمجھ کر نازنیکا ئی اٹھاتا ہوں	وگرنہ میں بتا دیتا جو کوئی دوسرا ہوتا	〃	
علائق میں پھنسا کیوں جلوہ گاہ قدس سے آکر	بتا ای نظم آخر بھیس کیوں تو نے بدل ڈالا	〃	
آپ سے باہر ہوئے جس دم تو پایا دوست کو	اپنا گھر چھوڑا تو اس کے دل میں گھر پیدا ہوا	〃	
جلوۂ شاہد معنے ہے حریم دل میں	آنکھ جب بند کی مانند نظر جا پہونچا	〃	
جلوہ گر آنکھ میں بھی دل میں بھی پنہاں دیکھا	دیکھا دیکھا تجھے اوفتادہ دوران دیکھا	〃	
دل کے آئینہ میں ہم نے رخ جاناں دیکھا	طور پر آپ نے کیا موسیٰ عمران دیکھا	〃	
خدا کو ڈھونڈھنے جاتا ہے کیا کھیں ای نظم	ہر ایک جادہ ملیگا جو بے نشاں ہو گا	〃	
جہاں کھیں ہوئی کثرت رہا میں آپ سے دور	جہاں ملی مجھے خلوت ظہور میں نے کیا	〃	

معرفت

نکھر

معرفت			
ہم نے اول سے دیکھا آخر تک ذات حق کی نمود و بود نہیں	دلی	نہ اہل دل سے نہ اہل نظر سے پوچھتا ہوں	نظم
بیچ وہ خلوت نشین گوشۂ دل ہم سے کیوں کہوں وہ ہم سے دور نہیں		وہی ہے سامنے مڑکر جدھر جدھر دیکھو	〃
دل سے جو جو ہیں حشم وحدت سے نکلے وہ مرے حضور نہیں		بے پردہ ہو گیا ہے تجلی سے حسن یار	〃
مجھ کو ہر بت میں ہوا ای جاں جہاں جہاں تجھ کو یاد		کیا ہو یقیں ملیگا وہ ہم سے یہاں نہیں	〃
اس قدر میں ہوا کامیاب ہوتا ہے دھوکا ہر وقت		دلکش عجب طرح کی صدائے الست تھی	〃
اپنے پیارے کا اب ہوا ہے گر		اُٹھے کیونکر حجاب شاہد اجبت ان اعرف	〃
ہستی کی جلوہ گر ہے ہستی میں		ہمیں اس آستاں سے دور ہونا کب گوارا تھا	〃
کچھ عدم کا مرے کھلا پتا ای وفا		جو شاغل مستی حق کے ہیں وہ ہیں مرگ سے امین	〃
بھید یہ ہوں میں خود بخود مجھ پر		راز جس کو فلسفی کہتے ہیں ہفت افلاک کا	نشاط
خود میں ہوں کی الفت ہوئی دل کو میرے		ملکیں سمجھے مکاں سمجھے نہ ہم ارض و سما سمجھے	نظر
زمانہ میں جس کا نہ کھوج ہے		اُٹھا جب پردۂ غفلت تو پھر ای وآہ کیا کہئے	واصل
منصور نہیں کیا ہیں کچھ جو منصب		شناور جانتا ہے بحر معنی آشنائی کا	واہ
جلتے ہیں دیدہ ان کے وہ خود نما بھی ہیں		حباب و موج میں پردہ ہی صورت کی جدائی کا	واسطی
حرم میں دیر میں تیری کہاں کہاں تو نہ تھا		ہر شجر میں ہے تجھ سے گلکاری	وزیر
پھر اعلان ہے تجھ سا دوسرا		تو ہی گلشن ہے تو ہی ہے بلبل	〃
کون محبوب تجھ سا		ہیں نے ہر چیز میں تجھے پایا	〃
		سخن و اقرب سے وصل ہے ظاہر	〃
		وصل میں فصل کب رہا باقی	〃
		ہے ترے وصل کو درکار فنا کی تعلیم	وحشت
		یہ کیا اندھیر ہے نزدیک ہو کر دور ہوں تجھ سے	〃
		چلتا رہا ہمیشہ میں اک طرز خاص پر	〃
		تو مجھ سے آشنا نہ ہوا گرچہ تو کیا ہوا	〃
		اس دشت ہولناک سے مجھ کو رہا ہے کام	〃
		کچھ کام لے سکے نہ کبھی جستجو سے ہم	〃
		زمانہ کا تعلق دشمن جمعیت دل ہے	〃
		درک و ادراک کی ہے ہم کو حقیقت معلوم	〃
		محو ہو جائیں تصور میں ترے	〃
		آئینۂ خیال تھا عکس پذیر راز کا	〃
		خستگی کلیم نے نکتہ عجیب سمجھا دیا	〃
		تیرے ہی تو ہے حسن جہاں تاب کا شہرہ	〃
		ہائے تیری آشنا بیگانگی	〃
		کثرت کے پھول بن میں جاتے نہیں ہیں عارف	〃
		گل مقصد کے ہار ڈالے ہیں	〃
		جو ولی ہے مرجع ہر جز و کل	〃
		خبر وہاں کی ہر اک بے خبر سے پوچھتا ہوں	نظم
		وفور شوق میں کیوں سجدہ چار سو نہ کریں	〃
		ہے طاقت نگاہ کسی دیدہ باز میں	〃
		اپنا ہی اس جہاں میں نہ پایا نشاں کہیں	〃
		کانوں میں آج تک جو سمائی ہوئی سی ہے	〃
		کہ ہم ہیں انجمن میں اور پسند اس کو ہے تنہائی	〃
		سنا ہوگا کہ روح آ کے ہوئے قالب میں ٹھہرائی	〃
		چراغ حق پرستاں کب بجھا ہے ابر و باراں میں	نشاط
		ہے وہ اک جوہر مرے آئینۂ ادراک کا	نظر
		مگر ہاں حسن تیرا جلوہ گر ہم جا بجا سمجھے	واصل
		جدھر دیکھا اسے دیکھا جہاں پایا اسے پایا	واہ
		حباب و موج میں پردہ ہی صورت کی جدائی کا	واسطی
		اور ہر شاخ میں ثمر ہے تو	وزیر
		نالۂ بلبل سحر ہے تو	〃
		سارے عالم میں جلوہ گر ہے تو	〃
		شیخ غفلت میں در بدر ہے تو	〃
		اب کہاں میں ہوں اور کدھر ہے تو	〃
		قطرہ دریا سے گریزاں ہے گہر کیا ہوگا	وحشت
		مری صبح وطن میں رنگ نکلا شام غربت کا	〃
		یعنی فریب خوردۂ دیر و حرم نہ تھا	〃
		تیرا خیال میری تسلی کو کم نہ تھا	〃
		جس راہ میں قدم بھی مرا مقدم نہ تھا	〃
		شرمندہ ہی رہے ہیں تری آرزو سے ہم	〃
		لگی آخر ٹھکانے خاک میری بے نشاں ہو کر	〃
		کچھ وہی لوگ ہیں ہشیار جو ہشیار نہیں	〃
		ہم بھی اپنے قطرہ کو دریا کریں	〃
		طور شہید ہو گیا جلوۂ دلنواز کا	〃
		ورنہ حریف میں بھی اس مژۂ دراز کا	〃
		تجھ سے ہی تو اس نیر اعظم کی ضیا ہے	〃
		مدتوں میں بھی ترا محرم رہا	〃
		بس ہے موحداں کو منصور کا تماشا	ولی
		نقد ہستی جو ہار ڈالے ہیں	〃
		وہ مرا مقصود جان و تن ہوا	〃

کون محبوب تجھ سا دوسرا محبوب ہے — تیری ستاری کا جلوہ تیرا برقع ہو گیا — وقار
چھان مارا وقار کون و مکاں — لامکاں کا مگر مکیں نہ ملا — "
جب اپنے قرب قلب سے میں آپ اور تھا — حاضر ہر ایک وقت وہ میرے حضور تھا — "
صاف اپنے سے ہوا بیگانہ — نظر آیا جسے اس کا جلوہ — "
نہ پایا تجھ کو میں نے تو گلہ کیا — کبھی خود آپ کو پایا تو ہوتا — "
وحدت و خلوت میں لذت کثرت و جلوت کی ہے — آنکھ کر لی بند جب نظارا حاصل ہو گیا — "
وقار اپنے دم سے میں کہتا ہوں مطلب — نہ طالب کسی کا نہ شیدا کسی کا — "
روبرو دیدہ تو پیر ہم کو کہاں ہے عین دید — دلمیں اپنے روز و شب رکھتے ہیں جس کا دھیان ہم — ہمدم
کیمیائے عشق حاصل کر ہوس گر جی میں ہے — ای ہوس دل کو اس عالم میں قوت زر ہی باندھ — "
کعبہ و دیر میں یا اور کہیں دیکھا ہے — جلوہ گر دلمیں ہوا کچھ مری پہچان کا منہ — "
جس شئے میں دیکھئے نظر آتا ہے بس وہی — کثرت میں ز و یار سے خلوت ہوئی نہیں — "
ڈھونڈھی کوئی اسے تو بس آپ ہی میں ڈھونڈھے — دیر و حرم میں خلقت پھرتی ہی بھولی بھولی — "
ایک ہی شیخ و برہمن دیر و بیت اللہ ہے — کفر و دیں ہیں کب دوئی سمجھے جو آگاہ ہے — "
کفر و دیں کیا ہے اے شیخ و برہمن — راہ گو دو ہیں پہ منزل ایک ہے — "
دو راہ ہیں پہ انکی منزل ہو ایک ناحق — کفر اور دیں کا جھگڑا افواہ میں پڑا ہے — "
اسے ڈھونڈھئے دل میں دیر و حرم میں — کہ رہنے کے اس کے ٹھکانے بہت ہیں — "
دور نہیں سب سے خدا ہے نزدیک — اپنے نزدیک یہ تم گمان رکھو — "
خالق ہو تو اور سب پہ تری نمود نما ہے — ہے جلوہ نما سب میں ہی اور سب سے جدا ہے — "
یار ہے نزدیک پر تیرے ہر گھڑی ہر دم ہر آن — حیف تو اس کے تئیں سمجھے ہے نادان دور ہے — "
کج لپٹ دنیا میں جوں منصور سیدھی راہ چل — چھوڑ کر حق کے تئیں غافل نہ باطل تک پہنچ — "
تو ہی تنہا کہ نہیں ہے جو یہ حکمت تیری — کس طرح منظر کثرت ہوئی وحدت تیری — ——
ہمدم نہ پھر دوئی کا اثر تجھ میں کچھ رہے — تو سب جہاں کو دیکھے اگر ایک آنکھ سے — "
خورشید و ماہ میں یہ چمکے ہے نور تیرا — ہر ذرہ سے عیاں ہے ہر جا ظہور تیرا — "
سراغ یار پہ دیر و حرم میں کچھ نہ ملا — اگرچہ شیخ و برہمن ہی راہ رہبر ہیں — "
ڈھونڈیں ہیں شیخ و برہمن اس کو — دیر و کعبہ میں خوار ہیں دونوں — "
یار کے جلوہ کو غافل پردہ ہے دیر و حرم — گرد دل وا ہو تو پردہ ابھی اٹھ جائے ہے — "
دیر و کعبہ میں نہ ڈھونڈھا یار کو اے غافلو — چشم میں سینہ میں دل میں جی میں اسکی جا ہے — "
ہم میں ہمدم جلوہ گر ہے یار ہم ہیں یار میں — درمیاں جو تھا دوئی کا فاصلہ جاتا رہا — "
کیوں نہ اب میرے بسے چشم میں تو — جب دل و جان ہوا ہے گھر تیرا — "
دریا ہے خدا کی ذات عالم ہے حباب — جوں موج رواں ہے دم ای غافل دریاب — "
یوں خلق خدا میں اور خدا خلق میں ہے — جوں آب گہر میں اور گہر میں آب — "
نے بہر عبادت تو حرم کی سوجا — نے دیر میں جا کے کرتبوں کی پوجا — "
یاد اسکی رکھ اپنے خانقاہ دل میں — گر ادھر ادھر نہ ہرگز نہ تو جا — "

معرفت

جب ذات خدا میں ہے سبھی عالم کا خیال — ہمدم
جز خیر نہ ہو ظاہر و باطن میں کسی کے — "
بے کینہ و بے حسد ہو بے بغض و بے ریا ہو — "
بے کبر و بے غرور ہو بے حرص و بے ہوا ہو — "
بے شر و بے ضرر ہو بے جور و بے جفا ہو — "
بے ظلم و بے ستم ہو بے جہل و بے خطا ہو — "
بے کذب و بے دغا ہو بے مکر و بے ریا ہو — "
بے لاف و بے گزاف ہو بے غیبت و بے ہجا ہو — "
بے فحش و بے سخن ہو بے لغو و بے ہزا ہو — "
بے کفر و بے ستیز ہو بے شر و بے فساد ہو — "
بے ظن و بے تجسس ہو بے عیب و بے عناد ہو — "
بے بخل و بے حسد ہو بے حرص و بے طمع ہو — "
بے کبر و بے غرور ہو بے جہل و بے ہوا ہو — "
بے شر و بے ضرر ہو بے جور و بے جفا ہو — "
بے ظلم و بے ستم ہو بے کذب و بے دغا ہو — "
بے لاف و بے گزاف ہو بے غیبت و بے ہجا ہو — "
بے فحش و بے سخن ہو بے لغو و بے ہزا ہو — "
بے کفر و بے ستیز ہو بے شر و بے فساد ہو — "
بے ظن و بے تجسس ہو بے عیب و بے عناد ہو — "
بے بخل و بے حسد ہو بے حرص و بے طمع ہو — "
بے کبر و بے غرور ہو بے جہل و بے ہوا ہو — "
بے شر و بے ضرر ہو بے جور و بے جفا ہو — "
بے ظلم و بے ستم ہو بے کذب و بے دغا ہو — "
بے لاف و بے گزاف ہو بے غیبت و بے ہجا ہو — "
بے فحش و بے سخن ہو بے لغو و بے ہزا ہو — "
بے کفر و بے ستیز ہو بے شر و بے فساد ہو — "
بے ظن و بے تجسس ہو بے عیب و بے عناد ہو — "
بے بخل و بے حسد ہو بے حرص و بے طمع ہو — "
بے کبر و بے غرور ہو بے جہل و بے ہوا ہو — "
بے شر و بے ضرر ہو بے جور و بے جفا ہو — "
بے ظلم و بے ستم ہو بے کذب و بے دغا ہو — "
بے لاف و بے گزاف ہو بے غیبت و بے ہجا ہو — "
بے فحش و بے سخن ہو بے لغو و بے ہزا ہو — "
بے کفر و بے ستیز ہو بے شر و بے فساد ہو — "
بے ظن و بے تجسس ہو بے عیب و بے عناد ہو — "
بے بخل و بے حسد ہو بے حرص و بے طمع ہو — "
بے کبر و بے غرور ہو بے جہل و بے ہوا ہو — "
بے شر و بے ضرر ہو بے جور و بے جفا ہو — "
بے ظلم و بے ستم ہو بے کذب و بے دغا ہو — "
بے لاف و بے گزاف ہو بے غیبت و بے ہجا ہو — "
بے فحش و بے سخن ہو بے لغو و بے ہزا ہو — "
بے کفر و بے ستیز ہو بے شر و بے فساد ہو — "
بے ظن و بے تجسس ہو بے عیب و بے عناد ہو — "

صنم ہے دیر میں کعبہ میں سنگ و خشت ہی ہمدم — کہاں ہے وہ جسے کہتے ہیں ہم تم سب خدا اپنا — ہمدم
گئے حرم کو بھی بیت الصنم بھی دیکھ آئے — سب اس میں ملتا ہے نقشہ ہو بہو دل کا — "
نزدیک جو کہ کہیے نزدیک ہے وہ اس کے — ہے یار دور اس سے جس نے کہ دور جانا — "
ہیں اس کو دیکھ محو ہوا عقل گم ہوئی — غیبت اب اک جان سے اس کے حضور ہے — "
دیر و حرم میں کیا ہے جو بینائی ہے تجھے — اپنے ہی میں ہر آن اے غافل خدا کو دیکھ — "
نے کلیں ایک ہی اے شیخ و برہمن سمجھو — کعبہ ظاہر میں جدا گو کہ ہے بتخانہ جدا — "
نزدیک ہے بہت پہ غفلت سے دور تر ہے — یہ فاصلہ مرے اور اللہ میں پڑا ہے — "
دیر میں برہمن حرم میں ہیں شیخ — جستجو میں خراب ہیں دونوں — "
جلوۂ یار نہیں کونسی شے میں ہمدم — ہے وہی نور کے بیچ اور وہی نار کے بیچ — "
نہ تو میکدہ ہی کو جاؤں میں نہ قصد طواف حرم کروں — یہ جو اپنے دل کی ہے خانقہ نہیں کیوں نہ یاد صنم کروں — "
جنہیں ہے جلوۂ وحدت نہ ہوں وابستۂ کثرت — کہ کچھ کیفیت محفل نہ شمع انجمن جانے — "
اس کا ہر ایک جگہ پر ہے جھگڑا غافل — جلوۂ یار کو تو رو برو ہر آن سمجھ — "
تن اپنا صاف کر اداں کہ زنگ دل پہ صیقل ہو — دل آئینہ روشن غیر خاکستر نہیں ہوتا — "
جہاں ہے موند آنکھیں چشم دل کو کھولدی غافل — جہاں تک پھر نظر جاوے وہاں تک تو نظر لیجا — "
جستجو جسکی رہی دیر و حرم میں سو وہ — دل کے پردہ میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا — "
خدا بندہ میں اور بندہ خدا میں وصل ہوتا ہے — انا الحق گو تھی بعد مرگ بھی منصور کی تسبیح — "
غافل تو ہر اک جگہ نہ پھر دیوانہ — ہرگز مت جا بہ کعبہ و بتخانہ — "
ڈھونڈھ اپنے ہی خانقاہ دل میں اسکو — آباد ہے اس سے تیرے دل کا خانہ — "
ہر آن جھلکتا ہے ہر رنگ میں رنگ اس کا — جس رنگ میں آ دیکھا یکرنگ نظر آیا — "
یوں اس کی ذات کا عالم تو نہ ہے غافل — کہ عکس شخص کا جوں ہو جواب ورنہ آب — "
یہ آنکھیں موندلے اور چشم دل کھول — اسے سینہ میں شاغل ڈھونڈھتا ہے — "
وہ تجھ میں جلوہ فرما ہے جسے تو — بدیر و کعبہ غافل ڈھونڈھتا ہے — "
بیخودی نے اچھی صورت سے دیا مجھ کو فریب — صاف مجھ کو اپنے اوپر ان کا دھوکا ہو گیا — ہنر بر
چشم وحدت بیں سے دیکھا جب سے لیلیٰ و قیس — ایک سا پیش نظر دونوں کا نقشا ہو گیا — "
اٹھا پردہ دوئی کا جب تو وہ یکتا نظر آیا — حجاب غیر مانع تھا مرے دل کی صفائی کا — "
جس کو نہیں سودا ترا جس کو نہیں الفت تیری — مٹی ہے وہ پتھر ہے وہ سر ہیں وہ دل نہیں — "
کیوں نہ اس سے لگائیں دل کو ہنر بر — وہ ہی اوّل ہیں وہ ہی آخر ہیں — "
یہ رمز کیا ہے وہی اس سے خوب واقف ہے — بڑھایا عبد سے معبود نے جو یارانہ — "
دیکھتا ہوں میں جدھر تو ہی نظر آتا ہے — آنکھ جس دن سے کھلی ہیچ سے پردہ اٹھا — ہوش
ہے قول حق کہ رگ گردن سے ہوں قریب — کیوں رنج کھینچتے ہیں بشر انتظار کا — "
فقط کہنے کو دو ہیں ورنہ وہ مجھ میں سما یا ہے — سراپا میرا آئینہ ہے ہر حرف مشدد کا — "
چھپا ہے پردہ میں وہ جا بجا ہے جلوہ حسن — نہاں ہے مہر گہ دھوپ آشکارا ہے — "
دم فرقت دل میں ہے نہ بگڑ بگا یہ گھر ہر گز — نکیں خود جس کا ہو موجود وہ ویراں کیوں ہو — "

کہیں ہے حکمت آموز حکیماں گفتگو میری — کہیں جوشِ جنونِ عشق میں کچھ بک رہا ہوں میں — یکتا
کبھی بامِ فرازِ کامیابی تک پہنچتا ہوں — کبھی ناکام مانندِ کمندِ نارسا ہوں میں — 〃
کبھی میخانہ میں توبہ شکن ہوں دستِ ساغر سے — کبھی مسجد میں پابندِ رسومِ اتقا ہوں میں — 〃
مرا آغاز حسرت ہے مرا انجام راحت ہے — دوائے درد ہوں آخر کہ دردِ لادوا ہوں میں — 〃
ہزاروں صورتیں اور ایک آئینہ ہے دل میرا — ہزاروں آئینے اور ایک صورت دیکھتا ہوں میں — 〃
غرض عقدہ کھلا میرا بڑی غور و تعمق سے — یہ سب اشکال ہیں میرے انہیں کا آشنا ہوں میں — 〃

مُفلسی

دنیا میں تہیدست کی عزت نہیں ہوتی — یک جا کبھی محتاجی و وقعت نہیں ہوتی — اسمٰعیل
کچھ نہ پوچھو کہ ہاتھ خالی ہے — ہم تو دن زندگی کے بھرتے ہیں — امیر
ہوتا ہے جب مفلسی کا عارضہ — آشنا بنجاتے ہیں ناآشنا — افسوں
حاجات کی کثرت ہیں وجوہ افلاس — افلاس نہیں قلتِ دولت کا نام — اصغر مؤلفِ ہذا
اپنے اخراجات کا ہر وقت جو رکھے حساب — اس پہ فوراً آ نہیں سکتی بلائے مفلسی — 〃
مدخل و مخرج کا اندازہ اگر معلوم ہو — آدمی اسراف سے بچتا رہیگا گھڑی — 〃
قرض لینا کیا ہے گویا مول لینا ہے بلا — اس سے ہوتی ہے خوشی کم اور بڑھ جاتا ہے غم — 〃
مفلسی صبر و قناعت ہی سے ہو جاتی ہے دور — مفلسی میں قرض کا لینا ستم پر ہے ستم — 〃
گل کی طرح شگفتہ ہو کیا مفلسوں کا دل — دنیا میں تخم زر سے ہے نشو و نمائے عیش — بحر
پاس مفلس کے نہیں آتا ہے کوئی ہمدمو — رہتے ہیں مردم سدا اہلِ دول کے آس پاس — تجتاور
کرتا نہیں مفلس کا کوئی ناکس و کس پاس — دس پاس رہیں اپنے ہمیشہ جو ہوں دس پاس — باقی
پانی پانی جو کیا ننگ فلاکت نے مجھے — کاسۂ فقر بنا کاسۂ گرداب مرا — توفیق
مفلس تلاش کے پاس اب وہ جا ہی نہیں — جو دو وقتہ بیٹھتے تھے گرد دسترخوان کے — تراب
مایہ داری کا گمان اہلِ کرم سے دور رکھ — جز تہیدستی نہ دیکھا مردم بازار کے پاس — تسلیم
فلس ماہی بھی نہیں دیکھا مگر — مُنہ پہ مفلس کے فلس کا نام ہے — ثاقب
نہیں سُنتا خدا بھی میری فریاد — غنی کو قدر مفلس کی کہاں ہے — 〃
ہوائے دہر یہ افلاس میں مخالف ہے — کہ مجھ کو لوگ وطن میں غریب کہتے ہیں — 〃
کب غمِ افلاس سے فرصت کہ ملئے اور سے — بے زری نے وہ کیا جو کچھ کہ دولت نے کیا — جویا
خاک اُڑاتا ہے مقرر خشک جب ہوتا ہے بحر — مفلسی میں کیوں نہ ہوں دیا دونوں کے دل داس — جرار
ہنر پنہاں ہیں عیب مفلسی سے — گہر ہوں۔ خاک میں لیکن نہاں ہوں — 〃
لگائیں مُنہ نہ مجھے مفلسی میں مردم دہر — چھوڑتا نہیں کتا بھی استخوان خالی — 〃
کوئی آگاہ نہیں شانِ لیاقت سے مری — خاک افلاس میں پوشیدہ ہے جوہر اپنا — 〃
ہو سکے محتاج سے طاعت زیادہ اللہ کی — لے سکے محتاج جو رو کی نہ بچوں کی خبر — حالی

مفلسی

سچ تو وہ محتاج کی کوئی عزت نہیں ہوتی — قوشی
سب کہتے ہیں جب تک تھے گرہ میں احمقوں کے پیسے — 〃
مفلس جو ہوئے تو نہ کسی نے ادھار دیئے — راسخ
پوچھا نہ کسی نے کہ بھئی کیسے ہو کیا حال ہے — 〃
مفلسی میں ہیں سبھی رنج و بلا — 〃
کارِ دنیا کسی کو بہر نہیں — 〃
ہوں وہ مفلس جنہیں کہ بہر نہیں — 〃
چار دن کی ہے یہ بہار کہ ہے — 〃
مفلسی میں جو دوستاں دشمن ہیں — 〃
مفلسی نے مجھے غنی نہ کیا — 〃
ہاں تنک مفلسی کی حالت میں — 〃
نہیں کرتے ہیں مہر افلاس کی طرف — 〃
ہم مفلسوں کا دور ہو افلاس کی طرف — 〃
سیلان زر کا ہوتا ہے کوئی دیکھے مفلس — سحر
جہاں میں رنج نہ خلاق مجھ سا دنیا — 〃
کسی کی کوئی نہ سمجھے ہے مردم دنیا — 〃
دنیا میں ہو جائے جو مفلس ہر شخص — 〃
نقل و فعل اگر دیکھیے

مفلسی

بقول و فعل اگر دیکھیے بظاہر چشم	مفلسی	غنی ہیں معتبر اور غیر معتبر مفلس	سعید
وہ بچشم حقیقت جو غور سے دیکھے	=	ہیں بندگان خدا ہر غنی و ہر مفلس	//
مذہب ہیں لائق تعظیم اغنیائے جہاں	=	نہ سب ہیں قابل تحقیر اس قدر مفلس	//
بہر فریق فضیلت عمل کو ہے بیشک	=	غنی تمام ہیں بہتر نہ ہیں تبر مفلس	//
ہوں بسکہ جابر و مغرور صاحب مقدور	=	رہیں گناہوں سے محفوظ بیشتر مفلس	//
ہوں کیوں نہ خلد کے حقدار کل قیامت میں	=	بصبر و شکر کریں آج جو بسر مفلس	//
ضرور اچھا ہے ناشکرا اہل دولت سے	=	اگر بشکر و قناعت ہے بہرہ ور مفلس	//
غنی ہیں عیش میں دن رات ذکر سے غافل	=	خدا کی یاد میں ہے شام اور سحر مفلس	//
زہے تونگر اہل سخا و شکر گزار	=	جو مال و جان سے مسلوک ہیں بہر مفلس	//
زہے فقیر قناعت پذیر و محنت کش	=	وہ شاہ وقت ہیں ظاہر میں ہیں اگر مفلس	//
جہاں میں ذات خدا بس غنی مطلق ہے	=	جہانیاں تو سراسر ہیں اے پسر مفلس	//
یہ انتظام اسی کا ہے کوئی کیا جانے	=	کہ مالدار ہے کیوں ایک اور دگر مفلس	//
تمام کام زمانہ کے بند ہو جاتے	=	غنی ہی ہوتے نہ ہوتا کوئی اگر مفلس	//
ہے احتیاج ہی باہم موافقت کا سبب	مجروح	اسی سبب سے ہیں مربوط اہل زر مفلس	//
نہ دال زر کو ہے دنیا کا مال ہے کیا مال	=	ہنر تو سیکھو نہ ہو صاحب ہنر مفلس	//
غنا جو چاہے قناعت پذیر ہو اے دل	=	تونگر اہل قناعت ہے اہل زر مفلس	//
نہیں ہے نقد عمل پاس جائے حسرت ہے	میر	آلہی ہو جیو کوئی نہ اس قدر مفلس	//
سعید بھائی ہیں آپس میں سب بنی آدم	=	مدد ہے فرض برادر کی ہو اگر مفلس	//
کون دیتا ہے ہماری دل بے حال کا مول	نواب	سب گھٹا دیتے ہیں مفلس کے غرض اک کاموں	سرور
بار احسان فلک پشت مری خم کرتا	=	خوش ہوا میں کہ یہاں کچھ مجھے حاصل نہ ہوا	شائق
بیقدر ہے مفلس شجر خشک کے مانند	=	یاں درہم و دینار ہیں برگ و ثمر آیا	شیفتہ
حصول علم و دانائی کا حاصل ہے تہیدستی	نسیم	خم خالی بھرا ہے لاکھ حکمت سے فلاطوں کا	صابر
بے زری جوہر ذاتی کو بھی دیتی ہے مٹا	=	دشمن نام و نشاں بے سروسامانی ہے	ظہیر
مفلس کے ہوش کیا رہیں اسکی تو عقل کو	=	اے چرخ تو نے باعث افلاس کھو دیا	ظفر
بے مایہ مرہمی جائے تو حاصل نہ ہو فروغ	نظیر اکبرآبادی	جلتا نہیں چراغ بھی مفلس کی گور پر	عاشق
مفلس کو پوچھتے بھی نہیں ہیں حسین لوگ	=	اے ہمنشین پہلے ہے یاں فکر زر بجا	//
ہو گیا ہے اب تو دولت کو شرافت پر شرف	=	مرتبہ دیکھا نہیں کچھ مرد بے مقدور کا	//
بازار عشق میں نہیں ہے مفلسی کی قدر	=	سودا ہے اس کا کرتا ہے جو زر سے چھیڑ چھیڑا	//
اب کیا ہے میرے گھر میں بجز خاک مفلسی	=	ناحق ہی مال و زر کا بھرا اپنا ابھی کچھ اور	فدا
بجلی گرتی ہے وہاں ہی جہاں کا نسی موجود	=	جن کے گھر خاک نہیں ان کو ضرر کچھ بھی نہیں	//
تنگدستی میں ساگ ہے قلیہ	=	نان جو مجھ کو شیرمال ہوئی	//
احباب کو کترا کے نکلتے دیکھا	=	آنکھیں ہمچشموں کو بدلتے دیکھا	مہر
ای مہر خدا کسی کو مفلس نہ کرے	=	مفلس سے ہر اک کو بچکے چلتے دیکھا	//

دل کو مفلس سے کیا غرض ہے کہ وہ ہو جاتا ہے
ہر طرف سے یہاں افلاس کی چلتی ہیں ہوا
جس قدر میں اس کی بیماری بڑھتی جاتی ہے
دنیا میں جب اس کی زر داری کم ہوتی ہے
آسان سے مشکل کی دشواری ہوتی ہے
نادار سے سب کی بیگانہ خاطری ہوتی ہے
مجروح حال بھی کچھ ہوتا تھا
مفلس ضرور تھا
مفلس سے قربان کی پیش نہیں جاتی ہے
خیال بھی کبھی گذرا ہے مفلس کی شادی کا
خراب بھی کچھ لطف نہیں اٹھتا ہے مفلس صحبت کا
کچھ مفلسوں کو میں کروں کیا اے صبر
خواہشوں کو میں ارماں بھر
مفلس کے ہیں نہیں ہیں یہاں وہاں
گھر میں مفلس کے زیادہ جہاں ہے فہرست الجلال
افلاس سے مفقود ہے انساں کا کمال
افلاس کی ہی دنیا ہے دولت و دنی خیال
دیکھ کر مفلس غریب کی

مفلس کہ اس غریب کی دنیا نہیں درست — مشکل کہ اس کے ہاتھ سے ہو کار دیں درست — نذیر احمدؔ
سوچو تو کچھ بھی نیست کو نسبت ہے ہست سے — تم چاہتے ہو کام بلندی کا پست سے — "
کیا خیر ہو سکے گی بھلا تنگدست سے — کوڑی تو لے ادھار کوئی فاقہ مست سے — "
کیا اس سے فیض ہو کہ نہیں آپ جس کے پاس — دنیا میں چل سے بھی بھلا ہے کسی کو ماس — "
مفلسی سب بہار کھوتی ہے — مرد کا اعتبار کھوتی ہے — دلی
باعث رسوائی عالم ولی — مفلسی ہے مفلسی ہے مفلسی — "
اوج ذاتی دور کر سکتا ہے کب افلاس کو — چرخ اک خورشید کی رکھتا ہے نان سوختہ — ہوش
زر نہ ہو جب پاس تو کیا خاک ہو قابو میں دل — غیر ممکن ہے خریدے مرد بے زر آئینہ — "
جو بیدرم ہیں وہی دہر میں ہیں آسودہ — مثال مہر ہیں گردش میں اہل زر ہر روز — "
چلے ملک عدم کو جی چرا یا چھوڑ تقدیر تن — بلے مفلس کو ہمدم راہزن سے ڈر نہیں ہوتا — ہمدم
کیونکر مفلس پہ گہر ریز نہ ہو دست کریم — آبداری سے ہے اس کی لب سائل سیراب — "
مفلسی سے ہے شریفوں کی بری گت کیسی — فاقہ سے جینے کے لالے پڑیں راحت کیسی — ہنر
آشنا پاس نہ پھٹکے کوئی صحبت کیسی — طعنہ زن دیکھ کے اغیار ہوں حرمت کیسی — "
مفلسی سے نہیں ہوگی کوئی آفت بڑھ کر — عیش و آرام کہاں چین نہ آئے دم بھر — "
آسرا کر کے کسی کا بھی کہیں جائے اگر — دوست منہ پھیر لے صورت کو نہ دیکھے پھر کر — "
مفلسی سے ہو ہر انسان کی ذلت کیسی — آفتیں خلق میں ہوں اس کی بدولت کیسی — "
مفلسی کا ہو برا جس نے پیا خون جگر — نہ کری بھی نہیں ہوتی جو کری چل پھر کر — "
فاقہ مستی میں رہے مست شب و روز بشر — شکل روٹی کی نظر آتی نہیں آٹھ پہر — "
مفلسی شئے ہے بری اس کے برے ہیں چکر — داغ عزت ہیں لگے اسکی بدولت اکثر — "
کیسی پوشاک بدن اور کہاں کا زیور — کوڑی کوڑی کو بھی محتاج جہاں میں ہو بشر — "
مفلسی سے یہ برا حال بشر کا دیکھا — تاب اٹھنے کی نہیں راہ کا چلنا کیسا — "
لاغری ایسی بری تن ہوا خار صحرا — رخ گلگوں گل تر مردہ نظر آنے لگا — "
یہ وہ خنجر ہے کہ جو شخص ہو بسمل اس کا — پانی مانگے نہیں مر جائے تڑپ کر پیاسا — "
یہ وہ نشتر ہے کہ چبھ جائے جگر میں ایسا — آبنے جان پہ انسان کی جینا کیسا — "
مفلسی کا ہے برا نام برا اس کا چلن — مفلسی کا نہ ہو انسان کے سر پر مسکن — "
اپنی خالق سے دعا ہے کہ نہ ہو رنج و محن — دست افلاس ہنر تیرا نہ پکڑے دامن — "
مفلس نہ کرے خدا کسی کو — بڑھ کر کوئی اس سے کب بلا ہے — یقین
دوست مفلس کا کون ہوتا ہے — چاہتا ہے ہر ایک منعم کو — "
مفلسی ہے بلائے بے درماں — اس سے اللہ تو ہی رکھ محفوظ — "
مفلسی ایک ہی مصیبت ہے — اس سے بڑھ کر نہ کوئی آفت ہے — "

مکاری

کس مکاری سے اپنا نہیں انداز اسیر — اسیر
کس مکاری سے کبھی ہوتا نہیں روباہ کے ہاتھ — "
کس مکاری سے ہیں یار حقیقت میں یار — "
کس مکاری سے ہوتا ہے یار دوست نما کا غدر ہو شرط — "
کس مکاری سے ہیں یار حقیقت میں یار — انجمن
کس مکاری سے ہوتا ہے یار دوست نما کا غدر ہو شرط — "
کس مکاری سے ہیں یار حقیقت میں یار — "

ملاقات

ملاقات			
مرکہ اس دل میں آہی ایک شوخ وہ ماتا ہے آوے	سودا	شکر کر آصف کہ وہ کہتے ہیں آج	خوش ہوئے ہم مل کے آصفجاہ سے	آصف آج
کہاں نصیب کہ اس شوخ سے کلام کروں	=	بے غیرت و خود فروش جاہل سے نہ مل	حق سے جو ہو غافل ایسے غافل سے نہ مل	اکبر
کہاں دل ہے کہ اس سے کچھ پیام کروں	=	یہ ملنے ہی سے اکثر بگڑ بھی ہو جاتے ہیں پیدا	جو سچ پوچھو تو ملنے سے نہ ملنے کا گلہ اچھا	=
جو حال دل ہے اپنا سو کس سے بیاں کروں	=	بہم نہ ملنے کے شکوے عبث ہیں آپس میں	ہر ایک شخص لگا اپنے کاروبار میں ہے	انشاء
کہیں مشفق و مہرباں کس سے کس دن	=	کسوتی ہے دونوں طرف تیغ جو ہوتی ہے اصیل	دوست دشمن سے ملا چاہیے انساں ہو کر	اسیر
ہے یہ بھی اک طرح سے ملنا نہ ملنا کسی	=	ملنا بُرا نہیں ہے ولیکن یہ لت بُری	جس سے ملے بصورت شیر و شکر ملے	اسمٰعیل
تجھ بن ہے جینا خراب نہ ہونا فنا	=	جی ہی نہ چاہتا ہو تو ملنے سے فائدہ	آئے تو منہ بنائے چلے تو خفا چلے	=
ہے میری خاک بھی اب تو فنا نہیں ہونے کی	=	کیا پست اصالت کی ملاقات سے حاصل	قالین کا شجر ہے نہ گل افشاں نہ ثمر ریز	بحر
جو پہلے ہم سے ملا کرتے تھے سو اب ملتے ہیں	=	روز جانے میں قدر جاتی ہے	دوسرے تیسرے ادھر بھی گئے	=
کہاں ہے اب وہ ملاقات کی مزہ کی سی	=	کہاں ہم اور کہاں تم یہ دم غنیمت ہے	کرم کیا ہے تو بیٹھو نہ مہرباں خاموش	=
ملا نہ ہونے سے ملنا ہی جانے کا دھڑکا	=	آئیں یہی تہذیب یہی وضع یہی ہے	ان سے نہ ملیں جو نہ ہوں شایان ملاقات	پرتو
کوئی یہ بھی ہے کہتا ہو نہ اور ملا کرے کوئی	=	یارو مرے نزدیک وہی دم ہے غنیمت	جس دم ہو کسی مونس ہمدم سے ملاقات	تراب
کون کہتا ہے کہ ملنا ہو نہ اور ملا کرے کوئی	=	اس کے آنے میں اب جو دیر ہے کچھ	یہ بھی قسمت کا ایر پھیر ہے کچھ	جرأت
جس کسی سے ملے ہے ہم سے ملا کرے کوئی	=	آنے کی خبر ہے اس کے لیکن	آتا نہیں اعتبار دل کو	=
ہر روز نہیں ایک سی ملاقات کسی دن	=	جواب بھی آن پہونچو تم تو پیاری خیر ہے ورنہ	قلق سے دل کے یاں نوبت پہونچی تلملانے کی	=
ہوتی نہیں ایک سی ملاقات کسی دن	=	بھلا دیکھو تو ہم تم ایک ہی بستی کے رہتے ہیں	سو تس پر یہ غضب ہے دیکھنے کو بھی ترستے ہیں	=
ہے یہ بھی ملاقات کی اک طرح کی صورت	=	تشکل ہی دکھلائے کہیں تو ہیں	قتل ہی کر جائے نہیں تو ہیں	=
ہے یہ بھی ملاقات کی اک طرح کی صورت	=	آہیں مت بہر اسے لے آتے ہیں	اتنی ہامی نہیں بہرتا کوئی	=
کچھ لطف زندگی کا اگر ہے تو ہے یہی	نظیر	کیا دیر ہے چمن میں ہوا ہے بہار ہے	ساقی پہنچ شتاب کے تیری پکار ہے	=
جاہلوں سے بھی ہیں اہل ہنر ملتے ہیں	=	تمہاری خاکساری سے بھی جو سرکش نہیں جھکتے	جنوں سچ تو یہ ہے ایسوں سے پھر صاحب سلامت کیا	جنوں
ملتے انسان ہیں انسان سے شوق	=	جلیل سے بھی ملو ملکے خوش بہت ہو گے	خراب حال تو ہے آدمی خراب نہیں	جلیل
ہر کوئی ملتے ہیں اہل ہنر سے	=	جوان و پیر کا ملنا بھی کوئی ملنا ہے	ابھی تھا تیر کماں میں ابھی کماں میں نہیں	=
		دوستوں کا دیکھنا اس دور میں ہر دم کہاں	دم غنیمت ہے عزیزو تم کہاں اور ہم کہاں	حسرت
		دن کی راتیں ہوئیں عدو میں ہوئے راتکے دن	کونسی ہونگے الٰہی وہ ملاقات کے دن	حسن
	عاشق	میں نہیں کہتا کہیں تم اور مت جایا کرو	بندہ پرور اس طرف کو بھی کبھی آیا کرو	درد
		تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا	تری آرزو ہے اگر آرزو ہے	=
		جی کی جی ہی میں رہی بات نہونے پائی	ایک بھی ان سے ملاقات نہ ہونے پائی	=
		جو ملتا ہے مل پھر کہاں زندگانی	کہاں میں کہاں تو کہاں نوجوانی	=
		ہر چند یہ تمنا درخور نہیں ہمارے	نزدیک تو جو آئے کیا دور ہے کرم سے	=
		کشمکش دل سے جب ملیں گے آپ	بے طلب بے سبب ملیں گے آپ	راسخ

مری دلمیں ہی شوقِ وصلِ یار و شکوۂ ہجراں	خدا وہ دن کری جو اس سی میں یہ بھی کہوں وہ بھی	غالب
اسباب ملاقات کے کب ملتے ہیں	جلسہ یہ بنا رہے کہ سب ملتے ہیں	مہر
مجمع احباب غنیمت ہے مہر	ملتا ہے خدا بھی پنج جب ملتے ہیں	〃
آنکلے ہو آخر تو ادہر راہ کرم سے	نزدیک ہے بندہ کا بھی گھر دیکھتے جاؤ	مصحفی
جاؤں بے تقریب کیونکر اس کے پاس	کچھ تو ملنے کا بہانہ چاہیئے	〃
آؤ کبھی چمن میں ان کو بھی منہ دکھاؤ	مدت سی گل چمن میں مشتاق رنگ و بو ہے	〃
صرف مشتاق ہیں ایک تیری ملاقات کے ہم	آرزومند نہیں اور کسی بات کے ہم	〃
اب ملاقات کی وہ شکل نہیں	دیکھ لیتے ہیں گاہ گاہ کہیں	〃
ملے نہ آکے کبھی مصحفی سے تم افسوس	اُمیدوار تمہارا اُمیدوار رہا	〃
اب بھی نہیں جاتی تری آجانے کی اُمید	گو پھر گئیں آنکھیں پہ نگہ جانب در ہے	مومن
آتا نہیں ہے تو تو نشانی ہی بھیجدے	تسکین اضطراب دل زار کے لئے	〃
ٹھہرائے تھے دل میں اب کسی سے نہ ملینگے ہم	پر کیا کریں کہ ہوگئے ناچار جی سی ہم	〃
آؤ کبھی تو پاس ہمارے بھی ناز سی	کرنا سلوک خوب ہے اہل نیاز سے	میر
روزانہ ملوں یار سی یا شب ہو ملاقات	کیا فکر کروں میں کہ کسی ڈھب ہو ملاقات	〃
تم کو تو التفات نہیں حال زار پر	اب ہم ملیں گے اور کسی مہربان سی	〃
آساں ہی نظم ترک ملاقات خلق سے	دل میں مگر بُری یہ سمائی ہوئی سی ہے	نظم
بے غرض اہل دنیا فقر اسی کب ملے ہیں	مشکل پڑی تو ہوئے مشکل کشا سی ملنا	ناسخ
جہاں میں جس کو ملاقات یار کہتے ہیں	عجب بہار ہی اس کو بہار کہتے ہیں	نظیر

موذی

تمیز اسفل و اعلیٰ نہیں ہوتی ہے موذی کو	برابر نیک و بد کے واسطے ہی ڈنک بچھو کا	اسیر
زنبور سے زیادہ ہیں موذی جہان میں	ان سے سوائے نیش امید عسل نہیں	〃
ہیں جو موذی ان کی خلقت میں ہی زشتی و بدی	کجروی کس نے سکھائی ہی جہاں میں مار کو	〃
دہر میں موذی کو موذی سی نہیں ایذا اسیر	کیا ضرر رسم سے جو کوئی مار کاٹے مار کو	〃
موذیوں کے واسطے ہی نعمت دنیائے دوں	شہد سی لبریز پایا خانۂ زنبور کو	〃
جو ہیں ایذا رساں ہر ایک پرہیز ہے ان سے	قدم رکھتا ہی ہر رہرو بچا کر خار صحرا کو	〃
ہمیشہ اہل ایذا ہیں بری سامان راحت سے	کبھی کھینچا نہیں ہی عطر گلہائے جراحت سے	〃
موذیوں کے ہیں شریک حال اسفل بعد مرگ	چونٹیاں آتی ہیں مٹھوانے کو مردہ مار کا	〃
موذیوں کی پرورش ہی باعث آزار خلق	خار صحرا، جب ہوا بالیدہ نشتر ہوگیا	〃
ہے موذیوں کا قتل ضعیفوں کی پرورش	موت آئی مار کی تو کہلا رزق مور کا	〃
اپنے بیگانے کی بھی رکھتے نہیں ہرگز خبر	ہیں جو موذی ہر جگہ چلتے ہیں مثل مار کے	〃

رنج دنیا سے فراغ ایذا دہندوں کو نہیں — کب تپ شبیر اُتری کس دن دردسر جاتا رہا — آتش
جہاں خالی نہیں رہتا کبھی ایذا دہندوں سے — ہوا ناسور تو پیدا اگر زخم کہن بگڑا — "
جو نہ دی ایذا اسے ایذا کوئی دیتا نہیں — سایۂ دیوار کو اندیشۂ عامل کہاں — "
جو نہ دی رنج کسی کو اسے ہوتا نہیں رنج — پاؤں پر میرے نہیں پانیکے قابو کانٹے — "
نہیں ہے مال سے اپنے بھی نفع موذی کو — یہ دخل کیا ہے کہ کچھ گنج میں سے کھائے سانپ — برق
تدبیر سے طبیعت موذی نہ ہو درست — ممکن نہیں ہے پیچ و خم مار کا علاج — پرتو
یوں تو گنہگار ہیں ہم بھی بہت مگر — وہ تو بشر نہیں جو بشر کا دکھائے دل — حیرت
موذیوں کو حق نہ دی آنکھیں کتابائیں ملا — عین حکمت تھی کہ معدوم البصر عقرب بنے — ذوق
موذیوں کے سر نہیں چڑھتا بجز موذی کوئی — سانپ کا بھی زینت تاج سر ضحاک تھا — راسخ
سر زنش موذیوں کو ہو نہ مفید — نکلیں افعی دانت دیں گر توڑ — عاشق
موذی کو کبھی نعمت دنیا نہیں حاصل — بے بہرہ سدا رہتی ہے زنبور عسل سے — "
اپنے پروردہ سے موذی کو نہیں ممکن فروغ — موم کی بتی سے کب روشن ہو گھر زنبور کا — غافل
مال سے اپنے نہیں ہوتے ہیں موذی منتفع — کب کرایہ کو کوئی لیتا ہے گھر زنبور کا — قلق
موذیوں کی خانہ بربادی میں اکثر ہی مفاد — شہد ملتا تھا آیا جو گھر ویراں ہوا زنبور کا — گویا
موذی کے مال سے نہیں ہوتا کسی کو نفع — آتی نہیں ہے صرف میں کوڑی کٹار کی — مہر
دل ستائیگا غریبوں کے تو سن لے ہم سے — چین پائیگا نہ تو بھی کسی پہلو اے دوست — محب
ہیچ ہے موذی کو راحت سے نہیں رکھتا خدا — نور بینائی کہاں ہے دیدۂ زنجیر میں — میکش
موذیوں کو راستی بھی رنج دیتی ہے بہت — خوف ہو ہر رو کو گم ایذا کا گر ہو خار گنج — نساخ
موذی کو بعد مرگ بھی آرام ہے محال — کس طرح زیر تیغ نہ گینڈے کی ڈھال ہو — ناسخ
ہوا ثابت جو دیکھا اثر دلہا و مار کو باہم — جو موذی ہیں ہمیشہ ان کے قبضہ میں خزانہ ہے — "
منعم موذی کے گھر کو اہل حاجت ٹولیں — مانگتا ہے کب کوئی جا کر عسل زنبور سے — "
موذی اپنے مال سے بھی منتفع ہوتے نہیں — موم سے کیا روشنی ہے خانہ زنبور کی — "
کس کو پروا ہے جو موذی ہوں زمانہ بین تباہ — غم ہو کیا خانۂ زنبور کی ویرانی کا — واسطی
اثر نیکی نہیں کرتی کبھی موذی کی طینت میں — ہوئے کب نرم کانٹے بیٹھے گو پھولوں کی صحبت میں — وقار
عیب موذی دور در یا دل سے ہو سکتا نہیں — جونک پانی میں رہے پر خاصیت ناپاک ہے — ہر چند
مطبخ دنیا سے موذی نعمتیں کیا کھا سکے — گنج پر گو مار ہے کہاتا دلیکن خاک ہے — "
موذیوں کو کب بساط دہر سے خلعت ملے — کینچلی کی صرف جسم مار پر پوشاک ہے — "

موت

کیا تکلف ہے تکلف میں نہ بھولے مرگ کو — پیرہن اجلا اگر پہنا کفن یاد آگیا — اسیر
لوگ کثرت سے روانہ ہیں سو ملک عدم — آگے کم چلتا تھا جو رستہ دوھرا ہو گیا — "
آرائش جہاں سے ہے کیا کام بعد مرگ — دیکھا نہیں کسی نے منقش مکان گور — "
چل کر گرو زمیں کے تلے خواب اے اسیر — آرام کا مکاں نہیں کوئی سوائے گور — "

آرائش جہاں سے ہے کیا کام بعد مرگ	آئینہ کب کسی نے لگایا مزار میں	امیر	
معلوم کس کو قافلۂ عمر کا ہے کوچ	بانگ جرس کہاں کہ صدائے قدم نہیں	"	
زیر زمیں ہے اسفل و اعلےٰ میں فرق کیا	جائے فقیر ہے لحد بادشاہ میں	"	
زمیں میں گڑ کے ہم نے جسقدر آرام پایا ہے	نہیں ہرگز یہ راحت طفل کو دامان مادر میں	"	
گوشۂ قبر میں ہوگا وہ ہمیں چینی نصیب	طفل کو دامن مادر میں جو آسائش ہے	"	
مرگ کے بعد کہاں زینت دنیا کا خیال	گور کے سقف کو کیا کام ہے گلکاری سے	"	
رہرو کتنی ہے ہموار رہ ملک عدم	نہ تو اونچی نہ زمیں ہے کہیں تل بھر خالی	"	
گور جس کو زمانہ کہتا ہے	پہلی منزل عدم کی منزل ہے	"	
مرنے کے بعد ایک ضعیف و قوی ہیں سب	جامہ ہر ایک جسم پہ ہے مثل گور کا	"	
ہے بعد مرگ کون کسی کا کہ زیر خواب	مدفوں ہوے عزیز نہ میرے بدل قریب	"	
بچنا کسی کا تیغ اجل سے محال ہے	رکتی ہے اسکی ضرب گرہ پر نہ ڈھال پر	"	
مرنا ہے خواب خواب سے اٹھنا ہے زندگی	انساں کو یاد مرگ ہے ہر صبح و شام فرض	"	
ہم نے دنیا میں نہ چھوڑا نام اگر روشن تو کیا	شب کو روشن ہو جو خالی گھر میں ہے بیکار شمع	"	
پوچھتے ہو مجھ سے کیا افسانۂ مرگ و حیات	آگیا جھونکا ہوا کا رہ گیا بجھ کر چراغ	"	
کام آئے بعد انساں کے جو انساں کا ہنر	آئینہ بن جائے بہر گور اسکندر چراغ	"	
شفا نہیں جو مقدر میں ہے دوا بے سود	قضا کو روک لے تو قائل حکیم ہوں میں	"	
فقط ہے زندگی تک اعتبار عشرت و عسرت	نہیں کچھ فرق زیر خاک درویش و تونگر میں	"	
رہا باقی نہ مرنے پر تفاوت دوست دشمن میں	مقام صلح کل پایا پہنچکر ہم نے مدفن میں	"	
پہنا جو کفن ہم نے صدا غیب سے آئی	خلعت ہو مبارک کہ یہ شادی کی گھڑی ہے	"	
ذائقہ موت کا چکھا تو یہ لذت پائی	کہ ذرا ہم کو مزے یاد نہ دنیا کے رہے	"	
خانۂ گور دیا ہم کو جو قسمت نے وسیع	کیسے آرام سے ہم پاؤں کو پھیلائے رہے	"	
جتنے کامل ہیں فنا کے بعد ہے ان کی نمود	خلق سے معدوم جب عنقا ہوا شہرت ہوئی	"	
موت آجائے اگر معرکہ آرائی پر	زور رستم کا نہ سہراب کا مقدور چلے	"	
روح کے ساتھ ہی قالب میں قضا بھی آئی	شمع آئی جو مرے گھر میں ہوا بھی آئی	"	
نہیں ممکن کہ شمشیر اجل سے بچ رہے انساں	تہمتن کی زرہ پہنے کہ رستم کی سپر باندھے	"	
ساتھ دولت کے رہے یاد اجل بھی اے دل	مقبرہ بھی ہو بنا قصر کی بنیاد کے بعد	"	
نرمیٔ بستر آرام کہاں مرگ کے بعد	خواب افسانہ ترا صورت مخمل ہوگا	"	
نقد جاں قرض تھا فرض اسکی ادا تھی مجھ کو	موت آئی تو میں سمجھا کہ محصل آیا	"	
اہل دنیا سے کہو کس سے کرینگے اب نزاع	موت آپہنچی ہماری سارا قصہ پاک ہے	"	
پہنا جو کفن سفید سمجھے	یہ صبح ہے شام آرزو کی	"	
کہتی ہے موت گور کی بستی قریب ہے	منعم ہے شاد رفعت تعمیر دیکھ کر	"	
بہت قریب اجل ہے کہو یہ منعم سے	مکاں کے ساتھ کوئی مقبرہ شتاب بنا	"	
ہے اشارہ یہ کہ اب دنیا سے کر کوتاہ ہاتھ	پاؤں کر دیتے ہیں انساں کے دم مردن دراز	"	

معوت

آنکھ کیا بند ہوئی اپنی
چشم گئی ہم سے سارے گھر کی نکا
نقشۂ روح تک بگڑ جاتے ہیں
نہیں لاشہ جو بہتر بھی ہوں مرے آبائی
نہ بدرقہ ہے نہ کوئی رفیق راہ میں ہے
فقط عنایت پروردگار ہمراہ
راحت مرگ کو نہ پوچھ کسی
نہ رہی قدر زندگانی کی
آدمی کو موت کے آنے سے لازم ہوشیاری
عید ہے یہ قبر سے بیدار دل کو آتی ہے
صدا یہ قبر سے آئی جو نیک ہوں تو ایسی خوابگاہ نہیں
عمل جو نیک ہوں تو ایسی فکر ہستی میں
علم کے کوچ کی لازم ہے فکر ہستی میں
نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ میں ہے
نہ کوئی شہر ہو نہ کہیں کوہ میں سفر کی آواز
گرفتہ ہوئے ہونگے کہ ناتواں آدمی
چل کھڑے ہوئے ہونگے کہ ناتواں آدمی
موت کو سمجھے رہیں گبرو مسلماں ہی روز
موت کو سمجھے ہیں ہے روز کہاں آدمی
روح قالب میں ہے جب تک کہاں آرام
نہ کار کا نہ دہان آرام
کہاں کا کار کہاں آرام
تمہارا جو کبھی جانب قبور ہوا
چلنا یہ

موت

چلنا پڑے گا ملک عدم کو پیادہ پا		آتش
کشتیٔ تن بحرِ ہستی میں رہی برسوں تباہ		پار اسے اک دم میں اس کا ناخدا لیجائیگا	״
مسافر کو عدم کے روکنے والا نہیں کوئی		نہ کھینچا خار نے دامن کبھی دنیا سے راہی کا	״
آخرِ کار تہِ خاک ہے مدفن سب کا		اہلِ دولت کو مکاں آج بلند کرنے دو	״
گدا و شاہ برابر ہیں خاک کے نیچے		لحد میں ساتھ یہ قصرِ بلند و بام نہیں	״
پاتا ہوں میں مزاج عناصر میں اختلاف		آپس میں ہوگا ایک دن ان چار سے بگاڑ	״
بولی یہ روح پھینک کے پشتارہ جسم کا		بھاری ہے بوجھ کون یہ بیگار لے چلے	״
عزیز روح کے دم تک ہے کالبد گل کا		خراب حال ہے بے مغز جب ہوا چھلکا	״
کر گئی جب روح مرجع کی طرف اپنے رجوع		خاک میں وہ مل گیا جو جسم آتش خاک تھا	״
نہ ہوگا ہمسفر روح پیکرِ خاکی		یہ سوئے ارض رواں ہوگا وہ سما کی طرف	״
مرنے کے بعد کیسے پریشاں ہیں عضو تن		کیا کیا ورق کتاب سے اپنی جدا ہوا	امیر
اب کا سفر وہ ہے کہ نہ دیکھونگا میں وطن		یوں تو میں لاکھ بار غریب الوطن ہوا	״
موئے سفید سر پہ تیاریٔ عدم ہے		غربت سے خاک اڑاتے جاتے ہیں ہم وطن میں	״
گور میں ساتھ نہ جائیگی یہ شوکت اے شاہ		چھوٹ جائے گی یہیں مسند شاہی تیری	״
اجل نے سارے جھگڑے سے چھڑایا		فراغت مل گئی تربت میں گڑ کر	״
اجل گور تک مجھ کو پہنچا کے بولی		مسافر ٹھہر تیری منزل یہی ہے	״
ہم جو پہنچے تو لب گور سے آئی یہ صدا		آئیے آئیے حضرت بہت آزاد رہے	״
دنیا سے الگ جو ہو رہے ہیں		تکیوں میں مزے سے سو رہے ہیں	״
سوتے ہیں لحد میں سونے والے		جو جاگتے ہیں وہ رو رہے ہیں	״
اجل کا رہا عمر بھر یہ خیال		سدا اپنے تکیے میں بستر رہا	انور
بہت آرام و آسائش ہو شاید کنجِ مرقد میں		جو سو جاتے ہیں اسمیں پھر نہیں اٹھکر نکلتے ہیں	״
ساتھ ہی زیست کے جب موت کا ڈر پیدا ہو		خیر اسی میں ہے نہ دنیا میں بشر پیدا ہو	״
روکنے سے نہیں رکتا ہے کسی کے کوئی		کھینچ لیجاتی ہے جسوقت قضا آتی ہے	״
انور نہ اجل کو بھول اتنا		یہ تیغ سمجھ لے سر پہ آئی	״
زندگی میں بھی رہا ہم کو تصور موت کا		سامنے آنکھوں کے ہر دم گور کی منزل رہی	״
یہ ادھر کو ادھر ادھر گنتا تھا ایام عمر		موت سے غافل نہ میں مجھ سے نہ یہ غافل رہی	״
ہائے یہ قبر کی گرمی یہ اندھیرا ہے ہے		کوئی کہتا ہے نہ روزن نہ ہوا آتی ہے	״
ہوا مر کے ہم کو یہ تجربہ کہ یہ زندگی کا کمال تھا		جسے عمر خضری ہوی عطا اسے یک نفس بھی بال تھا	انجم
لگ گئی آنکھ موت سے انجم		ایسا سویا کوئی جگا نہ سکا	״
جب سے رخصت ہو گئی اے روح تو		پھر نہ یہ آباد ویرانہ ہوا	״
ہے بجا مرنے سے میرے دوستوں کو غم ہوا		ان کو میرا ہی مگر مجھ کو غم عالم ہوا	״
ملک و دولت گہر و لعل سکندر کی طرح		چھوڑ کر دم میں چلے جائیں گے جانے والے	״
سیم و زر خاک میں مل جائے گا بعد مردن		پھر یہ کس بات پہ پھولے ہیں خزانے والے	״

موت سے

کاتب اعمال بھی رخصت ہوئے
لائے میں غربت میں ہوگا حال کیا
قبر میں مرنے کے بھی جگڑا رہا
بعد مرنے کے کیوں آتا ہے روح
چھوڑ کر ویراں مکاں
مقدر سے کیا ہے زندگی مستعار میں
تکرار کیا ہے بار بار تقاضا فشار
اے موت بار بار پیش اعمال ایک بار
رات اندھیری ہے پیش اعمال
قبر میں بھی چین سے انسان سو سکتا نہیں
قبر بند
چھپکے دوست جب ہوئی
کہاں اب کر کوئی ہمارا نہیں
روح
وہ دم بھر میں نا آشنا ہو گئی
موت کو بھول کر
دل نے پیش نظر انجام کو رہنے نہ دیا
دل
مطلق نہیں محل عیب موت کی بات
بھولکر تو یہ حیات ہی
ساحب تاج و تخت بھی موت سے یاں بچا نہ سکا
جاہ و حشم سے کیا ہوا
موت سے

موت سے کوئی نہ گھبرائے اگر یہ سمجھے — اکبر
موت کو دیکھا تو دنیا سے طبیعت پھر گئی — "
مرنے سے مفر نہیں ہے جب اے اکبر — "
ہوتا نہیں طبیب مداوا سے دستکش — "
سفر درپیش ہے ہر دم لگا ہے موت کا کھٹکا — "
حاصل عمر سوا موت کے جب کچھ بھی نہیں — "
دنیا سے میل کی ضرورت ہی نہیں — "
درپیش ہے منزل عدم اے اکبر — "
اے موت تو نے غارت کئے ہیں — "
اے رہروان ملک فنا مستعد رہو — انشا
سکندر اور دارا کیا کروروں اور بھی ان سے — "
پھر کچھ گئے ہوؤں کی مطلق خبر نہ پائی — "
ابتدا میں ہم نہ سمجھے انتہا — احمد
آرزو کو خون رلواتی ہے بیداد اجل — اقبال
دشمن بھی گر مرے تو خوشی کا نہیں محل — امانت
راحت سے سروکار نہیں اہل فنا کو — "
دنیا سے سفر کر کے لگی آنکھ لحد میں — "
قصر بدن میں روح پکاری یہ وقت نزع — "
بعد مردن ہائے ہم سمجھے اثیم — اثیم
انساں کے لئے سخت مصیبت ہے اثیم آہ — "
زندگی سے جہاں میں سب کچھ ہے — آزاد
نکلی جو روح تن سے گھر و ندا بگڑ گیا — اشک
دکھائی کچھ نہ دیا جبکہ آنکھ بند ہوئی — "
ضرور ہوگا لحد میں گزر کبھی نہ کبھی — "
کہیں راحت نہیں پر خوف رستہ میں تو چارہ کیا — "
نہ پوچھی بات بھی آکر کسی نے بعد مرنے کے — "
ہے یقیں دل کو فراق جسم و جاں ہو جائے گا — "
آسماں نے بھی کئے کیا کیا حسیں پیوند خاک — "
جائے عبرت نہ ہو کس طرح سے مرگ انساں — "
جور گردوں سے موے پر اشک چھٹکارا ہوا — "
جو ہیں جانے والے وہ کب چوکتے ہیں — امجد
سنجاب و سمور پر نہ کر فخر ذرا — "
کر تکیہ خدا کی ذات پر اے غافل — "

معمولات

جو حضرت تصوف میں جہاں رکھتے ہیں — رسا
مرنے کا گر نہیں جا نہیں بقدر ظرف وہ ہیں — "
ملتی نہیں جا نہیں لامکاں رکھتے ہیں — اسمٰعیل
امجد رہتے ہے یہی آتے ہیں جگہ موت — "
اصل حیات ہے یہی تو مرنا ضرور ہے — بسمل
بعد مرگ معلق نہ مرگ مبرم ہے — "
جو آنے والی ہے سمجھے اسے بشر نزدیک — "
مسافران عدم کو وہ راہ ہے درپیش — "
کہ مارے خوف کے جاتا ہے کارواں تھوڑی — "
کوچ عدم ہے چلیے چلتے ہیں قافلے — "
سب ہمسفر ہیں زیست کی منزل سے دل اچاٹ — "
درپیش خواب مرگ ہے ہر دم تمام شب — "
فرقت میں ہے گی تو کچھ زیست کا سامان ہوگا — "
موت آئے گی تو ہو جائے گی سب رات تمام — "
سوتے ہیں اپنا بستر اس دار فنا میں بچھا کر — "
مہلت رہے گر اس عالم اسیری کا — "
دیکھ لوں میں بھی تماشا عالم اسیری کا — "
ہے یہ اطمینان مرگ کا کہ روزگار کی — "
کیا سیر ہے چمن روزگار کی — "
حال ہے فانی کا — "

	حال مسافران عدم سوجھتا نہیں	کیا گرد کارروان مری آنکھوں میں بھر گئی	بحر
	گور میں اب تو چلے دیکھئے کیا ہوتا ہے	جائے تنگ ۔ اجنبی اشخاص ۔ ملاقاتی نئی	"
	عدم کا کوچ ہے سامان راحت	نمازیں قصر ہوتی ہیں سفر سے	"
	آخر دنیا سے سفر اپنا ہے صندوق منگاؤ	شامیانہ ہے کہاں خیمہ ہمارا نکلے	"
	اپنی مٹی سے خبردار ہو کیا خاک انساں	کس طرف ریگ رواں کا ہے سفر کیا جانے	"
	رہے فکر اعمال اے بحر ہر دم	کہ آیا ہوا وقت ٹلتا نہیں	"
	آئے دن سر پہ کھیلتی ہے اجل	میرا کس روز امتحان نہیں	"
	جان کا تن سے نکلنے کو نہیں جی چاہتا	کیا محل دلچسپ ہے کیا کہنا اس تعمیر کا	"
	عزیزو یار جلوس ۔ جنازہ تخت رواں	فقیر آئے تھے ہم مثل بادشاہ چلے	"
	بغیر منزل اول قیام ہو نہ سکا	جب آیا کوچ کا دن پھر مقام ہو نہ سکا	"
	گور میں گڑتے ہی ڈھے جاتا ہے زور انساں کا	یہ محل دیکھے تو کسرے کی بھی طاقت طاق ہو	"
	مزاروں میں نہیں ہے خانہ دنیا کی آرائش	مرے پہ فیصلہ ہے جیتے جی سارا بکھیڑا ہے	"
	قدم کسی کے نہ ٹھہرے جب آب و دانہ اٹھا	گہر ہے بطن صدف میں قیام ہو نہ سکا	"
	پھیلا نہ اتنے پاؤں بیاں سر بجیب ہو	آخر ہے ایک روز ہی جائے تنگ و خواب	بیاں
	جس دل کو فرش گل پر آرام تھا نہ اک دن	بستر پہ خار و خس کے کیونکر وہ سو سکے گا	"
	لے گئی موت مجھے سوئے عدم ہستی سے	بے طلب گھر میں خدا کے بھی تو مہماں نہ ہوا	برق
	مقدر میں جو ہے وہ ہوگا ضرور	لڑ آئی ہوئی موت ٹلتی نہیں	"
	ایک دن سب چھوڑ کے جانا ہے یاں سے اس لئے	خوش نہیں آتا ہے باقی عالم فانی مجھے	باقی
	دیکھ اے پیر اجل ہے نزدیک	ہوش رکھ دن ہے بہت کم باقی	"
	گو کم و بیش ہیں رتبہ میں غنی اور فقیر	پھر یہ اک روز برابر ہیں نہ گل دونوں	"
	حباب وار نہیں اعتبار اس تن کا	رہی یہ روح نکل جائے گی ہوا کیطرح	"
	تاخیر ہے کس واسطے نیکی کوئی کر لو	پیک اجل اک لحظہ توقف نہیں کرتا	پرتو
	اہل سرائے دہر مسافر ہیں سب کے سب	پیش اس جہاں سے کس کو سفر نہیں	"
	بعد مردن قبر پیسے گی ہمارے استخواں	گنبد مدفن بھی اک دن آسماں ہو جائیگا	تسلیم
	دھڑکا ہو کیا فشار لحد کا پس فنا	خوگر ازل سے ہوں ستم روزگار کا	"
	اے مرگ اب یہ سمجھے پہلے کسے خبر تھی	مزا جو کچھ نہیں ہے یہ بھی محال ہوگا	"
	خاک سب ڈالیں گے اے تسلیم اکدن بعد مرگ	دشمن جاں مجھ کو لطف دوستاں ہو جائیگا	"
	روح تنہا چل بسی وا ماندگی سے وائے بخت	تن غبار تو تن عمر گریزاں ہو گیا	"
	تن رہا گور میں باقی نہ رہا دل اپنا	لٹ گیا قافلہ آکر سر منزل اپنا	"
	غفلت پیہم سے کروٹ تک نہیں لیتے کبھی	خفتگاں قبر کو کس درجہ خوش آتا ہے خواب	"
	اب نہ گھبرا زندگی سے مرگ ہے ایدل قریب	آچکا اس بحر طوفاں خیز کا ساحل قریب	"
	جاتے ہیں سب ملک بقا دار فنا سے	ہر وقت جہاں ہوگا نیا سایہ نئی دھوپ	"
	سکھا گئی تھی ہمیں موت کونسی کروٹ	کہ حشر تک کبھی بدلی نہ دوسری کروٹ	"

ہم مسافر تھے عدم کے چل بسے سوئے عدم	غم ہے یاروں کو عبث روتے ہیں بے حاصل عزیز	تسلیم
دوستوں نے خاک میں مجھ کو ملایا بعد مرگ	مرمٹوں کی قبر پر روتی ہے کیوں بیکار شمع	〃
حباب آسا مٹے ہم آپ بن کر	امید مرگ میں جیتے کہاں تک	〃
ہوئی عمر آخر اجل آئی لینے	وہیں پھر چلے۔ تھے جہاں اول اول	〃
ملے گا نہ تکیہ میں جز فرش خاکی	سر بزم مسند بچھانے سے حاصل	〃
سلائینگے تابوت میں تجھ کو تسلیم	چھپر کھٹ میں آرام پانے سے حاصل	〃
تسلیم بعد مرگ یہ ثابت ہوا ہمیں	چل پھر کے آج آگئے گھر میں سفر سے ہم	〃
خالی ہے مثل پنجۂ مریم ہر ایک ہاتھ	کچھ لے چلے عدم کو نہ باغ جہاں سے ہم	〃
جز مشت خاک خاک نہ ہاتھ آئی بعد مرگ	مانند گرد باد اٹھے اس جہاں سے ہم	〃
بعد مردن خاک جی بہلے گا کنج گور میں	اپنا بیگانہ نہیں، ہمدم نہیں، محرم نہیں	〃
نہ پوچھو ماجرا آسودگان کنج مرقد کا	مسافر دور کے تھک کر پڑے ہیں پہلی منزل میں	〃
توڑتا ہے روز کلیاں گلشن ایجاد کی	ہائے گلچین قضا بھی باغباں سے کم نہیں	〃
جیتے جی سب ذلت وعزت تھی مرجانیکے بعد	لاش لپٹی ہے نہ کفن میں نہ پنہاں شال میں	〃
دم مرگ کیوں آنکھیں ہوتی ہیں بند	یہ پردہ کسی پر کھلا ہی نہیں	〃
نزع کے عالم میں مرنا ہوگا جینے سے عزیز	جو کہ سب کچھ ہے وہی اک روز ایدل کچھ نہیں	〃
نہیں ہے تفرقہ انداز غافل	کوئی دم اتفاق جسم وجاں ہے	〃
دم آخر عبث ہے اسقدر تدبیر صحت کی	کہیں اے چارہ گر وقت اجل درماں ہی کرتا ہے	〃
پہنا کفن لحد میں گڑے خاک ہوگئے	کس کس بلا میں بعد فنا مبتلا ہوئے	〃
مل گئے خاک میں بے گور وکفن بعد فنا	ساتھ لائے تھے نہ ہم لے چلے ساماں کوئی	〃
بعد مردن شامیانہ چادر گل کیا ضرور	مرمٹوں کی قبر کو کیا زیب وزینت چاہیئے	〃
مرتے ہیں کیوں بنائے عمارت پہ اہل زر	کس کا کنار گور میں کاشانہ ساتھ ہے	〃
دیکھا جہاں کو ہم نے نہ دیکھا جہان نے	آئے خبر کی طرح مثال نظر پھرے	〃
نسیم مرگ کے چلتے ہیں جھونکے باغ عالم میں	قیام اپنا برنگ نکہت برباد مشکل ہے	〃
کیا پوچھتے ہو دہر میں کیا کام کر آئے	خالی دہن گور تھا کچھ خاک بھر آئے	〃
عجب بلا تھی اسیری حیات کی صد شکر	کہ جان دیکے ہم اس خانۂ محن سے چھٹے	〃
قبر کی آرایش وزینت پس مردن عبث	مل گئے جب خاک میں پھر کیا کفن ہے خاک میں	〃
وہ چین ہے پس مردن کہ روز محشر تک	بشر مزار میں سوتا ہے ایک ہی کروٹ	〃
بیدرینی، بے بسی وقت اجل کی کیا کہوں	لے گئے وارث متاع ومال دیکھا کی ہوس	〃
تمام عمر میں اے گور آج سویا تھا	جگر میں درد ہوا ہے فشار سے پیدا	لعشق
موت ہے خارکنی کی تاک میں	جمع کیا اسباب راحت کیجئے	〃
ہم نے لی راہ عدم روکا کئے دام وقفس	ہوگئیں بیکار ساری کوششیں صیاد کی	〃
سفر دنیا سے کرنا کیا ہے تاباں	عدم ہستی سے راہ یک نفس ہے	تاباں
اجل تجمل الٹ دیگی ایکدن یہ بساط	رہینگے یار نہ ہمدم نہ مہرباں باقی	تجمل

موت

[illegible] اس مٹی میں اک روز سب [illegible]
[illegible] خاک سے بنتے ہیں یہ ہیں خاک سے [illegible]
[illegible] ہے بے خوف وخطر بھی
[illegible] ہے یہ سفر بھی
[illegible] جب کہ بدن چھوڑ دیا
[illegible] کسی دن آئے گی موت
[illegible] ایک دن آئے گی موت
[illegible] کھینچ لیجائیگی موت
[illegible] ایک دن آئے گی موت
[illegible] دیکھی ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت
[illegible] ہے کسی دن آئے گی موت

قراب

تنجمل

موت			
	جنون	سامنے اسکے ادب سے جائینگے وہ ہاتھ باندھ	جس کو مرنے پر ہمیشہ مستعد پائیگی موت
		اجل نے پست کر ڈالا زمیں نے اسکو دے مارا	اٹھایا سر بہت جس نے بنائی اونچی تعمیریں
		دنیا میں سدا رہنے کو آیا نہیں کوئی	لاحق ہے اجل سب کو نبی ہو کہ ولی ہو
		پیام مرگ سے ہوتی ہے گمگیں روح کس عالم	ملے گا خاک میں وہ جو ہوا ہے خاک سے پیدا
		جیتے رہوگے کتنک اکدن مروگے بے شک	موت آوے گی بیکایک یہ امر ہے یقینی
		تمام عمر عبث پرورش ہے اسکی تراب	جو بعد مرگ کے دو روز میں سڑے گلے
		بے نصیبی سے کوئی جیب تو کیا	مرگیا رنجش و محن سے گیا
		جو خدا کی یاد میں مشغول ہوگا وقت مرگ	وہ تو ہے مشتاق اسکا اسکو جو بھائیگی موت
		موت سے غافل نہ ہو الموت جسر یوصل	جانب معشوق جھٹ عاشق کو پہنچائیگی موت
		موت اندھیری رات ہے اور ہادم اللذات ہے	سب مزے اڑجائیں گے تشریف جب لائیگی موت
		فوج گھونگٹ کھاکے سب کوئی نہ کام آئیگا تب	ننگی شمشیر اپنی جب بجلی سی چمکائیگی موت
		جو موا ہے جیتے ہی جی اپنی ہستی سے تراب	اس موے کو کون مارے اسکو کیا کھائیگی موت
		مکہ میں بیٹھو چاہے مدینہ میں حاجیو	مرکے وہیں گڑوگے جہاں کا خمیر ہے
		عبث کرتے ہو اے اہل دول طول امل اتنا	اجل پیچھے پڑی ہے دفعتہً اک روز مرنا ہے
		منکر نکیر آئے چڑھے چھاتی پہ لے گرز	ہتیار کام آئے نہ کوئی لشکر جنگی
		مرجانے کا خوف ہر گھڑی ہے	موت آنکھوں کے سامنے کھڑی ہے
		چند روز آکے جو دنیا میں ہوے تجھے یک جا	بعد مرگ ایسے پریشان ہوئے پھر نہ ملے
		یاد آتی ہے موت ان کو بھی کم	بیٹھے ہیں جو گور کے کنارے
		کچھ شک نہیں ہے اسمیں یہ سب پر ثبوت ہے	سب کو اجل ہے ایک وہی لایموت ہے
		گٹھری دولت کی رکھی جس نے بڑی ہے سر پر	کچھ خبر اس کو نہیں موت کھڑی ہے سر پر
		آتے نہ اس جہاں میں پئے بود و باش ہم	لائی اجل نے باتوں میں ہم کو لگا کے ساتھ
		لحد میں چین پائے ہم متاع زندگی کھوکر	ملا بھی تو ملا آرام دل آزار جاں ہوکر
		دنیا سے ہاتھ اٹھا کے وہیں چل کھڑے ہوے	آیا خط طلب جو رسول قضا کے ساتھ
		مرنے کے بعد پھول ہوں کیا الٹی رسم ہے	آئی بہار جب ہمیں لیکر خزاں چلی
		ایک دن وہ تھا بنایا تھا ہمیں	اب مٹانے کا زمانہ آگیا
		خضر کو بھی ایک دن تو موت ہے	گو زمانہ میں جئے لاکھوں برس
		مدد اے ساکنان ملک عدم	اک مسافر ہوں تازہ وارد ہوں
		جسم خاکی میں کوئی روح نہیں ٹھیرے گی	گھر جو آباد ہے اک روز وہ ویراں ہوگا
		آنکھ جب بند ہوئی راحت و عشرت کیسی	طرفۃ العین میں ہے عیش کا ساماں تاراج
		لازم نہیں کہ موت سے غافل ہوں اہل خاک	تیغ کشیدہ چرخ پہ ہے کہکشاں نہیں
		مرگ سے چارہ نہیں ہرگز گدا و شاہ کو	روک سکتا کون ہے اس آفت جانکاہ کو
		ملک عدم کو قافلہ راہی ہے پیش و پس	منزل پہ کوئی راہ پہ کوئی روانہ ہے
		ساتھ جن کے جلوس شاہی تھا	انکی قبروں کے بھی نشاں نہ رہے

مقیم گوشۂ تربت ہوئے پیرو جواں کتنے	گرے اس چاہ میں مانند یوسف کارواں کتنے	جرار	
ہوی سیری نہ کچھ ابتک زمیں کا پیٹ خالی ہے	دہانِ گور کے لقمہ ہوے پیرو جواں کتنے	"	
زرد پوشوں کو باندھا موت کی چادر میں گردوں نے	زمیں میں رہ گئے دبکر تہمتن پہلواں کتنے	"	
لحد میں رہرو ملک فنا آخر کو پہنچیں گے	مسافت اک نہ اکدن قطع ہوجائیگی منزل کی	"	
منزل ہستی کے غم جاکر عدم میں مٹ گئے	رنج بھولا ملکے یارانِ وطن سے راہ کا	"	
دل میں طاقت ہے نہ تن میں زور نے آنکھوں میں نور	چھٹ گئے افسوس یاران جوانی وقت نزع	"	
یا الٰہی موت بھی آئے تو ایسے وقت میں	ہو زباں پر نام تیرا دل میں تیری یاد بھی	جوہر	
سفر آخر جو واجب ہے سرائے دارفانی سے	تو کچھ ہمراہ اپنے توشۂ راہ عدم لے لو	جوش	
پائنتی بیٹھے جنازہ کے اٹھانے والے	موت ہردم نظر آتی ہے سرھانے ہم کو	"	
کھلایہ وقت مردن جوش دم بھر کو حباب آسا	ہم آکر بحر ہستی میں اگر ٹھیرے تو کیا ٹھیرے	"	
خاک میں مل گئے افسوس ہزاروں گلرو	کیوں نہ اس گلشن ہستی سے مرا دل اٹھے	"	
کنج لحد میں آج ہیں تنہائیاں نصیب	وہ یار وہ رفیق نہ وہ ہمنشیں رہے	"	
نابلد راہ سے ہوں بارگنہ ہے سر پر	دیکھئے ہوتی ہے طے گور کی منزل کیونکر	"	
لپٹے نہ قبر کھول کے آغوش کس طرح	مدت کے بعد آئے وطن میں سفر سے ہم	"	
جب لٹائے ہیں گور میں ہمدم	موت کہتی ہے اپنے گھر کو دیکھ	"	
مرنے کے بعد چین سے سوے لحد میں ہم	جب تک کہ زندگی رہی اندوہگیں رہے	"	
اجل نے دکھائی ہے منزل کی شب	رہے زندگی بھر مسافت کے دن	جوہری	
سفر ہے پیش یہ تشویش ہے کہ ساتھ اپنے	کوئی رفیق نہ زاد سفر کو دیکھتے ہیں	"	
اس قضا کے ہاتھ سے ہے کب کسی کو جاں بچا	پیر ہو یا طفل کہ چک ہو یا جواں کوئی	"	
کہاں گئے جو دم زیست یار تھے دمساز	مزار میں نہ کوئی غمگسار ساتھ آئے	"	
دم آخر نہ کیونکر روح پر ہو نزع کی کربت	وطن کو چھوٹنے کا رنج ہوتا ہے سفر ہوتے	"	
راحت سے روح تن میں ہے تن پیرہن میں ہے	انجام پوچھئے تو فراغت کفن میں ہے	"	
نکل جائیگا مرغ ہستی قفس سے	بگڑ جائے گی نقش فانی کی صورت	جویا	
صورت اجل کو دیکھ کے آنکھیں سی کھل گئیں	اس خواب نے تو سوتے کو بیدار کردیا	جلیل	
دم جو نکلا خاکۂ تن پھر کہاں	خاک میں سارا گھروندا مل گیا	"	
مرکر تمام سر سے ٹلیں آفتیں جلیل	ہم جان دیکے سب سے سبکدوش ہوگئے	"	
موت کی یاد نے بیخود ہمیں کر رکھا ہے	گھر کو چھوڑے ہوے بیٹھے ہیں سفر سے پہلے	"	
غم اجل کا دمبدم درپیش ہے	اور یہ لطف شادمانی چند روز	جلالی	
ہر اک کو جہاں سے گزرنا ہے اکدن	شہنشاہ ہے یا گدا بے نوا ہے	حامد	
آدمی مٹی میں ملکر پھر کبھی اٹھتا نہیں	جیسے ہووے سبز گر کر خشک دانہ خاک میں	حیرت	
بعد مرنے کے برابر ہیں سبھی شاہ و گدا	ڈھیر اک مٹی کا ہے گور غریباں دیکھ لو	"	
تسلیم اس کو کہتے ہیں سر کو جھکائیے	ہے کون جو کہ لڑ سکے تیر قضا کے ساتھ	"	
گرچہ کی کوشش ولے کچھ مرگ نے مہلت نہ دی	بنتے بنتے گھر کی یاں تعمیر آدھی رہ گئی	"	

معمہ

ایک دن ہے اس جہاں کو چھوڑنا — حیرت
اک شے ہے انس و وفا کو توڑنا
ایک دن یہ مرغ جاں اڑ جائے گا
ہاتھ مل مل کر بڑا پچھتائے گا
زیب کی جگہ ہے ہم کو اس جہاں کے رہنے والے ہیں
وہاں جانے میں موت سے کوئی بشر نہیں
آرگاہ اپنی موت سے کل کی خبر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں
دیدۂ بیدار جو کچھ دیکھ لیگا وہ خواب دیکھے ہے
فرشتۂ اجل سے نہیں دم جہاں نہیں — حال
ابھی لینے پائے نہیں ہوا جاتا ہے
اجل کا تقاضا ہوا چاہتا ہے — فال
اجل سے کیونکر کوئی چھوٹ جائیگا
اجل جب آئیگی تیری تو چھوٹ جائیگا
یقین ہے کہ ہر ذی حیات کو موت ہے
زندہ بھی آخر مٹی میں ملیگا
تو رو رہا ہے کس لئے عورت و فرزند
جو تیرے واسطے رو رہے ہیں وہ بھی ہیں
نہ ہے اجل کے ہوا کوئی یار سکتا ہے — خوشدل
قضا نے سب کو جہاں پر آخر سلایا ہے
قضا نے

موت

	قضا نے دیکھئے کیا اپنے پنجہ میں دبایا ہے	تہمتن کو پشیں کو زال کو سام و نریماں کو	خوشدل
	عالم ہو قدیم خواہ حادث	جس دم نہیں ہم جہاں نہیں ہے	ذرد
	ہوش و حواس تاب و تواں داغ جا چکے	اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا	داغ
	اجل کے ہاتھ سے اے داغ بچنے کا نہیں کوئی	نہ چھوڑا دوست کو اس نے نہ یہ چھوڑیگی دشمن کو	"
	گر زندگی خضر و مسیحا ہوئی تو کیا	ہے موت سب کے ساتھ مقرر لگی ہوئی	"
	موت زندہ چھوڑنے والی نہیں	اس بلا سے کوئی گھر خالی نہیں	"
	تو نے آرام کچھ دیا اے مرگ	زندگی کیا رہی وبال رہا	"
	لیکے آغوش میں کس ناز سے تربت بولی	آخرش بھٹکے مسافر کو وطن یاد آیا	دلاور
	ملا ہے گنج لحد میں کچھ اسقدر آرام	کہ چھوڑ چھوڑ کے آتے ہیں شہ نشینوں کو	دل
	سلا رہی ہے حسینوں کو موت مٹی میں	چھپا رہی ہے یہ جنگل میں کن دفینوں کو	"
	پڑا ہے سر پہ غضب بوجھ سیکڑوں من کا	عجب اٹھانے پڑے ناز نازنینوں کو	"
	سفر ہے دور کا اور خو میں انکی ہے آرام	اٹھاؤ کاندھے پہ ان پالکی نشینوں کو	"
	موت نے کر دیا ناچار و گرنہ انساں	ہے وہ خود بیں کہ خدا کا نہیں قائل ہوتا	ذوق
	کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے	خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے	"
	گر مرض ہو دوا کرے کوئی	موت کے آگے کیا کرے کوئی	ذاکر
	نہ ہوتا موت کا گر خوف دل میں اسکے اے ذاکر	بھلا دنیا میں چلتا دیکھئے یہ خود بیں بشر کس سے	"
	اس بحر عمیق سے گزرنا ہوگا	ہاں موت کے گھاٹ ہی اترنا ہوگا	"
	دست اجل سے اور بھی نالاں ہزار ہیں	ٹوٹا نہیں ہے دم کا مرے کارواں فقط	"
	کنج تربت میں تو کچھ چین ملے گا اے مرگ	پانوں پھیلا کے وہاں سوئینگے آرام سے ہم	"
	ہے کون موت کا انسان کی روکنے والا	کسی کے حکم کی امیدوار رہتی ہے	رشک
	بہت آکے یاں ہفت کشور کے سلطاں	گئے ہاتھ خالی سکندر کے مانند	زکی
	فرش گل پر بھی ناز تھا جن کو	خاک کے نیچے ہیں نہاں افسوس	"
	اجل نے نہ دی انکو دم بھر کی مہلت	تجھے رستم جہاں پہلواں کیسے کیسے	"
	چلے جاتے ہیں رات دن قافلے	زمیں کے تلے اک جہاں اور ہے	سحر
	ہائے مرجانا ہائے مرجانا	عیب کے ساتھ سب ہنر بھی گئے	"
	لڑکوں کا ہے گھروندا سحر اپنا جسم خاکی	مجھ کو بگاڑنے کو اے مہرباں بنایا	"
	کسی کا ساتھ نہ دے گا کوئی دم آخر	نہ ہوگی گور کی منزل میں ہمسفر کی تلاش	"
	ہوتی ہے سجاد ہر شئے اصل کی جانب رجوع	خاک میں کیونکر نہ ملجاتا کہ آخر خاک تھا	سجاد
	جہاں میں زندہ رہنے کی تمنا کیا کریں سید	جئے لاکھوں برس پھر بھی تو اک دن مرنے والے ہیں	سید
	موت کا غم جسے ہر وقت لگا رہتا ہے	آشنا وہ نہ خوشی سے کبھی اصلا ہوگا	"
	باغ ارم بنایا تھا شداد عاد نے	بے سیر حکم آگیا کوس رحیل کا	"
	گئے جہان سے کیا کیا ستیزہ جو تہ خاک	کہ گل جب آیا تو بجروح بے شمار آیا	سودا
	چشم ہوس اٹھائی تماشے سے جوں حباب	نادیدنی کا دید بس اک دم بہت ہے یاں	

نہیں ہے بعد مردن کوئی اپنا پوچھنے والا	سرھانے شمع روشن ہے فقط پروانہ آتا ہے	سفیر
دلا پیک اجل ہے درپئے جاں	تجھے سامانِ عشرت کی پڑی ہے	سعید
جیتے جی سب کچھ ہے مرنے پر نہیں کچھ اختیار	موت بھی کیا شئے ہے جس سے ہر بشر مجبور ہے	سخن
زیست ہر ایک کی ہر دم یہ خبر دیتی ہے	بے خبر دیکھ ترا وقت بھی اب آ پہنچا	"
حشر تک چین سے سوئینگے یہاں اے سرور	مثل مادر ہمیں مرقد نے ہم آغوش کیا	سرور
جب آئے گی قضا نہ کوئی کام آئے گا	دنیا کدھر رہی یہ زمانہ کہاں رہا	"
مادر کی طرح بہو میں مرقد نے لیا ہے	اب حشر تک آرام سے آرام کرینگے	"
اٹھو پکارتی ہے خاقلو اجل سر پر	بڑھو یہاں سے بڑھو دل یونہی ٹھکے چلو	سراج
ہے بیتابیٔ نزع پر کیوں یہ حیرت	اجل سب کو یونہی لٹاتی رہے گی	"
اجل سلادیگی سب کو آخر کسی بہانے تھپک تھپک کر	نہ ہم رہینگے نہ تم رہوگے نہ شاد یہ داستاں رہینگے	شاد
قضا نے لوٹ لیا رہروان ہستی کو	کسی غریب مسافر کی کب سنی فریاد	"
روح چھپتی ہے جو آتا ہے عدم کا نذکور	موت کہتی ہے مقرر تجھے جانا ہوگا	"
اجل کا جام جو پینا ہے پی لو تشنہ لبو	محیط دھر میں آب بقا کا کیا نذکور	"
وہی آزاد ہوتے ہیں زمانہ کی کشاکش سے	جو اس زندانِ ہستی سے فنا ہوکر نکلتے ہیں	"
جسم کا ساتھ چھٹا آپ سے باہر ہم ہیں	اب تو اپنے لئے اک غیر سے بدتر ہم ہیں	"
دشت امید کی جانب جو بڑھاتا ہوں قدم	موت آہستہ یہ کہتی ہے کہ سر پر ہم ہیں	"
پس مردن کھلا احوال سب دھوکا ہی دھوکا تھا	خیالِ ہستی ناچیز اک خواب پریشاں تھا	رشید
لگا ہے آنا جانا جائینگے آخر شفق اک دن	رہا ہے کوئی دنیا میں کہ ہم رہنے کو آئے ہیں	شفق
ہوگا ہر جن و بشر لقمہ مقرر اک روز	یہ صدا آتی ہے اے غافل دہان گور سے	شرم
قبر میں اور بڑھی حسرت دنیا افسوس	ہم سمجھتے تھے کہ چھٹ جائینگے مرجانے سے	صابر
سحر ہوتے ہی کھلجاتی ہیں آنکھیں خواب غفلت سے	دکھائی دیتی ہے اک اور دنیا مرنے والے کو	صبر
خاکی طلسم آج ہر آفت سے پاک ہے	جس خاک سے بنا تھا وہی مشت خاک ہے	طالب
کل ہمارا غم کریں گے طاہرا بنائے جہاں	آج ہم روتے ہیں یاران عدم کے واسطے	طاہر
یہ دم نزع گنہ ہوں کے نہیں پشتارے	کوچ کا وقت ہے اسباب بندھا رکھا ہے	"
یہ جسم روح کو تھا ناگوار پھینک دیا	لباس عاریت انجام کار پھینک دیا	"
آئی ہے سر پر اجل عیش چمن اب کہاں	دیکھ لیں طاؤس کا مرغ تہ دام رقص	"
ہو اگر رستم دستاں بھی کوئی اے طاہر	نہیں ممکن کہ رہے تیغ قضا سے محفوظ	"
ٹھیری نہ روح جسم میں پیری کو دیکھکر	طالع ہوی سحر تو مسافر روانہ تھا	"
دفن ہوتا ہے پس مرگ بدن مٹی کا	کبھی مٹی میں ملے گا یہ بدن مٹی کا	"
نہ ملی کاہش دنیا سے بجز قبر نجات	پانوں پھیلا کے نہ سوئے نہ ملا گھر اچھا	"
تھا زندگی میں موت کا غم جان کو عذاب	اب قبر میں ہے حشر کا کھٹکا لگا ہوا	"
گر عمر نوح بھی ہو میسر ہمیں تو کیا	آخر کو ہم ہیں اور وہی کنج مزار ہے	ظفر
آدمی خاک کے بل کہ اجل کے آگے	اے ظفر اسکا مکل جاہے[1] اک آنمیں بل	"

[1] جاتا ہے ۱۲

موجودگی ہے ساتھ عدم جب کہ ازل سے	پھر چاہیئے تم اہلِ فنا یاد کرد مرگ	عاشق
میں بلا بھی اجل نہیں سکتا	وقت آیا تو ٹل نہیں سکتا	"
ہر چیز کا ہے رزق معین جہان میں	ہوتا ہے ایک دن تن انساں غذائے گور	"
موت اگر آئے تو ہوں قید بدن سے آزاد	دیکھیں کس روز فقیروں کی طلب ہوتی ہے	"
دل ہوا خوش جسم جب پہنچا کنارے گور کے	اہلِ کشتی ہوتے ہیں مسرور ساحل دیکھکر	"
ٹھیرا نہ باغِ دہر میں کھٹکے سے موت کے	ہر موے جسم صورت بال طیور تھا	"
ہشیار ہو مسکن ہے ترا ایک دن اس جا	ہر شخص کی یہ قبر کی دیتی ہے صدا خاک	"
محتاج وقت مرگ غنی ہیں جہان میں	خلعت جو بخشتے تھے وہ سائل کفن کے ہیں	"
عمر بھر میں پہنچے ہیں یارب کنارے گور کے	دور ہے جانا ابھی تک پہلی منزل میں ہے	"
وہ کون ہے جو مرگ سے ناآشنا ہوا	اللہ کے سوا تو سبھی کچھ فنا ہوا	"
جز کفن اور نہ احباب کریں کچھ تکلیف	اس سفر کے لئے کیا چاہیئے ساماں بہت	"
بیکسی ساتھ فقط جاتی ہے وقت آخر	ورنہ اعضاے بدن ملکے دغا دیتے ہیں	"
انساں کی کیسی دشمن جانی ہے یہ اجل	عاجز ہوے ہیں طفل سے پیر و جوان تلک	"
ترک راحت کر کہ رنج انجام ہے	زندگانی موت کا پیغام ہے	عرش
تاسف تا کجا اے دل یہ ایکے کارخانے ہیں	کوئی دنیا میں آتا ہے کوئی دنیا سے جاتا ہے	عالم
عمر جب آخر ہوئی کیا کارگر ہووے دوا	ہے مثل جلتا نہیں دنیا میں بے روغن چراغ	"
ملک عدم کا حال کسی نے نہ کچھ کہا	آیا نہ پھر وہاں سے جو بہر خبر گیا	"
صد شکر بعد مرگ یہ برآئی آرزو	دنیا کے رنج و غم سے خدا نے چھڑا دیا	"
سچ تو ہے یہ زندگی تک ساتھ ہیں یار و عزیز	بعد مردن کس کو ہے گور غریباں سے غرض	"
در پیش سب کو ہے رہِ منزل گہ عدم	پا در رکاب چلنے پر اپنے وطن کے ہیں	عاقل
نہ کھا ہیبت وہی اس خاک کے پردے میں پنہاں ہیں	کہ جن کی ہم نشینی کا تجھے ارمان رہتا تھا	عزیز
بحر ہستی سے جو ہم تیغ کے گھاٹ اترے ہیں	تو لبِ گور نظر میں لبِ ساحل آیا	"
اترا جنازہ دوش سے نزدیک قبر کے	پیدل ہوا سوار پہنچکر وطن کے پاس	"
ہو کا میدان ہے اور گوشۂ تنہائی ہے	قبر میں چھوڑ چلے دوستو تنہا کس پر	علی احمد
شعر خوانی خوش کلامی پھر کہاں جب آئی موت	خشک ہونگے لب زباں سوکھے گی تن رہ جائیگا	"
حکم خدا کے سامنے کیا کوئی کر سکے	لقمان دنگ ہو گئے حکمت نہیں رہی	"
ہر دم ہے موت سر پر غفلت نہیں ہے بہتر	بیدار ہو کہ غافل تربت بلا رہی ہے	"
یہ سفر آنے کا دنیا میں نہ دشوار ہوا	کوچ کا وقت کٹھن تھا مجھے معلوم نہ تھا	"
رہا گر کوئی تا قیامت سلامت	پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت	غالب
ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام	ایک مرگ ناگہانی اور ہے	"
موت کا ایک دن مقرر ہے	نیند کیوں رات بھر نہیں آتی	"
مٹی میں ایک روز جو ملنا ضرور ہے	جھکتا ہے سمت خاک ہی جو سرکہ خم ہوا	غافل
دی مرگ نے جو صدائے بے شک	میں قید غم جہاں سے چھوٹا	فدا

موت

دنیا کہ جسکے زعم میں بھولا ہوا تھا میں — غافل دم اجل وہ رفیقہ کدھر گئی — فدا
خیال اجل دائما چاہیئے — ہر انساں کو خوف خدا چاہیئے — "
چونکانہ خواب مرگ سے اکدن بھی گور میں — سو بار زلزلے مرے شانے ہلا گیا — "
اب ہاتھ کیوں اٹھاتے ہو تم سوئے آسماں — بالیں پہ موت آگئی وقت دعا گیا — "
کیا چین سے نیند آئیگی منعم کو نہ خاک — سنتا ہوں اسے بالش و بستر نہیں ملتا — "
بعد مردن پوچھتے ہیں گور میں منکر نکیر — کیا یہاں لایا وہاں کیا ساز و ساماں رہ گیا — "
مرنے کا جسکو سوچ ہے نادان محض ہے — دنیا میں ہر وجود کو موجود ہے عدم — "
کوئی نہ ٹھیرا وقت جب آیا — چلدئے آخر جانے والے — فانی
فائدہ کیا گر میسر بھی ہوا آب حیات — موت کے آگے نہیں چلتا کسی کا چارہ ہی — فیض
شہنشاہ ہو یا کہ گدا ہو کوئی — تہ خاک ہیں سب یہ جانے کے لوگ — "
رتبہ بلند پست ہوا جب فنا ہوا — سنگ سر مزار مرا سنگ پا ہوا — "
زیست کو مرگ سمجھتے ہیں ہم — پیرہن ہے سو کفن ہے اپنا — "
اللہ اس یقیں پہ تو یہ ہے بشر کا حال — غفلت بڑھے کچھ اور جو بیم قضا نہ ہو — فصاحت
نہیں ٹلتی مقرر ہے جو ساعت موت آنے کی — جگر اسمیں نہیں دم مارنے کی لب ہلانے کی — فصیح
اے موت کچھ بتا کہ یہ کیا انقلاب ہے — پوشاک بھی بدل گئی گھر بھی بدل گیا — فروغ
مرنے والو یہ ادا خوب نہیں وقت سفر — پھیر نا آنکھ کا سب سے دم مردن کہنا — "
کیوں نہ تڑپے فراق جسم میں روح — چھٹ گیا ساتھ زندگی بھر کا — "
کیوں ہے اے موت تری گرمی بازار یہ کیا — جان دیدے کے ہیں سب تیرے خریدار یہ کیا — "
قبر تک دوست بھی پہنچا کے چلے جاتے ہیں — پہلی منزل ہی میں سب راہ سے کٹ جاتے ہیں — "
اے دل نافہم آخر تا کجا ہستی تری — مرت جب آئیگی سب نشہ ہرن ہو جائے گا — فوق
اے موت تری یاد نے سب کچھ بھلا دیا — اک نقش بیخودی تھا اسے بھی مٹا دیا — "
وہ لوگ جو کہ تیری ترازو پہ تل گئے — اے موت سوئے ملک عدم کل کے کل گئے — "
یہ راہ وہ ہے جس سے گزرتا ہے ہر کوئی — خاموش کچھ چلے گئے کچھ کر کے چل گئے — "
کیا کیا کتاب زیست میں نقش و نگار تھے — ابر سیاہ مرگ سے سب حرف دھل گئے — "
چین سے گزری نہ دم بھر بھی سرائے دہر میں — گور میں جاکر ملی آسایش منزل ہمیں — فراق
تعویذ لحد پایا جب دہر سے چین آیا — تعویذ یہ لکھوایا اس خواب پریشاں کا — قدر
جو شمع شبستاں ہے چراغ سحری ہے — ہے کون جو خورشید لب بام نہیں ہے — "
اچھے جو تھے اٹھے وہ ہم سے جو تھے رہے وہ — پہلے ہوئے روانہ جو میر کارواں تھے — "
ملک عدم کو جائینگے گھر بھی وہیں بنائینگے — اب نہ پلٹ کے آئے گی ٹھوکریں عمر کھا چلی — "
موت کی لگ گئی نظر جب تو مریض چشم پر — نقش ہوئے نہ کارگر اور نہ اک دعا چلی — "
جو عدم میں تھے ہوئے خلق وہ جو وجود میں تھے وہ چل بسے — جو رہا تھے ہو گئے قید وہ جو اسیر تھے وہ رہا ہوئے — "
جسم خاکی میں مری روح یہی کہتی ہے — زندہ درگور ہوئے خلق میں آنیوالے — "
تعلقات جہاں سے چھٹے ہیں مرقد میں — سفر تمام ہوا آج اپنے گھر آئے — "

موت

لحد میں رکھ کے بولی موت مجھ سے — یہی ہے راہ اس دولت سرا کی
مزار میں ہیں نہ سینہ ہے نہ پہلو — کہاں کی پیچ گئی کہاں میں شکن ہے
مرے کو مرتے مرتے کوئی نہیں بچا ہے — آخر کو مرنے والے آزار رفتنی ہے
ہوتا ہے تمام قیدی ہی ہتھکڑی ہے — بدن سے روح جب نکلی ہے
پھر میں رکھا مجھے میں ہی ہتھکڑی ہے — لحد میں رکھا مجھے میں ہی ہتھکڑی ہے
جب کی موت آنی ہے قیدی ہی رہتا ہے — جیتے جاگتے ہیں قید خانہ میں
قید خانہ میں کیا ہے جیتے جاگتے ہیں — جس طرح سے وقت سے پہلے
نزع کے وقت سے پہلے
نہ ہوا تھا
کیوں لاش پہ پہلی روئے ہیں سب
کیوں مفت میں اس کھوٹے میں
چونکوں گا نہ خواب مرگ سے
ہے شور عبث فریاد عبث
کیوں

موت		کیوں جمع کروں وقت ہے ہر وقت اجل کا	قدر
		ہائے یہ موت نے ویران کیا کس کس کو	"
		ہر بہانے موت ہے ہر حیلہ رزق	"
		سرگشتگی ہے روح سے اس مشت خاک کو	"
		نہ وہ ساقی نہ وہ مطرب نہ وہ احباب اپنے	"
		پاؤں پھیلائے ہم نے مرقد میں	"
		اب تو عہد زندگی ہے ملتے ہیں سب اقربا	"
		اک پاؤں ہے رکاب میں اک ہاتھ باگ پر	"
		جا رہے گور میں نفرت یہ ہوی عالم سے	"
		روز کہتے ہیں چلیں گے عدم آباد کو قدرؔ	"
		لحد میں پاؤں پھیلا کر نہ کیونکر چین سے سوئیں	"
		قبر وہ ظلمتکدہ ہے جس جگہ	کمال
		چین سے خاک رہیں ہم کہ جہانمیں ہمکو	مصحفی
		تجھ سے ناچار ہیں اے موت وگرنہ ہم تو	"
		مصحفی آئے تھے ہستی میں عدم سے جو یار	"
		گور میں جب سے گڑے آزار تب کوئی نہیں	"
		جہاں سے ایک دن آخر تو جانا ہے خردمندو	"
		تن سے جو روح نکلی پھر خرخشہ نہیں کچھ	"
		عجب ان خفتگان خاک کی ہے نیند بے کھٹکے	"
		جو بندہ کہ اک چند فراموش زمیں ہے	"
		خفتگان خاک کی مجھ کو فراغت پر ہے رشک	"
		اب جاتے ہیں اس جہاں سے تم میں	"
		جو قلزم فنا کا مسافر ہوا اُسے	"
		پھر وہی موت کا ہے ہر دم خوف	"
		اس مرگ کو کب نہیں ہے سمجھا	"
		جسم نے روح رواں سے یہ کہا تربت میں	"
		اے جان نکل کر مصحفی کا	"
		بعد مرنے کے ہوئی تن کی حقیقت معلوم	"
		جب کیا ترک مال و کشور سب	"
		قضا سیدھا بنا دیتی ہے کیسے کیسے بانکوں کو	میکش
		سرائے دہر میں کیا چین پائیں	"
		یہ خوب دیکھا ہے ہم نے قضا جب آتی ہے	"
		پڑتے ہی رہتے ہیں صیاد اجل کے پھندے	"
		توشہ بھی ہو کل کا تو بھروسا نہیں کل کا	قدر
		کوہ فرہاد نے مجنوں نے بیاباں چھوڑا	"
		مر گئے فرقت کا حیلہ ہو گیا	"
		قائم کبھی رہا نہ بگولا کسی طرح	"
		دیکھتے دیکھتے برہم ہوئی صحبت کیسی	"
		چلتے چلتے تھکے سفر ہی تو ہے	"
		پھینکدیں گے ایکدن سب یار ملکر خاک میں	"
		یوں منتظر کھڑا ہوں میں کوس رحیل کا	"
		ایسا گھر ڈھونڈ لیا جس میں کوئی در نہ ہوا	"
		کوئی تاریخ کوئی روز مقرر نہ ہوا	"
		تھکے ماندے مسافر چین سے پہنچے ہیں منزل پر	"
		بجھکے شمع زندگانی جائے گی	کمال
		غم رہا تا نفس باز پسیں جانے کا	مصحفی
		قصد کرتے نہ کبھی زیر زمیں جانے کا	"
		پھر ارادہ کئے بیٹھے ہیں وہیں جانے کا	"
		ہاتھ آئی ہے عجب دار الشفا بیمار کو	"
		دل اپنا زندگی سے پہلے ہی بیزار کر بیٹھو	"
		خواب جہاں کی ہم کو تعبیر یہ ملی ہے	"
		بڑے آرام سے سوتے ہیں چوکی ہے نہ پہرا ہے	"
		اک دم میں جو دیکھو تو ہم آغوش زمیں ہے	"
		سوتے ہیں کیا چین سے یہ پاؤں پھیلائے ہوئے	"
		اے اہل جہاں بہت رہے ہم	"
		باد مراد و موج و خطر دونوں ایک ہیں	"
		آدمی گر جئے ہزار برس	"
		ہر دم دم واپسیں میں سمجھا	"
		اب مجھے چھوڑ کے تنہا تو کہاں جاتی ہے	"
		اسباب لدا ہوا کھڑا ہے	"
		عبث اس خانۂ ویراں کی میں تعمیر میں تھا	"
		تب فراغت ہوی سکندر کو	"
		کہ جب دم تن سے نکلا ہو گیا خود تنکے تن سیدھا	میکش
		ہمیشہ کھیلتی سر پر قضا ہے	"
		دعا نہ چلتی نہ ہوتا ہے کارگر تعویذ	"
		آٹھ دس پھانس لئے چھوڑ دئے گھر دو چار	"

موت
ہستی سے بیگانہ ہے یہ بیگانہ ہے یہ رنج و غم نہ ہوں گے
کیوں اس قفس تن سے آزاد ہو کر چھوٹ کر گلی اس کے دانے پانی کے
اس وقت ہمیں بتائیے کیا ہوں گے
کون بازی لے گیا کہاں تیرو کماں چھوڑ کے
چلدیا راستہ کہاں کا ہے
ہر بشر کو موت کا ہے خطرہ جانے
کہاں اور کب خطرہ جانے
ہیں قبر میں کتنے احباب سوئے
عدم کی مملکت نہیں کچھ آنے کا
نوشت و مال و حکومت نہیں کچھ آنے کا
شیر کی طرح جھپٹ کر جو قضا آتی ہے
کیا جانے ہستی کے تعبیر کا ہے خواب
خوش ہوتے ہیں کہ پیک اجل آتا ہے
مانند حباب زیست اک دم کا ہے
کیوں بجز مرگ ملتے ہیں
خود بخود بعد مرگ
باد میں اور خاک میں خاک
کیوں

کیوں خوف جاں ہے حق کی حمایت میں یہ عبث	کیا وقت موت کا کبھی ٹالے سے ٹل گیا	محب	
ہو چکی سب کوچ کی تیاریاں	اک کفن باقی تھا وہ بھی سل گیا	"	
اجل سے بھاگ کے جائیں کہاں یہ اہل زمن	نیا ہے گنبد گردوں مزار کی صورت	"	
اس دار فنا میں تمھیں جو کرنا ہے کر لو	کیا جانئے دنیا سے سفر کل ہو کہ یا آج	"	
چھڑایا موت نے اس زندگی کے سب بکھیڑوں سے	خدا کا شکر ہے ہم آج الجھن سے نکلتے ہیں	"	
کٹ گئے سب محب کٹھن رستے	آخری منزل سفر پہونچی	"	
بے قضا کوئی کچھ نہیں کرتا	کوئی جلاد ہو کہ یا سفاک	"	
بے منفعت ہے زیست تو مرنا ہے کیا مضر	اس کا قلق نہیں ہے تو اس کا سرور کیا	منیر	
موت نے چھین لی ہے اپنی امانت آخر	عمر بھر جان چرایا کئے مرنے والے	"	
یہ یاد رکھ اجل سے کبھی مخلصی نہیں	کر خوف یا نہ کر یہ تجھے بخشتی نہیں	مہر	
کرتی نہیں کسی کا مگر موت انتظار	پورا ہو کام یا نہ ہو سب اسکے ہیں شکار	"	
جھوٹا تمام زیست کا یہ ساز و برگ ہے	دنیا میں کوئی چیز ہے برحق تو مرگ ہے	"	
کون کون آکے بجاتا نہیں کوس رحلت	رہے کس کس کے یہاں طبل و علم دیکھو تو	"	
لب گور خدیو ہفت کشور پر یہ مصرع ہے	جہاں سے ہم گئے تھے پھر وہاں ہر پھر کے آ ٹھہرے	"	
تا زندگی ہمیشہ رہے موت کا خیال	تکیہ میں اپنے ساتھ بس اپنا کفن رہے	"	
قضا روکے رکی ہے پاسبانوں سے بھی نادانو	وزیر و شاہ کیوں محلوں کے اندر چھپتے پھرتے ہیں	"	
برحق ہے مہر موت جہان خراب میں	غمناک کیوں ہے کس لئے اندوہناک ہے	"	
اجل کا جب پیام آیا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے	عزیزو وہ بھی دن ہوگا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے	"	
شادی کی جا ہے مرگ نہ رونے کی یوں سمجھ	جو مر گیا وہ دار محن سے نکل گیا	"	
آخر اک روز ہے مرنا برحق	زندگانی کی تمنا کب تک	"	
رہنا نہیں دنیا سے ہمیں چلنا ہے	موت ایک نہ ایک دن ضرور آئیگی	"	
پیشانی میں ہر ایک کی لکھا ہے یہی	موت ایک نہ ایک دن پیش آنی ہے	"	
اجل سر پر کھڑی ہے اور تم دنیا میں مائل ہو	خدا سے بھی منا جاتوں میں بس دنیا کے سائل ہو	"	
بھلائی آؤ کچھ کر لو کہ مہلت اور فرصت ہے	اجل کا وقت کیا جو دم گزر جائے غنیمت ہے	"	
ہشیار تجھے کرنے کی تدبیر ہے یہ	اب بھی نہ ہو بیدار تو تقدیر ہے یہ	"	
آتا جاتا نہیں ہے دم ہرگز مہر	نقارۂ کوچ کی بم وزیر ہے یہ	"	
کیوں رہتی ہے تجھ کو خواہش عمر مزید	امید وہ کر کہ ہو سکے جسکی امید	"	
بیماری و موت کا ہے گھر جسم اے مہر	غافل کیسی اسے بقائے جاوید	"	
صیاد اجل ہے اور یہ دنیا ہے جال	دانہ ہے زر و زمیں و زن کا جنجال	"	
اس دانہ و دام میں پھنسا جو اے مہر	صیاد سے بھی اسکی رہائی ہے محال	"	
کیوں خوف اجل سے تیرا دل ہے بیکل	کیا خوف زدوں کو بخشدیتی ہے اجل	"	
مرنا برحق ہے مہر مرنا برحق	گو آج بچے تو دوسرا دن ہے کل	"	
ہے آنکھ وہی ناک وہی کان وہی	احساس کے موجود ہیں سامان وہی	"	

موت

کیا چیز نہیں رہی جو ہوتی نہیں جس — مہر

مردہ بھی تو جوں توں کا ہے انسان ہی

رونق ہے جس سے زن کی ہوا ہے وہ شوہر

روتا ہے پیٹ پیٹ کے پڑا جوں کا توں

اے مہر جسم خاک پہ گر کے ہے وزار کس لئے

گہوارۂ عیش میں تو بھولا ہے

ثروت پہ فخر کیا جو اجل سر پہ کھڑی ہے

ہستی پہ کیا بھولا ہے کیا بھولا ہے

کیا بھولا ہے خانف سے تو ہر لمحہ ترسان ہے

موت سے خائف کوئی کب ہے

جسم خاکی کو کب رکھا ہے گلزار نے

روکنے سے کب رکا ہے گلزار نے

کل مرنا ہے آج ہی مٹی کا ہے

کیا دھرا ہے یہ سب ہیچ ہے

کام آئیں گے نہ جائینگے ساتھ

نہ کچھ ساتھ گیا ہے نہ جائیگا

نقش دنیا ہے کوچ اس جا سے آئی قضا جا بجا

پر دنیا ہے اس دنیا میں شاد و دانا

تمہید ہے

	تعجب ہے مزہ کیونکر تجھے آتا ہے کھانے کا	سفر سر پر سوار ایسا ہو جب دنیا سے جانے کا	مہر
	زن و دختر پسر مادر پدر خواہر برادر سب	ہوئے ہیں چھوڑ کر سب کو الگ جب موت آئی ہے	"
	یہ جاہ و مناصب نہیں کام آئینگے	جب نزع کے وقت ہو گیا حال تباہ	"
	بچتا نہیں ہے موت سے تدبیر لاکھ کر	ہیں ہوشیاریاں تری اے ہوشیار ہیچ	"
	پیغام اجل آئے گا پر آئے گا	کیا موت کا فکر کر کے پھل پائے گا	"
	دنیا ہے سرائے پنجروزہ اے مہر	یاں کون رہا ہے کون رہ جائے گا	"
	دیکھی ہے اجل کی ہم نے چابکدستی	بیجا ہے غرور اور بے جا مستی	"
	جب مہر حباب کی طرح آنکھ کھلی	بس دیکھا کہ خواب تھی سب ہستی	"
	دل میں اجل کے رحم کا ہرگز پتا نہیں	کرتی کبھی کسی کی رعایت ذرا نہیں	"
	میدان گاہ دہر میں اک قتل عام ہے	ہر ذی حیات کو یہ اجل کا پیام ہے	"
	دل میں اجل کے رحم ذرا بھی مگر نہیں	اس سے کبھی بچا کوئی فرد بشر نہیں	"
	جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے	یہ پیرہن حیات کا اک روز چاک ہے	"
	برحق ہے ایک موت ہی اس کارگاہ میں	مرنا ہے ایک دن یہ ہے سب کی نگاہ میں	"
	یاں گر ہے کوئی امر یقینی تو موت ہے	جو جو ہے ذی حیات وہ اک روز فوت ہے	"
	لیتے ہیں جس کو قبر وہ سونے کا ہے محل	دنیا میں لوگ کرتے ہیں فکر مکان عبث	مزیب
	کس کا نشان اور مزیب کہاں کا نام	جب ہم نہیں تو سب ہے یہ نام و نشان عبث	"
	جسم خاکی چھوڑ کر اکدن نکل جائیگی روح	ساتھ دینے کا نہیں پیدل کوئی اسوار کا	منتہی
	بحر جہاں میں آکے عدم سے ہر ایک بار	اس کشتی حیات کا لنگر ڈبو گیا	"
	عدم سے آیا ہوں اکدن عدم کو جاؤنگا	سرائے ہستی فانی مرا دیار نہیں	"
	نوشتہ فرد قسمت کا مٹے کب	سپہ ممکن نہیں تیغ قضا کی	"
	میری طرح سے اکدن بازار سے جہاں کے	جائیں گے ہاتھ خالی جتنے ہیں مال والے	"
	فکر دنیا سے چھوٹے اس رنج جہاں سے پائی نجات	لاکھ طرح کی راحت پائی اک اپنے مرجانے سے	"
	ہے تہ خاک فرش خاک لگا	سر شاہ کے واسطے گدا کے لئے	"
	ہو پیر نور سا کہ ہو مرد جواں سال	ہر دیدۂ بینا میں چراغ سحری ہے	"
	اندیشہ کی جا گاہ ہے بہت میر جی مرنا	در پیش عجب راہ ہے ہم نو سفروں کا	میر
	جو لوگ چلتے پھرتے یاں چھوڑ کر گئے تھے	دیکھا نہ اب کے انکو آئے جو ہم سفر سے	"
	زندگی کرتے ہیں مرنے کے لئے اہل جہاں	واقعہ میر ہے درپیش عجب یاروں کو	"
	راہ عجب پیش آئی ہم کو یاں سے تنہا جانے کی	یارو ہمدم ہمراہی ہر گام پہ بچھڑے جاتے ہیں	"
	غم سے نزدیک مرنے کے پہنچے	دور کا میر ہے سفر درپیش	"
	گزرے بسان صرصر عالم سے بے تامل	افسوس میر تم نے کیا سیر سرسری کی	"
	جاتے ہیں چلے قافلہ در قافلہ اس راہ	چلنے میں تردد نہیں تیار ہیں ہم لوگ	"
	غم مرگ سے دل جگر ریش ہے	عجب مرحلہ ہم کو درپیش ہے	"
	حرف غلط تھے کیا ہم صفحہ پہ زندگی کے	جو صاف یوں قضا نے ہمکو مٹا دیا ہے	"

کہتے ہی آئے لے گئے سر پر خیال میر	ایسے گئے کہ کچھ نہیں ان کا اثر کہیں	میر
آسودگی تو معلوم اے میر جیتے جی یاں	آرام تب ہی پاؤں جب جی سے ہاتھ اٹھاؤں	〃
کیا آسماں پہ کھینچے کوئی میر آپ کو	جانا جہاں سے سب کو مسلم ہے زیر خاک	〃
مرگ اک زندگی کا وقفہ ہے	یعنی آگے چلیں گے دم لے کر	〃
وسعت جہاں کی چھوڑ جو آرام چاہے میر	آسودگی رکھے ہے بہت گوشۂ مزار	〃
اس موج خیز دہر میں اہکو قضا نے آہ	پانی کے بلبلے کی طرح سے مٹا دیا	〃
کیا کیا عزیز دوست ملے میر خاک میں	ناداں یہاں کسی کا کسی کو بھی غم ہوا	〃
اہل جہاں ہیں سارے ترے جیتے جی تلک	پوچھیں گے بھی نہ بات جہاں تو عدم ہوا	〃
مرگیا جو اسیر قید حیات	تنگنائے جہان سے نکلا	〃
موت کلید درِ اسرار ہے	موت مسیحائے ہر آزار ہے	مرزا
معنیٔ امکان تغیر ہے موت	صورتِ بطلان تحیر ہے موت	〃
موت ہے لاریب مآل حیات	علتِ غائی و کمالِ حیات	〃
زندگیٔ صاحبِ عرفاں ہے موت	راہبر کوچۂ جاناں ہے موت	〃
موت سے ڈرتے نہیں اہل کمال	موت سے ڈرنا ہے حماقت پہ دال	〃
مایۂ زحمت ہے پئے اشقیا	آیۂ رحمت ہے پئے اتقیا	〃
قید تشخص سے چھڑاتی ہے یہ	عالم تجرید دکھاتی ہے یہ	〃
بند کشائے قفسِ تن ہے یہ	سیر نمائے گل و گلشن ہے یہ	〃
زیست ہے اک اسم یہ موہوم ہے	زیست ہے اک نقطہ یہ مفہوم ہے	〃
اس سے بنا مطلب رفت و ربود	اس سے کھلا رابطۂ ہست و بود	〃
علت و معلول بقاء و حیات	حاصل و محصول بقاء و حیات	〃
شرح کن معنیٔ بیم و رجا	درس دہ مکتب فقر و غنا	〃
قاطع شہوات طبیعی ہے یہ	ہادم لذات طبیعی ہے یہ	〃
بادۂ نخوت کا یہی ہے خمار	نشہ دولت کا یہی ہے اتار	〃
سرد کن آتش ظلم و فتور	زرد کن چہرۂ اہل غرور	〃
مبطل ہر دعوے باطل ہے یہ	عجز ہے یاں سب کو وہ مشکل ہے یہ	〃
زیست میں ہے شائبۂ فصل دوست	موت میں ہے ذائقہ وصل دوست	〃
قلزم ہستی کا کنارہ ہے یہ	جیتے ہیں جس پر وہ سہارا ہی یہ	〃
ذات خدائے ازلی کے سوا	اور ہر اک شئے کے لئے ہے فنا	〃
ظلمت ظلمات سے تاریک ہے	باڑھ سے تلوار کے باریک ہے	〃
پائے خرد لنگ ہے اس راہ میں	جوہر کل دنگ ہے اس راہ میں	〃
عالم اجسام ہے ناپائدار	ہستیٔ موہوم کا کیا اعتبار	〃
جی میں یہ آتا ہے کہ مرجائیے	عالم فانی سے گزر جائیے	〃
گزشتگاں کا بیاں کرکے میں روانہ ہوا	فسانہ گو تھا جو کل آج وہ فسانہ ہوا	ماہر

معیت

خانۂ دہر سے آخر کو ہوئے سب رخصت — ماہر
میں یہاں کون یہاں تھا جو نہ جانا میرا — 〃
موت کی یاد ہے کیا زندگی بیگانے کی — 〃
اجل میر ہے ہمراہی پہ ہوا ہے مجھ کو — 〃
کیوں نہ ہو کس کی جدائی سے کہ ہیں روح حزیں — 〃
غالب کی جدائی سے کہ ہیں رنج و کلفت — 〃
ہوتا ہے ماتم سے کوئی خوش کہاں — 〃
شکر کرتا دم آخر تری بخشش کا کریم — 〃
آشنا وقف نہ ہو انساں قضا سے جاہل — 〃
بیٹھے جی غافل ہو انساں اجل سے جاہل — 〃
زندگی کی فکر کرنا ہے کہ مرنا ہوگا — 〃
کھیل ہو کر ہوا گرا ہوگا — 〃
گو ملک سلطنت ہو کر ہوا گرا ہوگا — 〃
برباد گیا ہوا جو کہ مکین مکان اٹھا — مفتوں
جب پیک اجل حضرت قیوم سے آیا — 〃
جب تک ہیں ہستی موہوم میں — 〃
کیا ہے جو تو جہاں میں کسی کو نہ ہو — 〃
مکاں جن کو ہے غم سے اب اٹھ گئے — 〃
ہوئے مرکے گور غریباں میں خوش — 〃
کہا دل نے

موسوم			
	نظیر	کہا دل نے جب ہم سر گور پہنچے	عدم کے مسافر کی منزل یہی ہے	مسکین
		سیکڑوں تدبیر کرکے فلسفی بھی مرگئے	اک دوا چلتی نہ دیکھی موت کے آزار پر	″
		جو گیا دنیا سے مت رکھ اسکے آنیکی امید	موج کو ممکن نہیں ہے بازگشت آب میں	″
		طعمۂ باز لحد ہوئے گا ہر شخص ضرور	باوجودیکہ نہیں ہیں زغن گور کے پر	″
		ناز و انداز و کرشمہ جن کا تھا عالم فریب	موت نے اپنی دکھائی جب ادا کچھ بھی نہیں	مقبول
		یہ زمین و آسماں کچھ بھی نہیں	پنجروزہ ہے جہاں کچھ بھی نہیں	مدنی
		سب کو ہے موت آنی سب کے لئے قضا ہے	سب کو ہے جان دینی سب کے لئے فنا ہے	نوح
		بلندی میں مثال آسماں گو قصر تھا تو کیا	اجل کے ہاتھ سے زیر زمیں آخر فریدوں ہے	ناسخ
		گور آتی ہے نظر جب مجھ کو گھر آتا ہے یاد	اس سفر میں ہائے دنیا سے سفر آتا ہے یاد	″
		دیوڑھیوں پر بہر حفظ جان عبث ہے بندوبست	موت پھر جاتی ہے کوئی چوب دربان دیکھکر	″
		بے سبب اسباب او غافل فراہم کیا کروں	چھوڑ جاؤں گا میں سارے عالم اسباب کو	″
		خاک میں پوشیدہ ہو جائینگے سب عالی دماغ	کرتی ہے گرد زمیں دیکھو نہاں افلاک کو	″
		ہے ہر اک آفت سے ایمن مسکن اہل فنا	باغ جنت کو خدا ہرگز خزاں کرتا نہیں	″
		دم نکلنے پر جو آتا ہے نہیں رکتا ہے پھر	دیکھ لو قصر حباب اے اہل غفلت در نہیں	″
		غنیم موت ہے اس سے بھلا لڑیگا کون	عبث جناب فراہم سپاہ کرتے ہیں	″
		قبر اگر پکی بنی مردے کو کیا	استخواں ہر ایک چونا ہوگیا	″
		جسم خاکی کو یہیں چھوڑیں عدم کی راہ لیں	اب وطن کو چلئے گرد دشت غربت چھوڑکر	″
		خاک ہوجاتے ہیں دونوں خاک میں ملنے کے بعد	چار دن کوئی گدا ہے کوئی کیکاؤس ہے	″
		کر گئی جان حزیں تن سے سفر اچھا ہوا	تھی امانت جسکی پہنچی اس کے گھر اچھا ہوا	نصیر
		واسطے مرنے کے ہم پیدا ہوئے	زندگانی موت کا پیغام ہے	ناظم
		لیکر سند اجل کا جب فوجدار آیا	اکدن میں حکم و حاصل سب ہوگیا پرایا	نظیر
		اعلام نے قضا کے جب آ فنا پکارے	پھر محکمہ نہ جھگڑا قاضی رہا نہ مفتی	″
	نسیم	جسدم قضا پکاری اب اٹھ چلو میاں جی	پھر شیخ جی نہ سید مرزا رہے نہ خاں جی	″
		مارا قضا نے بھالا جسدم قضا کا آکر	پھر مردمی شجاعت سب ہوگئی برابر	″
		آکر بجے اجل کے جب سر پہ شادیانے	تجھے نیک و بد جہاں تک سب لگ گئے ٹھکانے	″
		مرنے کا ڈر ہے انکو جو رکھتے ہیں تن میں جاں	اور وہ جو مرگئے تو انھیں موت پھر کہاں	″
		جب آئی اجل پھر نہ رہا تخت نہ افسر	اسپ و شتر و فیل و خرو نوبت و لشکر	″
		جب آئی اجل پھر نہ چلا زور اجل سے	دو دن کو جو تعویذ و فلیتہ و عمل سے	″
		جب تن کے اُپر مرگ نے آ ڈالدی کملی	ایکدم میں ہوا ہوگئے سب نظری و عملی	″
		جب گھڑی آئی قضا کوئی نہ پھر پوچھیگا بات	الفت و مہر و محبت سب ہے جیتے جی کے ساتھ	″
		گھڑی کی عمر ہو یا لاکھ کا سن	نظیر اس بزم سے چلنا ہے اکدن	″
		سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے	جب موت سے آکر کام پڑا سب قصے قضیے پاک ہوئے	″
		جب موت مرض نے آن لیا سب بھولے نبض و قارورہ	گو نسخے لاکھ مجرب تھے پر کام نہ آیا اک نسخہ	″

آرام کہاں نصیب ہم کو	کھٹکا درپیش ہے سفر کا	نسیم	
کیا زیر خاک جاکے میں رہتا جہاں کو یاد	بھولا مزہ جو لقمہ گلے سے اتر گیا	"	
گنبد میں آسماں کی چھپا تھا قضا سے میں	کیا جانتا تھا یہ نہ ملے گی اماں کہیں	نظم	
بہت جلدی کی تو نے کوس رحلت کے بجانے میں	کہ میں نے اے اجل ماتم نہ دیکھا دوستداروں کا	"	
جنازہ جب لب مرقد پہ آپہنچا تو ہم سمجھے	نہیں تھا فاصلہ کچھ ایسا گہوارہ سے مدفن کا	"	
بدن سے روح نکلکر عدم میں جا پہنچی	نکالا گھر سے جو باہر قدم مقام آیا	"	
لبریز جام عمر ہوا آگئی اجل	اور اٹھ گئے بھرا ہوا پیمانہ چھوڑکر	"	
مرنے کے بعد پھر نہیں کوئی شریک حال	جاتا ہے شمع کشتہ کو پروانہ چھوڑکر	"	
پھانسی لگا رہی ہے اجل کیا بری طرح	الجھا کے رشتہ ہائے امید دراز میں	"	
لکھا ہے نام ہر ذی روح کا جب مرنیوالوں میں	تو سمجھو روح اس قالب میں کیا آئی کہ موت آئی	"	
روح کی قالب خاکی سے جو رحلت ہوگی	کیا ہی آغوش لحد میں مجھے راحت ہوگی	نواب	
بیٹھی ہے موت تاک لگائے کمین میں	لیجائے گی یہ کھینچ کے آخر زمین میں	نذیر احمد	
تنگیٔ دو جہاں سے بعد فنا	اب ہمیں قبر میں فراغت ہے	نشاط	
زندگی تک ہے یہاں اہل سعادت کی بھی قدر	بعد مردن ہے مگس رانی ہما کے واسطے	وزیر	
قفس تن میں نہ گھبرائیو اے طائر روح	جو گرفتار ہے اک روز رہا ہوتا ہے	"	
گلزار دہر میں صفت نخل بارور	تا زیست ہمکو موت کا کھٹکا لگا رہا	واسطی	
قضا کے ہاتھ سے بچنا محال ہے اس کا	ہزار جا کے چھپے آہنی حصار میں روح	"	
قبر سلطاں کی بنا موت نے آکر ڈالی	قصر پورا نہ ہوا تھا کوئی تعمیر ہنوز	"	
کوئی نہ دست مرگ سے ہم کو چھڑا سکا	کام آئے یار دوست نہ کچھ اقربا عزیز	"	
موت کی یاد فراموش نہ ہو زندوں کو	چاہئے روز گزر گور غریباں کی طرف	"	
کریگی تیغ قضا ایک روز دو ٹکڑے	زرہ سے ہو تن رستم حصار آہن میں	"	
عاقبت گور تلک اپنا جنازہ پہونچا	دور سمجھے تھے جسے ہم وہ مقام آ ہی گیا	"	
آرام تہ خاک کیا عاقبت کار	بھٹکا ہوا بھولا ہوا میں اپنے گھر آیا	"	
گوشۂ تربت میں پہنچے ہم مسافر شکر ہے	در بدر پھرنا چھٹا رنج سفر جاتا رہا	"	
دنیا میں بیٹھنے کی جگہ امن کی نہ تھی	اچھا ہوا کہ ہم کو خدا نے اٹھالیا	"	
کام آئی قضا مصیبت میں	اب ہمیں کیا کسی سے کام رہا	"	
طفل و جوان و پیر یہ جتنے ہیں آدمی	آئیگی اپنے وقت پہ انکی قضا ضرور	"	
گدا و شاہ بعد مرگ زیر خاک یکساں ہیں	سکندر لے گیا کیا شوکت شاہانہ تربت میں	"	
ملے خاک میں خانداں کیسے کیسے	وہ ہے کون گھر جسمیں ماتم نہیں ہے	"	
مٹی خراب شاہ و گدا کی ہے زیر خاک	جب لاش سڑ گئی تو حقیقت میں پانس ہے	"	
فنا بھی آدمی کے واسطے ہے شمع کی صورت	کہ بجھ جاتی ہے آخر رات بھر جلتی ہے محفل میں	واقف	
زندگی میں کبھی ہنسنا ہے کبھی رونا ہے	جسم سے روح کو اک روز جدا ہونا ہے	ہوش	
یہ جسم زار اگر تھا نہ باعث راحت	دہان گور کا میں مر کے کیوں خلال ہوا	"	

موت

اے ہوش سب بکھیڑے ہیں دنیا کے وقت کے
موت آئی کوئی کام نہ نمٹوا گئی کے
پیدا کیا خدا نے مٹانے کے واسطے
قصہ یہ ہوں زمانہ یاد رکھے کہ بھول جائے
سب کو جانا ہے دنیا سے گدا و شاہ کا
آخر ہوں گے خاک برابر سب کے جسم
ہاں یاد رکھ کہ موت سے کس کو رہائی ہے
ہاں ہاں تجھے بھی موت سے کام پڑیگا ایک دن
منہ پر کفن کے بال نہ ہوں گے سفید کیا
ہوں گے کفن کے بعد سب اعضا سفید کیا
ہے موت ہی سے ہستی دنیا کا انتظام
قبر میں ہی سکون ہے ہر بیقرار کا
حیف خاک قبر کو ہیں گدا و شاہ یکساں ہوش
قبر میں سوتے ہیں سب ہاتھ پاؤں توڑ کر

زندگی میں لے پہن پوشاک مرکر قبر میں	ثاقب	گل کے مردوں کے کفن سب جسم عریاں ہوگئے	ہرچند
زیست تک آسودگی روئے زمیں پر کب ملی	بیان	بعد مرون قبر میں آرام زیر خاک ہے	ہمدم
مرگ کو پیری میں اک دم بھی نہ بھولیں دانا		کیونکہ نزدیک ہے امید سحر آخر شب	
ہے گریز قضا کا نوالہ تو ایک دن		غافل نہ گھر کا چھپنے کو جوں موش بل نہیں	"
ہم تم کو بھی ہے ہمدم درپیش یہی اک دن		یاران گزشتہ کا کیا کرتے ہو غم بیٹھے	"
اب وہ یوں گور میں لاچار پڑے ہیں خاموش		نہیں مقدور کریں بات بہم ایک سے ایک	"
سونپا ان کو بھی تہ خاک فلک نے ہمدم		مارتے تھے جو خودی اپنی کا دم ایک سے ایک	"
جو ہیں آگاہ یکدم مرگ سے غافل نہیں ہمدم		نکلجاتا ہے دم میں دم بھروسہ کیا ہے آدم کا	"
آیا ہے عدم سے جو کوئی یاں سے اسے پھر		وعدہ پہ اسے کرتی ہے تقدیر مرخص	"
شریک کوئی کسی کا نہیں دم آخر		کسی کا کچھ نہیں آتا ہے کام یا اخلاص	"
اک موج اجل سے ہیں برباد حباب آسا	ثاقب	اس بحر حوادث میں ہیں جو کوئی دم بیٹھے	"
بسر کرے دو روزہ عمر اک چھوٹے سے چھپر میں		جسے ہمدم نہ ہووے موت کا کچھ باک گھر باندھے	"
ارمان دل کے دل ہی میں رہ جاتے ہیں تمام		کیونکر کریں نہ موت کا شاہ و گدا قلق	ہنر بز
جو کچھ پیش آنی ہے پیش آئے گی ضرور		مرنا ہے ایک دن شدنی اس کا کیا قلق	"
پھرتا ہے کیا چاروں طرف کر غور جانا ہے کہاں		کچھ یاد اے غافل تجھے کیا گور کی منزل نہیں	"
عدم کے کوچ کرنے کا اجل فرمان لائے گی		جو تحریر مقدر ہے وہ اکدن پیش آنی ہے	"

ناموری

تمھارے کام اگر اچھے تو نام اچھے ہیں	ثاقب	گھرانے اچھے گھر اچھے تمام اچھے ہیں	آزاد
سر برآوردہ ہیں جتنے ان سے کیا امید فیض		ہے سوائے ظلم کیا ہر روز ایجاد فلک	امیر
جہاں میں نام سکندر رہے قشر تک زندہ		حیات خضر ملی ترک آب حیواں سے	"
کس کس کا کروگے تم منھ بند		ہر زباں پر ہے تذکرہ میرا	"
اسیر مرد سے ہے نام مرد کا بہتر		کہیں زیادہ ہے رستم سے دھاک رستم کی	"
ہوے ہیں نامور عالم میں پر کیا فائدہ ہم کو		سوائے سنگ حاتم کیطرح کیا خاک ہے گھر میں	"
مرد سے بہتر ہے نام مرد سچ ہے یہ مثل	جرأت	پہلوانی ہے سو ہے رستم کی آتش دھاک ہے	آتش
نامرد اور مرد میں اتنا ہی فرق ہے		وہ نان کے لئے یہ مرے نام کے لئے	"
ظرف پیدا کر جو چاہے شہرۂ آفاق ہو	خلیل	نام اک عالم میں چینی نے کیا فغفور کا	"
بعد مردن کوئی جانے یا نہ جانے غم نہیں		مٹ گیا جب نام مرقد کا نشاں بیکار ہے	اشک
عبث نام آوری پر اہل دنیا جان دیتے ہیں		لحد میں کچھ نہیں باقی ہیں قبروں کے نشاں باہر	"
حاتم کا داستانوں میں ابتک ہے تذکرہ		وہ کام کر کہ ناموروں میں نشاں رہے	امیر
ہستی مری مٹا نہ سکی نیستی امیر		وہ ذکر خیر ہوں کہ جو ورد زباں رہے	"
نام کر جاتے ہیں دنیا میں جو خوش قسمت ہیں		کوئی مجنوں کی طرح کوئی ارسطو کی طرح	اکبر

ناموری

جان دنیا ہے یہاں ہر ایک اپنے کام پر
نام پیدا کر مرے پیچھے رہے دنیا میں نام
کچھ سلامت سے عیش ہمراہ نہیں جز زیر زمیں نہ ہو
اقلیم میں پھیلا ہے بھلائی کا خیال
شوق تو ابلیس نے بھی کام میں لیا
یوں تو اور بہت نیک نامی میں ہیں
فوائد بہت خوش کلامی میں ہیں
منافع بہت نیکی کے ساتھ
جا جو کر دنیا میں نیکی کے ساتھ
تلی دولت آخرت اس کے ساتھ کر
نیکیں کی طرح راہ نیک نامی کے ساتھ کر
کہ صفحے پر زمانے کے رہے تیرا نشاں باقی
اس سے ہے زندۂ جاوید جہاں میں انساں
نیکی ہی کو یہ بقا ہے نیکی ہی کو ثبات
ہوس شہرت کی ہے ثابت کہ نام چلتا ہے
جہاں میں نا خلف اولاد سے کب نام چلتا ہے
ہوی عاصل نہ لذت آشتی
مثل عنقا ہیں نامور افسوس
دنیا میں اے خلیل عمارت سے ہے سوا
نام خلیل کی تعمیر سے رہا

اے داغ کب چھپانے سے چھپتا ہے آفتاب	داغ	شہرہ کہاں نہیں ہے تمہارا کدھر نہیں
کمند نام و شہرت کھینچ لاتی ہے عدم سے بھی	ذوق	لپٹ کر مثل طوق فاختہ عنقا کی گردن کو
ایمان کی بات ہے تو یہ رمز	رمز	مرتے نہیں نیک نام ہرگز
رستم و زال کے احوال سے ہوتا ہے ثبوت	رند	نام سے مرد کے دنیا میں نشاں رہتا ہے
نے رستم اب جہاں میں نے سام رہ گیا	سودا	مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا
سعادتمند ہو کر جی کہ بعد از مرگ عالم میں	"	ہما کے بال کا مصرف بجز افسر نہیں ہوتا
مکان پختہ بناؤ نہ مقبرہ پختہ	سحر	کہ نام نیک نہیں کچھ نشان پر موقوف
دنیا میں نام مرد یہ از مرد ہے سحر	"	بول مٹئے گور کا بھی نہ باقی نشاں رہے
نام روشن چاہئے اے منعمو بعد از فنا	"	ورنہ یہ روز سیہ شمع لحد کا چور ہے
جز نام نیک کچھ نہ رہے گا جہان میں	"	خود مٹ گئے نشان لحد کیا ضرور ہے
رہے گی نیک نامی تا قیامت ساتھ ساتھ اپنے	سفیر	یہی تو ایک شئے تھی کام جو بعد فنا آئی
پہنچ جائے جب اپنی جانکنی تک کام دنیا میں	سوز	ملے مثل نگیں تب اعتبار نام دنیا میں
ہے سکندر کہیں نہ دارا ہے	شیدا	نیک ناموں کا نام باقی ہے
عنقا کا جب فسانہ سنا ہوگیا یقیں	شاہ	نام آوروں کا خلق میں پیدا نشاں نہیں
صفحۂ گیتی پہ میرا نام تو روشن ہوا	شہید	پر نگیں کی طرح منہ پہلے ہی کالا ہوگیا
مرد تھے جو مر گئے زندہ ہوے	ضامن	اس جہاں میں نام اپنا کر گئے
عالم میں گو ہوا ہے مشہور نام اپنا	"	حاصل نہیں ہوا ہے افسوس کام اپنا
چھوڑ جا دنیا میں منعم کچھ تو اپنا تو نشاں	ظفر	یا سرا یا چاہ یا مسجد بنا یا پل بنا
ہوتا نگیں کی طرح سے ہے نامور وہی	"	کرلیتا دل پہ نقش جو ہے نیک بات کو
نگیں بے سینہ کا وہی نامور ہو یہ نہیں ممکن	"	تجھے گر نام کی خواہش ہے کاہش ہونیوالی ہے
روسیاہی ہے فقط نام و نشاں کی خواہش	"	اے نگیں چاہئے بے نام و نشاں ہو جانا
اسباب ظاہری سے نہیں اشتہار نام	عاشق	آئینہ کب لگا ہے سکندر کی گور پر
اگر شہرت کی خواہش ہے صفائے قلب پیدا کر	"	ہوا ہے جام کے باعث سے شہرہ دہر میں جم کا
خود ہی جب مٹ گئے پھر زینت مدفن سے حاصل	قلق	خاک میں مل کے بشر ڈھونڈھتے ہیں نام عبث
ہم اپنے شعر کو اولاد سے سمجھتے ہیں بہتر	قدر	اسی سے بعد ہمارے چلے گا نام ہمارا
دنیا میں نام ایک سے ہوتا ہے چار کا	قطب	آدم سے ہے نشان جہاں میں ہزار کا
یوں تو بدنام بھی ہوتے ہیں جہاں میں مشہور	محب	نیکنامی سے جو شہرت ہو وہ شہرت اچھی
ڈھنڈورا پیٹنے سے بھی نہیں ہوتی کوئی شہرت	"	نظر پڑتی ہے خود دنیا کی ہر انسان کامل پر
جو عاقل ہیں رفاہ عام کے وہ کام کرتے ہیں	"	جو احمق ہیں وہ اپنی جان دیدیتے ہیں شہرت پر
لے گئے سب بدن زمیں میں ہم	مصحفی	مصحفی اک زبان چھوڑ گئے
اسی کی بات اسی کا یہاں مقام رہا	منتہی	وہی رہا جو زمانہ میں نیکنام رہا
غم مرا کس لئے کہ دنیا میں	مومن	نہ رہا میں مرا فسانہ رہا
گیا جہان سے خورشید ساں اگرچہ میر	میر	ولیک مجلس دنیا میں اسکی جا ہے گرم

نام و شہرت سے فقط دھوکے کی ٹٹی اے عزیز	میر	نامعوری
بازار ان باتوں سے آہ نہیں ہے کسی کچھ بھی نہیں	ناسخ	نام سے کام نہ ہو معرکۂ دنیا میں
نام سے کام سے گردن بھی نہیں دنیا میں	"	خنجر چوب سے بھلا نہیں دنیا میں
نام سے کام سے کب شاد و گدا ہوتا ہے	نظامی	شاہ کہلانے سے کچھ یادگاری چھوڑ دیکھ
چاہتا ہے نام تو قبر سکندر کے لئے	واسوخی	آئینہ مخمور نہیں ہے سر قنبر کے لئے
شکر صد شکر کہ لازم ہے نام اپنا کرے	وقار	شمع روشن جو نہیں ہے سر قنبر کے لئے
وقار انسان کو لازم ہے نام اپنا کرے	"	مرنے میں قوت میں ضعف میں ہر حالت میں
مرنے میں قوت میں ضعف میں ہر حالت میں	"	کرتا ہوں وقار آج تمہیں ایک نصیحت
کرتا ہوں وقار آج تمہیں ایک نصیحت	عاشق	وہ کیا مرد جس میں ہے نام و ننگ
وہ کیا مرد جس میں ہے نام و ننگ	"	کیوں اسے ہوس ہو نام کی
کیوں اسے ہوس ہو نام کی	قلق	جو ہر زمانہ میں شمع ساں ہو ضیا فشاں
جو ہر زمانہ میں شمع ساں ہو ضیا فشاں	قدر	حرف آئے نہ کیوں نیک نامی کا
حرف آئے نہ کیوں نیک نامی کا	قطب	نام باقی نیک ناموں کا رہتا ہے
نام باقی نیک ناموں کا رہتا ہے	محب	آج تک حاتم کا شہرہ ہے
آج تک حاتم کا شہرہ ہے	"	نا امیدی
نا امیدی	"	

نا اُمیدی

کبھی پاؤں چلتے تھے راہ طلب میں — بھیجیے
چھوٹتے ہیں اقربا جاتے ہیں ہم سوئے عدم — تابش
سخت ناداں ہیں جو ہمسائے سے رکھتے ہیں امید — "
غیر دل تنگی نہیں کچھ باغ عالم میں نصیب — "
جہاں میں زیست کا باعث فقط سہارا ہے — عاجز
نہ ہو مایوس انساں عالم ذلت میں عزت سے — "
تھک گئے ہم رہِ طلب میں امیر — "
انسان جو چاہے کہ نہ ہو اس کو کبھی رنج — عاجز
نہ کرا ے یاس یوں برباد میرے خانۂ دل کو — "
قفس سے چھٹنے کی امید ہی نہیں افسوس — "
سب کی رجوع یاس میں ہوتی ہے سوے حق — نالب
لا تقنطوا پڑھا نہیں کیا تو نے بے خبر — "
کچھ تاسف نہیں اس کا نہ برآئی امید — "
ٹوٹی جو تراب جگ سے امید — "
سیر کی سارے زمانہ کی ملے سب لیکن — "
حسرتیں تھیں امید کے دم تک — ناظم
نہ گھر نہ در کہیں ٹھیک جا رتنکوں کا — "
بیقراری ہے امید کامیابی میں ادھر — "
آفتیں ساری جبھی تک تھیں کہ تھی تم سے امید — ناظم
کیا بلا ہے اے فلک دن اپنے پھرتے ہی نہیں — "
جی میں جو حسرت تھی وہ آخر نہ نکلی زینہار — "
ہے کچھ اک باقی فلش امید کی — حسیف
رشتۂ طول امل توڑا تو برآئی امید — "
ہمجنس سے توقع کیا خاک کوئی رکھے — "
جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی — "
ہمہ تن یاس کر دیا تو نے — لارلمر
سچ تو ہے ارمان دل پورا کبھی ہوتا نہیں — "
ہوا خاک ہی تخل امید سڑ کر — "
ہجوم یاس میں کیا چین سے گزرتی ہے — "
نہ ہو مایوس ہرگز رحمت اللہ سے طاہر — "

انھیں یاس نے اب شکستہ کیا ہے — آصف
بیکسی کا وقت ہے چھایا ہے عالم یاس کا — امیر
تر نہ دیکھا آب پیکاں سے لب سوفار کو — "
صورت غنچہ گرہ میں کس لئے زر باندھئے — "
کمر ضعیف کی ٹوٹے اگر عصا ٹوٹے — "
مہ کنعاں کو زیبا ناصر رفعت کا غلامی ہے — "
کر چکے سعی جتنی قدرت تھی — امیر
زنہار کسی سے کوئی امید نہ رکھے — "
اسی گھر میں بلایا ہے چراغ آرزو برسوں — "
حصول کیا ہے جو مژدہ بہار کا پہنچا — افسوس
پھیری بتوں نے آنکھ خدا پر نظر گئی — بحر
نومید ہو نہ بحر خدائے کریم سے — "
حیف یہ ہے میں دعا مانگ کے سائل ٹھیرا — "
شکوے و گلے گئے جہاں سے — تراب
جس سے مقصود ملے ایسا کوئی در نہ ملا — توفیق
نا امیدی میں کیا کرے کوئی — ثاقب
بہار تھم کے ابھی آشیاں چمن میں نہیں — "
اور اُدھر تقدیر ناکامی کی ہے تدبیر کی — "
اب ہماری بھی گزرتی ہے بڑے آرام سے — جلیل
تھی بڑی امید ہم کو گردش ایام سے — "
دل کا جو ارمان تھا وہ دل کا دل ہی میں رہا — حالی
یہ بھی مٹ جائے تو پھر کیا چاہئے — "
ترک مطلب جب کیا ہم نے تو مطلب ہو گیا — خلیل
مٹی ہی سے لحد کی آخر عذاب ہو گا — "
جو بھروسہ تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا — داغ
ستیاناس کر دیا تو نے — "
جان سے گزرا رم کے شوق میں شداد بھی — سرور
نہ پھل لایا کمبخت کچھ جڑ پکڑ کر — سہیل
کہ جب امید نہیں ہے تو اضطراب نہیں — سخن
خوشی کا وقت آیا رنج دل سے دور ہوتا ہے — طاہر

سبز ہوتی ہی نہیں یہ سرزمیں — تخم خواہش دل میں تو بوتا ہے کیا — میر
مزاجوں میں یاس آگئی ہے ہمارے — نہ مرنے کا غم ہے نہ جینے کی شادی — ″
کچھ بھی نہ ہوا صفائے باطن کا ظہور — اے مہر وہی ہم ہیں وہی دنیا دور — مہر
پھل دیتی ہے کچھ ہیں ریاضت کہ نہیں — اللہ کو دیکھتے ہیں کیا ہے منظور — ″
افسوس کہ کچھ نیک کمائی نہ ہوئی — آئینۂ قلب کی صفائی نہ ہوئی — ″
ظلمت کا ہی حجاب رہا پیش نظر — انوار کی کچھ جلوہ نمائی نہ ہوئی — ″
دنیا کے لذائذ میں مزہ کچھ نہ رہا — تھا شوق دید حق وہ پورا نہ ہوا — ″
ہم مہر ادھر کے نہ اُدھر کے ہی رہے — دنیا بھی گئی اور خدا بھی نہ ملا — ″
ماندگی میں کیا ہو منزل پر پہنچنے کی امید — کس طرح پہنچے جو کوسوں کارواں سے دور ہو — مصحفی
کسی سے بسکہ امید کشود کار نہیں — مجھے اجل کے بھی آنے کا اعتبار نہیں — نظم
حاصل نہیں ہے دست تمنا کو غیر یاس — اس باغ میں چنار نے پایا ثمر کہاں — ناسخ
کام اوروں کے جاری رہیں ناکام رہیں ہم — اب آپ کی سرکار میں کیا کام ہمارا — ″
ہائے ناکامیٔ قسمت کا برا ہو ناثر — سر پٹکنے کو درِ یار کا پتھر نہ ملا — ناثر
مری ناکامیاں اس حد کو پہنچیں — دعا میں بھی نہیں تاثیر باقی — نیر
میں وہ بے آس ہوں کہ میرے پاس — یاس آئی ہے آسرا کر کے — نسیم
زیست ہے موت نامرادوں کی — خاک پڑ جائے ایسے جینے پر — یکتا

ناانتفاقی

مذہب کو لیا تو بحث میں سر ٹوٹا — چاہی اصلاح تو خدا ہی چھوٹا — اکبر
شکوہ ہم غیر کا کریں کیا اکبر — اپنوں ہی نے ہم کو ہر طرح سے لوٹا — ″
ایک گھر میں نہیں رہ سکتے ہیں یار و انساں — حشر کو ہوں گے ہر اک قبر سے ستر باہر — امیر
کہیں مذہب کا قضیہ ہے کہیں مطلب کا جھگڑا ہے — جسے دیکھا سو بگڑا ہے عجب بے اتفاقی ہے — تراب
بد ذاتی سے آپس میں نہیں ایک موافق — کہنے کو وہ ہمذات ہیں اور بھائی ہیں جدی — ″
پڑے گا تفرقہ بے روح چار عنصر میں — مکاں درست رہیگا یہ بے مکیں کب تک — جرار
پس مردن بھی دو سلطاں کہیں باہم نہیں رہتے — کہیں گور سکندر ہے کہیں قبر فریدوں ہے — جوش
چونٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق — آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے — حالی
صفحۂ دہر پہ اک دل نہ ملا ایک سے ایک — دل کے دو حرف ہیں تو وہ بھی جدا ایک سے ایک — ذوق

نفس امارہ

نہ کر نا نفس امارہ کے بہکانے سے کچھ ایدل — کہ عاقل خوش نہیں ہوتے کبھی جاہل کی تحسیں پر — امیر
ہے نقش شوم بھی تن نما کی میں دل کے پاس — یوسف کے ساتھ گرگ بھی ہے بند چاہ میں — ″

نفس امارہ
دشمن ہے اپنا آپ ہر انسان نفس کا
ہے اختیار نفس میں جبار و کبریا
مطبع نفس امارہ ہو مطیع نفس کا
ہے مشکل اہل دنیا میں دشمن نفس کا
دوست پہچانا
ہیں اور میں ہوا
دشمنان ہیں
نفس
نہ کھانا فریب نفس
ہے غول
مطبع
نفس
نہ دیوانگی کو پہچانا

نفس امارہ

ہوائے نفس کو اپنے کیا ہے جس نے پیشوا جس نے	تراب	آتش
تراب اسکو جلا کس طرح شیخ مقتدا کہے	"	"
دل کو خواب آرزو سے نفس نے کیا		اسمٰعیل
دل صاف وہ ہے جس کو کوئی آرزو نہ ہو		"
نفس مارا نفس کا بندہ نہ بنا	ثاقب	"
نفس سرکش وہ بندے خدا کے		"
جو تو دانا ہے تو دانستہ نہ بیٹھ امر میں		"
نفس امارہ کی گر دوستی شیطاں ہے تو		بحر
نفس شیطان کہیں ہوتا کسی صورت سے جلال	جلال	"
بن سے اکثر ہی گیا بگڑ جاتی ہے		"
قادر ہوا نفس پہ اسکے جہان میں		پرتو
پختہ کر نفس کی تسخیر	جوشش	"
بادشاہی ہی ہے کیا مطلب		"
نکل بال ہما سے کہیں کر اب نفس کیجے		"
جب یہ کہتا ہوں کہ بس دنیا سے توقف کیجے		"
نفس کہتا ہے ابھی چند سے شیدا کبھی		"
چوریوں سے دیدہ و دل کی نہ شرمایا کبھی		"
نفس میں جو ناروا خواہش ہوئی پیدا کبھی		"
اسکو چلے دل سے کھڑے کر روا کرتا رہا		"
آخر کو		

مطیع نفس نہ اللہ نے کیا مجھ کو		آتش
مر کر ملائی سرکشئی نفس خاک میں		"
ہمیں نفس نے سخت دھوکا دیا		اسمٰعیل
جو لوگ کے ہیں دشمنئ نفس سے آگاہ		"
مرد نبرد نفس اگر ہے تو بھاگ مت		"
بنائی اپنی خاک اکسیر کر کے کشتہ نفس اپنا		بحر
نفس سرکش کو قتل کر اے دل		"
کرے جو نفس کشی وہ بڑا بہادر ہے		"
اچھا ہوا جو نفس کشی ہم سے ہوگئی		"
اکسیر کی ہوں ہے مہوس تو نفس مار		بختاور
نفس کو مارے اگر تو صبر کی دولت ملے		"
نفس امارہ ہے اے پرتو بڑی موذی بلا		پرتو
یہ موذی نفس ہے لاکھوں زباں کو		"
جو اپنے نفس پر حاکم ہوا وہ سب پہ حاکم ہے		تراب
نفس کی اصلاح پہلے کر ریاضت سے تراب		"
منزل کا ہے کو پھرتے اہل دنیا دربدر		"
صفا ہوا نہ ریاضت سے نفس امارہ		"
شارع عام میں سیدھا نہیں پڑتا ہے قدم		"
جہاد نفس کا بے شک جہاد اکبر ہے		"
بڑی ریاضت و محنت سے نفس مرتا ہے		"
ہے دشمن سخت نفس پیارے		"
مرتا ہے یہ کب کسی کے مارے		"
نفس جس کا بدتر از خناس ہے		"
خلاف نفس کرنا جی سے مرنا		"
یہی ہے موت آخر بے تکلف		"
وہ شاہباز ہوا پر رکھے دلیر قدم		"
ہوائے نفس کو اپنے کرے جو زیر قدم		"
یہ نفس تازی کہ چالاک اپنے کام میں ہے		"
خدا کے کام میں ہے سخت و سست و دیر قدم		"
نہ پوچھ حال نفس و خلق و شیطاں		"
یہ تینوں ہیں طریقت میں مہالک		"
نفس و شیطان و خلق سے رہ دور		"
برخلاف ان سے ہو تو پاوے نجات		"
ایک لاحول میں شیطان ہو سو کوس فرار		"
پڑھے سو بار نہ ہو نفس ہلاکو کی شکست		"
پیرو پیغمبر کسی کی بھی نہیں سنتا ہے بات		"
الاماں یہ نفس خود سر کیا ہی کافر گبر ہے		"
جو اپنے نفس کو مارے وہ شیطاں کرے خارج	وہی مشرب میں درویشوں کے غازی اور رباہی ہے	.
نفس شیطاں ہیں عدوے دین و ایماں دوستو	مطمئن ان سے نہ ہو تم اپنی خودداری کرو	"
کیا ہوا و حرص سے ہے موجزن دریائے نفس	اٹھتے ہیں اس بحر میں کیا کیا حباب آرزو	"
نفس و شیطاں تو مخالف ہیں بنی آدم کے	خر ہے وہ جس نے یہ دشمن نہیں پہچانے دو	"
شاہ صاحب عزم کرتے ہیں ہزاروں قلعہ فتح	نفس پر کوئی فتح پاوے تو مبارک باد ہے	"

آخر کو ماننا پڑا اے نفس خیرہ سر	حالی	تیرا بھی حکم کم نہیں حکم قضا کے بعد	عاشق
خطا ہے نفس کی اپنے اسے تعذیر واجب ہے	حسین	کریں اعمال ہم اور نام ہو بدنام شیطاں کا	نفس امارہ
مارنا دل کا سمجھتا ہوں جہاد اکبر	داغ	وہی غازی ہے بڑا جس نے یہ کافر مارا	ہوگیا جو محرم اسرار ذات لم یزل
نفس بے مقدور کو قدرت ہو گر تھوڑی سی بھی	ذوق	دیکھ پھر سامان اس فرعون بے سامان کا	وہ ہوائے نفس امارہ سے نا محرم ہوا
جو مارے نفس کو اور کرلے اپنے غصہ کو زیر	"	بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھکر	
آدمی سہتا ہے کیا کیا ذلتیں	زند	نفس مردود شقی کے واسطے	دل بد خشت مانتا ہی نہیں
ہمیشہ نفس امارہ کو مارو	سرور	کرو قتل اس کو یارو بنکے جلاد	
نفس سرکش کی جو گردن توڑدے	"	ہے وہی مرد بہادر اور شجاع	گریہ ہا عشرت ثبوت ہے بھی اس کا فقار
خدا کی بندگی کا اپنے نفس سرکش سے	"	اگر تو بندۂ حق ہے تو برابر کام	جو بندہ ثبوت ہے بھی وہ نا ہنجار
نفس سرکش ستاتا ہے مجھ کو	"	میرے پیچھے عجب یہ زاغ لگا	
نفس سرکش کے پڑے پھندے میں ہم	"	کیا یہ سر پہ کچھ بلا کالی نہیں	
گھیرے رہتا ہے بہت وسوسۂ شیطاں	سعید	یوں تو طاعت سے ترے حکم سے انکار نہیں	بدتر ہے بھائی ہیں اس آفت سے
سمجھے اللہ مجھے اے ہوس خانہ خراب	"	نفس امارہ مرے پیچھے لگایا تو نے	
الٰہی مرا نفس امارہ ہے	"	تو کھو جلد اس مدعی کی ہوس	اللہ بچائے ہیں اس آفت سے
وسواس نفس مجھ کو ستاتی ہے بے طرح	"	کیوں دخل دل میں ایسے زبوں کار کا ہوا	
ہر طرح سے اس شخص کی سعید ہے خرابی	"	جو نفس جفاکیش کی امداد کرے گا	جو نفس کا بندہ ہے وہ بیکل ہے خوار
فائدہ نفس کا نہ ہرگز دیکھ	"	مال دیں میں بڑا خسارہ ہے	
شیطان کو مغلوب کرے نفس کو مارے	سعید	سب کچھے ہیں غازی ہے وہ پکا بہت اچھا	کیا علاج اس کا چلتا ہے نفس روسیاہ کے ساتھ
ہوگا ضرور واصل حور و قصور جو	"	محکوم نفس تابع شیطاں نہیں رہا	
یہ قتل نفس حقیقت میں قتل شیطاں ہے	"	جہاد فرض ہے اس دشمن خدا کے لئے	خدا بچائے شر نفس سے ہوگئی
خدا کے فضل سے غالب ہیں ہو نفس پہ ہم	سخن	پچھاڑ رکھا ہے ہم نے یہ پہلواں کب کا	رہ نفس میں تو خطر ہے ہمراہ روح
مار کر نفس ستمگر کو میں اعلےٰ ہوگیا	شاکر	روئے شیطان قدیمی آج کالا ہوگیا	چلا نفس رہزن بھی ہمراہ روح
عمل سے زیر کرنا چاہئے اس نفس سرکش کو	شہیر	حریف ایسا نہیں جو آئے بے تدبیر کے نیچے	نفس سرکش سے قابو میں نہ آیا ہرگز
نفس سرکش نے ہزاروں کو ہزیمت دی ہے	شمشاد	زیر اس دیو کو مردانِ خدا کرتے ہیں	فضیل
دل کے ٹکڑے اڑا نہیں ہے گناہ	شفیقہ	نفس کو قتل کر نہیں ہے قصاص	نفس کرنا جو زیر وحشت سے
کیا کرے طعن کسی اہل ہوس پر کہ ہوے	شفق	نفس امارہ کے ہاتھوں سے ہوسناک ہم آپ	نفس سرکش ہے زیر وحشت میں
آپ اپنے کو کوئی ملزم بتاتا ہے کہیں	شاد	نفس کی خواہش پہ تہمت دمبدم رکھتے ہیں ہم	شیر مارا ہے میں نے جنگل میں
بلا ہے حق میں بشر کے یہ نفس امارہ	شائق	خدا ہی کھوئے بس اس خانماں خراب کی حرص	نفس ناپاک تو یہاں بھول گیا
عمر بھر مجھ سے طلبگار خور و نوش رہا	ظہیر	نفس امارہ ہی کم بخت ہے دشمن اپنا	نفس سنجمل ہوا زر ترا معبود ہوا
نفس امارہ ہے سدِ رہِ تسلیم و رضا	عیش	کوچۂ دوست میں دشمن کی نگہبانی ہے	دیں ترا نفس خبیث سے خرابی ہوئی نصیب
برا کرتا ہے بد کرتا ہے جو ہے نفس کا پیرو	"	بھلے مانس بھلا سمجھے تجھے کوئی بھلا کیونکر	اے نفس خبیث سے تو گھر کا نہ گھاٹ کا
نیک کاموں میں دل کو رکھ مصروف	عاشق	تاکہ غالب نہ آئے نفس حریف	دھوبی کا کتا ہے نہ گھر کا نہ گھاٹ کا
مطیع نفس امارہ ہے قید زندگی میں دل		رہائی پائی تھی یوسف نے مگر اہل زنداں سے	واجب ہے آدمی

نفس امارہ			
کہا جوانوں کا اس نفس نے			
زلیں و نگار کرکے			
نفس نے تیغ فلک سے			
ہم نے کشتی کو مار بھی			
نفس کو			
مارے			
اے			
دست تمنا			
زلیخا کی صورت			
نفس امارہ			
عیش و عشرت کی ہوس			
نفس امارہ کو			
نفس امارہ کو			
نفس امارہ کو

نفاق

میں شیر بیشۂ صدق و صفا سمجھتا ہوں
یہ روح سگ نفس کے حلقہ میں گھری ہے
نفس دنی کو قتل کیا ہے تو پھینکئے
معرکہ میں نفس کے منظور ہے تن کی شکست
ہے ذوق ہوسی فقط بوالہوسی
گر مار سکے تو نفس سرکش کو مار
آنکھوں میں تری غبار پندار کا ہے
کر سرمۂ معرفت سے پہلے اسے دور
کہنے کو ہے زندگی درختوں کی بھی
جینا ہے اسی کا لیک دنیا میں مہر
سمجھا ہے جس کو تو نے سچی دنیا
اس واہمۂ نفس کو روک اے غافل
کرتا ہے دشمنوں کا منہ زرد وہی
مارا ہے جس نے نفس سرکش اپنا
ہے ما و منی کا زنگ گہرا دل پر
پہلے آئینہ صاف کرلے اے مہر
ہے لوث خودی سے شیشۂ دل ناپاک
ہے وہ ہی مثل کہ آنکھ کے آگے ناک
گمراہ کیا نفس نے دنیائے دنی میں
کہنے میں نہ ہو نفس کہ قتل کی تدبیر
برا ہو اتباع نفس و حب زوال دنیا کا
نفس کو مار مخالف کی طرح اے نواب
روک اپنے نفس کو حاصل ہے اختیار
نفس شقی کے زور سے شیطاں کے مکر سے
دور سگ سے ابھی ہو ناپاکی
اگر تو کیمیا چاہے ہوس مار جی اپنا
مارنا نفس کا بھی رکھتا ہے اکسیر کا حکم
کس لئے نفس کے پھندے میں گرفتار دل ہے
نفس کو مار اے یقیں پہلے
اے یقیں نفس ہے بڑا شیطاں

اسے جسے کہ سگ نفس مار آتا ہے
کس دیو کے پنجے میں گرفتار پڑی ہے
کیوں دوش پر جنازۂ دشمن اٹھائیے
کام کیا رکھیں سپاہی ہم سے چار آئینہ سے
پارہ نہ مرا اور مرے گا نہ کبھی
اکسیر یہی ہے مہر اکسیر یہی
مانع یہی معشوق کے دیدار کا ہے
پھر دیکھ کہ جلوہ ہر طرف یار کا ہے
انسان کی بھی زندگی ہے حیواں کی
جیتا ہے نفس جس نے یہاں جیتے جی
وہ واہمۂ نفس ہے از سر تا پا
بے واہمۂ نفس ہے تو ہی نور خدا
یکتا ہے ہزاروں میں وہی فرد وہی
مردوں میں ہے اے مرد جوانمرد وہی
نور عرفاں کی ہو تجلی کیونکر
پھر رخ بھی اسمیں صاف آئیگا نظر
کس طرح سے ہو نور خدا کا ادراک
سوجھی تجھے بوالہوس تو سوجھی کیا خاک
رہزن کا مرا ساتھ ہے اس بے وطنی میں
کیا فرق گردن کش و گردن زدنی میں
کہ ہے آگے تو غول راہ پیچھے ہے پچھل پائی
اس سے بڑھکر نہ کوئی دشمن ایماں ہوگا
بیمار پہ حکیم کو حاکم کو چور پر
اللہ اب رکھے تو رہے آبروئے دل
نفس سرکش اگر مودب ہو
نہ ہو اکسیر جبتک پارہ خاکستر نہیں ہوتا
مثل سیماب کسی سے یہ وہ مرتا ہی نہیں
کیوں پھنسا دیو کے پنجہ میں سلیماں ہوکر
نور عرفاں سے تا ہو دل پر نور
شر و فتنہ سے اس کے بچتا رہ

منتہی
"
منیر
مصحفی
مہر
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
نظم
"
"
نواب
نسیم
وقار
"
ہمدم
"
ہنر بر
یقیں
"

نفاق

نفاق انگیز ہمچناں ہوائے دہر است
نفاق از رجائی بے سنے سے نفیر خواب کو
نیند اڑ جاتی ہے نفاق لیلیٰ و نہار
نفاق دیکھے نفاق سے کنارے دن
نہیں راتوں سے ہے آدمی میں ضد کہ آگی ذات میں
کیوں نہ ہو چہرہ آدمی پر تش بھی خاک و باد بھی
کیوں جاہے آب بھی آگ بھی قیامت کیوں نہ ہو بپا
زمانہ آخری آیا قیامت میں ہے دیر کیا
نفاق اب یاں تلک پہنچا ہے کہ
نہیں فائدہ کوئی باہم جھگڑ کر
تو تو میں میں سے فائدہ کیا ہے
تو رہے گا نہ میں زمانے میں
ہو گیا ہے نفاق عالمگیر
اتفاق اٹھ گیا زمانے سے
متفق باہم تو دو میں ہے نفاق
یار گر ہیں متفق ہیں مرشی گر مختلف نہیں
دل سے آنکھیں ملیں باعث رنج و نزاع
دوستوں میں باعث دولت و مال و متاع
ہے یہ ملک و دولت و مال جو کہ منہ دیکھی
واقعی ہے وہ منافق جو کہ ہے دوست کے
حق و باطل میں نہیں رو و رعایت بھی
کینہ ۔

نشتی
"
نیر
مصحفی
مہر
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
نظم
"
"
نواب
نسیم
وقار
"
ہمدم
"
ہنر بر
یقیں
"

کینہ سے حشر تک بھی نہ ہوگا دل اسکا صاف — شفق
کیونکر نہ ہو نفاق عناصر کا ہے اثر — صابر
ڈالتے ہیں باپ بیٹے میں نفاق اہل غرض — قدر
بلبل گل نفاق کا پایا ہزاروں کو — قلق
ہماری ہی حکومت ہے ہمیں ہم ہیں زمانہ میں — ممنون
نہیں ممکن جو بیٹھیں چار دن آپس میں مل کے — واسطی
الفت ابنائے جہاں میں اب نہیں غیر از نفاق — ہمدم
دگرگوں ہے ہوائے باغ عالم — بیکتا

جس شخص کے نہاد میں ہے عادت نفاق
انسان کی سرشت ہوئی اختلاف سے
دیکھئے سہراب کو لڑوا دیا رستم کے ساتھ
دیکھا یہ ہم نے ساکن باغ جہاں کا رنگ
نزاع باہمی اٹھ جائے تو میدان خالی ہے
بشر پتلے ہیں آتش کے ہوا کے آب کے گل کے
اتفاق اک باہم انگشت و دہاں میں رہ گیا
کہیں دو دل نظر آتے نہیں صاف

نقل و اصل

نقل سے ہرگز نہیں ہوتا ہے ظاہر کار اصل — امیر
نقل میں پیدا نہیں ہوتا تکلف اصل کا — "
نقل سے اصل کا دنیا میں نکلتا نہیں کام — "
خلاف اصل کہاں فرع باغ عالم میں — "
کبھی نہ نقل میں خصلت ہو اصل کی پیدا — "
نقل کب اصل کے مقابل ہے — بحر
جو نقل ہے وہ نقل ہے جو اصل ہے وہ اصل — پرتو
جو اصل میں ہے بات نہیں نقل میں ہرگز — رشک
ممکن نہیں کہ اصل میں ہو نقل کے صفات — غافل

دیکھ لو دریا رواں ہوتا نہیں تصویر کا
مثل گل خوشبو نہیں ہوتی گل تصویر میں
ابر تصویر سے اک روز نہ برسا پانی
کبھی نہ ہوگا صنوبر چنار سے پیدا
کہ رنگ ہے گل تصویر میں شمیم نہیں
اس کے چہرے سے آئینہ نہ ملا
خاکہ ہو زباں کا تو زباں ہو نہیں سکتا
آواز کہاں دیتی ہے زنجیر کی تصویر
نکلے ہے کام ہاتھ کا کب پشت خار سے

نیکی

اماں ہے چین ہے نیکی میں عیش جاودانی ہے — افسوں
آخرت میں عمل نیک ہی کام آئیں گے — امیر
نیت بد ہو تو کار نیک سے حاصل کیا — "
بہت بد نیک کم ظاہر ہے یہ قول ہمیر سے — امیر
جو بات اپنے منہ سے نکلے وہ نیک نکلے — "
نیکی کی قدر کیا جو نہ ہو دہر میں بدی — "
کام نکلے جو کسی کا تو یہ ہے کام کی بات — انور
تم اگر چاہو برائی نہ کسی کی اکبر — اکبر
انسان چاہے جو بات اچھی چاہے — "
خدا کی راہ میں دینا کبھی ضائع نہیں ہوتا — اشک

کرو نیکی کہ نیکوں پر خدا کی مہربانی ہے
پیش ہے تجھ کو سفر زاد سفر پیدا کر
جاگتے ہیں دزد بھی مثل نگہباں رات بھر
کہ حق پر ایک فرقہ ہے بہتر دین باطل پر
جب تک زبان یارب گویا رہے دہن میں
رتبہ ہے دھوپ میں شجر سایہ دار کا
عاقبت میں یہی انور ترے کام آئے گا
پھر تمہارا بھی جہاں میں کوئی بدخواہ نہ ہو
بدیوں سے تحذر ہو نیکی چاہے
ملے گا اسکا بدلہ آج کی تو نے جو کل نیکی

کیوں شر سے گزر کر نہ کروں خیر کوئی آج	کل آئے گا ہر خیر و شر اپنا مرے آگے	پرتو	زائغ
بشر اس کو کہنا مناسب نہیں	نہ ہو جس سے دنیا میں کار ثواب	تجمل	
نہ کار خیر سے غافل کبھی تجمل ہو	رہے گا بعد زمانہ میں خیر و شر باقی	"	
بدی کا عوض بد اگر تو کرے	تو انصاف سے کچھ نہ بیجا رہے	تائب	
مگر بد کا بدلہ اگر نیک ہو	تو مشہور عالم میں تو ایک ہو	"	
فلک پر زمیں سے ہے جاتا غبار	برستا فلک سے ہے ابر بہار	"	
وہ کام کر کہ قبر میں آئے نسیم خلد	ایسا نہ ہو کہ گور میں باب سقر کھلے	ترکی	
نیکی کرو کام آئے گی آخر کو نکو ئی	ساتھ اپنے عمل ہونگے وہاں اور نہ کوئی	تراب	
مرد صالح قبر میں سوتا ہے یوں آرام سے	جیسے تہ خانہ میں سوئے کوئی بت مونس لئے	"	
یہاں جو کچھ کیا پائے وہاں ہم	وہی دانہ جما آخر جو بویا	"	
پھل پائیں گے واں تراب اس کا	دنیا میں جو تخم بو چلے ہم	"	
نادان ہے وہ خطرۂ شیطان ہے مانع	کرتا ہے جو کوئی عمل خیر میں تاخیر	"	
نیکی کرو یہاں تو ملے واں جزا تراب	پیسہ گرہ میں ایک نہیں حوصلے بہت	"	
اعمال اچھے ہوں تو امید بہشت ہے	پھل پائیے وہاں جو یہاں تخم بوئیے	"	
خیر پر جس کا قلم جاری نہ ہو	گاؤ خورد اس کا نہ کیوں دفتر رہے	"	
جس کے ہاتھوں سے نہ ہو کوئی کام نیک	کس طرح اس کا نہ کام ابتر رہے	"	
ہرگز نہ کیجئے سخن خیر میں قصور	کہئے تراب اسمیں جہاں تک زباں چلے	"	
غنیمت ہے جو خیر یاں ہو سکے	کہ واں فائدہ اس کا دہ چند ملے	"	
کرو دنیا میں نیکی جس قدر ہو	اجر عقبے میں اک حصہ کا دس ہے	"	
وہاں بہشت ملے گی جزا میں اسکے ضرور	یہاں جو راحت و آرام دے کسی کو بہت	"	
دشمنوں کے ساتھ کر شان کریمی اختیار	رزق دیتا ہے خدا مومن سے کافر کو سوا	ثاقب	
گلی کوچے میں بھی دولت لٹائی عمر بھر ہم نے	غنی دل ہیں ہمیں جو کوسنے دینگے دعا دینگے	"	
علی نے آپ ہی شربت پلایا قاتل کو	سزا بھی دی تو یہ دی جرم نا سزا کے عوض	"	
سیم و زر گاڑ کے بے فائدہ رکھتے ہیں بشر	عمل خیر سوا ساتھ نہ مدفن میں رہے	جنوں	
ہو سکے تو کرلے ایدل کچھ جہاں میں کار نیک	ہے غنیمت موت سے ہو جسقدر مہلت نصیب	جرار	
وہی کام آئے گا دفتر ہمارے	جو لیجا ئینگے ساتھ اپنے یہیں سے	جویا	
زمانہ اس کا بے شک دوست ہوگا	کرے گا جو کوئی سب سے بھلائی	جری	
کچھ لطف اور کردے چھوڑ بغض و کینہ	زندہ سدا رہے گی بس خوبی و بھلائی	حیرت	
بنے جس طرح نیک افعال کر	نہ یون گلشن عمر پامال کر	خلیل	
تاثیر سعی نیک کی بد کو محال ہے	پانی سے نخل موم کا کس دن ہرا ہوا	"	
بڑا حاصل زندگانی ہے یہ	اگر نیک نامی بشر لے لیا	خاموش	
توشۂ دین جو کچھ کرنا ہو بس کرلو یہاں	پھر کے دنیا میں تمھیں آنا دوبارہ ہی نہیں	خوشدل	
ہے نیکوں کی خاطر ہمیشہ خوشی	برائے گنہگار ہے درد و غم		

نکلی

خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں تو کیا فائدہ ذکر کریں
لوگ کرتے ہیں بری بات کا چرچا کیا کیا
جو بھلے ہیں وہ بروں کو بھی بھلا کہتے ہیں
سنتے ہیں اچھے نہ برا کہتے ہیں
جس طرح بات کی بڑی آتی ہیں
نیک سے جی میں بڑی بات سمائی نہیں
دیکھ رنگین ہے بڑی بد کا نتیجہ
نیک کے نیکی کا ہے پھل اچھا ثمر
کرلے نیکی تخم جو بوئے گا وہی کاٹے گا تو
نیکیوں کا تخم بو کر بد کی امید
باوصاف خدا موصوف انساں ہے وہی کرو
برائی جو کوئی ان سے کریں ان کا بھلا کردیں
کس طرح منزلیں عقبے کی دلا سکے ہوگی
ہو نہ بے فکر تو کچھ زاد سفر کرلینا
سخاوتمند ہو کر جی کو بعد از مرگ عالم میں
ہمارے نام کا مصرف کبھی بیجا نہیں ہوتا
دل سے نکلے دعا وہ بات کرو
دل سے منھ سے برا بھلا نکلا
کیا جو منھ سے نکل گیا سو گیا
خوش کرو راہ زمانہ میں کسی دل کو
وہ کام کرو کہ عیش پاؤ دل کے تئیں

سراج

نیکی

سراج	سر آج اپنے امکاں سے سب کے حق میں بھلا کہئے گا اور بھلا کیجئے گا	
سعید	بس غنیمت ہے جو نیکی کوئی ہو جائے سعید جز نکوئی نہ کوئی شئے ہے یہ دنیا باقی	
"	غنیمت ہے فرصت خیر کر خیر ارے غافل اجل سر پر کھڑی ہے	
"	نیکی ہے امر زندہ ہمیشہ ہے نیک نام معدوم ہوتا خلق سے نام نکو نہیں	
شوق	عالم اسباب میں وہ کام کیجے جو پھلے تاکہ دل سے شاد ہوں خویش و برادر دیکھکر	
"	خوبئ طینت عیاں ہو خوبئ انداز سے جانچئے تلوار کی خوبی کو جوہر دیکھکر	
شاداں	کام وہ کیجئے شاداں کہ بھلا ہو جس سے فائدہ کچھ نہیں گر کوئی جھنجھوڑے پتھر	
"	تم سے کہتا ہے یار اے شاداں تخم نیکی کا کچھ تو بو لو تم	
"	اس لئے کہتے ہیں تم کو کار نیکی کیجئے تخم جو بودے زمیں پر رائگاں ہوتا نہیں	
"	کام نیکی کا کرے گا تو رہے گا شاداں ایسی باتوں میں تری ناموری رہتی ہے	
"	جس نے بویا تخم نیکی کا ثمر اس کو ملا بیٹھتا ہے ہر مسافر کھل کے سایہ کے تلے	
"	کچھ میں نہیں کہتا ہوں یہ ہے بات تو مشہور بوتا ہے کوئی تخم تو پاتا ہے ثمر بھی	
شہید	رہتا ہے نیک عمل آدمی نہیں رہتا کہ جم کا نام و نشاں آج غیر نام نہیں	
"	جس قدر ہو سکے کر خلق سے نیکی کہ خدا عمل خیر کی دیتا ہے مکافات شتاب	
"	عمل نیک کر اے دل کہ ملے نیک جزا فعل بد خوب نہیں اس کے مکافات کو سوچ	
شاطر	کھلاؤ فقیروں کو بھوکوں کو کھانا کرو اہل دل تم سبیل اور ضیافت	
شائق	جو کرنی ہو نیکی تو قف نہ کر تو روئے گا جب وقت ٹل جائیگا	
"	خیر ہم کو آئی ہے شائق پسند شکر ہے جو ہم کو شر آتا نہیں	
"	جز عمل کے ساتھ جائیگا نہ شائق ہے یقیں لیکے مفلس کیا گئے اور کیا تونگر لے گئے	
صبا	خضر کا کام راہزن سے لے چال وہ چل کہ غیر اپنا ہو	
صابر	نہ رکھ بدی پہ نظر نیکیوں سے باز نہ رہ کہ سنگ پھینکتے ہیں شاخ پر ثمر کی طرف	
صادق	گر تو صادق ہے تو کر میری نصیحت پر عمل خیر سے تو کام رکھ کہ ہے رفیق آخر یہ ساتھ	
ظفر	جو کچھ کرنا ہے اے غافل تو کر لے یاں کہ واں ہرگز نہیں کچھ کام آتا ہے یہی بس کام آتا ہے	
"	بھلا کر تو بھلا ہوگا صدائیں بے نواؤں کی نہیں کچھ بات یہ ایسی کہ جو مانی نہیں جاتی	
عالم	اُس کا رتبہ بہت ہے پیش خدا جو بروں کو بھلا سدا جانے	
"	زمانے میں نیکی کا بدلہ بدی ہے سوا دل جلانے کے کیا کیجئے گا	
عادل	نیک برتاؤ نیک ہے سب میں جس جگہ چاہو دیکھ لو جا کر	
عاشق	نیکوں میں بدی نام کو پائی نہیں جاتی بدباطنوں کے دل سے برائی نہیں جاتی	
"	اعمال اپنے اپنے چلیں گے ہر اک کے ساتھ کوئی کسی کے ساتھ نہ آیا نہ جائے گا	
"	کوئی کسی کے ساتھ نہ جائے گا انیس بس ساتھ وہ چلے گا جو ہے کچھ کیا دیا	
"	کر لو جو کچھ کہ نیکی کرنی ہے دن ہے تھوڑا سا شام ہوتی ہے	
"	جو تخم عمل بوئے گا وہ پھولے پھلے گا اس باغ میں برباد ریاضت نہیں ہوتی	
عاجز	کیا کہیں تم سے عظمت نیکی رحمت حق ہے رحمت نیکی	

برائی کے سوا حاصل نہیں ہے کچھ برائی میں	بھلائی کر بھلائی کر بھلائی ہے بھلائی میں	فدا	
خود وہ بد ہے جو کسی اور کو کہتا ہے بُرا	نیک وہ ہیں جو بروں کو بھی بھلا جانتے ہیں	مجروح	
دانے کے بدلے پائے گا خرمن	کام آئے گی ایک جو نیکی	منیر	
ضرر بد ہے نفع نیکوں کا	مرگ فرعون عمر موسےٰ ہے	"	
کر بھلا ہوگا بھلا تیرا	ہم فقیروں کی اک صدا ہے یہ	منہی	
محب اس زندگی میں کچھ تو ایسا کام کر جس پر	زبان خلق سے نکلے صدائے آفریں برسوں	محب	
مٹانے سے نہیں مٹتے ہیں خیر کے آثار	یہ قصر مثل فلک پائدار ہوتے ہیں	"	
انھیں کو رکھتی ہے کچھ یاد خود غرض دنیا	جو یادگار کوئی خیر کی بنا کے چلے	"	
اثر خیر مٹانے سے کہیں مٹتا ہے	یہ وہ ہے قصر کہ جسکی نہیں بنیاد عبث	"	
انمول ہے جب زیست کا ہر ایک نفس	پھر کیوں عمل خیر میں ہے پیش و پس	"	
چھوٹ جاتے ہیں سب محب و عدو	ساتھ جاتے ہیں کارہائے نکو	"	
کر نیک عمل کہ نیک پھل پائے گا	گو آج نہ پائے گا تو کل پائے گا	مہر	
تحصیل میں کر تو سہی تو سعیٔ بلیغ	اے مہر ضرور ما حصل پائے گا	"	
ثمرہ تجھے چاہیے اگر مہر اچھا	کوشش یہ کر نہ ہو کوئی کام بُرا	"	
بوئے ہے ببول چاہتا ہے پھل آم	آئیں تو کہاں سے آئیں اے مرد خدا	"	
اچھا ہو خیال اور اچھا ہو کام	ہاتھوں سے جو سرزد ہو وہ اچھا ہو کام	"	
یہ تینوں مرحلے کئے جس نے طے	اے مہر وہ کر چکا فرائض کو تمام	"	
آغوش لحد میں ایک دن سونا ہے	اس وقت جو پچھتائے تو کیا ہوتا ہے	"	
ہے مزرع آخرت یہ دنیا اے مہر	بو لے اسوقت جو یہاں بونا ہے	"	
سب خویش و اقارب تجھے رو جائینگے	اور طالب گور ساتھ ہو جائینگے	"	
بھائی کا بھروسہ ہے نہ فرزند کا ہے	کر نیک عمل کہ ساتھ وہ جائینگے	"	
لازم ہے کہ زندگی میں تو کام کرے	وہ کام کہ مشہور ترا نام کرے	"	
وہ نام کہ ذکر خیر کے ساتھ اے مہر	ہر شخص سحر یاد کرے شام کرے	"	
وقت گزران مہتر گزر جاتا ہے	انسان آتا ہے آکے مر جاتا ہے	"	
ہر زندہ جاوید رہے نیک انجام	جو آنکے کچھ کام بھی کر جاتا ہے	"	
زندگی قابل تعریف ہے ان لوگوں کی	رہ کے دنیا میں جو دنیا کا بھلا کرتے ہیں	"	
وہ چال چل کہ عمر خوشی سے کٹے تری	وہ کام کر کہ یاد تجھے سب کیا کریں	"	
گر تیرا ذکر ہو تو وہ ہو ذکر خیر مہر	گر تیرا نام لیں تو ادب سے لیا کریں	"	
تخم عمل جو بوئے ہیں پھل اپنا لائینگے	یہ یاد رکھ نہ وہ کبھی بیکار جائینگے	"	
ابھی سے کر جو کرنی ہے کچھ اس دن کی تیاری	اجل سر پر کھڑی ہے چھوڑ یہ جھوٹی ہوسکاری	"	
کر بھلا مہر کہ ہر دم ہے دم نزع یہاں	کس کو معلوم ہے کب دہر سے رحلت ہوگی	"	
خیر کر خیر تجھے خیر سے برکت ہوگی	یہ وہ ہے خیر کہ اللہ سے قربت ہوگی	"	
کر بھلائی کہ بھلا ہوگا ترا دنیا میں	اور عقبیٰ میں برائی سے بریت ہوگی	"	

نیکی

نیکی اختیار کر کوئی کر کر چل بابو		مہر
چل اسکا بیٹھا ہے لیکر فرشتہ کھاتا		"
بدی کی سمت کبھی بھول کر نہ جا ہرگز		"
کہیں نہ راہ سے گمراہ کر دے راہ نما		"
نہ بھولو اسکو کہ نیکی کی راہ یہی ہے		مکتب
چلو اسی پہ سکو گے جہاں پناہ یہی ہے		"
ہوئے ہیں مکتبیں جہاں تک جہیز کہ دست فراخ		"
ہوئے ہے سرپہ کہ کر جہان تاج کو		"
کون سر پہ ہاتھ رکھے گا تجھ کو		نساخ
پھل پاتا ہے کوئی بوتا ہے کوئی		"
نیکی کر کوہ میں ڈال		"
نیک کو ہر کوئی بھلا کہتا ہے		"
نیک کو ہر کوئی یاد کرتا ہے		"
نیک کو ہر کوئی یاد کرتا ہے		"
نیک کو ہر کوئی یاد کر

وضعداری

آصف	آصف تو کبھی قول سے اپنے نہ پھرےگا
"	ایسے لوگوں میں نہیں ہم جو کہیں اور نہ کریں
"	نہ کبھی جیب خجالت سے یہاں سر نکلا
"	آصف تو کبھی قول سے اپنے نہیں پھرتا
اسیر	افراط سے نہ کام نہ تفریط سے غرض
"	پسند طبع نہیں ہے کسی کو وضع خلاف
"	اہل جہاں کی وضع نے یہ دل بٹھا دیا
آتش	دعوے ہے سلطنت کا ہر اک کو جہاں میں
"	جو ہے وہ اپنے زعم میں ہارون رشید ہے
"	نخوت سے جو کھینچا مجھے شمشیر ہو گیا
آتش	خلاف وضع ہے انسان کے واسطے معیوب
تراب	بدن کی زیب نہ ہووے کبھی قبا الٹی
جلیل	ہے وہی بد وضع جو وضع بزرگاں چھوڑ دے
درد	جو دل میں ہو اکہنا۔ جو منہ سے کہا کرنا
شہید	خاطر پہ کسی شخص کے تو بار نہ ہووے
"	اگر قسمت کوئی بدلے تو بے پرسش بدلتے ہیں
صابر	آبرو کر نہ تلف گرچہ ہو بھوکا پیاسا
عزیز	رکھتا پیوستہ ہے اپنے جسم سے ہر آئینہ
قائم	بات تو جب ہے کہ سر جائے مگر بات رہے
"	ہر کس و ناکس سے دب چلنا یہ اپنی خو نہیں
"	یہ بھی ہے شکر کسی دل پہ تو میں بار نہیں
میر	ابتک تو آبرو سے رہے ہم جہاں رہے
مہر	گو آسماں نے خاک میں ہم کو ملا دیا
مصحفی	نہیں سوچا کہ ہے یہ وضعداری باعث خواری
مضطر	پر تیری طرح خاک اڑانے کے نہیں ہم
میکش	کتنی رہی ہے اب جو خوشامد کی خو کریں
منتہی	خدا کے فضل سے ابتک نہیں اپنا چلن بگڑا
نظم	میں خود خراب ہوں مری محنت خراب ہے
ہمدم	اسیر قید غم رکھے گرفتار بلا رکھے
	اتنا آہستہ بہے جتنا ہو گہرا پانی

وفا

آصف	یہ بات تمہاری ہے کہا اور کیا اور
"	مرد جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھا دیتے ہیں
"	قیس دیوانہ نہ تھا جو جامہ سے باہر نکلا
"	وہ اور کوئی ہوگا کہا اور کیا اور
اسیر	وضع بشر وہ چاہئے جس سے نباہ ہو
"	کبھی خدا کا نہیں دوست جو کرم نہیں
"	سارے جہاں سے بیٹھ رہے ہم اٹھا کے ہاتھ
"	جو ہے وہ اپنے زعم میں ہارون رشید ہے
"	نخوت سے جو کھینچا مجھے شمشیر ہو گیا
آتش	بدن کی زیب نہ ہووے کبھی قبا الٹی
تراب	ہے وہی بد وضع جو وضع بزرگاں چھوڑ دے
جلیل	جو دل میں ہو اکہنا۔ جو منہ سے کہا کرنا
درد	خاطر پہ کسی شخص کے تو بار نہ ہووے
شہید	اگر قسمت کوئی بدلے تو بے پرسش بدلتے ہیں
"	آبرو کر نہ تلف گرچہ ہو بھوکا پیاسا
صابر	رکھتا پیوستہ ہے اپنے جسم سے ہر آئینہ
عزیز	بات تو جب ہے کہ سر جائے مگر بات رہے
قائم	ہر کس و ناکس سے دب چلنا یہ اپنی خو نہیں
"	یہ بھی ہے شکر کسی دل پہ تو میں بار نہیں
"	ابتک تو آبرو سے رہے ہم جہاں رہے
میر	گو آسماں نے خاک میں ہم کو ملا دیا
مہر	نہیں سوچا کہ ہے یہ وضعداری باعث خواری
مصحفی	پر تیری طرح خاک اڑانے کے نہیں ہم
مضطر	کتنی رہی ہے اب جو خوشامد کی خو کریں
میکش	خدا کے فضل سے ابتک نہیں اپنا چلن بگڑا
منتہی	میں خود خراب ہوں مری محنت خراب ہے
نظم	اسیر قید غم رکھے گرفتار بلا رکھے
ہمدم	اتنا آہستہ بہے جتنا ہو گہرا پانی

وفا

آصف	آپ کے ذہن میں آصف تو وفادار نہ تھا
"	کتنے دلبر ہیں کہ تابع فرماں ایک
اسیر	ہر وفادار ہے توقع سے اہل دنیا کے
"	عیب وفا میں ہیں ہمیشہ سے دوستی میرا
آتش	وفا سرشت ہوں شیوہ ہے دوستی میرا
"	کسی کی وہ بات جو دشمن کو ناگوار ہوئی
"	کیا ہوگئی وہ الفت یاران جاں نثار
آتش	اب فاختہ کو بھی نہیں آتے مزار پر
تراب	باوفا ہی نہ کسی نے ہمیں جانا
جلیل	باگہر دوستوں نے مانند اشک اغلب بجھ
درد	وفا بھی تا نہ ہے واقف ہیں پیچ نہیں
شہید	جو ایک جس سے ہے لگاتے ہیں بھلتا ہے وفا
"	دل میں کوئی یار وفادار ہی نہیں
صابر	دنیا میں کسی سے خاک توقع وفا کی ہم
عزیز	دیکھیں کسی جہان میں عہد وفا نہ ہو
قائم	اپنی جب اس جہان میں عمر رواں نہ ہو
"	دو دن کی زندگی کہ ہمیشہ مرے رہے جس پر
میر	لگے خاک میں ہم نے بھی بیوفائی کی
مہر	احباب

وفا

احباب واقربا سب ظاہر کے آشنا تھے
آج آنکھیں تک نہیں ملتی ہیں کل بیٹھے تھے پاس

ایک گل میں بھی نہ پائی آج تک بوئے وفا
جا نہیں سکتے جو مجھ کو دوست دشمن چھوڑ کر

بیوفاؤں کی محبت کا نتیجہ یاس ہے
نہیں یار وفادار کوئی حق کے سوا

دیکھ لی گلشن ہستی میں نہیں رنگ وفا
سمجھتے تھے جسے اپنا وہ بیگانہ ہوا اپنا

ایک گل میں نہیں ہے بوئے وفا
خود کریں گے وہ تیری قدر جلیل

جلیل خستہ جاں کو تم کہاں تک آزماؤ گے
کوئی اپنا نہ آشنا دیکھا

کسی کا حال کوئی پوچھتا نہیں ہرگز
پورا کیا نہ ایک بھی حیف و ہزار حیف

بہت کچھ سیر کی باغ جہاں میں
اپنے صاحب سے جو پھر جائیں تو پھر جائیں کہاں

قول و قسم کی شرم ملاقات کا لحاظ
وفا نہ گل میں نے چشم مروت باغباں میں ہے

سودا ہوی ہے جنس وفا جب سے بیقدر
وفا کی خو جہاں سے اٹھ گئی ہے

ایک گل میں بھی نہ پائی ہم نے بوئے وفا
دنیا کے دوستوں میں نہیں ہے وفا کی بو

انساں کو ایسے گل کی کبھی جستجو نہ ہو
کیا رسم اٹھی حیف زمانہ سے وفا کی

کہیں مٹتا ہے مٹانے سے مرا نقش وفا
میں اعتماد کروں کس کی آشنائی پر

جس سے امید وفا تھی بیوفائی اس نے کی
ہم نام ہی سنتے ہیں فقط مہر و وفا کا

مسکین مکاں خانہ دنیا میں تو بنا
ازل سے جانتے ہیں ہم نہیں مہر و وفا ہرگز

پیدا کیا کبھی نہ کوئی یار باوفا
نثار ہو جئے اُس دل کے جو ہو صاحب درد

ملا طریق وفا میں کوئی جو سنگ گراں

تسلیم
"
"
"
تراب
توفیق
جوش
"
جلیل
"
حسرت
"
"
حفیظ
خاموش
داغ
سودا
"
سراج
سخن
عاشق
"
عالم
فروغ
مصحفی
"
"
مسکین
ناسخ
نواب
نظم
"

آیا نہ دیکھنے کو زیر مزار کوئی
دو ہی دن میں اس قدر پاس وفا جاتا رہا

کچھ عجب عالم ہے ایدل گلشن ایجاد کا
منہ دکھائینگے نہ ایک دن زیر مدفن چھوڑ کر

دیکھتے ہم رہ گئے عمر گریزاں کی طرف
یہ مجھ کو جان پڑا جگ کی بیوفائی سے

ہو اگر دیدۂ بینا تو دکھا دیتا ہے
مگر اس گلشن ہستی کی اے ہمدم ہوا بدلی

باغ عالم کو بارہا دیکھا
کچھ بھی گر تجھ میں وفاداری ہے

تمہارا ہے تمہارا اب کسی کا ہو نہیں سکتا
جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھا

وفا کا رسم اٹھا حسرت اس زمانے سے
وعدے کئے تھے جو کہ ازل میں خدا کے ساتھ

کسی گل میں نہ پائی بو وفا کی
دین و دنیا میں نہیں اور ٹھکانا اپنا

انسان کو ضرور ہے ہر بات کا لحاظ
گل بلبل کہ ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر

دل میں نہیں ہے اپنے خریدار کی ہوس
سراج اب اپنے مالک سے لگا دل

غور سے دیکھا بہت اس گلشن ایجاد کو
دل اپنا اک زمانہ سے بیزار ہوگیا

جس میں وفا کا رنگ محبت کی بو نہ ہو
ہر دوست نے دشمن کی طرح ہم سے دغا کی

یاد رکھیں نہ مجھے بھولنے والے کیونکر
کوئی کسی کا زمانے میں آشنا ہی نہیں

آشنائی کر کے پھرنا آشنائی اس نے کی
آنکھوں سے کہیں مہر و وفا کو نہیں دیکھا

تو پانوردؔ اور ہے سارا جہاں سرا
جہاں میں آزمائش خلق کی تحصیل حاصل ہے

کیا ہوگیا ہے چرخ ترے انقلاب کو
وہ پاؤں چومئے جادے پہ جو وفا کے چلے

اٹھا کے راہ سے میں نے وہ رکھ لیا دلپر

وفا

وفا کیا ہے ہمارا آشنا ہو
وفا دشمن نہ ہو ایسا کسی کا

کہیں میں عندلیب بے مروت باغ الفت میں
نہیں ہیں عندلیبوں کو خشونت جور خزاں ہرگز

کہ چھوڑیں جن کو گلشن میں وہ گلشن چھوڑ جاتے ہیں
کبھی وفا کسی کو نہ چھوڑا اور عندلیب ہو نہیں

چلی قفس سے تو پرواز کی چمن کی طرف

نظم
وحشت
"
دل
"
"
"

وقت

رنج و محنت سے نہ کر غفلت سفر کرنا ہے پیری میں — میر
وقت جاتا رہے تو حسرت ہے — دن ہے خدا نے ہم کو دیا کام کے لئے —
کیا ہے پھر کوئی دم کا کیا جانو — جہاں میں رحمت بیجا کہیں زحمت سے بدتر ہے —
غنیمت جان فرصت آج کے دن — زندگی کچھ ابھی باقی ہے نہ گھبرا اے روح —
کیا جانے کیا ہوا ہے کل کی — تلافی نہیں وقت رفتہ کی ممکن —
جہاں میں دیر نہیں تلخی ہے کام و دہن شتاب کرو — ہے آج رخ ہوا کا موافق تو چل نکل —
تمہیں تو چاہیئے ہر کام میں شتاب کرو — آسودگی نہ ڈھونڈھ کہ جاتا ہے کارواں —
وقت یاں کم ہے جلد ہاتھ اٹھا — فرصت اوقات ہے بس مغتنم —
کرنا ہے تو غافل آج کر لے — ہر وقت میں صرف ایک ہی کام —
آسودہ ہے خیال عزیزاں کا چاہیئے — جو وقت گزر گیا اکارت —
کرنا ہے تو غافل آج کر لے — آیندہ سے خیال عزیزاں کا چاہیئے —
رائیگاں کھونا نہ تو اس وقت کو — جانا ہے پھر ایک دن عدم کو —
وقت یہ آتے نہیں پھر بار بار — ورنہ پھر پچھتائے گا اے نیکخو —
ہے فراغت اور عسرت ساتھ ساتھ — کل خزاں ہے آج گریاں ہے بہار —
ہے عبث گر قوم نے اس وقت پہچانا مجھے — کرلیں کچھ ہم بھی کہ اب چلتا ہے ہاتھ — مثنوی
دن واسطے معاش کے پیدا ہوا ہے اور — برکتیں اُن پر جنھوں نے وقت پر جانا مجھے —
مطلب انسان کا بے وقت نہیں بر آتا — آسودہ یاں ہر ایک بشر ہے تمام رات —
کام کی سدھ بدھ تجھے ہوگی نہ ہرگز اے غبی — کارسازی ہو جو منظور تو اوقات کو سوچ —
پڑھنے لکھنے کا ہو مقرر وقت — رائیگاں گر وقت تیرا کھیل میں ہو جائے گا — مصر
رہے ہر کام کا جدا ہر وقت —
جو وقت ملتا ہے اے عیش بس غنیمت ہے — نہ ضائع ہونے دے ہرگز کہ ہے دُرِ نایاب — عیش
سینک لے چند نفس آتش گل سے آنکھیں — وقفہ شبنم کو بہت صحن گلستاں میں نہیں — عزیز
جو گزر جاتے ہیں دن ہاتھ پھر آتے ہیں نہیں — عمر گھٹ جاتی ہے نقصان کہاں جاتا ہے — عاشق
پاؤ گے پھر نہ دیکھو وقت عزیز کھو کر — موتی نہ پھر ملے گا واللہ گم یہ ہو کر — کمال
جو دم ہے مغتنم ہے جو وقت ہے غنیمت — کیوں چھوڑتے ہو دیکھو علم و ہنر کی دولت —
پورے کبھی نہ ہوگے دنیا کے کام دھندے — ضائع نہ کر تو ہرگز یہ وقت قیمتی ہے — گہر
یہ وقت قیمتی ہے سائیں کی سن صدا کو — کر ترک خود پسندی اور یاد کر خدا کو —
کر اختیار دل سے تسلیم کو رضا کو — ضائع نہ کر تو ہرگز یہ وقت قیمتی ہے —
قدر اوقات کی اپنے اگر انسان جانے — گنج خلوت کو وہ اقلیم سلیماں جانے — مصحفی
فرصت بود و باش یاں کم ہے — کام جو کچھ کرو شتاب کرو — میر
غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز — میر اس کو رائیگاں کھوتا ہے کیا —
رشک یوسف ہے آہ وقت عزیز — عمر اک یار کارروائی ہے —
گئے وقت آئے ہیں ہاتھ کب ہوئے — تجھے کرنا ہو سو کر تو اب کہ یہ عمر برق شتاب ہے —

مسافر رات سے کرتا ہے ساماں دن کی منزل کا — امیر
اور رات کو بنایا ہے آرام کے لئے — آزاد
برستا قہر ہو جانا ہے بے ہنگام باراں کا — امیر
جتنے قیدی ہیں رہا ہوتے ہیں میعاد کے بعد — "
کوئی لاکھ رویا کرے سر پٹک کر — اشک
کل کی کسے خبر کہ کدھر کی ہوا چلے — اسمٰعیل
لے مستعار برق سے وقفہ قیام کا — "
یہ نہیں ملنے کی دوبارہ مجھے — "
پا سکتا ہے بہتری سے انجام — "
افسوس ہوا خزانہ غارت — "
جو وقت اپنے ہاتھ سے اٹک گیا گیا — پرتو
جانا ہے پھر ایک دن عدم کو — جویا
ورنہ پھر پچھتائے گا اے نیکخو — حیرت
کل خزاں ہے آج گریاں ہے بہار — حالی
کرلیں کچھ ہم بھی کہ اب چلتا ہے ہاتھ — "
برکتیں اُن پر جنھوں نے وقت پر جانا مجھے — "
آسودہ یاں ہر ایک بشر ہے تمام رات — شہید
کارسازی ہو جو منظور تو اوقات کو سوچ — "
رائیگاں گر وقت تیرا کھیل میں ہو جائے گا — صدر
رہے ہر کام کا جدا ہر وقت — "
نہ ضائع ہونے دے ہرگز کہ ہے دُرِ نایاب — عیش
وقفہ شبنم کو بہت صحن گلستاں میں نہیں — عزیز
عمر گھٹ جاتی ہے نقصان کہاں جاتا ہے — عاشق
موتی نہ پھر ملے گا واللہ گم یہ ہو کر — کمال
کیوں چھوڑتے ہو دیکھو علم و ہنر کی دولت — "
ضائع نہ کر تو ہرگز یہ وقت قیمتی ہے — گہر
کر ترک خود پسندی اور یاد کر خدا کو — "
ضائع نہ کر تو ہرگز یہ وقت قیمتی ہے — "
گنج خلوت کو وہ اقلیم سلیماں جانے — مصحفی
کام جو کچھ کرو شتاب کرو — میر
میر اس کو رائیگاں کھوتا ہے کیا — "
عمر اک یار کارروائی ہے — "
تجھے کرنا ہو سو کر تو اب کہ یہ عمر برق شتاب ہے — "

نہیں ہے وقت جیسی بیش قیمت چیز دنیا میں
ابھی ہے وقت فکر توشۂ عقبیٰ بھی کچھ کر لے
کرنا ہے جو وہ آج کرو کل کرو گے کیا
کام کر کام اگر آج ہے موقع ناداں
سیکھ لے جلدی سے مضطر کوئی فن
انسان کو لازم ہے رہے منتظر وقت
لاتے ہیں جو مفت کی روز دولت
آج کچھ ہو نہیں سکتا ہے تو کل کیا ہوگا
دور کر تیرگیٔ دل کہ ابھی تک ہے وقت
وقت ہے صید رمیدہ جا کے آنے کا نہیں
زاہد حاجت روا ہو جا کسی محتاج کا
چاہیئے غافل رہے کوئی نہ فیض صبح سے
دمبدم خندۂ گل سے یہ صدا آتی ہے
وقت کو ضائع نہ کر ناداں نہ بن
ہنس بول لو یہ وقت غنیمت ہے بلبلو
بے وقت کسی کو کب ملا ہے
یہ نہ ہو وقت نکل جائے کہیں
دم غنیمت ہے سعی کر اے دل

مہر
"
"
مضطر
ماہ
محب
نظم
"
"
ناسخ
"
"
نظامی
نسیم
"
وقار
واسطی

نہیں ہے قدر اسکی تجھکو اے غافل مگر کچھ بھی
کہ اب ہو یا کہ پھر دنیا سے آخر ہے سفر تیرا
جب مرغ جاں پھڑک کے بدن سے نکل گیا
کس کو اے دوست خبر کل کی کہ فرصت ہوگی
ہے تجھے دنیا میں فرصت چند روز
ہاتھ آئے کسی کے نہ کبھی زور نہ زر روز
وہی مفلسی کے ستم دیکھتے ہیں
سر پہ جب آن ہی پہنچے گی اجل کیا ہوگا
ہوگئی صبح تو روشن یہ کنول کیا ہوگا
وار کرنا ہے تو کر زد پہ شکار ایسے میں ہے
کل نہ تو ناکام ہوگا کام کر لے آج کا
دیکھ لو مردوں کو زندہ کرتی ہے تاثیر صبح
باغ عالم ہے موقع یہی زرداری کا
ہے یہی حاصل جہاں میں زیست کا
پھر گل کہاں بہار کہاں آشیاں کہاں
پتا کہیں حکم بن ہلا ہے
بات رہ جائے گی رہ جائے کیا
ہاتھ سے وقت کو نہ کھو دینا

ہر کمالے را زوالے

ترقی حد سے بڑھ جائے تو ہوتا ہے زوال آخر
کمال کو تا ہے وہ جسے زوال نہیں
کامل زمین پر ہے ترا حسن تیس دن
کون دولت ہے زمانہ میں نہیں جسکو زوال
ہے بدر رات بھر تو کوئی دم ہلال ہے
ہوی یہ بات نہیں حال بدر سے روشن
طلوع مہر زمانہ میں ہے غروب کے بعد
عروج کس کا تنزل پذیر یاں نہ ہوا
فقیروں کو مت جان منعم حقیر
دکھانہ جوش و خروش اپنا زور پر چڑھکر
کمال شئے زوال شئے سنا ہے میں نے لوگوں سے
وہ شغل کر کہ رتبۂ اعلےٰ سے گر نہ جائے

امیر
آتش
امیر
"
"
باسط
جویا
خوشدل
ذوق
راسخ
سید

سوا ہے ایک شب سے کب زمانہ ماہ کامل کا
ہزار شکر کہ مجھ کو نہ کچھ کمال ہوا
اک رات ماہ کو ہے کمال آسمان پر
کیا کروں جلوۂ خورشید لب بام پسند
رکھتا ہے وہ ثبات جو صاحب کمال ہے
دیا زوال جسے صاحب کمال کیا
جہاں میں ہوتا ہے اکثر کمال وجہ زوال
بہار آتی ہے گلزار میں خزاں کے لئے
ہے دو روزہ یہ تیرا جاہ و جلال
گئے جہاں میں دریا بہت اتر چڑھکر
مبارک ہو حریفوں کو کہ میں ہر فن میں کامل ہوں
اس کے لئے زوال ہے جس کا ہوا عروج

نقصان کے سبب ہے ترقی ہلال کو
بدر ہے زوال ہر اہل کمال کو
نہ کر تو سرکشی غافل بلندی آب فوارہ
نہیں ہے اس چمن میں گر بلندی ساتھ پستی کے
نہیں بڑھتی کبھی شاخ شجر اونچی کمال کی
کوئی شئے جو پہنچی ہے اسکو زوال
تو آخر ضروری ہے نقصان ہر صعود میں
لکھا ہے یہ عبد و معبود میں
یہی فرق ہے عبد و معبود میں
پیارے روز روشن ہے شب ہائے تار
خزاں باغ کی ہے تو کل ہے زوال
کمال آج اگر وہ ہوگا ہلال کو
جو ہے بدر آخر تو گرہن شب
چڑھی جو صبح کو شبنم تو گرنی شام کو فوارہ
فلک نے دی جسے عزت اسی کو خاک
زوال اسکو ہے جو کامل ہے خاک
ہمارے عیب کا منبع ہنر ہے
ہر کمالے را زوالے ہے جہاں ہو کیونکر زمانہ کا کمال بھی ہے
ثبات کا جہاں تو زوال بھی ہے
عروج ہے تو زوال بھی ہے
ہر اوج

نصیر
ظفر
"
غالب
"
"
"
غالب
"

ہمدردی

بجھ	غرۂ اوج بنائے عالم امکاں نہ ہو اقبال کا مآل ہمیشہ وبال ہے	اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایکدن دنیا کے ہر کمال کو ناداں زوال ہے	غالب
پیرایو	آنے والی ہے خزاں بھی حسن پر نازاں نہ ہو وہ کونسا ہے گل جو نہ کھلتے ہی گر پڑا	کرتے ہیں تجھ کو نصیحت او گل گلزار ہم سچ ہے کہ ہر کمال کو آخر زوال ہے	فدا
	ناکسوں سے نہ بہرہ مندی ہے کچھ بھی حاصل باکمالوں کو نہیں ہے جز زوال	کبھی پستی کبھی بلندی ہے	فوق
	گرتا ہے سر کے بل وہی جو سرفراز ہے دولت ہے کون جس کو جہاں میں نہیں زوال	مورد نقصاں ہوا جب ماہ کامل ہوگیا	مجروح
	سچ ہے کہ ہر کمال کو لازم زوال ہے زوال کے ہیں حقیقت میں ہوش وہ طالب	واللہ گواہ دعوے صادق نماز ہے	مہر
	ثابت ہوا عروج کی ہستی ہے آب پر سنتے ہیں ہر کمال کو ہے زوال	اے واسطی ہے شام ہمیشہ فقائے صبح بڑھ کر ہلال بدر ہوا تھا کہ گھٹ گیا جو چاہتے ہیں کہ حاصل کمال ہو جائے دیکھا جو سربلند جہاں میں حباب کو سچ ہے پامال اوج پستی ہے	ناسخ " واسطی وقار ہوش " ہمدم

عالی	آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ درد سر میں کوئی ہمدرد جو آیا نہ نظر	گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے اپنے ہی ہاتھ سے سر ہم نے سنبھالا اپنا	آصف رح
	عالی وقار ہوتے ہیں سب کے شریک درد گوارا ہے اذیت کب کسی کی طبع نازک کو	کرتا ہے کوہ سن کے فغاں کو فغاں بلند تڑپ جاتا ہوں آواز گلوئے مرغ بسمل پر	اسیر "
وارسنج	اسی کے شافع محشر بھی کام آئیں گے درد دل غیروں کا وہ جانے جو صاحب درد ہو	جو کوئی وقت مصیبت کسی کے کام آیا سر کو دھنتی ہے جو سنتی ہے مرا ذکر شمع	" "
	غم میں بشر ہو کیوں نہ بشر کا شریک حال خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم اسیر	تڑپی جو موج آنکھ بھر آئی حباب کی سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے	امیر "
	حاصل کیا ہے بنایا مکاں جو منعم نے مکرم جنس یاں ہے دستگیری نیم جانوں کی	کسی کے دل میں تو اس نے کیا نہ گھر پیدا خوبیدا کر ملیں جتنی دعائیں ناتوانوں کی	" احمدی
درد	کیا کر بیکسوں کی دستگیری اندمال زخم ناکامان بیکس کے لئے	یہی ہے شاہ کی فرماں پذیری مرہم کافور ہمدردی کا پھاہا چاہئے	" "
	محفوظ رنج قحط سے رکھے جو خلق کو گاہے قدمے یا درمے یا کلمے کچھ	لاریب ہے وہ یوسف کنعاں بعینہ کر وہ کہ کسی شخص کی حاجت تو روا ہو	انشا "
فوق	کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی خیال خاطر احباب چاہئے ہر دم	چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو	انیس "
	جوش ہمدردی میں پنہاں دولت ایمان ہے درد دل آسودہ سے ہے جنکو خبر کچھ	نقشہ حیرالفروں آنکھوں کو دکھلائے کوئی آزار کسی کا بھی گوارا نہیں کرتے	اقبال اسمٰعیل

نہ ہوگا ہم سا زمانے میں دوسرا غم دوست	رند	کسی کو رنج ہوا ہم شریک حال ہوئے
خدا سنوارتا ہے بیکسوں کی بگڑی کو	"	کسی کا کام کسی نے دیا سنوار تو کیا
دنیا کی شرم موت کا ڈر کچھ نہ کچھ تو ہو	راسخ	یعنے بشر کو پاس بشر کچھ نہ کچھ تو ہو
غمخوارئے جہاں کے لئے ظرف چاہئے	صبر	ایسا کہاں سے حوصلہ پیدا کرے کوئی
غمخوار خلق بنکے رہے جو وہ مرد ہے	صفیر	رشک و حسد نہ فکر معیشت میں چاہئے
رو دیا ہمدم وہیں اپنا سا غمگیں سوچ کر	سخن	جب کسی کی آنکھ میں آنسو نظر آیا مجھے
اے سخن کہئے تو انصاف سے اس عالم میں	"	درد جس کو نہ ہو وہ بھی کوئی انساں ہوگا
راحت نصیب ہوگی اُسے کائنات میں	سراج	سن لیگا گوش دل سے جو اہل صفا کے رنج
اپنے غم کا تو مجھے کچھ غم نہیں جو ہو سو ہو	شائق	مارتا ہے غم مجھے شائق مگر احباب کا
ہے جو ہمدردی پہ اہل درد کا دارومدار	عیش	دوست یا دشمن ہو ہر اک سے مدارا چاہئے
اہل دل کو درد دشمن کا بھی ہوتا ہے ملال	عاشق	خون دل پیتے ہیں لالے تشنگی سے خار کی
پاس خاطر کبھی نہ دل آزاروں کو	عالم	درد ہے جن کو وہ ہوتے ہیں مروت والے
درد آشنا جہاں میں کوئی مجھ سا کم ہوا	غافل	گر غیر بھی ہوا تو مجھے اسکا غم ہوا
کوئی اپنا ہو یا بیگانہ ہو یا تم ہو یا دل ہو	غریب	وہی بس یار ہے اپنا جو رنج و غم میں شامل ہو
ہو سکتی نہیں مجھ سے تو دل شکنی کسی کی	قدر	کعبہ تو مسلمان سے ڈھایا نہیں جاتا
کسی کے تھیس لگی دل میں میرے درد ہوا	قلق	کوئی علیل ہوا میرا رنگ زرد ہوا
وہ دردمند ہوں پہروں ہی بیٹھکر رویا	گہر	نظر پڑا کسی بیکس کا جب مزار مجھے
جیتے جی خلق کو اس جسم سے راحت پہنچی	میکش	کام آئے نہ پس مرگ کسی کار میں لاش
جیتے جی کچھ قوم کی خدمت تو کر	محب	زندگانی ہے یہ کس دن کے لئے
خیر کر پھینک یہ تسبیح و مصلے زاہد	"	نفع ہو خلق کا جس میں وہ عبادت اچھی
نہیں آسان کچھ ہمدردئ قوم	"	یہ رستہ سخت ہے منزل کڑی ہے
ہمدردئ ہم ملک نہیں گر ہم میں	"	تو جہل تعصب ہے سراسر ہم میں
ہمدردئ انساں نہیں جس انساں میں	"	حیواں سے بھی بدتر ہے فرشتہ ہے اگر
ہے افضل اعمال جو ہمدردئ خلق	"	کیا فرض نہیں قوم کی خدمت ہم پر
کافر ہے وہ جس میں نہیں حب قومی	"	ہر ملت و مذہب کی یہی جان ہے قوم
تقوے و صوم و صلوٰۃ و حج فقط کافی نہیں	"	فرض زرداروں پہ ہے کچھ قوم کی امداد بھی
ہو دل سے ہر اک شخص کی امداد میں ساعی	مہر	رہ دل سے ہر اک شخص کی بہبود کا خواہاں
تم اختیار کرو بیکسوں کی ہمدردی	"	خدا نے طاقت و ہمت تمھیں عطا کردی
ہے جو اوروں کی خاطر سے گرمی و سردی	"	وہی ہے مرد اسی کا ہے وصف پامردی
یہ ناکسی ہے کہ تم مثل بیکسوں کے بنو	"	چلے جو بس تو مددگار بے بسوں کے بنو
درد ہوتا ہے جنھیں درد سے ہم سایوں کے	"	ایسے ہمدرد بھی دنیا میں ہوا کرتے ہیں
طلسم رحمدلی کا بھی کارخانہ ہے	ماہر	کسی کے تیر لگا دل مرا نشانہ ہوا
خدا نے اس لئے پیدا کیا آدم سے حوا کو	مضطر	شریک حال رہنا چاہئے انساں کو انساں کا

ہمدردی

درد و غم کے واسطے پیدا کیا انسان کو — نازاں
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں
الہٰی یاد عزیزاں کسے رہا دل سے کل — ناسخ
جو مصیبت میں نہ غیروں کے ہیں سعادت مند
ہمیشہ کام میں غیروں کے جو عزیز جانے نہیں
ہمارا کوا پنے لئے فکر عزو جاہ زمانے میں
کسی کا درد اٹھانا ہے کسی کو کب زمانے میں
کرے جامہ و گل ہیں خندان شیشہ و بلبل کے شیون پر
کرے جامہ چاک جو بلبل کا ہے مدعا گل کا
تب بھی ہے تقویت کو بار اور کی اختیار — نفیس
کرے نیا دیکھ کر ہیرا نہ روئیں کس طرح مردم
دلوں کو رنج و غم نظارۂ بیکس سے ملتے ہیں
جل مرا جب غریب تن بدن میں آگ
گل گئی میرے تن بدن میں آگ — سیتلا
رفیقو اب کہ ہوں ایسا تڑپ جاتا ہوں اسکیلئے
خیال سے کبھی برق ستم گرتی ہے جس پر — بیخبر
کسی کی بھی اذیت آنکھ سے دیکھی نہیں جاتی
سرد دنیا ہوئی ہیں گلزار میں شبنم کے آنسو پر

تمت

ہمّت

آصف کا ہے یہ قول نہیں صاحب غیرت — احسان نہ لے ہمت مردانہ کسی کا — آصف
طاقت ہماری گھٹ گئی ہمت نہیں گھٹی — پیچھا کریں تو آگے ہی عمر رواں کے ہیں — امیر
بیٹھے ہیں تیرے در پہ تو کچھ کرکے اٹھیں گے — یا وصل ہی ہو جائیگا یا مر کے اٹھیں گے — احمدی
کبھی نہ صاحب ہمت کا حوصلہ ٹوٹے — کبھی نہ بھولے سے اپنے جبیں پہ بل آئے —
باندھو کمر خدا کا لو نام — ہمت سے ہوئے ہیں سہل سب کام —
مشکل سے ڈرو نہ کر کے آہیں — اس بحر کی مل رہیں گی تہا ہیں —
وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا — ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا —
اولوالعزمی سے جو گردوں تلک پھندے لگاتا ہے — دُرِ مقصود کو دریا کی تہ سے ڈھونڈھ لاتا ہے —
دیکھو نہ دن کہ رات ہے آگے بڑھے چلو — شور و شغب پہ دھیان نہ رکھو بڑھے چلو — افضل
کچھ کریں صرف تو کچھ راہ خدا میں دیدیں — اہل دولت میں کسی طرح کی ہمت ہی نہیں — اشک
صاحب ہمت کو الفت زر سے کب ہوتی ہے شک — اہل حاجت جو ہمارے پاس آیا لے گئے —
انشا خدا کے فضل پہ رکھئے نگاہ اور — دن ہنس کے کاٹ ڈالئے ہمت نہ ہاریئے — انشا
فکر کی چیز تو رکھتا ہی نہیں کچھ انشا — خضر ہمت کو فقط سامنے دھر لیتا ہے —
زنہار ہمت اپنی سے ہرگز نہ ہاریئے — شیشے میں اس پری کو نہ جبتک اتاریئے —
ہمت کبھی نہ ہاریئے انشا یہ چاہئے — جو بات دل میں ٹھن گئی بس وہ ٹھنی رہے —
جو ہیں اعلیٰ مرتبت ہمت میں رہتے ہیں بلند — خاک پر پڑنے سے کب ہوتی ہے میلی چاندنی — اوج
وسعت ہمت جو رکھتا ہے بہادر ہے وہی — جس کسی کے ہاتھ یہ میداں رہے وہ مرد ہے — اسیر
خالق جو کرے منعم دے ہمت عالی بھی — قاروں کی جو دولت ہو حاتم کی سخاوت ہو —
دولت پست کا طالب میں نہیں تشنہ دہن — خاک میں آپ سماے تو سما جانے دو —
خدا نے دی ہے محتاجی میں مجھ کو ہمت عالی — لٹادوں ایک ہی دن میں جو پاؤں گنج قاروں کو —
آسماں زیر قدم آے تو سمجھوں میں زمیں — مرے اللہ نے دی ہمت عالی مجھ کو —
بلند اللہ نے ہمت بھی دی ہے بالا بندوں کو — یہ بندے مول لیکے سرو سے آزاد کرتے ہیں —
اظہار سب پہ عیبے و ادریس کا ہے حال — ہمت بشر کو شرط ہے دور آسماں نہیں —
غیر سے خواہاں اعانت کے نہیں ہمت بلند — چنگل شہباز باب رزق ہے شہباز کا —
کریں جو کام جوانوں کے پیر کیا ممکن — کہ دست و پا میں گئی قوتیں کہاں آئیں —
کیا تعجب ہمت عالی اگر ادنے میں ہو — مور عاجز دعوت فوج سلیماں میں نہیں —
حرص سے ہمت زیادہ ہے مری اے آسماں — بانٹنے کو نعمت دنیاے دوں درکار ہے —
ہمت مردانہ نے آتش کیا ہے بے نیاز — جانتا ہوں میں گدا سلطان ہفت اقلیم کو — آتش
کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے — سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے —
سوتا ثر سے بلند کرے باغباں تو کیا — ہمت کے آگے پست ہے دیوار باغ کی —

ہو جان کی جوکھوں بھی اگر راہ طلب میں
ہمت ہو تو حالت کا بدلنا نہیں مشکل
ہمت کو نہ ہاریو خدارا
سمجھ نردباں اپنی ناکامیوں کو
ہمت ہی بنا دیتی ہے مفلس کو تونگر
گر چیونٹی تیمور کی ہمت نہ بڑھاتی
اوج معالی پہ اڑا لے گیا
ہمت مردانہ تجھ کو آفریں
خوف ناکامی ہے جبتک کامیابی ہے محال
ہمت کے لئے عار ہے احسان اٹھانا
جہاں تیغ ہمت علم دیکھتے ہیں
اڑاتے ہیں جو رخش ہمت کو سرپٹ
ہمت عالی کے باعث سر اٹھا سکتا نہیں
معراج پائی چڑھکے مسیحا نے دار پر
مشکل نہ کوئی ایسی ہے آساں نہ ہو سکے
جو نہ آنکھوں سے ہو دیکھا وہ دکھا سکتا ہوں میں
کہتے ہیں سب ہم خیال دین و دہم دنیا محال
قافلہ ہے بڑھ گیا اور تم ہو پیچھے رہ گئے
آبرو ہمت نے رکھ لی ورنہ وقت احتیاج
رکھتی ہے ہمت مری افلاک پر
مجھ کو ہمت نے مری بے لوث رکھا عمر بھر
ننگ ہمت تھا جہاں میں چار دن کے واسطے
جو ہو آدمی میں دلیری و ہمت
پیل دماں کی موت ہے چیونٹی کے ہاتھ سے
دولت دنیا کی خاطر کیا اٹھیں دست دعا
رہی وہ منزل مقصود اے جوانمردو
ہمت عالی ہو کیا ہمت کش اہل دول
جوش طوفاں ناخدا دشمن مخالف ہے ہوا
اللہ رے ہمت کہ ارادہ ہے وہاں کا
وہ عہد اور تھا ہمت تھی جب امیروں میں
ہمت رفعت طلب جلوہ دکھاتی ہے ضرور
ہے اگر ہمت بشر میں پائے گا پایہ بلند
خاک بھی اپنی رہی دوش ہوا پر ہی سوار

پست اس سے اولوالعزم کی ہمت نہیں ہوتی — اسمٰعیل
انجن ہو تو گاڑی کا چلنا نہیں مشکل — 〃
مت ڈھونڈھیو اور کا سہارا — 〃
کہ ہے شرط ہمت طلبگار رہنا — 〃
ہمت کے سفینہ کا اٹھا دیجئے لنگر — 〃
ہتیار بھی بے کار تھے اور فوج نکمی — 〃
تو سن ہمت کا طرارہ مجھے — 〃
کر کے چھوڑا سر ہوے جس کام کے — 〃
شکلیں جب بندھ گئیں ہمت سب آساں ہو گئیں — 〃
وہ درد بھی اچھا جو نہ محتاج دوا ہو — 〃
محالات کا سر قلم دیکھتے ہیں — 〃
وہ منزل کو زیر قدم دیکھتے ہیں — 〃
مثل سقف پست مجھ کو بام گردوں ہو گیا — برق
بہر عروج ہمت مردانہ چاہئے — 〃
ہمت دلیک مرد کو ہارا نہ چاہئے — بخناور
جو نہ کانوں سے سنا ہو وہ سنا سکتا ہوں میں — بدر
دوستو لیکن اسے ممکن بنا سکتا ہوں میں — 〃
آگے بڑھنے کا تمھیں رستہ دکھا سکتا ہوں میں — 〃
پاؤں ہم کس کس کے پڑتے جوڑتے کس کس کے ہاتھ — تسلیم
گر پڑا ہوں مثل سایہ خاک پر — 〃
ورنہ کیا کیا جان و دل کو جوش پر لایا کہ حرص — 〃
کیا فلک سے جاہ و منصب تخت و افسر مانگنا — 〃
غلط ہے نہیں بات بنتی بگڑ کر — بجمل
ہمت بلند چاہئے قد جتنا پست ہو — ثاقب
یہ بھی ننگ آبرو ہے ہمت مردانہ ہے — 〃
قدم اٹھائے ہوئے ہمتیں بڑھائے ہوئے — 〃
واژگوں روز ازل ہی کاسۂ سر ہو گیا — 〃
چلدے کشتی تو بھی بسم اللہ لنگر توڑ کر — 〃
ثاقب کی دعا کو نہیں جس در پہ رسائی — 〃
جلیل اپنے زمانہ کی تم نے خوب کہی — جلیل
گو نہیں ظاہر میں ہمت نام تو پنہاں نہیں — جویا
زیب سر گل کو ہوا ہے باغ ثروت نے کیا — 〃
کبھی پستی کی طرف ہمت عالی نہ گئی — داغ

ہمت

آدمی وہ ہے جو ڈھونڈ لے ذریعہ آپ کی
گر بیک وقت میں سو راہ نظر نہیں آتا کوئی
ہر وقت انتظار طلب میں ہے مستعد
رہتا ہے ایک پاؤں ہمارا رکاب میں
اگرچہ پا شکستہ ہیں ہم اے داغ
گو قصد سفر کا ہے ہمیں اب کہاں مجھے
کہاں میں وادی امن الماں میں آرام بلا میں راحت
سر پتنگ سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ کیا
آدمیت سے ہے ہمت پست قامت ہو کیا
پست ہمت ہے ہو گر پست قامت کا کیا
رکھتے ہیں ہمت عالی جناب خواجہ
نہیں ہے اتنا کسی کا بھی ناقص علو جاہ
ارادہ کر کسی ناقص سے کام اپنا نکلوانا
تو ہے جانور کو ہمت عالی دلا
رفعت جاہ کو ہے ہمت عالی درکار
دیکھئے کوشش کا پھل کیا ہمت عالی سے ملے
ہمت عالی کو ہے ہمت عالی درکار
ہمت عالی کو ہے ہمت عالی درکار
ہمت عالی کو ہے ہمت عالی درکار

ہمت			
کیا مقابل ہو گی افواج غم دنیا سے روں	غم نہیں گر نہ رہے طاقت و قوت باقی	مثنوی	سراج
پاؤں میرے ایک شیخ ہمت اس نے ڈھونڈھا	کھلا جب منزل مقصد کو پہنچے آفتیں سہکر	"	"
جس نے ڈھونڈھا اس نے پایا	منزل مقصد ابھی ہے دور اے عزم بلند	مصرع	"
تو جو اسے ہمت کرے کیا تھا نہیں	کر گزرے عین وقت پہ جو ہم سے بن پڑا	"	شاد
جو کام کرتے ارباب ہمت کرتے ہیں	فکر کر رکھتی ہے سرما کے لئے گرما میں	"	"
سعی بازو سے دولت سے نہیں ہوسکتی	کب ہو متاع خیر پہ ذی ہمتوں کو دھیان	"	صابر
جو کام کرتے ہمت سے نہیں ہوسکتی	سب کام ہو گئے میرے سیدھے اک آنمیں	"	"
ہمت چاہیے جو ہمت سے نہیں ہوسکتی	ظفر دل کا محل مضبوط ہوتا ہے تو ہمت سے	"	ظفر
وہ کیا ہے جو ہمت سے نہیں ہوسکتی	وہ ہمت ہی سے ہوسکتا ہے جو ہے کام ہمت کا	"	"
رستہ ہے خطرناک اس میں سنبھل کر چلو	ہمت ہوی قریب تو سب مشکلیں ہیں دور	"	عیش
مکتے نہیں ہیں بڑھکے جو مردان کار ہیں	کام ہمت سے لے اگر انسان	"	عصمت
مردان کار ہی کے لئے تو جی تو کر چلو	جانتا ہے وہ جلال ہمت	"	"
ہمت کے وقت جان چرانا نہ سیکھا	ہو جو ناقص اسے کامل کر دے	"	"
اس ہند کی سی پھر آپ کو غیرت ہو جائے	پست ہمت نہیں ہوتے ہیں شجاع	"	"
وہی پہلے کی سی	کام ہو جاتے ہیں سہل اے عصمت	"	"
	جو دشواری کو آساں جانکر جھیلیں وہ ہیں اچھے	"	عاشق
	نہ ٹوٹے رشتۂ عمر مصیبت	"	"
	ہمت کے ہے خلاف جو دینا جواب کا	"	"
	ناکام گر کوئی نہ ہارے ہمت	"	عزیز
	گر سر پہ چلے تیغ جفا کی بھی عزیز	"	"
	ہو برادر سے بھی امداد کا خواہاں کوئی	"	عاجز
	ہمت خدا کی دین ہے چاہے جسے وہ دے	"	قلق
	جو عالی حوصلہ ہیں بحر میں وہ کود پڑتے ہیں	"	محب
	مرد میداں ہیں نہیں راہ سے پھر جانے کے	"	"
	ستی کی ہمت مردانہ کا جواب نہیں	"	"
	مصلحان قوم کو لازم ہے عالی ہمتی	"	"
	ہے گوارا اپنی محنت سے اٹھائیں ہم پہاڑ	"	"
	جب اسے چڑھتی ہے افلاک پہ چڑھ جاتا ہے	"	میکش
	راہ میں ڈھونڈھتے راحت رہے راحت والے	"	"
	منصور و کوہکن گئے افسانہ رہ گیا	"	منتہی
	ہوائے سنگ حوادث سے دخل کیا ٹوٹے	"	"
	دم زلال یہ کہتا ہے دل مرا مجھ سے	"	"
	کام کیا ہے اسکو ملک و مال سے	"	"

سالک راہ طلب ہیں رہے ہمت باقی	کسی دن سختیوں میں کام ہمت آہی جاتی ہے	"
راہ طے کرنا تری امداد پر باقی رہا	پہلے سے بات دل میں کوئی ٹھانتے نہیں	شاد
ایک چیونٹی سے بھی تدبیر میں کمتر ہم ہیں	اک قطرہ آب کا نہیں جام حباب میں	صابر
الٹے قدم جو پھیر دیا انقلاب کو	نہ موقوف اسکا استحکام چونے پر ہے نہ گچ پر	ظفر
ظفر بے ہمتوں سے صرف ہمت ہو تو کیونکر ہو	دشوار تر جو کام تھا آسان ہوگیا	عیش
مشکلیں دم میں اُسکی ہو آسان	جس کو معلوم ہے حال ہمت	"
واہ کیسا ہے کمال ہمت	دل میں رہتے ہیں خیال ہمت	"
ہم نے دیکھا یہ کمال ہمت	جو آسانی کے طالب ہیں وہی مشکل میں رہتے ہیں	عاشق
مگر ٹوٹے یہ ہمت وہ نہیں ہے	سائل سے وعدہ کرتے ہیں اہل ہمم غلط	"
لازم ہے کرتا رہے سعی و محنت	ہمت کو نہ ہارے کہ ہے اسمیں نصرت	عزیز
زور بازو میں رہے قوت بازو دل میں	موقوف ہے گدا پہ نہ وہ بادشاہ پہ	عاجز
کھڑے رہتے ہیں کم ہمت یونہی افسوس ساحل پر	مشکلیں لاکھ ہوں لیکن نہیں گھبرانے کے	قلق
جلے جو جیتے ہی جی خود جگر یہ کس کا ہے	مرد میداں ہیں وہی جو خود خطر میں پڑ گئے	محب
پر کسی کا بار احسان و کرم اٹھتا نہیں	ہمت حضرت انساں کو نہیں جانتے کیا	"
پہنچے وہ منزل مقصود کو ہمت والے	دنیا میں نام ہمت مردانہ رہ گیا	میکش
یہ دل ہے مردوں کا جانو کہ کچھ حباب نہیں	وہی ہیں مرد جو کوہِ گراں اٹھاتے ہیں	منتہی
پاس جس کے ہمت مردانہ ہے		"

یہ مثل سچ ہے کہ ہمت سے ہے برکت حاصل — تم جو ہمت کرو اگلی سی برکت ہو جائے — مہر
اہل ہمت کو مدد حق سے ملا کرتی ہے — تم بھی حقدار بنو اسکے وہ ہمت ہو جائے — "
ہمت جو ہو بلند تو ہوں داغ یاس بھی — ہو آسمان سے مجھے اختر کی احتیاج — ناسخ
بوجھ اپنا کبھی ڈالا نہ کسی پر میں نے — ہوی تعمیر مری سقف سے دیوار جدا — "
ساتھ زر کے پستیٔ ہمت بھی ہوتی ہے زیاد — ورنہ مائل سوئے اسفل کس لئے قاروں ہوا — "
جنکی ہمت ہے بلند ان کو تعجب کچھ نہیں — پست فطرت جو کہ ہے قائل ہو کیا معراج کا — "
اہل سخا پہ دامن ہمت کشادہ ہیں — ہو چاک مفلسی کا اگر جیب جاں تلک — نصیر
پابوس آسمان سے شرف ہوتے ہیں نصیب — پھر حوصلہ بلند ہے اپنے غبار کا — نسیم
حوصلے پر صاحب ہمت کے صدقہ جائیے — سر کٹا کر شمع نے بوسہ لیا گلگیر کا — "
حوصلہ ہو نہ کم ظرف کو اصلا حاصل — ظرف خم کر نہیں سکتا کبھی شیشہ حاصل — نساخ
جو عالی ظرف ہیں کھٹکا نہیں کچھ انکو اے گلرو — الجھنے خار سے دیکھا نہیں دریا کے دامن کو — "
ہے عالی حوصلہ سے کس کو ایذا — قناعت ہڈیوں پر ہے ہما کو — "
احسان لے نہ ہمت مردانہ چھوڑ کر — رستہ بھی چل تو سبزۂ بیگانہ چھوڑ کر — نظم
بزور ہمت مردانہ توڑ ہفت حصار — یہ راہ بند ہے رستم جو ہفتخواں میں نہیں — "
ہیں وہی صاحب ہمت جو مدام — کار بے رو و ریا کرتے ہیں — نشاط
سر رہے یا نہ رہے بات رہے اپنی وقار — دل میں مضبوط مزاجوں کے جو گزرا گزرا — وقار

ہوس

گنج عزلت مجھے کافی ہے بسر کرنے کو — طاق کسرے کی نہ ہے قصر سلیماں کی ہوس — اسیر
طالب یار تہیدست و تونگر سب ہیں — جو گدا کی ہے تمنا وہی سلطاں کی ہوس — "
جو چیز ہے وہ رکھتی ہے کچھ انتہا آسیر — لازم نہیں جہان میں بے انتہا ہوس — "
دی ہے خدا نے عقل تو بھاگ اس سے دور دور — آفت طمع ہے حرص قیامت بلا ہوس — "
قاروں زمیں میں لے کے گیا گنج اپنے ساتھ — اللہ رے حرص رکھتی ہے کچھ انتہا ہوس — "
ہر چند لاغری سے ہوں اک مشت استخواں — پھرتی ہے مجھ کو اب بھی لئے جا بجا ہوس — "
تربت میں فرش کا نہ مکاں کا خیال ہے — ہم مٹ گئے تو مٹ گئی بعد فنا ہوس — "
قاروں ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت — ایسی نہ دے کسی کو جہاں میں خدا ہوس — "
مال و متاع ساتھ نہ جائے گا گور میں — دو دن کی زندگی میں کرے کوئی کیا ہوس — "
ہے قید خانہ دہر، گرفتار سب جہاں — طوق گلو تلاش ہے زنجیر پا ہوس — "
ممکن نہیں علاج ہو اس کا مسیح سے — ہے درد لا دوا کی طرح لا دوا ہوس — "
بے مانگے رزق دیتا ہے ہر روز وہ کریم — کب تک تلاش بوالہوس و تا کجا ہوس — "
اس شش جہت میں لاکھ طرح کے عذاب ہیں — خواہش تلاش حرص تمنا ہوا ہوس — "
جز قرب ذوالجلال کرے کوئی کیا ہوس — اللہ بس جہان میں ہے ما بقی ہوس — "

ہوس

دنیا سے دل کی پر ہوس جانے دو — اسیر
کھیتی ہو اگر تو خار و خس جانے دو — اوج
شوق تعلی سے جا — "
زوق سر آرام جا — "
طالب رزق ہو تلاش — نشاط
تھوڑی سی عمر میں کرے کیا ہوس — "
کرنے دنیا کی ہوس کرے کیا ہوس — "
بس نہ دنیا کی ہوس — "
خاک ہے خاک جسم خاک کی کیا خاک ہوس — "
ہوس بے کار ہے اے اوج دنیا میں ترقی کی — "
ہوس کچھ کام کی نہیں — "
پتہ کی طرح جو کوئی مقام ہوا ہو — "
اس شخص کی دنیا میں کبھی پیش نہیں ہوتی — "
خواہشوں سے زبوں دل کو — "
ورنہ یہ بحر بے کراں ہوتا — "
اس فرشتے بھی تو ہیں جنکو نہ نفس نہ رنج — "
خواہشیں دل کی بلائے جان انساں ہوتیں — "
ہوس میں پڑی نہ بن جاوے — "
ہوس کو کام میں لاؤ — بحر
جو ملے اسی دولت دنیا کی ہوس — "
ہوس خاطر یہ ہوی دولت دنیا کی ہوس — "
ہوس قارون کا میں اپنے ہی سمجھا — "

ہوس

جب کھرچ سے کر شیشہ ہے آہو کو شیشہ
کر دھوپ زر و زن سے ہے پرہیز
کس بن سے شیشہ ہو کر شیشہ
زنار سے دنیا کی ہوس کرتا ہے
جو شخص کہ دنیا پہ ہوس کرتا ہے
شیشہ میں وہ کیسے ہوس کرتا ہے
ساری دنیا بھی اسکو کھا جائے جو زہر
دیکھو کہ اسے بھی نہیں کرتا ہے
خمیر شیشہ ہوئی ہے جس کے دور از کار
مفتاح علما ہے یہ ہوا و ہوس کی رفتار
اس پر بھی ہے حرص روا لا الہ الا اللہ
پڑھ فاتحہ وا یا اولی الابصار اے یار
بیکار ہوئے حواس بیمار ہیں حیوانات
دل سے جاتے نہیں بھی ہوئی حرص
اسکا وہی حال ہے وہی پہلی بات
نخل سدا بہار دکھلاتا ہے
جو نخل ہے سر وہ بھی خشک ہوتا ہے ثمر
دیکھا ہے سر پہ ہوس بلا کا ہے
لیکن شجر ہوس نظر آتا ہے
جب دیکھئے شاداب ہیں

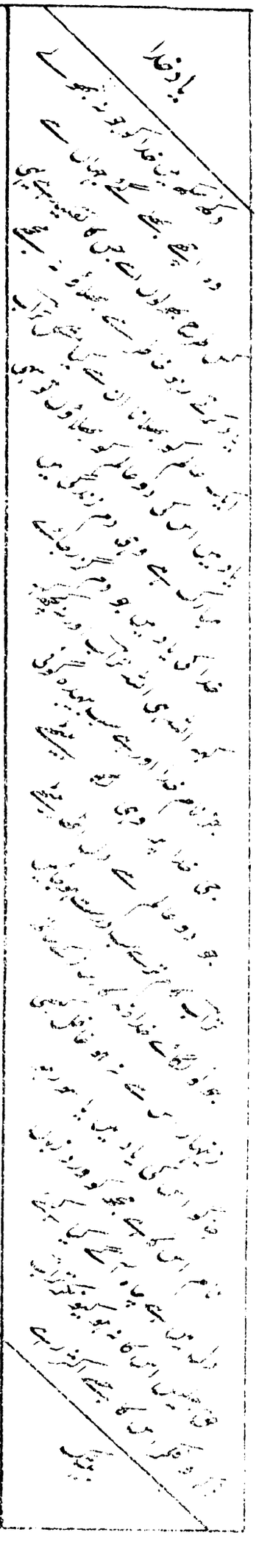
گزرے مزوں سے ہم تو مزے سے گزر گئی
اہل دنیا کو ہوس خاک میں بھی کیا کیا ہے
کسی کافر ہی کو ہو تخت سلیماں کی ہوس
بیسر و ساماں عبث کرتے ہیں ساماں کی ہوس
گرفتار علائق اے بلا میں تیری خاطر ہوں
حسرت تاج شہی لے گیا دارا دل میں
رہتے ہیں وہ ہوس سیم و طلا سے محفوظ
خاک ہونے سے مٹی جمشید و دارا کی ہوس
سو رہتے ہیں فقیر تو چیتے کی کھال پر
زنجیر ہو پا بندی اسباب کہاں تک
نکالا میری خواہش نے چمن سے
غافل تو کیوں جہاں کی ہوا و ہوس میں ہے
ہے کڑی پانوں میں انکے بنگئی زنجیر حرص
پوری ہوتی ہی نہیں دنیا میں سائل کی ہوس
تا دم آخر نہیں جاتی ہے انساں کی ہوس
خدا سے مانگئے لیکن ضرور کے لائق
دشمن ایماں کی ہے دنیائے دنی کی خواہش
دل سے یارو ہوس نام و نشاں دور رہے
حسد کیوں ہو ریا کیوں ہو چنیں کیوں ہو چناں کیوں ہو
مردار خواہشوں میں لذت نہیں ہے کوئی
جو رضا جو ہیں وہ بندے دوست ہیں اللہ کے
اس مرض سے نہیں دیکھا کوئی انساں خالی
دار فنا ہے شیر یہ سونے کا گھر نہیں
ریگ جہاں فقط ہے چمکنا سراب کا
کہ تجھ پہ زور مرا اے ہوس نہیں چلتا
موت آگئی چیونٹی کی اگر پر نکل آئے
ہنر ور مثل خاتم در پے نام و نشاں کیوں ہو
اے مشت خاک کیا ہوس کیمیا میں ہے
ستارے برق ہو ہو کر گرینگے میرے خرمن پر
حق سے مطلب نہیں دولت کے کمانے سے غرض
نفس امارہ نے کیا کیا نہیں ایذا دی ہے
جائے تکیہ زیر زانو گو سر فغفور ہو
جھونکتی ہے مجھے تقدیر بلا کے گھر میں

بحر
"
"
بیاں
تجمل
"
"
"
توفیق
جویا
حیرت
خوشدل
ذاکر
سحر
"
سید
سخن
سراج
سفیر
شفق
"
شیر
عیش
عاشق
عزیز
"
فیض
مصحفی
محب
منتہی
"
"

ہیں ضعف کے عقل و حافظہ میں آثار — چشم و دندان و گوش ہیں دور از کار — مہر
اے مہر گئے حواس لیکن نہ ہوس — یہ نشہ ہے ایسا کہ نہیں اسمیں خمار — "
رسوا مجھے کو بکو لئے پھرتی ہے — ہر سمت برنگ بو لئے پھرتی ہے — "
اے جذب منافع کی ہوس دردیں — پھر نہیں بلکہ تو لئے پھرتی ہے — "
ہم پیر ہوئے مگر تری بو نہ گئی — دل سے تری عادت نہ گئی خو نہ گئی — "
دنداں گئے آنکھیں گئیں اور عمر گئی — لیکن نہ گئی تو اے ہوس تو نہ گئی — "
مٹا دیا ہوس جاہ نے مجھے ہے ہے — میں بے نشان ہوا نام اور نشاں کے لئے — "
بھولے سے بھی دنیا کی تجھے چاہ نہ ہو — دل میں ایسا خیال للہ نہ ہو — "
سر مہر پہ تیغ کے مرجائے گا — جنگل ہے ہوس ابھی تو گمراہ نہ ہو — "
شہرت کی ہوس کمال نادانی ہے — کس کی رہی یاد کس کی رہ جانی ہے — "
دنیا میں رہے گا نام اللہ کا بس — باقی جو شئے ہے مہر وہ فانی ہے — "
ساز و ساماں کا شوق ہے لاحاصل — اس کی جانب کبھی نہ کر دل مائل — "
جب نظر کی تجھے بندۂ دنیا پایا — بندہ حق نہیں تو اے سگ دنیا ہرگز — "
ہوس کی ابتدا اے بوالہوس مادنی سے ہے — ولے یہ مبتدا ہے وہ نہیں جس کی خبر کچھ بھی — "
کہاں گنجائش اسمیں ذکر حق کی اور طاعت کی — بھری رہتی ہے تیرے دلمیں خواہش مال و دولت کی — "
ہوس عزت کی بھی از بسکہ دامنگیر رہتی ہے — برائے عزت و شہرت ہے جو تدبیر تیری ہے — "
رسائی ہو تجھے حکام بالا دست کے در تک — ہوس اے بوالہوس یہ زیر چرخ پیر تیری ہے — "
مٹا شاہ و گدا کا فرق جب دونوں کو موت آئی — ہوس اس پر بھی عزت کی ہے تو تقصیر تیری ہے — "
ہوس دنیائے دوں میں عزت و شہرت کی ہو غفلت — کہ عزت ہے تو رب العزت و جبروت کی طاعت — "
ترا جو کام ہے مضمر ہے اسمیں نام کی خواہش — تقاضائے ہوس ہے یہ ہے گر اکسیر تیری ہے — "
ترے علم و لیاقت میں ہے مضمر نام کی خواہش — سر مغرور میں تیرے غرور علم ہے داخل — "
نہ سامان مکاں پر بوالہوس ہے اکتفا تجھ کو — ہوس کہتی ہے ساماں اور بھی درکار تھا تجھ کو — "
مگر جتنے تعلق تو نے دنیا میں بڑھائے ہیں — رہیگا فکر بھی اتنا ہی ہر اک بات کا تجھ کو — "
اکیلی جان تیری اور یہ خیل و خدم غافل — اکیلا دم ترا اور اس پہ یہ چون و چرا تجھ کو — "
تجھے اے بوالہوس پوشاک میں بھی ہے ہوسکاری — تردد رات دن رہتا ہے خاطر کو بہت بھاری — "
ہوس کہتی ہے جوڑے اور بھی درکار ہیں تجھ کو — بھری ہے گرچہ پوشاکوں سے الماری کی الماری — "
تجھے لینا ہے کیا اے بوالہوس پوشاک عمدہ سے — عبث ہے تیری خود بینی عبث ہے خوشنما داری — "
ہوس رہتی ہے تجھ کو یہ کہ جب خاصہ چنا جائے — مہک جائے بس اسکی بوئے خوش سے گھر کا گھر تیرا — "
چنی ہوں نعمتیں دنیا کی نایاب و گراں قیمت — نہ دل سے ہر اک مہماں ہو کہا کر مدح گر تیرا — "
مقوی اور مفرح اور مرغن ہو جو کھانا ہو — دماغ خشک کو بھی تر کرے حلوا ترا تیرا — "
مگر انساں ہے تو اے بوالہوس یا ہے گدھا گھوڑا — خیال اس طرح جو شام و سحر کھانے میں ہے تیرا — "
جہاں کی نعمتیں کھا کر شکم تیرا نہیں بھرتا — مگر دوزخ ہے معدہ الاماں و الحذر تیرا — "
خود پائی میں نے ذلت غیروں کی کیا شکایت — کرتی نہیں ہے کس کو یاں خوار و زار خواہش — مظہر

ہوس

ہر عروج ٹھوکریں کھائی ہیں خلق کی — شیخ
بنتا بگڑا کس شئے پہ ہوس ہے — نسیم
اہل ہوس کا کس شئے باقی ہوس ہے — "
اللہ بس ہے آرزوؤں میں بہت — ناشاد
بخت بد گشتہ و عاجز نے مارا — "
ہوس اچھا نہیں ہوتا ترا بیکار ہوں — بیخبر
کبھی اچھا نہیں ہے تجھ سے آزار ہوں — "
جان لیتا ہے تیرا جھل آزار ہوں — "
آبرو دار کی توقع ہیں کس کی خواہاں ہوس — "
بندہ تیرا جو بنا بس وہ ہوا خوار ہوس — "
نیک و بد میں نہیں کچھ فرق نظر آتا ہے — "
تو بنا دیتی ہے جب بخیہ و رفو کار ہوس — "
اپنے کاموں کی تو کرتی ہے مٹی برباد — "
آزمایا ہے تجھے تو نے بہت بار ہوس — "
ہوتی جاتی ہیں خطائیں پہ خطائیں تیری — "
ہوئی جاتی ہے بڑا تیرا طلب گار ہوس — "
کہ گنہگار بڑا تیرا گلا ہوس تیرا — "
خاک بھی ہاتھ نہ آئے گی پھر اسکی ہوس — "
خاک میں مجھ کو ملا دے گی یہ بیکار ہوس — "
خاک ہوتے ہیں یہاں راہن و زر دار ہوس — "
خاک کر دے گی تیری رہ پہ غبار ہوس — خاکی



خالق ارض و سما سے یہی ہر دم ہے دعا	نجم ہو دام میں تیرے نہ گرفتار ہوس	نجم
چشم طامع یا قناعت بھرتی ہے یا خاک گور	جیتے جی موقوف کب ہوتی ہے انساں کی ہوس	واسطی
ایدل امیر دام ہوا و ہوس نہ ہو	غفلت میں باد ہمنفساں یک نفس نہ ہو	وقار
آبرو کو خاک کرتی ہے ہوائے سیم وزر	بو تہ گل آگ میں جلتی ہے حرص زر اٹھا	ہرچند
یوں بھری ہے دل آدم میں ہوس سر تا پا	جسطرح تخم نہاں ہووے ثمر کے اندر	ہمدم
نہ جائے عمر ہوا و ہوس میں کیوں ہمدم	کہ ہے ازل سے بشر احتیاج کا پتلا	"

یاد خدا

رہے ہر دم میں ہر دم یاد تیری	جدھر دیکھوں اُدھر بس تو ہی تو ہو	آصف
یاد خدا ہے باعث تسخیر چار حد	یکسو ہو دل ترا تو ملے چار سو سے فیض	امیر
کون ہیں جن کو فراموش ہے دنیا میں خدا	ہم کسی کام میں ہوں دھیان ادھر رہتا ہے	"
خدا کی یاد ہے لازم کہ ہو درستی دل	مکاں بغیر مرمت خراب رہتا ہے	"
یارب ترا ہی ذکر یہاں جب نہ تب رہے	ہر دم کے ساتھ اک حرکت زیر لب رہے	انشا
جو گھڑی یاد میں تری کٹ جائے	وہی آٹھوں پہر کی پونجی ہے	"
بعض اوقات کو کر فکر معیشت میں صرف	وقت پر یاد خداوند تعالےٰ بھی کر	احمدی
غافل نہ اسکی یاد سے انساں رہے کبھی	مسجد ہو بتکدہ ہو و یا خانقاہ ہو	اشک
خدا کی یاد جوانی میں غافلو کر لو	وگرنہ وقت فضیلت تمام ہوتا ہے	آتش
ہے وقت نیچ کر لو یاد حق سونا ہے تربت میں	اٹھو اب چھوڑ دو آرام پھولوں کے چھپر کھٹ کا	اکبر
تقدس کو رکھے دنیا کے چھوڑ جھگڑے	کیا کیا کرے گا بندے تھوڑی سی زندگی میں	"
خدا سے تم دل لڑا اپنا زبان کو پھیر لاؤ دل سے	تو دیکھ لوگے کہ پر اثر ہے زبان سے جو نکل رہا ہے	"
محبت دنیا کی جب دبا دے دل کو	خالق کا کر دھیان تکبیر پڑھو	"
مرد کو چاہئے قائم رہے ایمان کے ساتھ	تا دم مرگ رہے یاد خدا جان کے ساتھ	"
آ ہی جاتا ہے زندگی میں اک وقت	کرنا پڑتا ہے سب کو اللہ اللہ	اسمٰعیل
نہ چھوٹے کفر میں بھی وضع ایماں	کہ ہے ہر حال میں یاد خدا فرض	افسر
افسر خدا کی یاد میں ان کو گزار تو	جو چار دن ہیں زندگیٔ مستعار کے	امجد
امجد تا کے وساوس شیطانی	کب تک رہے دل سفینۂ طوفانی	"
سرگشتگی میں بھی طائر قبلہ نما	کرتا نہیں اللہ سے روگردانی	انجم
ترا ہی دھیان ہے دل میں ہر دم	ترا ہی نام لیا کرتے ہیں	بحر
اندوہ فراق جب کٹا ہے	برسوں ترا نام جب رٹا ہے	بختاور
نہ جس میں ہو ذکر اس کا بختاورا	سخن ایسا بس لب پہ لانا ہے منع	
واقعی اس جہان فانی میں	یاد حق پائدار ہے نعمت	تراب
دم غنیمت ہے عزیزو کوئی دم غافل نہ ہو	یاد ہی میں اس کی گزرے کاش ہر دم ہر نفس	"

بیشک اسی کا ہوگا یہاں خاتمہ بخیر	غافل نہ یاد حق سے جو وقت اخیر ہو	تراب
تراب اس شخص کو ہم نیک و خوش اوقات کہتے ہیں	خدا کی یاد میں جس کی کٹے اوقات ہموارہ	"
معتبر زندگی وہی جو تراب	یاد پروردگار میں گزرے	"
اس کو جنت میں کہو سیدھا چلا جائے تراب	جو کوئی دنیا سے اسکی یاد میں مشغول جائے	"
باوجود کاروبار غفلت اس عالم کے بیچ	یاد حق کرتا رہے دنرات کوئی تب جانئے	"
تراب اللہ کہتے مرگیا جو	اسی نے خاتمہ بالخیر پایا	"
تراب اس کو یکدم نہ تو بھول جانا	بھروسا ہے پیری میں کیا زندگی کا	"
ہو وہ کیونکر کوئی دم غافل تراب	جس کو مشق ذکر پاس انفاس ہے	"
خاتمہ بالخیر اگر چاہو تو یہ تدبیر ہے	آمد و رفت نفس میں ذکر ہو جاری کرو	"
چاہے کچھ ہو یا نہ ہو دے دین و دنیا سے تراب	مرتے جیتے ہمدم اپنا اللہ ہی اللہ ہو	"
پھر ہے کیا اس کو کسی خاص سے اور عام سے کام	رات دن جس کو کہ اللہ کے ہو نام سے کام	ترکی
غفلت میں گرچہ عہد جوانی ہوا بسر	ترکی نہ چھوڑ پر دم پیری خدا کا شوق	"
ذکر حبیب سے کبھی غفلت نہ ہو جلیل	چلتا رہے یہ کام بھی جب تک زباں چلے	جلیل
دو کام ایک دل سے خلاف اصول ہے	کیونکر بتوں کی چاہ ہو یاد خدا کے ساتھ	"
حاصل عمر ہے دم بھر ہے اگر دل یکسو	ہائے وہ دل جو تری یاد میں دنرات رہے	"
آیا یہ لب پہ اور گیا درد دل مرا	اکسیر سے ہیں بڑھکے ترے نام کے خواص	"
خدا کی یاد دل میں ہو تو بس ہے	سوا اسکے جو کچھ ہے وہ ہوس ہے	جری
خدایا آگیا اسے دل ہجوم یاس و حسرت میں	نظر آیا ہمیں وحدت کا جلوہ عین کثرت میں	جوش
دل لگا حق سے نہ ہو مائل گل و گلزار پر	دیکھتا ہے کیا توجہ باغ و بستاں کی طرف	حیرت
خدایا وقت پرسش نام تیرا ہی رہے جاری	زباں دکھلائے مجھ کو ہمت مردانہ تربت میں	"
گر بن پڑے تو یار حقیقی کو خوش کرو	حیرت یہ ہیں جہان کے سب کاروبار ہیچ	"
اب کسی شئے میں نہیں راحت جاں طاقت دل	ہاں اگر ہے تو یہ تاثیر ترے نام میں ہے	"
میں نے کی گلشن امکاں کی بہت سیر اے دوست	پتے پتے کو ترے ذکر میں شاغل دیکھا	حمید
وہی لب ہیں ذاکر کہ ہے ذکر جن پر	وہی دل ہے جس میں تری جستجو ہے	ذاکر
پڑتی ہے جب مصیبت اے راسخ	یاد باری زیادہ ہوتی ہے	راسخ
پڑھوں میں نزع میں تسبیح تیرے نام کی یارب	عدم بنا دوے کے پھیر میں ہو دم شماری کا	"
محو کو تیرے نہیں ہے دین و دنیا کی تلاش	کھو چکا سب کچھ وہ جس نے تجھ کو پایا ہوگا	سودا
اسباب دین و دنیوی کب تھا خیال میں	تیرا ہی دھیان تا بدم واپسیں رہا	"
معدوم سلسلہ ہو ہر اک رسم و راہ کا	گرورد دل ہو اسم مکرم آلہ کا	سخن
تن میں جب تک ہے مری جان تمنا ہے یہی	ذکر میں تیرے رہوں محو ہمہ تن بن کر	سعید
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہیں	کس کام کی زباں جو تری گفتگو نہیں	"
ہے باعث نجات دو عالم خدا کی یاد	موت و حیات میں ہے مسلم خدا کی یاد	"
بندوں پہ فرض عین ہے ہر دم خدا کی یاد	کرنا ضرور چاہئے پیہم خدا کی یاد	"

یاد خدا

ہر کام سے ہے بہتر کرنا خدا کا نام
سب کام میں ہے اول لینا خدا کا نام
دنیا میں خوش ہو جس سے دونوں جہاں میں عزت
کرتی ہے دل سے ہر دم یاد خدا کی یاد
دنیا میں ہے سعادت کرتی ہے یاد دل سے
کرتی ہے دست بکار اور دل سے یاد
دنیا میں ہے سعادت کرتی ہے یاد دل سے
کرتی ہے دست بکار اور دل سے یاد
جو عاشقان خدا میں ہیں آس دم خدا کی یاد
جان نہ ان کی یاد سے ہو فرشتہ خصال ہو
محبوں ہو دل ہو گر جب خدا کی یاد
دل میں ہے قیام و سکوت و جلوت میں
معروف ہیں جو کرتے ہیں خدا کی یاد
مخلوق جھکا رہے ہے خالق کے
گردن جھکا ہو جس نے خدا کی یاد
کرتا ہے جی بھی بھر کر شب زندہ دار کی یاد
کرتا ہے روز نیر اعظم خدا کی یاد
کرتا ہے وہ ہر ایک جو خدا کی یاد

یاد خدا

عاشق	ہیں فرط ذوق و شوق سے اشجار وجد میں	کرتے ہیں جھوم جھوم کے باہم خدا کی یاد — سعید
"	حاصل اگر ہو چشم بصیرت نظر پڑے	کرتے ہیں کوہ و کاہ و برویم خدا کی یاد — "
"	خالی نہیں ہے یاد سے کوئی غرض دلا	کرتے ہیں جن۔ ملک بنی آدم خدا کی یاد — "
"	دیو لعین دل میں اٹھاتا ہے وسوسے	بیٹھے ہیں بندے کرنے کو جمدم خدا کی یاد — "
"	سیر دل کی اگرچہ ہو منظور	ذکر حق سے نہ منہ پھرا ہرگز — سالک
"	نہ کر زاہد خیال حور جنت	خدا کی یاد میں اپنا لگا دل — سراج
"	اللہ اللہ زبان پر ہوگا	دغدغہ کیا ہے حشر کا مجھ کو — سعید
"	رابطہ سب سے چھوڑ اے سعید	چاہیئے یاد ذوالجلال سے ربط — "
"	سعید تجھے لازم ہے کہ رہ یاد خدا میں	گو زندۂ جاوید ہو لیکن ہے قضا شرط — "
"	شاد رکھ دل کو یاد خالق سے	پھر نہ بھٹکے گا پاس رنج و ملال — "
"	تو ایک دم بھی نہ شغل خدا سے غافل ہو	کہ دل میں نور ہو مہر منیر کی صورت — "
"	خدا سے نہیں جن کو سعید محبت	وہی اپنی بازی کو ہارے ہوئے ہیں — "
عاشق	لو لگا اپنے خدا سے کہ ملے تجھ کو نجات	شفق اچھا نہیں دنیا میں لگانا دل کا — شفق
"	اسکو ہی تم نہ ڈھونڈھو ماوی ہے جو سبھوں کا	ہاں تم اسی کو پوجو ملجا ہے جو سبھوں کا — "
"	ہو ملائک سے فزوں کیونکر نہ انکا مرتبہ	دھیان جن بندوں کو رہتا ہے خدا کی یاد کا — شرم
"	رہے وردِ زباں بس نام تیرا اے مرے خالق	جو نکلے جان شائق تن سے اور ہو وقت رحلت کا — شائق
"	صدق دل سے نام رب شائق کے لب پر تمہارا	حکم حق سے قصد جب سوئے عدم کرنے لگا — "
"	دل میں کرتا ہے اثر ذکر خدائے برحق	اہل ایماں کو نہ ہو کیونکر عبادات سے حظ — "
"	یاد میں ایزد حق کے نہ جو انساں نہ رہے	اسے غفلت کا کسی طرح سے پایاں نہ رہے — "
عزیز	غافل از یاد خدا جو کوئی انساں نہ رہے	وہ کبھی پیش خردمند پشیماں نہ رہے — "
"	نفس گرم تیری یاد میں ہے	شعلہ زن صورت شرار اپنا — "
"	دم میں جبتک دم ہے اسکا نام ہے ورد زباں	جس نے مشت خاک سے بندہ کو انساں کر دیا — شہید
"	فکر دنیائے دنی کی تم کو طاہر اس قدر	عہد پیری میں مناسب ہے خدا کی یاد بھی — طاہر
"	ذکر کرنا چاہیئے دل سے مدام اللہ کا	اس نگینہ کے لئے زیبا ہے نام اللہ کا — "
علی احمد	فی الحقیقۃ ہے زباں سے یہ زیادہ پاک و صاف	دل سے میں اسواسطے لیتا ہوں نام اللہ کا — "
"	خدا کی یاد میں بے خود ہے جو شخص	اسے کچھ فکر بیش و کم نہ ہوگا — عاشق
"	بے غرض کہنے کو بہتیرے جہانمیں ہونگے پر	بے غرض وہ ہے کرے یاد خدا جو بے غرض — "
"	گر یاد ہے اس کی تو وہ ہر جا پہ ہے ہر وقت	گر بھول گیا پھر وہ زماں میں نہ مکاں میں — "
"	گر یاد سے غافل نہ ہو عزت ہے ہماری	غافل ہوں تو یارب تری عظمت نہیں جاتی — "
"	سوائے یاد خدا کچھ نہ ذکر ہو عاشق	زبان چلتی ہے دل جبتک اختیار میں ہے — "
"	تیرے ہی نام پاک سے پاکیزہ ہے زباں	تیرے ہی نام پاک سے شیریں دہن ہوا — "
"	اس سے بہتر ہی نہیں کوئی عمل تسخیر کا	سچے دل سے نام لینا چاہیئے اللہ کا — "
"	جس کا دل معمور ہو ہر دم خدا کی یاد سے	اسکی آنکھوں میں سدا جلوہ ہے بیت اللہ کا — "

یاد خدا

	زبان پہ نام خدا دل میں یاد حق رکھنا
	غفلت میں بھی تو ہم سے بھلایا نہیں جاتا
	عاشق ہوں کسی سے تو کوئی بہت ہی ہم
	تھوڑی سی عمر یاد میں حق کے گزار دے
	دیر و حرم میں کیا ہے بھٹکنا یہ کس لئے
	آرام دل ہے یاد میں جس کا ہو یزداں میں
	خدا کی دل سے آہ و فغاں ہے یاد ہوں میں
	کہیں کرتا گھر آباد دل بنا عالم
	جب سے دنیا سے دل ہے روگی
	یاد پروردگار
	عشق میں ہیں عالم نہیں انتہا خیال
	یاد خدا نہ ہے تو ہے دنیا و دین ہیچ
	یاد میں بہت یاد ہے دل میں
	زبان پہ ہے تیرا نام یاد ہے دل میں
	جو قال اللہ و کلام اللہ میں ہے مصروف
	زبان و کلام اسی کا میں ہے نام کی رٹ
	ہمیشہ شغل ہے تیرے نام کی رٹ
	اے علی احمد خدا کو یاد کر دنیا کو چھوڑ
	کہ یاد میں ہے کس لئے بولے لگے
	اے میں تو ہوں جب میری قضا
	اسی روح جب میں سکے طیب زباں پہ ہو
	ہو تیری یاد دل میں
	ہے مختصر

ہے مستفید نعمت دارین سے فدا	جس بندہ کو ہے ورد خدا کے کلام کا	فدا	
حافظ ہے خدا مرا چپ و راس	ہر وقت ہے ورد سورۂ ناس	"	
دنیا ہے محض ہیچ ہر اک چیز خام ہے	پکی ہے تیری یاد سدا تیرا نام ہے	"	
مصروف اک زمانہ ہے فسق و فجور میں	خاصان حق کو حق سے صدا اشتغال ہے	"	
سر میں ترا خیال ہے دل میں ہے تیری یاد	تیرے سوا کسی کو نہیں جانتے ہیں ہم	فروغ	
نفس کافر ہے بغل میں رام کر	یاد اے بندے خدا کا نام کر	فوق	
خدا غفور ہے بخشے گا یاد حق کر لے	یہ عمر پھر نہیں اے قطب جا کے آنے کی	قطب	
دنیا میں ہر طرح سے ہوں گرچہ پھنسا ہوا	لیکن میں تیری یاد نہ بھولا کسی طرح	قربان	
ہو خاک وہ دل جو نہ کرے یاد الٰہی	پھنس جائے وہ طائر جو نہ لے نام خدا کا	قدر	
بہکے نہ وقت نزع ترے نام کے لئے	گویا زباں ملی ہے اسی کام کے لئے	ماہ	
حلاوت بخش کام جاں ہے تو شیریں بیاں کیسا	مزہ لیتی ہے تیرا نام لے لے کر زباں کیسا	"	
جس میں کہ ذکر خیر ترا نام کو نہیں	کب وہ دہن ہے کام کا کب وہ زباں پسند ہو	"	
فراغت میں بتوں کی صورت دلخواہ یاد آئے	پڑے جب کچھ مصیبت تب ہمیں اللہ یاد آئے	مصفی	
جس کے دل میں ایک تیری یاد ہے	دونوں عالم سے وہی آزاد ہے	مضطر	
دل وہ ماتمکدہ ہے جسمیں نہ ہو یاد تری	گھر وہ ماتمخانہ ہے جسمیں نہ ہو چرچا تیرا	مہر	
نفس کی آمد و شد ذکر حق سے گر نہ ہو خالی	تو بس منزل پہ پہنچا دے یہی گھوڑا سواری کا	"	
تری ہی تھی یاد تھی خوشی جب	تری ہی ہے یاد رنج ہے اب	"	
بھلایا میں نے نہ تجھ کو یا رب	نہ تو بھی دل سے بھلا دے مجھ کو	"	
ہے راہ سلوک کا نہ رہرو کوئی	کرتا ہے ہزاروں میں تک و دو کوئی	"	
فرصت ہی نہیں خدا کے بندوں کو مہر	کب حق سے لگاتا ہے بھلا لو کوئی	"	
فرصت شہوات کی ہے گندوں کے لئے	فرصت ہے ہر طرح کے دھندوں کیلئے	"	
یاں بیٹھ کے کچھ یاد خدا بھی کر لے	فرصت یہ کہاں خدا کے بندوں کیلئے	"	
ملتا ہے کمانے اور کھانے کو وقت	ملتا ہے تفرج کا زمانہ کو وقت	"	
اللہ سے مہر کو لگانے کے لئے	ملتا ہے مگر کسی لگانے کو وقت	"	
اے مہر بہت گزر چکی عمر رواں	تھوڑی سی رہی اسکو بھی گزراں نادان	"	
جو دم جاتا ہے پھر نہیں آتا ہے	کر لو یاد خدا کہ پھر وقت کہاں	"	
ہے بند علائق نے کسے فرصت دی	فرصت نہ ملی اور ملے گی نہ کبھی	"	
جس طرح سے ہو یاد خدا بھی کر لے	اے مہر خبر نہیں کسی کو کل کی	"	
تسبیح میں مصروف ہیں مرغان سحر	اور وجد میں جھومتے ہیں جنگل کے شجر	"	
ہے صبح کا وقت یاد حق کر اے مہر	کیا اینڈ رہا ہے تو پڑا بستر پر	"	
اے مہر خدا نے تجھے انسان کیا	رحمت سے ہر اک طرح کا سامان دیا	"	
افسوس صد افسوس کہ تو نے نہ کبھی	بھولے سے خدا کا نام نادان لیا	"	
اچھی وہ زباں ہے جو کرے ذکر خدا	اچھا وہ کان جو سنے ذکر خدا		

یاد خدا

اچھا ہے وہ دل کہ ذکر حق ہے جسمیں ... مہر
اچھا ہے وہ گھر جسمیں رہے ذکر خدا ...
تحصیل علوم اور تحصیل معاش ...
دنیا کا خیال فکر دنیا کی تراش ...
یاد حق کو بھی جو لیتے ہیں لوگ ... ناسخ
یاد حق جو ہیں ہیں ... ناسخ
جو ذکر حق میں ہیں ہیں ... ناسخ
... ناسخ
... ناسخ

یادِ رفتگاں

یارانِ گزشتہ کی کہانی رہی جاری ہے — ولی
ساتھ اپنے جو کہاتے تھے انھیں خاک نے کیا — "
ہمسر اس طرح رہے یارانِ رفتگاں سے دور — وقار
جیسے جوں کوئی رہ جائے کارواں سے دور — ہزبر
یارانِ رفتہ کا قضا نے کر فراموش ہوش
کیا کہیے کیا ہوئے نہیں معلوم ہوتی ہے — "
خبر یارانِ رفتہ کی نہیں معلوم ہوتی ہے — ہمدم
ارادہ ہے کہ بھیجوں قافلہ عمرِ گزشتہ کو — "
نہیں توقع ہے جینے جی اے گردشیں دوراں — "
خدا کرنی کرے گردش ہوگی مردوں پہ مزاروں میں — "
آدھ دو دن جو رہے ہیں اکو لوگ وداع کیا ہو گئے — "
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں اکو دوست یار آتے ہیں — "
جو چل بسے جو کہ تھے جانے والے — انجم
یارانِ گزشتہ کا پتا ہی نہیں ملتا — "
کیا کیا حبیب راہیِ ملکِ عدم ہوئے — اسیر
تامل سے جو دیکھا برگہائے غنچۂ دل کو — امیر
نظر میں پھر گئیں سب صحبتیں یارانِ یکدل کی — اکبر
اے دورِ فلک جینے کا مجھے اب لطف ذرا باقی نہ رہا — اسمٰعیل
جب ہم نفس اپنے اٹھ گئے سب جینے کا مزا باقی نہ رہا — اوج
یارانِ بزم دہر میں کیا کیا تپاک تھا — افسوس
لیکن جب اٹھ گئے تو نہ بارِ دگر ملے — بیدم
ہم بعد رفتگاں کے چلے یوں جہان سے — تراب
جس طرح ساتھیوں سے مسافر چھٹا ہوا
اے ہمرہو کدھر کو گئے آہ تم بغیر — "
نالاں ہیں جرسِ کارواں سے ہم — "
بتائیں کیا نہ پوچھو ہمنشیں کھوئے ہوئے کیوں ہیں — "
وہ پچھلی صحبتیں اگلا زمانہ یاد کرتے ہیں — "
وائے حسرت تراب بار دگر — "
پھر نہ آئے جو کوئی یاں سے گئے — "
ہم سے پیچھے جو یہاں آئے تھے وہ آگے گئے — "
رہ گئے یاں سب سے پیچھے ہائے مرحبا کو ہم — "
اہلِ حق اگلے زمانہ میں ہزاروں تھے تراب — "
اس زمانہ میں خدا والے نہایت کم ہیں — "
جو یا پڑا ہے قبر میں تو کس کے واسطے — جویا

اے ولی ازبسکہ اسکی یاد میں ہے محو دل — غیر کے خطرے سے نس دن ہے فراموشی مجھے — ولی
دو جگ ہوے ہیں دل سوں[1] فراموش اے ولی — رکھتے ہیں جب سوں یاد سرین[2] کی من[3] میں ہم — "
نئیں منصب و جاگیر ہے نیں زور و وظیفہ — ہر روز ترا نام وظیفہ ہے ولی کوں[4] — "
یاد سے دل ہے شاد جاں محفوظ — ذکر سے ہے ترے زباں محفوظ — وقار
بھروسا کچھ نہیں دنیا میں دم کی آمد و شد کا — یہ چند انفاس اے دل یاد خالق میں بسر کر دے — ہزبر
سونے میں ورد نام ترا عمر بھر رہا — غفلت میں بھی نہ تجھ سے کبھی بے خبر رہا — ہوش
چھوڑو بتوں کا ذکر کرو یاد حق کی ہوش — کیا اعتبار زندگیِ مستعار کا — "
خدا کا نام ہر ہر کی زباں پر کب ہوا غافل — یہ کچھ ایسا نہیں ہے کام مشکل پر نہیں ہوتا — ہمدم
چاہیئے جو دم کہ نکلے گزرے یاد یار میں — دیکھ غفلت سے نکلجائے نہ ہمدم دم کہیں — "
کچھ کرو یاد الٰہی ہمدم — ضائع کرتے ہو تم اوقات عبث — "
ہمیشہ دل میں مرے اپنی یاد رکھ یارب — ترے ہی نام کا بس نقش اس نگیں پہ رہے — "
رہ تو یاد یار میں غافل نہیں اسمیں زیاں — عمر اپنی رایگاں غفلت میں کھونا فائدہ — "
یاد میں اللہ کی رہ تا بن آئے تجھ سے سب — جب پڑے اکسیر میں مس تب کہیں وہ زر بنے — "
دل سب طرف سے پھیر کے رکھئے خدا کی یاد — منکا تو دل کا پھیر لے دانا ادھر اُدھر — "
لو میں رہ اسکی کرتا ہو دل کو غافل روشنی — جان کے مانند ہے فانوس کے تن میں چراغ — "
یوں نہ رہ غفلت میں ہمدم نام اسکا ورد رکھ — چلتے پھرتے بیٹھتے اور اٹھتے سوتے جاگتے — "
بھولا ہرچند تو کیوں یاد الٰہی دل سے — کیا ہے بہر عبادت تجھے انساں پیدا — ہرچند

[1] سے ۱۲ [2] معشوق ۱۲ [3] دل ۱۲ [4] نہ ۱۲ کو ۱۲

کہیو اے باد صبا بچھڑے ہوئے یاروں کو	واہ ملتے ہی نہیں دشت کے آواروں کو	سوز
رفیق خواب عدم سے نہ ایسے مدہوش سو رہے ہیں	سرھانے انکے بہت میں بیٹھا بہت میں انکو پکار آیا	شہید
حسرت آباد جہاں صورت حیرت ہے شہید	جائے فریاد ہے یاران کہن کا مذکور	"
یاران رفتگاں کا پتہ کس سے پوچھئے	ایسے گئے زمیں پہ کسی کا پتا نہیں	شرم
سدھارے جو عدم کو نام اپنا چھوڑ کر شائق	عبث ہے ڈھونڈھنا انکو نہ پائیگا نشاں برسوں	شائق
صحبت ایام گزشتہ کی مجھے آتی ہے یاد	ہمنشیں ارباب عالم کی یہ صحبت دیکھکر	"
یاران رفتگاں کا کھلے حال کس طرح	بھیجا نہیں کسی نے بھی لکھکر عدم سے خط	ظفر
جو پہلے تھے یار اپنے اب انکو کہاں ڈھونڈھیں	باقی ہے نشاں کس کا ہم کس کا نشاں ڈھونڈھیں	"
جو گیا پھر کر نہ آیا آہ کس سے پوچھئے	رہتے ہیں کس حال میں ملک عدم کے آدمی	"
کہاں ہیں وہ اگلی ملاقات والے	عنایات والے مدارات والے	"
گئے یارب وہ لوگ اگلے کہاں پائے نہیں جاتے	جو ڈھونڈھے تو کہیں انکے نشاں پائے نہیں جاتے	"
لو نام گزشتگاں بہ نیکی صاحب	ہے اس میں تمھاری ہی بھلائی صاحب	عزیز
ہر نیک و بد خلق کا مالک ہے خدا	لو سر پہ نہ ناحق کے گنہ بھی صاحب	"
پوچھئے کس سے کہ یاران گزشتہ ہے کہاں	دیکھکر کون سواد عدم آباد آیا	"
ناز کیا کرتے ہو بکواس پہ اپنے عاشق	ہو گئے اگلے زمانہ میں سخنداں کیسے	عاشق
کیونکر نہ جلاتا ہمیں داغ غم احباب	کیا کیا نہ ہوے اپنے عزیز و رفقا خاک	"
اچھے جو تھے وہ پہلے ہی دنیا سے چل بسے	آگے بڑھے وہ قافلہ سالار کی طرح	قدر
ہماری آنکھ میں ہیں صورتیں یاران رفتہ کی	یہ اپنے سامنے رکھا ہے جام جم خیالوں کا	"
چھایا ہے دل پہ رنج و غبار گزشتگاں	ہوں گرد کارواں سے بس اب کارواں خواہ	"
بھٹکا ہوں پھروں یاں میں اکیلا ہزار سمت	اے ہمرہان پیش قدم تم کدھر گئے	قائم
رو ئیے اس تکدہ میں آج کس کس کو یہاں	دیکھتے نظروں کے اپنی اک خدائی کیا ہوئی	"
نے آتش منفور ہیں نے حضرت ناسخ	اے ماہ اٹھے اہل کمالات جہاں سے	ماہ
بھری آتی ہے چھاتی یاد میں یاران رفتہ کی	یہ دل اور اسقدر صدمہ بھلا کس کس کا غم کیجے	ممنون
اٹھ گئے موجد رہے باقی لکیروں کے فقیر	حوصلہ ہی اب نہیں ان کو نئی ایجاد کا	محب
یاران عدم سنتے نہیں بات کسی کی	کس طرح ہم ان قافلہ والوں کو پکاریں	مصحفی
مجلس ہستی میں جو آئے تھے یار	یہ نہیں معلوم وہ کیا ہو گئے	"
سوتے ہی ہم رہ گئے افسوس ہاے	قافلہ یاروں کا سفر کر گیا	"
یاران رفتہ ہم سے منھ اپنا چھپا گئے	معلوم بھی ہوا نہ کدھر کارواں گئے	"
روتا پھروں نہ کیونکر میں قافلہ میں ہر سو	منزل پہ میرے ساتھی مجھ سے بچھڑ گئے ہیں	"
اب جیکے کیا کروں گا میں تنہا کہ مصحفی	تھا جن سے لطف زیست وہ بسیار مر گئے	"
کیا مصحفی میں روؤں یاروں کی صحبتوں کو	بن بنکے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں	"
آسودگان خاک کے عالم کی سیر کر	کیا چپ پڑے ہیں مجلس ماتم کی سیر کر	"
برگزیدہ دہر میں جو جو ہوئے اہل کمال	یا کہ جن کی زندگانی تھی نمونہ اور مثال	مہر

یاد رفتگاں

ان کے لائف کی سوانح جو نہایت دلفریب
بعض نے لکھا ہے خود اور بعض کا اوروں نے حال
مصلح قوم اور جنرل اور مدبر اور کمال
اہل تصنیف اہل اجتہاد اہل حال اور اہل مقال
جن کی نظم میں میری ان کے واقعات زندگی
اور نثر میں سرگذشت کی بھی یوں ہی آگاہی کی
کچھ تھی میری ہمت بھی اور میں ہی صرف تھا نہیں
جیکے تھا محض ان کی دعا کا نہیں
محفل نہ رہی وہ اور نہ رہے
بزم دنیا سے اٹھ گئے یوں
دنیا میں کہاں ہیں ایسے اور
وہ ہمنشیں کہاں ہیں
شہروں کو وہ سوسائٹی
اب ان کے نام ہیں اور
آہ انکی وہ زبان
یاد انکی خوش
روزہ کے میرے ساتھی
آنکھوں میں میری اب
دیکھا ہے ہم نے
اگلا ورق

اگلا ورق الٹ دے اک بار پھر زمانہ	دکھلا دے اے مصور تو مجھ کو پھر وہ نقشا	مسلم
وہ صورتیں دکھا دے دل جنکو ڈھونڈھتا ہے	اور جن کا چلنا پھرنا آنکھوں میں پھر رہا ہے	"
اے موت مجھ کو بچھڑے یاروں سے تو ملا دے	گم کردہ کارواں ہوں منزل کی رہ لگا دے	"
اے خضر رہ بتا دے اے دستگیر کچھ کہہ	بستے ہیں کس نگر میں وہ ہم صغیر کچھ کہہ	"
صحبت یاران ہمدم ہوگئی خواب و خیال	اٹھ گئے دنیا سے کتنے ہی رفیق و دوستدار	نظر
جو چل بسے کہیں انکا پتہ نہیں ملتا	نشان نقش قدم خاک رفتگاں میں نہیں	نظم
ملا نہ نقش قدم سے تو رہروؤں کا پتہ	میں اب غبار سر رہگزر سے پوچھتا ہوں	"
ہرگز مراجعت نہ عدم رفتگاں نے کی	حیراں ہے چشم نقش قدم انتظار میں	نصیر
ہاتھ دھو بیٹھے نہ جب تک زندگی سے تب تلک	نقش پائے رفتگاں کا کیا کوئی پائے کہیں	"
کیا جانے کیا عدم میں تماشا ہے جو وہاں	یاں سے گیا ہے آہ جو جاکر نہیں پھرا	"
مدت ہوی میں کنج قفس میں ہوں تڑپتا	مرغان ہم آواز تم آواز سنا دو	"
نصیر اس رہگزر میں جستجو کر بیٹھ مت تھک کر	ملے شاید سراغ نقش پائے رفتگاں آگے	"
کیا جانے اب کدھر وہ گئے حیف اے نصیر	یارانِ رفتگان کی نہیں کچھ خبر مجھے	"
یارانِ رفتگاں کی خبر پوچھ مت نصیر	ملک عدم کی راہ میں سارے بچھڑ گئے	"
مرے اٹھ گئے مہرباں کیسے کیسے	دئے رنج او آسماں کیسے کیسے	نواب
جن میں آنکھوں میں مروت تھی کہاں ہیں وہ لوگ	ڈھونڈھتی رہتی ہیں ہردم مری ہرسو آنکھیں	"
کھلا نہ خاک نہ کچھ احوال رفتگان عدم	چلے گئے وہ مجھے چھوڑ کر کہاں تنہا	وقار
یارانِ رفتہ پھر نہ پھرے گرچہ ہمدم آہ	رت پھر گئی ہوا پھری موسم پلٹ گیا	ہمدم
جہاں سے اٹھ گیا کیا یار و آشنا ہمدم	جو ہم ہیں بیٹھے سو اکدن ہمیں بھی جانا ہے	"
کس طرح ہمدم ملے یاران رفتہ کی خبر	آہ ان کے پاس سے کوئی ادھر آتا نہیں	"
گئے سیر عدم کو جو نہ آئے پھر کے ہستی میں	نہیں ملتی خبر کچھ ہوگیا کیا آہ یاروں کو	"
چلدیجے یاں سے آپ بھی ہمدم یہ کیا ہے لطف	یاروں کا کوچ ہووے اور اپنا مقام ہو	"
جہاں میں جائے انھوں کی ہے اب تلک خالی	گزشتوں کا نہیں ہمدم سراغ مجلس میں	"
چل ہی دیجے اب آپ بھی ہمدم	یار جو آئے تھے سو چل نکلے	"
اٹھ گئے سیکڑوں اس بزم جہاں سے احباب	رہ گیا میں کف افسوس کے ملنے کے لئے	تحریر

تمت

صحت نامہ کتاب ہذا

صفحہ	متن	حاشیہ	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵
۱	۱۰	۰	محتاج منظوری	منظور محتاجی
۱	۰	۱۶	نہ طبعیات	ہے نہ طبعیات
۴	۴	۰	ہو	ہُو
۴	۰	۱۵	مصیبت کسی	مصیبت کبھی
۱۶	۵	۰	ہاتو ہی موجد	تو ہی موجد
״	۲۲	۰	ہر سو میں	ہر سر میں۔
״	۲۵	۰	قمر کو مالہ	قمر کو ہالہ۔
״	۲۸	۰	ادراکی	ادر کی
۱۰	۳۳	۰	سزار ہے کبریائی	سزا ہے کبریائی۔
۲۰	۲۳	۰	ہونکہ بحر	کیونکہ بحر
״	۰	۱۸	ایک نگاہ۔	ایک نگار۔
۲۲	۱	۰	مکان کا	مکان میں
״	۷	۰	روشن مار ہے	روشن ماہ ہے
۲۳	۹	۰	جھکتی یہ ہے	جھکتی ہے یہ ہے
״	۲۳	۰	ہم ہے	ہم ہیں
۲۵	۲۱	۰	تحت الثرے تلک	تحت الثرے تلک
۳۲	۰	۱	اعلیٰ کو اسفلون یہ	اعلیٰ پر اسفلون کو ہے
۳۶	۲۳	۰	ن کی خوشامد	اُن کی خوشامد
۳۹	۲۵	۰	نہ ارمان تلک	نہ درمان تلک
۴۰	۵	۰	کروں گا میں التجا	کروں گا نہیں التجا
۴۰	۱۴	۰	زمزمۂ الامان	زمزمۂ الامان
۴۲	۰	۱	اطاعت	افسردہ دلی
״	۶	۰	نصیب ور ہے	نصیب وہ ہے
״	۷	۰	بالا	پالا۔
۴۳	۳۲	۰	دیکھیں سحر کی شب	دیکھیں لحد کی شب
۴۴	۳۰	۰	نشودے	نشو نما سے
۴۷	۰	۷	خوردونیک	خرد نیک
״	۰	۱۹	ہما وارض	سما وارض
״	۰	۲۰	ذالمنن	ذوالمنن
۵۳	۰	۷	ہلوہ گر	جلوہ گر

صفحہ	متن	حاشیہ	غلط	صحیح
۶	۷	۸	۹	۱۰
۶۸	۱۸	۰	نال طفلی	حال طفلی
۷۲	۰	۱۳	یا قافلہ دران قافلہ	یا قافلہ در قافلہ ان
۷۸	۲۳	۰	سولہ ہے	سوا ہے
״	۲۶	۰	بخیلوں کا	بخیلوں کے
۸۹	۹	۰	رہتی سب	رہتی ہے سب
۱۰۳	۷	۰	صورت ارشیا	صورت اشیا
۱۰۶	۲۵	۰	الٰہی اس میں جہاں	الٰہی اس جہاں
۱۱۱	۹	۰	قوسی	قوی
״	۰	۲۰	مس ہے	مثل ہے
۱۱۲	۰	۱	پند و نصیت	پند و نصیحت
״	۰	۱۲	جھوٹے بہانے	نہ جھوٹے بہانے
۱۱۴	۱۳	۰	لڑی منزل ہے	کڑی منزل ہے
۱۱۵	۱۱	۰	سفر ہو	مضر ہو
۱۱۷	۴	۰	زبان کو ہے	زبان لو ہے
۱۱۸	۱۷	۰	کش سے جوانی	کش مئے جوانی
״	۰	۱۶	بس اب اُٹھو	بس اب اُٹھ۔
۱۲۰	۱۶	۰	کرتا ہے	کرنا ہے
״	״	۰	اب کہ	اب کر
۱۲۱	۰	۱۶	وہ گیا شباب	وہ کیا شباب
۱۲۲	۱۸	۰	آب و آتش سے ہے	آب و آتش ہی سے ہے
۱۲۳	۰	۱۱	ہم جائیں گے	ہم جانینگے
۱۲۵	۰	۰	خلائق سے جدا	علائق سے جدا
״	۲۴	۰	نہ بھلکے گا	نہ پھٹکے گا
۱۴۶	۰	۳	زندگی پر	زندگانی پر
۱۴۷	۲	۰	قصد ہے	قصہ ہے
۱۵۴	۲۰	۰	روکے دریا	رہ کے دریا میں
۱۷۰	۷	۰	رغنہ دیوار	رخنۂ دیوار
۱۷۳	۲۴	۰	سمجھو اے ساقی	سمجھ اے ساقی
۱۸۰	۱۰	۰	باج	باج علہ
۱۸۳	۰	۶	اہل عالم لے	اہل عالم سے

۱۸۶	۰	۱۸	الا وضع	دلا وضع	۲۸۳	۲۹	۰	خدایا دمیں	خدا کی یاد میں
۱۸۷	۱۵	۰	وارشد	واشد	۲۸۳	۰	۱۹	نہ گزار	نہ گزرا
״	۲۶	۰	چلے ہیں چال	چلتے ہیں چال	۲۸۵	۱۴	۰	زندگانی کا	زندگی کا
۱۸۹	۷	۰	بدتر ما بین یہ	بدتر ہیں یہ	۲۸۶	۲۸	۰	دنیا نظر بھر کے	دنیا کا نظر بھر کے
۱۸۹	۰	۱۸	سفر ہو جائے گا	سقر ہو جائے گا	״	۳۲	۰	یہ دم کی	یہ جو دم کی
۱۹۰	۱۷	۰	ہے بڑا	ہے بُرا	۲۸۷	۱۰	۰	جناب کی صورت	حباب کی صورت
״	۲۳	۰	منہ میں دو دو زبانیں	منہ میں ہیں دو زبانیں	״	۲۲	۰	آدمی اس سے	آدمی غم سے
״	۰	۲۰	خفا ہوتا ہے	خفا ہوتا ہے	״	۲۴	۰	اس بنا سے ہستی	اس بنائے ہستی
۱۹۱	۱۲	۰	تو غافل	تو غافل	״	״	۰	جو کی طرح جلکر	جو کی طرح بنکر
۱۹۹	۱۵	۰	ریگ صحرا	ریگ صحرا کو	״	۰	۱۸	میں جیتا ہوں	جیتا ہوں
۲۰۳	۲۵	۰	دیکھو دنیا کی	دیکھ دنیا کی	۲۸۸	۴	۰	گور ہستی ہے	گور ہستی ہے
۲۰۴	۱	۰	فکر دات	فکر مساوات	״	۲۲	۰	یہ نمائش سراب	یہ نمائش سراب
۲۰۹	۰	۲	دارا اور	دارا بنا اور	״	۲۷	۰	اپنی ہستی	یہ اپنی ہستی
۲۱۰	۲۷	۰	دونے کی	رونے کی	״	۳۲	۰	اعتبار ہے کیا	اعتبار کیا
۲۱۱	۲۵	۰	چین اے کس کو	چین دے کس کو	۲۹۰	۲۹	۰	یہ شکل	یہ مشکل
۲۲۲	۰	۹	جو دُنیا ہے۔	جو دنیا سے	۲۹۴	۰	۴	مردہ ہے	مردہ ہے
۲۳۶	۰	۳	جانب ہے یوں	جانب سے یوں	۲۹۵	۳۳	۰	اس کچھ نفع	اسے کچھ نفع
۲۳۷	۳۴	۰	واشہر ہوئی	واشد ہوئی	۲۹۶	۰	۱۹	جوں میاں	چوں نیساں
۲۳۸	۳۰	۰	سکر و شکوہ ہے مو	شکر و شکوہ ہے سو	۲۹۸	۰	۱۲	وقت قدرت نے	وقت قدرنے
۲۳۹	۴	۰	طبل درحیل	طبل رحیل	״	۰	۲۰	کوشش غرض	کوشش ہی غرض
۲۴۷	۰	۴	پیوند ہوا تو یہ ہے	پیوند رفو یہ ہے	۳۰۰	۰	۱۰	انجام میں	انجام کا
۲۵۱	۴	۰	جن کو	جن کی	۳۰۱	۴	۰	مفت خوروں کی	مفت خوریکی
״	۳۲	۰	اصل کا سامان۔	وصل کا سامان	״	۲۱	۰	کہنہ و تو	کہنا ہو تو
۲۵۲	۰	۱۱	گہے غم گاہے	گہے غم کا ہے	۳۰۳	۱۶	۰	زانوں کسی	زانو کسی
۲۵۷	۲	۰	داغ دل میں ہے	داغ دل میں رہے	״	۲۶	۰	نفس دشمن	نفس کی دشمن
״	۱۴	۰	مُریدی اہل کسب	مُریدی کسب	״	۳۲	۰	پہلے یسا کو	پہلے حیا کو
۲۵۸	۹	۰	خدارا اُن سے خدا	خدارا اُن سے حذر	۳۰۴	۲۱	۰	رہتی ہے نہ آبرو	رہتی نہ آبرو ہے
۲۶۸	۱۲	۰	عالم پہ	عالم یہ	״	۳۰	۰	یونہی اسے مدام	یونہی اُسے مُدام
״	۰	۸	ہو عیش میں	ہر عیش میں۔	۳۰۶	۱۲	۰	راستان ہوتا نہیں	راستہ ہوتا نہیں
۲۶۹	۲۰	۰	ہوتا ہے یا برا ہوتا ہے۔	ہونا ہے یا برا ہونا ہے	״	۱۴	۰	بلائیں	بلائیں
۲۷۰	۱۳	۰	رزاق تجھے	رزاق تجھے	״	۱۴	۰	زماں نہیں	زباں نہیں
۲۷۱	۶	۰	جہان سے	یہاں سے	״	۰	۲۰	اُلٹی زمانہ اُلٹا	اُلٹی ہے زمانہ اُلٹا
۲۷۳	۱۷	۰	رازازل	روزازل	۳۰۷	۳	۰	دولت دو نیا	دولت دنیا
۲۷۴	۹	۰	رزاق نان صبح	رازق نان صبح	״	۱۲	۰	جوتا آشنا	جو تھا آشنا
״	۲۳	۰	کٹ جاتی ہے	گھٹ جاتی ہے۔	״	۲۵	۰	وہ ہم سے رسیدہ ہے	وہ ہم سے رمیدہ ہے
۲۷۵	۳۲	۰	ہاتماؤں	ہاتھ پاؤں	״	۲۹	۰	گلشن کو اتمام کیا	گلشن کو اشمام کیا
۲۸۲	۲۲		ہوادہ	ہودہ	۳۰۷	۳۲	۰	اس چمن میں رنگ	اس چمن میں رنج

۳۰۷	۳۳	۰	گردۂ ناں اکہ دوتا	گردۂ ناں کہ دوتا	۳۲۱	۰ ۲	آئینہ سمی باعث
۳۰۸	۱۱	۰	ایسا زمانے میں	اس زمانے میں	〃	۰ ۱۶	کدورت نہ کیوں
〃	۱۹	۰	نظر آتا کسے	نظر آتا ہے کسے	۳۲۲	۷ ۰	جور شمع طور کا
〃	〃	۰	اس زمانے میں عنقا	اس زمانے میں ہے عنقا	۳۲۳	۲ ۰	جبر مجھے
〃	۲۷	۰	بوئے وفا رنگ	بوئے وفا و رنگ	〃	۱۷ ۰	خونخوار ہوں کو صفائی
۳۱۰	۲۲	۰	کلیجہ نہ کیجئے	گلہ نہ کیجئے	〃	۱۹ ۰	گہر بھی خنجر
〃	۰	۱۹	مغلون ہے	متلون ہے	۳۲۴	۲۲ ۰	ان محروم
〃	۰	۲۰	دکھلاتا ہے	دکھاتا ہے	۳۲۶	۰ ۳	جو بدشعار ہیں
۳۱۱	۳۱	۰	صبر کی تلخی کی	صبر کر تلخی کی	۳۲۸	۰ ۹	طمع کا کیا مضبوط
۳۱۳	۳۱	۰	چاہے اگر اہل	چاہے کر اہل	〃	۰ ۱۰	وتحت الثریٰ
〃	۰	۳	ہمنشینی سے اعلیٰ	ہمنشینی اعلیٰ	۳۲۹	۲۴ ۰	مطلب سے
〃	۱۶	۰	رکھ کام	رکھو کام	〃	۰ ۱۷	شیشہ کا لبریز
۳۱۴	۰	۳	فیاض کو محتاج	محتاج کو فیاض	〃	۰ ۱۳	جو جال سے
〃	۰	۵	دینہ سے	دیندار سے	۳۳۰	۱۰ ۰	جب طمع
〃	۰	۴	کہ نہیں	کہ بیحاصل نہیں	〃	۰ ۱۴	جزم ہے
۳۱۵	۲۵	۰	اے مارتو	اے یار تو	〃	۰ ۱۶	دل پسیجا نہ کوئی
۳۱۷	۱۲	۰	نہ غافل ہو	نہ غافل کو	۳۳۱	۱ ۰	ربط پیکاں
〃	۱۸	۰	یہ دنیا میلا	یہ دنیا کا میلا	〃	۰ ۲۰	صید خوک
〃	۱۹	۰	دشمن صحبت میں	دشمن کی صحبت میں	۳۳۲	۱۷ ۰	ناتوانوں کا
〃	۲۲	۰	روشندلاں	روشندل	〃	۰ ۱۰	کہ معافات
〃	〃	۰	جہانیاں سے	جہانیاں سے	۳۳۳	۱ ۰	بے جرم و خطا
۳۱۸	۲	۰	کماں کو	کمان کو	〃	۸ ۰	نہ زنہار توڑیے
〃	۱۹	۰	صحراب	محراب	〃	۱۱ ۰	اظلم پیری میں
〃	۲۷	۰	کب سے ہے	کب ہے	〃	۳۱ ۰	کرے تلمیس
۳۱۹	۱۰	۰	اسکا بھاڑ کب	اٹکا جھاڑ کب	〃	۰ ۲۰	کل باردان رکی شاخ
〃	۱۱	۰	ہرگز دیل کے	ہرگز دید کے	۳۳۵	۲ ۰	ادبے جزا کی
〃	۱۸	۰	منہ کہتا ہے	منہ یہ کہتا ہے	〃	۳ ۰	کر عبادت بسر
〃	۳۰	۰	عرض	غرض	〃	۳ ۰	رکھ بے بالائے
〃	۳۳	۰	مشکوہ کا	مشکوٰۃ کا	〃	۱۵ ۰	واہ صبر
۳۲۰	۲	۰	اس کا نور کا	اس کا نور ہے	〃	۲۴ ۰	نعمت نہیں
〃	۱۳	۰	میرے لئے بھی غبار	میرے بھی کچھ غبار	〃	۳۱ ۰	دن رات وسوسے
〃	۲۱	۰	بنا کر آدمی	بنا کر آدمی	〃	۳۲ ۰	اس خدا کے لئے
〃	۳۰	۰	قلب ہو تو خود بینی	قلب تو خود بینی	〃	۰ ۴	ہے شرف کیا
〃	۳۱	۰	عمر دھلایا	عمر بھر دھلایا	〃	۰ ۶	ہو تو سجود ہے
〃	۰	۳	ای سراج	اے سراج	۳۳۵	۰ ۱۳	ہے واجب الوجود
۳۲۰	۰	۷	کدورس	کدورت	〃	۰ ۱۵	کام دیں گے قبر تک
۳۲۱	۳	۰	سایا ہے	سمایا ہے	〃	۰ ۱۶	فکر بیش و کم

۳۲۱	۰ ۲	آئینہ سمی باعث	آئینہ کی باعث
〃	۰ ۱۶	کدورت نہ کیوں	کدورت وہیں نہ کیوں
۳۲۲	۷ ۰	جور شمع طور کا	چور شمع طور کا۔
۳۲۳	۲ ۰	جبر مجھے	خبر مجھے
〃	۱۷ ۰	خونخوار ہوں کو صفائی	خونخوار ہوان کو صفائی
〃	۱۹ ۰	گہر بھی خنجر	گہر کبھی خنجر
۳۲۴	۲۲ ۰	ان محروم	ان سے محروم
۳۲۶	۰ ۳	جو بدشعار ہیں	جو بدشعار ہیں۔
۳۲۸	۰ ۹	طمع کا کیا مضبوط	طمع کا مضبوط
〃	۰ ۱۰	وتحت الثریٰ	تحت الثری
۳۲۹	۲۴ ۰	مطلب سے	مطلب ہے
〃	۰ ۱۷	شیشہ کا لبریز	شیشۂ لبریز
〃	۰ ۱۳	جو جال سے	جو حال ہے
۳۳۰	۱۰ ۰	جب طمع	جب طمع
〃	۰ ۱۴	جزم ہے	جُرم ہے
〃	۰ ۱۶	دل پسیجا نہ کوئی	دل پسیجا نہ کوئی
۳۳۱	۱ ۰	ربط پیکاں	ربط پیکاں
〃	۰ ۲۰	صید خوک	صید خوک
۳۳۲	۱۷ ۰	ناتوانوں کا	ناتوانوں کا
〃	۰ ۱۰	کہ معافات	کہ مکافات
۳۳۳	۱ ۰	بے جرم و خطا	بے جرم و خطا
〃	۸ ۰	نہ زنہار توڑیے	نہ زنہار توڑئے
〃	۱۱ ۰	اظلم پیری میں	اظلم پیری میں
〃	۳۱ ۰	کرے تلمیس	کرے منتیں
〃	۰ ۲۰	کل باردان رکی شاخ	نخل باردار کی شاخ
۳۳۵	۲ ۰	ادبے جزا کی	ادبے جزا کی
〃	۳ ۰	کر عبادت بسر	کر عبادت میں بسر
〃	۳ ۰	رکھ بے بالائے	رکھ بالائے
〃	۱۵ ۰	واہ صبر	وآہ سحر
〃	۲۴ ۰	نعمت نہیں	نعمت نہیں
〃	۳۱ ۰	دن رات وسوسے	دن رات سوسے
〃	۳۲ ۰	اس خدا کے لئے	اس کو خدا کے لئے
〃	۰ ۴	ہے شرف کیا	ہے شرف کیا
〃	۰ ۶	ہو تو سجود ہے	ہو تو مسجود
۳۳۵	۰ ۱۳	ہے واجب الوجود	ہے واجب الوجود
〃	۰ ۱۵	کام دیں گے قبر تک	کام دیں گے قبر تک
〃	۰ ۱۶	فکر بیش و کم	فکر بیش و کم

۳۳۶	۲	.	کی حسن عمل	کر حسن عمل	۳۵۶	۷	.	مثل صبا رسیدہ ہے	مثل صبا رمیدہ ہے
〃	۲	.	لندگی دائمی	بندگی سے دائمی	۳۶۰	۱۱	.	روز قبر نشین	زور ق نشین
〃	۷	.	رفت عزیز	رفعت عزیز	〃	۳۰	.	بہ مشکل گرد	بہ شکل گرد
〃	۲۰	.	سستی ہے جو کہ	سستی سے ہے جو کہ	۳۶۱	۱۷	.	تو کی جس سے	تو نے کی جس سے
〃	.	۲	ایک سو نہ ہے	ایک سو نہ رہے	〃	۲۵	.	دنیا میں اے روکے	دنیا میں اسے روکے
〃	۲۵	.	کا اب مجھ	کا بھی اب مجھ	〃	۲۸	.	ثبات ہم کو بے اعتبار	ثبات نہ ہم کو ہے اعتبار
〃	۳۰	.	عبرت سے دنیا	عبرت سے دنیا کا	۳۶۲	۶	.	کہ جیسے گوندگئی	کہ جیسے کوندگئی
۳۳۹	۸	.	قیصر و مغفور کے	قیصر و فغفور کے	۳۶۳	۱۵	.	عمر سب کھوئی یو نہیں	عمر سب کھوئی یونہیں
〃	۱۶	.	لے گئی کمینوں کو	لے گئی کمینوں کو	〃	.	۱۱	رو دے کوئی	رو کے کوئی
〃	۳۱	.	مقیر سے	مقبرے	۳۶۵	۹	.	عبث ہوتے ناداں	عبث ہوتے ہیں ناداں
۳۴۰	۱۱	.	جیتے سب شان بھی	جیتے جی سب شان تھی	〃	.	۵	اپنے دم نہ رکھ	اپنے دم کا نہ رکھ
〃	۲۸	.	غیرت ستاباں	غیرت مہ تاباں	۳۶۶	۲۹	.	ستاتا ہے	سناتا ہے
〃	.	۵	ادا پر چمن نثار	ادا پر چمن نثار	۳۶۹	.	۹	منہ چھپانہ	منہ چھپانا
〃	.	۱۱	دم پھر مثل	دم بھر میں مثل	۳۷۰	۱۷	.	ہیں ہم تم سے دور	ہیں ہم تم سے دور
〃	.	۱۴	جس چمن شور	جس چمن میں شور	۳۷۱	.	۴	کہ سبز باغ گلستان	کہ سبز بلغ گلستان
۳۴۱	۱۷	.	اس پہ ہوں	اُس پہ ہوئی	〃	.	۵	اُدھر ادھر	اُدھر آئی ادھر
۳۴۲	۷	.	غول سے ہر طاق	غول ہے ہر طاق	۳۷۲	۱۰	.	توارم زبسکہ	توام زبسکہ
〃	۱۰	.	نظر عبرت نے	نظر عبرت سے	۳۷۳	.	۴	نہر اس کا	ہنر اس کا
〃	۱۹	.	اُن کے شان	اُن کے نشان	〃	.	۵	دست نہریں	دست ہنر میں
〃	۲۴	.	ہر سر گام پر	ہر گام پر	〃	۲۹	.	نہر نے رنگ	ہنر نے رنگ
〃	۲۵	.	نہ نفرت باقی	نہ نصرت باقی	۳۷۴	۶	.	کرتا ہو	کرتا ہو
〃	۲۸	.	سوتے ہیں وہ گور	سوتے ہیں وہی گور	۳۷۵	۱	.	نعمت اپنے واسطے	نعمت ہے اپنے واسطے
〃	۲۹	.	گاب بکھیڑا	گا سب بکھیڑا	〃	۳	.	ہنر دیکھا چلے	ہنر دیکھ چلے
〃	.	۴	بے نشانی نے نہ رکھا	بے نشانی نے رکھا	〃	۸	.	اہل نہر ہیں جتنے	اہل ہنر ہیں جتنے
۳۴۳	۱۱	.	اے اشک	اے رشک	۳۷۷	۱۱	.	با در خوبیں کا	با در خوبیں کا
۳۴۵	۱۷	.	ہے لوفان	ہے طوفان	〃	۲۵	.	اتنا ہوا ہے کبر	اتنا ہوا اے کبر
۳۴۷	۳۲	.	مبانی ج	مبانی آج	〃	۳۲	.	جو نفرت نہ ہو	جو نفرت نہ ہو
۳۴۹	۲۹	.	لو تم کو ملی	غافلو تم	۳۷۸	۲۴	.	اٹھا دیتا ہے	جھکا دیتا ہے ۔
〃	۳۱	.	کسے سکندر	کتنے سکندر	〃	۳۱	.	نو دولتوں مغرور	نو دولتو مغرور
۳۵۱	۲۲	.	کیوں پھرے	کیون پھرے	۳۸۰	۱۸	.	دنیا کے اختتام پہ	دنیا کے اختشام پہ
۳۵۲	۳۱	.	کچھ ہو تو ہو	کچھ ہو تو ہو	〃	۲۸	.	چلا ڈکا رستہ	چلا ڈکا رستہ
〃	۳۱	.	ہستی تو	ہستی ہیں تو	۳۸۱	.	۹	اکڑے اس قدر	اکڑے نہ اس قدر
۳۵۴	۴	.	قاشا گاہ	تماشا گاہ	۳۸۲	۱۱	.	یہ اہل کبر لئے	یہ اہل کبر مٹے
〃	۲۹	.	آئے دور سے	آئے ہیں دور سے	۳۸۶	۳	.	کوئی بیکسی کی	کوئی بیکس کی
۳۵۵	۴	.	سعدی وہ عرفی	سعدی و عرفی	〃	۵	.	قدرت سے	قدرت ہے
〃	۱۶	.	بھول جاؤ	بھول جائے	〃	۲۳	.	ایسے غربت زدہ	ایسے غربت زدہ
〃	۱۷	.	کیا چڑھ گئی ہو	کیا چڑھ گئی ہے	〃	.	۱۵	جائے بھولے وطن	جائے بھولے سے وطن

۳۸۷	۲	۰	ہے علم مثل	ہے علم مثل	۴۰۷	۴	۰	رحمت یہ خدا کی	رحمت پہ خدا کی
〃	۰	۱۴	کام وہ کر کے رہے	کام وہ کر کر رہے	〃	۱۶	۰	رہزاں	رہزنان
۳۸۸	۰	۱۱	توبہ کرتی ہے	توبہ کرنی ہے	۴۰۸	۳۰	۰	اگر سایۂ جہاں	اگر سارا جہاں
۳۹۱	۱۲	۰	دل ہوشیار	دل ہوشیار رہیں	۴۰۹	۲۱	۰	جو جنت پر	جو جنت پر
۳۹۲	۲۵	۰	دنیا سے فانی	دنیائے فانی	〃	۲۶	۰	روشندوں	روشن دلوں
۳۹۳	۹	۰	عبرت ہے ذرا	عبرت ہے ذرا	〃	۰	۱۵	جزر کے بعد	جزا کے بعد
〃	۱۲	۰	منہ ہو گئے سفید	مو ہو گئے سفید	۴۱۰	۲۶	۰	اُسے یار سمجھ کر	اُسے بار سمجھ کر
〃	۱۳	۰	غنیمت سمجھو	غنیمت سمجھ	〃	۳۰	۰	لائق کلیم نہیں	لائق گلیم نہیں۔
۳۹۴	۲۷	۰	بھی زنداں میں	بھی زندوں میں	〃	۰	۸	گدا جہاں میں	گدا جہاں میں ہم
〃	۰	۸	دیکھو عبرت کی	دیکھ عبرت کی	۴۱۱	۵	۰	غنی ہیں فخر میں	غنی ہیں فقر میں
۳۹۵	۰	۲۰	تجھ پہ ہستی ہے	تجھ پہ ہستی ہے	〃	۱۴	۰	کیوں رکھا ہے	کیوں رکھتا ہے
۳۹۶	۱۵	۰	تو میں اگلی	تو میں اگلی	〃	۲۶	۰	نگراں	نگرانِ
〃	۲۲	۰	رہتے ہیں یکیس برسوں	رہتے ہیں یکیس برسوں	۴۱۲	۲۶	۰	دولت فخر سے	دولت فقر سے
〃	۳۰	۰	تو نہ چونکا	تو نہ چیتا	〃	۳۱	۰	وطن گرد آلود	دامن گرد آلود
〃	۰	۸	اپنا یار کرتے ہیں	اپنا بار کرتے ہیں	۴۱۳	۱۶	۰	دنیا سے کنارہ	دنیا سے کنارہ کر
۳۹۷	۱۷	۰	صرفوں سے	حرفوں سے	〃	۲۳	۰	اپنی ٹنی سے	اپنی ٹٹی سے
〃	۲۵	۰	اٹھ اب ابھی خواب	اٹھ اب بھی خواب	〃	۰	۱۴	کاسۂ مغفور	کاسہ فغفور
〃	〃	۰	غفلت سے اے سوتا ہے	غفلت سے ارے سوتا ہے	۴۱۴	۴	۰	ہے دوزانو	ہو دوزانو
۳۹۸	۱۹	۰	پڑے ہوتے ہو	پڑے سوتے ہو	۴۱۵	۰	۴	دعائے بدنے	دعائے بدنے
〃	۰	۱۱	نہ ابھر جوں	نہ ابھر دجوں	۴۱۶	۱۶	۰	جھوٹی گوئی	جھوٹی گواہی
۳۹۹	۱۴	۰	مگر غفلت رہی	مگر غفلت وہی	۴۱۷	۸	۰	بچوں نہ فقیر کی	بچوں نہ فقر کی
۴۰۰	۵	۰	آخر کو مرتا ہے	آخر کو مرنا ہے	〃	۲۱	۰	مزہ کچھ توحید کا	مزہ مجھ کو توحید کا
۴۰۱	۲۴	۰	میں کبھی کافر بھی رہتا	میں کبھی کامر بھی رہتا	〃	۲۲	۰	یو تو درویش	یوں تو درویش
〃	۲۸	۰	عمر اپنی یوں نہیں	عمر اپنی یو نہیں	〃	۲۳	۰	ہو لیا ہوا	ہو بسا ہوا
〃	۰	۷	نہ صبر جی کہ	نہ صبر جی کو	۴۱۸	۷	۰	اُلو ہو گیا	اُلو ہو گیا
〃	۰	۷	نہ فرار	نہ خواب	〃	۱۴	۰	اقبال کو بے بقا	اقبال کو تو بے بقا
۴۰۲	۲۷	۰	کیا فضل و فیض میں	کیا فضل و فیض ہیں	〃	۲۸	۰	گدائی کا طالب ہوں	گدائی کا ہوں طالب
〃	۰	۱۷	گھر خدا پوچھے	گر خدا پوچھے	〃		۰	نہ مانگوں تاج	نہ مانگوں تاج
۴۰۳	۳	۰	کشتی کو نکر ہے	کشتی کیو نکر ہلے	۴۱۹	۷	۰	کھو لیوت	کھو لیو مت
〃	۱۲	۰	میں ہے نہ دامان	میں ہے نہ دامان	〃	۲۷	۰	رشک ہم کرتے ہیں	رشک ہم کرتے نہیں
〃	۰	۳	آسرار تراب	آسر اتراب	۴۲۰	۱۹	۰	گدڑی استغنا	گدڑی میں استغنا
۴۰۵	۳	۰	ڈھلانے	ڈھلانے	〃	۰	۸	دل ہمارے	دل پر ہمارے
〃	۱۱	۰	یوم سعادت	بوم سعادت	۴۲۱	۳	۰	دل کو گلے	دل کو لگے
〃	۰	۱۷	پھر تو اے شائق	پھر تو اے شائق	〃	۶	۰	تری کبرائی کا	تری کبریائی کا
۴۰۶	۱۸	۰	بخشے گا وہ بے حساب	بخشے گا وہ بے حساب	〃	۷	۰	شاہی ملک	شاہی و ملک
〃	۰	۱۵	جوش سے بحر	جوش ہم نے بحر	〃	۲۵	۰	وضع بر ہیں	وضع پر ہیں
〃	۰	۱۷	یہاں تو رکھ	یہاں تو نہ کر	〃	۳۳	۰	فقیری مطیع	فقیری میں مطیع

۴۲۱	۰	۷	فقری	فخری	۴۳۲	۰	۱۳	تیرے سے کیوں	تیرے ہاتھ سے کب
۴۲۲	۱۲	۰	سو خلد	سوئے خلد	۴۳۳	۲۱	۰	دنیا ہے	دیا ہے،
۴۲۳	۲	۰	کہ کسی روح	کہ کیسی روح	〃	۳۰	۰	دور فلک کے	دور فلک نے
〃	۸	۰	فکر دنیائے	فکر دنیا ہے	〃	۳۳	۰	دم تو چیں	ایک دم تو چیں
〃	۸	۰	فکر کو دور	فکر کر دور	۴۳۴	۳	۰	ہے تنگدل	ہے تنگدلی
〃	۲۹	۰	نرالا چاہنے والا	ترا چاہنے والا	〃	۵	۰	دو روزہ کی	دو روز کی
۴۲۴	۱۰	۰	ہوں یارب	ہوں میں یارب	〃	۲۹	۰	کوزہ گر یہ	کوزہ گر ہے یہ
〃	۳۱	۰	رضائے شیوہ	رضا ہے شیوہ	〃	۳۱	۰	دو میں دیکھی	دو میں دیکھی جو الفت
〃	۰	۱۴	باور سمجھے	باور تجھے	〃	۳۲	۰	اس کا بدا بھی	اس کا بدلہ بھی
۴۲۵	۱۳	۰	وہ حجم ہو گیا	وہ جسم ہو گیا	۴۳۵	۲	۰	کا تو فلک	کا نو فلک
〃	۱۶	۰	فقیر آزاد و غم	فقیر آزاد غم	〃	۱۱	۰	کام بھی کبھی	کام کبھی
〃	۲۸	۰	سر مغفور کا	سر فغفور کا	〃	۱۸	۰	کیوں ہوے و فراغ	کیوں ہو دے فراغ
۴۲۶	۲	۰	نیست میں جو	نیست ہیں جو	〃	۲۲	۰	فلک پہ بھی	فلک پیر بھی
〃	۱۶	۰	امکان عشق	مالکان عشق	۴۳۵	۲۲	۰	اس کا گر پڑا	اس کا گر آ پڑا
〃	۱۶	۰	دربار میں	دریا میں۔	〃	۲۳	۰	اپنا گلہ	اپنا گلا
〃	۲۵	۰	بادت	بادشہ	〃	۲۶	۰	بیداد ہے	بیداد رہے
〃	۰	۱۴	دنیا سے	دنیائے	〃	〃	۰	روندنا	روندتا
〃	۳۳	۰	جہاں میں سے	جہاں بین سے	〃	۰	۲	فلک سے لب اپنا	فلک سے نہ لب اپنا
۴۲۷	۵	۰	نہ ہوز نہار	نہ زینہار	〃	۰	۳	جو ہوشمار ہے	جو ہوشیار ہے
〃	۱۳	۰	رہ گئی	رہیگی	〃	۰	۹	سیہ بختوں سے ہے تو چرخ	سیہ بختوں سے ہے چرخ
〃	۱۹	۰	یہ گنوانہ	یہ گنوانا	۴۳۶	۷	۰	شکستہ نہ کماں	شکستہ نہ کمان
〃	۲۵	۰	عمر ضائع کر نہ بیجا	عمر ضائع کر نہ بیجا	〃	〃	۰	نوجواں سے	نوجوانوں سے
۴۲۸	۴	۰	تھے بھولے ہواں	تھے جو بھولے ہوئے	〃	۱۱	۰	محتاج مرد سو گئے	محتاج مرد ہو گئے
〃	۵	۰	یہ نہ آشنا	یہ نا آشنا	〃	۰	۲	ساعت ہے یاں	ساعت ہے یہاں
〃	۰	۱۰	تیرے ہے ظلم	تیرے ظلم	۴۳۷	۴۹	۰	فنا حباب	فنا مثل حباب
〃	۰	۱۸	چین سے کسے	چین سے کیسے	۴۳۸	۱	۰	میں ہم	میں ہے
۴۲۹	۳	۰	مفر نہیں	مفر نہیں	〃	۸	۰	توانہ ناتواں	توانا نہ ناتوان
〃	۷	۰	فلک سے کیا گو کھے	فلک سے کیا کوئی رکھے	〃	۲۱	۰	گور لب	گور سب
〃	۱۲	۰	تمنا تجھے	تمنا تجھسے	۴۳۹	۳	۰	آہ ہیں	آہ معین
〃	۱۶		اس ہنڈولے	اس ہنڈولے	〃	۲۸	۰	شراب ہم لیکے	سراب ہم لیکے
〃	۲۵	۰	زوالوں کا	رذالوں کا	۴۴۰	۰	۰	مصحفی کا نشان	مصحفی کا نہ نشان
〃	۲۳	۰	مہمان ہوا	مہمان ہو	۴۴۳	۱۱	۰	کل جیسے	کل جسے
۴۲۹	۰	۲	بُرا گردش	بُرا ہو گردش	〃	۲۶	۰	مشت زر سں ہے	مشت زر میں ہے
۴۳۰	۲۰	۰	داں ستم	وہاں ستم	〃	۳۳	۰	نہ بال بھی	نہ بال بھی
〃	۲۷	۰	فلک نہ اہل	فلک نا اہل	〃	۰	۱۸	کس دخل	کس کو دخل
۴۳۱	۱۵	۰	ستم ناکشیدیدہ	ستم ناکشیدہ	۴۴۴	۱	۰	تخت و نسر	تخت و افسر
۴۳۲	۱۹	۰	ترا پیرہن	ترا پیرہن	〃	۳	۰	مگہ شگفتہ	گہ شگفتہ

۴۴۴	۶	۰	دوبارہ نہ کیا	دوبارہ نہ کیا	۴۸۱	۲۵	۰	جو سیرت چاہے
〃	۱۳	۰	کہیں جھومٹ	کہیں جھرمٹ	〃	۰	۲۰	ارض وسما
〃	۲۴	۰	موسے کافروں	موافرعون	۴۸۲	۰	۷	خدا ہیں
〃	۳۰	۰	فروزاں	فروزان	۴۸۳	۰	۱۱	خلوت نشیں کو
〃	۳۲	۰	دولت میں پورہے	دولت میں چورہے	۴۸۶	۰	۵	وحدت میں
۴۴۵	۱۴	۰	افلاک اس کے	افلاک پاسکے	۴۸۷	۱۵	۰	اور دہر
〃	۲۴	۰	یہ کشف وتر	یہ کشف وسر	〃	۰	۹	شراب
〃	۲۶	۰	انگریزی	رنگریزی	۴۸۸	۲۱	۰	ہرادل
〃	۰	۸	رنگ رنگ	رنگ	۴۹۲	۰	۱	جوں نہ بیہوش
〃	۰	۱۲	کسی آتنی	کسی کو اتنی	۴۹۳	۲۵	۰	کہ چلی
۴۴۶	۸	۰	کہ اس صانع	کہ اس صانع	۴۹۴	۱۰	۰	نار میں اک نور
〃	۱۳	۰	چاہے وجس کو	چاہے وہ جس کو	۴۱۵	۰	۱۰	تو ہی تو صاحب خانہ
۴۴۷	۴	۰	تندداں	قدرداں	〃	۰	۱۶	فراغ سے
〃	۶	۰	مثل زد	مثل زر	۴۹۶	۲۲	۰	جستجوے حرم
〃	۱۷	۰	تو نصیبے کا سکندر	تو نصیبے کا سکندر	〃	۰	۶	اس نے دکھادیا
〃	۱۹	۰	قفر رہبر	خضر رہبر	۴۹۹	۰	۱۹	لاولا
۴۴۹	۱۳	۰	ہوتکیہ	ہلوتکیہ	۵۰۰	۱۸	۰	غضب انداز
〃	۱۶	۰	بش مہرو ماہ	بشکل مہرو ماہ	۵۰۱	۰	۱۱	جاناں ہے
۴۵۲	۱۷	۰	تدبیر	تقدیر	۵۰۲	۰	۸	رہتا ہے
〃	۰	۸	تدبیر	تقدیر	۵۰۳	۱۵	۰	شاہ اغراض
۴۵۴	۳۰	۰	رکہتا ہے	کہتا ہے	〃	۲۶	۰	الآن
۴۵۶	۲۰	۰	جاگ	خاک	۵۰۴	۲۷	۰	چراغ دشمن کیا
〃	۲۷	۰	جو قفل	جو قفر	۵۰۵	۲۹	۰	وہم دوکی
۴۵۷	۵	۰	خامۂ گل	جامۂ گل	۵۰۶	۰	۹	تواحد فرش
〃	۲۲	۰	فرمایہ	فرمایہ	۵۰۷	۳	۰	کیونکر نہ بولے
۴۵۹	۰	۱۷	کچھ بھی ہے	کچھ جی جسے	〃	۳۱	۰	غریباں
۴۶۰	۰	۱۹	عیب سے	غیب سے	۵۰۸	۳۱	۰	اسی آنکھوں
۴۶۱	۴	۰	کرم سے ظہور	رحم کا ظہور	۵۰۹	۶	۰	تم اور کب
۴۶۲	۱۲	۰	مجھے دے	مجھے کردے	〃	۱۴	۰	خوشی میں
〃	۰	۱۵	یاں سے ڈہوے	یاں سے ڈہوے	〃	۲۳	۰	جگہ مجھ سے
۴۶۵	۳۳	۰	رہتے ہیں عالم سے	رہتے ہیں پر عالم سے	〃	۲۵	۰	اب انی
۴۷۰	۲۷	۰	خاک میں	خاک ہیں	۵۱۰	۶	۰	ہم ہر جگہ یہ دیکھتے
۴۷۵	۴	۰	فراق میں	فراغ میں	〃	۲۶	۰	لامکان
۴۷۶	۰	۱	آسمان کی طرح	آسیا کی طرح	۵۱۱	۵	۰	سخن توحید سے
۴۷۷	۱۷	۰	فروغ دنیاے	مزرعہ دنیاے	〃	۱۳	۰	ہے یہ لامکان
۴۷۸	۰	۱	نہیں ہے دلسو	نہیں ہے کوئی دلسوز	۵۱۲	۰	۱۶	یہ تیرا تو وہم
۴۸۱	۱۶	۰	گر طلب ہے	گر طلب ہے	۵۱۸	۵	۰	کوئی کوئی

۵۱۸	۱۸	.	وہی مشہور ہے	وہی مشہود ہے	۵۴۶	۲۵	.	سنگ حاتم	سنگ خاتم
״	۲۰	.	بقائے	لقائے	۵۴۷	۱۹	.	نقش وہے	نقش جو ہے
״	۲۷	.	اَنَما	اَینَما	۵۴۸	۲	.	دیکھو ساحل پر	آکے ساحل پر
۵۲۰	۲۸	.	سمجھا دیا	سُجھا دیا	״	۲۵	.	باقی قلش	باقی خلش
۵۲۱	۳	.	آپ اور تھا	آپ دور تھا	۵۴۹	۳۳	.	ہے نقش	ہے نفس
״	۱۱	.	کثرت ہیں زور	کثرت میں روز	״	.	۳	نفس	نفس امارہ .
۵۲۲	۴	.	اب اک جان سے	اب اک جہاں سے	״	.	۴	لباس دوست	لباس دوست ہیں
۵۲۳	۲۳	.	مفلس تلاش	مفلس قلاش	۵۵۰	.	.	اکسیر کی ہوں ہے	اکسیر کی ہوس ہے
״	۳۳	.	طاعت زیاد	طاعت نہ یاد	״	.	۳	دل کو خواب	دل کو خراب
۵۲۴	۳	.	مذہب ہیں	نہ سب ہیں	״	.	۹	نفس شیطان	نفس کشتہ
״	۱۳	.	طعنہ زن	طعنہ زن	۵۵۲	۲	.	سکندر محفوظ	سکندر محظوظ
״	۲۲	.	ایسی بری	ایسی بڑی	۵۵۴	۲۶	.	سے حاصل کیا	سے حاصل ہے کیا
۵۲۶	۱۹	.	بستی کے رہتے ہیں	بستی میں رہتے ہیں	۵۵۵	۲۸	.	لطف اور کردے	لطف اور کرم کردے
۵۲۸	۱۰	.	افعی دانت	افعی کے دانت	۵۵۸	.	۱	تباہی نہ گئی	نباہی نہ گئی
״	.	۵	فضا سے	قضا سے	۵۶۰	۲۳	.	آتے ہیں نہیں	آتے ہی نہیں
۵۳۰	۲۷	.	کوئی کہتا ہے	کوئی کہلتا ہے	״	.	۴	دم غنیمت کیا یہاں	دم غنیمت یہاں
״	.	۱	کاتب اسمال	کاتب اعمال	۵۶۱	.	۶	نہ ہوتی	تو ہوتی
۵۳۲	۱۴	.	ایک روز ہی	ایک روز وہی	۵۶۲	۳۲	.	نقشہ خیر القروں	نقشہ خیر القروں
۵۳۳	.	۶	نہ رہا جب	نہ رہا جب	۵۶۳	۱۲	.	کبھی نہ دل	کبھی ہوگا نہ دل
۵۳۵	۲۴	.	صورت اجل کو	صورت اجل کی	۵۷۳	۲۴	.	مہر کو	مہر تو
۵۴۰	۲۵	.	نہیں ہے سمجھا	نہیں میں سمجھا	۵۷۳	.	۷	یاد حق	یاد خدا
۵۴۱	۳	.	نیا ہے	بنا ہے	۵۷۴	۴	.	جان محفوظ	جان محظوظ
					۵۷۶	۷	.	ملانہ نقش قدم	ملانہ نقش قدم